وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

انعاماتِ رحمانی

شرح ترمذی ثانی

تألیف

مولانا محبوب احمد صاحب دامت برکاتہم

○ فاضل؛ جامعہ دار العلوم کبیر والا ○ خطیب؛ جامع مسجد نور

○ مدرس؛ معہد الخلیل الاسلامی و مدرسہ زینت البنات

المقیت

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

انعاماتِ رحمانی

شرح ترمذی ثانی

تالیف

مولانا محبوب احمد صاحب دامت برکاتہم

○ فاضل، جامعہ دار العلوم کبیر والا ○ خطیب، جامع مسجد نور

○ مُدرّس، معہد الخلیل الاسلامی و مدرسہ زینت البنات

الناشر

مکتبۃ المُقِیت

۱/۳۲-F، منظور کالونی، کراچی

رابطہ: ۰۳۰۰-۸۹۵۶۰۲۲ — ۰۳۲۱-۲۲۵۲۹۵۴

نام کتاب:۔ **انعامات رحمانی شرح ترمذی ثانی**

تالیف:۔ مولانا محبوب احمد صاحب دامت برکاتہم

ناشر:۔ مکتبہ المقیت F-32/1 نزد نور مسجد، منظور کالونی، کراچی

تعداد:۔ ۱۱۰۰

قیمت:۔ ۵۵۰/-

☆ ملنے کے پتے ☆

مکتبہ المقیت:۔ F-32/1 نزد نور مسجد، منظور کالونی، کراچی-۷۵۴۶۰

رابطہ:۔ ۸۹۵۶۰۲۲ ۰۳۱۳، ۸۹۵۶۰۲۲ ۰۳۰۰

اسٹاکسٹ:۔ مکتبہ الشیخ معہد الخلیل الاسلامی کراچی۔ مکتبہ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا۔ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن۔ مکتبہ فتحیہ لطیف آباد نواب شاہ۔ مکتبہ حقانیہ ملتان، مکتبۃ الاظہر رحیم یار خان، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ۔ مکتبہ العارفی۔ مکتبہ الحسن، مکتبہ آب حیات، ادارہ تالیفات ختم نبوت، مکتبہ رحمانیہ، مکتبہ سید احمد شہید لاہور۔ مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی۔ مکتبہ شہید اسلام اسلام آباد۔ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔ مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک۔

ہر دینی کتب خانے پر دستیاب ہے

انتساب

راقم یہ جہد یسیر اور رشحات قلم اپنے

والدین

اور محسن و مشفق استاد الصرف والنحو نمونہ سلف

حضرت المفتی الشیخ

عبدالحمید المؤقر دامت برکاتہم

سابق استاذ مدرسہ امداد العلوم چک ۸.D.N.B، حال مدرس جامعہ خیر المدارس، ملتان

کی طرف منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے، تعلیمی ایام سے جن کا

اخلاص و تعاون رہا اور آج تک دعائیں ساتھ محسوس ہوتی ہیں

مؤلف

یک نظر کتاب پر

یہ ترمذی ثانی کے نصاب برائے طالبات کی مکمل ومفصل شرح ہے، جو "۵۷۳ ابواب" اور "۱۰۸۱ احادیث" پر مشتمل ہے

عنوانات	کل ابواب	کل احادیث	ابتداء	انتہاء
ابواب الاطعمة	٤٦	٧٧	٥٧	١٤٠
ابواب الاشربة	٢١	٣٧	١٤١	١٦٨
ابواب البرّ والصلة	٨٧	١٤٧	١٦٩	٢٦٩
ابواب الطب	٣٣	٦٦	٢٧٠	٣١٨
ابواب الفرائض	٢٠	٣٠	٣١٩	٣٤٨
ابواب الوصايا	٧	١٧	٣٤٩	٣٦١
ابواب الولاء والهبة	٤	٨	٣٦٢	٣٧٠
ابواب القدر	١٦	٣٣	٣٧١	٣٩٨
ابواب الفتن	٦٦	١٢٥	٣٩٩	٤٩٧
ابواب الرؤيا	١٠	٢٥	٤٩٨	٥١٦
ابواب الشهادات	١	١٠	٥١٧	٥٢٢
ابواب الزهد		١٢٣	٥٢٣	٦٠٤
ابواب القيامة	٢٧	٥٣	٦٠٥	٦٥٧
ابواب الجنة	١٣	٣٧	٦٥٨	٦٨٨
ابواب جهنم	١٨	٥٠	٦٨٩	٧٠٣
ابواب الايمان	١٨	٣٩	٧٠٤	٧٥٣
ابواب العلم	١٩	٤٦	٧٥٤	٧٧٦
ابواب الاستئذان	٣٤	٥١	٧٧٧	٨٠٤
ابواب الادب	٧٥	١٣٨	٨٠٥	٨٨٩
ابواب الامثال	٧	١٧	٨٩٠	٩٠٦

تقریظ

جامع المنقول و المعقول بحر العلوم ولی کامل استاذ الاساتذہ

حضرت مولانا علامہ ارشاد احمد صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد!

یہ طے شدہ امر ہے کہ کائنات ارض وسماء اور برو بحر وفضاء میں ہر کام قدرت الٰہی اور مشیت ایزدی سے بروئے کار لائے جاتے ہیں اور سرانجام پاتے ہیں، کائنات کا کوئی ذرہ بھی امر ربانی سے سرمو سرتابی وروگردانی نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ نے دار العلوم کبیر والا کو یوم تاسیس ہی قبولیت نصیب فرمائی ہے، گرد ونواح، پورے ملک کے طول وعرض بلکہ بیرون ممالک میں کام کرنے والے صالح رجال کا اور نابغہ روزگار دین وملت کے خدمت گذار یہاں سے پیدا ہو رہے ہیں، فللّٰہ الحمد والمنۃ!

قریب دور کے نونہال فضلاء میں سے مولوی محبوب احمد ہے، جو حسن فراغت سے لگاتار تدریس میں مصروف ہے، اس نے اپنی جدید تصنیف ''انعامات رحمانی شرح ترمذی'' کا مسودہ پیش کیا اور تقریظ لکھنے کو کہا، بندہ تدریس کے ساتھ جب سے دار العلوم کی خدمت کی بھاری ذمہ داری کے زیر بار آیا ہے تو مشاغل وعدیم الفرصتی کا حصار سا بندھ گیا ہے، ذرا سی فرصت کیلئے بھی ہفتوں سوچنا پڑتا ہے کہ اس کیلئے کیسے وقت نکالا جائے، بہرکیف ان کی درخواست پر مسودہ جستہ جستہ مقامات سے دیکھا اسے بے حد مفید پایا، دل کی گہرائیوں سے دعا ہے حق تعالیٰ عزیزم کی اس محنت کو شرف قبولیت بخشے اور انکے اساتذہ اور عزیزم کے لیے فلاحِ دارین کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین هذا ما ندیّ ولا ازکی علی الله احدا

ارشاد احمد عفی عنہ

خادم دار العلوم عیدگاہ کبیر والا خانیوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف آغاز

الحمد الله الذی خلق الانسان وامتازه بالعلم والعقل، وافاض علیّ الکرم والفضل، ووفّقنی لهذا العمل، وینتهی الیه کلّ الاسباب والحِیل، وکتب فی امّ الکتاب لکلّ شئ أجل، والصلوة والسلام علی من ولد فی خیر الجِیل، وجعل دینه وهدیه خیر الملل، وعلی اله واصحابه ذو المجد والفضل.

اما بعد اواسأل سبحانه و تعالیٰ ان یجعل هذا الجهد لوجهه الکریم ویجعله نجاة ووقایة لهذا العبد الاثیم من سخطه القویم وعذاب الحمیم ،ویدخله فی الجنة دار النعیم، ویجعله نافعا لمن یستفید منه بالقلب الصمیم.

تمام حمد وستائش اس پاک ذات بالا صفات کیلئے ہیں جس نے اپنی مشیت اور دست قدرت سے انسان کو احسن تقویم اور عمدہ ڈھانچے میں بنایا، علم سے بہرہ ور فرمایا، ملائکہ سے سجدۂ کرایا، جنت میں بسایا، پھر ان گنت انسانوں کو جنت میں داخل کرنے کیلئے اپنے حکمت بھرے بلیغ تقدیری فیصلے کے مطابق " **اهبطو** " کہہ کر زمین پر اتارا، ساتھ ہی فرمایا" **فامّا یأتینکم منّی هدی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون** " تمہارے پاس میری طرف سے پیغام ہدایت آئے گا، سو جس نے میری ھدایت کی پیروی کی ان پر تو کوئی ہم وغم نہیں.

اس میں اللہ تعالیٰ شفقت بھرا پیغام دے رہے ہیں کہ تمہیں جنت کیلئے پیدا کیا ہے، اب تم ہدایت کی پیروی کے راستے سے جنت میں آؤگے، عمل تم کرو فضل میں کروں گا.آیت کریمہ میں جس ھدایت کا تذکرہ ہے، ہر دور میں ہر امت کو یہ انبیاء ورسل کے ذریعے صحیفوں اور کتابوں کی صورت میں عنایت ہوتی رہی، ماننے والے مان کر کامیابی سے ہمکنار ہوئے، اور حق کے سامنے سینہ تاننے والے متکبر خائب وخاسر اور نیست ونابود ہوئے، یہاں تک کہ سید الاولین والآخرین، خاتم الانبیاء والمرسلین آقائے نامدار ﷺ کی باشرافت باسعادت ولادت ہوئی، پھر سراپا رشد وھدایت بعثت ہوئی، جس کا آغاز قرآن کریم کی پانچ آیات کے نزول سے ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا" **انزلنا الیک الذکر لتبیّن للناس** " ہم نے ضابطہ حیات، سرچشم ھدایت، نصیحت بھری کتاب آپ کی طرف اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کو بیان کریں، اللہ تعالیٰ نے جو اتارا وہ قرآن ہے حضورؐ نے جو فرمایا وہ حدیث ہے، ہم اللہ کے قرآن اور حضورؐ کے فرمان کے ہر آن پابند اور عمل پیرا ہونے کے مکلف ہیں، انہیں دو کی روشنی میں اجماع امت اور اجتہاد مجتہدین حجت نامہ اور دلیل ہیں، یعنی چار چیزیں حجت ہیں: قرآن، حدیث، اجماع، قیاس.

اسلام کے اولین مخاطب عرب تھے جو صاحب لسان، عربی دان اور فصیح البیان تھے، آپؐ سے بیک وقت براہ راست تعلیم وتعمیل حاصل کر رہے تھے، پھر جوں جوں دائرہ اسلام وسیع ہوتا گیا، اقوام عالم پرچم اسلام تلے آتی اور پروانہ وار جمع ہوتی گئیں، تو عجم کو سمجھانے کی ضرورت پیش آئی اور قرآن وحدیث کی توضیح وتشریح اور تراجم کا آغاز ہوا، چنانچہ حجاج بن یوسف کے دور ۹۵ھ بمطابق ۱۵ ۷ء میں قرآن کریم کا دنیا میں عربی سے سب سے پہلا ترجمہ سریانی زبان میں ہوا جبکہ اس سے پہلے آپؐ نے سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا تھا تاکہ یہود کی چال بازیوں اور غلط ترجمانی سے محفوظ رہیں، یہ بھی مشہور ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے، قرآن وحدیث کا ترجمہ اور

دیگر زبانوں میں تشریح رفتہ رفتہ ضرورت بن گئی، جسے اسلاف واخلاف نے ہر دور میں سمجھا اور علی وجہ الکمال پورا کیا.

شاہ عبدالقادرؒ نے ۱۲۰۵ھ بمطابق ۱۷۹۰ء میں قرآن پاک کا اردو زبان میں سب سے پہلا ترجمہ کیا، زیر نظر کتاب کی وجہ تالیف بھی یہی ہے کہ عموماً ''ترمذی شریف'' کی اکثر شروحات حصہ اول کی تشریحات تک محدود ہیں، حصہ دوم پر بہت کم کام ہوا ہے، وہ بھی ترجمہ ہے تو تشریح نہیں تشریح ہے تو ترجمہ نہیں یا اتنا اختصار کہ بحث تشنہ رہ جائے.

'' **انعامات المنعم اور انعام المعبود**'' کی تکمیل ومقبولیت کے ساتھ روز اول سے ''بخاری شریف'' کے منتخب نصابی ابواب اور ''ترمذی ثانی'' پر کام کرنے کیلئے مسلسل اظہار اور پر اصرار آراء ومشورے بالمشافہ خطوط وفون کے ذریعے وصول ہوتے رہے، حسن اتفاق کہ پہلے ترمذی ثانی پر کام ہوا اور ''انعامات رحمانی شرح ترمذی ثانی'' نام کا انتخاب ہوا. اللہ تعالیٰ کے فضل وامتنان اور اہل علم وحلم کی پر خلوص دعاؤں سے یہ عظیم کام پایہ تکمیل کو پہنچا، یہ طالبات کے نصاب کی مکمل شرح ہے، اور طلبہ کیلئے حصہ اول ہے، جس میں ان کے نصاب کا خاصا حصہ موجود ہے، سب کیلئے یکساں مفید ہے،

سپردم بتو مایہ خویش را　　　　تو دانی حساب کم وبیش را

تَبَرَّأْتُ مِنْ عَقْلِيْ وَ عِلْمِيْ وَ حِكْمَتِيْ　　　　وَ اِنِّيْ عَلٰى تَعْلِيْمِهٖ اَتَوَكَّل

تمام تر تحقیقات ومباحث محدثین وشراح کی ہیں، ترتیب وتحریر راقم کی ہے، یہ مسلم ہے کہ موتی مرتب ومنتظم ہوں یا بکھرے ہوئے بہر صورت ان کی قیمت اور حسن ذاتی میں کمی نہیں آتی مقصود انداز نہیں مواد ہے،

ولنعم ماقال البوصیری : فالدرّ یزداد حسناوهو منتظم ولیس ینقص قدرا غیر منتظم

بندہ دار العلوم کبیر والا کے مدیر وشیخ الحدیث، رئیس دار الافتاء اور دیگر جملہ اساتذہ کا مشکور ہے، جن کی شفقتوں دعاؤں اور محنتوں سے راقم کچھ لکھ رہا ہے اور کام آگے بڑھ رہا ہے سچ ہے

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد　　　　وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

دور بیٹھا کوئی تو دعائیں دیتا ہے　　　　میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

اسی طرح ''مکتبہ الشیخ'' کے منتظم حافظ ''محمد شاہد'' صاحب کا بھی بندہ ممنون ہے، جنہوں نے طباعت کے تمام مراحل میں لحہ بہ لحہ رہنمائی فرمائی، اسی کے نتیجے میں ہی کام معیاری ہوا اور کتاب منظر عام پر آئی.

آخر میں بندہ اپنے تمام مشفق احباب کا رکا شکریہ ادا کرتا ہے، جنہوں نے تصنیفی مرحلے میں مفید تر مشوروں سے نوازا، ہمت بندھائی، اللہ تعالیٰ سے استدعاء ہے کہ اس محنت کو خالص اپنی رضا کیلئے بنائے مغفرت ومرحمت اور مقبولیت عطاء فرمائے اور طلبہ وطالبات کیلئے نافع بنائے.

حَمِدْتُ اللّٰهَ رَبِّيْ اِذْ هَدَانِيْ　　　　لِمَا اَبْدَيْتُ مَعَ عِجْزِيْ وَ ضُعْفِيْ

فَمَنْ لِيْ بِالْخَطَاءِ فَاَرُدُّ عَنْهُ　　　　وَ مَنْ لِيْ بِالْقَبُوْلِ وَلَوْ بِحَرْفٍ

گر قبول افتذ زہے عزو شرف

محبوب احمد عفی عنہ خطیب جامع مسجد نور، منظور کالونی، کراچی

عرض ناشر

بِـاسْـمِ الْإِلٰـهِ وَبِهٖ بَدِيْنَا وَلَـوْ عَبَـدْنَـا غَيْـرَهٗ شَقِيْنَا وَحَبَّـذَا رَبًّـا وَحَبَّ دِيْنًا

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں کرم واحسان اور فضل وامتنان اور محل مسرت وامتحان ہے کہ آج ہم مدرس ومؤلف اور مقرر وخطیب حضرت مولانا محبوب احمد صاحب مدظلہ کی تصنیف دل پذیر

انعامات رحمانی شرح ترمذی ثانی

پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ جو علم دین حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات اور عامۃ المسلمین کیلئے گرانقدر تحفہ ہے۔ بالخصوص درجہ عالیہ کے طلبہ وطالبات کیلئے کہ طالبات کا تو پورا نصاب اور طلبہ کیلئے کافی علمی مباحث ہیں، اور جامع ترمذی ثانی کی مستند اور جامع شرح ہے، جو ایک بے نظیر کاوش ہے، ان شاء اللہ افادہ عام اور استفادہ تام ہوگا۔ اس سے قبل موصوف کی تصنیفات" انعامات المنعم لطالبات المسلم، انعام المعبود شرح ابو داؤد " ہم پیش کرچکے ہیں۔ جسے تمام قارئین نے بنظر تحسین دیکھا خریدا اور استفادہ کیا، مارکیٹ میں کتاب کی رفتار اور بعض قارئین کے اظہار خیال سے واضح ہوا ہے کہ موصوف کی جدو جہد کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی مقبولیت عطاء کی ہے اور اچھا اقدام ثابت ہوا ہے اور دینی مکتب میں ایک مفید ترین کتابچے کا اضافہ ہوا ہے۔

آخر میں سترہ سالہ وفاقی سوالات کا حل بھی لف ہے۔ کتاب تصحیح وکتابت میں بے نظیر اور نشر وطباعت میں قابل دید ہے۔

التماس! موصوف کی محنت اور متعدد ارباب علم کی معاونت سے تحقیق وتخریج کے ساتھ تصحیح پر خاصی توجہ مرکوز رہی ہے، اور انتھک کوشش صرف کی گئی ہے۔ پھر بھی ہم مخلوق اور ہماری محنت بھی مخلوق اور مخلوق نام ہے عجز وزوال کا جب کہ خالق نام ہے جاہ وجلال اور جمال وکمال کا۔ اس لئے قارئین سے التماس ہے کہ صحت وطباعت کے متعلق جو بھی مفید مشورہ ہو اور فروگذاشت سامنے آئے تو ضرور مطلع فرمائیں۔ ان شاء اللہ آپ کی رائے کی قدر اور حتی المقدور اصلاح کی کوشش کی جائیگی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی جملہ دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ذخیرہ آخرت بنائے۔ کتاب کی طباعت میں تاخیر کی وجوہات کے بارے میں صرف اتنا عرض ہے۔

ما كلّ ما يتمنّى المرأ يدركه تجرى لا الرياح بما لا تشتهي السفن

علم وعلماء کا خادم: بندہ عاجز عبدالمقیت غفرلہ

رابطہ: ۰۳۰۰-۸۹۵۶۰۲۲ - ۰۳۲۱-۲۲۵۲۹۵۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام ترمذیؒ کے حالات

کتاب کے آغاز اور مقصود سے پہلے مقدمہ میں چند ضروری باتیں بطور تمہید ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ صاحبِ کتاب کے حالات۔ ۲۔ کتاب کا تعارف

۳۔ مبادیات علم حدیث (تعریف، وجہ تسمیہ، موضوع، غرض وغایت)

۴۔ اصطلاحات محدثین، اقسام حدیث ۵۔ کتب حدیث کا تعارف واقسام

۶۔ طلب حدیث کیلئے اسفار وآداب۔ اللہ تعالیٰ تکمیل وتتمیم کی توفیق رفیق عطا فرمائیں۔

نام ونسب: جامع ترمذی کے مصنف محترم کا نام ''محمد'' کنیت ''ابوعیسیٰ'' اور والد ماجد کا نام ''عیسیٰ'' ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے، الامام الھمام البارع ''ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی ترمذی بوغی، قبیلہ ''بنوسلیم'' سے تھے اس لیے سلمی کہلاتے ہیں، ترمذ قصبہ کے دیہات میں سے ایک بستی اور قریہ کا نام ''بوغ'' ہے جس میں موصوف پیدا ہوئے اس لیے ''بوغی'' کہا جاتا ہے ''بوغ'' چند میل کی مسافت پر تھا امام ترمذی کا خاندان اسی میں آباد تھا ''لیث بن سیار'' کے دور میں ''ترمذ'' منتقل ہو کر قیام پذیر ہوئے اس لئے '' ترمذی'' نسبت عام مشہور ہوئی ''ترمذ'' نہر ''اموداریا'' کے کنارے واقع قدیم مشہور شہر تھا جو چنگیزیوں کے ہنگاموں میں برباد وویران ہوا پھر صرف ایک قصبہ کی کیفیت میں رہ گیا، موصوف کی نسبت وطنی اسی قصبہ کی طرف ہے، لفظ ''ماوراء النہر'' سے بیشتر یہی ''اموداریا'' مراد ہوتی ہے (بستان المحدثین)

''ترمذی'' مشہور ومعمول قول کے مطابق ''ت'' اور ''م'' مکسور ہیں اور یہی اساتذہ اور طلبہ وطالبات میں مستعمل ومتداول ہے ''یک شد درست شد'' کے مطابق دیگر اعرابی اقوال بخوف طوال وملال ذکر نہیں کئے۔

ولادت: امام ترمذیؒ کی ولادت پر بشارت ۲۰۹ھ میں ہوئی۔

تحصیل علم وسماع حدیث: جناب ''عیسیٰ'' کے بیٹے ''محمد'' نے جس دور میں آنکھیں کھولیں یہ تیسری صدی کا آغاز اور ہر طرف علم حدیث کا آوازہ تھا شہر وقصبات اور دیہات میں علم حدیث کے پر رونق درس ہو رہے تھے خصوصاً ''خراسان وافغانستان'' اور ''ماوراء النہر'' کے علاقے علم قرآن وحدیث کے مرکز بن چکے تھے اور امیر المومنین فی الحدیث ''محمد بن اسماعیل'' البخاری جیسے یگانہ روزگار مایہ ناز محدث ومہتاب حلقہ درس جما چکے تھے، اور واردین وصادرین کو علوم قرآن اور فیوض حدیث سے بہرہ مند کرتے رہے اور ظاہر ہے، بچہ جس موحول میں آنکھ کھولتا ہے اور ہوش سنبھالتا ہے تو اسی میں رنگ جاتا ہے تو موصوف کو بھی علم حدیث کا سچا شوق دامن گیر ہوا اور اسی میں قدم رکھا...... پھر وہ دن آیا کہ مشائخ واساتذہ نے بھی پر رشک نگاہوں سے دیکھا اور سراہا ''امام ترمذی'' نے اپنے وطن کے اہل علم سے استفادہ کیا اور دیگر دور دراز علاقوں کے سفر کئے اور علم حدیث حاصل کیا چنانچہ ''حافظ ابن حجر عسقلانی'' لکھتے ہیں: وطاف البلاد

وسمع خلقا من الخراسانين والعراقيين والحجازيين.

مشائخ واساتذہ: جیسے ابھی گذرا ''امام ترمذی'' نے ہر ماہر فن اور علم حدیث کے خرمن سے فیض حاصل کیا اور پڑھا، نامور اور کبار محدثین واساتذہ سے علم حدیث کیلئے استفادہ کیا ''جامع ترمذی میں جن مشائخ سے احادیث لی ہیں محتاط شمار کے مطابق انکی تعداد دوسو چھ (۲۰۶) ہے جن میں ایک سونو (۱۰۹) حضرات کا تعارف زیر نظر ''شرح کے آخر میں موجود ہے اور یہ وہ حضرات ہیں جن سے موصوف نے ابواب الاطعمۃ تا ابواب فضائل القرآن احادیث لی ہیں یعنی ان مشائخ کی احادیث زیر نظر ''شرح میں موجود ہیں۔ امام ترمذی کے اساتذہ میں سے چند مشہور ترین نام یہ ہیں محمد بن اسماعیل البخاریؒ، مسلم بن الحجاجؒ، علی بن حجر مروزیؒ، ہناد بن سریؒ، قتیبہ بن سعیدؒ، جامع ترمذی کی پہلی حدیث انہیں سے ہے، محمد بن بشارؒ، ترمذی ثانی کی پہلی حدیث انہیں سے ہے، ابواسحاق ابراہیم بن سعید جوہریؒ، بشر بن آدمؒ، حارود بن معاذؒ، رجاء بن محمدؒ، زیاد بن ایوبؒ، سعید بن عبدالرحمنؒ، صالح بن عبداللہؒ بن ذکوانؒ، محمد بن ابانؒ، یحییٰ ابن اکثمؒ۔

امام ترمذی کا خصوصی امتیاز: امام ترمذی شیخین فی الحدیث یعنی ''امام بخاریؒ'' اور ''امام مسلمؒ'' نے اپنے شاگرد سے بعض احادیث کا سماع کیا ہے جیسا کہ امام ''ابوداؤد'' سے انکے شیخ واستاد امام ''احمد بن حنبل'' نے حدیث ''عتیرۃ'' لی ہے چنانچہ جامع ترمذی جلد دوم میں، ا۔ابواب التفسیر ''سورۃ الحشر'' کی تفسیر میں آخری سے پہلی حدیث کے متعلق لکھا ہے '' قال ابو عیسیٰ : سمع منّی محمد بن اسماعیل هذا الحديث''، ۲۔ابواب المناقب ''مناقب علیؓ میں حدیث '' عن ابی سعید قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعلیّ : یا علی ! لا یحلّ لاحد ان یجنب (ای ان یمرّ جنبا فیه) فی هذا المسجد غیری وغیرک'' کے بعد لکھا ہے '' وقد سمع محمد بن اسماعیل منّی هذا الحدیث '' مذکورۃ تصریحات سے واضح ہوا کہ موصوف سے انکے شیخ واستاد نے بعض احادیث کا سماع کیا ہے۔امام بخاریؒ نے صراحۃ بھی انکی لیاقت وفطانت کا اعتراف واظہار کیا ہے، امام بخاری نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا: ما انتفعتُ بک اکثر مما انتفعتَ بی ، جتنا میں نے تجھ سے فائدہ پایا وہ تیرے مجھ سے فائدہ پانے سے زیادہ ہے، حضرت کشمیری قدس اللہ سرہ نے اس مقولہ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ذہین وذی استعداد طالب علم کے استفسارات وسوالات سے شیخ واستاد کی توجہ دیگر بہت سے فوائد ونکات سامنے آتے ہیں اس لیے ''امام بخاری'' نے یہ جملہ فرمایا جس میں امام ترمذی کی تحسین وتعریف اور حوصلہ افزائی ہے۔(کوکب)

اسی طرح بعض اصحاب رجال نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام مسلم نے بھی باوجود شیخ واستاد ہونے کے ''ابوعیسیٰ ترمذی'' سے حدیث '' احصوا هلال شعبان لرمضان '' صحیح مسلم میں روایت کی ہے، جبکہ تحقیق وتنقیح سے ثابت یہ ہوا ہے کہ یہ حدیث امام ترمذی نے امام مسلمؒ سے روایت کی ہے، باب ماجاء فی احصاء ہلال شعبان لرمضان ابواب الصوم ترمذی جلد اول میں یہ حدیث موجود ہے اور سند میں ہے ''حدثنا مسلم بن حجاج......''، امام ترمذی نے ۱. باب ما جاء فی القنوت ، ۲. باب ماجاء فی الصائم یذرعه القیٔ، ۳. ابواب الدعوات کے آخری بلاعنوان ''باب میں کل تین احادیث امام ابوداؤد سے روایت کی ہیں۔

اصحاب وتلامذہ: جتنی جہد وجستجو اور ذوق وشوق سے موصوف نے ''علم حدیث'' کو حاصل کیا اس سے کئی گنا زیادہ محنت ومحبت اور شفقت ورأفت سے شائقین ومشتغلین کو علوم نبوت سے سیراب کیا اور پڑھایا اور '' اللهم ارحم خلفائی ......''، کی دعاء

وبشارت پائی، خراسان وترکستان اور دیگر کئی علاقوں کے لوگوں نے ان سے معارف نبوت حاصل کئے، ان کے تلامذہ کی طویل فہرست ہے جن میں سے چند مشہور کے نام درج ذیل ہیں، ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب بن فضیل المحبوبی المروزیؒ، جامع ترمذی انہیں کی روایت سے ہم تک پہنچی ہے اور ہمارے دیار میں مطبوعہ اور متداول نسخوں کے آغاز میں ان کا نام درج ہے، ابو سعید ہیثم بن کلیب شاشیؒ، صاحب ھدایہ نے ''جامع ترمذی'' انہیں سے روایت کی ہے، ابو ذر محمد بن ابراہیم، ابو محمد حسن بن ابراہیم قطان، ابو حامد احمد بن عبداللہ تاجر، ابوالحسن دازری، احمد بن یوسف نسفی، محمد بن محمود۔

اکابر کا خراج تحسین اور زھد وتقویٰ: ۱۔ کوکب الدری میں ہے '' وکلمات الائمة فی فضله وعلوّ شانه کثیرة ..... فمنها ما حکاه الحافظ ابن حجر فی التهذیب ص: ۹ ، قال الادریسی کان الترمذی احد الائمة الذین یقتدی بهم فی علم الحدیث ، صنّف الجامع، والتواریخ ، والعلل تصنیف رجل عالم متقن کان یضرب به المثل فی الحفظ ،، علامہ ادریسیؒ نے تصریح کی ہے کہ ''امام ترمذی'' علم حدیث میں پیشوا اور صاحب قلم مثالی مصنف وحافظ تھے۔

۲۔ قال الحاکم : سمعت عمر بن ملک یقول : مات البخاری ، فلم یخلف بخراسان مثل ابی عیسیٰ فی العلم والحفظ والورع والزهد ، بکی حتی عمی وبقی ضریرا سنین ، عمر بن ملکؒ سے حاکمؒ نے سنا کہ وہ امام ترمذی کیلئے یہ قابل تعریف الفاظ کہتے تھے جن میں علم واتقان اور زھد وایقان واضح ہے، خوف الٰہی سے روتے روتے اپنی بینائی بھی قربان کردی اور عمر کے آخری چند سال نابینا ہو کر بسر کئے۔

۳۔ **ابو یعلی قزوینیؒ نے کہا:** محمد بن عیسی الحافظ متفق علیه، وهو مشهور بالامانة و الامامة والعلم، اسی طرح دیگر مصنفین نے کئی اقوال جمع کئے ہیں جن میں موصوف کی استعداد وخدمات اور زھد وتقویٰ کا اعتراف واظہار کیا گیا۔

ابو عیسیٰ کنیت پر اشکال: مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن ابی داؤد میں حدیث ہے '' ان رجلا اکتنی بابی عیسیٰ ، فقال رسول اللہ ﷺ انّ عیسیٰ لا اب له '' اس سے معلوم ہوا ''ابو عیسیٰ'' کنیت رکھنا ناپسندیدہ ہے کیونکہ ''عیسی علیہ السلام کے والد نہ تھے بلکہ اللہ کے حکم سے پاکدامن کنواری ماں سیدہ مریمؑ سے پیدا ہوئے، پھر امام ترمذی نے اپنی کنیت ''ابو عیسی'' کیوں رکھی؟

جواب: کوکب الدری میں ہے '' ولعل تکنی الترمذی الحافظ نفسه بابی عیسی وقع له قبل ان تبلغه الروایة ، او وقع من آبائه لا من نفسه '' حافظ ترمذی کا اپنی کنیت ''ابو عیسی'' رکھنا حدیث ممانعت کے پہنچنے سے پہلے ہے یا یہ کنیت باپ دادا کی طرف سے ہے۔ اس لئے اعتراض نہیں، اس عبارت سے دو جواب واضح ہوئے، ۱۔ حدیث ممانعت پہنچنے سے پہلے کنیت رکھی، ۲۔ یہ انکے باپ دادا کی طرف سے تھی انہوں نے خود یہ کنیت منتخب نہیں کی۔

سوال: پہلے جواب پر پھر اشکال ہے کہ جب حدیث پہنچ گئی تو پھر کیونکر یہ کنیت برقرار رکھی؟

جواب: اس کی تصریح کہیں نہیں کہ موصوف کو یہ حدیث پہنچی ہو بلکہ نہ پہنچنے کا قرینہ موجود ہے کہ کنیت کے متعلق دو قسم کی احادیث ہیں، ۱۔ ابو القاسم کنیت کے متعلق ۲۔ ابو عیسیٰ کنیت کے متعلق ابواب الاستئذان کے آخر میں محمد نام اور ابو القاسم کنیت کے متعلق امام ترمذی احادیث لائے ہیں اور ''ابو عیسی'' کے متعلق ذکر نہیں جبکہ انکے شیخ واستاد ''امام ابو داؤدؒ'' دونوں قسم کی احادیث کتاب الادب میں قریب

قریب لائے ہیں تو اندازہ ہوا کہ ہوسکتا ہے انکو ابوعیسیٰ کنیت کی ممانعت وکراہت والی حدیث نہ پہنچی ہو ''ولا بعد فیہ'' اس لئے جواب اول بجا اور درست ہے، مزید براں یہ کہ جواب ثانی میں بھی کوئی بعد نہیں اس لیے کہ والدین کی طرف سے رکھا ہوا نام وکنیت بدلنا انسان کے بس میں نہیں ہوتا دور حاضر میں قریب ہی اسکی نظیر ملتی ہے'' جامعہ دارالعلوم'' کراچی کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا 'سحبان محمود' نوراللہ مرقدہ کا نام والد ماجد نے'' سبحان محمودؔ' رکھا اور عمر کے بیشتر حصے میں اسی سے موسوم ومشہور رہے، مفتی اعظم پاکستان'' مفتی محمد شفیع ''نوراللہ مرقدہ کی خواہش تھی کہ نام 'سحبان محمود' ہو، لیکن ناظم صاحب کے والد کا اصرار تھا کہ میرا طے کیا ہوا نام برقرار رہے، چنانچہ ناظم صاحب نے والد ماجد کی حیات تک نام تبدیل نہ کیا پھر والد بزگوار کے انتقال کے بعد یہ فرما کر اپنا نام تبدیل کیا کہ ایک ولی کامل کی خواہش کو میں اپنی آخری عمر میں پورا کرتا ہوں کہ آج سے میرا نام 'سحبان محمود'' ہے، پھر تا حیات اسی سے موسوم رہے اور مرقد پر تختی'' سحبان محمود'' ہی لگی ہوئی ہے۔ سطور بالا کی تحریر سے مقصو یہی ہے کہ والدین کے طے شدہ نام کو بدلنا اکثر بیٹے کے بس میں نہیں ہوتا، اس لئے امام ترمذی کی کنیت ابوعیسیٰ رہی، (احادیث اور دیگر اقوال پر مفصل بحث انعام المعبود کتاب الادب باب نمبر ۷۰ میں ملاحظہ ہو)

وفات حسرت آیات: مشہور قول کے مطابق امام ترمذی نے پیر کی شب تیرہ (۱۳) رجب ۲۷۹ھ کو بعمر ستر سال ترمذ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور راہی دارالبقاء ہوئے رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ، علامہ سمعانیؒ نے سن وفات ۲۷۵ھ ذکر کیا ہے۔

امام ترمذی کا مسلک: **واما الترمذی فهو شافعی المذهب ، لم یخالفه صراحة الا فی مسألة الابراد فی صلاة الظهر**، علامہ عبدالرشید نعمانیؒ کی تصریح سے واضح ہے کہ ''امام ترمذی'' شافعی المسلک تھے امام شافعی سے انہوں نے صرف ایک مسئلہ میں اختلاف کیا کہ گرمیوں میں ظہر دیر سے پڑھی جائے۔

تصنیفات: امام ترمذیؒ نے تدریسی وتقریری مصروفیات کے ساتھ ساتھ گرانقدر تحریری خدمات بھی سرانجام دیں، اور کئی باقیات صالحات تصنیفات چھوڑیں، انکا مشہور ترعلمی شاہکار تو'' جامع ترمذی'' ہے جو روز اول سے آج تک مقبول ومتداول ہے، درج ذیل دیگر تصنیفات بھی ہیں۔ ۱۔ جامع ترمذی، ۲۔ الشمائل، ۳۔ علل صغریٰ علل کبریٰ، ۵۔ المفرد، ۶۔ الزھد، ۷۔ الاسماء والکنی، ۸۔ کتاب التاریخ۔

جامع ترمذی کے نام اور صحاح میں اس کا مقام: امام ترمذیؒ نے مسموعۃ اور محفوظۃ احادیث کے ذخیرے سے منتخب کر کے جامع ترتیب دی اور ابواب فقہیہ کا انداز اختیار کرتے ہوئے ضخیم کتاب تیار کی، عنداللہ موصوف کی سعی مشکور اور اخلاص ہے کہ صدیوں سے یہ کتاب ساری دنیا میں پڑھی پڑھائی جارہی ہے اور تمام قابل ذکر معتد بہ جامعات وکلیات اور مدارس میں شامل درس ونصاب ہے، اس کے تین نام ہیں، ۱۔ جامع، ۲۔ سنن، ۳۔ صحیح، جامع نام کی وجہ ظاہر ہے کہ اس میں آٹھ مضامین بیان ہیں۔

سیر آداب تفسیر وعقائد فتن احکام اشراط ومناقب

سنن اس لئے کہ فقہی ابواب کے طرز پر میں احادیث جمع کی گئی ہیں مثلاً ابواب الطہارۃ، الصلوۃ، الزکوۃ، الحج، البیوع.....

صحیح اس لیے کہ امام ترمذی نے کہا: **صنّفتُ هذا المسند الصحيح، وعرضته على علماء الحجاز فرضوا به، وعرضته على علماء العراق فرضوا به، وعرضته على علماء خراسان فرضوا به، ومن كان في بيته هذا الكتاب فكأنّ في بيته نبي يتكلّم** (کوکب) اس عبارت سے دیگر وضاحتوں کے ساتھ یہ بھی ثابت ہوا کہ مصنف نے اسے''

صحیح"، کہا ابو اسماعیل عبداللہ انصاری نے کہا:" کتاب الترمذی عندی انور من کتاب البخاری ومسلم" شاہ عبدالعزیز محدث دھلویؒ نے بستان المحدثین میں لکھا ہے، تصانیف الترمذی فی هذالفن کثیرة، واحسنها هذا الجامع بل هو احسن من جمیع کتب الحدیث من وجوه: الاول من جهة حسن الترتیب وعدم التکرار، والثانی من جهة ذکر مذاهب الفقهاء ووجوه الاستدلال لکل احد من اهل المذاهب، الثالث من جهة بیان انواع الحدیث من الصحیح والحسن والضعیف والغریب والمعلل، والرابع من جهة بیان اسماء الرواة والقابهم وکناهم، والفوائد الاخری المتعلّقة بالرجال (بلفظه کوکب) شاہ صاحبؒ نے چار وجوھات سے جامع ترمذی کی تحسین فرمائی ہے

صحاح ستہ میں "جامع ترمذی" کا چوتھا مرتبہ ہے چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ نے "بستان المحدثین" میں صحاح ستہ کو اس ترتیب سے ذکر کیا، ا۔ بخاری شریف، ۲۔ مسلم شریف، ۳۔ ابوداؤد شریف، ۴۔ ترمذی شریف، ۵۔ نسائی شریف، ۶۔ ابن ماجہ شریف۔

تعداد روایات اور ثلاثیات: کوکب الدری میں ہے "واما عدد روایاته فلم أر من تعرض له من الشراح...... " اس سے معلوم ہوا جامع ترمذی کی احادیث کی تعداد کے متعلق کسی شارح نے تفتیش وتصریح نہیں کی جبکہ کتب اور ابواب کی تعداد لکھی ہے، ایک سو اکیاون کتابیں (۱۵۱) اور ایک ہزار نو سو پچاسی (۱۹۸۵) ابواب ہیں بعض ابواب مکرر بھی ہیں۔

راقم نے روایات کی تعداد کے متعلق جستجو میں تین نسخوں کا مطالعہ اور استحصاء کیا، ا۔ جامع ترمذی غیر محشی (مطبوعہ مکتبہ علمیہ بیروت) (۲)۔ جامع ترمذی غیر محشی (مطبوعہ ریاض) (۳)۔ جامع ترمذی (مطبوعہ دار الفکر بیروت) مؤخر الذکر نسخہ پر شیخ احمد محمد شاکر مصری نے تحقیقی کام کیا ہے، اور آغاز سے "علل" تک مسلسل نمبرات موجود ہیں، موصوف کے شمار کے مطابق جامع ترمذی کی روایات کی تعداد تین ہزار نو سو چھپن ہے (۳۹۵۶) زیر نظر شرح میں اطعمۃ سے امثال کے آخر تک احادیث ہیں۔

حدیث ثلاثی: جامع ترمذی میں ایک ثلاثی حدیث ہے، جسے امام ترمذی نے ابواب الفتن میں آخر سے تین باب پہلے ایک بلاعنوان باب کے تحت ذکر کیا ہے، وہ حدیث مع سند یہ ہے " حدثنا اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری، حدثنا عمر بن شاکر، عن انس بن مالک رضی الله عنه وعنهم، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یأتی علی الناس زمان. الصابر فیهم علی دینه کالقابض علی الجمر" ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوۃ کے مقدمہ میں اس حدیث کے ثنائی ہونے کا ذکر کیا ہے، جبکہ صحیح یہ ہے کہ ثنائی نہیں بلکہ ثلاثی ہے، کیونکہ امام ترمذی اور حضورؐ کے درمیان "اسمعیل بن موسی فزاری، عمر بن شاکر، انس بن مالکؓ" تین واسطے هیں کما لا یخفی علیک.

جامع ترمذی کے راوی: کوکب الدری میں ہے "حافظ ابوجعفر ابن زبیر" نے اپنے برنامج میں کہا ہے میرے علم کے مطابق امام ترمذی سے جامع ترمذی انکے چھ نامور تلامذہ نے روایت کی ہے، ا۔ ابوالعباس مروزی، ۲۔ ابوسعید شاشی، ۳۔ ابوذر محمد بن ابراہیم، ۴۔ ابومحمد القطان، ۵۔ ابوحامد التاجر، ۶۔ ابوالحسن فزاری، امام ترمذی کے تلامذہ کے ذکر میں ان سب کا تذکرہ گذر چکا۔

جامع میں امام ترمذی کا انداز: امام ترمذی نے اصحاب صحاح میں سے "امام بخاریؒ اور" امام ابوداؤدؒ" ہر دو کے طریق کو جمع کیا ہے، ا۔ امام بخاری کی طرح آٹھ مضامین کی احادیث کو جمع کر کے کتاب کو جامع بنا دیا ہے، ۲۔ عند الفقہاء معمول بہا احکام کی احادیث کو

جمع کرکے ''امام ابوداؤدؒ'' کے اسلوب کو بھی لیا ہے، اس طرح کتاب جامع ہو کر سنن بھی ہے، پھر دوران تصنیف وترتیب مزید کئی چیزوں کا اہتمام والتزام کیا ہے جس سے کتاب کی مقبولیت اور حسن دوبالا ہوا، مثلاً: قائم کردہ باب کے تحت مشہور صحابی کی حدیث درج کرتے ہیں پھر اس کے کئی متابع ذکر کرتے ہیں، ۲۔ کسی باب میں جب حدیث ذکر کر لیتے ہیں، تو پھر ''وفی الباب'' کے تحت دوبارہ اس صحابی کا نام ذکر نہیں کرتے بلکہ دیگر صحابہ وصحابیات کی احادیث کا حوالہ دیتے ہیں ''ابواب صفة الجنة'' کے پہلے باب میں ''عن ابی سعید الخدریؓ'' کی حدیث ذکر کی ہے پھر وفی الباب ''عن ابی سعید'' کہا ہے اکثری عادت مذکورہ ہے کبھی کبھار اس کا خلاف کیا ہے۔

۳۔ کسی باب میں مفصل حدیث کو مختصراً ذکر کرتے ہیں تو آخر میں 'وفی الحدیث قصة' 'فیہ کلام اکثر من ھذا' کے الفاظ سے اس کے مفصل ہونے کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں، ۴۔ حدیث کی صحت وحسن اور ضعف وسقم واضح کرتے ہیں، پھر صحت وحسن کو اکٹھے ذکر کرتے ہیں ''ھذا حدیث حسن صحیح''، اگر حسن کے ساتھ کچھ غرابت ہو تو حسن ''ھذا حدیث حسن غریب'' کہتے ہیں، جب حسن غالب ہو اگر غرابت غالب ہو تو برعکس ''ھذا حدیث غریب حسن'' کہتے ہیں، ۵۔ حدیث باب سے مستنبط اور حاصل شدہ مسائل اور انکے بارے میں علماء کے مذاہب واقوال اور مستدلات ذکر کرتے ہیں، ۷۔ راوی پر کبھی تبصرہ اور تعارف ذکر کرتے ہیں مثلاً صحابی ہے یا صحبت نہیں، یا صحبت ہے روایت نہیں یا صحبت وروایت دونوں ثابت ہیں، اسی طرح کبھی نام وکنیت یا مختصر تعارف ذکر کرتے ہیں، مثلاً ''ابواب الزہد'' باب نمبر ۴۱ میں کہا ہے ''ابومسلم خولانی کا نام عبداللہ بن ثوب'' ہے، باب نمبر ۲۲ میں ہے '' والقاسم: ھو ابن عبد الرحمن، ویکنی ابا عبد الرحمن، وھو مولیٰ عبد الرحمن بن خالد بن معاویة، وھو شاميٌ ثقة . وعلي بن زيد يضعّف في الحديث، ویکنی ابا عبد المالک'' الغرض بہت ساری خصوصیات ہیں جو درس میں ہم ملاحظہ کرتے اور محظوظ ہوتے رہیں گے۔

جامع ترمذی کی شروحات: جامع ترمذی کی شہرت وقبولیت اور افادہ عام کی وجہ سے سلف وخلف میں سے علماء ومحدثین نے اسکی تفہیم وتوضیح اور تخریج وتشریح کیلئے شروحات وحواشی اور تعلیقات لکھے اور لکھے جاتے رہیں گے، ان شاء اللہ، لکن اکثر ھا مما لم یکمل ولم یتم (سیوطی) جامع ترمذی کی عربی اردو شروحات وتعلیقات اور تلخیصات کی طویل فہرست ہے چند ایک تحریر کی جاتی ہیں، ۱۔ عارضة الاحوذي قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۶ھ علامہ سیوطی نے کہا ہے کہ ابن العربی کی ''عارضة الاحوذی'' کے علاوہ ''ترمذی'' کی شرح تام وکامل نہیں ۲۔ قوت المغتذی، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، ۳۔ نفع قوت المغتذی علامہ سید علی بن سلیمان دمشقی، یہ سیوطی کی شرح کا اختصار ہے ترمذی کے حاشیہ پر موجود ہے، ۴۔ تحفة الاحوذی مولانا عبدالرحمن مبارکپوری، ۵۔ العرف الشذی افادات مولانا انور شاہ کشمیریؒ ۶۔ الورد الشذی مولانا سید اصغر حسینؒ، ۷۔ الکوکب الدری افادات علامہ رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی، ۸۔ المسک الذکی حضرت گنگوہیؒ، ۹۔ تقریر ترمذی مفتی محمد تقی عثمانی، ۱۰۔ انعامات رحمانی شرح ترمذی ثانی بین یدیک۔

علم حدیث

تعریف علم حدیث: حدیث کا لغوی معنیٰ بات، ذکر، خبر: عند العرب لفظ حدیث کا مطلب ومفہوم وہی ہے جو ہمارے ہاں (اردو میں) مراد ہوتا ہے گفتگو، کلام، بات: تو لفظ حدیث کا لغوی معنیٰ کلام اور بات ہوا۔

حدیث کی اصطلاحی تعریف: اقوال الرسول ﷺ وافعاله و احواله. اصطلاح وعرف میں حدیث مطلق بات کو نہیں بلکہ رسول

اکرم ﷺ کے اقوال، اعمال، احوال، تقریرات کو کہتے ہیں۔ حاصل یہ ہوا کہ حدیث حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات اور آپ کے جسد اطہر سے صادر شدہ اعمال اور وہ عمل جو آپ کے سامنے ہوا اور آپ ﷺ نے نکیر نہ فرمائی ہو عرف میں اس کو حدیث کہتے ہیں۔

حدیث، خبر، اثر، سنت: لفظ حدیث کا اطلاق نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب پر ہوتا ہے۔ خبر جو حضور ﷺ کے سوا سے مروی ہو اور بعض نے حدیث کا اطلاق واستعمال خبر پر بھی کیا ہے تو اس وقت یہ مرادف (ہم معنی) ہونگے اور بعض نے حدیث کو خاص مرفوع پر اور خبر کو مرفوع وموقوف دونوں پر بول کر عموم وخصوص کی نسبت ثابت کی ہے کہ ہر خبر حدیث ہے ہر حدیث خبر نہیں کہ مرفوع حدیث بھی ہے اور خبر بھی لیکن موقوف خبر ہے حدیث نہیں۔ اثر کا استعمال خبر کی طرح ہے اور خبر واثر مرادف ہیں۔ سہل انداز میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔

حدیث ومرفوع قول رسول ﷺ کو کہتے ہیں۔ خبر وموقوف قول صحابیؓ کو کہتے ہیں۔ اثر ومقطوع: قول تابعیؒ کو کہتے ہیں، بندہ کے نزدیک یہ اقرب الی الفهم ہے۔ سنت یہ حدیث، خبر، اثر سب کو مشتمل اور مستعمل ہے عندالاکثر مرادف حدیث ہے، قول کی بنسبت اس کا زیادہ تر استعمال عملِ (رسول ﷺ) پر ہوتا ہے۔

فائدہ: یہ تمام تفصیل وفرق عند الاصولیین ہیں عرف میں لفظ حدیث مرفوع، موقوف مقطوع ومنقطع، خبر، اثر سب پر بلا تامل مستعمل و متداول ہے چنانچہ کئی ایسی کتابیں جن میں آثار جمع کئے گے ہیں یا اکثر آثار ہیں ان کو بھی حدیث کی کتابیں گنا اور کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: اب یہاں دو علم ہیں ۱۔ علم اصول حدیث ۲۔ علمِ حدیث۔ اور دونوں کی تعریف منفرد اور جدا جدا ہے۔

علم اصول حدیث: ۱۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ نے الفية الحديث میں یوں تعریف کی ہے۔

علم الحديث ذو قوانين تُحَدّ يُدرىٰ بها احوال متن وّ سند

علمِ حدیث کی تعریف ایسے قواعد سے کی گئی ہے کہ جس کے ذریعہ سے متن و سند کی پہچان ہو

۲۔ علامہ زرقانیؒ اور شیخ عز الدین ابن جماعۃؒ نے علم اصول حدیث کی تعریف اس طرح کی ہے۔

هو علم بقوانين يُعرَف به اقوال الرسول و افعاله و احواله من صِحّةٍ و حسن.: "علم اصول حدیث ایسے قواعد کا جاننا ہے کہ جن سے نبی ﷺ کے قول فعل واحوال کی صحت وحسن معلوم ہو"

علم حدیث کی تعریف: علامہ عینیؒ متوفی ۸۰۰ھ اور شیخ کرمانیؒ متوفی ۷۸۶ھ نے علم حدیث کی یہ تعریف کی ہے۔

هو علم يُعرَفُ به اقوال الرسول ﷺ وافعاله و احواله وتقريراته.

"علم حدیث وہ ایسا علم ہے جس سے نبی ﷺ کے اقوال طیبہ، افعال کریمہ، احوال حسنہ اور تقریرات مواظبہ معلوم ہوں"

علم حدیث کی تقسیم: پھر علم حدیث عند المحدثین دو قسموں کی طرف منقسم ہے۔ ۱۔ علم رادیۃ الحدیث ۲۔ علم درایۃ الحدیث۔ علم روایۃ الحدیث جس میں حدیث کی فنی حیثیت، صحت، سقم، سماع، اتصال، انقطاع وغیرہ امور کثیرہ سے بحث ہوتی ہے۔ عام طور پر آئمہ اسماء رجال اور محدثین اسی سے بحث کرتے ہیں۔ علم درایۃ الحدیث۔ حدیث دانی، استنباط، مسائل کا استخراج، تطبیق عند التعارض، احکام وانواع جیسی مباحث جن سے فقہا، مجتہدین، و اصولیین بحث کرتے ہیں۔

حدیث کی وجہ تسمیہ: ۱- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ متوفی ۸۵۲ھ نے وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ لفظ حدیث ضد ہے قدیم کی بمعنٰی (نیا) کیونکہ کتاب اللہ قدیم ذات کا کلام ہے تو قدیم ہوا اور حدیث بعد میں اس کی تشریح وتوضیح ہے اس لئے نام رکھا گیا حدیث۔

۲- علامہ شبیر احمد عثمانیؒ متوفی ۲۱ صفر ۱۳۶۹ھ نے وجہ تسمیہ بیان فرمائی ہے کہ حدیث مشتق ہے تحدیث بالنعمۃ۔ (نعمت بیان کرنا، شکریہ ادا کرنا) سے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر اپنے تین انعام بطور خاص یکجا گنوائے اور ان کے شکر کا حکم دیا ہے۔

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی	کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانا دیا
وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی	اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر (متلاشی حق) پایا پھر راستہ بتایا
وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی	اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا پھر غنی کر دیا
فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ	سو یتیم پر سختی نہ کیجئے
وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ	اور سائل (مانگنے والے) کو نہ جھڑکئے
وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ	اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کیجئے

پہلے تین نعمتوں کا ذکر ہے۔ پھر ان پر شکریہ کا حکم ہے۔ حضور ﷺ نے نعمت رسالت ونبوت کو جتنا بولا وہ حدیث ہے۔ آپ کی زبان مبارک وحی (متلو یا غیر متلو) کے بغیر امور دینیہ میں نہیں کھلتی اور نہ ہی بولتے ہیں۔ قرآن شاہد ہے۔

﴿وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی﴾ وہ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں ان کا کلام سراسر وحی ہے۔

علم غیبے کس نہ می داند بجز پروردگار	ہر کسے گوید کہ من دانم از و باور مدار
مصطفٰے ہرگز نہ گفتے تانہ گفتے جبرئیل	جبرئیلش نہ گفتے تانہ گفتے کردگار
پروردگار کے سوا علم غیب کوئی نہیں جانتا	جو کہے میں غیب جانتا ہوں اس پر اعتماد مت کر
مصطفٰے ہرگز نہیں بولتے جب تک جبرئیل نہ بولے	جبرئیل بھی اس وقت تک نہیں بولتے جب تک اللہ کا حکم نہ آئے

مذکورہ تفصیل سے دونوں وجوہ تسمیہ واضح ہوگئیں، خوب سمجھ لیجئے۔

حدیث کا موضوع: شیخ کرمانیؒ نے علم حدیث کا موضوع بیان کیا ہے "ذات الرسول من حیث انہ نبیٌ" علم حدیث کا موضوع (زیر بحث آنے والی چیز) آنحضرت ﷺ کی ذات ہے بحیثیت نبی، آپ ﷺ کی نبوی زندگی سے بحث علم حدیث کا موضوع ہے کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا، کیسے کھایا، کیا پہنا، اپنوں پرایوں سے کیا سلوک کیا، خوشی، غمی، جنگ وامن میں، اور امیر وگدا، احباب واعداء سے کس طرح معاملہ فرمایا اور حکم دیا۔

سوال: علامہ کافیجیؒ نے اس موضوع پر اعتراض کیا ہے کہ ذات الرسول علم طب کا موضوع ہے جس میں بدن کی صحت وسقم سے بحث ہوتی ہے مجھے تعجب ہے کہ علم حدیث کا موضوع ذات الرسول کیسے ہوسکتا ہے جو فی الحقیقۃ علم طب کا موضوع ہے۔

جواب: حافظ ابن حجرؒ اس کا جواب دیتے ہیں۔ کہ میں علامہ کافیجیؒ کی بات پر متحیر ہوں کہ اتنی سادہ سی بات کا ادراک نہ کرسکے اور موضوع پر اعتراض کر دیا حالانکہ موضوع میں "من حیث انہ نبی" قید موجود ہے کہ ذات الرسول بدن انسانی کی وجہ سے علم حدیث

کا موضوع نہیں بلکہ بحیثیت نبی و رسول علم حدیث کا موضوع ہیں، علم طب کا موضوع محض بدن انسانی ہوتا ہے، نہ کہ بحیثیت پیغمبر و رسول۔ علم حدیث اور علم طب کا موضوع دو الگ چیزیں ہیں۔ یہ موضوع مطلق علم حدیث کا ہے۔

علم روایت حدیث کا موضوع بقول شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نوّر اللہ مرقدہ "من حیث الأتصال و الأنقطاع المرویات والروایات" اور علم درایت حدیث کا موضوع ﴿الروایات والمرویات من شرح الألفاظ و استنباط الأحکام منها﴾ اور علم اصولِ حدیث کا موضوع المتن و السند ہیں۔ (اوجز المسالک ۱/۷)

اس طرح علم حدیث کے موضوع میں چار چیزیں ذکر ہوئیں فتدبّر!

غرض وغایت کی تعریف: غرض اس قصد و ارادہ کو کہتے ہیں جس کے حاصل کرنے کیلئے کوئی فعل کیا جائے ا، ور غایت وہ نتیجہ ہے جو اس فعل پر حاصل ہو۔ مثلاً کتاب خریدنا بازار جانے کیلئے غرض ہے، اور کتاب خرید لینا غایت ہے، تو غرض و غایت دونوں مصداق کے اعتبار سے ایک ہیں صرف ابتدا اور انتہا کا فرق ہے۔

علم حدیث کی غرض وغایت: علمِ روایت الحدیث کی غرض "معرفة الصحیح عن غیرہٖ" ہے۔

☆ الاهتداء بهدی النبیؐ ﷺ ☆ علامہ کرمانیؒ کہتے ہیں حدیث کی غرض وغایت الفوز بسعادة الدارین ہے۔

☆ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات و مرضیات کو معلوم کرنا اور ان پر عمل کرتے ہوئے ان کو راضی کرنا علم حدیث کی غرض وغایت اور مقصود ہے۔ علمی و عملی زندگی میں پیشِ نظر رہے کہ ہم اس میں کس حد تک کامیاب ہو رہے ہیں۔

محدثین کی اصطلاحات یعنی حدیث کی اقسام

مختلف اعتبارات سے احادیث کی چند تقسیمات اور متعدد اقسام ہیں، ذیل میں ترتیب وار ہر تقسیم اور اس کی جملہ اقسام کو مع تعریفات ذکر کیا جاتا ہے، عند المحدثین چھ اعتبار سے احادیث کو تقسیم کیا گیا ہے۔

محدثین کے ہاں حدیث کی چند قسمیں ہیں۔ اوّلاً: حدیث راویوں کی کثرت کے اعتبار سے دو قسم پر ہے۔

۱۔ متواتر ۲۔ خبر واحد۔

۱۔ متواتر وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے والے ہر زمانے میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے کذب پر متفق ہونے کو عقلِ سلیم محال سمجھے اور آخری راوی اپنے دیکھے یا سنے ہوئے امر کو بیان کرے۔

۲۔ خبر واحد وہ حدیث جس کے راوی اتنا زیادہ تعداد میں نہ ہوں۔

ثانیاً: خبر واحد رواۃ کی تعداد کے اعتبار سے تین اقسام پر ہے۔ ۱۔ مشہور ۲۔ عزیز ۳۔ غریب۔

۱۔ مشہور وہ حدیث جس کے راوی کسی زمانے میں بھی تین سے کم نہ ہوں اس کو مستفیض بھی کہتے ہیں۔

۲۔ عزیز وہ حدیث جس کے راوی کبھی بھی دو سے کم نہ ہوں۔

۳۔ غریب وہ حدیث جس میں کہیں نہ کہیں ایک راوی ہو اس کو فرد بھی کہتے ہیں۔

ثالثاً: خبر واحد اپنے منتھیٰ کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔ ۱۔ مرفوع ۲۔ موقوف ۳۔ مقطوع۔

۱- مرفوع وہ حدیث جس میں حضورؐ کے قول عمل یا تقریر کا ذکر ہو۔
۲- موقوف وہ حدیث جس میں صحابیؓ کے قول فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔
۳- مقطوع وہ حدیث جس میں تابعیؒ کے قول فعل یا تقریر کا بیان ہو۔

رابعا: خبر واحد راویوں کی صفات کے اعتبار سے سولہ قسم پر ہے۔

۱- **صحیح لذاتہ:** وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل، کامل الضبط ہوں اور وہ معلل شاذ و منکر نہ ہو۔

فائدہ: عادل وہ ہے جو کذب، تہمت کذب، فسق، جہالت، بدعت سے محفوظ ہو۔ ضابط وہ ہے جو فحش غلطی، غفلت، لا پرواہی، وہم، مخالفت ثقات اور سوئے حفظ سے محفوظ ہو۔

۲- **حسن لذاتہ:** وہ حدیث ہے جس کا راوی صرف ضبط میں ناقص ہو باقی صحیح لذاتہ کی جملہ شرائط کا حامل ہو۔
۳- **صحیح لغیرہ:** وہ حسن لذاتہ حدیث ہے جس کی سندیں کثیر ہوں۔
۴- **حسن لغیرہ:** اس حدیث ضعیف کو کہتے ہیں جس کی سندیں بہت ساری ہوں۔
۵- ضعیف وہ حدیث ہے جس کے راوی میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کی شرائط نہ ہوں مثلاً راوی کاذب یا فاسق یا سیئ الحفظ ہو یا اس کی سند منقطع ہو۔
۶- **موضوع:** وہ حدیث جس کے راوی پر حدیث نبوی میں کذب بیانی کا طعن موجود ہو۔
۷- **متروک:** وہ حدیث ہے جس کا راوی متہم بالکذب ہو یعنی راوی کے متعلق حدیث کے علاوہ دوسرے معاملات میں جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے یا وہ روایت قواعد معلومہ فی الدین کے خلاف ہو۔
۸- **شاذ:** وہ حدیث ہے جس کا راوی خود ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعت کثیرہ کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہے۔
۹- **محفوظ:** وہ حدیث ہے جو شاذ کے مقابل ہو یعنی اوثق راوی کی حدیث۔
۱۰- **منکر:** وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعت ثقات کے مخالف روایت کرے اور وہ حدیث بھی منکر ہے جس کا راوی فاحش الغلط یا کثیر الغفلة یا ظاهر الفسق والبدعة ہو۔
۱۱- **معروف:** وہ حدیث ہے جو منکر کے مقابل ہو یعنی ثقہ اور قوی راوی کی حدیث۔
۱۲- **معلل یا معلول:** وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علت خفیہ اور پوشیدہ خرابی ہو جو صحت حدیث کیلئے باعث نقصان ہو مثلاً حدیث کا راوی ضبط میں کمی کی وجہ سے وہمی ہو گیا ہو یا وہ موقوف کو مرفوع بیان کر رہا ہو وغیرہ اس علت کو معلوم کرنا ماہر فن ہی کا کام ہے۔
۱۳- **مضطرب:** وہ حدیث ہے جسکی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اسمیں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔
۱۴- **مقلوب:** وہ حدیث ہے جس میں نسیاناً سند یا متن میں تقدیم و تاخیر واقع ہو جائے یعنی لفظ مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا جائے مثلاً مرہ بن کعب کی جگہ کعب بن مرہ کر دیا جائے یا بھول کر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھ دیا جائے۔
۱۵- **مصحف:** وہ حدیث ہے جس میں باوجود صورت خطی باقی رہنے کے نقطوں اور حرکات و سکنات کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو

گئی ہو مثلاً مراجم کی جگہ مزاحم اور اُبَی کی بجائے اَبِی اور اگر لفظ کیساتھ صورت بھی بدل جائے تو وہ حدیث محرّف ہے مثلاً عمرؔ کی جگہ عامرؔ"

۱۶- **مدرج:** وہ حدیث ہے جس میں کسی جگہ راوی تشریح کی غرض سے اپنا یا کسی راوی یا تابعی کا کلام درج کر دے یا دو حدیثوں کے دو متن الگ الگ اسناد سے مروی ہوں اور انہیں ایک ہی سند سے روایت کرے۔

خامسا: خبر واحد راوی کے سقوط اور عدم سقوط کے اعتبار سے سات قسم پر ہے۔

۱- **متصل:** وہ حدیث ہے جس کی سند میں پورے راوی مذکور ہوں کوئی راوی ساقط وحذف نہ ہو۔

۲- **مسند:** وہ حدیث ہے کہ جس کی سند حضورؐ تک کامل ومتصل ہو۔

۳- **منقطع:** وہ حدیث ہے جس کی سند متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو۔

۴- **معلّق:** وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں سے ایک یا کثیر راوی گرے ہوئے ہوں، تعلیق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ سند کے تمام راوی حذف کر کے حدیث بالواسطہ حضور کی طرف یا صحابی کا نام لے کر حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیں. جیسا کہ احادیث مشکوٰۃ میں ہے عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔

۵- **معضل:** وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان کوئی راوی گرا ہوا ہو یا اس کی سند میں ایک سے زائد راوی مسلسل یعنی علی التوالی (پے درپے) گرے ہوئے ہوں، اور اگر دو راوی دو مختلف مقامات پر علیحدہ علیحدہ ساقط ہوں تو وہ حدیث معضل نہیں بلکہ منقطع ہوگی۔

۶- **مرسل:** وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو یعنی تابعی کے بعد کوئی راوی صحابی یا تابعی ساقط ہو۔

فائدہ! یہ حدیث عند الاحناف مقبول ہے کیونکہ صحابہؓ تمام کے تمام عدول ہیں نیز یہ کلام مرسل ثقہ میں ہے اور ظاہر ہے کہ ثقہ آدمی اسی راوی کو ساقط کر سکتا ہے جو معتمد اور ثقہ ہو کیونکہ غیر ثقہ کو ساقط کرنا شان ثقہ کے خلاف ہے تو گویا تبع تابعی نے کمال وثوق واعتماد کی وجہ سے اس تابعی کو ساقط کر دیا ہے۔

۷- **مدلّس:** وہ حدیث ہے جس کے راوی کی عادت یہ ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ الشیخ کا نام چھپا لیتا ہو اور یہ راوی جس شخص سے روایت کرتا ہے اس سے اس نے ملاقات کی ہو یا وہ اس کا ہم عصر ہو مگر اس نے اس روایت کو اس سے سُنا نہ ہو اور پھر بھی ایسے الفاظ میں بیان کرتا ہو جن سے سماع کا شبہ اور وہم ہوتا ہو مثلاً عن فلان یاقال فلان .

فائدہ: اور اگر اس راوی کی مروی عنہ سے ملاقات اور معاصرت ہی ثابت نہ ہو تو یہ حدیث باتفاق محدثین منقطع ہوگی کیونکہ اس صورت میں سماع کا وہم تک نہیں۔

سادسا: خبر واحد صِیَغِ ادا کے اعتبار سے دو قسم پر ہے۔ ۱- معنعن ۲- مسلسل۔

☆ **معنعن:** وہ حدیث ہے جس کی سند میں لفظ عن ہو اس کو حدیث عنعنہ بھی کہا جاتا ہے۔

☆ **مسلسل:** وہ حدیث ہے جس کی سند میں صِیَغِ ادا راویوں کے اوصاف اور حالات ایک طرح کے ہوں مثلاً ہر راوی یوں کہتا ہے سمعتُ فلاناً یقولُ یا کسی سند کے تمام راوی فقیہ ہوں یا مثلاً دمشقی ہوں اور مثلاً حدیث........ اللّٰھم اعنی علیٰ ذکرک و

شکر ک وحسن عباد تک. مسلسل باخذالید ہے کہ اس میں ہر روای اخذید کا ذکر کرتا ہے۔یامسلسل بالماء والتمر. وغیرہ۔

حدیث کی کتابوں کا تعارف

حدیث کی کتابیں وضع ،ترتیب اور مضامین ومسائل کے اعتبار سے چند قسم پر ہیں؟

جامع: وہ کتاب ہے جس میں درج ذیل آٹھ مضامین کی احادیث مبارکہ مجتمع ہوں ۔ مثلاً جامع البخاری، جامع الترمذی

سیر آداب تفسیر وعقائد فتن، احکام اشراط ومناقب

فائدہ: صحیح مسلم کا شمار جامع میں نہیں کیونکہ اس میں کتاب التفسیر قلیل (نہ ہونے کے برابر) ہے۔اگر چہ بعض نے اس کا اعتبار کرتے ہوئے صحیح مسلم کو جامع کی فہرست میں شامل کیا ہے والحق ماذکر.(انعامات المنعم لطالبات المسلم)

☆**سُنن:** وہ کتاب ہے جس میں احکام کی احادیث ابواب فقہیہ (کتاب الطهارة.. الصلوٰة ..الزكوة .. الحج .. النكاح البيوع. وغیرہ) کی ترتیب کے مطابق بیان ہوں مثلاً سُنن ابی داوٗد، سُنن ابن ماجہ، سُنن نسائی، جامع وسُنن ترمذی۔

☆**مسند:** وہ کتاب ہے جس میں صحابہ کی ترتیب شرافت اسلامی یا ترتیب حروف ھجاً یا ترتیب تقدم وتأخر اسلامی کے لحاظ سے احادیث مذکور ہوں مثلاً مسند احمد ومسند دارمی۔

☆**معجم:** وہ کتاب ہے جس کے اندر احادیث جمع کرنے میں مصنف اپنے اساتذہ کی ترتیب کا لحاظ رکھے مثلاً معجم طبرانی

☆**جز:** وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک ہی مسئلے کی احادیث یکجا ہوں مثلاً جزء القراءة للبيهقى۔

☆**مفرد:** وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک ہی محدّث کی کل مرویات مذکور ہوں مثلاً ابو ہریرہ یاانس یاخذیفہؓ

☆**غریب:** وہ کتاب ہے جس میں ایک محدّث کے شیخ کے تفرّدات جمع کئے گئے ہوں مثلاً :الافراد للدّارقطنی.

☆**مستخرج:** وہ کتاب ہے جس میں کتابوں کی حدیثوں کی اُن زائد سندوں کا استخراج کیا گیا ہو جو مصنف کی ذاتی ہوں حتیٰ کہ وہ مصنف اس دوسری کتاب کے مصنف کے ساتھ جا کر اوپر سند میں شریک ہو جائے مثلاً مستخرج ابواعوانہ علیٰ صحیح مسلم۔اس کا فائدہ یہ ہے کہ دوسری کتاب کی روایت پر مزید وثوق اور اعتماد حاصل ہو جاتا ہے۔

☆**مستدرک:** وہ کتاب ہے جس میں دوسری کتاب کی شروط کے موافق اسکی رہی ہوئی احادیث کو پورا کر دیا گیا ہو مثلاً مستدرک حاکم على الصحيحين .

☆**رسالہ:** وہ مجموعہ ہے جس میں خاص کسی ایک مقصد کی احادیث جمع کی جائیں مثلاً کتاب الادب المفرد للبخاری۔

☆**اربعین:** وہ مجموعہ ہے جس میں صرف چالیس احادیث اس لئے جمع کی جائیں کہ درج ذیل حدیث کی فضیلت وسعادت حاصل ہو جائے مَن حفظ علىٰ اُمّتِیْ اَربعین حدیثاً فی امر دینها، بَعثه الله فقیهاً، و کنتُ لهٗ یوم القیامه شافعاً وّشهیداً ﴿رواه البيهقى فى شُعَب الايمان وكنز ۱۰/۲۲۴ رقم ۲۹۱۸۴﴾ ۔جس نے یاد کیں چالیس حدیثیں امور دینیہ میں سے اللہ اس کو قیامت کے دن فقیہ اٹھائے گا اور میں اس کیلئے شفیع اور شہید (گواہ) ہونگا۔

کتبِ حدیث مقبول اور غیر مقبول ہونے کے اعتبار سے پانچ قسم پر ہیں

۱- وہ کتابیں جن میں تمام احادیث صحیح ہیں جیسے مؤطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم۔

۲- وہ کتابیں جن میں حسن، صحیح، ضعیف، حدیثیں ہوں لیکن سب قابل حُجت ہوں کیونکہ ضعیف حدیثیں بھی حسن کے قریب ہیں جیسے ابو داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، مسند احمد

۳- وہ کتابیں جن میں حسن، صالح، منکر ہر قسم کی حدیثیں جمع ہوں جیسے سنن ابن ماجة، مسند عبدالرزاق ،مسند طیالسی۔

۴- وہ کتابیں جن میں سب حدیثیں ضعیف ہوں الّا قلیل جیسے نوادر الاصول حکیم ترمذی، تاریخ الخلفاً۔

۵- وہ کتابیں جن میں سب حدیثیں موضوع (من گھڑت) ہوں جیسے موضوعات ابن الجوزی، موضوعات شیخ محمد طاہر

صحاح ستہ: ۱۔ صحیح بخاری، ۲۔ صحیح مسلم، ۳۔ جامع ترمذی، ۴۔ سنن نسائی، ۵۔ سنن ابوداود، ۶۔ سنن ابن ماجہ۔

آدابِ طالب حدیث

چند آداب ترتیب وار لکھے جاتے ہیں، آغاز آپؐ کے فرمان عالی سے ہوتا ہے۔ مَنْ اَرَادَاَنْ یَّحْفَظَ الْعِلْمَ فَعَلَیْہِ اَنْ یُّلازِمَ خَمسَ خِصَالٍ :الاولیٰ صلٰوۃ اللیل ولو رکعتین ! الثانیة دَوام الوضؤ! الثالثة التّقوٰی فی السرّ والعلانیة !الرابعة اَنْ یَّاکُلَ لِلتقوٰی لالِلشّھوَاتِ! اَلْخَامِسَۃُ السواکُ. " جوشخص ارادہ کرے حفاظت علم کا پس لازم ہے اس پر اختیار پانچ خصلتوں کا: پہلی نماز تہجد اگر چہ دو ہی رکعت ہوں، دوسری ہر وقت باوضو رہنا (طہارت ظاہری و باطنی کا اہتمام) تیسری تقویٰ اختیار کرنا ظاہر و باطن میں، چوتھی کھاوے وہ شخص واسطے تقویٰ کے نہ کہ شہوت کے، پانچویں مسواک کا اہتمام"

۱- **اخلاص:** علم حدیث میں محنت صرف اس لئے کرے کہ حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور احکام اسلامیہ کا علم ہو جائے۔ کیونکہ ابو ہریرہؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے من تعلّم علماً مما یبتغی به وجه الله، لا یتعلّمهُ، اِلا لیصیبَ به عرضاً من الدنیا، لم یجد عرف الجنة یوم القیام "جوشخص علوم دینیہ کو دنیاوی سازوسامان کیلئے حاصل کرتا ہے وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا" (مشکوۃ ص ۳۴) بقول کسے!

تعلّم مااستطعت لقصد وجهی	فانّ العلم من سفن النّجاۃ
ومن طلب العلوم لغیر وجهی	بعید ان تراہ من الهدایۃ
من طلب العلم للمعاد	فاز بفضل منَ الرّشاد

۲- **اَخلاق حمیدہ:** علم حدیث کے طالب اور طالبہ کو عمدہ اخلاق کا اہتمام اور رذائل (عادات سیئہ) سے اجتناب ضروری ہے حضرت ابو عاصم نبیلؒ فرماتے ہیں من طلب هذا الحدیث طلب اعلیٰ امورِ الدین، فیجب اَن یکون هو خیر الناس "جس نے علم حدیث کو حاصل کیا اس نے دین کے عمدہ مسائل کو حاصل کیا پس واجب ہے کہ خود بھی لوگوں میں بہتر اخلاق والا ہو" سوء الخلق لیفسِدُ العمل کما یُفسِد الخلُّ العسلَ "بد اخلاقی اعمال کو ایسے بگاڑ دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو فاسد کر دیتا ہے" اخلاق حمیدہ میں سرِ فہرست تواضع اور برے اخلاق میں تکبر ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ صاحب نے تکبر کو ام الامراض لکھا ہے۔

۳- **محنت:** ہر طالب حدیث کو چاہئے طلب حدیث میں بساط بھر کوشش اور خوب محنت کرے اور فراغت (زمانہ طالب علمی) کو غنیمت سمجھے اور دن رات محنت کر کے علم حدیث حاصل کرے، تن آسانی کی بجائے جانفشانی سے آگے بڑھیں۔ محدث یحییٰ ابن ابی کثیر فرماتے ہیں۔ **لا یستطاع العلمُ براحۃ الجسم** "علم راحت جسمانی سے حاصل نہیں ہو سکتا" امام شافعیؒ فرماتے ہیں **لا یفلح من طلب ھذاالعلم با لتملُّل وغنی النفس ولکن من طلبہ بذلۃ النفس وضیق العیش و خدمۃ العلم افلح** " جس نے علم حدیث سستی ولا پرواہی سے حاصل کیا وہ کامیاب نہ ہوگا لیکن جس نے اس علم کو عاجزی نفس، تنگی عیش وخشونت اور خدمت سے حاصل کیا وہ کامیاب ہوگا..... کسی نے خوب کہا ہے"**بقدر ما تتمنّٰی** جتنی دقت اٹھاؤ گے اتنی تمنا پاؤ گے اور مشہور شعر ہے

مــن طـلــب الـعُـلـیٰ سَھِرَ اللیـالـی بـقــدر الـکـدّ تُکتسب المعـالـی

جو بلندیوں کا طالب ہو وہ راتوں کو جاگتا ہے کیونکہ بقدر محنت ہی مراتب عُلیا حاصل ہوتے ہیں

غرضیکہ اپنی تمام قوتیں تحصیل حدیث میں صرف کردے مثلاً قوتِ دماغ، قوتِ فکر، قوتِ علم، صحت، عافیت، فراغت۔

۴- **کلماتِ تعظیم:** یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ تعظیمی لفظ کہے مثلاً عزّ وجل، عزّ اسمہٗ، جلّ مجدہٗ، سبحانہٗ وتعالیٰ وغیرہ آنحضرت ﷺ کے نام پر درود شریف پڑھے مثلاً صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام کے نام پر **رضـی اللہ عـنــہ، رضـی اللہ عـنـھما، رضی اللہ عنھم** اور صحابیات کے نام پر **رضـی الـلـہ عنھا، رضی اللہ عنھنّ** آئمہ وعلماء کے نام پر **رحمہ اللہ، رحمھم اللہ، رحمۃ اللہ علیہ، نور اللہ مرقدہٗ** مرحوم، مغفور وغیرہ کہے۔

۵- **عزمِ عمل:** عبادات، اخلاق، آداب کی جو حدیث پڑھے اس پر عمل کرے کیونکہ اس سے حدیث محفوظ بھی ہو جاتی ہے اور ثواب بھی ملتا ہے امام وکیعؒ فرماتے ہیں **اذا ردتَ ان تحفظ الحدیث فا عملْ بہ** "جب تو حدیث یاد کرنے کا ارادہ کر چکا تو اس پر عمل کر" امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں **ما کتبتُ حـدیثاً الا و قد عملتُ بہ، حتّٰی مرَّبیُ انّ النبیّ احتجم، واعطیٰ ابا طیبۃ الحجام دیناراً، فاحتجمت وا عطیت الحجام دیناراً** "میں نے کوئی حدیث نہیں لکھی مگر اس پر عمل کیا، حتیٰ کہ میرے سامنے یہ حدیث گزری کہ نبی ﷺ نے پچھنے لگوائے، اور ابوطیبہ حجام کو ایک دینار (سونے کا سکہ) دیا تو میں نے اتباع میں پچھنے لگوائے، اور حجام کو ایک دینار (روپیہ) دیا" ہاں طالب علم کو نوافل کی اتنی کثرت نہ کرنی چاہئے کہ پڑھنے اور تکرار و مطالعہ میں حرج واقع ہو۔

۶- **ادب:** اپنے شیخ، استاد، والدین کتاب، مدرسہ، تعلیمی اشیأ، احباب، ہم مکتب تمام کی تعظیم وادب علم نافع کے حصول کیلئے ناگزیر ہے، ورنہ مشہور ہے "از خدا جوئیم توفیق ادب، بے ادب محروم گشت از فضلِ ربّ" چنانچہ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے **تو اضعوا لمن تَعَلَّمونَ منہ** " جن سے علم سیکھتے ہو ان سے عاجزی وادب سے پیش آؤ" اسی طرح حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ **اَنا عبدُمَن عَلَّمنی حرفاً، اِنْ شاء باع، وان شاء اعتق** ۔ "جس نے مجھے ایک حرف سکھایا میں اس کا غلام ہوں اور وہ میرا آقا ہے اگر چاہے مجھے بیچے یا آزاد کرے" استاد کی تعظیم کا معیار یہ ہے کہ پس پشت بھی کوئی ایسا قول وفعل نہ ہو جو استاد تک پہنچنے کی صورت میں اس کے لئے باعث اذیت ہو، اور یہ بھی اَدب ہے کہ علمیت میں استاد کی ترجیح کا اعتقاد رکھے، ورنہ علم سے انتفاع نہ ہوگا۔ ادب کا حاصل: حفظِ حدود اور ادائے حقوق۔ حدود کا لحاظ کرتے ہوئے سب کے حقوق ادا کرنا۔ ورنہ اس میں کوتاہی پر ندامت وحسرت ہوگی بقول کسے!

افسوس ہے وقت سے مہلت نہ لے پائے ہم — جواستادوں کا حق تھا ان کو وہ عزت نہ دے پائے ہم
جو ہم سے ہو نہیں پایا وہی اب کام تم کرنا — مدرسے کی قدر کرنا معلم کا ادب کرنا

تلمیذ زرنوجی امام حلوائیؒ کی بھی سن لیجئے:

انّ المعلّم والطبیب کلاھما — لا ینصحان اذا ھما لم یکرما
فاصبر لدائک ان جفوت طبیباً — واقنع بجھلک ان جفوت معلّما

۷- افادہ عام: حصولِ علم اپنے عمل کی اصلاح اور دوسروں (خواص وعوام) کی اطلاع اور احکام اسلام کے ابلاغ کیلئے ہو نہ یہ کہ طالب علموں کو علمی فائدہ پہچانے میں بخل کرے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ **من بخلَ با لعلم اُبتلی بثلاث امّا ان یموت فیذھب علمه اوینسیٰ، اَو یتبعُ السلطان** ۔"جس نے علم میں بخل کیا تین چیزوں میں آزمایا جائے گا یا تو مرے گا علم بھی ساتھ چلا جائے گا (بعد والے منتفع نہ ہو سکیں گے) یا بھول جائے گا یا بادشاہ کے پیچھے چلے گا جو عالم کیلئے سمّ قاتل ہے" البتہ نا اہل (نا سمجھ، بے ادب، ریا کار وغیرہ) کو نہ بتانے میں کوئی حرج نہیں۔ **انّ علما لا ینتفع به ککنز لاینفق فی سبیل اللہ** (کنز ۱۸۹/۱۰)

۸- عدم حیاءؔ: تحصیل علم میں سوال کرنے سے حیاءؔ اور تکبر سے قطعاً پرہیز رکھے اور عمر میں اپنے سے چھوٹے سے سیکھنے میں بھی عار نہ کرے، امام بخاریؒ حضرت مجاہدؒ سے نقل کرتے ہیں **لاینال العلم مستحی و لامستکبرٌ** "بے جا شرمیلا ومتکبر علم نہ پائیگا"

امام بخاری کا مقولہ: **لا یکون المحدّث محدّثاً کاملا (والمتعلّم عالماً) حتی یکتب عمن ھو فوقه، وعمن ھو دونه، وعمن ھو مثله**، کامل محدث وعالم نہیں ہو سکتے جب تک اپنے مشائخ ومعاصر اور اپنے چھوٹوں سے علم حاصل نہ کریں۔

۹- تکرار ومطالعہ: پڑھے ہوئے اسباق کا تکرار اور آمدہ سبق کیلئے مطالعہ کرنا بھی ضروری ہے، علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں **ولیذاکر بمحفوظ، ولیبا حث اھل المعرفة، فَاِنَّ المذاکرة تعین علیٰ دوامه** "اور چاہئے تکرار کرے کیونکہ تکرار سے علم محفوظ ہوگا" اور حضرت ابنِ عباس ﷺ کا فرمان ہے **مذاکرة العلم ساعةً خیرٌ مِنْ اِحیاءِ لَیلَةٍ**. "ایک ساعت کا علمی مذاکرہ وتکرار قیام اللیل سے بہتر ہے"

۱۰- طہارت: (ظاہری و باطنی)۔ شامی وغیرہ میں ہے کہ حدیث، فقہ ودینی کُتب کو بغیر طہارت کے ہاتھ لگانا مکروہ ہے۔ کیونکہ تحصیل علم کا مقصد اصلاح اعمال واخلاق ظاہر ہے جب ہم طہارت ظاہری کا اہتمام کرینگے تب اللہ تعالیٰ باطنی پاکیزگی انعام فرمائیں گے۔

۱۱- اجتناب عن المعاصی: طالب حدیث کو چاہیے کہ معاصی سے دور رہے، ورنہ علم نافع سے محروم رہے گا امام وکیعؒ کا مشہور مقولہ ہے جو انھوں نے امام شافعیؒ سے وصیۃً فرمایا تھا۔

شکوتُ الیٰ وکیع سؤ حفظی — فاوصانی الیٰ ترک المعاصی
میں نے اپنے استاد وکیع سے سؤ حافظہ کی شکایت کی — تو انھوں نے مجھے گناہوں سے بچنے کی ہدایت کی
لِاَنّ العلم نورٌ من الٰھی — ونور اللہ لا یعطیٰ لعاصی
کیونکہ علم ہے نور الٰہی — اور عاصی کو ملتا نہیں نورِ خدائی

بنو صاحب آداب رہو ہر دم شاد

اللہ تعالیٰ تمام آداب پر ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں! آمین یارب العٰلمین۔ (مقدمہ اوجز المسالک)

اَدِبُوْ النَّفْسَ اَیُّهَا الاَصْحَابُ طُرُقُ العِلْمِ كُلُّهَا آدَاب

طلبِ حدیث کیلئے سفر

جیسا کہ آداب طالبِ حدیث سے معلوم ہوا کہ علم دین بلاجدّ وجہد کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اِنّ العلم لا یعطیک بعضه حتیٰ تعطیه کلّک " علم تجھے اپنا کچھ حصہ بھی نہ دے گا یہاں تک کہ تو اپنا سب کچھ اس کو نہ دے" اس علم کے حصول ووصول کیلئے منجملہ دوسری چیزوں کے سفر بھی جزؤ لاینفک ہے سفر کے بغیر عالم کامل نہیں بن سکتا حتیٰ کہ کوئی عالم ایسا نہیں جس نے علم کیلئے سفر نہ کیا ہو۔ اللہ کے اولوالعزم پیغمبر موسیٰ علیٰ نبیّنا و علیه السلام بھی کہہ رہے ہیں قال له موسیٰ هل اتبعک علی ان تعلّمنِ ممّا علّمت رشدا " موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں آپکے ساتھ رہ سکتا ہوں کہ جو علم مفید آپ کو سکھلایا گیا ہے اس میں سے مجھے بھی سکھادیں " (سورۃ الکہف پ۱۵)

فائدہ: حضرت موسیٰ و خضر علیهما السلام کا تفصیلی واقعہ "انعامات المنعم اول" کے باب ۳۹ فضائل الخضر میں دیکھیں۔ جب اللہ کے جلیل القدر انبیاء نے سفر کیا تو امت کو حصول علم کیلئے کس قدر اہتمام سے سفر کی ضرورت ہے۔ بغرض تمثیل ایک دو واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱- عن عمرؓ كنت انا و جا ر لی من الا نصار فی بنی امیّة بن زید و هی من عوا لی المدینه و كنّا نتنا وب النزول علیٰ رسول اللہ ﷺ ینزل یوما و انزل یوما فا ذا نزلت جئته بخبر ذالک الیوم من الوحی (بخاری ج ا ص ۱۹) "حضرت عمرؓ سے مروی ہے میں اور میرا پڑوسی (ساتھی) انصاری جو بنو امیہ ابن زید کے قبیلہ میں سے تھا مدینہ کی بالائی بستیوں میں سے تھا۔ ہم باری باری حضور ﷺ کے پاس رہتے ایک دن وہ رہتا اور ایک دن میں جب میں حضور ﷺ کیساتھ ٹھہرتا تو اسے اس دن کی وحی اور تعلیم کی خبر دیتا" اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام میں طلب حدیث پر کتنا اہتمام ودوام تھا۔ حضرت عمرؓ کے ساتھی یہ عتبان ابن مالک بن عمر عجلان الخزرجیؓ تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کا عشر عشیر عطا فرمائیں۔

۲- حضرت جابر بن عبداللہؓ کو ایک صحابی رسول ﷺ عبداللہ ابن انیس الجہنیؓ متوفی ۵۸ھ جو شام میں قیام پزیر ہوگئے تھے کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس ایک حدیث ہے جو مجھے یاد نہیں انہوں نے ایک حدیث کے حصول کیلئے اونٹ خریدا سفر کی تیاری کی اور ایک ماہ کا طویل اور کٹھن سفر کر کے عبداللہ ابن انیسؓ کے پاس شام پہنچے اور ان سے وہ حدیث حاصل کی۔ وہ حدیث یہ ہے۔ عن عبد الله ابن اُنَیس سمعت النبی یقول یحشر الله العباد، فینا دیهم بصوت یسمعه مَنْ بَعُدَ كما یسمع مَنْ قَرُبَ، انا الملک انا الدیّان " عبداللہ ابن انیسؓ سے مروی ہے میں نے نبی ﷺ سے سنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں کو جمع کریں گے ان کو پکاریں گے ایسی آواز سے جس کو دور والے ایسے ہی سنیں گے جیسے قریب والے انا الملک انا الدیّان (بخاری ج ۲ ص ۱۱۱۴) بعض نے کہا وہ حدیث ﴿یحشر الله الناس یوم القیامة عراۃً﴾ ہے (فتح الباری ج ا ص ۱۷۴) "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو برہنہ جمع کریں گے" اندازہ کیجئے صحابی رسول ﷺ صاحب مرتبہ مبشّر با لجنة نے بھی حدیث واحد کیلئے اتنا سفر طے کیا۔

۴۔ سیدنا خالد ابن زید ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا سبق آموز واقعہ کتب حدیث میں موجود ہے، اس کی تفصیل یہ ہے ایک مجلس میں ابو ایوب انصاریؓ اور عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس تھے اور حضور نے ایک حدیث بیان فرمائی..... بعد میں سیدنا عقبہ ابن عامرؓ مصر میں مقیم ہو گئے تھے سیدنا ابوایوب انصاریؓ کو خیال ہوا کہ اس حدیث کی (جو میں نے عقبہؓ کے ساتھ سنی تھی) تصدیق کرلوں۔ اس تردد کو دور کروں سامانِ سفر باندھا اور مصر روانہ ہوئے سفر طے کر کے حضرت عقبہ ابن عامر کے پاس پہنچے اِن کا سن کر وہ باہر تشریف لائے تو سلام دعا کے بعد بلاتمہید حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اور آپ نے حضور ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی اس کی تصدیق کیلئے حاضر ہوا ہوں اس وقت ہم دو کے سوا سننے والا باقی نہیں انھوں نے وہ حدیث سنا دی اور چاہا کہ اپنے ہم مکتب اور صحابی رسول کی ضیافت و خاطر تواضع کروں لیکن حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فوراً اپنی سواری کی طرف پلٹے اور یہ کہہ کر چل دیئے بس میں اسی حدیث کیلئے آیا تھا۔

دیکھئے کتنا اہتمام و احترام تھا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کہ ایک حدیث کیلئے اتنا سفر کیا اسی لئے تو حضور ﷺ نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم . وہ حدیث یہ ہے **من ستر مؤمنا فی الدنیا علیٰ خِزیة ستره الله یوم القیامه** ''جس نے کسی غلطی پر مؤمن کی پردہ پوشی کی اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے''

انہیں کیلئے کہا گیا

انّ لـلّـه عبـاداً فـطـنـا	طلّقوا الدنیا و خافوا الفتنا
بیشک اللہ کے زیرک بندے ہیں	جنھوں نے دنیا کو ترک کیا اور فتنوں سے ڈرے
نظروا فیها فلمّا علموا	انّها لیست لحیّ وطنا
انھوں نے دنیا میں غور کرنے سے	جان لیا بیشک یہ مستقل قیام گاہ نہیں
جعلوها لجّة واتّخذوا	صالح الاعمال فیها سُفُناً
انھوں نے دنیا کو سمندر قرار دیا	اعمال صالحہ کو اس میں کشتی بنایا

تاکہ اس دنیا کے سمندر کو پار کر کے حوض کوثر کے ساحل پر پہنچیں، جنت میں جانے کا راستہ آسان ہو، مغفرتِ عصیان ہو ، خائب شیطان ہو، عنایت کوثر کا جام ہو، اللہ کا انعام ہو، داخلہ دارالسلام ہو، راضی ربِّ رحمان ہو۔

قدتم المقدمه ویلیله المقصود واوله ابواب الاطعمة من الترمذی المحمود

ابواب الأطعمة عن رسولِ اللہ ﷺ

اللہ کے رسول ﷺ سے منقول کھانے کے آداب واحکام

ماقبل سے ربط ومناسبت: امام ترمذیؒ نے احکام شرعیہ ودینیہ اور امور دینیہ کو بیان فرمایا پھر ضروریات بشریہ وطبعیہ میں سے لباس و پوشاک کا ذکر جلد اول کے آخر میں کیا اور جلد ثانی کا آغاز ''ابواب الاطعمۃ'' سے کیا، اطعمۃ اور لباس میں ربط بالکل واضح ہے کہ لباس و طعام دونوں انسانی ضروریات میں سے ہیں، چنانچہ ''شریعت مطہرۃ'' میں بیوی کے نان نفقہ کے وجوب میں ''سکنیٰ'' کے ساتھ ''کھانا، کپڑا'' مساوی اور برابر ہیں پھر عملاً لباس مقدم اور طعام مؤخر ہے کہ نومولود بچے اور برھنہ جسم کا پہلے جسم وستر ڈھانکا جاتا ہے، پھر پلایا کھلایا جاتا ہے، بلکہ کل قیامت کے دن بھی پہلے لباس پہنایا جائیگا جس کا آغاز ''ابراہیم'' علیہ السلام سے ہوگا پھر اہل جنت کی مچھلی کے جگر سے ضیافت الٰہی ہوگی، تو عملاً لباس پہلے اور طعام بعد میں ہوتا ہے، اسی طرح ذکراً وضعاً ''ابواب اللباس'' مقدم اور ''ابواب الاطعمۃ'' مؤخر ہے۔ **هذا ما بدالي والله اعلم**

ترکیب: ابواب الاطعمۃ مرکب اضافی موصوف ہے، عن رسول اللہ جار مجرور ملکر ظرف مستقر، المرویۃ محذوف کے متعلق ہے، المرویۃ اپنے متعلق سے ملکر صفت، موصوف صفت ملکر، ھذہ مبتدا محذوف کی خبر ہے، جملہ اسمیہ خبریہ، صلی اللہ علیہ وسلم جملہ دعائیہ ہے۔

ابواب کا صیغہ معنیٰ اور وجہ تسمیہ: ترمذی اول کے پہلے صفحہ کے حاشیہ میں ہے ''علامہ بدرالدین عینیؒ'' نے کہا ابواب باب کی جمع مکسر ہے، جیسے اقوام قوم کی جمع ہے، اور باب اجوف واوی ہے، قال کی طرح تعلیل ہوئی ہے اجوف ہونے پر اسکی جمع دلیل ہے، ''باب'' کا معنیٰ ہے دروازہ، مناسبت وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس طرح دروازے سے گھر، کمرے اور مسجد میں داخل ہوتے ہیں اسی طرح ''باب الکتاب'' سے ایک قسم کے مسائل کی تحقیق وتعلیم اور تفہیم میں پڑھنے پڑھانے والے داخل ہوتے ہیں، تو باب البلد اور باب البیت سے مشابہت کی وجہ سے ابواب الصلوٰۃ اور ابواب الاطعمۃ کہا جاتا ہے۔

کتاب، باب، فصل کی تعریفات اور فرق: کتاب کا معنیٰ جمع کرنا، باب کا معنیٰ دروازہ، فصل کا معنی جدا کرنا، انکی جمع کتب، ابواب اور فصول، تمام محدثین وفقہاء اور دیگر مصنفین اپنی تصنیفات وتالیفات اور تحریرات ونگارشات میں مذکورۃ عنوانات قائم کرتے اور لکھتے ہیں، اس لئے معنیٰ کے ساتھ انکے مابین فرق بھی زیر تحریر ہے صاحب فروق اللغات سید نورالدینؒ رقمطراز ہیں ''الکتاب: هو الجامع لمسائل متحدة في الجنس مختلفة في النوع، والباب: هو الجامع لمسائل متحدة في النوع مختلفة في الصنف، والفصل: هو الجامع لمسائل متحدة في الصنف مختلفة في الشخص'' (انتهاب) سید صاحب کی مذکورہ دقیق وجامع عبارت سے تینوں عنوانات واصطلاحات کا فرق بالکل واضح ہے، کتاب جسمیں ایک جنس کے مسائل ہوں انواع مختلف ہوں، باب جسمیں ایک نوع کے مسائل ہوں صنف مختلف ہو، فصل جسمیں صنف واحد اور ایک قسم کے مسائل ہوں افراد مختلف ہوں تینوں میں ایک جہت سے اتحاد ہے اور دوسری جہت سے فرق واختلاف ہے۔

اطعمۃ کا صیغہ اور معنیٰ: الاطعمۃ: یہ طعام کی جمع ہے کھائی جانے والی چیز، اطعمہ کئی کھانے۔ ابن فارس نے کہا'' الطعام ما

یو کل "اصول ہے جس رباعی کلمہ میں تیسرا حرف مدہ ہو اس کی جمع "اَفۡعِلَةٌ" کے وزن پر آتی ہے۔ جیسے طعام سے اطعمة، رحیٰ سے ارحیة، رغیف سے ارغفة۔

عن رسول اللّٰہ: ابواب الطہارۃ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ متقدمین محدثین سرد حدیث اور جمع حدیث میں مرفوعات وموقوفات اور آثار کو اکٹھے ذکر کرتے اور مرفوع وموقوف اور حدیث واثر میں فرق وتمیز نہ کرتے، سب سے پہلے مرفوعات کو آثار سے صاحب مسند امام "احمد بن حنبل" نے جدا کیا اور الگ الگ بیان وجمع کیا، پھر دیگر محدثین نے بھی فرق کرنا شروع کیا، چنانچہ "امام ترمذی" نے "عن رسول اللّٰہ" کہہ کر اشارۃ کر دیا کہ ان ابواب میں درج احادیث مرفوع ہیں جو آپؐ سے قولاً فعلاً اور تقریراً مروی ہیں عبارت یہ ہے" قال الترمذیؒ: عن رسول اللّٰہ، مشیراً الی ان الواردة ههنا مرفوعات، لا آثار، والمرفوع ما اسند الی النبیؐ قولا او فعلا او تقریراً، فیه اشارة الی انّ المقصود الاصلی ایراد الروایات المرفوعة، فامّا ما یذکر فیه بیان المذاهب، واحوال الرواة، والمرویات، فتبع .... (کوکب ۱/۲۵) اصل مقصود مرفوع احادیث کا بیان ہے باقی مباحث تبعاً ذکر ہیں۔

اصل مقصود: ہر صاحب خرد اور عقلمند کا مقصد حیات یہ ہے کہ وہ دار السلام جنت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شرف پائے اور اسکے حصول ووصول کیلئے صحیح یقین کے ساتھ علم وعمل ضروری ہے، علم حاصل کرنا اور عمل پر دوام اختیار کرنا جسمانی قوت اور سلامتی وصحت کے بغیر ممکن نہیں، صحت کیلئے لازم ہے کہ انسان بھوک کے وقت ضرورت کے مطابق غذا استعمال کرے، اسی لئے علماء کا کہنا ہے کہ کھانا بھی دین ہے، باری تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کلوا من الطیبات واعملوا صالحا (مؤمنون ۵۱) حلال وپاکیزہ رزق کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ اس لئے جو شخص علم وعمل اور تقویٰ پر قدرت حاصل کرنے کیلئے کھانا کھاتا ہے وہ اس پر ثواب پاتا ہے، اور چاہئے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھیں اور کھانا پینا محض شہوت کیلئے نہ ہو بلکہ نیکی پر قوت حاصل کرنے کیلئے ہو، جانوروں کی طرح جگالی نہ کریں بلکہ اسکے تمام آداب اور سنتوں کا خیال رکھیں، اسی لئے اب آگے امام ترمذیؒ "ابواب الاطعمة" کے عنوان سے کھانے کھلانے کے احکام وآداب کے متعلق احادیث ذکر کر رہے ہیں۔ (احیاء العلوم)

ابواب واحادیث کی تعداد: امام ترمذیؒ نے ابواب الاطعمة کے چھیالیس (۴۶) ابواب میں ستر (۷۰) حدیثیں جمع کی ہیں جن میں کھانے کے احکام وآداب اور متعلقات کو بیان کیا گیا ہے۔ آغاز سرکار دو عالم کے محبوب وسادہ انداز سے ہے۔

۱۔ باب مَا جَاءَ عَلَى مَا كَانَ يَأْكُلُ النَّبِيُّ ﷺ

وہ روایات جن میں وارد ہے کہ آپ کس چیز پر کھاتے تھے

۱۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يُونُسَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَا أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خُوَانٍ وَلَا فِي سُكُرُّجَةٍ وَلَا خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ قَالَ: فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ فَعَلَامَ كَانُوا يَأْكُلُونَ؟ قَالَ عَلَى هَذِهِ السُّفَرِ

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ قَالَ مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ وَيُونُسُ هَذَا هُوَ يُونُسُ الإِسْكَافُ وَقَد رَوَى عَبدُ الوَارِثِ بنُ سَعِيدٍ عَن سَعِيدِ بنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَن قَتَادَةَ عَن أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ نَحوَهُ

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے میز پر کھانا کھایا نہ چھوٹے برتنوں میں اور نہ آپ کے لئے چپاتی پکائی گئی۔

یونس کہتے ہیں میں نے قتادہ سے پوچھا پھر آپ کس چیز پر کھانا کھاتے تھے، قتادہ نے کہا اس دستر خوان پر''

محمد بن بشار کہتے ہیں یونس سے مراد یونس اسکاف ہیں عبدالوارث نے بھی سعید بن ابی عروبہ کے واسطہ سے قتادہ سے اسی کے مثل نقل کیا ہے۔

تشریح: ابواب الاطعمۃ کا یہ پہلا باب ہے، جس میں ''امام ترمذی'' نے تیمنا وتبرکا آپؐ کے کھانے کی کیفیت وکیمت ذکر کی ہے، اور آغاز ہی سے کھانے پینے میں قناعت اور سادگی کی طرف متوجہ کیا ہے، یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ انسانیت کی تاریخ میں لباس و پوشاک، بود وباش اور قیام وطعام میں سب سے زیادہ موزوں اور اللہ تعالیٰ کو محبوب اور فطرت کے قریب تر طریقہ حضور اکرم کا ہے، جس پر کثیر آیات وروایات اور تجربات شاہد ہیں ایک مسلمان امتی کی حقیقی کامرانی اور حتمی سرفرازی کا مدار آپ کی اتباع کامل ہے، اس لئے مصوف سب سے پہلے باب میں آپؐ کے کھانے کی عادت وحالت کا ذکر لائے ہیں۔

ما أكل النبيُّ: یہ 'ما' نافیہ ہے علی خوان اس میں خا پر ضمہ اور کسرۃ کے ساتھ دو لغتین ہیں ایک لغت اخوان ہمزہ کے ساتھ بھی ہے، عمدۃ القاری میں علامہ عینی نے کہا ہے وهو طبق كبير من نحاس، تحته كرسي من نحاس ملزوق به، طوله قدر الذراع، يوضع بين كبير من المترفين، لا يحمله الا اثنان فما فوقهما (۲۵/۲۱) یہ تانبے کا ہوتا تھا، نیچے تانبے کی ٹانگے تپائی کی طرح اس سے جڑی ہوئی ہوتی تھیں، ایک ہاتھ کے برابر لمبا ہوتا تھا، آسودہ حال آزاد منش قسم کے لوگوں کے سامنے رکھا جاتا، کم سے کم اسے دو آدمی اٹھاتے تھے، یہ اس زمانے کے استعمال ورواج کے مطابق ہے، ہمارے دیار وادوار میں اس کا مطلب چوکی اور میز سے ہوگا، چنانچہ اکثر مترجمین وشارحین نے 'میز' ہی ترجمہ کیا ہے (كذا في قاموس الوحيد)

خوان ومیز پر کھانے کا حکم: بنیادی بات یہ ہے کہ آپ کا میز وغیرہ پر نہ کھانا قصدا تھا یا اتفاقا بہر دوصورت میز وغیرہ پر رکھ کر کھانے میں کراہت ہے۔ (کوکب) بعض عبارات اور حضرات سے کچھ تاویلیں بھی دیکھنے اور سننے میں آئی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ بھلے جتنی تاویلات کرلیں میز وغیرہ پر کھانے میں مترفین ومتکبرین کے ساتھ مشابہت اور قباحت وکراہت بہر حال ہے، مزید براں یہ بھی کہ کھانا اونچا رکھ کر کھانے میں کمر سیدھی اور سر اونچا رہتا ہے جسکی وجہ سے پیٹ میں کھانا زیادہ سمائے گا اور پیٹ بڑھنے کا اندیشہ قوی تر ہو جائیگا اس کے برعکس مستوی جگہ اور سطح زمین پر بیٹھنے میں کھانے کی طرف اقبال تام اور قدرے جھکاؤ ہوتا ہے، تواضع کے قریب ہے، کھانا کم کھایا جاتا ہے، اللہ کی نعمت کی قدر بھی ہے، موجب خیر وبرکت بھی ہے آپ کی سنت بھی ہے، جہاں تک ممکن ہو اونچی چیز پر کھانے سے اجتناب رہے الا یہ کہ مجبوری ہو کہ نیچے بیٹھ کر کر کھانا ناممکن یا دشوار ہو تو پھر مجبورا وضرورۃ گنجائش ہوگی،

ولا سكرّجة: بضم الثلاث الاول وراء مشددة. پہلے تینوں حروف س، ک، راء مشدد پر ضمہ ہے، یہی افصح ہے، علامہ ابن جوزیؒ نے اپنے شیخ ابو منصور جوالیقیؒ سے راء کے فتح کے ساتھ نقل کیا ہے، یہ فارسی سے معرب ہے اس کا معنی ہے چھوٹی چھوٹی پیالیاں

اور طشتریاں جیسے ہمارے یہاں چٹنی، اچار، نمک وغیرہ کیلئے استعمال ہوتی ہیں.

آپؐ نے طشتریوں میں کیوں نہیں کھایا؟: ا۔ آپؐ اکثر اجتماعی کھانا تناول فرماتے جو بڑے بڑے برتن میں ہوتا جیسے باب نمبر ۲۱ میں آرہا ہے، اس لئے چھوٹی قولی اور پیالیوں کا استعمال نہیں ہوا،

۲۔ عموماً چھوٹی پیالیوں میں ہاضم اشیاء جوارشات، چٹنی، اچار وغیرہ رکھی اور کھائی جاتی ہیں، آپؐ اور حضرات صحابہؓ اتنا زیادہ کھاتے ہی نہ تھے جسکے ہضم کیلئے مستقل انتظام واہتمام کرنا پڑے،

۳۔ چھوٹی طشتریوں کا استعمال اور ضرورت اسوقت ہوتی ہے جب کھانے کئی انواع کے ہوں، آپؐ کا دور عسرت وتنگی کا تھا اتنی وسعت وکثرت نہ تھی کہ طشتریوں کی ضرورت پڑتی بعض شراح نے یہ بھی کہا ہے کہ اس زمانہ میں طشتریاں نہ تھیں وھذا بعید

ولا خبزله مرقق: اور نہ آپ کیلئے پتلی باریک نرم چپاتی بنائی گئی، خبز فعل ماضی مجہول ہے، مرقق اسم مفعول ہے ای ملیّن نرم کی ہوئی، پراٹھے میں کسی حد تک اس کا مفہوم پایا جاتا ہے، علامہ ابن جوزیؒ نے کہا ہے کہ مرقق رقاق سے ہے، رقاق کا معنی ہے ''بیلن'' جس سے روٹی باریک کی جاتی ہے، اس لئے مرقق کے معنی میں دونوں لفظ ہیں باریک کی ہوئی نرم چپاتی. بخاری ۲/۸۱۵ میں ہے **فما اعلم النبیؐ رای رغیفا مرققا حتی لحق باللہ.**

چپاتی کے عدم استعمال کی وجہ: ا. اس دور میں عموماً میدۃ میسر نہ تھا بلکہ آٹا چھاننے کیلئے چھلنیاں تک بسہولت میسر نہ تھیں، ۲. آپؐ نے پوری زندگی سادگی اختیار فرمائی اور سکھائی تو اس قسم کے پرتکلف کھانوں کا اہتمام نہ تھا الاقلیل بل اقل.

فقلت لقتادة: یہ قتادۃ کے شاگرد اور ان سے راوی ''یونس'' کا قول ہے جب بیان ہوا کہ آپؐ نے میز وچوکی وغیرہ پر کھانا نہیں کھایا تو سوال ہوا کس چیز پر کھایا؟ کیونکہ کھانا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جو زمین پر تو نہیں رکھا جاسکتا، تو ''قتادۃ'' تلمیذ انسؓ نے جواب دیا چمڑے کے دسترخوان پر۔

علی هذه السفر: یہ بحذف التاء سفرۃ کی جمع ہے، سفرۃ ''طعام السفر'' سے ماخوذ ہے، سفرۃ سے مراد وہ مربع چمڑے کا ٹکڑا ہے جس میں عازم سفر اپنا زاد راہ اور کھانا لپیٹ کر ساتھ لیتا، پھر بوقت ضرورت کسی منزل پر اتر کر اسی ٹکڑے کو بچھا کر کھانا کھالیتا کہ سفر میں اشیاء محدود ومعدود ہوتی ہیں، پھر چمڑے کے دسترخوان کو ''سفرۃ'' کہا جانے لگا اب مطلقاً ہر دسترخوان کو ''سفرۃ'' کہا جاتا ہے بھلے جس چیز کے استعمال کی عادت واہتمام ہو، اخبار بچھا کر بےادبی اور بےحرمتی سے مکمل اجتناب ہو.

مائدہ اور خوان میں فرق: کھانا نہ رکھا اور نہ چنا گیا ہو تو خالی خوان، اگر کھانا چن دیا گیا تو مائدہ کہلاتا ہے، نطع بھی کہا جاتا ہے.

هذا حديث حسن غريب: اس عبارت کو سمجھنے کیلئے ''مقدمہ'' سے صحیح حسن اور غریب کی تعریفات دیکھ لیجئے پھر جامع ترمذی کی خصوصیات میں ان الفاظ کو جمع کرنے کی بحث بھی دیکھ لیجئے، اب غور کیجئے صحیح: وہ ہے جس کے کل راوی عادل، کامل الضبط ہوں، اور وہ معلل شاذ ومنکر نہ ہو، حسن: وہ ہے جس کا راوی ضبط میں ناقص ہوں باقی صحیح والی چاروں شرائط موجود ہوں، غریب: وہ ہے جسکی سند میں کہیں راوی ایک ہو۔

سوال: اب اعتراض یہ ہے کہ جب تینوں اقسام کی تعریفیں مختلف ہیں، چنانچہ خود مصنفؒ نے کتاب العلل میں انکی تعریفیں جدا جدا

کیس ہیں، تو پھر انکو جمع کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب: اس کے کئی جوابات تعلیقات وشروحات میں ملتے ہیں جن میں اکثر" اقوال غیر مرضیۃ کا مصداق ہیں، ایک جواب علامہ ابن دقیق العیدؒ نے تحریر کیا ہے جسکی علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے تحسین کی ہے وہ یہ ہے کہ دراصل بات یہ ہے کہ حدیث صحیح جس میں اعلی صفات اور پانچوں قیودات موجود ہوتی ہیں تو اس اعلی کے ضمن میں ادنی یعنی "حسن" کی صفات بھی موجود ہیں، جن میں ترقی ہو کر صحیح کے اعلی درجہ کو پہنچ گئیں، تو محدث اعلی کیفیت کا لحاظ کرتے ہوئے صحیح اور اسکے ذیل میں ادنی درجہ موجود دیکھتے ہوئے حسن کہتا ہے، اس لئے "ھذا حدیث حسن صحیح" کہنا درست ہے پھر یہ ترتیب ترقی الی الصعود کی طرف مشعر ہے کہ ادنی درجہ حسن ترقی کر کے درجہ صحیح کو پہنچ چکا، اسی طرح حسن کے ساتھ غریب اس صورت میں جمع کرتے ہیں جب حدیث رواۃ کی صفات کے اعتبار سے حسن ہوتی ہے پھر کسی راوی کے تنہا ہونے کے یقین یا امکان کی وجہ سے غریب قرار پاتی ہے تو نتیجۃً امام ترمذی "ھذا حدیث غریب" کہہ دیتے ہیں.

قال محمد بن بشار.....: امام ترمذی حسب عادت اپنے شیخ محمد بن بشار کے بقول راوی یونس کی تعیین وتعارف ذکر کر رہے ہیں، در اصل یونس نام کے دو راوی ہیں، یونس بن ابی الفرات القرشی الاسکاف، ۲. یونس بن عبید البصری، پھر حدیث باب کی سند میں یونس اسکاف ہے اسی طرح بخاری میں بھی بقول علی بن مدینی موجود ہیں کہ یہ یونس اسکاف ہے وھکذا فی ابن ماجۃ، احمد بن حنبل اور ابن معین نے اسکاف کی توثیق کی ہے.

وروی عبدالوارث...: اس کا حاصل یہ ہے کہ عبدالوارث نے یہ روایت عن سعید ابن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن انس، یونس کے واسطے کے علاوہ نقل کی ہے، تو حدیث کے دو طریق ہو گئے.

سوال: حافظ ابن عدیؒ نے ذکر کیا ہے کہ اسی روایت کو یزید بن زریع نے سعید بن ابی عروبۃ سے نقل کیا ہے اور عن یونس عن قتادۃ کہا ہے جس سے معلوم ہوا یونس کا واسطہ ہے، سعید بن ابی عروبۃ نے قتادہ سے براہ راست نہیں سنا، امام ترمذی نے بلاواسطہ کیسے کہہ دیا؟

جواب: حافظ ابن حجرؒ نے امام ترمذی اور حافظ ابن عدی کی بات میں یوں تطبیق دی ہے کہ اوّلاً سعید ابن ابی عروبۃ کی براہ راست قتادۃ سے ملاقات نہ ہوئی ہو تو یونس کے واسطے سے نقل کیا جیسے ابن عدیؒ نے کہا، پھر بعد میں سعید ابن ابی عروبہ نے براہ راست قتادۃ سے سماع کیا تو پھر بلاواسطہ یونس عن قتادہ نقل کیا جیسے امام ترمذی نے کہا، اس طرح بسہولت تطبیق اور امام ترمذی کے قول کی تصحیح ہو سکتی ہے، کما صرّحنا.

۲. باب ما جاء فی أکل الأرنب

وہ روایات جو "خرگوش" کھانے کے بیان میں وارد ہوئی ہیں

۲۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَسَعَى أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهَا فَأَدْرَكْتُهَا فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا بِمَرْوَةٍ فَبَعَثَ مَعِي بِفَخِذِهَا أَوْ بِوَرِكِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلَهُ قَالَ قُلْتُ أَكَلَهُ قَالَ قَبِلَهُ. قَالَ أَبُو عِيسَى وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَعَمَّارٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ وَيُقَالُ مُحَمَّدُ بْنُ صَيْفِيٍّ وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ لَا يَرَوْنَ بِأَكْلِ الْأَرْنَبِ بَأْسًا وَقَدْ كَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ

أَكَلَ الأَرنَبِ وَقَالُوا إِنَّهَا تَدمَى

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے،ہم نے مرالظہران میں ایک خرگوش بھگایا رسول اللہ کے اصحاب اس کے پیچھے دوڑے میں نے اسے پکڑلیا اور ابوطلحہ کے پاس لے کر آیا انہوں نے اس کو ایک سفید دھاردار پتھر سے ذبح کیا اور مجھے نبی علیہ السلام کی خدمت میں اس کی ران یا سرین دیکر بھیجا،آپ نے اسے کھایا میں نے کہا نبی ﷺ نے اسے کھالیا ہے؟ انس نے کہا اسے قبول فرمالیا''

اس باب مین جابر عمار اور محمد بن صفوان سے روایت ہے (محمد بن صیفی) یہ حدیث حسن صحیح ہے،اکثر اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے خرگوش کھانے میں کوئی حرج نہیں،اور بعض اہل علم نے اسے مکروہ کہا ہے کیونکہ اسے حیض آتا ہے''

تشریح: ارنب کی تعریف: **هی دويبة معروفة تشبه العناق لكن في رجليهاطول بخلاف يديها**. یہ ایک چھوٹا سا جاندار ہے،جو مشہور ہے بلی کے قریب قریب مشابہت رکھتا ہے لیکن اسکی پچھلی ٹانگیں نسبۃً اگلی کے لمبی ہوتی ہیں،اسکے بارے میں کہا جاتا ہے''انها شديدة الجبن كثيرة الشبق تكون سنة ذكرا وسنة انثى وانها تحيض'' یہ بہت ہی بزدل اور ڈرپوک ہوتا ہے کودنے اور چھلانگ میں بہت تیز ہوتا ہے ایک سال نر اور ایک سال مادہ رہتا ہے اسے حیض بھی آتا ہے۔مزید یہ کہ یہ پالتو اور شکاری دونوں قسم کا ہوتا ہے پالتو مرغیوں کے دربے کی طرح دربہ میں رہتا ہے لیکن چوہوں کی طرح زمین میں گورکھود لیتا ہے اور اسی میں بچے دیتا ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ اگر شکاری اسے پکڑ کر فوراً ذبح نہ کرے تو یہ شدت جبن وخوف کی وجہ سے اپنا خون خود چوس لیتا ہے یعنی تھوڑے وقت میں بہت کمزور ہو جاتا ہے۔چنانچہ اردو کی ابتدائی کتابوں میں اسکی اور کچھوے کی دوڑ اور مقابلے کی کہانی مشہور ہے۔ارنب اسم جنس ہے نر و مادہ دونوں کیلئے بولا جاتا ہے۔**وقيل لا يقال الارنب الا للأنثى**. ارنب صرف مادہ کو کہتے ہیں(کوکب الدری ج ۳ ص ۵) اسی لیے خَلفَهَا کی ضمیر مؤنث ہے۔ہمارے دیار میں اسے خرگوش کہا جاتا ہے۔

انفجنا ارنبا بمرّ الظهران: ابوداؤد کی روایت میں ہے''كنت غلاما حزوّراً بفتح الحاء والزاء والواو المشددة بعدها راء . اى شديدا قويا'' . طاقتور،تگڑا،لونڈا۔ وهو المراهق (عون) قریب البلوغ۔ قال يعقوب هو الذى قد كاد يدرك ولم يعول . جو کمال وبلوغ کے قریب ہو،ابھی بالغ عاقل نہ ہوا ہو۔(بذل) حاصل یہ ہے کہ میں اگرچہ بالغ نہ ہوا تھا مگر خوب ہوش وحواس اور قوت میں تھا اور بات مجھے صحیح طور پر یاد ہے۔

مرظہران کا محل وقوع: یہ مکہ سے شمالی جانب مدینہ کے پرانے راستے میں سولہ میل کے فاصلے پر واقع ہے،یہ محدود آبادی پر مشتمل نخلستانی علاقہ ہے،وہاں سے ترکاریاں وغیرہ مکہ پہنچتی ہیں،آج کل اسے وادی فاطمہ بھی کہا جاتا ہے،یہ فاطمہ نامی مالدارتر کی عورت کی طرف منسوب ہونے کی جوہ سے ہے نہ کہ فاطمہ بنت محمدؐ،اہل مکہ یہاں تفریح کیلئے جاتے ہیں۔

فبعث معى ابو طلحة بفخذها اى بور كها...... . مجھے میرے سوتیلے باپ ابوطلحہ نے شکاری خرگوش کے بھنے ہوئے گوشت کا پچھلا حصہ دیا کہ میں حضور ﷺ کے پاس لے جاؤں...... آنحضرت ﷺ نے اسے قبول فرمایا۔بخاری شریف میں

اسکے بجائے بور کیھا او بفخذیھا کے الفاظ ہیں یعنی سرین یارَان۔

خرگوش کی حلت کا حکم: آئمہ اربعہ اور اکثر اھل علم کے نزدیک خرگوش کا گوشت مباح اور حلال ہے۔سلف میں سے بعض (عبداللہ ابن عمرؓ صحابی، عکرمہؒ تابعی، محمد بن ابی لیلیٰؒ فقیہ) نے کراہت کا قول اختیار کیا ہے۔جمہور کی دلیل حدیث باب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارنب کے گوشت کو قبول فرمایا جو اسکی حلت کی تصریح وتثبیت ہے، کیونکہ آپ ﷺ کے سامنے گوشت پہنچا اگر اسمیں کراہت یا عدم اباحت ہوتی تو فوراً واپس کرتے اور انہیں بھی کھانے سے منع فرمادیتے، حالانکہ پکا ہوا گوشت قبول فرمایا جو صریح دلیل ہے ارنب کی حلت کی۔اور یہ حدیث بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ الغرض صحاح کی جملہ کتب میں موجود ہے اور صحیح ہے۔والعمل علی ھذا..... میں امام ترمذی نے یہی بیان کیا۔

بعض کی دلیل: یا عبداللہ ابن عمر ما تقول......؟ قال: قد جئی بھا الی رسول اللہؐ وانا جالس، فلم یاکلھا، ولم ینہ عَن اکلھا وزعم انّھا تحیض (ابو داؤد ۲/ر) اس شکاری شخص نے ابن عمرؓ سے دریافت کیا کہ آپ خرگوش کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کا حوالہ دیکر کراہت وعدم اکل کو بیان کیا۔یہی دلیل ہے بعض حضرات کی کہ ارنب مکروہ ہے

جواب: ا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اس وقت نہ کھانا اسکی حرمت یا کراہت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ عدم اشتھاء اور رغبت وطلب کے نہ ہونے کی وجہ سے تناول نہ فرمایا ولم ینـہ عَن اکلھا اسی کا قرینہ ہے ورنہ خود جیسے نہ کھایا تو انکو بھی منع فرمادیتے۔اور حلت کیلئے پہلی حدیث گذر چکی ہے۔

۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے اسکا ضعیف ہونا عون وبذل دونوں میں مذکور ہے اور یہ وضاحت ہے عثمان بن سعید کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معینؒ سے خالد بن حویرث کے متعلق پوچھا "فقال لا اعرفه" تو کہا میں اسے نہیں جانتا۔تو جسے ابن معین جیسے ناقد وامام فن نہ جانتے ہوں تو اسکے غیر معروف ہونے اور مشہور نہ ہونے میں کیا تردد ہے ایسی ضعیف حدیث سے استدلال ناتمام ہے۔باقی ابن عمرؓ کا انھا تحیض سے استدلال چنداں مفید نہیں کیونکہ حیض آنے سے تو اچھا ہوا کہ گوشت اس نجاست سے نظیف وبعید رہا یہ تو صفائی اور حلت بلا کراہت کی دلیل ہے کہ فاسد مادہ نکل گیا۔زعم ای قال انھا تحیضیھاں زعم قال کے معنیٰ میں ہے یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا اسے حیض آتا ہے۔آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا اسکے لحم کی کراہت بیان کرنے کیلئے نہیں تھا بلکہ اسکی حالت عجیبہ ونادرہ کا اظہار مقصود تھا (بذل) انھا تدمی: حیوانات اور ذی روح جانداروں میں سے عورت، بجو، چمگادڑ، خرگوش، کلبہ (کتیا)، ناقہ، چھپکلی کو حیض آتا ہے کذا فی القسطلانی (بذل)

۳. باب مَاجَاءَ فِي أكل الضب

وہ روایات جو "کفتار" کھانے کے بیان میں وارد ہوئی ہیں

۳۔حَدَّثَنَا قُتَيبَةُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بنُ أَنَسٍ عَن عَبدِ اللهِ بنِ دِينَارٍ عَن ابنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَن أَكلِ الضَّبِّ فَقَالَ لَا آكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ۔

قَالَ وَفِي البَابِ عَنْ عُمَرَ وَأَبِي سَعِيدٍ وَابنِ عَبَّاسٍ وَثَابِتِ بنِ وَدِيعَةَ وَجَابِرٍ وَعَبدِ الرَّحمَنِ بنِ حَسَنَةَ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَد اختَلَفَ أَهلُ العِلمِ فِي أَكلِ الضَّبِّ فَرَخَّصَ فِيهِ بَعضُ أَهلِ العِلمِ مِن أَصحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَغَيرِهِم وَكَرِهَهُ بَعضُهُم وَيُروَى عَن ابنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ أُكِلَ الضَّبُّ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّمَا تَرَكَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ تَقَذُّرًا

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے نبی ﷺ سے گوہ کھانے کے متعلق پوچھا گیا، آپ نے فرمایا میں کھاتا ہوں نہ حرام کرتا ہوں۔''

اس باب میں عمر، ابوسعید، ابن عباس، ثابت بن ودیعہ، جابر اور عبدالرحمٰن بن حسنہ سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے گوہ کھانے میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض اہل علم صحابہ اور تابعین نے اجازت دی ہے اور بعض نے مکروہ کہا ہے، اور ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ کے دسترخوان پر گوہ کھائی گئی، لیکن آپ نے گندگی کی وجہ سے ترک کیا۔

تشریح: حدیث اول: سئل عن اکل الضب : ضب هو دویبة تشبه الحرذ ون ولکنه اکبر منه قلیلا. گوہ یہ ایسا جاندار ہے جو گرگٹ سے مشابہت رکھتا ہے اور اس سے کچھ بڑا ہوتا ہے۔ مٹیالہ رنگ اور لمبی دم ہوتی ہے شنید ہے، کہ اسکی کھال بہت سخت اور مضبوط ہوتی ہے ہلکا پھلکا ڈھیلا یا پتھر اس پر اثر نہیں کرتا اسکے نر کو ضب اور مادہ کو ضبہ کہا جاتا ہے۔ مشہور ہے کہ یہ سانپ کی دشمن ہے اور اس کی دم قوی ہوتی ہے دم ہی سے سانپ کو مارتی ہے ہمارے دیار میں اسے گوہ، کفتار اور سوسمار کہا جاتا ہے۔

عجائب کفتار: قال ابن خالویہ یعیش سبعمائةسنةو انّه لا یشرب الماء ویبو ل فی کل اربعین یوماً قطرةولا یسقط لہ سنّ ویقال بل اسنانه قطعة واحدة (عون) ومن العجیب ان له ذکران ولأنثاه فرجان ویأکل اولاده ظنّاًمنه اذا خرجوا عن البیض انهم یفسدون البیض کذافی حیاة الحیوان (وکیف یباح)؟. (بذل)

سوسمار کا حکم: ۱۔ آئمہ ثلاثہ اور اصحاب ظواہر کے نزدیک گوہ کا گوشت مباح ہے۔

۲۔ حضرت علیؓ، امام اعمشؒ، زید بن وہبؒ کے نزدیک گوہ کا گوشت حرام ہے۔

۳۔ امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک گوہ کا گوشت مکروہ ہے۔ پھر امام طحاویؒ نے مکروہ تنزیہی اور علامہ عینی حنفیؒ نے (بنایہ ۱۱/ ۷۰۳) میں مکروہ تحریمی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

آئمہ ثلاثہ کی دلیل:

دلیل ۱۔ حَدَّثَنَا حَفصُ بنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعبَةُ عَن أَبِي بِشرٍ عَن سَعِيدِ بنِ جُبَيرٍ عَن ابنِ عَبَّاسٍ أَنَّ خَالَتَهُ أَهدَت إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ سَمنًا وَأَضُبًّا وَأَقِطًا فَأَكَلَ مِنَ السَّمنِ وَمِنَ الأَقِطِ وَتَرَكَ الأَضُبَّ تَقَذُّرًا وَأُكِلَ عَلَى مَائِدَتِهِ وَلَو كَانَ حَرَامًا مَا أُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.

''ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ان کی خالہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں گھی، پنیر اور سوسمار ھدیہ بھیجی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

گھی اور پنیر کھالیا اور نفرت کے باعث سوسمار کو ترک کر دیا ہاں آپ ﷺ کے دستر خوان پر اسے کھایا گیا اگر حرام ہوتی تو آپ ﷺ کے دستر خوان پر اسے نہ کھایا جاتا" (ابوداؤد ۲/۱۷۵)

دلیل ۲۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بَيْتَ مَيْمُوْنَةَ فَأُتِيَ بِضَبٍّ مَحْنُوْذٍ فَأَهْوٰى إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِيَدِهٖ فَقَالَ بَعْضُ النِّسْوَةِ اللَّاتِيْ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ أَخْبِرُوا النَّبِيَّ ﷺ بِمَا يُرِيْدُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهُ فَقَالُوْا هُوَ ضَبٌّ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَدَهٗ قَالَ فَقُلْتُ أَحَرَامٌ هُوَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِيْ فَأَجِدُنِيْ أَعَافُهٗ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهٗ فَأَكَلْتُهٗ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَنْظُرُ.

"ابن عباسؓ نقل کرتے ہیں کہ خالد بن ولیدؓ آپ ﷺ کے ساتھ سیدہ میمونہؓ کے گھر پر داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سامنے بھنی ہوئی گوہ پیش کی گئی آپ ﷺ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا بعض خواتین جو سیدہ میمونہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر میں موجود تھیں، کہنے لگیں کہ حضور ﷺ کو بتاؤ یہ کیا ہے، کیونکہ آپ اسے کھانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ بتایا گیا یا رسول اللہ یہ گوہ ہے یہ سن کر آپ نے ہاتھ کھینچ لیا، حضرت خالدؓ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں حرام نہیں ہے لیکن یہ میرے علاقے میں نہیں ہوتی اس وجہ سے مجھے اس سے نفرت ہے۔ خالدؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا اور کھایا اس حال میں کہ آپ ﷺ دیکھ رہے تھے"

دلیل ۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ وَدِيْعَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ جَيْشٍ فَأَصَبْنَا ضِبَابًا قَالَ فَشَوَّيْتُ مِنْهَا ضَبًّا فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَوَضَعْتُهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ فَأَخَذَ عُوْدًا فَعَدَّ بِهٖ أَصَابِعَهٗ ثُمَّ قَالَ إِنَّ أُمَّةً مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ مُسِخَتْ دَوَابَّ فِي الْأَرْضِ وَإِنِّيْ لَا أَدْرِيْ أَيُّ الدَّوَابِّ هِيَ قَالَ فَلَمْ يَأْكُلْ وَلَمْ يَنْهَ.

"ابن وہب، ثابت بن ودیعہ ؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم ایک لشکر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے ہم نے چند سوسمار پکڑ لیں۔ میں ایک گوہ بھون کر لایا، آپ ﷺ کے سامنے رکھ دی۔ آپ ﷺ نے ایک لکڑی لے کر اس کے پنجے کی انگلیوں کو شمار کیا اور فرمایا بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ مسخ ہو کر جانور بن گیا تھا اور مجھے معلوم نہیں وہ کونسا تھا؟ پھر آپ ﷺ نے اس کو تناول نہ کیا اور منع بھی نہیں کیا" یہ تینوں روایات اسکی حلت پر صراحتاً یا اشارۃً دال ہیں اور یہی انکا مستدل ہیں۔ نہایت ہی ادب سے عرض ہے کہ اگر اگلی روایت پر بھی نظر کرم فرما لیتے تو نھیٰ عن اکل لحم الضب کے صریح الفاظ پاتے اور یہ بھی عند الفقہاء مسلّم اصول ہے کہ محرم و مبیح میں سے ترجیح محرم ہی کو ہوتی ہے۔

فائدہ: ضب کے متعلق پہلی بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسے مباح قرار دیا پھر تقذر کی وجہ سے اسے کھایا نہیں پھر فرمایا کہ شاید یہ مسخ شدہ اقوام بنی اسرائیل والی شکل تو نہیں کہ اس شکل میں انہیں مسخ کیا گیا پھر فرمایا کہ میں اسے اپنی قوم کے علاقہ میں نہیں پاتا اس لیے توقف کیا اور نہ کھایا اور یہ موجود ہے کہ اسکے کھانے سے منع فرمایا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا آپ ﷺ نے ایک مباح چیز کو صرف اپنے

علاقے میں نہ پائے جانے کی وجہ سے نہ کھایا یہ کوئی عذر قوی نہیں؟ یا پھر ایک چیز کو مباح قرار دیکر حرام فرمایا؟ اس کی بذل میں ہے کہ پہلے توقف فرمایا آخر میں منع فرمادیا اور یہی اولیٰ واوفق ہے۔ثم بعد ذلک نهى عنه فصار حراماً وهذا الوجه اولى لان فيه تغليب الحظر (المانع) على الاباحة.

فائدہ: احناف کی دلیل:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ اَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ زُرْعَةَ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ اَبِيْ رَاشِدٍ الْحُبْرَانِيِّ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ اَكْلِ الضَّبِّ.

''عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا''

یہ احناف کی صریح دلیل ہے، اور قول ثالث والے حضرات کا بھی یہی مستدل ہے ۔

سوال: اس روایت میں اسمٰعیل بن عیاش شامی راوی ہے جو کمزور ہے پھر حجت کیسے؟ اور علامہ بیہقیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے قال تفرّد به اسماعيل بن عياش وليس بحجة اسماعیل بن عیاش اس میں متفرد ہے اور وہ حجت نہیں۔

جواب: ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ بیہقی کی یہ تنقید درست نہیں کیونکہ ابن عیاش کی روایت قوی ہے۔فان رواية اسماعيل عن الشاميين قوية عند البخارى. بلاشبہ اسماعیل کی روایت شامیوں سے تو امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ کے نزدیک بھی صحیح ہے......وحديث ابن عياش عن الشاميين قوى وهولاء شاميون ثقات (ملخص عن عون) ان اقتباسات سے سوال کا جواب واضح طور پر سامنے آ گیا کہ یہ روایت ابن عیاش صحیح ہے اسی طرح ابن جوزیؒ اور خطابیؒ کی بات سنے بھی دھوکہ مت کھائیں کیونکہ وقد صح الترمذى بعضها واخرج احمد وابوداؤد وصحّحه ابن حبان والطحاوى وسنده على شرط الشيخين ......(بذل) یہ عبارات مصرّح ومؤید ہیں کہ حرمت والی روایت صحیح قوی اور راجح ہے۔

فائدہ: قال النووى اجمع المسلمون على ان الضبّ حلال ليس بمكروه الا ما حكى عن اصحاب ابى حنيفة من كراهة والا ما حكاه القاضى عن قوم انهم قال هو حرام. (مسلم ۲/۱۵۱) علامہ نوویؒ نے کہا ہے کہ کفتار کی حلت واباحت پر اجماع ہے مکروہ نہیں مگر احناف سے کراہت منقول ہے اور قاضیؒ نے بعض (حضرت علی......) کا حرمت کا قول بھی نقل کیا ہے۔سوسمار کی اباحت پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ حالانکہ ساتھ ہی احناف اور بعض کے قول کراہت وحرمت کا اقرار کیا گیا ہے تو یہ اجماع کیسا ہوا؟ مزید یہ کہ امام ترمذیؒ نے بالتصریح کہا ہے وقد اختلف اهل العلم فى اكل الضبّ فرخّص فيه بعض اهل العلم من اصحاب النبى ﷺ وغيرهم وكرهه بعضهم، علامہ نوویؒ کی شرح کی عبارت کے بجائے یہ اصحاب صحاح میں سے امام ترمذیؒ کی عبارت ہے جو متن ہے اور اس میں صاف لکھا ہے وقد اختلف اهل العلم...... تحقیق اہل علم میں اختلاف ہے......۔ بہرصورت مسئلہ اختلافیہ ضرور ہے مگر وجہ ترجیح گذر چکی۔

فائدہ: ہمارے دیار برصغیر پاک وھند اور خراسان میں امام ابوحنیفہ کے پیرو اور مقلد ہی رستے بستے ہیں الا الشرید اور عموماً ضبّ کا قابل

نفرت ہونا مسلّم ہے جسکی اصل آپ ﷺ کے عمل میں موجود ہے اوراس سے ہر فرد امت کراہت کرتا ہے اس تعامل کی بھی ایک حیثیت ہے اور یہی درست ہے کہ گوہ کھانا درست نہیں۔ واللہ اعلم۔

فائدہ: کتاب الاثار (ص۱۷۹حدیث نمبر۸۱۶) میں امام محمدؒ نے سیدہ عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ کسی نے ضب ھدیۃً بھیجی حضور ﷺ سے اسکے متعلق دریافت کیا تو منع فرمایا اسی دوران ایک مانگنے والا آیا تو حضرت عائشہؓ نے اسے دینے کا قصد کیا آپ ﷺ نے فرمایا'' أتطعمينه مالاتاكلين'' کہ جو آپ نہیں کھاتیں وہ اسی کھلا رہی ہو؟ اسکے بعد یہ عبارت ہے وبه ناخذ وهو قول ابی حنيفةؒ. اس سے بھی واضح طور پر ممانعت معلوم ہو رہی ہے۔

۴. باب ما جاء في أكل الضبع

وہ روایات جو ''بجو'' کے کھانے کے بیان میں وارد ہوئی ہیں

٤ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخبَرَنَا ابْنُ جُرَيجٍ عَنْ عَبدِ اللّٰهِ بنِ عُبَيدِ بنِ عُمَيرٍ عَن ابنِ أَبِي عَمَّارٍ قَالَ قُلتُ لِجَابِرٍ الضَّبُعُ صَيدٌ هِيَ قَالَ نَعَم قَالَ قُلتُ آكُلُهَا قَالَ نَعَم قَالَ قُلتُ لَهُ أَقَالَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَم.

قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَد ذَهَبَ بَعضُ أَهلِ العِلمِ إِلَى هَذَا وَلَم يَرَوا بِأَكلِ الضَّبُعِ بَأسًا وَهُوَ قَولُ أَحمَدَ وَإِسحٰقَ وَرُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ حَدِيثٌ فِي كَرَاهِيَةِ أَكلِ الضَّبُعِ وَلَيسَ إِسنَادُهُ بِالقَوِيِّ. وَقَد كَرِهَ بَعضُ أَهلِ العِلمِ أَكلَ الضَّبُعِ وَهُوَ قَولُ ابنِ المُبَارَكِ قَالَ يَحيَى القَطَّانُ وَرَوَى جَرِيرُ ابنُ حَازِمٍ هَذَا الحَدِيثَ عَن عَبدِ اللّٰهِ بنِ عُبَيدِ بنِ عُمَيرٍ عَن ابنِ أَبِي عَمَّارٍ عَن جَابِرٍ عَن عُمَرَ قَولَهُ وَحَدِيثُ ابنِ جُرَيجٍ أَصَحُّ وَابنُ أَبِي عَمَّارٍ هُوَ عَبدُ الرَّحمَنِ بنُ عَبدِ اللّٰهِ بنِ أَبِي عَمَّارٍ المَكِّيُّ.

''ابن عمارؒ سے مروی ہے میں نے جابرؓ سے کہا کیا بجو شکار ہے؟ فرمایا ہاں شکار ہے، میں نے کہا کیا میں اسے کھالوں؟ فرمایا ہاں، میں نے کہا کیا رسول اللہ نے یہ فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، بعض اہل علم کا یہی قول ہے، انہوں نے بجو کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ یہ امام احمد اور اسحاق کا قول ہے، نبی ﷺ سے بجو کے گوشت کی کراہت کے متعلق حدیث مروی ہے اس کی سند قوی نہیں، بعض اہل علم نے بجو کے گوشت کو مکروہ کہا ہے اور یہ ابن مبارک کا قول ہے، یحیی بن قطان کہتے ہیں، جریر بن حازم نے یہ حدیث بواسطہ عبداللہ بن عبید بن عمیر، ابن ابی عمار، جابر، عمر کا قول نقل کیا ہے لیکن روایت ابن جریج زیادہ صحیح ہے۔

٥ ـ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَن إِسمَاعِيلَ بنِ مُسلِمٍ عَن عَبدِالكَرِيمِ أَبِي أُمَيَّةَ عَن حِبَّانَ بنِ جَزءٍ عَن أَخِيهِ خُزَيمَةَ بنِ جَزءٍ قَالَ: سَأَلتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَن أَكلِ الضَّبُعِ فَقَالَ: أَوَيَأكُلُ الضَّبُعَ أَحَدٌ؟ وَسَأَلتُهُ عَنِ الذِّئبِ فَقَالَ: أَوَيَأكُلُ الذِّئبَ أَحَدٌ فِيهِ خَيرٌ؟.

هَذَا حَدِيثٌ لَيسَ إِسنَادُهُ بِالقَوِيِّ لَا نَعرِفُهُ إِلَّا مِن حَدِيثِ إِسمَاعِيلَ بنِ مُسلِمٍ عَن عَبدِالكَرِيمِ أَبِي أُمَيَّةَ، وَهُوَ

عَبْدُالْكَرِيمِ بنُ قَيْسِ بن أبي الْمُخَارِقِ، وَعَبْدُالكَرِيمِ بنُ مَالِكٍ الْجَزَرِيُّ ثِقَةٌ.

''سیدنا خزیمہ بن جزء سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے بجو کھانے کے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا کیا کوئی آدمی بجو بھی کھاتا ہے؟ میں نے بھیڑئے کے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا کیا کوئی آدمی جس میں خیر ہو بھیڑیا بھی کھاتا ہے؟''

اس حدیث کی سند قوی نہیں۔ ہم اسے صرف اسماعیل بن مسلم کی سند سے پہچانتے ہیں جو عبدالکریم ابی امیہ سے راوی ہیں، محدثین نے اسماعیل اور عبدالکریم کے بارے میں کلام کیا ہے یہ عبدالکریم بن قیس بن ابی المخارق ہیں اور عبدالکریم بن مالک جزری ثقہ ہیں۔

تشریح: عَن الضبع ضبع کا معنیٰ ہے، بجو اور اسے ھنڈار بھی کہا جاتا ہے۔ اسکے متعلق عجیب بات یہ ہے کہ یہ ایک سال نر اور ایک سال مادہ رہتا ہے، نر ہونیکی مدت میں حاملہ ہوتا ہے اور مادہ ہونے کی مدت میں جنتا ہے۔

بجو کا حکم: شوافع کی نزدیک بجو حلال ہے اور یہی قول ابن عباسؓ اور عطاءؒ کا کہا گیا ہے، اما احمدؒ بھی اسکی حلت کی طرف گئے ہیں۔ احناف و مالکیہ اور جمہور اہل علم کے نزدیک یہ حرام ہے اور ذی ناب من السباع میں سے ہے بلکہ بدترین ہے کہ مُردوں کو کھاتا ہے اسی طرح سعید بن مسیبؒ اور سفیان ثوریؒ بھی اسے حرام قرار دیتے تھے۔

بعض کی دلیل: امام شافعیؒ نے بجو کی حلت پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ **قال قلت لجابر اصيد هي قال نعم قلت آكلها قال نعم قلت اقاله رسول الله ﷺ قال نعم.** کہ بجو کو شکار قرار دیا پھر کھانا درست کہا پھر اسے حضور ﷺ کا قول کہا۔

جمہور کی دلیل: ۱۔۔۔۔۔حدیث باب **خزيمة بن جزء قال سألت رسول الله ﷺ عن الضبع فقال او يأكل الضبع احد وفي رواية من يأكل الضبع.** خزیمہؓ سے ہے وہ کہتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے بجو کے متعلق دریافت کیا تو حیرت سے فرمایا کیا کوئی بجو کو بھی کھاتا ہے، اور یہ بھی آتا ہے کہ بجّو کو کون کھاتا ہے؟

۲۔ کل ذی ناب من السباع والی حدیث ہے اور بجو درندوں میں سے ہے۔

وجہ ترجیح: ۱۔ حدیث جابر آنحضرت ﷺ سے صریح اور مرفوع الفاظ نہیں ہیں بلکہ اپنی طرف سے جواب دیا اور یہ ہوسکتا ہے کہ یہ جواب انکے اجتہاد کی وجہ سے ہو اسکے برعکس درندوں کی حرمت والی حدیث خبر مشہور ہے۔

۲۔ حرمت والی حدیث مبیح پر فائق و راجح ہوگی عمومی اصول کی وجہ سے اور خبر مشہور ہونے کی وجہ سے اور یہ ہے کہ دلیل بعض خبر مشہور نہیں۔

الضبع أصيد هي؟ . آپ ﷺ کا بجو کو شکار قرار دینا اسکی حلت و اباحت پر بالکل دال نہیں بلکہ حرم شریف میں اگر کوئی اسے گزند پہنچائے تو وجوب دم اور لزوم جزا کی وجہ سے اسے شکار قرار دیا اسکی تصریح آخری جملے میں موجود ہے اور حرم شریف میں ایسا کرنے سے دم واجب ہوتا ہے جنایت فی الاحرام والحرم کی وجہ سے نہ کہ اباحت کی وجہ سے۔

اس سے مقصود یہ ہے کہ حرم میں بجو کا قتل کرنا بھی درست نہیں **لا حجة فيه على حلّ اكله لمن احلّ اكله لانه بيان**

نکونہ صیداً حتی یجب الجزاء بقتله. (بذل)ویجعل فیه ای فی قتله. یعنی احرام وحرم میں اسے قتل کرنے پر مینڈھا (مثل صوری کے طور پر) ادا کرنا ہوگا۔

٥۔بابُ ماجَاء فی أکْلِ لُحُومِ الْخَیْلِ

وہ روایات جوگھوڑے کے گوشت کھانے کے بیان میں وارد ہوئی ہیں

٦۔حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ وَنَصْرُبْنُ علیٍّ قالا:حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَن عَمْروبنِ دِیْنَارٍ عَن جَابِرٍقالَ:أطْعَمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لُحُومَ الْخَیْلِ وَنَهَانَا عَن لُحُومِ الْحُمُرِ. قال:وفی البابِ عَن أسْمَاء بِنْتَ أبِی بَکْرٍ.

قَالَ أبوعیسی:وهذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.وهکذا رَوَی غَیْرُ واحِدٍ عَن عَمْرِو بنِ دِیْنَارٍ عَن جَابِرٍ.وَرَوَی حَمَّادُبنُ زَیْدٍ عَن عَمْروبنِ دِیْنَارٍ عَن محمدِ بنِ عَلیٍّ عَن جَابِرٍ،وَرِوَایَةُ ابنِ عُیَیْنَةَ أصَحُّ.وَسَمِعْتُ محمداً یقولُ:سُفْیَانُ بنُ عُیَیْنَةَ أحْفَظُ مِنْ حَمَّادِ بنِ زَیْدٍ..

''سیدنا جابر سے مروی ہے،رسول اللہ نے ہمیں گھوڑے کا گوشت کھلایا ہے اور گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے اس باب میں اسما بنت ابی بکر سے روایت ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے،متعدد افراد نے بواسطہ عمرو بن دینار جابر سے نقل کیا ہے،حماد بن زید نے بواسطہ عمرو بن دینار اور محمد بن علی جابر سے نقل کیا ہے،ابن عیینہ کی روایت زیادہ صحیح ہے میں نے محمد بخاریؒ سے سنا کہہ رہے تھے سفیان بن عیینہ حماد سے احفظ ہیں.

تشریح:اطعمنا رسول اللہ ﷺ لحوم الخیل:اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں گھوڑے کا گوشت کھلایا،یعنی کھانے کی اجازت دی۔

گھوڑے کی حلت وحرمت کی تفصیل:۱- حدیث باب کی بنیاد پر عطاءؒ،ابن سیرینؒ،حسنؒ،اسود بن یزیدؒ،سعید بن جبیرؒ،لیث ؒ،ابن مبارکؒ،احمدؒ،امام شافعیؒ،ابو یوسفؒ،محمدؒ،ابوثورؒ،کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا جائز ہے۔(عون)

۲- امام ابوحنیفہ،اوزاعی،مالک،ابوعبیدہ رحمہم اللہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مکروہ ہے۔ابن عباسؓ بھی گھوڑے کے گوشت کو مکروہ سمجھتے ہیں۔امام ابوحنیفہ سے روایت حرمت کی ہے۔اور ظاہر الروایت میں کراہت منقول ہے۔مالک واوزاعی رحمہما اللہ سے بھی حرمت منقول ہے(کوکب الدری)نتیجہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو قول ہوئے ۱- عند الجمہور مباح وجواز کا ۲- امام ابوحنیفہ ومالک وغیرہ کے نزدیک حرمت یا کراہت کا۔

جمہور کے دلائل:باب کی حدیث جمہور کی دلیل ہے کہ ان میں اجازت اور عدم نہی کا ذکر ہے جو اباحت وحلت اور جواز پر صریح ہے۔

بعض کے دلائل:۱- قرآن کریم میں ہے:والخیل والبغال والحمیر لترکبواها وزینة (نحل ۸)اور گھوڑے اور خچر اور گدھے ہم نے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور زینت حاصل کرو۔

استدلال:یہ حضرات کہتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں ان تینوں جانوروں کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور انکی منفعت وافادیت

جتلائی گئی ہے، کہ تم ان پر سواری کرو، اور زینت حاصل کرو۔ اور ظاہر ہے کہ سب سے اہم و عام اور عمدہ نفع کو بیان کیا جاتا ہے یہاں ان تینوں کے دو فائدے بیان ہوئے سواری اور زینت۔ اگر ان میں سے کسی کا کھانا مباح و حلال ہوتا تو کھانا یقیناً سواری و زینت سے بڑی نعمت ہے تو باری تعالیٰ لتا کلوا ھا ارشاد فرماتے سواری و زینت کا ذکر کرنا اور اکل و کھانے کا ذکر نہ کرنا دلیل ہے حرمت کی اور یہ تینوں حرام ہیں جیسے دیگر دو (خچر و گدھا) کے بارے میں آپ بھی کہتے ہیں کہ حرام ہیں ہم کہتے ہیں کہ گھوڑے کو بھی اسی میں شمار کر لیجئے کیونکہ اسکا ذکر تو ہے بھی سب سے پہلے۔

استشهاد بر دليل هذا : بالکل اسی اسلوب کے مطابق اسی سورت کی دوسری آیت کریمہ میں ہے "**انما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير** ...... (نحل ۱۱۵) یقیناً تم پر مردار و خون اور سؤر کا گوشت حرام کیا...... یہاں لحم خنزیر کی تصریح اسکی اہمیت و کثرت کی وجہ سے ہے حالانکہ اسکی چربی و خون اور دیگر اجزاء کی حرمت میں علماء کا اتفاق و اجماع ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہوا کہ حرمت و نعمت میں اہم و اعظم کو ذکر کیا جاتا ہے، آیت متذکرہ بالا میں سواری و زینت کے ساتھ اکل کا ذکر نہ ہونا حرمت و عدم اکل کی دلیل ہے

۲- حدیث میں ہے جو خالد بن ولیدؓ سے روایت ہے اس میں خیل و بغال و حمیر تینوں کے کھانے سے نہی اور ممانعت مذکور ہے اور یہ مرفوع حدیث ہے۔ (ابو داؤد ۲؍۲)

۳- عقلی دلیل یہ کہ بغال (خچر) گدھے کی گھوڑی سے جفتی کے ساتھ گھوڑی کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور بچہ حلت و حرمت اور حریت و رقیت میں ماں کے تابع ہوتا ہے اگر گھوڑے اور گھوڑی کو حلال کہا جائے تو پھر اسکے بچے خچر کو بھی حلال کہا جائے حالانکہ خچر کی حلت کا کوئی قائل نہیں، تو معلوم ہوا خچر اور اسکی ماں دونوں حرام ہیں، پھر جب گھوڑی حرام تو گھوڑا بھی حرام۔

۴- امام صاحبؒ نے کہا ہے گھوڑا آلہ جہاد ہے کہ اسکا بھی غنیمت سے حصہ نکالا جاتا ہے، تو اسکی اباحت میں آلہ جہاد کی تقلیل ہوگی اور یہ دشمن کے ڈرانے اور دھاک بٹھانے کیلئے ہے اس لیے اسکی اباحت میں بے احترامی ہے اس لیے کھانا منع ہے۔ (ھدایہ)

جوابات: ۱- آیت شریفہ میں اکل کے عدم ذکر سے حرمت ثابت نہیں کی جاسکتی جیسا کہ گھوڑے پر بوجھ لادنے کا ذکر بھی اس آیت میں نہیں اور اس سے پہلی آیت میں ہے "**وتحمل اثقالكم**" (نحل ۷) اور وہ چوپائے اٹھاتے ہیں تمھارے بوجھوں کو دور دراز شہروں تک۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا گھوڑے پر بوجھ لادنا منع ہے یا درست اور معمول بہا۔ اسکا جواب یقیناً و عملاً اثبات میں ہے کہ بوجھ لادنا درست ہے حالانکہ آیت مذکورہ فی الدلیل میں بوجھ کا ذکر نہیں پھر بھی جائز ہے، اسی طرح اکل کا ذکر نہیں ہے لیکن بتصریح احادیث صحیحہ واردہ فی **لحوم الخيل** اسکا گوشت مباح ہے۔

۲- اسی کا دوسرا بہت ہی عمدہ جواب علامہ بغویؒ نے دیا ہے کہ یہ آیت و سورت مکی ہے اور حمیر و بغال و خیل کی حلت و حرمت کا مسئلہ غزوہ خیبر میں اٹھا اور آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا مزید براں کہ آیت متذکرہ بالا تحلیل و تحریم کے بیان میں سے ہے ہی نہیں بلکہ سیاق و سباق اور اسلوب بیان سے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و نعمت اور عطاء و رحمت کا ذکر ہے آیت حلت و حرمت کے متعلق خاموش ہے۔

ولما كان نصّ الآية يقتضي انّ الخيل والبغال والحمير مخلوقة للركوب والزينة وكان الاكل مسكوتا عنه،

دار الامر فیه علی الاباحة والتحریم، فوردت السنةباباحة لحوم الخیل وتحریم لحوم البغال والحمیر فاخذنا بھا جمعا بین النصین (خازن ج ۳ص ۱۱۴تحت الآیۃ) جب یہ آیت بطور تصریح ونص گھوڑے وخچر اور گدھے کی سواری اور زینت کے بیان کیلئے ہے، اور کھانے کے متعلق آیت خاموش ہے اب کھانے کا مسئلہ حلت وحرمت کے مابین دائر ہوا (فیصلے کیلئے) حدیث وارد ہوئی کہ گھوڑے کا گوشت درست اور خچر وگدھے کا حرام ہے ہم نے اسی کو لیا آیت وحدیث دونوں کو لیتے ہوئے۔

۳- خالد بن ولیدؓ والی حدیث کا دوٹوک جواب یہ ہے: عون میں ہے **والحدیث ضعیف** . اسے امام احمد بخاری، موسیٰ بن ہارون، دارقطنی ،خطابی، ابن عبدالبرؒ **رحمھم الله** ودیگر ناقدین فن نے ضعیف قرار دیا ہے لہذا احتجاج واستدلال کامل نہیں اسی کی تائید علامہ آلوسیؒ کی اس عبارت سے ہوتی ہے: **لکن انت تعلم ان ھذا الخبر (عن خالد بن ولید) یوھی امر الاستدلال لما ان خالد اقد اسلم بالمدینة والآیة مکیة..........** (روح المعانی تحت الآیۃ) لیکن تو جانتا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی حرمت والی روایت استدلال کو بیجان اور کمزور کردیتی ہے کیونکہ یہ مدینہ میں غزوہ خیبر کے بعد مسلمان ہوئے اور آیت مکی ہے۔ **وکیف یتم الاستدلال بھا.**

مزید: **قال الخطابی: فی حدیث جابر بیان اباحةلحوم الخیل واسناده جیّدواما اسناد حدیث خالدبن ولید ففی اسناده نظر** علامہ خطابیؒ کہتے ہیں حضرت جابرؓ کی حدیث اباحت لحم خیل میں ہے اور اسکی سند عمدہ اور قوی ہے اور خالدؓ کی حدیث کی سند میں نظر ہے۔ (بذل)

۴- دلیل نمبر تین کا جواب یہ ہے کہ خچر کی حرمت کے متعلق بلا اختلاف روایت ہے اس لیے وہ تو حرام ہی ہے، اور اسکی اجازت شریعت میں موجود ہے اس لیے یہ مباح ہے۔

۵- آلۃ جہاد کا احترام وتحفظ صرف حرمت وکراہت میں نہیں بلکہ اباحت وحلت کے باوجود اس کی حفاظت کی جائے مباح وحلال ہے کہ **واجب الاکل** تو نہیں جس کے ترک سے گناہگار ہونگے، لیکن حرمت کے قول میں ضیق ہے کہ مجبوری کے وقت بھی رکنا ہوگا ہاں حلت کی صورت میں حفاظت اور ضرورت کے وقت استعمال دونوں عمل میں رہیں گے اور اسی میں سہولت ہے اور یہی **اقرب الی السنة** ہے۔

فائدہ: ایک استدلال یوں بھی کیا جاتا ہے کہ مبیح اور محرّم میں اگر تعارض ہو تو ترجیح محرّم کو ہوتی ہے (**والاصول مسلّم**) یہاں اس قاعدے کے مطابق حدیث خالدؓ راجح ہونی چاہیے۔ اس کا جواب کلام سابق سے واضح ہے کہ یہ قاعدہ جب نافذ ہوگا جب دونوں روایتیں آپس میں صحت وقوت کے اعتبار سے مساوی ہوں حالانکہ صورت نزاعی میں حدیث خالد ضعیف ہے۔ ھدایہ رابع (۴۳۹ رحمانیہ) کے حاشیہ میں وفیہ نظر کے عنوان سے یہ بات مرقوم ہے۔

فائدہ: ھدایہ کے مذکورہ صفحہ میں ہے "**واما لبنه فقد قیل لا بأس به لانه لیس فی شربه تقلیل آلة الجھاد**". جب دودھ میں حرج نہیں جو مخلوق من اللحم ہے تو لحم کا بھی یہی حکم ہے۔

فائدہ: روح المعانی میں اسی آیت کی تقریر میں ہے: **وفی العمادیة انه رضی الله عنه رجع عن القول بالکراھةقبل موته بثلاثة ایام وعلیه الفتویٰ** (ج ۷ جزء ۱۴ص ۱۵۰) اور اس بحث کے اختتام پر رقم ہے **والذی امیل الیه الحقّ والله تعالیٰ اعلم**

وعلمہ اتم و امرہ احکم. اس سے امام صاحب کا رجوع اور علامہ آلوسی حنفیؒ کے نزدیک لحوم الخیل کی اباحت واضح ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے کمامر۔

تنبیہ: مسئلہ مدلل طور پر ہم نے پڑھ لیا اور الحمدللہ سمجھ بھی لیا لیکن یہ یاد رہے کہ اب بالخصوص برصغیر پاک وہند بلکہ مشرقی ایشیا میں گھوڑے کے ذبح اور کھانے کا معمول نہیں، اس وجہ سے نئی بات اور نزاع کھڑا کرنے کی حاجت نہیں اس میں امت کا نقصان ہے مسئلہ یہی ہے کہ ہم اسکے ذبح سے کسی کو روک نہیں سکتے ہاں شور وغل اور فتنہ بپا کرنے سے ضرور بچ سکتے ہیں۔وما توفیقی الا باللہ

٦۔بابُ ما جاءَ فی لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ

وہ روایات جو گھریلو گدھوں کے متعلق وارد ہوئی ہیں

۷۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابُ الثَّقَفِيُّ عَنْ يَحْيَى بنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ مَالِكِ بنِ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ و حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيٍّ قالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عن مُتْعَةِ النِّسَاءِ زَمَنَ خَيْبَرَ،وعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ.

"سیدنا علیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے خیبر کے زمانے میں منع فرمایا"

....حَدَّثَنَا سَعِيدُ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بنِ عَلِيٍّ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ يُكْنَى أَبَا هَاشِمٍ،قَالَ الزُّهْرِيُّ:وَ كَانَ أَرْضَاهُمَا الْحَسَنُ بنُ مُحَمَّدٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.وَقَالَ غَيْرُ سَعِيدِ بنِ عَبْدِالرحمٰنِ عَنِ ابنِ عُيَيْنَةَ وَ كَانَ أَرْضَاهُمَا عَبْدُاللّٰهِ بنُ مُحَمَّدٍ.

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"زہری کہتے ہیں ان دونوں بھائیوں میں بہتر حسن ہیں، سعید کے سوا دیگر نے ابن عیینہ سے روایت کیا ہے ان میں عبداللہ بن محمد بہتر ہیں". یہ حدیث حسن صحیح ہے.

۸۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ:أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، حَرَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ، كُلَّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَالْمُجَثَّمَةَ وَالْحِمَارَ الإِنْسِيَّ.

قَالَ:وفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَجَابِرٍ وَالْبَرَاءِ وابنِ أَبِي أَوْفَى وَأَنَسٍ والعِرْبَاضِ بنِ سَارِيَةَ وَأَبِي ثَعْلَبَةَ وَابنِ عُمَرَ وَأَبِي سَعِيدٍ.هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

وَرَوَى عَبْدُالْعَزِيزِ بنُ مُحَمَّدٍ وَغَيْرُهُ عَنْ مُحَمَّدِ بنِ عُمَرَ هٰذَا الْحَدِيثَ،وَإِنَّمَا ذَكَرُوا حَرْفاً وَاحِداً:نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ.

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن ہر کچلی والے درندے اور کھڑا کر کے نشانہ بنائے ہوئے جانور اور گھریلو گدھوں کو حرام قرار دیا"

اس باب میں علیؓ، جابرؓ، براءؓ، ابن ابی اوفیؓ، انسؓ، عرباض بن ساریہؓ، ابوثعلبؓ، ابن عمرؓ اور ابوسعیدؓ سے روایات موجود ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے، عبدالعزیز بن محمد اور دوسروں نے محمد بن عمرو سے اس حدیث کا صرف ایک حصہ ذکر کیا کہ حضورﷺ نے ہر کچلی والے درندے سے منع کیا ہے۔

تشریح: عَن لحوم الحمر الاهلية حُمُر یہ حمار کی جمع ہی اسی طرح حمیر اور احمرۃ بھی جمع آتی ہے۔ حیٰوۃ الحیوان میں گدھے کی کنیت ابوصابر وابوزیاد آتی ہے گدھی کو اتان، ام محمود، ام تولب...... کہتے ہیں۔ علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ کوئی حیوان سوائے گدھے اور گھوڑے کے ایسا نہیں جو اپنی جنس کے غیر سے جفتی کرتا ہو۔ گدھا تیس ماہ کی عمر میں اس قابل ہوتا ہے۔ یہ کریہہ الصوت اور گندا جانور ہے عرب مجلس میں اس کے ذکر کو خلاف ادب سمجھتے ہیں اور اسکی سواری کو ناپسند کرتے ہیں۔ اگرچہ اسکی سواری حرام نہیں کیونکہ قرآن وحدیث میں اسکی سواری کا ذکر ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ گدھے کی ہینگ وآواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو کیونکہ یہ شیطان کو دیکھ کر چلاتا ہے اور مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے فضل کا سوال کرو۔ مرغ کہتا ہے اذکروا اللہ یا غافلین (فیض ج ۳ ص ۴۰۵)

گھریلو گدھے کی حلت وحرمت کا حکم: جمہور اہل علم کے نزدیک گھریلو گدھا حرام ہے۔ ابن عباسؓ اور امام مالکؒ سے اسکی اباحت منقول ہے۔ بذل کے حاشیہ میں حیوٰۃ الحیوان کے حوالہ سے امام مالکؒ کی طرف منسوب یہ قول منقول ہے، لیکن بندہ کو حمار اھلی کی بحث وتفصیل میں اختلافی قول ابن عباسؓ کے سوا کسی کا نہیں ملا۔ ابن عبدالبرؒ نے گدھے کی حرمت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

دلیل: باب کی حدیثیں اسکی حرمت پر حجت ہیں اور انکی تائید میں روایات موجود ہیں۔

گدھے کی حرمت کی وجوہ: ۱- پہلی علت تو یہ ہے کہ گدھا عذرۃ اور گندگی کھاتا ہے۔ ۲- بار برداری اور نقل وحمل میں اسکی حاجت پیش آتی ہے۔ ۳- اسے نجس ہونے کی وجہ سے حرام قرار دیا "انما حرمها لانها رجس فی نفسها"۔ ۴- طبائع میں اس سے نفرت وکراہت کی وجہ سے حرمت ہوئی (عون)

گدھے کی حرمت بیس (۲۰) صحابہ کرامؓ سے منقول ہے:

۱- علی بن ابی طالبؓ ۲- جابر بن عبداللہؓ ۳- براء بن عازبؓ ۴- ابوسعید خدریؓ ۵- سلمة بن اکوعؓ
۶- ابن ابی اوفیؓ ۷- انس بن مالکؓ ۸- عرباض بن ساریہؓ ۹- ابوثعلبہ خشنیؓ ۱۰- عبداللہ بن عمرؓ
۱۱- حکم بن عمرو غفاریؓ ۱۲- مقدام بن معدیکرب ۱۳- ابوامامہ باہلیؓ ۱۴- ثابت بن ودیعہؓ ۱۵- ابوسلیک بدریؓ
۱۶- عبداللہ بن عمروؓ ۱۷- زاہر اسلمیؓ ۱۸- ابوہریرہؓ ۱۹- خالد بن ولیدؓ ۲۰- عبداللہ بن عباسؓ (فی آخر روایۃ)

اباحت کی دلیل: ابوداؤد ۲ر میں ہے "اطعم اهلک من سمین حمرک"۔ یہ اضافۃ الصفۃ الی الموصوف ہے یعنی حمر سمین موٹا گدھا۔ یہ قائلین اباحت کی دلیل ہے۔

جواب: ۱- تمام حفاظ نے غالب بن ابجر کی حدیث ھذا کو ضعیف قرار دیا ہے فلا احتجاج بها۔ ۲- بالفرض اگر اسے صحیح تسلیم کرلیا جائے تو یہ حالت اضطراری پر محمول ہے، خود راوی کا اپنا واقعہ اور اصابتنا سنة کے الفاظ اس پر دال ہیں، بلکہ یہی راوی بھی حرمت کا

اظہار واقرار کررہا ہے "وانک حرمت لحوم الحمر الاھلیۃ"۔ ۳- حلت واباحت کا عمومی حکم نہیں بلکہ فرد واحد کو حالت اضطراری میں اجازت دی۔ ۴- حافظؒ کہتے ہیں اسکی سند ضعیف متن شاذ اور احادیث صحیحہ مستفیضہ کے مخالف ہے فلااعتماد علیہ. ۵- شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں یہ ممکن ہے کہ اسکے پاس حمار وحشی اور جنگلی گدھے تھے جو اب مانوس اور گھریلو ہو چکے تھے ومثلہ مباح (تعلیق الممجد ص ۳۱۰)

جوال القریۃ .التی تاکل الجلۃ ای العذرۃ جوال سے مراد آوارہ پھرنے والا گندگی خور، پھرنڈر۔

ابن عباس کے قول کی توجیہ: ۱- ولعل الحدیث فی تحریمھا لم یبلغہ. خطابیؒ کہتے ہیں ہوسکتا ہے گدھے کی حرمت والی حدیث انکو نہ پہنچی ہو۔ ۲- یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ابن عباسؓ کا قول قدیم ہو بعد میں اباحت کا قول اختیار کیا ہو، کیونکہ احادیثِ اباحت کثیر ہیں اور صاحب عون نے کراہت نقل کرنے والے صحابہ میں ان کا نام بھی ذکر کیا ہے اور یہی تحقیق ہے (عون)

نھی رسول اللہ ﷺ زمن خیبر ...... اسکا پس منظر یہ ہے کہ خیبر جب فتح ہو چکا تو صحابہ کہتے ہیں ہمیں خارج القریۃ حمار انسی گھریلو گدھے ملے تو ہم نے آگ جلائی اور انہیں پکانا شروع کیا آنحضرت ﷺ کا اسطرف جب گذر ہوا تو فرمایا: علام اوقد تم ھذہ النیران؟ یہ آگ تم نے کس پر جلائی یعنی کیا پکا رہے ہو تو کہا حمار انسی آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا الاان اللہ ورسولہ ینھیانکم عنھا فانھا رجس من عمل الشیطان . آگاہ ہو جاؤ اللہ اور اسکا رسول بالیقین تمھیں اس سے روکتے ہیں یہ تو نجس اور شیطانی چرخہ ہے۔ یہ بھی آتا ہے کہ فرمایا ہانڈیوں میں جو کچھ ہے بہا دو پھر ایک صحابیؓ سے فرمایا جاؤ اور اعلان کردو اللہ اور اسکا رسول تمھیں گھریلو گدھے سے روکتے ہیں اور یہ ندا کرنے والے صحابی ابوطلحہ انصاریؓ تھے (عون)

گدھی کے دودھ کا حکم: اکثر اہل علم نے گدھی کے دودھ کو حرام قرار دیا ہے اور یہی راجح ہے کہ دودھ لحم کے تابع ہے اور اسی کے حکم میں ہوگا۔ لیکن عطاءؒ، زہریؒ، طاؤسؒ نے گدھی کے دودھ میں رخصت دی ہے حالانکہ اسکی رخصت نہیں۔ نیز بلاضرورت گدھے اور دیگر حرام جانوروں کو قتل کرنا بالاتفاق حرام ہے۔ (حیوٰۃ الحیوان)

عجیب وپرتاثیر حکایت: مسروقؒ سے حیوٰۃ الحیوان میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک گاؤں میں ایک آدمی کے پاس تین جانور مرغ، گدھا، کتا تھے۔ مرغ صبح کی نماز کیلئے جگاتا تھا، کتا اس کے گھر کا پہرہ دیتا تھا اور گدھے پر پانی و دیگر سامان لادتا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا، ہوا یوں کہ ایک دن لومڑی مرغ کو پکڑ کر کھا گئی سوا سکے اہل خانہ بہت غم زدہ ہوئے، وہ نیک وصالح آدمی تھا اس نے کہا شاید ہمارے لیے اسی میں بہتری ہو، پھر ایک دن بھیڑیا آیا اور گدھے کو چیر پھاڑ کر مار دیا، اس پر بھی اس نے وہی صبر آمیز جملہ کہا کہ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی میں ہمارے لیے خیر ہو۔ پھر اسکے بعد کتا بیمار ہو کر مر گیا اس پر بھی اس نے بے صبری نہیں کی اور صبر کا دامن تھامے رکھا اور کہا اسی میں ہی ہماری بھلائی ہو۔ پھر ایک دن یوں ہوا کہ جب صبح سویرے بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے آس پاس کے سب پڑوسی بحکم شاہ گرفتار ہو چکے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کا قصور یہ ہے کہ انکے پالتو جانوروں کی چہک اور آوازوں کی وجہ سے بادشاہ کو تکلیف ہوتی تھی تو اسکی پاداش میں انکے ساتھ یہ ہوا۔ یہ سن کر تو اس آدمی اور اسکے گھر والوں کی خوشی کی

انتہاء نہ رہی کہ ان جانوروں کی ہلاکت میں اللہ تعالی کی قدرت ورحمت کار فرما تھی کہ سب گرفتاری سے مامون رہے۔

سو جو بھی بندہ اپنے رب تعالی پر مکمل بھروسہ رکھتا ہے اور اسکے لطف وکرم پر نظر رکھتا ہے یقیناً وہ اللہ تعالی کے ہر اُمر پر راضی رہتا ہے اور خوشی ہی خوشی پاتا ہے "ان اللہ مع الصٰبرین" بالیقین اللہ تعالی کی قدرت ورحمت اور عنایت صبر والوں کے ساتھ ہے۔

متعہ: اس باب میں دوسرا مسئلہ "متعہ" کا ہے اگر چہ یہ کتاب النکاح جلد اول کا ہے، قدرے تفصیل مع التلخیص لکھی جاتی ہے، عورتوں سے انتفاع واستلذاذ کی پہلی صورت نکاح مسنون اور معتاد طریقہ ہے، یہ حکم ربانی، بیان قرآنی اور غیر حیوانی جائز طریقہ ہے، بلکہ مستحب وسنت ہے، دوسری صورت نکاح موقت ہے، جسے کتب حدیث میں "لفظ متعہ" سے تعبیر کیا گیا ہے، اسکی حرمت وممانعت شراب کی طرح بتدریج ہوئی اور کئی بار متعدد غزوات وخطبات اور اعلانات میں بیان اور واضح کی گئی چنانچہ حدیث باب میں ہے "نھی رسول اللہ ﷺ عن متعۃ النساء زمن خیبر" (بخاری ۲/۶۰۶، مسلم ۱/۴۵۲، ابوداود، ترمذی ۱/۲۱۳، ۲/۲، نسائی ۱/۲، ابن ماجہ، حضور اکرم ﷺ نے خیبر کے وقت عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمایا، تیسری صورت اعداء دین، مادر پدر آزاد، بدکردار واشرار، بلاتوبہ مرے تو داخل فی النار رافضیوں کے ہاں رائج ہے جسے وہ "متعہ" کہتے ہیں اور شوق سے ترغیب دیتے اور کرتے ہیں بلکہ باعث برکت سمجھتے ہیں، رافضیوں کا اختیار کردہ یہ متعہ بالکل زنا بے حیائی اور بے دینی ہے، لیکن کیا کریں دین سے بیزار وبدکردار کیلئے شیطانی عمل اور حرام میں شیرینی ہے، اللھم احفظنا من عقائدھم ومکائدھم (دور جاہلیت میں کچھ اور طریقے بھی رائج تھے جنہیں ختم اور کالعدم قرار دیا گیا) مذکورہ تین صورتوں میں سے پہلی مسنون، دوسری منسوخ، اور تیسری مردود ہے۔

متعہ کا نسخ: نکاح مؤقت یا متعہ کا جواز ابتداء اسلام میں تھا جیسے سود وشراب کی آغاز اسلام میں اجازت تھی، پھر سود وشراب کے حرام ہونے کے بعد حلّت واباحت کی کوئی گنجائش اور صورت نہیں بلکہ قطعی حرام اور موجب سزا ہیں بعینہ اسی طرح متعہ منسوخ وممنوع ہے، حتمی اور آخری اعلان حرمت وممانعت کے بعد جواز کی کسی صورت کا تصور نہیں، اس کی دلیل حدیث باب ہے، جو صحاح ستہ اور دیگر کئی معتبر کتب حدیث میں موجود ہے، پھر حیران کن امر یہ ہے کہ حرمت متعہ کی روایت مروی بھی "حضرت علیؓ" سے ہیں جنکے نام پر متعہ کی اولاتقیہ باز رافضی امت مسلمہ کو فریب دیتا ہے، مزید یہ بھی یاد رہے کہ صحیح بخاری میں تین راویوں کے سوا سب شیر خدا کے خانوادہ کے راوی ہیں۔

نسخ متعہ کی روایات میں تطبیق: نسخ متعہ کی احادیث وروایات پر تو اتفاق ہے کہ متعہ منسوخ وممنوع ہے، البتہ اختلاف اس میں ہے کہ کب منسوخ ہوا، ۱۔ چنانچہ بعض روایات میں غزوہ خیبر کے موقع پر ہوا، جیسے حدیث باب میں ہے، ۲۔ ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ میں ہوا، عن سبرۃ انّ رسول اللہ ﷺ نھیٰ عن متعۃ النساء بفتح مکۃ (کنز ۱۶/۵۲۵ رقم ۴۵۷۳۷)، ۳۔ ایک روایت میں ہے غزوہ اوطاس میں ہوا، سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں: رخص رسول اللہ ﷺ عام اوطاس فی المتعۃ ثلاثا ثم نھیٰ عنھا (مسلم ۱/۴۵۱)، ۴۔ ایک روایت میں غزوہ تبوک کا ذکر بھی ہے: انّ النبی ﷺ نھی فی غزوۃ تبوک عن نکاح المتعۃ (فتح الباری ۹/۱۶۸)، ۵۔ ایک روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع میں ہوا: عن محمد بن الحنفیۃ قال: "تکلّم علیّ و ابن عباس فی متعۃ النساء، قال لہ علیّ: انک امرأتائہ، انّ رسول اللہ نھی عن متعۃ النساء فی حجۃ الوداع" (کنز ۱۶/۶۲۸) تطبیق کا حاصل یہ ہے کہ غزوہ تبوک والی روایت ضعیف وناقابل احتجاج واعتبار ہے (فتح ۹/۱۷۰) حجۃ الوداع

میں مسلمانوں کے جم غفیر اور کثیر مجمع میں اطلاع عام کیلئے منع اور اعلان کی گیا، جبکہ اصل حرمت کا حکم پہلے صادر فرما چکے تھے یہاں صرف اعلان ہوا، غزوہ اوطاس کا جو ذکر ہے یہ اس لئے کہ غزوہ اوطاس فتح مکہ کے متصل بعد اسی سفر میں پیش آیا اس لئے ذکر میں غزوہ اوطاس کا نام راوی نے لیا ''عام غزوہ اوطاس'' کے الفاظ پر غور کیجئے، باقی دو روایات ہیں ا غزوہ خیبر میں، ۲. فتح مکہ میں، علامہ نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ قبلہ کی طرح متعہ میں بھی دو مرتبہ نسخ ہوا۔ پہلے اباحت تھی، غزوہ خیبر میں ممانعت وحرمت فرمائی پھر ضرورتِ فتح مکہ میں تین دن تک اجازت دی پھر تین دن کے بعد ابدالآباد تک حرام قرار دیا اور تا قیامت حرام ہے واللہ اعلم وامرہ احکم۔

ستم بالا ستم: اس حرام اور قبیح تر مردود فعل کو ابن عباسؓ کا قول ومسلک اور فتویٰ بھی قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ابن عباسؓ اسکے قائل تھے، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس اور انکار رجوع ثابت وبرحق ہے، چنانچہ امام ترمذی نے جلد اول میں خوب اس کا دفعہ کیا ہے، لکھتے ہیں وانما روی عن ابن عباس شئ من الرخصة فی المتعة، ثم رجع عن قوله حیث اخبر عن النبیؐ (ترمذی ۱/۲۱۳) اس میں تصریح ہے کہ حدیث پہنچنے سے پہلے ان کا یہ قول تھا حدیث پہنچنے پرانہوں نے رجوع فرمالیا، التعلیق الصبیح علی مشکوۃ المصابیح ۲۶/۴ میں متعہ کے متعلق ابن عباسؓ کا قول ہے فرمایا: وما هی الا کالمیتة والدم والخنزیر (ایضامعالم السنن ۱۹/۳)

رافضیت کی عظیم تر عبادت: رافضیوں کا مجتہد فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر منہاج الصادقین ص ۴۹۳ پر متعہ کے فضائل میں آپؐ کی طرف منسوب کر کے روایت لکھتا ہے: من تمتّع مرة کان درجته کدرجة الحسین، ومن تمتع مرتین فدرجته کدرجة الحسن، ومن تمتع ثلاث مرات کان درجته کدرجة علی ابن ابی طالب، ومن تمتع اربع مرات فدرجته کدرجتی ۔ فلعنة الله علی الکذبین رافضی اسے تفسیر کبیر سے موسوم کرتے ہیں جسکا اقتباس آپ نے ملاحظہ کیا۔ آگے امام ترمذی نے کئی صحابہ کرامؓ کی روایات کا حوالہ دیا ہے۔

تیسرا مسئلہ: اس باب میں حشرات الارض کیڑے مکوڑے اور زمین پر رینگنے والے جانداروں کی حلت وحرمت کا بیان مقصود ہے

حشرات الارض یعنی کیڑوں مکوڑوں کا حکم: بحر وبرّ اور زمین پر رہنے والے جانداروں کی تین اقسام ہیں۔

۱-ما لیس له دم اصلا: وہ جن میں بالکل خون ہوتا ہی نہیں جیسے جراد، ٹڈی، بھڑ، مکھی، مکڑی، عضابہ، گبریلا، بعاشۃ، بچھو وغیرہ باستثناء جراد باقی سب کو کھانا حرام ہے۔ جراد کا حکم حلت حدیث مبارکہ میں وارد ہے۔ " احلت لنا میتتان،، کہ دو بلا ذبح مرنے والے ٹڈی اور مچھلی ہمارے لیے حلال ہیں۔ انکے علاوہ کی حرمت کی دلیل یہ کہ یہ تمام خبائث میں سے ہیں اور طبیعت ان سے انتہائی نفرت وبعد برتتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ویحلّ لهم الطیّبٰت ویحرّم علیهم الخبائث. (اعراف ۱۵۷) وہ اللہ ان کیلئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اوران پر خبیث چیزوں اور جانوروں کو حرام کرتا ہے۔

۲-ما لیس له دم سائل: جن میں خون موجود ہے محسوس بھی ہوتا ہے۔ لیکن بہتا نہیں جیسے سانپ، چھپکلی ودیگر حشرات الارض چوہا، بندر، نیولا، گوہ، یربوع، (یہ چوہے کی مانند ہوتا ہے اگلی ٹانگیں چھوٹی پچھلی ٹانگیں لمبی اور دم بھی لمبی ہوتی ہے) انکی حرمت بھی اتفاقی ہے سوائے کفتار کے کہ اسکی تفصیل قریب ہی گذر چکی ہے۔ خبائث کے ماتحت مندرج ہے۔

۳-ماله دم سائل له نوعان مستأنس و متوحش: وہ جانور جن میں بہنے والا خون ہوتا ہے پھر انکی دو قسمیں ہیں:

۱- انسانوں سے مانوس اور پالتو: جیسے بکری، گائے، اونٹ وغیرہ ان میں سے خچر بالاتفاق گدھا باختلاف یسیر اور خیل باختلاف حرام ہیں۔ باقی حلال ہیں۔ خیل کی بحث گذر چکی اور حمیر کی بحث آگے آرہی ہے۔ انکی حلت کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: **یسئلونک ماذا احلّ لهم قل احلّ لكم الطيبات، واليوم احلّ لكم الطيبات** (مائدہ ۴،۵) آپ سے وہ پوچھتے ہیں ان کیلئے کیا کیا حلال ہے آپ کہہ دیجیے تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں، اور آج تمہارے لیے طیبات وعمدہ کو حلال کر دیا گیا۔ ہاں درندوں میں سے مانوس مثلاً بلی، کتا یہ حلال نہیں۔

۲- متوحش اور غیر مانوس بدکنے اور بھاگنے والے: ان میں سے ہرن، نیل گائے (نر و مادہ دونوں) حمار وحشی بالاتفاق حلال ہے۔ اسکی دلیل بھی آیت بالا ہے ان میں سے جو ذی ناب درندے اور ذی مخلب پرندے ہیں یہ بھی حرام ہیں، چنانچہ زیر بحث باب کی حدیث مبارکہ میں ارشاد گرامی ہے **نهى عَن كل ذى ناب من السباع و كل ذى مخلب من الطير** . بالیقین اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجے والے پرندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ درندوں میں ذی ناب اور کچلی والے جیسے شیر، بھیڑیا، بجو، چیتا، لومڑی، جنگلی بلی، تیندوا، سنجاب (یہ چوہے سے ذرا بڑا ہوتا ہے) بندر، ہاتھی یہ سب بالاتفاق حرام ہیں سوائے بجو کے کہ اسمیں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے جو مستقل باب ۲ میں گذر چکا ہے۔ پرندوں میں ذی مخلب پنجے والے جیسے باز، شکرہ، شاہین، چیل، عقاب، کوا، گدھ، وما اشبہ ذلک یہ بھی مذکورہ خبر مشہور کے تحت مندرج ہو کر حرام ہیں۔ مانوس پرندوں میں سے مرغی، بطخ اور متوحش و غیر مانوس میں سے کبوتر فاختہ، چڑیا، کرکی (بڑی بطخ) **ونحوها حلال بالاجماع** ۔ یہ حلال ہیں اسیطرح وہ پرندے جو ذی مخلب نہیں اور گندگی نہیں کھاتے بلکہ پتے، پھول، گھاس، دانے وغیرہ کھاتے ہیں تو مکروہ نہیں ہاں اگر گندگی کھاتے ہیں بھلے پنجے والے نہیں تو مکروہ ہونگے۔ جو پرندے ملی جلی غذا کھاتے ہیں انکے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق یہی حکم ہے کہ وہ مکروہ نہیں۔ (**هذا ما في البذل من البدائع**)

نهى عَن اكل ذى ناب من السباع . کچلی والے درندوں کے کھانے سے منع کیا۔ مثلاً شیر، بھیڑیا، کتا وغیرہ، ذی ناب کے ساتھ من السباع کی قید بڑھانے کا فائدہ یہ ہے کہ صرف ذی ناب ہونے کی وجہ سے حرمت کا حکم لاگو نہ ہوگا بلکہ ذی ناب کے ساتھ ساتھ درندہ صفت اور حملہ آور ہونے والا ہو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اونٹ ذی ناب تو ہے مگر سباع و درندہ نہیں بلکہ کارندہ ہے تو وہ حلال ہے۔

ذی ناب سے مراد: المراد بالناب الآلة الجارحة التي بها يعدو على الناس بانيابه.

اس حدیث میں ذی مخلب من الطیر کا لفظ زیادہ ہے یعنی پرندوں میں سے پنجے سے شکار کرنے والے۔

۷-بابُ ماجاءَ فی الأَكلِ فی آنِيَةِ الكُفَّارِ

وہ روایات جو کفار کے برتنوں میں کھانے کے متعلق وارد ہوئی ہیں

۹-حَدَّثَنَا زَيْدُ بنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا سَلْمُ بنُ قُتَيبَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ قَالَ: سُئِلَ

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَن قُدُورِ الْمَجُوسِ قَالَ:أنقُوهَا غَسلاً وَاطْبُخُوا فِيهَا وَنَهَى عَن كُلِّ سَبُعٍ ذِي نَابٍ .
هَـذَا حَدِيثٌ مَشهُورٌ مِنْ حَدِيثِ أبِي ثَعْلَبَة،وَرَوَى عَنهُ مِن غَيرِ هَذَا الوَجهِ.وَأَبُو ثَعْلَبَةَ اسْمُهُ جُرثُومٌ وَيُقَالُ جُرهُمُ وَيُقَالُ نَاشِبٌ.وَقَدْذُكِرَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ.

''سیدنا ابوثعلبہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ سے مجوسیوں کی ہانڈیوں کے متعلق پوچھا گیا، آپ نے فرمایا ان کو دھوکر صاف کرلو، اور ان میں کھانا پکالو اور ہر کچلی والے درندے سے منع فرمایا''

یہ حدیث ابوثعلبہ مشہور ہے اس طریق کے علاوہ بھی ابوثعلبہ سے مروی ہے ابوثعلبہ کا نام جرثوم، جرہم اور ناشب بھی کہا گیا ہے، یہ حدیث ابوقلابہ سے بواسطۂ اسماء رحبی بھی ابوثعلبہ سے مذکور ہے۔

١٠ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ عِيسَى بن يَزِيدَ البَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بنُ مُحَمَّدٍ العَيْشِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ عن أَيُّوبَ وَقَتَادَةَ عَن أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَن أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ:يَارَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا بِأَرضِ أَهْلِ كِتَابٍ فَنَطْبُخُ فِي قُدُورِهِمْ وَنَشْرَبُ فِي آنِيَتِهِمْ؟فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:إِنْ لَمْ تَجِدُوا غَيْرَهَا فَارْحَضُوهَا بِالْمَاءِ،ثُمَّ قَالَ:يَارَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا بِأَرضِ صَيْدٍ فَكَيْفَ نَصْنَعُ؟قَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُكَلَّبَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَقَتَلَ فَكُلْ،وَإِنْ غَيْرَ مُكَلَّبٍ فَذُكِّيَ فَكُلْ،وَإِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَقَتَلَ فَكُلْ.
هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوثعلبہ خشنیؓ سے مروی ہے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم اہل کتاب کے علاقہ میں رہتے ہیں، پس ان کی ہانڈیوں میں پکاتے ہیں، اور ان کے برتنوں میں پیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم انکے برتنوں کے علاوہ نہ پاؤ تو انہیں پانی سے صاف دھولو ابوثعلبہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم شکاری علاقہ میں ہیں کیا کریں؟ آپ نے فرمایا جب تم نے اللہ کا نام لیکر اپنا سکھلایا ہوا کتا چھوڑ دیا پھر اس نے شکار کو قتل کرڈالا، تو اسے کھالو اور اگر سکھلایا ہوا نہ ہو اور شکار ذبح کیا گیا ہو تو بھی کھالو اور جب تم نے اپنا تیر چلایا اور اللہ کا نام پڑھ دیا اور اس نے قتل کرڈالا تو بھی کھالو''

یہ حدیث حسن صحیح ہے.

تشریح: کفار کے برتنوں کی چند صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ اگر معلوم ہے کہ کافر خنزیر و مردار پکاتے ہیں، شراب پیتے ہیں تو ایسے برتن بغیر مانجے و دھوئے اور صاف کیے استعمال نہیں کرسکتے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ کافر ایسے ہیں جو ناپاک چیزیں استعمال کرتے ہیں اور اسے قابل تعریف گردانتے ہیں جیسے مجوس و ہنود گائے کے پیشاب سے برتن دھونے کو اچھا سمجھتے اور کرتے ہیں تو ان کا حکم بھی پہلے سے مختلف نہیں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کفار کے ایسے برتن جن میں وہ اپنی سوکھی چیزیں مثلاً آٹا، چینی وغیرہ رکھتے ہیں اور عموماً ان کے متعلق نجس ہونے کا تاثر نہیں تو انکا استعمال بغیر دھوئے بھی درست ہے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ کفار اہل کتاب ہوں بشرطیکہ اپنی مذہبی تعلیمات پر کاربند ہوں، تو ان کے برتن استعمال میں لانا درست ہے۔ لیکن یادرہے کہ یہ حکم موجودہ یہودونصاریٰ کا نہیں اسلئے کہ انہوں نے اپنی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ صاحب کمالینؒ کہتے ہیں: آجکل عیسائیوں اور یہودیوں کی اکثریت اہل کتاب نہیں کیونکہ آجکل اکثر یہودی وعیسائی برائے نام ہی اہل کتاب ہیں انکا ذبیحہ اور نکاح اصلی کتابی جیسا نہیں سمجھا جائیگا۔ (کمالین ۲/۳۴) پہلی حدیث میں رخصت اور روک ٹوک نہ ہونا چوتھی صورت کیلئے ہے اور دوسری حدیث میں باقی صورتوں کی قیود اور حکم ہے۔ سفر ہجرت میں ام معبد کے برتن میں دودھ پینا بھی دلیل ہے کفار کے برتن استعمال کرنے کی **و کثیر من الواقعات.**

انقوا ھا: انقاء باب افعال سے امر ہے، قدور قدر کی جمع ھانڈی۔

ان لم تجدوا غیرھا.... اس سے معلوم ہوا کہ جس حد تک ان کے نحوست بھرے برتنوں سے بچ سکیں بچنا چاہئے۔ بوقت ضرورت بقدرِ ضرورت صاف کر کے استعمال کر سکتے ہیں۔

مسئلہ: اس سے یہ مسئلہ حل ہوتا ہے کہ ہمارے دیار میں ایک ادارے یا کارخانے میں مسلمانوں کے ساتھ عیسائی، یہودی اور دیگر غیر مسلم کام کرتے ہیں، اور کارخانے میں اکثر ایک کولر اور ایک گلاس ہوتا ہے، جس سے سب پانی پیتے ہیں ایسے میں مسلمان کیا کریں تو حکم یہی ہے کہ اگر کافر نے استعمال نہیں کیا پھر تو مسلمانوں کیلئے درست ہے، اگر اسے کافر نے استعمال کیا ہے تو پھر دھوئے بغیر نہیں۔ واللہ اعلم

۸۔ بابُ ماجاءَ فی الْفارَةِ تَمُوتُ فی السَّمْنِ

وہ روایات جو گھی میں گر کر مرے ہوئے چوہے کے متعلق وارد ہوئی ہیں

۱۱۔ حَدَّثَنَا سَعِیدُبْنُ عبدِالرَّحمٰنِ المَخزُومِیُّ وأبُو عَمَّارٍ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَیْمُوْنَةَ أنَّ فَأْرَةَ وَقَعَتْ فِی سَمْنٍ فَمَاتَتْ، فَسُئِلَ عَنْهَا النَّبِیُّ ﷺ فقال: أَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوهُ.

قال: وفی البَابِ عَنْ أبی هُرَیْرَةَ. قَالَ أَبُوعِیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ. وقَدْرُوِیَ هَذَا الْحَدِیثُ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُبَیْدِاللّٰہِ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، أنَّ النَّبِیَّ ﷺ سُئِلَ وَلَمْ یَذْکُرُوافِیهِ عَنْ مَیْمُوْنَةَ.

وَحَدِیثُ ابنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَیْمُونَةَ أَصَحُّ. وَرَوَی مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِیدِبنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ نَحْوَهُ. هو حَدِیثٌ غَیْرُ مَحْفُوظٍ، وسَمِعْتُ مُحَمَّدَبنَ إِسْمَاعِیلَ یَقُولُ: وحدیثُ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِیدِ بنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ أبی هُرَیْرَةَ عن النَّبِیِّ ﷺ وَذَکَرَ فِیهِ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْهُ، فَقَالَ: إذَا کَانَ جَامِداً فَأَلْقُوهَا وَمَاحَوْلَهَا وَإِنْ کَانَ مَائِعاً فَلَا تَقْرَبُوهُ، هَذَا خَطَأٌ أَخْطَأَ فِیهِ مَعْمَرٌ قال: والصَّحِیحُ حَدِیثُ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُبَیْدِاللّٰہِ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَیْمُونَةَ.

"سیدۃ میمونہؓ سے مروی ہے ایک چوہا گھی میں گر کر مر گیا نبی ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا چوہے کو اس اس کے گرد گھی کو پھینک دو، پھر باقی کو کھالو"

اس باب میں ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے ۔یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس میں یہ حدیث زہری سے بواسطہ عبید اللہ ابن عباس بھی مروی ہے، اس میں میمونہ کا ذکر نہیں لیکن ابن عباس کی روایت بواسطہ سیدہ میمونہ صحیح تر ہے، معمر نے زہری سے اور انہوں نے بواسطہ سعید بن میتب ابو ہریرۃؓ سے اسی کے مثل نقل کیا ہے، یہ روایت غیر محفوظ ہے میں نے محمد بخاری سے سنا فرما رہے تھے اس باب میں معمر والی روایت میں غلطی ہے صحیح روایت زہری سے بواسطہ عبید اللہ، ابن عباس عن میمونہؓ ہے۔

تشریح: چوہا گرنے سے گھی کا حکم: ا- گھی اگر جما ہوا ہے (جیسے ٹھنڈے موسم میں ہوتا ہے) پھر اسمیں چوہا گر جائے تو چوہا نکالا جائے اور اس کے ارد گرد گھی نکال دیا جائے باقی گھی پاک ہے اور اس کا استعمال درست ہے۔

۲- اگر گھی یا تیل پگھلا ہوا ہے اور اسمیں چوہا گرا ہے تو اکثر اہل علم بلکہ جمہور کے نزدیک وہ سارا گھی نجس ہے اور اسکا کھانا درست نہیں۔

گھی نکالنے کی مقدار: کتنا گھی نکالا جائے؟

ا- ایک ہتھیلی کے برابر گھی نکال دیا جائے۔ ۲- اسکی مقدار مقرر نہیں بلکہ مبتلا بہ کی صوابدید پر ہے کہ جہاں تک اسے چوہے کے اثرات اور نشانات کا اندازہ ہو اتنا نکال دے باقی درست ہے۔

دلیل: حدیث اول میں ما حولھا سے مراد جامد گھی کی صورت میں وہی ہوگا جو حصہ چوہے کے ارد گرد لگا ہے اور پگھلے ہونے کی صورت میں ما حولھا سے مراد پورا گھی ہے کیونکہ اسمیں حد مقرر ہو ہی نہیں سکتی، اور نجاست کے اثرات وذرّات فوراً سب گھی میں تحلیل ہو جاتے ہیں اور کسی حصے یا مقدار کو غیر متأثر نہیں کہا جا سکتا جیسے کہ پانی کا حکم ہے صرف اتنا فرق ہے کہ گھی، تیل وغیرہ میں چکناہٹ ہوتی ہے جو نجاست کے اثر کو پھیلنے سے روکنے یا محدود کرنے میں مؤثر نہیں۔ہاں جامد ہونا مؤثر ومانع ہے اس لیے اس کا حکم الگ ہے حدیث ثانی میں تو تفصیل بالکل صراحت سے موجود ہے کہ جامد کا حکم الگ ہے اور پگھلے ہوئے مائع وسیال کا حکم الگ ہے۔

نجاست گرے گھی سے انتفاع کا حکم: مذکورہ تفصیل سے اتنی بات واضح ہو چکی کہ جس گھی میں چوہا گرے وہ نجس ہے اور دونوں صورتوں کا حکم جدا جدا ذکر ہوا، اب بحث یہ ہے کہ کھانے کے سوا کسی دوسری چیز اور کام میں اس سے نفع حاصل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اسکے ناپاک ہونے کا حکم اتفاقی ہے لیکن اس سے فائدہ اٹھانے میں اختلاف ہے۔

ا- امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک کوئی اور چیز تیار کرنے میں مثلاً صابن بنانے میں تو اس کا استعمال جائز ہے اسے بیچ نہیں سکتے۔ امام مالکؒ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ اس سے مسجد کا چراغ روشن نہ کریں۔

دلیل: عمدۃ القاری (ج۲۱ص۱۲۸) میں یہ روایت ہے ان اللہ تعالی اذا حرّم اکل شیء حرّم ثمنه . بلاشبہ اللہ تعالی نے جس چیز کا کھانا حرام کیا ہے اسکی قیمت بھی حرام کی ہے۔ جب اس گھی کا کھانا درست نہیں تو بیچنا اور بیچ کر اسکی قیمت استعمال میں لانا بھی درست نہیں۔

جواب: احنافؒ اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس حدیث میں نجس لعینہ کا حکم بیان ہوا ہے، جو نجس العین ہو اسکا کھانا بھی حرام اور اسکا

بیچنا بھی حرام لیکن جس گھی میں چوہا گرا ہے یہ نجس العین نہیں اس لیے یہ استدلال تام نہیں۔

۲-امام احمدؒ کے نزدیک اس گھی سے کوئی فائدہ بھی حاصل نہیں کر سکتے۔دلیل: باب کی حدیث ثانی میں وان کان مائعا فلا تقربوہ . اگر بہنے والا ہے تو اس کے قریب مت جاؤ سارا نجس ہے اس لیے اکل وانتفاع دونوں درست نہیں۔

جواب: اسکا جواب یہ ہے کہ عندالجمہور اس سے مراد "فلا تقربوہ للأکل" ہے کہ کھانے کیلئے اس کے قریب مت جاؤ دیگر فوائد حاصل کرنے کی ممانعت نہیں، نیز یہ بھی ہے کہ اگر اسے تسلیم بھی کر لیں تو اس سے مائع اور پگھلے ہوئے کا حکم حاصل ہوگا جامد گھی کیلئے تو پھر بھی اس سے ممانعت ثابت نہیں ہو سکتی۔

۳- حنفیہ کے نزدیک کھانے کے سوا دیگر فوائد حاصل کرنا جائز ہے۔

دلیل: وان کان السمن مائعا انتفعوا بہ ولا تأکلوہ . اور یہ بھی ہے فاستصبحوا بہ وادھنوا بہ .(فتح الباری ج۹ ص ۸۳۶) اگر گھی پگھلا ہوا ہو تو اس سے فائدہ حاصل کرو اور کھاؤ نہیں۔اس سے چراغ جلاؤ اور تیل کیطرح استعمال میں لاؤ ان روایات سے واضح ہوا کہ کھانے کے سوا دوسرے فوائد حاصل کرنا درست ہے۔

حدّثنا سفیان . اس سے سفیان بن عیینہؒ مراد ہیں۔ ان فارۃ وقعت فی سمن . امام نسائیؒ نے فی سمن جامد زیادہ کیا ہے۔ کتاب الذبائح باب فی الفارۃ میں امام بخاریؒ نے بھی فماتت بڑھایا ہے۔یعنی چوہا جمے ہوئے گھی میں گرا پھر مر گیا۔ فسئل عنھا النبیؐ . سوال سیدہ میمونہؓ نے کیا لیکن صیغہ غائب ومجہول کا ذکر کیا، چنانچہ یحییٰ قطانؒ کی روایت میں ہے ان میمونۃ استفتت .یعنی امّ المؤمنین سیّدہ میمونہؓ نے مسئلہ دریافت کیا تو اس میں دریافت کرنے والے کی تعیین وتصریح ہوگئی۔

۹ـ بابُ ماجاءَ فی النَّھیِ عَن الأکلِ وَالشُّربِ بِالشِّمَالِ

وہ روایات جو "بائیں ہاتھ" سے کھانے پینے کی ممانعت میں وارد ہیں

۱۲ـ حَدَّثَنا اِسحاقُ بنُ مَنصُورٍ أَخبَرَنا عبدُاللّٰہِ بنُ نُمَیرٍ حَدَّثَنا عُبَیدُاللّٰہِ بنُ عُمَرَعن ابنِ شِھَابٍ عَن أبی بَکرِبنِ عُبَیدِاللّٰہِ بنِ عَبدِاللّٰہِ بنِ عُمَرَ عَن عَبدِاللّٰہِ بنِ عُمَرَ أنَّ النبیَّ ﷺ قال: لَایَأکُلُ أَحَدُکُم بِشِمَالِہٖ وَلَا یَشرَبُ بِشِمَالِہٖ فَإنَّ الشَّیطَانَ یَأکُلُ بِشِمَالِہٖ وَیَشرَبُ بِشِمَالِہٖ.

قال: وفی البابِ عَن جَابِرٍ وعُمَرَبنِ أبی سَلَمَۃَ بنِ الأکوَعِ وَأَنَسِ بنِ مَالِکٍ وَحَفصَۃَ.

ھذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ. وَھٰکَذَا رَوَی مَالِکٌ وابنُ عُیَینَۃَ عَن الزُّھرِیِّ عَن أبی بَکرِ بنِ عُبَیدِاللّٰہِ عَن ابنِ عُمَرَ. وَرَوَی مَعمَرٌ وَعُقَیلٌ عن الزُّھرِیِّ عَن سَالِمٍ عَن ابنِ عُمَرَ. وَرِوَایَۃُ مَالِکٍ وَابنِ عُیَینَۃَ أَصَحُّ.

"سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا، کوئی شخص تم میں سے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ بائیں ہاتھ سے پئے، اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے"۔

اس باب میں جابر، عمر بن ابی سلمہ، سلمۃ بن اکوع، انس بن مالک اور حفصہؓ سے روایات ہیں. یہ حدیث حسن صحیح

ہے، ایسا ہی نقل کیا ہے مالک اور ابن عیینہ نے زہری سے اسنے ابی بکر بن عبید اللہ سے اس نے ابن عمر سے اور روایت کیا معمر اور عقیل نے زہری سے اس نے سالم سے اس نے ابن عمر سے، مالک اور ابن عیینہ کی روایت اصح ہے.

تشریح: **لا یاکل احدکم بشماله....:** تم میں سے کوئی ایک بائیں ھاتھ سے نہ کھائے، ابوداؤدؒ کی روایت میں ہے "فلیأکل بیمینه.....فلیشرب بیمینه الخ . صاحب عون نے لکھا ہے کہ بعض لوگ حدیث کے ظاہر اور صیغہ امر کو دیکھ کر اس طرف گئے ہیں کہ دائیں ہاتھ سے کھانا واجب ہے، لیکن ان بعض ناموں کی صراحت نہیں کی "**ظاهر الامر فيهما للوجوب كما ذهب اليه بعضهم** . انکی دلیل بھی ذکر کی ہے۔ "**انّ النبی ﷺ رای رجلا یاکل بشماله فقال له کل بیمینک قال لا استطیع فقال (ﷺ) لااستطعت فما رفعها الیٰ فیه (ای فمه) بعد**" (رواہ مسلم از عون) بیشک نبی ﷺ نے ایک آدمی کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس نے (از راہ تکبر) کہا میں دائیں سے کھانے کی طاقت نہیں رکھتا تو حضور ﷺ نے فرمایا اب طاقت نہ ہوگی پھر وہ منہ تک سیدھا ہاتھ نہ اٹھا سکا۔

استدلال یہ ہے کہ اگر دائیں ہاتھ سے کھانا واجب نہ ہوتا تو اسکو حضور "لا استطعت" نہ فرماتے اور نہ ہی وہ اس عتاب میں آتا کہ ہمیشہ کیلئے دائیں سے کھانے کی طاقت سے محروم ہوا یہ نکیر اور وعید ترک واجب پر ہی ہوسکتی ہے۔ صاحب عون کے کلام سے یہ بھی مترشح ہورہا ہے کہ ان کا میلان بھی انہیں (قائلین وجوب) کی طرف ہے کیونکہ انکی دلیل بیان کر کے آگے ساکت ہیں پھر بعد میں بقول نووی اسکا مسنون ہونا دیگر دوسنتوں کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن وہ علامہ موصوف کی عبارت نقل کی ہے از خود کچھ نہیں لکھا۔ عند الجمہور دائیں ہاتھ سے کھانا سنت اور پسندیدہ عمل ہے اور عند الحاجۃ بائیں ہاتھ سے استمداد و معاونت اور اسکا استعمال مباح ہے۔

چنانچہ علامہ نووی شارح مسلم رقم طراز ہیں "**وفی هذاالحدیث بیان ثلاث سنن من سنن الاکل ۱- التسمية ۲- الاكل باليمين ۳- الاكل مما يليه.** اس عمرو بن سلمۃ والی حدیث میں کھانے کی تین سنتیں بیان ہوئیں ۱۔ بسم اللہ پڑھنا ۲۔ دائیں ہاتھ سے کھانا ۳۔ (اگر نوع واحد کا کھانا ہو تو) اپنے قریب سے کھانا (از عون) کیونکہ اپنے ساتھی کے سامنے سے کھانا بے مروتی اور عند الاحباب گھن اور کراہت کا سبب ہے، بالخصوص شوربہ اور پتلی چیزوں میں مثلاً ثرید یا اسکی مثل دیگر اشیاء۔ ہاں کھجوریں یا دیگر خشک میوہ جات یا حلویات و نمکیات ہوں تو پھر طباق میں ہاتھ گھومنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ آگے باب ۴۵ میں حدیث ہے آپ ﷺ نے فرمایا: یاعکراش **کل من حیث شئت فانه من غیر لون واحد** کھجور کھانے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے عکراش جہاں سے جی چاہے کھا یہ ایک قسم نہیں۔

قائلین وجوب کا جواب: مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو چکی کہ دائیں ہاتھ سے کھانا عند الجمہور سنت ہے، بعض کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا "**لا استطعت**" فرمانا اس وجہ سے تھا کہ اس شخص "**اكل بيد الشمال**" نے تکبر اور لاپرواہی کی وجہ سے کہا دائیں ہاتھ میں قوت نہیں تو آپ ﷺ نے اس شیخی بھرے جواب اور متکبرانہ انداز کی وجہ سے یہ فرمایا ورنہ اس کے ساتھ دوسری

دو چیزیں (فسم اللہ و کل ممایلیک) مذکور ہیں وہ بھی بصیغہ امر ہیں لیکن سنت ہیں۔

سوال: بذل کے حاشیہ میں مرقوم ہے کہ حدیث باب پر اشکال ہے وہ یہ کہ جمع الوسائل ج ۱ ص ۲۹۶ طبرانی میں ہے انہ (ﷺ) اخذا لرطب بیمینه والبطیخ بشماله ویأکل من هذا ویاکل من هذا. بے شک نبیؐ نے دائیں ہاتھ میں تازہ کھجور لی اور تربوز بائیں ہاتھ میں اور اس سے بھی کھاتے اور اس سے بھی کھاتے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ سے بھی کھایا ہے۔

جواب: ۱- لکنهم قالوا ان السند ضعیف اسکا جواب اس عبارت اور شراح کی تصریح سے ظاہر ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جسکی بنا پر صحیح حدیث پر اشکال نہیں ہو سکتا۔

۲- دائیں ہاتھ سے کھجور اور بائیں ہاتھ سے تربوز لینے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو اٹھا کر ملایا پھر دونوں کو اکٹھے کھایا اس طرح کھجور و تربوز دونوں میں سے کھاتے رہے اور بائیں ہاتھ سے مدد لینا اور اٹھانا درست ہے، آپ ﷺ کا عمل دائمی اسی کا مقتضی ہے۔

فان الشیطان یاکل بشماله...... جنوں کے کھانے اور نہ کھانے کے متعلق بحث باب نمبر ۴۵ باب التسمیه علی الطعام میں مفصل ہے۔

وفی الباب عن جابر و عمرو ابن ابی سلمةؓ یہ ابو سلمہؓ کے صاحبزادے ہیں جو غزوہ احد میں لگے زخم کے اثر سے انتقال کر گئے، پھر ام سلمہؓ آنحضرت ﷺ کے حرم میں آئیں، ان کا بیٹا آپ ﷺ کی گود میں، اور حضور ﷺ کے ساتھ ہی کھانا پیتا تھا، یہ ہے مکہ کے در یتیم کی یتیم پروری، اور ادب وسلیقہ سکھانے کا انداز کما قرأنا مراراً۔ اللهم ارزقنا اتباعه ﷺ.

۱۰۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی لَعْقِ الْأَصَابِعِ بَعْدَ الْأَكْلِ

وہ روایات جو کھانے کے بعد "انگلیاں چاٹنے" کے متعلق وارد ہیں

۱۳۔ حَدَّثَنَا محمدُ بنُ عَبْدِالْمَلِكِ بنِ أبی الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِیزِ بنُ الْمُخْتَارِ عَنْ سُهَیْلِ بنِ أبی صَالِحٍ عَنْ أبیهِ عَنْ أبی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْیَلْعَقْ أَصَابِعَهُ فَإنَّهُ لَا یَدْرِی فِی أَیَّتِهِنَّ الْبَرَكَةُ.

قال: وفی الباب عَنْ جَابِرٍ وَكَعْبِ بنِ مَالِكٍ وَأَنَسٍ.

هٰذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ لا نَعْرِفُهُ إلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِیثِ سُهَیْلٍ. وَسَأَلْتُ مُحَمَّداً عَنْ هٰذا الْحَدِیثِ فَقَالَ هَذَا حَدِیثُ عَبْدِالْعَزِیزِ مِنَ الْمُخْتَلِفِ لا یُعْرَفُ إلَّا مِن حدیثِهِ.

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو چاہئے کہ اپنی انگلیاں چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے"

اس باب میں جابر، کعب بن مالک اور انس سے روایت ہے یہ حدیث حسن غریب ہے اس کو ہم صرف اسی طریق سہیل سے پہچانتے ہیں، وسألت..... یہ اضافہ بیرونی نسخہ کے مطابق ہے۔

تشریح: حدیث اول: اذا اکل احدکم فلیلعق اصابعه . جب کھانا تناول کرو تو انگلیاں چاٹ لیا کرو۔

کتنی انگلیوں سے کھانا کھائیں؟: تکملہ (باب فی استحباب لعق الاصابع) میں ہے ویؤخذمن حدیث کعب بن مالک ان السنة الأکل بثلاث اصابع کہ سنت تین انگلیوں سے کھانا ہے۔متن یہ ہے رأیت النبی ﷺ یلعق اصابعه الثلاث من الطّعام. کعب بن مالکؓ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺکو تین انگلیوں کو کھانے کے بعد چاٹتے ہوئے دیکھا۔تین انگلیوں کی ترتیب یہ ہے کہ ابہام، سبابہ (شہادت والی انگلی) اور درمیان والی انگلی کو ملا کر کھائیں۔

انگلیاں چاٹنے کی ترتیب: ویلعق الوسطی ثم التی تلیها ثم الابهام. پہلے درمیانی انگلی پھر شہادت والی پھر آخر میں انگوٹھے کو چاٹتے۔اور یہی سنت ہے وجہ اسکی واضح ہے کہ زیادہ کھانا درمیان والی بڑی انگلی کو ہی لگا ہوتا ہے۔قاضی عیاضؒ نے تین سے زائد انگلیوں سے کھانے میں حرص وہوس کا شائبہ پایا جانے کا اندیشہ لکھا ہے،اس لیے بلاضرورت اس سے زائد انگلیاں استعمال نہ ہوں۔

تین سے زائد انگلیوں سے کھانا؟: تین انگلیوں سے کھانے کا مسنون ومستحب ہونا مذکور ہوا۔تین سے زائد سے کھانے کا ثبوت بھی امام زہریؒ کی ایک مرسل روایت سے ملتا ہے۔جس سے استحباب نہیں تو اباحت یقیناً ثابت ہوگی۔انّ النبی ؐ کان اذا أکل اکل بخمس (فتح الباری ج۹ص ۲۱۷) بلاشبہ نبی ﷺ (کبھی کبھار) جب کھاتے تو پانچ انگلیوں سے کھاتے۔تکملہ میں یہ تطبیق مذکور ہے کہ یہ اختلاف احوال پر محمول ہے اکثر تو تین انگلیوں سے کھاتے اور احیاناً پانچ سے۔اور یہ اسوقت ہے جب کھانا ایسا ہو جو تین انگلیوں سے قابو میں نہ آرہا ہو جیسے چاول خصوصاً جب ان پر رائتہ یا سالن ڈالدیا جائے تو اس میں تین سے زائد انگلیوں کا استعمال بلا کراہت درست ہے۔

انگلیاں چاٹنے میں مصلحت: حدیث باب میں ہے کہ انگلیاں چاٹنے کا ہمیں حکم دیا۔کھانا کھانے کے بعد دھونے سے پہلے انگلیاں چاٹنا سنت ہے۔اس میں کئی فوائد ہیں:

۱۔ اسکی پہلی مصلحت وحکمت تو الفاظ حدیث "لا یدری فی ایتهن البرکة" سے معلوم ہوئی کہ ہوسکتا ہے برکت طعام ان ذرّات واجزاء میں ہو جو انگلیوں پر لگے ہوں چاٹنے سے برکت حاصل ہوگی اور محرومی سے بچ جائیں گے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری اور ضیاع نہ ہوگا کہ چاٹنے سے وہ ذرّات پیٹ میں چلیں جائیں گے ورنہ وہ بہہ جائیں گے۔قاضی عیاضؒ نے یوں کہا کہ طعام کی قلیل مقدار کو بھی حقیر وکمتر نہ سمجھا جائے کیونکہ نعمت کی قدر کرنے میں مزید عطاء مضمر ہے۔

۳۔ چاٹنے کے بعد ہاتھ صاف کرنے اور پونچھنے سے کپڑے یا جسم پر زیادہ تلویث وآلودگی اور داغ ونشانات نہ ہونگے۔اتنی بات ضرور ہی یاد رہے کہ چاٹنا سنت ہے چٹ کرنا سنت نہیں، بقدر ضرورت کھائے یہ نہ ہو کہ میں تو بغیر برتن خالی کئے نہ اٹھوں گا۔

پلیٹ صاف کرنا: اسی طرح جس برتن میں کھانا کھایا اس کا حق ہے کہ اسے صاف کیا جائے اور پلیٹ کو انگلیوں سے اچھی طرح صاف کر لینا اور ذرات طعام کو اس میں نہ چھوڑنا چاہیے۔ہاں اگر صرف تری وغیرہ ہو یا جم جائے تو پھر تکلیف ومضرت کے خوف سے اسے ترک کیا جائے تو خلاف سنت وادب نہ ہوگا۔خود بھی انگلیاں یا برتن چاٹ وصاف کر سکتے ہیں دوسرے کو بھی چٹوا سکتے ہیں چنانچہ ابوداؤد ۲؍ میں ہے حتیّ یَلْعَقَهَا او یُلْعِقَها. یہاں تک کہ خود چاٹے یا کسی اور کو چٹوائے۔پہلا باب سمع سے لازمی اور

دوسرا باب افعال متعدی سے فعل مضارع کا صیغہ ہے۔ دوسرے کو چٹوائے مثلاً بیوی، بچہ، شاگرد، خادم، حسن عقیدت رکھنے والا کوئی فرد بھی ہو، یا پالتو جانوروں میں سے جو مانوس ہو مثلاً بکری وغیرہ اسمیں اتنا ضرور خیال رہے کہ جسکو چٹوایا وہ گھن محسوس نہ کرے بلکہ محبت وبرکت سمجھے۔

تنبیہ: کچھ آزاد منش اور (بزعم خود) روشن خیال لوگوں نے یہ نکتہ اعتراض اٹھایا ہے اور بعض تقریبات میں دبی آواز میں یہ سنائی بھی دیتا ہے کہ انگلیاں چاٹنا کوئی پسندیدہ اور مہذب عمل نہیں۔ اور ایسا کرنے والوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اس اعتراض اور طرز عمل کا جواب دیتے ہوئے علامہ خطابی رقمطراز ہیں: ایسے لوگ جن کی عقلوں کو خوشحالی آسودگی اور مزعومہ روشن خیالی نے بگاڑ دیا ہے وہ اس عمل کو قبیح وحقیر سمجھتے ہیں حالانکہ اس مین دو باتیں ہیں اور دونوں کسی طرح بھی قابل حقارت وقباحت نہیں ۔۱۔ کھانے کے ذرّات کو چاٹنا۔۲۔ انگلیوں کو منہ میں ڈالنا۔ پہلی بات تو یہ ہے کو جو کھانا ذرات کی صورت میں انگلیوں پر لگا ہے وہ اسی مجموعے سے ہے جو ابھی کھایا جب پورا کھانا محبوب ومرغوب ہے تو اس کے یہ اجزاء بھی قابل قباحت نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ انگلی منہ میں ڈالنا یہ بھی کوئی قابل مذمت نہیں کیونکہ کلی کرتے وقت انگلی منہ میں ڈالتے ہیں اور اسے کسی ایک نے بھی قبیح نہیں کہا اور نہ ہی اس کو آداب مجلس کے خلاف کہا تو جب کھانا معیوب نہیں منہ میں انگلی ڈالنا معیوب نہیں تو چاٹنے میں ان کا مجموعہ کیونکر معیوب سمجھا گیا؟ فیا للعجب ولضیعة العقل . حدیث باب اسی پر رد ہے کہ انگلیاں چاٹنا اور کھانے کا برتن صاف کر لینا کوئی معیوب وقابل ملامت نہیں یہ تو محبوب ربّ کائنات کی سنت ہے اتنا ضرور خیال رہے کہ درمیان اکل وطعام میں نہ چاٹیں اس لیے کہ دوبارہ پھر سالن کھانا لگنا ہے اور اسطرح کرنے سے لعاب کے اثرات دوبارہ کھانے میں جائیں گے اس لیے آخر میں چاٹنا چاہیے۔ (تکملہ ۲۲/۴) اسی طرح جوتا اتارنا بھی آداب طعام میں سے ہے فرمایا: اذا وضع الطعام فاخلعوا نعالکم، فانّه اروح لاقدامکم لا قدامکم (مشکوة ۳۶۸/۲)

۱۱۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی اللقمَةِ تَسقُطُ

وہ روایات جو گرے ہوئے "لقمہ" کے متعلق وارد ہیں

۱۴۔ حَدَّثَنَا قُتَیبَةُ أَخبَرَنَا ابنُ لَهِیعَةَ عَن أَبِی الزُّبَیرِ عَن جَابِرٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: إِذَا أَکَلَ أَحَدُکُم طَعَاماً فَسَقَطَت لُقمَةٌ فَلیُمِط مارَابَهُ مِنهَا ثُمَّ لِیَطعَمهَا وَلَا یَدَعهَا لِلشَّیطَانِ. قال: وفی البابِ عَن أَنَسٍ.

"سیدنا جابرؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے اور لقمہ گر پڑے تو جو چیز اس سے تردد میں ڈالتی ہے اسے دور کردے پھر اسے کھالے اور شیطان کیلئے نہ چھوڑے" اس باب میں انسؓ سے روایت ہے۔

۱۵۔ حَدَّثَنَا الحَسَنُ بنُ عَلِیٍّ الخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بنُ مُسلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَن أَنَسٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ إِذَا أَکَلَ طَعَاماً لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ وقَالَ: إِذَا مَاوَقَعَت لُقمَةُ أَحَدِکُم فَلیُمِط عَنهَا الأَذَی وَلیَأکُلهَا وَلَا یَدَعهَا لِلشَّیطَانِ، وَأَمَرَنَا أَن نَسلُتَ الصَّحفَةَ وقَالَ: إِنَّکُم لَاتَدرُونَ فِی أَیِّ طَعَامِکُمُ البَرَکَةُ.

هذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ صحیحٌ.

''سیدنا انس سے مروی ہے نبی ﷺ جب کھانا کھاتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیتے اور آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو اس سے تکلیف دہ چیز کو دور کرے اور کھالے اس کو شیطان کیلئے نہ چھوڑے، اور ہمیں پیالہ صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تم نہیں جانتے تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے.

١٦ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ أخبرنا أبو اليمان الْمُعَلَّى بْنُ رَاشِدٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي أُمُّ عَاصِمٍ، وَكَانَتْ أُمَّ وَلَدٍ لِسِنَانِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيْنَا نُبَيْشَةُ الْخَيْرُ وَنَحْنُ نَأْكُلُ فِي قَصْعَةٍ فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَنْ أَكَلَ فِي قَصْعَةٍ ثُمَّ لَحِسَهَا اسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْقَصْعَةُ.

هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْمُعَلَّى بْنِ رَاشِدٍ. وقد رَوَى يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ رَاشِدٍ هذا الْحَدِيثَ.

''ابوالیمان نے کہا مجھے میری دادی ام عاصم جو سنان بن سلمہ کی ام ولد تھیں نے بیان کیا کہتی ہیں نبیشہ خیر ہمارے پاس آئے اور ہم ایک پیالہ میں کھانا کھا رہے تھے، پھر انہوں نے ہم سے حدیث بیان کی، رسول ﷺ نے فرمایا جو کوئی پیالہ میں کھائے۔ پھر اسے چاٹ لے تو پیالہ اس کے لئے بخشش کی دعا کرتا ہے''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف معلّی بن راشد کی سند سے پہچانتے ہیں، یزید بن ہارون اور دوسرے آئمہ نے معلّی بن راشد سے نقل کیا ہے.

تشریح: لیطعمها ولا یدعها للشیطن . حدیث باب میں گرے ہوئے نوالے کو اٹھالینا۔ اسکی تفصیل وحکم اور حکمت یہ ہے کہ اگر کوئی لقمہ گر جائے تو اسے صرف یہ سمجھ کر کہ گر گیا بس نہیں بلکہ اگر اس پر کچھ نہیں لگا بلکہ لقمہ دسترخوان پر ہی گرا ہے تو ضرور اٹھالیں اور اگر کچھ مٹی وغیرہ اس پر لگی لیکن وہ صاف اور جدا ہوسکتی ہے تو بھی اٹھائیں اور صاف کر کے کھالیں۔ ہاں اگر کوئی ایسی چیز اس سے لگی ہے جو چھوٹ اور جدا نہیں ہوسکتی یا وہ ایسا گرا کہ کوئی نجس یا مضر چیز لگ گئی تو اسے اٹھا کر نہ کھائے بلکہ کسی جانور بلی، بکری یا پرندے، مرغی، کبوتر کو کھلا دے۔ تا کہ طعام کے ضیاع و ناقدری سے بچے اور اس میں ہرگز ہرگز شرکاء طعام یا (مزعومہ) بلندی مقام کو خاطر میں لاتے ہوئے سنت سید خیر الانام کو ترک نہ کرے اور امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقولہ دل میں لائے ''او أترک سنة حبیبی لهؤلاء الحمقاء'' کیا بھلا میں ان نادانوں (وایوانوں اور بالاخانوں) کیوجہ سے اپنے محبوب ﷺ کی سنت کو چھوڑ دوں۔ حاشا و کلّا۔ دوسرا جملہ ہے ''لانّ فیه اضاعة نعمة الله، والاستحقار لها، چم انّه من اخلاق المتکبرین ولامانع عن تناول اللقمة غالبا هو الکبر وذلک عمل الشیطان'' اسے شیطان کیلئے نہ چھوڑے اسکا مطلب یہ ہے کہ لقمہ کو چھوڑ دینا یہ اللہ کی نعمت کی ناقدری اور حقارت ہے اور عموماً یہ تکبر و بڑائی کی وجہ سے ہوتا ہے اور تکبر شیطانی عمل ہے اس لیے فرمایا نعمت رحمانی میں عمل شیطانی کو دخل نہ دو۔ (مرقاۃ)

فی ایّ طعامکم البرکة . برکت کا مطلب: برکت کا لغوی معنیٰ ہے بڑھنا، زیادہ ہونا۔ یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ غذا

ت حاصل ہوگی۔ اسکا انجام تکلیف ومضرت سے سلامتی ونجات کہ کھانا باعث تکلیف نہ ہوگا اور طاعات واعمال صالحہ پر معین ہوگا (نووی) اور یہ بھی ہے کہ دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو کافی ہوگا اور تینوں کا پیٹ بھر جائیگا۔ بذل میں ہے کہ تحصیل برکت کیلئے کوئی یہ نہ کہے کہ سارا طبق کھالوں ایسا نہ ہو کہ برکت اسمیں ہو اس لیے کہ برکت پورے طعام میں ہر ایک کیلئے ہے اس لیے جو اس نے کھایا اس میں اس کیلئے برکت تھی جو باقی ہے اسمیں باقیوں کیلئے برکت ہوگی۔ ہاں ہاتھوں میں لگے ذرّات یا گرے ہوئے لقمے کو ضائع نہ ہونے دے کہ آئی ہوئی برکت اس نے خود ہی ضائع کردی۔ اس لیے طباق ختم کرنے اور زیادہ کھانے کو اس سے ثابت کرنا عبث ہے۔ **وامرنا ان نسلت الصحفة: نسلت باب نصر** سے مضارع معروف ہے، برتن میں لگے ادام وطعام کو صاف کرنا۔

تشریح: وامرنا ان نسلت

قصعہ کے استغفار کے مطلب: ا۔ یہ حقیقت پر محمول ہو ارشاد ہے **وان من شیٔ الا یسبّح بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم** پیالہ کہتا ہے **اجرد الله کما اجرتنی من الشیطان.**

۲۔ تورپشتی کہتے ہیں یہ نسبت مجازی ہے کہ برتن صاف کرلینا تواضع کی علامت ہے اور تواضع بخشش کا سبب ہے۔ نبیشہ الخیر قلیل الحدیث صحابی رسول ہیں رضی اللہ عنہ انہیں سے مروی ہے **اعتقک الله من النار کما اعتقتنی من الشیطان. (مشکوة ۳۶۸/۲)**

صحفہ کا معنی ہے پلیٹ رکابی اسکی جمع صحاف آتی ہے۔ **فی القاموس الصحفة معروف واعظم القصاع الجفنة ثم المشکلة ثم الصحیفة.** قاموس میں ہے صحفۃ (پلیٹ) مشہور ہے، عرب میں مستعمل پلیٹ نما برتنوں میں سب سے بڑا لطفۃ، پھر صحفۃ، پھر مشکلۃ پھر صحیفۃ ہے۔ **جفنة** جس میں بیس آدمی کھاسکیں **قصعه** جس میں دس آدمی، **صحفة** جس میں پانچ آدمی، **مکیلة** جس میں دو یا تین آدمی کھاسکیں **صحیفة** جس میں ایک آدمی کھاسکے۔

۱۲۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی کَرَاهِیَةِ الْأَکْلِ مِنْ وَسَطِ الطَّعَامِ

وہ روایات جو درمیان سے کھانے کی کراھت کے متعلق وارد ہیں

۱۷۔ حَدَّثَنَا أَبُورَجَاءٍ حَدَّثَنَا جَرِیرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِیدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ الْبَرَکَةَ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ فَکُلُوا مِنْ حَافَتَیْهِ وَلَا تَأْکُلُوا مِنْ وَسَطِهِ.

هٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ. إِنَّمَا یُعْرَفُ مِنْ حَدِیثِ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِیُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ. وفی الباب عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

''سیدنا ابن عباسؓ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا برکت کھانے کے درمیان اترتی ہے، سوتم اس کے کناروں سے کھاؤ، درمیان سے نہ کھاؤ''

یہ حدیث حسن صحیح ہے عطاء بن سائب سے معروف ہے، شعبہ اور ثوری نے بھی عطاء بن سائب سے نقل کیا ہے، اس باب میں ابن عمر سے بھی روایت ہے۔

تشریح: "انّ فان البركة تنزل وسطها" ملاعلی قاریؒ کہتے ہیں الوسط اعدل المواضع فكان احق بنزول البركة فيه (ازعون) درمیان پوری پلیٹ میں سب سے زیادہ اعتدال اور ہر جانب کیلئے برابر ہے اس لیے حق یہی ہے کہ برکت اسی وسط میں اترے تاکہ تمام جوانب میں اسکا اثر مساوی رہے۔

ان البركة تنزل وسط الطعام . اسمیں پلیٹ اور برتن کے درمیان میں کھانے سے ممانعت کی علت اور وجہ بیان فرمادی کہ برکت نازل ہوتی ہے وسط میں اگر اوّلا ہی درمیان سے اٹھا کر کھالیا تو باقی برکت سے خالی ہوا اور اطراف سے کھانے میں تمام کھانے میں آخر تک برکت ہوگی اور رہے گی۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایک طرف سے کھانے کا حکم اور اسی میں برکت ہے اور درمیان سے کھانے میں بے برکتی اور ممانعت ہے ہاں مختلف الانواع اور فواکہ میں مختلف میوہ اٹھانے کیلئے اجازت بلاکراہت وممانعت ہے کہ ہاتھ بڑھایا جاسکتا ہے۔

روٹی کنارے سے کھانا: قال الغزالی وكذا لا ياكل من وسط الرغيف الخ (ازعون) امام غزالیؒ نے کہا ہے کہ پلیٹ اور ایسے ہی روٹی اور چپاتی کا حکم ہے کہ درمیان سے نہ کھائیں بلکہ ایک طرف سے کھائیں بالخصوص جب درمیان سے کھا کر کنارے چھوڑ دیں یہ بہت قبیح ہے ہاں پکی اور جلی نہ کھائی جائے "الا اذا قلّ الخبز فليكسر الخبز" : امام غزالی کہتے ہیں اگر روٹی کم ہو تو توڑ کر بانٹ سکتے ہیں تاکہ ایک شخص پوری روٹی پر قابض نہ رہے اور دیگر دیکھتے رہیں۔

تنبیہ: عون المعبود میں ہے علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب کھانا اجتماعی ہو کیونکہ درمیان سے کھانا اپنے آپ کو ترجیح دینا ہے اپنے احباب پر اور اسمیں ترک ادب اور سوء معاشرت وخلاف مروّت ہے، ہاں آدمی اکیلا کھا رہا ہو تو مضائقہ نہیں، لیکن صاحب عون نے اسے غیر مقبول کہا ہے قلت :وهذا وجه ضعيف لا يقبل والله اعلم ۔خطابیؒ کے قول کی کمزوری بالکل نمایاں ہے کہ برکت مقصود ومطلوب ہے اس لیے کھانا اجتماعی ہو یا انفرادی بہرصورت یہی حکم ہے کہ وسط سے نہ کھایا جائے۔

فائدہ: بندہ کو اس بات پر خلش ہے کہ ہمارے ہاں تقریبات میں نان اور روٹیوں کے ٹکڑے کیے جاتے ہیں جس سے روٹی کا وسط نہیں رہتا اور کھانے والے ایک ایک ٹکڑا اکثر ہاتھ میں لے کر کھاتے ہیں کیا اس طرح خلاف سنت عمل کے مرتکب اور برکت سے محروم تو نہیں ہوئے؟ کیا اس صورت میں برکت ٹوکری کے وسط میں اترتی ہے یا طبق کے وسط میں؟ حدیث باب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بلا ضرورت ایسا نہ کرنا چاہئے جیسا کہ پلیٹ کے اعلیٰ اور وسط سے کھانے کی ممانعت ہے۔ هذا ما بدالی والله اعلم وعلمه اتمّ

۱۳۔بابُ ماجاءَ فی کَرَاهِيَةِ أَكْلِ الثُّومِ وَالْبَصَلِ

وہ روایات جو "لہسن پیاز" کھانے کی کراہت کے متعلق وارد ہیں

۱۸۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ،أخبرنا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ۔قَالَ أَوَّلَ مَرَّةٍ الثُّومِ ثُمَّ قَالَ الثُّومَ وَالْبَصَلَ وَالْكُرَّاثَ،فَلا يَقْرَبْنَا فِي مَسْجِدِنَا.

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.قال وفي الباب عَنْ عُمَرَ وأبي أَيُّوبَ وأبي هُرَيْرَةَ وأبي سَعِيدٍ وجَابِرِ بْنِ

سَمُرَةَ وَقُرَّةَ بْنِ اِيَاسٍ الْمُزَنِيِّ وابنِ عُمَرَ.

''سیدنا جابر سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے یہ کھایا پہلی مرتبہ فرمایا لہسن پھر فرمایا لہسن پیاز گندنا وہ ہماری مسجدوں کے قریب نہ ہو''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس باب میں عمر، ابوایوب، ابو ہریرہؓ، ابوسعید، جابر بن سمرہ اور قرہ اور ابن عمر سے روایات ہیں.

۱۹۔ حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بنِ حَرْبٍ سَمِعَ جَابِرَ بنَ سَمُرَةَ يَقُولُ: نَزَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى أَبِي أَيُّوبَ، وَكَانَ إِذَا أَكَلَ طَعَاماً بَعَثَ إِلَيْهِ بِفَضْلِهِ، فَبَعَثَ إِلَيْهِ يَوْماً بِطَعَامٍ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ النبيُّ ﷺ فَلَمَّا أَتَى أَبُو أَيُّوبَ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ النبيُّ ﷺ: فِيهِ الثُّومُ، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ أَحَرَامٌ هُوَ؟ قَالَ: لَا وَلَكِنِّي أَكْرَهُهُ مِنْ أَجْلِ رِيحِهِ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا جابر بن سمرہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ ابوایوب کے گھر مہمان ہوئے، آپ کا معمول یہ تھا کھانا کھانے کے بعد بچا ہوا کھانا ابوایوب کے پاس بھیج دیا کرتے تھے ایک دن انہوں نے کھانا بھیجا، آپ نے اس سے کچھ نہ کھایا وہ حاضر ہوئے اور سبب پوچھا، نبی ﷺ نے فرمایا اس میں لہسن تھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا وہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں لیکن اسکو اس کی بو کی وجہ سے پسند نہیں کرتا''

یہ حدیث حسن صحیح ہے.

تشریح: لہسن اور اس جیسا حکم کچی پیاز کیلئے بھی ہوگا چنانچہ امام بخاریؒ نے اس باب کے عنوان میں توسیع کی ہے اور ترجمۃ الباب یوں قائم کیا ''باب مایکرہ من الثوم والبقول'' . امام ترمذیؒ نے دو باب قائم کئے ہیں۔

۱۔باب ماجاء فی کراھیة اکل الثوم والبصل

۲۔باب ماجاء فی الرخصة فی اکل الثوم مطبوخاً.

زیر بحث پہلے باب میں کراہت والی حدیث حدیث جابرؓ لائے ہیں جس میں لہسن، پیاز، کراث (گندنا) مذکور ہیں۔اور دوسرے باب میں ابوایوب خالد بن زید انصاریؓ والی اور حضرت علیؓ سے روایت (دو حدیثیں) لائے ہیں۔جبکہ امام ابوداودؒ عنوان میں صرف لفظ ثوم اکیلا لائے ہیں لیکن آگے احادیث جو لائے ہیں ان میں الثوم والبصل اور البقلة الخبیثة کے دال علی العموم الفاظ منقول ہیں۔

لہسن وغیرہ کا حکم: ۱۔ جمہور اہل علم کے نزدیک لہسن، پیاز وغیرہ بدبو والی سبزیاں کچی کھانا مکروہ تنزیہی ہے، ہاں کھا کر مسجد جانا مکروہ تحریمی ہے۔

۲۔اصحاب ظواہر کے نزدیک یہ چیزیں مکروہ تحریمی ہیں البتہ حرمت کا حکم کسی کے نزدیک نظر سے نہیں گذرا۔

جمہور کے دلائل: ۱- حدیث اول یہ دلیل ہے حرام ومکروہ تحریمی نہ ہونیکی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے کھانے سے نہیں روکا بلکہ کھا کر مسجد (ومجلس) میں آنے سے منع کیا ہے۔

۲- حدیث ثانی میں اُحرام ہو کے جواب میں ہے ''لا''

۳- حدیث ثالث میں ہے جو نہیں کھائے مسجد میں نہ آئے کھانے سے ممانعت نہیں احتیاطاً احترام مسجد اور اذیت ملائکہ کی وجہ سے مسجد سے روکا ان کے کھانے سے نہیں روکا۔

۴- حدیث علی میں تو صراحت ہے کہ اس میں کراہت عارضی ہے جو پکانے سے دور کی جاسکتی ہے ابوداؤد میں ہے فـامیتـوهـا بالطبخ. الغرض

دونوں ابواب کی تمام احادیث اور صحاح میں وارد شدہ دیگر تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ لہسن کھانا مکروہ تحریمی نہیں بلکہ سبب عارضی بدبو کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے۔

۵- عقلی طور پر بھی اسکی ناپسندیدگی واضح ہے کیونکہ اس سے ملائکہ (جو ہر وقت ساتھ ہوتے ہیں) اور لوگوں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے، اس لیے اس سے احتراز کریں یا صاف کریں بالخصوص جب سبق اور مدرسے، کسی تقریب، مجمع، درس وتدریس وتعلیم اور مسجد میں جانا ہو تو ضرور احتیاط کریں۔ لہسن، پیاز، گندنا، مولی وغیرہ بدبودار تمام سبزیوں کا یہی حکم ہے سادگی اپنائیں پراگندگی کو قریب نہ لائیں۔

فلا یقربنا مسجدنا فرمایا۔ حاصل یہ ہے کہ انسانوں کے اجتماع سے الگ رہے تاکہ ایذاء کا سبب نہ بنے اور مسجد میں جماعت وجمعہ میں اجتماع ہی ہوتا ہے اور نا ضمیر متکلم کی طرف اضافت میں یہ فائدہ ہے کہ تمام مسلمانوں کی مجالس اور مساجد مراد ہونگی نہ کہ جیسا بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد مسجد نبوی ہے ''هـذا القول ليس بسديد ''لیکن بالکل حقیقت وحق سے صرف نظر ہے کیونکہ مسجدنا کا مصداق صرف مسجد نبوی علـى صـاحبهـا الـصلوٰة والتسليم نہیں وہ تو مسجدی کا مصداق ہے لیکن یہ لفظ باب کی حدیثوں میں سے کسی میں بھی نہیں والعموم اولیٰ. اسکی تصریح ابوداؤد کی حدیث میں ہے فلا يقربنّ المساجد . وہ مساجد کے قریب نہ جائے مزید براں کہ فرشتوں کا اجتماع کائنات کی تمام مساجد میں ہوتا ہے صرف مسجد نبویؐ میں نہیں ہاں جتنا کثرت سے ملائکہ وہاں ہوتے ہیں عام کسی جگہ اور مسجد میں نہیں لیکن نفس ملائکہ کا وجود تو ہر مسجد میں ہوتا ہے، مسجدنا کی اضافت تشریفی ہے تخصیصی نہیں

من اکل من هـذه الشـجـرة. اس شجرہ سے مراد لہسن، پیاز، گندنا، مولی وغیرہ ہیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شجرہ کا مصداق صرف تنے دار درخت نہیں کیونکہ ان چیزوں کا تنا نہیں ہوتا بلکہ مولی تو ہوتی بھی زمین کے اندر ہے۔ اس لیے یہ اشکال نہیں ہوسکتا کہ قصہ آدم میں شجرۂ ممنوعۃ کی تعیین گندم سے کی جاتی ہے حالانکہ گندم کا بھی تنا نہیں ہوتا کیونکہ اُس آیت اور اِس حدیث میں شجرہ کا اطلاق تنے دار کے علاوہ پر کیا گیا ہے اسی طرح آگے اشربہ باب ۸ میں ہے ''اخمر من هاتين الشجرتين، النخلة والعنبة'' فتأمل ولا تكسل

المساجد اس سے تعمیم حکم ہوئی تمام مساجد کیلئے کہ یہ حکم احتراز وعدم قرب کا کسی ایک مسجد کے ساتھ خاص نہیں سب کیلئے یکساں ہے بلکہ عیدگاہیں، جنازہ گاہیں، جلسہ گاہ اور تقریبی مقامات بھی اس میں آئیں گے کیونکہ ان مواضع میں بھی اجتماع ہوتا ہے اور سب کو

اذیت ہوگی۔ واللہ اعلم۔

اٰخرُ طَعَامٍ اَکَلَه رسول الله طَعَامٌ فيه بَصَل. آنحضرت ﷺ کیونکہ مرض کے آخری ایام میں دیگر ازواج مطہرات کی اجازت سے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں رہے (آج تک آرام فرما ہیں اور قیامت تک رہیں گے) تو عیادت وخدمت کا آخری موقع اکثر انہیں کو ملا اگرچہ دیگر ازواج مطہرات بھی خدمت اقدس میں حاضر رہتیں۔ اس لیے آخری کھانے کا ذکر سیدہ عائشہؓ نے فرمایا۔

آخری بات: امت کیلئے لہسن کا حکم گذر چکا۔ آنحضرت ﷺ کیلئے اس کا کیا حکم ہے؟ اسمیں ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کیلئے کراہت کا حکم تھا۔ بہرحال آنحضرت ﷺ کچے سے بچتے تھے۔

۱۴۔ بابُ مَاجَاءَ فِي الرُّخصَةِ فِي أَكْلِ الثُّومِ مَطْبُوخاً

وہ روایات جو "پکے ہوئے لہسن" کھانے کی اجازت میں وارد ہیں

۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ مَدُّوَيهِ، حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الجَرَّاحُ بنُ مَلِيحٍ وَالِدُ وَكِيعٍ عَن اَبِى اِسحَاقَ عَن شَرِيكِ بنِ حَنبَلٍ عَن عَلِيٍّ اَنَّهُ قَالَ: نُهِيَ عَن أكْلِ الثُّومِ اِلَّا مَطْبُوخاً.

"سیدنا علی سے مروی ہے لہسن کھانے سے منع کیا گیا مگر یہ کہ پکا ہوا ہو۔ علی کرم اللہ وجہہ سے ان کا قول بھی منقول ہے کہ لہسن کھانے سے منع کیا گیا ہاں پکا ہوا"

۲۱۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَن أَبِيهِ عَن أَبِى اسحاقَ عَن شَرِيكِ بنِ حَنبَلٍ عَن عَلِيٍّ قال: لا يَصلُحُ أكلُ الثُّومِ اِلَّا مَطْبُوخاً. هـذا الحَدِيثُ لَيسَ اِسنَادُهُ بِذَاكَ القَوِيِّ، وقد رُوِيَ هذا عَن عَلِيٍّ قَولُهُ، وَرُوِيَ عَن شَرِيكِ بنِ حَنبَلٍ عَنِ النبيِّ ﷺ مُرسَلاً. قَالَ مُحَمَّدٌ: الجَرَّاحُ بنُ مَلِيحٍ صَدُوقٌ وَالجَرَّاحُ بنُ الضَّحَّاكِ مُقَارِبُ الحَدِيثِ.

"سیدنا علیؓ سے مروی ہے، انہوں نے کچے لہسن کو ناپسند کیا مگر پکا ہوا ہو"

اس حدیث کی سند قوی نہیں، شریک بن حنبل نے نبی ﷺ سے مرسلاً بھی نقل کیا ہے۔

۲۲۔ حَدَّثَنَا الحَسَنُ بنُ الصَّبَّاحِ البزَّارُ، حَدَّثَنَا سُفيَانُ بنُ عُيَينَةَ عَن عُبَيدِاللهِ بنِ ابى يَزِيدَ عَن أَبِيهِ عَن أُمِّ أَيُّوبَ أَخبَرَتهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَزَلَ عَلَيهِم، فَتَكَلَّفُوا لَهُ طَعَاماً فِيهِ مِن بَعضِ هذه البُقُولِ، فَكَرِهَ أكْلَهُ، فَقَالَ لأصحابِه: كُلُوهُ فَإِنِّي لَستُ كَأَحَدِكُم إِنِّي أَخَافُ أَن أُوذِيَ صَاحِبِي.

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ. وأُمُّ أَيُّوبَ هِيَ امرَأَةُ أَبِي أَيُّوبَ الأَنصَارِيِّ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ حُمَيدٍ، حَدَّثَنَا زَيدُ بنُ الحُبَابِ عَن أَبِى خَلْدَةَ عَن أبى العَالِيَةِ قَالَ: الثُّومُ مِن طَيِّبَاتِ الرِّزقِ. وابو خَلْدَةَ اسمُهُ خَالِدُ بنُ دِينَارٍ وهُوَ ثِقَةٌ عِندَ أَهلِ الحَدِيثِ. وقد أَدرَكَ أَنَسَ بنَ مَالِكٍ وسَمِعَ مِنهُ. وَالعَالِيَةُ اسمُهُ رُفَيعٌ وَهُوَ الرِّيَاحِيُّ. قَالَ عَبدُالرَّحمٰنِ بنُ مَهدِيٍّ: كَانَ أَبُو خَلْدَةَ خِيَاراً مُسلِماً.

''سیدہ ام ایوب سے مروی ہے نبی ﷺ نے ان کے پاس قیام کیا انہوں نے آپ کیلئے کچھ پرتکلف کھانا تیار کیا اس میں ان ہی ترکاریوں میں سے کوئی ترکاری ڈالی تھی آپ نے اسے پسند نہ کیا اور صحابہ سے کہا تم اسے کھالو میں تمہارے جیسا نہیں ہوں میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اس کی بو سے میرے ساتھی فرشتوں کو تکلیف نہ ہو''

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے. ام ایوب، ابوایوب انصاری کی بیوی ہیں،

محمد بن حمید، زید بن حباب، ابی خلدہ، حضرت ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ لہسن پاکیزہ رزق میں سے ہے، ابوخلدہ کا نام خالد بن دینار ہے، محدثین کے نزدیک یہ ثقہ ہیں، انہوں نے انس بن مالک کو پایا ہے، اور ان سے سنا ہے ابوالعالیہ کا نام رفیع ہے یہ ریاحی ہیں عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں ابوخلدہ اچھے مسلمان تھے.

۱۵۔ بَابُ ماجاءَ فی تَخمِیرِ الإنَاءِ واطْفَاءِ السِّرَاجِ وَالنَّارِ عِندَ المَنَامِ

وہ روایات جو ''برتن دھانکنے'' سوتے وقت ''چراغ وآگ'' بجھانے کے متعلق وارد ہیں

۲۳۔ حَدَّثَنَا قُتَیبَةُ عَن مَالِكِ بنِ أنَسٍ عَن أبی الزُّبَیرِ عَن جَابِرٍ قَالَ: قَالَ النبیُّ ﷺ: أغلِقُوا البَابَ وَأوكُوا السِّقَاءَ وَاكفِئُوا الإنَاءَ أو خَمِّرُوا الإنَاءَ، وَأطفِئُوا المِصبَاحَ، فَإنَّ الشَّیطَانَ لَا یَفتَحُ غَلَقًا وَلَا یَحُلُّ وِكَاءً وَلَا یَكشِفُ آنِیَةً، فَإنَّ الفُوَیسِقَةَ تُضرِمُ علی الناسِ بَیتَهُم.

قال: وفی البابِ عَن ابنِ عُمَرَ وأبی هُرَیرَةَ وابنِ عَبَّاسٍ. هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ. وقد رُوِیَ مِن غَیرِ وَجهٍ عَن جَابِرٍ.

''سیدنا جابر سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا دروازے بند کرو، مشکوں کے منہ دھاگوں سے باندھو، برتن الٹ کر رکھو برتنوں کو ڈھانپ دو اور چراغ بجھا دو، کیونکہ شیطان بند دروازوں کو نہیں کھولتا مشک کے دھاگوں کو نہیں کھولتا برتن کو نہیں کھولتا اور چوہا گھر جلا دیتا ہے'' اس باب میں ابن عمر، ابوہریرہ اور ابن عباس سے روایت ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے، دوسرے طریق سے بھی جابرؓ سے مروی ہے.

۲۴۔ حَدَّثَنَا ابنُ أبی عُمَرَ وَغَیرُ وَاحِدٍ، قَالُوا حَدَّثَنَا سُفیَانُ عَن الزُّهرِیِّ عَن سَالِمٍ عَن أبِیهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَترُكُوا النَّارَ فی بُیُوتِكُم حِینَ تَنَامُونَ.

هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سالم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، رسول ﷺ نے فرمایا سوتے وقت اپنے گھروں میں آگ جلتی نہ چھوڑو''

یہ حدیث حسن صحیح ہے.

تشریح: اغلقوا الباب ....: اغلاق بند کرنا، ایکاء دھاگے سے باندھنا، اکفاء برتن الٹ کر رکھنا، اطفاء بجھانا گل کرنا یہ سب باب انفعال سے امر حاضر ہیں، تخمیر ڈھانپنا، ڈھکنا دینا تفعیل سے ہے، تضرم اضرام سے ہے جلا دینا، شعلہ بڑھکانا۔ یہ سب امر استحبابی اور آداب زندگی ہیں کہ آپ ﷺ ایمان، اعمال، اخلاق، آداب، معاشرت ومعاملات سب کے معلم اور مشفق مربی ہیں۔ یہ سوتے وقت

کے آداب ہیں جن پر عمل حفاظت اور باعث نجات وشفاعت ہے۔ لاتترکو النار فی بیوتکم. یہ نہی شفقت ہے کہ آگ جلتی چھوڑنے میں نقصان کا اندیشہ ہے کہ چراغ کی جلتی بتی کو چوہا کھینچ کر کسی بستر چٹائی وغیرہ پر ڈال دے جس سے آگ بڑھک اٹھے اور جھلس کر بہت سارا نقصان ہو جائے یا پورے گھر میں آتش زدگی کا باعث بنے۔ ابوداؤد کی حدیث میں اس کا سبب ورود بھی موجود ہے کہ چوہے نے بتی کھینچ کر آپ ؐ کے قریب ڈال دی جس سے کچھ بوریہ وغیرہ جل گئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: آگ چلتی مت چھوڑو!

حدیث کی باب سے مناسبت: بظاہر ان احادیث کی اطعمۃ مناسبت واضح نہیں، خمرو الاناء ..... السقاء سے مناسبت ثابت ہو رہی ہے کہ برتن ومشک کھانے پینے میں استعمال ہوتے ہیں تو فرمایا پکا کھا کر آگ و برتن ایسے نہ چھوڑ دو بلکہ ان آداب پر عمل کرو۔

فویسقہ کی وجہ: چوہوں کو احادیث مبارکۃ میں فویسقہ نافرمان کہا گیا ہے کہ یہ رات کو فسق وفساد کیلئے اپنی بلوں سے نکلتے ہیں۔

فائدہ: گھروں میں عموماً جو ''ہیٹر'' جلائے جاتے ہیں اور سرد علاقوں میں تقریباً پوری رات جلتے ہیں اور ان میں بھی آگ ہی ہوتی ہے۔ حالانکہ حدیث پاک میں لاتترکو النار ہے۔ اس کا یہ جواب ذہن میں آتا ہے کہ یہ ضرورت ہے اور محفوظ ہے کہ آگ اس سے منتقل نہیں ہوتی۔ اگر چہ گیس بند ہو کر دوبارہ آنے یا کسی دوسری وجہ سے آگ ختم ہو جائے اور گیس کھلی رہے تو بہت نقصان ہوتا ہے اور ایسے متعدد واقعات پیش آتے رہتے ہیں، اس لئے اصل حکم آگ نہ چھوڑنے کا ہے۔ کہ کچھ دیر جلا کر سوتے وقت بند کر دیا جائے یا پھر محفوظ انداز سے نصب ہو اور جلائے رکھیں تو ضرورت وحفاظت کی وجہ سے درست ہوگا۔ چنانچہ اس کی تصریح بھی ہے''ولا خیر فی ہرکہ اذا أمن الاحتراق''۔ کوکب ۲/۴۳۴)

قال النووی: هذا عام يدخل فيه نار السراج وغيرها، واما القناديل المعلّقة فى المساجد وغيرها فان خيف حريق بسببها دخلت فى الامر بالاطفاء، وان امن ذلک العلة زال المنع (مسلم ۲/۱۷۱)

مسلم شریف میں ہے''امسیتم فکفوا صبیانکم ... واغلقوا الباب و اذکروا اسم الله ....(مسلم ۲/۱۷۰) شام کے بعد بچوں کو گھر سے نکلنے سے روک دو.... اور اللہ کا نام لو! یعنی دروازہ بند کرتے وقت، برتن ڈھانپتے اور الٹتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔

١٦ ـ بَابُ مَاجَاءَ فِى كَرَاهِيَةِ الْقِرَانِ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ

وہ روایات جو ''دودو کھجوریں'' ملا کر کھانے کی کراہت میں وارد ہیں

٢٥ ـ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ وعُبَيْدُاللهِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهَى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنْ يَقْرِنَ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ حَتّٰى يَسْتَأْذِنَ صَاحِبَهُ.

قال: وفى الباب عَنْ سَعْدٍ مَوْلَى أَبِى بَكْرٍ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابن عمر سے مروی ہے نبی ﷺ نے اپنے ساتھی سے اجازت لئے بغیر دو کھجوروں کو ملا کر کھانے سے منع فرمایا''

اس باب میں سعد مولی ابی بکرؓ سے روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث اول: نهى رسول الله ﷺ ان يقرن .... یہ قرن سے ہے بمعنی ملانا، جوڑنا قرین ساتھی اسی سے ہے ۔یہاں معنی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو تین یا کئی کھجوریں ملا کر کھانے سے منع فرمایا۔

کھجور کھانے کی صورتیں: ا- چند آدمی مل کر کھائیں اور کھجور باہم مشترک ہیں کہ سب نے پیسے ملا کر خریدیں یا سب کو برابر برابر حصے کے طور پر ملیں پھر اکٹھے بیٹھ کر کھا رہے ہوں۔

۲- دوسری صورت یہ ہے کہ کھجوریں ذاتی ہیں اور خود کھا رہا ہے۔

۳- تیسری صورت یہ ہے کہ کسی کے ہاں مہمان ہیں اور میزبان نے کھجوریں پیش کیں اب چند مہمان مل کر کھا رہے ہیں۔

حکم: پہلی صورت میں دوسرے شرکاء کی اجازت صراحۃً یا اشارۃً کے بغیر دو دو ملا کر کھانا ناجائز ہے اسکی وجہ ظاہر ہے، کہ دو دو ملا کر کھانے میں دوسروں کا حق سمیٹنے والی بات ہے، حالانکہ ایسا کرنا شریعت میں قبیح اور قابل مؤاخذہ جرم ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ دو دو ملا کر کھانے میں حرص ٹپکتا ہے جو بری عادات میں سے ہے۔ اس لیے دو دو ملا کر کھجور کھانے سے منع فرمایا۔

دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ ایک یا دو دو بہر صورت کھانا جائز ہے اس لیے کہ اسمیں حق تلفی نہیں لیکن کھانے کا انداز ایسا ہو جس سے طبعی حرص نہ ٹپک رہا ہو بلکہ طبیعت و عادت کی وجہ سے کھائے تو کوئی حرج نہیں۔

تیسری صورت کا حکم یہ ہے کہ دو دو ملا کر کھانا مروّت و آداب کے خلاف ہے کیونکہ میزبان کی طرف سے ہر مہمان کو سیر ہو کر کھانے کی اجازت ہے اور یہ ظاہر ہے ایک ایک لیں یا دو دو پیٹ میں تو اتنی ہی جائیں گی جتنی گنجائش ہے، اس لیے اس میں حق تلفی تو نہیں بے مروّتی ہے جو قابل اجتناب ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کھائے پیٹ بھر کر مگر حرص و حق تلفی قریب نہ آنے پائے ورنہ ایک ایک کھائے۔

علامہ نوویؒ نے یہ بھی تصریح کی کہ کسی کام یا عذر کی وجہ سے جلدی جلدی دو دو کھانے میں مضائقہ نہیں۔ فتح الباری میں ہے کہ امام محمدؒ اس حکم کو منسوخ کہتے ہیں اور ناسخ مسند بزار کی ایک روایت ہے جس میں ہے كنت نهيتكم عن القران وانّ الله وسع عليكم فاقرنوا . میں نے تمھیں کھجوریں دو دو ملا کر کھانے سے منع کیا تھا یقیناً اللہ تعالی نے اب تم پر فراخی فرما دی ہے اب دو دو ملاؤ اور کھاؤ۔ اس سے دوسری علت بھی معلوم ہوئی کہ یہ حکم قلت کی وجہ سے تھا اب وسعت کے بعد اجازت دے دی لیکن یہ اجازت حق تلفی کی صورت میں نہ ہوگی۔ یہ حدیث طبرانی نے بھی روایت کی ہے۔ (عون) حتى يستاذن اصحابه. ہاں ساتھیوں سے اجازت لے لیں تو پھر کوئی حرج نہیں، ہر ایک اپنی مرضی سے کھا سکتا ہے۔ شعبہؒ کہتے ہیں کہ حتی کے بعد والا جملہ ابن عمرؓ پر موقوف ہے۔ اور یہ ابن عمرؓ کا قول ہے۔

فائدہ: حدیث باب میں آداب معاشرت و مروّت کی اصل ہے کہ آپ اس انداز سے کھائیں کہ شرکاء کی حق تلفی، ایذاء رسانی نہ ہو اور یہ حکم کھجور میں منحصر نہیں بلکہ تمام ماکولات کیلئے ہے کھجور کا ذکر اس وقت کی عام روزی اور مدینہ منورہ کے لحاظ سے ہے کہ وہاں کھجور بکثرت ہیں۔ تمام چیزوں کو یہ حکم لاگو ہوگا اگر عددی ہے تو تعداد میں دیگر احباب و شرکاء سے نہ بڑھے اور اگر عام غذائیں تو پھر مقدار میں ان سے نہ بڑھے مثلاً روٹی کا نوالہ معتاد انداز سے بڑا ہو یا سالن سے بوٹیاں زیادہ لینا یا بے تحاشا جلدی کرنا وغیرہ اور خود عمل کے

ساتھ بچوں کی تربیت بھی ابھی سے مہذب انداز سے کریں کہ حریص ولالچی نہ بنیں اور ترتیب وآداب اور دعاؤں کے اہتمام کے ساتھ انہیں کھانا سکھائیں پوری زندگی امن سے گذرے گی۔ نیک نام اور اچھا انجام ہوگا۔

١٧۔بَابُ مَاجَاءَ فِی اسْتِحْبَابِ التَّمْرِ

وہ روایات جو "کھجور" کے پسندیدہ ہونے میں وارد ہوئی ہیں

٢٦۔حَدَّثَنَا محمدُ بنُ سَهْلِ عَن عَسكرِ البَغْدَادِيِّ وعَبْدِاللهِ بنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قالا:حَدَّثَنَا يَحْيٰى بنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بنُ بِلَالٍ عَن هِشَامِ بن عُرْوَةَ عن أَبِيهِ عَن عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ.

قال:وفي البابِ عَن سَلْمَى امْرَأَةِ أبي رَافِعٍ.هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ الا مِنْ هذا الوَجْهِ وسألت البُخَارِيَّ عَنْ هذَا الحَدِيثِ فقال:لا أعلمُ أحداً رواه غَيْرَ يَحْيَى بْنِ حَسَّانَ.

"سیدہ عائشہ نبی ﷺ سے نقل کرتی ہیں آپ نے فرمایا جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں اس گھر والے بھوکے ہیں"

اس باب میں سلمی زوجہ ابورافع سے روایت ہے، یہ حدیث اسی طریق سے حسن غریب ہے ہم اسکو ہشام بن عروہ کی روایت سے صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔سألت الخ یہ بیرونی نسخہ کے مطابق ہے۔

تشریح: کھجور آپ ﷺ کی پسندیدہ غذا تھی اور اکثر گذر بسر اسی پر تھا سیدہ عائشہؓ سے تصریح ہے کہ ہمارا گذارہ "الماء والتمر" پر ہوتا، آنحضرت ﷺ کی تواضع اور قناعت وکفایت شعاری ہے کہ کھجور سے روٹی تناول فرمائی اور اسے سالن قرار دیا۔اس لئے کبھی کبھار کھجور کے ساتھ روٹی کھانا اور اسکا مسنون ہونا ثابت ہے۔کھجور مختلف قسموں اور ناموں سے موسوم ہے۔ تمر ہ سوکھی کھجور، چھوارہ۔ رطب تازہ کھجور۔ "مذنب" جو ایک سرے سے تھوڑی سی پکی ہوئی ہو۔ بُسر کچی۔نخل یہ ایسا درخت ہے جس کا ہر جزو کام میں آتا ہے مثلاً پھل کچا، پکا، تر، خشک ہر طرح کھایا جاتا ہے۔خالی خوشہ سے جھاڑو دیا جاتا ہے۔ پتوں سے دستی پنکھے، چارپائیوں کا بان اور چٹائیاں، روٹی رکھنے کے چھابے اور طبق بنائے جاتے ہیں۔شاخوں سے چھتیں بناتے ہیں تنے سے شہتیر بناتے ہیں اور نہروں پر پل بناتے ہیں، جمار کھائی جاتی ہے، چھلکے وچھال سے رسّیاں بٹی جاتی ہیں، گٹھلیاں کوٹ کر جانوروں کو کھلائی جاتی ہیں، پھر لذت وغذائیت سے بھرپور سہل الوصول اور پورے سال میسّر ہوتی ہے۔قرآن پاک میں اسے شجرۃ طیبۃ اور حدیث مبارکہ میں اس سے مؤمن کو تشبیہ دی گئی ہے۔عبد بن حمیدؒ نے ربیع بن خثیم کے طریق سے روایت نقل کی ہے لیس للنفساء مثل الرطب ولا للمريض مثل العسل (فتح الباری ج٩ص٧٠) نفاس یعنی بچہ جننے والی عورت کیلئے تازہ وتر کھجور کے مثل کوئی مفید چیز نہیں اور مریض کیلئے شہد جیسی مفید چیز کوئی نہیں۔

بيت لا تمر فيه جياع اهله. (ترکیب) بیت اسم نکرہ موصوف، لانفی جنس، تمر اسکا اسم فیه، ظرف مستقر اسکی خبر، یہ جملہ اسمیہ خبریہ صفت۔بیت موصوف صفت سے ملکر مبتداء، جیاع اسم فاعل (جمع جائع عامل معتمد بر مبتداء) اهله مرکب اضافی جیاع کا فاعل جیاع اپنے فاعل، سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، بیت مبتداء اپنی خبر جیاع سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

۱۔ قاضی ابوبکر ابن العربیؒ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ کھجور مکمل غذاء ہے جب گھر اس سے خالی ہو گیا تو یوں سمجھ لیجئے اسکے اہل بلاقوت وروزینہ رہ گئے تو انہیں بھوکا کہا۔ کیونکہ اہل مدینہ میں اکثریت کا گذر بسر کھجور یا اسکی آمدنی پر تھا اور ایسے ہی وہ شہر وعلاقے جہاں کھجور بکثرت پائی جاتی ہے تو وہاں بھی یہی زیادہ استعمال ہوتی ہے اور کوئی مہمان آئے تو اسکی تواضع اکثر اولاً کھجور سے کی جاتی ہے۔ تو جو چیز جہاں کی پیداوار ہے وہی اس سے محروم ہوں اور انکے گھر اس سے خالی ہوں تو یقیناً بھوکے ہوئے جب اپنی ہی پیداوار پاس نہیں تو باہر کی بطریق اولیٰ نہ ہوگی۔

۲۔ شارح مشکوٰۃ علامہ طیبیؒ کہتے ہیں اس میں قناعت کی تعلیم ہے کہ کھجور کے بغیر بھوکے ہیں کھجور ہوتے ہوئے کوئی بھوک وفکر نہیں اسی پر قناعت کریں، هل من مزيد کا تو سوائے مٹی کے علاج ہی نہیں۔

۳۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں کھجور کی فضیلت وبرکت بیان کرنا مقصود ہے کہ گھر میں کھجور ہونی چاہیے جس گھر میں کھجور نہیں وہ تو بھوکے ہیں، یعنی کھجور ہونی چاہیے عرب کا اسی پر شدت سے عمل ہے کہ انکے گھر میں کھجور بہر حال ہوگی۔ بذل میں اس میں توسیع دیتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ ہر شہر والوں کیلئے انکی اپنی پیداوار کیلئے یہی حکم ہے کہ وہ ان کے پاس موجود ہو۔ جو اکثر انکے ہاں پیدا ہوتی ہو تا کہ اپنی اور اپنے شہر وملک کی چیز سے محروم نہ ہوں۔

١٨۔بَابُ مَاجَاءَ فِي الْحَمْدِ عَلَى الطَّعَامِ إِذَا فَرِغَ مِنْهُ

وہ روایات جو کھانے سے فراغت کے بعد کی ''دعا'' میں وارد ہیں

٢٧۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا.

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَعَائِشَةَ وَأَبِي أَيُّوبَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. هذا حديثٌ حسنٌ. وقد رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ نَحْوَهُ ولا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حديث زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ.

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ اس بندہ سے راضی ہوتا ہے جو کچھ کھائے یا پئے تو اللہ کا شکر ادا کرے''

اس باب میں عقبہ بن عامر، ابوسعید، عائشہ، ابوایوب اور ابوہریرہ سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن ہے، مختلف لوگوں نے زکریا بن ابی زائدہ سے اسی کے مثل نقل کیا ہے اور ہم اسے صرف زکریا بن ابی زائدہ کی روایت سے پہچانتے ہیں.

تشریح: آنحضرت ﷺ نے ہمیں ہر وقت وحالت اور کام میں وہ طریقہ اور احکام بتائے ہیں جن میں دنیا میں عافیت اور آخرت میں نجات وشفاعت اور جنت وراحت مضمر ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا پنہاں ہے جس طرح کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے، جوتا اتارنے اور بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا ہے اسی طرح کھانے کے بعد کی دعائیں بھی تعلیم فرمائی ہیں صرف بتلائی ہی نہیں بلکہ عملاً پڑھا بھی ہے۔ كان رسول الله ﷺ اذا رفعت المائدة . یہ ابوداؤد میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ یوں دعاء پڑھتے اور پروردگار کا شکر ادا کرتے۔ اذا

رفعت المائدة سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ کھانے کے بعد پہلے دستر خوان اٹھایا جائے پھر دعا پڑھ کر اٹھیں۔

کھانے کے بعد کی منقول دعائیں: نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سے متعدد دعائیں منقول ہیں:

۱- الحمد لله الذى اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين. جملہ حمد وستائش اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور اپنا مطیع وفرماں بردار مسلمان بنایا۔ اس میں جان اور ایمان دونوں پر شکر وتعریف ہے، اس لیے کہ صحت وجان کے ساتھ ہی آدمی اسلام و ایمان پر مداومت کرسکتا ہے اور ایمان واسلام کے ساتھ ہی اس جسم وجان کو راحت ہے ورنہ دوزخ کا سماں اور ''اولئک کالانعام'' کا مصداق ہے۔ اسمیں انتہائی عمدہ ترتیب ہے کہ پہلے کھانے کا ذکر ہے جو اصل ہے پھر پانی کا جو اسکے تابع ہے پھر ان ظاہری نعمتوں کے ساتھ ساتھ باطنی اور معنوی نعمت کا ذکر کیا اس میں بھی وہ جو بنیاد ہے پھر حسن خاتمہ کی طرف بھی اشارہ ہوگیا اور اپنی عاجزی اور کمزوری کیطرف بھی۔ (عون)

۲- الحمد لله كثيرا طيّباً مباركا فيه غير مكفىّ ولا مودّع ولا مستغنى عنه ربّنا. اللہ تعالیٰ کا بہت بہت عمدہ وبابرکت شکر ہے جو کفایت والا نہیں یعنی جسکا ہم حق ادا نہیں کرسکتے ہیں نہ ہی اسے چھوڑا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے بے پرواہی اور استغناء برتا جاسکتا ہے اے ہمارے پروردگار و پالنہار۔ غیر مکفیّ یہ مرمیّ کی طرح کفی یکفی باب ضرب سے اسم مفعول ہے، یعنی مطلب یہ ہے کہ یہ کھانا ہمیشہ اور بعد کیلئے کافی نہیں بلکہ ہم اسکے محتاج ہیں اور جو ہم نے شکر کیا یہ بھی ناقص ہے، جو آپ کے مرتبہ اور کمال کے مطابق نہیں ۔حاصل یہ ہے کہ اسمیں کھانے والا اپنی آئندہ کیلئے محتاجی اور سوال اور اپنے نقص وکمی کا اقرار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے عطاء وکمال کا اثبات کرتا ہے۔ ترکیب: ربّنا منصوب منادی اور مرفوع مبتداء محذوف کی خبر ہوگا ای یا ربّنا او هو ربّنا۔ یا مجرور لفظ اللہ سے بدل ہوگا۔ (عون وبذل)

۳- الحمد لله الذى اطعم وسقى وسوّغه وجعل له مخرجا . حمد وثناء اس ذات باصفات کے واسطے جس نے کھلایا پلایا اور اسکا چبانا، نگلنا آسان کیا اور اسکو بعافیت نکالا۔ اس میں نعمت وسہولت اور راحت ونجات دونوں کا ذکر ہے اس لیے کہ کھانا اور اس سے عافیت میں رہنا یعنی تکلیف وایذاء اور بیماری کا سبب نہ بننا سب عنایات ہیں۔

۴- الحمد لله الذى كفانا وأروانا غير مكفى ولا مكفور (بخاری) جملہ محامد وشکر اس ذات پاک کیلئے جس نے ہماری کفالت وکفایت کی اور سیراب کیا اس حال میں کہ نہ اس سے لاپرواہی برتی جاسکتی ہے اور نہ ہی ناشکری۔

۵- الحمد لله ربّنا غير مكفى ولا مودّع ولا مستغنى ربّنا (بخاری) جملہ تعریفیں ایسے اللہ کیلئے جو ہمارا رب ہے نہ اس سے بے نیازی ہوسکتی ہے نہ جدائی اور نہ ہی بے پرواہی اے ہمارے پروردگار۔

۶- الحمد لله الذى اطعمنى هذا ورزقنيه من غير حول ولا قوّة (ترمذی ۲ باب الدعوات) حمد وشکر اس اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے یہ ہمیں کھلایا اور بغیر ہماری ہمت وطاقت کے عطا کیا۔

۷- اللهم اطعمتَ وسقيتَ واغنيتَ و اقنيتَ وهديتَ واحييتَ فلك الحمد على ما اعطيتَ (نسائی وفتح الباری

) اے اللہ تو نے کھلایا اور پلایا اور اپنے غیر سے مستغنی کیا اور خوش کیا اور ہدایت دی اور زندگی دی (کیا کیا شمار کریں) پس تمام تعریفیں اور تشکر تیرے لیے جو کچھ تو نے عطاء کیا۔ ان دعاؤں میں الحمد کا معنی شکر سے کیا کیونکہ نعمت کے مقابلے میں ہے۔ سب کا حاصل یہی ہے کہ کھانے پینے کے بعد بلکہ ہر عمل میں دعاؤں کا اہتمام رہے۔

وسوّغه وجعل له مخرجاً. اس دعاء میں چار چیزیں مذکور ہیں: کھلانا، پلانا، آسان کرنا، بسہولت سبیلین سے نکالنا۔ اللہ تعالی نے نعمت عطاء کی، پھر دانت چبانے کو دیئے، لعاب نگلنے کیلئے، معدہ تقسیم کرنے کیلئے، کہ وہاں سے عمدہ ومفید حصہ جگر کی طرف جاتا ہے جو لحم وشحم اور دم بناتا ہے، اور باقی فضلہ آنتوں کے ذریعے سے بسہولت خارج ہوجاتا ہے۔ اب جنان سے شکر، لسان سے ذکر اور ارکان سے عمل لازم ہے۔

دعوت کے بعد صاحب کے لئے دعا: دعوت اور اجتماعی کھانے کے بعد دعا کا ثبوت آنحضرت ﷺ سے مسند احمد ۴/۱۸۸ میں ہے

’’سمعت عبد الله بن بسر يحدّث ان اباه صنع للنبی ﷺ طعاما فدعاه فاجابه، فلما فرغ عن طعامه قال: اللهم اغفر لهم وارحمهم وبارک لهم فيما رزقتهم‘‘

’’عبداللہ بن بسرؓ بیان کرتے ہیں ان کے والد نے نبی ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا پھر انہیں دعوت دی آپ ﷺ نے دعوت قبول کی جب کھانے سے فارغ ہوئے تو یوں دعا دی، یا اللہ ان کی بخشش کر، ان پر رحم کر، ان کی روزی میں برکت فرما‘‘

اسی طرح دعوت کھانے سے پہلے دعا کرنے کا ذکر وثبوت درج ذیل واقعہ میں موجود ہے، اس میں ہاتھ اٹھانے کی تصریح وثبوت نہیں (انعام المعبود ابواب الاطعمۃ باب ۵۵ میں قولی حدیث بھی موجود ہے)

عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ زَارَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی مَنْزِلِنَا فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ سَعْدٌ رَدًّا خَفِيًّا قَالَ قَيْسٌ فَقُلْتُ أَلَا تَأْذَنُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ ذَرْهُ يُكْثِرُ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ سَعْدٌ رَدًّا خَفِيًّا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ثُمَّ رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاتَّبَعَهُ سَعْدٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّی كُنْتُ أَسْمَعُ تَسْلِيمَكَ وَأَرُدُّ عَلَيْكَ رَدًّا خَفِيًّا لِتُكْثِرَ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ قَالَ فَانْصَرَفَ مَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَأَمَرَ لَهُ سَعْدٌ بِغُسْلٍ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ نَاوَلَهُ مِلْحَفَةً مَصْبُوغَةً بِزَعْفَرَانٍ أَوْ وَرْسٍ فَاشْتَمَلَ بِهَا ثُمَّ رَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ وَهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ عَلَى آلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ ثُمَّ أَصَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمَّا أَرَادَ الِانْصِرَافَ قَرَّبَ لَهُ سَعْدٌ حِمَارًا قَدْ وَطَّأَ عَلَيْهِ بِقَطِيفَةٍ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ سَعْدٌ يَا قَيْسُ اصْحَبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ قَيْسٌ فَقَالَ لِی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ارْكَبْ فَأَبَيْتُ ثُمَّ قَالَ إِمَّا أَنْ تَرْكَبَ وَإِمَّا أَنْ تَنْصَرِفَ قَالَ فَانْصَرَفْتُ.

’’سیدنا قیس بن سعدؓ سے ہے کہتے ہیں آپ ہمارے گھر میں زیارت کے لئے تشریف لائے تو آپ ﷺ نے السّلام علیکم ورحمة اللہ فرمایا۔ سعدؓ نے ہلکی آواز سے جواب دیا قیس کہتے ہیں کہ میں نے کہا آپ ﷺ کو اندر آنے کی اجازت نہیں دے رہے؟ سعدؓ نے

کہا رسول اللہ ﷺ کو زیادہ سلام کر لینے دو۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا السّلام علیکم و رحمة الله سعدؓ نے پھر ہلکی آواز سے آپ ﷺ کے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد پھر آپ ﷺ نے فرمایا السّلام علیکم و رحمة الله اس کے بعد آپ ﷺ واپس تشریف لے جانے لگے سعدؓ آپ ﷺ کے پیچھے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ ﷺ کا سلام سن رہا تھا ہلکی آواز سے اس تمنا میں جواب دے رہا تھا کہ آپ ﷺ زیادہ سلام کریں۔ پھر آپ ﷺ سعدؓ کے ساتھ واپس تشریف لائے سعد نے آپ ﷺ کے لئے غسل کے پانی کے بندوبست کا حکم دیا آپ ﷺ نے غسل فرمایا پھر سعد نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک چادر پیش کی جو کہ زعفران یا ورس میں رنگی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے اس چادر کو لپیٹ لیا اس کے بعد آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اے اللہ سعد بن عبادہؓ کی اولاد پر رحمت و برکت نازل فرما، پھر آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمایا۔ جب واپسی کا ارادہ فرمایا تو سعدؓ آپ ﷺ کی سواری کے لئے ایک گدھا لے کر حاضر ہوئے جس پر چادر پڑی ہوئی تھی آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے ۔سعد نے کہا اے قیس تم آپ ﷺ کے ساتھ جاؤ۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا سوار ہو جاؤ میں نے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ فرمایا یا تو تم سوار ہو جاؤ ورنہ واپس ہو جاؤ۔ کہتے ہیں کہ میں واپس آ گیا۔

۱۹۔ بابُ ماجاءَ فی الأکلِ مَعَ المَجذُومِ
وہ روایات جو کوڑھی کے ساتھ کھانے کے متعلق وارد ہیں

۲۸۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ سَعِيدٍ الأَشْقَرُ وابراهيمُ بنُ يَعْقُوبَ قالا حَدَّثَنَا يُونُسُ بنُ محمدٍ حَدَّثَنَا المُفَضَّلُ بنُ فَضَالَةَ عَن حَبِيبِ بنِ الشَّهِيدِ عَن مُحَمَّدِ بنِ المُنْكَدِرِ عَن جَابِرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ فَأَدْخَلَهُ مَعَهُ فِي القَصْعَةِ، ثُمَّ قَالَ: كُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلاً عَلَيْهِ.

هذا حديثٌ غريبٌ لا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يُونُسَ بنِ محمدٍ عَنِ المُفَضَّلِ بنِ فَضَالَةَ، وَالمُفَضَّلُ بنُ فَضَالَةَ هذا شَيْخٌ بَصْرِيٌّ. وَالمُفَضَّلُ بنُ فَضَالَةَ شَيْخٌ آخَرُ بَصْرِيٌّ أَوْثَقُ مِنْ هَذَا وَأَشْهَرُ. رَوَى شُعْبَةُ هذا الحَدِيثَ عَن حَبِيبِ بنِ الشَّهِيدِ عَنِ ابنِ بُرَيْدَةَ أَنَّ عُمَرَ أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ. وحَدِيثُ شُعْبَةَ أَثْبَتُ عِنْدِي وَأَصَحُّ.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک جزامی کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ اپنے پیالہ میں شامل کر لیا اور فرمایا اللہ کے نام کے ساتھ اسی پر اعتماد اور توکل کرتے ہوئے کھاؤ''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف یونس بن محمد کی روایت سے جو مفصل بن فضالہ سے راوی ہیں پہچانتے ہیں، یہ مفضل بن فضالہ بصری شیخ ہیں اور ایک مفضل بن فضالہ مصری ہیں جو اس سے زیادہ ثقہ اور زیادہ مشہور ہیں، شعبہ نے اس حدیث کو بواسطہ حبیب بن شہید ابن بریدہ سے روایت کیا ہے، حضرت عمرؓ نے جذامی کا ہاتھ پکڑا شعبہ کی روایت میرے نزدیک اشبہ اور صحیح تر ہے۔

تشریح: اخذ بید مجزوم: آپ ﷺ نے جزامی کا ھاتھ پکڑا..... یعنی ایک بیمار آدمی کے قرب اور ساتھ بیٹھنے یا کھانے یا پس خوردہ پینے سے دوسرے کی طرف بیماری کا تجاوز کرنا اور دوسرے کو بیماری لگنا۔ اسکو تعدیہ امراض (ایک سے دوسرے کو بیماری لگنا)

کہا جاتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ عام تھا کہ لوگ بیمار کے پاس بیٹھتے نہ بٹھاتے کہ بیماری ہماری طرف منتقل ہو جائیگی۔ آنحضرت ﷺ نے اسکی یکسر تردید فرمائی ایسا نہیں ہے کہ ایک بیماری ازخود سبب حقیقی کے طور پر منتقل ہو یہ تاثیر بیماری میں ہے ہی نہیں یہ موہوم و باطل نظریہ ہے۔

امراض کا متعدی ہونا؟: اس باب میں احادیث مختلف ہیں کہ بیماریوں میں تعدی اور تجاوز ہے یا نہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف وہم ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں اور بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی اور بعض سے اثبات معلوم ہوتا ہے پہلے دلائل پھر تحقیق ملاحظہ کیجئے۔

۱: عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ا لَاعَدْوٰی وَلَاصَفَرَ وَلَاهَامَةَ فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ مَابَالُ الْاِبِلِ تَكُوْنُ فِی الرَّمْلِ كَاَنَّهَا الظِّبَاءُ فَیُخَالِطُهَا الْبَعِیْرُ الْاَجْرَبُ فَیُجْرِبُهَا قَالَ فَمَنْ اَعْدٰی الْاَوَّلَ

"ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا بیماریوں میں تعدی نہیں نہ ماہِ صفر کا مہینہ منحوس ہے اور نہ ہی کسی مردے کی کھوپڑی سے الو کی صورت نکلتی ہے، پھر ایک دیہاتی آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ پھر اُونٹوں کو کیا ہو جاتا ہے جو ہرنوں کی طرح خوبصورت ریگستانوں میں پھرتے ہیں ان میں کوئی خارش والا اُونٹ مل جاتا ہے تو ان کو بھی وہ خارشی بنا دیتا ہے۔ تو آپ انے فرمایا تو پہلے اُونٹ کو کس نے خارش زدہ کیا؟ معمر کہتے ہیں زہریؒ نے کہا مجھے ایک آدمی نے ابو ہریرہؓ سے بیان کیا آپ اسے سنا فرمایا۔ مریض اُونٹ کو تندرست اُونٹوں کے تالاب پر پانی کے لئے نہ لایا جائے۔ پھر وہ آدمی ابو ہریرہ ص کے پاس گیا اور عرض کیا کہ کیا آپ نے پہلے یہ حدیث بیان نہیں کی نہ بیماری متعدی ہوتی ہے اور نہ صفر منحوس ہے اور ہامہ کچھ نہیں ہے۔ ابو ہریرہ ص نے فرمایا میں نے تمہیں بیان نہیں کی، زہری نے کہا ابو سلمہ کہتے ہیں ابو ہریرہ ص نے خود یہ روایت بیان کی اس حدیث کے سوا کبھی کوئی حدیث نہیں بھولے ہوں میں نے نہیں سنا"

۲: عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ا لَاعَدْوٰی وَلَاهَامَةَ وَلَانَوْءَ وَلَاصَفَرَ۔

"ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہتے ہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا نہ تو بیماریوں میں تعدی ہے، نہ ہامہ ہے، نہ نوء ہے اور نہ صفر منحوس ہے"

۳: عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ا قَالَ لَاعَدْوٰی وَلَاطِیَرَةَ وَیُعْجِبُنِی الْفَالُ الصَّالِحُ وَالْفَالُ الصَّالِحُ الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ۔

"انسؓ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور بری فال لینا بے بنیاد چیز ہے ہاں مجھے اچھی فال پسند ہے اور نیک فال کا مطلب عمدہ بات ہے"

٤۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ا كَانَ یَقُوْلُ لَاهَامَةَ وَلَا عَدْوٰی وَلَاطِیَرَةَ وَاِنْ تَكُنِ الطِّیَرَةُ فِی شَیْءٍ فَفِی الْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ وَالدَّارِ۔

"سعد بن مالکؓ سے منقول ہے کہ آپ ا فرمار ہے تھے نہ ہامہ ہے اور نہ عدویٰ ہے اور نہ نحوست ہے اگر بدشگونی اور نحوست

ہوتی تو تین چیزوں میں ہوتی، گھوڑے میں، عورت میں، گھر میں"

۵: عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَ بِيَدِ مَجْذُوْمٍ فَوَضَعَهَا مَعَهُ فِى الْقَصْعَةِ وَقَالَ كُلْ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلاً عَلَيْهِ

"جابرؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک کوڑھی آدمی کا ہاتھ پکڑا اور پلیٹ میں اپنے ساتھ شامل کر کے فرمایا اللہ کی ذات پر بھروسہ اور توکل کر کے کھالے"

ان سب احادیث میں اسکی نفی موجود ہے اور سب اصحاب صحاح ستہ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ آخری حدیث تو ہے بھی فعلی کہ آنحضرت ﷺ نے ایک جذام والے کو ساتھ ایک ہی پلیٹ میں کھانے کیلئے ہاتھ پکڑ کر شامل کیا اور فرمایا" كل ثقة بالله وتوكّلا عليه " اللہ تعالی پر توکل وبھروسہ کرتے ہوئے کھاؤ۔ پہلی حدیث میں صراحت ہے کہ فمن اعدى الاوّل؟ پہلے کو خارش کی بیماری کس نے لگائی؟

۲- بعض روایات میں اس کا ثبوت مذکور ہے چنانچہ افرّ من المجذوم كما تفرّ من الاسد. (بخاری)
مجذوم (کوڑھ کی بیماری والے) سے اس طرح بھاگ جیسے شیر سے بھاگتا ہے،

کتاب الطب سنن ابن ماجہ میں ہے: لاتديموا النظر الى المجذومين . کہ جذام والے پر زیادہ دیر نظر نہ لگاؤ۔ لا يورد ممرّض على مصحح" (فتح الباری ج۱۰ص۱۹۸) من سمع بارض طاعونا فلا يقدم عليه (ایضا) جو کسی علاقہ میں طاعون کے متعلق سنے تو وہاں مت جائے۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماریوں میں تعدی ہے۔

تعارض کا حل: اصولی طور پر اہل فن کے نزدیک متعارض احادیث کے مابین رفع تعارض کے درج ذیل طریقے ہیں:

۱- تطبیق ۲- ترجیح ۳- نسخ وتنسیخ

مختلف حالات وصور پر محمول کر کے تطبیق دی جائے، یا سند، متن، مفہوم، مثبت، نافی ہونے میں کسی ایک کو ترجیح دیدی جائے، یا دونوں میں سے ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دیا جائے۔

تطبیق: اکثر اہل علم نے دونوں احادیث میں تطبیق کی بھرپور کوشش کی ہے پھر اسکی متعدد توجیہات ہیں:

۱- جن احادیث مبارکہ میں فرار اور بچنے کا حکم ہے یہ استحباب واحتیاط پر مبنی ہیں یعنی احتیاطاً بچنا چاہیے اور جن میں نفی ہے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ کھانے کا ذکر ہے اس میں جواز بیان کرنا مقصود ہے یعنی احتیاطاً بچو لیکن بالکل غلط بھی مت سمجھو۔

۲- زمانہ جاہلیت میں یہ اعتقاد جڑ پکڑ گیا تھا کہ جذام اور دیگر بعض بیماریوں میں یقیناً وحتماً تعدیہ ہے اور یہ ضرور دوسرے کو لگ جاتی ہیں اور یہ انکی ذاتی تاثیر ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے لا عدوىٰ فرما کر اس باطل نظریہ اور خیالات کی اصلاح فرمائی کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں کہ امراض بالذات اور اپنی تاثیر کی وجہ سے متعدی ہوں اور دوسروں کو لگیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر اسکی اصلاح کے بعد فرمایا کہ ظاہر اایک سبب کی حد تک ایک مرض دوسرے کے مرض کا سبب ہوسکتا ہے۔ تو لا عدوىٰ میں نفی سبب حقیقی اور تاثیر ذاتی کی ہوئی، حدیث فرار میں اثبات سبب ظاہری کا ہوا اور دونوں میں بیّن فرق ہے۔ (ابن صلاح وبیہقی)

۳- تطبیق کی ایک عمدہ توجیہ یہ بھی ہے کہ حقیقت یہی ہے کہ امراض میں تعدیہ نہیں اور یقیناً نہیں۔ ہاں اگر کوئی ضعیف الایمان اور کمزور عقیدے والا ہو تو اسے توہمات سے بچنے کیلئے بیمار کے پاس زیادہ ٹھہرنے اور کثرت سے آمد ورفت سے اجتناب واحتیاط کرنی چاہیے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اسکو تکلیف لاحق ہو اور یہ اپنے کچے عقیدے کی وجہ سے تعدیہ کا قائل بن جائے اور مزید عقیدہ سبوتاژ ہو جائے تو اسے اس کمزوری کی وجہ سے بچنا چاہیے نہ کہ حقیقۃً امراض میں تعدیہ ہے (ابن حجرؒ)

ترجیح: بعض اہل علم نے لاعدوی نافی حدیث کو مثبت فرار وغیرہ والی احادیث پر ترجیح دی ہے کہ تعدیہ امراض نہ ہونا راجح ہے۔ حاشیہ بذل میں ہے: لکن الاحادیث الصحیحة تدلّ علی ان العدوی لیس بشیء. صحیح وصریح احادیث سے ثابت ہے کہ عدویٰ کچھ نہیں

نسخ و تنسیخ: اصحاب مالکؒ میں سے عیسیٰ بن دینارؒ نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے اور مجذوم سے فرار والی روایت کو لاعدویٰ سے منسوخ قرار دیا ہے

۲۰۔بابُ ماجاءَ أنَّ المؤمِنَ یَأکُلُ فی معیً واحدٍ وَالکافِرُ یَأکُلُ فی سَبْعَةِ أمعاءٍ

واردہ شدہ وہ روایات جن میں یہ ہے کہ مؤمن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات سے

۲۹۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا یَحیَی بنُ سَعِیدٍ، حَدَّثَنَا عُبَیدُاللّٰهِ عَن نَافِعٍ عَن ابنِ عُمَرَ عَن النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:الکافِرُ یَأکُلُ فی سَبْعَةِ أمْعَاءٍ وَالمُؤمِنُ یَأکُلُ فی معیً واحِدٍ.

هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.قَالَ:وفی البابِ عَن أبی هُرَیْرَةَ وَأبِی سَعِیدٍ وَأبِی نَضْرَةَ الغِفَارِیِّ وَأبِی مُوسَی و جَهْجَاهٍ الغِفَارِیِّ وَمَیْمُونَةَ وَعَبدِاللّٰهِ بنِ عَمرٍو.

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے''

اس باب میں ابوہریرہ ابوسعید، ابونضرہ، ابوموسیٰ جہجاہ غفاری، میمونہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایات ہیں.

۳۰۔حَدَّثَنَا إسحَاقُ بنُ مُوسَی الأنصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِکٌ عَن سُهَیلِ بنِ أبی صَالِحٍ عَن أبِیهِ عَن أبی هُرَیْرَةَ:أنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ضَافَهُ ضَیفٌ کَافِرٌ فَأمَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ ثُمَّ أُخرَی فَحُلِبَتْ فَشَرِبَهُ ثُمَّ أُخرَی فَشَرِبَهُ حَتَّی شَرِبَ حِلَابَ سَبعِ شِیَاهٍ،ثُمَّ أصبَحَ مِنَ الغَدِ فَأسْلَمَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا،ثُمَّ أمَرَ لَهُ بِأُخرَی فَلَم یَسْتَتِمَّهَا،فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ :المُؤمِنُ یَشْرَبُ فی مِعیً واحِدٍ،والکَافِرُ یَشْرَبُ فی سَبْعَةِ أمْعَاءٍ.

هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ غریبٌ من حدیث سهیلٍ.

''سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کے یہاں ایک کافر مہمان ہوا رسول اللہ ﷺ نے ایک بکری دوہنے کا حکم دیا سو وہ دوہی گئی اور اس نے دودھ پی لیا، پھر دوسری دوہی گئی اور اس نے اسکو بھی پی لیا پھر ایک اور دوہی گئی اس نے اسکو بھی پی لیا، یہاں تک کہ اس نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا، اگلے روز وہ اسلام لے آیا، رسول اللہ ﷺ نے

اس کے لئے ایک بکری دوہنے کا حکم دیا دودھ دوہی گئی اور اس نے اسکو پیا، پھر آپ ﷺ نے دوسری کا حکم دیا لیکن وہ دوسری کا دودھ پورا نہ پی سکا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے" یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے.

تشریح: فی معی واحد....: مومن ایک آنت میں کھاتا ہے. اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے، محدثین وشراح نے اس کے چند مطالب بیان کئے ہیں،

۱. حدیث مبارکہ میں حقیقۃً کھانا اور آنتیں مراد نہیں بلکہ اس سے دنیوی لذات کی کثرت مراد ہے، گو دنیا کو "اکل و کھانے" سے تعبیر کیا اور اس کے اسباب کو "قلت امعاء" سے تعبیر فرمایا حاصل کلام یہ ہوا کہ مومن بقدر ضرورت دنیا اور اسکی نعمتوں کو استعمال کرتا ہے جسے ایک آنت فرمایا اور کافر لذات وشہوات اور فاحشات میں محو ومگن رہتا ہے جسکی کثرت کو "سبعہ امعاء" سے تعبیر کیا۔

۲. دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد اکل حلال اور حرام کھانا ہے، مومن حلال روزی کھاتا ہے جو قلیل ومحدود ہوتی ہے، کافر حرام کھاتا ہے جو وافر وکثیر ہوتی ہے، تو قلت حلال وکثرت حرام کو "معی واحد" اور سبعۃ امعاء" فرمایا (ابن التین)

۳. تیسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مقصود مومن کے طعام میں برکت اور کافر کے کھانے میں عدم برکت کا ذکر ہے، یعنی مومن اللہ کا نام لیکر کھاتا ہے شیطان شریک نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ برکت دیتے ہیں کہ تھوڑے کھانے سے سیر ہوجاتا ہے اس کے برعکس کافر "بسم اللہ" کے بغیر کھاتا ہے شیطان شریک ہوجاتا ہے بے برکتی کی وجہ سے زیادہ کھاتا ہے، جسے سات آنتوں سے تعبیر فرمایا،

۴. چوتھا مطلب یہ ہے کہ مومن کی حالت عموماً یہ ہوتی ہے کہ کم کھاتا ہے، ہر وقت کھانے کی فکر میں مشغول نہیں ہوتا بلکہ بقدر کفایت "قوت لایموت" پر گذارہ کرتا ہے اور رضاء الٰہی کو پیش نظر رکھتا ہے جبکہ کافر کھانے پینے میں مشغول فکر آخرت سے عاری ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے " الذین کفروا یتمتعون ویاکلون کما تاکل الانعام" مثل بہائم ہڑپ کرنے کی فکر میں رہتا ہے، اسی مبالغہ فی التکثیر کو سبعۃ امعاء میں بیان کیا،

۵. علامہ قرطبی نے یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ اس سے کھانے کی شہوات سبعہ مراد ہیں، شہوۃ الاذن...... مومن صرف شہوۃ الجوع کیلئے بقدر کفایت کھاتا ہے، جسے فی معی واحد" فرمایا اور کافر سب کا خواہش مند ہوتا ہے کہ دیکھنے میں رنگ تیز ہو، چکھنے میں ذائقہ لذیذ ہو، سننے میں خوب قابل تعریف ہو، طبیعت کو کھینچتا ہو، جی کو بھائے، بھوک مٹائے، مزہ آجائے نامعلوم کیا کیا خیالات ہوتے ہیں جبکہ مومن ضرورت پوری کرنے کیلئے سادگی کے ساتھ بلاتکلف بھوک مٹا کر کام میں لگ جاتا ہے. (تکملہ ۴/۸۱)

حدیث کا شان ورود: اس جملے کا شان ورود مہمان کا قبول اسلام سے پہلے زیادہ کھانا اور ایمان لانے کے بعد کم کھانا ہے جیسے حدیث باب میں وارد ہے.

کثیر الاکل کون تھا؟: اکثر شراح حدیث کی رائے یہ ہے کہ یہ "جہجاہ غفاری" تھا، بعض نے "ثمامہ بن اثال" کا نام بھی ذکر کیا ہے۔

فائدہ: مذکورہ تفصیل وبیان اغلب واکثر کے ہے کہ عموماً کافر زیادہ اور مومن کم کھاتا ہے، قاعدہ کلیہ اور حرف آخر نہیں کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مؤمن زیادہ کھاتا ہے کسی عارض یا طبیعت کی وجہ سے بعض کافر کم کھاتے ہیں، اگر حدیث باب کو جزئی واقعہ سمجھ کر اسکے مورد پر

مختصر سمجھیں تو بھی مفہوم حدیث ادا ہو جاتا ہے، اور کسی قسم کا اشکال نہ ہوگا، اسی طرح ہمیں قلت طعام کی ترغیب وتعلیم بھی ہے کہ کم کھا کر کثرت وکسل سے بچیں عمل کریں، ورنہ سب سبق میں ہوں گے اور ہم عالم خواب میں، امام غزالی نے تصریح کی ہے کہ قلت طعام کثرت طعام سے کئی درجے مفید اور اعمال واسباق پر معین ہے۔

سات آنتوں کا نام: قاضی عیاضؒ نے اطباء سے نقل کیا ہے کہ انسان کی سات آنتیں ہیں، ا. پہلا معدہ ہے پھر تین باریک آنتیں ہیں جو معدے سے ملی ہوئی ہیں، ۲. البواب، ۳. الصائم، ۴. الرقیق ثم ثلاثة غلاظ پھر تین موٹی اور سخت ہیں، ۵. الاعور، ۶. القولون، ۷. المستقیم، دوسرے قول میں معدۃ کے علاوہ الاثناء عشری، الصائم، القولون، الفائفی، المستقیم، الاعور یہ سات نام مذکور ہیں (تکملہ)۔

۲۱۔ بابُ ماجاءَ فی طَعَامِ الوَاحِدِ یَکْفِی الاثنَیْنِ

وہ روایات جن میں وارد ہے کہ ایک کا "کھانا" دو کو کافی ہوگا

۳۱۔ حَدَّثَنَا الأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، حَدَّثَنَا مالِكٌ، وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَن مالِكٍ عَن أَبِي الزِّنَادِ عَن الأَعْرَجِ عَن أبي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: طَعَامُ الاثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَة، وطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الأَرْبَعَةِ.

وفی البابِ عَن ابنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ. هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کا کھانا تین کیلئے کافی ہے اور تین کا کھانا چار کیلئے کافی ہے" اس باب میں ابن عمر اور جابر سے روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے

وَرَوَى جَابِرٌ وَابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: طَعَامُ الوَاحِدِ يَكْفِي الاثْنَيْنِ وَطَعَامُ الاثْنَيْنِ يَكْفِي الأَرْبَعَة، وَطَعَامُ الأَرْبَعَا يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ، عن سُفْيَانَ عنِ الأَعْمَشِ عَن أَبِي سُفْيَانَ عَن جابِرٍ عَن النَّبيِّ ﷺ بِهٰذَا۔

مزید جابرؓ نے نبی ﷺ سے نقل کیا ہے ایک کا کھانا دو کیلئے کافی ہوتا ہے اور دو کا کھانا چار کیلئے کافی ہوتا ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لئے کافی ہوتا ہے۔ مثل حدیث سابق۔

تشریح: چنانچہ ابویعلیٰؒ نے اپنی مسند میں یہ حدیث روایت کی عَن جابر مرفوعاً: احب الطعام الی اللہ ماکثرت علیه الایدی۔ (رواہ ابن حبان والبیھقی) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کھانا وہ ہے جس میں کھانے والے ہاتھ زیادہ ہوں۔ ہم تو بہائم کی طرح الگ برتن اور روٹی لیکر کھاتے بھی رہتے ہیں پھرتے بھی رہتے ہیں فیاللعجب ولضیعة الادب. وروی الطبرانی عَن ابن عمرؓ مرفوعاً: طعام الاثنین یکفی الاربعة وطعام الاربعة یکفی الثمانیة فاجتمعوا عامة ولاتفرقوا. دو کا کھانا کفایت کرتا ہے چار کو اور چار کا آٹھ کو تم کھانے میں اکٹھے رہو جدا مت ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اجتماعی کھانے میں برکت وکفایت اور مودّت ومحبت ہے اسے اپنائیں۔

سوال: ان احادیث میں اجتماعی اور اکٹھے کھانے کا ذکر ہے اور قرآن کریم میں ساتھ اور جدا دونوں کا ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا" (النور ۶۱) تم پر کوئی گناہ نہیں اکٹھے کھاؤ یا جدا جدا۔

جواب: ۱- حدیث پاک میں اجتماعیت کی ترغیب ہے اور آیت مبارکہ میں انفرادیت کا جواز ہے، اس لئے تعارض نہیں۔

۲- اجتماعیت مسنون و مستحب ہے۔ آیت سے اجتماعیت کا واجب نہ ہونا ثابت ہے اور حدیث سے مستحب ہونا۔

۳- آیت میں بھی جمیعاً کا لفظ پہلے ہے حدیث اسی کی موافق ہے اور اشتاتا بعد میں اباحت کو ظاہر کرتا ہے۔

۴- حدیث میں ذکر ہے ایسے افراد کا جن کے لئے اجتماعیت ممکن ہے اور آیت میں ذکر ہے اس شخص کا جسکو اجتماعیت میسر نہ ہوا کیلا ہو کہ وہ اکیلا کھانے سے گناہ گار نہ ہوگا۔

۵- آیت میں رخصت کا ذکر ہے اس صورت میں جہاں کوئی عذر ہو مثلا مناسب جگہ نہ ہو یا باہم مزاج نہ ملتے ہوں وغیرہ۔ بہر حال اجتماعیت باعث برکت محبوب و مرغوب اور مامور ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان جماعت سے کتراتا اور بھاگتا ہے اور اکیلے پر سوار ہو جاتا ہے جسے حدیث میں "الجلیس الصالح خیر من الوحدة والوحدة خیر من جلیس السوء" فرمایا

۲۲- بابُ ماجاءَ فی أکلِ الجَرادِ

وہ روایات جو "ٹڈی" کے کھانے کے متعلق وارد ہیں

۳۲- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مَنِیعٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَن أَبِی یَعْفُورَ العَبْدِیِّ عَن عَبْدِاللّٰهِ بنِ أَبِی أَوْفَی أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الجَرَادِ فقال:غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ سِتَّ غَزَوَاتٍ نَأْکُلُ الجَرَادَ.قال أبوعیسی:هٰکَذَا رَوَی سُفْیَانُ بنُ عُیَیْنَةَ عَن أبی یَعْفُورَ هذا الحَدِیثَ وقال:سِتَّ غَزَوَاتٍ.وَرَوَی سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ وَغَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ أبی یَعْفُورَ فَقَالَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ .

قال:وفی البابِ عَن ابن عمر وجابر قال أبوعیسی:هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.وأبو یَعْفُورَ اسْمُهٗ وَاقِدٌ وَیُقَالُ وَقْدَانُ أَیضاً. وأبو یَعْفُورَ الآخَرُ اسْمُهٗ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بنِ عُبَیْدِ بنِ نِسْطَاسَ.

"سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے مروی ہے، ان سے ٹڈی کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چھ غزوے کئے، ہم ان میں ٹڈی کھاتے تھے سفیان بن عیینہ نے یعفور عبدی سے اس حدیث کو نقل کیا اور کہا "چھ غزوات سفیان ثوری اور دوسروں نے ابو یعفور سے نقل کیا اور سات غزوات" کہا اس باب میں ابن عمر جابر سے روایت ہے"

یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابو یعفور کا نام "واقد" ہے، ان کو "وقدان" بھی کہا گیا ہے، ایک دوسرے "ابو یعفور" بھی ہیں ان کا نام "عبدالرحمٰن بن عبید بن نسطاس" ہے۔

۳۳- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ والمؤمَّلُ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَن أَبِی یَعْفُورَ عَن ابنِ أبی أَوْفَی قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْکُلُ الجَرَادَ.قال أبوعیسی:وَرَوَی شُعْبَةُ هذا الحدیثَ عَن أبی یَعْفُورَ عَن ابنِ أبی أَوْفَی قال:غزوتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ غَزَوَاتٍ نَأْکُلُ الجَرَادَ.

حَدَّثَنَا بذلکَ محمدُ بنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا محمدُ بنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا .

''سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات کئے، ہم ان میں ٹڈیاں کھاتے تھے، شعبہ نے ابویعفور سے اس حدیث کو نقل کیا ابن ابی اوفی سے روایت ہے ہم نے رسول ﷺ کے ساتھ چند غزوے کئے جن میں ہم ٹڈیاں کھاتے تھے'' مثل حدیث سابق

تشریح: جراد یہ جمع ہے جرادۃ کی بحذف التاء جیسے کلم جمع ہے کلمۃ کی۔ جرادۃ مذکر و مؤنث دونوں کے مفرد کیلئے استعمال ہوتا ہے اور جراد جمع، اسمیں تاء تانیث کی نہیں بلکہ تاء وحدت ہے جیسے نملۃ، حملۃ۔

جراد کی وجہ تسمیہ اور حکم: یہ جرد سے مشتق ہے جسکا لفظی معنٰی ہے چھیلنا، خالی ہونا، ٹڈی کو اس لیے جراد کہتے ہیں ''لا نـه لا ينزل على شئ الا جرّ ده'' کسی چیز پر نہیں اترتی مگر اسے خالی کر دیتی ہے اور اجاڑ دیتی ہے اردو پنجابی، کشمیری میں اسے ٹڈی اور سندھی میں ''ماکڑ'' پشتو میں ''وڑوکے ملخ'' کہتے ہیں۔

باتفاق اہل علم ٹڈی حلال ہے پھر امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمدؒ غرض جمہور کے ہاں برابر ہے ذبح کریں، خود مرے، مسلم شکار کرے یا مجوسی عضو کاٹیں یا کوئی اور صورت ہو، تمام صورتوں میں اسکا کھانا درست ہے۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ اگر کسی سبب سے مرے تو درست ہے حتف انفہ اپنی موت آپ بلا سبب حادث مرے تو کھانا درست نہیں (عون) حضرت عمرؓ اسکے گوشت کو پسند فرماتے تھے، ازواج مطہرات ٹڈی آنحضرت ﷺ کو پیش کرتی تھیں، صحابہؓ آپ ﷺ کے ساتھ کھاتے۔ چنانچہ حدیث باب اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہے۔

ٹڈی برّی شکار ہے یا بحری؟: صاحب حیٰوۃ الحیوان نے اس پر بحث کی ہے کہ یہ خشکی کا شکار ہے یا سمندری اگرچہ عموماً اس کا کوئی اثر نہیں۔ شکار برّی ہو یا بحری کھانا بہرصورت مباح وحلال ہے، ہاں اسکا اثر احرام والے کے حق میں ظاہر ہوگا کیونکہ اگر اسے خشکی کا شکار مانیں تو محرم کیلئے منع ہوگا اور شکار کرنے کی صورت میں دم واجب ہوگا، اور سمندری شکار مانیں تو حالت احرام میں بھی اسکا شکار درست ہوگا۔ اسمیں اختلاف اور جانبین کے دلائل نقل کرنے کے بعد یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ عند الجمہور یہ خشکی کا شکار ہے اور محرم کیلئے منع ہے شکار کی صورت میں دم واجب ہوگا۔ بالفرض اگر بعض کے قول کو راجح قرار دیا جائے تو بھی احرام والے کیلئے احتیاطاً مذکورہ حکم ہوگا۔

نأكل الجراد وفي رواية نأكل معه ﷺ غزوہ اور سریّہ کی تعریف معروف ہے۔ آنحضرت ﷺ کے غزوات کی تعداد ۲۷ ہے اور سرایا ۷۱ ہیں۔ (انعامات المنعم اول باب ۳) ہم آپ ﷺ کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔

۱۔ معیت کا معنٰی صرف معیت فی الغزوہ ہو کہ ہم غزوے میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے اور اپنے طور پر ٹڈی کھاتے تھے کھاتے وقت ضروری نہیں کہ حضور ﷺ ساتھ ہوتے کیونکہ پڑاؤ متفرق طور پر ہوتا تھا اور قدرے فاصلے سے مختلف افراد اپنی سواریاں بٹھاتے، سامان رکھتے، ہانڈیاں پکاتے **کیف ماتیسّر**۔

۲۔ معیت سے مراد معیت فی الاکل ہو کہ غزوے میں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے، دوسرے احتمال کو ابونعیم کی طبرانی میں وارد شدہ روایت سے تقویت ملتی ہے، اس میں ہے ویاکلہ معنا اور آنحضرت ﷺ اسے ہمارے ساتھ کھاتے اور اسی میں حجت

تام وقوی ہوگی کہ آپ ﷺ نے خود تناول فرمایا، جبکہ پہلی صورت میں بھی حجت ہے کیونکہ صحابہؓ آپ کے ساتھ غزوے میں غیر مباح چیز کیسے کھاتے حالانکہ متعدد واقعات ہیں کہ صحابہؓ کو تردد ہوتا تو پہلے حضور ﷺ سے پوچھتے پھر اپناتے اور کھاتے چنانچہ جھاڑ پھونک کے بدلے میں دی گئی بکریوں میں دریافت وتسلی سے پہلے تصرف نہ کیا تھا، اور عنبر مچھلی کے بارے میں باوجود حالت اضطراری اور اپنے اجتہادی فیصلے کے آ کر آپ ﷺ سے پوچھ کر تسلی وتشفی حاصل کی۔

ٹڈی کے ذبح کا حکم: بذل کے حاشیہ میں عینی ۲۲/۱۱۰ کے حوالے سے درج ہے مشہور یہی ہے کہ اسکو ذبح کیا جائے پھر طریقہ ذبح میں اختلاف ہے ایک قول ہے کہ اسکا سر توڑنا ذبح ہے ابن وہب نے اَخذُھا ذَکَاتُھا کہا ہے کہ اسکا پکڑنا ہی اسکی ذکاۃ ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ٹڈی کی ذکاۃ وہی ہے جو اسکی موت کا سبب بنے مثلاً گردن توڑنا، پر کاٹنا وغیرہ...... یہ بات بذل میں ذکر کی وجہ سے نقل کردی گئی ہے ورنہ حکم پہلے مذکور ہے کہ بہر حال اسکا کھانا درست ہے سوائے امام مالکؒ کے کمامرّ۔

ٹڈیوں سے نجات وحفاظت؟: بعض اوقات علاقوں میں ٹڈیوں کے غول کے غول آ جاتے ہیں اور جس کھیت، باغ فصل پر اترتے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں حتی کہ پھل تو کیا پتے تک باقی نہیں بچتے۔ ان سے حفاظت وبچاؤ کیلئے یہ عمل مجربات میں سے ہیں اور ان میں کوئی اعتقادی عملی یا لفظی ومعنوی نقص نہیں۔ امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دیہات میں پہنچا تو کسان گندم کے کھیت میں تھا اور گیہوں کی بالیں لہرا رہی تھیں چنانچہ ٹڈیوں کا لشکر اس پر حملہ آور ہوا تو وہ شخص پریشان ہو گیا۔ اسی غم والم کے عالم میں یہ اشعار کہے جن میں اپنا دکھ اور ٹڈیوں کا جواب ہے۔

مرّ الجراد علی زرعی فقلت لها — لا تاکلن ولا تشغلن بافسادِ
ٹڈیاں میرے کھیت پر گذریں تو میں نے — انہیں کہا نہ کھاؤ اور فساد میں مشغول نہ ہو
فقام منهم خطیب فوق سنبلة — انّا علی سفر لا بدّ من زاد
پس ایک بال پر بیٹھے ان کے ترجمان نے کہا — ہم سفر میں ہیں اور اس میں توشہ ضروری ہے

ا- یہ کلمات لکھ کر بانس کی نلکی میں بند کر کے کھیت یا باغ میں دفن کرنے اور دبانے سے ٹڈیوں کے ضرر سے محفوظ رہیں گے۔

کلمات بابرکات یہ ہیں: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اَهْلِکْ صِغَارَهُمْ وَاقْتُلْ کِبَارَهُمْ وَاَفْسِدْ بَیْضَهُمْ وَخُذْ بِاَفْوَاهِهِمْ مَعَایِشَنَا وَاَرْزَاقَنَا، اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مَامِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا، اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاسْتَجِبْ مِنَّا یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے اے اللہ ہمارے سردار محمد ﷺ پر اور انکی آل پر رحمتیں نازل فرما اے اللہ ان (ٹڈیوں) کے چھوٹوں کو ہلاک کر اور بڑوں کو مار دے اور ان کے انڈوں کو فاسد کر دے اور ان کے منہ سے ہماری معاش وروزی نکال دے، یقیناً صرف تو ہی پکاروں کو سننے والا ہے۔ بالیقین میں نے اپنے اور تمہارے پروردگار اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ کیا زمین پر

چلنے، رینگنے اور اڑنے والی کوئی مخلوق نہیں مگر اسکی پیشانی اسی ذات کے ہاتھ اور قبضہ وقدرت میں ہے، بلاشبہ میرا پالن ہار سیدھی راہ پر ہے۔ اے اللہ ہمارے سردار محمد ﷺ اور انکی آل پر رحمتیں برسا اور اے ارحم الراحمین (سب سے زیادہ رحم وعطا کرنے والے) ہماری التجا کو قبول فرما"

۳- علامہ دمیریؒ صاحب حیٰوۃ الحیوان فرماتے ہیں ایک بہت بڑے عالم نے درج ذیل عمل کو آزمایا ہے کہتے ہیں اسکا نام اس وقت مجھے بھول گیا ہے اسے یحییٰ ابن عبداللہ قرشی نے بارہا آزمایا ہے عمل یہ ہے جس گاؤں، دیہات، بستی یا شہر میں ٹڈیوں کی بہتات ہو اور ان سے تنگ آ گئے ہوں تو وہ چار ٹڈیاں ہمت کر کے پکڑ لیں پھر ان میں سے ہر ایک کے پروں پر بالترتیب یہ آیات مبارکہ لکھیں پھر جس سمت یا شہر کی حفاظت ونجات مقصود ہو اسکا نام لیکر انہیں چھوڑ دیں یہ چاروں اسی سمت جائیں گی اور نجات حاصل ہوگی۔ پہلی کے پر پر یہ آیت لکھیں: فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ. "سو انکو اللہ کافی ہوگا وہی سننے والا جاننے والا ہے" دوسری پر یہ آیت لکھیں: وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ. "وہ حائل ہوا اور آڑ بنا انکے اور انکی خواہشات کے درمیان"

تیسری پر لکھیں: ثُمَّ انْصَرَفُوا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ. "پھر وہ پھرے تو اللہ تعالیٰ نے بھی انکے دلوں کو پھیر دیا"

چوتھی ٹڈی پر یہ آیت لکھیں: فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ. "پھر جب پورا ہوا تو پھرے اپنی قوم کی طرف اس حال میں کہ ڈرا رہے تھے" اللهم احفظنا من آفات الدنيا والاخرة ووفقنا لما تحب وترضى. (حیٰوۃ الحیوان)

۲۳- بَابُ مَاجَاءَ فِي أَكْلِ لُحُومِ الْجَلَالَةِ وَأَلْبَانِهَا

"جلالہ" کے دودھ اور گوشت کے متعلق وارد شدہ روایات کے بیان میں

۳۴- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ أَكْلِ الْجَلَالَةِ وَأَلْبَانِهَا.

قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَرَوَى الثَّوْرِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا.

"سیدنا ابن عمر سے مروی ہے نبی ﷺ نے جلالہ جانور کے گوشت کھانے اور اسکے دودھ پینے سے منع فرمایا ہے"

۳۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ: نَهَى عَنِ الْمُجَثَّمَةِ وَعَنْ لَبَنِ الْجَلَالَةِ وَعَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِي السِّقَاءِ. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو.

"سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے مجثمہ سے اور جلالہ جانور کے دودھ سے اور مشک کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا ہے"

محمد بن بشار نے کہا ہم سے ابن ابی عدی نے بواسطہ سعید بن ابی عروبہ، قتادہ، عکرمہ، ابن عباس نبی ﷺ سے اسی کے مثل نقل کیا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں عبداللہ بن عمرؓ سے بھی روایت ہے۔

تشریح: نهى رسول الله ﷺ عن اكل الجلالة. اس سے پہلے باب میں عدم تعذر اور بلا وجہ کراہت سے ممانعت کا ذکر تھا، اس باب میں بیان کیا کہ ایسا نہ ہو جہاں سبب کراہت نمایاں ہو پھر بھی اجتناب نہ کیا جائے ایسا نہیں اعتدال ملحوظ رہے۔

جلالہ کی تعریف: الجلالة (بفتح الجيم وتشديد اللام) هي الدابة التي تعتاد أكل العذرة اذا ظهر اثر النجاسة في لحمها ولبنها وعرقها وطعمها ولونها...... جلالہ وہ چوپایہ اور جانور جو گندگی اور نجاستیں کھانے کا عادی ہو گیا ہو اور اسکا اثر اس کے گوشت و دودھ و پسینے اور ذائقے میں نمایاں ہو گیا ہو یہ جلالہ ہے۔ ابن حزمؒ نے دعویٰ کیا ہے کہ جلالہ صرف چوپایوں میں ہوتا ہے اگر چہ اس قول کی کمزوری بالکل ظاہر ہے کہ مرغی وغیرہ غذا خراب ہونے کی وجہ سے جلالہ میں شمار ہو سکتی ہے حالانکہ یہ چار پاؤں والی نہیں۔

جلالہ کا حکم کب ہوگا؟ ۱- یہ کہا گیا ہے کہ اگر جانور کی غذا اکثر نجس و ناپاک ہے تو جلالہ کے حکم میں ہوگا اگر اکثر گھاس چارہ اور چرنا طاہر ہو تو جلالہ نہ ہوگا۔ ۲- رافعیؒ کا کہنا ہے کہ لا اعتداد بالكثرة بل بالرائحة والنتن ...... غذا میں قلت و کثرت کا اعتبار نہیں بلکہ اثر اور بدبو کا لحاظ ہوگا کہ گوشت و شوربے کا ذائقہ اور لذت اگر متغیر ہیں تو جلالہ کا حکم ہوگا کیونکہ بعض اوقات قلیل نجس غذا ایسی ہوتی ہے کہ بہت زیادہ اثر انداز ہو جاتی ہے اس لیے معیار یہی ہونا چاہیے نہ کہ قلت و کثرت اور یہی بات اسکی تعریف سے متشرح ہو رہی ہے۔

جلالہ کے کھانے کا حکم: ۱- شرح الکبیر ج ۲ ص ۱۱۵ اور فتح الباری ج ۹ ص ۵۱۲ میں ہے "لا يكره اكلها عند مالك" امام مالکؒ کے نزدیک جلالہ کا کھانا مکروہ نہیں۔

۲- اکثر اہل علم جلالہ کے اکل کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔

۳- اسحاق بن راہویہؒ کہتے ہیں اسکے کھانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ خوب دھویا گیا ہو۔

۴- حسن بصریؒ بھی کوئی حرج محسوس نہیں کرتے "وكان الحسن البصرى لا يرى بأسا بأكل لحوم الجلالة".

۵- احنافؒ وشوافعؒ وحنابلہؒ کے نزدیک اس کا کھانا درست نہیں یہاں تک کہ ایسے جانور کو باندھ اور روک کر صاف چارہ اور غذا دی جائے پھر اطمینان ہونے پر ذبح کرنا اور کھانا درست ہے چنانچہ باب ھذا کی تینوں حدیثیں اسی کو بیان کر رہی ہیں۔

جلالہ کے حبس و روکنے کی مدت: ۱- گائے کو چالیس ایام، اور بھیڑ بکری کو سات روز، اور دجاجۃ کو تین دن، روکا جائے "فاذا طاب لحمها فلا باس باكله" جب انکا گوشت صاف ہو اور نجاست کا اثر جاتا رہے تو پھر کھانے میں حرج نہیں۔

۲- ابن رسلانؒ نے شرح السنن میں کہا ہے "ليس للحبس مدة مقررة" روکنے کی مدت طے نہیں بلکہ صفائی اور اثر کا زائل ہونا مقصود ہے (عون وبذل)

جلالہ کے دودھ کا حکم: والبانها اى عن شرب البانها یعنی اس کے دودھ پینے سے بھی منع فرمایا۔ عون میں عند الجمهور دودھ کی طہارت کا قول مذکور ہے، اسکی دلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ دودھ میں نجاست کے ذرات کا شمول محال ہے جیسے کہ خون جو

بالاتفاق نجس ہے دودھ میں شامل نہیں ہوتا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ نجاست والی غذا گوشت بن کر پھر دودھ بن جائے، ایسا نہیں اس لئے دودھ طاہر ہوگا لیکن حدیث باب کا جواب ذکر نہیں کیا۔

عَن لبن الجلالة بذل میں اسکی شرط یوں لگائی گئی ہے اذاظهر اثرها فی اللبن . یعنی جب دودھ میں اثر نجاست ظاہر وثابت ہو جائے تو پھر اسے بھی نہ پئے، دودھ میں نجاست کے اثر انداز نہ ہونیکی دلیل ابھی ذکر ہوئی۔

٢٤ ـ بابُ ماجَاءَ فی أَكْلِ الدَّجَاجِ

''مرغی'' کھانے کے متعلق واردشدہ روایات کے بیان میں

٣٦ ـ حَدَّثَنَا زَيْدُ بنُ أَخزَمَ الطائِيُّ حَدَّثَنَا أَبو قُتَيبَةَ عَن أَبى العَوَّامِ عَن قَتَادَةَ عَن زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ:دَخَلْتُ على أَبِى مُوسَى وَهُوَ يَأْكُلُ دَجَاجَةً فقالَ:ادْنُ فَكُلْ فَإِنِى رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُهُ.

هذا حديثٌ حسنٌ.وقد رُوِيَ هذا الحديثُ مِنْ غَيرِ وَجْهٍ عَن زَهْدَمٍ وَلاَ نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ زَهْدَمٍ.وَأَبُو العَوَّامِ هُوَ عِمْرَانُ القَطَّانُ.

''سیدنا زہدم جرمی سے مروی ہے کہتے ہیں میں ابوموسیٰ (اشعری) کے پاس گیا اور وہ مرغی کھا رہے تھے، انہوں نے فرمایا قریب آجاؤ اور کھاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسے کھاتے دیکھا ہے''

یہ حدیث حسن ہے، یہ حدیث اس طریق کے علاوہ بھی زہدم سے مروی ہے اور ہم اس کو صرف زہدم کی روایت سے پہچانتے ہیں، ابوالعوام سے مراد عمران قطان ہے۔

٣٧ ـ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِى قِلَابَةَ عَنْ زَهْدَمٍ عَن أَبِى مُوسَى قَالَ:رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ .قَالَ:وفى الحديثِ كَلَامٌ أَكْثَرُ مِنْ هَذَا .وهذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وقد رَوَى أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ هذا الْحَدِيثَ أيضاً عَن القَاسِمِ التَّيمِيِّ وعن أبى قِلَابَةَ عَن زَهْدَمٍ الجَرْمِيِّ.

''سیدنا ابوموسیٰ سے مروی ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے، اس حدیث میں مزید بھی واقعہ ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، ایوب سختیانی نے اس حدیث کو بواسطہ قاسم تیمی ابی قلابہ سے انہوں نے زہدم جرمی سے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس باب سے لحم دجاجۃ کی حلت مقصود ہے، کہ آپ ﷺ نے استعمال فرمائی، یہ ممنوعات یا مکروھات میں سے نہیں۔

دجاج: دج یدج باب نصر سے مشتق ہے، بمعنی بار بار آنا جانا، تیزی سے حرکت کرنا۔ مرغی بھی سریع الحرکت اور پھرتیلی ہوتی ہے، اس کی کنیت ام ولید، ام حفصہ، ام قوب، ام نافع..... ہے بزدلی کی وجہ سے قلیل النوم سریع الانتباہ ہوتی ہے، آفتاب غروب ہوتے ہی اس پر نیند طاری ہوجاتی ہے، اس کا گوشت عمدہ معتدل ہوتا ہے۔

فارمی مرغیوں کا حکم: جلالہ کے ساتھ لاحق کرتے ہوئے (حضرت مولانا مفتی محمد عیسی تونسوی صاحب مدظلہ سابق مفتی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) فارمی مرغی کے کھانے سے روکتے ہیں اور از خود بالکل اجتناب کرتے ہیں، اسکے برعکس استاذیم حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ شیخ الحدیث والتفسیر مدرسہ نصرۃ العلوم وامام اھلسنت کا عمل اسکے کھانے اور حلت بلاکراھت ہے کہ اسکی غذا اپنی اصلی حالت سے متغیر اور منتقل ہوچکی، اب حالت بدلنے کی وجہ سے حکم تبدیل ہوگیا اور فارمی مرغی کا کھانا درست ہے ، دیگر جملہ علماء کا عمل بھی یہی دیکھنے میں آیا ہے اور ان کا کھانا بالاتفاق درست ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۵۔ بَابُ ماجاءَ فی أَكْلِ الْحُبارى

''سرخاب'' کھانے کے متعلق واردشدہ روایات کے بیان میں

۳۸۔ حَدَّثَنَا الفَضْلُ بنُ سَهْلٍ الأعْرَجُ البَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنا اِبْرَاهِيمُ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بنِ مَهْدِيٍّ عَن ابراهيمَ بنِ عُمَرَ بنِ سَفِينَةَ عَن أَبِيهِ عَن جَدِّهِ قال: أَكَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ لَحْمَ حُبَارَى.

هذا حديثٌ غريبٌ لَا نَعرِفُهُ إلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ. وابراهيمُ بنُ عُمَرَ بنِ سَفِينَةَ رَوَى عنه ابنُ أبي فُدَيْكٍ ويقولُ بُرَيْهُ بنُ عُمَرَ بنِ سَفِينَةَ.

''سیدنا سفینہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سرخاب کا گوشت کھایا ہے''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں ابراہیم بن عمر سفینہ سے ابن ابی فدیک نے روایت لی ہے اور ان کو بریہ بن عمر بن سفینہ کہا گیا ہے۔

تشریح: الحباری ۱۔ عرف الشذی میں ہے کہ اسکی دو قسمیں ہیں بڑی اور چھوٹی بڑی کو تغدر اور چھوٹی کو تغدری یا نر کو تغدر اور مادہ کو تغدری کہتے ہیں (کذا فی حاشیۃ بذل ایضا) ۲۔ اسکا معنی ہے چکاچکوئی ۳۔ اسکا معنی ہے سرخاب۔ (وکلّها لا یوجد فی دیارنا) مصر میں اسے جرج کہتے ہیں۔ بذل میں ہے کہ وھو طائر کبیر العنق رمادی اللون لحمه بین لحم دجاج ولحم بط. یہ لمبی گردن والا مٹیالے اور خاکستری رنگ کا پرندہ ہے جسکا گوشت مرغی اور بطخ کے گوشت کے بین بین ہوتا ہے۔ مرغی کا گوشت جلدی ھضم ہوتا ہے اور بطخ کا دیر سے اسکا گوشت معتدل ہوتا ہے اور اسکی تاثیر گرم اور تر ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ہے ''وھی اشد الطیر طیرانا وابعد شوطاً'' پرندوں میں زیادہ اڑنے والا اور لمبے چکر والا ہے۔ لفظ حباری مذکر ومؤنث اور واحد وجمع سب کیلئے یکساں استعمال ہوتا ہے، اور اسکے آخر میں الف مقصورہ برائے تانیث اور الحاق نہیں۔ یہ بات جوھری نحوی کی ہے لیکن صاحب حیاۃ الحیوان علامہ دمیریؒ نے سمانی سے نقل کیا ہے کہ یہ الف تانیث کا ہے اسی لیے یہ غیر منصرف ہے۔ انگریزی میں اسے **ruddy loose** کہا جاتا ہے۔

حدثنی بُریه . یہ ابراہیم کی تصغیر ہے (بذل) بُرَیہ یہ ابوعبداللہ مدنی ہیں انکا نام ابراہیم ہے بریہ سے معروف ہیں یہ اپنے باپ عمر اور دادا سفینہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ سفینہؓ یہ آنحضرت ﷺ کے غلام تھے۔ اکلت مع النبیؐ ﷺ لحم حباریٰ . تغدر، سرخاب ، چکاجوئی بالاتفاق حلال ہے ولحم الحباری مجمع علی حلّه لا اریٰ فیه خلافاً (بذل)

۲۶۔ بابُ ماجاءَ فی أکْلِ الشِّوَاءِ

’’بھنے ہوئے گوشت‘‘ کھانے کے متعلق واردشدہ روایات کے بیان میں

۳۹۔حَدَّثَنَا الحَسَنُ بنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بنُ مُحَمَّدٍ قالَ: قالَ ابنُ جُرَيْجٍ أخبرَنِي مُحَمَّدُ بنُ يُوسُفَ أنَّ عَطَاءَ بنَ يَسَارٍ أخبرَهُ أنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أخبرَتْهُ: أنَّهَا قَرَّبَتْ إلى رسولِ اللهِ ﷺ جَنْباً مَشْوِيّاً فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ إلَى الصَّلٰوةِ وَمَا تَوَضَّأَ.

قال: وفی البابِ عَن عَبْدِاللهِ بنِ الحَارِثِ والمُغِيرَةِ وأبی رَافِعٍ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هَذَا الوَجْهِ.

’’سیدہ ام سلمہ سے مروی ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھنا ہوا گوشت رکھا، آپ نے اس سے کھایا پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور وضوء نہیں فرمایا‘‘

اس باب میں عبداللہ بن حارث، مغیرہ اور ابورافع سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح اور اس طریق سے غریب ہے۔

تشریح: جنبا مشویا: آپ ﷺ کو بھنی ہوئی بکری کی دستی پیش کی گئی تو آپ ﷺ نے اسے کھایا، یعنی احیانا آپ ﷺ نے لذیذ و پر تکلف غذا نوش فرمائی ہے تاکہ امت کیلئے اسوہ کامل ہو اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ لذائذ کا استعمال منع ہے، اگرچہ آپ کی اکثر زندگی عسرت وفقر میں بسر ہوئی کما یأتی فی ابواب الزھد

سوال: ’’ولا رأی شاة مسموطة بعينه قط‘‘ بخاری ۲/۸۷۰ سے معلوم ہو رہا ہے آپ ﷺ نے بھنی ہوئی بکری دیکھی نہ کھائی؟

جواب: ابن بطالؒ نے کہا ہے کہ اس کا مقصد ہے پوری بکری بھنی ہوئی کبھی نوش نہیں فرمائی اور حدیث باب میں دستی اور جز کا ذکر ہے، تو نفی کل کی ہے اثبات جز کا ہے فلا منافات بينهما،

ثم قام الی الصلوٰة وما توضأ: یہاں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے پینے سے وضو کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ جمہور کا مسلک یہی ہے کہ وضو کرنا ضروری نہیں حدیث باب اس کی دلیل بین ہے، جو بعض حضرات مامسّت النار سے وضو کے قائل ہیں ان سے اتنی عرض ہے کہ ’’گرم پانی‘‘ سے وضو جائز ہے یا نہیں؟ جواب اثبات میں ہے تو مسئلہ حل ہو گیا کہ آگ پر پکی چیز کے کھانے پینے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی کسی نے اسے ’’نواقض وضو‘‘ میں سے شمار کیا ہے دوسری دلیل آگے باب ۳۲ میں آرہی ہے۔ والتفصيل فی كتاب الطهارة.

احب العراق بضم العين جمع عرق۔ یہ عین کے ضمہ کے ساتھ عرق کی جمع ہے وہ ہڈی جس پر گوشت نہ ہو۔ قاموس میں ہے عراق غراب کی طرح ہے ایسی جمع نادر وقلیل ہے۔ اگر گوشت ہڈی پر موجود ہو تو عظم ہے اور گوشت صاف کر لیا جائے تو عراق ہے (بذل) وکلاهما يستعمل لمعنى واحد۔ بقول کسے!

وما خير خبز ليس فيه سراسة   وما طيب لحم لايكون فيه عظم

لو لا العظم ما طاب اللحم ولولا النوى ما حلا التمر

ولولا القشر لم يوجد اللبّ

۲۷۔بابُ مَاجَاءَ فی کَرَاهِیَةِ الْأَکْلِ مُتَّکِئاً

''ٹیک لگا کر'' کھانے کی کراہت میں وارد شدہ روایات کے بیان میں

۴۰۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ، حد ثنا شَرِیکٌ عَنْ عَلِیِّ بنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِی جُحَیْفَةَ قالَ: قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ :أَمَّا أَنَا فَلَا آکُلُ مُتَّکِئاً. قال:وفی البابِ عَنْ عَلِیٍّ وعَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو وعَبْدِاللّٰهِ بنِ العَبَّاسِ ،هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ لا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِیثِ عَلِیِّ بنِ الْأَقْمَرِ.

وَرَوَی زَکَرِیَّا بنُ أَبِی زَائِدَةَ وسُفْیَانُ بنُ سَعِیدٍ وَغَیْرُ واحِدٍ عَنْ علیِّ ابنِ الْأَقْمَرِ هذا الْحَدِیثَ. وَرَوَی شُعْبَةُ عَنْ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ هذا الْحَدِیثَ عَنْ عَلِیِّ بنِ الْأَقْمَرِ.

''سیدنا ابوجحیفہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''بہرحال میں تو ٹیک لگا کر نہیں کھاتا''

اس باب میں علی، عبداللہ بن عمرو اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے. یہ حدیث حسن صحیح ہے، ہم اس کو صرف علی بن اقمر کی روایت سے پہچانتے ہیں، زکریا بن ابی زائدہ سفیان بن سعید اور دوسرے حضرات نے اس حدیث کو علی بن اقمر سے نقل کیا ہے شعبہؒ نے بواسطہ سفیان ثوریؒ اس حدیث کو علی بن اقمر سے نقل کیا ہے.

تشریح : فلا آکل متکئا میں ٹیک لگا کے نہیں کھاتا۔

ٹیک لگانے کی صورتیں: ۱- ابن حجرؒ کہتے ہیں اتکاء کا مطلب یہ ہے کہ طاعم کسی طرف جھک کر سہارا لے اور ایک پہلو پر ہو جائے۔۲- اپنے بائیں ہاتھ کو زمین پر ٹیک لے اور اسی پر سہارا لے۔ ۳- خطابیؒ کہتے ہیں لوگوں کا خیال ہے کہ اتکاء کھانے والے کا کسی ایک طرف جھکنا ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ متکئا کا حاصل ہے کسی نمدہ تکیہ یا نرم بستر وبچھونے پر بیٹھے اور حدیث کا مطلب یوں بیان کرتے ہیں'' لااقعد متکئا علی الوطاء عند الاکل'' یہ تو ان لوگوں کا فعل ہے جو کثرت طعام اور مختلف الالوان کے خوگر ہوں میں تو بقدر کفایت کھاتا ہوں اس لیے آپ ﷺ سمٹ کر بیٹھتے تھے۔لیکن خطابیؒ کی یہ رائے قوی نہیں کیونکہ نرم بستر یا گدے وغیرہ پر بیٹھنا اتکاء میں داخل نہیں بلکہ متکئا کا مطلب وہی ہے جس کو ابن حجرؒ نے بیان کیا ہے کہ بیٹھ کر دائیں بائیں یا پیچھے ٹیک لگائے اگر بالکل معتدل اور سیدھا بیٹھیں بھلے نمدے پر ہو یہ اتکاء نہیں۔

ٹیک لگا کر کھانے کا حکم: ۱- اگر آدمی تکبر وبڑائی کیلئے ٹیک لگا کر کھاتا ہے تو یہ علی الاطلاق منع ہے اس سے اجتناب ضروری ہے۔۲- اگر کسی تکلیف وعذر کی وجہ سے ٹیک لگا کر کھاتا ہے تو یہ بلا کراہت درست ہے۔۳- اگر استراحت وکثرت اکل کیلئے ٹیک لگاتا ہے تو یہ خلاف اولیٰ ہے۔

کھانا کھاتے وقت بیٹھنے کا مسنون طریقہ: ۱- آدمی دونوں قدموں کے بل بیٹھے گھٹنے کھڑے کر کے۔۲- دونوں گھٹنے زمین پر

بچھا کر بیٹھے جیسے تشہد نماز میں بیٹھتے ہیں۔ ۳۔ ایک گھٹنا بچھا کر اور دوسرا سیدھا کر کے ایک پاؤں پر بیٹھے کہ دائیں گھٹنے کو سیدھا رکھے اور بائیں کو بچھا کر بائیں پاؤں پر بیٹھ جائے۔ جیسے عموماً قرآن پاک حفظ کرنے والے طلبہ بیٹھتے ہیں ابن حجرؒ نے انہیں مستحب اور شیخ الاسلام نے تکملہ میں آداب طعام میں سے شمار کیا ہے۔

چوکڑی مار کر کھانے کا حکم: اما الجلوس متربّعا بدون اسناد الظهر الى ما خلفه او الميلان على احد الشقين فالظاهر انه جائز بلا كراهة لعدم ما يدلّ على كراهته (تکملہ ج۴ ص۴۸) جی ہاں آلتی پالتی مار کر بیٹھنا کہ پشت و پہلو میں کوئی ٹیک یا سہارا نہ ہو تو ظاہر ہے یہ بلا کراہت جائز ہے کیونکہ اسکی کراہت وممانعت پر کوئی دلیل نہیں۔ یاد رہے کہ اگر آدمی اس طرح بیٹھے پھر اس میں ٹیک کو موقع دے اور آہستہ آہستہ پھیل جائے تو اسے اسطرح بیٹھنے سے بچنا چاہیے۔ اسکی کراہت ملا علی قاریؒ کی اس عبارت سے محسوس ہوتی ہے "انهم فسّروه (متكئا) بالتمكّن للأكل والقعود فى الجلوس كالمتربّع المعتمد على وطاء تحته لان هذه الهيئة تستدعي كثرة الاكل وتقتضي الكبر" (مرقاة ۸۹/۸)

عقلاً اتکاء کی ممانعت کی وجہ: ابن القیمؒ کہتے ہیں کہ پہلو پر ٹیک لگانے میں تو یہ مضرت ہے کہ اسطرح کھانا صحیح طور پر اتر سکتا ہے نہ معدے کی مقرر حد تک پہنچ سکتا ہے جو تکلیف کا باعث ہے، آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ ہاتھ کا سہارا یا پیچھے کسی چیز کی ٹیک اور آزادانہ چوکڑی مار کر بیٹھنا یہ متکبرین کی عادات سیئہ میں سے ہے اس لیے اس سے بھی بچنے کا حکم ہے۔

فائدہ: علامہ عینیؒ نے عمدہ (ج۹ ج۶۷۵) میں ابو العباس بن قاص سے یہ نقل کیا ہے کہ ٹیک لگا کر نہ کھانا اور لا آکل متکئا آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے (زعم هذا ابن القاص) لیکن یہ درست نہیں چنانچہ آگے موصوف نے اسکی تردید کی ہے اور ابو الدرداءؓ کی صریح حدیث نقل کی ہے "قال رسول الله ﷺ لا تاكل متكئا،، ٹیک لگا کر مت کھاؤ (اخرجه الطبراني ورجال اسناده ثقات) اور صحابہ کرام بھی ٹیک لگا کر کھانے کو ناپسند کرتے تھے عبارت یہ ہے" كانو ايكرهون ان ياكلو اتكاء مخافة ان تعظم بطونهم" وہ ناپسند کرتے تھے ٹیک لگا کر کھانے کو اس خوف سے کہ ان کے پیٹ نہ بڑھ جائیں۔ بہرکیف ٹیک لگا کر کھانا مکروہ وممنوع ہے جس میں شرعی وطبی ہر دو قباحتیں ہیں۔

ننگے سر کھانے کا حکم: بذل میں (بحوالہ عالمگیری ج۴ ج۲۱۶ وشامی ج۵ ج۲۳۹) ہے ولا بأس بالأكل مكشوف الرأس. ننگے سر کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں اگرچہ پہنا ہوا کپڑا نہ اتاریں کہ شامی کا حوالہ تو مل گیا ہے۔

۲۸۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي حُبِّ النَّبِيِّ الْحَلْوَاءَ وَالعَسَلَ

ان روایات کے بیان میں جو نبی ﷺ کی پسند "میٹھی چیز اور شہد" کے بارے میں وارد ہوئی ہیں

۱٤۱۔ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَاحمدُ بْنُ ابراهيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النبيُّ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالعَسَلَ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ. وقد رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ. وفى الحَدِيثِ كَلَامٌ

أَكْثَرُ مِنْ هَذَا .

''سیدۃ عائشہ سے مروی ہے نبی ﷺ شیرینی اور شہد کو پسند فرماتے تھے''

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، علی بن مسہر نے بھی اس کو ہشام بن عروہ سے نقل کیا ہے۔اس حدیث میں اس سے مزید بھی کلام ہے۔

تشریح : الحلواء.....:امام فراء نے کہا کہ یہ الف ممدودۃ کے ساتھ پڑھا اور لکھا جائے، امام لیث کا بھی یہی کہنا ہے کہ اکثر کی رائے یہی ہے کہ بالمد پڑھا جائے، جبکہ امام اصمعی کا کہنا ہے کہ اسے ''ی'' کے ساتھ لکھا اور الف مقصورۃ پڑھا جائے، والاول معمول والثانی مرجوح۔

حلوا کا معنیٰ ومصداق:ا۔علامہ نوویؒ نے کہا حدیث باب میں ''حلواء'' سے مراد ہر میٹھی چیز ہے،اور شہد کا ذکر شرافت اور کرامت کے طور پر ہے یعنی تخصیص بعد از تعمیم ہے کہ پہلے عام ہر میٹھی چیز کا ذکر پھر خصوصا شہد کا ذکر فرمایا۔

۲۔علامہ خطابیؒ نے کہا ''حلواء'' کا اطلاق ہر اس میٹھی چیز پر ہوتا ہے جس کو تیار کرنے میں انسان کا ہاتھ لگے۔

۳۔ابن بطالؒ نے کہا کہ ''حلواء'' مطعومات طیبات میں سے ہے جیسے ارشاد ہے ''کلوا من الطیبات'' ابن حجرؒ نے کتاب ثعالبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حدیث میں مذکور حلواء سے مراد کھجور دودھ کا مرکب ہے جسے ''مجیع'' بروزن عظیم کہا جاتا ہے۔وفی الحدیث کلام اکثر..: مفصل حدیث کتاب الحیل بخاری ۲/۱۰۳۱، ۸۱۷، ۸۳۸، ۸۴۰، ۸۴۸/ مسلم ۱/۴۸۱ کتاب الطلاق میں ہے۔

۲۹۔بَابُ مَاجَاءَ فِي إِكْثَارِ مَاءِ الْمَرَقَةِ

ان روایات کے بیان میں جو شوربا بڑھانے کے متعلق وارد ہوئی ہیں

۴۲۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ ابراهيمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فَضَاء حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْمُزَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ:قالَ رسولُ اللّٰه ﷺ :إِذَا اشْتَرَى أَحَدُكُمْ لَحماً فَلْيُكْثِرْ مَرَقَتَهُ،فَإِنْ لَمْ يَجِدْ لَحماً أَصَابَ مَرَقَةً وَهُوَ أَحَدُ اللَّحْمَيْنِ.

وفي البابِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ.هذا حديثٌ غريبٌ لا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حديثِ محمدِ بْنِ فَضَاءٍ.ومحمدُ بْنُ فَضَاءٍ هُوَ الْمُعَبِّرُ،وقد تَكَلَّمَ فِيهِ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ.وعَلْقَمَةُ هُوَ أَخُو بَكْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْمُزَنِيِّ.

''علقمہ بن عبداللہ مزنی، اپنے والد عبداللہ مزنی سے نقل کرتے ہیں کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی گوشت خریدے تو چاہئے اس میں شوربا زیادہ رکھے اب اگر اسے گوشت کھانے کو نہ ملے گا تو شوربا تو مل جائے گا اور وہ بھی تو ایک قسم کا گوشت ہے''

اس باب میں ابوذر سے روایت ہے. یہ حدیث غریب ہے اس کو ہم صرف محمد بن فضا کی روایت سے پہچانتے ہیں محمد بن فضاء تعبیر داں ہیں، انکے بارے میں سلیمان بن حرب نے کلام کیا ہے علقمہ بکر بن عبداللہ المزنی کے بھائی ہیں.

۴۳۔حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْأَسْوَدِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحمدٍ الْعَنْقَزِيُّ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ صَالِحِ

بنِ رُسْتُمَ أَبِي عَامِرِ الخَزَّازِ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قالَ:قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:لَا يَحْقِرَنَّ أَحَدُكُمْ شَيْئاً مِنَ المَعْرُوفِ،وَان لَمْ يَجِدْ فَلْيَلْقَ أَخَاهُ بِوَجْهٍ طَلِيقٍ،واذا اشْتَرَيْتَ لَحْماً أَوْ طَبَخْتَ قِدْراً فَأَكْثِرْ مَرَقَتَهُ وَاغْرِفْ لِجَارِكَ مِنْهُ .

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وقد رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الجَوْنِيِّ.

''سیدنا ابوذر سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھے، اگر اس سے کچھ نہ ہو سکے تو یہی کرے کہ اپنے بھائی سے ہنس مکھ چہرے سے ملے، اور جب تم گوشت خریدو، یا ہانڈی پکاؤ، تو اس میں شوربہ زیادہ کرواور اس میں سے اپنے پڑوسی کو ایک چمچہ دے دو''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، شعبہ نے اس کو ''ابی عمران جونی'' سے نقل کیا ہے۔

تشریح : فلیکثر مرقته: میم وراء دونوں پر فتح ہے، شوربا، من المعروف...: جانی پہچانی، بھلی چیز جس عمل کو سب ہی اچھا سمجھیں مثلاً انصف، حسن سلوک، مظلوم کی مدد، خندۂ پیشانی سے ملنا...بوجہ طلیق: یہ عبوس کی ضد ہے، احادیث میں ہے کہ خریدتے وقت سے ہی اپنے ساتھ دوسروں کی بھی نیت ہوتا کہ غذاء و جزاء دونوں حاصل ہوں، پھر لینے والے بھی قلیل چیز کو حقیر نہ سمجھیں بلکہ بشاشت سے قبول کرلیں۔

۳۰-بابُ ماجَاءَ فی فَضْلِ الثَّرِيدِ

''ثرید'' کی فضیلت میں وارد شدہ روایت کے بیان میں

۴۴-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ المُثَنَّى مُحَمَّدُ بنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ الهَمْدَانِيِّ،عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ:كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ،وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ على سَائِرِ الطَّعَامِ.

قال:وفي البابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأَنَسٍ.هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوموسیٰ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا، مردوں میں سے بہت لوگ کامل ہوئے ہیں اور عورتوں میں سوائے ''مریم بنت عمران'' اور ''آسیہ'' فرعون کی بی بی کے کوئی کامل نہیں ہوئی اور ''عائشہ'' کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہی ہے ''جیسے ثرید کی فضیلت باقی کھانوں پر'' اس باب میں عائشہ اور انس سے روایات ہیں. یہ حدیث حسن صحیح ہے.

تشریح: الثرید من الخبز. ثرید فعیل کے وزن پر ہے بمعنی مفعول ومثرود، روٹی چور کر شوربے میں بھگوئی ہوئی۔ المراد منه الخبز المفتّت فی المرق . عموماً ہمارے دیار میں گوشت کے شوربے میں روٹی توڑ کر ڈالتے ہیں اسے ثرید کہتے ہیں تعامل یہی ہے اگرچہ تعریف میں تعمیم ہے کہ کسی بھی قسم کا سالن اور شوربہ ہو۔

الثريد من الحيس. ا-وفي النهاية الحيس هو الطعام المتخذ من التمر والاقط والسمن او الدقيق (عون) نھایہ میں حیس کی تعریف یہ ہے۔:وہ کھانا جو کھجور، پنیر، گھی، ستو، آٹا وغیرہ کے مجموعے سے تیار کیا گیا ہو۔

۲-الخبز المفتّت فی العسل ونحوہ . شہد یا اس جیسی (بہنے والی) چیز میں روٹی چور کر ملائی گئی ہو اسے حیس وحلوا کہتے ہیں۔
۳-ان یؤخذ التمر او العجوۃ فینزع منہ النوی ویعجن بالسمن ...... ابن رسلان نے کہا عام کھجور یا عجوۃ کی گٹھلی نکال کر گھی میں ایسا ملا دیں کہ ثرید نما ہو جائے یہ حیس ہے، پہلی تعریف زیادہ واضح اور راجح ہے۔ عموم کی وجہ سے لفظ حیس مالیدہ خشک حلوہ اور دیگر اس قسم کی مخلوط چیزوں کو شامل ہے، جیسے ہمارے دیار میں سوجی، مونگ پھلی، بادام، چھوہارے وغیرہ پیس کر گھی میں بھون لیے جاتے ہیں۔
ثرید کے پسندیدہ ہونے کی وجوہات: ۱- روٹی شوربے میں ملنے کی وجہ سے نرم ہو جاتی ہے اسطرح چبانے اور ہضم دونوں میں سہولت و آسانی رہتی ہے معدۃ بوجھل نہیں ہوتا اس لیے آپ ﷺ پسند فرماتے تھے۔
۲-ثرید میں اجتماعیت ہے کہ عموما کئی افراد مجتمع ہو کر کھاتے ہیں اور اجتماعیت میں برکت واستحباب قریب ہی مستقل باب میں گذر چکا ہے۔
۳- لحم وخبز کے مجموعے کی وجہ سے غذائیت اور قوۃ بڑھ جاتی ہے اور آسانی سے آدمی تناول کر سکتا ہے۔ (حاشیہ ترمذی ج ۲ ص ۴۴۷)
عورتوں میں سب سے افضل کون ہے۔ و کذالک اختلفوا فی عائشۃ و خدیجۃ ایتھما افضل و فی عائشۃ و فاطمۃ (مسلم ج ۲ ص ۲۸۷ نووی) علامہ نووی نے اس عبارت میں مراتب کے متعلق اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے پہلے احادیث ملاحظہ ہوں۔
۱۔ افضل نساء اھل الجنۃ خدیجۃ بنت خویلد و فاطمۃ بنت محمد و مریم بنت عمران و آسیۃ بنت مزاحم امراۃ فرعون (المفھم ج:۶ ص ۳۱۴) جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ، فاطمہ، مریم، آسیہ ہیں۔
۲۔حسبک من نساء العالمین مریم بنت عمران و خدیجۃ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد و آسیۃ امراۃ فرعون . جن وانس جہاں کی عورتوں میں (کاملات کے تذکرے میں) یہ چاروں تجھے کافی ہیں۔یعنی صاحب فضیلت ہیں۔
۳۔انّما فاطمۃ بضعۃ منّی یؤذینی ما اذاھا و ینصبنی ما انصبھا فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے ستائے مجھے بھی ستاتی ہے جو اسے تھکائے مجھے بھی تھکاتی ہے۔ (جو اس پر گراں گزرے وہ مجھ پر گراں گزرتی ہے)
۴۔قال یا سلمۃ لا توذینی فی عائشۃ. فانّہ ما انزل علیّ الوحیُ الاّ وان فی لحاف امراۃ منکنّ غیرھا۔
۵.فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام. كمل من الرجال كثير و لم يكمل من النساء الا مريم بنت عمران و آسية امراة فرعون ۔
علامہ قرطبیؒ نے نقل حدیث کے بعد یہ کہا ہے کہ اس سے دو باتیں حاصل ہوتی ہیں۔(۱) یہ جہان میں من حیث المجموع (مجموعی طور پر) باقی مستورات سے افضل ہیں۔(۲) جہان کی عورتوں پر فضیلت رکھتی ہیں لیکن باہم انکے درجات متفاوت ہیں۔ علامہ سبکیؒ کہتے ہیں کہ سب سے افضل فاطمہ ہیں۔ پھر خدیجہ پھر عائشہ رضی اللہ عنھن۔ علامہ عینیؒ (نقلا عن بعض اساتذتہ) کہتے ہیں فاطمۃ افضل فی الدنیا و عائشۃ افضل فی الآخرۃ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۲) علامہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مابین فضائل قریب قریب ہیں۔گویا انہوں نے توقف کو ترجیح دی ہے علامہ سیوطیؒ کہتے ہیں کہ افضل النساء مریم و فاطمۃ اور افضل امھات المؤمنین خدیجۃ و عائشۃ . ملا علی قاریؒ کہتے ہیں توقف اولیٰ ہے کیونکہ اس میں کوئی دلیل قطعی (حرف آخر) نہیں۔ (کوکب الدرّی ج ۲ ص ۴۴۸)

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا: کہ ایک دن سیدہ عائشہ اور فاطمہ کے درمیان مکالمہ ہوا۔ سیدہ فاطمہؓ نے کہا کہ میرا درجہ زیادہ ہے اور سیدہ عائشہ نے کہا کہ میرا...... سیدہ عائشہؓ نے آخری بات یہ فرمائی کہ جب جنت میں چلے جائیں گے تو زوجہ علیؓ ان کے ساتھ اس کے محل میں چلی جائے گی اور میں (ام المومنین حبیبۃ النبی) محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ عائشہ افضل ہیں اور یہی قرین قیاس ہے۔ (کشف الباری ج ا ص ۲۹۵) واہ بخاری "تیرا انداز! علامہ ابن القیمؒ کہتے ہیں کہ دراصل فضل ومرتبہ کی بناء الگ الگ ہے جس سے با آسانی تطبیق حاصل ہوتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو ایسی فضیلت حاصل ہے جسکا کوئی دوسرا سہیم نہیں۔ خدیجہؓ تقدم فی الاسلام میں افضل ہیں۔ عائشہؓ علم، فضل وکمال کے اعتبار سے افضل ہیں (کہ کبار صحابہ بھی اکثر مسئلہ کی تحقیق انہیں سے پاتے اور علمی پیاس بجھاتے) فاطمہؓ اصل ونسب اور شرافت کے اعتبار سے افضل ہیں۔ انتھی کلامہ۔ اس میں اتنا اضافہ ہوسکتا ہے کہ بلا نکاح بشارت ولادت مسیح علیہ السلام کے اعتبار سے مریم اور تکالیف واستقامت کے اعتبار سے آسیہ بنت مزاحم افضل ہیں۔ یہ تطبیق عمدہ اور عندالکل مقبول ہے۔ رضی اللہ عنھن۔ واللہ اعلم

کمل من الرجال...... کَمُلَ، کَمَلَ، کَمِلَ میم پر تینوں حرکات سے ہے والکسرۃ ضعیف (نووی) کمال سے نبوت، صداقت، شہادت، ولایت مراد ہوتے ہیں۔ کمال کا اعلیٰ درجہ نبوت ورسالت ہے باقی صداقت، عدالت، شہادت، ولایت، خشیت، کرامت، نبوت سے مستفاد ہیں۔ کیونکہ یہ درجات نبی ورسول کی پیروی سے ملتے ہیں عندالجمہور یہاں کمال سے صداقت، شہادت اور ولایت مراد ہے کہ بہت سارے مردوں نے تقویٰ وطہارت اور عبادت وریاضت سے یہ کمال حاصل کیے جبکہ عورتوں میں سے بہت کم نے ایسے درجات پائے۔ ☆ بعض نے کمال سے مراد نبوت لیا ہے کہ مردوں میں سے کثیر نے یہ کمال حاصل کیا اور عورتوں میں سے چند نے یہ کمال پایا۔ چنانچہ اشعری کہتے ہیں حوا، سارہ، ہاجرہ، اُمّ موسیٰ، آسیہ، مریم کو نبوت ملی۔

دلیل: وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ (قصص ۷) ہم نے موسیٰ کی ماں (یوحی ند) کی طرف وحی کی اِس کو دودھ پلا۔ وہ کہتے ہیں کہ وحی نبوت کی دلیل ہے۔

جواب (۱) وحی سے القاء اور الہام مراد ہے **هو وحی الهام بأن قذف فی قلبها** . (خازن ج ۳ ص ۴۲۳)

(۲) صرف وحی کے لفظ سے نبوت ثابت ہوتی ہے تو شہد کی مکھی کو نبی مانیں؟ (**و اوحی ربک الی النحل** (نحل: ۶۸ تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی۔ جمہور کا قول معتبر ہے)

جمہور کی دلیل: **وما ارسلنا من قبلک الا رجالا**. (یوسف ۱۰۹) ہم نے آپ سے پہلے صرف مرد پیغمبر بھیجے۔ خلقت وفطرت میں مردوں، عورتوں کی اپنی اپنی ذمہ داریاں ہیں نبوت، رسالت اور حاکمیت مردوں کیلئے ہیں یہ ولیہ اور صدیقہ تھیں۔

۳۱۔ باب ماجاء أنه قال: انْهَسُوا اللَّحْمَ نَهْساً

آپ ﷺ کے فرمان کے بیان میں کہ گوشت نوچ کر کھاؤ

۴۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِالْكَرِيمِ أَبِي أُمَيَّةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بِنِ الْحَارِثِ قَالَ: زَوَّجَنِي أَبِي فَدَعَا أُنَاساً فِيهِم صَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ فقال اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: انْهَسُوا اللَّحْمَ نَهْساً (انْهَسُوا اللَّحْمَ

نَهْشاً فَإِنَّهُ أَهْنَأُ وَأَمْرَأُ.

قال: وفي الباب عَن عَائِشَةَ وأبي هُرَيْرَةَ. وهذا حديثٌ لا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِالْكَرِيمِ. وقد تَكَلَّمَ بَعْضُ أهلِ الْعِلْمِ في عَبْدِالكَرِيمِ المُعَلِّمِ مِنْهُمْ أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

''سیدنا عبداللہ بن حارث سے مروی ہے میرے باپ نے میری شادی کی اور چند لوگوں کو بلایا، ان میں صفوان بن امیہ بھی تھے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ کیونکہ اس سے کھانا زیادہ خوشگوار اور جلدی ہضم ہوتا ہے''

اس باب میں عائشہ اور ابو ہریرہ سے روایت ہے، ہم اس حدیث کو صرف عبدالکریم کی روایت سے پہچانتے ہیں، بعض اہل علم نے عبدالکریم معلم کے حفظ کے بارے میں کلام کیا ہے جن میں ایوب سختیانی بھی شامل ہیں۔

تشریح: وانهسوه اى كلوه باطراف الاسنان . دانت اللہ تعالیٰ نے کس لیے دیے ہیں ان سے کھاؤ ایک نسخہ میں انهشوه شین کے ساتھ بھی ہے۔ فانه (اى النهش او النهس) اهنأ وامرأ اى اَلَذُّ بیشک یہ لذیذ بھی ہے اور زود ہضم بھی اور اس طرح چھری میں مضر اثرات اور فاسد ذرات سے بھی محفوظ رہے، اور نعمت سے محظوظ ہوئے، اللہ کے محبوب ﷺ کے بھی محبوب ہوئے ۔حاصل کلام یہ کہ جہلاء ومتکبرین اور من چاہی بسر کرنے والوں کی طرح بلاضرورت چھری سے کاٹ کر کھانے کے عادی مت ہنو بلکہ دانتوں سے کھاؤ اور ضرورت کے وقت چھری سے کاٹ کر بھی کھا سکتے ہو۔

٣٢۔بابُ ماجاء عَنِ النبيِّ ﷺ مِنَ الرُّخصَةِ في قَطعِ اللَّحمِ بالسِّكِّينِ

''چھری'' سے گوشت کاٹنے کی اجازت کے متعلق وارد روایات کے بیان میں

٤٦۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَن جَعْفَرِ بنِ عَمْرِو بنِ أُمَيَّةَ الضَّمرِيِّ عَن أَبِيهِ أَنَّهُ رأَى النبيَّ ﷺ احْتَزَّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَأَكَلَ مِنهَا ثُمَّ مَضَى إِلَى الصَّلوٰةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وفي البابِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بنِ شُعْبَةَ.

''جعفر اپنے والد عمرو بن امیہ ضمریؓ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ نے بکری کے شانہ سے ایک ٹکڑا کاٹا اور اس سے کھایا پھر نماز کو چلے اور وضو نہیں فرمایا''

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں مغیرۃ بن شعبہ سے روایت ہے۔

تشریح: احتزّ من كتف شاة ...:اس سے معلوم ہوا آپ ﷺ نے چھری سے کاٹ کہ گوشت نوش فرمایا ہے، دوسری حدیث پاک میں صریح ہے کہ پکا ہوا گوشت چھری سے نہ کاٹو۔ لا تقطعوا اللحم بالسكين فانّه من صنيع الاعاجم. (ابو داؤد ۲/ر) پکے ہوئے گوشت کو کھاتے وقت چھری سے مت کاٹو کیونکہ یہ تو آزاد منش اہل فارس متکبرین کی عادات میں سے ہے، مزید براں کہ اس میں تکبر کیساتھ بے سود کام کا ارتکاب ہے اس لیے اس سے منع فرمایا۔

سوال: عن جعفر بن عمرو بن اميّة الضمری عن ابيه قال : رأيت النبیّ ﷺ يحتزّ من كتف شاة فاكل منها فدعی الی الصلوٰة فقام فطرح السكين التی كا ن يحتزّ بها فصلی ولم يتوضأ (بخاری ۸۱۵/۲) ابن امیہ ضمریؓ سے روایت ہے بلاشبہ اس نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ بکری کی دستی کو اپنے ہاتھ میں موجود چھری سے کاٹ رہے ہیں، پھر نماز کی طرف بلایا گیا تو آپ ﷺ نے دستی وچھری دونوں کو جلدی سے رکھا جس سے کاٹ رہے تھے، پھر تشریف لائے نماز پڑھائی اور وضوء نہ کیا۔ اسمیں آپ ﷺ کا چھری سے کاٹنا ثابت ہے تو حدیث ابوداؤد میں چھری سے کاٹنے کی ممانعت کیسے؟

جواب: ۱- یہ دو حدیثیں دو منفرد حالتوں پر محمول ہیں کیونکہ گوشت کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ۱- مکمل پکا ہوا ۲- نیم پکا ہوا کچا پکا اگر کامل النضج مکمل پکا ہوا ہو تو لاتقطعوا کا حکم ہے جو باب میں مذکور ہے اور متوسط النضج نیم پکا ہو (جیسے بعض لوگ پسند کرتے ہیں) تو چھری سے کاٹنا درست ہے چنانچہ حدیث ابن امیہ ضمریؓ میں اسی کا ذکر ہے، کہ وہ گوشت سادہ اور نیم پکا تھا جسے چھری سے کاٹ رہے تھے، اس کا قرینہ بھی ہے کہ نماز کا وقت قریب آنے کی وجہ سے آپؐ نے فرمایا پورا پکنے کی بجائے نیم پکا ہی لاؤ۔

۲- یہ حدیث ضعیف اور نا قابل احتجاج ہے کہ ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں وارد و نقل کیا ہے اور امام احمدؒ نے کہا ہے لیس بصحیح یہ روایت صحت کو نہیں پہنچتی کیونکہ ابو معشر مدینی اس میں متفرد ہے جو قوی راوی نہیں اسلیے چھری سے گوشت کاٹ کر کھانے میں مضائقہ نہیں۔

۳- حدیث باب مین نہی تحریمی نہیں بلکہ نہی تنزیہی ہے اور آنحضرت ﷺ نے بیان جواز کیلئے یہ عمل کیا کہ چھری سے کاٹنا حرام تو نہیں پسندیدہ اور صالح لوگوں کا عمل بھی نہیں حتی المقدور اجتناب کرو کبھی ضرورت پڑے یا ایسا اتفاق ہو تو مضائقہ نہیں چھری سے کاٹ کر کھایا جاسکتا ہے، یہی اعتدال اور راجح احتمال ہے۔

۳۳۔ بابُ ماجاء أيُّ اللَّحمِ كانَ أَحبَّ الی رسولِ اللّٰه ﷺ

ان روایات کے متعلق کہ آپ ﷺ کو کونسا گوشت زیادہ مرغوب تھا

۴۷۔ حَدَّثَنا وَاصِلُ بنُ عَبدِالأعلَی حَدَّثَنا محمدُ بنُ الفُضَيلِ عَن أبی حَيَّانَ التَّيمِیِّ عَن أبی زُرْعَةَ بنِ عَمرِو بنِ جَرِيرٍ عَن أبی هُرَيرَةَ قَالَ: أُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِلَحمٍ فَدُفِعَ إلَيهِ الذِّرَاعُ، وكان يُعجِبُهُ، فَنَهَسَ مِنهَا.

قال: وفی البابِ عَن ابنِ مَسعُودٍ وعَائِشَةَ وَعَبدِاللّٰهِ بنِ جَعفَرٍ وأبی عُبَيدَةَ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

أبو حَيَّانَ اسمُهُ يَحيَی بنُ سَعِيدِ بنِ حَيَّانَ التَّيمِیُّ. وأبو زُرعَةَ بنُ عَمرِو بنِ جَرِيرٍ اسمُهُ هَرِمٌ.

''سیدنا ابوہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا اور آپ کو دستی پیش کی گئی اور وہ آپ کو پسند تھی، آپ نے اسے نوچ کر کھایا''

اس باب میں ابن مسعودؓ، عائشہؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، اور ابوعبیدہؓ سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابوحیان کا نام یحییٰ بن سعید بن حیان تیمی ہے اور ابوزعۃ بن عمرو بن جریر کا نام ''ہرم'' ہے۔

۴۸۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ أَبُوعَبَّادٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِالْوَهَّابِ بْنِ يَحْيَى مِنْ وُلْدِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا كَانَ الذِّرَاعُ أَحَبَّ اللَّحْمِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَلَكِنْ كَانَ لَا يَجِدُ اللَّحْمَ إِلَّا غِبًّا. فَكَانَ يُعْجِلُ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ أَعْجَلُهَا نُضْجاً.

هذا حديثٌ غريبٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الوَجْهِ.

''سیدہ عائشہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کو محض دستی کا گوشت سب سے زیادہ پسند نہ تھا، لیکن گوشت آپ کو مدت کے بعد ملتا تھا، اس لئے آپ دستی کی طرف جلدی فرماتے کیونکہ وہ جلدی پکنے والی ہے''

یہ حدیث حسن ہے ہم اس کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں.

تشریح: یعجبه الذراع . آنحضرت ﷺ بکری کے بازو اور دستی کے گوشت کو پسند فرماتے تھے۔

بکری کے بازو کے پسند کی وجوہ: ۱- سیدہ عائشہ نے وضاحت کردی ''لانّه اعجلها نضجا'' بکری کی دستی خفیف اور ہلکی ہوتی ہے اور جلد پک کر تیار ہو جاتی ہے، سریع النضج ہونے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ پسند فرماتے تھے اس توجیہ سے وہ اعتراض بھی رفع ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ زاہد اور رفیع الشان تھے پھر اسطرح کے لذائذ دنیا کی طرف رغبت ومحبت کیسے؟ سریع النضج کے لفظ سے اسکا جواب ہو گیا کہ آپ ﷺ کا اسے پسند کرنا صرف لذت کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ جلد پکنے کی وجہ سے تھا اس سے **اشتغال فی الاعمال والطاعات** کا زیادہ موقع میسر آتا اور اکل وشرب سے جلدی فارغ ہو جاتے، اور یہ محبوب ومقصود ہے کہ آدمی ذاتی ضروریات اور تقاضوں سے جتنا جلدی ممکن ہو فراغت پائے اور اپنے آپکو اعمال میں کھپائے (کوکب الدری ج ۳ ص ۲۲) چنانچہ ایک اللہ والے کے متعلق مشہور ہے کہ وہ پکی ہوئی روٹی کھانے کے بجائے کچا ستو پھانک لیا کرتے کہ روٹی پکانے کھانے اور چبانے میں پھانکنے کی بنسبت زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ یہ واقعہ حضرت سری ؒ نے جرجانی کا لکھا ہے جن کا چالیس سال سے یہی معمول تھا (فضائل اعمال)۔

۲- ذراع اور دستی کا گوشت نجاست وغلاظت سے دور ہوتا ہے، فضلہ وغیرہ اسکے قریب ہوتا ہے نہ اسطرف آتا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ اسے پسند فرماتے تھے (بذل)

۳۔ دوسری حدیث میں سیدہ عائشہؓ نے وضاحت فرمادی کہ یہ پسند کرنا محض لذت واشتہاء کی بنا پر نہ تھا بلکہ مدت کے بعد ملنے کی وجہ سے تھا جیسے نایاب یا قلیل الوجود چیز کیلئے ہوتا ہے۔

فی القاموس الذراع بکسر الذال هو من یدی البقر والغنم فوق الکراع ومن یدالبعیر فوق الو ظیف (عون) ذراع ذال کے کسرہ کے ساتھ بھیڑ بکری کیلئے اگلی ٹانگوں میں گھٹنے سے اوپر کو کہتے ہیں اور اونٹ، اونٹنی میں قدم سے لیکر اوپر تک کو ذراع کہتے ہیں۔

۳۴۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی الْخَلِّ

''سرکہ'' کے متعلق واردشدہ روایات کے بیان میں

۴۹۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ سَعِيدٍ هُوَ أَخُو سُفْيَانَ بِنِ سَعِيدِ الثَّوْرِيِّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: نِعْمَ الإِدَامُ الْخَلُّ قال: وفي الباب عَن عائشة. وأم هانيء.

''سیدنا جابر نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بہتر سالن سرکہ ہے''

اس باب میں عائشہؓ اور ام ہانیؓ سے روایت ہے۔

۵۰۔حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِاللهِ الْخُزَاعِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَارِبِ بنِ دِثَارٍ عَن جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: نِعْمَ الإِدَامُ الْخَلُّ. هذا أَصَحُّ مِنْ حديثِ مُبَارَكِ بنِ سَعِيدٍ.

''سیدنا جابر نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں، آپ نے فرمایا بہتر سالن سرکہ ہے''

یہ روایت مبارک بن سعید کی روایت سے صحیح تر ہے۔

۵۱۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بنِ عَسْكَرٍ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ عَن أبيه، عَن عَائِشَةَ أَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ قَالَ: نِعْمَ الإِدَامُ الْخَلُّ.

....حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بنِ بِلَالٍ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: نِعْمَ الإِدَامُ أَوِ الْأُدْمُ الْخَلُّ.

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هذا الوَجهِ لا نعرفه مِنْ حَدِيثِ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بنِ بِلَالٍ.

''حدیث سابق کی مثل صرف لفظ مفرد یا جمع کا فرق ہے'' یہ حدیث اس طریق سے حسن صحیح غریب ہے ہشام بن عروہ سے صرف سلیمان بن بلال کی سند سے پہچانی جاتی ہے۔

۵۲۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بنِ عَيَّاشٍ عَن أبي حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أُمِّ هَانِيءٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ: لا، إِلَّا كِسَرٌ يَابِسَةٌ وَخَلٌّ، فَقَالَ النبيُّ ﷺ: قَرِّبِيهِ، فَمَا أَقْفَرَ بَيْتٌ مِنْ أُدْمٍ فِيهِ خَلٌّ.

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هَذا الوَجهِ لا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أُمِّ هَانِيءٍ إِلَّا مِنْ هذا الوَجهِ. وَأَبُو حَمْزَةَ الثُّمَالِيُّ اسْمُهُ ثَابِتُ بْنُ أَبِي صَفِيَّةَ، وَأُمُّ هَانِيءٍ مَاتَتْ بَعْدَ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ بِزَمَانٍ وَسَأَلْتُ مُحَمَّداً عَنْ هذا الحديثِ قَالَ: لا أَعْرِفُ لِلشَّعْبِيِّ سِمَاعاً مِنْ أُمِّ هَانِيءٍ، فَقُلْتُ أَبُو حَمْزَةَ كَيْفَ هُوَ عِنْدَكَ؟ فَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ تَكَلَّمَ فِيهِ وَهُوَ عِنْدِي مُقَارِبُ الحَدِيثِ.

''سیدہ ام ہانی بنت ابی طالب سے مروی ہے کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے میں نے کہا نہیں، مگر سوکھی روٹی اور سرکہ ہے، فرمایا وہی لاؤ جس گھر میں سرکہ ہو وہ سالن سے خالی نہیں''

یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے ہم اس کو ام ہانی سے صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں، حضرت ام ہانیؓ کا

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد انتقال ہوا۔

تشریح: حدیث اول: نعم الادام الخلّ، الادام بکسر الھمزۃ . مایؤتدم به جو بطور سالن استعمال کیا جائے ،جسکے ساتھ روٹی کھائی جائے ۔اسکی جمع اُدُم ہے۔جیسے اِھاب کی جمع اُھب اور کتاب سے کُتب ہے۔ اُدْم ہمزہ کے پیش اور دال کی جزم کے ساتھ یہ بھی مفرد ہے۔

سرکہ کی تعریف: ھو احمض من عصیر العنب وغیرہ. سرکہ انگور وغیرہ کے نچوڑ سے لیا ہوا کھٹے ذائقے والا ہوتا ہے۔

حادیث باب میں دو باتیں ہیں: ۱- سرکہ کی تعریف ۲- مطعومات میں میانہ روی۔علامہ خطابیؒ کہتے ہیں اس کلام میں کھانے میں اقتصاد وقناعت کی تعلیم ومدح ہے کہ کتنا بہترین کھانا سرکہ ہے جو خرچ میں بھی کم اور وقت کی بھی بچت ، وقت اور پیسے دونوں کم صرف ہونگے ، جو وقت خرید کرلانے ، کاٹنے اور پکانے میں صرف ہوگا وہ بچ گیا،صرف کھانے کا وقت مصروف ہوگا، پھر متعدد چیزوں کی خرید پر جو پیسہ خرچ ہوتا وہ بھی ایک سرکہ خریدنے کی وجہ سے بچ گیا۔اور زیادہ لذات وخواہشات میں پڑنے سے بھی بچنے کی تلویح اور اشارہ ہوا۔گویا کہ یوں فرمایا''ائتدموا بالخلّ'' سرکہ کو سالن کے طور پر اختیار کرو۔اور فرمایا''لاتتأنقوا فی الشھوات فانھا مفسدۃ للدین مسقمۃ للبدن''زیادہ شہوات میں مت پڑو یہ دین کو بگاڑنے والی اور بدن کو بیمار کرنے والی ہیں۔

علامہ نوویؒ نے خطابیؒ کے کلام کو نقل کرنے کے بعد کہا کہ "نعم الادام الخلّ" سے میانہ روی اور سرکے کی مدح دو چیزیں ثابت کرنے کے بجائے صرف ایک چیز کی مدح وتعریف کو ثابت کرنا صواب ہے، باقی میانہ روی لذات وشہوات کو چھوڑنا دوسری نصوص سے ثابت شدہ اور مسلّم ہیں۔اس پر حضرت سہارنپوریؒ فرماتے ہیں "لیس کما ینبغی فضلا عَن ان یکون صواباً" گویا کہ حضرتؒ نے خطابیؒ کے قول کی تصویب کی ہے اور یہی بہتر ہے کہ دونوں چیزیں اس سے ثابت کی جائیں اور ثابت ہیں۔

قابل تعریف ہونے کی دلیل وتعلیل: نعم الادام الخلّ . لانه اقلّ مؤونة واقرب الی القناعة وابعد من اللذات والشھوات . سرکہ کے قابل تعریف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں خرچ کم قناعت کے قریب اور لذتوں اور شہوات سے دور ہے۔

ابن ماجہ میں امّ سعد سے مروی ہے "اللّھم بارک فی الخلّ" ایک روایت میں"فانّه کان ادام الانبیاء" ہے۔ اور لم یفتقر بیت فیه خلّ . وہ گھر محتاجی والا نہیں جس میں سرکہ ہو۔

اہم مسئلہ: حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرّہ فرماتے ہیں کہ ھٰھنا مسئلة مھمة . یہاں ایک اہم ترین مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ تبدل حقیقت سے حکم بدل جاتا ہے یعنی جب کسی چیز کی حقیقت تبدیل ہوئی تو حکم بھی تبدیل ہوجاتا ہے، مثلاً انگور کا نچوڑ اور شیرہ پاک ہے پھر وہ شراب بن گیا حقیقت بدل گئی تو حکم بھی بدل گیا کہ اب نجس وحرام قطعی ہے، پھر شراب میں تصرف کرکے نمک ملادیں تو سرکہ بن گیا اب حکم بھی بدل گیا کہ سرکے کا استعمال درست ہے۔

فائدہ: اس سے پہلے باب میں عمدہ کھانے کی رغبت واباحت واجازت کا ذکر تھا اور اس باب میں قناعت وکفایت واقتصاد معیشت کا ذکر ہے ان دونوں کے مجموعے اور یکے بعد دیگرے لانے سے درمیانی صفت اعتدال ثابت ہوئی جو امام ترمذیؒ کی فہم وفراست پر دال

ہے کہ حسین انداز سے باب پروئے کہ ترتیب سے بھی سبق حاصل ہو۔ولله درّ القائل!

٣٥۔بابُ مَاجَاءَ فی أَكْلِ البِطِّيْخِ بالرُّطَبِ [م:٣٦،ت:٣٦]

''کھجور کو ساتھ تربوز'' کھانے کے متعلق واردشدہ روایات کے بیان میں

٥٣۔حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بنُ عَبْدِاللهِ الْخُزَاعِيُّ،حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بنُ هِشَامٍ عَن سُفْيَانَ عَن هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ عَن أبيهِ عَن عَائِشَةَ أَنَّ النبيَّ ﷺ كانَ يَأْكُلُ البِطِّيْخَ بالرُّطَبِ.

قال: وفی البابِ عَن أَنَسٍ.هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ،وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَن هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ عَن أبيهِ عَن النبيِّ ﷺ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَن عَائِشَةَ. وقد رَوَى يَزِيدُ بنُ رُومَانَ عَن عُرْوَةَ عَن عَائِشَةَ هذا الحديثَ .

''سیدہ عائشہ سے مروی ہے نبی ﷺ تربوز تازہ کھجور کے ساتھ کھاتے تھے''

اس باب میں انسؓ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن غریب ہے بعض نہ اس کو ہشام بن عروہ سے جو اپنے باپ سے راوی ہیں بلاواسطہ عائشہ نبی ﷺ سے نقل کیا ہے، یزید بن رومان نے اس کو عروہ سے انہوں نے عائشہ سے نقل کیا ہے۔

تشریح: بطیخ کا معنیٰ: ملا علی قاری اور دیگر اکثر شراح کا قول یہ ہے کہ بطیخ ''تربوز'' ہے۔ابن حجرؒ،حضرت گنگوہی اور صاحب محیط اعظم نے اس کا معنیٰ ''خربوزہ'' کیا ہے دونوں کو ملا کر کھانے کی کیفیت باب ۹ میں جمع الوسائل کے حوالے سے ہم پڑھ آئے ہیں،اس سے مرکبات سے علاج کا ثبوت بھی ہو رہا ہے کہ دو متضاد اثر والی چیزوں کو ملا کر اعتدال کے ساتھ استعمال کرنا درست بلکہ بہتر ہے۔

٣٦۔بابُ مَاجَاءَ فی أَكْلِ القِثَّاءِ بالرُّطَبِ

٥٤۔حَدَّثَنَا اِسمَاعِيلُ بنُ مُوسَى الفَزَارِيُّ،حَدَّثَنَا ابراهيمُ بنُ سَعْدٍ عَن أَبِيهِ عَن عَبْدِاللهِ بنِ جَعْفَرٍ قالَ:كانَ النبيُّ ﷺ يَأْكُلُ القِثَّاءَ بالرُّطَبِ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ،لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابراهيمَ بنِ سَعْدٍ.

''سیدنا عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے نبی ﷺ ککڑی تازہ کھجوروں کے ساتھ کھاتے تھے''

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، ہم اس کو صرف ابراہیم بن سعد کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

تشریح: القثاء: قاف مکسور، ثاء مشدد یہ اسم جنس ہے کھیرا، ککڑی دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، یہاں ثانی مراد ہے، ککڑی و کھجور ملا کر کھانے میں باب سابق میں مذکورہ مصلحت وغذائیت اور افادیت ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وسعت و استطاعت کی صورت میں متعدد غذائیں کھانے اور میوہ جات و پھل استعمال میں لانا اور کھانا اسراف نہیں بلکہ اتباع ہے،اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ چیز کھانے سے پہلے صحت و طبیعت پر غور کرلیں تاکہ مرض و مضرت کی بجائے صحت و منفعت حاصل ہو۔

٣٧۔بابُ مَاجَاءَ فی شُرْبِ أَبْوَالِ الإِبِلِ

''اونٹ'' کا پیشاب پینے کے بیان میں

٥٥۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ،حَدَّثَنَا عَفَّانُ،حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ أخبرنا حُمَيْدٌ وثَابِتٌ وَقَتَادَةُ عَن

أَنَسٍ: أَنَّ نَاساً مِنْ عُرَيْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ فَاجْتَوَوْهَا،فَبَعَثَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فی إِبِلِ الصَّدَقَةِ وقالَ اشرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ حَدِيثِ ثَابِتٍ. وقد رُوِيَ هذا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ،رَوَاهُ أَبُو قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ وَرَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے مدینہ میں قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ آئے یہاں کی آب ہوا انہیں موافق نہ آئی اوران کے پیٹ پھول گئے تو رسول اللہ نے ان کو صدقہ کے اونٹوں میں بھیج دیا اور فرمایا کہ ان کا دودھ اور پیشاب پیو''

یہ حدیث ثابت کی روایت سے حسن صحیح غریب ہے، یہ حدیث اس طریق کے علاوہ بھی انسؓ سے مروی ہے، ابوقلابہ نے انسؓ سے اس کو نقل کیا ہے اور سعید بن ابی عروبہ نے بواسطہ قتادہ انس سے نقل کیا ہے۔

تشریح : انّ ناسا من عرينة: عرینہ کے چند لوگ، ایک روایت میں ''من عكل وعرينه ، عن عكل او عرينة، من عكل ، انّ رهطا من عكل ثمانيه...'' متعدد الفاظ وارد ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ یہ دو قبائل کے لوگ تھے کسی راوی نے تغلیبا صرف ''عکل'' کہا، کسی نے واو جمع کے ساتھ، کسی نے تشکیک کے ساتھ، کسی نے صرف افراد کا ذکر کیا قبیلے کو ترک کر دیا، پھر دونوں کی تعداد کی تعیین میں حضرت شاہ جی کشمیریؒ نے کہا چار قبیلہ عرینہ سے اور تین قبیلہ عکل سے تھے۔ کذا فی الطبرانی وابی عوانہ۔ ہوسکتا ہے ایک شخص کسی اور قبیلے کا ہو لیکن للاکثر حکم الکل کے تحت اسے بھی انہیں سے لاحق کر دیا ہو۔ عرینہ قبیلہ قحطان کی شاخ ہے اور عکل قبیلہ عدنان سے فاجتوا...: ای اصابتهم الجواء، وهو المرض ان کو پیٹ پھولنے کی بیماری ہوئی، چنانچہ نسائی میں ہے ''حتى اصفرّت الوانهم وعظمت بطونهم '' ان کے رنگ پیلے ہو گئے پیٹ پھول گئے کی۔

ابل الصدقہ...: زکوۃ کے اونٹ بعض روایات میں ابل رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے آپ ﷺ کے حصے کے اونٹ بھی وہیں چرتے تھے اس لئے دونوں الفاظ درست ہیں۔

پیشاب کا حکم: اس میں پہلا مسئلہ پیشاب کے حکم کا ہے کہ پاک ہے یا نجس؟

ا۔ جمہور اھل علم کے نزدیک مطلقا پیشاب نجس ہے اور اس کا پینا حرام ہے بھلے مأکول اللحم کا ہو یا غیر مأکول اللحم کا، حکم ایک ہے۔

۲۔ علامہ ابن حزم اور ابن علیہ کے نزدیک سب جانوروں کا پیشاب پاک ہے بھلے ماکول اللحم ہوں یا غیر مأکول اللحم۔

۳۔ امام محمدؒ نے فرق کیا ہے کہ ماکول اللحم کا پیشاب طاہر ہے، غیر ماکول اللحم کا پیشاب نجس ہے، جبکہ حسب تحقیق محقق ابن حمام امام ابو یوسفؒ نے علاج وتداوی کیلئے پیشاب کو جائز کہا ہے، امام مالک اور امام احمد کا ایک قول امام محمد والا ہے، لیکن عندالاحناف راجح قول نجس ہونے کا ہے۔ امام ترمذیؒ نے کتاب الطہارت باب ماجاء فی بول مایؤکل لحمہ میں کہا ہے ''هو قول اكثر اهل العلم ، قالوا لا بأس ببول ما يؤكل لحمه''

حدیث باب کے جوابات: بظاہر حدیث احناف کے مفتی بہ قول کے خلاف ہے، اس لئے اس کا جواب ضروری ہے۔

ا۔ ''قلت منسوخ عند الحنفية'' حضرت تھانوی نے کہا یہ حدیث ''استنزهو ا من البول'' سے منسوخ ہے۔

۲۔ یہ حالت اضطراری پر محمول ہے جیسے مضطرؒ کو جان بچانے کیلئے مردار کی بقدر کفایت اجازت ہے۔

۳۔ دراصل آپ ﷺ نے دودھ پینے اور پیشاب جسم پر ملنے کا حکم دیا انہوں نے اپنی بد باطنی کی وجہ سے دونوں کے پینے کو اختیار کیا پھر یہی منقول ہوا۔

۴۔ وجوہ ترجیح میں سے ایک یہ ہے کہ محرّم و مبیح اور حلت وحرمت میں تعارض ہو تو ترجیح محرم کو ہوتی ہے، اس لئے حرام ونجس ہونا راجح ہے۔ ''نهى رسول الله ﷺ عن اكل الجلالة والبانها'' باب ۲۴ میں ہم نے پڑھا ہے کہ جلالہ یعنی مردار خور کا گوشت و پیشاب دونوں ممنوع ہیں۔

مسئلہ تداوی بالحرام: حرام چیزوں سے علاج کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں:

۱۔ اصحاب مالک اور حنابلہ کے نزدیک حرام چیزوں سے علاج مطلقا حرام ہے۔

۲۔ شوافع کے نزدیک محرّمات ونجاسات سے علاج کرنا درست ہے سوا اسکے کہ وہ نشہ آور نہ ہو۔

۳۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تداوی بالحرام ناجائز ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مطلقا جائز ہے۔ دیگر احناف کے نزدیک محرّمات ونجاسات سے علاج جائز ہے بشرطیکہ طبیب حاذق نے یہی دوا تجویز کی ہو اور اس مرض کی دوسری پاک اور حلال دوا میسّر نہ ہو۔ جیسے پیاسے آدمی کیلئے پانی بالکل نہ ملنے کی صورت میں ہمارے نزدیک مجبورا شراب کی اجازت ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے بشرط مذکور تداوی بالحرام درست ہے، اس طرح احناف کے تین قول ہوئے اور یہی تیسرا قول ہی مفتیٰ بہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ فقہ حنفی مفتیٰ بہ اقوال کا نام ہے۔

ناجائز کہنے والے فقہاء کے دلائل: درج ذیل تمام حدیثیں انکی دلیل ہیں ان میں واضح طور پر بیان ہے کہ حرام میں شفاء نہیں ان الله لم يجعل شفائكم فيما حرّم عليكم. (طحاوی ج ۱ ص ۸۳) ان الله لم يجعل شفائكم في حرام. (موارد الضمآن باب التداوی بالحرام ص ۳۳۹) اللہ تعالیٰ نے حرام میں تمھارے لیے شفاء نہیں رکھی۔

عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَتَدَاوَوْا بِحَرَامٍ.

''ابوالدرداء ﷺ سے روایت ہے کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بیماری اور علاج دونوں نازل کئے اور ہر بیماری کے لئے علاج پیدا فرمایا تم علاج کرو، لیکن حرام علاج نہ ہو''

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ أَنَّ طَبِيْبًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ضِفْدَعٍ يَجْعَلُهَا فِيْ دَوَاءٍ فَنَهَاهُ النَّبِيُّ عَنْ قَتْلِهَا.

''ایک حکیم نے آپ ﷺ سے مینڈک کو دوا میں ڈالنے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے مینڈک مارنے سے منع فرمادیا''

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيْثِ.

''ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہتے ہیں آپ ﷺ نے ناپاک دوا سے منع کیا ہے''

عَنْ أَبِيْهِ ذَكَرَ طَارِقُ بْنُ سُوَيْدٍ أَوْ سُوَيْدُ بْنُ طَارِقٍ سَأَلَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَنِ الْخَمْرِ فَنَهَاهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فَنَهَاهُ

فقَالَ لَهٗ يَانَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّهَا دَوَاءٌ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا وَلٰكِنَّهَا دَاءٌ.

''طارق بن سوید یا سوید بن طارقؓ نے آپ ﷺ سے شراب کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے منع کر دیا تو پھر پوچھا تو منع کر دیا سہ بارہ پھر عرض کیا یا رسول اللہ وہ تو ایک دوا ہے۔ فرمایا نہیں وہ تو بیماری ہے''

جواب: ان تمام روایات کا جواب یہ ہے کہ یہ اختیار اور عدم اضطرار پر محمول ہیں یعنی اگر بیماری کا علاج کسی دوسرے طریقہ علاج اور دوائی اور ٹوٹکہ میں ہے تو پھر حرام چیز علاج کیلئے درست نہیں۔ ہاں جب مجبور ہو جائے اور کوئی دوسرا طریقہ علاج کارگر نہ ہو اور ماہر طبیب کی رائے اسی کیلئے ہو تو جائز ہے۔ شہوت ولذت اور مستی کیلئے قطعاً حرام دوائی یا کسی دوسری چیز کے استعمال کی اجازت نہیں۔

۳۸۔بَابُ مَاجَاءَ فِي الْوُضُوْءِ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَهٗ

''کھانے'' سے پہلے اور بعد ہاتھ دھونے کے بیان میں

۵۶۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيْعِ، وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْكَرِيْمِ الْجُرْجَانِيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيْعِ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ زَاذَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَأَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ.

قَالَ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُوعِيسَى: لَانَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيْعِ، وَقَيْسٌ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ وَأَبُو هَاشِمٍ الرُّمَّانِيُّ اسْمُهٗ يَحْيَى بْنُ دِيْنَارٍ.

''سیدنا سلمانؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے توراۃ میں پڑھا کہ کھانے کی برکت اس کے بعد ہاتھ دھونا ہے، میں نے رسول اللہ سے اس کا ذکر کیا اور جو تورات میں پڑھا تھا بتایا آپ نے فرمایا کھانے کی برکت کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا ہے''

اس باب میں انس ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، ہم اسے صرف قیس بن ربیع کی حدیث سے پہچانتے ہیں، قیس کو حدیث میں ضعیف کہا گیا ہے، ابو ہاشم رمانی کا نام ''یحییٰ بن دینار'' ہے۔

تشریح: کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا حکم: بذل میں بحوالہ فتاوی شامی لکھا ہے کہ احناف کے نزدیک کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھونا سنت ہے۔ ومذهب الحنفية . ماقال في الدّر المختار وسنة الاكل: البسملة اوله والحمدلة آخره وغسل اليدين قبله وبعده . احناف کا مذہب کھانے سے پہلے اور بعد بسم اللہ اور الحمد للہ (پوری دعا) اور پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا سنت ہے۔ الاناتيك بوضوء (بفتح الواو) استفہام وعرض ہے کہ ہم ہاتھ دھونے کے لئے پانی لائیں۔ لفظ وضوء واو پر تینوں حرکتیں (ضمہ، فتحہ، کسرہ) کے ساتھ مستعمل ہے اور ہر ایک کا معنی الگ ہے۔ لفظ وضو وضاءت سے ہے اسکا معنی ہے نظافت وصفائی حسن اگر یہ واو کے ضمہ کے ساتھ ہو تو معنی ہے عمل وضوء اور فتح کے ساتھ ہو تو معنی ہے ماء الوضوء وضوء کا پانی اور کسرہ کے ساتھ ھو آلة الماء پانی

کا آلہ کوزہ وغیرہ۔اس حدیث میں وضوء فتح کے ساتھ ہے۔ انما امرت بالوضوء (بضم الواو) الخ۔ مجھے اصطلاحی وضوء کا حکم نماز کے لئے ہے۔

سوال: اگلے باب کی حدیث میں ہے کہ مجھے وضو کا حکم نماز کے لئے ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عرض کرنے کے باوجود آپ ﷺ نے ہاتھ نہیں دھوئے تو سنت ہونا کہاں سے ثابت ہے؟

جواب: ۱- آپ ﷺ قضاء حاجت کے بعد ہاتھ دھو چکے تھے اس لئے صحابہ کرام کے کہنے پر فرمایا پورا وضوء کرنے کا حکم مجھے نماز کے لئے دیا گیا ہے۔ ۲- صحابہ کرام کا خیال تھا کہ **دوام علی الطھارۃ** کے طور پر شاید آپؐ وضو فرمائیں اس لئے پانی لانے کے لئے عرض کیا حضورؐ نے بیان رخصت کے لئے فرمایا وضوء کا حکم نماز کے لئے ہے فی الحال نماز نہیں پڑھ رہے۔ اگرچہ **دوام علی الطھارۃ** عمدہ عمل ہے لیکن بے وضوء رہنے سے بھی بندہ گنا گار نہیں ہوتا اس کو یہاں بیان فرمایا گیا ورنہ طہارت پر رہنا تو اھل جنت کی صفات میں سے ہے اور طہارت ظاہری باطنی پاکیزگی کا عکس واثر ہوتی ہے۔ ۳- آپؐ نے کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کو بیان جواز کے لئے ترک کیا کہ سنت تو ہاتھ دھونا ہے، لیکن اس لئے کبھی ترک کرنے سے گناہ گار نہ ہونگے اس آسانی کیلئے آپؐ نے ہاتھ نہیں دھوئے تا کہ امت واجب جان کر مشقت میں نہ پڑ جائے۔ اسکی تائید ملا علی قاریؒ حنفی کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔ " **والاظھر انه ماغسلھما لبیان الجواز**" (مرقاة ۸/ ۱۸۴) اور ظاہر یہی ہے کہ آپؐ نے بیان جواز کے لئے ہاتھ نہ دھوئے۔

۴- لفظ وضوء سے مراد دو ہیں ۱- وضوء لغوی یعنی صرف ہاتھ دھونا جیسے کھانے سے پہلے ہوتا ہے ۲- وضوء اصطلاحی پورا وضوء کرنا جیسے نماز کے لئے، یہاں آپؐ نے نماز کے وضوء کو ترک کیا اور فرمایا وضوء اصطلاحی کا حکم مجھے نماز کے لئے ہے وضوء لغوی کی نفی نہیں **کما لا یخفیٰ واللہ اعلم**

فائدہ: ۱- گلے باب میں ہے "**وقال علی بن المدینی .... کان سفیان الثوری یکرہ غسل الید قبل الطعام وکان یکرہ ان یوضع الرغیف تحت القصعة** سفیان ثوری کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کو مکروہ جانتے تھے اور روٹی پلیٹ یا کٹورے کے نیچے رکھنے کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ اس کا جواب بالکل صریح اور دو ٹوک ہے کہ ان کا عمل سلف وخلف کے ہاں غیر معمول بہ ہے اور آپؐ کا عمل دائمی اور امت میں مقبول ومشہور ہے اور معمول بہ کے مقابلے میں ان کا قول نا قابل تسلیم ہے۔ ثانیا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ موصوف کا یہ عمل ہاتھ دھونے کو واجب اور لازم سمجھنے والوں کی تنبیہ اور تردید کے لئے ہو، بہر کیف ہاتھ دھونا کھانے سے پہلے اور بعد سنت ہے سفیان ثوریؒ کا قول دیکھ کر اہمال کی بجائے اہتمام برقرار رہے۔

فائدہ: ۲- کھانے سے پہلے دھونے میں سنت بھی ہے اور حکمت بھی کہ اس سے ہاتھوں میں لگی آلودگی اور گرد وغبار کے اثرات اور مضرات دور ہونگے اور کھانے کے ساتھ مل کر آدمی کے اندر نہ جائیں گے، جس سے قسم قسم کی بیماریوں کا اندیشہ ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت طعام وغیرہ کی تعظیم وتکریم بھی ہے کہ اس کے چھونے سے پہلے آدمی ہاتھ صاف دھولے اور یہ بھی ابوداؤد ۲/ر کے حاشیہ میں ہے کہ ہاتھ دھو کر کھایا ہوا کھانا جلدی ہضم ہوتا ہے، ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس سے کھانے میں برکت اور زیادتی وکفایت ہوتی

ہے، کھانے کے بعد ہاتھ دھونے میں صفائی اور چکنائی وغیرہ کا دور ہونا جیسے کئی فوائد ہیں خیر القرون سے یہ بھی ثابت ہے کہ تری والے ہاتھ وہ اپنی کلائیوں اور چہرے پر پھیر لیتے تھے، اور یہ ظاہر ہے کہ اس وقت اتنی چکنائی اور تری نہیں ہوتی تھی جس سے کپڑے داغ دار اور میلے ہوں، پھر انکی غذائیں بھی خالص اور سادی تھیں اور ہاتھ دھونے اور صاف کرنے میں دل کو حصول صفائی میں اطمینان ہو جاتا ہے۔عون کے حاشیہ میں ہے قال الخلال: واخبر نا ابو بکر المروزی رأیت ابا عبدالله یغسل یدیه قبل الطعام وبعده وان کان علیٰ وضوءٍ. قلت (قائله یحییٰ بن سعید) لم کره ذلک سفیان قال لانه من زیّ العجم. (ملخص من الطیبی ۱۵۷/۸ ومرقاۃ ۱۸۴/۸ واشعة اللمعات ۵۳۲/۳ وعون وبذل تحت الباب)

۳۹۔بَابٌ فِی تَرْكِ الْوُضُوءِ قَبْلَ الطَّعَامِ

''کھانے'' سے پہلے ہاتھ دھونے کے ترک کے بیان میں

۵۷۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ ابراهيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ، فَقَالُوا أَلَا نَأْتِيكَ بِوَضُوءٍ؟ قَالَ: انمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلٰوةِ.

هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. رَوَاهُ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ؟ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: كَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ يَكْرَهُ غَسْلَ الْيَدِ قَبْلَ الطَّعَامِ، وَكَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُوضَعَ الرَّغِيفُ تَحْتَ الْقَصْعَةِ.

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء سے باہر آئے، آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا، صحابہ نے عرض کیا، کیا ہم وضوء کے لئے پانی نہ لائیں؟ فرمایا ''مجھے وضوء کا حکم اس وقت ہے جب نماز کے لئے کھڑا ہوں''

یہ حدیث حسن ہے، عمرو بن دینار نے بواسطہ سعید بن حویرث اسے ابن عباس سے نقل کیا ہے، علی بن مدینی نے بواسطہ یحییٰ بن سعید سفیان ثوریؒ سے نقل کیا وہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کو پسند نہ کرتے تھے اور یہ بھی انکو پسند نہ تھا کہ روٹیاں پیالہ کے نیچے رکھی جائیں۔ کمامر آنفا

۴۰۔بَابُ مَاجَاءَ فِی أَكْلِ الدُّبَّاءِ

''کدو'' کھانے کے بیان میں

۵۸۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ أَبِي طَالُوتَ قَالَ: دَخَلْتُ على أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَهُوَ يَأْكُلُ الْقَرْعَ وَهُوَ يَقُولُ: يَا لَكِ شَجَرَةً مَا أَحَبَّكِ إِلَيَّ لِحُبِّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِيَّاكِ.

قال: وفی الباب عَنْ حَكِيمِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ أبيه. هذا حديثٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

''ابو طالوت سے مروی ہے کہتے ہیں میں انس بن مالکؓ پر داخل ہوا اور وہ اس وقت کدو کھا رہے تھے اور فرما رہے

تھے اے درخت تیرا کیا کہنا ہے، تو مجھے کتنا محبوب ہے اس لئے کہ رسول اللہ تجھ سے محبت رکھتے تھے“

اس باب میں حکیم بن جابر سے جو اپنے باپ سے راوی ہیں روایت ہے، یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے.

۵۹ ـ حَدَّثَنَا محمدُ بنُ مَيْمُونَ المَكِّيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَتَتَبَّعُ فِي الصَّحْفَةِ، يَعْنِي الدُّبَّاءَ، فَلَا أَزَالُ أُحِبُّهُ.

هـذا حـديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وقد رُوِيَ هذا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ وروى أنه رأى الدُّبَّاءَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فقال له: ماهٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا الدُّبَّاءُ نُكَثِّرُ بِهِ طَعَامَنَا.

”سیدنا انس بن مالک سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کدو کے ٹکڑے پیالہ سے تلاش کرتے دیکھا ہے میں بھی ہمیشہ سے اسے پسند کرتا ہوں“

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور اس طریق کے علاوہ بھی حضرت انس سے مروی ہے.

تشریح: کان... یتتبّع فی الصحفة....: پلیٹ میں کدو کے ٹکڑے تلاش کر رہے تھے۔

سوال: اس لفظ سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کا ہاتھ پلیٹ کے مختلف اطراف اور کناروں میں گھوم رہا تھا حالانکہ آپ ﷺ کا حکم ہے کہ **کل مما یلیک** اپنے قریب اور سامنے سے کھاؤ۔

جواب:۱- امام نوویؒ نے کہا ہے کہ اپنے قریب سے تلاش فرما رہے تھے پوری پلیٹ میں نہیں فلا اشکال۔

۲- یہ احتمال بھی ہے کہ ہر جانب ہاتھ پھیرا اس صورت میں ”کل مما یلیک“ کا جواب یہ ہوگا کہ یہ حکم اس لیے ہے کہ شرکاء طعام استقذار اور گھن محسوس کر سکے جو ایذاء کا سبب ہے اور ممنوع ہے اور آپ ﷺ کے ہاتھ کو تو وہ تبرک اور اپنی خوش نصیبی سمجھتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ کے وضو کے بچے پانی کو بھی زمین پر نہ گرنے دیتے، اور اپنے چہروں اور جسم پر مل لیتے اس لیے یہ اشکال یہاں نہیں ہوسکتا کہ اسکی علت مفقود ہے اور آپ ﷺ کا پلیٹ میں ہاتھ بڑھانا متبرک و محبوب ہے (عون)

دُبّاءٌ بضم الدال جمع ہے اسکا مفرد ”دباءة“ ہے اسے دیار مختلفہ میں کدو اور لوکی دونوں کہتے ہیں عربی میں اس کیلئے دوسرا لفظ قرع ہے۔ آنحضرت ﷺ کے عمل اور انسؓ کی اتباع و محبت کی وجہ سے کدو کا محبوب ہونا واضح ہے اور ہمیں بھی بجائے دیگر طبی فوائد کے آنحضرت ﷺ کی پسند کی وجہ سے اس سے محبت و رغبت ہونی چاہئے جو موروث ہے درحقیقت آنحضرت ﷺ سے قوی تعلق اور محبت کی۔

تنبیہ: طبرانیؒ نے ایک عبارت نقل کی ہے جسے روایت باور کرایا ہے حالانکہ یہ بالکل ضعیف ہے، ابن جوزیؒ نے اسکے راوی ”عمرو بن حسین“ کو متہم کہا ہے اور اسے کتاب الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔ عبارت یہ ہے: **علیکم بالقرع فانه یزید فی الدماغ.** کدو ضرور کھاؤ یہ دماغ کو بڑھاتا ہے (عمدة القاری ۲۱/۶۲) لیکن اس روایت پر بھروسے کی ضرورت نہیں حدیث باب اس کے لیے کافی ہے ”یک در گیر محکم گیر“

حدیث باب میں لوکی اور کدو کی پسند اور استحباب واضح ہوا اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جو آنحضرت ﷺ نے پسند فرمائی۔

۴۱۔بابُ ماجاءَ فی أکْلِ الزَّیْتِ
''زیتون'' کھانے کے بیان میں

۶۰۔حَدَّثَنَا یَحْیَی بنُ مُوسَی،حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَن مَعْمَرٍ عَن زَیْدِبنِ أَسْلَمَ عَن أَبِیهِ أَنَّ عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ رضی اللّٰه عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ:کُلُوا الزَّیْتَ وَادَّهِنُوا بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَکَةٍ.

هٰذَا حَدِیثٌ لا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِیثِ عَبْدِالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ.وکَانَ عَبْدُالرَّزَّاقِ یَضْطَرِبُ فی رِوَایَةِ هَذَا الْحَدِیثِ،فَرُبَّمَا ذَکَرَ فِیهِ عَنْ عُمَرَ عَن النبیِّ ﷺ،وَرُبَّمَا رَوَاهُ عَلَی الشَّکِّ فقالَ أَحْسَبُهُ عَن عُمَرَ عَن النبیِّ ﷺ،وَرُبَّمَا قَالَ:عَنْ زَیْدِ بنِ أَسْلَمَ عَن أبیهِ عَن النبیِّ ﷺ مُرْسَلاً.

....حَدَّثَنَا أَبُودَاوُدَ سُلَیمَانُ بنُ مَعْبَدٍ،حَدَّثَنَاعَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَن زَیْدِ بنِ أَسْلَمَ عَن أَبِیهِ عَن النَّبیِّ ﷺ نَحْوَهُ وَلَمْ یَذْکُرْ فِیهِ عَنْ عُمَرَ.

''سیدنا عمر بن خطاب سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زیتوں کھاؤ اور اس کا تیل بدن پر لگاؤ کیونکہ یہ مبارک درخت ہے''

ہم اس حدیث کو صرف عبدالرزاق کی روایت سے جو معمر سے راوی ہیں پہچانتے ہیں،عبدالرزاق اس کی روایت میں مضطرب ہیں ا۔کبھی بواسطہ عمر نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں،۲۔کبھی شک کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں،حضرت عمر سے نبی ﷺ سے مروی ہے ۳۔اور کبھی بلا واسطہ عمر نبی ﷺ سے مرسل نقل کرتے ہیں.

۶۱۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بنُ غَیْلَانَ،حَدَّثَنَا أَبُوأَحْمَدَ الزُّبَیْرِیُّ وأَبُو نُعَیمٍ قالَا:حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَن عَبْدِاللّٰهِ بنِ عِیسَی عَن رَجُلٍ یُقَالُ لَهُ عَطَاءٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ عَن أبی أَسِیدٍ قَالَ:قَالَ النَّبِیُّ ﷺ:کُلُوا مِنَ الزَّیْتِ وَادَّهِنُوا بِهِ فَإِنَّهُ شَجَرَةٌ مُبَارَکَةٌ.

هذا حدیثٌ غریبٌ مِنْ هَذَا الوَجْهِ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِیثِ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عِیسَی.

''سیدنا ابوسعید سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا زیتوں کھاؤ اور اسکا تیل بدن پر لگاؤ یہ مبارک درخت ہے''

یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو صرف عبداللہ بن عیسیٰ کی حدیث سے پہچانتے ہیں.

تشریح : کلوا الزیت واڈھنوا بہ: مراد روٹی کے ساتھ کھانا ہے،مطلقا کھانا بھی مراد ہوسکتا ہے،ادھنوا باب افتعال سے امر ہے،دراصل ادتھنوا تھا،ای استعملوا الدھن زیتون کا تیل استعمال کرو۔

زیتون: ارض مقدسہ اور متبرک علاقے میں کثرت سے پیدا ہونے والا ''شجرۃ مبارکۃ'' ہے،جس میں شفاء و برکت اور منفعت کثیرہ ہے،متعدد انبیاء نے اس کیلئے دعاء فرمائی حتی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:اللھم بارک فی الزیت و الزیتون'' کھجور کی مثل اس کا ہر جز استعمال ہوتا ہے،اس کی راکھ بھی ابریشم دھونے میں کام آتی ہے،دنیا میں سب سے پہلے یہ اگایا گیا(انتخاب) قرآن کریم میں ہے''من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ وال غربیۃ یکاد زیتھا یضیء ''(نور۳۵)اس میں زیتون وزیت دونوں کا ذکر ہے،قرآن میں شجرۃ طیبۃ کھجور کا بھی ذکر ہے۔آپ ﷺ نے تعریف فرما کر استعمال کی ترغیب ارشاد فرمائی ہے۔

۴۲۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الْأَکْلِ مَعَ الْمَمْلُوْکِ وَالْعِیَالِ

اھل وعیال اور ملازم ومملوک کے ساتھ کھانے کے بیان میں

۶۲۔حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اسماعيلَ بنِ أبي خَالِدٍ عَنْ أبِيهِ عَنْ أبي هُرَيْرَةَ يُخْبِرُهُمْ بِذٰلِكَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إذَا كَفَا أحَدَكُمْ خَادِمُهُ طَعَامَهُ حَرَّهُ وَدُخَانَهُ، فَلْيَأْخُذْ بِيَدِهِ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهُ، فَإنْ أبَى فَلْيَأْخُذْ لُقْمَةً فَلْيُطْعِمْهَا إيَّاهُ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَأَبُو خَالِدٍ وَالِدُ إسْمَاعِيلَ اسْمُهُ سَعْدٌ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا'' جب تمہارا خادم تمہارا کھانا پکانے کی گرمی اور دھواں برداشت کرتا ہے تو تمہیں چاہئے کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھالو اگر وہ انکار کرے تو ایک لقمہ ہی لے کر اسے کھلا دو''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اسماعیل کے والد ابو خالد کا نام سعد ہے۔

تشریح: حدیث اول: اذا کفا احدکم خادمه طعامه. جب تم میں سے کسی ایک کیلئے اس کا خادم وملازم کھانا تیار کردے انسان کیلئے جو کھانا گھر میں تیار ہوتا ہے اسکی پہلی صورت ہے کہ یہ کھانا رفیقہ حیات یا گھر کے افراد میں سے کسی نے پکایا ہے، اسکا حکم واضح ہے کہ خود کھائیں گے اور گھر والے سب کو کھلائیں گے۔حدیث باب میں اسکی بداہت کی وجہ سے یہ مذکور نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ گھر یا ادارے میں کھانا کسی ملازم وملازمہ یا خادم وخادمہ نے تیار کیا ہے۔اس میں کیونکہ پکانے میں اجنبی فرد کی محنت ہے جو عادۃ اس کھانے میں شریک وسہیم نہیں ہوتا۔اسکا حکم حدیث باب میں مذکور ہے کہ جب اس نے محنت شاقہ برداشت کی، آگ وپیاز کا دھواں، کاٹنے میں چھری کے نشانات اور جلنے کے داغ (احیاناً) اس نے بھگتے تو اسے بھی اس لذیذ کھانے میں شریک کرنا چاہیے۔

فلیقعد معه . اس کی پہلی صورت تو یہ ہے کہ اسے اپنے ساتھ بٹھالیا جائے اور یہی اقرب الی السنۃ والتواضع ہے، اس میں سوء ادبی اور عار محسوس نہ کرے جیسے متکبرین وجبابرہ کی عادت ہے، جب اس نے مشقت اٹھائی تو لذت بھی حاصل کرے۔دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کھانے کے دوران خدمت وتقسیم وغیرہ کی ضرورت ہو تو پھر اسکو باقاعدہ حصہ دیا جائے جسے وہ کام سے فارغ ہو کر اطمینان سے کھا سکے۔تیسری صورت یہ ہے کہ شرکاء طعام کی کثرت یا کھانے کی قلت کی وجہ سے اندیشہ ہو کہ کھانا بمشکل ہی پورا ہوگا اور بچے گا نہیں تو اسوقت کم سے کم چکھنے اور چسکی کیلئے اسے ایک آدھ نوالہ یا بوٹی ضرور دیجائے کہ یہی سنت ومروّت ہے۔

فائدہ: یہ پیغمبر اسلام کی ہدایات اور اسلام کی بلند پایہ تعلیمات کی خصوصیات اور باری تعالی کی عنایات ہیں کہ اسمیں خادم ومخدوم، مالک ومملوک اور قوی وضعیف اور کمتر وبہتر، بہتر ومہتر ہر ایک کے حقوق کو تحفظ دیا گیا اور ہر موڑ پر عدل وانصاف کو پیش نظر رکھا گیا تا کہ تکبر وعنانیت اور محرومی وحقارت کا کوئی بھی شکار نہ ہو بلکہ مساوات ومدارات ہو پورا معاشرہ نظیر جنت وباغات ہو۔جسکا اغیار بھی اقرار کیے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ لکھا!

۱۔ مسٹر ایڈورڈ مونٹ پروفیسر السنۂ شرقیہ جنیوا یونیورسٹی کہتے ہیں: آنحضرت ﷺ کو اصلاح اخلاق اور سوسائٹی کے متعلق جو کامیابی ملی اس کے اعتبار سے آپ کو انسانیت کا محسن اعظم یقین کرنا پڑتا ہے (بحوالہ مقدمہ تاریخ ہند ۲/۳۴۰)

۴۔ لندن کا مشہور اخبار نیئر ایسٹ لکھتا ہے: محمد (ﷺ) کی تعلیم وارشاد کی قدر و قیمت اور عظمت وفضیلت کو اگر ہم تسلیم نہ کریں تو ہم فی الحقیقت عقل ودانش سے بیگانہ ہیں۔ (راہ سنت ص ۲۷)

فائدہ: اس باب میں جس طرح گھر والوں اور اہل ادارہ کو اپنے خادم کے لحاظ کا حکم ہے اسی طرح اسی اسلام میں خادم وملازم کی بھی ذمہ داریاں بیان ہیں کہ وہ بھی مکمل عفت ودیانت سے کام کرے سودا سلف لانے میں، کھانا پکانے میں، بقایا رقم لوٹانے میں، یہاں کی چیزیں بلا اجازت ساتھ لیجانے میں انتہائی صداقت وامانت اور حفاظت وحمایت کرے کسی وقت بھی کوتاہی نہ کرے۔ مثلاً اپنے لیے کھانا (بوٹیاں ہی بوٹیاں) بلا اجازت پہلے نہ نکالے ہاں پکانے کی حد تک چکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

واقعہ: بندہ کے مرشد ومربی شیخ الحدیث والتفسیر محی السنۃ حضرت مولانا مفتی عبدالقادر رحمہ اللہ سابق مفتی وشیخ الحدیث دارالعلوم کبیر والا (راقم کی تربیت گاہ) سے یہ واقعہ سنا تھا کہ ایک مرتبہ ایک اللہ والے نے اپنی خانقاہ میں خدام سے کھیر تیار کرنے کو کہا اور کھیر تیار کرنے کے دوران دودھ ابلنے کی وجہ سے جو دیگچے کے کنارے پر لگا تو وہ ان طالبین تربیت خدام نے انگلیوں سے چاٹ کر کھالیا جب اسکی خبر اس خدا رسیدہ بزرگ کو ملی تو انہوں نے انکو سزا دی اور دھوپ میں کھڑا کر دیا جب انکو پسینہ آیا تو اس بزرگ نے شفقت بھرے لہجے میں فرمایا کہ میں تمہارا یہ پسینہ برداشت نہیں کر سکتا لیکن تربیت مقصود ہے جس کیلئے یہ ضروری ہے کہ اجتماعی تیار ہونے والے کھانے (کھیر) سے تم نے اپنے طور پر کیوں لیا پھر انکی دلجوئی فرمائی اور تربیت کا بھی حق ادا کر دیا کہ خیانت ہزاروں روپے یا پوری دیگ چھپانے اور کھانے میں نہیں خیانت تو ایک ذرّہ کی بھی خیانت ہے۔ ان اللہ لا یحبّ الخائنین بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت وبددیانتی کرنے والوں کو قطعاً پسند نہیں فرماتے اس لیے خیانت سے بچیں ورنہ لوگوں میں بھی مردود اور عند اللہ بھی مبغوض۔ اعاذنا اللہ منھا

فلیأخذ لقمة دوسری روایت میں اکلة او اکلتین . یہ او تنویع کیلئے ہے اور بل کے معنی میں ہے وجہ اس کی واضح کہ وہ بالکل محروم نہ ہو۔ کیونکہ اصول ہے فان مالا یدرک کلّه لا یترک کله . یقیناً جسکا کل حاصل نہ ہو کچھ تو نہ چھوڑیں۔ اکلة بضم الهمزة ما یؤکل دفعة . جو ایک دفعہ کھایا جائے اسے اکلۃ کہتے ہیں یعنی لقمہ اور نوالہ۔ یہ امر استحبابی ہے کہ کھانا تیار کرنے والے کو دیا جائے

۴۳۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی فَضْلِ اِطْعَامِ الطَّعَامِ

''کھانا'' کھلانے کی فضیلت کے بیان میں

۶۳۔ حَدَّثَنَا یُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنَی الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْجُمَحِیُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَاضْرِبُوا الْهَامَ تُوْرَثُوا الْجِنَانَ.

قَالَ وَفِی الْبَابِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ وعَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ وشُرَیْحِ بْنِ هَانِیءٍ عَنْ أَبِیْهِ.

هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ غَرِیْبٌ مِنْ حَدِیْثِ ابن زیادٍ عَنْ أبی هُرَیْرَةَ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ اور کھوپڑیوں پر مارو، جنت

کے وارث بنو گے"

اس باب میں عبداللہ بن عمرو، ابن عمر، انس، عبداللہ بن سلام، عبدالرحمٰن بن عائش، اور شریح بن ہانی (جو اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں) سے روایات ہیں، یہ حدیث ابو ہریرہ کی روایت سے حسن صحیح غریب ہے.

٦٤ـ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اعْبُدُوا الرحمنَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وأَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ.

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"سیدنا عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رحمٰن کی بندگی کرو کھانا کھلاؤ سلام کو عام کرو، جنت میں سلامتی سے داخل ہو گے" یہ حدیث حسن صحیح ہے.

٤٤ـ بَابُ مَاجَاءَ فِي فَضْلِ الْعَشَاءِ

"شام کے کھانے" کی فضیلت کے بیان میں

٦٥ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَعْلَى الْكُوفِيُّ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْقُرَشِيُّ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عَلَّاقٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: تَعَشَّوْا وَلَوْ بِكَفٍّ مِنْ حَشَفٍ، فَإِنَّ تَرْكَ الْعَشَاءِ مَهْرَمَةٌ.

هٰذَا حديثٌ مُنْكَرٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ. وَعَنْبَسَةُ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ. وَعَبْدُالْمَلِكِ بْنُ عَلَّاقٍ مَجْهُولٌ.

"سیدنا انس بن مالک سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رات کا کھانا کھاؤ اگر چہ ایک مٹھی ردی کھجور ہی ہوں، کیونکہ رات کا کھانا چھوڑنا بوڑھا کر دیتا ہے"

یہ حدیث "منکر" ہے، ہم اس کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں، عنبسہ کو حدیث میں ضعیف کہا گیا ہے، اور عبدالملک بن علاق مجہول راوی ہے.

تشریح: حدیث اول: تعشوا .... العشاء مهرمة ـ وہ کھانا جو شام کے وقت کھایا جائے۔ العِشاء بکسر العین مغرب سے عشاء تک کے وقت کو کہتے ہیں۔ اس باب میں شام کے کھانے کا امر شفقتی ہے کہ بڑھاپے سے پہلے اس سے تحفظ کی تدبیریں کرتے رہو، قلیل کثیر کچھ نہ کچھ ضرور کھالیا جائے۔

وفي رواية البخاري فابدؤا بالعشاء ولايعجل حتى يفرغ منه . بخاری شریف میں ہے کھانے سے ابتداء کرے اور فارغ وسیر ہونے سے پہلے جلدی نہ کرے۔ اس میں کھانے اور عشاء کی نماز کا باہم ذکر اس لئے کیا کیونکہ یہ وقت دونوں کا ہے باقی اوقات میں کھانے اور نمازوں کے اوقات الگ اور ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں عشا اور عِشا اکٹھے ہیں اس لئے ان کا ذکر ہوا۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ عند الجمہور یہ امر ندب وشفقت کے لئے ہے۔

نماز کا وقت ہو چکا اور کھانا آ گیا پہلے کیا کریں: امام شافعیؒ فرماتے ہیں اگر کھانے کی حاجت شدیدہ ہو تو پہلے کھانا کھالے پھر نماز پڑھے۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ اگر کھانا مختصر وقلیل ہو تو اس وقت پہلے کھالے پھر نماز پڑھے۔ ابن حزم، اصحاب ظواہر، احمد، اسحاق کے ہاں پہلے کھائے یہ واجب ہے امر کی وجہ سے اگر پہلے نماز پڑھی تو نماز باطل ہوگی۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے کہا ہے کہ امام احمد کی طرف یہ قول منسوب کرنا بعید ہے کیونکہ حنابلہ کی کتابوں میں اسکا ذکر نہیں بلکہ المغنی، الروض اور الشرح الکبیر میں صحت نماز کی تصریح ہے۔ قاضی شوکانیؒ کہتے ہیں حدیثوں کے ظاہر سے مطلق حکم ثابت ہوتا ہے۔ ابو حامد غزالیؒ نے یہ قید لگائی ہے کہ پہلے کھالے اگر کھانے کے فساد وضیاع کا اندیشہ ہو۔ علامہ عینی حنفی نے کہا ہے اگر بھوک شدید ہو اور نماز کے وقت میں گنجائش ہو وقت ختم ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر پہلے کھانا کھائے پھر نماز پڑھے، حنفیہ کثر اللہ سوادہم کہتے ہیں کہ اسکی بنیاد آدمی کی حالت اور دلی کیفیت پر ہے غور کرے کہ اگر نماز پڑھنا شروع کی اور کھانے کا ہی سوچتا رہونگا تو پھر پہلے کھانا ہی کھالے اگر کوئی زیادہ ضرورت نہیں اور اطمینان سے نماز پڑھ سکتا ہے تو پھر پہلے نماز پڑھ لے۔

حرف آخر: اگر کھانا آ جائے اور نماز کے وقت میں وسعت ہے کہ کھانے سے فارغ ہو کر بالکل خشوع واطمینان سے نماز ادا کریں گے تو اس صورت میں پہلے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور اگر وقت تنگ ہے اور اندیشہ ہے کہ کھانا کھایا تو نماز فوت ہو جائیگی تو پھر نماز میں تاخیر جائز نہیں۔ نماز میں دلجمعی اور خشوع مقصود ہے۔

واقعہ: امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے **اَنْ اَجْعَلَ الطَّعَامَ صَلَاةً خَيْرٌ مِنْ اَنْ اَجْعَلَ الصَّلَاةَ طَعَامًا** (مرقات ۳/ ۵۳، معارف السنن) میری نماز کھانا بن جائے اس سے بہتر ہے کہ میرا کھانا نماز بن جائے۔ یعنی نماز شروع کر دوں اور خیال کھانے کی طرف رہے اس سے بہتر ہے کہ کھانا کھالوں اور کھانے میں خیال نماز کی طرف رہے کہ فارغ ہو کر جلدی نماز ادا کروں۔ حضرت عائشہؓ سے یہ بھی روایت ہے **فقالت سمعت رسول الله يقول لايصلى بحضرة الطعام ولاوهويدافعه الاخبثان** . (ابوداود ۱/ ۲۳) میں نے سنا فرما رہے تھے کہ آدمی نماز نہ پڑھے کھانے کے ہوتے ہوئے اور واجب بول و براز کا تقاضا ہو۔ حاصل یہ ہے کہ نماز ایسی حالت میں پڑھے جب طبیعت میں اطمینان ہو۔ عملاً پہلے یہی ہوتا تھا کہ مختصر سا کھانا کھا کر پھر اطمینان سے نماز ادا کی جاتی اب یہ ہوتا ہے کہ جلدی سے نماز پڑھ لیں پھر آرام سے کھانا کھائیں گے، حالانکہ جذبہ اس کے برعکس ہونا چاہیے۔

حدیث ثانی: لاتؤخر الصلوة لطعام ولالغيره. نماز کھانے یا کسی اور بہانے کی وجہ سے قضامت کرو۔

سوال: حدیث اول میں ہے کہ پہلے کھانا کھاؤ یہاں ہے کہ کھانے یا کسی دوسری وجہ سے نماز میں تاخیر نہ کی جائے؟

جواب: ا- بذل جلد اول ص: ۵۸ میں ہے **هذاحديث ضعيف فبالضعيف لايعترض على (الحديث) الصحيح** - یہ حدیث ثانی ضعیف ہے اور اس حدیث ضعیف کی وجہ سے حدیث صحیح پر اعتراض نہیں ہو سکتا گویا سابقہ تقریر بحالہا درست ہے۔

۲- تسلیمی جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو پھر یہ دو حدیثیں دو مختلف حالتوں پر محمول ہیں اگر کھانا آ گیا اور نماز کا وقت تنگ ہے تو پھر اس حدیث ثانی پر عمل ہوگا اور اگر کھانا آیا اور نماز کے مستحب وقت میں وسعت ہے تو پھر حدیث اول پر عمل ہوگا کہ پہلے کھانا کھالیں۔

۳- پہلی حدیث اس شخص کے بارے میں ہے جسکا کھانا حضرات صحابہ ؓ جیسا ہو مثلاً دودھ کا ایک پیالہ یا ستو پینا یا مٹھی بھر کھوریں کہ اس میں نماز میں زیادہ تاخیر یا فوت ہونے کا اندیشہ نہیں، حدیث ثانی اس شخص کے لئے ہے جس کے ہاں طویل دسترخوان اور پرتکلف کثیر قسم کے کھانے ہوں (اور کھانے کے ساتھ مجلس بھی ہو) تو ایسی صورت میں منع فرمادیا کہ نماز کو مت لیٹ کرو۔

۴- اگر کھانے کا وقت ہو چکا ہے اور تیار بھی ہو گیا ہے لیکن ابھی کھانا لگایا اور سامنے نہیں لایا گیا تو بھی حدیث ثانی پر عمل ہوگا کہ پہلے نماز پڑھ لی جائے کھانے کی وجہ سے نماز مؤخر نہ کی جائے۔ اسی حدیث کو امام بیہقیؒ نے اپنی سنن میں "کان لا یؤخر الصلوة لطعام ولا لغیرہ" کے الفاظ سے اور طبرانیؒ نے اوسط میں "لم یؤخر المغرب لعشاء ولا لغیرہ" کے الفاظ سے نقل کیا ہے۔ کھانے اور کسی دوسرے عذر کی وجہ سے نماز مؤخر نہ کرتے تھے۔ نہ تاخیر کی مغرب میں شام کے کھانے کی وجہ سے اور نہ اس کے علاوہ کی وجہ سے۔

ابن زبیر یہ ابوخبیب عبداللہ ابن زبیر ابن العوام ہیں جو ہجرت مدینہ کے بعد اسلام میں کسی مسلمان مہاجر کے گھر پیدا ہونے والا پہلا بچہ ہے۔ یہود نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر منتر کر دیا ہے انکے یہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہوگا عبداللہؓ کی ولادت سے ان کا یہ زعم باطل ختم ہوا اور تمام مسلمانوں کو اس پر مسرت ہوئی۔ مکہ کے شہسواروں میں سے ایک نامور یہ بھی ہیں جنگ یرموک میں شریک ہوئے اور یزید کی موت کے بعد مسلمانوں نے ان سے خلافت کی بیعت کی اور یمن حجاز عراق خراسان پر انہوں نے غلبہ پایا اور نو سال ان کی خلافت رہی بالآخر حجاج ظالم کے ہاتھوں مکہ میں شہید کئے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ (انعامات المنعم ۱/ ۵۶۹)

٤٥ - بابُ ماجاءَ في التَّسمِيَةِ علی الطَّعَامِ

کھانے پر "بسم اللہ" پڑھنے کے بیان میں

٦٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بنُ الصَّبَّاحِ الهَاشِمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُالأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَعِنْدَهُ طَعَامٌ، قَالَ: ادْنُ يَابُنَيَّ، فَسَمِّ اللهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ.

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِي وَجْزَةَ السَّعْدِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ مُزَيْنَةَ عَنْ عُمَرَ بنِ أَبِي سَلَمَةَ. وَقَدِ اخْتَلَفَ أَصْحَابُ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ فِي رِوَايَةِ هَذَا الْحَدِيثِ، وَأَبُو وَجْزَةَ السَّعْدِيُّ اسْمُهُ يَزِيدُ بنُ عُبَيْدٍ.

"سیدنا عمر بن ابی سلمہ سے مروی ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے، اور آپ کے پاس کھانا تھا، آپ نے فرمایا اے بیٹے قریب ہو جاؤ اور بسم اللہ پڑھو اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ"

یہ روایت ہشام بن عروہ سے ابووجزہ سعدی اور مزینہ کے ایک آدمی سے بھی عمر بن ابی سلمہ سے مروی ہے ہشام بن عروہ کے تلامذہ اس حدیث کی روایت میں مختلف ہیں ابووجزہ سعدی کا نام یزید بن عبید ہے۔

٦٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بنُ الفَضْلِ بنِ عَبْدِالمَلِكِ بنِ أَبِي السَّوِيَّةِ أَبُو الْهُذَيْلِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللهِ بنُ عِكْرَاشٍ عَنْ أَبِيهِ عِكْرَاشِ بنِ ذُوَيْبٍ قَالَ: بَعَثَنِي بَنُو مُرَّةَ بنِ عُبَيْدٍ بِصَدَقَاتِ أَمْوَالِهِمْ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ المَدِينَةَ فَوَجَدْتُهُ جَالِساً بَيْنَ المُهَاجِرِينَ وَالأَنْصَارِ، قَالَ: ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَانْطَلَقَ بِي إِلَى بَيْتِ أُمِّ

سَلَمَةَ فقالَ هَلْ مِنْ طَعَامٍ؟ فأُتينا بِجفْنَةٍ كَثِيرَةِ الثَّرِيدِ والوَذْرِ وَأَقْبَلْنا نأْكُلُ منها،فَخَبَطْتُ بِيَدِي فِي نَوَاحِيهَا وَأَكَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ،فَقَبَضَ بِيَدِهِ الْيُسْرَى عَلَى يَدِي الْيُمْنَى ثُمَّ قَالَ يَا عِكْرَاشُ كُلْ مِنْ مَوْضِعٍ وَاحِدٍ فإِنَّهُ طَعَامٌ وَاحِدٌ،ثُمَّ أُتِينَا بِطَبَقٍ فِيهِ أَلْوَانُ الرُّطَبِ۔ أَوْ مِنْ أَلْوَانِ الرُّطَبِ ۔عُبَيْدُاللّٰهِ شَكَّ،قَالَ:فَجَعَلْتُ آكُلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وجَالَتْ يَدُرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ في الطَّبَقِ وَقَالَ يَا عِكْرَاشُ كُلْ مِنْ حَيْثُ شِئْتَ فإِنَّهُ غَيْرُ لَوْنٍ وَاحِدٍ،ثُمَّ أُتِينَا بِمَاءٍ فَغَسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ وَمَسَحَ بِبَلَلِ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَرَأْسَهُ،وَقَالَ:يَاعِكْرَاشُ هٰذا الوُضُوءُ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ.

هٰذا حديثٌ غريبٌ لا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ العَلاءِ بنِ الفَضْلِ.وقدتفرَّدَ العَلاءُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ.وَلانَعْرِفُ لِعِكْرَاشٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا هٰذَا الْحَدِيثِ،وفى الحديث قصة.

''عبیداللہ بن عکراش، اپنے والد عکراش بن ذویب سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں بنومرۃ بن عبید نے مجھے اپنے اموال کی زکوۃ دے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، میں مدینہ آیا، میں نے آپ کو مہاجرین و انصار کے درمیان بیٹھا ہوا پایا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ام سلمہؓ کے گھر کی طرف لے گئے اور پوچھا کچھ کھانا موجود ہے؟ پھر ہمارے سامنے ایک پیالہ لایا گیا جس میں ثرید اور گوشت کے ٹکڑے بہت تھے ہم متوجہ ہو کر اس سے کھانے لگے میں نے اپنا ہاتھ اس میں اوپر اور دھر بے ترتیبی سے گھمایا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے سامنے سے کھایا پھر آپ نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا داہنا ہاتھ پکڑ لیا پھر فرمایا اے عکراش ایک جگہ سے کھاؤ، کیونکہ یہ ایک ہی کھانا ہے، پھر ہمارے پاس ایک طشت لایا گیا جس میں مختلف کھجوریں خشک یا تازہ تھیں، عبیداللہ کو شک ہے آپ ﷺ نے فرمایا اے عکراش جہاں سے دل چاہے کھاؤ کیونکہ یہ ایک قسم کے نہیں پھر ہمارے پاس پانی لایا گیا، پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور اپنے ہاتھوں کی تری منہ بازوں اور سر پر پھیری اور فرمایا اے عکراش یہ وضو ہے اس سے جسکو آگ پکا دے''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف علاء بن فضل کی روایت سے پہچانتے ہیں، علاء اس حدیث میں متفرد ہیں اور اس حدیث میں ایک واقعہ ہے۔

۶۸ـحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ،حَدَّثَنَا وَكِيعٌ،حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ بُدَيْلِ بنِ مَيْسَرَةَ العُقَيْلِيِّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عُبَيْدِبنِ عُمَيْرٍ عَنْ أُمِّ كُلْثُومَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ :إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَاماً فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ،فإِنْ نَسِيَ فِي أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فِي أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ.

وبِهٰذَا الإِسْنَادِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ طَعَاماً فِي سِتَّةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَكَلَهُ بِلُقْمَتَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:أَمَا إِنَّهُ لَوْ سَمَّى لَكَفَاكُمْ.

هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وَأُمُّ كُلْثُومٍ هِيَ بِنْتُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ.

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے رسول اللہ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو چاہئے کہ بسم اللہ پڑھے، اگر شروع میں بھول جائے تو چاہئے کہ بسم اللہ فی اولہ وآخرہ کہے''

اور اسی اسناد سے حضرت عائشہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ اپنے چھ صحابہ کے درمیان کھانا کھا رہے تھے، کہ ایک دیہاتی آیا اور دو لقموں میں سب کھانا صاف کر دیا، آپ نے فرمایا اگر یہ اللہ کا نام لیتا تو یہ کھانا سب کو کفایت کرتا، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : بسم اللہ : باب کا حاصل یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا نام آجاتا ہے وہاں سے شیطان بھاگتا ہے جس کی بہترین صورت ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا نام نہیں وہاں شیطان کا ڈیرہ بسیرہ اور شرکت ہوتی ہے اس لیے ہمیں شرّ شیطان سے بچنے اور حفاظت کیلئے بسم اللہ کا اہتمام کرنا چاہیے بالخصوص ہر اچھے اور نیک کام میں۔ مثلاً کھانا پینا، گھر میں داخل ہونا، دفتر میں پہنچنا، سواری پر سوار ہونا، چلانا، دینا، لینا، دکان کھولنا، کتاب پڑھنا، لکھنا وغیرہ اس میں برکت وحفاظت ہوگی۔

کھانے سے پہلے اور بعد کی دعاء: کھانے سے پہلے بسم اللہ وعلیٰ برکۃ اللہ (مستدرک حاکم ج۴ص ۱۰۷) درمیان میں اگر یاد آجائے تو بسم اللہ اولہ وآخرہ اور کھانے سے فراغت کے بعد''الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین'' پڑھے۔ ابھی باب الوضوء قبل الطعام وبعدہ میں عند الاحناف اول وآخر تسمیہ وتحمید کا مسنون ہونا گذرا ہے اگر کھانے والی ایک جماعت اور افراد کثیرہ ہوں تو ان میں سے بعض یا کسی ایک کے پڑھنے سے بھی شیطان کے شریک ہونے سے حفاظت ہوگی (نووی) قال الشیطان (لاخوانہ واعوانہ ورفقتہ) لامبیت لکم ای لاموضع بیتوتۃ لکم شیطان اپنے چیلوں اور ہمنوالوں کو کہتا ہے یہاں رات گذارنے اور بھٹکانے بہکانے کیلئے تمھاری جگہ نہیں کیونکہ یہاں تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا، اور نہ ہی بے برکتی اور نحوست کیلئے تم ان کے کھانے میں شریک ہو سکتے ہو۔

لم یضع احدنا یدہ حتیٰ یبدأ رسول اللہ ﷺ۔ اس سے یہ ادب واضح ہوا کہ کھانے میں آغاز وابتدا بزرگ واستاد اور کبار حضرات ہی کریں چھوٹے ان سے جلدی نہ کریں الا یہ کہ ان کا حکم ہو تو پھر الامر فوق الادب . اس لئے یہ بھی ادب ہے کہ کھانے سے پہلے اہل علم کے ہاتھ پہلے دھلوائے جائیں تا کہ وہ انتظار نہ کریں (عون)

فلیقل بسم اللہ اولہ وآخرہٗ. (ترکیب) اولہٗ اور آخرہٗ منصوب بنزع الخافض ہیں یعنی ان سے پہلے حرف جار فی یا علی محذوف ہے۔ بسم اللہ فی اولہ وآخرہ اور بسم اللہ علیٰ اولہ وآخرہ عبارت ہوگی۔ اس طرح کھانے کے نصف اول اور نصف ثانی دونوں کو محتوی ہوگی۔

سوال: اس میں تو اول وآخر اور ابتداء وانتہاء کا ذکر ہے وسط ودرمیان تو دعاء وبرکت سے خالی رہا؟

جواب: اس میں سے کوئی حصہ خارج برکت نہیں کیونکہ اسکی مراد واضح کیجا چکی ہے کہ نصف اول ونصف ثانی (یعنی تمام) کو یہ شامل ہے کیونکہ دونوں نصفوں کے درمیان تو کچھ ہے نہیں جس پر یہ مشتمل نہ ہو اس لیے یہ خالی وہم ہے اسکی مثال قرآن کریم میں ہے

ولهم اهل الجنة رزقهم فيها بكرة وعشيا (مریم ۶۲) ان جنتیوں کی لیے صبح وشام رزق ہوگا اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ درمیاں میں ممانعت ہوگی اوران دووقتوں کے سوانہ ملے گا اسکی تصریح بھی قرآن کریم میں اکلها دائم وظلّها (رعد ۳۵) وہاں کھانے دائمی اور سائے بھی دائمی۔ ولا خفاء فيه (عون)

تنبیہ: اس سے یہ مت سمجھا جائے کہ جب یہ دعاء پورے طعام کیلئے باعث برکت ومؤثر ہے تو پہلے پڑھنے کی کیا حاجت ہے آخری نوالے کے ساتھ پڑھ کر برکت حاصل کرلیں گے اور نحوست وشیطان سے بچ جائیں گے، حاشا وکلا ہرگز ایسا نہیں یہ تو صرف بھولنے کیلئے ہے قصداً چھوڑنے کیلئے نہیں۔ والله اعلم وعلمه'

تسمیہ کا حکم: امام احمدؒ کے نزدیک بسم اللہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ احادیث میں امر کا صیغہ ہے جس کا کوئی معارض نہیں۔ عندالجمہور کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور یہی احادیث کامدّ عا اور ما حصل ہے۔

کیا جن کھاتے ہیں؟: واختلف ايضاً هل ياكلون و يشربون ويتناكحون ام لا؟ فقيل بالنفي وقيل بمقابله (فتح ج ۶ ص ۲۱۶ باب) ابن حجرؒ کہتے ہیں جنوں کے کھانے پینے اور توالد وتناسل میں اختلاف ہے نفی کا قول بھی ہے اور اسکے مقابل اثبات کا بھی۔ حقیقت یہ کہ جنوں کی اقسام مختلف ہیں اور احکام بھی۔ ۱- وھب بن منبہ سے روایت ہے کہ جنوں کی ایک قسم ایسی ہے جو کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ شادی کرتے ہیں یہ خالص جن ہیں یہ خالی ریح وہوا ہیں۔ ۲- ایک قسم وہ ہے جو یہ سب کچھ کرتے ہیں یہ سعالیٰ اور غیلان سعالیٰ غول اور قطرب ہیں۔ ان دو قسموں سے دونوں اختلافی حکم منطبق ہوجائیں گے جو کہتے ہیں کھاتے ہیں قسم دوم مراد ہوگی اور جو کہتے ہیں نہیں کھاتے قسم اول مراد ہوگی۔ اسکی تائید ابو ثعلبہ خشنی کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا الجن على ثلثة اصناف ۱- جنس لهم اجنحة يطيرون فى الهواء ۲- صنف حيات وعقارب ۳- صنف يحلون ويظعنون وفى روایة ابى الدرداء لابن الدنيا قال فى الثالث وصنف عليهم الحساب و العقاب. اسی طرح ابوداؤد ج ۱ ص ۷ اپر ہے عَن عبد الله بن مسعود قال قدم وفد الجن على النبى ﷺ فقالوا يامحمد انه امّتك ان يستنجون بعظم او روثة او حمة فان الله عزوجل جعل لنا فيها رزقا قال فنهى النبى ﷺ عن ذلك. یہ بھی انکے کھانے کی صریح دلیل ہے۔ (مزید جن کی تعریف انعامات المنعم ۸۳۶/۲ باب ۲۰۲ میں دیکھئے)

۴۶- بابُ ماجاء فى كَرَاهِيَةِ البَيْتُوتَةِ وفى يَدِهِ رِيحُ غَمَرٍ

ہاتھ میں تری کی بو کی حالت میں رات گذارنے کی کراہت کے بیان میں

۶۰- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ الْوَلِيدِ الْمَدَنِيُّ عَن ابنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ الشَّيْطَانَ حَسَّاسٌ لَحَّاسٌ، فَاحْذَرُوهُ على أَنْفُسِكُمْ، مَنْ بَاتَ وَفِي يَدِهِ رِيحُ غَمَرٍ فَأَصَابَهُ شَيْءٌ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ. هذا حديثٌ غريبٌ مِنْ هذا الوَجْهِ. وقد رُوِيَ مِنْ حَدِيثِ سُهَيْلِ بنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان بہت حساس ہے، سوتم اس سے اپنی جانوں پر خوف کرو، اور جس نے رات گذاری اس حال میں کہ اس کے ہاتھ میں چکنائی کی بو ہو اور اس کو کوئی جانور نقصان پہنچائے تو وہ اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرے''

یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے اور سہیل بن ابی صالح سے بھی یہ روایت اپنے والد ابو ہریرہ نبی ﷺ سے مروی ہے.

۷۰۔حَدَّثَنَا محمدُ بنُ اسحاق أبوبَكْرٍ البَغْدَادِيُّ الصَّاغَانِيُّ، حَدَّثَنَا محمدُ بنُ جَعْفَرٍ المَدَائِنِيُّ، حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بنُ أَبِي الأَسْوَدِ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ بَاتَ وَفِي يَدِهِ رِيحُ غَمَرٍ فَأَصَابَهُ شَيْءٌ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ.

هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الأَعْمَشِ إِلَّا مِنْ هذا الوَجْهِ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے رات گذاری اس حال میں کہ اس کے ہاتھ میں چکنائی لگی ہو اور اسکو کوئی چیز نقصان پہنچائے تو اپنے نفس کے سوا کسی کو ملامت نہ کرے''

یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اعمش کی روایت صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں.

تشریح: حدیث اول: من نام وفی یدہ غمر ولم یغسله .غمر بفتح الغین والمیم ای دسم ووسخ وزھومة من اللحم. (عون) یعنی چکنائی، تری، چربی، اور گوشت کی بو۔ فاصابه شئی. جنوں یا حیوانوں میں سے موذی اور زہریلے کیڑے مکوڑوں میں سے کوئی اس تری کے اثر اور بو کی وجہ سے اس طرف آ گیا اور ضرر پہنچایا یا بریانی کا شوقین چوہا آ گیا تو پھر ہاتھ نہ دھونے اور صاف نہ کرنے والا کسی اور کو ملامت نہ کرے اس لیے کہ کوتاہی اور سستی جناب کی ہے۔ قیل من البرص ونحوہ لانّ الید حینئذ اذا وصلت الی شئی من بدنه بعد عرقه فربما اَوْرَثَ ذلک (عون) کہا گیا ہے کہ اسکو پہنچے برص کی بیماری اس لئے کہ جب پسینے کے بعد چکنائی والا ہاتھ جسم کے کسی حصے کو لگتا ہے تو بسا اوقات اس سے برص کی بیماری پیدا ہو سکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے چاہئیں کہ اتباع سنت میں دارین کا فائدہ ہے اور ''برکة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعدہ'' گذر چکا ہے۔

فائدہ: وفی یدہ غمر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسی چیز کھائی جسمیں چکنائی وغیرہ نہیں تو پھر ہاتھ دھونا لازمی نہیں۔ اس میں نیند کا ذکر اس لیے فرمایا کہ کھانے کے متصل بعد سو جائیں اور نیند میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ قوی ہے کیونکہ اس میں مدافعت کی صورت نہیں اور بیداری کی حالت میں دفاع کیا جاتا ہے اس لیے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اسکا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ بیداری میں تری، چربی، سالن کی بو لگائے پھریں کہ بیداری کا ذکر تو ہے نہیں۔ فتأمل! الحمد للہ ابواب الاطعمة کی تشریح تکمیل کو پہنچی!

فتمت ابواب الاطعمة وتليها ابواب الاشربة

ابواب الأشربة عَنْ رَسُولِ اللّٰه ﷺ

شراب کی حرمت اور پانی پینے کے احکام وآداب کے متعلق حضورؐ سے منقول یہ چند ابواب ہیں

ماقبل سے ربط: ماکولات ومشروبات اور طعام وشراب کے مابین ربط بالکل واضح ہے کہ اکٹھے ذکر اور استعمال ہوتے ہیں اور دونوں انسانوں اور دیگر جانداروں کی ضروریات طبعیہ وشرعیہ میں سے ہیں.

اشربہ کا صیغہ، معنی: اشربہ مثل اطعمۃ شراب کی جمع ہے، شراب اسم ہے اس کا معنی ہے پینے کی چیز، کل مائع یشرب، ہر بہنے والی چیز جو پی جائے، یہاں سے چند ابواب میں مشروبات کے احکام وآداب کے متعلق احادیث بیان ہورہی ہیں پھر حلال وحرام مشروبات میں سے پہلے حرام کا ذکر ہے کیونکہ جلب منفعت اور حصول فائدہ سے دفع مضرت اور نقصانات سے بچنا زیادہ اہم ضروری اور مقدم ہے پہلے ممنوعات سے اجتناب پھر مرغوبات کا استعمال.

ابواب واحادیث کی تعداد: اس میں اکیس (۲۱) ابواب اور چھتیس (۳٦) احادیث ہیں.

۱۔بابُ مَاجَاءَ فی شَارِبِ الْخَمْرِ

شراب پینے والے کیلئے وعید کے بیان میں

۷۱۔حَدَّثَنَا یَحْیَی بنُ دُرُسْتَ أبوزَکَرِیَّا البَصْرِیُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ زَیْدٍ عَن أیُّوبَ عَن نَافِعٍ عَن ابنِ عُمَرَ قالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ:کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ و کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ،وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فی الدُّنْیَا فَمَاتَ وَهُوَ یُدْمِنُهَا لَمْ یَشْرَبْهَا فی الآخِرَةِ

قَالَ:وفی البابِ عَن أبی هُرَیْرَةَ وأبِی سَعِیدٍ وعَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو وابنِ عَبَّاسٍ وعُبَادَةَ وأبی مَالِكٍ الأشْعَرِیِّ.حدیثُ ابن عُمَرَ حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.وقد رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَن نَافِعٍ عَن ابنِ عُمَرَ عَن النبیِّ ﷺ.وَرَوَاهُ مَالِكُ بنُ أنَسٍ عَن نَافِعٍ عَن ابنِ عُمَرَ مَوْقُوفاً وَلَمْ یَرْفَعْهُ.

"سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہر نشہ والی چیز شراب ہے اور شراب حرام ہے، اور جس نے دنیا میں شراب پی اور اسی عادت وملاومت پر مرگیا تو وہ اس کو آخرت میں نہ پیئے گا"

اس باب میں ابو ہریرہ، ابوسعید، عبداللہ بن عمرو، عبادہ، ابو مالک اشعری اور ابن عباس سے روایات ہیں، حدیث ابن عمر حسن صحیح ہے، اس طریق کے علاوہ بھی نافع سے مذکور ہے، مالک بن انس نے اس کو بواسطہ نافع، ابن عمر سے موقوف نقل کیا ہے.

۷۲۔حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ،حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَن عَطَاءِ بنِ السَّائِبِ عَن عَبْدِاللّٰهِ بنِ عُبَیْدِ بنِ عُمَیْرٍ عَن أبِیهِ قالَ:قَالَ عَبْدُاللّٰه بنُ عُمَرَ: قالَ رسولُ اللّٰه ﷺ:مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ أرْبَعِیْنَ صَبَاحاً،فَإنْ تَابَ تَابَ اللّٰه عَلَیْهِ،فَإنْ عَادَ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰهُ لَهُ صَلٰوةً أرْبَعِیْنَ صَبَاحاً،فَإنْ تَابَ تَابَ اللّٰه عَلَیْهِ،فَإنْ عَادَ الرَّابِعَةَ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰه لَهُ صَلٰوةً أرْبَعِیْنَ

صَبَاحاً،فَإِنْ تَابَ لَمْ يَتُبِ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَقَاهُ مِنْ نَهرِ الْخَبَالِ.قِيلَ يَا أَبَا عَبْدِالرحمٰنِ وَمَا نَهرُ الْخَبَالِ؟قَالَ:نَهرٌ مِنْ صَدِيدِ أَهْلِ النَّارِ

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.وقد رُوِيَ نَحْوُ هٰذَا عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو وَابنِ عَبَّاسٍ عَنِ النبيِّ ﷺ .

"سیدنا عبداللہ بن عمر سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے شراب پی ہے اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کی جائیں گی، پھر اگر اس نے توبہ کرلی تو اللہ بھی اس کی توبہ قبول کرتے ہے، اور اگر اس نے پھر پی تو اللہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کرے گا، لیکن اس کے بعد چوتھی بار بھی پی تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس دن نمازیں قبول نہیں فرمائیں گے اور اگر اس کے بعدوہ توبہ کریگا تو بھی اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول نہ کریں گے اور اس کو نہر خبال سے پلائے گا، کسی نے پوچھا ائے ابوعبدالرحمٰن، نہر خبال کیا ہے؟ فرمایا یہ ایک نہر ہے جسم میں دوزخیوں کی پیپ بہتی ہے" یہ حدیث حسن ہے، اسی کے مثل عبداللہ بن عمرو اور ابن عباس سے نبی ﷺ سے مروی ہے.

تشریح : کل مسکر حرام: اس پر مفصل بحث آگے تیسرے باب میں آرہی ہے، مسکر ہر وہ چیز جو نشہ پیدا کرے، **یدمنھا** : ای یداومھا یعنی شراب پینے پر مداومت اور ہمیشگی کرے، توبہ کرکے نہ چھوڑے، **لم یشربھا فی الآخرۃ**: ۱۔اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ " کنایة عَن عدم دخول الجنة" جنت میں داخل نہ ہونے سے کنایہ ہے،۲۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ " حرمانه من هذه النعمة" جنت میں تو جائیگا لیکن جنتی شراب سے محروم رہیگا کیونکہ اس نے بے صبری اور جلدی کی اور آخرت وجنت کی شراب کے انتظار کی بجائے دنیا کی مردار وحرام اور بدبودار شراب پر ٹوٹ پڑا تو جنتی شراب سے محروم، اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی بے صبری اور جلدی سے اپنے مورث کو قتل کردے تو وارثت سے محروم ہوگا.

سوال: قول ثانی پر آیت قرآنی " ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون" (حم السجدہ ۳۱) سے اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جنت میں داخل ہونے والے جنتی کی ہر خواہش وچاہت اور امید وامنگ پوری کی جائیگی تو پھر اسے جنت میں شراب طہور پرنور کیسے نہ ملیگی ؟

جواب: بقدر امکان اس کا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ دنیا میں شراب کے عادی کو جنت میں داخلہ مل گیا تو اسے شراب کی سرے سے چاہت ہی نہ ہوگی، بہر دوصورت نقصان عظیم اور محرومی ہے۔۳۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہ وعید شدید مستحل اور حلال سمجھنے والے کیلئے ہیں، یعنی جو عادی ہوگیا اور شدہ شدہ اسکی قباحت وحرمت عادی شرابی کے دل سے ختم ہوگئی اسے پانی کی طرح درست سمجھنے لگا تو حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے پھر تو محرومی یقینی ہے،۴۔ چوتھا مطلب یہ ہے کہ اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے تک جنت میں نہ جائیگا تو اسکی عمدہ شراب بھی نہ پائیگا، ہاں جب دھنائی اور دھلائی ہوگئی اور گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں جائیگا تو پھر شراب طہور بھی ملیگی، اس صورت میں نفی موقت ہوگی نہی علی التابید نہ ہوگی، بہرصورت شراب پینا اور اسکی عادت بنانا محرومی اور موجب لعنت ہے، اس لئے ضرور بالضرور مکمل اجتناب کیا جائے.

لم تقبل له صلوۃ اربعین صباحا : قبولیت کا معنٰی اور جملے کے مطالب پہلا معنٰی قبول اصابت: **القبولية كون الشئ**

مجتمعا على الشرائط والأركان، قبولیت کا مطلب ہے کسی چیز کا اپنی تمام شرائط اور ارکان کے ساتھ ہونا، یعنی تمام ارکان وشرائط اور معتبر لوازمات موجود ہوں۔ دوسرا معنیٰ قبول اجابت: "وقوع الشي في حيّز مرضاة الرب" اس کا نتیجہ آخرت کا اجر وثواب ہے، پہلے معنیٰ کا نتیجہ فراغ ذمہ ہے۔ لفظ قبولیت صحت کا مترادف ہے۔ ۱۔ پہلا مطلب علماء نے یا لکھا ہے کہ یہاں قبولیت اصابت مراد ہے یعنی سرے سے نماز قبول ہی نہ ہوگی اور ادا ہی نہ ہوگی۔ فریضہ ذمے باقی رہے گا۔ ۲۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ قبولیت اجابت مراد ہے یعنی شراب کی نحوست سے اس نماز پر اجر وثواب نہ ملیگا اگرچہ سر سے فرض اتر جائیگا۔ کیونکہ شراب ام الخبائث ہے اور نماز ام العبادات ہے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ جب اہم العبادات نماز قبول نہ ہوئی تو دیگر اعمال صالحہ کیا قبول ہونگے اور کیا فائدہ دیں گے۔ اور سب شراب کی نحوست سے ہوا اس لئے اجتناب ضروری ہے۔

نماز کی تخصیص کی وجہ: کلام سابق سے ظاہر ہے کہ نماز کی طرح دیگر اعمال بھی قبول نہ ہونگے پھر صرف نماز کا ذکر کیوں فرمایا؟ تو اسکی وجہ واضح ہے کہ شراب کا اثر نماز کے منافی اور مخالف ہے۔ شراب غفلت ولا پرواہی اور بے حیائی لاتی ہے نماز سے یاد الٰہی آتی ہیں۔ ویصدّکم عَن ذکر الله وعَن الصلوة، (مائدہ ۹۱) شراب وقمار اور جوا تمہیں نماز اور اللہ کی یاد سے روکتے ہیں۔ اس کے برعکس ہے۔ اقم الصلوة لذکری۔ میری یاد کیلئے نماز قائم کیجئے (طٰہٰ ۱۴) اس لئے نماز کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ورنہ سب اعمال کا حکم ایک ہے

صلوة اربعين صباحا: صباحا بر بنائے تمیز منصوب ہے اربعین تمیز سے ملکر صلوة کا مضاف الیہ مرکب اضافی لم تقبل کا نائب فاعل ہے

۱۔ صباحا سے مراد دن ہے یعنی پوری پانچ نمازوں میں سے کوئی بھی قبول نہ ہوگی۔ ۲۔ صباحا سے مراد نماز صبح ہے یعنی صبح کی نماز قبول نہ ہوگی۔ پھر تقریر یوں ہوگی افضل الصلوات فجر کی نماز جب قبول نہ ہوئی تو دیگر کیسے قبول ہونگی۔ بہر دو صورت نتیجہ ایک ہے کہ کوئی نماز قبول نہ ہوگی مراد دن ہو یا نماز دونوں صورتوں میں سب نمازوں کا قبول نہ ہونا صراحۃً مفہوم ہوگا۔

چالیس دنوں کے ذکر کی وجہ: پھر خاص چالیس کے عدد کا ذکر اس لئے فرمایا کہ چالیس کے عدد کو تغیرات میں اثر ہے، چنانچہ قرآن کریم اور حدیث مبارک میں بچے تخلیق کی جو صورتیں مذکور ہیں ان میں چالیس کے عدد کا ذکر اور اثر ہے۔ ثم خلقنا النطقة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاما فكسونا العظام لحما...... کی تفسیر وتشریح میں احادیث واقوال میں ذکر ہے کہ یہ تغیرات ہر چالیس یوم میں ہوتے ہیں، چالیس دنوں تک شراب کا اثر اور نحوست رہتی ہے اس لئے چالیس دنوں تک نماز قبول نہ ہونے کا ذکر فرمایا۔

فان تاب لم يتب الله عليه: تین بار قصدا توبہ توڑ کر چوتھی مرتبہ جب شراب پئے گا تو فرمایا اسکی توبہ قبول نہ ہوگی اللہ تعالیٰ اسکی طرف رجوع نہ فرمائیں گے، یعنی اسے توبہ کی توفیق ہی نہ ہوگی۔ کیونکہ اس نے توبہ کو مذاق بنادیا ہے اتفاقا توبہ ٹوٹ جائے تو اس کا حکم جدا ہے، لیکن قصدا نڈر ہو کر توبہ توڑنے والا توفیق توبہ سے محروم ہوگا۔ "کلا بل ران علی قلوبهم ما کانوا یکسبون"، یقیناً ان کے دلوں پر انکی بداعمالیوں کی وجہ سے میل جم گیا۔ اب سرے سے توبہ کی توفیق نہ ملیگی۔ یہ با اصرار شرابی کی زجر وتوبیخ اور وعید شدید ہے

۔تا کہ بار بار یہ قبیح تر حرکت سے باز آ جائے۔ ورنہ عمومی ضابطہ ربانی یہی ہے کہ سکرات الموت وغرغرے اور مغرب سے سورج طلوع ہونے سے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا رہیگا۔ چنانچہ احادیث میں ستر (۲۰) بار توبہ کے قبول ہونے کا ذکر ہے۔ بشرطیکہ ندامت قلبی کے ساتھ ہو۔ عادی شرابی کو ندامت ہی نہیں ہوتی تو عدم قبولیت کا حکم فرمایا۔ تکرار واصرار سے بچیں استغفار کریں۔

سوال: کافر شرابی مومن سے بدتر ہے پھر کافر کی توبہ قبول ہو جاتی ہے تو اسکی توبہ قبول کیوں نہیں ہوتی؟

جواب:۱۔ دراصل بات یہ ہے کہ کافر بیگانہ ہے، نعمت اسلام اور حلاوت ایمان سے بے بہرہ ہے، جبکہ یہ تو حقیقت اسلام اور چاشنی ایمان سے بہرہ مند ہو چکا ہے۔ اس لئے پرایوں کی بجائے اپنوں کی نافرمانی زیادہ ناگوارہ مثل تلوار ہوتی ہے۔ چنانچہ مسئلہ ہم نے پڑھا ہے ذمی کے تحفظ کا حکم ہے اور مرتد کے قتل کا حکم ہے حالانکہ مرتد ابھی قریب تک ہمارا باشندہ تھا، اب کفار کا کارندہ ہے، بدتر از درندہ ہے، اس لئے حکم ہے قتل کرو یہ کیوں زندہ ہے۔ پرایوں سے کیا گلا جب اپنوں سے ہو بھلا۔

٢ ـ بابُ ماجَاءَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

یہ باب ان روایات کے بیان میں ہے جن میں آیا ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے

٧٣ ـ حَدَّثَنَا إسْحَاقُ بنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بنُ أَنَسٍ عَن ابنِ شِهَابٍ عَن أَبِي سَلَمَةَ عَن عَائِشَةَ أَنَّ النبيَّ ﷺ سُئِلَ عَن البِتْعِ؟ فَقَالَ: كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''عائشہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ سے شہد کی نبیذ کے متعلق پوچھا گیا، آپ نے فرمایا جتنی پینے کی چیزیں نشہ لاتی ہیں وہ سب حرام ہیں''

٧٤ ـ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بنُ أَسْبَاطِ بنِ مُحَمَّدٍ القُرَشِيُّ الكُوفِيُّ وأَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ قَالا حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بنُ إدْرِيسَ عَن محمدِ بنِ عَمْرٍو عَن أَبِي سَلَمَةَ عَن ابنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ النبيَّ ﷺ يَقُولُ: كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ.

قَال وفي البابِ عَنْ عُمَرَ و عَلِيٍّ وَ ابنِ مَسْعُودٍ وَأَنَسٍ وأَبِي سَعِيدٍ وأَبِي مُوسَى والأَشَجِّ العُصَرِيِّ ودَيْلَمَ ومَيْمُونَةَ وابنِ عَبَّاسٍ وقَيْسِ بنِ سَعْدٍ والنُّعْمَانِ بنِ بَشِيرٍ ومُعَاوِيَةَ وَوَائِلِ بنِ حُجْرٍ وَقُرَّةَ المُزَنِيِّ وعَبْدِاللهِ بنِ مُغَفَّلٍ وَأُمِّ سَلَمَةَ وبُرَيْدَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ.

هذا حَدِيثٌ حسنٌ. وقد رُوِيَ عَن أَبِي سَلَمَةَ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ عَن النبيِّ ﷺ نَحْوَهُ. وَكِلَاهُمَا صَحِيحٌ. ورَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَن محمدِ بنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ عَن النبيِّ ﷺ نَحْوَهُ. وعَن أَبِي سَلَمَةَ عَن ابنِ عُمَرَ عَن النبيِّ ﷺ.

''سیدنا ابن عمر سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے نبی سے سنا فرمارہے تھے کہ ہر نشہ والی چیز حرام ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس باب میں عمر، علی، ابن مسعود، ابوسعید، ابوموسیٰ، اشج عصری، ویلم، میمونہ، عائشہ، ابن عباس قیس بن سعد، نعمان بن بشیر، معاویہ، عبداللہ بن مغفل، ام سلمہ، بریدہ، ابو ہریرہ، وائل بن حجر اور قرہ مزنی سے روایات ہیں،

یہ حدیث حسن ہے، ابوسلمہ سے بواسطہ ابوھریرۃؓ بھی نبیؐ سے اسی کے ہم مثل مذکور ہے، دونوں روایتیں صحیح ہیں، اور بہت سے لوگوں نے محمد بن عمرو سے بواسطہ ابوسلمہ، ابو ہریرۃؓ نبی ﷺ سے اسی کے مثل بیان کیا ہے، اور ابوسلمہ سے ابن عمر سے بھی منقول ہے۔

تشریح : سئل عن البتع : بکسر الباء وسکون التاء ،ھو نبیذ العسل شہد سے بنائی ہوئی نبیذ۔ سوال میں ایک قسم شہد کی نبید کے متعلق پوچھا گیا لیکن آپ ﷺ نے عمومی جواب ارشاد فامایا۔ نبیذ بھلے کوئی ہو نشہ پیدا نہ کرتا ہو تو درست ہے بھلے انگور کھجور یا کشمش اور شہد کا ہو۔ ہاں اگر اس میں نشہ پیدا ہو جائے تو پھر علا الاطلاق حرام ہے۔ نبیذ کا مطلب یہ ہے کہ شہد، انگور، کھجور میں سے کسی ایک کو پانی میں بھگو کر رکھ دیں کہ وہ پانی میٹھا اور گاڑھا ہو جائے، اس میں لذت وقوت دونون ہیں۔ لیکن زیادہ دیر رکھنے سے اس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے اس لئے احتیاط کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے۔

٣۔ بَابُ مَاجَاءَ مَا أَسْكَرَ كَثِيْرُهٗ فَقَلِيْلُهٗ حَرَامٌ

جس کا زیادہ پینا نشہ لائے اس کا تھوڑا بھی حرام ہونے کے بیان میں

٧٥۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ بَكْرِ بْنِ أَبِي الْفُرَاتِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَا أَسْكَرَ كَثِيْرُهٗ فَقَلِيْلُهٗ حَرَامٌ

قال وفی الباب عَنْ سَعْدٍ وَعَائِشَةَ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عُمَرَ وَخَوَّاتِ بْنِ جُبَيْرٍ.

هذا حَدِيثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حَدِيثِ جَابِرٍ.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہے، سو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے'' اس باب میں سعد، عائشہ، عبداللہ بن عمرو، ابن عمر اور خوات بن جبیر سے روایات ہیں، یہ حدیث جابر کی روایت سے حسن غریب ہے۔

٧٦۔ حَدَّثَنَا محمدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْأَعْلَى بْنُ عَبْدِالْأَعْلَى عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مَهْدِيِّ بْنِ مَيْمُونٍ وحَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ عَنْ مَهْدِيِّ بْنِ مَيْمُونٍ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، مَا أَسْكَرَ الْفَرَقُ مِنْهُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ.

قَالَ أَحَدُهُمَا فِي حَدِيثِهِ: الْحُسْوَةُ مِنْهُ حَرَامٌ.

قال هٰذَا حَدِيثٌ حسنٌ. قد رَوَاهُ لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ وَالرَّبِيعُ بْنُ صَبِيحٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ الْأَنْصَارِيِّ نَحْوَ رِوَايَةِ مَهْدِيِّ بْنِ مَيْمُونٍ. وَأَبُو عُثْمَانَ الْأَنْصَارِيُّ اسْمُهٗ عَمْرُو بْنُ سَالِمٍ ويُقَالُ عُمَرُ بْنُ سَالِمٍ أيضاً.

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے، جس کا ایک ''فرق'' نشہ لائے اس کا ایک چلو بھی حرام ہے'' راویوں میں سے ایک نے حسوہ کا لفظ کہا، معنی وہی چلو ہے

یہ حدیث حسن ہے، لیث بن سلیم اور ربیع بن صبیح نے بھی ابوعثمان انصاری سے مہدی بن میمون کی روایت کی طرح

نقل کیا ہے، ابو عثمان انصاری کا نام عمرو بن سالم ہے اور عمر بن سالم بھی کہا گیا ہے۔

تشریح: باب نمبر۲ سے باب نمبر۱۰ تک شراب کے متعلق مختلف احادیث مذکور ہیں۔ کچھ حقیقت کے متعلق ہیں، کچھ حالات کے متعلق، کچھ دیگر متعلق کے بارے میں۔ انہیں سمجھانے کیلئے ہم دو عنوان قائم کرتے ہیں ۱۔ حقیقت خمر ۲۔ حکم خمر۔ ان کی تفصیل سے پہلے تمہید نزول حرمت خمر کا ذکر ہے۔ شراب کی حرمت کب نازل ہوئی؟ قرآن کریم میں پانچ آیات ہیں جن میں خمر و شراب اور نشہ آور چیزوں کا ذکر ہے

۱. ومن ثمرات النخيل والا عناب تتخذون منه سكر اور زقاحسنا (نحل ۶۷). ۲. يسئلونك عَن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما (بقرة ۲۱۹) ۳. ياالها الذين امنوالاتقربو الصلوة وانتم سكرى (نساء ۴۳). ۴. يا ايها الذين امنوالا انّما الخمر والميسر والانصاب الرجس من عمل الشيطٰن فاجتنبواه ، ۵. في الخمر والمسير ويصدّكم عَن ذكر الله وعَن الصلوة فهل انتم منتهون (مائده ۹۰، ۹۱). ان میں سے پہلی آیت مکی اور باقی چاروں آیات مدنی ہیں۔ شراب کی حرمت کے سن نزول کے متعلق دو قول قابل ذکر ہیں۔ ۱۔ حافظ شرف الدین دمیاطیؒ کا قول یہ ہے کہ شراب کی حرمت سن چھ ھجری صلح حدیبیہ کے سال نازل ہوئی۔ علامہ قسطلانیؒ نے اسے ترجیح دی ہے۔ ۲۔ ابن اسحاق کا قول یہ ہے کہ شراب کی حرمت سن چار ھجری غزوۂ بنونضیر کے سال نازل ہوئی (تاریخ الخمیس ۲/۲٦) پہلی آیت لفظ ''سکرا،، میں شراب کو نعمتوں کی فہرست میں ذکر فرمایا لیکن رزقا کی طرح اس کے ساتھ حسنا کی صفت ذکر نہ فرما کر اشارۃ فرما دیا یہ حسن نہیں حرام کی فہرست میں جانے والی ہے، اگرچہ بعض فوائد کی بنا پر نعمتوں کے ساتھ ذکر فرمایا اور مقصود استد لال علی التوحید ہے۔ دوسری آیت میں نفع وضرر دونوں کا ذکر ہے، پھر اثم ونقصان کو برقرار و غالب کر کے بچنے کی ترغیب دی، تیسری آیت میں نمازوں کے اوقات میں محدود ممانعت کا بیان ہے، چنانچہ ابوداوٗد شریف کے اندر حدیث ہے کہ نمازوں سے پہلے باقاعدہ اعلان ہوتا کہ نشہ کی حالت میں نماز میں کوئی نہ آئے۔ چوتھی اور پانچویں آیات میں صریح ممانعت اور حرمت قطعی کا بیان ہے۔

وجوہ استد لال: شرح طیبی میں ہے ''وفي الا يتين سبعة دلائل على تحريم الخمر احد ها قول رجس ،والر جس هو النجس والنجس حرام ،.... ۱۔ سات دلائل میں سے پہلی دلیل لفظ رجس اس کا معنی نجس اور ناپاک ہے، اور ناپاک حرام ہوتی ہے، تو شراب حرام ہے، ۲۔ من عمل الشيطان ،اور جو شیطانی عمل ہو وہ حرام ہوتا ہے۔ ۳۔ فاجتنبواه جس چیز سے اللہ تعالیٰ بچنے کا حکم دیں وہ حرام ہے۔ ۴۔ لعلكم تفلحون جس چیز سے اجتناب واحتراز میں کامیابی کی توقع بلکہ یقین ہو اس کا ارتکاب حرام ہے۔ ۵۔ بينكم العداوة والبغضاء جو چیز بغض وعداوت کا سبب بنے وہ حرام ہے۔ ٦۔ ويصدّ كم عَن ذكر الله وعَن الصلوة جو چیز اللہ کے یاد اور نماز سے روکے وہ حرام ہے۔ ۷۔ فهل انتم منتهون ،جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے بچنے اور باز رہنے کا حکم دیا ہے اس کا بجالانا اور رارتکاب حرام ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ شراب قطعی حرام ہے۔

شراب کی حقیقت: قرآن کریم میں جسے نجس، شیطانی عمل اور حرام کہا اور قرار دیا گیا ہے وہ لفظ ''الخمر،، اردو میں اس کا ترجمہ شراب ہے'' الخمر ما اسكر من عصير العنب اوعام'' خمر انگور وغیرہ کا نشہ آور کچا شیرہ۔

اشربہ کی اقسام اور آئمہ کے مذھب: ا۔ ائمہ ثلاثہ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب خمر اور شراب کے حکم میں ہے، ان کا ایک قطرہ، چمچ، گھونٹ قلیل، کثیر علی الاطلاق حرام ہے۔ انکے پینے والے پر حد جاری ہوگی، تمام مسکرات حرام اور انکا کاروبار ناجائز ہے۔ کسی قسم کی تقسیم وتخصیص نہیں۔ ۲۔ حضرات شیخین یعنی امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک تفصیل ہے۔ شراب کی تین قسمیں ہیں

ا۔ **خمر:** الخمر هو النیّ من ماء العنب، اذا اشتدّ، وغلا، وقذف بالزبد انگور کا شیرہ جو ابالنے یا زیادہ دیر رکھنے سے سخت ہو ابلنے لگے اور جھاگ پیدا ہو جائے (صاحبین پہلی دو شرطیں لگاتے ہیں وقذف یالزبد کی قید نہیں لگاتے)

حکم: یہ نجس العین ہے، قلیل کثیر سب حرام ہے، خرید وفروخت جائز نہیں اسکے پینے والے پر حد جاری ہوگی۔

۲۔ **طلاء:** انگور کا نچوڑ اور شیرہ جو اتنا پکایا جائے کہ کم ہو کر ایک ثلث کے قریب رہ جائے۔ **نقیع التمر**، کھجور کا کچا شیرہ۔

نقیع الزبیب: وہ پانی جس میں کشمش ڈال کر دیر تک رکھا جائے کہ تاخیر کی وجہ سے اس میں گاڑھا پن آجائے اور ابال پیدا ہو جائے

حکم، یہ تینوں حرام ہیں، قلیل وکثیر کا استعمال حرام ہے، البتہ شیخین کے نزدیک نشہ آور حد تک پینے کی صورت میں حد جاری ہوگی، کیونکہ ان کا خمر ہونا ظنی ہے، شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جائیگی، ہاں نشہ آنے کی صورت مین شبہ نہ رہا پھر حد جاری ہوگی۔

۳۔ مذکورہ چار اقسام (خمر طلاء، نقیع التمر، نقیع الزبیب) کے علاوہ جن اجناس واشیاء سے جس قسم کا نشہ آور مشروب کسی بھی شکل میں ہو اتنی حد تک اس کا استعمال اور پینا درست ہے، جتنی مقدار کے پینے سے نشہ نہ آتا ہو، یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہے، جبکہ جمہور کے نزدیک جائز نہیں اور فتویٰ جمہور کے قول پر ہے (حاشیه بذل ۳۲۹/٤)۔

ا۔ کہ کثیر حرام ہو اور قلیل حلال ہو، ا۔ نہر طالوت سے کثیر حرام تھا قلیل جائز تھا۔ ۲۔ ریشم کثیر حرام ہے قلیل چار انگلیوں کے برابر درست ہے۔ ۳۔ چاندی کثیر حرام ہے قلیل ساڑھے تین ماشہ کے قریب جائز ہے۔

۲۔ نانه بحرّمه علی التلهیّ، واناس الزمان یشربونه علی التلهی۔

خلاصہ کلام: امام صاحب اور جمہور کے درمیان دو اختلاف ہیں۔ ۱۔ عند الجمهور عصیر العنب، طلاء، نقیع التمر، نقیع الزبیب خمر ہیں اور انکا حکم قطعی ہے۔ امام صاحب کے نزدیک عصیر العنب کے علاوہ باقی تین مشروب کا خمر ہونا ظنی ہے لہذا اجراء حد کیلئے نشہ آنے کی شرط ہے۔ جبکہ حرام ونجس ہونے میں اختلاف نہیں۔ ۲۔ عندالجمهور اشربة اربعة مذکورۃ کے علاوہ نشہ آور مشروب جائز نہیں۔ امام صاحب کے نزدیک دیگر مشروبات کی غیر مسکر قلیل مقدار کا استعمال درست ہے۔ پھر اسکی نظیریں آن وحدیث میں موجود ہیں

جمہور کے دلائل: ا۔ **ابواب الاشربة کی پہلی حدیث عن ابن عمرؓ کل مسکر خمر،** ۲۔ باب دوم میں ہے عن عائشة، کل شراب اسکر فهو حرام، ۳۔ زیر بحث باب کی حدیث ما اسکر کثیرہ فقلیله حرام۔ ۴۔ کل مسکر حرام ما اسکر الفرق منه، فملاء الکفّم منه حرام۔ وکثیر من الروایات التی رواها اصحاب الصحاح وجماعة المحد ثین ۔ امام صاحبؒ کی طرف سے ان کے جوابات دیئے گئے جنکا حاصل یہ ہے کہ جہاں لفظ خمر دیگر اشربہ کیلئے بولا گیا ہے اس سے مراد خمر فی الحکم والحرمة ہے خمر فی الحقیقة نہیں یعنی دیگر اشربہ کا حکم حرام ہونے میں خمر جیسا ہے نہ یہ کہ تمام اشربہ حقیقت میں خمر ہیں حالانکہ اختلاف حقیقت کی وجہ سے ہے، راقم نے فتح الملہم، بذل، کشف الباری، فیض الباری، فتح الباری، نووی، اور دیگر متعدد

شروحات وکتب حدیث کا مطالعہ کیا لیکن نتیجہ بابن جارسید کہ راجح قول جمہور کا ہے، کمامرّ سابقا من حاشیة البذل چنانچہ فیض الباری ۴/۳۴۶ میں ہے علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں''و مراد الحدیث اِنّ کلّ شراب من شانه السکر فھو حرام ...وقد تبیّن لی بعد مرور الدھر انّ مراد الحدیث کما ذھب الیه الجمھور واذن لا اصرف الاحادیث عَن ظاھرھا، یہ عبارت حدیث باب ما اسکر کثیرہ فقلیله حرام'' کے متعلق ہے۔

حرف آخر: انّ اباحفص الکبیر افتی بحرمة النبیذ فقیل له خالفت ابا حنیفة ،فقال ماخالفته ، فانّه یحرم اذا کان للتلھی واناس الزمان یشربونه علی التلھی (حاشیه)

جبل تقوی اور صاحب فتوی کا عمل: امام ابوحنیفہؒ نے قلیل نبیذ کی حلت کا قول اختیار کیا ہے، جتنی مقدار نشہ آور نہ ہو۔لیکن عملا اس سے بھی مکمل اجتناب کیا، فیض الباری ۴/۳۵۵ میں ان کا مقولہ منقول ہے'' لو اعطیت جمیع مافی الدنیا، ومثلھا لأ شرب قطرۃ نبیذ، فلااشربه ،لانّه ''مختلف فیہ، باوجودیکہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، اپنا قول جواز کا ہے پھر بھی اپنے فتوے کے باوجود تقوی پر عمل کیا۔ہمیں بھی چاہئے کہ مسئلہ میں اختلاف ڈھونڈ کر گنجائش پیدا کرنے کی کوشش اور غیر معقول تاویل و ہیر پھیر نہ کریں ، بلکہ تاویلات سے بچتے ہوئے تصریحات پر عمل کریں کیونکہ فتوی کے ساتھ تقوی کالفظ صرف سننے کیلئے نہیں بلکہ عمل کیلئے ہے۔

خمر کی وجہ تسمیہ: امام صاحبؒ کہتے ہیں کہ خمر تخمیر سے ہے تخمیر کا معنیٰ ہے نچوڑنا۔شوافع کہتے ہیں خمر مخامرۃ العقل سے ہے اس کا معنی ہے عقل کو ڈھانپنا بگاڑنا۔اسی طرح خمار اوڑھنی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔بہر دو معانی سے مناسبت موجود ہے کہ شراب نچوڑی جاتی ہے اور عقل میں فتور بھی ڈالتی ہے۔

مااسکر الفرق منه: الفرق بفتح الراء وسکرنھا ،والفتح اشھر،وھومکیال یسع فیه ستته عشر رطلا۔فرق مشہور تر قول کے مطابق راء مفتوحہ کے ساتھ ہے وہ پیمانہ جس میں سولہ (۱۶) رطل سما جائیں۔ایک رطل چونسٹھ تولہ ڈیڑھ ماشہ یعنی تین سو اٹھانوے گرام اور چونتیس ملی گرام کا ہوتا ہے۔الحسوۃ منه حرام،بضم الحاء و سکون السین ،الجرعة من الشراب بقدر ماء یحسو مرّۃ، ایک چلو کے برابر پانی جتنی شراب، یعنی زیادہ ایک فرق حرام ہے۔

ہمارے زمانے میں جمہور کا قول یہی معمول بہ ہے کہ شراب حرام وممنوع ہے، قلیل وکثیر سب سے اجتناب ضروری ہے۔

٤۔بابُ ماجَاء فی نَبِیذِ الجَرِّ

سبز گھڑے میں نبیذ بنانے کے بیان میں

۷۷۔حَدَّثَنَا أحمدُ بنُ مَنِیعٍ حَدَّثَنَا ابنُ عُلَیَّةَ وَیَزِیدُ بنُ هَارُونَ قَالاَ حَدَّثَنَا سُلَیمَانُ التَّیمِیُّ عَن طَاوُسٍ أَنَّ رَجُلاً أَتَی ابنَ عُمَرَ فَقَالَ:نَهَی رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَن نَبِیذِ الجَرِّ؟فَقَالَ:نَعَم،فَقَالَ طَاوُسٌ:واللّٰهِ اِنِّی سَمِعتُهُ مِنهُ. قال:وفی البابِ عَن ابنِ أبی أوفَی وأبی سَعِیدٍ وسُوَیدٍ وعَائِشَةَ وابنِ الزُّبَیرِ وابنِ عَبَّاسٍ.هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''طاوسؒ سے منقول ہے ایک آدمی ابن عمرؓ کے پاس آیا اور پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے سبز گھڑے کی نبیذ سے منع کیا ہے؟ فرمایا''ہاں'' طاوس کہتے ہیں اللہ کی قسم یہ میں نے ابن عمر سے سنا ہے''

اس باب میں ابن ابی اوفی، ابوسعید سوید، عائشہ، ابن زبیر، اور ابن عباس سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : عَن نبیذ الجرّ: گھڑیا، چھوٹا مٹکا، حرمت شراب کے نزول کے ابتدائی ایام میں آپ ﷺ نے سدذرائع کے طور پر احتیاطاً ان برتنوں کے استعمال اور ان میں نبیذ بنانے سے منع فرمادیا ایسا نہ ہو کہ نبیذ کی جگہ شراب بن جائے اور استعمال کرنے والے نبیذ سمجھتے اور کہتے رہیں۔ پھر یہ حکم منسوخ ہوا جیسے آگے باب چھ میں احادیث موجود ہیں ابن عمرؓ نے شاید سائل الی النبیذ سائل کی رغبت وغفلت کو بھانپ لیا کہ پینا چاہتا ہے، اس لئے ''نعم'' فرمایا۔ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ناسخ روایت کا انہیں علم نہ ہو۔ تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ نعم اس لئے فرمایا شاید نشہ آور حد تک پہنچ جانے کا ادراک وفرق نہ کرسکیں اور باوجود نشہ آور ہوجانے کے یہ صرف نبیذ سمجھتے رہیں، اس لئے احتیاطاً سائل کے حال کے موافق جواب دیا۔ نهیٰ رسول الله ﷺ سے پہلے ہمزہ استفہام محذوف ہے، چنانچہ نسائی شریف میں ہمزہ موجود ہے، جملہ استفہامیہ ہوگا۔ قال طاوس :والله انی سمعته، طاؤسؒ کا قسم اٹھانا دووجہ سے ہے۔

۱۔ سامعین نے یہ سن کر تعجب کیا کہ ناسخ احادیث کثیرہ موجود ہیں، پھر ابن عمرؓ نے نعم کیسے فرمایا؟ شاید ہوسکتا ہے طاؤسؒ کو مغالطہ ہوا ہو، تو یقین وتثبیت کیلئے انہوں نے بقسم کہا کہ میں نے سنا ہے، باقی ابن عمرؓ نے کیوں کہا اس کی وجوہ ابھی گذری ہیں۔

۲۔ طاؤسؒ نے تفنناً یہ جملہ کہا جیسا کہ عموماً راویان حدیث اور صاحب کلام آدمی ایسی بات کہہ جاتے ہیں جس سے سامعین اور قارئین کو اعتماد دلانا مقصود ہوتا ہے، اسی طرح طاؤس نے کہہ کر واضح کردیا کہ یہ روایت میں نے ازخود سنی ہے، کسی دوسرے سے سنی سنائی نہیں

۵۔ بابُ ماجاءَ فی کَرَاهِیَةِ أَنْ یُنْبَذَ فی الدُّبَّاءِ والنَّقِیرِ والْحَنْتَمِ

کدو، کھجور کی جڑ اور سبز گھڑے میں نبیذ بنانے کی کراہت کے بیان میں

۷۸۔ حَدَّثَنَا أبو مُوسَی محمدُ بنُ الْمُثَنَّی حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّیَالِسِیُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَن عَمْرِو بنِ مُرَّةَ قالَ سَمِعْتُ زَاذَانَ یَقُولُ: سَأَلْتُ ابنَ عُمَرَ عَن مانَهَی عَنهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِن الْأَوْعِیَةِ وَأَخْبِرْنَاهُ بِلُغَتِكم وَفَسِّرْهُ لَنا بِلُغَتِنا. قالَ: نَهَی رَسُولُ اللّٰه ﷺ عَنِ الْحَنْتَمَةِ وَهِیَ الْجَرَّةُ، وَنَهَی عَنِ الدُّبَّاءِ وَهِیَ الْقَرْعَةُ، وَنَهَی عَنِ النَّقِیرِ وَهِیَ أَصْلُ النَّخْلِ یُنْقَرُ نَقْراً أَوْ یُنْسَجُ نَسْجاً، وَنَهَی عَنِ الْمُزَفَّتِ وَهُوَ الْمُقَیَّرُ، وَأَمَرَ أَنْ یُنْتَبَذَ فی الأَسْقِیَةِ.

قالَ: وفی البابِ عَن عُمَرَ وَعَلِیٍّ وَابنِ عَبَّاسٍ وَأَبِی سَعِیدٍ وَأَبِی هُرَیْرَةَ وعَبدِالرحمنِ بنِ یَعْمَرَ وسَمُرَةَ وأَنَسٍ وَعَائِشَةَ وعِمْرَانَ بنِ حُصَیْنٍ وَعَائِذِ بنِ عَمْرٍو والْحَكَمِ الغِفَارِیِّ وَمَیْمُونَةَ. هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''زاذانؒ سے منقول ہے کہتے ہیں میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ نے کونسے برتنوں سے منع فرمایا ہے اپنی زبان میں بتایئے اور ہماری زبان میں اس کی تشریح کیجئے، فرمایا رسول اللہ نے ''حنتم'' سبز گھڑے سے منع فرمایا ہے، اور ''دبا'' سے منع کیا یہ کدو کا خول ہوتا ہے اور نقیر سے منع فرمایا ہے اور یہ کھجور کے درخت کی جڑ سے بنتا ہے، جس میں کھود کر خول نما بناتے ہیں یا چھال وغیرہ سے بنتے ہیں اور ''مزفت'' سے بھی منع فرمایا ہے، اور یہ برتن ہوتا ہے، جس پر تارکول کا روغن کیا ہوتا ہے اور آپ نے حکم دیا ہے کہ نبیذ مشکیزوں میں بنائی جائے'' اس باب میں عمر، علی، ابن عباس، ابوسعید، ابوہریرہ، عبدالرحمن، بن یعمر، سمرہ، انس، عائشہ عمران بن حصین، عائذ بن عمرو، حکم غفاری اور میمونہ سے روایات ہیں۔

تشریح : اوعیة: یہ وعاء بکسر الواو کی جمع ہے، بمعنی برتن، قرآن کریم میں ہے، فبدأ باوعیتھم قبل وعاء اخیہ ،(یوسف ۷۶)اخبرنا بلغتکم : یعنی ہمیں آپ ﷺ کے مبارک ومتبرک الفاظ سنا کر پھر سہل الفاظ میں سمجھا دیجئے تا کہ فہم وتبرک دونوں حاصل ہوں۔الحنتمة بفتح الحاء و التاء ۔۔۔۔روغنی گھڑی جیسے ہمارے دیار میں میٹھے ٹھنڈے کرنے کیلئے روغنی مٹکے معتاد ہیں ،عن الدبآء : خشک لوکی جس کے اندر سے بیج وغیرہ صاف کر کے خول نما برتن کی مثل بنالیا جاتا ہے۔عن النقیر : کھجور(یا کسی دیگر درخت) کے زمین کی طرف والے سرے (تنے کی جڑ) کو اندر سے گول تراش کر شراب بنانے کیلئے کامیاب برتن بناتے تھے۔کھجور کی جڑ اندر سے تراش کر بنایا ہوا برتن،اوینسج نسجا۔اس کا معنیٰ بیان کیا گیا ہے بنا کہ کھجور کی جڑ تراشتے تراشتے بنے ہوئے کپڑے کی طرح ہو جاتی اور برتن تیار ہو جاتا کیونکہ تراشتے ہوئے بار بار اوپر نیچے کیا جاتا اس لئے بنے ہوئے کپڑے کی مثل لفظ نسج فرمایا (کوکب)راقم کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ کھجور کی جڑ تراش کر جب برتن تیار کرلیا جاتا تو اس کے پھٹنے یا درزیں پڑنے کا اندیشہ ہوتا اسکے تحفظ اور مظبوطی کیلئے اس کے اوپر بنائی کردی جاتی تا کہ ٹوٹنے نہ پائے۔پھر کچھ لوگ بنائی کرتے اور بعض نہ کرتے اس لیے او کے ساتھ ذکر کیا یعنی اندر سے تراشے ہوئے ہوتے یا اوپر سے بنے ہوئے۔واللہ اعلم۔اگر مسلم شریف کے نسخہ کو لیا جائے تو پھر کوئی دشواری نہیں، وہاں نسح حاء غیر منقوط کے ساتھ ہے جس کا معنی کریدنا ہے۔عن المزفت :عربی میں اسے مقیر (اسم مفعول) بھی کہتے ہیں، وہ برتن جس پر تحفظ ومظبوطی کیلئے تارکول ملا جائے۔مقیر قیر سے مشتق ہے، قیر کا معنیٰ تارکول ہے۔

مذکورہ برتنوں سے ممانعت کی وجوہ: ۱۔پہلی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے شراب کی حرمت وقباحت کو دلوں میں پیوست کرنے کیلئے شراب کیلئے مخصوص برتنوں کے استعمال سے بھی منع فرما دیا سد اللذ رائع کے طور پر۔ ۲۔امور شرعیہ اور احکام الٰہیہ کے نفاذ میں آپ ﷺ ابتداء میں شدت اختیار فرماتے تا کہ کلیۃ اجتناب واحتراز ہو اور کسی قسم کی غفلت وکوتاہی نہ رہے۔چنانچہ کتوں کے مارنے کے متعلق اوّلاً سختی فرمائی پھر لوگوں کے دلوں میں انکی نفرت بیٹھ جانے کے بعد نرمی فرمائی اور ضرورت وحراسۃ کیلئے کتا رکھنے کی اجازت دی۔ ۳۔برتنوں سے ممانعت اس شبہ کی بنا پر فرمائی کہ ان میں شراب جلدی تیار ہو جاتی ہے،کہیں ایسا نہ ہو کہ بنانے والا نبیذ سمجھ کر پیتا رہے حالانکہ شراب بن چکی ہو،اس اشتباہ والتباس کے پیش نظر ان برتنوں سے منع فرما دیا۔

مذکورہ برتنوں کے استعمال کا حکم: ابھی بیان ہوا کہ ان برتنوں کے استعمال کی ممانعت کی وجہ عارضی تھی مقصود حاصل ہونے پر دوبارہ اجازت فرما دی، چنانچہ اگلے باب میں ہے، نھیتکم عن الظروف، وانّ ظرفا لایحل شیئا ولا یحرمہ ،و کل سکر حرام ،اس سے واضح ہوا یہ حلت وحرمت برتنوں میں نہیں بلکہ ہر نشہ آور حرام ہے۔باقی برتن استعمال کر سکتے ہیں۔نتیجہ یہ ہے کہ عند الجمھور مذکورہ برتنوں کا استعمال درست ہے۔

٦۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الرُّخْصَةِ اَنْ يُّنْتَبَذَ فِی الظُّرُوْفِ

مذکورہ برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت کے بیان میں

۷۹۔حَدَّثَنَا محمدُ بْنُ بَشَّارٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَمحمودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالُوا حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَن عَلْقَمَةَ بِنِ مَرْثَدٍ عَن سُلَيْمَانَ بنِ بُرَيْدَةَ عَن اَبِيهِ قالَ:قالَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ:اِنِّی كُنْتُ نَهَيْتُكُم عَنِ الظُّرُوْفِ. وَاِنَّ

ظَرْفاً لَايُحِلُّ شَيْئاً وَلَا يُحَرِّمُهُ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا بریدہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں شراب کے برتنوں سے روکا تھا، کوئی برتن نہ کسی چیز کو حلال کرتا ہے نہ حرام اور ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے

۸۰۔حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُودَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الظُّرُوفِ، فَشَكَتْ إِلَيْهِ الْأَنْصَارُ، فَقَالُوا لَيْسَ لَنَا وِعَاءٌ، قَالَ: فَلَا إِذَنْ.

قَالَ: وفِي البابِ عَنِ ابنِ مَسْعُودٍ وأبي هُرَيْرَةَ وأبي سَعِيدٍ وعَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ نے شراب کے برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا، تو انصارؓ نے شکایت کی کہ ہمارے پاس اور برتن نہیں ہیں، آپ نے فرمایا تو اب کوئی ممانعت نہیں''

اس باب میں ابن مسعود، ابوسعید، عبداللہ بن عمرو سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے.

تشریح : اس باب میں امام ترمذی کا مقصد سابقہ باب میں مذکور حکم کا منسوخ ہونا بیان کرنا ہے کہ ان برتنوں کا استعمال اب درست ہے کمااختارہ الجمہور جبکہ امام شافعی، سفیان ثوری سے کراہت کا قول منقول ہے، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، امام مالک، امام احمد، اور اسحاقؒ سے ممانعت کا قول شراح نے ذکر کیا ہے، لیکن معمول بہا بالاتفاق قول جمہور ہے۔ فلا اذاًای فلامنع فیھن الآن ۔اب ان میں کوئی ممانعت نہیں۔

۷۔بابُ مَاجَاءَ فِي الانْتِبَاذِ فِي السِّقَاءِ

مشک میں نبیذ بنانے کے بیان میں

۸۱۔حَدَّثَنَا محمدُ بنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُالوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ يُونُسَ بنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنَّا نَنْبِذُ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي سِقَاءٍ يُوكَأُ أَعْلَاهُ لَهُ عَزْلَاءُ نَنْبِذُهُ غُدْوَةً وَيَشْرَبُهُ عِشَاءً، وَنَنْبِذُهُ عِشَاءً وَيَشْرَبُهُ غُدْوَةً.

قال: وفي البابِ عَنْ جَابِرٍ وأبي سَعِيدٍ وَابنِ عَبَّاسٍ.

هَذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ يُونُسَ بنِ عُبَيْدٍ. مِنْ غَيْرِ هَذَا الوَجْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَيْضاً.

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے لئے مشک میں نبیذ بنایا کرتی تھیں اس کا وہ سرا دھاگہ سے باندھ دیا جاتا تھا جس میں پانی لینے کے لئے منہ بنا ہوا تھا، صبح کو ہم کھجور بھگوتیں تو صبح کو پی لیتے تھے شام کو بھگوتیں تو صبح نوش فرمالیتے'' اس باب میں جابر، ابوسعید، اور ابن عباس سے روایات ہیں،

یہ حدیث حسن غریب ہے ہم یونس بن عبید سے اسکو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں، یہ حدیث اس طریق کے

علاوہ بھی عائشہؓ سے مروی ہے.

تشریح : کنا ننبذ: جمع متکلم مضارع معروف ہے، باب ضرب ،افعال، تفعیل تینوں سے پڑھا گیا ہے، نبذ سے مشتق ہے بمعنی پھینکنا، کھجور، انگور وغیرہ بھگونے کیلئے پانی میں پھینکی اور ڈالی جاتی ہیں اس لئے اسے نبیذ فعیل بمعنی مفعول ومنبوذ بھی پڑھتے ہیں ۔پانی میں پھینکی ہوئی۔فی سقاء یو کا: سقاء کی جمع اسقیہ مثل اشربۃ ہے، مشك ،مشکیزہ، یوکا و کاء مثل وعاء سے مضارع مجہول ہے، وکاء وہ دھاگہ اور دھجی جس سے مشک کا منہ باندھا جائے۔عزلاء :بفتح العین وسکون الزاء مثل حمراء ،فم الاسفل مشکیزے کا نچلا منہ جس سے پانی پیا جائے۔

مفہوم حدیث: جیسے ہمارے دور ودیار میں مشروبات کی کئی اقسام وانواع متعارف ومعتاد اور مستعمل ہیں، چھوٹے بڑے ہر قسم کے پیک اور مقدار میں ہر جگہ بسہولت میسر ہیں وہ دور عسرت وتنگی کا تھا، متنوع قسم کی مشروبات نہ ملتی تھیں، سادگی کے ساتھ گذر بسر اور صبر وشکر کے ساتھ زندگی گذاری جاتی ،حدیث باب میں ہے کہ آپ ﷺ کیلئے کھجور بھگودی جاتی ،جس سے پانی میں کچھ مٹھاس اور ذائقہ آ جاتا ،اسے صبح نوش فرماتے ،اور صبح کی بھگوئی ہوئی شام کو پی لیتے ،ابواب الاشربۃ ابوداؤد شریف دوم میں اس باب کے اندر مزید یہ بھی ہے کہ بھگوئی ہوئی تین دن تک تناول فرماتے اور تیسرے دن بچی ہوئی کسی کو پلا دیتے یا گرا دیتے تا کہ نشہ آور حد تک نہ پہنچ جائے دونوں احادیث میں موسم کے اعتبار سے تطبیق دی گئی ہے کہ سردیوں میں کیونکہ تغیر دیر سے ہوتا ہے، تو تین دن تک استعمال فرماتے اور گرمی میں تغیر جلدی ہو جاتا ہے، تو ایک دن تک ہی نبیذ رکھتے ۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر نبیذ کم مقدار میں ہوتی تو اسی صبح یا شام کو پی لیتے حدیث عائشہؓ میں اسی کا ذکر ہے، اگر نبیذ زیادہ ہوتی تو تین دن تک استعمال ہوتی جیسے ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے، ثالثاً یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیث عائشہؓ میں ایک صبح یا شام اقل کا ذکر ہے، جو اکثر کے منافی اور متعارض نہیں۔

٨۔بابُ مَاجَاءَ فی الْحُبُوبِ التی يُتَّخَذُ منها الْخَمْرُ

ان اجناس ودانوں کے بیان میں جن سے شراب بنائی جاتی ہے

۸۲۔حَدَّثَنَا محمدُ بنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا محمدُ بنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ حَدَّثَنَا ابراهيمُ بنُ مُهَاجِرٍ عَن عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بنِ بَشِيرٍ قالَ:قالَ رسولُ اللّٰه ﷺ:إِنَّ مِنَ الْحِنْطَةِ خَمْراً،وَمِنَ الشَّعِيْرِ خَمْراً،وَمِنَ التَّمْرِ خَمْراً،ومِنَ الزَّبِيْبِ خَمْراً، وَمِنَ العَسَلِ خَمْراً.

قال وفي البابِ عَن أَبي هُرَيْرَةَ.هذا حديثٌ غريبٌ.

"سیدنا نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گندم سے شراب بنتا ہے، جو سے شراب بنتا ہے، کھجور سے شراب بنتا ہے انگور سے شراب بنتا ہے اور شہد سے شراب بنتا ہے"

اس باب میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے، یہ حدیث غریب ہے.

۸۳۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بنُ آدَمَ عَن إِسْرَائِيْلَ نَحْوَهُ وَرَوَى أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ هذا الْحَدِيثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَن ابنِ عُمَرَ عَن عُمَرَ قَالَ:إِنَّ مِنَ الْحِنْطَةِ خَمْراً فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ.

''حدیث سابق کی مثل اورابوحیان تیمی نے اس کوشعبی سے انہوں نے ابن عمر سے انہوں نے عمر سے روایت کیا ہے''

۸٤۔حَدَّثَنَا بِذَلِكَ أحمدُ بنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنا عَبْدُاللهِ بنُ إِدْرِيسَ عن أبي حَيَّانَ التَّيمِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابنِ عُمَرَ عَن عُمَرَ بنِ الخطَّابِ:إِنَّ مِنَ الحِنطَةِ خَمراً وهذا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابراهيمَ بنِ مُهَاجِرٍ.وقالَ عَلِيُّ بنُ المَدِينِيُّ قالَ:يَحْيَى بنُ سَعِيدٍ. لَمْ يَكُنْ إِبْرَاهِيمُ بنُ المُهَاجِرِ بالقَوِيِّ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيرِ وَجهٍ أيضاً عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بنِ بَشِيرٍ.

''سیدنا عمر بن خطابؓ سے مروی ہے آپ نے فرمایا بیشک گندم سے شراب بنتی ہے یہ روایت ابراہیم بن مہاجر کی روایت سے صحیح تر ہے،علی بن مدینی کہتے ہیں یحییٰ بن سعید نے کہا ابراہیم بن مہاجر قوی نہیں ہیں''

۸۵۔حَدَّثَنا أحمدُ بنُ محمدٍ أخبرنا عَبْدُاللهِ بنُ المُبَارَكِ حَدَّثَنا الأَوْزَاعِيُّ وَعِكْرِمَةُ بنُ عَمَّارٍ قالا حَدَّثَنا أبُو كَثِيرٍ السُّحَيْمِيُّ قالَ سَمِعْتُ أبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ:قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:الخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ:النَّخْلَةُ وَالعِنَبَةُ.

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وأبُو كَثِيرٍ السُّحَيْمِيُّ هُوَ الغُبَرِيُّ واسْمُهُ يَزِيدُ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بنِ غُفَيْلَةَ وَرَوَى شُعْبَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ بنِ عَمَّارٍ هَذَا الحَدِيثَ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شراب ان دو درختوں سے بنتی ہے،کھجور اور انگور''

یہ حدیث حسن صحیح ہے،ابوکثیر سحیمی غبری ہیں ان کا نام یزید بن عبدالرحمٰن بن غفیلہ ہے.

تشریح: ان احادیث میں ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف اجناس واشیاء سے تیار ہونے والی شراب پر لفظ ''خمر،،کا اطلاق فرمایا ہے۔انگوروں سے بھی خمر،کھجوروں سے بھی خمر،گندم سے بھی خمر،کشمش سے بھی خمر،شہد سے بھی خمر تیار کی جاتی ہے۔یہ جمہور کا مستدل ہے کہ ہر شراب پر خمر کا اطلاق ہوگا،صرف عصیر العنب خمر نہیں جیسا کہ شیخینؒ کا مسلک ہے۔

احادیث باب کا جواب:شیخینؒ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کی غرض اشیاء کی حقیقت کی بجائے حکم بیان کرنا ہے،مذکورہ احادیث میں آپ ﷺ نے تمام شرابوں کا حکم بیان فرمایا ہے کہ یہ منع اور حرام ہیں،لفظ خمر کی تعریف کا ان میں ذکر نہیں،مفصل بحث باب ۳ میں گذر چکی ہے۔

۹۔بابُ مَاجَاءَ فی خَلِيطِ البُسْرِوَ التَّمْرِ
کچی اور پکی کھجور کو ملا کر نبیذ بنانے کے بیان میں

۸٦۔حَدَّثَنا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنا اللَّيْثُ بنُ سَعْدٍ عَن عَطَاءِ بنِ أَبِي رَبَاحٍ عَن جَابِرِ بنِ عَبْدِاللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ:نَهَى أَنْ يُنْتَبَذَ البُسْرُ والرُّطَبُ جَمِيعاً.هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا جابر بن عبداللہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے کچی اور پکی کھجوروں کو ملا کر نبیذ تیار کرنے سے منع فرمایا ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۸۷۔حَدَّثَنا سُفْيَانُ بنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنا جَرِيرٌ عَن سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَن أبي نَضْرَةَ عَن أبي سَعِيدٍ:أَنَّ النبيَّ ﷺ نَهَى

عَنِ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ أَنْ يُخْلَطَ بَيْنَهُمَا،وَنَهَى عَنِ الزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ أَنْ يُخْلَطَ بَيْنَهُمَا،وَنَهَى عَنِ الْجِرَارِ أَنْ يُنْتَبَذَ فِيهَا.

قال:وفي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وجَابِرٍ وأَبِي قَتَادَةَ وابنِ عَبَّاسٍ وأُمِّ سَلَمَةَ وَمَعْبَدِ بنِ كَعْبٍ عَنْ أُمِّهِ.هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے کچی اور پکی کھجور کو ملانے سے منع کیا، کشمش اور کھجور ملانے سے بھی منع کیا ہے اور گھڑوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے“

اس باب میں انس، جابر ابوقتادہ، ابن عباس، ام سلمہ اور معبد بن کعب سے جو اپنی والدہ سے روای ہیں روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : نهى ان ينتبذ البسر والرطب جميعا : بسر کچی کھجور، رطب تازہ پکی کھجور، دوسری حدیث میں کشمش اور کھجور کے ملانے کی ممانعت بھی وارد ہے۔

خلیط میں علماء کے اقوال ودلائل: خلیط کا مطلب یہ کہ دو چیزوں کو ملا کر نبیذ ومشروب تیار کیا جائے، یا کئی چیزوں کو۔ مثلا کھجور وانگور کو ملا کر بھگوئیں یا جوس بنائیں۔ دودھ میں شہد ملا کر مشروب تیار کریں، یہ خلیط ہے یعنی دو یا متعدد چیزوں کو ملا کر بنایا ہوا جوس ومشروب

اقوال: اس میں چند اقوال ہیں، ا۔ دو مشروب ملانا منع ہے حتی کہ دودھ اور شہد کو ملا کر استعمال کرنا بھی درست نہیں۔ محمد بن عبداللہ اور ابن حکم مالکی کا یہ قول ہے۔ ۲۔ دو چیزوں سے جدا جدا نبیذ تیار کر کے پھر ملانا درست نہیں ہاں دونوں کو ایک برتن میں پانی میں اکٹھے ڈال کر بنانا درست ہے۔ یہ داؤد ظاہریؒ کا قول ہے۔ ۳۔ دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا منع اور مکروہ تحریمی ہے۔ وحنابلہ، شوافع بعض اصحاب مالک اور محدثین کا یہ قول ہے۔ ۴۔ دو چیزوں کو ملا کر نبید بنانا مکروہ تنزیہی ہے۔ علامہ نووی نے اسے جمہور کا قول قرار دیا ہے، علامہ قرطبی نے اسے امام مالک کا قول قرار دیا ہے، اور صاحب مغنی نے امام احمد کا قول قرار دیتے ہوئے کہا ہے هو الصحيح ان شاء الله ۵۔ مختلف اور متعدد اشیاء واجناس سے نبیذ (اور جوس وغیرہ) بنانا درست ہے، اس میں مضائقہ نہیں۔ یہ احناف کا قول ہے۔ ۶۔ گندم۔ جو۔ کھجور۔ کشمش، شہد ان پانچ چیزوں کے ملانے اور خلیط میں ممانعت ہے، یعنی یہ چیزیں آپس میں نہیں ملا سکتے، باقی اشیاء درست ہے، ففي الهداية :لابأس بالخليطين.......

خلاصہ اقوال: ان میں سے دو قول قابل اعتناء ترجیح ہیں۔ چوتھا قول جسے علامہ نووی نے قول جمہور قرار دیا ہے۔ پانچواں قول احناف ،عندالجمہور زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی قرار دیا جا سکتا ہے، جبکہ یہ بھی مرجوح ہے جیسے دلائل سے واضح ہوگا۔

دلائل: ا۔۲۔ باب کی دونوں احادیث۔۳۔ ان النبیؐ نهى عَن خليط الزبيب والتمر، وعَن خليط البسر والتمر، وعَن خليط الزهو والتمر، قال: وانتبذوا كل واحدة عليحدة ،ينبذ كل واحدة منها عليحدة (مسلم). ۴. نهى رسول الله ﷺ ان يخلط التمر والزبيب جميعا، وان يخلط التمرو البسر جميعا (مسلم) (۵) وقالؐ : من شرب منكم النبيذ فليشربه زبيبا فردا، اوتمرا فردا، اوبسرا فردا (مسلم) مذكورة احاديث خمسه، اور بعض دیگر روایات میں جدا جدا پینے کا حکم ہے اور ملانے کی ممانعت ہے۔ جسے بعض نے حرمت پر بعض نے کراہت تحریمی پر اور بعض نے

کراہت تنزیہی پر محمول کیا ہے۔

احناف کے دلائل: ۱۔عَن عائشةؓ انّ رسول اللہ ﷺ کان ینبذ له الزبیب فیلقی فیه التمر،او التمر فیلقی فیه الزبیب (ابوداؤد) ۲۔عَن صفیة بنت عطیة قالت دخلت مع نسوة من عبدالقیس عَن عائشةؓ فسألناعَن التمر و الزبیب ،فقالت : کنت آخذ قبضة من تمر و قبضة من زبیب ،فالقیه فی الاناء ......(ایضا) مزید ابن عمرؓ کا عمل بھی کتاب الآثار و دیگر کتب میں مروی ہے کہ نبیذ و خلیط استعمال فرماتے۔ یہ عملی احادیث و روایات قولی احادیث پر راجح ہیں۔

احادیث باب کا محمل: ۱۔زیر بحث باب میں وارد احادیث اور دلائل کراہت میں مذکور روایات کا بے غبار مفہوم یہ ہے کہ شراب کی حرمت کے ابتدائی دور میں شدت اور سختی برتی گئی تا کہ اسکی ممانعت وقباحت پکی ہو جائے ،اور بعض ایسی چیزوں سے نہی فرمادی جو درحقیقت ممنوع نہ تھیں ،جیسے بعض برتنوں کی ممانعت کا بھی حکم فرمایا اسی طرح خلیطین یا اخلاط سے منع فرمایا،اس کا قرینہ یہ ہے کہ کئی چیزوں کے ملنے سے متفرق اثرات ملتے ہیں اور ممکن ہے خلیط حد سکر اور نشہ آور کیفیت کو پہنچ جائے اور پینے والا فرق نہ کر سکے اس لئے وقتی طور پر منع فرمایا، پھر عملاً اجازت فرمادی۔(کوکب،نووی) ۲۔دوسرا جواب یہ ہے کہ احادیث ممانعت ابتدائی دور پر محمول ہیں، جو شدت وعسرت اور فاقہ وتنگدستی کا دور تھا، ماکولات ومشروبات کی کثرت اور فراوانی نہ تھی،تو خلیطین سے منع فرمایا تا کہ ایسا نہ ہو کہ ایک تو دو دو چیزیں ملا کر استعمال کرے اور پڑوسی اور دیگر ساتھی فاقہ اور بھوک میں ہوں،قناعت وکفایت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ملا کر نہ کھاؤ پیو بلکہ اپنے جوار و پڑوسی اور احباب کی بھی خبر لو،ایک خود استعمال کرو تو ایک دوسرے کو دیدو، پھر جب سہولت فراوانی کا دور آیا تو پھر کیف ما اتفق جی چاہے استعمال کر سکتے ہیں۔

خلاصہ کلام قریب بالمرام: احادیث میں احتمال اور آئمہ کے اقوال واستدلال ہم نے پڑھ لئے ان شاءاللہ سمجھ بھی لئے ہیں۔آخر میں اتنی بات یاد رکھیں کہ اگر کسی دور علاقے یا معاشرے میں تنگدستی اور مشکلات پیش آئیں تو ایسے کئی کئی چیزیں اور متنوع قسم کے ماکولات مشروبات بجائے تنہا خود کھانے کے قناعت وکفایت اختیار کرتے ہوئے دوسروں کا بھی خیال رکھیں ،پر تکلف مرکب غذاؤں کی بجائے منفرد سادہ کھائیں اور دیگر فاقہ کشوں کے حلق میں لقمہ پہنچائیں اور احادیث باب پر عمل پیرا ہو جائیں بسا اوقات سفر میں اسکی ضرورت پیش آتی ہے۔واللہ اعلم

۱۰۔بابُ ماجاءَ فی کَرَاهِیَةِ الشُّرْبِ فی آنِیَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

سونے چاندی کے برتنوں میں پانی پینے کی کراہت کے بیان میں

۸۸۔حَدَّثَنَا محمدُ بنُ بَشَّارٍ بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا محمدُ بنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قالَ سَمِعْتُ ابنَ أبی لَیْلَی یُحَدِّثُ أَنَّ حُذَیْفَةَ اسْتَسْقَی فَأَتَاهُ إِنْسَانٌ بِإِنَاءٍ مِنْ فِضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهِ وَقَالَ إِنِّی كُنْتُ قَدْ نَهَیْتُهُ فَأَبَی أَنْ یَنْتَهِیَ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَی عَنِ الشُّرْبِ فی آنِیَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلُبْسِ الْحَرِیرِ والدِّیبَاجِ وقالَ:هِیَ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَكُمْ فی الآخِرَةِ. قال:وفی البابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَالْبَرَاءِ وَعَائِشَةَ.هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا حذیفہؓ نے پانی مانگا ایک آدمی چاندی کے برتن میں پانی لایا، آپ نے اسے پھینک دیا اور کہا میں نے اسے

منع کیا تھا مگر اس نے سے باز آنے انکار کیا، رسول اللہؐ نے سونے اور چاندی کے برتن میں پانی پینے اور حریر و دیباج کے پہننے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے یہ چیزیں کافروں کے لئے دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے آخرت میں"
اس باب میں ام سلمہ، براء اور عائشہ سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: فاتاہ انسان : وفی البخاری ۸۱۶/۲ فسقاہ مجوسیؒ یہ ذمی کافر تھا، جو بار بار سمجھانے کے باوجود باز نہ آیا تو زجراً برتن پھینک دیا، توڑا اس لئے نہیں کہ وہ برتن ذمی کا تھا۔

سونے چاندی کے برتنوں کا حکم: علامہ موفق ابن قدامہؒ نے کہا ہے کہ آئمہ اربعہ کے نزدیک سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مرد و عورت ہر ایک کیلئے ناجائز ہے، داؤد ظاہری نے جواز کا قول اختیار کیا ہے، ان کے استعمال میں فخر و تکبر، اسراف تشبیہ بالاعاجم وغیرہ متعدد قباحتیں ہیں، حدیث باب اور دیگر کئی روایات میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ ایسا برتن جس پر سونے چاندی کی جڑائی ہو تو پکڑنے اور منہ لگانے کی جگہ چاندی نہ ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزد اس کا استعمال درست ہے، اسی طرح چار پائی کرسی وغیرہ اگر بیٹھنے کی جگہ سونا چاندی نہ ہو تو اجازت ہے، صاحبین انہیں بھی مکروہ کہتے ہیں وفی العینی: امّا الاناء المتخذ من الفضة فلا یجوز استعماله اصلا لا بالاکل ولا بالشرب ولا بالدهان ونحو ذلک للرجال والنساء،

نهی عن لبس الحریر **ریشم کی اقسام:** ریشم کیلئے حریر، استبرق، سندس، دیباج کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ حریر سب سے زیادہ ریشم کیلئے استعمال ہوتا ہے اور یہ سب کو شامل ہے، استبرق باریک ریشم اور سندس موٹے ریشم کے لیے بولا جاتا ہے۔

ریشمی لباس: ریشم کے استعمال کے متعلق چند مسائل ہیں۔

۱- خالص ریشم جسے حدیث پاک میں حریر مُصْمَتْ کہا گیا ہے بالاتفاق مردوں کیلیے حرام اور منع ہے اضطراری بیماری اور مجبوری کی حالت میں آئمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے مثلاً کسی کو خارش ہو کہ اس کے پہننے سے افاقہ کا یقین ہو۔

۲- میدان جنگ میں امام شافعیؒ، احمدؒ، صاحبینؒ کے نزدیک مکمل خالص ریشم پہننا جائز ہے کہ تلوار کے مقابلہ میں پروف اور آڑ کا فائدہ دیتا ہے کہ اس سے تلوار پھسل جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ایسی حالت میں بالکل خالص نہیں بلکہ ملاوٹ والا ریشم استعمال کیا جائے خواہ ریشم زیادہ ہی کیوں نہ ہو لیکن بالکل خالص سے احتراز ہی ہے۔

اس کے متعلق صاحب اعلاء السنن رقمطراز ہیں: فقول ابی حنیفةؒ فی الباب اورع واحوط وقولهما اوسع واقوی وأضبط. (اعلاء السنن ج۱۷ ص ۳۴۸ حظر واباحة باب لبس الحریر لمعذور)

۳- ایسا کپڑا جسکا تانا اور طول ریشم کا ہو اور بانا اور عرض سوتی وغیرہ ہو تو اسکا استعمال بھی جائز نہیں للاکثر حکم الکل کے تحت یہ بھی ریشم کے زمرے میں شمار ہوگا۔

۴- اگر تانا اور طول سوتی اور بانا اور عرض ریشمی ہو تو یہ پہننا جائز ہے۔ (ہدایہ)

۵- ریشمی بچھونا، تکیہ، نمدہ، بستر امام ابوحنیفہؒ اور ابن ماجشون مالکیؒ اور بعض شوافع کے نزدیک جائز ہے جبکہ اکثر مالکیہ، شوافع، صاحبین

کے نزدیک مردوں کیلئے ریشمی بچھونا استعمال کرنا جائز نہیں۔ (بذل باب الحریر للنساء)

ریشمی پردے: بذل کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ پردوں کا حکم بھی بستر و بچھونے کے مثل ہے واما اللبس : فمجمع علیہ بان لبس الذھب والحریر (الخالص) لا یجوز للرجال وامّا سوی اللبس فقال ابو حنیفة لا بأس بافتراش الحریر والدیباج والنوم علیھا وکذا الوسائد والمرافق والبسط والستور من الدیباج والحریر اذا لم یکن فیھا تماثیل وقال ابو یوسف ومحمد یکرہ جمیع ذلک . (بذل) بہرحال ریشم کا پہننا سو وہ بالاجماع مردوں کیلئے جائز نہیں اور پہننے کے سوا دیگر استعمال میں امام صاحبؒ کے نزدیک کوئی حرج نہیں کہ بستر، تکیہ، پردہ وغیرہ میں استعمال ہو اس پر بیٹھیں اور سوئیں جبکہ صاحبینؒ ان سب کو مکروہ تحریمی فرماتے ہیں۔ اسی کے مطابق دعوت قبول کرنے کے موانعات میں سے کتاب الاطعمہ باب (۱) ولیمہ کی بحث میں ریشمی بچھونوں کا ذکر گذر چکا ہے اس عبارت سے اس میں توسیع معلوم ہوتی ہے اس تفصیل کے مطابق آئندہ چند ابواب میں احادیث مذکور ہیں جن سے خلاصہ کے طور پر یہی مسائل حاصل ہوتے ہیں۔ باب کی جملہ حدیثوں میں ریشم کی حرمت مذکور ہے اور مردوں کیلئے یہ حکم قطعی ہے۔

ریشم کی حرمت کی عقلی وجہ: بذل کے حاشیہ میں ہے کہ امام غزالیؒ نے اسکی وجہ تحریر کی ہے کہ ریشم میں لچک اور للچائی کی سی کیفیت ہے جو مرد کی شجاعت وحمیت کے منافی ہے اس لیے منع فرمایا" بانّ فی الحریر خنوثة لا تلیق بشھامة الرجل ". حضرت تھانویؒ نے مصالح عقلیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہایت عیش پسندی (جو کبر و خود پسندی کی موجب ہو) پسند نہیں اور سونے اور حریر میں یہ دونوں ہیں پھر تفاخر بھی اس میں ہے اس لیے اسے منع کیا گیا اور مردوں و عورتوں میں امتیاز بھی مقصود ہے اس لیے سونا وریشم مردوں کیلئے منع اور مستورات کیلئے مباح فرمایا جبکہ آخرت کو دنیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

حدیث پاک: من تشبّہ بقوم فھو منھم . اس میں بڑی اصل اور بنیاد ہے اور کئی مسائل کا حل ہے کہ ہمیں مباح چیزوں کے استعمال واختیار کرنے میں اغیار و کفار کی مشابہت سے بچنا ہے۔ جس طرح بیٹھ کر کھانے میں ادب واحترام ہے اور کھڑے ہو کر کھانا خلاف سنت اور بے اکرامی ہے اسی طرح چوپاؤں کے ساتھ مشابہت بھی ہے اس لیے ہمیں ہر عمل میں احتیاط برتنی ہے کہ تشبہ بالکفار والفجار اور بالفاسقات والفاحشات نہ ہو ورنہ انجام قابل عبرت ہوگا۔ اسی طرح اگر صدق نیت کے ساتھ صلحاء وابرار کے ساتھ مشابہت کی کوشش کی تو پھر انہیں کے ساتھ بھلا انجام ہوگا۔ اور ہم کر ہی کیا سکتے ہیں؟ یہی تشبہ واقتداء کی جہد مسلسل ہے جس پر کامیابی وسرفرازی کی قوی امید ہے

احبّ الصالحین ولست منھم لعلّ اللہ یرزقنی صلاحاً

اسی تشبہ کا کرشمہ ہے کہ فرعونی ساحر کافر آئے اور مؤمن وشہید ہو کر رب سے جا ملے، ابومحذورہؓ نے اذان میں نقل کی اللہ تعالیٰ نے اصل کردیا۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم . اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔

لباس کے لیے اصول ومعیار: ہمیں کیسا لباس پہننا چاہیے؟ اس کیلئے پہلی بات تو یہ ہے کہ جن کپڑوں کی احادیث میں مذمت

د ممانعت آئی ہے ان سے تو پرہیز کریں ان کیلئے یہی معیار ہے۔ دیگر ملبوسات کیلئے حکم یہ ہے کہ جو صلحاء وصالحات کا لباس ہے وہی یا اس کے قریب قریب کو اپنانا چاہیے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: واتبع سبيل من اناب الیّ . جس نے میری طرف انابت ورجوع کیا اسکی پیروی کرو۔ اس سے علماء نے یہ اصل بیان کیا ہے کہ نیک لوگوں کے لباس جیسا لباس پہنو اور فاحشات وعاریات اور فجار و بدکردار لوگوں کے لباس اور انکی بود و باش اپنانے سے بچتے رہو۔ (الدر)

۱۱۔بابُ ماجَاء فی النَّهْیِ عَنِ الشُّرْبِ قَائِماً

کھڑے ہوکر پانی پینے کی ممانعت کے بیان میں

۸۹۔حَدَّثَنَا محمدُ بنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابنُ أَبِی عَدِیٍّ عَن سَعِیدِ بنِ أَبِی عَرُوبَةَ عَن قَتَادَةَ عَن أَنَسٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهَی أَنْ یَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِماً. فَقِیلَ: الأَکْلُ؟ قالَ: ذَاكَ أَشَرُّ. قال أبوعیسی: هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا عرض کیا گیا کھانے کا کیا حکم ہے فرمایا وہ زیادہ سخت ہے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے''

۹۰۔حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بنُ الحَارِثِ عَن سَعِیدٍ عَن قَتَادَةَ عَن أَبِی مُسْلِمٍ الجَذْمِیِّ عَن الجارودِ بنِ المُعَلَّی أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهَی عَن الشُّرْبِ قَائِماً. قال: وفی البابِ عَن أَبِی سَعِیدٍ وأبی هُرَیْرَةَ وَأَنَسٍ. هذا حَدِیثٌ غریبٌ حسنٌ. وَهَکَذا رَوَی غَیْرُ وَاحِدٍ هَذَا الحَدِیثَ عَن سَعِیدٍ عَن قَتَادَةَ عَن أَبِی مُسْلِمٍ عَنِ الجَارُودِ عَن النبیِّ ﷺ. ورُوِیَ عَن قَتَادَةَ عَن یَزِیدَ بنِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ الشِّخِّیرِ عَن أَبِی مُسْلِمٍ عَنِ الجَارُودِ أَنَّ النبیَّ ﷺ قالَ: ضَالَّةُ المُسْلِمِ حَرَقُ النَّارِ والجَارُودُ هو ابنُ المُعَلَّی العَبْدِیُّ صَاحِبُ النَّبِیِّ ﷺ وَیُقَالُ الجارود بنُ العَلاَءِ أیضاً والصحیحُ ابنُ المُعَلَّی.

''سیدنا جارود بن علاء سے مروی ہے نبیؐ نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا ہے''

اس باب میں ابوسعید ابو ہریرہ اور انس سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن غریب ہے، اکثر لوگوں نے اس حدیث کو اسی طرح نقل کیا ہے یعنی عن سعید، قتادہ، ابی مسلم، جارود، نبی ﷺ، اور قتادہ سے بواسطہ یزید بن عبداللہ بن شخیر، ابو مسلم، جارود، یہ بھی مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا ''مسلمان کی گم شدہ چیز دوزخ کا شعلہ ہے'' جارود، ابن المعلی ہیں، ابن علاء بھی ان کو کہا گیا ہے، مگر صحیح ابن معلی ہے۔

تشریح: نهی ان یشرب الرجل قائما : نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہوکر پینے سے منع فرمایا ہے۔ اس سے پہلے ممنوع مشروبات وآلات کا ذکر تھا، اب ممنوع حالات وکیفیات کا ذکر ہے۔ یعنی مشروب حلال ہو، برتن جائز اور قابل استعمال ہو، پینے والا متبع سنت صاحب اعمال ہو، پینے کے تمام آداب کا خیال ہو۔

پانی پینے کے آداب: ۱۔ پانی بیٹھ کر پیا جائے۔ ۲۔ دائیں ہاتھ سے پیا جائے۔ ۳۔ پانی پہلے دیکھ کر پھر پیا جائے۔ ۴۔ ابتداء میں بسم اللہ، پڑھ کر پیا جائے۔ ۵۔ تین سانس میں پیا جائے۔ سانس برتن سے باہر لیا جائے، ہر سانس کے ساتھ الحمد اللہ، کہا جائے

۶۔ پانی پینے کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا جائے، الحمد للہ بھی منقول ہے، الحمد اللہ الذی جعله عذبا فراتا برحمته، ولم یجعله ملحا اجاجا بذنوبنا، (الدر المنثور ۲۴۷/۵/۷) یہاں سے آگے چند ابواب میں واردشدہ احادیث سے مذکورۃ آداب ماخوذ ہیں
بیٹھ کر پینے کا حکم: جیسے آداب میں لکھا گیا بیٹھ کر پانی پینا معتاد و متداول اور افضل ہے، حضور اکرمؐ کی اکثری عادت یہی تھی، اہل تقوی وفتوی اصحاب علم وحلم اور اساتذہ ومشائخ سے یہی دیکھا سنا اور سیکھا ہے اور روایات میں اس کا ذکر ہے کہ حضور ﷺ نے کھڑے ہوکر پینے سے منع کیا۔
کھڑے ہوکر پانی پینے کا حکم: دیگر روایات خلفاء راشدین اور بعض صحابہ کرامؓ سے کھڑے ہوکر پانی پینے کا ذکر ملتا ہے۔ اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ کھڑے ہوکر پانی پینا مکروہ تنزیہی، خلاف اولی ہے، حرام وناجائز نہیں۔ بارہا ہم نے پڑھا کہ جواز اور خلاف اولیٰ میں تعارض نہیں۔ چنانچہ امام ترمذیؒ نے پہلے کھڑے ہوکر پانی پینے کی ممانعت کا ذکر کرکے اشارہ کردیا کہ قابل عمل اور افضل یہی ہے کہ کھڑے ہوکر نہ پیا جائے ہاں بوقتِ ضرورت کھڑے ہوکر پینا بھی جائز ہے۔ جیسے اگلے باب میں ذکر ہے۔ نفسِ مسئلہ واضح ہوچکا اسی کے مطابق عمل کریں کرائیں اور دوسروں تک پہنچائیں۔ اب دونوں قسم کی احادیث پر بحث ذکر ہوتی ہے۔
ممانعت والی روایات: ۱۔۲۔ احادیث باب ۔۳۔ ان النبیؐ زجر عن الشرب قائما (مسلم) ۴۔ انه نهی ان یشرب الرجل قائما (ایضا) ۵۔ لو یعلم الذی یشرب وهو قائما مافی بطنه لاستقاء (مسند احمد ۲۸۳/۲) (۶) قال رسولؐ لایشربنّ احد منکم قائما، فمن نسی، فلیستقئ (مسلم)
جواز والی روایات: ۱۔۲۔ اگلے باب میں دو احادیث موجود ہیں۔ اسی طرح صحاح ستہ مؤطا اور دیگر کتب حدیث میں کھڑے ہوکر پینے کی اباحت واجازت پر صراحۃً دال ہیں اور وہ احادیث صحیحہ ہیں۔ صاحب انتہاب المنن نے چودہ احادیث کا حوالہ دیا ہے جو کھڑے ہوکر پینے پر دال ہیں۔
تطبیق اور رفع تعارض: متعارض اور مختلف روایات میں رفع اور تطبیق کی تین صورتیں ہیں۔ ۱۔ تطبیق وتاویل، ۲۔ ترجیح، (۳) نسخ،
۱۔ اکثر شراح نے تاویل وتطبیق کی کوشش کی ہے۔ نہی والی روایات کا محمل کراہت تنزیہہ اور خلاف اولیٰ ہے، رخصت والی روایات کا محمل بیان جواز ہے۔ اکثر شراح مثلا ابن بطال، خطابی، اثرم، طبری نے اسے اختیار کیا ہے۔ مزید کئی تاویلات کتب میں مذکور ہیں لیکن اکثر مخدوش ومرجوح ہیں۔ ۲۔ چنانچہ ابوبکرؓ اثرمؒ نے دوسرے طریقہ کو اپناتے ہوئے کہا ہے کہ جواز والی کثیر روایات کو منع والی روایات یعنی احادیث باب پر ترجیح ہے۔ ۳۔ علامہ ابن حزمؒ نے نہی والی احادیث سے جواز والی احادیث کو منسوخ قرار دیا ہے، جبکہ ابن شاہینؒ وغیرہ نے ابن حزم کے برعکس نہی والی احادیث کو جواز والی احادیث سے منسوخ کہا ہے، امام ترمذی کے صنیع سے بھی ممانعت والی روایات منسوخ معلوم ہوتی ہیں۔

فائدہ: ساری بحث عام پانیوں کے متعلق ہے دو پانی اس بحث سے مستثنیٰ ہیں۔ ۱۔ آب زمزم، ۲۔ وضو کا بچا ہوا پانی، یہ دونوں پانی کھڑے ہوکر پینا افضل اور مستحب ہے۔ یہ جو عوام میں مشہور کہ مسافروں کیلئے سر راہ رکھا ہوا سبیل کا پانی بھی کھڑے ہوکر پینا چاہئے اس کی کوئی اصل نہیں، اسے بھی بیٹھ کر مذکورۃ آداب کا لحاظ کرکے پیا جائے، اگر بیٹھنے کی جگہ نہ ہو یا کوئی دوسرا معقول عذر ہو تو مضائقہ نہیں.

فقیل الاکل، قال ؛ فذاک اشد: یعنی کھڑے ہوکر کھانا تو شدید قبیح تر ہے۔ زیادہ برا ہونے کے متعلق علماء فرماتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ کھانے میں زیادہ وقت لگتا ہے۔ عندالجمہور کھڑے ہوکر کھانا مکروہ غلط اور تشبہ بالکفار کی وجہ سے منع ہے۔ حیوانات کی عادات کے مثل ہے، جس میں کئی شرعی طبی طبعی اور معاشی نقصانات ہیں۔

وھکذاروی غیر واحد ھذالحدیث ..... امام ترمذی نے اس عبارت میں سند کے متعلق فرق واضح کیا ہے، راوی قتادۃ اپنے اور ابومسلم کے درمیان کبھی یزید بن عبداللہ بن شخیر کا واسطہ ذکر کرتا ہے جیسے آگے موجود ہے، کبھی نہیں کرتا جیسے اوپر حَدَّثَنَا حمیر۔۔۔ میں ہے۔ امام ترمذی نے کہا کثیر جماعت نے اسے بلاواسطہ نقل کیا ہے اس لئے یہ ثابت ہوا کہ قتادۃ اور ابومسلم کے درمیان واسطہ نہ ہوگا۔

ضالّة المسلم حرق النار : اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی گمشدۃ چیز کو استعمال کرنے اور ہضم کرنیکی نیت سے لینا ایسے ہے جیسے آگ کا انگارا لینا۔ مقصود یہ ہے کہ حفاظت اور مالک تک پہنچانے کی نیت سے حفاظت کے طور پر گم شدہ چیز اٹھالیں تو حرج نہیں بشرطیکہ ذمداری نبھا سکیں ورنہ اسے اٹھانا اور لینا ھلاکت ہے۔ جسے حرق النار سے تعبیر کیا گیا۔

۱۲۔ بابُ ماجَاءَ فی الرُّخصَةِ فی الشُّرْبِ قَائِماً

کھڑے ہوکر پانی پینے کی اجازت کے بیان میں

۹۱۔ حَدَّثَنَا أبو السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ بنِ سَلْمٍ الكُوفِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عُبَيْدِاللهِ بنِ عُمَرَ عَن نَافِعٍ عَن ابنِ عُمَرَ قَالَ: كُنَّا نَأْكُلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ نَمْشِي، وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِيَامٌ.

قال أبو عيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِاللهِ بنِ عُمَرَ عَن نَافِعٍ عَن ابنِ عُمَرَ، وَرَوَى عِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ هذا الْحَدِيثَ عَن أبي البَزَرِيِّ عَن ابنِ عُمَرَ وَأَبُو البَزَرِيِّ اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ عُطَارِدٍ.

"سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے، ہم رسول اللہ کے زمانہ میں چلتے چلتے کھا لیتے تھے اور کھڑے کھڑے پی لیتے تھے"

یہ حدیث حسن صحیح عبیداللہ بن عمر کی روایت سے غریب ہے، عمران بن حدیر نے اس حدیث کو بواسطہ ابو بزری ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے، ابو بزری کا نام یزید بن عطارد ہے۔

۹۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ وَمُغِيرَةُ عَن الشَّعْبِيِّ عَن ابنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النبيَّ ﷺ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَهُوَ قَائِمٌ. قال وفي البابِ عَن عَلِيٍّ وَسَعْدٍ وَعَبْدِاللهِ بنِ عَمْرٍو وَعَائِشَةَ. قال أبوعِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

"سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے زمزم کا پانی پیا اور آپ کھڑے ہوئے تھے اس باب میں علی، سعد، عبداللہ بن عمرو اور عائشہ سے روایات ہیں" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۹۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا محمدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَن حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَن عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ عَن أَبِيهِ عَن جَدِّهِ قالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَشْرَبُ قَائِماً وَقَاعِداً. قال أبوعِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

"عمرو بن شعیب، بواسطہ والد، اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہوکر اور

بیٹھ کر دونوں طرح پانی پیتے دیکھا ہے" یہ حدیث حسن صحیح ہے

تشریح: نمشی و نشرب ونحن قیام :سوال:فقہاء میں سے علامہ ابن نجیم صاحب بحر اور علامہ شامی نے تصریح کی ہے راستے پر کھلم کھلا کھانا پینا قلب مروت کی بنا پر مسقط شہادت ہے، یعنی راہ چلتے کھانے پینے والے کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ پھر حضرات صحابہ کرامؓ سے ایسا عمل کیسے پایا گیا؟ جواب:اس کے کئی جوابات شروحات میں موجود ہیں، لیکن راقم صرف کوکب الدری کے ایک جملہ کو تام وعام سمجھ کر تحریر کرتا ہے"..... فلایقاس علیھم غیر ھم "شہادت ساقط کرنے والے امور میں بحث صحابہ کرامؓ سے نہیں اور نہ ان پر کسی دیگر فردامت کو قیاس کیا جائیگا، بلکہ وہ تو سراپا عدل ہیں، امت کا اجماعی عقیدہ ہے" الصحابة کلھم عدول" تفصیلی حکم ابھی گذرا، آب زمزم کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے، حرم میں ہوں یا کرہ ارض کے کسی خطے میں۔

زمزم: خانہ کعبہ کی مشرقی جانب مقام ابراہیم سے چند قدم پیچھے آب زمزم کا کنواں ہے جو جناب ہاجرہؑ کی دوڑ ودعاء اور مبارک مولود اسماعیل کی ایڑی رگڑنے سے چشمہ کی طرح پھوٹا، اور سیراب کیا، پھر یہاں کنواں بنا دیا گیا۔ امتداد زمانہ کی وجہ سے یہ کنواں اٹ گیا تھا، آپؐ کے دادا عبد المطلب نے کھلوایا، تب سے جاری ہے، کم پینا مفید ہے اور زیادہ پینا مضر نہیں۔ حدیث پاک میں اس کی فضیلت وارد ہے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : خَیْرُ مَاءٍ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ : مَاءُ زَمْزَمَ ، فِیْہِ طَعَامُ الطُّعْمِ، وَشِفَاءُ السُّقْمِ (کنز ۲۰۹/۵)

"ابن عباسؓ سے مروی ہے، آپؐ نے فرمایا: روئے زمین پر سب سے بہتر وافضل پانی "آب زمزم" ہے، اس میں کھانے والے کیلئے غذا، اور بیماروں کیلئے شفا ہے۔

۱۳۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی التَّنَفُّسِ فِی الْاِنَاءِ

برتن میں سانس لینے کے بیان میں

۹۴۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ وَیُوْسُفُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ عِصَامٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَتَنَفَّسُ فِی الْاِنَاءِ ثَلَاثًا وَیَقُوْلُ: هُوَ اَمْرَءُ وَاَرْوٰی.

قَالَ اَبُوْعِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ. وَرَوَاهُ هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِیُّ عَنْ اَبِیْ عِصَامٍ عَنْ اَنَسٍ، وَرَوٰی عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ اَنَسٍ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَتَنَفَّسُ فِی الْاِنَاءِ ثَلَاثًا.

"سیدنا انس بن مالک سے مروی ہے نبی ﷺ برتن سے پانی پیتے وقت تین مرتبہ سانس لیتے تھے، اور فرماتے تھے یہ خوب ہضم ہونے والا سیراب کرنے والا ہے" یہ حدیث حسن غریب ہے، ہشام دستوائی نے اس کو بواسطہ ابی عصام انس ذکر کیا ہے، اور عزرۃ بن ثابت نے بواسطہ ثمامہ انس سے انہوں نے نبی ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ تین بار سانس لیتے تھے۔

......حَدَّثَنَا بِذٰلِکَ محمد بن بشار بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُالرحمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِیُّ عَنْ

ثُمَامَةَ بنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ: أَنَّ النبيَّ ﷺ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الإِنَاءِ ثَلَاثاً. قال أبو عِيسَى: هذا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے نبی ﷺ برتن سے پانی پیتے وقت تین دفعہ سانس لیتے تھے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے

۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ يَزِيدَ بنِ سِنَانَ الْجَزَرِيِّ عَنِ ابنٍ لِعَطَاءِ بنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَاتَشْرَبُوا وَاحِداً كَشُرْبِ الْبَعِيرِ وَلَكِن اشْرَبُوا مَثْنَى وَثُلَاثَ وَسَمُّوا إِذَا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ وَاحْمَدُوا إِذَا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ.

قال أبو عيسى: هذا حَدِيثٌ غريبٌ، وَيَزِيدُ بنُ سِنَانٍ الجَزَرِيُّ هُوَ أَبو فَرْوَةَ الرُّهَاوِيُّ.

''سیدنا ابن عباس سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک ہی گھونٹ میں اونٹ کی طرح تمام پانی نہ پیو، بلکہ دو، تین سانس لیکر پیو اور جب پیو بسم اللہ پڑھو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہو''

یہ حدیث غریب ہے، یزید بن سنان جزری سے مراد ابوفروہ رہاوی ہیں۔

تشریح: کان یتنفس فی الاناء ثلاثا پانی پینے کے آداب میں ایک ادب اور حضور اکرم کا مبارک معمول مذکور ہے کہ آپ پانی پیتے وقت تین سانس لیتے، یہی سنت ہے۔ پھر اس میں مستحب یہ ہے کہ پہلے سانس میں کم پیا جائے، دوسرے میں اس سے کچھ زیادہ، تیسرے میں پورا پیا جائے، اگر ایسا بڑا برتن ہو جس سے ایک آدمی عادۃً پی کر ختم نہیں کر سکتا تو اپنی پیاس کے مطابق تین سانس میں پیا جائے، کہ پہلے سانس میں کم، دوسرے میں کچھ زیادہ، تیسرے میں اس سے بڑھ کر پھر سانس برتن کے اندر نہیں بلکہ برتن کو منہ سے جدا کر کے علیحدہ سانس لے۔

سوال: ''فی الاناء'' کے لفظ سے ظاہر ہو رہا کہ سانس برتن میں لیتے تھے فی ظرفیہ کا یہی مقتضی ہے، آگے باب نمبر ۱۴ میں ہے ''اذا شرب احد کم فلا یتنفس فی الاناء'' اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ برتن میں سانس نہ لیا جائے؟

جواب: حافظ ابن حجرؒ نے جواب دیا کہ دراصل حکم یہی ہے کہ پانی پیتے وقت سانس لیا جائے، حدیث باب کا مطلب ہے برتن میں پانی پیتے ہوئے تین سانس لیتے لیکن برتن کے اندر نہیں برتن سے باہر پینے کے دوران ظرفیت کا یہ مفہوم ہے، عبارت یہ ہے ''تقدیرہ کان یتنفس فی حالة الشرب فی الاناء'' آئندہ آنے والی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ برتن کے اندر سانس لینا منع ہے۔ برتن سے پیتے وقت سانس لینا مستحب ہے۔ (فتح الباری ۱۰/۱۱۴)۔

ایک سانس میں پینے کا حکم: ابن عباسؓ کا قول ہے کہ ایک سانس میں پینا شیطان کا طریقہ ہے، اس طرح ایک سانس میں پینا بہائم سے مشابہت ہے۔ اس لئے ایک دم غٹا غٹ پینا خلاف اولیٰ ہے اگر چہ جائز ہے، مستحب اور بہتر یہی ہے کہ تین سانس میں پیا جائے۔ هکذا قال الجمهور هو امرأ و اروی یہ دونوں اسم تفضیل کے صیغے ہیں، معطوف علیہ معطوف ہو کی خبر، امرأ مُرأ سے ہے بمعنی گوارتر، موافق، مفید۔ اروی روی سے ہے بمعنی خوب سیراب کرنے والا۔ اسی طرح ''اهنأ'' کا لفظ بھی ابوداؤد میں ہے خوشگوار۔ اس سے واضح ہوا تین سانس سے پینا اتباع سنت ہے، لذت ہے اور صحت ہے، مضرت سے حفاظت ہے۔

۱۴۔بَابُ مَا ذُکِرَ فِی الشُّرْبِ بِنَفَسَیْنِ

دو بار سانس لے کر پینے کے بیان میں

۹۶۔حدَّثنا عَلِیُّ بنُ خَشْرَمٍ حَدَّثَنَا عیسَی بنُ یونُسَ عَن رِشْدِ ینَ بنِ کُرَیْبٍ عَن أَبِیهِ عَن ابنِ عَبَّاسٍ:أَنَّ النبیَّ ﷺ کَانَ إِذَا شَرِبَ یَتَنَفَّسُ مَرَّتَینِ.

قال أَبُوعِیسَی: هذا حَدِیثٌ حَسَنٌ غَرِیبٌ لانَعرِفُهُ إِلَّا مِن حَدِیثِ رِشْدِینَ بنِ کُرَیْبٍ.

قَالَ:وَسَأَلْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ عَبدَاللهِ بنَ عَبدِالرَّحمٰنِ عَن رِشْدِینَ بنِ کُرَیْبٍ قُلْتُ :هُوَ أَقْوَی أَمْ محمدُ بنُ کُرَیْبٍ؟قَالَ:مَا أَقْرَبَهُمَا،وَرِشْدِینُ بنُ کُرَیْبٍ أَرْجَحُهُمَا عِندِی،قال:وَسَأَلْتُ محمدَ بنَ إِسْمَاعِیلَ عَن هذا،فقال:محمدُ بنُ کُرَیْبٍ أَرْجَحُ من رِشْدِینَ بنِ کُرَیْبٍ.والقَوْلُ عِندِی ما قال أبو محمدٍ عبدُاللهِ بنُ عبدِالرحمنِ:رِشْدِینُ بنُ کُرَیْبٍ أَرْجَحُ وَأَکْبَرُ،وقد أَدْرَكَ ابنَ عباسٍ ورآه.وَهُمَا أَخَوَانِ وَعِندَهُمَا مَنَاکِیرُ.

''سیدنا ابن عباس سے مروی ہے نبی ﷺ جب پانی پیتے تو دو دفعہ سانس لیتے''

یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اس کو صرف رشدین بن کریب کی روایت سے پہچانتے ہیں، امام ترمذی کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰنؒ دارمی سے رشدین بن کریب کے متعلق پوچھا کیا رشید ین قوی ہیں یا محمد بن کریب؟ انہوں نے کہا میرے نزدیک رشیدین ارجح ہے، میں نے محمد بن اسماعیل بخاریؒ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا محمد بن کریب رشدین سے ارجح ہیں، لیکن میری رائے (ترمذیؒ) وہی ہے جو ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن (دارمی) نے فرمایا کہ رشدین بن کریب ارجح اور اکبر ہیں، رشدین نے ابن عباس کا زمانہ پایا اور انکو دیکھا ہے، یہ دونوں بھائی ہیں اور دونوں کے پاس منکر روایتیں ہیں.

تشریح: اذا شرب یتنفس مرتین :اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ احیاناً دو سانس میں پانی پیتے، سابقہ باب میں ہے کہ ایک سانس میں اونٹ کی طرح مت پیو، ہاں دو اور تین سانس میں پیا کرو، اس لئے دو سانس میں پینا جائز ہے، اگرچہ زیادہ معمول تین سانس میں پینے کا ہونا مستحب ہے۔

رفع تعارض : پہلی تقریر سے دونوں ابواب واحادیث کا مفہوم واضح ہے، کسی قسم کا تعارض نہیں، اگر یہ کہا جائے کہ صرف تین سانس میں پینا مستحب ہے تو پھر زیر بحث باب وحدیث کا باب سابق سے تعارض ہوگا کہ پہلے تین کا ذکر اب دو کا یہ کیسے؟ اس کا حل یہ ہے کہ دراصل راوی نے بیچ کے دو سانس کا ذکر کیا ہے، تیسرے سانس کے بعد پھر نہیں پیا جاتا اس لئے درمیان والے دو سانسوں کا ذکر کیا، تو بھی تعارض نہ رہا۔یعنی پہلی تقریر میں تو تعارض ہے ہی نہیں، دوسری تقریر میں رفع تعارض ہو گیا۔

قال :وسالت عبداللہ بن عبدالرحمن... امام ترمذیؒ اس عبارت میں دو راویوں کے متعلق وضاحت کر رہے ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ رشدینؒ اور محمدؒ دونوں بھائی ہیں، راویان حدیث میں سے ہیں، اور ضعیف ہیں، لیکن برابر نہیں ایک بھائی رشدین دوسرے سے نسبتاً بہتر اور راجح ہے، چنانچہ امام ترمذی نے امام دارمیؒ سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا میرے نزدیک رشدین بہتر و راجح ہے

،جبکہ امام بخاریؒ نے جواب میں فرمایا: دوسرے بھائی محمد راجح ہیں، امام بخاری کی متابعت میں ابوحاتم نے بھی محمد کے بارے میں کہا "یکتب احادیثہ ،وھو احبّ الیّ من اخیہ رشدین" لیکن امام ترمذی نے تصریح کردی کہ رشدین بہتر ﴿وراجح﴾ ہے جیسے امام دارمی نے کہا کیونکہ یہ تابعی ہے، سیدنا ابن عباس کو پایا اور دیکھا ہے۔

۱۵۔بابُ ماجاء فی کَرَاهِيَةِ النَّفْخِ فی الشَّرَابِ

پیتے وقت پھونک مارنے کی کراہت کے بیان میں

۹۷۔حَدَّثَنَا عليُّ بنُ خَشْرَمٍ حَدَّثَنَا عيسى بنُ يُونُسَ عَن مالكِ بنِ أنَسٍ عَن أيوبَ وهُوَ ابنُ حبيبٍ أنه سمعَ أبا المُثَنَّى الجُهَنِيَّ يَذْكُرُ عَن أبي سعيدٍ الخُدرِيِّ :أنَّ النبيَّ ﷺ نَهَى عَنِ النَّفْخِ فی الشَّرَابِ،فقال رجلٌ:القَذَاةُ أرَاهَا فی الإناءِ؟فقال: أهْرِقْهَا،فقال:فانی لا أرْوَى من نَفَسٍ وَاحِدٍ؟قَالَ:فَأَبِنِ القَدَحَ عَنْ فِيْكَ.

قال أبو عِيسَى:هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"سیدنا ابوسعید خدری سے مروی ہے نبی ﷺ نے پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا، ایک شخص نے عرض کیا ،اگر برتن میں تنکا دیکھوں؟ فرمایا بہا کر گرا دو اس نے کہا میں ایک سانس میں سیراب نہیں ہوتا، فرمایا پیالہ اپنے منہ سے جدا کرو" یہ حدیث حسن صحیح ہے

۹۸۔حَدَّثَنَـا ابن أبي عُمَرَ،حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ عَن عبدِالكَرِيمِ الجَزَرِيِّ عَن عِكْرِمَةَ عَن ابنِ عَبَّاسٍ:أنَّ النبيَّ ﷺ نَهَى أنْ يُتَنَفَّسَ فی الانِاَءِ أو يُنْفَخَ فِيهِ.قال أبو عِيسَى:هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"سیدنا ابن عباس سے مروی ہے نبی ﷺ نے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے سے منع فرمایا"

تشریح: نهى عَن النفخ في الشراب :مشروبات، گرم دودھ (چائے وغیرہ) میں پھونک مارنے سے آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ اس کی طبعی وجہ تو یہ ہے کہ بسا اوقات پھونک کے ساتھ تھوک چلی جاتی ہے، جس کی شرکاء مجلس بلکہ اپنے آپ کو بھی گھن آتی ہے، اور طبی وجہ یہ ہے کہ پھونک کے ذریعے اندر سے بخارات خارج ہوتے ہیں جو مضر اور زہریلے ہوتے ہیں، اس طرح وہ دوبارہ مشروبات میں شامل ہوکر اندر چلے جائیں گے، اطباء نے اسکی تصریح کی ہے، اگر کھانا پینا گرم ہو تو صبر کرنا چاہئے تاکہ ٹھنڈا ہو جائے ۔فقال اهرقها :اگر طعام مشروبات میں کوئی تنکا یا بال وغیرہ پڑ جائے تو اسے انگلی چمچ وغیرہ سے نکال دینا چاہئے، جیسے عموماً چائے سے بالائی ہٹادی جاتی ہے، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر آخری حل آپؐ نے فرمایا برتن جھکا کر بہا دیجئے۔

۱۶۔بابُ ماجاء فی کَرَاهِيَةِ التنفُّسِ فی الإناءِ

برتن کے اندر سانس لینے کی کراہت کے بیان میں

۹۹۔حدَّثنا اسحاقُ بنُ مَنصورٍ،حَدَّثَنَا عبدُالصَّمَدِ بنُ عبدِالوَارِثِ ،حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتَوَائِي عَن يَحْيَى بنِ أبي كَثِيرٍ عَن عبدِاللهِ بنِ أبي قَتَادَةَ عَن أبِيهِ،أنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ:اذا شَرِبَ أحَدُكُم فَلَا يَتَنَفَّسُ فی الإناءِ.هٰذا

حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا ابوقتادہؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کچھ پیئے تو برتن میں سانس نہ لے''

۱۷ ـ بابُ ماجاء فی النهی عَن اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ

مشک اوندھی کر کے پانی پینے کی ممانعت کے بیان میں

۱۰۰ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَن عُبَيْدِاللّٰهِ بنِ عَبدِاللّٰهِ عَن أبی سعیدٍ رِوَايَةً: أنه نَهى عَن اخْتِنَاثِ الأَسْقِيَةِ. قال وفی الباب عَن جابرٍ وابنِ عَبّاسٍ وأبی هُرَيْرَةَ. قال أبو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوسعیدؓ سے مروی ہے آپ ﷺ نے مشکیزوں کو اوندھا کر کے پانی پینے سے منع کیا ہے، اس باب میں جابر، ابن عباس اور ابوہریرہ سے روایات ہیں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: نهی عَن اختناس الاسقية: اختناس مثل التماس، باب افتعال کا مصدر ہے، اس کا معنیٰ ہے موڑنا، یعنی مشک کے منہ کو ایسے موڑ کر پینا جیسے توڑا جا رہا ہے۔ اسقیۃ مثل اشربۃ سقاء کی جمع ہے، چمڑے کا مشکیزہ، دوسرا لفظ قربۃ ہے، قربہ عام ہے چھوٹے بڑے ہر مشکیزے پر بولا جاتا ہے، سقاء صرف بڑے مشکیزے کو کہتے ہیں۔ روایت کا حاصل یہ ہے کہ مشکیزوں اور ایسے بند بڑے برتنوں سے منہ لگا کر پانی نہ پیا جائے نہ معلوم اندر کوئی مہلک و مضر چیز ہو، یا سارا مشکیزۃ قابو سے باہر ہو کر الٹ گیا تو لباس وجسم بلاقصد دھل جائیں گے اگر موسم سرد ہو تو مزید دلچسپ ہوگا۔ اس لئے شفقت وارشاد کے طور پر آپ ؐ نے منہ لگا کر پینے سے منع فرمایا۔

ممانعت کی حکمتیں: ۱۔ پانی ضرورت سے زیادہ صرف نہ ہو ۲۔ جسم ولباس پر پانی نہ گر جائے ۳۔ بیک وقت زیادہ مقدار میں پانی جانا حلق ومعدۃ کیلئے مضر ہے، ۴۔ مشکیزے میں موجود کوئی مضر چیز پیٹ میں نہ چلی جائے۔

مشک سے منہ لگا کر پینے کا حکم: عندالجمہور یہ نہی تنزیہی اور ارشادی ہے، البتہ امام مالکؒ نے بلاکراہت مطلقاً جواز کا قول اختیار کیا ہے، اگلے باب میں روایات آرہی ہیں جن میں اجازت واباحت کا ذکر ہے، اس لئے دوام اور عادت نہ ہونی چاہئے، ضرورت و احتیاج کی صورت میں درست ہے، اس طرح دونوں احادیث پر عمل ہوتا رہیگا۔

۱۸ ـ بابُ ماجاء فی الرُّخْصَةِ فی ذَٰلِكَ

مشک سے منہ لگا کر پینے کی اجازت کے بیان میں

۱۰۱ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عبدُالرَّزّاقِ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بنُ عُمَرَ عَن عيسى بن عبدِاللّٰه بنِ أُنَيْسٍ عَن أَبِيهِ قال: رَأَيْتُ النبیَّ ﷺ قامَ إلى قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ فَخَنَثَهَا ثُمَّ شَرِبَ مِنْ فِيهَا.

قال: وفی البابِ عَن أُمِّ سُلَيْمٍ. قال أبو عِيسَى: هذا حديثٌ ليس إسنادُهُ بصحيحٍ. وعبدُاللّٰه بنُ عُمَرَ العُمَرِی يُضَعَّفُ فی الحديثِ ولا أدری سَمِعَ من عيسى أم لا؟

''سیدنا عبداللہ بن انیس سے مروی ہے میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ ایک لٹکی ہوئی مشک کی طرف کھڑے ہوئے اور

اس کو جھکا کر اسکے منہ سے پانی پیا''

اس باب میں ام سلیم سے روایت ہے، اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے، عبداللہ بن عمرؓ کو روایت حدیث میں ضعیف کہا گیا ہے میں نہیں جانتا کہ اس نے عیسٰی سے سنا ہے یا نہیں؟

۱۰۲۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِی عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَن يزيدَ بنِ جابرٍ عَن عبدالرحمنِ بنِ أبی عَمْرَةَ عَن جَدَّتِهِ كَبْشَةَ قالت: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَشَرِبَ مِنْ فِي قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِماً فَقُمْتُ إِلَى فِيهَا فَقَطَعْتُهُ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ. ويزيدُ بنُ يَزِيد بن جابر هُوَ أخو عبدِالرحمنِ بنِ يَزِيد بنِ جابرٍ وهُوَ أَقْدَمُ مِنْهُ مَوْتاً.

''سیدۃ کبشہؓ سے مروی ہے کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور لٹکی ہوئی مشک کے منہ سے کھڑے ہوکر پانی پیا، میں نے اٹھ کر برکت کے لئے مشک کا منہ کاٹ لیا''

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، یزید بن یزید عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کے بھائی ہیں، اور ان سے پہلے انتقال ہوا ہے۔

تشریح: ثم شرب من فیھا ای من فمھا ۔مشکیزے کو موڑ کر اس کے منہ سے پیا۔فقمت الی فیھا فقطعة ۔سیدۃ کبشہؓ نے تبرک و یادگار کیلئے وہ حصہ کاٹ لیا جہاں آ قا کا دھن مبارک لگا تھا۔ابھی گذرا کہ ضرورت کے وقت بڑے برتن یا مشک وغیرہ سے منہ لگا کر پینا مباح ہے، اگر چہ اسکی عادت نہ ہونی چاہئے، سیاق حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ؐ جب تشریف لائے تو پیاس لگی ہوئی تھی اس لئے پہلے منہ لگا کر ہی پانی نوش فرمایا، جبکہ عمومی اور اکثری معمول یہ نہ تھا۔

۱۹۔بابُ ماجاء أَنَّ الأَيْمَنِينَ أَحَقُّ بالشُّرْبِ

پلانے میں داہنی طرف کے لوگوں کے زیادہ حقدار ہونے کے بیان میں

۱۰۳۔حَدَّثَنَا الأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَن ابنِ شِهَابٍ وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَن مَالِكٍ عَن ابنِ شِهَابٍ عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُوبَكْرٍ فَشَرِبَ ثُمَّ أَعْطَى الأَعرابيَّ وقال: الأَيْمَنُ فَالأَيْمَنُ. قال: وفي الباب عَن ابنِ عَبَّاسٍ وسَهْلِ بنِ سَعْدٍ وابنِ عُمَرَ وعبدِاللهِ بنِ بُسْرٍ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ لایا گیا جس میں پانی ملایا گیا تھا، آپ کے دائیں طرف ایک دیہاتی تھا اور بائیں طرف ابوبکر صدیقؓ، آپ نے اس میں سے پیا، پھر دیہاتی کو دیا اور فرمایا دائیں پھر دائیں''

اس باب میں ابن عباس، سہل بن سعد، ابن عمر اور عبداللہ بن بسر سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: وقال الایمن فالایمن: ترکیب، ا۔ پہلی ترکیب یہ ہے کہ یہ مبتداء مرفوع ہیں، فاء عاطفہ ہے، خبر مقدم یا احق محذوف ہے۔ پورا جملہ یہ ہے، الایمن احق فی الشرب ثم الایمن احق ،الایمن مقدم فی الشرب ثم الایمن مقدم

۔اکثر شراح نے اسے اختیار کیا ہے اور دونوں کو مرفوع پڑھا ہے چنانچہ دوسری روایت میں "الایمنون" جمع صراحۃ رفعی حالت میں موجود ہیں ۲۔دوسری ترکیب نصبی حالت کے ساتھ یہ ہے کہ یہ فعل محذوف اعط یا اعطوا کا مفعول ہیں۔

پہلے پینے کا ذکر تھا اب پلانے کے آداب کا ذکر ہے، جس طرح پینے کے آداب ہیں اسی طرح پلانے کے بھی آداب ہیں ۔پھر یہ مشروبات کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام قابل تقسیم اشیاء میں اس کا لحاظ رہے کہ دائیں طرف سے دور شروع کریں اور دیں ،اپنے پرائے، رقیب کا فرق نہ ہو بلکہ اتباع وعدل ہو۔عندالجمہور یمین کو یسار پر مقدم کرنا مستحب ہے، جبکہ علامہ ابن حزم وجوب کے قائل ہوئے ہیں۔علامہ نووی نے تصریح کی ہے کہ مہتم بالشان اور قابل اکرام اشیاء میں تیامن مستحب ہے، عمدۃ القاری ۱۹۵/۲۱، میں مہلب کا قول مذکور ہے "التیامن فی الاکل والشرب، وجمیع الاشیاء من السنن ،وکان رسول اللہ ﷺ یحبّ التیامن استشعارا منہ بماشرف اللہ عزّوجلّ بہ اھل الیمین (فی کلامہ الکریم)

سوال: عمدۃ القاری ، ۱۹۶/۲۱، میں ابن عباسؓ سے حدیث موجود ہے جسے ابویعلی نے قوی سند کے ساتھ نقل کیا ہے"کان رسول اللہ ﷺ اذا سقی ،قال: ابدأو بالاکبر (اوالکبیر)" یہ حدیث باب کے ساتھ متعارض ہے کہ دائیں سے دور چلائیں یا بڑے کو دیں؟

جواب: دراصل یہ دو حدیثیں دو حالتوں پر محمول ہیں، اور ان میں تعارض نہیں، اگر اھل مجلس گول دائرے اور حلقہ میں بیٹھے ہوں تو دائیں طرف سے شروع کریں جیسے حدیث باب میں ہے، اگر شرکاء ایک مجلس میں بلا ترتیب یمین ویسار اکٹھے بیٹھے ہیں تو پھر آغاز بڑے کو دینا چاہئے یہ حدیث ابن عباس کا حاصل ہے، ولا منافات بینھما.

۲۰۔بابُ ماجاءَ أنَّ سَاقِیَ الْقَوْمِ آخِرُھُمْ شُرْباً

قوم کا پلانیوالا خود سب سے آخر میں پئے کے بیان میں

۱۰۴۔حَدَّثَنا قُتَیبَۃُ،حَدَّثَنا حَمَّادُ بنُ زَیْدٍ عَن ثَابِتٍ البُنَانِیِّ عَن عبدِاللّٰہ بنِ رَبَاحٍ عَن أبی قَتَادَۃَ عَن النبیِّ ﷺ قال: سَاقِی القَوْمِ آخِرُھُمْ شُرْباًقال:وفی البابِ عَن ابنِ أبی أوْفَی. قال أبوعِیسَی:ھذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

"سیدنا ابو قتادہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا قوم کو پلانیوالا خود آخر میں پئے" اس باب میں ابن ابی اوفی سے روایت ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: ساقی القوم آخرھم شربا: شربا تمیز کی بنا پر منصوب ہے۔اس میں بھی پلانے کے آداب میں سے ایک ادب کا بیان ہے کہ تقسیم کرنے والا اور پلانے والا صبر وایثار کرے اور حرص وطمع سے بچے پہلے سب کو پلائے آخر میں خود پئے۔

واقعہ: محی السنۃ حضرت مفتی عبدالقادر نوراللہ مرقدہ سے دوران درس سنا تھا کہ ایک مرتبہ قاسم الخیرات حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ نے اپنے مصاحب مولوی محمد فاضل کو کچھ تقسیم کرنے کو فرمایا۔اس نے تقسیم کی تو آخر میں قلیل مقدار بچ گئی اور دونوں حضرات باقی تھے ،حضرت نانوتویؒ نے فرمایا الفاضل للقاسم یعنی بچا ہوا مسمی قاسم کیلئے تو انہوں نے کہا الفاضل للفاض القاسم محروم ۔اس کے دو مطلب ہیں، بچی ہوئی چیز مسمی فاضل کیلئے اور مسمی قاسم محروم، دوسرا مطلب زیادہ دقیق ہے کہ بچی ہوئی چیز صاحب فضیلت یعنی

آپ کیلئے اور تقسیم کرنے والا یعنی متکلم محروم. و کثیر من اخبار الایثار .

۲۱ باب ماجاء أيُّ الشَّرَابِ كَانَ أَحَبُّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

رسول اللہ ﷺ کو کونسا مشروب زیادہ پسند تھا؟ کے بیان میں

۱۰۵۔حدثنا ابنُ أبي عُمَرَ،حدَّثنا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ عن مَعْمَرٍ عن الزُّهْرِيِّ عن عُرْوَةَ عن عَائِشَةَ قالت:كَانَ أَحَبُّ الشَّرَابِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الحُلْوَ البَارِدَ.قال أبوعِيسَى:هكذا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عن ابنِ عُيَيْنَةَ مِثْلَ هذا عن مَعْمَرٍ عن الزُّهْرِيِّ عن عُرْوَةَ عن عَائِشَةَ.والصحيحُ ما رَوَى الزُّهْرِيُّ عن النبيِّ ﷺ مُرْسَلاً .

''سیدۃ عائشہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کو تمام پینے کی چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی چیز زیادہ محبوب تھی''

مختلف حضرات نے ابن عیینہ سے اسی کے مثل نقل کیا ہے، یعنی معمر، زہری عائشہ لیکن صحیح وہ ہے، جو زہری سے بلا واسطہ عائشہ مرسلا مروی ہے۔

۱۰۶۔حدَّثنا أحمدُ بنُ مُحمَّدٍ،حدَّثنا عبدُاللّٰه بنُ المُبَارَكِ ،حدَّثنا مَعْمَرٌ وَيُونُسُ عن الزُّهْرِيِّ:أَنَّ النبيَّ ﷺ سُئِلَ أَيُّ الشَّرَابِ أَطْيَبُ ؟قال:الحُلْوُ البَارِدُ.قال أبوعِيسَى:وهكذا رَوَى عبدُالرَّزَّاقِ عن مَعْمَرٍ عن الزُّهْرِيِّ عن النبيِّ ﷺ مُرْسَلاً.وهذا أَصَحُّ من حديثِ ابنِ عُيَيْنَةَ .

''زہری سے منقول ہے نبی ﷺ سے پوچھا گیا کونسا مشروب عمدۃ ہے فرمایا میٹھا اور ٹھنڈا'' عبدالرزاقؒ نے بھی اسی طرح بواسطہ معمر زہری سے مرسلا روایت کیا ہے، اور یہ مرسل روایت ابن عیینہ کی روایت سے صحیح تر ہے۔

تشریح: ابواب الاشربۃ کا آغاز، ممنوع و مردود شراب سے کیا اور تکمیل و انتہاء محبوب و مرغوب مشروب پر فرمائی۔ میٹھے اور ٹھنڈے، پانی کے مرغوب و محبوب ہونے کی وجوھات واضح ہیں کہ لذت و جاذبیت اس میں خوب ہوتی ہے، ٹھنڈا پانی اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص نعمتوں میں سے ہے، اس سے گرم مزاج والوں کو بہت فائدہ ہوتا ہے، جیسا کہ مشہور ہے کہ عرب کے مزاج گرم ہوتے ہیں، نبیذ کے استعمال کا ذکر بھی پہلے گذر چکا ہے۔

سوال: بعض روایات میں شہد، اور بعض میں دودھ کا زیادہ پسندیدہ ہونا مذکور ہے اور یہاں میٹھا ٹھنڈا پانی مذکور ہے، فکیف التوفیق؟

جواب: ان میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ ایک فرد کو کئی چیزیں پسند ہوتی ہیں۔ من جملہ آپ کی پسندیدۃ مشروبات میں سے میٹھا ٹھنڈا پانی ہے۔ وھکذا رواہ غیر واحد .... : ناقلین حدیث اور راویوں کی کثرت کو بیان کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع و مرسل دونوں طرح مروی ہے، اس طرح کہ معمر کے ایک تلمیذ ابن عیینہ نے سیدۃ عائشہؓ کے واسطے کے ساتھ مرفوع روایت کیا ہے، اور معمر کے دوسرے دو تلامذہ عبداللہ بن مبارک اور عبدالرزاق نے سیدۃ عائشہؓ کے واسطے کے بغیر مرسل روایت کیا ہے۔ اور مرفوع یعنی ابن عیینہ کی بجائے دیگر کی مرسل روایت سند کے اعتبار سے صحیح تر ہے۔

فتمت ابواب الاشربة وتليها ابواب البرّ والصلة

ابواب البرو الصلة عَن رَسُولِ اللّٰه ﷺ

رسول اللہ ﷺ سے منقول نیکی اور صلہ رحمی کے ابواب

اس سے پہلے کھانے پینے کے احکام وآداب کا ذکر تھا اب ان اعمال واخلاق اور آداب کا ذکر شروع ہورہا ہے جو عمومی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں ان کا پابند رہنے، اپنانے اور بروئے کار لانے سے آدمی صاحب فضیلت بنتا ہے اور حیوانیت سے نکل کر ملکانیت کی طرف آتا ہے۔ ان ابواب میں نیکی، صلہ رحمی کا ذکر ہے۔

برکا معنی: البرّھی کلام لین و خلق طیب ، البر مدارات الخلق و مراعاۃ الحق. لفظ بر کا حاصل حسن اخلاق ہے۔

صلہ کا معنی: اقارب کے حقوق کا خیال کرنا ان کی ایذا رسانی سے اجتناب اور راحت پہنچانے کے لیے بے تاب ہونا یہ "صلہ" ہے۔

حسن خلق کا معنی: ابن مبارکؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ "حسن الخلق طلاقة الوجه و بذل المعروف و کف الاذی" خلاصہ کلام یہ ہے کہ ابواب البر کے عنوان سے امام ترمذیؒ ایسی احادیث لائے ہیں جن سے انسان! انسان بن سکتا ہے اور دین حقیقی سے مقصود بھی یہی ہے۔ دکتور احمد امینؒ رقمطراز ہیں! الدین الحق تحسین علاقة الانسان بالله و تحسین علاقة الانسان بالانسان فتحسن علاقتهم جمیعا بالله دین برحق اور شریعت حقیقی تو انسان کو اللہ کے ساتھ جوڑنے کا نام ہے اور انسان کو انسان کے ساتھ صحیح ربط کا نام ہے تاکہ نتیجۃً ان سب کا تعلق اللہ تعالیٰ سے درست ہو جائے اور سعادتِ دارین پالیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطاء فرمائیں اور اخلاق سدھارنے کی توفیق عطا فرمائیں کیونکہ بر، صلہ کا حاصل مکارم اخلاق ہے۔ اور اسی میں فلاح ہے۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: دین کا خلاصہ تین چیزیں ہیں۔ اللہ کو عبادت سے راضی کرو۔ رسول اللہ کو اطاعت سے راضی کرو۔ خَلْقُ اللہ کو خدمت سے راضی کرو۔

ابواب واحادیث کی تعداد: اس میں ستاسی (۸۷) ابواب اور ایک سو چالیس (۱۴۰) احادیث ہیں۔

۱۔ بابُ ماجاءَ فی بِرِّ الْوَالِدَیْنِ

ماں، باپ کے ساتھ نیکی کرنے کے بیان میں

۱۰۷۔ حدَّثنا بُنْدَارٌ محمد بن بَشار ، أَخبَرَنَا یَحیَی بنُ سَعِیدٍ، أَخبَرَنَا بَهْزُ بنُ حَکِیمٍ، حدثنی أَبی عَن جَدِّی قَالَ: قلت: یا رسولَ اللّٰه مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: أُمَّکَ، قَالَ: قلت: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: أُمَّکَ، قَالَ: قلتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ أُمَّکَ، قَالَ قلتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبَاکَ ثُمَّ الْأَقْرَبَ فالْأَقْرَبَ. قَالَ: وفی البابِ عَن أبی هُرَیْرَةَ و عبدِاللّٰه بنِ عَمْرو و عَائِشَةَ و أَبی الدَّرداءِ.

قَالَ أبو عِیسَی: و بَهزُ بنُ حَکِیمٍ هُوَ أَبُو مُعَاوِیَةَ بنِ حَیْدَةَ الْقُشَیْرِیُّ . وهذا حدیثٌ حسنٌ. وقد تکلَّمَ شُعْبَةُ فی بَهْزِ بنِ حَکِیمٍ، وهو ثِقَةٌ عند أهلِ الحدیثِ، و رَوَی عنه مَعْمَرٌ و سُفْیَانُ الثَّورِیُّ و حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ و غیرُ وَاحِدٍ من الأَئِمَّةِ.

"بہز بن حکیم، بواسطہ والد، دادا سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں کس کے ساتھ زیادہ

نیکی کروں؟ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ، فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ، فرمایا اپنی ماں کے ساتھ میں نے عرض کیا پھر کس کے ساتھ فرمایا اپنے باپ کے ساتھ پھر قریب اور قریب کا لحاظ رکھو"

اس باب میں ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمرو، عائشہ اور ابوالدرداء سے روایات ہیں یہ حدیث حسن ہے.

بہز بن حکیم وہ ابن معاویہ بن حیدہ القشیر ی ہیں شعبہ نے بہز بن حکیم کے بارے میں کلام کیا ہے لیکن وہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں معمر، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ اور دوسرے لوگوں نے ان سے روایت لی ہے.

تشریح: مسلم شریف میں ہم نے والدین سے حسن سلوک اور انکے احباب سے نیکی کے بارے میں دو باب پڑھے ہیں یہاں ابتدائی آٹھ باب مذکور ہیں جن میں والدین، اقارب، ذوی الارحام اور والدین سے ملنے والوں کے حقوق کا ذکر ہے۔

معاویہ بن حیدہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ من ابرّ ......اس حدیث میں ثم اباک چوتھی مرتبہ ہے اور بعض روایات میں اس کا ذکر تیسری جگہ پر بھی ہے، لیکن حدیث باب صحیح اور راجح ہے کہ والد کا ذکر چوتھی جگہ ہے۔

سوال! ماں کا ذکر تین دفعہ اور تقدیم کیوں؟ جواب! مرتبہ بقدر مشقت۔ والدہ کیلئے تین صعوبتیں ہیں۔ ۱- حمل ۲- وضع حمل ۳- رضاعت وحضانت اور باپ کیلئے ایک مشقت ہے تربیت جسمیں ماں بھی شریک ہوتی ہے ان تین وجوہ کی بنا پر ماں کو مقدم فرمایا۔

ان آیات میں اسی طرف اشارہ ہے حملته امه وهنا على وهن وفصاله فى عامين ان اشكرلى ولوالديك (لقمان ۱۴)

حملته امّه كرها ووضعته كرها وحمله وفصاله ثلثون شهرا (احقاف ۱۵)

سوال! ماں باپ بر، حسن وسلوک اور حقوق میں کیا مساوی ہیں؟

جواب! اس میں اختلاف ہے۔ ۱- مازریؒ کہتے ہیں کہ امام مالک کا قول ماں باپ کے حقوق کے بارے میں مساوات کا ہے۔

۲- لیثؒ کہتے ہیں ماں کا حکم مؤکد ہے اور اس کے لیے برّ کی تین تہائیاں ہیں۔ ۳- محاسبیؒ کہتے ہیں ماں کی فضیلت و برتری اور تقدیم اجماعی ہے۔ ۴- ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ امام مالک سے ماں باپ کے درمیان مساوات حقوق کا قول ثابت نہیں بلکہ یہ انکے ایک قول سے ماخوذ ہے جس سے استدلال تام نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ امام مالکؒ سے ایک آدمی نے آ کر سوال کیا کہ باپ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے اور ماں نے اس سے روکا ہے اب میں باپ کی بات مانوں یا ماں کی بات مانوں؟ اسکے جواب میں امام صاحب نے فرمایا، اطع اباک ولا تعص امک۔ باپ کی مان اور ماں کی نافرمانی نہ کر۔ اس سے بعض نے برابری کا حکم اخذ کیا ہے اور امام صاحب کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ اس میں اتفاق پیدا کرنے اور دونوں کی ناراضگی سے بچنے کا حکم ہے کہ کوشش کر کے دونوں کو راضی کر لو ان کے حقوق کی برابری کا ذکر نہیں تقدیم ام على الاب بحالها برقرار ہے۔ ایسے ہی لیثؒ سے سوال کیا گیا تو کہا "اطع امک فان لها ثلثى البرّ" ماں کی مان اس کیلئے دو تہائی نیکی ہے۔

ثم الاقرب فالاقرب. والدین کے بعد عزیز وا قارب کا حق ہے جہاں تک ممکن اور بس میں ہو۔ دادا، دادی، نانا، نانی،

بہن ، بھائی وغیرہ دونوں طرف سب کا خیال کیا جانا چاہیے۔ رشتہ داروں سے اچھے برتاؤ کی ترتیب یہ ہے۔ ماں، باپ، اجداد، جدات، بھائی، بہنیں، پھر ذوی الارحام چچے، پھوپھیاں، ماموں، خالااس میں حقیقی مقدم ہونگے پھر علاتی پھر اخیافی۔ پھر ذی رحم غیر محارم چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد وغیرہ پھر سسرالی رشتے پھر موالی وغلام پھر پڑوسی قریب بعید کے اصول کے مطابق۔

مسلم شریف میں ہے: جاء رجل الی النبیؐ ﷺ یستاذنہ فی الجھاد. ایک صحابیؓ نے آکر جہاد کیلئے اجازت چاہی یہ آدمی" جاہمہ بن عباس بن مرداس" تھا۔ آکر جہاد وغزوہ میں شرکت کیلئے مشورہ اوراجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: ففیھما فجاھد دوسری حدیث میں ہے فارجع الی والدیک فا حسن صحبتھما والدین کی طرف جا ان سے حسن سلوک کر، ابوداود کتاب الجہاد میں ہے کہ ایک آدمی نے آکر کہا" جئتک ابایعک علی الھجر قوترکت ابویّ یبکیان" آپ ﷺ نے فرمایا ارجع علیھما فاضحکھما کما ابکیتھما (ابوداؤد ج اص ۳۶۵) میں آیا ہوں کہ آپ سے ہجرت پر بیعت کروں اور ماں باپ کو روتا چھوڑ کے آیا ہوں آپ نے فرمایا واپس لوٹ جا ان کو ہنسا جیسے تو نے رلایا۔ دیگر بھی متعدد احادیث موجود مروی ہیں اب مسئلہ سمجھئے۔

مسئلہ! جہاد کیلئے والدین کی اجازت کی حیثیت وحقیقت کیا ہے؟

۱- علامہ عینی کہتے ہیں کہ اکثر اھل علم جن میں اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ، مالک، شافعی، احمد، قابل ذکر ہیں کا قول ہے کہ جہاد میں جانے کیلئے عام حالات میں والدین کی اجازت ضروری ہے بلا اجازت والدین جانا درست نہیں۔ اور یہی احادیث بالا کا مقتضا ہے۔

۲- اگر دشمن چڑھ آئے اور نفیر عام کا اعلان ہو جائے تو پھر بیٹا ماں باپ کی اجازت کے بغیر غلام آقا کی اجازت کے بغیر...... جاسکتے ہیں اب جہاد فرض عین ہونے کی صورت میں کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔

دادا کی حیثیت: دادے کا حکم باپ کی عدم موجودگی میں باپ کا سا ہے اور نانی اور دادی کا حکم ماں کی غیر موجودگی میں ماں جیسا ہے۔ ابن حزمؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر بیٹے کے جہاد پر جانے سے ماں باپ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو صاحبزادے سے فرضیت جہاد ساقط ہو جائیگی۔ لیکن منذریؒ نے صاف کہا ہے کہ یہ گنجائش اور سقوط حکم اجازت جہاد تطوع میں ہے فرض جہاد میں کوئی استثناء نہیں۔ اگر روکیں تو بھی اب فرض ہونے کی صورت میں انکی نہ مانے اور جہاد میں چلا جائے۔

یہ ساری تفصیل اسوقت ہے جب والدین مسلمان ہوں اگر کافر ہوں تو پھر اجازت کی کوئی قید نہیں بھلے نفلی ہو یا واجب اسوقت انکی ماننا معصیت ہے۔ سفیان ثوریؒ سے ایک قول یہ منقول ہے کہ ھما کالمسلمین. لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ثوریؒ کا یہ جملہ آداب وحسن سلوک کے اعتبار سے ہوگا کہ ان سے بھی مسلم والدین کی طرح اچھا برتاؤ کیا جائے باقی دین کے بارے میں انکی رائے کا اعتبار نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ والدین کی اجازت جہاد کیلئے واجب ہے الا یہ کہ نفیر عام ہو تو پھر اجازت کی حاجت نہیں...... واللہ اعلم وعلمہ اتم.

حافظ ابن حجرؒ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اھم العبادات بلکہ محی العبادات (اسلام وعبادات کو زندہ کرنے والی) جہاد کیلئے جب اجازت کی

ضرورت ہے تو دیگر اسفار مباحہ کے لیے اور طلب علم کے لیے بھی والدین کی اجازت ضروری ہوگی۔

قبور والدین کی زیارت: آخر میں صرف دو حدیثیں مزید ترغیب کے لیے پیش خدمت ہیں۔ کہ زندگی اور موت کے بعد دونوں حالتوں میں والدین کو ہم نہ بھولیں۔ جیسے گہوارے میں سلا کر بھی ماں ہمیں نہیں بھولتی تھی۔

۱-من زار قبر والديه او احدهما احتسابا كان كعدل حجة مبرورة ومن كان زوّارا لهما زارت الملئكة قبره (کنزالعمال ج۱۶ص۴۷۹بیروت)

سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اللہ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے (رسم پوری کرتے ہوئے نہیں) تو اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ملیگا اور جو (نیک بخت) شخص ماں باپ کی زیارت کریگا فرشتے اسکی قبر کی زیارت کو آئیں گے۔

۲-من زار قبر ابويه او احدهما في كل يوم الجمعة فقرأ عنده يٰس غفرله وفي رواية كتب برّا (کنزالعمال ج۱۶ ص۴۶۸) سیدنا ابو بکرؓ سے روایت ہے جس نے ہر جمعہ کے دن (ہفتہ وار) اپنے ماں باپ میں سے کسی کی قبر کی زیارت کی اور اسکے پاس ''سورہ یٰس'' شریف تلاوت کی تو اسکی بخشش ہو جائیگی۔ **اللهم اغفرلنا ولوالدينا وارحمهما كما ربّيانا صغيرا . ووفقنا لحسن صحبتهما**

نماز کی حالت میں والدین کے بلاوے پر اجابت واطاعت کا حکم: اس میں احناف کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ۔☆ اگر نماز نفل ہو اور والدین کو معلوم ہو کہ بیٹا، بیٹی نماز میں ہیں پھر بھی پکاریں تو ضرور جواب دے اور اور نماز بعد میں پوری کرلے۔☆ اسی طرح یہ بھی ہے کہ عدم اجابت کی صورت میں والدین کو تکلیف کا اندیشہ ہو تو بھی پہلے جواب دے۔☆ اگر فرض نماز پڑھ رہے ہوں تو جواب نہ دے ہاں اگر بہت زیادہ آہ وبکا اور زور سے پکاریں تو فرض میں بھی جواب دینا درست ہے۔☆ اگر نفل نماز میں ہو اور والدین کو معلوم نہ ہو پھر بھی جواب نہ دے شوافع کے نزدیک نماز نفل ہو ایذاء والدین کا اندیشہ ہو تو جواب دینا واجب ہے۔☆ اگر فرض نماز ہو اور وقت اتنا تنگ ہو چکا ہے کہ اب پوری نہ کی تو نماز قضا ہو جائیگی تو جواب نہ دے۔☆ شوافع کا قول قدیم یہ بھی ہے کہ نماز بھلے فرض ہو یا نفل والدین کی نداء پر لبیک کہنا اور نماز توڑنا جائز ہے☆ مالکیہ کے نزدیک نفل نماز میں والدین کو جواب دینا افضل ہے۔☆ قاضی ابوالولیدؒ اور مکحولؒ کہتے ہیں کہ جواب والدہ کیلئے ہے والد کیلئے نہیں۔ سلف وخلف میں سے یہ قول ان دو کے سوا کسی کا نہیں۔ اسی طرح بعض احادیث میں والدین کے دوستوں اور جاننے والوں کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہے۔ اور یہ والدین کی خدمت کا تتمہ ہے کہ جب آدمی ماں باپ کی جگہ لے اور گھر کا متولی بنے تو اس میں یہ بھی داخل ہے کہ والد کے سفر پر رہنے کی صورت میں بھی انکے اصدقاء واحباب سے اچھا برتاؤ کرے۔ اس میں والد، والدہ، اجداد وجدّات، مشائخ واساتذہ اور زوجہ سب داخل ہیں چنانچہ انعامات المنعم اول باب من فضائل خدیجہ میں احادیث گذری ہیں کہ آپ ﷺ سیدہ خدیجہؓ کی بہن ہالہ بنت خویلد اور انکی سہیلیوں سے حسن سلوک کرتے تھے

بیوی کو طلاق دینا: ماں باپ کے کہنے سے طلاق دینا واجب نہیں، ہاں بیوی کی وجہ سے والدین کی بے ادبی اور بدسلوکی ہرگز نہ کریں،

بیوی اور ماننا ممکن ہے ماں باپ کہاں سے لائیں گے۔ فافهم وتدبر ولا تعجل ! دوسری بات یہ بیان ہوئی ہے کہ اپنے آقا سے اطاعت کا برتاؤ ہو بخل نہ ہو آزادی کے بعد بھی اگر وہ کچھ کہے تو بقدر امکان مان لینا چاہئے کہ وہ محسن ہے۔

ترکیب: ۱۔"امک ثم امک" یہ فعل امر محذوف "بِرّ یاصِلْ" کا مفعول ومنصوب ہے ۲۔ مبتداء محذوف "ھی" کی خبر مرفوع ہو۔

٢۔ بابٌ مِنْهُ

اسی مسئلہ کے بارے میں دوسرا باب

۱۰۸۔ حدَّثنا أحمدُ بنُ محمدٍ، أخبرنا عبدُاللّٰه بنُ المُبَارَكِ عَنِ المَسْعُودِيِّ عَنِ الوَلِيدِ بنِ العَيْزَارِ عَن أبي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سألتُ رَسُولَ اللّٰه ﷺ فقُلْتُ: يارسولَ اللّٰه، أيُّ الأعْمَالِ أفْضَلُ؟ قالَ: الصَّلوٰةُ لِمِيقَاتِهَا، قلتُ: ثُمَّ ماذا يارسولَ اللّٰه؟ قالَ: بِرُّ الوَالِدَيْنِ، قالَ: قلتُ: ثُمَّ ماذا يارسولَ اللّٰه؟ قالَ: الجِهَادُ في سَبِيلِ اللّٰه، ثُمَّ سَكَتَ عَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ولو اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي.

قَالَ أبو عِيسَى: وأبو عَمْرٍو الشَّيْبَانِيُّ اسمه سَعدُ بنُ إيَاسٍ وهو حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. رواهُ الشَّيْبَانِيُّ وَشُعْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الوَلِيدِ بنِ العَيْزَارِ. وقد رُوِيَ هذا الحديثُ من غيرِ وَجْهٍ عَن أبي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابنِ مسعودٍ.

"سیدنا ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول، کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز جو اپنے وقت پر ادا کی جائے، میں نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے عرض کی اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا، پھر رسول اللہ ﷺ مجھ سے خاموش ہو گئے اگر میں زیادہ پوچھتا تو آپ مجھے مزید بتلاتے"

یہ حدیث حسن صحیح ہے، شیبانی، شعبہ اور دیگر نے اس کو "ولید بن عیزار" سے نقل کیا ہے، اس طریق کے علاوہ بھی یہ حدیث ابوعمرو شیبانی سے جو ابن مسعود سے راوی ہیں منقول ہے، ابوعمرو شیبانی کا نام سعد بن ایاس ہے۔

٣۔ بابُ ماجاء من الفَضْلِ في رِضَا الوَالِدَيْنِ

یہ باب ان روایات کے بیان میں جو والدین کی رضامندی کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں

۱۰۹۔ حدَّثنا ابنُ أبي عُمَرَ، حَدَّثنا سُفْيَانُ عَن عطاءِ بنِ السَّائِبِ، عَن أبي عبدِالرَّحمنِ السُّلَمِيِّ عَن أبي الدَّرداءِ قَالَ: إنَّ رَجُلاً أتَاهُ فَقَالَ إنَّ لِي امْرَأةً وَإنَّ أُمِّي تَأمُرُنِي بِطَلَاقِهَا، فَقَالَ أبو الدَّرداءِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰه ﷺ يقولُ: الوَالِدُ أوْسَطُ أبْوَابِ الجَنَّةِ، فإن شِئْتَ فَأضِعْ ذَلِكَ البابَ أوِ احْفَظْهُ. وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ: إنَّ أُمِّي، وربما قَالَ: أبِي. وهذا حديثٌ صحيحٌ. وأبو عبدِالرحمنِ السُّلَمِيُّ اسمه عبدُاللّٰه بنُ حبيبٍ.

"سیدنا ابوالدرداءؓ سے مروی ہے ان کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا میری بیوی ہے اور میری ماں اس کی

طلاق کا مجھے حکم دیتی ہے، ابو الدرداء نے کہا میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ والد جنت کے دروازوں میں سے مرکزی دروازہ ہے، اب تو چاہے اس کو ضائع کر یا محفوظ رکھ، سفیان نے کبھی "انّ امی" کا لفظ کہا اور کبھی "ابی" کا یہ حدیث صحیح ہے ابو عبدالرحمن سلمی کا نام عبداللہ بن حبیب ہے۔

۱۱۰۔حَدَّثَنَا أبو حَفْصٍ عَمْرُو بنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا خالِدُ بنُ الحارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَن يَعْلَى بنِ عطاء عَن أبيهِ عَن عبدِالله بنِ عَمْرٍو عَن النبيِّ ﷺ قالَ: رِضا الرَّبِّ في رِضَا الْوَالِدِ و سَخَطُ الرَّبِّ في سَخَطِ الْوَالِدِ.

حَدَّثَنا محمدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنا محمدُ بنُ جعفرٍ، عَن شعبةَ عَن يَعْلَى بنِ عَطاءٍ عَن أبيه عَن عبدِالله بنِ عَمْرٍو نحوَهُ ولم يَرْفَعْهُ .وهذا أَصَحُّ.

قَالَ أبو عِيسَى: وهكذا رَوَى أصحابُ شُعْبَةَ عَن شعبةَ عَن يَعْلَى بنِ عَطاءٍ عَن أبِيهِ عَن عبدِاللّهِ بنِ عَمْرٍو موقوفاً، ولا نعلمُ أَحَداً رَفَعَهُ غيرُ خالِد بن الحارِثِ عَن شُعْبَةَ. وخَالِدُ بنُ الحارِثِ ثِقَةٌ مَأْمُونٌ. سَمِعْتُ محمدَ بنَ المُثَنَّى يقول: مارأيتُ بالبَصْرَةِ مِثْلَ خالدِ بنِ الحارِثِ ولا بالكُوفَةِ مِثْلَ عَبْدِاللّهِ بنِ إدْرِيسَ. قالَ وفي البابِ عَن عبدِالله بنِ مسعودٍ .

"سیدنا عبداللہ بن عمرو نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کا غصہ والد کے غصہ میں ہے" سیدنا عبداللہ بن عمرو سے موقوف مثل سابق مروی ہے، خالد بن حارث کے علاوہ شعبہ سے کسی نے اس کو مرفوع بیان نہیں کیا، خالد بن حارث ثقہ ہیں، مامون ہیں، میں نے محمد بن مثنی سے سنا ہے، فرماتے تھے میں نے بصرہ میں خالد بن حارث کی مثل اور کوفہ میں عبداللہ بن ادریس کی مثل نہیں دیکھا، اس باب میں ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔

تشریح: وانّ امی تأمرنی بطلاقها: ماں باپ کے اصرار و حکم پر بیوی کو طلاق دینے کا حکم کیا ہے؟ جواب: باب اول میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ حتی الوسع والدین کی نافرمانی اور انکو ایذاء رسانی نہ ہو، بیوی کے بارے میں اختلاف و نزاع کی صورت میں ممکنہ ایسا حل تلاش کیا جائے مثلاً الگ رہائش یا.... کہ ماں باپ کو اطمینان ہو اور گھر بھی ویران نہ ہو، آپ ﷺ نے بھی صراحۃً طلاق کا حکم نہیں دیا بلکہ ماں باپ کے حقوق کی حفاظت کا فرمایا ہے، ہاں اگر بیوی کے اخلاق و انداز سے والدین کو تکلیف پہنچتی اور دوسرا اصلاح کا کوئی چارہ نہ ہو تو طلاق دینا جائز ہے اور اگر بیوی سے ماں باپ کو تکلیف نہ ہو تو پھر بلا وجہ طلاق دینا ظلم و ناروا ہے۔

٤۔بابُ ماجاءَ في عُقُوقِ الْوَالِدَيْنِ
والدین کی نافرمانی کرنے بیان میں

۱۱۱۔حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بنُ مَسْعَدَةَ، حدَّثنا بِشْرُ بنُ المُفَضَّلِ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَن عبدِالرَّحمنِ بن أبي بَكْرَةَ عَن أبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّه ﷺ: أَلاَ أُحَدِّثُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ قَالوا: بَلَى يارسولَ الله قَالَ: الإشْرَاكُ باللّهِ وعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ قَالَ: وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئاً فَقَالَ: وَشَهَادَةُ الزُّورِ أَوْ قَوْلُ الزُّورِ فما زالَ رَسُولُ الله ﷺ يَقُولُهَا حَتَّى قُلْنَا

لَيْتَهُ سَكَتَ. قَالَ وفی الباب عَن أبی سعید. قَالَ أبو عِیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ. وأبو بَکْرَةَ اسْمُهُ نُفَیْعُ بنُ الحارِثِ.

''عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اپنے والد ابوبکرہؓ سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں، سب سے بڑے گناہ کون سے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ، فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، راوی کہتے ہیں کہ آپ ٹیک لگائے بیٹھے تھے، اٹھ بیٹھے اور فرمایا جھوٹی گواہی دینا (یا فرمایا) جھوٹ بولنا، پھر آپ برابر یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش آپ سکوت فرماتے''

اس باب میں ابوسعید سے روایت ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوبکرہ کا نام نفیع بن حارث ہے۔

۱۱۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بنُ سَعْدٍ عَن ابنِ الْهَادِ عَن سَعْدِ بنِ إِبْرَاهِيمَ عَن حُمَيْدِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَن عبدِ اللّٰه بنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ: مِنَ الْكَبَائِرِ أَنْ يَشْتِمَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قالوا: يارسول اللّٰه وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَشْتِمُ أُمَّهُ فَيَشْتِمُ أُمَّهُ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے، آپ نے فرمایا ہاں جب وہ کسی دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ جوابا اسکے باپ کو گالی دیتا ہے اگر کسی دوسرے کی اماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اسکی ماں کو گالی دیتا ہے'' یہ حدیث صحیح ہے

تشریح: الا احدثکم باکبر الکبائر: اس میں چند کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے، تفصیل ملاحظہ ہو!

فائدہ! (۱) گناہوں کی تقسیم: یہ بات تفصیل طلب ہے کہ گناہوں کی تقسیم واقسام ہیں یا نہیں؟

(۱) ابن عباس اور محققین میں سے ابواسحاق اسفرائنی کا مذہب ومختار قول یہ ہے کہ گناہوں کی تقسیم نہیں ہر گناہ گناہ کبیرہ ہے۔

دلیل: انکا استدلال یہی ہے کہ گناہ اور معصیت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نام ہے اور ظاہر ہے ذات باری تعالیٰ کی ادنیٰ سی حکم عدولی اور معمولی نافرمانی بھی سخت قبیح ہے اس لئے تقسیم کی کوئی حاجت نہیں سب برابر گناہ ہیں۔ ان سے بچنا لازمی ہے ابن عباسؓ نے گناہ کی تعریف یہ کی ہے۔ کل شئی مانهی الله عنه فهو کبیرة. ہر وہ چیز جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے وہ کبیرۃ ہے۔

(۲) جمہور سلف وخلف محققین کا قول یہ ہے کہ گناہوں کی تقسیم ہے اور گناہ دو قسم پر ہیں (۱) صغیرۃ (۲) کبیرۃ۔

دلیل: جمہور کا استدلال قرآن کریم کی صریح آیات اور نصوص کثیرہ سے ہے جن میں گناہوں کی علیحدہ اقسام وانجام اور ان پر وارد ہونیوالی سزاؤں کا ذکر ہے۔ کہ بعض صرف عمل صالح اور نیکیوں سے معاف ہوجاتے ہیں بعض توبہ سے بعض سزا بھگتنے اور تعزیر وحدود سے دُھلتے ہیں۔ (۱) ویقولون یاویلتنا مالِ هٰذا الکتاب لا یغادر صغیرة ولا کبیرة الا احصها ووجدو ماعملو احاضرا. (کہف ۴۹) وہ مجرم کہیں گے ہائے ہماری خرابی اس کتاب (اعمال نامہ) کو کیا ہوا اس نے کوئی بڑا گناہ چھوڑا نہ چھوٹا مگر سب کو اس نے محفوظ کرلیا اور جو کرتوت کئے ہونگے سب اپنے سامنے پائیں گے (۲) الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا

اللمم. (نجم۳۲) وہ لوگ جو بڑے بڑے گناہ اور فحش چیزوں سے بچتے ہیں مگر چھوٹے گناہ۔ (ان کیلئے حسنیٰ ہے)
(۳) ان تجتنبوا کبائر ماتنهون عنه نکفر عنکم سیئا تکم (نساء۳۱) اسکا ترجمہ ابھی گذرا ہے۔ (۴) ان قتلهم کان خطا کبیرا (بنی اسرائیل ۳۱) بیشک انکا قتل کرنا بہت بڑی خطاء اور گناہ ہے۔ (۵) انه کان حوبا کبیراً (نساء۲) بیشک یہ (یتیموں کا مال کھانا) بہت بڑا احرام اور گناہ ہے۔ ان پانچوں آیتوں سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ گناہ چھوٹے بڑے اور صغیرہ اور کبیرہ ہیں کہ ان آیات میں کبائر، کبیرۃ، کبیراً کے صریح الفاظ ہیں۔

قول اول کا جواب: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی قبیح اور ناپسندیدہ ہے مگر انکے درمیان فرق ہے جیسے پہلی آیت لا یغادر صغیرة ولا کبیرة میں بالکل صریح تقسیم ہے۔ امام غزالیؒ نے کہا ہے: انکار الفرق بین الصغیرة والکبیرة لا یلیق بالفقه. صغیرہ اور کبیرہ کے درمیان فرق کا انکار کرنا فہم وفقہ کے لائق نہیں۔

فائدہ! (۲) صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی تعریف! اس میں چند اقوال ہیں۔

(۱) صغیرہ وہ گناہ ہیں جو نیک اعمال اور حسنات سے معاف ہو جاتے ہیں کبیرہ وہ گناہ ہیں جو صرف نیکیوں سے معاف نہیں ہوتے ان کیلئے توبہ شرط ہے۔ لیکن اس تعریف میں خفاء اور ابہام ہے کیونکہ یقینی فہرست ہمارے پاس نہیں کہ کون کون سے گناہ طاعات سے معاف ہو جاتے ہیں تاکہ انکے ماسوا کو کبیرہ کہا جاسکے اور توبہ کی جائے۔ (۲) جو گناہ اپنی ذات کے اعتبار سے مفسد ہو وہ کبیرہ ہے مثلاً شراب نوشی، زنا، اور جو اپنی ذات کے اعتبار سے مفسد نہ ہو بلکہ اسکا سبب ہو تو وہ صغیرہ ہے مثلاً مے خانہ کی طرف چل کر جانا یا غیر محرم کی طرف بدنیتی سے چل کر جانا کہ فی نفسہ چلنا گناہ نہیں لیکن برے نتیجے پر لیجانے کی وجہ سے گناہ ہے۔ ابن قیمؒ، نانوتویؒ، شیخ الہندؒ۔
(۳) صغیرہ اور کبیرہ آپس میں اضافی چیز ہیں کہ ہر گناہ مافوق کے اعتبار سے صغیر اور ماتحت کے اعتبار سے کبیرہ ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ لوگوں اور انسانوں کے مرتبے کے اعتبار سے ہیں کہ جو چیز عوام کے لئے کراہت کا درجہ رکھتی ہے خواص کیلئے حرمت کا درجہ ہوگا جیسے مشہور اصطلاح ہے۔ حسنات الا برار سیئات المقربین. لیکن یہ بھی شافی تعریف نہیں کیونکہ شراب نوشی اور زنا ایک دوسرے سے اوپر نیچے ہیں حالانکہ دونوں کبیرہ گناہ ہیں۔ (۴) علامہ بارزیؒ کہتے ہیں کہ جس معصیت پر حد، لعنت یا کسی قسم کی وعید وارد ہوئی ہے وہ کبیرہ ہے یا ایسا عمل جو ان جیسے مفاسد یا ان سے بڑھ کر مفاسد پیدا کرتا ہو یا دینی حکم کی پرواہ کئے بغیر دیدہ دلیری سے کیا جائے یہ سب گناہ کبیرہ ہیں اسکے برعکس صغیرہ ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ صغیرۃ اسوقت تک صغیرہ ہے جب آدمی اس پر مُصر نہ ہو اصرار سے صغیرہ صغیرہ نہیں رہتا بلکہ کبیرہ کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ (۵) ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ لا صغیرة بالا صرار ولا کبیرة بالا ستغفار. کہ اصل مدار ارتکاب و عمل پر ہے کہ اگر صغیرہ پر اصرار و تکرار سے قائم رہے تو وہ کبیرہ ہو جائیگا اور اگر کبیرہ کے سرزد ہونے پر استغفار اور رونا دھونا کیا تو وہ بھی کبیرہ نہیں رہتا بلکہ صغیرہ کی طرح مٹا اور معاف کر دیا جاتا ہے (تحفۃ المرآۃ ص ۱۳۵) اللهم وفقنا لما تحبّ و ترضی و اعف عنّا وجنبنا عن المعاصی کلها.

فائدہ! (۳) کبیرہ گناہوں کی تعداد: گناہوں کی تعداد کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کبائر کی تعداد ستر ہے۔ سعید ابن جبیرؒ کہتے ہیں کہ کبائر کی تعداد سات سو تک ہے۔

صغیرہ کبیرہ کی عدم تعیین میں حکمت: کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی تعریف اور تعیین میں ابہام رکھا گیا ہے تاکہ حقیر سمجھ کر بے پرواہ اور نڈر نہ ہو جائیں صغیرہ ہی تو ہے گناہ گناہ ہے اس سے بچنا لازمی ہے۔ ایسے گناہوں کا ذکر جو اعضاء و جوارح سے خاص ہیں۔

☆ چار کا تعلق دل سے ہے۔(۱) اللہ سے شرک کرنا (۲) معصیت پر اصرار کرنا (۳) اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا۔(۴) اللہ کے عذاب سے بے خوف اور نڈر رہنا۔

☆ چار کا تعلق زبان سے ہے۔ا۔ شہادۃ الزور جھوٹی گواہی، ۲۔ پاک دامن مرد یا عورت پر تہمت لگانا، ۳۔ جھوٹی قسم، ۴۔ جادو کرنا، سیکھنا۔

☆ تین کا تعلق پیٹ سے ہے (۱) یتیم کا مال کھانا (۲) سود اور بیاج کھانا (۳) شراب اور نشہ والی چیز پینا۔

☆ تین کا تعلق شرم گاہ سے ہے (۱) زنا (۲) لواطت اغلام بازی (۳) وطی فی الدبر کا حکم بھی یہی ہے۔

☆ پانچ کا تعلق ہاتھ سے ہے (۱) ناحق قتل کرنا (۲) چوری کرنا (۳) معصوم بچوں کو قتل کرنا (۴) رہزنی ' ڈکیتی (۵) خیانت (امانت ' غنیمت، شرکت وغیرہ میں)۔

☆ ایک کا تعلق پاؤں سے ہے میدان جنگ سے عین جنگ کی وقت بھاگنا۔

☆ ایک کا تعلق پورے بدن سے ہے والدین کی نافرمانی بے ادبی، حق تلفی۔ اس طرح کل تعداد اکیس ہوگئی۔(۴+۴+۳+۳+۵+۱+۱=۲۱)

☆ مزید بھی کچھ گناہ علماء نے تحریر کیے ہیں (۲۲) اپنی محارم (قرآن و حدیث میں حرام کردہ) عورتوں میں سے کسی سے نکاح کرنا (۲۳) جوا کھیلنا قمار بازی (۲۴) کفار کے ملک سے (ضرورت و ہمت ہوتے ہوئے بھی) ہجرت نہ کرنا (۲۵) کفار سے دوستی کرنا (۲۶) قدرت وقوت کے باوجود جہاد نہ کرنا (۷) مردار کا گوشت کھانا (۲۸) سور کھانا (۲۹) نجومی کاہن کی تصدیق کرنا (۳۰) ظلم و زیادتی اور دھوکہ فریب سے کسی کا مال لینا (۳۱) بلا عذر رمضان شریف کا روزہ چھوڑنا (۳۲) قطع تعلقی کرنا (۳۳) ناپ تول میں کمی کرنا۔(یہ گناہ ہاتھ کے شمار میں آسکتے ہیں۔راقم)

(۳۴) نماز میں پس و پیش اور سستی کرنا (۳۵) مسلمانوں سے ناحق لڑنا (۳۸) اللہ کے رسول، قرآن، فرشتوں کو نہ ماننا اور سخت سست کہنا (۳۹) احکام اسلام کا مذاق اڑانا (۴۰) ارکان اسلام اور ضروریات دین نماز روزہ ' حج ' زکوۃ وغیرہ کا انکار کرنا (۴۱) صحابہ کرام پر زبان کھولنا اور انہیں برا کہنا (۴۲) بلا عذر گواہی چھپانا (۴۳) رشوت لینا اور دینا (۴۴) میاں بیوی کے درمیان ناچاکی اور لڑائی کروانا (۴۵) بادشاہ سے چغلی کرنا (۴۶) غیبت کرنا (۴۷) اسراف و تبذیر فضول خرچی اور بے جا مال اُڑانا۔(۴۸) زمین میں مال اور دین کے اندر فساد بپا کرنا (۴۹) صغیرہ پر اصرار و مداومت کرنا (۵۰) گناہوں پر مدد کرنا۔(انعامی اسکیموں کے ذریعے ناجائز کاروبار کی طرف راغب کرنا یا سودی لین دین کی ترغیب و تشہیر کرنا) (۵۱) گانا اور اسکا سامان و آلات بنانا یا مہیا کرنا یا اس میں کسی درجے میں شرکت کرنا (۵۲) لوگوں کے سامنے ستر کھولنا یا ایک تالاب و نہر میں بلا ازار وغیرہ اکٹھے نہانا (۵۳) بخل و کنجوسی کرنا (واجب کی ادائیگی میں)۔(۵۴) خودکشی کرنا یا اپنے کسی عضو کو ضائع کرنا یا ہلاکت کے دہانے لیجانا (۵۵) پاکی حاصل کرنا نہ غسل جنابت کرنا (۵۶) پیشاب سے احتیاط اور طہارت حاصل نہ کرنا (۵۷) تقدیر کا انکار کرنا (۵۸) کسی کو ایذا دینا (۵۹) عہد شکنی کرنا (۶۰) نسب میں طعنہ

دینا(۶۱) شلوار کے پائنچے اور چادر (تکبر کی وجہ سے) ٹخنوں سے نیچے کرنا(۶۲) گمراہی بدعت نافرمانی کی طرف بلانا(۶۳) امیر سے عہد شکنی کرنا(۶۴) نوحہ اور بین کرنا(۶۵) بری رسمیں ایجاد کرنا(۶۶) مسلمان کی طرف دہار دار تیز چیز یا اسلحہ سے اشارہ کرنا(۶۷) ڈاڑھی منڈانا' کتروانا(۶۸) اپنے محسن کی ناشکری کرنا(۶۹) اپنے حرم میں کجروی اور خیانت کرنا(''جاسوسی کرنا(ملک اور اداروں کی حفاظت و استحکام کیلئے مخبری کا نظام مستثنیٰ ہے)(۷۱) متعدد بیویوں کے درمیان باری میں انصاف نہ کرنا(۷۲) مسلمان کو یا کافر ے کا فر کہنا(۷۳) حالت ایام ماہواری میں جماع کرنا(۷۴) غلہ کی گرانی اور مہنگائی سے خوش ہونا (کہ اس میں مسلمانوں کا نقصان ہے)(۷۵) جانور سے فعل بد کرنا(۷۶) اپنے علم پر عمل نہ کرنا(۷۷) دنیا کو دل میں جگہ دینا(۷۸) امارد(بے ریش خوبرو لڑکوں) کی طرف دیکھنا(۷۹) کسی کے گھر میں جھانکنا(۸۰) بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونا(۸۱) طاقت کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنا(۸۲) دیوث اور کمینہ ہونا(۸۳) مخنث بننا(۸۴) قرآن یاد کرنے اور سیکھنے کے بعد بھلا دینا(۸۵) حیوانات کو جلانا(۸۶) شوہر کی نافرمانی کرنا(۸۷) بیوی سے ظہار کرنا(۸۸) علماء و حفاظ کو حقیر جاننا وغیرہ (بحر الرائق لا بن نجیم از مظاهر حق ج ۱ ص ۴۲)

جلس و کان متکئا: آپ ﷺ شهادة الزور کے بیان کے وقت کیوں اٹھ بیٹھے؟ ۱۔اس میں کثرت سے لوگ ملوث ہیں،۲۔اس کا ضرر اور نقصان متعدی ہے،۳۔شرک و عقوق والدین کی بنسبت اسے لوگ ہلکا سمجھتے ہیں، صحابہؓ نے خاموشی کی تمنا اس لئے کی تا کہ آپ ﷺ کو مزید مشقت نہ ہو۔یسبّ ابا الرجل: اس پر شارح بخاری ابن بطالؒ نے کہا ہے کہ سبب گناہ اور ذریعہ معصیت بھی گناہ ہے، اس لئے انسان ایسا طریقہ اختیار ہی نہ کرے جس سے گناہوں اور رسوم و بدعات کا باب کھل جائے ہاں اظہار حق سے دریغ نہ کرے۔

۵۔بابُ ماجاءَ فی اِکْرَامِ صَدِیقِ الْوَالِدِ

والد کے دوستوں کے اکرام و تعظیم کے بیان میں

۱۱۳۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بنُ شُرَيْحٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بنُ أَبِي الْوَلِيْدِ عَنْ عَبْدِاللهِ بنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابنِ عُمَرَ قَالَ:سَمِعْتُ النبیَّ ﷺ يقول:اِنَّ أَبَرَّالْبِرِّ أَنْ يَصِلَ الرَّجُلُ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ.

قَالَ:وفی البابِ عَنْ أَبِی أُسَیْدٍ.قَالَ أبوعِیسَی:هذا اِسْنَادٌ صحیحٌ.وقدرُوِیَ هذا الْحَدِیثُ عَنِ ابنِ عُمَرَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ.

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ سب سے بڑھ کر نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کرے''

اس باب میں ابواسید سے روایت ہے اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور یہ ابن عمرؓ سے کئی طریقوں سے مروی ہے.

تشریح : اس باب میں والدین کے دوستوں اور جاننے والوں کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہے۔اور یہ والدین کی خدمت کا تتمہ ہے کہ جب آدمی ماں باپ کی جگہ لے اور گھر کا متولی بنے اسی طرح اس میں یہ بھی داخل ہے کہ والد کے سفر پر رہنے کی صورت میں بھی انکے اصدقاء و احباب سے اچھا برتاؤ کرے۔اس میں والد، والدہ، اجداد و جدات، مشائخ و اساتذہ اور زوجہ سب داخل ہیں

چنانچہ مسلم ۲/۲۸۴ باب من فضائل خدیجہ میں احادیث ہیں کہ آپ ﷺ سیدہ خدیجہؓ کی بہن "ھالہ بنت خویلد" اور انکی سہیلیوں سے حسن سلوک کرتے تھے۔

٦ ـ بابٌ فی بِرِّ الْخَالَةِ
خالہ سے نیکی کرنے کے میں

١١٤ ـ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ إِسْرَائِيلَ قَالَ: وحَدَّثَنَا محمدُ بنُ أحمدَ وهُوَ ابنُ مَدُّوَيْهِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰه بنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ واللَّفْظُ لِحَدِيثِ عُبَيْدِاللّٰه عَنْ أَبِي إِسحاقَ الهَمْدَانِيِّ عَنِ البَرَاءِ بنِ عَازِبٍ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: الخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الأُمِّ. وفي الحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ وهذا حَدِيثٌ صحيحٌ.

"(الفاظ عبید اللہ کے ہیں) سیدنا براء بن عازبؓ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا خالہ ماں کے درجہ میں ہے"

اس حدیث میں طویل قصہ ہے، یہ حدیث صحیح ہے

١١٥ ـ حدثنا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ محمدِ بنِ سُوقَةَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بنِ حَفْصٍ عَنِ ابنِ عُمَرَ: أَنَّ رَجُلاً أَتَى النبيَّ ﷺ فقَالَ: يارسولَ اللّٰه إِنِّي أَصَبْتُ ذَنْباً عَظِيْماً فَهَلْ لِي تَوْبَةٌ؟ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ أُمٍّ؟ قَالَ: لا قَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَبِرَّهَا. وفي البابِ عَنْ عَلِيٍّ والبراء بن عازبٍ.

سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایک بڑا گناہ کر بیٹھا ہوں کیا میرے لئے کوئی توبہ ہے، آپ نے فرمایا کیا تیری ماں ہے، اس نے کہا نہیں فرمایا خالہ ہے اس نے کہا جی ہاں فرمایا اسکے ساتھ اچھا سلوک کر"

اس باب میں علیؓ اور براء بن عازبؓ سے روایت ہے۔

حدثنا ابنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ] عَنْ محمدِ بنِ سُوقَةَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بنِ حَفْصٍ عَنِ النبيِّ ﷺ نَحْوَهُ، ولَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنِ ابنِ عُمَرَ. وهذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ. وأَبُوبَكْرِ بن حَفْصٍ: هُوَ ابنُ عُمَرَ بنِ سَعْدِ بنِ أَبِي وَقَّاصٍ.

ابوبکر بن حفص، نبی ﷺ سے اسی کے مثل ہے، ابن عمر کا واسطہ اس میں نہیں، یہ روایت ابو معاویہ کی روایت سے صحیح تر ہے، ابوبکر بن حفص سے مراد ابن عمر بن سعد بن ابی وقاص ہیں۔

تشریح: وفي الحديث قصة طويلة: یہ حدیث یہاں مختصر ہے بخاری ۲/۶۱۰ باب عمرۃ القضاء میں مفصل ہے، متن ملاحظہ ہو! حاصل یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد جب "عمرۃ القضا" کیلئے آپ ﷺ مکہ تشریف تو واپسی کے وقت سیدنا حمزہ شہیدؓ کی بیٹی یا عم یا عم پکارتی ہوئی آئی تو اسے حضرت علیؓ نے لے لیا اور سیدۃ فاطمۃؓ سے اس کی دیکھ بھال اور خیال کا حکم دیا پھر حضرت جعفرؓ نے کہا یہ میرے چچا کی بیٹی ہے، سیدنا حمزۃ کے (مواخات میں بھائی حضرت زید بن حارثہؓ نے کہا میرے بھائی کی بیٹی ہے تو میں حقدار ہوں آپ ﷺ نے "الخالۃ بمنزلۃ الام" فرما کر فیصلہ فرمادیا اور باقی حضرات کو تسلی دی۔

فبــرهــا: سوال کرنے والے کو آپ ﷺ نے فرمایا خالہ ماں کے درجہ میں ہے اس سے اچھا برتاؤ کر اس سے بدی ڈھل جائے گی قرآن میں ہے ''انّ الحسنات یذھبن السئیات''

۷۔بَابُ مَاجَاءَ فِی دَعْوَةِ الْوَالِدَيْنِ

والدین کی دعا کی مقبولیت کے بیان میں

۱۱۶۔حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ ابراهيمَ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بنِ أبي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَاشَكَّ فِيهِنَّ:دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ،ودَعْوَةُ الْمُسَافِرِ،ودَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ.

قَالَ أبو عِيسَى: وقد رَوَى الْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ هذا الْحَدِيثَ عَنْ يَحْيَى بنِ أبي كَثِيرٍ نَحْوَ حَدِيثِ هِشَامٍ.وأَبُو جَعْفَرٍ الَّذِي رَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يُقَالُ لَهُ أَبُو جَعْفَرٍ الْمُؤَذِّنُ ولانَعْرِفُ اسْمَهُ.وقد رَوَى عَنْهُ يَحْيَى بنُ أبي كَثِيرٍ غَيْرَ حَدِيثٍ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین دعائیں قبول ہوتی ہیں ان کی قبولیت میں شک نہیں ہے، مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور والد کی دعا اپنے بیٹے کے خلاف''
حجاج صواف نے بھی اس حدیث کو یحیی بن ابی کثیر سے نقل کیا ہے، ہشام کی حدیث کے ہم معنی اور ابو جعفر جو ابو ہریرہؓ سے روای ہیں یہ ابو جعفر موذن کہلاتے ہیں انکا نام نہیں پہچانتے، اس حدیث کے علاوہ بھی، یحیی بن ابی کثیر نے ان سے روایت کیا ہے۔

تشریح: ثلاث دعوات مستجابات: اسکی تشریح انعامات باب ۱۵۹/۲ کتاب الذکر سے لے لیں

۸۔بَابُ مَاجَاءَ فِی حَقِّ الْوَالِدَيْنِ

والدین کے حقوق کے بیان میں

۱۱۷۔حَدَّثَنَا أَحمدُ بنُ مُحمدِ بنِ مُوسَى أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلِ بنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أبيه عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:لا يَجْزِى وَلَدٌ وَالِداً إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكاً فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ.

قَالَ أبو عِيسَى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ لا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سُهَيْلِ بنِ أَبِي صَالِحٍ وقد رَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُهَيْلِ بنِ أَبِي صَالِحٍ هذا الحديثَ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی اولاد اپنے والد کا حق ادا نہیں کر سکتی مگر یہ کہ اسے غلام پائے تو خرید کر آزاد کر دے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے ہم اسکو صرف سہیل بن ابی صالح کی روایت سے پہچانتے ہیں، سفیان ثوری اور دوسروں نے سہیل سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

تشریح: فیشتریہ فیعتقہ: العتق کان سببا لحیاتہ لانّ الرق کالموت حکما والا ذریعۃ للولاحیاء الوالد غیر ذلک حاصل یہی ہے کہ ماں باپ کے احسانات کا یہ حقیقۃ کوئی نہیں چکا سکتا ہے جتنا بس میں ہے کسر نہ چھوڑے۔

والدین کے چند حقوق: ا۔اپنا نسب انہیں کی طرف منسوب کرنا،۲۔رأفت ومحبت کی نظر سے دیکھنا،۳۔تعلیم،سفر،جہاد،حج میں ان سے اجازت لینا،۴۔ان کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرنا،۵۔ان سے نرمی سے بات کرنا اور پیش آنا،۶۔حتی المقدور ان کی خدمت کرنا، ۷۔انہیں تکلیف نہ پہچانا،۸۔تمام مباح کاموں میں ان کی اطاعت کرنا،۹۔جنازہ پڑھنا،۱۰۔ان کی قبر کی زیارت کرتے رہنا۔

۹۔ بابُ ماجاءَ فی قَطِیعَةِ الرَّحِمِ

قطع رحمی پر وعید کے بیان میں

۱۱۸۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِی عُمَرَ وَسَعِیدُ بنُ عَبدِالرَّحمٰنِ المَخزُومِیُّ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفیَانُ بنُ عُیَینَةَ عَنِ الزُّهرِیِّ عَن أَبِی سَلَمَةَ قَالَ: اِشتَکی أَبو الدرداء فَعَادَهُ عَبدُالرحمن بنُ عَوفٍ فقَالَ: خَیرُهُم وَأَوصَلُهُم مَاعَلِمتُ أَبَامحمدٍ فقَالَ عَبدُالرَّحمٰنِ: سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یقول: قَالَ اللّٰه تَبَارَکَ وَتَعَالَی: أَنَا اللّٰهُ وَأَنَا الرَّحمٰنُ، خَلَقتُ الرَّحِمَ وَشَقَقتُ لَهَا مِن اسمی فَمَن وَصَلَهَا وَصَلتُهُ وَمَن قَطَعَهَا بَتَتُّهُ.

وفی البابِ عَن أَبِی سَعِیدٍ وابنِ أَبِی أَوفَی وَعَامِرِ بنِ رَبِیعَةَ وأَبِی هُرَیرَةَ وَجُبَیرِ بنِ مُطعِمٍ.

قَالَ أَبوعِیسَی: حَدِیثُ سُفیَانَ عَنِ الزُّهرِیِّ حَدِیثٌ صحیحٌ. وَرَوَی مَعمَرٌ هذا الحدیث عَنِ الزُّهرِیِّ عَن أَبِی سَلَمَةَ عَن رَدَّادٍ اللیثی عَن عَبدِالرَّحمٰنِ بنِ عَوفٍ وَمَعمَرٍ کَذَا یقولُ قَالَ محمدٌ: وحدیثُ مَعمَرٍ خطأً.

"ابوسلمہ سے مروی ہے ابوالدرداءؓ بیمار ہوئے تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ ان کی عیادت کیلئے آئے ابودرداءؓ نے کہا میرے علم کی حد تک ابومحمد یعنی عبدالرحمٰن سب سے اچھے اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں، عبدالرحمٰنؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرمار ہے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں اللہ ہوں اور میں رحمان ہوں رحم کو میں نے پیدا کیا ہے اور اسکا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے سو جو کوئی اس کو ملائیگا میں اس کو ملاؤنگا اور جو کوئی اسے قطع کریگا میں اسے قطع کرونگا"

اس باب میں ابوسعید، ابن ابی اوفی، عامر بن ربیعہ، ابوہریرہ اور جبیر بن مطعم سے روایات ہیں، سفیان کی روایت زہری سے صحیح ہے، معمر نے اس روایت کو زہری سے بواسطہ ابوسلمہ، رداد لیثی، عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کیا ہے، محمد بخاریؒ نے کہا حدیث معمر میں غلطی ہے۔

تشریح: اس باب میں صلہ رحمی کا حکم اور قطع رحمی کی حرمت کا ذکر ہے۔

ان اللہ خلق الخلق...... ا۔اس سے مراد جمیع مخلوقات ہیں ۲۔اس سے مراد صرف مکلف مخلوقات کی تخلیق ہو۔۳۔ پھر مکمل طور پر پیدا فرما کر وجود دیکر ایسا ہوا۔۴۔ابھی صرف لوح وقلم کی پیدائش اور کتابت مقادیر ہوئی تھی۔۵۔ارواح بنی آدم پیدا ہو چکی تھیں۔یہ سب احتمال ہو سکتے ہیں۔کہ اسوقت رحم کا قیام اور اس کی کلام کا واقعہ رونما ہوا۔قامت الرحم۔

اس میں بھی تین احتمال ہیں ا۔کہ حقیقۃ رحم کو وجود وجسد اور قوت گویائی ملی پھر "باذن اللہ" کھڑے ہو کر گویا ہوا۔۲۔ایک فرشتہ کھڑا ہوا

اوراس نے رحم کی ترجمانی اور اسکی طرف سے گفتگو کی۔ ۳۔ رحم کھڑا ہوا نہ ملک بلکہ یہ تمثیلاً ہے دلوں میں بات بٹھانا اور قطع رحمی سے ڈرانا مقصود ہے۔ آگے آیت مبارکہ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ قطعہ رحمی کرنیوالے کا حکم وحشر کیا ہے۔ **فقالت**. رحم کی کلام کے متعلق بھی دو قول ہیں۔ ا۔ زبان حال سے گویا ہوا ۲۔ زبان قال سے بولا والثانی راجح۔ رحم وصلہ رحمی کا حاصل یہ ہے کہ آدمی اپنے دونوں طرف کے رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرے بھلے باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی جانب سے اسی طرح زوجہ کی جانب سے بھی ترتیب ثم ادناک کے تحت ابتداء میں گذر چکی۔

صلہ رحمی اور قطع رحمی کا حکم: صلہ رحمی عند الکل بالاجماع واجب ہے۔ قطع رحمی گناہ کبیرہ اور حرام ہے۔ صلہ رحمی کا ادنی درجہ سلام وکلام عزت واحترام وعدم انتقام سب کا خیال واہتمام ہے۔

صلہ رحمی کی اقسام: قدرت اور وسعت کے اعتبار سے ندب استحباب اور وجوب کی طرف ترقی ہوتی ہے۔

صلہ رحمی عمومی: صلہ رحمی محبت والفت، نصیحت وخیر خواہی، عدل وانصاف اور حقوق واجبہ ومستحبہ کی ادا کا نام ہے۔

صلہ رحمی خصوصی: اپنے عزیز واقارب کی خیر خبر معلوم کرنا بقدر وسعت ان سے مالی واخلاقی تعاون کرتے رہنا اور الاقرب فالاقرب کے تحت سب سے برتنا (قرطبی)۔ ابن ابی جمرہؒ کہتے ہیں کہ مال سے تعاون، مضرت سے دفاع، خندہ پیشانی سے ملاقات، دعاء خیر، خیر پہنچانے کی ممکنہ کوشش یہ سب صلہ رحمی کا حصہ ہیں۔

صلہ رحمی کن سے واجب ہے: ا۔ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ ذی رحم محرم اور جن سے نکاح درست نہیں ان سے صلہ رحمی واجب ہے چچازاد، خالہ زاد وغیرہ شامل نہ ہونگے :۲۔ صلہ رحمی عام ہے جو وراثت میں حصے دار ہوں بھلے نکاح جائز ہو یا نہ ہو سب سے صلہ رحمی لازم ہے اور یہی قول صواب وراجح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اھل مصر سے ذمۃ ورحما کی پاسداری کا حکم دیا تھا اور اھل وذابیہ میں اصدقاء الاب سے بھی صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے۔ حالانکہ ان کے مابین محارم کا رشتہ نہیں۔ واللہ اعلم، **شفقت لھا من اسمی**: رحمٰن ورحیم اور رحم کے حرواف اصلی ایک ہیں۔

۱۰۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی صِلَةِ الرَّحِمِ

صلہ رحمی کی حقیقت کے بیان میں

۱۱۹۔ حَدَّثَنَا ابنُ أَبِی عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنَا بَشِیْرٌ أَبُو اسماعیلَ وَفطرُ بنُ خَلِیفَةَ عَن مُجَاهِدٍ عَن عَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمرٍو عَن النبیِّ ﷺ قَالَ: لَیسَ الوَاصِلُ بِالمُکَافِئِ وَلٰکِنَّ الوَاصِلَ الَّذِی إِذَا انْقَطَعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا.

قَالَ أَبُو عِیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ وفی البابِ عَن سَلْمَانَ وَعَائِشَةَ وعبدِاللّٰه بن عُمَرَ.

"نبی کریم ﷺ سے منقول ہے فرمایا: مکافات کرنے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں، صلہ رحمی تو جب ہے کہ وہ قطع تعلق کریں یہ صلہ رحمی کرے"

۱۲۰۔ حدثنا ابنُ أَبِی عُمَرَ وَنَصرُ بنُ عَلِیٍّ وَسَعِیدُ بنُ عَبدِالرحمنِ المَخزُومِیُّ قالوا حَدَّثَنَا سُفیَانُ عَن الزُّهرِیِّ عَن محمد بن جُبَیرِ بنِ مُطْعِمٍ عَن أَبِیهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ: لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ قَالَ ابن أبی عُمَرَ قَالَ

سُفْيَانُ يَعْنِي قَاطِعَ رَحِمٍ .قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: لا يدخل الجنة قاطع۔ اى قاطع الرحم دخولا اوليا۔

سوال! قطع رحمی سے جنت میں نہ داخل ہونے کا کیا مطلب ہے ابدالاباد کیلئے نعیم جنت سے محروم رہیگا یا؟۔

جواب! ا۔ قطع رحمی گناہ کبیرہ ہے اسکی سزا بھگت کر ایک نہ ایک دن ایمان کی وجہ سے جنت میں جائیگا حدیث باب میں اول اول دخول جنت کی نفی ہے ہمیشہ کی نفی نہیں ہے۔۲۔ نہیں داخل ہوگا جنت میں جو قطع رحمی کو حلال سمجھتا ہو۔ ابدالاباد محرومی کا حکم مستحل (حلال سمجھنے والا) کیلئے ہے۔

حدیث سادس: من سره ان يبسط عليه رزقه . جس کو کشادگی رزق پسند ہو......اس سے زدیادتی رزق کے طلب کا جواز ثابت ہوتا ہے کہ آدمی اللہ سے عافیت والا زیادہ رزق مانگ سکتا ہے۔

زیادتی رزق سے کیا مراد ہے:ا۔ حقیقۃ مقدار رزق میں زیادتی! کہ بجائے دس کے پندرہ ہوجائے۔۲۔ زیادتی سے مراد برکت ہے کہ کمیت اور مقدار تو نہ بڑھے لیکن کیفیت و برکت بڑھ جائے کہ پندرہ والا کام باآسانی دس میں ہوجائے تو یہ بھی زیادتی اور سبب مسرت ہے۔اوينسأفيه اثره . یااسکی موت بھلادی جائے یہ طول عمر سے کنایہ ہے کہ کہ جو چاھتا ہے کہ اسکا رزق بڑھے یا عمر زیادہ کر دی جائے تو صلہ رحمی کرے اور ان میں کوتاہی نہ کرے۔

سوال! لكل امة اجل اذا جاء اجلهم فلايستاخرون ساعة ولا يستقدمون (یونس ۴۹) اورانا كل شئى خلقناه بقدر (قمر ۴۹) میں تو عمر و رزق کی تحریر اور کمی زیادتی نہ ہونا مذکور ہے کہ قلم خشک ہوگئے اور صحیفے لپیٹ دیئے گئے تو صلہ رحمی کی وجہ سے رزق اور عمر کا بڑھنا چہ معنی دارد؟

جواب: اسکا جواب مشہور ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں ا۔ تقدیر مبرم (اٹل) ۲۔ تقدیر معلق۔ کہ اگر یہ صلہ رحمی کریگا تو عمر پینسٹھ سال ورنہ ساٹھ سال۔ تو یہ زیادتی بھی مذکور فی التقدیر ہے اور یہی حال رزق کا ہے۔ ۳۔ یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ اس سے مراد ایام عمر اور مقدار رزق میں زیادتی نہیں جو منافی تقدیر ہے بلکہ مراد برکت ہے کہ ساٹھ سال کی عمر میں اتنا کام کر جائیگا جتنا کوئی دوسرا صلہ رحمی نہ کرنیوالا ۸۰ سال میں بھی نہ کرسکے اور رزق قلیل میں بھی ایسی خوش و خرم زندگی بسر کریگا کہ اچھا خاصا مالدار جو صلہ رحمی نہ کرتا ہو بھی اتنی راحت وعیش سے نہ گزار سکے۔ پہلا جواب برمحل اور دوسرا جواب موافق عقل ہے۔

۱۱۔بابُ ماجاءَ في حُبِّ الوالد ولده [م:۱۱،ت:۱۱]

اولاد کی محبت کے بیان میں

۱۲۱۔حدَّثنا ابنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابراهيمَ بنِ مَيْسَرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابنَ أبي سُوَيْدٍ يقولُ سَمِعْتُ عُمَرَ بنَ عَبْدِالعَزِيزِ يقولُ زَعَمَتِ المَرْأَةُ الصَّالِحَةُ خَوْلَةُ بِنْتُ حَكِيمٍ قَالَتْ:خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ مُحْتَضِنٌ أَحدابْنَي ابْنَتِهِ وَهُوَ يَقُولُ:إِنَّكُمْ لَتُبَخِّلُونَ وَتُجَبِّنُونَ وَتُجَهِّلُونَ وَإِنَّكُمْ لَمِنْ رَيْحَانِ اللهِ .

قَالَ:وفی البابِ عَن ابنِ عُمَرَ وَالْأَشعَثِ بنِ قَیسٍ . قَالَ أبوعِیسَی: حَدِیثُ ابنِ عُیَینَةَ عَن ابراهیمَ بنِ مَیسَرَةَ لانَعرِفُهُ اِلّا من حَدِیثِهِ،ولا نَعرِفُ لِعُمَرَ بنِ عَبدِالعَزِیزِ سَمَاعاً مِنْ خَولَةَ.

''آنحضرت ﷺ سیدۃ فاطمہؓ کے دونوں صاحبزادوں میں سے ایک کو گود میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے اور فرما رہے تھے، بیشک تم بخیل، بزدل اور جاہل بناتے ہو اور یقیناً تم بہشت کے پھولوں میں سے ہو''

اس باب میں ابن عمرؓ اور اشعث بن قیس سے روایت ہے، ہم ابن عیینہ کی روایت کو ابراہیم بن میسرہ سے صرف ان ہی سے پہچانتے ہیں اور عمر بن عبدالعزیزؒ کا سماع ہم خولہ سے نہیں پہچانتے.

۱۲۔بابُ ماجاءَ فی رحْمَةِ الْوَلَدِ

اولاد پر مہربانی کے بیان میں

۱۲۲۔حَدَّثَنا ابنُ أَبِی عُمَرَ و سَعِیدُبنُ عَبدِالرَّحمٰنِ قالَا حَدَّثَنَا سُفیَانُ عَن الزُّهرِیِّ عَن أَبِی سَلَمَةَ عَن أَبِی هُرَیرَةَ قَالَ: أَبْصَرَ الْأَقرَعُ بنُ حَابِسٍ النَّبِیَّ ﷺ وَهُوَ یُقَبِّلُ الْحَسَنَ.وَقَالَ ابن أبی عُمَرَ الْحَسَن أو الْحُسَیْنَ،فَقَالَ إنَّ لِی مِنَ الْوَلَدِ عَشَرَةً مَا قَبَّلْتُ أحَداً مِنهُم،فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:إنَّهُ مَن لَا یَرحَمُ لَا یُرحَم.

قَالَ :وفی البابِ عَن أَنَسٍ وعَائِشَةَ.قَالَ أبوعِیسَی: وأَبُوسَلَمَةَ بنُ عَبدِالرحمٰنِ ،اسمُهُ عَبدُاللهِ بنُ عبدِالرحمنِ بن عوف.وهذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے اقرع بن حابسؓ نے نبی ﷺ کو حسنؓ کا بوسہ لیتے دیکھا راوی ابن ابی عمر کہتے ہیں حسن کا یا حسین، اقرعؓ نے کہا میرے دس بیٹے ہیں ان میں سے آج تک ایک کا بھی میں نے بوسہ نہیں لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا'' اس باب میں انس اور عائشہ سے روایات ہے، ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن کا نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے.

۱۳۔بابُ ماجاءَ فی النَّفَقَةِ عَلی البَنَاتِ والْأَخَوَاتِ

بیٹیوں اور بہنوں پر خرچ کرنے کے بیان میں

۱۲۳۔حَدَّثَنا أَحمدُ بنُ محمدٍ أَخبَرَنَا عبدُاللهِ بنُ المُبَارَكِ أَخبَرَنَا ابنُ عُیَینَةَ عَن سُهَیلِ بنِ أَبِی صَالِحٍ عَن أَیُّوبَ بنِ بَشِیرٍ عَن سَعِیدٍ الْأَعشَی عَن أَبِی سَعِیدٍ الْخُدرِیِّ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ کَانَتْ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَو ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوِابنَتَانِ أَو أُختَانِ فَأَحسَنَ صُحبَتَهُنَّ وَاتَّقَی اللهَ فِیهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ.

قَالَ:هٰذَا حَدِیثٌ غَرِیبٌ وقد رَوَی محمدُ بنُ عُبَیدٍ عَن محمدِ بنِ عَبدِالعَزِیزِ غیر حدیث بِهٰذَا الاسناد وقَالَ:عَن ابنِ أَبِی بَکرِ بنِ عُبَیدِاللهِ بنِ أَنَسٍ،والصَّحِیحُ هُوَ عُبَیدُاللهِ بنُ أبی بَکر بن أنس.

''سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو

بہنیں ہوں پھر وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان کے بارے میں اللہ سے ڈرے تو اس کے لئے جنت ہے"

۱۲۴۔حدثنا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُالعَزِيزِ بْنُ محمدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:لَا يَكُونُ لِأَحَدِكُمْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِنَّ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ.

قَالَ:وفي الباب عَنْ عَائِشَةَ وَعُقْبَةَ بن عَامِرٍ وَأَنَسٍ وجَابِرٍ وابنِ عَبَّاسٍ،قَالَ أبوعِيسَى: وأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ اسْمُهُ سَعْدُ بْنُ مَالِكِ بنِ سِنَانٍ وسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ هُوَ سَعْدُ بْنُ مَالِكِ بنِ وُهَيْبٍ.وقد زَادُوا في هذا الإِسْنَادِ رَجُلًا.

"سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ جنت میں داخل ہوگا"

اس باب میں عائشہ، عقبہ بن عامر، انس، جابر اور ابن عباس سے روایات ہیں، ابوسعید خدریؓ کا نام سعد بن مالک بن سنان ہے، سعد بن ابی وقاص وہ سعد بن مالک بن وہیب ہیں، محدثین نے اس سند میں ایک راوی زیادہ کیا ہے۔

۱۲۵۔حدثنا العَلَاءُ بنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالمَجِيدِ بنُ عَبْدِالعَزِيزِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنِ ابْتُلِيَ بِشَيْءٍ مِنَ الْبَنَاتِ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ، كُنَّ لَهُ حِجَاباً مِنَ النَّارِ. قَالَ أبوعِيسَى:هذا حَدِيثٌ حسنٌ.

"سیدہ عائشہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بیٹیوں کی وجہ سے آزمائش میں پڑے پھر وہ اس پر صبر کرے تو وہ اس کے لئے آگ سے آڑ ہوں گی" یہ حدیث حسن ہے۔

۱۲۶۔حدثنا أَحمدُ بنُ محمدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰه بنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابنِ شِهَابٍ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰه بنُ أَبِي بَكْرِ بنِ حَزْمٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَتِ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا فَسَأَلَتْ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئاً غَيْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ وَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ،فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:مَنِ ابْتُلِيَ بِشَيْءٍ مِنْ هَذِهِ الْبَنَاتِ كُنَّ لَهُ سِتْراً مِنَ النَّارِ. قَالَ أبوعيسى:هذا حديث حسن صحيحٌ.

"سیدہ عائشہ سے مروی ہے کہتی ہیں ایک عورت میرے پاس آئی اسکے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں اس نے مجھ سے سوال کیا مگر میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ پایا میں نے وہ کھجور ہی اسکو دیدی اس کو اس نے دونوں بچیوں میں تقسیم کر دیا اور خود اس سے کچھ نہ کھایا، پھر وہ چلی گئی اسکے بعد نبی ﷺ تشریف لائے میں نے آپ سے اسکا ذکر کیا آپ نے فرمایا جو ان بیٹیوں کیوجہ سے کچھ آزمائش میں مبتلا ہوا سکے لئے یہ دوزخ سے آڑ ہوں گی" یہ حدیث حسن صحیح ہے

۱۲۷۔حدثنا محمدُ بنُ وَزِيرٍ الوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا محمدُ بنُ عُبَيْدٍ (هو الطنافسي) حَدَّثَنَا محمدُ بنُ عَبْدِ العَزِيزِ

الرَّاسِبِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ دَخَلْتُ أَنَا وَهُوَ الْجَنَّةَ كَهَاتَيْنِ وَأَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حسنٌ غريبٌ. وقد رَوَى محمدُ بنُ عُبَيْدٍ عَن محمدِ بنِ عَبْدِالعَزِيزِ غَيْرَ حَدِيثٍ بهٰذَا الإسْنَادِ وَقَالَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بنِ عُبَيْدِاللّٰهِ بنِ أَنَسٍ، والصَّحِيحُ هُوَ عُبَيْدُاللّٰه بنُ أَبِي بَكْرِ بنِ أَنَسٍ.

''سیدنا انس بن مالک سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے دولڑکیوں کی پرورش کی ہیں اور وہ جنت میں اس طرح داخل ہوں گے، آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا'' اس حدیث کے علاوہ بھی اسی سند سے روایت کی ہے اور اس میں بیان کیا، ابی بکر بن عبید اللہ بن انس، اور صحیح عبید اللہ بن ابی بکر بن انس ہے۔

تشریح : ان میں بیٹیوں کی پرورش اور شفقت کا ذکر ہے۔ فاحسن صحبتھنّ ای اطعمھنّ، وسقاھن، وکساھنّ، فانفق علیھنّ وزوّجھن، واحسن ادبھنّ.

من ابتلی من البنات بشئی. بیٹیوں کو ابتلاء آزمائش کیوں کہا گیا۔ اسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اصل میں لوگ عموماً بیٹی کی پیدائش کو بنظر کراہت دیکھتے تھے چنانچہ فرمایا واذابشر احدھم بالانثی ظلّ وجھه مسوذا وھوا کظیم (نحل ۵۸) جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوش خبری دی جاتی تو اس کا چہرہ سیاہ ہوجاتا اور دم گھٹنے لگتا۔ لیکن یہ بات محل نظر ہے کیونکہ بچیوں کی پیدائش کو کراھت سے دیکھنا یہ کفار کی حکایت ہے۔ مومن کے لیے تو بیٹا نعمت اور بیٹی رحمت ہے۔ اس لیے اسکی صحیح وجہ یہ ہے کہ بچیوں کی پرورش اور تربیت میں جو مشقتیں اور مسائل پیش آتے ہیں انکی وجہ سے ابتلاء فرمایا گیا اور عموماً بچیاں معیشت میں معاون نہیں ہوتیں الا قلیل.

کیا ایک بیٹی کی تربیت کرنیوالا بھی سابقہ بشارت کا مستحق ہوگا؟

ا۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ فضیلت اسکو ملیگی جو تین یا کم سے کم دو کی عیالداری کرے کیونکہ حدیث میں لفظ جمع ہے یا جاریتین تثنیہ۔ ایک کیلئے یہ بشارت نہیں۔ ۲۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ ایک بچی کی عیالداری کرنے والا بھی اس خوشخبری سے محروم نہ ہوگا۔

دلیل: من ابتلی من البنات بشئی. اس میں من تبعیضیہ اور لفظ شئی (دال علی القلۃ) ہے اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک بیٹی والا بھی یہ خوشخبری پائیگا۔ ۲۔ اوسط طبرانی میں بروایت ابو ہریرہؓ صریح روایت ہے قلنا وبنتین قالَ وبنتیں قلنا وواحدة قالَ وواحدة . ہم نے کہا اور دو تو فرمایا دو، ہم نے کہا ایک تو فرمایا ایک بھی، اس لیے قول ثانی راجح ہے۔

فاحسن صحبتھنّ . اس سے بچیوں کے حقوق واجبہ ثابت ہوتے ہیں یا مزید بھی۔ لفظ احسان کا تقاضہ یہی ہے کہ ان کے حقوق سے بڑھ کر ان سے اچھا برتاؤ اور تعاون کیا جائے۔ احسان وحسن سلوک کریں گے تو بدلہ جنت حسنٰی کی صورت میں ملیگا۔

سوال! اس حدیث میں ہے کہ میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا مسلم شریف میں ہے ''فاطعمتھا ثلاث'' میں نے تین دیں؟

جواب! ا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے تین کھجوریں دیں جیسے حدیث مسلم میں ہے حدیث باب میں ایک کا ذکر اس لئے ہے کہ وہ روایت بالمعنٰی ہے راوی نے اہم اور قابل ذکر چیز کو ذکر کر دیا پورے واقعہ کو نہیں لیا۔ کیونکہ ایک ایک تو سب کیلئے برابر تھی لیکن مسکینہ ماں نے

ایک بھی چیر کر بچیوں کو دے دی۔ فی الواقع تین دیں پہلے راوی نے ایک کو ذکر کیا۔ ۲۔ اولا بوقت طلب ایک تھی وہ دے دی اتنے میں دو اور سیدہ عائشہ صدیقہ کو مل گئیں وہ بھی دیدیں اب مجموعہ تین ہو گیا۔ جو مسلم کی حدیث میں مذکور ہے اور پہلی دفعہ ایک دینے کا ذکر حدیث باب میں موجود ہے۔ ۳۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دو الگ قصے ہیں ایک میں ایک دی جس کا حدیث باب میں ذکر ہے اور دوسرے موقع پر تین دیں جیسے حدیث مسلم میں ہے۔ وفیہ بُعد. یہاں ترمذی میں صرف ایک کا ذکر ہے جبکہ مسلم ۲/ میں دونوں احادیث الگ سندوں کے ساتھ مذکور ہیں ان سے پہلا جواب راجح معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ! بہنوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بھی اسی بشارت کا مستحق ہوگا۔

١٤۔بابُ ماجاءَ فی رَحمَةِ الْيَتِيمِ و كفالتهِ

یتیم پر رحم اور اس کی کفالت کرنے کے بیان میں

١٢٨۔حَدَّثَنَا سَعِيدُ بنُ يَعقُوبَ الطَّالِقَانِيُّ حَدَّثَنَا المعْتَمِرُ بنُ سُلَيمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ أبِي يُحَدِّثُ عَن حَنَشٍ عَن عِكْرِمَةَ عَن ابنِ عَبَّاسٍ أنَّ النبيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ قَبَضَ يَتِيماً من بَيْنَ المُسْلِمِينَ إلى طَعَامِهِ وَشَرَابِهِ أدْخَلَهُ اللهُ الجَنَّةَ البَتَّةَ إلَّا أنْ يَعْمَلَ ذَنْباً لَا يُغفَرُ له.

قَالَ وفي البابِ عَن مُرَّةَ الفِهْرِيِّ وأبي هُرَيرَةَ وَأبِي أُمَامَةَ وَسَهْلِ بنِ سَعْدٍ .قَالَ أبوعِيسَى: وَحَنَشٌ هُوَ حُسَيْنُ بنُ قَيْسٍ وَهُوَ أبُو عَلِيٍّ الرَّحَبِيُّ .وسُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ يقولُ:حَنَشٌ:وَهُوَ ضَعِيفٌ عِندَ أهْلِ الحَدِيثِ .

”سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا جس نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم کو اپنے ساتھ کھلایا پلایا، اللہ اس کو جنت میں داخل کریں گے مگر وہ کوئی ایسا عمل کرے جو بخشا نہ جائے“

اس باب میں مرہ فہری، ابو ہریرہ، ابوامامہ اور سہیل بن سعد سے روایات ہیں، حنش سے مراد حسین بن قیس ہیں سلمان تیمی کہتے ہیں محدثین کے نزدیک حنش ضعیف ہیں۔

١٢٩۔حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بنُ عِمْرَانَ أبُو القَاسِمِ المَكِّيُّ القُرَشِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُالعَزِيزِ بنُ أبِي حَازِمٍ عَن أبِيهِ عَن سَهْلِ بنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:أنَا وَكَافِلُ اليَتِيمِ في الجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ،وَأشَارَ بِإصْبَعَيْهِ يَعْنِي السَّبَّابَةَ وَالوُسْطَى . هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

”سہیل بن سعد سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنیوالا جنت میں ان دو کی طرح قریب قریب ہوں گے، آپ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا“ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : والدین کے آداب و حقوق اور صلہ رحمی کے بعد باب گیارہ سے امام ترمذیؒ بچوں کے متعلق چند ابواب میں احادیث ذکر کرتے آرہے ہیں، سب کا حاصل قریب قریب ایک ہے کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی رحمت و نعمت ہے اور تقویت و جنت کا سبب ہے، پھر صرف اپنی اولاد نہیں بلکہ یتیم اور دیگر بچوں اور بچیوں کی پرورش و کفالت سے بھی انسان اجر و ثواب پا سکتا ہے۔ من قبض یتیما: ایک روایت میں ”آوی یتیما“ وارد ہے، مطلب یہ ہے کہ کفالت و نگہداشت کی اخراجات برداشت کئے، استعمال کے اعتبار سے یتیم کے

معانی مختلف ہیں،۔۱۔انسانوں میں وہ بچہ یا بچی جس کے باپ کا انتقال ہوگیا ہو۔۲۔جانوروں میں وہ بچھڑا وغیرہ جسکی ماں مرگئی ہو۔
۳۔جمادات و بے جان چیزوں میں سے یتیم وہ ہے جسکی مثل نہ ہو جسے درّ یتیم الّا ان یعمل ذنبا لا یغفر: ۱۔اس سے مراد شرک ہے (طیبی) ۲۔حقوق العباد مراد ہیں۔۳۔دونوں مراد ہیں،اس سے اشارہ فرمادیا یتیم کا مال نہ کھائیں۔

۱۵۔بَابُ مَاجَاءَ فِی رَحْمَةِ الصِّبْيَانِ

بچوں پر شفقت کے بیان میں

۱۳۰۔حَدَّثَنَا محمدُ بنُ مَرْزُوقٍ البَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بنُ وَاقِدٍ عَنْ زَرْبِيٍّ قَالَ:سَمِعْتُ أَنَسَ بنَ مَالِكٍ يَقُولُ: جَاءَ شَيْخٌ يُرِيْدُ النبيَّ ﷺ، فَأَبْطَأَ القَوْمُ عَنْهُ أَنْ يُوَسِّعُوا لَهُ، فقالَ النبيُّ ﷺ:لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا. قَالَ:وفی البابِ عَنْ عَبْدِاللهِ بنِ عَمْرٍو وأَبِي هُرَيْرَةَ وابنِ عَبَّاسٍ وأَبِي أُمَامَةَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى:هذا حَدِيثٌ غريبٌ،وزَرْبِيٌّ لَهُ أَحَادِيثُ مَنَاكِيرُ عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ وغَيْرِهِ.

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے ایک بوڑھے آدمی نبی ﷺ سے ملنے آئے،لوگوں نے انہیں جگہ دینے میں دیر کی تو آپ نے فرمایا جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کی وہ ہم میں سے نہیں''

اس باب میں عبداللہ بن عمرو،ابو ہریرہ،ابن عباس اور ابوامامہ سے روایات ہیں،یہ حدیث غریب ہے،زربی منکر حدیثیں انس بن مالک اور دوسرے لوگوں سے روایت کرتا ہے۔

۱۳۱۔حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرٍ محمدُ بنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا محمدُ بنُ فُضَيْلٍ عَنْ محمدِ بنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيْرِنَا.

''عمرو بن شعیب،بواسطہ والد اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں''

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ محمد بن إِسْحَاقَ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا.

۱۳۲۔حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرٍ محمدُ بنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بنُ هَارُونَ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ غريبٌ وحَدِيثُ محمدِ بنِ إسحاقَ عَنْ عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وقد رُوِيَ عَنْ عَبْدِاللهِ بنِ عَمْرٍو مِنْ غَيْرِ هَذَا الوَجْهِ أَيْضاً.قَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ:مَعْنَى قَوْلِ النبيِّ ﷺ:لَيْسَ مِنَّا يَقُولُ:ليس من سُنَّتِنَا،لَيْسَ مِنْ أَدَبِنَا.وقَالَ عليُّ بنُ المَدِينِيِّ قَالَ يَحْيَى بنُ سَعِيدٍ:كَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ يُنْكِرُ هَذَا التَّفْسِيرَ:لَيْسَ مِنَّا يقول: لَيْسَ مِثْلَنَا.

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور نیک کاموں کا حکم نہ کرے اور برائیوں سے نہ روکے''

یہ حدیث حسن غریب ہے، عمرو بن شعیب سے محمد بن اسحاق کی روایت حسن صحیح ہے یہ روایت عبداللہ بن عمرو سے اس طریق کے سوا بھی مروی ہے، بعض اہل علم نے نبی ﷺ کے فرمان لیس منا کے یہ معنی بتائے ہیں وہ ہماری سنت اور ہمارے طریقہ پر نہیں، لیکن علی بن مدینی نے بواسطہ یحیی بن سعید سفیان سے نقل کیا کہ وہ اس تفسیر پسند نہیں کرتے تھے وہ کہتے ہماری مثل نہیں بس۔

تشریح: جاء الشیخ: لم اقف علی اسمه. فابطأ القوم....: ای تاخر القوم قوم نے اسے جگہ دینے میں دیر کی تو آپ ﷺ نے فرمایا، لیس منا....: امام ترمذی نے باب کے آخر میں بقول بعض اس کی وضاحت کی ہے کہ وہ ہمارے طور طریقے اور اخلاق وعادات پر نہیں، جبکہ سفیان ثوری نے بقول ترمذی اور سفیان بن عیینہ نے بقول نووی اس تاویل پر نکیر کی ہے کہ تاویل کر کے بات کو کمزور نہ کریں بلکہ اپنے اصلی معنی پر محمول کریں تا کہ زجر وتوبیخ مکمل ہو کہ وہ ہم جیسا ہی نہیں۔
لم یوقر کبیرنا: اس سے مراد عام ہے بھلے عمر میں بڑا ہو یا علم وعمل اور تقویٰ میں۔ آخری حدیث میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر ہے، اسی طرح بعض روایات میں ''لم یبجل علماء نا'' بھی وارد ہے، یوقر یا مر، ینہ بواسطہ عطف مجزوم ہیں۔

۱۶۔ بابُ ماجاءَ فِی رَحْمَةِ الناس

لوگوں پر مہربانی کرنے کے بیان میں

۱۳۳۔ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ محمد بن بَشَّارٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیدٍ عَنِ اسماعیلَ بنِ أَبِی خَالِدٍ حَدَّثَنَا قَیْسُ بْنُ أَبِی حَازِمٍ حَدَّثَنَا جَرِیرُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: مَنْ لَمْ یَرْحَمِ النَّاسَ لَا یَرْحَمْهُ اللّٰہُ.

قَالَ أبوعیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ. قَالَ وفی الباب عَنْ عَبْدِالرحمنِ بنِ عَوْفٍ وَأَبِی سَعِیدٍ وابنِ عُمَرَ وَأَبِی هُرَیْرَةَ وَعَبْدِاللّٰہِ بنِ عَمْرٍو.

''جریر بن عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں فرماتے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس باب میں عبدالرحمٰن بن عوف ابوسعید، ابن عمر، ابوہریرہ، ابوعبداللہ بن عمرو سے روایات ہیں۔

۱۳۴۔ حدثنا محمودُ بنُ غَیْلانَ حَدَّثَنَا أبوداوُدَ أَخبرَنَا شُعْبَةُ قَالَ: کَتَبَ بِهِ إِلَیَّ مَنْصُورٌ وَقَرَأْتُهُ عَلَیْهِ: سَمِعَ أَبَا عُثْمَانَ مَوْلَی الْمُغِیرَةِ بنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ یقولُ: لا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ إِلَّا مِنْ شَقِیٍّ.

هذا حدیث حسن. وأبوعُثْمَانَ الذی رَوَی عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ لا نَعْرِفُ اسْمَهُ ویُقَالُ هُوَ وَالِدُ مُوسَی بنِ أبی عُثْمَانَ الَّذِی رَوَی عَنْهُ أَبُوالزِّنَادِ. وقد رَوَی أَبُو الزِّنَادِ عَنْ مُوسَی بنِ أَبِی عُثْمَانَ عَنْ أَبِیهِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النبیِّ ﷺ غَیْرَ حَدِیثٍ.

سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے ابوالقاسم ﷺ سے سنا فرما رہے تھے، نہیں نکالی جاتی رحمت مگر بدبخت سے''۔

یہ حدیث حسن ہے، ابوعثمان جو ابوہریرہ سے نقل کرتے ہیں، ہم ان کا نام نہیں جانتے، کہا گیا ہے کہ یہ موسیٰ بن ابی عثمان کے والد ہیں جو ابوالزناد سے راوی ہیں، ابوالزناد نے بواسطہ موسیٰ ابن ابی عثمان جو اپنے باپ سے نقل کرتے

ہیں، اس حدیث کے علاوہ ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔

۱۳۵۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ،حَدَّثَنَا سُفيَانُ عَن عَمرِو بنِ دِينَارٍ عَن أَبِي قَابُوسَ عَن عَبدِاللّٰهِ بنِ عَمرٍو قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: الرَّاحِمُونَ يَرحَمُهُمُ الرَّحمٰنُ.ارحَمُوا مَن فِي الأَرضِ يَرحَمكُم مَن فِي السَّمَاءِ.الرَّحِمُ شُجنَةٌ مِنَ الرَّحمٰنِ فَمَن وَصَلَهَا وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَن قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللّٰهُ .قَالَ أَبو عِيسَى:هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مہربانی کرنیوالوں پر رحمان رحم کرتا ہے تم رحم کروان پر جو زمین میں ہیں، تم پر رحمت کریگا وہ جو آسمان پر ہے، رحم رحمٰن کی شاخ ہے جو اسے ملائے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اسے ملا ئیگا اور جو اس سے توڑیگا اس سے اللہ تعالیٰ بھی توڑیگا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : عن ابی قابوس. قابوس عجمة وعلمية کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ الراحمون .... یہ حدیث مسلسل بالاولیت کے ساتھ مشہور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ احادیث پڑھنے اور پڑھانے والے سب سے پہلے یہ حدیث پڑھ لیں اور اسکا تسلسل سفیان بن عیینۃ تک ہے اور ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ جو تسلسل کو ابن عیینۃ سے اوپر تک بیان کرتا ہے تحقیق اسے وہم ہوا۔ قَالَ السخاوی فی تائیده انما یصحّ التسلسل فیه الی ابن عینیة خاصّة ثم انقطع فیمن فوقه علی القول المعتمد. (بذل)

مسلسل کا مطلب: مسلسل کا مطلب یہ ہے کہ ایک حدیث ایک خاص ہیئت و بیان کے ساتھ چلی آرہی ہو کہ آپؐ نے صحابی کو پھر صحابی نے اپنے تلمیذ تابعی کو پھر اس نے اپنے شاگرد محدث کو.......... ایک خاص ہیئت و حالت کے ساتھ حدیث بیان فرمائی مثلاً ایک حدیث مسلسل بالماء والتمر یا مسلسل بالاسو دین ہے کہ آپؐ سے اب تک سلسلہ یوں ہی چلا آرہا ہے کہ حدیث پڑھانے والا پانی اور کھجور دیتا ہے پھر حدیث سناتا ہے کہ آپؐ نے ایسے ہی کیا تھا کہ پانی اور کھجور دیئے پھر ارشاد فرمایا۔ اسی طرح مسلسل بالمصافحہ والتشبیک ہے کہ آپؐ نے مصافحہ فرمایا اور تشبیک کی یعنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں (جیسے بلاتکلف دوست کرتے ہیں) اسی طرح ایک مسلسل ''بوضع الید علی الراس'' ہے کہ آپؐ نے حدیث ارشاد فرماتے وقت سر پر ہاتھ رکھا تو ابوھریرہؓ نے بھی بیان کرتے وقت سر پر ہاتھ رکھا، اسی طرح ایک حدیث ''مسلسل بالعاشورۃ'' ہے کہ آپؐ نے دس محرم کو حدیث بیان فرمائی تو صحابیؓ نے بھی دس محرم کو بیان کی اور آج تک یہی سلسلہ چلا آرہا ہے کہ وہ حدیث محرم الحرام کی دس تاریخ کو بیان کرتے ہیں۔ استاذ کبیر شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے پاس مسلسلات والی کثیر احادیث ہیں جن کی وہ دس محرم کو جامعہ دار العلوم کراچی میں اجازت دیتے ہیں اور باقاعدہ تشبیک و مصافحہ کرتے ہیں۔

راقم کو بھی بحمداللہ دس کے قریب مسلسلات کی اجازت کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور مسلسلات پر مستقل رسالے بھی طبع شدہ ملتے ہیں۔

اہل زمین کیلئے رحمت ہونے کا مطلب؟ رحمت کا معنٰی رأفت ونرمی ہے کہ آدمی انسان و حیوان اور دیگر جملہ مخلوقات سے رقت وشفقت اور نرمی وعطوفت سے پیش آئے ایذا نہ پہنچائے بلکہ تکلیف و مصیبت اور آفت سے بچائے لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ

ہر وقت ایک ہی حالت میں پیش آئے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت کی پیروی میں ان سے نرمی کرے اور اگر خلاف شرع کا ارتکاب ہو تو پھر سزا کا اجراء اور حدود کا نفاذ ضروری ہے کیونکہ قرآن کریم میں صحابہ کرام کی صفات کیلئے صرف رحماء اور اذلة نہیں ہے بلکہ " اشداء علی الکفار ، رحماء بینهم ، اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکفرین اور لایخافون لومة لائم " موجود ہیں۔ جیسا کہ حضورؐ بتصریح نص قرآنی رؤف ورحیم اور رحمة اللعالمین ہیں لیکن حدود کو نافذ فرمایا ہے کہ یہ رحمت وشفقت کے خلاف نہیں بلکہ عین انصاف اور عدل ہے۔ والرحمة مقیدة باتباع الکتاب والسنة ، فاقامة الحدود والانتقام لحرمة الله تعالیٰ لاینافی کل منهما الرحمة (عون)

کتب به الیّ منصور وقرأته علیه : یہ سند میں الفاظ بیان کے متعلق ہے۔ اصول یہ ہے کہ استاد پڑھے اور تلامذہ سنیں تو طالب علم آگے بیان کرتے وقت حَدَّثَنَا، حدثنی کہیں گے اور اگر طالب علم پڑھے اور استاد سنے تو پھر آگے بیان کرتے وقت شاگرد اخبرنی، اخبرنا کہیں گے اگر شیخ لکھ کر بھیج دے تو کتابۃ کہلاتی ہے اس کے بیان کے وقت شاگرد انبأنی، انبأنا کہتا ہے، شعبہ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ پہلے میرے شیخ منصورؒ نے مجھے لکھ کر بھیج دیا پھر موقع ملنے پر میں نے ان کے سامنے پڑھ بھی لیا تو کتابۃ وقرأۃ دونوں طرح سے یہ روایت مجھے حاصل ہے۔ اس طرح استاد کے پڑھنے کیلئے الگ اور سننے کیلئے تعبیر دوجدا الفاظ سے ہوگی۔ عموماً محدثین کے ہاں یہی ہے کہ اخبرنا اور حَدَّثَنا میں فرق ہے۔ تفصیل ہم مقدمے میں پڑھ چکے ہیں اب دیکھ کر تازہ کرلیں۔ مزید قراءۃ، رسالۃ، کتابۃ، اجازۃ، وجارۃ، کی بحث مقدمے میں ملاحظہ ہو۔

لاتنزع الرحمة الامن شقی ۔ یہ فعل مضارع مجہول ہے شقی سے مراد کافر و فاجر ہے کہ دنیا میں تھکا اور آخرت میں عذاب میں مبتلا ہوا۔ ای کافر او فاجر یتعب فی الدنیا ویعاقب فی العقبی (عون) اور رحمت وشفقت کا فائدہ درحقیقت اپنے آپ کو ہی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ " ان احسنتم احسنتم لانفسکم " وان اسأتم فلها (اسراء۔۷)

و یعرف حق کبیرنا. اسکا یرحم پر عطف ہے اور لم کی وجہ سے مجزوم ہے۔ آخری حدیث میں یرحمکم ارحموا کا جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

صلہ رحمی اور قطع رحمی کا حکم: مفصل باب ۹ میں ہم پڑھ آئے ہیں۔

۱۷۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی النَّصِیْحَةِ

خیرخواہی کے بیان میں

۱۳۶۔ حَدَّثَنَا محمد بن بَشَّارٍ بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بنُ عِیسَی عَن محمدِ بنِ عَجْلَانَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بنِ حَکِیمٍ عَنْ أَبِی صَالِحٍ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ، ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالُوا یَارَسُولَ اللهِ لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِکِتَابِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ. هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

وفی البابِ عَنْ ابنِ عُمَرَ وَتَمِیمٍ الدَّارِیِّ وَجَرِیرٍ وَحَکِیمِ بنِ أَبِی یَزِیدَ عَنْ أَبِیهِ وَ ثَوْبَانَ

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا دین خیر خواہی ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کس کیلئے؟ فرمایا اللہ کیلئے اور اللہ کی کتاب کیلئے اور مسلمانوں کے ائمہ کیلئے اور عام مسلمانوں کیلئے“

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس باب میں ابن عمر، تمیم داری، جریر، حکیم بن ابی یزید بواسطہ والد، ثوبان سے روایات ہے.

۱۳۷۔حدّثنا محمدُ بنُ بَشّارٍ حَدَّثَنا يَحيَى بنُ سَعِيدٍ عَن اسماعيلَ بنِ أَبِي خَالِدٍ عَن قَيسِ بنِ أَبِي حَازِمٍ عَن جَرِيرِ بنِ عَبدِاللهِ قَالَ: بَايَعتُ النبيَّ ﷺ على إِقَامِ الصَّلوٰةِ وإِيتَاءِ الزكاة والنُّصحِ لِكُلِّ مُسلِمٍ.

قَالَ: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صَحِيحٌ.

”سیدنا جریر بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے نماز قائم کرنے زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی“ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اصل النصيحة في اللغة الخلوص، وهي ارادة الخير للمنصوح له (عون) نصیحت کا اصل معنٰی اخلاص اور صدق نیت ہے اور اس کا مفہوم خیر خواہی اور بھلائی چاہنا ہے آدمی کیلئے، امت کیلئے، ادارے کیلئے، تلامذہ کیلئے، خدام کیلئے .... دین اسلام اس کا مجسمہ اور مجموعہ ہے کہ سب کی خیر چاہیں حتیٰ کہ اس امت کے سب سے بڑے کافر کے لئے بھی ہدایت اور خیر خواہی چاہیں آپؐ نے بنفس نفیس ابو جہل کیلئے بھی ہدایت کی دعا فرمائی۔

حدیث کا مطلب: قَالَ و لمن يارسول الله ؟ قَالَ: لله و كتابه.......... اللہ تعالیٰ کیلئے نصیحت کا معنٰی ہے ” الاعتقاد في واحد انيته و اخلاص النية في عبادته کہ توحید پر عقیدۂ صحیح اور پختہ ہو عبادت و اعمال میں اخلاص ہو۔ کتاب کیلئے نصیحت کا معنٰی ہے۔” الايمان به والعمل بما فيه“ اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا، رسول کیلئے التصديق بنبوّته ، وبذل الطاعة له، فيما امر به ونهى عَنه“ ان کی نبوت کی تصدیق کرنا اور ان کے نبی آخر الزمان ہونے پر ایمان لانا اور اوامر و نواہی میں ان کی مکمل اطاعت کرنا جتنی بس میں ہو۔ امراء و سلاطین کیلئے نصیحت کا معنٰی ان يطيعهم في الحق ، وان لايرى الخروج عليهم بالسيف اذاجارو. ان کی اطاعت کرنا اور بغاوت نہ کرنا۔ عام مسلمانوں کیلئے نصیحت کا معنٰی ہے” ارشادهم الى مصالحهم ، واردة الخير لهم “ اصلاح و فلاح اور ان کی مصالح کی طرف رہنمائی کرنا اور ان سے بھلائی کا ارادہ رکھنا۔

اس کے برعکس ہم ہیں کہ کسی مجبور کو دیکھ کر کہتے ہیں آج مندہ ہے پانچ کی چیز تین میں بک رہی ہے اور مرتا کیا نہ کرتا وہ مجبور ہو کر اپنا نقصان برداشت کرتا ہے۔ حالانکہ ایک مسلمان کو ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ کسی مجبور حال کی مجبوری سے فائدہ اٹھائے اور بجائے تعاون کے اور کاٹ لے۔ اگلے باب میں یہی مذکور ہے کہ مسلمان کی اعانت ہو بقدر وسعت نصرت ہو اور اس کا دکھ درد ختم یا کم کرنے کی ضرور کوشش کریں اور کسی کی لغزش پر اطلاع ہو تو پردہ پوشی کریں۔

۱۸۔بابُ مَاجَاءَ في شَفقَةِ المسلِمِ على المُسلِمِ

مسلمان کی مسلمان پر شفقت کے بیان میں

۱۳۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطِ بْنِ محمدٍ القُرَشِيُّ، حدثني أبي عَن هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَن زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَن أَبِي صَالِحٍ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَخُونُهُ وَلَا يَكْذِبُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ، التَّقْوَى هَهُنَا بِحَسْبِ امْرِيءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْتَقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ.
هذا حَدِيثٌ حسنٌ غريبٌ .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اسکی خیانت کرے نہ اس سے جھوٹ بولے اور نہ اسکو رسوا کرے مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے اس کی آبرو اسکا مال اور اسکا خون، تقویٰ یہاں دل میں ہوتا ہے کسی آدمی کے براء ہونے کیلئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر جانے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے.

۱۳۹۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَن بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِاللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَن جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَن أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً.
قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديثٌ [حسنٌ] صحيحٌ وفي البابِ عَن علي وأبي أيوب .

''سیدنا ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک مؤمن دوسرے مؤمن کیلئے ایک عمارت کی طرح ہے اس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے'' یہ حدیث صحیح ہے، اس باب میں علی اور ابوایوب سے روایت ہے''

۱۴۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ عُبَيْدِاللهِ عَن أَبِيهِ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ أَحَدَكُمْ مِرْآةُ أَخِيهِ، فَإِنْ رَأَى بِهِ أَذًى فَلْيُمِطْهُ عَنْهُ. قَالَ أبو عِيسَى: وَيَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللهِ ضَعَّفَهُ شُعْبَةُ. قَالَ: وفي البابِ عَن أَنَسٍ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے، اگر وہ اس میں کوئی برائی دیکھے تو اسے دور کردے'' اس باب میں حضرت انس سے روایت ہے.

تشریح: اس باب میں تین حدیثیں ہیں ان میں ظلم کی حرمت و مذمت اور خدمت و اعانت کا ذکر ہے۔

حدیث اول: لا یخذلہ، اسکو رسوا نہیں کرتا کہ بوقت ضرورت اور قدرت کے اسکا دفاع نہ کرے یہ درست نہیں دوسری حدیث میں ہے لا یظلمہ و لا یسلمہ. نہ خود اس پر ظلم کرتا ہے نہ دوسرے بے رحم کے سپرد کرتا ہے۔ ولا یحقرہ اسکو حقیر نہیں سمجھتا مثلاً قلت مال، عدم حسن و جمال اور دناءت نسب کی وجہ سے اسکی تحقیر خود نہیں کرتا اور کسی کو ایسا کرنے بھی نہیں دیتا۔ التقویٰ ھھنا کیونکہ اعمال ظاہرہ سے اصل تقویٰ حاصل نہیں ہوتا بلکہ تقویٰ ایک عمل قلبی ہے جو اعمال ظاہرہ کو قوت اور طاقت بخشتا ہے۔ یہ اللہ کی عظمت خشیت اور استحضار سے حاصل ہوتا ہے اس لئے سینے کی طرف اشارہ فرمایا کہ تقویٰ سینے میں ہے تو مزہ جینے میں ہے۔ اس اشارے سے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ تقویٰ کا پتہ معاشرت و معاملات میں لگتا ہے کہ دل میں ہے یا نہیں کیونکہ صرف تسبیح اور نماز کو تقویٰ و تصوف سمجھ لیا اور معاملات میں صفایا...... نہیں اس سے تقویٰ اور للھیت کا پتہ چلتا ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ تمہیں حسن و جمال اور مال کی وجہ سے نہیں اعمال اور صفاء قلب کی وجہ سے اچھا بدلہ ملے گا اور نظر رحمت

ہوگی۔اس لئے تطہیر قلب اور اصلاح اعمال کی کوشش کرو مال و جمال تو جانے والے مہمان ہیں جو پیچھے مڑ کر بھی نہ جھانکیں گے۔تم مال کی کثرت اور جسم کے فربہ کرنے کی کوشش نہ کرو بلکہ اعمال میں ترقی وصعود اور اہتمام کی کوشش کرو جس پر ابدالآباد کی نعمتیں ملنے والی ہیں۔**بحسب امرأ** ....: میں بازائدہ ہے، حسب امرأ من الشرّ مبتدا ہے، ان یحتقر بتاویل مصدر اس کی خبر ہے جملہ اسمیہ خبریہ۔

غلط فہمی کا ازالہ: ا۔ بعض لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کرنے کی کوشش کی ہے کہ انسان سے صرف دل کی صفائی اور تزکیہ مقصود ہے اعمال ظاہرہ نماز وغیرہ مطلوب نہیں (یہ عجیب نہیں کہ نماز، روزہ وغیرہ اعمال تو دل کے ہیں لیکن روٹی تازہ تندور کی! محترم دنیا میں رہتے ہوئے آدمی بقدر ہمت اعمال کا مکلّف ہے) اور وہ لفظ "**ولكن ينظر الى قلوبكم**" کو استدلال میں پیش کرتے ہیں لیکن یہ بھینگا پن ہے کہ متصل **و اعمالكم** بھی موجود ہے کہ اعمال کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور قرآن وحدیث میں بیسیوں جگہ **آمنو و عملو الصلحت** آیا ہے۔اسکا کوئی مقصد نہیں؟ دل کا یقین اور جسم کے اعمال دونوں مطلوب ہیں ۲۔اسی طرح بعض خام خیال اس حدیث سے یہ استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اعضاء و جوارح اور جسم سے احکام شریعہ کا کوئی تعلق نہیں صرف دل صاف ہو باقی خیر ہے کہ داڑھی منڈانا، مونچھیں بڑھانا، عورتوں اور کفار سے مشابہت اختیار کرنا......اس میں بھی تو کوئی حرج وفرق نہیں ۔حالانکہ اس واہیات خیال کا حدیث باب سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ **اصبغوا ولا تشبهو باليهود** اور **من تشبه بقوم فهو منهم** **اوفروا اللحیٰ و احفو الشوارب**" وغیرہ احادیث صحیحہ میں ظاہر کی اصلاح اور سدھارنے کا حکم دیا گیا ہے انبیاء وصالحین کی بو دوباش اپنانے کا حکم ہے۔اور کتنے سارے اعمال ظاہر ہیں جس کے احکام شریعت میں بیان کئے گئے ہیں مثلاً نماز، زکوۃ ،حج، روزہ، جہاد، قتال، صداقت، امانت، عدالت، حیاء، شرافت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے دکھایا اور اپنانے کا حکم دیا! اور صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، مفسرین، محدثین الغرض جملہ سلف صالحین نے اطاعت واتباع کی۔

عشر من الفطرة ۱۔قص الشارب ۲۔اعفاء اللحیة ۳۔السواک ۴۔استنشاق الماء ۵۔قص الاظفار ۶۔غسل البراجم ۷۔ نَتفُ الابط ۸۔حلق العانه ۹۔الختان ۱۰۔المضمضه یہ احکام ظاہرہ ہیں یا؟؟

المؤمن للمؤمن كالبنيان: یہ بالکل واضح مثال ہے کہ مسلمان من حیث الملت ایک دوسرے کے معاون ومحافظ ہیں۔

فليمطه عنه: ا۔اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جس طرح آئینہ اپنے سامنے آنے والے کے چہرہ پر پرچھائیاں اور نشان واضح کر دیتا ہے جو درحقیقت صاف کرنے کی ترغیب وتنبیہ ہے اسی طرح ایک مؤمن بھی دوسرے کو متنبہ کر دیتا ہے،۲۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آئینہ کے سامنے آکر انسان اپنے داغ دھبے دیکھ کر انہیں دور کرتا ہے اسی طرح دوسرے میں عیوب دیکھ کر اپنے آپ کو ان سے بچانے کی کوشش کریں، الغرض دوسرے کو متنبہ کریں خود اجتناب کریں۔مزید یہ کہ ا۔جس طرح آئینہ میں عیوب دیکھ آئینہ کو نہیں توڑتے صفائی کرتے ہیں اسی طرح عیوب بتانے والے مخلص کو اپنا محسن سمجھیں اس پر سیخ پا ہونے کی بجائے اپنی اصلاح کریں،۲۔ شیشہ اتنے ہی عیب دیکھاتا ہے جتنے منہ پر ہوں اسی طرح آدمی کو بھی چاہئے اپنی طرف سے بڑھائے نہیں از راہ خیر خواہی جتنی بات ہو اتنی بتلائے بات س بتنگڑ نہ بنائے،۳۔جس طرح آئینہ صرف دیکھنے والے کے سامنے عیب ظاہر کرتا ہے واویلا نہیں کرتا اسی طرح انسان کو بھی چاہئے سب کو نہ کہتا پھرے،۴۔جس طرح آئینہ عیب بتا کر خود صاف رہتا ہے اس بلیغ تشبیہ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کسی

مسلمان کے عیوب دیکھ کر اصلاح کیلئے اطلاع تو ضرور کریں لیکن اس کے بارے میں دل کو صاف رکھیں، بغض وعداوت اور تحقیر کو دل میں جگہ نہ دے وکثیر من الفوائد۔

۱۹۔بابُ مَاجَاءَ فِی السَّتْرِ عَلَی المسلم

مسلمانوں کی عیب پوشی کے بیان میں

۱۴۱۔حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بنُ أَسْبَاطِ بنِ محمد القُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حدثنا الأَعْمَشُ قَالَ حُدِّثْتُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ علی مُعْسِرٍ فِي الدُّنْيَا يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ علی مُسْلِمٍ فِي الدُّنْيَا سَتَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَاللَّهُ فِي عَوْنِ العَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ.

قَالَ: وفي البابِ عَنِ ابنِ عُمَرَ وَعُقْبَةَ بنِ عَامِرٍ. هذا حديثٌ حسنٌ. وقد رَوَى أَبُو عَوَانَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هذا الحَدِيثَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النبيِّ ﷺ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ حُدِّثْتُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا جس نے کسی مسلمان سے دنیا کی مشقتوں میں سے کوئی تکلیف دور کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کی مشقتوں میں سے پریشانی دور کریگا اور جس نے کسی تنگدست قرضدار پر دنیا میں آسانی کی، اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت دونوں میں آسانی فرمائیگا اور جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں میں اس کے عیب پر پردہ ڈالے گا اور اللہ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے، جبتک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے''

اس باب میں ابن عمر اور عقبۃ بن عامر سے روایت رہے، یہ حدیث حسن ہے، ابوعوانہ اور دوسرے حضرات نے اس حدیث کو اعمش ابی صالح سے نقل کیا ہے، لیکن حدثتُ عن ابی صالح صیغہ مجہول ذکر نہیں کیا.

تشریح: دوسری حدیث میں ہے: من رای عورة ای هی مایکره الانسان ظهوره ، فالمعنى : من علم عيبا اوامرا قبيحا في مسلم اوخصلة قبيحة ولو معصية ولم يتجاهر بفعلها (عون) لفظ عورت کا معنیٰ ہے وہ چیز جس کا ظاہر ہونا آدمی کو ناگوار ہو۔ بری عادت اور عیب جو کسی مسلمان مرد و عورت میں نظر آئے تو اسے رسوا و افشاء کرنے کی بجائے اخفاء کرے تاکہ وہ توبہ کرلے ہاں اگر علی الاعلان اور کھلم کھلا اس حرکت کا مرتکب ہوتا ہے تو پھر یہ حکم نہ ہوگا اگرچہ انداز پھر بھی اصلاحی ہو اعتراض نہ ہو کہ اس سے سدھرنے کی توقع ہے ورنہ مزید بگڑنے کا اندیشہ۔ اور کسی کی عیب جوئی کی بجائے پردہ پوشی پر یہ فضیلت بھی وارد ہے گویا کہ اس نے زندہ در گور کیئے ہوئے زندہ کیا

كان كمن احيىٰ مؤودة . قَالَ المناوي : وجه الشبه ان الساتر دفع عَن المستو ر الفضيحة بين الناس

التي هي كالموت ، فكانه احياه كما دفع الموت عن المؤودة من اخرجها من القبر قبل ان تموت علامہ مناوی نے وجہ تشبیہ ظاہر فرمادی ہے کہ جس طرح زندہ درگور کو مرنے سے پہلے نکالنے سے بندہ اسے زندگی دیتا ہے کیونکہ معاشرے میں بدنامی اور رسوائی موت سے بدتر ہے کہ زندہ رہ کر بھی مردہ معلوم ہوتا ہے اسی طرح رسوائی سے بچانا دوسری چیز مشکل میں مدد کرنا اور تنگی میں مہلت دینا ہے۔

۲۰۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي الذَّبِّ عَنْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ

مسلمان سے مصیبت رفع کرنے کی فضیلت کے بیان میں

۱۴۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ بنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ النَّهْشَلِيِّ عَنْ مرزُوقٍ أبي بَكْرٍ التَّيْمِيِّ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ رَدَّ اللهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

قَالَ: وفي البابِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ. قَالَ أبوعِيسَى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ.

''ابوالدرداء نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا جو کوئی اپنے بھائی کی عزت بچائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے منہ سے آگ کو روکے گا'' اس باب میں اسماء بنت یزید سے روایت ہے، یہ حدیث حسن ہے

تشریح: دیکھئے کتنی بڑی فضیلت ہے مخلوق کی حفاظت واعانت پر کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے جہنم کی آگ لپک کو دور فرمادیں گے۔

۲۱۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْهجر [للمسلم]

مسلمان سے ترک کلام کی ممانعت کے بیان میں

۱۴۳۔ حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ: وحَدَّثَنَا سَعِيدُ بنُ عَبْدِالرحمنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، يَلْتَقِيَانِ فَيَصُدُّ هذا وَيَصُدُّ هذا وَخَيْرُهُمَا الذي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ.

قَالَ: وفي البابِ عَنْ عَبْدِاللهِ بنِ مَسْعُودٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَ هِشَامِ بنِ عَامِرٍ وأَبِي هِنْدٍ الدَّارِيِّ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کیلئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے بات چیت تین دن سے زیادہ چھوڑے، جب دونوں ملیں تو یہ ادھر منہ پھیرے اور وہ اُدھر منہ پھیرے، ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام میں پہل کرے''

اس باب میں عبداللہ بن مسعود، انس، ابوہریرہ، ہشام بن عامر، اور ابی ہند داری سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: ان میں عذر شرعی نہ ہوتے ہوئے تین دن سے زائد بات چیت چھوڑنے کی حرمت کا بیان ہے۔

لا یحلّ لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث ہجر وہجران کالغوی معنی ہے ترک کرنا چھوڑنا۔

شرعی تعریف: ہجر کی تعریف یہ ہے کہ ایک مسلمان سے بات چیت چھوڑ دینا یہاں اخاہ سے اخوت اسلامی مراد ہے۔

ترک کلام کی مراد اور اس کی حدود: اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ اسکی حد سلام ہے کہ ایک شخص دوسرے کو سلام تک نہیں کرتا اور نہ جواب دیتا ہے تو اسکو متہاجر و تارک کلام کہا جائیگا جس کے لیے وعید شدید وارد ہوئی ہے۔

اس قول کے مطابق جس نے سلام کرلیا اس وعید سے نکل گیا۔ اور یہ تفصیل ابتداء بالسلام کی ہے سلام کا جواب تو ہر حال میں لازم ہے ایک لمحہ کے لیے بھی سلام کا جواب نہ دینے کی اجازت نہیں چنانچہ سیدہ عائشہؓ جب عبداللہ بن زبیر پر ناراض ہوئیں تو اپنے پاس آنے سے منع فرمادیا تھا لیکن سلام سے منع نہیں کیا تھا اس لئے ان پر اعتراض وارد نہ ہوگا۔

قاضی عیاضؒ، احمد بن حنبلؒ، اور ابن القاسمؒ کہتے ہیں کہ صرف ابتداء بالسلام سے نہیں بلکہ معتاد کلام اور گفتگو کریگا تو وہ اس وعید سے نکلے گا۔ پہلا قول اوسع اور دوسرا اَوْفَق وارْفَق ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ بوقت ضرورت اگر بات نہیں کرتا اور صرف سلام کرتا ہے تو بھی متہاجر و تارک کلام تصور ہوگا اور یہی شیخ الاسلام کا مختار ہے۔ اگر چہ دوستی ضروری نہیں بس تِلک بتلک۔ خیرھما الذی یبدأ بالسلام کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ صرف سلام پر اکتفا کرے بلکہ کچھ نہ کچھ بات کرلے اگر چہ انقباض کے ساتھ کیوں نہ ہوتا کہ وعید سے بچ جائے۔

فوق ثلاث لیال. اس میں دو باتیں ہیں ۱۔ مابین المسلمین تین دن سے زائد ترک کلام کا حرام ہونا۔ ۲۔ تین دن کے اندر اندر اسکی اجازت واباحت ہونا۔ پہلی بات عبارت النص سے ثابت ہے اور دوسری بات اشارۃ النص اور اسکے مفہوم سے ثابت ہے۔ تین دن رات تک ترک کلام کی اباحت کی وجہ: نوویؒ فرماتے ہیں کہ آدمی میں غضب وسوءِ خلق کا مادہ موجود ہے اب اسکو ٹھنڈا کرنے اور صفاء قلبی کے لے تین دن کی اجازت دی گئی لیکن اسکو طول ودوام نہ دیں۔

ترک کلام کس وجہ سے مباح اور کس وجہ سے ممنوع ہے: خطابیؒ کہتے ہیں اگر ایک شخص کو کسی آدمی سے کسی دینوی سبب اور ایذاء کی وجہ سے بات چھوڑنے کی حاجت پیش آئی ہے تو اسے تین دن کے اندر اندر اسکی اجازت ہے اس سے زائد نہیں ہاں اگر ترک کلام کی وجہ فسق وفجور طغیان وعصیان حقوق اللہ کے بے فرمان میں سے کوئی ہے تو پھر تین دنوں سے زائد کی اجازت ہے اس عذر شرعی (مذکور) کی وجہ سے جیسا کہ حدیث کعب ابن مالکؓ وصاحبیہؓ میں پچاس دنوں تک ترک کلام کا حکم دیا گیا۔ یہ مفصل حدیث کتاب التوبہ مسلم شریف میں ہم پڑھیں گے ان شاء اللہ۔ (انعامات المنعم دوم باب ۱۹۲)

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص سے سلام دعا رکھنے کی وجہ سے فساد فی الدین قساوت قلب اور اعمال میں کاہلی وسستی کا اندیشہ ہو تو اس سے بچنا بہتر ہے لیکن نیت کی تصحیح ضروری ہے کہ اس بہانے سے دینوی دشمنی نہ پوری ہورہی ہو۔

ملاعلی قاریؒ نے والد، استاد، شیخ کے ناراض ہونے اور اصلاح وفلاح کے لیے ترک کلام اور بے التفاتی کو اسی پر محمول کیا ہے کہ یہ ان دینی اغراض کی وجہ سے درست ہے۔ بشرطیکہ اصلاح کا گمان غالب ہو مزید بگاڑ وفساد کا نہیں۔ اس باریکی کا ادراک معاملہ سنج اور

صاحب فہم وفرست شخص ہی کرسکتا ہے۔
نتیجہ! صرف غصہ ٹھنڈا کرنے اور نکالنے کیلئے نہیں تادیب وتہذیب کے لیے ترک کلام کی اجازت ہے۔

۲۲۔بابُ مَاجَاءَ فِي مُوَاسَاةِ الْأَخِ
مسلمان بھائی کیساتھ سلوک کے بیان میں

۱۴۴۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اسماعيلُ بنُ ابراهيمَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ:لَمَّا قَدِمَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بنُ عَوْفٍ الْمَدِيْنَةَ آخى رَسُولُ اللّٰه ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بنِ الرَّبِيعِ،فَقَالَ لَهُ:هَلُمَّ أُقَاسِمْكَ مَالِي نِصْفَيْنِ وَلِيَ اِمْرَأَتَان فَأُطَلِّقُ إحْدَاهُمَا فَإِذَا انقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَزَوَّجْهَا،فَقَالَ:بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ،دُلُّونِي على السُّوقِ،فَدَلُّوهُ عَلَى السُّوقِ ،فَمَا رَجَعَ يَوْمَئِذٍ اِلَّا وَمَعَهُ شَيْءٌ مِنْ أَقِطٍ وَسَمْنٍ قد اسْتَفْضَلَهُ،فَرَآهُ رَسُولُ اللّٰه ﷺ بَعْدَ ذٰلِكَ وَعَلَيْهِ وَضَرُ صُفْرَةٍ،فَقَالَ:مَهْيَمْ،فَقَالَ: تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ،قَالَ:فَمَا أَصْدَقْتَهَا؟قَالَ:نَوَاةً.قَالَ حُمَيْدٌ أَوْقَالَ:وَزْنُ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ،فَقَالَ:أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

قَالَ أبو عِيسَى:هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وقَالَ أحمدُ بنُ حَنْبَلٍ:وَزْنُ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ وَزْنُ ثلاثةِ دَرَاهِمَ وَثُلُثٍ، وقَالَ اسحاق بن ابراهيم:وَزْنُ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ وَزْنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ.أخبرني بذلك اسحاق بنُ مَنْصُورٍ عَنْ أحمد واسحاق .

"سیدنا انس ؓ سے مروی ہے جب عبدالرحمٰن بن عوف مدینہ منورہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور سعد بن ربیع کے درمیان بھائی چارہ فرمایا، سعد نے کہا آؤ میں اپنا مال دو حصے کر کے آدھا تمہیں دے دوں، میری دو بیویاں ہیں ایک کو ان میں سے طلاق دیتا ہوں جب اس کی عدت گذر جائے تو آپ اس سے نکاح کر لیجئے، عبدالرحمٰن ؓ نے کہا اللہ تمہارے اھل اور تمہارے مال میں برکت دے مجھے بازار کا راستہ بتادو، آپ نے انہیں بازار کا راستہ بتادیا، وہ بازار سے اس دن جب لوٹے تو ان کے پاس کچھ گھی اور پنیر تھا جس کو وہ پہلے سے بڑھا لائے تھے، پھر ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو ان پر زردی کا نشان تھا آپ نے فرمایا یہ کیا ہے، انہوں نے بتایا میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کی ہے، آپ نے فرمایا کیا مہر مقرر کیا کہا گٹھلی کے وزن کے برابر سونا اس پر آپ نے فرمایا ولیمہ کرو اگر چہ ایک بکری ہو"

یہ حدیث حسن صحیح ہے، امام احمد بن حنبل ؒ فرماتے ہیں گٹھلی کے برابر سونا پونے چار درہم کا ہوتا ہے، اسحاق فرماتے ہیں پانچ درہم کے بقدر ہوتا ہے، مجھے ان دونوں کے قول کی اسحاق ابن منصور نے خبر دی۔

تشریح: اس باب میں بھائی چارگی پردہ پوشی اور باہمی تعاون کرنے کا ذکر ہے۔آخی رسول اللہ ﷺ۔

مواخات کی تعریف: المواخات اخوۃ سے مشتق باب مفاعلہ کا مصدر ہے بمعنی بھائی چارگی، آپس میں بھائی بھائی بننا۔

المواخات هي ان يتعاقد الرجلان على التناصر و المواسات والتوارث حتى يصير كالا خوين نسباً مواخات یہ

ہے کہ دو آدمی باہم مدد و مدارات اور وراثت پر عقد کرلیں اور برتاؤ میں مثل حقیقی بھائیوں کے ہوں۔قبل از اسلام اسی کو حلف کہا جاتا تھا۔اس کا باقی حکم بحالھا ہے۔وراثت کو شریعت نے منسوخ کر کے اہل قرابت وعصبات کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے پر۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ (توبہ۔۵) اور اعلان فرمایا **لا حلف فی الاسلام** . اب مدارات اور معاونت علی الحق باقی ہے اور وراثت نہیں۔اسی طرح پہلے رائج تھا کہ ہر حال میں اپنے حلیف کی مدد کرنی ہے بھلے حق پر ہو یا ناحق اور ظالم ہو۔اس میں اسلام نے اصلاح کر دی کہ سچ اور حق پر تعاون کرو۔**وتعاونوا علی البّر و التقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا الله** (مائدہ ۲) اور تم نیکی اور پرہیز گاری پر مدد کرو اور گناہ اور ظلم وزیادتی پر مدد نہ کرو اللہ سے ڈرو۔ظالم کو ظلم سے روکیں اور مظلوم کو ظلم سے بچائیں یہ دونوں کی مدد ہے وہ گناہ سے بچے اور یہ مصیبت سے۔

حدیث پاک میں ہے **ولینصر الرجل اخاه ظالما او مظلوما ان کان ظالما فلینهه فانه له نصروان کان مظلوما فلینصره.** (مسلم ج ۲ ص ۳۲۰) اور چاہیے کہ آدمی اپنے بھائی کی مدد کرے خواہ ظالم ہو یا مظلوم اگر ظالم ہو تو اس کو روک دے پس یہی اس کی مدد ہے اور اگر مظلوم ہو تو اس کی بھی مدد کرے۔اس حدیث میں نصرت کا محل متعین کر دیا ہے۔انعامات المنعم اول فضائل صحابہ باب نمبر ۸۴ میں مکہ اور مدینہ میں مواخات کی تفصیل ہم پڑھ چکے ہیں۔

ولیمہ کی تعریف معنیٰ اور وجہ تسمیہ: **اولم ولو بشاة الولیمة ولیمة وَلْمٌ** سے مشتق ہے ولم کا معنیٰ ہے جمع ہونا۔اس دعوت کو ولیمہ اس لئے کہتے ہیں کہ میاں بیوی جمع ہوتے ہیں۔ابن اعرابی کہتے ہیں **اصلها تمام الشیء واجتماعه** اسکی اصل کسی چیز کا پورا ہونا اور جمع ہونا ہے۔

اصطلاحی تعریف: اہل لغت کے نزدیک تعریف یہ ہے۔ **الولیمة کل دعوة تتخذ لسرور حادث من النکاح اوختان اوغیرهما** (بذل) ولیمہ ہر وہ دعوت ہے جو خوشی پر ہو عام ہے۔نکاح ہو یا ختنہ یا انکے علاوہ کوئی اور (جائز) خوشی۔ختنہ پر دعوت کی تفصیل باب فی الختان کتاب الادب کے آخر میں ہے۔

فقہاء کے نزدیک تعریف یہ ہے۔ **ان الولیمة هی الطعام فی العرس خاصة** ۔ بیشک ولیمہ خاص شادی کا کھانا ہے۔

ابن رسلانؒ کہتے ہیں اہل لغت کی بات زیادہ قوی ہے کیونکہ وہی لغت کے موضوعات اور عرب کی زبان کو زیادہ جانتے ہیں۔

استعمال: لفظ ولیمہ شادی کے کھانے کیلئے بلا قید اور دوسری دعوتوں کیلئے قید کے ساتھ استعمال ہوتا ہے مثلاً **ولیمة مادبة** ....

ولیمہ کا حکم: داؤد ظاہریؒ اور ابن حزمؒ کے نزدیک ولیمہ واجب ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک ولیمہ سنت ہے،شوافع اور مالکیہ کا صحیح مسلک یہی ہے اگر چہ ان کی بھی ایک روایت وجوب کی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ جمہور کے ساتھ ہیں کہ ولیمہ سنت ہے۔

ظواہر کی دلیل۔ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ (بخاری) عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے حضورؐ نے فرمایا ولیمہ کر اگر چہ ایک بکری ہو۔استدلال۔اس حدیث میں اولم امر ہے اور امر وجوب کیلئے ہوتا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ ولیمہ واجب ہے۔

جمہور کی دلیل: الولیمة حق وسنة فمن دعی الیها فلم یجب فقد عصیٰ (طبرانی بذل) ولیمہ برحق ثابت اور سنت ہے، جس کو اسکی طرف بلایا گیا اور (عذر شرعی نہ ہوتے ہوئے) اس نے قبول نہ کیا تحقیق اس نے نافرمانی کی اور معصیت کا ارتکاب کیا۔ اس میں صریح لفظ سنۃ موجود ہے اور حق کا معنی وجوب نہیں بلکہ صحت وثبوت ہے کہ ولیمہ درست ہے آپؐ کے قول وعمل دونوں سے ثابت ہے۔ امام ابوداؤدؒ نے آگے باب فی استحباب الولیمة میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جمہور کی دلیل: عبدالرحمٰن بن عوف والی حدیث میں امر جواز کیلئے ہے چنانچہ قرآن کریم میں اس کی نظیر موجود ہے۔ واذا حللتم فاصطادوا (مائدہ ۲) اور جب تم احرام سے حلال ہو جاؤ تم شکار کر سکتے ہو۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ بکری تو ولیمہ میں واجب نہیں جو آسانی سے میسر ہو، ولیمہ درست ہے، یہ تو صرف ایک نوع کا بیان ہے جس میں تحدید وتقیید نہیں اس لئے وجوب اس میں مذکور نہیں ، کیونکہ اگر ولیمہ واجب ہے تو بکری بھی واجب ہوگی حالانکہ اسکا کوئی بھی قائل نہیں۔

ولیمہ کا وقت: سلف کے اس میں اقوال مختلف ہیں کہ ولیمہ کس وقت ہونا سنت ہے۔ ۱۔ عقد کے وقت ہو۔ ۲۔ عقد نکاح کے منعقد ہونے کے بعد ہو۔ ۳۔ دخول سے پہلے ہو ۴۔ دخول وزفاف کے بعد ہو ۵۔ ابتداء عقد سے دخول کے بعد تک کے وقت میں ہو۔ علامہ سبکیؒ کہتے ہیں کہ آپؐ کے عمل سے دخول کے بعد ولیمہ ثابت ہے، اس لئے قول رابع راجح ہوگا۔ بروایت بخاری حدیث کے الفاظ یہ ہیں اصبح النبیؐ بها عروسا فدعا القوم فاصابو من الطعام . نبی کریمؐ نے ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحشؓ سے زفاف کے بعد صبح کو لوگوں کو بلایا سو لوگوں نے ولیمے کا کھانا کھایا۔

ولیمہ کب تک کیا جاسکتا ہے: یہ بات ابھی گذری ہے کہ ولیمہ دخول کے بعد سنت ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ دخول کے بعد وقت کی کوئی تحدید وتعیین ہے یا جب تک چاہیں کر سکتے ہیں...؟ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ولیمہ پہلے دن کرنا مسنون دوسرے دن جائز اور تیسرے دن مکروہ اور ریا میں داخل ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ باب جواز الولیمہ الی ایام) مالکیہ کے نزدیک ولیمہ سات دن تک کیا جاسکتا ہے۔

جمہور کی دلیل: ۱۔ انعام المعبود کتاب الاطعمۃ کے پانچویں باب میں ہے الولیمة اول یوم حق، والثانی معروف، والیوم الثالث سمعة ورياء . پہلے دن کا ولیمہ برحق ، دوسرے دن درست اور تیسرے دن محض شہرت ودکھلاوا ہے۔

اسی باب میں سید التابعین سعید ابن مسیبؒ کا عمل بھی مذکور ہے کہ تیسرے دن کے ولیمہ میں شریک نہ ہوئے اور نکیر فرمائی۔

۲۔ طعام اول یوم حق، وطعام یوم الثانی سنة، وطعام یوم الثالث سمعة، ومن سمّع سمّع الله به (ترمذی ۱/ ۳۳۵) پہلے دن کا کھانا درست ہے اور دوسرے دن کا (بطور تتمہ) سنت ہے اور تیسرے دن کا سراسر شہرت ہے اور جس نے شہرت طلب کی اللہ تعالیٰ اس کی صرف شہرت کراتے ہیں (آخرت میں کچھ بدلہ نہیں)

پہلی حدیث نسائی شریف میں موجود ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی تائید وتصحیح پر تبصرہ کیا ہے اور اسے قابل حجت قرار دیا ہے اور شان ورود سے بھی جمہور کی تائید ہوتی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کئی کئی روز تک کھانے کھلاتے اور تفاخر کرتے آپؐ نے یہ فرما کر

اس کی اصلاح فرمائی اور حد مقرر کردی کہ دو دن تک ولیمہ درست ہے اس کے بعد بچنا چاہئے۔

امام مالکؒ کی دلیل: ابن سیرینؒ کی روایت ہے جسے ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ ان کی صاحبزادی حفصہ بنت سیرین کی شادی پر سات دن تک ولیمہ کیا گیا۔ اسی سے تمسک کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے صاف کہہ دیا ہے کہ ولیمہ کیلئے مدت کی تحدید نہیں بلکہ سات دن یا اس کے قریب تک کیا جاسکتا ہے۔ اور عبد الرزاقؒ کی روایت میں صراحۃً آٹھ دن کا ذکر بھی ہے۔

جواب: ان کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ابن سیرین کا سات دن تک ولیمہ کرنا افراد کی کثرت کی وجہ سے تھا ان کے مندوبین و مہمان اتنا تھے جنکو باری باری اتنے دنوں تک دعوت کھلاتے رہے۔ نیز یہ بھی کہ ابن سیرین کا عمل محض حدیث صریح پر کیونکر راجح ہوسکتا ہے۔ اس میں قول فیصل اور قابل عمل یہ ہے کہ ولیمہ پہلے یا دوسرے دن کیا جائے اور بلا عذر و مجبوری تاخیر و تطویل نہ کی جائے تاکہ حدیث کے منافی نہ ہو۔ ہاں اگر جگہ تنگ ہو یا کسی کے یہاں مہمانوں کی اتنی کثرت ہو کہ کئی دنوں میں نمٹایا جاسکے گا یا شادی ہال دیر سے میسر ہو تو پھر درست ہے بھلے ایک ماہ تک ہو اصل معیار نیت و ضرورت ہے (بذل)

فلیأتھا: چاہئے ولیمہ میں آئے۔ اس میں حکم ہے کہ جب ولیمہ کیلئے دعوت دی جائے تو اسے قبول کیا جائے ٹالا نہ جائے پھر شریک بھی ہونا چاہئے۔

ولیمہ کی دعوت قبول کرنے کا حکم: علامہ نوویؒ نے شوافع کا صحیح ترین مذہب یہ نقل کیا ہے کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا فرض عین ہے، لیکن عذر کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ دوسرا قول فرض کفایہ اور تیسرا قول مندوب کا ہے۔ ایک روایت شوافع کی عام دعوتوں میں بھی دعوت ولیمہ کی طرح حکم ہے اور قاضی عیاضؒ نے ولیمہ کی دعوت قبول کرنے کے واجب ہونے پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔ (نووی) فتح الباری ج ۹ ص ۳۰۱ میں دوسرا قول یہ ذکر کیا ہے جمہور اہل علم کے نزدیک ولیمہ کی دعوت قبول کرنا سنت ہے احناف، مالکیہ، شوافع، اور حنابلہ کے ہاں یہی قول راجح (اور معمول بھا) ہے۔ علامہ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ اگر دعوت عمومی ہو اور عام لوگوں کو بلایا گیا ہو تو سب کیلئے دعوت قبول کرنا سنت ہے اور اگر خصوصی طور پر کسی کو بلایا گیا ہو تو پھر اسکا حاضر ہونا ضروری ہے

عام دعوتوں کا حکم: دعوت ولیمہ کے علاوہ عام خوشی، عقیقہ، یا مصیبت سے چھٹکارے پر، یا کسی کے سفر سے خیریت سے واپس آنے پر جو دعوت و اہتمام ہو ان کی دعوت قبول کرنا مندوب اور مستحب ہے، حسب سہولت شرکت ہونی چاہئے۔ اہل ظاہر کے ہاں ہر دعوت قبول کرنا واجب ہے۔

ولیمہ کی دعوت قبول کرنا سنت ہے کھانا کھانا ضروری نہیں اس لئے روزے دار بھی دعوت ولیمہ قبول کرسکتا ہے۔ باب کی اگلی حدیث میں یہی بیان ہے اگر کھانا چاہے تو کھالے اور اگر روزہ ہو یا پرہیز اور کوئی دوسرا عذر تو صرف شریک ہو کر دعا کردے تاکہ مسلمان بھائی کی دل شکنی نہ ہو۔

ولیمہ میں عدم اجابت و شرکت کے اعذار: مذکورہ تفصیل کے باوجود چند ایسے عذر ہیں جنکی وجہ سے آدمی معذرت کرسکتا ہے۔ اور قبول دعوت لازم نہیں رہتا ا۔ ولیمہ میں کھانا مشتبہ ہو یعنی جسکا حلال ہونا یقیناً معلوم نہ ہو اور جہاں یقین ہو کہ حرام آمدنی کا کھانا ہے

تو اس سے بچنا زیادہ ضروری ہے ۲- ایسی دعوت جس میں صرف اغنیاء کو بلایا گیا ہو ایسے ولیمے کے کھانے کو حدیث میں شر الطعام فرمایا گیا ہے۔ ۳- اس دعوت میں ایسا آدمی شریک ہو جس سے ایذاء اور تکلیف کا اندیشہ ہو یا اس کے ساتھ شریک ہونا مناسب نہ ہو۔ ۴- کسی کو اسکے دبدبے خوف یا شر سے بچنے کیلئے بلایا گیا ہو۔ ۵- کسی کو اس لئے مدعو کیا ہو کہ پھر اس سے کسی ناجائز کام پر مدد لی جائے۔ ۶- ایسا ولیمہ جس میں منکرات ہوں مثلاً شراب نوشی، موسیقی، لغویات اور واہیات قصہ گوئی، تصویر کشی، جانداروں کی تصاویر آویزاں ہوں، خالص ریشم کے گاؤ تکیے اور بچھونے، بے پردگی، نامحرموں سے میل جول، سونے چاندی کے برتن۔ (نووی)

ولیمہ کے سوا دعوتیں: دعوتوں کا جہاں ذکر ملتا ہے وہاں پہلا ذکر دعوت ولیمہ کا ہے اس کے علاوہ بھی چند دعوتیں ہیں ۱- خرس بچے کی ولادت کی دعوت ۲- اِعذار ختنہ کے وقت دعوت ۳- وکیرۃ گھر کی تعمیر پر دعوت ۴- نقیعۃ مسافر کے سفر سے آنے پر دعوت ۵- عقیقہ ولادت کے ساتویں دن ۶- ضیمہ مصیبت سے کی وجہ سے دعوت، سوگ کا کھانا ۷- مأدبہ بلاسبب اتفاقی دعوت ۸- (حفظ قرآن پر دعوت ۹- خوشخبری اور بشارت ملنے پر دعوت اور بشارت لانے والے کو تحفہ۔ ۱۰- عتیرہ مہینے کی آمد پر دعوت صفر کے مہینے میں زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام پر بکری ذبح کی جاتی اس دعوت کا نام عتیرہ رکھتے (فتاوی شامی ۵/۱۱) پر ان دعوتوں کو اشعار میں ذکر کیا گیا ہے پہلی نو درست اور یہ دسویں عتیرہ غلط ہے۔ (بذل ج ۴ ص ۲۴۰)

۲۳۔ بابُ ماجاءَ فی الغِیبَةِ

غیبت پر وعید وممانعت کے بیان میں

۱۴۵۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُالعَزِیزِ بنُ محمدٍ عَنِ العَلاءِ بنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَن أَبِیهِ عَن أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قِیلَ یَارَسُولَ اللّٰهِ مَا الغِیبَةُ؟ قَالَ: ذِکْرُکَ أَخَاکَ بِمَا یَکْرَهُ. قَالَ: أَرَأَیْتَ إِنْ کَانَ فِیهِ مَا أَقُولُ؟ قَالَ: إِنْ کَانَ فِیهِ ما تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ یَکُنْ فِیهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ بَهَتَّهُ. قَالَ وفی البابِ عَن أَبِی بَرْزَةَ وَابنِ عُمَرَ وَعَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبوعِیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

"سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا غیبت کیا ہے؟ فرمایا تیرا اپنے بھائی کی وہ بات ذکر کرنا جسے وہ برا مانتا ہو، اس نے کہا اگر وہ غلطی اس میں موجود ہو تو پھر کیا خیال ہے؟ فرمایا اگر اس میں وہ عیب موجود ہے جو تم کہتے ہو پھر تو تم نے غیبت کی اگر وہ عیب اس میں نہیں جو تو کہتا ہے پھر تو نے بہتان باندھا"

اس باب میں ابو برزہ، ابن عمر اور عبداللہ بن عمر سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس باب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ غیبت کتنی بری حرکت ہے اور اس میں ابتلا بہت زیادہ عام ہے۔ اس میں غیبت کی حرمت و مذمت کا بیان ہے۔ غیبت و بہتان میں فرق پھر آخرت میں رسوائی احادیث سے واضح ہے جسے بدترین سود قرار دیا گیا کہ اس میں بھی بلاعوض دوسرے کی برائی کی گئی۔

غیبت کی تعریف اور حکم: ذکرک اخاک بما یکرہ. اپنے بھائی کی کمی کا ذکر کرنا۔ یہ کمی عام ہے زبان، جنان، ارکان یا کسی

عضووانداز سے ہواسواء کان ذکرا بنقص فی بدنه اونسبه او فی خلقه اوفی فعله وعمله اوفی قوله اوفی دینه اوفی دنیاه، حتی فی ثوبه وداره ودابته۔ اللّٰہ اکبر

☆امام ابوحامد غزالیؒ نے یہ کہا ہے کہ غیبت قول سے حرام ہے اور تعریض وکنایہ بھی مثل تصریح کے حرمت میں داخل ہے۔

☆اسی طرح قول، فعل، اشارہ، ایماء، غمز، لمز، ھمز، کتابۃ، حرکت اور ہر وہ انداز جسمیں دوسرے کی تحقیر ہو قطعا حرام ہے۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں۔ دخلت علینا امراۃ فلما ولّتْ اومأتُ بیدی انها قصیرة فقالَ علیه السلام اغتبتِها ایک عورت آئی جب وہ واپس ہوئی تو میں نے اسکے ٹھگنا قد ہونے کا اشارہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اسکی غیبت کی۔ ☆کسی طرح بھی کسی کی نقل اتارنا یہ سب غیبت ہیں۔ اس قسم کی تمام حرکات سے اجتناب ضروری ہے۔

فقد بهتّه بھتان وافتراء۔ یہ اس سے بھی قبیح تر ہے۔ کہ غیبت وبھتان جمع کردیئے۔ اگر اصلاح کی غرض سے کسی کی کمی کو بلاتعیین ذکر کیا جائے بشرطیکہ اُس شخص کے متعلق مخاطب اندازے واشارے سے نہ سمجھتا ہو تو درست ہے۔ ورنہ غیبت قطعی حرام اور گناہ کبیرہ ہے سوائے چند جگہوں کے۔

غیبت کے جواز کے محل: بعض مواقع ایسے ہیں جہاں غیبت اعذار واضطرار کی وجہ سے جائز ہے۔

۱- مظلوم سلطان وحاکم کے سامنے ظالم کے ظلم کو بیان کرے تو یہ غیبت ہے کہ ظالم کی برائیاں اور زیادتیاں بیان ہو رہی ہیں لیکن یہ ظلم سے نجات پانے کیلئے جائز ہے۔

۲- نھی منکر اور برائیوں کی اصلاح کیلئے ذکر کرنا اور یہ اس شخص یا ادارے سے کہنا جائز ہے جو قوت اقدام واصلاح رکھتا ہو۔

۳- استفتاء مسئلہ معلوم کرنے کیلئے کسی کی غلطی بیان کرنا کیونکہ اگر مفتی کے سامنے بات واضح نہ کریگا تو فتوی کیسے دیا جائیگا۔

۴- لوگوں کو کسی شریر وفسادی کی شرارتوں کی خبر دینا تاکہ لوگ سنبھل جائیں اور اسکے شر وفساد سے بچ سکیں۔

۵- مشورے کے وقت کسی ایک کی رائے میں نقص کے پہلو کو واضح کرنا تاکہ صحیح فیصلہ کی راہ ہموار ہوسکے۔

۶- مشتری کو بائع ومبیعہ کا عیب بتانا تاکہ وہ دھوکے سے بچ سکے مثلا عبد سارق، زانی، شارب خمر کی اطلاع دینا۔

۷- ایسے عالم برحق کو کسی مبتدع اور فاسق کی خبر دینا جو اسکے پاس آمد ورفت رکھتا ہو اور استفادہ کرتا ہو تاکہ یہ بھی بدعات وخرافات میں ملوث نہ ہو جائے۔

۸- راویوں، گواہوں، مصنفوں کے متعلق نقد جرح کرنا تاکہ غلط فیصلہ اور انکے تقریری وتحریری شرور سے بچ سکیں۔

۹- مجاھر ومُعلن (ایسا آدمی جو کھلے عام فسق وفجور کا مرتکب ہو) اسکا ایسے آدمی سے ذکر کرنا جسکے بس میں اسکی درستگی ہو۔

۱۰- ایسے الفاظ جن میں عیب کا معنی ہو لیکن متعارف ہوگئے ہوں کہ اب عیب کا معنی معروف نہ ہو بلکہ بطور علامت استعمال ہوتے ہوں مثلا اعمش، ازرق، اعمی، قصیر، ننھا، چھوٹو۔

غیبت سے توبہ: غیبت کرنے والے پر واجب ہے کہ توبہ کرنے میں جلدی کرے اللہ سے ڈرے اور نادم ہو پھر صاحب حق (جس کی

غیبت کی) سے رجوع کرے تاکہ ظلم وعتاب سے بچے۔ ☆علامہ خیاطیؒ نے فتوی دیا ہے کہ مغتاب لہ کو اگر غیبت نہیں پہنچی تو اس سے توبہ کیلئے صرف استغفار وندامت کافی ہے۔ ابن صباغؒ ،نوویؒ، ابن صلاحؒ ، زرکشیؒ اور کثیر اہل علم نے اسے پسند کیا، ابن عبدالبرؒ نے ابن مبارکؒ سے بھی یہی نقل کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ابن مبارکؒ نے سفیانؒ سے اس پر مناظرہ کیا۔ ابن صباغؒ نے اسے بالجزم نقل کیا اور اس میں اتنی زیادتی کی ہے کہ جن کے سامنے غیبت کی ان کے سامنے جا کر علی الاعلان اپنی غلطی کا اقرار کرے اور مغتاب لہ کی براءت بیان کرے اور اس کی تعریف کرے۔ ☆اگر مغتاب لہ کو اس کی غیبت کی خبر پہنچ چکی تو اس سے معافی بھی لازمی ہے۔ ☆اگر مر چکا ہو تو اس کیلئے کثرت سے استغفار کرے ورثاء سے معافی لازمی نہیں۔ (مزید تفصیل دیکھئے روح المعانی ج ۱۳ ج ۲۶ ص ۲۳۰)

۲۴ ـ بابُ ماجاءَ فی الْحَسَدِ

حسد کی مضرت وممانعت کے بیان میں

۱۴۶ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْجَبَّارِ بنُ العلاءِ العَطَّارُ وَسَعِیدُ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ،قَالَا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:لَاتَقَاطَعُوا،وَلَا تَدَابَرُوا،وَلَا تَبَاغَضُوا،وَلَا تَحَاسَدُوا،وَكُونُوا عِبَادَاللّٰهِ إِخْوَانًا،وَلَا یَحِلُّ لِلْمُسْلِمِ أَنْ یَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ .هٰذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

قَالَ:وفی البابِ عَنْ أَبِی بَكْرٍ الصِّدِّیقِ وَالزُّبَیْرِ بنِ العَوَّامِ وَابنِ مَسْعُودٍ وَأَبِی هُرَیْرَةَ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم آپس میں ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو نہ ایک دوسرے سے منہ موڑو اور آپس میں بغض رکھو نہ حسد کرو اور آپس میں اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کے رہو اور کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بات چیت ترک کرے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے اس باب میں ابوبکر صدیق، زبیر بن عوام، ابن عمر، ابن مسعود اور ابی ہریرہ سے روایات ہیں.

۱۴۷ ـ حَدَّثَنَا ابنُ أَبِی عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أبیه قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:لَا حَسَدَ إِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ آنَاءَ النَّهَارِ،وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ یَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ.قَالَ أبوعِیسَی:هٰذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.وقد رُوِیَ عَنِ ابنِ مَسْعُودٍ وَأَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النبیِّ ﷺ نَحْوَ هٰذَا

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسد صرف دو آدمیوں پر ہو سکتا ہے، ایک وہ جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اسے دن رات اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے قرآن دیا ہو اور وہ اسے رات اور دن پڑھتا اور عمل کرتا ہو'' یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابن مسعود اور ابو ہریرہ سے نبی ﷺ سے اسی کے مثل مروی ہے۔

تشریح: لا تحاسدوا . آپس میں حسد مت کرو حسد اور بغض یہ حبّ کی ضد ہیں۔

بغض وحسد کی تعریف حکم اور انکے واجب الاجتناب نقصانات ۔ حسد کہتے ہیں جلن اور دوسرے سے نعمت کے زوال کی تمنا کرنے کو۔ اسکے مقابلے میں دوسری چیز غبطہ ہے رشک کرنا حسد حرام اور غبطہ مباح ہے۔

امام غزالیؒ کی تحقیق انیق۔ابو حامد غزالیؒ کہتے ہیں کہ جب آدمی کو غصہ آئے اور کسی خارجی یا باطنی مانع کی وجہ سے یہ غصہ نہ نکال سکے اور کڑھتا و گھٹتا رہے تو اس غضب و ناچارگی کی کیفیت سے دل میں ایک چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کو حقد (کینہ) کہتے ہیں جس سے نفرت، بگاڑ، پیدا ہوتے ہیں اور دل میں پیوست ہو جاتے ہیں۔اب اس حقد سے آٹھ چیزیں جنم لیتی ہیں جو انسان کے اخلاق کو برباد کر دیتی ہیں۔

بغض و حسد کی تعریف حکم اور انکے واجب الاجتناب نقصانات۔

حسد کہتے ہیں جلن اور دوسرے سے نعمت کے زوال کی تمنا کرنے کو۔اسکے مقابلے میں دوسری چیز غبطہ ہے رشک کرنا حسد حرام اور غبطہ مباح ہے۔**امام غزالیؒ کی تحقیق انیق**۔ابو حامد غزالیؒ کہتے ہیں کہ جب آدمی کو غصہ آئے اور کسی خارجی یا باطنی مانع کی وجہ سے یہ غصہ نہ نکال سکے اور کڑھتا و گھٹتا رہے تو اس غضب و ناچارگی کی کیفیت سے دل میں ایک چیز پیدا ہو جاتی ہے جسکو حقد (کینہ) کہتے ہیں جس سے نفرت، بگاڑ، پیدا ہوتے ہیں اور دل میں پیوست ہو جاتے ہیں۔اب اس حقد سے آٹھ چیزیں جنم لیتی ہیں جو انسان کے اخلاق کو برباد کر دیتی ہیں۔

حقد کے کڑوے اور مہلک پھل:۱۔حسد۲۔شماتہ دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونا۳۔ترک کلام۴۔حقارت دوسرے کو کمتر سمجھنا ۵۔افشاء راز اور اہانت،۶۔تمسخر و استہزاء،۷۔ایذاءرسانی کا جذبہ،۸۔مبغوض کے (جائز) حقوق و آداب سے انکار۔یہ سب حرام ہیں: **یرحم اللہ الغزالی ما احسن.** ان سب کی ابتداء بغض سے ہوتی ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا تباغضوا** آپس میں بغض و عداوت نہ رکھو بلکہ محبت و اخوت سے رہو۔ایک جملے میں کتنی مضرتوں سے بچا دیا۔یاد رکھیے کسی سے بغض و کینہ انسان کو ترقی درجات سے دور کر دیتا ہے دوسرے کا تو نقصان ہو نہ ہو حاسد خود مصیبت میں رہتا ہے **لا تحاسدوا** فرما کر جانبین کو نقصان سے بچا دیا۔تم جلو نہ دوسرا نعمت سے محروم ہو۔

حسد کی قسمیں:۱۔حسد ظاہری جسمیں محسود علیہ کو نقصان پہنچانا ترک کلام اور قطع رحمی تک بات چلی جائے یہ قطعاً حرام اور حقوق العباد میں سے ہے، صاحب حق سے اس میں معافی اور توبہ دونوں ضروری ہیں۔۲۔حسد باطنی کہ صرف اندر اندر کسی کی بدخواہی پائی جاتی ہو اعمال و جوارح پر اسکا اظہار نہ ہو یہ بھی گناہ ہے اور حقوق اللہ میں سے ہے جسکی تلافی صرف توبۂ نصوحا سے ہو سکتی ہے۔**لا تدابروا.** روگردانی اور قطع تعلقی نہ کرو۔ **کونو عباد اللہ اخوانا.**

ترکیب!۱۔عباد اللہ منصوب **کونوا** کی خبر اول اور اخوانا خبر ثانی ہے۔۲۔عباد اللہ منادی کی وجہ سے منصوب ہو بحذف ندا اور اخوانا خبر عبارت یوں ہوگی **کونو ایا عباد اللہ اخوانا** علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ دوسری منادی والی وجہ بہتر ہے لیکن شیخ الاسلام مدظلہ کا کہنا ہے کہ پہلی صورت راجح ہے اسکی معنوی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حکم دیا گیا: ہو جاؤ تم اللہ کے پیارے بندے بھائی بھائی (یہ خبر کا ترجمہ ہے) بندہ اس میں اتنا اضافہ کر رہا ہے کہ لفظاً بھی پہلی وجہ راجح اور صواب ہے کیونکہ افعال ناقصہ کے اسم و خبر حقیقۃً مبتدا خبر ہوتے ہیں اور ان میں فاصلہ نہ ہونا افصح ہے۔اس لیے لفظاً و بلاغۃً پہلی وجہ واضح ہے۔ارے اللہ کے بندے بھائی بھائی بنو تم سب ایک ہی خدا کے پیدا کردہ بندے ہو ایک اور نیک ہو کر رہو۔

سوال: بغض و عداوت اعمال قلب میں سے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ قلب بندے کی قدرت و گرفت میں نہیں یوں سمجھ لیں کہ آدمی میں

اسکے قابو کرنے کی ہمت ہی نہیں تو پھر ایک غیر مقدور کام سے کیسے منع کیا گیا یہ تو غیر مکلف کو مکلف بنانا ہوا حالانکہ ارشاد ہے "لا یکلّف الله نفسا الّا وسعها"؟

جواب: صراحتہ کہیں اسکا جواب بندہ نہیں پاسکا۔ہاں علامہ نوویؒ کی اس عبارت سے جواب اخذ کیا جاسکتا ہے۔ وفی النهی عن التباغض اشارة الی النهی عن الاهوا المضلّة الموجبة للتباغض بغض وعداوت اگرچہ قلبی چیزیں ہیں لیکن تمہیں روکا جارہا ہے ان کاموں سے جو محبت کو نفرت وعداوت اور بغض میں بدلنے والے ہیں دوسرے کا برُا ذکر کرنا، حقیر سمجھنا، عیوب پر نظر و تجسس کرنا وغیرہ اعمال سے بچو جن سے بغض پیدا ہوتا ہے۔یعنی قلب اور اس کے اعمال تمہارے بس میں نہیں لیکن وہ اعمال تمہارے بس میں ہیں جو دل میں خرابیاں پیدا کرتے ہیں ان سے بچو! ولله درّ القائل . والله اعلم۔

۲۵۔بَابُ ماجاءَ فی التَّبَاغُضِ

ایک دوسرے سے بغض وعداوت کی ممانعت کے بیان میں

۱۴۸۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُومُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعمشِ عَنْ أَبِی سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ وَلٰكِنْ فِی التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ .

قَالَ:وفی البابِ عَنْ أَنَسٍ وَسُلَيْمَانَ بنِ عَمْرِو بنِ الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِيهِ . هذا حَدِيثٌ حسنٌ وأبو سُفْيَانَ اسْمُهٗ طَلْحَةُ بنُ نَافِعٍ .

"سیدنا جابرؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان اس سے تو مایوس ہوگیا ہے کہ نمازی اس کی عبادت کریں، لیکن انکو آپس میں لڑانے میں مشغول ہے"

اس باب میں انس، سلیمان بن عمرو بن احوص بواسطہ والد سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے اور سفیان کا نام طلحہ بن نافع ہے۔کمامرّ ....

۲۶۔بَابُ ماجاءَ فی إِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ

دو جھگڑے والوں کی باہم صلح کرانے کے بیان میں

۱۴۹۔حَدَّثَنَا محمدُ بنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبو أَحْمَدَ الزُّبيرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: وحَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بنُ السَّرِیِّ وَأَبُو أحمدَ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِاللهِ بن عُثْمَانَ بنِ خُثَيْمٍ عَنْ شَهْرِ بنِ حَوْشَبٍ عَنْ اسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:لَايَحِلُّ الكَذِبُ إِلَّا فِی ثَلَاثٍ:يُحَدِّثُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ لِيُرْضِيَهَا،وَالكَذِبُ فِی الْحَرْبِ،وَالْكَذِبُ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ. وقَالَ محمودٌ فِی حَدِيثِهِ:لا يَصْلُحُ الكَذِبُ إِلَّا فِی ثَلَاثٍ.

هذا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيثِ أَسْمَاءَ،إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابنِ خُثَيْمٍ.وَرَوَی دَاوُدُ بنُ أَبِی هِنْدٍ هذا الْحَدِيثَ عَنْ شَهْرِ بنِ حَوْشَبٍ عَنِ النبیِّ ﷺ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ.حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ محمدُ بنُ العَلَاءِ حَدَّثَنَا

ابنُ أَبِی زَائِدَةَ عَن دَاوُدَ وفی الباب عَن أَبِی بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ.

''سیدہ اسماء بنت یزید سے مروی ہے کہتی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین مواقع کے سوا جھوٹ بولنا جائز نہیں ایک یہ کہ شوہر اپنی بیوی کو راضی کرنے کیلئے کوئی بات کہے، دوسرے میدان جنگ میں جھوٹ بولنا، تیسرے لوگوں کے درمیان صلح کرانے کیلئے جھوٹ بولنا'' محمود نے اپنی روایت میں ''لا یحل '' کے بجائے ''لا یصلح '' کا لفظ کہا ہے. یہ حدیث حسن ہے، ہم اس کو اسماء سے صرف ابن خثیم کی سند سے پہچانتے ہیں، داؤد بن ابی ہند نے اس کو شہر بن حوشب سے نبی ﷺ سے ذکر کیا، لیکن اسماء کا واسطہ ذکر نہیں کیا، ہمیں اسکی خبر ابوکریب نے ابن ابی زائدہ کے واسطہ سے داؤد بن ابی ہند سے دی، اس باب میں حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے۔

۱۵۰۔حدَّثنا أحمدُ بنُ مَنِیعٍ، حَدَّثَنا اسماعیلُ بنُ ابراھیمَ عَن مَعْمَرٍ عَن الزُّھرِیِّ عَن حُمَیْدِ بنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَن أُمِّہِ أُمِّ کُلثُومِ بِنتِ عُقْبَۃَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ یَقُولُ: لَیسَ بِالکَاذِبِ مَنْ أَصْلَحَ بَیْنَ النَّاسِ فَقَالَ خَیراً، أَوْ نَمَی خَیراً .قَالَ أبوعِیسَی: وھٰذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدۃ ام کلثومؓ بنت عقبہ سے مروی ہے کہتی ہیں میں نے رسول اللہ سے سنا فرمارہے تھے وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے اس نے اچھی بات کہی یا اچھی بات بڑھا کر پہنچائی'' یہ حدیث حسن صحیح ہے.

تشریح : اصلاح ذات البین ای فیما بین المسلمین والاخوان. دو جھگڑنے والے مسلمانوں اور بھائیوں کے درمیان اصلاح کرانا یہ کام بہت ساری عبادات سے افضل ہے، اس لئے کہ اتفاق اصلاح دین متین کو مضبوط تھامنے کا ذریعہ ہے، جب دین پر جمع ہونگے دین کی قلب میں اہمیت ہوگی تو اعمال وعبادات مقبول ہونگی۔لفظ ''بین'' اضداد میں سے ہے اور وصل وفراق یعنی اتحاد وافتراق دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

دوسری حدیث پاک میں وارد ہے ''وفساد ذات البین ھی الحالقة ای الخصلة التی تستأصل الدین کا لموسیٰ ''(بذل،عون) یعنی باہمی ناچاکی اور بے اتفاقی تو دین کو بالکل مونڈ دینے والی ہے اور صفایا کردینے والی ہے۔اسی ترمذی میں دوسری جگہ یہ الفاظ منقول ہیں'' ھی الحالقه، لااقول تحلق الشعر ولکن تحلق الدین ، حالقہ مونڈ نیوالی میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈ نیوالی ہے بلکہ یہ تو دین کو مونڈ دینیوالی ہے۔گنج کو تو ٹوپی کے نیچے چھپا سکتے ہیں۔بے دینی کیسے چھپ سکے گی۔''وفی الحدیث حثّ و ترغیب فی اصلاح ذات البین واجتناب عن الافساد فیھا، لان ، الاصلاح سبب الاعتصام بحبل الله، وعدم التفرّق بین المسلمین ، وفساد ذات البین ثلمة فی الدین، فمن تعاطی اصلاحھا ورفع فساد نال درجة فوق ماینالہ الصائم القائم المصلی المشتغل بخویصة نفسه، والبین من الاضداد: الوصل والفرق (عون) حدیث کا جو مطلب اوپر بیان ہوا وہ اسی عبارت کا مفہوم ہے۔

لا یحلّ الکذب الافی ثلث ا-اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تین مواقع میں جھوٹ بولنا درست ہے۔۲-صریح جھوٹ مراد نہیں

بلکہ اس سے مراد توریہ ہے کہ عبارت کا ظاہری مفہوم اور ہو اور قائل کی مراد اور، بہتر یہ ہے کہ بالکل صاف جھوٹ سے حتی الامکان بچنے کی کوشش رہے اور توریہ و کنایہ میں بات کریں اگر مجبوراً جھوٹ بولنا پڑے، توریہ سے کام نہ چلے اور بات قابو میں نہ آرہی ہو تو پھر صریح جھوٹ کی بھی اجازت ہے۔ جیسے حدیث باب میں تصریح ہے اس کی مثال مضطر کی سی ہے کہ حتی الامکان بچے بامر مجبوری اور بحالت اضطرار حرام جان بچانے کیلئے کھاسکتے ہیں۔ باب نمبر ۴۶ باب فی الصدق والکذب میں اس کی مزید بحث آرہی ہے۔

۱۔ یحدث الرّجل امراته ۔ بیوی سے جھوٹ کا مطلب یہ ہے کہ اسے تمنا دلائے، جتنی محبت ہے اس سے زیادہ جتائے اور اس کی تعریف کرے اور اس کے اخلاق سدھارنے کی کوشش کرے ایسے ہی بیوی کہ شوہر کی تمام تر توجہات کے وصول کیلئے زائد از حقیقت اظہار کرلے لیکن یاد رہے کہ حقیقت پیدا کرنے کی کوشش بھی کرتے رہیں۔

۲۔ الکذب فی الحرب. میدان جنگ کا جھوٹ یہ ہے کہ مجاہد کہے آج ہمیں خوب کمک پہنچ چکی، ہم تازہ دم اور مضبوط ہوگئے (بھلے تیس گھنٹوں سے کچھ بھی نہ کھایا ہو) دشمن سے کہے پیچھے دیکھ تجھے مارنے کیلئے دشمن آچکا، اسی طرح دیگر ایسے الفاظ جس سے دشمن پر رعب پڑے۔

۳۔ تیسرا مقام دو آمیوں کے درمیان صلح کرانا ہے اس میں ہر ایک کے سامنے جھوٹ بولنا پڑتا ہے اس نے تمہیں معاف کر دیا، وہ تمہیں اچھا سمجھتا ہے وہ تمہارے بغیر رہ نہیں سکتا وغیرہ۔

قال الخطابی: هذه امور قد يضطرّ الانسان فيها الى زيادة القول و مجاوزة الصدق طلبا للسلامة و دفعا للضرر عَن نفسه، وقد رخّص فی بعض الاحوال فی اليسير من الفساد .... (از بذل) مطلب یہ ہے کہ ان تین مواقع میں کچھ بات حد سے بڑھ جاتی ہے اور کبھی مبالغہ آمیزی میں سچ سے متجاوز ہو کر کذب تک جا پہنچتے ہیں۔ تو یہ فساد سے بچاؤ اور سلامتی کے حصول کیلئے مجبوراً جائز ہے تاکہ رستا بستا گھر آباد رہے، دشمن پر فتح ہو اور نزاع و اختلاف کی بجائے اتفاق کی فضا قائم رہے۔

۲۷۔ بابُ ماجاءَ فی الْخِیَانَةِ وَالغِشّ

خیانت اور دھوکہ دہی پر وعید کے بیان میں

۱۵۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَن يَحْيَى بنِ سَعِيدٍ عَن محمدِ بنِ يَحْيَى بنِ حَبَّانَ عَن لُؤْلُؤَةَ عَن أَبِي صِرْمَةَ أَنَّ رَسُولَ الله ﷺ قَالَ: مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰه به، وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ الله عَلَيْهِ . وَفِي الباب عَن أبي بكر. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

”سیدنا ابو صرمہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کو نقصان پہونچائے اللہ اسکو نقصان پہونچاتا ہے اور جو شخص کسی پر مشقت ڈالے اللہ تعالیٰ اس پر تنگی ڈالتا ہے“ اس باب میں ابو بکر صدیق سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۵۲۔ حدثنا عَبْدُ بنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بنُ الحُبَابِ العُكْلِيُّ، حدثني أَبُو سَلَمَةَ الكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا فَرْقَدُ السَّبَخِيُّ

عَن مُرَّةَ بنِ شَرَاحِيلَ الهَمْدَانِيِّ وَهُوَ الطَّيِّبُ عَن أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَلْعُونٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِناً أَوْ مَكَرَ بِهِ. قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديثٌ غريبٌ.

''سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ملعون ہے جس نے کسی مؤمن کو نقصان پہونچایا یا اس کے ساتھ مکر کیا'' یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: خیانة مثل قیامة اجوف واوی ہے، امانة مثل جمالة مہموز الفاء یہ دونوں متضاد ہیں، اقوال وافعال اور احوال واموال سبھی سے ان کا تعلق ہے، الغش: یہ باب نصر سے مستعمل ہے، بمعنی دھوکہ دینا، کھوٹ ملاوٹ کرنا، غش وخیانت ممنوع ومردود ہیں اور امانت و دیانت مأمور ومحبوب ہے، دونوں احادیث میں واضح فرمادیا کہ فریب کار خوش نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ بھی جلدی یا بدیر ایسا ہی ہوگا۔ مضرت ومشقت ہوگی اور لعنت بھی مستزاد خائن کی دنیا وآخرت دونوں برباد۔

خیانت کا بازار چند روز ہے حسرت وندامت دلسوز ہے

۲۸۔بابُ ماجاءَ فی حَقِّ الْجِوَارِ

پڑوس کے حقوق کے بیان میں

۱۵۳۔حَدَّثَنَا محمدُ بنُ عَبدِالأَعْلَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ عَن دَاوُدَ بنِ شَابُورَ وَبَشِيرٍ أَبِي إسماعيلَ عَن مُجَاهِدٍ: أَنَّ عَبدَاللّٰه بنَ عَمْرٍو ذُبِحَتْ لَهُ شَاةٌ فِي أَهْلِهِ فلما جاءَ قَالَ: أَهْدَيْتُم لِجَارِنَا اليَهُودِيِّ؟ أَهْدَيْتُم لِجَارِنَا اليَهُودِيِّ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰه ﷺ يقول: مَازَالَ جِبْرَائِيلُ يُوصِينِي بالجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ.

وفي البابِ عَن عَائِشَةَ وابنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنَسٍ وَعَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو وَالمِقْدَادِ بنِ الأَسْوَدِ وَعُقْبَةَ بنِ عَامِرٍ وَأَبِي شُرَيْحٍ وَأَبِي أُمَامَةَ. هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هذا الوَجهِ. وقد رُوِيَ هَذَا الحَدِيثُ عَن مُجَاهِدٍ عَن عَائِشَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ أَيضاً عَن النَّبِيِّ ﷺ.

''سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کے لئے ان کے گھر میں بکری ذبح کی گئی، جب وہ تشریف لائے تو فرمایا کیا تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کو بھی اس کا ہدیہ بھیجا ہے، کیا تم نے یہودی پڑوسی کو بھیجا ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سنا فرما رہے تھے جبریل برابر مجھے پڑوسی کے حقوق کے بارے میں تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنادیں گے''

اس باب میں عائشہؓ، ابن عباس، عقبہ بن عامر، ابو ہریرہ، انس، عبداللہ بن عمرو، مقداد بن اسود، ابو شریح اور ابو امامہ سے روایات ہیں، یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے، یہ حدیث مجاہد سے عائشہ اور ابو ہریرہ سے بھی روایت ہے۔

۱۵۴۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بنُ سَعْدٍ عَن يَحْيَى بنِ سَعِيدٍ عَن أَبِي بَكْرِ بنِ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابنُ عَمْرِو بنِ حَزْمٍ، عَن عَمْرَةَ عَن عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَا زَالَ جِبْرَائِيلُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُوصِينِي بالجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ.

قَالَ أبو عِيسَى:هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرئیل برابر مجھے پڑوسی کے حقوق کے بارے مین تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا وہ اسے وارث بنادیں گے''

۱۵۵ ـحدَّثنـا أحْـمَدُ بنُ مَنِيعٍ،حدَّثنا عَبْدُاللهِ بنُ المُبَارَكِ عَن حَيوَةَ بنِ شُرَيْحٍ عَن شُرَحْبِيلَ بنِ شَرِيكٍ عَن أبِي عَبْدِالرَّحْمنِ الحُبُلِيِّ عَن عَبْدِاللهِ بنِ عَمرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:خَيْرُ الأَصْحَابِ عِنْدَ اللهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهِ،وَخَيْرُ الجِيرَانِ عِندَاللهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهِ.هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ .وَأبُو عَبْدِالرحمنِ الحُبلِيُّ اسْمُهُ عَبْدُاللهِ بنُ يَزِيدَ.

''سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہتر ساتھیوں میں اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے دوستوں کے لئے بہتر ہے اور بہتر پڑوسیوں میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے، جو اپنے پڑوسی کے لئے بہتر ہو''

یہ حدیث حسن غریب ہے اور عبدالرحمٰن حبلی کا نام عبداللہ بن یزید ہے۔

تشریح: یو صینی بالجار. پڑوسی سے حسن معاملہ اور احسان مندی کی مجھے تاکید کرتے رہے۔

بالجار عام ہے مسلم، کافر، عابد، فاسق، صدیق، عدو، غریب، امیر، شہری، مسافر، ہم وطن، مفید، مضر، عزیز اور اجنبی وغیرہ سب کیلئے پڑوس کا حق ہے۔

پڑوسیوں کی قسمیں اور انکے حقوق: ۱- مسلم عزیز پڑوسی اس کیلئے تین حق ہیں۔حق جوار، حق اسلام، حق قرابت۔ پڑوسی کو ایذاء سے بچانا اور بقدر وسعت فائدہ پہنچانا لازم اور جزو ایمان ہے بعض روایات میں حق پڑوس ادا نہ کرنے والے کیلئے عدم ایمان و حرمان کا ذکر بھی آیا ہے۔ ۲- مسلم پڑوسی اسکے لیے دو حق ہیں حق اسلام حق جوار۔ ۳- کافر و مشرک پڑوسی۔ اسکا ایک حق ہے حق الجوار۔

پڑوس کی حد: ۱- سیدہ عائشہؓ سے منقول ہے کہ جوار اور پڑوس کی حد چاروں طرف چالیس گھر ہیں۔

اقرب فالاقرب کے تحت سب کا خیال کیا جائے۔ ہاں کوئی یہ نہ کہے کہ میں اکیلا ایک سو ساٹھ گھروں اور پڑوسیوں کی دیکھ بھال کیسے کرونگا کیونکہ اگر ہر ایک میں پڑوسیوں کا خیال ہو تو ایک گھر کیلئے ایک سو ساٹھ خیال کرنے والے ہونگے۔ پھر کیا مشکل یا الجھن پس عمل کی ٹھان لیں چلانا رب تعالٰی نے ہے۔ **فاذا عزمت فتوکل علی اللہ (آل عمران ۱۵۹)**

۲- سیدنا علیؓ سے منقول ہے کہ جہاں تک (آلات کے بغیر) اذان کی آواز جاتی ہے وہ پڑوس کی حد ہے۔ ۳- یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو تیرے ساتھ فجر کی نماز پڑھتے ہوں وہ پڑوسی ہیں۔ ۴- یہ بھی کہا گیا ہے کہ (کل) چالیس گھر ہر طرف دس دس گھر۔ (طبرانی)

حتی ظننت لیورثه . ہوسکتا ہے کہ اللہ کی طرف سے عنقریب پڑوسیوں کے وراثت میں حصے کا حکم اترے کیونکہ اس کیلئے وراثت نہیں جبرائیل کے وارث بنانے کا مطلب یہ ہے کہ وارث ہونے کا حکم پہنچادیں ورنہ امر ربہ کے بغیر وہ کسی کو وارث نہیں بناسکتے۔

اس سے علامہ ابیؒ شارح مسلم نے استدلال کیا ہے کہ پڑوسی صرف مسلمان ہوسکتا ہے کافر کیلئے حقوق جوار نہیں۔

دلیل: اسی جملے کو بناتے ہیں کہ وارث مسلمان کی مسلمان کو مل سکتی ہے المسلم لا یرث الکافر وبالعکس. جب کافر کیلئے وراثت ثابت نہیں تو حق جوار بھی نہیں لیکن ہم عرض کریں گے کہ رشتہ داروں کے علاوہ کسی کو وراثت نہیں ملتی، اسی طرح سب رشتہ داروں کو بھی وراثت نہیں ملتی اس طرح تو دور کے رشتہ دار بھی حق جوار کے حقدار نہ ہونگے "ولا قائل به احد" اس لئے درست بات یہی ہے کہ کافر کیلئے بھی حق جوار ہے جیسے ابھی گذرا۔ باقی پڑوسیوں کیلئے وراثت کا حکم ہے ہی نہیں کہ وراثت سے محروم تو حق جوار سے بھی محروم۔ حق جوار ہے اور پڑوس کیلئے وراثت نہیں۔ لیورثه اہمیت اور مبالغہ کیلئے فرمایا۔ پڑوسیوں کا ضرور خیال کیا جائے جسکی کم سے کم حد حدیث میں مذکور ہے کہ شوربہ ہی دیدو، اور متبع کامل ابن عمرؓ کا قابل تقلید عمل کہ آتے ہی پہلے بجائے خود کے پڑوسی کے متعلق دریافت کیا اور وہ بھی یہودی، اس لئے علامہ ابی کی بات قابل اعتناء نہیں بلکہ کافر پڑوسیوں کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔

۲۹۔ بابُ ماجاءَ فی الإحسان إلی الخدَم

خادم و ملازم کے ساتھ احسان سے پیش آنے کے بیان میں

۱۵۶۔ حَدَّثَنَا بُندَارٌ، حَدَّثَنَا عَبدُالرَّحمٰنِ بنُ مَهدِیٍّ، حَدَّثَنَا سُفیَانُ عَن وَاصِلٍ عَنِ المَعرُورِ بنِ سُوَیدٍ عَن أَبِی ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ: إِخوَانُکُم جَعَلَهُمُ اللّٰہُ فِتیَةً تَحتَ أَیدِیکُم، فَمَن کَانَ أَخُوهُ تَحتَ یَدِهِ فَلیُطعِمهُ مِن طَعَامِهِ وَلیُلبِسهُ مِن لِبَاسِهِ وَلَا یُکَلِّفهُ مَا یَغلِبُهُ، فَإِن کَلَّفَهُ مَا یَغلِبُهُ فَلیُعِنهُ.

قَالَ: وفی البابِ عَن عَلِیٍّ وَأُمِّ سَلَمَةَ وَابنِ عُمَرَ وَأَبِی هُرَیرَةَ. قَالَ أبوعِیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

"سیدنا ابوذرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے بھائیوں کو جوانی کی حالت میں تمہارے ماتحت کیا ہے سو جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو اسے چاہئے کہ اپنے کھانے سے اسے کھانا کھلائے اور اپنے لباس سے اسے لباس پہنائے اور اسے ایسی مشقت والا کام نہ دے جو اس پر غالب ہو جائے اور اگر دے تو چاہئے پھر اس کی مدد کرے" اس باب میں علی، ام سلمہ، ابن عمر اور ابو ہریرہ سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۵۷۔ حدَّثنا أحمدُ بنُ مَنِیعٍ، حَدَّثَنَا یَزِیدُ بنُ هَارُونَ عَن هَمَّامِ بنِ یَحیَی عَن فَرقَدٍ السبخی عَن مُرَّةَ عَن أَبِی بَکرٍ الصِّدِّیقِ عَنِ النبیِّ ﷺ قَالَ: لَا یَدخُلُ الجَنَّةَ سَیِّیءُ المَلَکَةِ. هذا حدیثٌ غریبٌ. وقد تکلَّمَ أَیُّوبُ السَّختِیَانِیُّ وَغَیرُ وَاحِدٍ فی فَرقَدٍ السَّبَخِیِّ مِن قِبَلِ حِفظِهِ.

"سیدنا ابوبکر صدیقؓ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا غلاموں کے ساتھ برا سلوک کرنیوالا جنت میں داخل نہ ہوگا" یہ حدیث غریب ہے، ایوب سختیانی اور دوسروں نے فرقد سبخی کے بارے میں ان کے حافظے کی بنا پر کلام کیا ہے۔

۳۰۔ بابُ النَّهیِ عَن ضَربِ الخُدَّامِ وَشَتمِهِم

ملازموں اور غلاموں کو مارنے اور گالی دینے کی ممانعت کے بیان میں

۱۵۸۔ حَدَّثَنَا أَحمَدُ بنُ محمدٍ، أَخبَرَنَا عَبدُاللّٰہِ بنُ المُبَارَکِ عَن فُضَیلِ بنِ غَزوَانَ عَنِ ابنِ أَبِی نُعمٍ عَن أَبِی هُرَیرَةَ

قَالَ: قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ نَبِيُّ التَّوْبَةِ: مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ بَرِيئاً مِمَّا قَالَ لَهُ، أَقَامَ اللهُ عَلَيْهِ الْحَدَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديث حسنٌ صحيحٌ. وفي البابِ عَن سُوَيْدِ بنِ مُقَرِّنٍ وَعَبْدِاللهِ بنِ عُمَرَ وَابْنُ أَبِي نُعْمٍ هُوَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بنُ أَبِي نُعْمٍ الْبَجَلِيُّ يُكْنَى أَبَا الْحَكَمِ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے ابوالقاسم ﷺ نبی التوبہ نے فرمایا جس نے اپنے غلام پر تہمت لگائی اس حال میں کہ وہ اس عیب سے بری ہے تو اللہ قیامت کے دن اس مالک پر حد قائم کریں گے مگر یہ کہ وہ ایسا ہی ہو جیسا اس نے کہا ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس باب میں سوید ابن مقرن اور عبداللہ بن عمر سے روایت ہے، ابن ابی نعم سے مراد عبدالرحمٰن بن ابی نعم بجلی ہیں کنیت انکی ابوالحکم ہے۔

۱۵۹۔حَدَّثنا محمودُ بنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَن ابراهيمَ التَّيْمِيِّ عَن أبيه عَن أبي مسعود قَالَ: كُنْتُ أَضْرِبُ مَمْلُوكاً لِي فَسَمِعْتُ قَائِلاً مِنْ خَلْفِي يَقُولُ: اِعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ اِعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: لَلّٰهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ.

قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ: فَمَا ضَرَبْتُ مَمْلُوكاً لِي بَعْدَ ذٰلِكَ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وابراهيمُ التَّيْمِيُّ هُوَ ابراهيمُ بنُ يَزِيدَ بنِ شَرِيكٍ.

''سیدنا ابومسعودؓ سے مروی ہے میں اپنے غلام کو مار رہا تھا اتنے میں میں نے پیچھے سے کسی کہنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا اے ابومسعود جان لے! چاہیے اے ابومسعود جان لے! کے میں نے مڑ کر دیکھا تو میں رسول اللہ ﷺ پاس تھا، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنا تو اس پر ہے ابومسعود فرماتے ہیں اسکے بعد میں نے اپنے کسی غلام کو نہیں مارا''

حدیث حسن صحیح ہے، ابراہیم تیمی کا نام ابراہیم بن یزید بن شریک ہے۔

تشریح: یہاں سے تین ابواب میں اپنے ماتحت کام کرنے والے خدام وعملے سے اچھے برتاؤ سے پیش آنے کے متعلق گرانقدر ھدایات کا ذکر ہے کہ ان سے برتاؤ میں اپنے سے برتر قادر مطلق ذات کا بھی دھیان واستحضار رہے اور لمحے بہ لحہ ڈانٹ ڈپٹ اور مار دھاڑ کی بجائے فہمائش وسلیقہ سے کام لیا جائے، اگر کوئی ایسا نادان واکھڑ مزاج ہو تو تبدیل کرنے کا پہلو بھی ہے لیکن ہر وقت مار پیٹ کی کوفت سے خود کو بچائیں اور اجر وراحت پائیں، اسی طرح ملازمین وخدام کو بھی احتیاط سے چلنا چاہئے کہ ہر وقت مصائب کی بجائے راحت کا سامان بنیں۔

واقعہ: سورۃ آل عمران کی آیت ۱۳۴ کے تحت تفسیر صاوی جلد اول میں لکھا ہے ''اتفق لـلازم زين العابدين انّ جاريته كانت تصبّ عليه ماء الوضؤ، فسقط الابريق على رأسه فشرج وجهه، فرفع بصره لها، فقالت له: والكاظمين الغيظ، فقال: كظمت غيظي، قالت: والعافين عن الناس، فقال: عفوت عنک، فقالت: والله يحبّ المحسنين، فقال: انت حرّة لوجه الله'' دیکھئے کیسے غصہ پیا، معاف کیا اور آزاد بھی کر دیا۔

۳۱۔بَابُ مَاجَاءَ فِی أَدَبِ الْخَادِمِ

خادم کوادب سکھانے کے بیان میں

۱۶۰۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مُحَمَّدٍ،حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ أَبِی هَارُونَ الْعَبْدِیِّ عَنْ أَبِی سَعِیدٍ الخدری قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ:إِذَا ضَرَبَ أَحَدُکُمْ خَادِمَهٗ فَذَکَرَ اللّٰہَ فَارْفَعُوا أَیْدِیَکُمْ .

قَالَ أبُوعِیسَی: وَأَبُوهَارُونَ الْعَبْدِیُّ اسْمُهٗ عُمَارَةُ بْنُ جُوَیْنٍ .قَالَ:قَالَ أَبُو بَکْرٍ العطار:قَالَ علی بن المدینی قَالَ یَحْیَی بنُ سَعِیدٍ:ضَعَّفَ شُعْبَةُ أَبَا هَارُونَ العَبْدِیَّ.قَالَ یَحْیَی: وَمَا زَالَ ابنُ عَوْنٍ یَرْوِی عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ حَتّٰی مَاتَ .

"سیدنا ابوسعید سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک اپنے خادم ملازم کو مارے اور وہ اللہ کا واسطہ دے تو اس سے ہاتھ اٹھالو"

ابو ہارون عبدی کا نام عمارۃ بن جوین ہے، یحیی بن سعید فرماتے ہیں شعبہ نے ابو ہارون عبدی کوضعیف کہا ہے، نیز یحیی کہتے ہیں ابن عون برابر ہارون عبدی سے روایت کرتے رہے یہاں تک کہ اس نے وفات پائی۔

۳۲۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الْعَفْوِ عَنِ الْخَادِمِ

خادم کو بار بار معاف کرنے کے بیان میں

۱۶۱۔حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا رِشْدِینُ بنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِی هَانِیءٍ الْخَوْلَانِیِّ عَنْ عَبَّاسِ بنِ جُلَیْدٍ الْحَجْرِیِّ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بنِ عُمَرَ قَالَ:جَاءَ رَجُلٌ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ:یَا رَسُولَ اللّٰہِ کَمْ أَعْفُوا عَنِ الْخَادِمِ؟فَصَمَتَ عَنْهُ النَّبِیُّ ﷺ،ثُمَّ قَالَ:یَا رَسُولَ اللّٰہ کَمْ أَعْفُوا عَنِ الْخَادِمِ؟قَالَ: کُلَّ یَوْمٍ سَبْعِینَ مَرَّةً. هذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ.وَرَوَاهُ عَبْدُاللّٰہِ بنُ وَهْبٍ عَنْ أَبِی هَانِیءٍ الْخَوْلَانِیِّ نَحْواً من هذا والعباس هو ابنُ جلیدٍ الحجری المصری .

"سیدنا عبداللہ بن عمر سے مروی ہے ایک آدمی نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ میں خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں؟ نبی ﷺ خاموش رہے، اس نے پھر پوچھا یا رسول اللہ میں خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپ نے فرمایا روزانہ ستر بار" یہ حدیث حسن غریب ہے، عبداللہ بن وہب نے ابو ہانی سے اسی سند کے ساتھ اسی کے ہم مثل نقل کیا ہے۔

حدَّثنا قُتَیْبَةُ،حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بنُ وَهْبٍ،عَنْ أَبِی هَانِیءٍ الْخَوْلَانِیِّ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهٗ.وَرَوَی بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِیثَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بنِ وَهْبٍ بِهٰذَا الإِسْنَادِ،وَقَالَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بنِ عَمْرٍو .

حدیث سابق کی مثل بعض محدثین نے اس کو عبداللہ بن وہب سے اسی سند کے ساتھ عبداللہ بن عمرو سے بھی روایت کیا ہے

٣٣۔بابُ مَاجَاءَ فِی أَدَبِ الْوَلَدِ

اولاد کو ادب سکھانے کے بیان میں

١٦٢۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى،عَنْ نَاصِحٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:لَأَنْ يُؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ.

قَالَ أَبو عِيسَى:هذاحَدِيثٌ غريبٌ.وَنَاصِحٌ هُوَ ابنُ الْعَلَاءِ الكُوفِيُّ لَيسَ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ بِالْقَوِيِّ، وَلَا يُعْرَفُ هَذَا الْحَدِيثُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ،وَنَاصِحٌ شَيْخٌ آخرُ بَصْرِيٌّ يَرْوِي عَنْ عَمَّارِ بنِ أَبِي عَمَّارٍ وَغَيْرِهِ وَهُوَ أَثْبَتُ مِنْ هَذَا .

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے''
یہ حدیث غریب ہے، ناصح بن کوفی محدثین کے نزدیک قوی نہیں اور حدیث صرف اسی طریقہ سے پہچانی جاتی ہے، اس کے علاوہ ایک دوسرے ناصح ہیں جو شیخ بصری ہیں، عمار بن عمار اور دوسرے لوگوں سے روایت کرتے ہیں، وہ ان سے اثبت ہیں.

١٦٣۔حَدَّثَنا نَصْرُ بنُ عَلِيٍّ الجهضمی،حَدَّثَنَا عَامِرُ بنُ أَبِي عَامِرٍ الْخَزَّازِ،حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بنُ مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَداً مِنْ نحلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ.

قَالَ أَبوعِيسَى:هذا حَدِيثٌ غريبٌ،لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَامِرِ بنِ أَبِي عَامِرٍ الْخَزَّازِ،وهو عامر بن صالح بن رستم الخزاز،وَأَيُّوبُ بنُ مُوسَى هُوَ ابنُ عَمْرِو بنِ سَعِيدِ بنِ العاص وهذَا عِنْدِي حَدِيثٌ مُرْسَلٌ.

''ایوب بن موسیٰ بواسطہ والد اپنے دادا سعید بن عاص سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی باپ نے اپنے بیٹے کو حسن ادب سے اچھا عطیہ نہیں دیا''
یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف عامر بن ابی عامر، خزاز کی روایت سے پہچانتے ہیں، ایوب بن موسیٰ سے مراد ابن عمرو بن سعید بن عاص ہیں اور یہ حدیث میرے نزدیک مرسل ہے.

٣٤۔بابُ مَاجَاءَ فِی قُبُولِ الهَدِيَّةِ والمكافأةِ عَلَيهَا

ہدیہ قبول کرنے اور اس کا بدلہ دینے کے بیان میں

١٦٤۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بنُ أَكْثَمَ وَعَلِيُّ بنُ خَشْرَمٍ قَالَا:حَدَّثَنَا عِيسَى بنُ يُونُسَ عَنْ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النبيَّ ﷺ كَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيهَا .

وفي البابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنَسٍ وابنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ .هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هَذَا الوَجْهِ،لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِيسَى بنِ يُونُسَ عَنْ هِشَامٍ .

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ ہدیہ قبول کرتے اور اس پر بدلہ بھی دیتے''

اس باب میں ابوہریرہ، انس، ابن عمر اور جابر سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے، ہم اس کو مرفوع صرف عیسی بن یونس کی سند سے جو ہشام سے راوی ہیں جانتے ہیں۔

تشریح: کان یقبل الهدیه : ھدیہ، عطیہ، تحفہ کا مطلب ایک ہے کہ مودّت ومحبت اور تعلق کی بناپر عوض کی نیت کے بغیر تبرع کے طور پر کچھ دینا۔ ھدایا سے محبتیں بڑھتی ہیں، کدورتیں مٹتی ہیں۔

ھدیہ دینے کے آداب: ۱۔ ھدیہ دینے میں کوئی دینوی طمع ولالچ یا کام نکلوانا نہ ہو بلکہ ھدیہ سے پہلے یا متصل بعد کوئی اپنی مشکل وحاجت بھی بیان نہ کریں۔ ۲۔ ھدیہ مہدی لہ کی مرغوب چیز ہو۔ ۳۔ ھدیہ قبول نہ کرنے کی صورت میں بے اصرار نہ کریں بلکہ واپس کرنے کی وجہ معلوم کر کے اس کا ازالہ کریں۔ ۴۔ ھدیہ میں اخفاء ہو واویلا نہ ہو۔ ۵۔ ھدیہ میں بہت وزنی یا ایسی چیز نہ دیں جو موھوب لہ کیلئے الجھن کا باعث ہو (دینی کتب اس سے مستثنیٰ ہیں)

ھدیہ قبول کرنے کی شرائط: ۱۔ ھدیہ میں دی گئی چیز حلال وغیر مشتبہ مال سے ہو (ایک اللہ والے سے سنا کہ ناجائز طریقے سے لی گئی اقساط والی گاڑیوں پر سواری ہونا اسی میں داخل ہے) ۲۔ ھدیہ دینے والے کی نیت واخلاص پر اطمینان ہو۔ ۳۔ ھدیہ آنے سے پہلے اس کی توقع اور دل میں امید وخیال نہ ہو۔ ۴۔ ھدیہ کو حقیر نہ جانیں، یثیب علیها: آپ ﷺ بدلہ دیتے تھے اس لئے اصحاب مالک کا قول ہے کہ ھدیہ کا عوض دینا واجب ہے، جبکہ جمہور اھل علم کے نزدیک بدلہ واجب نہیں ورنہ تو یہ خرید وفروخت ہوئی، ہاں پسندیدہ ہے کہ عوض دیں

۳۵۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي الشُّكْرِ لِمَنْ أَحْسَنَ إِلَيْكَ

محسن کا شکریہ ادا کرنے کے بیان میں

۱۶۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ محمدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا محمدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ لَا يَشْكُرِ النَّاسَ لَا يَشْكُرِ اللهَ. قَالَ: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا''

۱۶۶۔ حدثنا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى ح وحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الرُّؤَاسِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ.

وفي البابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوسعیدؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا'' اس باب میں ابوہریرہ، اشعث بن قیس، اور نعمان بن بشیر سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: من لایشکر الناس لایشکر الله. علامہ خطابی نے اس کی دو توجیہات بیان کی ہیں۔ ۱۔ ایک آدمی کی عادت ہی ناشکری ہے اور یہ اس کی طبیعت ثانیہ ہوگئی ہے کہ بندوں کا شکریہ ادا کرتا ہے نہ رب کا بلکہ ہر وقت صدا ہے تم نے مجھے کیا دیا؟ میرے

پاس ہے ہی کیا؟ تو معنی ہوگا جو لوگوں کا شکرادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کا شکرادا نہیں کرتا۔۲۔ جو بندوں کی ناشکری کرے اللہ تعالیٰ اس کی شکر گذاری کو قبول ہی نہیں کرتے تو معنی یوں ہو جس نے بندوں کی شکر گذاری نہ کی اس نے اللہ تعالیٰ کی شکر گذاری نہیں کی کہ یعنی پہلی ناشکری کی نحوست سے دوسری بھی قبول نہ ہوئی۔ (عون و بذل) اور شکر یہ ادا کرنا اللہ تعالیٰ کا اس کی فرمانبرداری ہے اور ناشکری اس کی نافرمانی ہے کہ اس نے سب کچھ دیا پھر ہم اسی کی نافرمانی کریں یہ ناشکری ہے، اور بندوں کا شکریہ قولی بھی ہے اور عملی بھی دعا دے دینا اور چند کلمات خیر کہہ دینا یہ قولی شکر ہے یہ ہر ایک کرسکتا ہے قرآن کریم میں ہے **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** (الرحمٰن ۶۰) نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے، دوسری حدیث میں صرف لا کی بجائے لم وارد ہے۔

۳۶۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي صَنَائِعِ الْمَعْرُوفِ

بھلے کاموں کے بیان میں

۱۶۷۔ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُرَشِيُّ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو زُمَيْلٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ، وَأَمْرُكَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيُكَ عَنِ الْمُنْكَرِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَإِرْشَادُكَ الرَّجُلَ فِي أَرْضِ الضَّلَالِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَبَصَرُكَ لِلرَّجُلِ الرَّدِيءِ الْبَصَرِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَإِمَاطَتُكَ الْحَجَرَ وَالشَّوْكَ وَالْعَظْمَ عَنِ الطَّرِيقِ لَكَ صَدَقَةٌ، وَإِفْرَاغُكَ مِنْ دَلْوِكَ فِي دَلْوِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ.

وفي الباب عن ابن مسعود وجابر وحذيفة وعائشة وأبي هريرة. هذا حديث حسن غريب. وأبو زميل سماك بن الوليد الحنفي.

''سیدنا ابوذرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا اپنے مسلمان بھائی کے سامنے مسکرانا صدقہ ہے، اسے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا سب صدقہ ہے، کسی بھولے بھٹکے کو راستہ بتا دینا، تیرا کسی نابینے کی رہنمائی کرنا صدقہ ہے، راستے سے پتھر، کانٹا ہٹا دینا اور اپنے ڈول سے دوسرے بھائی کے ڈول میں پانی ڈالنا ہی صدقہ ہیں''

اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود، جابر، حذیفہ، عائشہ اور ابو ہریرہ سے بھی احادیث منقول ہیں، یہ حدیث حسن غریب ہے اور ابوزمیل کا نام سماک بن ولید حنفی اور نصر بن محمد جرشی یمامی ہیں۔

تشریح: **المعروف ھو اسم جامع لکل ماعرف من طاعة الله و التقرب الیه والاحسان الی الناس** (عون)

معروف ایک ایسا لفظ ہے جو حقوق العباد اور حقوق اللہ اور جملہ طاعات سب کو شامل ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت اس کا قرب حاصل کرنا اور بندوں سے اچھا برتاؤ کرنا سب لفظ معروف میں آجاتے ہیں۔ اور قرآن کریم میں بارہا حسن خلق نیکی اور اچھائی پر لفظ معروف کا اطلاق ہوا ہے مثلاً **فامساک بمعروف او تسریح باحسان** (بقرۃ ۲۲۹)

انسان پر اپنے رب کا شکر لازم ہے اور جتنا زیادہ احسان ہیں اتنا ہی شکر آسان ہے کہ چھوٹے چھوٹے اعمال پر اللہ راضی ہو جاتا ہے۔

ہم میں لاپرواہی اور عدم اہتمام ہے ورنہ وہ تو غفار ورحمان اور قدر دان ہے۔ باب کی احادیث میں کتنے سارے اعمال سہل ترین مذکور ہیں۔ جن کے اہتمام سے ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ رَكْعَتَانِ مِنَ الضُّحٰى . لان الصلوٰة عمل بجميع اعضاء البدن فيقوم كل عضو بشكره (عون)

ٹہنی ہٹانے کے مطلب: ۱- ٹہنی درخت سے راستے پر لٹکی ہوئی تھی کسی نے کاٹ کر دور کر دی اور لوگوں کو راحت پہنچائی۔ ۲- کٹی یا ٹوٹی ہوئی ٹہنی راستے پر پڑی تھی اسے کھینچ کر دور ڈال دیا اور راستہ صاف کر دیا۔ ۳- ٹہنی کاٹی نہ ہٹائی بلکہ لوگوں کے گذرتے وقت اس کو پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا اتنے میں لوگ آرام سے گذر گئے تو پھر اس نے چھوڑ دیا۔ اس میں بھی ہٹانے کا معنی موجود ہے، پتھر ہڈی ہٹانے کا مطلب واضح ہے کہ پاؤں کی ٹھوکر یا بازو کی قوت سے دور کر کے راستہ صاف کر دیا۔

۳۷۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي الْمِنْحَةِ

عاریت پر دینے کے بیان میں

۱۶۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابراهيمُ بْنُ يُوسُفَ بنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسحاقَ، عَنْ طَلْحَةَ بنِ مُصَرِّفٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَالرحمنِ بنَ عَوْسَجَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بنَ عَازِبٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ النبيَّ ﷺ يَقُولُ: مَنْ مَنَحَ مَنِيحَةَ لَبَنٍ أَوْ وَرِقٍ، أَوْ هَدَى زُقَاقاً كَانَ لَهُ مِثْلُ عِتْقِ رَقَبَةٍ . هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِسحاقَ عَنْ طَلْحَةَ بنِ مُصَرِّفٍ لا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجهِ. وقد رَوَى مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ وَشُعْبَةَ عَنْ طَلْحَةَ بنِ مُصَرِّفٍ هذا الْحَدِيثَ .

وفي البابِ عَنِ النُّعْمَانِ بنِ بَشِيرٍ. وَمَعْنَى قَوْلِهِ مَنْ مَنَحَ مَنِيحَةَ وَرِقٍ إِنَّمَا يَعْنِي بِهِ قَرْضَ الدَّرَاهِمِ. قَوْلُه: أَوْهَدَى زُقَاقاً قَالَ: إِنَّمَا يَعْنِي بِهِ هِدَايَةَ الطَّرِيقِ وَهُوَ إِرْشَادُ السَّبِيلِ .

"سیدنا براء بن عازب ؓ کہتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے دودھ یا چاندی کا منیحہ دیا یا کسی کو راستہ بتایا اس کیلئے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے"

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ابو اسحٰق کی روایت سے، ابو اسحٰق اسے طلحہ بن مصرف سے نقل کرتے ہیں اور اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں، منصور بن معتمر اور شعبہ بھی طلحہ بن مصرف سے نقل کرتے ہیں.

اس باب میں نعمان بن بشیر سے بھی حدیثیں منقول ہیں، ورق کی عاریت سے مراد یہ ہے کہ روپے پیسے کا قرض دینا "ھدی زقاقا" کا مطلب راستہ دیکھانا ہے۔

تشریح: من منح منيحة لبن : المنيحة هي ان يعطى شاة او بقرة، او ناقة ينتفع بلبنها او وبرها وصوفها زمانا ثم يرد. کسی کو دودھ والا جانور عارضی طور پر دودھ پینے کیلئے دیا یہ منیحہ اور عطیہ کی ایک قسم ہے، جبکہ بعض نے ملکیت میں دینے کو

بھی منیحہ کہا ہے، یہاں پہلا معنیٰ مراد ہے ومعنیٰ قولہ میں امام ترمذیؒ نے دونوں جملوں کا مطلب بتادیا کہ منیحہ ورق سے مراد نقد قرض دینا ہے، اور ھدیٰ زقاقا بضم الزاء کا معنی راستہ بتلانا اور دکھانا ہے۔

۳۸۔بابُ مَاجَاءَ فِي إِمَاطَةِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ

راستہ سے تکلیف دینے والی چیز کو دور کرنا

۱۶۹۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بنُ مَالِكِ بنِ أَنَسٍ عَن سُمَيٍّ عَن أَبِي صَالِحٍ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ عَن النبيِّ ﷺ قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي الطَّرِيقِ إِذْ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ فَأَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ.وفي الباب عَن أبي بَرْزَةَ وَابنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي ذَرٍّ.هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی راستے پر چل رہا تھا کہ اس نے کانٹے دار شاخ دیکھی اس نے اسے ہٹادیا، اللہ تعالیٰ اسے اس کی جزا دے گا اور اس کو بخش دے گا'' (کمامرّ فی باب ۳۶)

اس باب میں حضرت ابو برزہ، ابن عباس اور ابوذرؓ سے بھی احادیث منقول ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳۹۔بابُ مَاجَاءَ أَنَّ الْمَجَالِسَ أَمَانَةٌ

مجالس کی گفتگو امانت ہوتی ہے کے بیان میں

۱۷۰۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ محمدٍ،حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بنُ الْمُبَارَكِ عَن ابنِ أَبِي ذِئْبٍ قَالَ:أَخْبَرَنِي عَبْدُالرَّحْمٰنِ بنُ عَطَاءٍ عَن عَبْدِالْمَلِكِ بنِ جَابِرِبنِ عَتِيكٍ عَن جَابِرِ بنِ عَبْدِاللهِ عَن النبيِّ ﷺ قَالَ:إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِيَ أَمَانَةٌ.قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ ابنِ أَبِي ذِئْبٍ .

''سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب کوئی آدمی بات کرے پھر ادھر ادھر متوجہ کر دیکھے تو وہ تمہارے پاس امانت ہے'' یہ حدیث حسن ہے، ہم اسے ابن ابی ذئب کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

تشریح: المجالس امانة ای کلام المجالس اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آدمی جس مجلس اور دوست احباب میں بیٹھتا ہے اور ظاہر ہے مجلس میں ہر قسم کی باتیں ہوجاتی ہیں جن میں سے کچھ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو منہ سے نکل جاتی ہیں حالانکہ وہ قابل اظہار نہیں ہوتیں اور راز ہوتی ہیں تو سامعین وسامعین وسامعات ان کو محفوظ رکھیں راز افشانہ کریں اسی طرح بعض وہ باتیں جو ناگوار گزرتی ہیں اور انسان کے دل کو ٹھیس پہنچاتی ہیں اور مزاج کے خلاف ہوتی ہیں تو ایسی باتیں اوپر پہنچانا اور ہر چھوٹی بڑی بات سربراہ کو بتانا مناسب نہیں کہ اس کا قلب متوحش اور طبیعت مکدر ہوگی بلکہ کوشش رہے کہ اصلاح ہوجائے اور ہر بات اوپر نہ پہنچے، ابوداؤد میں ''لا یبلغنی احد شیئا فانّی احبّ ان اخرج الیکم وانا سلیم الصد'' اس لئے آپؐ نے فرمایا ہر صحابی کی ہر چھوٹی موٹی بات مجھ تک مت پہنچاؤ۔ اگر بالکل خلاف شرع کام کسی سے سرزد ہوا اور وہ توبہ کر کے باز بھی نہ آئے تو پھر اس کی اطلاع بغرض اصلاح ضرور دینی چاہیے، بہرصورت کسی کے راز کی ضرور حفاظت ہو۔

٤٠ـ بابُ مَاجَاءَ فِی السَّخَاءِ
سخاوت کے حکم کے بیان میں

١٧١ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْحَسَّانِيُّ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ، حَدَّثَنَا أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: قُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ لَيْسَ لِي مِنْ شَيْءٍ إِلَّا مَا أَدْخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ، أَفَأُعْطِي؟ قَالَ نَعَمْ، لَا تُوكِي فَيُوكَى عَلَيْكِ. يَقُولُ لَا تُحْصِي فَيُحْصَى عَلَيْكِ. وفي البَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ.

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا الْحَدِيثَ بهذا الإِسْنَادِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ. وَرَوَى غَيْرُوَاحِدٍ هَذَا عَنْ أَيُّوبَ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ.

''سیدہ اسماء بنت ابوبکرؓ کہتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے پاس جو کچھ بھی ہے وہ زبیرؓ ہی کی کمائی سے ہے، کیا میں اس میں سے صدقہ دے سکتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں دے سکتی ہو مال کو روک کے نہ رکھو، ورنہ تم سے بھی روک لیا جائے گا'' اس باب میں حضرت عائشہ اور ابو ہریرہؓ سے بھی احادیث منقول ہیں،

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور بعض اسے ابن ابی ملیکہ سے وہ عباد بن عبداللہ سے اور وہ حضرت اسماءؓ سے نقل کرتے ہیں جبکہ کئی راوی اسے ایوب سے نقل کرتے ہوئے عباد بن عبداللہ بن زبیر کو حذف کردیتے ہیں.

١٧٢ـ حَدَّثنا الحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، حَدَّثنا سَعِيدُ بْنُ محمدٍ الوَرَّاقُ عَنْ يحيى بنِ سَعِيدٍ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللّٰهِ، قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ، قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ، بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ. وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللّٰهِ، بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ، بَعِيدٌ مِنَ النَّاسِ، قَرِيبٌ مِنَ النَّارِ. وَالْجَاهِلُ السَّخِيُّ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ عَابِدٍ بَخِيلٍ.

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ محمدٍ، وقد خُولِفَ سَعِيدُ بْنُ محمدٍ فِي رِوَايَةِ هذا الْحَدِيثِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، إِنَّمَا يُرْوَى عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَائِشَةَ شَيْءٌ مُرْسَلٌ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا سخی آدمی اللہ تعالیٰ سے قریب، جنت سے قریب، لوگوں سے قریب اور دوزخ سے دور ہوتا ہے بخیل اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو جاہل سخی، بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے صرف یحیٰی بن سعید کی اعرج سے روایت سے پہچانتے ہیں، ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث صرف سعید بن محمد کی سند سے منقول ہے، اس حدیث کی روایت سے اختلاف کیا گیا ہے کیونکہ سعید، یحیٰی بن سعید سے نقل کرتے ہیں اور وہ حضرت عائشہؓ سے کچھ احادیث مرسلاً بھی نقل کرتے ہیں.

تشریح : اس باب میں اللہ کیلئے خرچ کرنے کی فضیلت وترغیب مقصود ہے، بخل وبخیل مردود ہے، افأعطیؒ وفی روایۃ البخاری

لما تصدق سیدہ اسماءؓ نے اس لئے وضاحت طلب کی کیونکہ صراحۃ یا اشارۃ اجازت کے بغیر شوہر کے مال میں تصرف کی اجازت نہیں، تو آپ ﷺ نے سیدنا زبیرؓ کے مزاج ومراد سے واقف ہونے کی وجہ سے فرمایا تم خرچ کرو باندھ باندھ کے نہ رکھو ورنہ اوپر دینے والا بھی روک دیگا۔

شوہر کا نام لینا: اس سے واضح ہوا شوہر کا نام لینا درست ہے ممانعت نہیں، ہاں بہتر یہ ہے کہ لقب اور باادب انداز سے بلایا اور مخاطب کیا جائے لیکن نام لینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا کما زعم الجھلاء۔ لاتوکی: یہ وکاء سے ہے گرہ لگانا، عموما عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ دوپٹے اور اوڑھنی کے کونے میں پیسے باندھ لیتی ہیں، اب تو آنچل ہی نہ رہے۔

٤١ ـ بَابُ مَاجَاءَ فِي الْبُخْلِ
بخل کی مذمت کے بیان میں

١٧٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ غَالِبِ الْحُدَّانِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: خَصْلَتَانِ لا تَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ: الْبُخْلُ، وَسُوءُ الْخُلُقِ.

وفي البابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. هذا حَدِيثٌ غريبٌ لا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ صَدَقَةَ بنِ مُوسَى.

''سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مومن میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوسکتیں، بخل اور بداخلاقی''۔

اس باب میں حضرت ابوہریرہؓ سے بھی احادیث منقول ہیں، یہ حدیث غریب ہے، ہم اس حدیث کو صرف صدقہ بن موسیٰ کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

١٧٤ ـ حدَّثنا أحمدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ مُوسَى عَنْ فَرْقَدٍ السَّبَخِيِّ عَنْ مُرَّةَ الطَّيِّبِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: لا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خِبٌّ وَلاَ بَخِيلٌ وَلاَ مَنَّانٌ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

''سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے مروای ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فریب کار، بخیل اور احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوں گے'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔

١٧٥ ـ حدَّثنا محمدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ بِشْرِ بنِ رَافِعٍ عَنْ يَحْيَى بنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: الْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيمٌ، وَالفَاجِرُ خَبٌّ لَئِيمٌ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حَدِيثٌ غريبٌ لا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن بھولا اور کریم ہوتا ہے جبکہ فاجر دھوکہ باز اور کمینہ ہوتا ہے، یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں''

تشریح: البخل وسوء الخلق.   بخل وشح کی تعریف اور فرق۔
شح: الحرص علی تحصیل مالیس عندک۔ غیر موجود کے حصول کی حرص وہوس کرنا یہ شح ہے۔
بخل: الامتناع من اخراج ماعندک۔ پاس موجود کو خرچ نہ کرنا یہ بخل ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ اشحۃ علیکم (احزاب ۱۹) الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل (نساء ۳۷) خلاصہ بخل حرص علیٰ ماعندہ اور شح حرص الی مالیس عندہ ہے۔ بخل موجود پر اور شح غیر موجود پر و کلاھما محظوران .علماء کہتے ہیں کہ شح بخل سے ابلغ ہے۔
انفاق وبخل کا حکم: حقوق کے اعتبار سے حکم مختلف ہیں۔ ☆ ایک حق شریعت کی وجہ سے واجب ہوتا ہے ☆ دوسرا حق بھائی بندی اور مروت کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔ جو واجب بالشرع اور واجب بالمروۃ والعادۃ دونوں میں خرچ کرے وہ سخی ہے۔ جو واجب بالشرع ولمروءۃ دونوں میں خرچ نہ کرے تو وہ بخیل ہے۔ سو بخیل وہ ہوا جو مناسب وبرمحل خرچ نہ کرے، بوقت ضرورت خرچ نہ کرنا بخل اور زائد از ضرورت یا بلاضرورت خرچ کریں، تو اسراف وتبذیر ہے۔ بخل واسراف سے بچ کر درمیانی اور معتدل راہ پر چلنا مطلوب ہے۔ قرآن کریم میں ہے" ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط، اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا و کان بین ذلک قواما"

٤٢ ـ بابُ مَاجَاءَ فِي النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ

اہل وعیال پر خرچ کرنے کے بیان میں

۱۷٦ ـ حَدَّثَنَا أَحمدُ بنُ محمدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بنُ الْمُبَارَكِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَدِيِّ بنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى أَهْلِهِ صَدَقَةٌ.

وفي البابِ عَنْ عَبْدِاللهِ بنِ عَمْرٍو وَعَمْرِو بنِ أُمَيَّةَ الضمرى وأَبِي هُرَيْرَةَ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"سیدنا ابو مسعود انصاری سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی شخص کا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے"

اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرو، عمرو بن امیہ اور ابو ہریرہؓ سے بھی احادیث منقول ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۷۷ ـ حدثنا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: أَفْضَلُ الدِّينَارِ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلَى عِيَالِهِ، وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ. قَالَ أَبُو قِلَابَةَ بَدَأَ بِالعِيَالِ، ثُمَّ قَالَ: وَأَيُّ رَجُلٍ أَعْظَمُ أَجراً مِنْ رَجُلٍ يُنْفِقُ عَلَى عِيَالٍ لَهُ صِغَارٍ يُعِفُّهم اللهُ بِهِ وَيُغْنِيهم اللهُ بِهِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"سیدنا ثوبانؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین روپیہ وہ ہے جسے کوئی شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے یا پھر وہ دینار جسے وہ جہاد میں جانے کے لئے اپنی سواری (ودیگر ضروریات) پر یا اپنے دوستوں پر فی سبیل خرچ کرتا ہے"

ابو قلابہ کہتے ہیں کہ راوی نے عیال کا شروع میں ذکر کیا اور پھر فرمایا اس شخص سے زیادہ ثواب مل سکتا ہے جو اپنے

چھوٹے بچوں پر خرچ کرتا ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے محنت و مشقت کرنے سے بچالیتا ہے اور انہیں اس کے ذریعے غنی کرتا ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: باب کا حاصل یہ ہے کہ حسن نیت اور صدق نیت سے نفقات واجبہ پر بھی اجر ملتا ہے اور ذمہ داری سے عہدہ برآ بھی ہو جاتا ہے، اگر قربت وثواب کی نیت نہ ہو تو پھر ذمہ داری سے براءت ہوگی، اس لئے انسان کو نیت رکھنی چاہئے تا کہ اجر و براءت دونوں حاصل ہوں، چنانچہ بخاری ۸۰۵/۲ میں ہے "اذا انفق المسلم نفقة علی اهله وهو یحتسبها کانت له صدقة" الاحتساب: القصد الی طلب الاجر. اهله سے مراد، ا۔ زوجہ کہ اس کا نان، نفقہ، سکنی واجب ہے، ۲۔ دیگر اہل خانہ اولاد وآباء اور عزیز واقارب، اور ظاہر ہے جب واجب کی ادائیگی پر ثواب ہے تو دیگر پر خرچ سے بھی ثواب ملیگا، صدقة: لفظ صدقہ سے تعبیر سے مقصود یہ ہے کہ اس پر مثل صدقہ اجر ملیگا نہ یہ کہ یہ صدقہ کے حکم میں ہے تو سیدة بیوی پر خرچ پر بھی اجر ملیگا۔ قال ابوقلابہ: راوی حدیث ابوقلابہ نے نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عیال پر خرچ کو مقدم کرنا اس کی اہمیت و وجوب اور تقدیم کیلئے کہ انفاق میں پہلے ان پر خرچ کریں۔

۴۳۔ بابُ ماجاءَ فی الضِّیَافَةِ وغایة الضیافة الی کم هی؟ کَمْ هُوَ؟

مہمان نوازی کی فضیلت اور ضیافت کی انتہاء کے بیان میں

۱۷۸۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّیْثُ بنُ سَعْدٍ عَن سَعِیدِ بنِ أَبِی سَعِیدِ الْمَقْبُرِیِّ عَن أَبِی شُرَیْحٍ العدویِّ أَنَّهُ قَالَ: أَبْصَرَتْ عَیْنَایَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَسَمِعَتْهُ أُذُنَایَ حِینَ تَکَلَّمَ بِهِ قَالَ: مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَهُ جَائِزَتَهُ. قَالُوا وَمَا جَائِزَتُهُ؟ قَالَ: یَوْمٌ وَلَیْلَةٌ قَالَ: وَالضِّیَافَةُ ثَلَاثَةُ أَیَّامٍ وَمَا کَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْراً أَوْ لِیَسْکُتْ. قَالَ أبوعِیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

"سیدنا ابوشریح عدویؓ فرماتے ہیں میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا جب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص کا اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان ہو اسے اپنے مہمان کی تکرم وضیافت کرنی چاہئے صحابہ کرامؓ نے پوچھا پر تکلف مہمانی کب تک ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ایک دن اور ایک رات تک، ضیافت تین دن تک ہے اور اس کے بعد صدقہ ہے، اور جو اللہ اور قیامت کے دن اپر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے یا چپ رہے"

یہ حدیث صحیح ہے۔

۱۷۹۔ حَدَّثَنَا ابنُ أَبِی عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَن ابنِ عَجْلَانَ عَن سَعِیدِ الْمَقْبُرِیِّ عَن أَبِی شُرَیْحٍ الکَعْبِیِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: الضِّیَافَةُ ثَلَاثَةُ أَیَّامٍ، وَجَائِزَتُهُ یَوْمٌ وَلَیْلَةٌ، وَمَا أُنْفِقَ عَلَیْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ، وَلَا یَحِلُّ لَهُ أَنْ یَثْوِیَ عِنْدَهُ حَتَّی یُحْرِجَهُ.

ومَعْنَی قَوْلِهِ: لَا یَثْوِیَ عِنْدَهُ یَعْنِی الضَّیْفَ لَا یُقِیمُ عِنْدَهُ حَتَّی یَشْتَدَّ علی صاحِبِ المَنْزِلِ، وَالحَرَجُ هُوَ الضِّیقُ. إِنَّمَا قَوْلُهُ: حَتَّی یُحْرِجَهُ یَقُولُ: حَتَّی یُضَیِّقَ عَلَیْهِ. وَفِی البابِ عَن عَائِشَةَ وَأَبِی هُرَیْرَةَ. وقد رَوَاه مَالِكُ بنُ

أَنَسٍ واللَّيْثُ بنُ سَعْدٍ عَن سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ.

هـذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وأَبُو شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيُّ هُوَ الكَعْبِيُّ، وَهُوَ العدوِيُّ، واسْمُهُ خُوَيْلِدُ بنُ عَمْرٍو

''سیدنا ابوشریح کعبیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ضیافت تین دن تک اور پر تکلف ضیافت ایک دن و رات تک ہے، اس کے بعد جو کچھ مہمان پر خرچ کیا جائے وہ صدقہ ہوتا ہے، کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اس (میزان) کے پاس رہے یہاں تک کہ اسے مشقت ہونے لگے، حرج کے معنی یہ ہیں کہ مہمان میزبان کے پاس اتنا نہ ٹھہرے کہ اس پر شاق گزرنے لگے اور حرج میں ڈالنے سے مراد یہی ہے کہ اسے تنگ نہ کرے''

اس باب میں حضرت عائشہ اور ابو ہریرہؓ سے بھی احادیث سے منقول ہیں، مالک بن انس اور لیث بن سعد بھی یہ حدیث سعید مقبری سے نقل کرتے ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوشریح خزاعی کعبی عدوی ہیں ان کا نام خویلد بن عمرو ہے۔

تشریح: اس باب میں مہمان نوازی کی فضیلت ومدت اور مہمان کیلئے ھدایت کا ذکر ہے۔

حدیث اول: فلیکرم ضیفه. مہمان کی تعریف ''**الضیف هو القادم من السفر النازل عند المقیم**'' مہمان وہ ہے جو سفر سے مقیم کے پاس آئے۔ لفظ ضیف مذکر مؤنث مفرد جمع سب پر بولا جاتا ہے۔ ضیف کا اصل معنی ہے مائل ہونا ''**والضیف من مال الیک**'' ''مہمان وہ ہے جو تیری طرف مائل ہوا چنانچہ'' ضاف'' کا معنی مہمان ہوا ''اضاف'' کا معنی مہمان بنایا ''ضیف'' مہمان ''مضیف'' میزبان۔

جائزته. سہیلیؒ کہتے ہیں جائزتہ منصوب ضیفہ سے بدل الاشتمال ترکیب واضح ہے۔ یعنی تین دن مہمان نوازی کی جائے اور پہلے دن کچھ تکلف سے کھلایا جائے جتنی وسعت ہو۔ اور دوسرے اور تیسرے دن ماحضر پیش کرے یہ ضیافت اور مہمان کا حق تھا اگر اس کے بعد خرچ کرتا ہے تو صدقہ کا ثواب پائیگا۔ عرب میں یہ رائج تھا کہ قدرت رکھتا ہو تو مہمان کو کچھ عطیہ دے دے۔

وما کان بعد ذلک فهو صدقة. یہاں صدقہ سے معروف ونیکی مراد ہے یعنی مزید خرچ نیکی اور بھلائی ہے جس میں اختیار ہے کرے یا چھوڑ دے۔ **ولا یحل له (للضیف) ان یثوی.** امام ترمذی نے اس کی وضاحت کردی مہمان کو ذیبا نہیں کہ اس کے پاس ٹکا رہے۔ مہمان کو زیادہ مدت تک میزبان اور صاحب خانہ کے پاس ٹک کر بیٹھ جانا منع اور حرام ہے، اس کی علت کا آگے ذکر ہے کہ اس کو اکتاہٹ ومشقت ہوگی اور ایذاء وتکلیف حرام ہے۔ یحرجہ راء کی تشدید کے ساتھ معنی ہے ''**یضیق صدره ویوقعه فی الحرج**'' اسکے سینے کو تنگ کرے اور اسے حرج میں ڈالے یہ باب تفعیل سے ہوگا۔ اور راء کی تشدید کے بغیر احراج باب افعال سے ہوگا دونوں صورتوں میں متعدی ہے۔ میزبان پر زیادہ قیام سے تنگی ڈالنا یہ حلال نہیں۔ علامہ طیبیؒ کے کلام سے دوسری بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ یحرجہ راء تشدید کے بغیر ہے۔ (عون) (اخرجه البخاری ومسلم وابن ماجة)

ضیافت کا حکم: جمہور اہل علم کے نزدیک ضیافت اور مہمان نوازی مکارم اخلاق اور مستحبات میں سے ہے۔ لیث کہتے ہیں کہ ایک رات کی ضیافت واجب ہے۔ جمہور کی دلیل۔ حدیث باب ہے جائزتہ یوم ولیلة جائزة کا معنی عطیہ ہے۔ اور ظاہر ہے یہ وجوب کیلئے نہیں بلکہ ایسا لفظ امور اختیاریہ میں استعمال ہوتا ہے۔ ابتدائے اسلام میں مہمانی واجب تھی پھر مندوب کی طرف حکم منتقل ہوا اور فلیکرم امر اذا حللتم فاصطادوا کی طرح وجوب کیلئے نہیں بلکہ استحباب کیلئے ہے (مرقات)

ضیافت کے آداب: ۱- میزبان کو چاہیئے کہ جتنا جلدی بآسانی جو میسر ہو حاضر کرے۔ ۲- موقع موسم مزاج اور مردم شناسی کا لحاظ رکھے۔ ۳- مہمان سے خندہ پیشانی اور خوش روئی سے پیش آئے۔ ۴- فساق و فجار کی دعوت نہ کرے بلکہ نیک اور پرہیز گار لوگوں کی دعوت کرے۔ ۵- جتنا ممکن ہو سکے مہمان کو راحت پہنچائے۔ کھانا سامنے لاکر رکھے اور انکو کھانا شروع کرنے کا کہہ دے تاکہ وہ منتظر نہ رہیں۔ ۶- اگر نہ لے رہے ہوں تو اس کی وجہ معلوم کرے۔ ۷- کسی چیز کی کمی کا خیال رکھیں اور کھانے پر نظر رکھے لیکن گھور گھور کر انکے لقموں کی طرف نہ دیکھے۔ ۸- جو کچھ تیار ہو ترتیب سے سب رکھ دے تاکہ طبعیت کے مطابق وہ لے سکیں ایسا نہ ہو کہ ایک چیز سے فارغ ہونے کے بعد دوسری چیز لائے۔

ضیافت کی اقسام: حضرت تھانویؒ نے ضیافت اور مہمانداری کی تین قسمیں لکھی ہیں۔ ۱- میزبان مہمان کو بطور ضیافت نقد رقم دیدے کہ وہ اپنی طبعیت و راحت سے کھالے تکلف و ضیاع وقت اور کام میں حرج سے بچ جائے۔ ۲- کھانا تیار کر کے جنکی ضیافت مقصود ہے انہیں پہنچادیں کہ وہ حسب سہولت بلا تکلف کھالیں۔ ۳- مہمان کو اپنے پاس گھر دفتر یا دکان پر بلائیں یہ آخری درجہ ہے۔ مقصود یہ ہے کہ دعوت و ضیافت سے مہمان کو تکلیف اور اس کے کام میں حرج نہ ہو دعوت راحت کیلئے ہو زحمت کیلئے نہیں۔ دعوت کی مزید اقسام باب ۲۲ میں گذر چکی ہیں۔

۴۴۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی السَّعْیِ عَلَی الْأَرْمَلَةِ وَالْيَتِيمِ

بیواؤں اور یتیموں کی کمائی کے لئے کوشش کرنے کے بیان میں

۱۸۰۔ حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِیُّ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: السَّاعِی عَلَی الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِی سَبِيلِ اللّٰهِ، أَوْ كَالَّذِی يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ.

حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيْلِیِّ عَنْ أَبِی الْغَيْثِ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مِثْلَ ذٰلِكَ. وهذا الحديث حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ:

وَأَبُو الْغَيْثِ اسْمُهُ سَالِمٌ مَوْلَی عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُطِيعٍ. وَثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ شَامِیٌّ، وَثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ مَدَنِیٌّ.

"سیدنا صفوان بن سلیمؓ مرفوعاً نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیوہ اور محتاج کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کوشش کرنے والا اللہ کی راہ جہاد کرنے والے مجاہد کی طرح ہے یا اس شخص کی طرح جو دن میں روزہ رکھتا ہے رات کو نمازیں پڑھتا ہے"

''ابوالغیث نے ابو ہریرہؓ سے اسی کی مثل نقل کیا ہے'' یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ابوغیث کا نام سالم ہے وہ عبداللہ بن مطیع کے مولیٰ ہیں، پھر ثور بن یزید شامی اور ثور بن زید مدنی ہیں۔

تشریح: الارملة کی جمع ارامل، ارامِلة ہیں۔ ا۔ بیوہ عورت، ۲۔ وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو بھلے نکاح نہ کیا ہو یا شوہر کا انتقال ہو گیا ہو۔ ۳۔ محتاج عورت ہمارے عرف میں پہلا معنیٰ معروف ہے، عموماً بیوہ کو مشکلات و مصائب کا سامنا ہوتا ہے۔

الساعی: ای الکاسب لھما او العامل بمؤنتھما۔ ان کیلئے محنت کرنے والا، ان کے اخراجات برداشت کرنے والا۔ فضیلت واضح ہے کہ لوگ جہاد، روزہ، نماز کو عبادت کہتے ہیں ان کاموں کی طرف توجہ نہیں کرتے حالانکہ دیگر اعمال صالحہ کی طرح محتاجوں کی مدد پر بھی اجر عظیم کا وعدہ ہے۔

٤٥۔بابُ ماجاءَ فی طَلاَقَةِ الوجہِ وحُسْنِ البَشْرَ

کشادہ پیشانی اور بشاشت کے ساتھ پیش آنے کے بیان میں

١٨١۔حَدَّثَنَا قُتَیبَةُ حَدَّثَنَا المُنکَدِرُ بنُ محمد عَن أَبِیهِ عَن جَابِرِ بنِ عَبدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: کُلُّ مَعرُوفٍ صَدَقَةٌ وَاِنَّ مِنَ المَعرُوفِ أَنْ تَلقَی أَخَاكَ بِوَجهٍ طَلْقٍ وَأَنْ تُفرِغَ مِنْ دَلوِكَ فِی اِنَاءِ أَخِیكَ .

وفی البابِ عَن أَبِی ذَرٍّ .قَالَ أبوعِیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نیک کام صدقہ ہے اور یہ بھی نیکیوں میں سے ہے کہ تم اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملو اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دو'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٤٦۔بابُ ماجاءَ فی الصِّدقِ وَالکَذِبِ

صدق کی مدحت اور کذب کی مذمت کے بیان میں

١٨٢۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِیَةَ عَنِ الأَعمَشِ عَنْ شَقِیقِ بنِ سَلَمَةَ عَن عَبدِاللّٰهِ بنِ مَسعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: عَلَیکُم بِالصِّدقِ فَاِنَّ الصِّدقَ یَهدِی اِلَی البِرِّ،وَاِنَّ البِرَّ یَهدِی اِلَی الجَنَّةِ،وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَصدُقُ وَیَتَحَرَّی الصِّدقَ حَتّٰی یُکتَبَ عِندَاللّٰهِ صِدِّیقاً،وَاِیَّاکُم وَالکَذِبَ،فَاِنَّ الکَذِبَ یَهدِی اِلَی الفُجُورِ،وَاِنَّ الفُجُورَ یَهدِی اِلَی النَّارِ وَمَا یَزَالُ العَبدُ یَکذِبُ وَیَتَحَرَّی الکَذِبَ حَتّٰی یُکتَبَ عِندَاللّٰهِ کَذَّاباً.

وفی البابِ عَن أَبِی بَکرٍ الصِّدِّیقِ وعُمَرَ وعَبدِاللّٰهِ بنِ الشِّخِّیرِ وابنِ عُمَرَ . هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سچ کو لازم پکڑو بے شک سچ نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی برابر سچ بولتا اور اس کا ارادہ کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے، جھوٹ سے بچو، بے شک جھوٹ گناہ کا راستہ ہے اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور آدمی مسلسل جھوٹ بولتا ہے اور اس کا ارادہ کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے''

اس باب میں ابوبکر صدیق، عمر، عبداللہ بن شخیر، اور عبداللہ بن عمرؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے.

۱۸۳۔حدّثنا يَحيَى بنُ مُوسَى قَالَ:قُلتُ لِعَبدِالرحيمِ بنِ هَارونَ الغَسّانيّ:حَدّثَكُم عَبدُالعَزِيزِ بنُ أَبِي رَوادٍ عَن نَافِعٍ عَن ابنِ عُمَرَ عَن النبيِّ ﷺ قَالَ:اذا كَذَبَ العَبدُ تَباعَدَ عَنهُ المَلَكُ مِيلاً مِن نَتنِ ماجاءَ بِهِ .

قَالَ يَحيَى:فَأَقَرَّ بِهِ عَبدُالرَّحِيمِ بنُ هَارُونَ؟وقَالَ:نَعَم.

هذا حديثٌ حسنٌ جَيدٌ غريبٌ لَا نَعرِفُهُ اِلَّا مِن هذا الوَجهِ ،تَفَرّدَ بِهِ عَبدُالرَّحِيمِ بنُ هَارُونَ .

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس کی ''بدبو'' کی وجہ سے اس آدمی سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں''

یحییٰ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ حدیث عبدالرحیم بن ہارون سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا ہاں، یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں، عبدالرحیم بن ہارون اس میں متفرد ہیں.

۱۸۴۔حدّثنا يَحيَى بنُ مُوسَى حدّثنا عَبدُالرَّزّاقِ عَن معمرٍ عَن أيوبَ عَن ابنِ أَبِي مليكةَ عَن عائشةَ قَالَت:مَاكَانَ خُلُقٌ أَبغَضَ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ من الكَذِبِ،وَلَقَد كَانَ الرَّجُلُ يُحَدِّثُ عِندَ النَّبِيِّ ﷺ بِالكَذِبةِ فَمَا يَزَالُ فِي نَفسِهِ حَتّى يَعلَمَ أَنّهُ قَد أَحدَثَ مِنهَا تَوبَةً .قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ .

''سیدۃ عائشہؓ کہتی ہیں آنحضرت ﷺ کو جھوٹ سے زیادہ مبغوض کوئی عادت نہ تھی،

احادیث کی تشریح :اس باب میں تین حدیثیں ہیں۔ان میں سچائی کی تعریف جھوٹ کی مذمت کا ذکر ہے۔

ان الصدق يهدى الى البرّ . اس کا مطلب یہ ہے کہ سچ آدمی کو خالص نیک وصالح اعمال کی رہنمائی کرتا ہے۔

برّ مجموعۃ الخیرات کو کہتے ہیں جیسے مفصل گزر چکا ہے۔بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ برّ سے ابرار کا ٹھکانہ جنت مراد ہے۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لفظ برّ کا اطلاق اعمال صالحہ اور جنت دونوں پر ہو۔جھوٹ یہ نافرمانی اور طغیانی کی راہ دکھاتا ہے۔فجور کا معنیٰ ہے صراط مستقیم سے ہٹنا۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ صدق میں دو شرطیں ہیں ا۔بات کا ضمیر کے مطابق ہونا ۲۔مخبر عنہ کے بھی مطابق ہونا۔اگر کوئی ایک شرط مفقود ہو گی تو کذب یا متردّد یا دائر بین الصدق والکذب ہوگی کہ ایک جہت سے سچ اور دوسری جہت سے جھوٹ۔

دائر بین الصدق والکذب کی مثال: منافق کہتا ہے! مُحَمَّد رسول الله . اس میں اگر منافق کے مافی الضمیر اور اندر کے کھوٹ کو دیکھا جائے تو یہ کذب ہے کیونکہ اس کا اندر منکر ہے۔اور اگر مخبر عنہ نبیؐ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو پھر صدق و سچ ہے کیونکہ مطابق واقعہ ہے۔تو پہلی جہت سے کذب ہے شرط اول کے مفقود ہونے کی وجہ سے اور جہت ثانی کا اعتبار کریں کہ مطابق للواقع تو یہ صدق ہے۔یہ دائر بین الصدق والکذب کی مثال ہے قرآن میں ہے '' قالو انشهد انک ، لرسوله'' (منافقون۱) یہ منافق کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک البتہ آپ اللہ کے رسول ہیں

مکمل صدق کی مثال: جب ابوبکر صدیقؓ کہے ''محمد رسول اللہ'' تو یہ صدق ہے کذب کا شبہ تک نہیں کیونکہ ضمیر و واقعہ دونوں کے مطابق ہے۔اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ يا ايها الذين امنو اتقو الله و كونو امع الصادقين (توبہ۱۱۹) اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو رہو۔

سچا بننے اور صادق وصالح رہنے کے لیے اللہ والوں کی صحبت میں رہو۔ ورنہ فریب وکذب کا ماحول تمھیں نگل جائیگا۔

صدق کا استعمال اور صدیق کا مصداق: امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ صدق کا اطلاق چھ چیزوں میں ہوتا ہے!

۱. صدق في القول ۲. صدق في النية و القصد ۳. صدق في العزم ۴. صدق في الوفاء ۵. صدق في العمل (۶) صدق في تحقيق امور الدين كلّها...... جوان صفات سے متصف ہووہ صدیق ہے۔

''حتى يكتب عند الله صديقا ...... یکتب اور کتابتہ کا معنی یہ ہیں کہ ۱۔ اس دوام عمل اور استقامت کی وجہ سے اس کیلئے صدیقین میں سے شمار ہونے کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے کہ صدیقین کا سا مرتبہ اور ثواب پائیگا۔ اسی طرح ولوغ فی الکذب کی صورت میں شمار جھوٹوں میں سے ہوجاتا ہے۔ ۲۔ ملأ اعلیٰ میں اسکے صدیق یا کذاب ہونے کی اطلاع کر دیجاتی ہے اور حتمی فہرست میں اسکا نام درج ہوجاتا ہے جہاں سے مٹےگا نہ بدلےگا۔ ۳۔ لوگوں کے دلوں میں سچے کی قبولیت اور جھوٹے کی نفرت بٹھادی جاتی ہے۔ ورنہ تقدیر لکھنا مقصود نہیں کیونکہ وہ تو پہلے سے لکھی جاچکی ہے۔

جھوٹ کا بازار چند روز ہے بعد اسکے حسرت دل سوز ہے۔

٤٧ ـ بابُ ما جاءَ في الْفُحْشِ وَالتَّفَحُّشِ

بدگوئی کی قباحت کے بیان میں

١٨٥ ـ حَدَّثَنا مُحَمَّدُ بنُ عَبدِالأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ وغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبدُالرَّزَّاقِ عَن مَعْمَرٍ عَن ثابتٍ عَن أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا كَانَ الفُحْشُ في شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ، وَمَا كَانَ الحَيَاءُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ. وَفي البابِ عَنْ عَائِشَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لا نَعرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبدِالرَّزَّاقِ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے حیائی جس چیز میں آتی ہے اسے عیب دار بناتی ہے اور حیا جس چیز میں آتی ہے اسے مزین کر دیتی ہے'' اس باب میں حضرت عائشہؓ سے بھی روایت ہے، یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم سے صرف عبدالرزاق کی روایت سے جانتے ہیں.

١٨٦ ـ حدَّثنا محمودُ بنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ عَن مَسْرُوقٍ عَن عبدالله بن عمرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: خِيَارُكُم أَحَاسِنُكُمْ أَخلَاقاً. وَلَمْ يَكُنِ النبيُّ ﷺ فَاحِشاً وَلَا مُتَفَحِّشاً. قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہتریں لوگ وہ ہیں جن کا اخلاق بہتر ہے اور نبی کریم ﷺ نہ کبھی فحش گوئی کرتے اور نہ ہی یہ ان کی عادات میں سے تھا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے.

٤٨ ـ بابُ ماجاءَ في اللَّعْنَةِ [م:٤٨، ت:٤٨]

بے محل لعنت کی ممانعت کے بیان میں

١٨٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ المُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبدُالرحمنِ بنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَن قَتَادَةَ عَنِ الحَسَنِ عَن سَمُرَةَ

بنِ جُندُبٍ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ: لَاتَلَاعَنُوا بِلَعْنَةِ اللّٰہ وَلَا بِغَضَبِہ ولا بالنَّارِ.

قَالَ: وفی البابِ عَن ابن عَبَّاسٍ وأَبِی هُرَیْرَةَ وَابنِ عُمَرَ وَعِمْرَانَ بنِ حُصَیْنٍ. هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آپس میں ایک دوسرے پر لعنت، غضب اور دوزخ کی پھٹکار نہ بھیجو''

اس باب میں ابن عباس، ابو ہریرہ، ابن عمرو اور عمران بن حصینؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے.

۱۸۸۔حدّثنا مُحَمَّدُ بنُ یَحیَی الأَزدِیُّ البَصرِیُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ سَابِقٍ عَن اِسرَائِیلَ عَن الأَعمَشِ عَن اِبرَاهِیمَ عَن عَلقَمَةَ عَن عبدِاللّٰہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ:لَیسَ المُؤمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ ولا الفَاحِشِ ولا البَذِیِّ.

قَالَ أبوعِیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ.وقد رُوِیَ عَن عَبدِاللّٰہ مِن غَیرِ هذا الوَجہِ .

''سیدنا عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طعن کرنے والا، کسی پر لعنت کرنے والا، فحش گوئی کرنے والا اور بدتمیزی کرنے والا مومن نہیں نہیں ہے''

یہ حدیث حسن غریب ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ ہی سے کئی سندوں سے منقول ہیں.

۱۸۹۔حدّثنا زَیدُ بنُ أَخزَمَ الطَّائِیُّ البَصرِیُّ حَدَّثَنَا بِشرُ بنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا أَبَانُ بنُ یَزِیدَ عَن قَتَادَةَ عَن أَبِی العَالِیَةِ عَن ابنِ عَبَّاسٍ:أَنَّ رَجُلاً لَعَنَ الرِّیحَ عِندَ النبیِّ ﷺ فقالَ: لَاتَلعَنِ الرِّیحَ فَاِنَّهَا مَأمُورَةٌ،وَاِنَّهُ مَن لَعَنَ شَیئاً لَیسَ لَهُ بِأَهلٍ رَجَعَتِ اللَّعنَةُ عَلَیهِ .قَالَ أبوعِیسَی:هذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ لا نَعلَمُ أَحَداً أَسنَدَهُ غَیرَ بِشرِ بنِ عُمَرَ .

''سیدنا ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوا پر لعنت بھیجی، آپؐ نے فرمایا ہوا پر لعنت مت بھیجو یہ تو حکم کی پابند ہے اور جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت بھیجتا ہے جو اس کی مستحق نہیں تو وہ لعنت اسی پر لوٹتی ہے''

یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے صرف بشر بن عمر کی روایت سے مرفوع جانتے ہیں.

تشریح: اس باب میں لعنت کرنے اور بیہودگی کی ممانعت کا ذکر ہے مسلم شریف میں ہم نے پڑھا ہے حدیث عائشہ میں ہے فضجرت فلعنتها. سواری کو بھڑکایا اور لعنت کی۔لعنت کا لغوی معنی دھتکارنا اور دور کرنا ہے۔اصطلاح میں لعنت اللہ کی رحمت اور ثواب سے دوری اور محرومی اور سزا وعتاب میں گرفتاری کو کہتے ہیں۔اور یہی ہوا کہ وہ اونٹنی قافلے اور مالک سے دور ہوئی یہ لغوی اور لفظی معنی کے اعتبار سے ہے ورنہ ناقہ مکلف نہیں کہ بُعد عن الرحمۃ والا معنی حقیقۃً متحقق ہو۔

ہوا، جانوروں کو لعنت کرنے کا حکم: جانوروں کو لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

لیس المؤمن بالطعان ولا للعان اسی طرح مسلم شریف میں یہ بھی ہے لاینبغی لصدیق ان یکون لعانا. اس حدیث کا شان ورود اور سبب بروایت عائشہؓ یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکرؓ اپنے غلاموں کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور آپ ﷺ اس طرف آئے انکی آواز سن کر فرمایا لعانین وصد یقین سچے اور لعنت (کیسے جمع ہوسکتے ہیں؟)۔ کلا ورب الکعبة . ہرگز نہیں۔ابوبکرؓ نے اسی دن کچھ

غلام آزاد کیے اور حاضر ہو کر عرض کیا لا اعـــود . آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ مومن کو لعنت زیب دیتی ہے نہ جائز ہے اس لئے اپنے نوکروں اور گھر میں کام کرنے والیوں کو لعنت نہ کریں سمجھائیں۔

لعانون مبالغہ کا صیغہ ہے اور یہ محرومی اور سزا اس کیلئے ہے جو لعنت کا عادی اور بات بات پر لعنت کرتا ہو کبھی کبھار اکادکا واقعہ میں اگر لفظ منہ سے نکل گیا تو یہ وعید نہ ہوگی اسی طرح توبہ کرنے والا بھی محروم نہ ہوگا۔ وہ آدمی جو مباح لعنت کرے تو وہ بھی اس وعید میں نہ آئیگا۔ مثلاً ظالمین، یہود، نصاری، کفار، واشمہ، مستوشمہ، مدمن الخمر پر، الغرض طعنہ زنی، بدگوئی، فحش گوئی، بے حیائی یہ سب واجب الترک اور قبیح ترین عادت اور سئیات ہیں۔

لعنت کے مباح ہونے کی وجوہ: لعنت کی اباحت کے تین سبب ہیں۔ ۱۔ کفر ۲۔ بدعت ۳۔ فسق

سوال! آپ ﷺ نے رعل، ذکوان، عصیہ، وغیر قبائل پر لعنت کی ہے اور مسلم کی ایک حدیث میں فرمایا میں لعنت کے لیے مبعوث نہیں ہوا یہ تو تعارض ہوا۔

جواب! ۱۔ علامہ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ حدیث باب ناسخ ہے ان قبائل پر لعنت کا واقعہ مقدم و منسوخ ہے۔
۲۔ بعض مواقع لم ابعث لعانا سے مستثنی ہیں۔ واللہ اعلم

۴۹۔ بَابُ ماجاءَ فی تَعْلِیمِ النَّسَبِ
نسب کے سیکھنے کے بیان میں

۱۹۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمدُ بنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللہ بنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بنِ عِیسَی الثَّقَفِیِّ عَن یَزِیدَ مَوْلَی الْمُنْبَعِثِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النبیِّ ﷺ قَالَ: تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ، فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِی الْأَهْلِ مَثْرَاةٌ فِی الْمَالِ، مَنْسَأَةٌ فِی الْأَثَرِ . هذا حدیثٌ غریبٌ مِنْ هَذَا الوَجْهِ. وَمَعْنَی قَوْلِهِ: مَنْسَأَةٌ فِی الْأَثَرِ یَعْنِی بِه الزِّیَادَةَ فِی الْعُمُرِ .

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نسب کی اتنی تعلیم حاصل کرو جس کے ذریعے تم اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کر سکو اس لئے کہ رشتے داروں سے حسن سلوک کرنا گھر والوں میں محبت کا، مال میں زیادتی اور موت میں تاخیر (یعنی عمر بڑھنے) کا سبب ہے"

یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور منساۃ کا مطلب عمر میں زیادتی ہے. (کما مرّ فی باب ۹)

۵۰۔ بَابُ ماجاءَ فی دَعْوَةِ الْأَخِ لِأَخِیهِ بِظَهْرِ الغَیْبِ
پیٹھ پیچھے اپنے بھائی کے لئے دعا کے بیان میں

۱۹۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بنُ حُمَیْدٍ، حَدَّثَنَا قَبِیصَةُ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بنِ زِیَادِ بنِ أَنْعَمَ عَنْ عَبْدِاللہِ بنِ یَزِیدَ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَا دَعْوَةٌ أَسْرَعَ إِجَابَةً مِنْ دَعْوَةِ غَائِبٍ لِغَائِبٍ.

هـذا حديثٌ غريبٌ لانَعرِفُهُ اِلَّا مِنْ هَذَا الوَجهِ ،وَالاَفرِيقِيُّ يُضَعَّفُ فِى الحَدِيثِ،وَهُوَ عَبدُالرَّحمٰنِ بنُ زِيَادِ بنِ اَنعَمَ،وَعَبدُاللّٰهِ بنُ يَزِيدَ هُوَ اَبُو عَبدِالرَّحمٰنِ الحُبُلِى.

''سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی دعا اس سے زیادہ جلد قبول نہیں ہوتی جس قدر غائب کی دعا غائب کے حق میں قبول ہوتی ہے'' یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے صرف اسی سند سے پہچانتے ہیں، افریقی کا نام عبدالرحمٰن بن زیاد انعم افریقی ہے اوران کو حدیث میں ضعیف کہا گیا ہے۔

۵۱۔بابُ ماجاءَ فی الشَّتمِ

سخت گوئی کی مذمت کے بیان میں

۱۹۲۔حَدَّثَنَا قُتَيبَةُ حَدَّثَنَا عَبدُالعَزِيزِ بنُ مُحَمَّدٍ عَنِ العَلَاءِ بنِ عَبدِالرَّحمٰنِ عَن اَبِيهِ عَن اَبِى هُرَيرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: المُستَبَّانِ مَا قَالاَ فَعَلَى البَادِىءِ مِنهُمَا مَالَم يَعتَدِ المَظلُومُ.

وفى البابِ عَن سَعدٍوابنِ مَسعُودٍوعَبدِاللّٰهِ بنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ اَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو آدمی گالی گلوچ کرنے والے جو کچھ کہیں اس کا گناہ ابتداء کرنے والے پر ہے، جب تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھے''

اس باب میں حضرت سعد، ابن مسعود اور عبداللہ بن مغفلؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۹۳۔حدّثنا محمودُ بنُ غَيلَانَ، حَدَّثَنَا اَبُودَاوُدَ الحُفرِىُّ عَن سُفيَانَ عَن زِيَادِ بنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعتُ المُغِيرَةَ بنَ شُعبَةَ يقولُ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:لَاتَسُبُّوا الاَموَاتَ فَتُؤذُوا الاَحيَاءَ.

وقد اختَلَفَ اَصحَابُ سُفيَانَ فى هذَا الحَدِيثِ فَرَوَى بَعضُهُم مِثلَ رِوَايَةِ الحُفرِىِّ،وَرَوَى بَعضُهُم عَن سُفيَانَ عَن زِيَادِ بنِ عِلَاقَةَ قَالَ:سَمِعتُ رَجُلاً يُحَدِّثُ عِندَ المُغِيرَةِ بنِ شُعبَةَ عَنِ النبىِّ ﷺ نَحوَهُ.

''سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردوں کو گالی نہ دو کیونکہ اس سے زندہ لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے''
اس حدیث کو نقل کرنے میں سفیان کے ساتھیوں کا اختلاف ہے، بعض اسے حفری کی روایات کی طرح نقل کرتے ہیں، جبکہ بعض سفیان سے اور وہ زیاد بن علاقہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے مغیرہ بن شعبہ کے پاس ایک آدمی کو رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح کی حدیث نقل کرتے ہوئے سنا۔

۱۹۴۔حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَيلَانَ حَدَّثَنَا سُفيَانُ عَن زُبَيدِ بنِ الحَارِثِ عَن اَبِى وَائِلٍ عَن عَبدِاللّٰهِ بنِ مسعود قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:سِبَابُ المُسلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفرٌ.

قَالَ زُبَيدٌ :قُلتُ لِاَبِى وَائِلٍ:آاَنتَ سَمِعتَهُ مِن عَبدِاللّٰهِ؟قَالَ:نَعَم. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا عبداللہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کو گالی دینا فسق و گناہ ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے'' زبیدؒ کہتے ہیں میں نے ابووائلؒ سے پوچھا، کیا آپ نے بذات خود یہ حدیث عبداللہ سے سنی تو

اس نے کہا ہاں. یہ حدیث حسن صحیح ہے

تشریح: اس باب میں گالی گلوچ اور بدزبانی سے منع کا ذکر ہے۔

المستبان ماقالا فعلی البادی ...... دونوں کے گالم گلوچ کا مجموعی وبال ابتداء کرنے والے پر ہوگا کیونکہ ابتداء اس نے کی دوسرا تو جواباً وانتقاماً بولا لیکن یہ اس وقت تک ہے جب دوسرا حد سے تجاوز نہ کرے، "وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به" (نحل ۱۲۶) کے دائرے میں رہے، اگر پہلے نے ایک کہی اور اس نے ایک سانس میں دس سنا دیں تو نو کا خمیازہ اسی کو بھگتنا ہوگا۔

گالی کا حکم: نوویؒ کہتے ہیں واعلم ان سباب المسلم بغیر حق حرام ۔انتقام لینے والا لے سکتا ہے بشرطیکہ جھوٹ، کسی پاک دامن پر تہمت اور سلف صالحین کو برا بھلا نہ کہا گیا ہو۔ ہاں یا احمق! یا ظالم! ناقص العقل! کم عقل! وغیرہ کے الفاظ سے انتقام لے سکتا ہے۔ اور عفو ودرگذر افضل ہے۔ جیسا کہ باب ۳۰ میں ہم پڑھ چکے ہیں۔

۵۲ ـ بابُ ماجاءَ فی قَوْلِ المَعرُوفِ

اچھی باتیں کرنے اور پھیلانے کے بیان میں

۱۹۵ ـ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا عَلِیُّ بنُ مُسْهِرٍ عَن عَبدِالرحمنِ بنِ إسحاقَ عَنِ النُّعْمَانِ بنِ سَعْدٍ عَن عَلِیٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إنَّ فِی الجَنَّةِ غُرَفاً تُرَی ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا، وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا. فَقَامَ أعْرَابِیٌّ فَقَالَ: لِمَنْ هِیَ یَارَسُولَ اللّٰهِ ؟ فَقَالَ: لِمَنْ أطَابَ الکَلَامَ، وَأطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأدَامَ الصِّیَامَ، وَصَلّٰی بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ.

قَالَ أبوعِیسَی: هذا حَدِیثٌ غَرِیبٌ لَا نَعرِفُهُ إلَّا مِنْ حَدِیثِ عَبدِالرَّحْمٰنِ بنِ إسْحَاقَ [وقد تکلم بعض أهل الحدیث فی عبدِالرحمنِ بن إسحاقَ هذا من قِبَلِ حِفظه وهو کوفی وعبدالرحمن بن اسحاق القرشی مدنی وهو أثبت من هذا و کلاهما کانا فی عصرٍ واحدٍ.]

"سیدنا علیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں بالا خانے ہیں جن کے بیرونی حصے اندر سے اور اندرونی حصے باہر سے نظر آتے ہوں گے، ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کس کے لئے ہوں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو بات اچھی کرے کھانا کھلائے، ہمیشہ روزے رکھے اور رات کو نماز ادا کرے جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں" یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے صرف عبدالرحمٰن بن اسحٰق کی روایت سے پہچانتے ہیں.

۵۳ ـ بابُ ماجاءَ فی فَضْلِ المَمْلُوكِ الصَّالِحِ

نیک غلام وملازم کی فضیلت کے بیان میں

۱۹۸۵ ـ حَدَّثَنَا ابنُ أبِی عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الأعْمَشِ، عَن أبِی صَالِحٍ عَن أبِی هُرَیرَةَ أنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: نِعْمَ مَا لِأحَدِهِمْ أنْ یُطِیعَ رَبَّهُ وَیُؤَدِّیَ حَقَّ سَیِّدِهِ. یَعْنِی المَمْلُوكَ. وقَالَ کَعْبٌ: صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ.

وفی البابِ عَن أبِی مُوسَی وابنِ عُمَرَ. قَالَ أبوعِیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کتنا بہترین ہے وہ شخص جو اللہ کی بھی اطاعت کرے اور اپنے آقا کا بھی حق ادا کرے، مراد غلام یا باندی اور ملازم ہیں کعب کہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا''

اس باب میں حضرت ابو موسیٰ اور ابن عمرؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے.

۱۹۷۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ عَنْ زَاذَانَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ثَلَاثَةٌ عَلَى كُثْبَانِ الْمِسْكِ، أُرَاهُ قَالَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: عَبْدٌ أَدَّى حَقَّ اللَّهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ، وَرَجُلٌ أَمَّ قَوْماً وَهُمْ بِهِ رَاضُونَ، وَرَجُلٌ يُنَادِي بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ. هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سُفْيَانَ الثوری عَنْ أَبِي اليقظان إِلَّا من حديث وكيع وَأَبُو الْيَقْظَانِ اسْمُهُ عُثْمَانُ بْنُ قَيْسٍ ويقَالَ: ابن عمير وهو أَشْهَرُ.

''سیدنا ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جو مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے، راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ قیامت کے دن بھی فرمایا، ایک وہ بندہ جو اللہ کا حق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے مالک کا حق بھی ادا کرے، دوسرا وہ امام جس سے مقتدی راضی ہوں، تیسرا وہ جو پنجگانہ نمازوں کے لئے اذان دیتا ہے''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے صرف سفیان کی روایت سے پہچانتے ہیں، ابوالیقظان کا نام عثمان بن قیس ہے.

۵۴.بابُ ماجاءَ فی مُعَاشَرَةِ النَّاسِ

لوگوں کے ساتھ اچھے میل ملاپ اور بہتر برتاؤ کرنے کے بیان میں

۱۹۸۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ بُنْدَارٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اِتَّقِ اللَّهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ.

قَالَ: وفي البابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوذرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرو اور برائی کے بعد بھلائی کرو تاکہ وہ اسے مٹا دے اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ''

اس باب میں ابو ہریرہؓ سے بھی حدیث ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے.

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُوأَحْمَدَ وأبونُعَيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبٍ بهذا الإِسْنَادِ.قَالَ مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النبيِّ ﷺ نَحْوَهُ. قَالَ محمودٌ: والصَّحِيحُ حَدِيثُ أَبِي ذَرٍّ.

ابو احمد اور ابو نعیم سے وہ سفیان سے اور وہ حبیب سے اسی سند سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں وکیع بھی سفیان سے وہ میمون بن ابی شبیب سے وہ معاذ بن جبل سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے حدیث سابق کے مثل نقل کرتے ہیں.

محمود کہتے ہیں حدیث صحیح ابوذرؓ کی ہے۔

۵۵۔باب ماجاءَ فی ظَنِّ السُّوء

بدگمانی سے بچنے کے بیان میں

۱۹۹۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِی عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفیَانُ عَنْ أَبِی الزِّنَادِ عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: إِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَکْذَبُ الْحَدِیثِ .قَالَ أبوعِیسَی:هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

قَالَ:وسَمِعْتُ عَبْدَ بنَ حُمَیْدٍ یَذْکُرُ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ سفیانَ قَالَ:قَالَ سُفیَانُ الظَّنُّ ظَنَّان:فَظَنٌّ إِثْمٌ،وَظَنٌّ لَیْسَ بِإِثْمٍ.فَأَمَّا الظَّنُّ الَّذِی هُوَ إِثْمٌ:فَالَّذِی یَظُنُّ ظَنًّا وَیَتَکَلَّمُ بِهِ،وأَمَّا الظَّنُّ الَّذِی لَیْسَ بِإِثْمٍ:فَالَّذِی یَظُنُّ وَلاَ یَتَکَلَّمُ بِهِ .

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بدگمانی سے بچو کرو کیونکہ یہ سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے"
یہ حدیث حسن صحیح ہے، امام ترمذی کہتے ہیں میں نے عبد بن حمید سے سنا وہ سفیان کے بعض ساتھیوں سے نقل کرتے ہیں کہ سفیان نے فرمایا گمان دو قسم کے ہیں، ایک قسم کا گمان گناہ ہے، دوسری قسم کا گمان گناہ نہیں، گناہ یہ ہے کہ بدگمانی دل میں بھی کرے اور زبان پر بھی لے آئے، صرف دل ہی میں بدگمانی کرنا گناہ نہیں۔

تشریح :۱- گمان سے بچنے کا پہلا مطلب یہ ہے کہ صرف گمان وتخیلات پر عمل مت کرو بلکہ ہر مسئلے اور بات میں یقین حاصل کرلو پھر عمل میں لاؤ ایسے اٹکل وہ اندازے پر مت چلو بچاؤ اپنے آپ کو گمان سے یعنی گمان پر عمل کرنے سے۔**۲-** دوسرا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسرے کے بارے میں بدگمانی سے بچاؤ اور ایسے ہی کسی کے پیچھے مت پڑو بلکہ بدگمانی کی بجائے حسن ظن رکھو۔ (عون) حدیث پاک میں ہے "حسن الظنّ حسن العبادة" قرآن کریم میں بھی اس برائی اور فتنہ انگیزی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے یاایها الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظنّ انّ بعض الظنّ اثم ولا تجسّسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً۔(حجرات۱۲)

ظن کا معنی: سفیانؒ خطابی کہتے ہیں ظن کی دو قسمیں ہیں۔۱-اتیان الشئی فی الذهن خالی گمان! یہ قابل گرفت ومنع نہیں کیونکہ یہ انسان کی قدرت سے خارج ہے خیال تو (اچھا یا برا) کوئی بھی آسکتا ہے۔۲- وہ گمان جو زبان تک آجائے اور مظنون بہ کے لیے مضرّت وخجالت کا سبب بنے اور اسکی کوئی صریح دلیل نہ ہو یہ ممنوع ہے کیونکہ اس میں قدرت کا تعلق ہے کہ تانا بانا بُنا پھر اچھالا اور مقاصد مذمومہ کی تکمیل وتحصیل کی کوشش کی۔اس ظن سے اجتناب اور بچنا ضروری ہے۔

یاد رہے! کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ظن غالب جو مؤید بالقرائن ہو اور اس سے احکام ثابت ہوتے ہوں کو چھوڑ دو! نہیں ۔حدیث میں صرف بدگمانی کی نفی ہے۔قرطبیؒ کہتے ہیں کہ ایاکم والظن میں ظن سے مراد تہمت ہے کہ تہمت لگانے اور گھڑنے سے بچو جو بے سرو پا باتوں کا پلندہ (بلکہ گندہ انڈہ) ہے۔جسکا سبب نہ قرینہ اور نہ کوئی دلیل بیّن ہو۔اس لئے تو ساتھ ہی فرمایا: لا

تجسّسوا ۔کیونکہ آدمی تہمت کے لیے تجسس وتفتیش کرتا ہے اس کے مبادی تہمت وجاسوسی سے بھی روک دیا گیا۔ظن کی دوقسمیں ہیں ظن محمود داچھا گمان کرنا ظن مذموم بدگمانی کرنا اول مامور ثانی ممنوع ہے۔

فان الظن اکذب الحدیث ا-سب سے بڑا جھوٹ اس لیے فرمایا کہ کذب میں کوئی ابتداء اور انتہا ہوتی ہے اور ظن و گمان میں تو کچھ بھی نہیں خالی ہوا میں پتھر پھینکنے والی بات ہے ۔۲- جھوٹا اپنے آپ کو کاذب وآثم تو سمجھتا ہے بدگمان تو اپنے تئیں کچھ بھی نہیں آنے دیتا اور اس میں بدگمانی سے بچنے کے لیے تغلیظ ومبالغہ کیا گیا۔اس لئے بدگمانی کذب سے اشد ہے۔مجموعی طور پر بدگمانی، تہمت اور کذب تینوں سے بچنا لازمی ہے۔

دل میں آنے والی باتوں اور خیالات کی قسمیں: انسان کے دل میں جوخیالات آتے ہیں ان کی پانچ اقسام ہیں۔

ا-ہاجس۲-خاطر۳-حدیث النفس۴-ہم۵-عزم۔ان میں سے پہلے چار معاف اور آخری قابل مواخذہ ہے۔

مراتب القصد خمس ہاجس ذکروا و خاطر فحدیث النفس فاستمعا
یلیہ ھَمّ فعزم کلھا رفعت سوی الا خیر ففیہ الاخذ قدو قعا

محققین نے ارادے کی پانچ قسمیں ذکر کیں، ہاجس، خاطر، حدیث النفس پھر ہم وعزم ہے سب معاف ہیں۔آخری عزم کے سوا کہ اس میں گرفت ہے

ولا تجسسوا ۔ای لاتتبّعوا عورات الناس ولا تلتمسوا مساویھم (بذل) اسکا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے عیوب کی کھود کرید نہ کرو اور نہ انکے پیچھے پڑو اور نہ کسی کو پیچھے لگنے دو۔

اداروں کی طرف سے جاسوسی اور مخبری کے نظام کا حکم ۔اس کے حکم کے ذکر سے پہلے ایک واقعہ ملاحظہ ہو بشرؒ کہتے ہیں قاضی ابو یوسف حنفی رحمتہ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے کہ انہوں نے ایک گھر میں بلا اجازت داخل ہونے کا کہا جس گھر سے گانے باجے کی آواز آرہی تھی الفاظ یہ ہیں''ادخل علیھم بغیر اذنھم لارتکا بھم المنکر'' توان کے گھر میں بلا اجازت (تغییر منکر کیلئے) داخل ہو جا!اس سے پتہ چلا کہ کسی امر منکر سے روکنے اور اس کو مٹانے کیلئے بشرط قدرت ناجائز کے ارتکاب کی اجازت ہے وفی الشامیۃ ۳۴۸/۶''انّ الملاھی کلّھا حرام ، ویدخل علیھم بلا اذنھم لانکار المنکر''۔آمدیم بسوئے مطلب۔کسی کے ظلم وجبر تخریب ونقصان سے بچنے یا ادارے،مُلک،عوام اور اپنی حفاظت کیلئے جاسوسی اور مخبری کی اجازت ہے تاکہ معاشرے ملک وملت کی حفاظت کی جاسکے لیکن ایسے نہ ہو کہ محافظ ہی سارق کا روپ دھارلیں۔

راقم کی رائے یہ ہے کہ مدارس میں انتظام وانصرام کیلئے اہل ادارہ کو باخبر اور چوکنا رہنے کیلئے مخبری اور خفیہ اطلاعات کی ضرورت ہوتی ہے۔کیونکہ مدیر اور ذمہ داروں کو مدرسے کے حالات سے بے خبر اور غیر ملتفت رہنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔

لیکن اس کیلئے طلبہ وطالبات کو استعمال نہ کیا جائے بالخصوص ابتدائی درجات کے خالی الذہن طلبہ وطالبات کہ ان کے اندر جاسوسی کی دھن ہی بیٹھ جاتی ہے اور پھر پوری زندگی گھر والوں کیلئے،اہل عیال کیلئے،عزیز واقارب کیلئے ایک مصیبت کھڑی ہو جاتی ہے! بلکہ یہ

بجل دت اکثر اوقات اپنے لئے بھی کوفت واذیت کا سبب ہ بن جاتی ہے۔اس کیلئے چوکیدار یا کوئی دوسرا با اعتماد کارندہ ہو جو پکے خیال کا ہو کہ اپنی جل دت نہ بگاڑے اور ادارہ کو کام دے اگر بالفرض ناگزیر ہو تو ایسے پختہ ذہن سلیم الطبع طلبہ و طالبات کو کہا جائے جو خیر خواہی اور اصلاح و تعمیر کی غرض سے یہ کام سرانجام دیں لیکن جاسوسی اور جستجو کٹل دی نہ بنیں ورنہ انکو اپنی زندگی گذارنا دشوار ہو گا۔

ایک اور حدیث میں ہے و لا تنا فسوا. منافسہ کا معنیٰ ہے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔دنیا (زن، زر، زمین) کی دوڑ اور اس کی حرص منع ہے۔ہاں دین وآخرت میں آگے بڑھنا محبوب ومقصود ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے" وفی ذلک فلیتنا فس المتنا فسون" ای نعیم الجنة. جنت کی نعمتوں کے حصول کیلئے ایک دوسرے سے آگے بڑھو (نہ کہ دنیا فانی کیلئے) دنیا کی حرص سے اس لئے روکا گیا کہ اس سے حسد و بغض پیدا ہوتا ہے جب آدمی دوسرے سے بڑھنا چاہتا ہے لیکن آگے نہیں نکل سکتا تو پھر دوسرے کی حقارت عداوت دل میں جگہ پاتی ہے جو کئی بدبودار بیماریاں دل میں لی آتی ہے پھر خسر الدنیا و الآخرة کی عملی تفسیر نظر آتی ہے۔

۵٦۔بابُ ماجاءَ فی المِزَاحِ

دل لگی کی اباحت وحدود کے بیان میں

۲۰۰۔حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بنُ الوَضَّاحِ الكُوفِيُّ،حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بنُ اِدْرِيْسَ عَن شُعْبَةَ عَن أَبِي التَّيَّاحِ عَن أَنَسٍ قَالَ: اِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى اِنْ كَانَ لَيقُولَ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ:يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟

حدَّثنا هَنَّادٌ،حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَن شُعْبَةَ عَن أَبِي التَّيَّاحِ عَن أَنَسٍ نَحْوَهُ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وأَبُو التَّيَّاحِ اسْمُهُ يَزِيدُ بنُ حُمَيْدٍ الضُّبَعِيُّ .

"سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ ہم سے بلا تکلف ملے جلے رہتے یہاں تک کہ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے اے ابوعمیر تمہاری نغیر (چڑیا جیسے لال چونچ والے پرندہ) کو کیا ہوا؟"

حدیث سابق کی مثل، یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابوتیاح کا نام یزید بن حمید ہے۔

۲۰۱۔حَدَّثَنَا العَبَّاسُ بنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ البغدادی حَدَّثَنَا علیُّ بن الحسن حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بنُ المُبَارَكِ عَن أُسَامَةَ بنِ زَيْدٍ عَن سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالُوا يا رسولَ اللّٰه اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا؟قَالَ:اِنِّي لَا أَقُولُ اِلَّا حَقًّا.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وَمَعْنَى قَوْلِهِ: اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا اِنَّمَا يَعْنُونَ أَنَّكَ تُمَازِحُنَا.

"سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے کہتے ہیں صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہم سے خوش طبعی کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میں سچ کے علاوہ کچھ نہیں کہتا" یہ حدیث حسن صحیح ہے "تداعبنا" کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ ﷺ ہم سے مزاح کرتے ہیں۔

۲۰۲۔حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَيْلَانَ،حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَن شَرِيكٍ عَن عَاصِمٍ الأَحْوَلِ عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ: أَنَّ النبيَّ ﷺ قَالَ لَهُ: يَا ذَا الأُذُنَيْنِ قَالَ محمودٌ:قَالَ أَبُو أُسَامَةَ:يَعْنِي مَازَحَهُ.

"سیدنا انس بن مالک سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا اے دو کانوں والے، محمود کہتے ہیں کہ ابو اسامہ

نے فرمایا آپ ﷺ نے ان سے مزاح کیا''

۲۰۳۔حدّثنا قُتَيْبَةُ،حدّثنا خالِدُ بنُ عَبْدِاللّٰه الوَاسِطِيُّ،عَن حُمَيْدٍ عَن أَنَسٍ: أَنَّ رَجُلاً اسْتَحْمَلَ رَسُولَ اللّٰه ﷺ قَالَ اِنِّى حَامِلُكَ عَلَى وَلَدِ نَاقَةٍ،فقالَ يَارَسُولَ اللّٰه مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؟ فقالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ:وَهَلْ تَلِدُ الإبلَ اِلاَّ النُّوقُ؟ . قَالَ أبوعِيسَى:هذا حديثٌ [حسنٌ]صحيحٌ غريبٌ .

''سیدنا انس ؓ کہتے ہیں ایک شخص نے رسول اللہ سے سواری مانگی ، آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا اونٹوں کو بھی اونٹنیاں ہی جنتی ہیں'' یہ حدیث صحیح غریب ہے''

تشریح: اس باب میں آداب کلام کا تتمہ اور فائدہ مہمہ ہے، پھر بسا اوقات تو گپ شپ بات چیت کی حد تک ہوتی ہے اور کبھی عملی حد تک پہنچ جاتی ہے اس لئے دونوں کا حکم مذکور ہے۔

قال في الصراح مزح من باب فتح (مصدر المزاح) لاغ کردن ، ہنسی مذاق کرنا اسی طرح دوسرا لفظ تخل بۃ ہے مقامات میں ہم نے پڑھا ہے'' ودعابة الاقرآن آنس لک من تلاوت القرآن '' صحیحین میں ہے'' وکان رسول اللہ ؐ یخالطنا اور حدیث باب میں ہے''قالوا یا رسول اللہ ، انک تد اعبنا قال : انی لااقول الّا حقّا'' اور اباعمیر مافعل النغیر ہم چند ابواب پہلے باب نمبر ٦٧ میں پڑھ چکے ہیں۔

مزاح کی حدود اور حکم: گھر والوں ، دوست احباب، اہل مجلس سے مذاق کرنا جائز اور ثابت ہے اور منہ چڑھانے کی بجائے خندہ روئی اور خوش گوئی بہتر ہے، آپ ؐ کے عمل سے یہ بات بالکل ثابت ہے،لیکن مزاق کی ایک حد مباح سے اور دوسری حرام سے ملی ہوئی ہے اگر کذب و تمسخر اور ایذاء واستہزاء سے پاک ہے تو مباح ہے ورنہ حرام ہے اور بالکل تخل دت بنالینا اور ہر وقت ہنسی مذاق اچھا نہیں۔اس سے وجاہت وہیبت متاثر ہوتی ہے اور آدمی کی قیمت گر جاتی ہے۔اور محل ومزاح کے مطابق جچتی ہے ورنہ برائی کا سبب بن جاتی ہے۔یہ تفصیل ان عبارات کا حاصل ہے۔١-فاجاب بأنه لاضير فيه (المزاح) مالم يتضمن كذبا او خديعة او ايذاء لمسلم ، فاذا تضمن شيأ من مناهي الشرع فلا يجوز (کوکب)

٢-قال الغزالي: من الغلط ان يتخذ المزاح حرفة (في الاحيان كلها) (فتح)

٣-قيل لسفيان بن عينية المزاح محنة قال بل سنة لكن الشأن فيمن يحسنه ويضعه مواضعه ٤-دخل الشعبي وليمة ، فرایٔ اهلها سكوتا، فقال مالي اراكم في جنازة(بذل وکوکب)

آپ ؐ کی مزاح کے واقعات: ١- حضرت زاہرؓ کو پیچھے سے آکر آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔٢-ایک بوڑھی سے فرمایا کوئی بوڑھی جنت میں نہ جائیگی ۔٣- آپ ؐ کے سامنے حضرت عائشہؓ کا حضرت سودہؓ کے منہ پر حلوا پھینکنا اور آپ ؐ کا ضحک فرمانا۔٤-اباعمير مافعل النغير ٥-انا حاملوک علی ولد ناقة ٦-انقذتک من الرجل ٧-أكلي يا رسول الله قال كلک ٨-یا ذا

الاذنين. معناه الحض والتنبيه علی حسن الاستماع (عون) ان میں سے کچھ حاشیہ بذل میں اور باقی دیگر کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ: یہ چند مزاح کے واقعات راقم نے اپنی ناقص معلومات کے مطابق جمع کئے ہیں اور یہ بات انتہائی قابل غور ہے کہ یہ چند واقعات ایک دن ایک ہفتے ایک مہینے ایک سال کے نہیں بلکہ تیئس سالہ دور نبوت کے ہیں، جس سے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مذاق کیلئے جواز و اباحت کی کیا حقیقت ہے، اور کس حد تک اجازت ہے، اس لئے ہر وقت ہنسی مذاق مناسب نہیں ہاں "عبوسا قمطریراً" بھی نہ ہوں اعتدال ہوا اعتداء نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ معتدین کو ناپسند کرتے ہیں اور معتدلین کو محبوب رکھتے ہیں۔

هل تلد الابل الا النوق نہیں جنتی اونٹ کو مگر اونٹنیاں هل مانافیہ کے معنی میں ہے تلد واحد مؤنث غائب الابل مفعول مقدم النوق فاعل مؤخر ناقۃ کی جمع ہے۔ ابل اسم جمع ہے اس کا مفرد نہیں آتا والا بل اسم جمع ولا واحد له من لفظه (عون)

یہ طبعی اور فطری تقاضا ہے کہ انسان کبھی کبھار غصے اور تدلل و ناز میں اونچی آواز میں بھی اپنے میاں سے بات کر لیتا ہے، اس میں سوء ادبی وغیرہ سے اشکال نہیں ہوسکتا کہ گھریلو زندگی میں ایسے واقعات رونما ہوسکتے ہیں۔

سوال: مذکورہ تفصیل اور باب کی احادیث سے مزاح کا جائز ہونا ثابت ہو رہا ہے اور اگلے باب میں ہے" عن بن عباس مرفوعا، لاتما راخاک ولا تمازحه" اپنے بھائی سے جھگڑ نہ اس سے مذاق کر؟

جواب: والجمع بينهما ان المعنی عنه (فی رواية الترمذی) مافيه افراط او مالومة عليه .... ويؤدّی الی قسوة القلب والا يذاء والحقد و سقوط المهابة والوقار، والذی يسلم من ذلک (کما فی هذا لباب) هو المباح فان صادف مصلحة مثل تطييب نفس المخاطب و مؤانسة فهو مستحبّ (عون) اس عبارت سے خوب تطبیق سمجھ آئی کہ تکلیف دہ نہ ہو تو درست ورنہ منع جیسے ابتداء میں ہی ہم نے لکھا کہ اس کی ایک حد مباح سے اور دوسری حرام سے ملی ہوئی ہے اگلا باب بغور پڑھئے۔ واللہ اعلم

مذاق میں کسی کی چیز لینے کی صورتیں اور حکم: لایاخذنّ احدکم متاع اخيه لاعبا ولا جادّا ای لاعبا فی الحال و جادّا فی المآل. اولا عبا ظاهرا و جادّا باطنا .... (بذل) ۱- پہلی صورت یہ ہے کہ بروقت تو مذاق کے طور پر لیا پھر نیت بگڑنے پر بعد میں سچ مچ رکھ لیا۔ ۲- دوسری صورت یہ ہے کہ لیتے وقت ہی نیت میں فساد ہے کہ ظاہرا لے تو مذاق میں رہا ہے لیکن دل میں ابھی سے یہی ہے ہاتھ تو چڑھے پھر کون واپس کرتا ہے۔ ۳- اس کے برعکس یعنی ظاہرا تو سچ مچ لے رہا ہے اگلے کو تپانے کیلئے اور دل میں یہی ہے کہ لوٹا دیں گے اس کا ہم کیا کریں گے۔ ۴- چوتھی صورت یہ ہے کہ دونوں کلمے باہم معطوف ہوں اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے یعنی مذاق میں لے اور نہ سچ مچ لے کہ ظاہرا یا حقیقۃ دونوں میں تکلیف وایذاء ہے۔ حاصل یہی ہے کہ یہ حرکت کرے ہی نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے اب لینے والے کی نیت صحیح اور نہ لینے کی ہے اور بعد میں رال ٹپک جائے اور شیطان بہکا دے اور گناہگار ہو ایسا ہرگز کریں ہی نہیں اور ایسے واقعات سننے میں آئے ہیں کہ ایک آدمی نے فون کیا کہ تمہارے فلاں عزیز کا انتقال ہوگیا۔

،انا لله و انا اليه راجعون ،وہ سارا کنبہ دور دراز سے سفر کر کے جب پہنچا تو مردہ کھانا کھا رہا تھا اور مہمانوں کا روتا ہوا جم غفیر آن پہنچا اب آنے والوں کو حرج اور جس کے پاس آئے ان کیلئے بھی ایذاء کا سبب ذہنی کوفت وتکان کا تو پوچھئے مت...... کیا اسے مذاق کہیں گے یا غدر؟ اسی طرح ڈرانا دھمکانا تمہاری امی کا ایسے ایسے فون آیا تھا آپ کا فلاں پوچھنے آیا تھا یہ سب غلط اور منع ہیں سچ کا دامن نہ چھوڑنا چاہیے۔

ہماری حالت: ہمارے بعض طلبہ وطالبات،علماء وعالمات ماشاء اللہ سند فراغت اور دوپٹہ پوشی کے بعد میں بھی معلوم ہوتا ہے امتحان کے وقت کوئی قلم چھپا لیتا ہے،تو کوئی کتا اور روانگی کے وقت کوئی ٹوپی چھپا لیتا ہے اور کوئی دستانے ،عجیب بھاگم دوڑی ہوتی ہے کیا ہم نے یہی پڑھا ہے یا از خود گھڑا ہے۔مسلمان کی تو شان یہ ہے کہ کسی کو ایذاء نہ پہنچائے۔ہمیں تو یہ فکر ہو!

میرا آشیانہ کسی شاخ چمن پہ بار نہ ہو۔

٥٧۔بابُ ماجاءَ في المِراءِ

لڑائی جھگڑے کے بیان میں

٢٠٤۔حدّثنا عُقبَةُ بنُ مُكرَمٍ العمي البَصرِيُّ،حدّثنا ابنُ أبي فُدَيكٍ قالَ أخبرَني سَلَمَةُ بنُ وَردَانَ اللَّيثِيُّ عَن أنَسِ بنِ مَالِكٍ قالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَن تَرَكَ الكَذِبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِيَ لَهُ فِي رَبَضِ الجَنَّةِ،وَمَن تَرَكَ المِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهُ فِي وَسَطِهَا،وَمَن حَسَّنَ خُلُقَهُ بُنِيَ لَهُ فِي أعلاهَا .

وهذا الحديثُ حديثٌ حسنٌ لا نَعرِفُهُ إلّا مِن حَدِيثِ سَلَمَةَ بنِ وَردَانَ عَن أنَسِ بنِ مَالِكٍ .

''سیدنا انس بن مالکؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ایسا جھوٹا جھگڑا ترک کردیا جو باطل تھا تو اس کے لئے جنت کے کنارے پر ایک مکان بنایا جائے گا اور جو حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا ترک کردے،اسکے لئے جنت کے درمیان مکان بنایا جائے گا اور جو شخص خوش اخلاق ہوگا اس کے لئے جنت کے اوپر والے حصے میں مکان بنایا جائے گا''

یہ حدیث حسن ہے،ہم اسے صرف سلمہ بن وردان کی روایت سے جانتے ہیں اور وہ حضرت انسؓ سے نقل کرتے ہیں.

٢٠٥۔حدّثنا فَضالَةُ بنُ الفَضلِ الكُوفِيُّ ،حدّثنا أبُوبَكرِ بنُ عَيَّاشٍ عَن ابنِ وَهبِ بنِ مُنَبِّهٍ عَن أبِيهِ عَن ابنِ عَبّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: كَفَى بِكَ إثماً أن لا تَزَالَ مُخَاصِماً .

وهذا حديثٌ غريبٌ لا نَعرِفُهُ مثل هذا إلّا مِن هذا الوَجهِ.

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا آدمی کے گناہ گار ہونے کے لئے یہ کافی ہیکہ ہمیشہ جھگڑتا رہے،

یہ حدیث غریب ہے ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں.

٢٠٦۔حدّثنا زِيَادُ بنُ أيُّوبَ البَغدَادِيُّ،حدّثنا المُحَارِبِيُّ ،عَن اللّيث وَهُوَ ابنُ أبِي سُلَيمٍ عَن عَبدِالمَلِكِ عَن عِكرِمَةَ عَن ابنِ عَبّاسٍ عَن النبيِّ ﷺ قَالَ: لاتُمَارِ أخَاكَ وَلاَ تُمَازِحهُ وَلاَ تعدهُ مَوعِداً فَتُخلِفَهُ.

هذا حديثٌ [حسنٌ]غريبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هذا الوَجْهِ وعبد المَلِكِ عندى هو ابن بشير.

''سیدنا ابن عباس سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے مسلمان بھائی سے جھگڑا نہ کرو، مزاح نہ کرو اور نہ ہی اس سے ایسا وعدہ کرو، جسے تم پورا نہ کرسکو'' یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشـــریح: آداب گفتگو میں سے ایک ادب یہ ہے کہ بات چیت میں نزاع اور نا امیدی کے بجائے سہولت اور امید ہو کہ لوگ اور قریب ہوں اور ہدایت وبشارت اور رہنمائی حاصل کریں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''یريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر (بقرۃ ۱۸۵) اور'' ولو كنت فظّا غليظ القلب لانفضوا من حولک '' (آل عمران ۱۵۹) پہلی حدیث میں سہولت اور دوسری حدیث میں نہ جھگڑنے کا ذکر ہے جس سے باب کا عنوان معنون ہے۔ بشّروا مغفرته لاتنفروا اى لاتخوّفوا بالمبالغة فى الانذار والاقناط۔ مطلب یہ ہے کہ امید دلاؤ اور مت بدکاؤ اور ناامید ہرگز نہ کرو۔

۵۸۔بابُ ماجاءَ فى المُدَارَاةِ

مدارات کے بیان میں

۲۰۷۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِى عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ عَن مُحَمَّدِ بنِ المُنْكَدِرِ عَن عُرْوَةَ بنِ الزُّبَيْرِ عَن عَائِشَةَ قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَنَا عِندَهُ فَقَالَ: بِئْسَ ابنُ العَشِيرَةِ أَوْ أَخُو العَشِيرَةِ، ثُمَّ أَذِنَ لَهُ فَأَلَانَ لَهُ القَوْلَ فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ لَهُ يَارَسُولَ اللهِ: قُلْتَ لَهُ مَا قُلْتَ ثم أَلَنْتَ لَهُ القَوْلَ؟ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ. قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی، میں آپ ﷺ کے پاس ہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا قبیلہ کا یہ بیٹا یا فرمایا قبیلہ کا یہ بھائی کیا برا ہے، پھر اسے اجازت دے دی اور اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ گفتگو کی، جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ پہلے تو آپ ﷺ نے اسے برا کہا اور پھر اس سے نرمی کی ساتھ بات کی آپؐ نے فرمایا، عائشہ بدترین شخص وہ ہے جسے اس کی فحش گوئی کی وجہ سے لوگوں نے چھوڑ دیا ہو'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس باب میں کسی کے شر سے بچنے کیلئے حسن معاملہ کا ذکر ہے۔

مدارات اور مداہنت: المداراۃ: بذل الدنيا لاصلاح الدنيا او الدين او لكليهما. دنیا کو دنیاوی یا دینی یا دونوں کاموں کیلئے صرف کرنا یہ مدارات ہے۔

المداهنة : بذل الدين لصلاح الدنيا او ترک الدين لمصلحة الدنيا . دین کو دنیا کیلئے داؤ پر لگانا یا دین کو دنیا کیلئے چھوڑ دینا یہ مداہنت ہے۔ اول محمود اور ثانی مبغوض ومردود ہے۔ دنیا کو دین پر ترجیح نہیں بلکہ دین مقدم ہے۔

استأذن رجل. ابن بطالؒ، قاضیؒ، نوویؒ، قرطبیؒ کہتے ہیں یہ ''عیینہ بن حصن فزاری'' تھا اسکو احمق مطاع کہا جاتا تھا آپ ﷺ نے اسکی

مدارات وتالیف فرمائی تا کہ اسکی قوم اسلام قبول کرلے کیونکہ یہ سردار تھا۔ **والناس علی دین ملوکھم** .
ابن بشکوالؒ اور عبدالغنیؒ نے مبھمات میں یہی کہا ہے جبکہ عبدالغنیؒ نے دوسری جگہ ایک حدیث کی تخریج میں "مخرمہ بن نوفل" کی طرف اشارہ دیا ہے۔ ابن حجرؒ کی رائے بھی مخرمہ کی طرف ہے۔ **فلبئس ابن العشیرة** قبیلے کا برا آدمی۔ کہ سردار ہوکر بھی ایسا ہے۔
☆ عینیہ اسوقت تک پورا اسلام میں نہ آیا تھا اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا تھا اور یہی ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی حیات مین ضعیف الایمان ہی رہا بالآخر مرتد ہوگیا اور بعد میں ابوبکرؓ کے سامنے قید ہوکر آیا۔ وہی ہوا جو آپ ﷺ نے فرمایا اور یہ مغیبات اور پیش گوئی میں سے ہے کہ جیسے حضور ﷺ نے فرمایا بعینہ ویسے ہی ہوا (فتح الباری)
☆ اگر قول ثانی اختیار کیا جائے اور رجل سے مراد "مخرمہ بن نوفل" لیا جائے تو تقریر یہ ہوگی کہ "مخرمہؓ" مسلمان تھا لیکن فظ وغلیظ القلب اور تند خو تھا اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیسا بد خلق وترش رو ہے۔
سوال! کسی کے عیب کو ذکر کرنا یہ غیبت ہے اور غیبت حرام ہے آپ ﷺ نے کیسے اسکے عیب کا ذکر کیا؟
جواب! ابھی قریب ہی غیبت کے مباح ہونے کی صورتیں ذکر ہوئی ہیں یہ آپ ﷺ نے اس لئے فرمایا تا کہ لوگ اس کے شر سے بچ سکیں ورنہ حسن ظن میں کوئی ڈسا جاتا کہ یہ تو حضور ﷺ کے پاس بھی آتا جاتا ہے۔ کسی کے شر وفتنہ اور غدر وضرر سے بچانے کے لیے اسکا نقص ذکر کرنا درست ہے۔

الان لـه القول. آپ ﷺ نے اس سے نرم بات اور مدارات کی۔ اس سے پتہ چلا کہ کافر وفاسق مہمان کی بھی مدارات وخاطر تواضع جائز ہے۔ بسا اوقات (مصلحت دینی کی وجہ سے) مستحب ہوتی ہے۔ لیکن کفار وفساق کی تعریف کے گن گائیں اور آسمان وزمین کے کلابے ملائیں اس کی کوئی گنجائش نہیں بس نڈر ہو کر اخلاق کے دائرہ میں دل کھول کر بات کریں۔
ثم الـنـت لـه القول. اس جملے میں یہ بات قابل غور اور تفصیل طلب ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے کہا جب آپ ﷺ نے پہلے "**قلت له ما قلت ، وفی روایة بئس العشیره**" فرمایا تو پھر اسکے ساتھ برتاؤ بھی تو ویسا تندی کے ساتھ ہوتا جیسے پہلے سخت جملہ فرمایا: ان میں کیا ربط ہے؟
اب بیک وقت نرمی! اسکا داعیہ کیا ہے۔ ابتداء گرم انتہاء نرم یہ فرق کیسے۔ آگے اسکی وجہ حدیث میں موجود ہے پہلا انداز لوگوں کو اسکے شر سے بچانے کے لیے تھا دوسرا انداز اسکی ترغیب کیلئے اور اسکی قوم کے اسلام کی امید پر ہے انداز میں فرق ہے مقصود دونوں سے محمود ہے۔ واللہ اعلم۔
مدارات اور مداہنت: **المداراة: بذل الدنیا لاصلاح الدنیا او الدین او لکلیھما.** دنیا کو دنیاوی یا دینی یا دونوں کیلئے صرف کرنا یہ مدارات ہے۔ **المداھنة : بذل الدین لصلاح الدنیا یا ترک الدین لمصلحة الدنیا .** دین کو دنیا کیلئے داؤ پر لگانا یا دین کو دنیا کیلئے چھوڑ دینا یہ مداہنت ہے۔ اول محمود اور ثانی مبغوض ومردود ہے۔ دنیا کو دین پر ترجیح نہیں دین مقدم ہے۔

۵۹۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی الاقْتِصَادِ فِی الْحُبِّ وَالْبُغْضِ

محبت وبغض میں میانہ روی کے بیان میں

۲۰۸ـ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْكَلْبِيُّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أُرَاهُ رَفَعَهُ قَالَ: أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْناً مَا، عَسَى أَنْ يَكُونَ بَغِيضَكَ يَوْماً مَا، وَأَبْغِضْ بَغِيضَكَ هَوْناً مَا عَسَى أَنْ يَكُونَ حَبِيبَكَ يَوْماً مَا. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ بِهَذَا الإِسْنَادِ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.

وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَيُّوبَ بِإِسْنَادٍ غَيْرِ هَذَا، رَوَاهُ الْحَسَنُ بْنُ أَبِي جَعْفَرٍ. وَهُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ أَيْضاً، بِإِسْنَادٍ لَهُ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَالصَّحِيحُ هَذَا عَنْ عَلِيٍّ مَوْقُوفٌ قَوْلُهُ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے (راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے انہوں نے مرفوع بیان کیا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے دوست کے ساتھ میانہ روی کا معاملہ رکھو، ہوسکتا ہے ایک دن وہ تمہارا دشمن بن جائے اور دشمن کے ساتھ دشمنی میں بھی میانہ روی ہی رکھو، ہوسکتا ہے ایک دن وہی تمہارا دوست بن جائے''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں، یہ حدیث ایوب سے بھی ایک اور سند سے مروی ہے، حسن بن ابی جعفر بھی اسے نقل کرتے ہیں، یہ بھی ضعیف ہے، حسن بھی اپنی سند حضرت علیؓ کے حوالے سے مرفوع بیان کرتے ہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت علیؓ پر موقوف ہے۔

تشریح: اس باب میں دو حدیثیں ہیں ان میں اللہ کیلئے محبت کرنیوالوں کا ذکر ہے اس سے پہلے امور منھیہ وممنوعہ کا ذکر تھا اب مامور بہ چیزوں کا ذکر ہے سب سے پہلے کینہ کی ضد محبت فی اللہ کا ذکر ہے۔

ایک حدیث پاک میں ہے ''این المتحابون بجلالی ؟ یہ رب ذوالجلال کی طرف سے تکریم وتعظیم اور شفقت بھری پکار ہوگی ان مخلصوں کیلئے جنہوں نے دنیاوی اغراض سے بالاتر ہوکر کسی سے صرف اور صرف اللہ کی رضا کیلئے محبت کرتے ہونگے۔ الیوم اظلھم فی ظلی. قاضیؒ کہتے ہیں اس سے بھی تشریف وعزت مراد ہے کیونکہ سب سایوں کو پیدا کرنے والا اللہ ہے بعض کہتے ہیں ظل اللہ سے مراد راحت ونعم ہیں دیگر بھی کئی فضائل وارد ہیں لیکن یہاں اعتدال کی تعلیم اور افراط پر تنبیہ مقصود ہے، حالات تیزی سے بدلتے ہیں، رفاقتیں رقابتوں میں اور محبتیں عداوتوں میں بدل جاتی ہیں اس لئے پہلے سے سنبھل کر رہیں بالخصوص اپنے رازوں کی حفاظت کریں۔ احبب حبیبک ھونا: ای خالیا عن الافراط بل حبّا مقتصد.

۶۰ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْكِبْرِ

تکبر کی مذمت وحقیقت کے بیان میں

۲۰۹ـ حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ، وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ. وفي الباب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وابنِ عَبَّاسٍ وَسَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ وَأَبِي سَعِيدٍ.

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور جس شخص کے دل میں ایک دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا جہنم میں (ہمیشہ کیلئے) داخل نہ ہوگا''

اس باب میں حضرت ابو ہریرہ، ابن عباس، سلمہ بن اکوع اور ابو سعیدؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے.

۲۱۰۔حدثنا مُحَمَّدُ بنُ المُثنّی وَعَبدُاللّٰهِ بنُ عَبدِالرحمنِ قَالَا: حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا شُعبَةُ عَن أَبَانَ بنِ تَغلِبٍ عَن فُضَيلِ بنِ عَمرٍو عَن إِبرَاهِيمَ عَن عَلقَمَةَ عَن عَبدِاللّٰه عَن النبیّ ﷺ قَالَ: لَا يَدخُلُ الجَنَّةَ مَن كَانَ فِي قَلبِهِ مِثقَالُ ذَرَّةٍ مِن كِبرٍ، وَلَا يَدخُلُ النَّارَ مَن كَانَ فِي قَلبِهِ مِثقَالُ ذَرَّةٍ مِن إِيمَانٍ. قَالَ: فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ إِنَّهُ يُعجِبُنِي أَن يَكُونَ ثَوبِي حَسَناً وَنَعلِي حسنة، قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الجَمَالَ، وَلٰكِنَّ الكِبرَ مَن بَطَرَ الحَقَّ وَغَمَصَ النَّاسَ.

وقَالَ بعضُ أَهلِ العلمِ فِي تفسيرِ هذا الحديث: لَا يَدخُلُ النَّارَ مَن كَانَ فِي قَلبِهِ مِثقَالُ ذَرَّةٍ مِن ايمان، إنّما معناه لا يخلد فى النار وهكذا رُوِيَ عَن أبى سعيد الخدرى عَن النبى ﷺ قَالَ: لا يخرج من النار من كان فى قلبه مثقالَ ذرةٍ من ايمان وقد فسَّرَ غير واحد من التابعين هذه الآية: ﴿رَبَّنَا إِنَّكَ مَن تُدخِلِ النَّارَ فَقَد أَخزَيتَهُ﴾ فقَالَ: من تُخلد فى النار فقد أخزيتهُ] . قَالَ أبوعيسى: هَذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غَريبٌ .

''سیدنا عبداللہؓ نے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور جس شخص کے دل میں دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا جہنم میں (ہمیشہ کیلئے) داخل نہ ہوگا، فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا مجھے پسند ہے کہ میرا کپڑا اچھا ہو اور جوتا اچھا ہو آپ نے فرمایا بیشک اللہ خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں لیکن تکبر وہ جو حق کو چھوڑ دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے'' یہ حدیث حسن غریب ہے [آگے حدیث کا مفہوم مذکور ہے]

۲۱۱۔حدثنا أَبُو كُرَيبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَن عُمَرَ بنِ رَاشِدٍ عَن إِيَاسِ بنِ سَلَمَةَ بنِ الأَكوَعِ عَن أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ: لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَذهَبُ بِنَفسِهِ حَتَّى يُكتَبَ فِي الجَبَّارِينَ فَيُصِيبُهُ مَا أَصَابَهُم. هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ .

''سیدنا ایاس بن سلمہ بن اکوعؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے نفس کو اپنی اصلیت ورتبے سے اونچا لے جاتا ہے اور تکبر کرتا ہے تو وہ جبارین میں لکھ دیا جاتا ہے پھر وہ بھی اس کی پاداش میں عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے جس میں وہ مبتلا ہوتے ہیں'' یہ حدیث حسن غریب ہے.

۲۱۲۔حدثنا عَلِيُّ بنُ عِيسَى بن يَزِيدَ البَغدَادِيُّ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بنُ سَوَّارٍ أَخبَرَنَا ابنُ أَبِي ذِئبٍ عَن القَاسِمِ بنِ عَبَّاسٍ عَن نَافِعِ بنِ جُبَيرِ بنِ مُطعِمٍ عَن أَبِيهِ قَالَ: يَقُولُونَ لِي فِيَّ التِّيهُ وقد رَكِبتُ الحِمَارَ وَلَبِستُ الشَّملَةَ وَقَد حَلَبتُ الشَّاةَ وَقَد قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰه ﷺ: مَن فَعَلَ هَذَا فَلَيسَ فِيهِ مِنَ الكِبرِ شَيءٌ .

قَالَ أَبو عِيسَى: هٰذا حديثٌ حسنٌ [صحيحٌ] غريبٌ .

''سیدنا نافع بن جبیر بن مطعمؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ مجھ میں تکبر ہے حالانکہ میں گدھے پر سوار ہوا، موٹی چادر استعمال کی اور بکری کا دودھ دوہا اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا جس نے یہ کام کئے اس میں کچھ تکبر نہیں'' یہ حدیث حسن غریب ہے.

تشریح: اس باب میں بڑائی اور اترانے کی حرمت و مذمت اور حقیقت کا ذکر ہے۔ حدیث پاک میں ہے العزّ ازاره و الکبر یاء ردائـــه . ازار اس چادر کو کہتے ہیں جو تہبند کے طور پر اسفل جسد میں استعمال ہو اور رداء او پر اوڑھنے والی چادر کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ازار و رداء کا استعمال مجازاً و ستعارۃ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی صفت علوّ و عظمت کو بیان کیا گیا ہے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ جس طرح ازار و رداء انسان سے ملے اور چمٹے رہتے ہیں اور انسان کیلئے حسن و جمال اور ستر کا سبب ہیں، اسی طرح یہ اللہ کیلئے کبریائی اور بلندی کو واضح کر رہی ہیں جو صرف اور صرف اسی کو لائق اور اسکی ذات ہی اسکی سزاوار ہے۔ عرب میں مشہور ہے! فـلان واسـع الـرداء وغـمـر الـرداء. یعنی خوب عطا کرنے والا سخی و کثیر العطیۃ ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اسکی چادر پانچ میٹر تک وسیع ہے۔ جس طرح انسان کے ازار و رداء میں کوئی شریک نہیں اسی طرح عظمت، رفعت اور کبریائی میں اللہ کا بھی کوئی سہیم نہیں۔

امام غزالی ؒ نے عجیب مثال سے تکبر اور کبریائی کو سمجھایا ہے۔ متکبر کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی نوکر بادشاہ کی ٹوپی چھین کر اپنے سر پر رکھ لے اور تخت پر جا بیٹھے! آپ ہی فرمایئے اسکی سزا کیا ہونی چاہئے؟ تو سارا مجمع نہیں پورا ملک پکار اٹھیگا گستاخ بے ادب...... اسکو مثالی سزا ملنی چاہئے۔ جب اپنے ہم جنس ایک مٹی سے بنے ادنیٰ بادشاہ کی بے ادبی کرنیوالے کا یہ حشر ہو رہا ہے تو اس مالک الملک، بادشاہوں کے خالق اور قادر مطلق کے سامنے اسی کی زمین پر اسی کی نعمتیں کھا کر اترانا اور ڈینگیں مارنا کس قدر قبیح بلکہ أقبح و أضر الاعمال ہے۔

تکبر کی تعریف اور حکم: تکبر کی حدیث پاک میں یوں تعریف کی گئی ہے ''المتکبر من بطر الحق وغمط او غمص الناس ''حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا...... یہ حرام ہے۔ اور تکبر عادات سیۂ مہلکہ میں سے ہے اور ام الخبائث ہے کہ اس سے کئی روحانی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ اس کی متعدد وجوہ ہیں مثلاً بعض لوگ اس لیے تکبر کرتے ہیں تاکہ انکو (علم، عمل اور مہارت و تجربہ میں) بڑا سمجھا جائے حالانکہ امیری فقیری میں مضمر ہے۔ چٹائی پہ سونے والے صلی اللہ علیہ وسلم آج عرش معلّیٰ پر جلوہ افروزہ ہیں۔

جو اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کر ملتے ہیں صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

تکبر ایک اندرونی اور دلی بیماری ہے۔ جسکی بدبو پورے اعمال کو مکدّر کر دیتی ہے۔

کبر و مرح اور فخور و مختال میں فرق: اگر دل دل میں رہے تو تکبر ہے قال میں آئے تو فخور ہے، چال میں آئے تو مرح و مختال ہے۔ ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ (لقمن ۱۸) مختال دل دل میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا فخور دوسروں پر اپنی برتری ظاہر کرنا۔ بے شک اللہ کو دونوں نہیں بھاتے۔

فائدہ! اچھے کپڑے، عمدہ لباس، خوبصورت مکان، قیمتی سواری یہ تکبر نہیں بلکہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا اثر اور شکر ہے۔ جیسا کہ حدیث باب میں مصرّح ہے۔

تکبر کے اسباب: اسکے دو سبب ہیں ا۔ دنیوی ۲۔ دینی۔ دنیوی سبب مال، ملک و دولت، حسن و جمال، حسب ونسب، کثرت وحشمت، کاروبار و بازار وغیرہ ہیں۔ جبکہ دینی سبب علم، زہد، تقویٰ، ریاضت، فنی مہارت، قوت کلام، نسبت وغیرہ ہیں۔

دل کی نو بیماریاں: ا۔ تکبر، ۲۔ حسد، ۳۔ کینہ، ۴۔ غصہ، ۵۔ بے صبری، ٦۔ ناشکری، ۷۔ حب جاہ، ۸۔ عجب وخود پسندی ۹۔ حب دنیا۔

یہ ''نو'' کائنات جسم کو ایسا فاسد کر دیتی ہیں، اور اعمال واخلاق کا ایسا ستیاناس کر دیتی ہیں جیسے قوم ثمود کے ''نو'' فسادیوں نے بگاڑ مچا رکھا تھا۔ کماقال تعالیٰ: وكان فى المدينة تسعة رهط يفسدون فى الارض ولايصلحون (نمل ۴۸)

تکبر کی اقسام اوران کا حکم: اسکی تین قسمیں ہیں۔ ا۔ تکبر من اللہ ۲۔ من الرسول ۳۔ من المخلوق۔

☆ اللہ جل جلالہ سے تکبر یہ ہے کہ کوئی اس کی ذات وصفات، وحدانیت وقدرت کا انکار کرے۔ جیسے فرعون اور دھریئے۔ لن يستنكف المسيح ان يكون عبدالله ولا الملئكه المقربون ومن يستنكف عن عبادته ويستكبر فسيحشرهم اليه جميعا. (نساء ۱۷۲) مسیح اللہ کا بندہ وعبادت گذار بننے سے عار محسوس نہیں کرے (تم کیوں منہ چڑھاتے ہو) اور نہ مقرب (طاقتور) فرشتے (سنو) جو شخص بھی اسکی عبادت سے عار محسوس کرئے اور تکبر کرے سو ان سب کو وہ عنقریب اپنے پاس جمع کریگا۔

☆ انبیاء علیهم السلام سے تکبر یہ ہے کہ انکی رسالت وفضیلت سے انکار کرے۔ قالو ما انتم الابشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شئى ان انتم الا تكذبون. (یٰس ۱۵) کافروں نے (بصورت انکار) کہا تم تو ہم جیسے بشر ہو تم کذب بیانی کرتے ہو رحمٰن نے کچھ (ہدایت وحکم) نازل نہیں کیا۔

☆ مخلوق سے تکبر یہ ہے کہ انکو حقیر سمجھنا انکے جان ومال کو نقصان پہنچانا۔ واذا قيل له اتق الله اخذته العزّة بالاثم فحسبه جهنم. (بقرہ ۲۰٦) جب اس (فسادی ومتکبر) سے کہا گیا اللہ سے ڈر لوگوں کا نقصان نہ کر تو اسکو گناہ پر اکسانے کی لیے عزت یاد آتی ہے سو اس کو جہنم کافی ہے۔

تکبر کی یہ تینوں قسمیں حرام ہیں...... پہلی دوصورتوں میں عذاب دائمی اور آخری میں سزا بھگت کر چھوٹنے کا امکان ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بیماری سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العلمین

لا يدخل الجنة. . . : ا۔ اس سے دخول اولی مراد ہے کہ پہلے پہل جنت میں داخل نہوگا، ۲۔ یہ مستحل پر محمول ہے یعنی جو کبروغرور کو جائز قرار دے یہ کفر ہے اور کفر کی سزا جنت سے محرومی ہے، ۳۔ تکبر کی پہلی دو قسمیں شرک وانکار اور نبی کو نہ ماننا ہے'' کما قال الطیبی: ان يراد بالكبر الكفر والشرك'' اسی طرح ایک ذرہ برابر ایمان والے کیلیء یدوزخ سے نفی تابید وہمیشگی کی ہے کہ ہمشہ کیلئے جہنم میں داخل نہ رہیگا بلکہ گناہوں کی سزا بھگت کر نجات پائیگا۔

٦١۔ بابُ ماجاءَ فى حسنِ الْخُلُقِ

اچھے اخلاق کے بیان میں

۲۱۳۔ حَدَّثَنَا ابنُ أَبِى عُمَرَ، [حَدَّثَنا سفيان]، حَدَّثَنَا عَمْرُو بنُ دِينَارٍ عَن ابنِ أَبِى مُلَيْكَةَ عَن يَعْلَى بنِ مَمْلَكٍ عَن أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَن أَبِى الدَّرْدَاءِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِى مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ فَإِنَّ اللهَ

تَعَالَى لَيُبْغِضُ الفَاحِشَ البَذِيءَ. قَالَ أبو عِيسَى: وفي الباب عن عَائِشَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنَسٍ وَأُسَامَةَ بنِ شَرِيكٍ. وَهَذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابودرداءؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن مؤمن کے ترازو میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہ ہوگی اس لئے کہ بے حیا اور فحش گوشخص سے اللہ تعالیٰ نفرت فرماتا ہے''

اس باب میں حضرت عائشہ، ابوہریرہ، انس اور اسامہ بن شریکؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۲۱۴۔ حدثنا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بنُ اللَّيْثِ الكُوفِيُّ عَن مُطَرِّفٍ عَن عَطَاءٍ عَن أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَن أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَا مِنْ شَيْءٍ يُوضَعُ فِي المِيزَانِ أَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الخُلُقِ، وَإِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الخُلُقِ لَيَبْلُغُ بِهِ دَرَجَةَ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلوٰةِ. قَالَ أبو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ من هَذَا الوَجهِ.

''حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرمارہے تھے اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی عمل نہیں، بے شک خوش اخلاق آدمی اچھے اخلاق کے ذریعے روزہ دار اور نمازی کا درجہ پالیتا ہے'' یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔

۲۱۵۔ حدثنا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بنُ العَلَاءِ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بنُ إِدْرِيسَ حَدَّثَنِي أَبِي عَن جَدِّي عَن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَن أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الجَنَّةَ، قَالَ: تَقْوَى اللهِ وَحُسْنُ الخُلُقِ، وَسُئِلَ عَن أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، قَالَ: الفَمُ وَالفَرْجُ. قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديثٌ صحيحٌ غريبٌ. وَعَبْدُاللهِ بنُ إِدْرِيسَ هُوَ ابنُ يَزِيدَ بنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الأَوْدِيُّ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کس عمل کی وجہ سے لوگ زیادہ جنت میں داخل ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے خوف اور حسن اخلاق سے، پھر پوچھا گیا کہ زیادہ تر لوگ جہنم میں کن اعمال کی وجہ سے جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا منہ (زبان) اور شرمگاہ کی وجہ سے''

یہ حدیث صحیح غریب ہے، عبداللہ بن ادریسؒ یزید بن عبدالرحمٰن اودیؒ کے پوتے ہیں۔

حدثنا أَحْمَدُ بنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو وَهْبٍ عَن عَبْدِاللهِ بنِ المُبَارَكِ، أَنَّهُ وَصَفَ حُسْنَ الخُلُقِ فَقَالَ: هُوَ بَسْطُ الوَجْهِ، وَبَذْلُ المَعْرُوفِ، وَكَفُّ الأَذَى.

''حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں حسن خلق یہ ہے کہ خندہ پیشانی سے ملے، بھلائی کے کاموں میں خرچ کرے اور تکلیف دینے والی چیز کو دور کرے''

تشریح: خلق بضم الخاء والفتح کا لشرب یہ خا پر پیش وز بر دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے پھر خا پر فتحہ کے ساتھ ہو تو معنی ہے وہ حالات وھیئات اور صورتیں جن کا ادراک ظاہر نظر اور بصر سے ہوتا ہے یعنی مخلوقات، اور خا پر ضمہ کے ساتھ ہو تو ان صفات واخلاق پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو باطنی نظر اور بصارت سے دیکھی جاتی ہیں یعنی اخلاق۔

اخلاق وعادات کی قسمیں؟ پھر اخلاق کی دو قسمیں ہیں ۱- اخلاق حمیدہ اور حسنہ جیسے حلم وصبر عفو و درگذر سخاوت وشرافت صداقت و دیانت وغیرہ ۲- اخلاق رذیلہ اور عادات سیہ جیسے بدگوئی، بخل، حسد کبر فتنہ پردازی وغیرہ۔ سب کی مباحث گذر چکی ہیں۔

ابھی سابقہ باب میں ہم نے پڑھا ہے کہ برے اخلاق کو ترک کرنا چاہیے اور اچھے اخلاق کو اپنانا چاہیے یعنی کذب کو صدق میں بخل کو سخاوت سے، خیانت کو امانت میں، غضب کو حلم وصبر میں، حرص و بدخواہی کو خیر خواہی میں بدلنا چاہیے اور صوفیاء حضرات تقبل الله جهودهم و كثر الله جنودهم کی بہت ساری محنت اسی پر صرف ہوتی ہے کہ رذائل سے صاف ہونگے تو شمائل وعمدہ خصائل سے معمور ہونگے اور اللہ تعالیٰ کا تقرب ورضا حاصل ہوگی۔

سوال: اس تقریر پر مسند احمد کی ایک روایت سے اعتراض وارد ہوتا ہے۔ عن ابی الدرداءؓ اذا سمعتم بجبل زال عن مكانه فصدّقوه، واذاسمعتم برجل تغيّر عن خلقه فلا تصدقواه (بذل) تم پہاڑ کے اپنی جگہ سے ہٹنے کی تصدیق کرو لیکن آدمی کی عادت بدلنے کی سنو تو مت تصدیق کرو؟

جواب: واجاب عنه القارى بان المراد فى (هذا) الحديث التبديل بالكلية، والمراد فى احاديث التحسين الازالة الوصفى۔ اللہ تعالیٰ محدثین پر اپنی بے پایاں رحمت نازل فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے کیسے دقیق عقدے حل فرما گئے! ملا علی قاریؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ ابو درداءؓ کی حدیث میں عدم تصدیق سے مراد یہ ہے کہ عادت بالکلیہ جڑ سے ختم اور زائل ہو جائے یہ نہیں ہوسکتا۔ ''این خیال است ومحال است وجنوں'' ہاں اس کو ظاہری طور پر بدل سکتے ہیں یہی حسن اخلاق والی احادیث کا حاصل ہے کہ عادات بالکل ختم اور زائل نہیں ہوتیں ان کا رخ بدل جاتا ہے۔ پہلے زبان جھوٹ پر چلتی تھی اب تسبیح وتلاوت میں مگن ہے، پہلے جبیں غیر کے سامنے جھکتی تھی اب رب کریم کی سامنے سجدہ فگن ہے، پہلے اسراف وعیاشی میں مال تباہ کرتے تھے اب اللہ تعالیٰ کے راستے میں بہارہے ہیں، یہ رخ بدل گیا عادت ختم نہ ہوئی اور حضرت عمرؓ کا مقولہ اس کی بہترین تو بیہ وتصویر ہے، فرماتے ہیں'' لم يزل عنى الغضب لكنه كان اولا فى عداوة الاسلام وحماية للكفر والآن فى حماية الاسلام '' اب جواب واضح ہو چکا کہ احادیث میں کوئی تعارض نہیں صفات ختم نہیں ہوتیں ان کا رخ بدل جاتا ہے جواب کا حاصل یہ ہے کہ امالہ اور ازالہ میں فرق ہے عادات زائل اور ختم نہیں ہوسکتیں، تبدیل اور مائل ہوسکتی ہیں ازالہ نہیں امالہ ہوتا ہے۔

جبل گردد جبلت نمی گردد پر واقعہ: ایک بادشاہ کے دربار میں یہ نقشہ تھا کہ اس میں تربیت یافتہ بلیاں شمعیں تھامے رکھتی تھیں اور ایسی خوب ان کی تربیت کی گئی تھی کہ اس میں ذرہ بھی جھکاؤ نہ آتا اور سیدھی تھامے رکھتیں۔ درباریوں سے گفتگو کے درمیان ایک دن یہ بات ہوئی کہ تربیت غالب ہے یا فطرت وطینت بادشاہ نے با اصرار کہا کہ تربیت غالب ہوتی ہے اور اس کی جیتی جاگتی مثال یہ ہماری درباری بلیاں ہیں کہ کس طرح یکسو رہتی ہیں ایک عالم جو انہیں شرکاء میں سے تھے انہوں نے کہا کہ نہیں فطرت غالب ہوتی ہے اور تربیت مغلوب ہوجاتی ہے۔ لیکن بادشاہ نے مان کے نہ دیا جیسی ان کی عادت شریفہ ہوتی ہے۔ اس بھلے مانس نے کیا کیا ایک دن چوہا مخفی طور پر لے آیا اور دربار سجنے اور لگنے کے بعد عین وسط میں چپکے سے بلیوں کی سمت چوہا چھوڑ دیا وہ بھاگا تو سب بلیاں شمعیں

پھینک کراس پر پلکیں اور سارا نظام درھم برھم ہوگیا۔......... بادشاہ برھم اور آگ بگولا ہوگیا یہ کیا حرکت یہ کس نے کری کون ہے کون ہے؟ تو صاحب واقعہ نے کہا جو دراصل بات سمجھانا چاہتے تھے اور خوب سمجھائی حضور اگر جان بخشی ہو تو میں بتا سکتا ہوں مثبت جواب ملنے پر اس نے سارا قصہ کہہ سنایا اور بادشاہ کی کھوپڑی میں بات بیٹھی کہ فطرت تربیت پر غالب رہتی ہے۔

حسن اخلاق کے بارے میں: حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ **حسن اخلاق ا ھو بسط الوجه بذل المعروف كفّ الاذى و طلاقة الوجه** کا نام ہے۔ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں "**مخالطة الناس بالجميل و البشر و التودّدلهم و الا شفاق عليهم و احتما لهم و الحلم عنهم و الصبر عليهم فى المكاره و ترک الكبر**" ..لوگوں سے حسن وخوبی، شفقت، احسان و اکرام، حلم وحوصلہ صبر وتحمل سے پیش آنا غصہ وتکبر نہ کرنا حسن اخلاق ہیں۔

اخلاق جبلی ہیں یا کسبی: علامہ طبریؒ نے سلف صالحین کا اختلاف نقل کیا ہے کہ یہ کسبی ہیں یا جبلی وعطائی اور پیدائشی ونسبی۔ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں حتماً ویقیناً ایک بات نہیں کہی جاسکتی کہ سب جبلی ہیں یا سب کسبی بلکہ بعض جبلی ہیں جیسے وقار، تودّد، لطافت ونرمی اور بعض اخلاق (بلکہ اکثر) کسبی ہیں کہ محنت مجاہدہ سے حاصل ہوتے ہیں اور نفس کو روندنا (اور لتاڑنا) پڑتا ہے۔ جیسے صدق مقال، اصلاح اعمال، غیبت، نمیمہ کا ترک کرنا وغیرہ۔ اس لئے اخلاق حمیدہ کے اپنانے اور اخلاق رذیلہ سے اجتناب کا حکم ہے۔

ليدرک بحسن خلقه درجة الصائم القائم حسن اخلاق اور اچھے برتاؤ والا بندہ معاشرے میں ہر قسم کے افراد سے ملتا جلتا اور اٹھتا بیٹھتا ہے اور لوگوں کی مختلف طبیعتوں اور پیچ پیچ کا مقابلہ کرتا ہے اور اخلاق کا دامن نہیں چھوڑتا **فكانه يجاهد نفوسا كثيرة، فادرک ما ادركه الصائم القائم، فاستو يا فى الدرجة، بل ربما زاد** (عون) عون میں اسی جگہ مزید احادیث بھی اخلاق کے متعلق لکھی ہیں۔ (ج ۱۳/ ۱۰۷)

۶۲۔ بَابُ مَاجَاءَ فِى الْإِحْسَانِ وَالْعَفْوِ

احسان اور عفو کے بیان میں

۲۱۷۔ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ ومحمودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالوا: حَدَّثَنَا أَبُو أَحمدَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِى إِسْحَاقَ عَنْ أَبِى الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ، الرَّجُلُ أَمُرُّ بِهِ فَلَا يَقْرِينِى وَلَا يُضِيفُنِى فَيَمُرُّ بِى أَفَأَجْزِيهِ؟ قَالَ: لَا، أَقْرِهِ. قَالَ وَرَآنِى رَثَّ الثِّيَابِ فَقَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ مَالٍ؟ قَالَ قُلْتُ: مِنْ كُلِّ الْمَالِ قَدْ أَعْطَانِى اللّٰهُ مِنَ الإِبِلِ وَالْغَنَمِ، قَالَ: فَلْيُرَ عَلَيْكَ.

قَالَ أبوعِيسَى: وفى البابِ عَنْ عَائِشَةَ وجَابِرٍ وَأَبِى هُرَيْرَةَ. وهذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وأَبُو الْأَحْوَصِ اسْمُهُ عَوْفُ بْنُ مَالِكِ بنِ نَضْلَةَ الْجُشَمِىُّ. وَمَعْنَى قَوْلِهِ ((أَقْرِهِ)) أَضِفْهُ وَالْقِرَى: هُوَ الضِّيَافَةُ.

"سیدنا ابوالاحوص اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ایک کے پاس

سے گزرتا ہوں تو وہ میری مہمانی نہیں کرتا پھر وہ میرے پاس سے گزرتا ہے کیا میں بھی اسی کے بدلے میں اس طرح کروں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اس کی میزبانی کرو، نیز آپ ﷺ نے مجھے میلے وکچیلے کپڑوں میں دیکھا تو پوچھا ،تمہارے پاس مال ہے، میں نے عرض کیا ہر قسم کا مال ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ اور بکریاں عطا کی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تم پر اس کا اثر دیکھا جائے''

اس باب میں حضرت عائشہ، جابر اور ابو ہریرہؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابو الاحوص کا نام عوف بن مالک بن نضلہ جشمی ہے، ''اقرہ'' کا مطلب اس کی مہمان نوازی کرو۔ ''قری'' ضیافت کے معنی میں ہے.

۲۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو هَاشِمٍ الرِّفَاعِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْوَلِيْدِ بنِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ جُمَيْعٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ: لَا تَكُونُوا إِمَّعَةً تَقُولُونَ إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَحْسَنَّا، وَإِنْ ظَلَمُوا ظَلَمْنَا، وَلٰكِنْ وَطِّنُوا أَنْفُسَكُمْ، إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَنْ تُحْسِنُوا، وَإِنْ أَسَاؤُوا فَلَا تَظْلِمُوا.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

''سیدنا حذیفہؓ مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم ہر ایک کی رائے پر نہ چلو یعنی یوں نہ کہو کہ اگر لوگ بھلائی کریں گے تو ہم بھی کریں گے اور اگر ظلم کریں گے تو ہم بھی کریں گے، بلکہ اپنے آپ پر اعتماد و اطمینان رکھو، اگر لوگ بھلائی کریں تو بھلائی کرو اور برائی کریں تو ظلم نہ کرو''

یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اس کو صرف اسی سند سے پہچانتے ہیں.

تشریح: حدیث پاک میں ہے ما انتقم رسول اللہ لنفسہ آپ ﷺ نے اپنی ذات کیلئے کبھی انتقام نہیں لیا۔ کسی پر ظلم تو کجا پوری زندگی آپ ﷺ نے کبھی بھی بدلہ نہیں لیا، اللہ کا امر اور حضور ﷺ کا عمل یہی ہے جو احادیث بالا میں بیان ہوا، اب ہم بھی اپنا جائزہ لیں کہ کتنی اتباع ہو رہی ہے یا خالی دعویٰ مسلمانی ہے؟

سوال! ۱۔ آپ ﷺ نے عقبہ ابن ابی معیط اور عبد اللہ ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ ۲۔ مرض وفات میں آپ ﷺ کو جن حضرات نے دوائی ڈالی تھی انکو دوائی ڈالنے کا حکم دیا یہ تو انتقام ہے؟

جواب! یہ آپ ﷺ کا اپنی ذات کیلئے انتقام لینا اور حکم دینا نہیں تھا ان دونوں (عقبہ ابن ابی معیط اور عبد اللہ ابن خطل) نے احکام ربانی اور آیات قرآنی کو پامال کیا تھا اس لئے مارے گئے نیز ابن خطل مرتد ہو گیا تھا تو یہ انتقام لنفسہ نہیں تھا بلکہ لِلّٰہ تھا۔ ۲: دوائی ڈالنے والوں کی تادیب کیلئے دوائی پلانے کا حکم دیا اور ان کی حفاظت کیلئے کہ نبی ﷺ کو ایذا دینے پر اللہ کی گرفت نہ آن پڑے۔ آپ ﷺ نے بدلہ نہیں لیا بلکہ اچھا بدلہ دیا لوگوں نے پتھروں سے لہولہان کیا آپ ﷺ نے دعاء ہدایت سے نوازا۔ انہوں نے ظلم کیا حضور ﷺ نے حلم اپنایا اور حسن معاشرت کا حکم دیا''

٦٣۔باب ما جاء فی زیارة الإخوان
بھائیوں کی ملاقات کے بیان میں

۲۱۹۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ وَالحُسَینُ بنُ أَبِی کَبْشَةَ البَصرِیُّ،قَالاَ:حَدَّثَنَا یُوسُفُ بنُ یَعقُوبَ السَّدُوسِیُّ،حَدَّثَنَا أَبُوسِنَانٍ القَسمَلی هو الشامی،عَن عُثمَانَ بنِ أَبِی سَودَةَ عَن أَبِی هُرَیرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَن عَادَ مَرِیضاً أَو زَارَ أَخاً لَهُ فِی اللّٰهِ نَادَاهُ مُنَادٍ أَن طِبتَ وَطَابَ مَمشَاكَ وَتَبَوَّأتَ مِنَ الجَنَّةِ مَنزِلاً.

قَالَ أَبُوعِیسَی:هذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ. وَأَبُو سِنَانٍ اسمُهُ عِیسَی بنُ سِنَانٍ.وقد روی حماد بن سلمة عَن ثابت عَن أبی رافع عَن أبی هریرة عَن النبی ﷺ شیئا من هذا .

''سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے یا کسی مسلمان بھائی سے ملاقات کرے تو ایک اعلان کرنے والا بلائے گا اور کہے گا کہ تمہیں مبارک ہو تمہارا چلنا مبارک ہو تم نے جنت میں اپنے ٹھہرنے کی جگہ بنالی''

یہ حدیث غریب ہے،ابوسنان کا نام عیسیٰ بن سنان ہے،حماد بن سلمہ ابورافع سے وہ ابو ہریرہؓ سے اور وہ نبی ﷺ سے اس میں سے کچھ حصہ نقل کرتے ہیں.

٦٤۔باب ماجاء في الحياء
حیاء کے بیان میں

۲۲۰۔حَدَّثَنَا أَبُو کُرَیبٍ حَدَّثَنَا عَبدَةُ بنُ سُلَیمَانَ وَ عَبدُالرَّحِیمِ وَمُحَمَّدُ بنُ بِشرٍ عَن محمَّدِ بنِ عَمرٍو،حَدَّثَنَا أَبُوسَلَمَةَ عَن أَبِی هُرَیرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ: الحَیَاءُ مِنَ الإیمَانِ،وَالإِیمَانُ فِی الجَنَّةِ:وَالبَذَاءُ مِنَ الجَفَاءِ،وَالجَفَاءُ فِی النَّارِ.

وفی البابِ عَن ابنِ عُمَرَ وَأَبِی بَکرَةَ وَأَبِی أُمَامَةَ وَعِمرَانَ بنِ حُصَینٍ .هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں لے جاتا ہے اور بے حیائی ظلم سے ہے اور ظلم جہنم کی طرف لے جاتا ہے''

اس باب میں حضرت ابن عمر،ابوبکرہ،ابوامامہ اور عمران بن حصینؓ سے بھی احادیث ہیں.

تشریح: حیاء کی تعریف۔حیاء(الف ممدودہ کے ساتھ ہے) شرمانا۔حیاء حیاۃ سے ماخوذ ہے ایک سے زمین کی زندگی ہے دوسرے سے دل کی زندگی ہے(بے حیاء مردہ دل ہوتا ہے) لغوی تعریف. الحیاء تغیّر یعتری المرأ من خوف ما یعاب علیہ شرعا او عرفا۔حیاء اس تبدیلی کو کہتے ہیں جو انسان پر شرعی یا عرفی عیب سے بچنے اور ڈرنے کیلئے طاری ہوتی ہے۔

اصطلاحی تعریف۔ا۔ جو وصف انسان کو برے کاموں سے بچنے اور بھلے کاموں کے کرنے پر ابھارے اسکو حیاء کہتے ہیں۔ ۲۔ الحیاء هو انقباض النفس خشیة ارتکاب مایکرہ اعم من ان یکون شرعیّا او عقلیّا اوعرفیّا حیاء نفس کا رکنا ہے

ناپسندیدہ کے ارتکاب سے عام ہے کہ کراہت وناپسندیدگی شرعی ہو یا عقلی یا عرفی۔

ان تینوں کی ضدّوں کا حکم۔ اگر مکروہ وممنوع شرعی کا ارتکاب کیا تو فاسق ہوگا۔ ممنوع عقلی (عقل کے خلاف) کا ارتکاب کیا تو مجنون کہلائیگا۔ مکروہ عرفی کا ارتکاب کیا تو ابلہ (پرلے درجے کا بیوقوف) کہلائیگا۔ اسی لئے تو حدیث پاک میں ہے کہ **الحیاء کله خیر** شرع، عقل، عرف تینوں کے اعتبار سے حیاء مجسمہ خیر ہے۔

حیاء کا حکم: حرام سے حیاء واجب ہے! مکروہ سے حیاء مندوب ہے! اگر مباح چیز ہو تو اس سے عرفاً حیاء ہونا چاہئے۔ مثلاً چلتے ہوئے پھل کھانا مباح مگر عرفاً خلافِ حیاء ہے۔ ۳-**الحیاء رؤیة النِعَمِ و رؤیة التقصیر فیتولّد بینهماحالة تسمّیٰ حیاء** ۔ اللہ کی نعمتوں کو دیکھنا (دوسری طرف) اپنی کوتاہیوں اور نالائقیوں کو دیکھ کر جو شرم کی حالت پیدا ہوتی ہے اس کو حیاء کہتے ہیں۔

یہی حیاء ہی تو ہے جو انسان کو معاصی سے بچاتا اور نیکیوں پر ابھارتا ہے

حیاء کی اقسام: ☆ **کریم کا حیاء:** نبی کریم ﷺ نے ام المؤمنین سیدہ زینبؓ کے ولیمہ میں زیادہ دیر ٹھہرنے والوں سے حیاء کی وجہ سے جانے کا نہ کہا۔ یہ کریم کا حیاء ہے۔

☆ **عبد وعبدیت کا حیاء:** بندہ اپنے نیک اعمال کی قلت اور بداعمالیوں کی کثرت دیکھ کر شرمندہ ونادم ہو۔ یہ بندے کا اپنے معبود سے حیاء ہے۔

☆ **عبادت میں اپنے آپ سے حیاء:** آدمی جب کسی بلند منصب پر فائز ہو پھر اپنے نقائص کا تصور کرے اور خود سے شرمائے (کہ میں کہاں)۔ ☆ **بندے کا اپنے ربّ سے حیاء کرنا:** کہ معصیت سے بچنا اور اطاعت کو بجالانا۔

☆ **بندے کا انسانوں سے حیاء:** کسی کی دل آزاری نہ کرنا۔ اعمال محمودہ کو اختیار کرنا اور افعال قبیحہ ومذمومہ کو چھوڑنا یہ حیاء کا خلاصہ ہے۔ فرمایا: ''اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِیْمَانِ'' حیا ایمان کا حصہ ہے۔

☆ **حیاء محمود:** اگر کسی فرد کی وجہ سے آدمی شریعت کا پابند ہو تو یہ حیاء قابل تعریف ہے۔

☆ **حیاء مذموم:** اگر حیاء کی وجہ سے آدمی حق نہ کہہ سکے، حدود قائم نہ کر سکے، سچ نہ بول سکے، باطل کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات نہ کر سکے تو یہ حیاء مذموم ہے۔

سوال! بسا اوقات حیاء کی وجہ سے آدمی (نڈر ہو کر) حق بیان نہیں کر سکتا یا صحیح مسئلہ نہیں سمجھا سکتا حالانکہ حدیث میں ہے۔ ''**الحیاء کلّه خیر! الحیاء لایأتی اِلّا بخیر**'' کہ حیاء سراسر بھلائی ہے، حیاء نہیں لاتا مگر نیکی کو۔ یہاں تو حیاء نیکی لا نہیں رہا بلکہ مانع بن رہا ہے؟

جواب! یہ حق سے رکنا یا مسئلہ سمجھا نہ پانا حیاء کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ بزدلی ہے حیاء یقیناً بھلائی کی طرف لاتا ہے یا پھر یہ حیاء مذموم ہوگا جس سے بچنا ضروری ہے، آج کل ہمارے معاشرے میں حیاء کا بالکل بے جا استعمال ہوتا ہے اور اپنی کمزوری، بزدلی، کو چھپانے کیلئے حیاء کا پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے مثلاً قرآن کریم کی تلاوت کیلئے کہہ دیا جائے کہ بلند آواز سے پڑھئے تو جواب دیا جاتا

ہے بچہ شرمارہا ہے، شرمارہی ہے۔ غیبت اور فضول گوئی میں تو سب سے بلند آواز سے بولتا ہے اور تلاوت کیلئے بہانہ بن گیا کہ شرمارہا ہے۔ "و كثير من الامثلة"

بغرض افادیت بحث حیاء قدرے مفصل پیش کردی اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی حیاء عطاء فرمائے اور حیاء کے پیکر اپنے حبیب کی کامل محبت واتباع نصیب فرمائے آمین۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد بحسن وخوبی حیاء کے بغیر ادا نہیں ہو سکتے۔

٦٥۔ بَابُ ماجاءَ فِي التَّأنِّي وَالْعَجَلَةِ

متانت اور جلد بازی کے بیان میں

۲۲۱۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بنُ عَلِيٍّ الجهضمي حَدَّثَنَا نُوحُ بنُ قَيْسٍ عَن عبدِاللّٰه بنِ عِمْرَانَ عَن عاصِمِ الْأَحْوَلِ عَن عبدِاللّٰهِ بنِ سَرْجِسَ المزَنِيِّ أَنَّ النبيَّ ﷺ قَالَ: السَّمْتُ الحَسَنُ وَالتُّؤَدَةُ وَالْاقْتِصَادُ جُزْءٌ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْأً مِنَ النُّبُوَّةِ. وفي البابِ عَن ابنِ عَبَّاسٍ وهذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

حدثنا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا نُوحُ بنُ قَيْسٍ عَن عبدِاللّٰهِ بنِ عِمْرَانَ عَن عبدِاللّٰهِ بنِ سَرْجِسَ عَنِ النبيِّ ﷺ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَن عاصِمٍ، وَالصَّحِيحُ حَدِيثُ نَصْرِ بنِ عَلِيٍّ.

"سیدنا عبداللہ بن سرجس مزنیؓ فرماتے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھی خصلتیں آہستہ آہستہ کام کرنا اور میانہ روی اختیار کرنا، نبوت کے چوبیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے"

اس باب میں ابن عباسؓ سے بھی حدیث ہے، یہ حدیث حسن غریب ہے۔

مثل سابق، اس سند میں عاصم کا ذکر نہیں، صحیح حدیث نصر بن علی ہی کی ہے۔

۲۲۲۔ حدثنا مُحَمَّدُ بنُ عَبْدِاللّٰهِ بنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بنُ المُفَضَّلِ عَن قُرَّةَ بنِ خالِدٍ عَن أَبِي جَمْرَةَ عَن ابنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النبيَّ ﷺ قَالَ لأَشَجِّ عبدِ القَيْسِ: إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ: الحِلْمُ وَالْأَنَاةُ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ. وفي البابِ عَنِ الْأَشَجِّ الْعَصَرِيِّ.

"سیدنا ابن عباسؓ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے عبد قیس کے قاصد اشج سے فرمایا تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں، بردباری اور سوچ سمجھ کر کام کرنا" اس باب میں اشج عصری سے بھی حدیث ہے۔

۲۲۳۔ حدثنا أَبُو مُصْعَبٍ المَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عبدُالمُهَيْمِنِ بنُ عَبَّاسِ بنِ سَهْلِ بنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيُّ عَن أَبِيهِ عَن جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: الْأَنَاةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ غريبٌ وقد تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الحديث في عبدِالمُهَيْمِنِ بنِ عَبَّاسٍ وَضَعَّفَهُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ، وَالْأَشَجُّ بن عبدالقيس اسمه المنذر بن عائذ.

"سیدنا سہل بن سعد ساعدیؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کام میں بردباری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے" یہ حدیث غریب ہے بعض اہل علم نے عبدالمہیمن بن عباس کے بارے میں کلام کیا

ہے، اور انہیں حافظہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

تشریح: وقار مثل سحاب ازباب کرم الرزانة والعظة سنجیدہ ہونا، باوقار ہونا، اس باب سے مقصود یہ ہے کہ آدمی چال ڈھال میں، قال میں فی الحال اور بالمآل بلکہ ہر حال میں سنجیدہ اور باوقار رہے اطمینان اور پرسکون ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرے جیسا کہ ہم آگے ادب کے مختلف ابواب میں متعدد آداب پڑھیں گے سب کا حاصل حفظ حدود اور اداء حقوق ہے کہ شرعی حدود پامال نہ ہوں اور اخلاقی قیود تارتار نہ ہوں اور بندوں کے حقوق ضائع اور پامال نہ ہوں بلکہ اللہ کی عبادت، رسول اللہ کی اطاعت، خلق اللہ کی خدمت کا اہتمام رہے پھر فضل اللہ سے جنت ملے گی اور قہر اللہ سے نجات حاصل ہوگی اور رسولؐ کی شفاعت کے حقدار ہوں گے منجملہ ابرار ہوں گے۔

الاقتصاد وفی روایة ان الهدی الصالح ای الطریقة الصلاحة درست راہ **السمت الصالح ای حسن الهیئة واصله الطریق المنقاد** سلیقہ مند اور اچھا انداز اس کا اصل معنی پرطاعت راستہ۔ **الاقصاد ای سلوک القصد فی الامور القولیه والعملیة، والدخول فیها برفق علی سبیل یکن الدوام علیه،** میانہ روی یعنی قول وعمل اور کردار وگفتار میں ایسا سہل راستہ جس میں نرمی اور دوام واستقامت رہ سکے۔

نبوت کا پچیسواں درجہ: یعنی درست راہ، پرطاعت طریقہ اور میانہ روی یہ نبوت کا پچیسواں حصہ ہیں۔ ۱۔ اس کا پہلا مطلب یہ ہے کہ یہ انبیاء ومرسلین اور مقربین کی صفات ہیں تم ان کی پیروی کرو ان کو اپناؤ اور تابعداری کرو۔ حدیث کا ہرگز یہ معنی نہیں کہ نبوت متجزی چیز ہے کہ اس کی تقسیم ہوسکتی ہے اور یہ بھی کہ نبوت اکتسابی نہیں بلکہ عطائی چیز ہے اور عطیہ رحمٰن ہے پھر وہ نبیؐ پر ختم ہو چکی اس لئے پچیسواں حصہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ پیغمبری صفات میں سے ہیں انہیں اپناؤ اختیار کرو ابتداع کی بجائے اتباع کرو۔

۲۔ علقمی کہتے ہیں ایک اور احتمال بھی ہے وہ یہ ہے کہ جس میں یہ صفات ثلثہ مجتمع ہوگئیں اور سب پر پابندی کر لی تو انبیاء کی مثل لوگ ان کی تکریم وتعظیم کریں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں تقویٰ کا وہ لباس پہنائیں گے جو انبیاء کو عطا فرمایا تو گویا کہ حصہ نبوت ہوا۔

۳۔ **وفیه وجه آخر وهو ان یکون معنی النبوة ههنا ماجاءت به النبوة ودعت الیه الانبیاء .... جزء مما جاءت به النبوة** (بذل وعون) حذف عبارت کے ساتھ تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہ نبوت میں لائی گئی تعلیمات کا پچیسواں حصہ ہیں یعنی پیغمبر جو ہدایات لائے یہ تین ان میں سے ہیں اس طرح کوئی التباس واشکال نہ ہوگا۔ اس کی کچھ بحث چند ابواب بعد **باب فی هدی الرجل** میں آرہی ہے۔

٦٦۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی الرِّفْقِ

نرمی کے بیان میں

٢٢٤۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِی عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِینَارٍ عَنِ ابْنِ أَبِی مُلَیْکَةَ عَنْ یَعْلَی بْنِ مَمْلَكٍ

عَن أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَن أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النبیِّ ﷺ: قَالَ مَنْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ فَقَدْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنَ الْخَيْرِ، وَمَنْ حُرِمَ حَظَّهُ مِنَ الرِّفْقِ فَقَدْ حُرِمَ حَظَّهُ مِنَ الْخَيْرِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وفی الباب عَن عَائِشَةَ وَجَرِيرِ بنِ عبدِاللہ وَأَبِي هُرَيْرَةَ. وهذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

”سیدنا ابودرداءؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو نرمی سے حصہ دیا گیا اسے بھلائی سے حصہ دیا گیا اور جسے نرمی کے حصہ سے محروم رکھا گیا اسے بھلائی کے حصہ سے محروم کر دیا گیا“

اس باب میں حضرت عائشہ، جریر بن عبداللہ اور ابو ہریرہؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے.

تشریح: اس باب میں نرمی اور سہولت کا ذکر ہے۔

رفق ونرم دلی ایک امر مطلوب اور صف محبوب ہے، جو اتفاق اجتماعیت اور محبت والفت کی جڑ ہے، خود نبی ﷺ کو رؤف، رحیم، شفیق و صاحب رحمت فرمایا گیا اور عنف وسختی اور ترش روئی سے نفی کی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضو من حولك فاعف عنهم.** (آل عمران ۱۵۹) اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت وعنایت سے آپ ﷺ نرم خو ہیں اور اگر بالفرض والمحال (ایسا ہے نہیں) آپ ﷺ تیز وتند اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ ﷺ سے (چشم زدن میں بدک کر) بھاگ جاتے سو آپ ﷺ انکو معاف کر دیا کریں اور ان سے مشورہ لیکر دلجوئی بھی فرمادیا کریں۔

یحرم الخیر. اس سے معلوم ہوا کہ نرم گوئی، کم گوئی اور خوش خوئی سراپا خیر ہی خیر ہے۔ اور ترشی اسکی ضد ہے۔

٦٧۔ بابُ ماجاءَ فی دَعوَةِ المَظلُومِ

مظلوم کی بددعا سے بچنے کے بیان میں

۲۲۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ. حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَن زَكَرِيَّا بنِ إِسْحَاقَ عَن يَحْيَى بنِ عَبدِاللہِ بنِ صَيْفِيٍّ عَن أَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللہِ ﷺ بَعَثَ مُعَاذَ بنَ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ: اتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللہِ حِجَابٌ. وفی البابِ عَن أَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعبدِاللہِ بنِ عَمْرٍو وَأَبِي سَعِيدٍ، هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وأَبُو مَعْبَدٍ اسمُه نَافِذٌ.

”سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا مظلوم کی بددعا سے ڈرنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی آڑ نہیں“ یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابو معبد کا نام نافذ ہے، اس باب میں حضرت انس، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عمرو اور ابو سعیدؓ سے بھی احادیث ہیں.

٦٨۔ بابُ ماجاءَ فی خُلُقِ النبیِّ ﷺ

نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کے بیان میں

۲۲٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَن ثَابِتٍ عَن أَنَسٍ قَالَ: خَدَمْتُ رَسُولَ اللہِ ﷺ عَشرَ

سِنِيۡنَ فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ قَطُّ، وَمَا قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ؟ وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ لِمَ تَرَكْتَهُ؟ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقاً وَلَا مَسَسْتُ خَزًّا قَطُّ وَلَا حَرِيراً وَلَا شَيْئاً كَانَ أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَلَا شَمَمْتُ مِسْكاً قَطُّ وَلَا عِطْراً كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وفي البابِ عَنْ عَائِشَةَ وَالْبَرَاءِ وهذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا انسؓ فرماتے ہیں میں نے دس برس تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی آپؐ نے مجھے کبھی ''اف'' تک نہیں کہا، نہ ہی مجھے کسی کام کے بعد فرمایا کہ تم نے کیوں کیا؟ اور نہ کسی کام کو چھوڑ دے پر مجھ سے پوچھا کہ تم نے اسے کیوں چھوڑ دیا؟ اور آپ ﷺ لوگوں میں سے سب بہتر اخلاق والے تھے، میرے ہاتھوں نے کوئی کپڑا، ریشم یا کوئی بھی چیز نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں سے زیادہ نرم چھوئی اور نہ ہی کوئی ایسا عطر یا مشک سونگھا جس کی خوشبو آپ ﷺ کے پسینہ مبارک سے بڑھ کر ہو'' اس باب میں حضرت عائشہ اور براءؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے.

۲۲۷۔حَدَّثَنا محمودُ بنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِاللّٰهِ الْجَدَلِيَّ يَقُولُ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ خُلُقِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: لَمْ يَكُنْ فَاحِشاً وَلَا مُتَفَحِّشاً وَلَا صَخَّاباً فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يجزي بالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وأبو عَبْدِاللّٰهِ الْجَدَلِيُّ اسمُه عَبْدُ بْنُ عَبْدٍ، ويُقالُ عبدُالرَّحْمٰنِ بنُ عَبْدٍ.

''سیدنا ابو عبداللہ جدلیؒ کہتے ہیں میں نے سیدہ عائشہؓ سے نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو ام المومنین نے فرمایا آپؐ نہ کبھی فحش گوئی کرتے اور نہ ہی اس کی عادت تھی، آپؐ بازاروں میں شور کرتے اور نہ ہی اس کی عادت تھی، آپ ﷺ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف و درگزر فرماتے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابو عبداللہ جدلی کا نام عبد بن عبد ہے انہیں عبدالرحمٰن بن عبد بھی کہا جاتا ہے.

تشریح: آداب و اخلاقیات میں مکارم اخلاق کے پرتو اور معلم الاخلاق سرور کونین ﷺ کے اخلاق پر یہ عنوان قائم کیا ہے، جس میں تصریح ہے اس بات کی کہ کائنات میں سب سے بلند ترین اور عمدہ اخلاق آنحضرت ﷺ کے اخلاق ہیں، چنانچہ قرآن کریم میں ہے: انک لعلی خلق عظیم . (القلم ۴) بلاشبہ آپ اخلاق کے عظیم اور بلند ترین رتبے پر ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ تعلیم اور تلمیح ہے اس طرف کہ ہم سب ان ابواب کے پڑھانے اور پڑھنے والوں کو بلکہ جملہ امت کو آپ ﷺ کے اخلاق ہی اپنانے چاہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لقد كان لكم في رسو ل الله اسوة حسنة . (احزاب ۲۱) البتہ تحقیق تمہارے لیے آپ ﷺ کے اخلاق عمدہ نمونہ ہیں۔

اخلاق یہ خلق بضم الخاء کی جمع ہے بمعنی عادت، حسن اخلاق، اچھی عادات۔ ۱۔ هو طلق الوجه ، كف الاذى ، بذل المعروف . ۲۔ حسن الخلق ان لا تغضب ولا تحقد . (احمد) غصہ و کینہ نہ ہو۔ احادیث باب کا حاصل یہی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے خدام اور عام اعراب و اعداء تک کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور ان کی بعض ناگوار باتوں کو خوشگوار انداز سے برداشت فرمالیا۔

قیامت کے دن میزان عمل میں سب سے بھاری چیز حسن اخلاق ہی ہونگے چنانچہ باب ۴۱ میں ہم نے پڑھا ہے: ما من شئی یوضع فی المیزان اثقل من حسن الخلق، وان صاحب الخلق لیبلغ به درجة صاحب الصوم والصلوة.
حسن خلق کا معنی: احتمال اذی، قلت غضب، طلاقة الوجه اور طیب الکلام.
ابن مبارکؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ حسن الخلق طلاقة الوجه وبذل المعروف وکف الاذی. ان احادیث کے لانے کا مقصد یہ ہے کہ ان سے انسان! انسان بن سکتا ہے اور دین حقیقی سے مقصود بھی یہی ہے۔
دکتور احمد امینؒ رقمطراز ہیں! الدین الحق تحسین علاقة الانسان بالله وتحسین علاقة الانسان بالانسان، فتحسن علاقتهم جمیعا بالله دین برحق اور شریعت حقیقی تو انسان کو اللہ کے ساتھ جوڑنے کا نام ہے اور انسان کو انسان کے ساتھ صحیح ربط کا نام ہے تا کہ نتیجۃً ان سب کا تعلق اللہ تعالیٰ سے درست ہو جائے اور سعادت دارین پالیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطاء فرمائیں اور اخلاق سدھارنے کی توفیق عطا فرمائیں، باب کا حاصل مکارم اخلاق ہے۔ اور اسی میں فلاح ہے۔
حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: دین کا خلاصہ تین چیزیں ہیں۔ اللہ کو عبادت سے راضی کرو۔ رسول اللہ کو اطاعت سے راضی کرو۔ خلق اللہ کو خدمت سے راضی کرو۔
حسن الخلق قسمان: احدهما مع الله، والثانی حسن الخلق مع الناس ...... (عون ۹۱/۱۳) حسن اخلاق کی دو قسمیں ہیں ۱۔ اللہ تعالیٰ سے ۲۔ مخلوق سے اچھا برتاؤ۔ اللہ تعالیٰ سے حسن خلق یہ ہے کہ اپنے ہر عمل کو ناقص سمجھتا رہے اور معذرت واستغفار کرتا رہے اور اس کی عطاء کردہ نعمتوں پر شکر کرتا رہے یعنی اس کی نعمتوں پر شکر اور اپنے عمل پر عذر کرتا رہے اس کی ذات کے کمال اور اپنے پُرعیب ہونے کا اقرار کرتا رہے۔ بندوں سے حسن اخلاق یہ ہے کہ اپنے قول وفعل سے انہیں نفع پہنچائے اور مضرت سے بچائے۔ ان میں بنیادی چیزیں علم، حلم، سخاوت، صبر واستقامت، ماننے کا جذبہ اور قوت واطاعت ہیں۔
طبائع کی تین قسمیں: ۱-طبیعة حجریة صلبة قاسیة لاتلین ولا تنقاد۔ سخت ضدی اجڈ نرم ہو نہ بات مانے ۲-طبیعة مائیة سریعة الانقیاد مستجیبة کالغصن بالکل پانی جیسی نرم جدھر کھینچو آگے لگ جائے جیسے ٹہنی ہوا کیلئے۔ الاولیٰ لاتقبل والثانی لاتحفظ یہ دونوں ناکام ہیں پہلی قبول نہیں کرتی دوسری محفوظ نہیں کرتی۔ ۳-طبیعة قد جمعت اللینة والصلابة .... فهذه الطبیعة الکاملة التی ینشاء عنها کل خلق صحیح۔ تیسری جو نرمی گرمی اور سختی کا مجموعہ ہو یہ کامل ہے اور اس سے درست اخلاق صادر ہونگے کہ نرمی کے وقت نرمی سے اور گرمی کے موقع پر سختی سے کام لے۔ اس قول کا مصداق ہو۔ لاتکن سکّرا فتؤکل ولا حنظلا فترمیٰ نہ اتنے میٹھے بنو کہ نگل لئے جاؤ نہ اتنے کڑوے کہ پھینک دیئے جاؤ۔
میں نبی ﷺ کے اخلاق کا ذکر ہے۔
صاحب روح المعانی نے بروایت ابن المنذر حضرت ابوالدرداءؓ سے نقل کیا ہے انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے اخلاق کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: ”فقالت کان خلقه القرآن یرضی لرضاه ویسخط لسخطه

''آپ ﷺ کے اخلاق قرآن کریم ہے انکی رضا اس کی رضا میں اور انکی ناراضگی اسکی ناراضگی میں (روح المعانی ج ۱۵ ص ۴۳)
حدیث ثانی اف قط مجھے اُف تک نہیں کہا۔ اف بضم الالف و تشدید الفاء کلمہ مذمت، گھن آور۔ اسکی اصل تف ہے ناخنوں میں پوشیدہ میل (ناخن کی میل) اب یہ بے جا، نامناسب، حقارت آمیز کلام، گھٹیا بات کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس میں دیگر لغات بھی ہیں علامہ قرطبیؒ نے دس اور ابن عطیہ نے چالیس تک لغات لکھیں ہیں مشہور وہی ہے جو اُوپر مذکور ہے (من اراد التفصیل فلیراجع الی فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۶۰)
لم فعلت كذا لم صنعت كذا هَلاّ فعلت كذا ان تمام کلمات کا حاصل ترک عتاب ہے۔ زجر، توبیخ، مذمت، ڈانٹنا، جھڑکنا، برا بھلا کہنا، عار دلانا وغیرہ۔ کبھی بھی آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا جس سے خادم و غلام کہتری و ابتری کا شکار ہو بلکہ آپ ﷺ حوصلہ افزائی فرماتے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا اعلیٰ ثبوت ہے۔
خدمت رسول الله تسع سنين۔
سوال: بعض احادیث میں سبع سنین یا تسع سنین کا ذکر ہے یہ تعارض ہے سات یا نو یا دس میں سے ایک نسخہ درست ہو سکتا ہے؟
جواب: فی الحقیقت حضرت انس ﷺ نے آپ ﷺ کی نو سال اور چند ماہ خدمت کی ہے ان چند ماہ (قصر) کو حذف کر کے نو سال کہہ دیا یا پھر قصر کو پورا کر کے دس سال کہہ دیا اور قصر کا حذف کرنا یا بڑھانا عند العرب شائع و ذائع ہے، اس لئے کوئی تعارض نہیں۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔
لا يجزى بالسيئة السيئة : برائی کا بدلہ برائی کی بجائے اچھائی سے دیتے اور معاف فرما دیتے۔ قرآن سچ کہتا ہے الاعراب اشد كفرا ونفاقا واجدر ان لا يعلموا حدود ما انزل الله على رسوله . (توبة ۹۷) دیہاتی سخت دلی، بے عملی اور نافرمانی میں سخت ہوتے ہیں لیکن آپ نے ان کے ساتھ بھی عتاب کے بجائے عطاء کا معاملہ فرمایا اور پوری زندگی آپ ﷺ نے فمن عفا واصلح فاجره على الله پر عمل فرمایا۔ اسی طرح فضول و فحش گفتگو یا بازاروں میں چلانا وغیرہ بالکل آپ ﷺ سے صادر نہ ہوتا

۶۹۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي حُسْنِ الْعَهْدِ

خوبی سے نباہ کرنے کے بیان میں

۲۲۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا غِرْتُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ وَمَا بِي أَنْ أَكُونَ أَدْرَكْتُهَا وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِكَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَهَا، وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيَتَتَبَّعُ بِهَا صَدَائِقَ خَدِيجَةَ فَيُهْدِيهَا لَهُنَّ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ.

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہتی ہیں مجھ کو رسول اللہ ﷺ کی کسی بیوی پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا حضرت خدیجہ ﷺ پر آیا، اگر میں ان کے زمانے میں ہوتی تو میرا کیا حال ہوتا، اور یہ اس لئے تھا کہ آپ ﷺ انہیں بہت یاد کیا کرتے تھے اور

رسول اللہ ﷺ جب کوئی بکری ذبح کرتے تو حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو تلاش کرواتے اور اس کے ہاں ہدیہ بھیجتے''

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح : ما غرت علی امراۃ ما غرت علی خدیجۃ میں اتنی غیرت کسی عورت پر نہیں کی جتنی خدیجہؓ پر کی۔ یہ اس لیے کہ نبی ﷺ انکی محبت کیوجہ سے اکثر و بیشتر تذکرہ کرتے رہتے جس سے سیدہ عائشہؓ کو غیرت آئی! میں موجود ہوں اور پھر بھی اس خدیجہؓ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جو دنیا سے رحلت کر چکی۔ اور یہ طبعی غیرت کا تقاضا ہے جو صاحب فضیلت مستورات سے بھی بعید اور کالعدم نہیں اسکے جواز کی حد یہ ہے کہ اس سے پیدا شدہ غضب، حسد، قینہ وغیرہ نہ آئے محض مقتضاء طبیعت کے اظہار و ذکر میں کوئی مذائقہ نہیں۔ و لقد ھلکت قبل ان یتزوّجنی بثلاث سنین ۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ اگر وہ حیات ہوتیں تو اور زیادہ غیرت ہوتی۔ ثم یھدیھا الی خلا ئلھا۔ خلائل خلیلۃ کی جمع ہے، صدائق صدیقۃ کی جمع ہے اسی طرح صدائق بھی مستعمل ہے) جمع صدیق و صدیقہ۔ سہیلیاں ہمعصر و ہمعمر خواتین۔ فاغضبتہ یوما۔ اسکا پس منظر یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دن سیدہ خدیجہؓ کا ذکر فرمایا کہ ایسی جانثار و وفادار...... اور اس سے اولاد ہونے کا بھی ذکر کیا تو اس پر سیدہ عائشہؓ جزبہ میں آ گئیں۔ تو آنحضرت ﷺ نے جواب میں فرمایا: انیّ قد رزقت حبھا یقینا مجھے اسکی محبت دی گئی اور یہ بھی ذکر ہے کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں...... جب لوگوں نے انکار کیا اس نے میری مواسات کی...... جب لوگوں نے مجھے محروم کیا اور میری تصدیق کی...... جب لوگوں نے جھٹلایا۔

۷۰۔بابُ ماجاءَ فی مَعالی الْاَخلاقِ

اعلیٰ اخلاق کے بیان میں

۲۲۹۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ الْحَسَنِ بنِ خِراشٍ الْبَغْدَادِیُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بنُ هِلالٍ، حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بنُ فَضَالَةَ حدثنی عَبْدُ رَبِّهٖ بنُ سَعِیدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَیَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّی مَجْلِساً یَوْمَ الْقِیَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقاً، وَإِنَّ مِنْ أَبْغَضِكُمْ إِلَیَّ وَأَبْعَدِكُمْ مِنِّی مَجْلِساً یَوْمَ الْقِیَامَةِ الثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَیْهِقُونَ، قَالُوا: یَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارِینَ وَالْمُتَشَدِّقِینَ فَمَا الْمُتَفَیْهِقُونَ؟ قَالَ الْمُتَكَبِّرُونَ. قَالَ أبوعِیسَی: وفی البابِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ. وهذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ من هذا الْوَجْهِ.

الثَّرْثَارُ: هُوَ كَثِیرُ الْكَلَامِ، وَالْمُتَشَدِّقُ: الَّذِی یَتَطَاوَلُ عَلَی النَّاسِ فِی الْكَلَامِ وَیَبْذُو عَلَیْهِمْ، وَرَوَی بَعْضُهُمْ هَذَا الْحَدِیثَ عَنِ الْمُبَارَكِ بنِ فَضَالَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النبیِّ ﷺ، ولم یَذْكُرْ فِیهِ عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ بنِ سَعِیدٍ. وهذا أَصَحُّ.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ محبوب اور قریب بیٹھنے والے لوگ وہ ہوں گے جو بہترین اخلاق والے ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور دور رہنے والے لوگ وہ ہوں گے جو زیادہ باتیں کرنے والے، بلا سوچے سمجھے اور بلا احتیاط بولنے والے اور تکبر کرنے والے ہیں، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ باتونی اور زبان دراز کا تو ہم کو علم ہے مگر ''متفیھقون'' کون لوگ ہیں،

آپ ﷺ نے فرمایا تکبر کرنے والے"

اس باب میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی حدیث ہے، یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے"الثرثار" بہت کلام کرنے والا."متشدق" گفتگو کے ذریعے لوگوں پر فخر کرنے والا ہے، بعض لوگوں نے یہ حدیث بواسطہ مبارک بن فضالہ، محمد بن منکدر اور حضرت جابرؓ سے، نبی اکرم ﷺ سے روایت کی لیکن اس میں عبدربہ بن سعید کا واسطہ مذکور نہیں، یہ زیادہ صحیح ہے.(کمامرّ مرارا،فسر الترمذی)

۷۱۔بابُ ماجاءَ فی اللّعْنِ وَالطَّعْنِ

لعنت اور طعنہ کی ممانعت کے بیان میں

۲۳۰۔حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَنْ كَثِيرِ بنِ زَيْدٍ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النبيُّ ﷺ: لَايَكُونُ الْمُؤْمِنُ لَعَّاناً. قَالَ أَبُوعِيسَى: وفي الباب عَن عبدالله بن مسعود وهذا حديث حسن غريب.وروى بَعْضُهُمْ بهذا الاسناد عَن النبي ﷺ قَالَ:لَايَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَكُونَ لَعَّاناً وهذا الحديثُ مُفسر.

"سیدنا ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا"

اس باب میں حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث ہے، یہ حدیث غریب ہے، بعض راوی اسی سند سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن کے لئے مناسب نہیں کہ وہ لعنت کرنے والا ہو.

تشریح :اس باب میں پر لعن طعن سے منع کا ذکر ہے۔کذامرّ فی باب ۴۸

لعنت کا لغوی معنی دھتکارنا اور دور کرنا ہے۔اصطلاح میں لعنت اللہ کی رحمت اور ثواب سے دوری اور محرومی اور سزا وعتاب میں گرفتاری کو کہتے ہیں۔طعن کا معنی نیزہ مارنا، یہاں طعنہ دینا مراد ہے۔

جانوروں کو لعنت کرنے کا حکم: جانوروں کو لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

حدیث خامس: **لاینبغی للمؤمن ان یکون لعانا.** اس حدیث کا شان ورود اور سبب بروایت عائشہؓ یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک دن ابو بکرؓ اپنے غلاموں کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور آپ ﷺ اس طرف آئے انکی آواز سن کر فرمایا **لعانین وصدیقین** سچے اور لعنت (کیسے جمع ہوسکتے ہیں)۔ **کلا ورب الکعبة** . ہرگز نہیں۔ابو بکرؓ نے اسی دن کچھ غلام آزاد کیے اور حاضر ہو کر عرض کیا **لا عود** . آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ مؤمن کو لعنت زیب دیتی ہے نہ جائز ہے۔

لعنت کے مباح ہونے کی وجوہ:لعنت کی اباحت کے تین سبب ہیں۔۱۔کفر ۲۔بدعت ،۳۔فسق۔

حدیث میں ہے" **لم ابعث لعانا**" **سوال!** آپ ﷺ نے رعل، ذکوان، عصیہ، وغیر قبائل پر لعنت کی ہے اور یہاں فرمایا میں لعنت کے لیے مبعوث نہیں ہوا یہ تو تعارض ہوا۔

جواب! ۱۔قرطبیؒ کہتے ہیں کہ حدیث باب ناسخ ہے ان قبائل پر لعنت کا واقعہ مقدم ومنسوخ ہے ۲۔بعض مواقع **لم ابعث لعانا** سے مستثنی ہیں۔ واللہ اعلم

۷۲۔بابُ ماجاءَ فی کَثرَۃِ الْغَضَبِ

کثرت سے غصہ کی ممانعت کے بیان میں

۲۳۱۔حَدَّثَنَا أَبُو کُرَیْبٍ وحَدَّثَنَا أبو بَکرِ بنُ عَیَّاشٍ عَن أَبِی حُصَیْنٍ عَن أَبِی صَالِحٍ عَن أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَی النبیِّ ﷺ فقَالَ: عَلِّمْنِی شَیْئاً وَلَا تُکْثِرْ عَلَیَّ لَعَلِّی أَعِیهِ .قَالَ:لَاتَغْضَبْ،فَرَدَّدَ ذٰلِکَ مِرَاراً،کُلَّ ذٰلِکَ یَقُولُ لَا تَغْضَبْ.

قَالَ أبوعِیسَی: وفی البابِ عَن أَبِی سَعِیدٍ وَسُلَیْمَانَ بنِ صُرَدٍ.وهذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ غریبٌ من هذا الْوَجْهِ. وَأَبُو حُصَیْنٍ اسمُه عُثْمَانُ بنُ عَاصِمٍ الْأَسَدِیُّ .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کر عرض کیا مجھے کچھ سکھایئے لیکن زیادہ نہ ہو، تاکہ میں یاد رکھ سکوں، فرمایا غصہ نہ کیا کرو، اس نے کئی مرتبہ یہی پوچھا اور آپ ﷺ نے ہر بار یہی جواب دیا کہ غصہ نہ کیا کر''

اس باب میں حضرت ابوسعید اور سلمان صردؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے اور ابو حصین کا نام عثمان بن عاصم اسدی ہے۔

۷۳۔بابٌ فی کَظْمِ الْغَیْظِ

۲۳۲۔حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِیُّ وَغَیْرُ وَاحِدٍ،قَالُوا حَدَّثَنَا عبدُاللهِ بنُ یَزِیدَ الْمُقْرِی حَدَّثَنَا سَعِیدُ بنُ أَبِی أَیُّوبَ، حدثنی أَبُو مَرْحُومٍ عبدُالرَّحِیمِ بنُ مَیْمُونٍ عَن سَهْلِ بنِ مُعَاذِ بنِ أَنَسٍ الْجُهَنِیِّ عَن أَبِیهِ عَن النبیِّ ﷺ قَالَ: مَنْ کَظَمَ غَیْظاً وَهُوَ یَسْتَطِیعُ أَنْ یُنَفِّذَهُ دَعَاهُ اللّٰه یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلَی رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ حَتَّی یُخَیِّرَهُ فِی أَیِّ الْحُورِ شَاءَ .

قَالَ:هذا حدیث حسن غریب.

''حضرت سہل بن معاذ بن انس جہنیؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص غصے کو ضبط کرلے حالانکہ وہ اس کے نافذ کرنے پر قادر ہو، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ جس حور کو چاہے پسند کرے'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔　(کمامرّ ا)

۷۴۔بابُ ماجاءَ فی إِجْلَالِ الکَبِیرِ

بڑوں کی تعظیم کرنے کے بیان میں

۲۳۳۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ الْمُثَنَّی،حَدَّثَنَا یَزِیدُ بنُ بَیَانٍ الْعُقَیْلِیُّ،حَدَّثَنَا أبو الرَّحَّالِ الْأَنْصَارِیُّ عَن أَنَسِ بنِ مَالِکٍ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ: مَا أَکْرَمَ شَابٌّ شَیْخاً لِسِنِّهِ إِلَّا قَیَّضَ اللّٰه لَهُ مَنْ یُکْرِمُهُ عِنْدَ سِنِّهِ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ غريبٌ لَانَعرِفُهُ إلّامن حديثِ هذا الشّيخِ يَزِيدَ بنِ بيَانٍ، وَأبو الرَّحّالِ الأنصارِيُّ آخرُ.

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جونو جوان کسی بوڑھے کی بڑھاپے کی وجہ سے عزت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس جوان کے لئے کسی کو مقرر فرما دیتا ہے بڑھاپے کے دور میں اس کی تعظیم کریگا''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اس حدیث کو صرف اس شیخ یزید بن بیان سے جانتے ہیں، اور ابورجال انصاری دوسرے ہیں.

٧٥ـ بابُ ماجاءَ في المُتَهَاجِرَيْنِ

ترک کلام کے بیان میں

٢٣٤ـ حَدَّثَنَا قُتَيبَةُ حَدَّثَنَا عبدُالعَزِيزِ بنُ مُحَمَّدٍ عَن سُهَيْلِ بنِ أَبِي صَالِحٍ عَن أَبِيهِ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: تُفتَحُ أَبْوَابُ الجَنَّةِ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ وَالخَمِيسِ فَيُغفَرُ فِيهِمَا لِمَنْ لَايُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئاً إلّا المُتَهَاجِرَيْنِ يَقُولُ: رُدُّوا هَذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا. قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

ويُرْوَى في بعضِ الحديثِ: ((ذَرُوا هَذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا)) قَالَ. وَمَعْنَى قَوْلِهِ المُتَهَاجِرَيْنِ: يَعْنِي المُتَصَارِمَيْنِ. وَهَذَا مِثْلُ مَارُوِيَ عَن النبيِّ ﷺ أنّه قَالَ: لَايَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ان دنوں میں ان لوگوں کی بخشش کی جاتی ہے جو شرک کے مرتکب نہیں ہوتے ، البتہ ایسے دو آدمی جو آپس میں (ناراض ہوکر) جدا ہو گئے ہوں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان دونوں کو واپس کر دو (ان کے بارے میں فیصلہ نہیں کیا جاتا) یہاں تک کہ آپس میں صلح کریں''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، بعض احادیث میں یہ الفاظ ہیں کہ ان دونوں کو صلح کرنے تک چھوڑ دو، ''متهاجرین'' قطع تعلق کرنے والے، یہ اس حدیث کی طرح ہے کہ آپؐ نے فرمایا کسی مسلمان کے لئے اپنے بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرنا جائز نہیں.

٧٦ـ بابُ ماجاءَ في الصَّبْرِ

صبر کرنے کے بیان میں

٢٣٥ـ حَدَّثَنَا الأَنصَارِيُّ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بنُ أَنَسٍ عَن الزُّهْرِيِّ عَن عَطَاءِ بنِ يَزِيدَ عَن أَبِي سَعِيدٍ: أَنَّ نَاساً مِنَ الأَنْصَارِ سَأَلُوا النبيَّ ﷺ فَأَعْطَاهُمْ، ثُمَّ سَأَلُوهُ فَأَعْطَاهُمْ ، ثُمَّ قَالَ: مَايَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنْكُمْ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ، وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ ، وَمَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ، وَمَا أُعْطِيَ أَحَدٌ شَيْئاً هُوَ خَيْرٌ وَأَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ. قَالَ أبوعِيسَى: وفي البابِ عَن أَنَسٍ وهذا حديث حسن صحيح.

وَيُرْوَى هٰذا الحديث عَن مالِكٍ: فَلَنْ أَدَّخِرَهُ عَنكُم،وَيُرْوَى عَنهُ:فَلَمْ أَدَّخِرْهُ عَنكُم.وَالمعَنَى فِيهِ وَاحِدٌ يَقُولُ: لَنْ أَحْبِسَهُ عَنكُم.

''سیدنا ابوسعیدؓ فرماتے ہیں انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے مانگا آپ ﷺ نے انہیں دے دیا، انہوں نے پھر مانگا، آپ ﷺ نے دوبارہ دے دیا، اس کے بعد فرمایا میرے پاس جو کچھ مال ہوگا میں اسے تم سے روک کر ہرگز ذخیرہ نہ کروں گا اور جو شخص بے نیازی اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز کردے گا، جو مانگنے سے بچے گا اللہ تعالیٰ اسے سوال کرنے سے بچائے گا، جو صبر کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق عطا فرمائے گا اور کسی کو صبر سے بہتر اور کشادہ چیز نہیں دی گئی''

اس باب میں حضرت انسؓ سے بھی حدیث ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے، مالک سے یہ حدیث ''فلن ادخرہ'' اور ''فلم ادخرہ'' کے الفاظ کے ساتھ مروی ہے، تم سے روک کر نہ رکھوں گا۔

۷۷۔بابُ ماجاءَ فی ذِی الْوَجْهَيْنِ

دو رخ والے آدمی کی مذمت کے بیان میں

۲۳۶۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،حَدَّثَنَا أبومُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ.قَالَ أبوعِيسَى: وفى البابِ عَنْ عَمَّارٍ وَأَنَسٍ.هذا حديث حسن صحيح.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین شخص دو منہ والا ہے''

اس باب میں حضرت عمار اور انسؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: قال النووی: وصنیعه نفاق و محض کذب و خداع و تحیل علی الاطلاع علی اسرار الطائفتین وهی مداهنة محرّمة، فاما من یقصد بذلک الاصلاح بین الناس فهو محمود (عون)

ان من شر الناس ذالوجهین کیونکہ دو شخصوں، گھروں، خاندانوں، گروہوں اور ملکوں تک کے درمیان فساد برپا کرادیتا ہے، ہر ایک کو نئی لگاتا ہے اور ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا ہے لڑا کر پھر تماشا دیکھتا ہے اس سے بڑا شریر کون ہوگا۔

☆اگر کوئی آدمی اصلاح کی نیت سے دو افراد کو مختلف باتیں کہتا ہے تو یہ مباح ہوگا۔ ابن عبدالبرؒ نے کھوٹے اور اندر کے چور شخص کو بھی ذوالوجہین کا مصداق قرار دیا ہے کہ اس کے بھی دو منہ ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی کھوٹ۔لیکن ذوالوجہین کا صحیح وراجح معنی پہلا ہے خود ابن عبدالبرؒ نے بھی اسکا بعد میں اقرار کیا ہے۔مقصود اس عادت سے بچانا ہے کہ وعید سن کر باز آجائے یا پہلے سے ہی باز رہے۔

۷۸۔بابُ ماجاءَ فی النَّمَّامِ

چغل خوری کی مذمت کے بیان میں

۲۳۷۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبراهيمَ عَنْ هَمَّامِ بنِ الحَارِثِ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ

عَلَى حُذَيْفَةَ بنِ الْيَمَانِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ هَذَا يُبَلِّغُ الْأُمَرَاءَ الحديثَ عَنِ النَّاسِ،فَقَالَ حُذَيْفَةُ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ:لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ.قَالَ سُفْيَانُ:وَالْقَتَّاتُ النَّمَّامُ.وهذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''ہمام بن حارث کہتے ہیں ایک شخص حذیفہ بن یمانؓ کے پاس سے گزرا تو انہیں بتایا گیا کہ یہ لوگوں کی باتیں امراء تک پہنچا تا ہے، انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ ''قتات'' جنت میں نہیں جائیگا،سفیان کہتے ہیں کہ ''قتات'' چغل خور کو کہتے ہیں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۷۹۔بابُ ماجاءَ فی العِيِّ

کم گوئی کی مدح کے بیان میں

۲۳۸۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بنُ هَارُونَ عَنْ أَبِي غَسَّانَ مُحَمَّدِ بنِ مُطَرِّفٍ،عَنْ حَسَّانَ بنِ عَطِيَّةَ،عَن أَبِي أُمَامَةَ، عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: الْحَيَاءُ وَالْعِيُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الإِيْمَانِ،وَالْبَذَاءُ وَالْبَيَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ.

قَالَ أبوعِيسَى:هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي غَسَّانَ مُحَمَّدِ بنِ مُطَرِّفٍ قَالَ:وَالْعِيُّ قِلَّةُ الْكَلَامِ، وَالْبَذَاءُ هُوَ الْفُحْشُ فِى الْكَلَامِ، وَالْبَيَانُ هُوَ كَثْرَةُ الْكَلَامِ،مِثْلَ هَؤُلَاءِ الْخُطَبَاءِ الَّذِينَ يَخْطُبُونَ فَيُوسِعُونَ فِي الْكَلَامِ وَيَتَفَصَّحُونَ فِيهِ مِنْ مَدْحِ النَّاسِ فِيمَا لَا يُرْضِي اللّٰهَ .

''سیدنا ابو امامہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حیاء اور کم گوئی ایمان کے دو شعبے ہیں، فحش گوئی اور زیادہ باتیں کرنا نفاق کے شعبے ہیں''

یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے ابوغسان محمد بن مطرف کی روایت سے جانتے ہیں ''العی'' قلت کلام اور ''البذاء'' فحش گوئی اور ''البیان'' سے مراد کثرت کلام ہے جس طرح (دور حاضر کے) ان خطباء کی عادت ہے کہ خطبہ دیتے وقت بات کو بڑھا دیتے ہیں اور لوگوں کی ایسی تعریفیں کرتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔

۸۰۔بابُ ماجاءَ فی:إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْراً

بعض بیان جادو کا اثر رکھتے ہیں کے بیان میں

۲۳۹۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،حَدَّثَنَا عبدُالعَزِيزِ بنُ مُحَمَّدٍ عَنْ زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ عَنِ ابنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلَيْنِ قَدِمَا فِي زَمَنِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِهِمَا،فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْراً،أَوْ إِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ سِحْرٌ.قَالَ أبوعِيسَى: وفى الباب عَنْ عَمَّارٍ وَابنِ مَسْعُودٍ وَعَبْدِاللّٰهِ بنِ الشِّخِّيرِ.وهذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں دو شخص آئے اور دونوں نے لوگوں سے خطاب کیا جس سے لوگ حیرت میں پڑ گئے، پس رسول اللہ ﷺ ہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا بعض لوگوں کا بیان کرنا جادو کی

طرح ہوتا ہے، راوی کو شک ہے کہ بعض بیان فرمایا یا من البیان فرمایا، اس باب میں حضرت عمار، ابن مسعود اور عبداللہ بن شخیرؓ سے بھی احادیث ہیں' یہ حدیث حسن صحیح ہے

تشریح:ان من البیان سحرا ....

شان ورود: اس جملے کی وضاحت سے پہلے پسِ منظر اور پورا واقعہ لکھا جاتا ہے کہ آپؐ نے کس وقت فرمایا: میدانیؒ کہتے ہیں کہ جب آپؐ کے پاس تین آدمیوں (عمرو بن اہتم، زبرقان بن بدر، قیس بن عاصم) کا وفد آیا اور مکالمۃ ہوا آپؐ نے عمرو سے زبرقان کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا "مطاع فی اذنیه، شدید العارضه مانع لما وراء ظهره " يعني به ظهره " یعنی یہ سردار و بہادر ہے تو زبرقان نے کہا یا رسول الله : انه ليعلم من اكثر منها ولكنه حسدني ، یہ اس سے زیادہ میرے بارے میں جانتا ہے لیکن اس نے مجھ سے حسد کیا پھر عمرو نے کہا" انه لزمر المروة ، ضيق العطن ، احمق الوالد لئيم الخال ، والله يا رسول الله : ماكذبت في الاولىٰ ، ولقد صدقت في الاخرىٰ ، ولكني رجل رضيت ، فقلت احسن ماعملت ، وسخطت ، فقلت اقبح ماوجدت، تو عمرو نے اپنے اس دوسرے قول میں سارا پول کھول دیا اور خوب وضاحت کردی اور انداز بھی سنجیدہ تھا تو اس پر آپؐ نے فرمایا: ان من البيان لسحرا، بیشک بعض لوگ جادو بیانی کے حامل ہوتے ہیں، "یعنی بعض البيان يعمل عمل السحر، ومعنى السحر اظهار الباطل في صورة الصدق (عون) اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض بیان جادو کا سا عمل اور اثر کرتے ہیں اور جادو کا مطلب یہ ہے کہ غلط کو سچ کے سانچے میں پیش کرنا۔ والبيان اجتماع الفصاحة والبلاغة و ذكاء القلب مع اللسان وانما شبه بالسحر لحده عمله في سامعه و سرعة القبول (عون)

بیان کی تعریف یہ ہے کہ جس میں قلب وقالب اور جنان ولسان کی چستی ومہارت اور براعت ہو اور بات کان چیرتی ہوئی دل میں جا لگے۔ چنانچہ دروس البلاغۃ میں ہم کلام کے حسن وقبح کے متعلق مع فوائد قیود مفصل پڑھ چکے ہیں اور ایسے ہی مختصر المعانی اور مطول میں آتا ہے۔

اس جملے کا مطلب:قال المنذری : قد اختلف العلماء في قولهٗ وان من البيان لسحرا" فقيل اورده مورد الذم وقيل اورده مورد المدح. .... (بذل وعون) منذریؒ کہتے ہیں علماء ومحدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ جملہ مدح ہے یا مذمت؟ بعض کا کہنا ہے کہ یہ مذمت ہے اس لئے کہ جادو بری چیز ہے اور اس سے اسے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس میں جھوٹی باتوں کو ملمع سازی سے اور باطل کو حق کے لبادے میں پیش کیا جاتا ہے، اور بے جا آسمان وزمین کے قلابے ملائے جاتے ہیں، اسلئے یہ جملہ مذمت ہے۔ امام مالکؒ نے" باب مايكره من الكلام" کے تحت اس حدیث کو درج کیا ہے جس سے مقصود اس کا قابل مذمت ہونا ہی ہے۔

بعض دیگر حضرات کا کہنا ہے کہ یہ تعریف ہے اچھے انداز اور مؤثر پیرایہ میں گفتگو کی کہ ایسی تقریر دل پذیر اور پرتاثیر سے دل ملتے اور مائل ہوتے ہیں، ناراض خوش ہوجاتے ہیں اور روٹھے ہوئے مان جاتے ہیں، یہ فہم وذکاء اور براعت ومہارت قابل

تعریف ہے مذمت نہیں، باقی اسے سحر وجادو سے تشبیہ دینے میں محض اظہار تعجب ہے کہ عمرو بن اہتم نے بیک وقت زبرقان کی مذمت بھی کی اور مدح بھی اور دونوں اپنی جگہ درست تو اس انداز کو ساحرانہ اور پر تعجب فرمایا نہ یہ کہ اس کے کلام کی مذمت فرمائی۔ فکانہ سحر السامعین بذلک میں اسی طرف اشارہ ہے۔

تطبیق: عون میں مفصل بحث کے آخر میں علامہ سیوطیؒ کا مقولہ مذکور ہے جس سے دونوں میں تطبیق ہوسکتی ہے۔

قال السیوطی : فان کان البیان فی امر باطل فھو کذلک والّا فمدح لامحالة، والله اعلم (عون)

اسکا معیار مضمون ومقولہ ہے اگر باطل گفتگو غلط مقصود ہے تو یقیناً عندالکل قابل مذمت ہے ورنہ بالتصریح مدح ہے۔

٨١۔ بابُ ماجاءَ فی التّوَاضُعِ

تواضع کے بیان میں

۲٤٠۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا عبدُالعَزیزِ بنُ مُحَمَّدٍ عَنِ العَلَاءِ بنِ عَبدِالرَّحْمٰنِ عَن أَبِیهِ عَن أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَازَادَ اللّٰه رَجُلاً بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ .

قَالَ أَبُوعِیسَی: وفی البابِ عَن عبدِالرَّحْمٰنِ بنِ عَوْفٍ وَابنِ عَبَّاسٍ. وَأَبِی کَبْشَةَ الْأَنْمَارِیِّ وَاسْمُه عُمَرُ بنُ سَعْدٍ وهذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا صدقہ مال کو کم نہیں کرتا، معاف کرنے سے آدمی کی عزت ہی بڑھتی ہے اور جو شخص اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند کرتے ہیں''

اس باب میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ابن عباس اور ابوکبشہ انماریؓ سے بھی احادیث منقول ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس باب میں عجز وانکساری اور درگذر کا ذکر ہے۔

مانقصت صدقة من مال۔ صدقہ وزکوۃ دینے سے یقیناً مال کبھی کم نہیں ہوتا۔

نوویؒ کہتے ہیں علما نے اسکی دو وجوہ لکھی ہیں۔ ا۔ مال میں اتنی برکت ہوجاتی ہے کہ ظاہری کمی کو پورا کردیتی ہے۔ مثلاً ۱۰ میں سے دو روپے صدقہ دیئے تعداد تو کم ہوئی لیکن اس آٹھ میں ایسی برکت ہوگی کہ دس سے دگنا کام ہوجائیگا۔ ۲۔ اگر چہ ظاہراً مال میں کمی ہوگی لیکن اجر وثواب میں ترقی ہوگی اور اضعافا مضاعفا اور بے شمار آخرت میں ملیگا۔

نتیجہ: یہ ہوا کہ صدقہ سے دنیا میں برکت وراحت اور آخرت میں جنت ورحمت حاصل ہوگی۔ واہ اور کیا چاہئے؟

ومازاد الله عبدابعفو الاعِزّا ۔ اسکا بھی دنیا آخرت دونوں سے تعلق ہے معاف کرنے والے کو آخرت میں اجر جزیل ملیگا اور دنیا میں عزت کہ زیادتی کرنیوالا بھی ایک دن آکر کہیگا غلطی میری ہے۔ عند المخلوق باعزت اور عند الخالق بھی باعزت۔ لیکن نفس و شیطان یہ کرنے نہیں دیتا بلکہ کہتا ہے اچھا تو نے معاف کردیا تو ناک کہاں جائیگی؟

وما تواضع احد لله الا رفعه الله. بلند کرنے کا مطلب یہ ہے۔ لوگوں کے دلوں میں قدر ومنزلت بٹھادیں گے اور آخرت میں

درجات بلند فرمائیں گے۔
تواضع کی حقیقت: التواضع ان لا یعتقد نفسه اهلا لرفعة ۔ تواضع یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی مرتبہ کے لائق نہ جانے۔ بلکہ حقیر وخاکسار رہے عزت ورفعت اسی میں ہے۔ جو اونچے تختوں پر بیٹھتے ہیں پھر تختہ کی زینت بھی بنتے ہیں اور مخلص بوریا نشین جنت کے مکین ہو جاتے ہیں۔

۸۲۔بابُ ماجاءَ فی الظُّلمِ
ظلم کے بیان میں

۲۴۱۔حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الْعَنبَرِیُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّیَالِسِیُّ عَن عبدِالعَزِیزِ بنِ عبدِاللّٰهِ بنِ أَبِی سَلَمَةَ عَن عبدِاللّٰهِ بنِ دِینَارٍ عَن ابنِ عُمَرَ عَن النبیِّ ﷺ قَالَ: الظُّلمُ ظُلُمَاتٌ یَومَ الْقِیَامَةِ .قَالَ أَبوعِیسَی: وفی البابِ عَن عبدِاللّٰهِ بنِ عَمرٍو وَعَائِشَةَ وَأَبِی مُوسَی وَأَبِی هُرَیرَةَ وَجَابِرٍ وهذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ من حدیثِ ابنِ عُمَرَ .

''سیدنا ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث ہے''

اس باب میں عبداللہ بن عمرو، عائشہ، ابوموسیٰ، ابوہریرہ اور جابرؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث ابن عمرؓ کی روایت سے غریب ہے۔

تشریح: اس باب میں ظلم کی حرمت کا ذکر ہے۔
الظلم ظلمات یوم القیامة قرطبیؒ کہتے ہیں کہ ظالم کو تاریکی کا عذاب ہوگا جبکہ مومن صالحین کیلئے روشنی ہوگی۔ اذ یقول المنافقون و المنافقات للذین امنو انظرونا نقتبس من نورکم قیل ارجعو اوراء کم فالتمسو انورا (حدید۱۳) جب منافق مرد وعورتیں ایمان والوں سے کہیں گے دکھاؤ ہم تمہارے نور سے روشنی حاصل کرلیں کہا جائے گا واپس جاؤ نور تلاش کرو۔ اس سے کافروں منافقوں اور ظالموں کا تاریکی میں ہونا واضح ہوا یہ بھی کہا گیا ہے ظلمات سے مراد ہولناکیاں اور عذابات ہیں۔ جیسے فرمایا: قل من ینجیکم من ظلمات البرّ والبحر (انعام۶۳) کہہ دیجئے خشکی اور تری کی تاریکیوں سے تمہیں کون نجات دیگا۔ اس سے واضح ہوا کہ مصائب وآلام ظلمات ہیں

۸۳۔بابُ ماجاءَ فی تَرکِ الْعَیبِ للنِّعمَةِ
نعمت میں عیب نہ نکالنے کے بیان میں

۲۴۲۔حَدَّثَنَا أحمدُ بنُ مُحَمَّدٍ، أَخبَرَنَا عبدُاللّٰهِ بنُ المُبَارَكِ عَن سُفیَانَ عَن الأَعمَشِ عَن أَبِی حَازِمٍ عَن أَبِی هُرَیرَةَ قَالَ: مَا عَابَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ طَعَاماً قَطُّ، كَانَ إِذَا اشتَهَاهُ أَكَلَهُ وَإِلَّا تَرَكَهُ.

قال ابوعیسی هذا [illegible] سن صحیح.
وأبو حازمٍ هُوَ الأَشجَعِیُّ الكوفی واسمه سَلمَانُ مَولَی عَزَّةَ الأَشجَعِیَّةِ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا اگر جی چاہتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابو حازم اشجعی ہیں ان کا نام سلمان ہے اور وہ عزہ اشجعیہ کے مولیٰ ہیں.

تشریح: ماعاب رسول ﷺ طعاماقط. آپؐ نے کھانے پینے میں کبھی عیب نہیں نکالا۔ای حلالا امّاالحرام فکان یعیبه ویذمّه وینهی عنه اس کا مصداق جائز حلال اور مباح کھانا ہے کہ اس میں کبھی عیب نہیں نکالا، ہاں حرام چیزوں کی قباحت ومضرت اور حرمت و مذمت اور ممانعت کو خوب واضح کیا اور بیان فرمایا مثلاً شراب، غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ، وغیرہ۔علامہ نوویؒ کہتے ہیں کھانے پینے کے آداب میں سے مؤکدترین ادب ہے کہ اس میں عیب نہ نکالا جائے۔

طعام میں عیب کی تفصیل وحکم: بعض علماء نے اس میں فرق وتفصیل بیان کی ہے''انّ العیب ان کان من جهة الخلقة کره وان کان من جهة الصنعة لم یکره'' کہ عیب اگر خلقت و پیدائش کے اعتبار سے ہے تو مکروہ ومنع ہے اور اگر تیار کرنے والے اور پکانے والے کی غفلت ولا پرواہی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے تو اس کا ذکر واظہار مکروہ نہیں۔لیکن ابن حجرؒ نے فتح (ج ۹ص ۵۴۸) میں تصریح کی ہے کہ حدیث مبارک سے تعمیم واطلاق ثابت ہو رہا ہے عیب بھلے خلقتی ہو یا صنعتی بہرصورت اس کا اظہار منع ہے۔اس کی دلیل یہ بیان کی کہ خلقتی عیب تو ظاہر ہے تخلیق باری تعالیٰ میں اعتراض اور اسی کی بناوٹ پر تعریض ہے جو یقیناً قبیح ہے اور صنعتی اور تیار کرنے والے کا عیب نکالنا اس میں اس کی دل شکنی اور حقارت ہے جس میں ایذاء مسلم بھی ہے اس لئے ہر قسم کا عیب بیان کرنا منع ہے اور اس سے بچنا لازمی ہے۔بذل المجہود میں حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ نے فرمایا ہے کہ کراہت طبعی کے اظہار میں قباحت وممانعت نہیں جیسے ضبّ (گوہ) کے متعلق فرمایا اور لہسن کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا الکنّی اکرهه من اجل ریحه لیکن میں اس لہسن کو نہیں کھاتا بو کی وجہ سے (ورنہ حرام نہیں) شیخ الاسلام تکملہ ج ۴ص ۸۵ میں فرماتے ہیں کہ طعام میں اگر عیب نکالنا اسکی پیدائش وخلقت کی وجہ سے ہو تو حرام ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں عیب لگانا ہوا اور اگر کوئی عیب بنانے والی کی کوتاہی اور لاپرواہی کی وجہ سے ہوا ہے تو پھر مکروہ ہے، اس سے مقصود اگر طعام میں عیب نکالنا ہو یا نعمت کی تحقیر وناقدری یا بنانیوالے کی تذلیل ہو۔ہاں اگر مقصود کھانا تیار کرنے والے کی اصلاح اور غلطی پر تنبیہ ہو تا کہ آئندہ احتیاط واجتناب کرے تو یہ درست ہے۔لیکن اس میں بھی انداز اخلاقی واصلاحی ہو۔طعنہ زنی، گالی گلوچ اور استہزاء نہ ہو۔اسی ترمذی شریف میں ہے:یعظّم النعمةوان دقّت غیر انّه لم یکن یذمّ ذوّاقا ولایمدحه (تکملہ) نبی ﷺ نعمت کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اگر چہ کوئی چھوٹی سی چیز ہی کیوں نہ ہو اسکے سوا کہ بنانیوالے کی مذمت کرتے تھے نہ مدح۔

طعام کی مذمت کی ممانعت کی وجہ: تکملہ میں ملّا علی قاریؒ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ کھانے پینے میں عیب کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری اور ناشکری ہے جو متکبرین وجبابرہ کا شعار ہے۔

مدح کی ممانعت کی وجہ: تعریف کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں لالچ، حرص اور خوشامد کا اندیشہ ہے۔یہ ضرور ہے کہ ایسا مختصر تعریفی جملہ جس میں اللہ تعالیٰ کا شکر ہو اور تیار کرنیوالی کی تشجیع وحوصلہ افزائی ہو تو یقیناً مکروہ نہیں، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے سیدنا ابو

الھیثمؓ کے پاس کھانے پینے کے بعد یہ جملے فرمائے تھے جن میں تعریف بھی ہے اور تشکر و عبرت بھی. لتسئلنّ عن هذا النعيم يوم القيامة ظلّ بارد ورطب طيب وماء بارد (ابواب الزھد باب ۲۵) ضرور تم سے قیامت کے روز ان نعمتوں کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی یہ ٹھنڈے سائے، یہ عمدہ و تازہ کھجور، یہ خوشگوار پانی۔

کھانے میں عیب سے مراد: قال النوويؒ............ كقوله (الاكل) مالح، حامض، قليل الملح، غليظ، رقيق، غير ناضج ونحو ذالك. امام نوویؒ نے کہا کہ عیب کا مطلب یہ ہے کہ ایسا لفظ کہے جس سے کھانے کی برائی ہو مثلاً نمک زیادہ ہے یا کم، گاڑھا ہے یا پتلا، کھٹا ہے یا کچا وغیرہ۔

ان اشتهاه اكله وان كرهه تركه، اگر جی چاہے تو کھالے اور نہ چاہے اور نہ بھائے تو ترک کردے (کچھ اور منگالے) یہ ضروری نہیں کہ ہر حال میں خاموشی سے اسی کو کھائے نہیں! بلکہ اختیار ہے کھائے یا ہاتھ ہٹالے لیکن زبان نہ چلائے۔

٨٤۔بابُ ماجاءَ فی تَعْظِيمِ المُؤْمِنِ

مؤمن کی تعظیم کے بیان میں

۲٤۳۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بنُ أَكْثَم والجارُودُ بنُ مُعَاذٍ،قالا:حَدَّثَنَا الفَضْلُ بنُ مُوسَى،حَدَّثَنَا الحُسَيْنُ بنُ وَاقِدٍ عَن أَوْفَى بنِ دَلْهَمَ عَن نَافِعٍ عَن ابنِ عُمَرَ قَالَ: صَعِدَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ المِنْبَرَ فَنَادَى بِصَوتٍ رَفِيعٍ قَالَ: يَا مَعْشَرَ مَنْ أَسْلَمَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يُفْضِ الإِيمَانُ إِلَى قَلْبِهِ،لَا تُؤْذُوا المُسْلِمِينَ وَلَا تُعَيِّرُوهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ،فَإِنَّهُ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَةَ أَخِيهِ المُسْلِمِ تَتَبَّعَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِي جَوْفِ رَحْلِهِ .قَالَ:وَنَظَرَ ابنُ عُمَرَ يَوْماً إِلَى البَيْتِ أَوْ إِلَى الكَعْبَةِ فَقَالَ: مَا أَعْظَمَكِ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكِ،وَالمُؤْمِنُ أَعْظَمُ حُرْمَةً عِندَ اللّٰهِ مِنْكِ .

قَالَ أَبو عِيسَى:هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لا نَعْرِفُهُ إِلَّا من حديثِ الحُسَيْنِ بنِ وَاقِدٍ.وَرَوَى إِسْحَاقُ بنُ إِبْرَاهِيمَ السَّمَرْقَنْدِيُّ عَن حُسَيْنِ بنِ وَاقِدٍ نَحْوَهُ.وَرُوِيَ عَن أَبِي بَرْزَةَ الأَسْلَمِيِّ عَن النبيِّ ﷺ نَحْوَ هَذَا .

"سیدنا ابن عمرؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور بلند آواز سے فرمایا اے وہ لوگ جو صرف زبانوں سے اسلام لائے ہیں اور ایمان ان کے دلوں میں نہیں پہنچا، وہ مسلمانوں کو اذیت نہ دیں انہیں عار نہ دلائیں اور ان میں عیوب تلاش مت کریں، کیونکہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیب جوئی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی عیب گیری کرتا اور جس کی عیب گیری اللہ تعالیٰ کرنے لگے وہ ذلیل ہو جائے گا، اگر چہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو، پھر راوی کہتے ہیں کہ ایک دن ابن عمرؓ نے بیت اللہ یا کعبہ کی طرف دیکھ کر فرمایا تو کتنا عظیم ہے، تمہاری حرمت بھی کتنی عظیم ہے؟ لیکن مؤمن کا احرام اللہ کے نزدیک تیری عزت سے بھی زیادہ ہے"

یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے صرف حسین بن واقد کی روایت سے پہچانتے ہیں، اسحٰق بن ابراہیم سمرقندی نے اسے حسین بن واقد سے اس کے مثل روایت کیا، ابو برزہ اسلمی بھی نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مثل حدیث نقل کرتے ہیں.

۸۵۔بابُ مَاجَاءَ فِی التَّجَارُبِ

تجربات کے بیان میں

۲٤٤۔حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا عبدُاللّٰہ بنُ وَھْبٍ عَن عَمْرِو بنِ الحارِثِ عَن دَرَّاجٍ عَن أَبِی الْھَیْثَمِ عَن أَبِی سَعِیدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ: لَاحَلِیمَ اِلَّا ذُوْ عَثْرَۃٍ،وَلَا حَکِیمَ اِلَّا ذُوْتَجْرِبَۃٍ.ھذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ لَا نَعْرِفُہٗ اِلَّا مِنْ ھٰذا الْوَجْہِ.

''سیدنا ابوسعیدؓ سے مروی ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی شخص بردباری میں کامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ ٹھوکر نہ کھائے،اسی طرح کوئی بغیر تجربہ کے کامل نہیں ہوسکتا''

۸٦۔بابُ مَا جَاءَ فِی الْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ یُعْطَه

جو چیز اپنے پاس نہ ہو اس پر اترانے کے بیان میں

۲٤۵۔حَدَّثَنَا عَلِیُّ بنُ حُجْرٍ،حَدَّثَنَا اِسماعیلُ بنُ عَیَّاشٍ عَن عُمَارَۃَ بنِ غَزِیَّةَ عَن أَبِی الزُّبَیْرِ عَن جَابِرٍ عَن النبیِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أُعْطِیَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْیَجْزِ بِہٖ،وَمَنْ لَمْ یَجِدْ فَلْیُثْنِ،فَاِنَّ مَنْ أَثْنٰی فَقَدْ شَکَرَ،وَمَنْ کَتَمَ فَقَدْ کَفَرَ،وَمَنْ تَحَلّٰی بِمَا لَمْ یُعْطَہٗ کَانَ کَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ.وفی البابِ عَن أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِی بَکْرٍ وَعَائِشَةَ.قَالَ أبوعِیسٰی:ھذا حَدِیثٌ حسنٌ غریبٌ.ومعَنٰی قَوْلِہٖ: وَمَنْ کَتَمَ فَقَدْ کَفَرَ،یَقُولُ تِلْكَ النِّعْمَةَ.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کسی شخص کو کوئی چیز دی گئی اور اس میں واستطاعت ہے تو اس کا بدلہ دے ورنہ اس کی تعریف کرے،اس لئے کہ جس نے تعریف کی اس نے شکریہ ادا کیا اور جس نے نعمت کو چھپایا اس نے ناشکری کی،اور جس شخص نے کسی ایسی چیز سے اپنے آپ کو آراستہ کیا جو اسے عطا نہیں کی گئی تو گویا اس نے جھوٹ کے دو کپڑے اوڑھ لئے''

اس باب میں حضرت اسماء بنت ابوبکر اور عائشہؓ سے بھی احادیث ہیں،یہ حدیث حسن غریب ہے،''من کتم فقد کفر'' کا مطلب ناشکری ہے۔

تشریح: اس کے شان ورود کے متعلق ابوداؤد میں ہے انّ لی جارۃ تعنی ضرّۃ قال الخطابی : ان العرب تسمی امراۃ الرجل جارۃ و تدعو الزوجتین الضرتین و ذلک لقرب محل اشخاصھما کا لجارین. (عون) جارۃ بیوی کیلئے اور ضرۃ سوکن کیلئے عرب استعمال کرتے ہیں۔بیوی کیونکہ مثل جار کے قریب ہوتی ہے اور سوکن (اکثر) دوسری بیوی کو نقصان پہنچانے اور اس کی طرف شوہر کی توجہ کم کرانے میں لگی رہتی ہے،تو ضرر کی وجہ سے ضرۃ ہے جیسے نیکی کی وجہ سے برۃ اور حسن سلوک کی وجہ سے حسنۃ۔اس عورت کا مقصد یہ تھا کہ میری طرف جو شوہر کی توجہ اور عطاء ہے میں اس سے زیادہ ظاہر کروں تاکہ دوسری احساس کمتری اور ابتری کا شکار ہو اور سر پکڑ کے بیٹھ جائے تو آپؐ نے اسے منع فرمایا اور تمثیل سے بات واضح فرمادی۔

کلابس ثوبی زور۔یعنی دو جھوٹے کپڑے پہننے والا کہ اصل ستر ولباس کیلئے رداء وازار اور قمیص وشلوار ہیں ٹوپی عمامہ رومال تمتہ

ہیں۔لفظ پوشاک وخلعت اور حلہ کا اطلاق انہیں دو پر ہوتا ہے۔اس کی مثال ایسے ہے جیسے فاسق زاہدوں کا اور کاذب سچوں کا لبادہ اوڑھ لے کہ اسے زاہد وصادق باور کریں اور اس کی عزت وتصدیق ہو تنقیص وتردید نہ ہو۔جیسے اس جھوٹے لباس والے نے جھوٹ اور دھوکہ دیا اسی طرح جسے ملا نہیں اور اظہار کرتا ہے کہ میں انعام یافتہ ہوں یہ بھی دو جھوٹ بولتا ہے ایک نہ ملنے کے باوجود پاس ہونے کا اور دوسرا دینے والے پر کہ اس نے دیا ہے حالانکہ اس نے دیا کچھ نہیں تو حاصل کرنے اور دینے والے دونوں پر جھوٹ بولا۔دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ ایک آدمی نے کسی کے دو کپڑے اور پوشاک پہن کر اظہار کر رہا ہے کہ یہ قیمتی اور خوبصورت کپڑے میرے ہیں جس طرح یہ جھوٹا اس طرح جسے ملا نہیں اور اظہار کر رہا ہے یہ بھی جھوٹا۔

۸۷۔بَابُ مَا جَاءَ فِی الثَّنَاءِ بِالْمَعْرُوْفِ

احسان کے بدلے میں تعریف کرنے کے بیان میں

۲۰۴٦۔حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بنُ سَعِيدِ الْجُوْہَرِيُّ وَالْحُسَيْنُ بنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ وَكَانَ سَكَنَ بِمَكَّةَ،قَالَا:حَدَّثَنَا الْأَحْوَصُ بنُ جَوَّابٍ عَن سُعَيْرِ بنِ الْخِمْسِ عَن سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَن أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَن أُسَامَةَ بنِ زَيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ صُنِعَ إِلَيْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهِ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْراً فَقَدْ أَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ جَيِّدٌ غَرِيبٌ،لانَعْرِفُهُ مِنْ حديثِ أُسَامَةَ بنِ زَيْدٍ،اِلَّا من هٰذَا الْوَجْهِ.

وقد رُوِيَ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ عَن النبيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ[وسألت مُحَمَّداً فَلَمْ يَعْرِفْهُ].

''سیدنا اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے ساتھ نیکی کا کی گئی اور اس نے نیکی کرنے والے سے (جزاک اللہ خیرا) کہ اللہ تعالیٰ تجھے اچھا صلہ عطا فرمائے،اس نے خوب تعریف کی''

یہ حدیث حسن جید غریب ہے،ہم اسے اسامہ بن زید کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں،بواسطہ ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

بیرونی نسخے میں درج ذیل واقعہ درج ہے،معروف کا معنیٰ ومصداق باب ۳۶ میں گزر چکا ہے

[حدثنی عبدالرحيم بن حازم البلخی قَالَ:سمعت المكی بن ابراهيم يقول:كناعَند ابن جريج المكی،فجاء سائلٌ فسأله؟فقَالَ ابن جريج لخازنه:أعْطه ديناراً فقَالَ:ماعَندی الا دينار ان أعطيته لجُعت وعيالك قَالَ:فغضب وقَالَ: أعطه قَالَ المكی :فنحن عَند ابن جريج اذ جاءهُ رجل بكتابٍ وصريرةٍ وقد بعث اليه بعض اِخوانه وفی الكتاب:انی قد بعثت خمسين ديناراً قَالَ:فحل ابن جريج الصرة فعدّها فاذا هی أحدٌو خمسون ديناراً قَالَ:فقَالَ ابن جريج لخازنه:قد أُعطيت واحداً فردهُ اللّٰه عليك وزادك خمسين ديناراً].

فتمّت ابواب البرّ والصلة وتليها ابواب الطبّ

ابواب الطب عن رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ

طب کے ابواب جو حضور ﷺ سے مروی ہیں

ابواب الطب کا ابواب البر والصلہ سے ربط: ان دونوں کا آپس میں ربط اور مناسبت یہ ہے کہ پہلے ''ابواب البرّ والصلۃ'' میں بعض روحانی بیماریوں کا ذکر اور اصلاح کا حکم تھا، اب جسمانی امراض وعلاج کا ذکر ہے، دونوں سے نجات وصحت ضروری ہے کہ جسمانی بیماری دنیا میں تکلیف وھلاکت کا باعث ہے اور روحانی بیماریاں آخرت میں ندامت وھلاکت کا سبب ہیں، اس کا ربط ماقبل ''ابواب الاطعمۃ والاشربۃ'' سے بھی بیان کیا جاتا ہے، اس طرح کہ بیماری اور تکلیف اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب غذاء میں کمی زیادتی ہوتی ہے، یا ناقص غذائیں آدمی استعمال کرتا ہے، سبب عادی کے طور پر عموماً اس سے بیماریاں جنم لیتی ہیں فی الواقع اور درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سبب جزاء وسزاء اور رفع درجات ہوتی ہیں، اطعمۃ واشربۃ کے ذکر کے بعد اب طب ذکر کر کے اشارہ کر دیا ہے کہ احتیاط تو کھانے، پینے میں کرتے رہنا چاہیے ہاں اگر کبھی کوئی تکلیف آئے تو علاج بھی بتائے دیتے ہیں۔ سبب مرض کے بعد اب علاج کا ذکر ہے۔

طب کا معنی اور علم طب کا آغاز: لفظ ''طب'' کا معنی علاج کرنا، روحانی اور جسمانی دونوں قسم کی بیماریوں کے علاج کیلئے یہ استعمال ہوتا ہے، یہ الہامی فن ہے، اس کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی ہے، چنانچہ ''وعلّم آدم الاسماء کلھا'' (بقرہ ۳۱) کی تفسیر میں مفسرین نے تصریح کی ہے۔ علامہ سید محمود آلوسیؒ لکھتے ہیں: **والھمہ معرفۃ ذوات الاشیاء واسمائھا وخواصھا ومعارفھا، واصول العلم، و قوانین الصناعات، وتفاصیل آلاتھا و کیفیات استعمالاتھا** (روح ۱/۲۵۷) اس میں واضح طور پر موجود ہے کہ آدم کو اللہ تعالیٰ نے اشیاء کے خواص الہام فرمائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ علم طب کا آغاز حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہوا، اللہ تعالیٰ نے انہیں قدرت دی تھی کہ درخت سے اس کا نام پوچھتے وہ درخت اپنا نام اور خواص بتاتا، اس طرح جڑی بوٹیوں کے خواص وفوائد معلوم ہوئے اور طب کی ابتداء ہوئی۔ چنانچہ تفسیر خازن ۳/۵۱۹ میں ہے ''**وکان سبب ذلک انہ کان لایصبح یوماً الّا قد نبتت فی محرابہ بیت المقدس شجرۃ ،فیسألھا مااسمک فتقول کذا و کذا،فیقول لایّ شئ خلقت ؟ فتقول لکذا و کذا...وان کانت لدواء کتب ذلک**'' اس سے ثابت ہوا کہ سلیمان نے خاصیات معلوم کر کے لکھوائیں۔

دیگر اقوال تاریخ میں ملتے ہیں دراصل ان میں کوئی تضاد وتعارض نہیں بلکہ اپنے جزئی مفہوم کے اعتبار سے سب درست ہیں جبکہ اصل آغاز وابتداء آدم سے ہوئی، پھر شیث علیہ السلام کے دور میں سلسلہ چلا، پھر سلیمان علیہ السلام کے دور میں ترقی ہوئی، پھر مرور زمانہ اور تجربات کے ساتھ مزید لکھا جاتا رہا...... اہل یونان کی شہرت زیادہ ہے کہ ''حکیم بقراط'' یونانی تھا جو ابن مریم سے چار سو ساٹھ سال پہلے پیدا ہوا اور ''فن طب'' کو باقاعدہ مرتب کیا اور اس پر کتابیں لکھیں۔

علم طب کی اصطلاحی تعریف: الطب : هو علم يتعرّف منه احوال بدن الانسان من جهته ما يصحّ و يزول عن الصحة، ليحفظ الصحة الحاصلة، وليستردّ هازائلة" (فتح البارى ١٠/١٦٥) صحت وسقم کے نقطۂ نظر سے بدن انسانی کے احوال وکیفیات کو جاننا تاکہ موجودہ صحت کو برقرار رکھا جائے اور زائل ومتاثر ہونے والی صحت کو لوٹایا اور بحال کیا جاسکے یہ علم طب ہے۔

علم طب کا موضوع: علم طب کا موضوع بدن انسانی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ صحت ومرض کے اعتبار سے تمام ذی روح کے ابدان و اجسام علم طب کا موضوع ہیں۔

علم طب کی غرض وغایت: حفظان صحت کے اصول اور امراض سے شفاء اور انکے دفاع کی تدابیر جاننا۔

طب کی اقسام: اس کی دو قسمیں ہیں، (۱) طب الارواح یہ انبیاء کے ساتھ خاص ہے، (۲) طب الابدان اس کے بعض علاج حضور اکرمؐ سے منقول ہیں، جنہیں طب نبوی سے موسوم کیا جاتا ہے دوسری قسم وہ ہے جس کی بنیاد اطباء کی مہارت وتجربہ ہے۔ پھر اس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) طب یونانی، (۲) ہومیو پیتھک، (۳) ایلو پیتھک۔ اسی طرح علاج کی ایک قسم وہ ہے جس کا ادراک اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار اور ذی حس میں رکھ دیا ہے مثلاً پیاس کا علاج پانی اور بھوک کا علاج غذا، تھکاوٹ کا علاج آرام اور بوریت کا علاج کام ہے۔ دوسری قسم ان بیماریوں کے علاج کی ہے جو غور وفکر اور تجربہ سے وجود میں آتی ہیں جیسے انسان کو لاحق ہونے والی امراض۔

طب جسمانی کا اثبات ومدار: امراض روحانی، طغیانی اور ضعف ایمانی وغیرہ کا علاج تو کلام اللہ، ذکر اللہ اور اتباع سنت رسول اللہ سے ہوتا ہے، چنانچہ تلاوت قرآنی سے بعض بڑے بڑے کفار کا شافی علاج ہوا کہ سنتے ہی اسلام کے دامن میں آگئے جس میں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کا نام سرفہرست ہے، اسی طرح طب جسمانی کا مدار بھی قرآن کریم ہے اور علم طب قرآن کریم سے ثابت ہے۔ جیسا کہ عیسائی ڈاکٹر کا قول واقرار آگے ذکر ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ طب جسمانی اور صحت انسانی کی بنیاد تین چیزیں ہیں۔ (۱) صحت کی حفاظت، (۲) نقصان دہ چیزوں سے پرہیز۔ (۳) فاسد مادہ کا اخراج۔ قرآن پاک میں تینوں کا حکم اور ذکر ہے۔ (۱) ومن كان مريضا اوعلى سفر فعدّة من ايام اخر (بقرة ١٨٥) جو مریض یا مسافر ہو تو (روزہ چھوڑ دے) پھر دیگر دنوں میں قضا کرے۔ بیمار آدمی اگر روزہ رکھے تو ہوسکتا ہے مرض میں شدت ہو جس سے صحت مزید خراب ہو، اسی طرح سفر میں بھی مشقت ہوتی ہے، اگر سفر میں روزہ رکھا اور سفر کی مشقت سے صحت متاثر ہو تو اجازت دی، یعنی بیماری کی شدت اور سفر کی مشقت کی وجہ سے روزہ چھوڑ سکتے ہیں تاکہ صحت کی حفاظت ہو۔) (۲) ولا تقتلوا انفسكم (نساء ٢٩) اپنے آپ کو ہلاک وقتل مت کرو۔ اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا کہ اگر ٹھنڈے پانی کے استعمال سے ہلاکت کا اندیشہ اور خوف ہو تو پھر تیمم کی اجازت ہے، یعنی مضر چیز ٹھنڈے پانی سے اجتناب سمجھ آرہا ہے، (۳) اوبه اذى من رأسه ففدية (بقرة ١٩٦) اگر احرام والے کو جوئیں تکلیف دیں تو ان کو دور کرلے پھر اس پر فدیہ ادا کرے۔ اس سے معلوم ہوا تکلیف دہ چیز اور فاسد مادہ کو دور کیا جائے، اور یہی تیسری چیز تھی۔ اب واضح ہوگیا کہ علم طب (صحت کی حفاظت، نقصان چیزوں سے پرہیز، فاسد مادہ کا اخراج) قرآن کریم کی مذکورہ آیات مبارکہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری ۱۰۔۱۶۵۔ میں لکھتے ہیں "ومدار ذلك (الطب) على ثلاثه اشياء : حفظ

الصحّة، والاحتماء عن المؤذی، واستفراغ المادّة الفاسدة، وقداشیر الی ثلثة فی القرآن ...... خلاصہ کلام یہ ہے کہ طب اجمالا وتفصیلا قرآن کریم سے ثابت ہے۔

طبّ قرآنی کا اقرار: ''علی بن حسین بن واقد'' سے ایک عیسائی ''ڈاکٹر ہارون رشید بختیوع'' نے دریافت کیا کہ قرآن پاک میں کوئی طبّی حکم ہے؟ انہوں نے جواب دیا پوری طبّ قرآن کریم نے آیت کے ایک حصے کے صرف دو کلموں میں سمیٹ دی ہے: کلوا واشربوا ولا تسرفوا (اعراف ۳۱) کھاؤ پیو اور حد سے مت بڑھو۔ پھر حدیث مبارکہ کے متعلق سوال اٹھایا تو اسکے جواب میں یہ حدیث سنادی: المعدۃ بیت الداء والحمیة رأس کل دواء واعط کل بدن ما عوّدته . معدہ بیماریوں کا مرکز ہے اور پرہیز ہر علاج کی جڑ ہے اور بدن کو وہ (غذاء) پوری پوری دو جسکی تو نے اسے عادت ڈالی۔ اس پر نصرانی پکار اٹھا ''ما ترک کتابکم ولا نبیّکم لجالینوس طبّا''. تمہاری کتاب اور نبی (ﷺ) نے جالینوس کی ساری طبّ جمع کردی اس کا کوئی اہم حصہ نہیں چھوڑا۔ (کمالین ج ۲ ص ۲۷۸)

فائدہ: ہوسکتا ہے کسی کے دل میں یہ شبہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے نقل شدہ علاج کتب حدیث کے ''ابواب الطبّ'' میں موجود ہیں، ہم نے اسے اختیار کیا لیکن صحت وشفاء نہیں ملی تو پھر ان کا کیا فائدہ یا اعتماد؟ اس کی تشریح یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جو جھاڑ پھونک اور علاج کے طریقے منقول ہیں، یہ قوی تر یقین اور اس وقت کی طبعیات وتجربات کے مطابق تھے اس لیے ایسا ممکن ہے کہ ہم طریقہ علاج اپنائیں مگر تندرستی نہ ملے اور یہ کئی وجہ سے ہوسکتا ہے مثلاً یقین واعتماد علی النبی ﷺ وکلامہ میں کمی کی وجہ سے یا غلط تشخیص کی وجہ سے، یا طبائع میں فرق پیدا ہونے کی وجہ سے، یا نسخہ خالص نہ ملنے کی وجہ سے، یا مقدار دواء میں کمی زیادتی کیوجہ سے، یا موسم وموقع نہ ہونے کی وجہ سے، بہر حال مؤثر نہ ہونا کسی سبب عارضی کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔ درحقیقت مفید ومؤثر ہیں اور مذکورہ قیود اگر پوری کی جائیں تو اب بھی مؤثر ہیں۔ ابن خلدونؒ نے مقدمہ ابن خلدون میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے اور کثیر واقعات ان کے مؤثر ومفید ہونے کے اہل علم کے بارے میں موجود ہیں۔

ابواب واحادیث کی تعداد: اس میں تینتیس (۳۳) ابواب اور ترپن (۵۳) احادیث ہیں۔

۱۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الْحِمْیَةِ

پرہیز کے بیان میں

۲۴۷۔حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِیُّ، حَدَّثَنَا یُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا فُلَیْحُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ التَّیْمِی عَنْ یَعْقُوبَ بنِ أَبِی یَعْقُوبَ عَن أُمِّ الْمُنْذِرِ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَیَّ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ وَمَعَهُ عَلِیٌّ وَلَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ. قَالَتْ: فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰہ ﷺ یَأْکُلُ، وَمَعَهُ عَلِیٌّ یَأْکُلُ، فَقَالَ رسول اللّٰہ ﷺ لِعَلِیٍّ: مَهْ مَهْ یَا عَلِیُّ فَإِنَّكَ نَاقِهٌ، قَالَ فَجَلَسَ عَلِیٌّ وَالنبیُّ ﷺ یَأْکُلُ، قَالَتْ، فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقاً وَشعیراً، فَقَالَ النبیُّ ﷺ: یَا عَلِیُّ مِنْ هَذَا فَأَصِبْ فَإِنَّهُ أَوْفَقُ لَكَ.

هذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ. لَانَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِیثِ فُلَیْحِ بنِ سُلَیْمَانَ، وَیُرْوَی عَن فُلَیْحِ بنِ سُلَیْمَانَ عَن أَیُّوبَ

بنِ عَبدِالرَّحمٰنِ.

''سیدہ ام منذرؓ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف لائے حضرت علیؓ بھی ساتھ تھے، ہمارے ہاں کھجوروں کے خوشے پکنے کے لیے لٹک رہے تھے، آپ ﷺ نے کھانا شروع کیا حضرت علیؓ بھی ساتھ شروع ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا علی ٹھہر، ٹھہر، تم تو ابھی بیماری سے اٹھے ہو، ام منذرؓ کہتی ہیں پھر حضرت علیؓ بیٹھ گئے اور آپؐ کھاتے رہے، پھر میں ان کے لیے چقندر اور جو تیار کیا، آپ ﷺ نے فرمایا علی اس میں سے لے لو، یہ تمہاری طبیعت کے مطابق ہے''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے صرف فلیح بن سلیمان کی روایت سے پہچانتے ہیں، وہ ایوب بن عبدالرحمٰن سے نقل کرتے ہیں.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، أَخبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ وَأَبُو دَاوُدَ، قَالَا أَخبَرَنَا فُلَيحُ بنُ سُلَيمَانَ عَن أَيُّوبَ بنِ عَبدِالرَّحمٰنِ عَن يَعقُوبَ بنِ أَبِي يَعقُوبَ عَن أُمِّ المُنذِرِ الأَنصَارِيَّةِ قَالَت: دَخَلَ عَلَينَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ نَحوَ حَدِيثِ يُونُسَ بنِ مُحَمَّدٍ عَن فُلَيحِ بنِ سُلَيمَانَ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: أَنفَعُ لَكَ. وَقَالَ مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ فِي حَدِيثِهِ، وَحَدَّثَنِيهِ أَيُّوبُ بنُ عَبدِالرَّحمٰنِ. هذا حَدِيثٌ جَيِّدٌ غَرِيبٌ.

مثل سابق اتنا اضافہ ہے تمہارے لئے فائدہ مند ہے، محمد بن بشار اپنی حدیث میں کہتے ہیں کہ مجھ سے اسے ایوب بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا ہے، یہ حدیث جید غریب ہے.

۲۴۸۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ يَحيَى، حَدَّثَنَا إِسحَاقُ بنُ مُحَمَّدٍ الفَروِيُّ، حَدَّثَنَا إِسمَاعِيلُ بنُ جَعفَرٍ عَن عُمَارَةَ بنِ غَزِيَّةَ عَن عَاصِمِ بنِ عُمَرَ بنِ قَتَادَةَ عَن محمودِ بنِ لَبِيدٍ عَن قَتَادَةَ بنِ النُّعمَانِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِذَا أَحَبَّ اللهُ عَبدًا حَمَاهُ الدُّنيَا كَمَا يَظَلُّ أَحَدُكُم يَحمِي سَقِيمَهُ المَاءَ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: وفي الباب عَن صُهَيبٍ وَأُمِّ المنذرِ وهذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ. وقد رُوِيَ هَذَا الحَدِيثُ عَن محمودِ بنِ لَبِيدٍ عَنِ النبيِّ ﷺ مُرسَلًا.

''سیدنا قتادہ بن نعمانؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اسے دنیا سے اس طرح بچاتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی ایک اپنے مریض کو پانی سے بچاتا ہے؛''

اس باب میں صہیبؓ سے بھی حدیث ہے، یہ حدیث حسن غریب ہے محمود بن غیلان سے بھی ہے وہ نبی ﷺ سے مرسلا روایت کرتے ہیں.

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ حُجرٍ، أَخبَرَنَا إِسمَاعِيلُ بنُ جَعفَرٍ عَن عَمرِو بنِ أَبِي عَمرٍو عَن عَاصِمِ بنِ عُمَرَ بنِ قَتَادَةَ عَن محمودِ بنِ لَبِيدٍ عَنِ النبيِّ ﷺ نَحوَهُ. وَلَم يَذكُر فِيهِ عَن قَتَادَةَ بنِ النُّعمَانِ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: وَقَتَادَةُ بنُ النُّعمَانِ الظَّفَرِيُّ هُوَ أَخُو أَبِي سَعِيدٍ الخُدرِيِّ لِأُمِّهِ، وَمحمودُ بنُ لَبِيدٍ قَد أَدرَكَ النبيَّ

ﷺ، وَرَآهُ وَهُوَ غُلَامٌ صَغِيرٌ.

"مثل سابق"

یہ قتادہ بن نعمان ظفری، ابوسعید خدریؓ کے بھائی ہیں، محمود بن لبید نے بچپن میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔

تشریح: الحمية بكسر الحاء وسكون الميم . باب ضرب سے مستعمل ہے پرہیز کرنا، بچنا۔ پرہیز کی اہمیت کو آیت وضوء میں اللہ تعالی نے ذکر فرمایا ہے: وان كنتم مرضىٰ او على سفر .... فتيمموا صعيدا طيّبا (مائدہ ۶) اور اگر تم بیمار یا سفر میں ہو..........تو پاک مٹی سے تیمّم کرو۔ اسمیں پرہیز کا حکم اور ثبوت ہے کہ اگر پانی کا استعمال تمہیں ضرر پہنچائے تو تم اس سے بچو باقی پاکی تیمم کے ذریعے حاصل کرو۔

عن امّ المنذر . یہ سلمیٰ بنت قیس اخت سلیط ہیں جو بنو مازن بن نجار میں سے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی خالہ ہیں اور دونوں قبلوں کی طرف انہوں نے نماز پڑھی ہے۔ قال الطبراني اسمها سلمىٰ .(بذل)

ومعه ﷺ علىّ ناقه. ناقہ یہ (باب سمع) نَقِهَ يَنْقَهُ سے اسم فاعل ہے۔ هو قريب العهد من المرض لم يرجع اليه كمال صحته وقوته . جس نے ابھی بیماری سے صحت پائی ہو لیکن پوری صحت وقوت بحال نہ ہوئی ہو۔ بلکہ کمزوری اور نقاہت کا اثر ہو کہ ہلکی سی بے احتیاطی سے مرض واپس آجائے۔

دوالِ یہ دالیۃ کی جمع ہے بمعنی خوشہ۔ اس سے کھجور کا وہ کچا خوشہ مراد ہے جو کچا ہی کھجور سے کاٹ کر لٹکا دیا جائے پھر پکنے پر کھایا جائے مَهْ اى كفّ عن اكله وانته . یعنی رک اسکے کھانے سے اور باز رہ۔ مَهْ یہ مبنی بر سکون اسم فعل بمعنی فعل امر ہے اس روکنے کی علت وہی نقاہت وکمزوری تھی جس کی وجہ سے گرم چیز سے پرہیز کا حکم دیا۔ فجلس علىّ وفي رواية ابي داؤد حتّى كف علىّ . حضرت علیؓ بھی رک گئے یہ نہیں کہا کہ کھجور سے کیا ہوتا ہے صحت وبیماری تو اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے کہ اسباب عادیہ کا اختیار کرنا اور مضرات سے بچنا خلاف توکل نہیں۔ اور پرہیز کرنا بھی چاہیے۔ سلقاً بكسر السين وسكون اللام هي نبت يطبخ ويوكل ويسمى بالفارسية جغندر . یہ شلجم جیسی ایک بوٹی ہے جو پکائی جاتی ہے اور کچی بھی کھائی جاتی ہے اسے چقندر کہتے ہیں، ہمارے دیار میں سلاد میں اس کا استعمال معروف ہے، یہ کھجور کے برعکس ٹھنڈی تاثیر رکھتا ہے۔

حدیث پاک سے پرہیز کی اہمیت اور طب کی فضیلت معلوم ہوئی اور یہ بھی واضح ہوا کہ طبیب ومعالج کا قول اس میں معتبر ہوگا کہ جسے وہ اپنے علم وتجربے کی حد تک مفید بتا رہا ہے یا مضر اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے نہ یہ کہ حدیث دکھاؤ۔ ہاں نتیجہ سپرد خدا۔ اَصِبْ هذا. یہ (باب افعال) اَصَابَ يُصِيبُ اِصَابَةً سے اَقِمْ کے مثل فعل امر حاضر ہے اى اَدْرِكْ من هذا .یعنی اس سے لو۔

فائدہ: بذل میں ہے: والحمية انّما هو من الكثير الذى يؤثر البدن وتثقل المعدة امّا الحبّة والحبتان فلا حمية لها . پرہیز کسی چیز کے زیادہ استعمال سے ہے جو بدن پر اثر انداز ہو اور معدے کو بوجھل کر دے، صرف ایک دو دانے یا نوالے اسمیں پرہیز لازمی نہیں

۲۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الدَّوَاءِ وَالْحَثِّ عَلَیْهِ

علاج اوراس پر ابھارنے کے بیان میں

۲۴۹۔حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِیُّ الْبَصْرِیُّ،حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ عَنْ زِیَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِیكٍ قَالَ: قَالَتِ الْأَعْرَابُ یَارَسُولَ اللّٰهِ أَلَا نَتَدَاوَی؟قَالَ:نَعَمْ یَاعِبَادَاللّٰهِ تَدَاوَوْافَإِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً أَوْ دَوَاءً،إِلَّا دَاءً وَاحِدًا، فَقَالُوا یَارَسُولَ اللّٰهِ:وَمَاهُوَ؟قَالَ:اَلْهَرَمُ. وفی الباب عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِی هُرَیْرَةَ وَأَبِی خِزَامَةَ عَنْ أَبِیهِ وَابْنِ عَبَّاسٍ .وهذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا اسامہ بن شریک کہتے ہیں کہ دیہاتیوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا ہم دوا نہ کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے بندو، دوا کیا کرو، اللہ تعالیٰ نے کوئی مرض ایسا نہیں بنایا جس کا علاج نہ ہو یا فرمایا دوا نہ ہو، ہاں ایک مرض لاعلاج ہے،عرض کیا وہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ''بڑھاپا''

اس باب میں حضرت ابن مسعود، ابو ہریرہ، ابوخزامہ اور ابن عباس سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے.

تشریح: یعنی آدمی کے لئے جائز ہے کہ علاج کرے اور سبب اختیار کرے یقین مسبب پر رہے۔

اسامہ بن شریک یہ ثعلبی ہیں پھر آگے اختلاف ہے کہ یہ بنوثعلبہ بن مریم میں سے ہیں یا بنوثعلبہ بن سعد میں سے یا بنوثعلبہ بن بکر بن وائل میں سے ہیں۔ یہ صحابی رسول ہیں اوران سے کئی احادیث روایت ہیں۔ فجاء قالت الاعراب . لاعراب جمع مکسر ہے اس لئے جاء وجاءت مذکرو مؤنث دونوں صیغے ہوسکتے ہیں۔ التداوی ای اذا مرضنا . کیا ہم علاج کریں جب بیمار ہوں۔ان صحابہ کرام کا مقصد یہ تھا کہ کہ بیماری کا علاج خلاف توکل تو نہیں۔

فقال تداووا. آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم علاج کرو۔اسامہ بن شریکؓ کی یہ حدیث پھر اسمیں تداوَوْ بنیادی حیثیت رکھتا ہےاوراس بناء پر علماء نے علاج کیلئے احکام مستنبط کئے ہیں۔

علاج کا حکم: جمہوراہل علم کے نزدیک یہ امراباحت وندب کیلئے ہےاور دوادارو کرنا اور علاج کی کوشش کرنا درست بلکہ مندوب ہے، یہ توکل کے خلاف نہیں، چنانچہ سبب عادی کے طور پر روٹی، پانی اور دیگر مأ کولات ومشروبات کو بھوک پیاس کیلئے استعمال کرتے ہیں، اسی طرح تکلیف وبیماری کی صورت میں علاج کرانا بھی درست ہے بلکہ مستحب ہے۔بعض شوافع اور حنابلہ تو علاج کو واجب قرار دیتے ہیں،اورامر کا صیغہ ہونے کو دلیل بیان کرتے ہیں کہ امر وجوب کیلئے آتا ہے۔پہلی بات قوی اور عندالکل معمول بہا ہے کہ علاج کرنا درست ہے آنحضرت ﷺ سیدالمتوکلین ومعلم التوکل نے بنفس نفیس علاج کروایا اور اسباب عادی کو اختیار کیا۔

فائدہ: فقہاء کرامؒ نے تصریح کی ہے کہ اسباب فائدہ پہنچانے میں اوران سے نفع ظاہر ہونے میں تین درجہ کے ہیں:۱۔سبب یقینی ۲۔سبب ظنی ۳۔سبب وہمی۔سبب یقینی کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسباب وآلات جن کے استعمال اور بروئے کار لانے سے عادت وتجربہ یہی ہے کہ نتیجہ اور فائدہ ضرور مرتب ہوتا ہے، مثلاً کھانے سے بھوک مٹنا، پانی سے پیاس بجھنا وغیرہ ایسے اسباب کو اختیار کرنا واجب ہے،

اگر کوئی آدمی بھوک کی شدت کی وجہ سے مرجائے، کھانا ہوتے ہوئے بھی نہ کھائے تو آثم وعاصی ہوگا۔ دوسرا سبب ظنی یعنی وہ اسباب جن کے اختیار کرنے سے اکثر نفع حاصل ہو جاتا ہے اور کبھی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا، جیسے دوائی کھانے سے کبھی صحت مل جاتی ہے اور کبھی نہیں۔ تو علاج سبب ظنی ہے اور اسکا اختیار کرنا سبب یقینی جیسا حکم نہیں رکھتا بلکہ صرف مستحب ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ علاج نہ کرانے والا اگر مرگیا تو گناہ گار نہ ہوگا۔ تیسرا سبب وہمی یعنی جس سے نتیجے کا حصول موہوم ومتوقع ہے اور اغلب ویقین نہیں جیسے تعویذ، جھاڑ پھونک وغیرہ اسکا اختیار کرنا جائز ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سبب یقینی کو اختیار کرنا واجب، سبب ظنی کو اختیار کرنا مباح ومستحب، اور سبب وہمی کو اختیار کرنا صرف جائز ہے۔

فائدہ: علاج کے متعلق مفتی نظام الدین صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند کی تحقیق یہ ہے: ''رہ گیا تداوی (وعلاج) کا مسئلہ تو اس کے فی نفسہ مباح ہونے میں کلام نہیں۔ باقی ہر آدمی پر ہر حال میں کلیۃً واجب ہو صحیح نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر مرض شدید وخطرناک یا مہلک ہو، اور تداوی پر استطاعت وقدرت میسّرہ بھی موجود ہو، تو حسب حیثیت واستطاعت وقدرت میسّرہ عالم اسباب میں ہونے کی وجہ سے شفاء کے حصول کا اعتقاد فقط اللہ جل مجدہ پر رکھتے ہوئے حکم شرع کے اندر اندر علاج کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر قدرت میسّرہ موجود نہ ہو یا مرض شدید یا خطرناک ومہلک نہ ہو تو وجوب علاج کا حکم متوجہ نہیں ہوتا۔ حکم مؤکد ہے یا مستحب وافضل ہے حسب حال مبتلا بہ اور قیود مذکورہ بالا کے مطابق جو حکم ہو تو ہو سکتا ہے مگر واجب نہ ہوگا'' (منتخبات نظام الفتاویٰ ۱/۳۵۰) آنحضرت ﷺ کی اتباع اور سنت کی وجہ سے علاج کیا جائے اس پر اجر ملے گا۔

لم یضع داءً الّا دواء ای خلق له دواءً اس جملے میں طب وعلاج اور تداوی کا ثبوت ہے کہ بیماری کی حالت میں علاج کرنا درست ہے مکروہ اور خلاف توکل نہیں۔

قال العینی : فیه اباحة التداوی و جواز الطبّ وهو ردّ علی الصوفیة ان الولایة لا تتم الا اذا رضی بجمیع ما نزل به البلاء ولا یجوز له مداوته وهو خلاف ماباحه الشرع (عون) علامہ عینیؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث پاک میں طب کا جواز اور علاج کرانے کی اباحت موجود ہے، اور یہ نرے صوفیاء پر ردّ ہے (جو یہ کہتے ہیں) کہ ولایت تام نہیں ہوتی مگر جب آدمی تمام اترنے والی آزمائشوں اور بلاؤں پر راضی نہ ہو اور اس کا علاج بھی درست نہیں، حالانکہ ان کا یہ قول اباحت شرعیہ کے خلاف ہے۔ آنحضرت ﷺ سید الانبیاء والاولیاء، محبوب کبریاء نے علاج کروایا ہے، دوا استعمال کی ہے، صحابہ کو تداوی کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے اور صابر پیغمبر ایوب علی نبینا وعلیہ السلام نے شفاء وصحت کی آرزو خود باری تعالیٰ سے کی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے علاج بھی بتایا صحت وتندرستی بھی دی اور نعم سابقہ سے بڑھ کر عطا بھی کیا۔ ارشاد خداوندی ہے: وایوب اذ نادی ربّه انی مسّنی الضرّ وانت ارحم الراحمین . (انبیاء ۸۳) اور ذرا یاد تو کرو جب ایوب علیہ السلام نے پکارا اپنے رب کو (بہاؤ الحق تے بیڑہ دکھ کو نہیں۔ العیاذ باللہ) کہ مجھے تو تکلیف پہنچی ہے اور رحم کرنے والا تو ہی ہے۔ اس کے جواب میں رب تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ چپ رہ علاج اور آرزوئے علاج ولایت کے خلاف ہے بلکہ یوں ارشاد ہوتا ہے۔ ارکض برجلک هذا مغتسل بارد وشراب (ص

:۴۲) فرمایا تو بھی تو (ہاتھ) پاؤں ہلا یہ ٹھنڈا و خوشگوار پانی غسل کیلئے بھی اور پینے کیلئے بھی۔ لیجیے اس میں خارجی اور داخلی دونوں علاجوں کا ذکر بھی ہے اور ان کا مؤثر ہونا بھی، پھر اس پر صحت و نعمت کی عطاء بھی، حالانکہ انبیاء سے بڑا ولی اور قرب خداوندی والا ہی کوئی نہیں، اسی طرح شھد میں شفاء ہونا اور اسکا قرآن میں مذکور ہونا صحت و علاج کیلئے صریح دلیل ہے۔ یہ ساری بات احکام شرعیہ ظاہرہ کے اعتبار سے ہے اور ہم اسی کے مکلف ہیں۔

قال الهرم ای هو الهرم . یہ مبتداء محذوف "هو" کی خبر اور مرفوع ہے یہ ظاہر ہے اسی طرح منصوب داء سے بدل یا اعنی فعل محذوف کا مفعول بھی ہوسکتا ہے۔ (عون) اس سے مراد بڑھاپا اور کبرسنی ہے، بڑھاپے کو بیماری کہا گیا اسوجہ سے کہ بیماری سے عموماً کمزوری واقع ہوتی ہے، اسی طرح بڑھاپا بھی موت کیطرف دھکیل دیتا ہے، بیماری میں صحت کمزور ہوجاتی ہے بڑھاپے میں بھی کمزوری ڈیرہ ڈال لیتی ہے، بیماری میں آدمی کام کاج سے عاجز ہوتا ہے بڑھاپے میں تو پکی چھٹی مل جاتی ہے، بس لاٹھی و تسبیح کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ تعالی ہر وقت بالخصوص آخر عمر میں اپنی یاد کی توفیق عطاء فرمائے۔ امین بجاہ سید المرسلین ﷺ

اسی کے مثل دیگر احادیث: بیماری اور علاج کے متعلق چند مزید حدیثیں جو تقریباً حدیث باب کے ہم معنی ہیں ذکر کی جاتیں ہیں:

۱-ما انزل الله داء الّا انزل له شفاء (بخاری ج ۲) اللہ تعالی نے کوئی ایسی بیماری نہیں اتاری جس کیلئے شفاء نہ اتاری ہو۔

۲-ان اللّٰـه لم ینزل داء الّا انزل الله له شفاء افتداووا (نسائی) بلاشبہ اللہ تعالی نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر اس کیلئے شفاء بھی اتاری سو تم علاج کرو۔

۳-ان اللـه حیث خلق الداء خلق الدواء ! فتداووا. (فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۶۶) یقیناً اللہ تعالی نے جب کوئی بیمار پیدا کی تو دواء بھی پیدا کی سو تم علاج کرو۔

۴- تـداووا یا عبادالله! فانّ الله لم یضع داء الا وضع له شفاء الا داء واحد الهرم (ایضا) اے اللہ کے بندو! علاج کرو بیشک اللہ تعالی نے کوئی بیماری پیدا نہیں کی مگر اس کیلئے دوا اتاری ہے، صرف ایک بیماری مستثنیٰ ہے یعنی بڑھاپا۔ یہ تو ایسا گلے کا ہار ہے جس نے اترنا سیکھا ہی نہیں "جو آ کے نہ جائے وہ بڑھاپا ہے جو جا کے نہ آئے وہ جوانی ہے"

۵- لـکل داء دواء فاذا اصیب دواء الداء برا باذن الله تعالی . (مسلم) ہر بیماری کیلئے علاج ہے سو جب بیماری کو (صحیح) دوائی پہنچے تو اللہ کے حکم سے صحت یاب ہوتا ہے۔ اس آخری حدیث کے آخری کلمہ نے سب کو مقید کر دیا کہ دواء اسباب کی حد تک ہے درحقیقت صحت اللہ تعالی کی طرف سے ہے۔

سوال: ان تمام نصوص و احادیث پر یہ اشکال وارد ہوسکتا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی بیماریاں لاعلاج ہیں بالخصوص دور حاضر میں تو متعدد لاعلاج امراض موجود ہیں جنہیں طب و میڈیکل نے لاعلاج بیماریوں کی فہرست میں پرو دیا ہے۔

جواب: اس کا جواب تو خود اطباء و ماہرین اور ڈاکٹروں کی عملی زبان اور اخباری بیان و اعلان سے واضح ہے کہ ایک بیماری کو لاعلاج قرار دیا جاتا ہے، پھر چند ہی ایام میں کسی کونے سے اسکے علاج تلاش ہونے کی خبریں بھی نمودار ہوتی ہیں، اور پہلے اقرار کو یہ دعویٰ

مضمحل کر دیتا ہے، پھر اور بیماری کو لاعلاج کہنے کی کوشش ہوتی ہے، پھر اسکا علاج سامنے آ جاتا ہے۔ اس سے عملاً یہ ثابت ہوا کہ کوئی بیماری لاعلاج نہیں۔ ہاں ہماری نارسا عقل و تجربہ قابل علاج ہے کہ بسا اوقات کسی بیماری کے علاج تک ہم پہنچ نہیں پاتے۔ اس لیے نصوص بالا پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

۳۔بَابُ مَاجَاءَ مَا يُطْعَمُ الْمَرِيضُ

مریض کو کیا کھلایا جائے کے بیان میں

۲۵۰۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ بْنِ بَرَكَةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَخَذَ أَهْلَهُ الْوَعْكُ أَمَرَ بِالْحِسَاءِ فَصُنِعَ، ثُمَّ أَمَرَهُمْ فَحَسَوْا مِنْهُ، وَكَانَ يَقُولُ: إِنَّهُ لَيَرْتُو فُؤَادَ الْحَزِينِ وَيَسْرُو عَنْ فُؤَادِ السَّقِيمِ كَمَا تَسْرُو إِحْدَاكُنَّ الْوَسَخَ بِالْمَاءِ عَنْ وَجْهِهَا.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَقَدْ رَوَى الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [شَيْئاً مِنْ هٰذَا] حَدَّثَنَا بِذَلِكَ الْحَسَنُ [بْنُ مُحَمَّدٍ] حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو إِسْحَاقَ الطَّالَقَانِيُّ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَعْنَاهُ، حَدَّثَنَا بِذَلِكَ أَبُو إِسْحَاقَ.

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے اگر رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں میں سے کسی کو بخار ہو جاتا تو آپؐ ہریرہ تیار کرنے کا حکم دیا کرتے اور پھر اس میں سے گھونٹ، گھونٹ پینے کا حکم دیتے اور فرماتے یہ غمگین دلوں کو تقویت پہنچاتا اور بیمار کے دل سے تکلیف دور کرتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی عورت پانی کے ساتھ اپنے چہرے کا میل کچیل دور کرتی ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، زہری بھی عروہ سے وہ عائشہؓ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح حدیث نقل کرتے ہیں.
یونس نے زہری سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے عائشہؓ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے، ہمیں ابو اسحٰق نے یہ بیان کی ہے.

تشریح : ''ہریرۃ'' یہ سوپ نما پتلا تیار کیا جاتا ہے مثل قہوۃ اور سوپ وغیرہ کے تاکہ مسام کھلیں، جسم ہلکا ہو اور صحت یابی ہو۔

٤۔بَابُ مَاجَاءَ لَا تُكْرِهُوا مَرْضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ

مریض کو کھانے پینے پر مجبور نہ کیا جائے کے بیان میں

۲۵۱۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ يُونُسَ بْنِ بُكَيْرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا تُكْرِهُوا مَرْضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ، فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيهِمْ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.

''سیدنا عقبہ بن عامر جہنیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے مریضوں کو کھانے پر مجبور نہ کرو، کیونکہ اللہ

تعالیٰ انہیں کھلاتے پلاتے ہیں" یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں.

تشریح: 'ان دونوں ابواب کا حاصل یہ ہے کہ مریض کو حالت مرض میں قدرے محتاط اور مفید غذاء دی جائے، تا کہ پہلے دو ابواب پرھیز وعلاج دونوں پر عمل ہو اور مریض بفضل الہی جلد شفایاب ہو، چنانچہ موسم مزاج اور حسب موقع جو مناسب غذاء میسر ہو مریض کیلئے مہیا کی جائے، دوسری بات یہ ہے کہ جتنی غذاء مریض لے حد سے زیاد مجبور نہ کریں تا کہ متلی اور قئی کا مزید علاج نہ سوچنا پڑ جائے ،احتیاطا معالج اور طبیب حاذق کی تجویز پر عمل کریں اور مریض کی رائے پر معالج ماہر کی رائے کو بہر صورت ترجیح دیں، مشہور مقولہ ہے "رأی العلیل علیل " بیمار کی رائے بھی بیمار ہوتی ہے۔ایک بات یہ بھی یاد رکھیں کہ مریض کو غذاء دینے کیلئے مہارت اور سلیقہ مندی سے کام لیں، مریض کی اجازت وچاہت ضروری نہیں، کیونکہ مریض سے جب پوچھیں گے جواب ہوگا نہیں مجھے نہیں کھانا، جی نہیں چاہ رہا۔۔۔اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ وقفہ وقفہ سے غذاء اور مشروب وغیرہ تیار کر کے سامنے لاکر رکھ دیا، پھر لجاجت وشفقت سے پینے اور کھانے کو کہیں تا کہ کچھ کھا کر نقاہت کم ہو، دفاعی قوت قوی ہو اور بیماری کا اثر ٹوٹے بتصریح حدیث وتعلیم نبوی غذاء دیں مجبور نہ کریں۔"لاحکیم الاذو تجربة" کا نمونہ بن کر مریض کو راحت تسلی اور اطمینان پہچائیں الجھن واکتاھٹ میں نہ ڈالیں اور مریض کی کڑوی کسیلی برداشت کریں، ورنہ آپ کا بھی علاج کرنا پڑیگا۔

٥ـ بَابُ مَاجَاءَ فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ

کلونجی کے بیان میں

۲۵۲ـ حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ وَسَعِيدُ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ،عَنِ الزُّهْرِيِّ،عَنْ أَبِي سَلَمَةَ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النبيَّ ﷺ قَالَ: عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ،فَإِنَّ فِيهَا شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ.وَالسَّامُ:الْمَوْتُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى:وَفِي البَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ وَابنِ عُمَرَ وَعَائِشَةَ وهذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. والحبة السوداء هي:الشونيز.

"سیدنا ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس سیاہ دانے کلونجی کو ضرور استعمال کرو، اس میں موت کے علاوہ ہر بیماری کی شفاہے" اس باب میں حضرت بریدہؓ، ابن عمر اور عائشہؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے.

تشریح: :علیکم بھذہ الحبة السوداء: فرمایا تم کلونجی کے استعمال کو اختیار کرو۔حبة سوداء کالادانہ ،سیاہ دانہ،کلونجی میتھی کے بیج کے برابر سیاہ دانے ہوتے ہیں، اکثر اطباء کے ہاں ملتی ہے۔

کلونجی کے فوائد: طبیب ابن سیناء نے طب کی مشہور کتاب "القانون " میں کلونجی کے فوائد رقم کئے ہیں، بلغم کو قطع اور ختم کرتی ہے، نفخ شکم اور پیٹ پھولنے کیلئے مفید ہے، اخلاط کو خارج کرتی ہے، بول وحیض کو جاری کرتی ہے، جسم پر نکلنے والے تل اور برص کو قطع کرتی ہے، نزلہ کیلئے مفید ہے، بعض دیگر کتابوں میں ہے یہ سانس اور بلڈ پریشر کیلئے مفید ہے۔صاحب سفر السعادۃ نے لکھا ہے کہ اکابر ومشائخ کا معمول رہا ہے کہ وہ تمام امراض کے علاج کیلئے کلونجی استعمال کرتے رہے ہیں۔(شرح الطیبی)

فان فیھا شفاء من کل داء : بلاشبہ اس (کلونجی) میں ہر بیماری سے شفاہے۔ا۔اس کا پہلا مطلب یہ ہے کہ مختلف بیماریوں کیلئے

جداجدا استعمال سے مفید ہے کہیں مفرد، کہیں مرکب، کہیں دانے، کہیں پسی ہوئی، کہیں کھانے کے بعد، کہیں نہار منہ (کوکب) ۲۔علامہ عینیؒ نے کہا ہے کہ کلونجی اس بیمار کی تمام بیماریوں کیلئے شفا ہے جس کا اعتقاد پختہ ہو، کیونکہ طب نبوی سے استفادے اور استعمال کیلئے اعتقاد طیب اور بدن طیب چاہئے۔۳۔موفق ابن قدامہؒ نے کہا ہے کہ یہ حکم اکثری ہے کہ امراض میں علاج کیلئے سب سے زیادہ کلونجی مفید اور شفا بخش ہے،۴۔علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حکم عام خص عنہ البعض ہے یعنی ان تمام بیماریوں کیلئے مفید ہے جو رطوبات وبلغم سے پیدا ہوتی ہیں۔مطلب یہ ہوا کہ تمام امراض راطبہ وبلغمیہ کیلئے مفید ہے۔۵۔علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ عموم مراد لینا بہتر ہے۔باقی استعمال میں مختلف ترکیبیں اپنا کر ہر بیماری میں فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔۶۔حافظ ابن عربی نے کہا ہے کہ یہ جملہ قرآن کریم کے جملہ "فیہ شفاء للناس" (نحل ۶۹) کی مثل ہے یعنی شہد میں تمام لوگوں کیلئے شفا ہے۔بسا اوقات شہد سے شفا نہیں ہوتی۔اس لئے حدیث وآیت کو عموم پر محمول کرنا بہتر ہے۔پھر اگر شہد وکلونجی اعتقاد ومزاج کے مطابق ہوئیں تو شفا ہوگی ورنہ نہیں۔۷۔ابن ابی جمرۃ نے خوب کہا ہے کہ ہم طبیبوں کے تجربات اور تجویز کردہ نسخہ جات پر اعتماد کرتے ہیں تو شفا پاتے ہیں، تو ہمیں چاہئے کہ ہم آنحضرتؐ کے فرمان پر مکمل اعتماد وبھروسہ کریں اور کلونجی تمام امراض کیلئے استعمال کر کے فائدہ اٹھائیں۔وذکر اقوال کثیرہ وطویلۃ۔راقم کہتا ہے کہ حدیث پاک کے جملہ میں کسی قسم کی تاویل وتطبیق کی بجائے ہم اپنے اعتقاد وتوکل کی تعدیل وتکمیل کریں اور آپؐ کے حکم کی تعمیل کریں۔

۶۔بَابُ مَاجَاءَ فِي شُرْبِ أَبْوَالِ الإِبِلِ

اونٹوں کا پیشاب پینے کے بیان میں

۲۵۳۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا عُثمان بْنُ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ وَثَابِتٌ وَقَتَادَةُ عَن أَنَسٍ: أَنَّ نَاساً مِنْ عُرَيْنَةَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ فَاجْتَوَوْهَا، فَبَعَثَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي إِبِلِ الصَّدَقَةِ، وَقَالَ: اشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا. قَالَ أَبُو عِيسَى: وفي البابِ عَن ابنِ عَبَّاسٍ وهذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا انسؓ کہتے ہیں عرینہ قبیلہ کے کچھ لوگ مدینہ طیبہ آئے تو انہیں مدینہ کی ہوا موافق نہ آئی آپؐ نے انہیں صدقے کے اونٹوں میں بھیج دیا اور فرمایا ان کا دودھ اور پیشاب پیو''

اس باب میں حضرت ابن عباسؓ سے بھی حدیث ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے،

تشریح: ان ناسامن عرینۃ، چند لوگ قبیلہ عرینۃ کے وفی روایۃ البخاری من عکل اوعرینۃ. وفی روایۃ البعض ان رھطامن عکل ثمانیۃ .... ۱۔قبیلہ عرینہ کے۔۲۔عکل یا عرینہ کے تھے۔۳۔قبیلہ عکل کے آٹھ افراد تھے۔۴۔عکل اور عرینہ کے تھے۔علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے کہا ہے کہ دراصل یہ افراد دو قبائل کے تھے، چار عرینہ کے اور تین عکل کے "ھکذاوردفی روایۃ الطبرانی وابی عوانۃ" آٹھواں کسی اور قبیلے کا تھا جسکا ذکر نہیں اکثر واغلبیت کی بنا پر بعض نے صرف عرینہ کا ذکر کیا جیسے حدیث باب میں ہے، اور بعض نے دونوں کو ذکر کیا اجتماعا یا اختیارا، قبیلہ عرینہ قحطان میں سے ہے اور عکل عدنان میں سے ہے، فاجتووھاماض من الاجتواء من باب الافتعال مشتق من الجوی مثل ابتغاء ای اصابتھم الجوی

وهو المرض وداء الجوف اذا تطاول ،وذلک اذالم یوافقهم ،ہوا اکی آب وہوا کی ناموافقت سے، وہ پیٹ پھولنے کی بیماری میں مبتلا ہوئے۔"جـــــوی" پیٹ کی بیماری کو کہتے ہیں جو آب وہوا کی عدم موافقت سے پیش آتی ہے۔دوسری روایت میں استوخموا ھا ،وارد ہےان کے پیٹ پھول گئے۔مسند ابوعوانہ میں فعظمت بطونھم اورنسائی میں حتی اصفرّت الوانھم وارد ہے،ان کے پیٹ بڑھ گئے ان کے رنگ پیلے ہوگئے۔ابل الصدقة :صدقہ وزکواۃ کے اونٹ ایک روایت میں ابل رسول اللہؐ ہے علامہ عینیؒ نے تطبیق یوں دی ہے کہ اس جگہ آپ کو مال غنیمت سے ملے ہوئے اونٹ بھی چرتے تھے۔راوی نے اپنی معلومات کے مطابق لفظ کہا، دونوں قسم کے اونٹ چرتے تھے۔

اشربوامن البانھاو ابوالھا:ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔

پیشاب کی نجاست کا حکم: جاندار سے خارج ہونے والے فضلہ جات میں پاخانہ،گوبر،مینگنی،لید۔۔۔۔خون،پیپ،۔۔۔بالاتفاق ناپاک ہیں،لعاب جھاگ،رینٹھ،آنکھوں سے نکلنے والا پانی نجس نہیں۔ا۔آئمہ وعلماء کے نزدیک نجس اور ناپاک ہے۔بلاتفصیل وتفریق دونوں کا ایک حکم ہےاور یہی راجح ہے۔۲۔امام محمدؒ نے کہا کہ ماکول اللحم کا پیشاب پاک ہے۔امام مالک،امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذھب ہے۔۳۔علامہ ابن حزم نے یعلی الاطلاق جانوروں کے پیشاب کو پاک کہا ہے۔امام ابویوسفؒ اور محقق فقیہ ابن ہمامؒ نے علاج کیلئے پیشاب کو جائز قرار دیا ہے۔(کوکب الدری ۱/۱۰۲)

احناف شوافع کے دلائل: ۱. اتقوا البول فانه اول مایحا سب به العبد فی القبر رواه الطبرانی بسند حسن ۲. استنزهوا من البول فانّ عامّة عذاب القبرمنه (رواه الترمذی) دونوں روایات میں پیشاب سے بچنے کا حکم ہے اس لئے یہ نجس اور ناپاک ہے۔

امام محمد ودیگر کی دلیل: انکی دلیل حدیث باب ہے جو تمام کتب حدیث میں مروی وموجود ہے۔جواب:)ا۔بے تکلیف اور سادہ وسہل جواب یہ ہے کہ یہ حکم اضطراری اور بیماری کا ہے،جس کے علاج کیلئے آپؐ نے انہیں فرمایا اس سے طہارت کا ثبوت مشکل ہے ۲۔دوسرا جواب ہے کہ یہ روایت وقصہ پہلے کا ہے پھر اسے منسوخ کردیا گیا۔ناسخ استنزھوا من البول والی روایت ہے۔۳۔اگر منسوخ نہ مانیں تب بھی طہارت ثابت نہ ہوگی۔کیونکہ محرم ومبیح میں تعارض کی صورت میں ترجیح محرم کو ہوتی ہے۔واللہ اعلم۔دوسرا مسئلہ تداوی بالحرام کا ہے،انعام المعبود الطب باب ۱۱ سے کاپی کرنا ہے،اس حدیث پر مزید بحث ہم ترمذی اول ابواب الطھارۃ میں پڑھ چکے ہیں۔

۷۔بابُ مَاجَاءَ فِيمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِسَمّ أَوْ غَيْرِهِ

جس نے زہر وغیرہ سے خودکشی کی اس کے بیان میں

۲۰۴۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ،حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،أَرَاهُ رَفَعَهُ قَالَ:مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا بَطْنَهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِداً مُخَلَّداً أَبَداً،وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِسَمٍّ فَسَمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِداً مُخَلَّداً .

''سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے آپ کو کسی لوہے سے قتل کیا وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اسے اپنے پیٹ میں چبھوتا رہے گا اور جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور جو آدمی زہر پی کر خودکشی کرے گا، اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ ہمیشہ جہنم میں اسے گھونٹ گھونٹ کر پیتا رہے گا''

۲۵۵۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ،عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ:سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِداً مُخَلَّداً فِيهَا أَبَداً،وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِسَمٍّ فَسَمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِداً مُخَلَّداً فِيهَا أَبَداً وَمَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدَّى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِداً مُخَلَّداً فِيهَا أَبَداً .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی لوہے سے خود کو قتل کرے گا وہ اس کے ہاتھ میں ہوگی اور اسے اپنے پیٹ میں بار بار چبھو رہا ہوگا اور وہ یہ عمل جہنم کی آگ میں ہمیشہ کرتا رہے گا اور اسی طرح خود کو زہر سے مارنے والا بھی زہر ہاتھ میں لے کر آئے گا اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ گھونٹ گھونٹ کر پیتا رہے گا، پھر جو شخص پہاڑ سے پھسل کر خودکشی کرے گا، وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں اس طرح گرتا رہے گا.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ،أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ،عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ حَدِيثِ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى:هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.وَهُوَ أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ،هَكَذَا رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.وَرَوَى مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِسَمٍّ عُذِّبَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ.وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ خَالِداً مُخَلَّداً فِيهَا أَبَداً.وَهَكَذَا رَوَاهُ أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.وهَذَا أَصَحُّ لِأَنَّ الرِّوَايَاتِ إِنَّمَا تَجِيءُ بِأَنَّ أَهْلَ التَّوْحِيدِ يُعَذَّبُونَ فِي النَّارِ ثُمَّ يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا يَذْكُرُ أَنَّهُمْ يُخَلَّدُونَ فِيهَا .

یہ حدیث صحیح ہے اور پہلی سے زیادہ صحیح ہے، یہ حدیث اعمش سے بواسطہ ابو صالح بھی اسی طرح نقل کرتے ہیں وہ ابو ہریرہؓ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں، محمد بن عجلان، سعید مقبری سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے زہر کھا کر خودکشی کی وہ جہنم کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ کا ذکر نہیں، ابوزناد بھی اعرج سے وہ ابو ہریرہؓ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح نقل کرتے ہیں اور یہ زیادہ صحیح ہے، اس لیے کہ اس طرح کی متعدد روایات آئی ہیں کہ توحید والے اہل ایمان کو دوزخ میں عذاب دینے کے بعد نکالا

جائے گا، یہ نہیں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے“

۲۰۵۶۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيثِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: يَعْنِي السُّمَّ.

”سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے یہ رسول اللہ ﷺ نے خبیث دواء یعنی زہر سے منع فرمایا“

تشریح: فی نار جهنم خالدا مخلدا: پہلی دونوں روایات میں ہمیشہ ہمیشہ کا ذکر ہے، جبکہ امام ترمذی نے تصریح کی ہے کہ زیادہ صحیح وہ ہے جس میں فی النار وفی جھنم تک ہے اس کی تائید دوسری ان روایات سے ہوتی ہے جن میں ہے کہ مؤمن فاسق اپنے کرتوتوں کی سزا بھگت کر ایک نہ ایک دن دوزخ سے خلاصی پائیگا اس سے یہ اشکال حل ہو گیا کہ مؤمن بھلے جتنا گناہ گار ہو جھنم میں ہمیشہ نہ رہے گا، اس کا دوسرا جواب یہ بھی ہے کہ یہ اس کیلئے ہے جو اس کو حلال سمجھ کر ارتکاب کرے اور مستحل حرام کافر ہے تو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، یہ بھی جواب دیا جاتا ہے کہ خلود سے مراد مکث طویل اور طویل مدت ہے۔

عن الدواء الخبیث . خبیث بمعنی نجس یا بمعنی حرام دونوں صورتوں کا حکم ایک ہے۔ پھر خبث کا ایک مطلب یہ ہے کہ نجس ہو جیسے شراب اور غیر ماکول اللحم کا گوشت۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کا ذائقہ بگڑا ہوا ہو اور طبیعت پر اسے منہ لگانا ہی شاق ہو (عون) دواء خبیث کی تشریح امام ترمذیؒ نے سم وزہر سے فرمائی ہے، لیکن یہ پریشانی کا حل نہیں بلکہ ہمیشہ کی پشیمانی ہے

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے مر کے بھی چین نہ آیا تو کدھر جائیں گے

وہ گناہ جس سے توبہ نہیں ہو سکتی؟ خودکشی ایسا گھناؤنا گناہ ہے اس سے توبہ بھی نہیں ہو سکتی کہ توبہ کا موقع ہی نہیں ملتا۔

حدیث خامس: لکنها داء . خطابیؒ کہتے ہیں کہ داء اثم اور گناہ کیلئے آتا ہے یہ تو ایک گناہ بیماری اور ہمیشہ کی مصیبت ہے اس سے واضح ہوا کہ جس طرح اس کا پینا حرام ہے اسی طرح اس سے علاج بھی حرام ہے۔ بذل میں یہ جزئیہ مذکور ہے کہ ایک آدمی کو لقمہ اٹک جائے اور اسے اتارنے اور نگلنے کیلئے شراب کے سوا کچھ پاس نہ ہو تو شراب سے لقمہ اتار سکتا ہے کہ مجبوری ہے۔

۸۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ التَّدَاوِي بِالْمُسْكِرِ

نشہ آور چیز سے علاج کی ممانعت کے بیان میں

۲۰۵۷۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ ﷺ وَسَأَلَهُ سُوَيْدُ بْنُ طَارِقٍ أَوْ طَارِقُ بْنُ سُوَيْدٍ عَنِ الْخَمْرِ، فَنَهَاهُ فَقَالَ: إِنَّا لَنَتَدَاوَى بِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّهَا لَيْسَتْ بِدَوَاءٍ وَلَكِنَّهَا دَاءٌ.

حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ وَشَبَابَةُ عَنْ شُعْبَةَ بِمِثْلِهِ. قَالَ محمودٌ: قَالَ النَّضْرُ: طَارِقُ بْنُ سُوَيْدٍ. وَقَالَ شَبَابَةُ: سُوَيْدُ بْنُ طَارِقٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''علقمہ بن وائل اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے، سوید بن طارق یا طارق بن سوید نے آپ ﷺ سے شراب کے متعلق دریافت کیا آپ ﷺ نے انہیں منع فرمادیا، انہوں نے عرض کیا، ہم اس سے علاج کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا یہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہے''

''مثل سابق'' محمود کی روایت میں طارق بن سوید اور شبابہ کی سند میں سوید بن طارق ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے.

تشریح: مسئلہ تداوی بالحرام: حرام چیزوں سے علاج کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں:

۱- اصحاب مالک اور حنابلہ کے نزدیک حرام چیزوں سے علاج مطلقا حرام ہے۔ ۲- شوافع کے نزدیک محرّمات ونجاسات سے علاج کرنا درست ہے سوا اسکے کہ وہ نشہ آور نہ ہو۔ علامہ نوویؒ شافعی رقمطراز ہیں ''مذهبنا جواز التداوى بجميع النجاسات سوى المسكرات'' (المجموع شرح المهذب ۹/۹۲) ۳- امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تداوی بالحرام ناجائز ہے۔ امام ابویوسفؒ کے نزدیک مطلقا جائز ہے۔ دیگر احناف کے نزدیک محرّمات ونجاسات سے علاج جائز ہے بشرطیکہ طبیب حاذق نے یہی دوا تجویز کی ہو اور اس مرض کی دوسری پاک اور حلال دوا میسّر نہ ہو۔ جیسے پیاسے آدمی کیلئے پانی بالکل نہ ملنے کی صورت میں ہمارے نزدیک شراب کی اجازت ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے بشرائط مذکورۃ تداوی بالحرام درست ہے، اس طرح احناف کے تین قول ہوئے اور یہی تیسرا قول ہی مفتیٰ بہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ فقه حنفي مفتىٰ بہا اقوال کا نام ہے۔

ناجائز کہنے والے فقہاء کے دلائل: حدیث باب اور اس جیسی دیگر تمام حدیثیں انکی دلیل ہیں جن میں واضح طور پر بیان ہے کہ حرام میں شفاء نہیں ان الله لم يجعل شفائكم فيما حرّم عليكم . (طحاوی ج ۱ ص ۸۳) ان الله لم يجعل شفائكم في حرام . (موارد الضمآن باب التداوى بالحرام ص ۳۳۹) اللہ تعالی نے حرام میں تمھارے لیے شفاء نہیں رکھی

جواب: ان تمام روایات کا جواب یہ ہے کہ یہ اختیار اور عدم اضطرار پر محمول ہیں یعنی اگر بیماری کا علاج کسی دوسرے طریقہ علاج اور دوائی اور ٹونہ میں ہے تو پھر حرام چیز علاج کیلئے درست نہیں۔ ہاں جب مجبور ہو جائے اور کوئی دوسرا طریقہ علاج کارگر نہ ہو اور ماہر طبیب کی رائے اسی کیلئے ہو تو جائز ہے۔ شہوت ولذت اور مستی کیلئے قطعاً حرام دوائی یا کسی دوسری چیز کے استعمال کی اجازت نہیں۔

۹_بَابُ مَاجَاءَ فِي السَّعُوطِ وَغَيْرِهِ

ناک میں دوائی ڈالنے کے بیان میں

۲۵۸_حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَدُّوَيْهِ أَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ حَمَّادٍ الشعبى أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ خَيْرَ مَا تَدَاوَيْتُم بِهِ السَّعُوطُ وَاللَّدُودُ وَالْحِجَامَةُ وَالْمَشِيُّ. فَلَمَّا اشْتَكَى رَسُولُ اللهِ ﷺ لَدَّهُ أَصْحَابُهُ. فَلَمَّا فَرَغُوا قَالَ: لُدُّوهُمْ. قَالَ: فَلُدُّوا كُلُّهُمْ غَيْرَ الْعَبَّاسِ .

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری دواؤں میں سے بہترین دوا سعوط، لدود، پچھنے لگوانا اور اسہال کی دواء ہے، پھر جب آپ ﷺ بیمار ہوئے تو صحابہؓ نے آپ ﷺ کے منہ میں دوا ڈالی،

جب وہ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ان سب کے منہ میں دوا ڈالو، راوی کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ کے سوا سب کے منہ میں دوا ڈالی گئی"

۲۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنَّ خَيْرَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ اللَّدُودُ وَالسَّعُوطُ وَالْحِجَامَةُ وَالْمَشِيُّ وَخَيْرَ مَا اكْتَحَلْتُمْ بِهِ الإِثْمِدُ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ. قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَهُ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ بِهَا عِنْدَ النَّوْمِ ثَلَاثًا فِي كُلِّ عَيْنٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. وَهُوَ حَدِيثُ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ.

"سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری دواؤں میں سے بہترین دوائیں لدود، سعوط، پچھنے لگانا اور اسہال کی دوا ہے، جبکہ بہترین سرمہ "اثمد" ہے یہ نظر کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کو اگاتا ہے"

راوی کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے آپ ﷺ سوتے وقت ہر آنکھ میں تین سلائیاں سرمہ لگاتے تھے، یہ حدیث عباد بن منصور کی روایت سے حسن ہے۔

تشریح: سعوط: بفتح السین وہ دواء جو ناک میں ڈالی جائے۔ عون میں اسکے بارے میں لکھا ہے کہ پشت پر لیٹے ہوئے گردن کے نیچے ہلکا تکیہ رکھیں جس سے سر ذرا زیادہ نیچے ہو جائے اور اب اوپر سے دوائی ڈالتے ہیں جو سیدھی دماغ تک پہنچتی ہے جس سے چھینکیں آتی ہیں اور دماغ و سر ہلکا ہو جاتا ہے۔ **وجود:** وہ دواء جو حلق اور وسط فم میں ڈالی جائے۔ **لدود:** وہ دوا جو منہ کے ایک طرف ڈالی جائے دائیں یا بائیں۔ اس سے مقصود ناک میں دوائی ڈالنے کا جواز وثبوت ہے۔ حجامہ اور داغنے کا بیان باب گیارہ ۱۱ اور بارہ ۱۲ میں آرہا ہے، مشی سے مراد پیٹ ہلکا کرنے کیلئے دست آور دوا ہے، جیسے صافی وغیرہ کا استعمال برائے اسہال ہے، قال بلدّ وھم: شفایابی کیلئے آپ ﷺ کو دوا ڈالی گئی پھر افاقہ ہونے پر آپ ﷺ نے فرمایا جنہوں نے دوا ڈالی ہے ان کو دوا ڈالی جائے چنانچہ حضرت عباسؓ کے علاوہ سب کو دوا ڈالی گئی، حضرت عباس کے استثنا کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ دوائی ڈالنے میں عملاً وہ شریک نہ تھے، دوسرا جواب یہ ہے کہ "العم صنو ابیہ" چچا مثل باپ ہوتا ہے ادباً انہیں دوا نہ ڈالی گئی پھر یہ دوا ڈالنا درحقیقت انتقام نہ تھا بلکہ ان کا تحفظ تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ کو تکلیف دینے پر ان پر کوئی آفت نہ آن پڑے۔ الاثمد: مرد و مستورات سب کیلئے یہ سنت ہے۔

سرمہ ڈالنے کا طریقہ: دوسروں والی سلائی سے سرمہ ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دونوں سروں کو سرمہ لگا کر دونوں دائیں آنکھ میں لگائیں، پھر دونوں سرے بائیں آنکھ میں، پھر تیسری اور آخری مرتبہ پہلے ایک سرا بائیں آنکھ میں لگائیں اور دوسرا دائیں میں، اس طرح ابتداء وانتہاء دائیں آنکھ سے ہوگی۔

۱۰۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ التَّدَاوِي بِالْكَيِّ

داغنے کی ممانعت کے بیان میں

۲۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ: أَنَّ

رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهى عَنِ الْكَيِّ. قَالَ: فَابْتُلِينَا فَاكْتَوَيْنَا فَمَا أَفْلَحْنَا وَلَا أَنْجَحْنَا. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

''سیدنا عمران بن حصینؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے داغنے سے منع فرمایا راوی کہتے ہیں پس جب ہم بیمار ہوئے تو ہم نے داغا لیکن ہم نے مرض سے چھٹکارا نہیں پایا اور نہ ہی کامیاب ہوئے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے.

٢٦١۔حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: نُهِينَا عَنِ الْكَيِّ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وفي البابِ عَنِ ابنِ مسعودٍ وعُقْبَةَ بنِ عَامِرٍ وَابنِ عَبَّاسٍ. وهٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ ہمیں داغنے سے منع کیا گیا'' اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عقبہ بن عامر، اور ابن عباس سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے.

١١۔بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ

داغنے کی اجازت کے بیان میں

٢٦٢۔حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَوَى سَعْدَ بْنَ زُرَارَةَ مِنَ الشَّوْكَةِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وفي البابِ عَنْ أُبَيٍّ وَجَابِرٍ. وهٰذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

''سیدنا انس سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے سعد بن زرارہ سرخ پھنسی کی بیماری میں داغا''

اس باب میں حضرت ابی اور جابرؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن غریب ہے

تشریح: داغنے کے متعلق دو حدیثیں باب سابق میں گذری ہیں اسی طرح بخاری و مسلم میں ہے کہ میں داغنے کو پسند نہیں کرتا اور اپنی امت کو داغنے سے روکتا ہوں۔ یہی حدیث ابوداؤد و ابن ماجہ میں بتغیر یسیر روایت ہے: نهى النبيّ ﷺ عن الكيّ فاكتوينا فما افلحن ولا انجحن. (ابوداؤد) نهى رسول الله ﷺ فاكتويت فما افلحت (اى الكيّات) ولا انجحت. (ابن ماجہ)

احادیث الکیّ میں تطبیق: داغنے کے متعلق باب ١٠ کی احادیث ممانعت پر دال ہیں اور دوسرے باب کی صحت و ثبوت پر۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ عملی و فعلی حدیث قولی حدیث پر مقدم ہوتی ہے۔

ممانعت کا محمل: کیّ کیونکہ انتہائی تکلیف دہ چیز ہے اور اس میں آگ سے جلانا معذّب من النار سے مشابہت رکھتا ہے اس لیے اس کی ممانعت ہے اور اسے اختیار کرنے سے حتی الوسع بچنا ہی نصوص صریحہ واردہ کے مطابق ہے۔ نیز یہ نہی تحریمی نہیں کیونکہ حدیث اول میں ہے نهى عن الكيّ فابتلينا. اگر نہی تحریمی ہوتی تو صحابہ کرام قطعاً اسکا ارتکاب و اقدام نہ کرتے کہ نہی کا بھی ذکر کریں پھر اس کے خلاف بھی کریں۔

اباحت کا محمل: کوئی ایسی بیماری لاحق ہو (حفظنا الله من الامراض الباطنة والظاهرة كلّها) جسکا علاج کسی دوسرے

طریقہ سے کارگر نہ ہو اور ماہر و تجربہ کار طبیب کی رائے یہی ہو کہ داغنے سے اچھا ہونے کی امید ہے تو ایسی حاجت شدیدہ میں داغنا درست ہے چنانچہ سیدنا سعد بن معاذؓ کے زخم کو داغنا اسی کی تائید کرتا ہے کہ اس سے خون رسنا بند نہیں ہوتا تھا آنحضرت ﷺ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں زیادہ خون نکلنے سے موت نہ واقع ہو جائے اس لیے اسے داغا۔ یہ نہ ہو کہ تھوڑی بہت تکلیف کی صورت میں داغا جائے۔ نہیں بلکہ پہلے دوسرے علاج کے طریقے اختیار کیے جائیں۔ اسی کی دلیل یہ بھی ہے کہ جس کا ہاتھ یا پاؤں سرقہ وڈکیتی کی وجہ سے کاٹا جائے تو اسے فوراً داغنے کا حکم ہے تاکہ مزید خون نہ نکلے۔ (ھدایہ)

نہی کی احادیث کا جواب: ۱- یہ نہی داغنے کی حرمت وممانعت کی وجہ سے نہیں دراصل عرب میں یہ عقیدہ جڑ پکڑ گیا تھا کہ داغنا ایسا علاج ہے جو بہرحال صحت دیتا ہے اور جو نہ داغے وہ یقیناً ہلاک ہو جاتا ہے، حالانکہ علاج سنت ہے موت وحیات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے، کسی بھی طریقہ علاج اور دوائی کے متعلق یہ اعتقاد درست نہیں کہ اسی میں صحت بہرصورت مضمر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے نہی فرما کر اس غلط عقیدہ کی تردید فرمائی نفس "کی" کی ممانعت مقصود نہ تھی۔

۲- آپ ﷺ نے عمران بن حصین کو داغنے سے منع فرمایا اس لیے کہ ان کا زخم ایسا گہرا اور ناسور تھا جس میں داغنے کی افادیت متوقع نہیں تھی اور یہ طے ہے کہ اگر اندیشہ ہو کہ اس سے فائدہ نہ ہوگا تو پھر اجتناب کرنا چاہیے۔

۳- یہ نہی اس صورت میں ہے کہ جب تکلیف وزخم ایسی جگہ پر ہو کہ داغنے میں زیادہ تکلیف ہوگی یا شکل اور کوئی عضو اپنے عمل سے متاثر ہوگا تو ایسے میں بھی نہ داغنا بہتر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نہی والی احادیث نہی تنزیہی پر اور اباحت والی احادیث نفس جواز پر دال ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے داغنے کو ناپسند کیوں کیا: مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں داغنے کو ناپسند کرتا ہوں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس میں مریض کو شدید تکلیف ودقت اٹھانی پڑتی ہے کہ جیتے جی آگ سے گرم سلاخ یا...... جسم پر لگائی جائے اس لیے رحمۃ للعالمین، رؤوف، رحیم پیغمبر ﷺ اسے ناپسند کرتے تھے۔

فما افلحنا . یہ بات مسلّم ہے کہ علاج میں دونوں پہلو ہوتے ہیں شفاء وصحت یا کارگر نہ ہونا۔

۱۲- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْحِجَامَةِ

پچھنے لگوانے کے بیان میں

۲۶۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ وَجَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَحْتَجِمُ فِي الْأَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ، وَكَانَ يَحْتَجِمُ لِسَبْعَ عَشْرَةَ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَإِحْدَى وَعِشْرِينَ

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ. وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

"سیدنا انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سر کے دونوں جانب کی رگوں اور شانوں کے درمیان پچھنے لگوایا کرتے تھے اور یہ عمل سترہ، انیس یا اکیس تاریخ کو کراتے تھے"

اس باب میں حضرت ابن عباسؓ اور معقل بن یسارؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے.

٢٦٤ـ حَدَّثَنَا أَحمدُ بنُ بُدَيْلِ بنِ قُرَيْشٍ اليَامِيُّ الكُوفِيُّ،أَخبَرَنَا مُحمَّدُ بنُ فُضَيْلٍ،أَخبَرَنَا عَبدُالرَّحمٰنِ بنُ إِسْحَاقَ عَن القَاسِمِ بنِ عَبدِالرَّحمٰنِ هُوَ ابنُ عَبدِاللّٰهِ بنِ مَسْعُودٍ عَن أَبِيهِ عَن ابنِ مَسْعُودٍ قَالَ: حَدَّثَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ عَن لَيلَةِ أُسرِيَ بِهِ أَنَّهُ لَمْ يَمُرَّ عَلَى مَلَاءٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا أَمَرُوهُ: أَنْ مُرْ أُمَّتَكَ بِالْحِجَامَةِ.

وهذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حَدِيثِ ابنِ مَسْعُودٍ .

''سیدنا ابن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے شب معراج کا قصہ سناتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ فرشتوں کے کسی ایسے گروہ کے پاس سے نہیں گزرے جس نے آپ ﷺ کو اپنی امت کو پچھنے لگانے کا حکم دینے کا نہ کہا ہو''

یہ حدیث ابن مسعودؓ کی روایت سے غریب ہے.

٢٦٥ـ حَدَّثَنَا عَبدُ بنُ حُمَيدٍ،أَخبَرَنَا النَّضرُ بنُ شُمَيلٍ،حَدَّثَنَا عَبَّادُ بنُ مَنصُورٍ،قَالَ:سَمِعتُ عِكرِمَةَ يَقُولُ: كَانَ لابنِ عَبَّاسٍ غِلْمَةٌ ثَلَاثَةٌ حَجَّامُونَ،فكَانَ اثْنَانِ يُغِلَّانِ عَلَيهِ وعلى أَهلِهِ،وَوَاحِدٌ يَحجِمُهُ وَيَحجِمُ أَهلَهُ.قَالَ:وَقَالَ ابنُ عَبَّاسٍ:قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ: نِعْمَ العَبدُ الحَجَّامُ يَذهَبُ بِالدَّمِ،وَيُخِفُّ الصُّلْبَ وَيَجلُو عَنِ البَصَرِ.وَقَالَ:إِنَّ رَسُولَ اللّٰه ﷺ حَيثُ عُرِجَ بِهِ مَا مَرَّ على مَلأٍ مِنَ المَلَائِكَةِ إِلَّا قَالُوا عَلَيكَ بِالحِجَامَةِ.وقَالَ:إِنَّ خَيرَ مَا تَحتَجِمُونَ فِيهِ يَومَ سَبعَ عَشرَةَ وَيَومَ تِسعَ عَشرَةَ وَيَومَ إِحدَى وَعِشرِينَ.وَقَالَ: إِنَّ خَيرَ مَا تَدَاوَيتُمْ بِهِ السَّعُوطُ وَاللَّدُودُ وَالحِجَامَةُ وَالمَشِيُّ،وإِنَّ رَسُولَ اللّٰه ﷺ لَدَّهُ العَبَّاسُ وَ أَصحَابُهُ. فقَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ:مَنْ لَدَّنِي؟فكُلُّهُمْ أَمسَكُوا فقَالَ:لَا يَبقَى أَحَدٌ مِمَّنْ فِي البَيتِ إِلَّا لُدَّ غَيرُ عَمِّهِ العَبَّاسِ . قَالَ النَّضرُ:اللَّدُودُ الوجود.

قَالَ أَبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لَا نَعرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبَّادِ بنِ مَنصُورٍ وفي البابِ عَن عَائِشَةَ .

''سیدنا عکرمہؒ فرماتے ہیں ابن عباس کے پاس تین غلام تھے جو پچھنے لگاتے تھے،ان میں سے دو تو اجرت پر کام کیا کرتے اور ایک ان کی اور ان کے گھر والوں کے پچھنے لگا تا کرتا تھا،راوی کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ رسول اللہ ﷺ کا یہ قول نقل کرتے تھے کہ فرمایا: حجامت کرنے والا غلام کتنا بہترین ہے،خون کو لے جاتا ہے، پیٹھ کو ہلکا کر دیتا ہے اور نظر کو صاف کر دیتا ہے،حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جب رسول اللہ ﷺ معراج کیلئے تشریف لے گئے تو فرشتوں کے جس گروہ سے بھی آپ ﷺ کا گزر ہوا، انہوں نے یہی کہا کہ پچھنے ضرور لگوایا کریں، فرمایا پچھنے لگانے کیلئے بہترین دن سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کے ہیں، یہ بھی فرمایا کہ بہترین علاج سعوط، لدود، حجامت اور مشی ہے، نبی اکرم ﷺ کے منہ میں عباسؓ اور دوسرے صحابہؓ نے دوا ڈالی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر موجود شخص کے منہ میں دوا ڈالی جائے، پس آپ ﷺ کے چچا عباسؓ کے علاوہ سب حاضرین کے منہ میں دوائی ڈالی گئی''

نضر کہتے ہیں لدو کو کہتے ہیں منہ کی جانب سے دوائی پلانا، اس باب حضرت عائشہ سے بھی روایت ہے، یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے صرف عباد بن منصور کی روایت سے جانتے ہیں.

تشریح: ان کان فی شئی مما تداویتم به خیرٌ فالحجامة . خیرٌ کان کا اسم مؤخر ہے، مما تداویتم ......ظرف

مستقرشئی کی صفت پھر فی شئی ظرف مستقر کان کی خبر مقدم یہ جملہ فعلیہ شرط، فالحجامۃ ھی مبتداء محذوف کی خبر ہے، یہ جملہ اسمیہ شرط کی جزاء ہے۔ حِجَامَۃ بکسر الحاء پچھنے لگانا سینگی لگانا۔ اس میں فاسد مادہ اور خون نکال لیا جاتا ہے، جو مرض و تکلیف کا سبب ہوتا ہے تو آدمی کو راحت پہنچتی ہے۔ اس کے متعلق دیگر تمام کتب حدیث میں حدیثیں موجود ہیں۔

صحیحین میں ہے: "الشفاء فی ثلاثة فی شرطة مِحجم او شربة عسل او كيّة بنار وانا انهى امتى عن الكيّ (بخاری باب فی الشفاء بثلاث کتاب الطب) تندرستی تین چیزوں میں ہے: پچھنے لگوانا، شہد پینا، آگ سے داغنا، لیکن میں اپنی امت کو (حاجت شدیدہ کے بغیر) داغنے سے روکتا ہوں۔ اسی طرح یہ بھی ہے: ان كان فی شئی من ادويتكم خير ففی شرطة محجم او شربة عسل او لَذْعَةٍ من النار وما احبّ ان اكتوی. (بذل عون و مسلم) اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی میں خیر اور شفاء ہے تو وہ پچھنے لگانے یا شہد پینے میں یا آگ سے داغنے میں۔ شَرْطَةِ مِحجم . یہ فعلۃ کے وزن پر ہے شرط سے مشتق ہے، مِحجم بکسر المیم وہ آلہ جس میں سینگی کا خون جمع ہوتا ہے۔

بیماریوں کی اقسام اور ان کا علاج: ابن قیمؒ نے طب نبوی ص ۳۸ میں ذکر کیا ہے ابو عبداللہ مازریؒ کہتے ہیں کہ بیماریاں دموی ہوتی ہیں یا صفراوی یا بلغمی یا سوداوی پھر اگر بیماری دموی یعنی خون کے فساد و بگاڑ کی وجہ سے ہے تو اسکا علاج فاسد مادہ اور خون کے اخراج سے ہوگا جیسے پچھنے لگوانے میں ذکر کیا۔ اگر بیماری باقی تین اقسام میں سے ہے تو اسکا علاج اسہال اور پیٹ ہلکا کرنے سے ہوگا اس کا ذکر شہد پینے میں ہوا۔ اور یہی طب کی بنیاد و اصل ہیں کہ ان دو طریقوں سے علاج کیا جاتا ہے۔ اور اگر ایسی بیماری بگڑی ہے کہ ان دونوں طریقوں سے قابو میں نہیں آ رہی تو پھر مجبوراً آخری درجہ داغنے کا ہے جو مریض کیلئے شدید تکلیف دہ ہونے کیوجہ سے پسندیدہ نہیں، بحالت مجبوری درست ہے۔ اس طرح داغنے کے متعلق روایات میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے کہ جب پینے اور ملنے والی ادویات مؤثر نہ ہوں تو پھر آخری درجہ اسی کا ہے۔ یاد رہے کہ پچھنے لگانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں کیونکہ مخصوص رگوں سے فاسد مادہ و خون نکالنا ماہر آدمی کے سوا کوئی نہیں نکال سکتا ہے، اس لیے اس میں احتیاط رہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ یہ ہر کسی کیلئے بھی مفید علی الاطلاق نہیں بلکہ ان کیلئے فائدہ مند ہے جو گرم ترین علاقوں میں رہتے اور گرم مزاج رکھتے ہیں اور موسم بھی گرم ہو جنکا خون انتہائی گرم ہو۔

ابن قیمؒ لکھتے ہیں: الحجامة فی الازمان الحارّة والأمكنة الحارّة والامزجة الحارّة التی دم اصحابها فی غاية النضج انفع . (زاد المعاد ج ۴ ص ۵۴) اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ پچھنے لگوانا مذکورہ بالا افراد کو مفید ہے۔ تکملہ (ج ۴ ص ۳۳۵) میں ہے: قال اهل المعرفة : الخطاب بذلک لأهل الحجاز ومن كان فی معناهم (فی الموسم) من اهل البلاد الحارّة لأنّ دمائهم رقيقة وتميل الى ظاهر الابدان بجذب الحرارة ......الخ. اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ یہ علاج گرم طبیعت اور گرم علاقے والوں کیلئے مفید ہے، اسی طرح یہ زیادہ عمر کے افراد کیلئے بھی مفید نہیں بلکہ مضرت و کمزوری کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ علامہ طبریؒ نے صحیح سند کے ساتھ ابن سیرینؒ سے روایت نقل کی ہے: " اذا بلغ الرجل اربعين سنة لم يحتجم. (فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۸۶) جب آدمی چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو پچھنے نہ لگوائے کیونکہ اب قوت کا ڈھلان شروع ہے کمزوری

کیطرف اسلیے اب مزید خون نکال کر کمزوری نہ ہو۔اب بھی فاسد خون نکالنے کے طریقے علاج میں مفید سمجھے جاتے ہیں لیکن ان کی شکل بدل چکی ہے۔مثلاً خون صاف کرنے والی مشروباتی دوائیاں وغیرہ۔اور یہ اصول عندالاطباء مسلم ہے کہ فاسد مادہ کو نکال کر ہی مصلح خون پیدا کیا جاسکتا ہے اور صحت کو بحال کیا جاسکتا ہے اور یہی اصول سینگی کے علاج سے مأخوذ ہے۔

سینگی لگوانے کی تاریخ وایام: سترہ ،انیس ،اکیس یہ تاریخیں ہیں اور دن یہ ہیں جمعرات ،جمعہ ،ہفتہ ،اتوار ،پیر۔ابتدائی تاریخوں میں عموماً خون میں جوش وغلبہ ہوتا ہے کہ جسم کے اخلاط اور ملے ہوئے مادوں (خون ،سوداء ،صفراء ،بلغم) میں ہیجان ہوتا ہے جب کہ مہینے کے آخر میں مطمئن اور ساکن ہوتے ہیں اس لیے درمیان کے اعتدال والے زمانے کو موزوں قرار دیا۔مزید براں یہ کہ طبیبوں کے نزدیک دن کے ابتدائی حصے کے بجائے تیسرے یا دوسرے حصے میں پچھنے لگوانا زیادہ نفع مند ہے۔اور جماع ،غسل ،خوب سیر ہو ،بالکل بھوک کے وقت بھی سینگی نہ لگوائیں۔مطلب یہ ہے محل تاریخ ،دن ،وقت ،طبیعت کی حالت سب کا لحاظ کرتے ہوئے یہ عمل کریں یقیناً مفید ہوگا۔یہ تفصیل احتیاطی تدابیر کی حد تک ہے شرعی حکم کے اعتبار سے بلا کراہت کسی بھی تاریخ ،دن اور وقت میں یہ علاج کرایا جاسکتا ہے۔اسکی مثال کھانے کی سی ہے کہ جب کھائیں جائز ہے لیکن شکم سیری پر دگنا کھائیں گے تو علاج کو جائیں گے اس لیے مناسب وقت میں کھانا ہی بہتر ہے وھکذا ھنا ۔ من کل داء ۔ یہ عام مخصوص البعض ہے کہ ان تمام بیماریوں سے شفاء ملے گی جو خون کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں ورنہ دیگر علاج ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی حالانکہ آگے موجود ہیں۔

۱۳۔بَابُ مَاجَاءَ فِی التَّدَاوِی بِالحِنَّاءِ

مہندی سے علاج کرنے کے بیان میں

۲۶۶۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مَنِیعٍ،أَخبَرَنَا حَمَّادُ بنُ خَالِدٍ الخَیَّاطُ،أَخبَرَنَا فَائِدٌ مَولَی لآلِ أَبِی رَافِعٍ،عَن عَلِیِّ بنِ عُبَیدِاللّٰهِ عَن جَدَّتِهِ سلمی،و کانَتْ تَخدِمُ النبیَّ ﷺ قَالَتْ: مَا کَانَ یَکُونُ بِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قُرحَةٌ وَلَا نَکبَةٌ اِلَّا أَمَرَنِی رَسُولُ اللّٰه ﷺ أَنْ أَضَعَ عَلَیهَا الحِنَّاءَ.قَالَ أَبُو عِیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ اِنَّمَا نَعرِفُهُ مِن حَدِیثِ فَائِدٍ.وَرَوَی بَعضُهُم هَذَا الحدیث عَن فَائِدٍ وقَالَ: عَن عُبَیدِاللّٰهِ بنِ عَلِیٍّ عَن جَدَّتِهِ سَلمَی،وَعُبَیدُاللّٰهِ بنُ عَلِیٍّ أَصَحُّ وَیُقَالُ سُلمی .

"علی بن عبیداللہ اپنی دادی سے جو آنحضرت ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھیں نقل کرتے ہیں وہ کہتی ہیں نبی اکرم ﷺ کو اگر کسی پتھر یا کانٹے سے زخم ہو جاتا تو آپ ﷺ مجھے اس پر مہندی لگانے کا حکم فرماتے"

یہ حدیث غریب ہے ،ہم اسے صرف فائد کی روایت سے جانتے ہیں ،بعض راوی یہ حدیث اس طرح فائد سے نقل کرتے ہیں کہ فائد ،عبیداللہ بن علی سے اور وہ اپنی دادی سلمٰی سے نقل کرتے ہیں اور عبیداللہ بن علی زیادہ صحیح ہے ،

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ العَلَاءِ حَدَّثَنَا زَیدُ بنُ حُبَابٍ عَن فَائِدٍ مَولَی عُبَیدِاللّٰهِ بنِ عَلِیٍّ،عَن مَولَاهُ عُبَیدِاللّٰهِ بنِ عَلِیٍّ،عَن جَدَّتِهِ عَنِ النبیِّ ﷺ نَحوَهُ بِمَعنَاهُ .

"مثل سابق"

تشریح: عن جدته سلمی خادم . یہ نبی کریم ﷺ کی خادمہ تھیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ صفیہ بنت عبدالمطلب کی خادمہ تھیں۔لفظ خادم غلام وجاریہ (لڑکے،لڑکی) دونوں پر برابر بولا جاتا ہے اور یہ مذکر ومؤنث کیلئے برابر ہے کبھی خادمہ میں تاء بھی آجاتی ہے سر میں تکلیف ہو تو سینگی لگاؤ۔جیسے ہمارے دیار میں ڈسپرین پانی میں حل کر کے لیتے ہیں تاکہ خون کے جامد ذرّات پتلے ہو کر روانی میں شامل ہو جائیں اور پاؤں میں جلن اور گرمی کی تکلیف کی وجہ سے مہندی سے رنگو عموماً اس کی ضرورت بھی موسم گرما میں پیش آتی ہے اور یہ سہل وستا علاج ہے۔جو لوگ کھجوریں اتارتے اور چنتے ہیں اور گرمی میں آمدورفت پیدل رکھتے ہیں تو انکو اس تکلیف کا احساس زیادہ ہوتا ہے

مَردوں کیلئے مہندی: قال القاریؒ : والحدیث باطلاقه یشمل الرجال والنساء لکن ینبغی للرجل ان یکتفی باختضاب کفوف الرجل ویجتنب صبغ الاظفار احترازامن التشبه بالنساء ما امکن. (بحوالہ عون) ملا علی قاریؒ نے کہا: حدیث پاک مطلق اور عام ہے مردوں اور عورتوں دونوں کیلئے کہ تکلیف کے وقت جسم پاؤں پر مہندی لگاسکتے ہیں لیکن مَردوں کیلئے مناسب یہ ہے کہ پاؤں کے صرف تلووں پر لگائیں، ناخنوں پر نہ لگائیں عورتوں کی مشابہت سے بچتے ہوئے جتنا بھی ممکن ہو۔ اس سے معلوم ہوا مردوں کو مہندی علاج وضرورت کے وقت صرف پاؤں کیلئے درست ہے اسمیں بھی احتیاط اور تشبہ بالنساء سے اجتناب ہو۔مستورات کیلئے عموماً مہندی لگانا بالخصوص نو بیاہتا دلہن کیلئے پسندیدہ ہے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا مرد وعورت کے ہاتھوں میں فرق ہو یعنی عورت کے ہاتھ مہندی سے رنگے ہوئے ہوں۔

۱۴۔بابُ مَاجَاءَ فِی کَرَاهِیَةِ الرُّقْیَةِ

تعویز اور جھاڑ پھونک کی ممانعت کے بیان میں

۲۶۷۔حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن بشار بُنْدَارٌ،حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِیٍّ،حَدَّثَنَا سفیانُ عَن مَنْصُورٍ عَن مُجَاهِدٍ عَن عَقَّارِ بنِ الْمُغِیْرَةِ بنِ شُعْبَةَ عَن أَبِیهِ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ:من اکْتَوَی أو اسْتَرْقَی فَقَدْ بَرِیءَ مِنَ التَّوَکُّلِ .

قَالَ أبوعِیسَی: وفی البابِ عَن ابنِ مَسْعُودٍ وَابنِ عَبَّاسٍ وَعِمْرَانَ بن حُصَیْنٍ .هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا مغیرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے داغ دلوایا، یا جھاڑ پھونک کی وہ توکل سے بری ہوا''

اس باب میں ابن مسعودؓ،ابن عباس،اور عمران بن حصینؓ سے بھی احادیث منقول ہیں،یہ حدیث حسن صحیح ہے.

۱۵۔بابُ مَاجَاءَ فی الرُّخْصَةِ فی ذٰلِكَ

تعویز اور دم وغیرہ کی اجازت کے بیان میں

۲۶۸۔حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بنُ عَبْدِاللّٰهِ الخُزَاعِیُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِیَةُ بنُ هِشَامٍ عَن سُفْیَانَ عَن عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَن عَبْدِاللّٰهِ بنِ الحَارِثِ عَن أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰه ﷺ رَخَّصَ فِی الرُّقْیَةِ مِنَ الْحُمَةِ وَالعَیْنِ وَالنَّمْلَةِ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے بچھو کے کاٹنے،نظر بد اور پہلو کی پھنسیوں میں جھاڑ پھونک کی اجازت دی ہے''

۲۶۹۔حَدَّثَنَا محمود بنُ غَيْلَانَ ،حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ آدَمَ وَأَبُونُعَيمٍ قَالَا:حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَن عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَن يُوسُفَ بنِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ الْحَارِثِ عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ رَخَّصَ فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْحُمَّةِ وَالنَّمْلَةِ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.: وهذا عِنْدِي أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ بنِ هِشَامٍ عَن سُفْيَانَ.وفي الباب عَن بُرَيْدَةَ وَعِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ وَجَابِرٍ وَعَائِشَةَ وَطَلْقِ بنِ عَلِيٍّ وَعَمْرِو بنِ حَزْمٍ وَأَبِي خِزَامَةَ عَن أَبِيهِ.

''سیدنا انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بچھو کے کاٹنے اور پہلو کی پھنسیوں میں جھاڑ پھونک کی اجازت دی ہے''

یہ حدیث حسن غریب ہے، امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ حدیث پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے، اس باب میں حضرت بریدہؓ، عمران بن حصینؓ جابر رضی اللہ عنہ، عائشہؓ طلق بن علیؓ، عمرو بن حزمؓ، ابوخزامہ (والد سے راوی ہیں) سے بھی احادیث ہیں۔

۲۷۰۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَن حُصَيْنٍ عَن الشَّعْبِيِّ عَن عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰه ﷺ قَالَ: لَارُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَّةٍ .قَالَ أبوعِيسَى: وَرَوَى شُعْبَةُ هذا الحديثَ عَن حُصَيْنٍ عَن الشَّعْبِيِّ عَن بُرَيْدَةَ عَن النبيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ.

''سیدنا عمران بن حصین کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نظر بد اور بچھو کے کاٹنے کے علاوہ جھاڑ پھونک نہیں'' شعبہ نے یہ حدیث بواسطہ حصین اور شعبی بریدہ سے روایت کی ہے۔

۱۶۔بابُ مَاجَاءَ فِي الرُّقْيَةِ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ

معوذتین کے ساتھ جھاڑ پھونک کے بیان میں

۲۷۱۔حَدَّثَنَا هِشَامُ بنُ يُونُسَ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا القَاسِمُ بنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ عَن الْجُرَيْرِيِّ عَن أَبِي نَضْرَةَ عَن أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَانِّ وَعَيْنِ الإِنْسَانِ حَتّٰى نَزَلَتِ المُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتَا أَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَاسِوَاهُمَا.

قَالَ أبوعِيسَى: وفي البابِ عَن أَنَسٍ.وهذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

''سیدنا ابوسعیدؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ جنوں اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ 'قل اعوذ برب الفلق' قل اعوذ برب الناس' نازل ہوئیں، جب یہ نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے انہیں پڑھنا شروع کیا ان کے علاوہ سب کچھ ترک کر دیا''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس باب میں حضرت انس سے بھی ہے، یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۱۷۔بابُ مَاجَاءَ فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْعَيْنِ

نظر بد سے جھاڑ پھونک کے بیان میں

۲۷۲۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ،حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَن عَمْرِو بنِ دِينَارٍ عَن عُرْوَةَ وَهُوَ أَبُو حَاتِمِ بنِ عَامِرٍ عَن عُبَيْدِ بنِ رِفَاعَةَ الزُّرَقِيِّ أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ قَالَتْ:يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ وَلَدَ جَعْفَرٍ تُسْرِعُ إِلَيْهِمُ الْعَيْنُ أَفَأَسْتَرْقِي لَهُمْ؟فَقَالَ:نَعَمْ فَإِنَّهُ

لَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابِقَ الْقَدَرِ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ. قَالَ أبوعِيسَى: وفى البابِ عَنْ عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ وَبُرَيْدَةَ. وهذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وقد رُوِيَ هذا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَمْرِو بنِ دِينَارٍ عَنْ عُرْوَةَ بنِ عَامِرٍ عَنْ عُبَيْدِ بنِ رِفَاعَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ عَنِ النبيِّ ﷺ. حَدَّثَنَا بِذَلِكَ الْحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوبَ بِهَذَا.

''سیدنا عبید بن رفاعہ زرقی کہتے ہیں اسماء بنت عمیسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جعفر کے بیٹوں کو جلد نظر لگ جاتی ہے، کیا میں ان پر دم کرلیا کروں، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے سکتی تو وہ نظر بد ہے''

اس باب میں حضرت عمران بن حصینؓ اور بریدہ بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے، اسے ایوب بھی عمرو بن دینار سے وہ عروہ سے وہ عبید بن رفاعہ سے وہ اسماء بنت عمیس سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتی ہیں، ہم سے اسے حسن بن علی خلال نے عبدالرزاق کے حوالے سے انہوں نے معمر سے اور انہوں نے ایوب سے بیان کیا ہے۔

۲۷۳۔ حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ وَيَعْلَى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْمِنْهَالِ بنِ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ يَقُولُ: أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ. وَيَقُولُ: هَكَذَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يُعَوِّذُ إِسْحَاقَ وَإِسْمَاعِيلَ عليهم السلام.

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بنُ هَارُونَ وَعَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابن عباس کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ حسن اور حسین کو ان الفاظ سے دم کیا کرتے تھے، اعیذ کما...... یعنی میں تم دونوں کیلئے اللہ کے تمام کلمات کے ذریعے ہر شیطان، ہر فکر میں ڈالنے والی چیز اور ہر نظر بد سے پناہ مانگتا ہوں، پھر آپ ﷺ فرماتے کہ ابراہیم علیہ السلام بھی اسمٰعیل اور اسحٰق علیہما السلام پر اسی طرح دم کیا کرتے تھے''

ہم سے روایت کی حسن بن علی خلال نے انہوں نے یزید بن ہارون اور عبدالرزاق سے انہوں نے سفیان سے انہوں نے منصور سے اسی کے مثل حدیث نقل کی، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: تمائم یہ تمیمۃ کی جمع ہے بمعنی تعویذ۔ ابواب الطب میں امام ترمذیؒ سب سے زیادہ احادیث اسی باب وعنوان کے تحت لائے ہیں، وجہ اسکی بالکل عیاں ہے کہ جھاڑ پھونک، دم درود، منتر اور تعویذ گنڈے کے متعلق بہت بے احتیاطی دور جاہلیت میں پائی جاتی تھی، عین ممکن ہے کہ دور حاضر میں اس سے بھی بڑھ کر ہو۔ اس لیے موصوف نے واضح احادیث لا کر سچ اور غلط کو واضح کر دیا ہے۔ راقم کی سعی بھی یہی ہے کہ اس باب میں افراط وتفریط نہ ہو بلکہ قول معتدل اور عمل معتبر سامنے آسکے تاکہ توھم پرستی، پیر پرستی، شرک میں مستی، جال میں پھنستی سب کی راہیں بند ہوں اور اللہ کے کلام اور اسکے رسول اللہ کے فرمان سے نفع مند ہوں۔

جھاڑ پھونک کی چند قسمیں ہیں: ۱۔ وہ کلام جس میں شرکیہ الفاظ اور غیر اللہ سے استمداد ہو ایسے کلمات سے دم کرنا اور کرانا حرام ہے۔

۲۔ جو مبہم اور غیر واضح الفاظ ہوں جنکا مطلب سمجھ نہ آتا ہو کہ یہ صحیح ہیں یا غلط ان سے دم کرنا مکروہ تحریمی قریب بحکم اول ہے۔

۳۔ وہ کلمات جو صحیح المفہوم ہوں لیکن منقول و ماثور نہ ہوں تو ان سے دم کرنا مباح اور جائز ہے۔

۴- وہ آیات، دعائیں اور کلمات جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ سے منقول ہیں ان سے دم کرنا مندوب ہے۔ نتیجۃ یہ دوصورتیں بنتی ہیں:
۱- بالکل کفریہ کلمات یا مشتبہات ومبہمات۔ ۲- صحیح المفہوم اور منقول۔

دلیل: عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِاللهِ عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ قَالَتْ قُلْتُ لِمَ تَقُولُ هٰذَا وَاللهِ لَقَدْ كَانَتْ عَيْنِي تَقْذِفُ فَكُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلَى فُلَانِ الْيَهُودِيِّ يَرْقِينِي فَإِذَا رَقَانِي سَكَنَتْ فَقَالَ عَبْدُاللهِ إِنَّمَا ذٰلِكَ عَمَلُ الشَّيْطَانِ كَانَ يَنْخَسُهَا بِيَدِهِ فَإِذَا رَقَاهَا كَفَّ عَنْهَا إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَقُولِي كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا.

"بھتیجے عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے آپ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے منتر، شرکیہ تعویز گنڈا اور تولہ، جادو یہ سب شرک ہے زینبؓ نے کہا تم یہ کیسے کہتے ہو حالانکہ اللہ کی قسم میری آنکھ میں شدید تکلیف ہوتی تھی تو میں فلاں یہودی کے پاس بار بار دم کرانے جاتی تھی جب وہ مجھے دم کرتا تو میں آرام پاتی۔ عبداللہؓ نے کہا یہ شیطانی حرکت تھی کہ وہ اپنے ہاتھ سے آنکھ کو چھوتا تو تکلیف ہوتی جب یہودی دم کرتا تو وہ باز آجاتا تیرے لئے تو وہ دعاء کافی ہے جو آپ فرماتے تھے اے لوگوں کے پالنہار بیماری کو دور کر اور شفاء عطا فرما آپ ہی شفاء عطا دینے والے ہیں آپ ایسی شفا عطا کریں کہ کوئی بیماری باقی نہ رہے"

مفصل دلیل ہے کہ شرکیہ کلمات سے جھاڑ پھونک حرام ہے۔ کیونکہ جسے شیطانی عمل کہا گیا ہے وہ رحمانی اور روحانی علاج العیاذ باللہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اسی حدیث کا آخری حصہ دوسرے حکم کی دلیل ہے کہ صحیح اور منقول شدہ کلمات سے دم کرنا درست ہے۔ دوسری حدیث میں ہے: لا بأس بالرقی مالم تكن شركاً. دم کی صحت واباحت کے متعلق یہ مرفوع اور مرکزی حدیث ہے اور اسی حدیث سے مثبت ونافی حدیثوں کے درمیان تطبیق دی جاتی ہے۔ مزید متعدد احادیث اسکی دلیل ہیں جنکو امام ترمذیؒ نے ان تین ابواب میں ذکر کیا ہے۔

خلاصہ: حاصل یہ ہے کہ اصل بنیاد کلمات ہیں اور انہیں کے مطلب ومفہوم پر حرمت واباحت کا حکم لاگو ہوگا نفس عمل میں کوئی مضائقہ نہیں، کلمات درست ہوں، مقصد بھی جائز ہو، تو بالکل درست ہے۔

تعویذ لکھنا، پہننا، باندھنا؟: اس باب میں دوسرا مسئلہ تعویذ لکھنے اور باندھنے کا ہے۔ آنحضرت ﷺ سے دم کرنا اور برکت وصحت کی دعاء کرنا ثابت ہے، لیکن تعویذ لکھنا ثابت نہیں۔ ہاں صحابہ کرامؓ اور تابعین سے تعویذ کی کتابت اور گلے میں لٹکانا ثابت ہے اور سلف وخلف میں مقبول ومعمول بہا ہے۔ اسکی ایک قسم تمائم وخرزات وغیرہ ہیں جنہیں احادیث میں شرک کہا گیا ہے جیسا کہ زینب امرأة عبد اللہؓ سے روایت ہے یہ بالکل ناجائز ہے اسی طرح مشکوۃ شریف میں بھی اسکے متعلق "التمائم شرک" کے الفاظ وارد ہیں۔

صحیح تعویذ لکھنے کی دلیل: كان عبدالله بن عمروؓ يعلمهنّ من عقل من بنيه ومن لم يعقل كتبه فاعلقه عليه.
(ابوداؤد ۲/ر باب كيف الرقى) عبداللہ بن عمروؓ یہ کلمات اپنے سمجھدار بچوں کو سکھاتے اور جو عقل وفہم کی عمر کو نہ پہنچے ہوتے تو لکھ کر ان کے گلے میں لٹکاتے۔ یہی حدیث مصنف ابن ابی شیبة ج۸ ص ۳۹ میں موجود ہے اور وہاں دیگر متعدد روایات ہیں جو تعویذ

لکھنے کی صحت پر دال ہیں۔ ولا بأس بالمعاذات اذا کتب فیھا القرآن او اسماء اللہ تعالی .... ولا بأس بان یشد الجنب والحائض التعاوید علی العضد اذا کانت ملفوفة. (ردّالمختار علی الدرالمختار المعروف بفتاوی الشامیة ج۵ ص ۲۵۷ : طبع رشیدیه کوئٹه) اور تعویذات لکھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ان میں قرآن کریم یا اسماء باری تعالیٰ لکھے جائیں (آگے لکھتے ہیں) اور اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ جنبی یا حائضہ کے بازو پر تعویذ باندھا جائے جب کہ وہ مکمل محفوظ اور لپیٹا ہوا ہو (کہ اب بے ادبی کا اندیشہ نہیں)۔ اسی طرح فتح الباری ج۱۰ ص۱۵۲، عینی ج۱۰ ص۱۸۴، فتاوی محمودیہ، فتاوی دار العلوم دیوبند و دیگر محققین کی آراء ملاحظہ کیجیے۔

خلاصہ کلام بزبان شیخ الاسلام: فتبیّن بهذا انّ التمائم المحرّمة لا علاقة لها بالتعاویذ المکتوبة المشتملة علی آیات من القرآن او شیئ من الذکر فانها مباحة عند جماهیر فقهاء الامة، بل استحبّها بعض العلماء اذا کانت بأذکار مأثورة کما نقل عنهم الشوکانی فی النیل. (تکملہ ج۴ ص۳۱۸) تفصیل بالا سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ تمائم جو شرک و حرام ہیں ان کا قرآن کریم اور اذکار منقولہ سے لکھے ہوئے تعویذات سے تعلق نہیں (کہ ان دونوں کا حکم الگ ہے کمامرّ) سو وہ تو جمہور فقہاء امت کے نزدیک مباح ہیں بلکہ بعض علماء نے اذکار ماثورہ کے تعویذ کو پسندیدہ اور مستحب کہا ہے جیسے قاضی شوکانیؒ نے اپنی مایہ ناز تصنیف میں ان سے نقل کیا ہے۔ تو حاصل کلام یہ ہے کہ شریعت کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر تعویذات لکھنا، پہننا، باندھنا، لٹکانا درست و مباح ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ان سے انکار کرنا جہالت ہے۔

فائدہ: اس سارے معاملہ میں علت و صحت اور اباحت و قباحت کی بنیاد اعتقاد و توکل ہے۔ حقیقی معنی میں شفاء من جانب اللہ ہوتی ہے یہ دم کرنا، دواء کھانا، پرہیز کرنا، تعویذ پہننا صرف اور صرف سبب کی حد تک ہے، مؤثر حقیقی نہیں، اسمیں اپنے آپ کو خوب کھنگال لیجیے کہ ہم سبب اختیار کررہے ہیں یا سب کچھ اسی کو ہی سمجھ رہے ہیں۔ اس استحضار و اصلاح کے ساتھ ان شاء اللہ علاج کے مذکورہ بالا جائز طریقے اپنائیں گے، تو حق تعالیٰ شانہ سے بھرپور امید ہے کہ رحمت و شفاء فرمائیں گے، گرفت نہ فرمائیں گے، اور اس کا ہمیشہ دھیان رہے کہ ہم علاج کررہے ہیں یا عقیدہ خراب کررہے ہیں۔ جسمانی صحت کی دوڑ میں روحانی اور ایمانی کیفیت تو داؤ پر نہیں لگا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام نام سے اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھ رہے ہیں یا غیر اللہ کی طرف قدم جم رہے ہیں۔ تو اسمیں صحت و نیت دونوں کا درست ہونا لازمی ہے۔

اب بالترتیب احادیث مبارکہ کے کلمات کی تشریح ملاحظہ ہو:

ان الرقی بضم الراء وفتح القاف. آخر میں الف مقصورہ ہے یہ رقیة کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ جھاڑ پھونک ہے جو بتوں کے نام پر ہو یا اللہ کی کلام اور حضور ﷺ کے فرمان کو چھوڑ کر غیر اللہ مثلاً بتوں، بزرگوں یا کسی اور کے نام سے ہو۔ التمائم جمع تمیمة کمامرّ. المراد به الخرزات التی تعلّقها النساء فی اعناق الاولاد علی ظنّ انها تؤثّر وتدفع العین. تمیمہ سے مراد وہ تعویذ ہیں جو عورتیں بچوں کے گلے میں اس گمان سے لٹکاتی تھیں کہ وہ اثر کرتے ہیں اور نظر کو رفع کرتے ہیں۔

قال الخطابیؒ : واما الرقیٰ فالمنھی عنه هو ما کان منها بغیر لسا ن العرب فلا یدری ما هو ولعلّه قد یدخله سحرا أو کفرا واما اذا کان مفهوم المعنی و کان فیه ذکر الله سبحانه فانه مستحبٌ متبرّک به . (عون) علامہ خطابیؒ کہتے ہیں ممنوعہ تعویذ وہ ہیں جو عربی زبان کے سوا کسی دیگر زبان میں ہوں معلوم نہ ہو کہ ان کا مطلب کیا ہے شاید بے دین عامل اس میں جادو یا کفر ملا دے۔ بہر حال جب صحیح المفهوم ہوں (جسکی نشانی یہ ہے) کہ ان میں اللہ سبحانہ وتعالی برتر وبالا کا ذکر ہو تو وہ قابل برکت مستحب ہے۔

والتِوَلَۃ.قال الخطابیؒ : یقال انه ضر ب من السحر . والا صمعی : وهو الذی یحبّب المرأة الی زوجها . علامہ خطابیؒ کہتے ہیں یہ جادو کی ایک قسم ہے۔ اور امام اصمعیؒ کہتے ہیں یہ ایک ٹونہ ہے جس کی وجہ سے بیوی اپنے شوہر کی محبوبہ وپسندیدہ بن جاتی ہے۔ ملاعلی قاریؒ کہتے ہیں: هی نوع من السحر. کہ یہ جادو کی ایک قسم ہے۔ شرک . یہ مشرکین کے اعمال شنیعہ میں سے ہیں اور غلط اعتقاد اور مؤثر حقیقی سمجھنے کی وجہ سے یہ سب شرک ہیں۔ اصل یہ ہے کہ تعلیمات نبویہ علی صاحبها الصلوۃ والسلام کو اپنایا جائے اور منقول دعائیں پڑھی جائیں۔

آنکھوں میں تکلیف کی دعاء: اِذْهَبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَائُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقْمًا. ''درد وتکلیف کو لے جا اے لوگوں کے رب، تو ہی شفاء دے، کہ تو شفاء دینے والا ہے، تیری شفاء کے علاوہ کوئی در نہیں، جو ایسی تندرستی عطاء کرے کہ بیماری نہ رہے۔ آنکھوں کی تکلیف کے علاوہ دیگر دردوں اور بیماریوں میں بھی اسکا پڑھنا مفید ہے۔ آخری لفظ شفاء یہ اشفِ محذوف کا مفعول ہے اور بعد کا جملہ اس نکرہ کی صفت ہے۔ **سُقْمًا بالرفع و الفتح**

اس میں بھی یہی ہے کہ دم کرنا نظر لگنے سے، بچھو یا بھڑ کے ڈسنے سے ہے۔ **لا رقیة** میں حصر کلی نہیں کہ اس کے علاوہ دم کرنا درست نہیں بلکہ یہ ایسے ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: **لا سیف الا ذو الفقار**. سوائے ذوالفقار کے تو کوئی تلوار ہی نہیں۔ یا جیسے **لا فتی الا علیٌ**. جوان وبہادر تو صرف علیؓ ہیں۔ اسی طرح ڈسے ہوئے کیلئے سورۂ فاتحہ کا دم بھی شفاء بخش ہے جیسے تفصیلی واقعہ سے ظاہر ہوگا۔

واقعہ: حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا واقعہ ہے کہ جب سند فضیلت وفراغت حاصل کر کے آئے تو گھر میں ایک رسم دیکھی کہ ہفتے میں ایک دن اور ہر ماہ کی گیارہویں رات کو انکے بزرگوار اپنی بھینس کا پورا دودھ گیارہویں والے کے نام پر دیتے تھے۔ مولانا نے جب یہ ریت دیکھی تو کہا ابا جان صدقہ وخیرات تو اللہ تعالی کے نام پر ہوتی ہے، غیر اللہ کے نام پر دینا یا ذبح کرنا، بانٹنا یہ سب غلط اور پیٹو ملاؤں کے ڈھونگ ہیں اب آپ ایسا نہ کریں۔ بزرگوار کہنے لگے بیٹا تم ابھی نئے ہو تمھیں صحیح معلومات نہ ہونگی، اگر یہ ہم نہ دیں تو ہمارا نقصان ہو جائیگا اور گیارہویں والا ناراض ہوگا۔ (خدا کی ناراضگی کی پرواہ ہی نہیں) الغرض مولانا نے کہا اب اس رسم کو توڑنا اور ختم کرنا ہے خواہ نقصان ہی ہو جائے اور غیر اللہ کی ناراضگی سے اللہ تعالی کی رضا بدرجہا بہتر ہے۔ دودھ دینے سے روک دیا ادھر آزمائش شروع کہ بھینس کا بچہ بیمار ہو گیا اور گرنے پڑنے لگا تو باپ نے کہا بس تمھیں کہا نہیں تھا تو نیا مولوی ہے ہماری بھینس کا بچہ مر جائیگا، لیکن حضرتؒ نے اطمینان سے کہا کہ موت وحیات رب تعالی کے ہاتھ میں ہے رسم وشرک نہ کریں گے۔ حتی کہ بھینس کا بچہ تڑپنے لگا

تو انہوں نے چھری منگوائی کہ اسے ذبح کرتے ہیں۔(درحقیقت وہ بھینس کے بچے کو نہیں بلکہ اس رسم غلط کو ذبح کرنا چاہتے تھے) جب اسے ذبح کرنے کیلئے سیدھا کیا تو وہ کود کر سیدھا و تندرست کھڑا ہو گیا اسے پتہ چل گیا کہ اب موحد کی چھری سے بچ نہیں سکتا۔ پھر حضرتؒ نے تفصیل بتائی کہ شیطان اس میں حلول کر چکا تھا اور اسمیں اتر کر اسے تڑپا رہا تھا اور بیمار دکھا رہا تھا تا کہ یہ رسم جاہلیت جاری رہے لیکن اس موحد و متبع کی استقامت کو دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا کہ یہ تو چھری پھیرنے سے بھی نہیں کترا رہا۔اسطرح یہ رسم بد ختم ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے نام پر صدقہ دیا جانے لگا۔

١٨۔بَابُ مَاجَاءَ أَنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ وَالْغَسْلُ لَهَا

نظر لگ جانا برحق ہے اور اس کیلئے دھون دینے کے بیان میں

٢٧٤۔حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ،أَخْبَرَنَا يَحْيَى بن كَثِيرٍ أَبُو غَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ،أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بنِ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي حَيَّةُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ، حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: لَاشَيْءَ فِي الْهَامِ وَالْعَيْنُ حَقٌّ.

''حیہ بن حابس تمیمی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہام کوئی چیز نہیں اور نظر لگ جانا برحق ہے''

٢٧٥۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسحَاقَ الْحَضْرَمِيُّ أَخْبَرَنَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَوْكَانَ شَيْءٌ سَابِقَ الْقَدَرِ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ،إِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا. قَالَ أَبُوعِيسَى: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو. وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَحَدِيثُ حَيَّةَ بْنِ حَابِسٍ حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَرَوَى شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ حَيَّةَ بنِ حَابِسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.وَعَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ وَحَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ لَا يَذْكُرَانِ فِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے تو وہ نظر بد ہے اور جب تمہیں لوگ غسل کرنے کا کہیں تو غسل کرو''

اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی حدیث ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور حیہ بن حابس کی روایت غریب ہے، اس روایت کو شعبان، یحییٰ بن ابی کثیر سے وہ حیہ بن حابس سے وہ اپنے والد سے وہ ابو ہریرہؓ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں، علی بن مبارک اور حرب شداد اس سند میں ابو ہریرہؓ کا ذکر نہیں کرتے۔

تشریح: ولاهامّة : بالميم المشدد . کھوپڑی۔اس کے مطلب میں بھی چند اقوال ہیں:۱۔اگر کوئی آدمی قتل ہو جائے تو اسکی ہڈیوں سے ایک پرندہ پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ صدا دیتا ہے:'' اسقونی اسقونی '' یعنی مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ۔جب اس کا قاتل مرجاتا ہے تو یہ پرندہ خود بخود غائب ہو جاتا ہے۔۲۔بعض کہتے ہیں کہ خود مقتول کی روح ایک پرندے کا روپ دھار لیتی ہے۔۳۔ هامّة بوم اور الو کا نام ہے یہ وہ پرندہ ہے جو سوکھے درخت کے کھوکلے تنے میں ہوتا ہے اور رات کو چلاتا ہے۔لوگوں میں مشہور تھا کہ یہ جس گھر پر

بیٹھ جائے تو وہ گھر ویران ہو جاتا ہے اور اُجڑ جاتا ہے یا اس گھر کا کوئی فرد مر جاتا ہے۔ وھذا کلّہ من الخرافات. تو آپ ﷺ نے لا ھامۃ فرما کر یکسران سب کی نفی فرمادی کہ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے، وہی روتا ہے جو دورِ خدا ہوتا ہے۔

العین حق . نظر لگ جانا برحق ہے۔ نظر کا اثر کرنا اور نظر بد لگ جانا اسکا مطلب یہ ہے کہ دوسرے سبب عادی کی طرح یہ بھی ایک سبب ظاہری ہے، جو سبب کی حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔ اسکا مطلب یہ نہیں کہ یہ مؤثر بالذات اور مؤثر حقیقی ہے۔ نظر لگنے میں ہوتا یہ ہے کہ جب ایک دیکھنے والا حاسدانہ نظر سے دیکھتا ہے اور دیکھی ہوئی چیز پر تعجب کرتا ہے بس یہ دیکھنا اور یہ کیفیت و حیرت بھری نظر زہر کا کام کرتی ہے اور دوسرے کو تکلیف و مصیبت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اسکی مثال اس طرح ہے کہ افعی (شدید زہریلے سانپ) کی نظر اور دیکھنے سے زہر اس دیکھی ہوئی چیز پر اثر کر جاتی ہے، اسی طرح کوئی بعید نہیں کہ دیکھنے والے کی نگاہ کے ساتھ وہ مضر اثرات منتقل ہوں جو منظور پر اثر کریں۔ (بذل) بعض لوگ اس بات کے منکر ہیں کہ نظر لگنا کچھ نہیں "العین حق" کے الفاظ میں انکی کھلی تردید فرمادی گئی کہ نظر لگ جانا برحق اور ثابت ہے۔

فاغسلوا. اس حدیث میں نظر کا علاج بتلایا گیا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس آدمی یا عورت کی نظر لگی ہے، وہ وضوء کرے اور اسکے وضوء کا پانی کسی برتن میں جمع کر لیا جائے، پھر اس پانی سے جسے نظر لگی ہے نہلائیں ان شاء اللہ نظر کا اثر اور وہ تکلیف جاتی رہے گی۔ اعضاء وضوء کے ساتھ شرمگاہ و محل استنجاء دھونے کا ذکر بھی ہے، پھر اس سارے پانی سے غسل کرادیں۔ العائن دیکھنے والا جس کی نظر لگی، المعین دیکھا ہوا جسکو نظر لگی یعنی المعین الذی اصابہ العین. جس طرح کسی چیز کے دیکھنے سے نظر لگتی ہے اسی طرح کسی کی صفات اور خوبیاں بیان کرنے اور سننے سے بھی اثر ہو جاتا ہے خواہ دیکھے نہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وان یکادوا الذین کفروا الیزلقونک بابصارھم لمّا سمعوا الذکر . (القلم ۵۱) اس مسئلہ میں سمعوا الذکر کا جملہ مستدل ہے۔ (بذل)

واقعہ: بذل میں مسند احمد سے روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سفر پر روانہ ہوئے اور سہل بن حنیفؓ اور دیگر صحابہ بھی ساتھ چلے جب "جحفہ" کے قریب "خرار" نامی وادی میں پہنچے تو سہل بن حنیفؓ نے غسل کیا اور یہ حسین ترین آدمی تھے بنوعدی بن کعب کے بھائی عامر بن ربیعہؓ نے ان کی طرف دیکھا کہ وہ غسل کر رہے ہیں کہنے لگے میں نے آج کے دن کی طرح حسین جوان کبھی نہیں دیکھا۔ بس ان کا یہ کہنا تھا کہ فسقط سھل . سہل مدہوش ہو کر گر پڑے۔ صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کے پاس آئے کہ اب اللہ کے رسول ﷺ سہل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ وہ تو سر نہیں اٹھا سکتے اور نہ انہیں کچھ افاقہ ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمھیں کسی پر شبہ ہے کہ اسکی نظر لگی ہو؟ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ جی ہاں! دوران غسل عامرؓ نے دیکھا تھا آپ ﷺ نے انہیں بلا کر جھڑکا اور فرمایا تم اپنے بھائی کو کیونکر مارتے ہو جب دیکھا تھا تو اسکو دعاء کیوں نہ دی؟ اسکے بعد فرمایا تم اس کیلئے اپنے ہاتھ، منہ، پاؤں اور داخل ازار سب دھو کر دو، انہوں نے یہ سب دھو کر پانی ایک برتن میں جمع کیا پھر یہ پانی سہل کے سر اور دیگر جسم پر ڈالا تو انہیں راحت پہنچی پھر تو وہ ایسے ہو گئے کہ گویا ان کو کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

مسئلہ: بذل میں ہے کہ قاضیؒ نے کہا ہے کہ ایسا آدمی جو حسد و حسرت بھری نظر سے دیکھتا ہو اور اسکی نظر لگتی ہو تو اسے چاہئے کہ گھر بیٹھے

اور ایسی جگہوں سے بچے جہاں لوگوں اور نعمتوں کی کثرت ہوتا کہ لوگ اس کے ضرر سے محفوظ رہیں، اور حاکم وقت اسے حکم دے اور تنبیہ کرے کہ عام مجمعوں میں مت داخل ہو۔ اگر وہ نادار و محتاج ہے تو اسکی بقدر کفایت مدد کرے اور لوگوں کو اس کے ضرر سے بچائے کیونکہ اسکی تکلیف کچی پیاز اور لہسن کھانے والے سے زیادہ سخت ہے۔ اس لیے یہ بھی اجتناب کرے۔

نظر بد سے بچنے کی دعاء: قرآن کریم میں سورہ کہف کی آیت نمبر ۳۹ کا یہ حصہ نظر سے بچنے کیلئے مفید و مؤثر ہے: "ماشاء الله لا قوّة الّا بالله" دیکھنے والا بھی اسکو پڑھے اور منظور بھی اسے پڑھ لے تو نظر بد لگنے سے محفوظ رہیں گے یا صرف ماشاء الله کہہ لیں تو بھی کافی ہے یا اور کوئی دعائیہ اور برکت والا کلمہ کہہ دیا جائے خواہ اپنی ہی مادری زبان میں کیوں نہ ہو تو بھی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں گے۔ اسی طرح کوئی چیز لیتے، پہنتے یا تیار کرتے وقت بھی اس کلمے کا اہتمام رہے تو بھی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں گے۔

۱۹۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي أَخْذِ الْأَجْرِ عَلَى التَّعْوِيْذِ

تعویز پر اجرت لینے کے جواز کے بیان میں

۲۷۶۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ إِيَاسٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي سَرِيَّةٍ، فَنَزَلْنَا بِقَوْمٍ، فَسَأَلْنَاهُمُ الْقِرَى، فَلَمْ يَقْرُونَا، فَلُدِغَ سَيِّدُهُمْ فَأَتَوْنَا فَقَالُوا: هَلْ فِيكُمْ مَنْ يَرْقِي مِنَ الْعَقْرَبِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ أَنَا، وَلَكِنْ لَا أَرْقِيهِ حَتَّى تُعْطُونَا غَنَماً، قَالُوا: فَإِنَّا نُعْطِيكُمْ ثَلَاثِينَ شَاةً فَقَبِلْنَا، فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ الْحَمْدَ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَبَرَأَ وَقَبَضْنَا الْغَنَمَ. قَالَ: فَعَرَضَ فِي أَنْفُسِنَا مِنْهَا شَيْءٌ، فَقُلْنَا لَا تَعْجَلُوا حَتَّى تَأْتُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَيْهِ ذَكَرْتُ لَهُ الَّذِي صَنَعْتُ، قَالَ: وَمَا عَلِمْتَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟ اقْبِضُوا الْغَنَمَ وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وأبو نضرةَ اسمُهُ الْمُنْذِرُ بْنُ مَالِكِ بْنِ قُطَعَةَ. ورَخَّصَ الشَّافِعِيُّ لِلْمُعَلِّمِ أَنْ يَأْخُذَ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ أَجْراً، وَيَرَى لَهُ أَنْ يَشْتَرِطَ عَلَى ذَلِكَ، وَاحْتَجَّ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَجَعْفَرِ بْنِ إِيَاسٍ هو جعفر بن أبي وحشية وهو أبو بشرٍ. وَرَوَى شُعْبَةُ وَأَبُو عَوَانَةَ وَهِشَامٌ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ أَبِي بِشْرٍ هذا الحديث عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

"سیدنا ابو سعید سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا تو ہم ایک قوم کے پاس ٹھہرے اور ان سے ضیافت طلب کی لیکن انہوں نے ہماری میزبانی کرنے سے انکار کر دیا، پھر ان کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا، وہ لوگ ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا تم میں سے کوئی بچھو کے ڈسے ہوئے پر دم کرتا ہے، میں نے کہا ہاں لیکن میں اس صورت میں دم کروں گا کہ تم ہمیں بکریاں دو، انہوں نے کہا ہم تمہیں تیس بکریاں دیں گے، ہم نے قبول کر لیا اور پھر میں نے سات مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو وہ ٹھیک ہو گیا اور ہم نے بکریاں لے لیں، پھر ہمارے دل میں خیال آیا تو ہم نے کہا جلدی نہ کرو، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیں، جب ہم آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو میں نے پورا قصہ سنایا، فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ سے دم کیا جاتا ہے؟ بکریاں رکھ لو اور میرا حصہ بھی دو"

یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابونضرہ کا نام منذر بن مالک بن قطعہ ہے، امام شافعیؒ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے قرآن کی تعلیم دینے پر اجرت لینے کو جائز قرار دیتے ہیں، ان کی رائے ہے اسے مقرر کرنا بھی جائز ہے، شعبہ ابوعوانہ

اور کئی راوی یہ حدیث ابومتوکل سے اور وہ ابوسعید سے نقل کرتے ہیں.

۲۷۷۔حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي عَبْدُالصَّمَدِ بنُ عَبْدِالْوَارِثِ، أَخبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْمُتَوَكِّلِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ نَاساً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مَرُّوا بِحَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ فَلَمْ يَقْرُوهُمْ وَلَمْ يُضَيِّفُوهُمْ، فَاشْتَكَى سَيِّدُهُمْ فَأَتَوْنَا فَقَالُوا: هَلْ عِنْدَكُمْ دَوَاءٌ؟ قُلْنَا: نَعَمْ وَلَكِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُونَا وَلَمْ تُضَيِّفُونَا فَلَا نَفْعَلُ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلاً، فَجَعَلُوا عَلَى ذَلِكَ قَطِيعاً مِنْ غَنَمٍ، فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنَّا يَقْرَأُ عَلَيْهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَبَرَأَ، فَلَمَّا أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ ذَكَرْنَا ذَلِكَ لَهُ، قَالَ: وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟ وَلَمْ يَذْكُرْ نَهْياً مِنْهُ، وَقَالَ: كُلُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ صحيحٌ. وهذا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ عَنْ جَعْفَرِ بنِ إِيَاسٍ. وَهَكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ جَعْفَرِ بنِ أَبِي وَحْشِيَّةَ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. وَجَعْفَرُ بنُ إِيَاسٍ هُوَ جَعْفَرُ بنُ أَبِي وَحْشِيَّةَ.

''سیدنا ابوسعیدؓ فرماتے ہیں صحابہؓ کی جماعت کا ایک بستی سے گزر ہوا، بستی والوں نے ان کی میزبانی نہیں کی، پھر ان کا سردار بیمار ہوگیا تو وہ لوگ ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تمہارے پاس اس کا علاج ہے، ہم نے کہا ہاں، لیکن تم لوگوں نے ہماری مہمانی وضیافت نہیں کی اس لیے ہم اس وقت تک علاج نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے لیے کوئی اجرت مقرر نہ کرو، پس انہوں نے اس پر بکریوں کا ایک ریوڑ اجرت مقرر کی، پھر ہم میں سے ایک شخص نے اس پر سورہ فاتحہ پڑھی اور وہ ٹھیک ہوگیا، پھر جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کے سامنے یہ قصہ بیان کیا، آپؐ نے پوچھا! تمہیں کیسے علم ہوا کہ یہ دم جھاڑ ہے؟ راوی کہتے ہیں رسول اللہ نے بکریاں لینے سے منع نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کھاؤ اور میرا بھی حصہ مقرر کرو''

یہ حدیث صحیح ہے اور اعمش کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے، کئی راوی اسے ابوبشر جعفر بن ابووحشیہ سے وہ ابومتوکل سے وہ ابوسعید سے نقل کرتے ہیں، جعفر بن ایاس سے جعفر بن ابی وحشیہ مراد ہیں.

تشریح: اس میں شرعی اور اسلامی طریقے کی جھاڑ پھونک اور اس پر اجرت کے جواز کا ثبوتو ذکر ہے۔

بعثنا رسول الله ﷺ في سريّة: . اس سریہ میں تیس صحابہ کرامؓ تھے ابوسعیدؓ کے علاوہ دیگر حضرات کے نام نہیں مل سکے بعض روایات میں ہے: انه بعث سريّة عليهم ابو سعيد لكن لم اقف على تعيينها . (بذل وعون) ابوسعیدؓ ہی انکے امیر تھے لیکن سریہ اور قبیلہ کی تعیین نہیں ہوسکی۔ قلت نعم: یہ قائل ابوسعید خدریؓ ہی ہیں۔ حتىٰ تعطونا غنما او تجعلوا لنا جعلا بضم الجيم. جُعل اس مال کو کہتے ہیں جو کسی کام کے عوض میں دیا جائے۔ اجرت، حق الخدمۃ. میں یوں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: وما يدريك انها رقية فقال يارسول الله القي في رَوعي. یعنی تجھے کیسے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ دم کیلئے مفید ہے تو کہا کہ: اے اللہ کے رسول میرے قلب میں یہ بات ڈال دی گئی۔ واضربوا لي معكم بسهم. میرا حصہ بھی دو۔ یہ ان حضرات کی تطییب خاطر اور تسلی کیلئے فرمایا اور یہ سب تقسیم دم کرنے والے کی رضا سے ہوئی ورنہ ملکیت صرف اسی ایک کی تھی کیونکہ اسی کے عمل کا نتیجہ تھا۔

تعویذات پر اجرت؟: اس سے تعویذ صحیح پر اجرت کی صحت وحلت کا ثبوت ہے۔ اور دم کرنے والے کا مطالبہ بھی موجود ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اجرت لینا درست ہے۔

استاذی حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ دم کرنے والے کی نیت وطبیعت میں لالچ وطلب نہ ہو از خود خوش دلی سے دینے والے سے لے سکتے ہیں۔

تعلیم پر اجرت؟: قرآن کریم وحدیث اور دینی تعلیم پر وظیفہ اور حق الخدمت لینے کے متعلق آئمہ ثلاثہ کا مؤقف حلت کا ہے کما ذکر الترمذی قول الشافعی، جبکہ امام ابوحنیفہؒ نے حرمت کا فتوی دیا ہے، لیکن متاخرین احناف نے "الضرورات تبیح المحظورات" کے قاعدہ کے تحت جواز کا فتوی ضرورت کی وجہ سے دیا ہے۔ اب جمہور اہل علم کا تعامل صحت وحلت اور جواز پر ہے، لیکن تعلیم وتعلم کو صرف دنیا بٹورنے اور کمانے کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ اخلاص سے کام کریں اور صرف ضرورت پوری کرنے کیلئے اجرت ووظیفہ کا حصول واستعمال جائز ہے۔ ائمہ ثلاثہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

قال الشافعی : لا بأس ان یرقی بکتاب الله وبما یعرف من ذکر الله . (عون) امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کتاب اللہ اور ذکر اللہ سے دم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت رائپوریؒ کا قول: راقم نے اپنے محسن حضرت مولانا محمد یحیی مدنی دامت برکاتھم ومتعنا الله بطول حیاته بالعافیة والصحة سے سنا کہ "ایک مرتبہ حضرت رائے پوریؒ کی مجلس میں ایک آدمی آیا جو جھاڑ پھونک کو بزعم خود غلط اور ناجائز سمجھتا تھا اور اس نے (اعتراض کرتے ہوئے) یہ کہا کہ یہ کیا شو تھو کرتے ہیں؟ حضرتؒ نے فرمایا یہ گدھا ہماری مجلس میں کیسے آگیا، اسے کون لایا؟ بس یہ سننا تھا کہ وہ بگڑ کر کہنے لگے کہ آپ عالم دین ہیں بزرگ ہیں، اتنے بڑے ہو کر ایک انسان اور مسلمان کو گدھا کہہ دیا تہذیب کے خلاف وشریعت کے خلاف ہے اور بہت تپا...... پھر حضرتؒ نے فرمایا اگر "گدھا" ایسا لفظ ہے جس نے تجھ میں آگ لگادی تو کیا کلام اللہ اور کلام الرسول میں کوئی تاثیر نہیں"۔ اللہ حضرتؒ کی قبر کو باغ جنت بنائے کہ کیسے سہل ومختصر جملہ میں مسئلہ سمجھادیا۔ تو یہ شو تھو صرف گھڑی ہوئی بدعت وغلط نہیں بلکہ حدیث باب اور دیگر احادیث کثیرہ اسکی اصل اور دلیل ہیں۔ ہاں اسمیں حد سے تجاوز نہ ہو جیسا کہ پہلے بھی تنبیہ کی گئی ہے۔

زہریلی چیزوں سے بچنے کی دعاء: رات کو عموماً تاریکی میں ایسا اتفاق ہوجاتا ہے کہ سانپ، بچھو وغیرہ تاریکی میں ڈس لیتے ہیں تو ان چیزوں سے حفاظت کیلئے یہ دعاء بتائی گئی ہے: اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ .

"جملہ مخلوقات کے شر سے میں اللہ تعالی کے کامل کلمات سے پناہ مانگتا ہوں"

اسی طرح سفر میں یا کہیں اُتریں، سامان رکھیں یا جوتا رکھیں تو یہ دعاء پڑھیں یقیناً حفاظت ہوگی۔ لم یضرک ان شاء الله . یہ انشاء اللہ تبریک کیلئے ہے تعلیق کے لئے نہیں۔ سیدنا جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بچھو کا ڈسا ہوا آدمی ہمارے ساتھیوں میں سے آیا، فقال رجل یا رسول الله : ارقی له؟ قال : من استطاع منکم ان ینفع اخاه

فليفعل . (عون) تو ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول کیا میں اسے دم کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو اپنے بھائی کو جتنا فائدہ پہنچانے کی طاقت رکھتا ہے وہ کرلے یعنی دم کرلو۔

٢٠ ـ بَابُ مَاجَاءَ فِي الرُّقَى وَالْأَدْوِيَةِ

جھاڑ پھونک اور ادویات کے بیان میں

٢٧٨ ـ حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي خِزَامَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ رُقًى نَسْتَرْقِيهَا وَدَوَاءً نَتَدَاوَى بِهِ وَتُقَاةً نَتَّقِيهَا، هَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ شَيْئًا؟ قَالَ: هِيَ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابنِ أَبِي خِزَامَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النبيِّ ﷺ نَحْوَهُ وَهَذَا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.. وقد رُوِيَ عَنِ ابنِ عُيَيْنَةَ كِلَا الرِّوَايَتَيْنِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ أَبِي خِزَامَةَ عَنْ أَبِيهِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابنِ أَبِي خِزَامَةَ عَنْ أَبِيهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ أَبِي خِزَامَةَ وقد روى غَيْرُ ابنِ عيينة هذا الحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي خِزَامَةَ عَنْ أَبِيهِ وَهَذَا أَصَحُّ، وَلَا نَعْرِفُ لِأَبِي خِزَامَةَ عَنْ أَبِيهِ غَيْرَ هذا الْحَدِيثِ .

''سیدنا ابوخزامہ ؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم جھاڑ پھونک کریں یا دوا کریں اور پرہیز بھی کریں تو کیا یہ تقدیر الٰہی کو بدل سکتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ خود اللہ کی تقدیر میں شامل ہیں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے.

سعید بن عبدالرحمٰن اسے سفیان وہ زہری وہ ابن خزامہ وہ اپنے والد اور وہ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں، ابن عیینہ سے یہ دونوں احادیث منقول ہیں، بعض نے بواسطہ ابوخزامہ ان کے والد سے اور بعض نے بواسطہ ابن ابی خزامہ، ابو خزامہ ان کے والد سے اور بعض نے بواسطہ ابن ابی خزامہ، ابوخزامہ سے روایت کی، یہ صحیح ہے، ہم ابوخزامہ سے اس کے علاوہ کوئی حدیث نہیں جانتے.(بواب سابقہ ۱-۲-۱۷، میں پرہیز، علاج اور جھاڑ پھونک کی تفصیل گذر چکی ہے)

٢١ ـ بَابُ مَاجَاءَ فِي الْكَمْأَةِ والعَجْوَةِ

کھمبی اور عجوہ کے بیان میں

٢٧٩ ـ حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ [أحمد بن عَبْدِاللّٰه الهمداني وهو] ابن أَبِي السَّفَرِ ومحمودُ بنُ غَيْلَانَ قَالَا: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بنُ عَامِرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: العَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَفِيهَا شِفَاءٌ مِنَ السَّمِّ. والكَمْأَةُ مِنَ المَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وفي البابِ عَنْ سَعِيدِ بنِ زَيْدٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَجَابِرٍ. وهذا حَدِيثٌ حسنٌ غريبٌ، وهو مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بنِ عَمْرٍو، وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سَعِيدِ بنِ عَامِرٍ عَنْ مُحَمَّد بن عمرٍو.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عجوہ جنت کے میووں میں سے ہے اس میں زہر سے شفا ہے، اور کھمبی من کی ایک قسم ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفا ہے''
اس باب میں حضرت سعید بن زید، ابو سعید اور جابر سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے، ہم اسے محمد بن عمرو کی روایت سے صرف سعید بن عامر کی حدیث سے پہچانتے ہیں.

۲۸۰۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ، عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِالْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا سعید بن زید سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کھمبی من سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفاء ہے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے.

۲۸۱۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ نَاساً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالُوا: الْكَمْأَةُ جُدَرِيُّ الأَرْضِ، فَقَالَ رسول الله ﷺ: الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ، وَالْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهِيَ شِفَاءٌ مِنَ السُّمِّ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ.

''سیدنا ابو ہریرہ فرماتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کہ کھمبی زمین کی چیچک ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کھمبی من سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفاء ہے، عجوہ کھجور جنت کے پھلوں میں سے ہے، اور اس میں زہر سے شفا ہے''
یہ حدیث حسن ہے.

۲۸۲۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: حُدِّثْتُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: أَخَذْتُ ثَلَاثَةَ أَكْمُؤٍ أَوْ خَمْساً أَوْ سَبْعاً فَعَصَرْتُهُنَّ فَجَعَلْتُ مَاءَهُنَّ فِي قَارُورَةٍ فَكَحَلْتُ بِهِ جَارِيَةً لِي فَبَرَأَتْ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے تین یا پانچ یا سات کھمبیاں لیں انہیں نچوڑا اور ان کا پانی ایک شیشی میں ڈال لیا، پھر اسے ایک لڑکی کی آنکھوں میں ڈالا تو وہ صحیح ہوگئی''

۲۸۳۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: حُدِّثْتُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ: الشُّونِيزُ دَوَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ. قَالَ قَتَادَةُ: يَأْخُذُ كُلَّ يَوْمٍ إِحْدَى وَعِشْرِينَ حَبَّةً فَيَجْعَلُهُنَّ فِي خِرْقَةٍ فَيَنْقَعُهُ فَيَسْتَعِطُ بِهِ كُلَّ يَوْمٍ فِي مَنْخِرِهِ الْأَيْمَنِ قَطْرَتَيْنِ وَالْأَيْسَرِ قَطْرَةً، وَالثَّانِي فِي الْأَيْسَرِ قَطْرَتَيْنِ وَفِي الْأَيْمَنِ قَطْرَةً، وَالثَّالِثُ فِي الْأَيْمَنِ قَطْرَتَيْنِ وَفِي الْأَيْسَرِ قَطْرَةً.

''سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کلونجی، موت کے علاوہ ہر بیماری کی دوا ہے، حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ وہ ہر روز اکیس دانے لے کر ایک کپڑے میں رکھتے اور اسے پانی میں تر کر لیتے، پھر ناک کے دائیں نتھنے میں دو قطرے، بائیں میں

ایک قطرہ، دوسرے دن دائیں نتھنے میں ایک قطرہ، بائیں میں دو، تیسرے دن دائیں نتھنے میں دو قطرے اور بائیں نتھنے میں ایک قطرہ ڈالتے"

تشریح: کھمبی یہ صحرائی علاقے میں ریت کے تیلوں پر بارش کے بعد نمودار ہوتی ہے، سفید چھتری نما ہوتی ہے، بھون کر سالن بنایا جائے تو انڈے کے قریب ذائقہ ہوتا ہے، اس میں شفاء ہے۔ "عجوۃ" مدینہ منورہ کی کھجور میں خاص قسم ہے جس میں برکت وشفا دونوں ہیں، اس کے درخت کو "لینۃ" کہتے ہیں، ارشاد ہے: ما قطعتم من لينة او تركتموها (حشر ٥) اس کا نہار منہ استعمال زیادہ مفید ہوتا ہے۔

۲۲۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي أَجْرِ الكَاهِنِ

کاہن کی اجرت کے بیان میں

۲۸٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے کتے کی قیمت، زانیہ کی خرچی اور کاہن کے نذرانے سے منع فرمایا" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: عن ثمن الكلب: یہ نجس العین ہے اس لئے اس کی قیمت نجاست کی قیمت ہوئی جو حرام ہے، ہاں اگر سدھایا ہوا شکاری کتا ہو تو اس کی قیمت درست ہوگی کہ یہ تربیت کی قیمت ہے۔ مهر البغي: زانیہ کی خرچی اس عمل بد پر بدکردار کو ملنے والی رقم کی حرمت بالکل واضح ہے، دیگر ناجائز کاموں کی آمدن کا بھی یہی حکم ہے مثلاً: داڑھی مونڈنا، دم مسفوح بیچنا وغیرہ۔

الْكَهَانَة یہ کاھن کی جمع ہے "الكاهن الذي يتعاطى الخبر عن الكائنات في مستقبل الزمان ويدعى معرفة الاسرار". کاہن وہ ہے جو دنیا کی مستقبل کی خبریں دیتا ہو اور پوشیدہ رازوں کی پہچان کا دعوی کرتا ہو پھر ان کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ فمنهم من كان يزعم انّ له تبعا من الجنّ يلقى اليه الاخبار . ان کی ایک قسم وہ ہے جسکا دعوی یہ ہے کہ جنات میرے تابع ہیں اور وہ مجھے خبریں پہنچاتے ہیں۔

۲۔ ومنهم من كان يزعم انه يعرف الامور بمقدمات اسباب .... (عون) دوسری قسم کا گمان یہ ہے کہ وہ چیزوں کے حالات وواقعات میں جستجو اور غور کر کے معلومات پاتے ہیں۔ پھر الٹی سیدھی لوگوں کو لگاتے ہیں ان کو عرّاف، نجومی، کاہن کہا جاتا ہے۔ عراف اس کیلئے استعمال ہوتا ہے جو مسروقہ اور گمشدہ مال کی اطلاع دے۔ (جسے اپنا پتہ نہیں کہ پل میں کیا ہو یا کل کیا ہوگا وہ یہ دعوے کرتا ہے؟)

کہانت کی تاریخ وانتہا: ازہریؒ نے کہا کہ کہانت عرب میں آپ ﷺ کی ولادت وبعثت سے قبل عام تھی اور اسکا چرچا تھا آپ ﷺ کی بعثت کے ساتھ یہ سلسلہ اسوقت مسدود ہوا جب اللہ تعالی نے شہاب ثاقب کے ذریعے جن وشیاطین کا آسمان کے قریب جانا اور فرشتوں سے باتیں چرانا بند کر دیا۔ اس سے ان کی دوکانداری ختم ہوگئی اور یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ آپ ﷺ نے وحی سے معلوم شدہ وہ

واقعات وحالات بتلائے جن سے کاہن عاجز تھے۔ پھر بعد میں یہ سلسلہ ستاروں اور دیگر متعدد مزعومات کی بناء پر چھڑ (جاری ہو) گیا جواب تک مختلف شکلوں میں چلتا آرہا ہے اور کبھی ستاروں کے ذریعے، کبھی من گھڑت خطوط اور طوطوں کے ذریعے، کبھی منتر و مصنوعی مراقبوں کے ذریعے قوم کو بہکایا اور لوٹا جارہا ہے۔ اور شنید ہے کہ اب اسکے پیشہ ور اپنے آپ کو پروفیسر کے الفاظ سے موسوم کرتے ہیں اور سادہ لوح حضرات ومستورات کو لوٹتے اور نوچتے ہیں۔ اللهم سلمنا و احفظنا من صنيعهم الباطلة

الكاهن . یہ نجومی، عراف، اور اسکی جملہ اقسام کو شامل ہے۔

مسئلہ: مسلم محتسب اور انتظامیہ کا فریضہ ہے کہ ایسے ٹھگوں اور لٹیروں کی تادیب کرے اور انکو روکے۔ (بذل)

اس حدیث میں تینوں کا گناہ کبیرہ ہونا اور ان سے بچنے کا ذکر ہے۔ ان گناہوں سے بچیں یا پھر اسلام وایمان سے ہاتھ دھوئیں۔ گناہ کبیرہ بھی تب ہیں جب ناجائز اور غلط سمجھتے ہوئے لاپرواہی سے کیا اگر اس حرکت کو درست اور حلال سمجھتا ہے تو پھر یہ کفر ہے اور یہی صورت بیان کی گئی ہے جس میں وعید شدید اور سخت تہدید ہے تاکہ اس سے بچیں۔

مسند احمد میں ہے: من اتى عرّافا أو كاهنا فصدّقه مما يقول فقد كفر بماانزل على محمد. (عون) جو کاہن یا عراف ونجومی کے پاس آیا پھر اس کی بات کو سچا جانا یقیناً اس نے آپ ﷺ پر اترے ہوئے دین کا انکار کر دیا۔

۲۳۔بَابُ مَاجَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ التَّعْلِيقِ

گلے میں تعویز لٹکانے کی کراہت کے بیان میں

۲۸۵۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَدُّوِيه، حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ [بن موسى] عَنْ مُحَمَّد بن عبدالرحمن] بنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عِيسَى وَهُوَ ابنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَبْدِاللّٰهِ بنِ عُكَيْمٍ أَبِي مَعْبَدِ الْجُهَنِيِّ أَعُودُهُ وَبِهِ حُمْرَةٌ فَقُلْتُ: أَلَا تُعَلِّقُ شَيْئاً؟ قَالَ: الْمَوْتُ أَقْرَبُ مِنْ ذَلِكَ قَالَ النبيُّ ﷺ: مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئاً وُكِلَ إِلَيْهِ.

قَالَ أَبوعِيسَى: وحديثُ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عُكَيْمٍ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ [مُحَمَّد بن عبدالرحمن] بن أَبِي لَيْلَى [وعبدالله بن عكيم لم يسمع من النبيِّ ﷺ وَكَانَ في زمن النبيِّ ﷺ يَقُولُ كتب الينا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بنُ سَعِيدٍ، عَن ابنِ أَبِي لَيْلَى نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ. وفي البابِ عَنْ عُقْبَةَ بنِ عَامِرٍ.

"عیسیٰ بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں میں عبداللہ بن عکیم ابو معبد جہنی کے پاس ان کی عیادت کیلئے گیا تو ان کے جسم پر بیماری کی سرخی تھی، میں نے عرض کیا آپ کوئی چیز کیوں نہیں گلے میں ڈال لیتے، فرمایا موت اس سے زیادہ قریب ہے اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے کوئی چیز لٹکائی وہ اس کے سپرد کر دیا جائیگا"

عبداللہ بن عکیم کی روایت کو ہم ابن ابی لیلیٰ کی روایت سے جانتے ہیں.

محمد بن بشار بھی یحییٰ بن سعید سے اور وہ ابن ابی لیلیٰ سے اس کے ہم معنیٰ حدیث بیان کرتے ہیں، اس باب میں عقبہ بن عامرؓ سے بھی حدیث منقول ہے. (کمامر فی باب ۱۷)

۲۴۔بابُ مَاجَاءَ فِی تَبْرِیْدِ الْحُمّٰی بِالْمَاءِ

بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرنے کے بیان میں

۲۸۶۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،أَخْبَرَنَا أَبُوالْأَحْوَصِ عَنْ سَعِیدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبَایَةَ بْنِ رِفَاعَةَ،عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِیجٍ،عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: الْحُمّٰی فَوْرٌ مِنَ النَّارِ فَابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ.

قَالَ أَبُوعِیسَی: وفی البابِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِی بَکْرٍ،وَابْنِ عُمَرَ،وَابْنِ عَبَّاسٍ،وَامْرَأَةِ الزُّبَیْرِ وَعَائِشَةَ.

''سیدنا رافع بن خدیج کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بخار، آگ کا جوش ہے، اسے پانی سے ٹھنڈا کرو''

اس باب میں حضرت اسماء بنت ابوبکر، ابن عمر، ابن عباس، عائشہ اور حضرت زبیر کی بیوی سے بھی احادیث ہیں۔

۲۸۷۔حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِیُّ،أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِیهِ عَنْ عَائِشَةَ:أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ الْحُمّٰی مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ فَابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ.

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ،حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ،عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِی بَکْرٍ،عَنِ النَّبِیِّ ﷺ نَحْوَهُ.قَالَ أَبُوعِیسَی: وفی حَدِیثِ أَسْمَاءَ کَلَامٌ أَکْثَرُ مِنْ هٰذَا،وَکِلَا الْحَدِیثَیْنِ صَحِیحٌ.

''سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بخار جہنم کے جوش سے ہے، اسے پانی سے ٹھنڈا کرو''

ہارون بن اسحٰق، عبدۃ سے وہ ہشام بن عروہ سے وہ فاطمہ بنت منذر سے وہ اسماء بنت ابوبکر سے اور وہ نبی ﷺ سے اسی طرح نقل کرتے ہیں، اسماءؓ کی حدیث اس سے طویل ہے اور دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔

۲۸۸۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا أَبُوعَامِرٍ الْعَقَدِیُّ،حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیمُ بْنُ إِسْمَاعِیلَ بْنِ أَبِی حَبِیبَةَ،عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَیْنٍ، عَنْ عِکْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْحُمّٰی وَمِنَ الْأَوْجَاعِ کُلِّهَا أَنْ یَقُولَ:بِسْمِ اللّٰهِ الْکَبِیرِ، أَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیمِ مِنْ شَرِّ کُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ،وَمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ.

قَالَ أَبُوعِیسَی:هٰذَا حَدِیثٌ غَرِیبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِیثِ إِبْرَاهِیمَ بْنِ إِسْمَاعِیلَ بْنِ أَبِی حَبِیبَةَ.وَإِبْرَاهِیمُ یُضَعَّفُ فِی الْحَدِیثِ ،وَیُرْوَی :عِرْقٍ یَعَّارٍ.

''سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کو بخار اور تمام دردوں پر یہ دعا بتایا کرتے تھے'' بسم اللہ.. اللہ کبیر کے نام سے ہر پھڑ کنے والی رگ اور دوزخ کی گرمی سے اللہ تعالیٰ عظمت والے کی پناہ چاہتا ہوں''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے صرف ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابی حبیبہ کی روایت سے جانتے ہیں، ابراہیم کو حدیث میں ضعیف کہا گیا ہے، اس حدیث میں ''عرق یعار'' کے الفاظ ہیں آواز کرنے والی رگ۔

تشریح: الحمیٰ فورمن النار فابردوھا بالماء ۔ بخار دوزخ کی تپش سے ہے سو اسے پانی سے ٹھنڈا کیا کرو۔ دوسری روایات میں فیح ''جھنم ،فوح جھنم'' واقع ہیں، صاحب فتح الباری نے کہا فور، فیح، فوح تینوں کا معنیٰ ایک ہے۔ شراح نے اس کی مراد میں دو قول نقل کئے ہیں۔ ا۔ جہنم کی طرف نسبت حقیقی ہے، یعنی واقعی بخار والے کے جسم میں گرمی و حرارت دوزخ کی تپش

سے ہے، اسکی مثال ایسی ہے جیسے فرحت ومسرت اور راحت ولذت جنت کے اثرات میں سے ہیں۔ اسی طرح شدت وحرارت اور گرمی بھی جہنم کی گرمی کے اثر سے ہے، چنانچہ روایت میں وارد ہے "الحمی حظّ للمؤمن من النار" بخار مؤمن کیلئے عبرۃ وکفارۃ جہنم کی آگ کا حصہ ہے۔ تصریح کے ساتھ تلمیح بھی ملاحظہ فرمائیں دوسری بات دوران تحریر قلب میں یہ وارد ہوئی کہ ایک حدیث پاک میں وارد ہے بیاری کفارہ سیئات اور رفع درجات کا سبب ہے دوسری حدیث پاک میں ہے گناہ گار تطہیر کیلئے دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ دونوں احادیث سے ثابت ہوا بیاری گناہوں کو مٹانے والی ہے اور دوزخ بھی صفائی کرنے والی ہے نتیجہ یہ ہوا کہ بخار جھنم کے اثر سے ہے مزید یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ بخار مشک کے پانی سے ٹھنڈا ہوتا ہے، اور دوزخ کی آگ اشک ندامت سے بجھتی ہے۔ اس لئے اسے حقیقت پر محمول کر سکتے ہیں ۔۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جھنم کی طرف نسبت مجازی ہے، پھر تقریر یہ ہوگی کہ بخار کی گرمی دوزح کی گرمی کے مشابہ ہے، جو پورے جسم وبدن کو متاثر کرتی ہے اسی طرح جھنم کی آگ کی شدت بھی پورے جسم کو جھلسائے گی، اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح بخار کا علاج وتدارک کرتے ہو اسی طرح دوزخ کی آگ سے بچاؤ کا بھی علاج توبہ واستغفار سے کرو۔

فابر دواھا بالماء :ا۔ باب ضرب یا نصر سے امر حاضر کا صیغہ ہے بایں وضع ھمزۃ وصلی ھو گا فکذا صرّح ابن حجرؒ (۲) باب افعال سے امر کا صیغہ ہے، پھر ہمزہ قطعی ہوگا کما قال القاضي عیاضؒ جیسے کتاب الصلوۃ میں ہے "ابردوا بالظھر فان شدۃ الحرّ من فیح جھنم" دوسری بات کی تائید "ابن عمرؓ" کی روایت میں واقع لفظ "فاطفئوھا" سے ہوتی ہے یہ اطفاء سے مشتق ہے۔

بالماء سے مراد؟ ماء سے مراد مطلقا عام پانی ہے یا خاص آب زمزم؟ ابن القیمؒ نے اختلاف ذکر کر کے پہلے قول کو ترجیح دی ہے کہ مطلق پانی مراد ہے والصحیح ھو الاوّل ۔جن حضرات نے آب "زمزم" کا قول اختیار کیا ہے استدلال کیلئے انہوں نے سنن کبری للنسائی کتاب الطب میں وارد اس روایت کو پیش کیا ہے، "عن ابن عمران الضبعی ،قال : کنت اجالس ابن عباس بمکۃ،فأخذتنی الحمیٰ،فقال: ابردھا عنک بماء زمزم،فان رسول اللّٰہ قال: انّ الحمی من فیح جھنم فابردواھا بالماء ،اوقال : بماء زمزم" نضر بن عمران ضبعی سے منقول ہے کہتے ہیں مکہ میں میں ابن عباسؓ کی مجلس میں بیٹھتا تھا ،سو مجھے بخار نے آلیا، تو فرمایا اسے آب زمزم سے ٹھنڈا کرلے، کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا بخار کی حرارت دوزخ کی تپش سے ہے اسے پانی یا فرمایا آب زمزم سے ٹھنڈا کرو۔ اس میں ابن عباسؓ نے آب زمزم سے تبرید کا حکم دیا پھر مرفوع جملہ نقل کیا جس میں ایک روایت مطلق پانی کی اور دوسرے لفظ بماء زمزم کے ہیں۔ لیکن یہ استدلال غیر تام اور حجت نا تمام ہے، اس لئے کہ مکہ میں قیام اور آب زمزم موجود ومیسر ہونے کی وجہ سے آب زمزم کا حکم دیا، اور جو مکہ میں مقیم وحاضر یا آب زمزم بسہولت میسر ہو اس کیلئے یہی بہتر ہے کہ آب زمزم سے تبرید وتبریک حاصل کرے، لیکن اس سے مطلق حکم مقید نہ ہوگا کیونکہ یہ خاص حکم خاص حالت کی وجہ سے ہے، روایت میں تخصیص کی وجہ سے نہیں چنانچہ بخاری شریف میں تین روایات میں "بالماء" مطلقا وارد ہے وھکذا فی اکثر کتب الحدیث اس تخصیص وتقیید سے جس کی الفاظ میں گنجائش وتصریح نہیں ضیق اور تنگی بھی ہوگی کہ ہر بخار والے کو آب زمزم بوقت بخار میسر ہونا سہل نہیں۔ اس لئے پہلا قول صحیح اور راجح ہے۔

پانی سے ٹھنڈا کرنے کا مطلب: ابن القیمؒ نے مزید اس پر بھی بحث کی ہے کہ پانی سے ٹھنڈا کرنے کا مطلب پانی ڈالنا، نہانا، گیلی

پٹی سراور پاؤں وغیرہ پر رکھنا، چھاتی پر پانی ڈالنا ہے اسکی تصریح حدیث "اسماء بنت ابی بکرؓ" کی روایت میں ہے جو بخاری میں ہے اور امام ترمذی نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے، اسی طرح نہر جاری میں کھڑے ہونے کا ذکر بھی اسی کتاب الطب میں ہے۔ یہی مختار ومعمول بھا قول ہے۔ دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد ٹھنڈا پانی صدقہ کرنے اور دوسروں کو پلانا ہے۔ جس طرح پانی پینے سے پیاس کی شدت تھم جاتی ہے اسی طرح پانی صدقہ کرنے سے بخار کی شدت کم اور ختم ہو جاتی ہے۔ اس قول پر عمل کرنے کیلئے برف ڈپو اور فریج کا انتظام پہلے کرنا ہوگا تا کہ ٹھنڈا پانی خصوصاً فریج کا صدقہ کرسکیں بلکہ بے آس پیاسوں کی جستجو بھی ضروری ہوگی۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ صدقہ کیلئے ٹھنڈا پانی کی تخصیص چہ معنی دارد؟ صدقہ تو مطلقاً مصائب وآلام کو دفع کرنے والا ہے۔ اس لئے صحیح یہ ہے کہ پانی کا استعمال مراد ہے۔ جس صورت سے مریض کو راحت وسہولت ہو۔

سوال: کسی کو یہاں اشکال ہوسکتا ہے کہ بخار کو پانی سے ٹھنڈا اور کم کرنا ہر مریض ہر موسم اور ہر بخار کیلئے نہیں۔ بسا اوقات بخار ہوتا ہی سردی کی وجہ سے ہے۔ جس میں پانی ڈالنا تو کجا چھونے سے بھی زیادتی مرض کا سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح سرد موسم میں ہونے والے بخار کیلئے بھی زیادہ پانی کے استعمال سے ڈاکٹر منع کرتے ہیں تو پھر بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرنے کا کیا مطلب؟

جواب: جواب سمجھنے کیلئے تمہید لیجئے۔ علامہ مازریؒ نے لکھا ہے تمام علوم میں علم طب سب سے زیادہ تفصیل طلب اور محتاج تجربہ ہے۔ کیونکہ ایک ہی چیز مریض کیلئے ایک وقت موسم میں شفایاب ومفید ہوتی ہے۔ پھر دوسرے وقت میں مضر ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک مرض کے دو بیماروں میں سے طبائع کے اختلاف کی وجہ ایک کیلئے صحت منداور دوسرے کیلئے نقصان دہ ہوتی ہے، حالانکہ دونوں کو مرض ایک ہے۔ مزید براں یہ کہ ماہر معالجین اور اطباء کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ ایک بیماری کا علاج عمر، زماں، مکاں، عادت، غذا، طبائع کے مختلف ہونے کی بنا پر مختلف ہوتا رہتا ہے۔ آمدیم بسوئے مطلب: حضور اکرم ﷺ کا فرمان برحق اور سچا ہے جس میں سرِ مو تردد کی گنجائش ہی نہیں، رہا سوال تو اس کا حل یہ ہے کہ بخار کیلئے پانی کا استعمال مفید ہے، چنانچہ بارہا ہم نے دیکھا کہ جس مریض کو بخار تیز ہو اور اتنا زیادہ ہو جائے کہ شدت حرارت کی وجہ سے نشتر بھی نہ لگ سکے تو اس کا بخار پانی کی پٹیوں سے کم کیا جاتا ہے پھر حرارت کے اعتدال پر آنے کے بعد دوائی دیجاتی ہے ورنہ شدید وحرارت کی صورت میں نشتر وغیرہ سے برعکس تکلیف کا اندیشہ ہوتا ہے۔ تو آج بھی تمام معالجین و ماہرین کا اتفاق ہے کہ شدید بخار کا علاج پانی کی پٹیاں ہی ہیں جسے سوا چودہ سو سال قبل آنحضرت ﷺ سے فرمادیا: **فابردوھابالماء۔**

بعض حالات واوقات میں مضر ہونا یا مفید نہ ہونا طبیعت، موسم وقت وکیفیت کی بنا پر ہوتا ہے جو اصول کے مسلم ہونے کے منافی نہیں۔ اس کا عملی قرینہ یہ ہے کہ عرب کا علاقہ گرم ہے عموماً انکی طبائع گرم ہوتی ہیں اس لئے حضورؐ نے یہ علاج فرمایا۔ چنانچہ فیلسوف طب حکیم جالینوس نے تصریح کی ہے کہ "کوئی جسم نوجوان ان گرمی کے وقت یا بخار کی شدت کی حالت میں بشرطیکہ اس کی انتڑیوں میں ورم نہ ہو، ٹھنڈے پانی سے نہائے یا اس میں غوطہ لگائے تو اس کیلئے مفید ہے، اسی کے قریب قریب امام العقلاء امام رازی نے بھی تصریح کی ہے (انتھاب) کتابوں میں مزید طویل ترکئی جوابات ملتے ہیں جو اقوال غیر مرضیۃ کا مصداق ہیں۔

عرق نعار: دم سے پھڑکنے والی رگ، تیزی سے حرکت کرنے والی شریان (الطیبی) اس روایت میں مذکور دعاء مریض تیماردار اور

عیادت کرنے والا جو بھی پڑھے مفید ہے۔عرق یعار بھی مروی ہے،اس کا معنیٰ ہے صوات تیز آواز والی۔

٢٥۔بَابُ مَاجَاءَ فِي الْغِيلَةِ

بچے کو دودھ پلانے کی مدت میں بیوی سے جماع کے بیان میں

٢٨٩۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ،أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ،أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ،عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ،عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ بِنْتِ وَهْبٍ وَهِيَ جُدَامَةُ،قَالَتْ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: أَرَدْتُ أَنْ أَنْهَى عَنِ الْغِيَالِ فَإِذَا فَارِسُ وَالرُّومُ يَفْعَلُونَ وَلَا يَقْتُلُونَ أَوْلَادَهُمْ.

وفي الباب عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ ،وهذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وقد رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ عَنِ النبيِّ ﷺ . قَالَ مَالِكٌ:وَالْغِيَالُ أَنْ يَطَأَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ تُرْضِعُ.

''سیدۃ جدامہ بنت وھب فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ تم لوگوں کو بچے کو دودھ پلانے والی بیوی سے صحبت کرنے سے منع کروں لیکن میں نے دیکھا کہ فارس اور روم والے ایسے کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا''

اس باب میں حضرت اسماء بنت یزید سے بھی حدیث ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے، مالک، سے اسود سے وہ عائشہؓ سے وہ جدامہ بنت وھب اور وہ نبی اکرم ﷺ روایت کیا، امام مالک کہتے ہیں کہ غیلہ کہتے ہیں کہ آدمی اپنی بیوی سے دودھ پلانے کے زمانے میں صحبت کرے۔

٢٩٠۔حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ أَحْمَدَ،حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ،حدثني مَالِكٌ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ،عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ الْأَسَدِيَّةِ:أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهَى عَنِ الْغِيلَةِ حَتَّى ذُكِّرْتُ أَنَّ فَارِسَ وَالرُّومَ يَصْنَعُونَ ذٰلِكَ وَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ .قَالَ مَالِكٌ:وَالْغِيلَةُ أَنْ يَمَسَّ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ تُرْضِعُ.قَالَ عِيسَى بنُ أَحْمَدَ،وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عِيسَى،حدثني مَالِكٌ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ نَحْوَهُ. هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ.

''سیدۃ جدامہ بنت وھب اسدیہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے میں نے ارادہ کیا کہ مدت رضاعت میں جماع سے منع کردوں، یہاں تک کہ مجھے معلوم ہوا کہ ایرانی اور رومی ایسا کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو نقصان نہیں پہنچاتے''

مالک فرماتے ہیں کہ غیلہ سے مراد عورت سے مدت رضاعت میں صحبت کرنا ہے، عیسیٰ بن احمد کہتے ہیں ہم سے اسحٰق بن عیسیٰ نے بواسطہ مالک ابوالاسود سے اس کے مثل حدیث روایت کی، یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: حدیث اول:لا تقتلوا اولاد کم سرًا . غیل کہتے ہیں دودھ پلانے والی یا حاملہ بیوی سے حالت رضاعت وحمل میں جماع کرنا۔آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمانے کے متعلق تردد فرمایا جیسے اگلی حدیث جدامۃ میں ہے کہ عرب کی عادات

واقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقصان دہ ہے زچہ و بچہ دونوں کیلئے اور رومیوں اور فارسیوں کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مضرت نہیں۔

حقیقت یہ کہ آنحضرت ﷺ کو اوّلاً تردد تھا پھر شرح صدر ہوا اور ابوداؤد میں ج و نہی مذکور ہے وہ نہی تنزیہی ہے کیونکہ یہ نقصان یقینی اور حتمی نہیں بلکہ طبائع اور صحت وقوت کے اعتبار سے کبھی ہو بھی سکتا ہے اور اکثر نہیں ہوتا۔ بذل میں ہے:" **ولكن ليس ضرره على الغالب بل هو قليل يؤثّر احيانًا في بعض الامزجة فنهي عنه تنزيها فعلى هذا يتّفق الحديثان ولا يبقى بينهما تعارض**" .

لیکن اس کا نقصان اکثر نہیں ہوتا بلکہ بہت کم بعض مزاجوں کے فرق کی وجہ سے اثر کرتا ہے تو آپ ﷺ نے تنزیہی طور پر منع فرمایا اس تقریر سے حدیث ابوداؤد اور حدیث باب دونوں حدیثوں میں اتفاق ہوا اور تعارض رفع ہوا۔ **وهذا الحديث (حديث جدامه) اصحّ من حديث اسماء بنت يزيد ...... فيكون النهي عنه اوّلاً ارشادا و كراهة لا تحريماً** . (حاشیہ عون)

فائدہ: حاملہ اور مرضعہ سے جماع شرعاً جائز ہے اور باب کی حدیثوں میں اسکی مضرت کا اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے دراصل اس میں انسانی فطرت وطبیعت اور خواہش وشہوت کا لحاظ کیا گیا ہے بالکل ممانعت نہیں فرمائی کہ شوہر بدکرداری میں مبتلا ہو یا دیگر راستہ تلاش کرے بلکہ عندالضرورہ اسے اجازت ہے۔ ہاں بلاضرورت شدیدہ احتیاط کرے تاکہ بچے کی ولادت یا پرورش اور رضاعت بآسانی مکمل ہو سکے، ایسا نہ ہو کہ ایک گود میں ایک پیٹ میں، ماں علالت کی لپیٹ میں، باپ ہسپتال کے گیٹ میں۔ **فتامل واصطبر**

حتّى ذكرت بصيغة المجهول . انّ الروم والفارس . سنن ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: **فاذا فارس والروم يغيلون فلا يقتلوا اولادهم** . رومی وفارسی ایسا کرتے ہیں سو اپنے بچوں کو نقصان نہیں دیتے۔

اہل فارس وروم کے ذکر کی وجہ: ۱- یہ تعداد میں کثیر تھے۔ ۲- انکی اولاد اکثر صحت مند و باسلامت ہوتی تھی۔ ۳- طب وحکمت میں ان کا شہرہ تھا۔ **قال مالك** .... یہ امام مدینہ صاحب موطا ہیں۔

حالت حیض میں جماع کا کفارہ: امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حیض کی حالت میں بیوی سے جماع کرنا قطعی حرام اور واجب الاجتناب ہے۔ اس پر کفارہ نہیں ہاں گناہ کی معافی اور وبال سے بچنے کیلئے صدقہ کرے پھر اگر حیض کے ابتدائی اوقات وایام میں یہ حرکت کی تو ایک دینار (۱۰۰ روپے) اور اگر آخری مثلاً چھٹے، ساتویں دن (یا عادت کے مطابق جو دن بھی آخری بنتے ہوں) ایسا کیا تو آدھا دینار صدقہ کرنا چاہیے یہ صرف مستحب ومفید ہے واجب وحتمی نہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ استغفار وتوبہ بھی ضرور کرے۔

وطی فی الدبر کا حکم: یہ اس سے زیادہ شدید ہے کیونکہ یہ تو مطلقاً موضع نجاست اور حرام ہے۔ ائمہ میں سے کوئی بھی اسکی اباحت کا قائل نہیں امام مالکؒ کی طرف منسوب قول بالکل جھوٹ اور غلط ہے۔ (بذل)

حضرت سہارنپوریؒ نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں: **و هذه المسئلة متفق عليها في جميع الاديان من الاسلاميين واليهود والنصارى وغيرهم وخالف فيها الروافض فانهم جوّزوها ونقلوا جوازها عن ائمتهم وهو كذب على الائمة** . اور یہ وطی فی الدبر کی حرمت کا مسئلہ تمام سماوی ادیان میں اتفاقی اور اجماعی ہے مسلمان، یہود، نصاریٰ وغیرہ سب کا ایک ہی قول ہے

سوائے روافض کے کہ انہوں نے اسمیں اختلاف کیا ہے (جن کا اسلام سے کوئی تعلق ہی نہیں) اور جائز کہا ہے (ستم بالائے ستم یہ ہے کہ) اسے اپنے ائمہ کی طرف سے نقل کیا ہے حالانکہ یہ ان پر صریح کذب ہے۔

۲۶۔بابُ مَاجَاءَ فِی دَوَاءِ ذَاتِ الْجَنْبِ

نمونیہ کے علاج کے بیان میں

۲۹۱۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا مُعَاذُ بنُ هِشَامٍ،حَدَّثَنِی أَبِی عَن قَتَادَةَ عَن أَبِی عَبدِاللّٰهِ عَن زَیْدِ بنِ أَرْقَمَ:أَنَّ النبیَّ ﷺ كَانَ یَنعَتُ الزَّیْتَ وَالْوَرسَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ.قَالَ قَتَادَةُ: وَیَلُدُّهُ مِنَ الجَانِبِ الَّذِی یَشْتَكِیهِ.

قَالَ أبوعِیسَى: هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.وَأَبو عَبدِاللّٰهِ اسْمُهُ مَیْمُونٌ هُوَ شَیْخٌ بَصْرِیٌّ .

''سیدنا زید بن ارقمؓ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نمونیہ والے کیلئے زیتون اور ورس زرد رنگ کی بوٹی کا علاج تجویز کیا کرتے تھے'' قتادہ کہتے ہیں کہ یہ دوا منہ کے اسی جانب سے ڈالی جائے جس طرف درد ہے۔''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابوعبداللہ کا نام میمون ہے، یہ بصری شیخ ہیں.

۲۹۲۔حَدَّثَنَا رَجَاءُ بنُ مُحَمَّدٍ العُذْرِیُّ البَصرِیُّ،حَدَّثَنَا عَمْرُو بنُ مُحَمَّدِ بنِ أَبِی رَزِینٍ،حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَن خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، حَدَّثَنَا مَیْمُونٌ أَبو عَبدِاللّٰهِ قَالَ:سَمِعْتُ زَیْدَ بنَ أَرْقَمَ قَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَتَدَاوَى مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ بِالْقُسْطِ البَحْرِیِّ وَالزَّیْتِ.قَالَ أبوعِیسَى: هذا حدیثٌ حسنٌ[غریبٌ] صحیحٌ. لا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِیثِ مَیْمُونٍ عَن زَیْدِ بنِ أَرْقَمَ.وقد رَوَى عَن مَیْمُونٍ غَیْرُ وَاحِدٍ هَذَا الْحَدِیثَ .وَذَاتُ الْجَنْبِ:یَعْنِی السِّلَّ .

''سیدنا زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ذات الجنب (نمونیہ) کا علاج زیتون اور قسط بحری سے کرنے کا حکم دیا''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، ہم اسے صرف میمون کی زید بن ارقم سے جانتے ہیں، میمون سے کئی اہل علم یہ حدیث نقل کی ہیں، ذات الجنب سے مراد پھیپھڑے کی بیماری ہے.

تشریح: كان ینعت الزیت والورس من ذات الجنب .

ذات الجنب کی تعیین وتقسیم: اس کا لفظی معنی پہلو کی تکلیف ہے امام ترمذی نے ذات الجنب کی تفسیر سل سے کی ہے، ''سل'' کا لفظی معنی ہزال اور انتہائی کمزوری ہے۔سل کا اطلاق اصطلاح میں پھیپھڑوں کے زخموں پر ہوتا ہے۔دراصل اس کی تعیین میں لازم کمزوری کا اطلاق ملزوم پھیپھڑوں کے زخموں پر کیا گیا یعنی جس کو پھیپھڑوں پر زخم (عافانا الله من جمیع امراض الظاهرة والباطنة) ہوتو ضرور کمزوری ہوجاتی ہے۔اور تپ دق کی تکلیف شروع ہوجاتی ہے۔چنانچہ زمانہ قریب کے معروف طبیب ''قرشی، نے تپ دق'' کو سلؔ'' کا جزولازم قرار دیا ہے۔پھر سل تعریف یہ کی ''السلّ هو قرحة الرئة مع الدق''سلّ تپ دق کے ساتھ پھیپھڑوں کے زخموں دوالی بیماری کا نام ہے۔اس طرح سل مرکب بیماری ہے۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام ترمذی نے ذات الجنب کی تشریح ''سل'' سے کی ہے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ سل کا تعلق پھیپھڑوں سے ہے اور ذات الجنب پسلیوں اور پہلو کی تکلیف کو کہتے ہیں، تمام شراح

نے اس کی تصریح کی ہے۔
حافظ ابن حجرؒ اور حافظ ابن القیمؒ نے لکھا ہے ذات الجنب کی دو قسمیں ہیں، ا۔ حقیقی، ۲۔ غیر حقیقی
ذات الجنب حقیقی: یہ ایک ورم ہے جو پسلیوں کی اندرونی جھلی میں ہوتی ہے، جس سے پہلو میں ہلکہ ہلکہ درد ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے مریض ''بخار، کھانسی، نخس (دباؤ) سانس میں تنگی، اور نبض منشاری جیسی پانچ تکالیف میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس سے حفاظت کیلئے حضور ﷺ نے فرمایا ''ماکان اللہ لیسلّطھا علیّ'' اللہ اسے مجھ پر مسلط نہ کرے۔
ذات الجنب غیر حقیقی: یہ انسان کے پہلو میں ریاح غلیظہ موذیہ یعنی گیس وتبخیر کی وجہ سے درد اٹھتا ہے۔
دونوں میں فرق: دونوں قسموں میں یہ بات اتفاقی ہے کہ یہ تکلیف پہلو میں ہوتی ہے، پھر پہلا فرق یہ ہے کہ یہ درد حقیقی میں پسلیوں کی اندرونی جھلی میں ورم کی وجہ سے ہوتا ہے، غیر حقیقی میں گیس کی وجہ سے ہوتا ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ حقیقی میں درد و تکلیف ناخس (پر دباؤ) ہوتا ہے اور غیر حقیقی میں محدود ہوتا ہے، حدیث پاک میں ''عود ہندی'' سے جس علاج کا ذکر ہے، وہ قسم ثانی ذات الجنب غیر حقیقی کا ہے کیونکہ ''عود ہندی'' گیس کو رفع کرتا ہے اور باطنی اعضاء کو تقویت دیتا ہے، فتح الباری میں مزید یہ بھی لکھا ہے کہ اگر ذات الجنب حقیقی بلغم کی وجہ سے پیدا ہو تو ''عود ہندی'' اس صورت میں بھی مفید ہے (فتح الباری ۲۱۲/۱۰)
طریقہ علاج: علاج کا طریقہ یہ ہے کہ عود ہندی کو کوٹ کر باریک کر کے زیتون کے گرم تیل میں ملا کر پہلوں میں درد والی جگہ کی مالش کریں یا اس کا لعوق بنا کر چاٹ لیں، دونوں صورتوں میں مفید ہے، دونوں طریقے بیک اپنانے میں بھی مضائقہ نہیں، یہ فاسد مادہ کو خارج کریگا، اعضاء باطنہ کو تقویت دیتا ہے، دماغی قوت کو بحال کرتا ہے۔
الورس: یہ ایک گھاس ہے، اس کی کئی اقسام پائی جاتی ہیں، اس میں سے سرخ نرم چھلکے والی زیادہ مفید و بہتر ہوتی ہے، داغ، کھجلی، پھنسیوں کیلئے اس کا ضماد و لیپ کرنا مفید ہے، یہ خواص وفوائد کے لحاظ سے عود ہندی کے قریب تر ہے۔

۲۷۔ بابٌ بلاعنوان

۲۹۳۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ السُّلَمِيِّ: أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ أَنَّهُ قَالَ: أَتَانِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَبِي وَجَعٌ قَدْ كَادَ يُهْلِكُنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: امْسَحْ بِيَمِينِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَقُلْ: أَعُوذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ وَسُلْطَانِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ. قَالَ: فَفَعَلْتُ فَأَذْهَبَ اللّٰهُ مَا كَانَ بِي، فَلَمْ أَزَلْ آمُرُ بِهِ أَهْلِي وَغَيْرَهُمْ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

''حضرت عثمان بن ابی عاص کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف لائے مجھے اس وقت شدید درد تھا قریب تھا کہ میں اس سے ہلاک ہو جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا اپنے سیدھے ہاتھ سے درد کی جگہ کو چھوؤ اور سات مرتبہ یہ پڑھو ''اعوذ..... اللہ تعالیٰ کی عزت وقدرت اور غلبہ کے ساتھ ہر اس چیز کے شر سے جسے میں پاتا ہوں پناہ مانگتا ہوں، عثمان کہتے ہیں کہ میں نے یہ عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے شفاء عطا فرمادی، اب میں ہمیشہ گھر والوں اور دوسرے لوگوں کو یہ دعا بتاتا ہوں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: وبی وجع: مجھے درد تھا، صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہتے ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا جب سے میں نے اسلام قبول کیا میرے جسم میں درد رہتا ہے، تو آپؐ نے یہ دعا تعلیم فرمائی، ابواب الطب میں دواء و دعاء دونوں کا ذکر ہے، اس باب میں دعاء بیان ہوئی اعتقاد کامل اور توکل تام کے ساتھ ہم میں سے ہر ایک شفا پا سکتا ہے۔

۲۸۔بَابُ مَاجَاءَ فِی السَّنَا

سنا کے بیان میں

۲۹۴۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ،حَدَّثَنَا عَبْدُالْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ،حدثني عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ،عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ سَأَلَهَا بِمَا تَسْتَمْشِينَ؟قَالَتْ:بِالشُّبْرُمِ،قَالَ حَارٌّ جَارٌّ،قَالَتْ:ثُمَّ اسْتَمْشَيْتُ بِالسَّنَا،فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:لَوْأَنَّ شَيْئاً كَانَ فِيهِ شِفَاءٌ مِنَ الْمَوْتِ لَكَانَ فِي السَّنَا .:هٰذا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.يَعْنِي دَوَاءَ الْمَشِيِّ.

”سیدہ اسماء بنت عمیسؓ کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ان سے سوال کیا کہ تم کسی چیز سے مسہل وجلاب لیتی ہو تو عرض کیا کہ شبرم سے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو بہت گرم اور سخت ہے، حضرت اسماء فرماتی ہیں پھر میں نے سنا کے ساتھ جلاب لیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر کسی چیز میں موت سے شفا ہوتی تو اس میں ہوتی“ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: قالت بالشبرم: شبرم کیا ہے؟ علامہ جزری کہتے ہیں شبرم یہ تل کے برابر دانے ہوتے ہیں، انہیں پانی میں ابال کر ابلا ہوا پانی پیا جاتا ہے، بعض دیگر حضرات نے کہا ہے کہ شبرم کسی درخت کی جڑوں کا چھلکا ہے، آپؐ نے فرمایا یہ گرم اور خشک ہے۔

حارٌّ جارٌّ: دونوں را مشدد ہیں گرم کھینچنے والا یعنی فاسد مادہ کے ساتھ صالح مادہ اور ذرات کو بھی کھینچ کر خارج کرتی ہے، جس سے زیادہ تکلیف کا اندیشہ ہے، اس لئے ذرا ہلکی دوا لیں جس سے صحت ملے مزید بیمار نہ کردے، اس سے یہ اصول اخذ ہوا کہ معتدل ادوا دینی اور لینی چاہئے۔

فی السّنا: مد اور بلا مد دونوں طرح پڑھا گیا ہے، یہ بھی ایک گھاس ہے اسے سنا مکی کہا جاتا ہے یہ زیادہ مفید ہوتی ہے، مطلقا سنا کے نام سے بھی پنساریوں کے پاس ملتی ہے۔

سنا کے خواص وفوائد: پیٹ کی صفائی، بلغم سوداء کیلئے معتدل اور مسہل ہے (صافی کی مثل) جلد کو صاف کرتی ہے، آدھے سر کے درد اور مرگی کیلئے شافی ہے، قلب کو قوی کرتی ہے، خارش دانے وغیرہ کیلئے مفید ہے، پانی میں پکا کر یا بنفشہ کے پھولوں میں ملا کر کھانا مفید تر ہے۔

۲۹۔بَابُ مَاجَاءَ فِی التَّدَاوِی بِالْعَسَلِ

شہد سے علاج کے بیان میں

۲۹۵۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ،حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ،عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ:إِنَّ أَخِي اسْتَطْلَقَ بَطْنُهُ؟فَقَالَ:اسْقِهِ عَسَلاً،فَسَقَاهُ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ سَقَيْتُهُ عَسَلاً فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقاً؟ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:اسْقِهِ عَسَلاً،قَالَ:فَسَقَاهُ،ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي قَدْ

سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقًا؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ. اسْقِهِ عَسَلًا، فَسَقَاهُ عَسَلًا فَبَرَأَ

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوسعیدؓ سے مروی ہے ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے بھائی کو دست لگے ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اسے شہد پلاؤ، وہ دوبارہ آیا اور عرض کیا میں نے اسے شہد پلایا تو دست اور زیادہ ہوگئے، آپ ﷺ نے فرمایا اسے شہد پلاؤ، اس نے پھر شہد دیا اور دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آکر عرض کیا کہ اس سے دست مزید بڑھ گئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، اسے پھر شہد پلاؤ، پس اسے شہد پلایا اور وہ صحت یاب ہوگیا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: استطلق بطنه: استطلاق البطن هو تو اتر الاسهال یعنی مسلسل دست آنا.

اسقه عسلا: امر از باب ضرب، اسے شہد پلاؤ، صدق اللہ، اس سے سورۃ النحل کی آیت نمبر ٦٩ میں واقع جملہ '' فيه شفاء للناس'' کی طرف اشارہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے شہد میں لوگوں کیلئے شفاء وتندرستی کا ذکر کیا ہے۔

کذب بطن اخیک: ای اخطا بطن اخیک اذلم یقبل الشفاء یہاں خطاء سے مراد فساد و چوک ہے یعنی شہد پینے کے باوجود بھی صحت نہ ملنا پیٹ میں بگاڑ اور علاج قبول نہ کرنے کی وجہ سے ہے، ورنہ شہد میں تو حتماً شفاء ہے، چنانچہ اس کی دلیل بالآخر صحت یاب ہونا ہے، ہاں پیٹ میں زیادہ بگاڑ اور فساد مادہ کی وجہ سے ہے پہلے پہل شفاء نہ ملنے میں شہد میں نہیں مریض میں قصور ہے، بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مجرب دوا مریض پر اثر نہیں کر پاتی جسکی وجہ مرض کی نوعیت اور مریض کی طبیعت ہے نہ یہ کہ دوا میں کمی ہے۔

سوال: بعض سوالات کے شوقین نے یہاں اشکال کیا ہے کہ عموماً پیٹ کی خرابی اور دست وغیرہ بدہضمی اور پیٹ میں گرمی کی وجہ سے ہوتی ہے، اور شہد گرم ہے پھر گرمی کا علاج گرم سے کیا تو پھر گرما گرم ہوگا، اس سے صحت کیسے اور آپ ﷺ نے یہ علاج کیسے تجویز فرمایا؟

جواب: دراصل یہ سوال صرف تجربہ اور طب کو بنیاد بنانے کی وجہ سے نمودار ہوا اگر وحی اور صاحب وحی پر اعتماد و بھروسہ ہو تو اس قسم کے سوالات سوجھیں ہی نہیں جیسا کہ حبدار وفادار و جان نثار صحابی رسول نے باوجود تکلیف بڑھنے کے عمل کیا بالآخر مکمل شفا پائی۔ ایسا ہی ہمیں ہونا چاہئے۔ دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے اس حالت میں شہد موافق نہ ہو لیکن آپ ﷺ کی دعاء برکت سے شفایاب ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ طب نبوی طب دنیوی سے فائق و بالاتر اور مفید ترین ہے بشرطیکہ اعتقاد طیب اور بدن طیب ہو۔ اس کی نظیر دوسری آیت ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ,, شِفَاء لِمَا فِي الصُّدُورِ ،، فرمایا حالانکہ قرآن سے شفاء وہدایت اور شرح صدر اسے حاصل ہوتا ہے جو قلب طیب اور فطرت سلیمہ کا حامل ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسے صرف تجربات پر نہ پرکھیں بلکہ اعتقاد کے ساتھ استعمال کر کے صحت یاب ہوں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے کہ قرآن پاک میں قلوب طیبہ کیلئے باطنی امراض سے شفاء ہو اور شہد میں خوش عقیدہ ابدان طیبہ کیلئے شفا ہے۔ تمام ماہرین اور اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ شہد اور دودھ جیسا مفید و مقوی اور صحت یاب مرکب شروب یا دواء آج تک تیار نہیں ہوا۔

شہد کا استعمال: شہد کے خواص وفوائد پر اطباء نے مستقل کتابیں اور مقالات لکھے ہیں۔ مفسرین محدثین نے بھی خوب کلام کیا ہے اور کئی

فوائد شمار کئے ہیں جنکا لب لباب یہ ہے کہ شہد ہر مرض و مریض کیلئے صحیح اعتقاد کے ساتھ مفید ہے۔ سوداوی مزاج نہار منہ پانی میں ملا کر پئیں۔ سردیوں میں سادہ پانی اور گرمیوں میں ٹھنڈا پانی ہو۔ صفراوی مزاج سردیوں میں نہار منہ ایک چمچہ لے اور گرمیوں میں پانی میں ملا کر۔ ان شاء اللہ صحت برقرار رہے گی اور قوت میسر ہوگی امراض سے نجات ملیگی۔

۳۰۔ بابٌ بلا عنوان

۲۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ المُثَنّٰی، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ جَعفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعبَةُ عَن یَزِیدَ أَبِی خَالِدٍ قَالَ: سَمِعتُ المِنهَالَ بنَ عَمرٍو یُحَدِّثُ عَن سَعِیدِ بنِ جُبَیرٍ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: مَامِن عَبدٍ مُسلِمٍ یَعُودُ مَرِیضاً لَم یَحضُر أَجَلُهُ فَیَقُولُ سَبعَ مَرَّاتٍ: أَسأَلُ اللّٰهَ العَظِیمَ رَبَّ العَرشِ العَظِیمِ أَن یَشفِیَكَ إِلَّا عُوفِیَ.

قَالَ أَبُو عِیسٰی: هٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ غَرِیبٌ. لَا نَعرِفُهُ إِلَّا مِن حَدِیثِ المِنهَالِ بنِ عَمرٍو.

”سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو مسلمان بندہ کسی ایسے بیمار کی عیادت کرے جس کی موت کا وقت نہ آچکا ہو اور ساتھ باریوں کہے: اسالک ....، میں اللہ بزرگ و برتر اور عرش عظیم کے رب سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تجھے شفاء عطا فرمائے تو مریض تندرست ہو جاتا ہے“

یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف منہال بن عمرو کی روایت سے جانتے ہیں.

۳۱۔ بابٌ بلا عنوان

۲۹۷۔ حَدَّثَنَا أَحمَدُ بنُ سَعِیدٍ الأَشقَرُ [الرِّبَاطِیُّ]، حَدَّثَنَا رَوحُ بنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا مَرزُوقٌ أَبُو عَبدِاللّٰهِ الشَّامِیُّ، حَدَّثَنَا سَعِیدٌ۔ رَجُلٌ مِن أَهلِ الشَّامِ۔ أَخبَرَنَا ثَوبَانُ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: إِذَا أَصَابَ أَحَدَکُمُ الحُمّٰی، فَإِنَّ الحُمّٰی قِطعَةٌ مِنَ النَّارِ، فَلیُطفِئهَا عَنهُ بِالمَاءِ فَلیَستَنقِع فِی نَهرٍ جَارٍ فَلیَستَقبِل جِریَتَهُ فَیَقُولُ: بِسمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ اشفِ عَبدَكَ وَصَدِّق رَسُولَكَ بَعدَ صَلٰوةِ الصُّبحِ، وَقَبلَ طُلُوعِ الشَّمسِ، وَلیَغمِس فِیهِ ثَلَاثَ غَمسَاتٍ ثَلَاثَةَ أَیَّامٍ، فَإِن لَم یَبرَأ فِی ثَلَاثٍ فَخَمسٌ، فَإِن لَم یَبرَأ فِی خَمسٍ فَسَبعٌ، فَإِن لَم یَبرَأ فِی سَبعٍ فَتِسعٌ، فَإِنَّهَا لَا تَکَادُ تُجَاوِزُ تِسعاً بِإِذنِ اللّٰهِ. هٰذَا حَدِیثٌ غَرِیبٌ.

”سیدنا ثوبانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بخار آگ کا ایک ٹکڑہ ہے، اگر تم میں سے کسی کو بخار ہو جائے تو وہ اسے پانی سے بجھائے اور بہتی نہر میں اتر کر جس طرف سے پانی آرہا ہو اس طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھے، ”بسم اللہ .... اللہ کے نام سے ابتداء کرتا ہوں، اے اللہ! اپنے بندے کو شفا دے اور اپنے رسول ﷺ کو سچا کر، فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے نہر میں اترے، پھر اسے چاہئے کہ نہر میں تین غوطے لگائے اور تین دن تک یہ عمل کرے، اگر تین دن تک صحت یاب نہ ہو تو پانچ دن اور اگر اس میں بھی نہ ہو تو سات دن اور پھر اگر سات دنوں میں بھی شفا نہ ہو تو نو دن تک یہ عمل کرے، بے شک اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا یہ مرض نو دن سے تجاوز نہیں کرے گا۔“ یہ حدیث غریب ہے۔

۳۲. بابُ التَّدَاوِی بِالرَّمَادِ

راکھ سے زخم کے علاج کرنے کے بیان میں

۲۹۸۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِی عُمَرَ،حَدَّثَنَا سُفیَانُ عَن أَبِی حَازِمٍ،قَالَ: سُئِلَ سَهلُ بنُ سَعدٍ وَأَنَا أَسمَعُ:بِأَیِّ شَیْءٍ دُووِیَ جُرحُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟فَقَالَ:مَابَقِیَ أَحَدٌ أَعلَمُ بِهِ مِنِّی:کَانَ عَلِیٌّ یَأتِی بِالمَاءِ فِی تُرسِهِ وَفَاطِمَةُ تَغسِلُ عَنهُ الدَّمَ،وَأُحرِقَ لَهُ حَصِیرٌ فَحُشِیَ بِهِ جُرحُهُ .قَالَ أَبُوعِیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا ابوحازم کہتے ہیں سہل بن سعد سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زخم کا کس طرح علاج کیا گیا،فرمایا اس کا مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا،حضرت علیؓ اپنی ڈھال میں پانی لاتے،حضرت فاطمہؓ زخم کو دھوتیں اور میں بوریا جلاتا پھر اس کی راکھ آپ ﷺ کے زخم پر چھڑک دیتے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے.

۔حَدَّثَنَا علی بن حجر قَالَ:أَخبَرَنَا الولید بن مُحَمَّد الموقری عَن الزهری عَن أنس بن مَالِكٍ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ:إِنَّمَا مثلُ المریضِ إِذَا بَرَأَ وَصَحَّ کالبردةِ تَقَعُ من السماءِ فی صَفَائِهَاولَونِهَا .

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: مریض جب بیماری سے صحت یاب ہوتا ہے تو (گناہوں سے پاک ہونے میں) اس کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے اتری ہوئی صاف رنگت والی چادر''

تشریح: ،دووی ماخوذ من المداواۃ علاج کیا گیا۔فقال :مابقی احد اعلم به منی :سہل بن سعدؓ ساعدی انصاری نے فرمایا اس واقعہ کو جاننے والے سب رب سے جاملے میں آخری راہی رہ گیا۔یہ شرکاء احد میں سے ہیں۔معلوم ہوا اپنے بارے میں صاحب علم ہونا یا کوئی اور منقبت بیان کرنا عجب وتکبر کا اندیشہ نہ ہو تو درست ہے۔فحشی بہ جرحہ :ماضی مجھول ازباب نصر۔ٹاٹ وچٹائی کی راکھ سے وہ زخم بھر دیا گیا۔اس حدیث سے مقصود راکھ وخاکستر سے علاج کے جواز کا ثبوت ہے۔

خاکستر سے تداوی میں مصلحت ومنفعت: دراصل زخم کی وجہ سے مسام ورگیں کھل جاتی ہیں،تو خون بہنا شروع ہوجاتا ہے۔پھر جب کسی تدبیر وتداوی سے انکو بند کرتے ہیں تو جب خون تھمتا ہے۔اور مسام پانی کی ٹھنڈک سے بھی جامد وبند ہوجاتے ہیں جب زخم ہلکا ہو،گہرے زخم کیلئے بروقت مزید تدبیر وعلاج ضروری ہے۔زیر بحث حدیث وواقعہ میں بھی یہی ہے کہ اوّلاً فاطمہؓ نے پانی ڈال کر خون کو روکنا چاہا لیکن خون نہ رکا تو پھر ہنگامی طبی امداد کے طور پر چٹائی جلا کر راکھ سے زخم بھر دیا گیا،جس سے مسام بند ہوئے اور خون رک گیا۔ابن بطالؒ نے کہا ہے کہ بقول اطباء ٹاٹ وغیرہ کی راکھ میں جاذبیت کی وجہ سے خون روکنے کی قوت ہے۔مہلبؒ فرماتے ہیں کہ خاکستر کی وجہ سے مخارج دم بند ہوجاتے ہیں تو خون تھم جاتا ہے۔پھر یہ وقتی دیسی دوا بسہولت ہر جگہ ہر کسی کو میسر ہے۔

فائدہ: بعد نماز عصر بوقت تحریر یہ بات قلب میں آئی کہ دوجہاں کے سردار،محبوب کائنات،آقائے نامدار ﷺ کے زخم کا علاج کتنا سہل وسادۃ انداز سے کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے شفاء وصحت بھی دی۔اس سے دیگر کئی امور کے ساتھ ساتھ سادہ علاج اور توکل کی تعلیم بھی ثابت ہورہی ہے اور یہ مسلّم ہے کہ علاج سستا ہو یا مہنگا شفاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے،علاج شفا کا سبب ہے نفس شفا علاج من نہیں بلکہ من جانب اللہ ہے،سیدنا ابراھیم نے فرمایا واذا مرضت فھو یشفین .(شعراء ۸۰) جب میں بیمار ہوتا ہوں تو شفا وہی

دیتا ہے۔اس بارے میں حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کی تحریر رقم ہے۔جس سے مقصود یہ ہے کہ عقیدۃ اور پیسا دونوں کی حفاظت ہو اورصحت بھی عنایت ہو۔سستے اور مہنگے علاج کے متعلق حضرت نے لکھا میں علاج کے سلسلہ میں یہ قاعدہ بتا تا رہتا ہوں۔معمولی علاج سے فائدہ ہو جائے تو دو نفل شکرانے کے پڑھیں فائدہ نہ ہو تو دو نفل توبہ کے پڑھیں۔اونچے علاج سے فائدہ ہو جائے تو دو نفل توبہ کے پڑھیں، فائدہ نہ ہو تو دو نفل شکرانے کے پڑھیں،(بلفظه از تنبیهات)

۳۳۔بابٌ بلاعنوان

۲۹۹۔حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَعِيدِ الْأَشَجُّ،حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ[السَّكُونِيُّ]،عَنْ مُوسَى بنِ مُحَمَّدِ بنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ،عَن أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيضِ فَنَفِّسُوا لَهُ فِي أَجَلِهِ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئاً وَيُطَيِّبُ نَفْسَهُ. قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ غريبٌ.

"سیدنا ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی مریض کے پاس عیادت کے لیے جاؤ تو اس کی درازی عمر اور صحت یابی کیلئے حوصلہ دلاؤ، یہ تقدیر کو تو نہیں بدلتی لیکن اس کے دل کو خوش کرتی ہے" یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: فنفسوا له في اجله :باب تفعیل سے امر ہے، آسودہ اور خوشحال کرنا، مریض کے غم کو ہلکا کرنا، مطلب یہ ہے کہ مریض کو تسلی دو صحت وشفا کی امید دلاؤ یہ ہرگز نہ کہو کہ فلاں بھی اسی بیماری میں مبتلا تھا نہ بچ سکا، آجکل تو لوگ بہت مر رہے ہیں ۔۔۔۔اس قسم کی باتیں نہ کہیں بلکہ ایسے مناسب وامید افزا جملے کہیں کہ مریض میں جان آ جائے۔مثلاً لاباس طهور ان شاء الله يشفيك الله ،يعافيك ،ليس مرضك صعبا ،لاباس ،لاتخف ،ربك يشفيك ،گھبرایئے مت اللہ نے چاہا تو یہ گناہوں کو پاک کرنے والی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دیں گے، عافیت ہوگی، کوئی خطرناک تکلیف نہیں، کوئی بڑی بات نہیں، ڈریئے مت، پروردگار کرم کریگا، دکھ درد تو زندگی کا ساتھی ہے، اللہ تعالیٰ ہی شفا دینے والے ہیں۔اس سے تقدیر تو نہ بدلے گی ہاں اس کا دل خوش ہو جائیگا۔

عیادت کے آداب: ۱۔سب سے پہلا اور اہم تر ادب یہ ہے کہ بیمار سے ہمت وامید افزا بات چیت کریں۔خطرات وفکرات میں نہ ڈالیں بالفاظ دیگر،لطيف المقال و حسن الحال ،،سے پیش آئیں۔

۲۔تھوڑی دیر بیٹھ کر واپس ہو کر راحت پہنچائیں ٹک کر بیٹھ کے اذیت نہ پہنچائیں۔

۳۔مریض سے بیماری وعلاج کی طرح اعمال وعبادت کے بارے میں بھی حکمت سے دریافت کرلیں تا کہ دنیا کی طرح اس کی آخرت کی دعوت وفکر میں بھی ہم شریک ہو جائیں

۴۔مریض کے پاس بیٹھ کر ایران توران کی فضول گفتگو اور مہمل قصہ گوئی نہ ہو ہاں صحت وعبادت کی بات کرلیں۔

۵۔بیمار اگر کوئی ناگوار یا بے موقع بات کہے تو اسے محسوس نہ کریں مثل مشہور ہے،"رای العليل عليل"

۶۔کسی وجہ سے بیمار کے پاس کسی کے جانے سے اسے تکلیف ہو تو وہ سامنے نہ جائے تا کہ اذیت کا سبب نہ بنے۔

بیرونی نسخے میں ہے[۔حَدَّثَنَا هناد ومحمود بن غيلان قَالَا:حَدَّثَنَا أبو أُسامة عَن عبدالرحمن بن يزيد بن جابر عَن

اسماعیل بن عبداللّٰہ عَن أبی صالح الأشعری عَن أبی ھریرة:أنّ النّبی ﷺ عَادَ رجُلاً من وعكٍ كَانَ بِهِ،فقَالَ:أَبْشِرْ فإنّ اللّٰه يقول:هی ناری أُسَلِّطُهَا عَلیٰ عَبْدِیَ الْمُذْنِبِ لِتَكُوْنَ حَظُّه من النارِ].

''نبی ﷺ نے بخار میں مبتلا بیمار کی عیادت فرمائی، پھر فرمایا: خوشخبری ہو اللہ فرماتے ہیں یہ آگ کا حصہ ہے میں اپنے گناہگار بندے پر مسلط کرتا ہوں تا کہ اس کیلئے دوزخ کی آگ کا بدل ہو جائے یعنی آخرت میں بچ جائے''

حَدَّثَنَا اسحاق بن منصور قَالَ:أَخْبَرَنَا عبدالرحمن بن مهدی عَن سفیان الثوری عَن هشام بن حسان عَن الحسن قَالَ:كانوا يرتجون الحمی ليلة كَفارةً لما نقص من الذنوب .

''وہ ایک رات کے بخار کو سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ امید کرتے تھے''

فتمت ابواب الطب وتليها ابواب الفرائض

ابواب الفرائض عَن رَسُول اللّٰهِ ﷺ

آنحضرت ﷺ سے منقول وراثت کے متعلق چند ابواب

ماقبل سے ربط: ابواب الطب میں بیماری ومرض اور علاج کا ذکر تھا، ابواب الفرائض میں موت ومرگ کے احکام ومیراث کا بیان ہے، مرض ومرگ کے مابین مناسبت علماً وعملاً ظاہر وباہر ہے۔ ولا خفافیه۔

وجہ تسمیہ: فرائض جمع کثرت ہے فریضة کی، فریضة بروزن فعیلة بمعنی مفروضة فرض سے مشتق ہے، مقرر شدہ، فرض کے کئی معنی ہیں مثلاً مقرر کرنا، قطع کرنا، ضروری ہونا، اندازہ کرنا، علم فرائض میں یہ معانی پائے جاتے ہیں، اس لئے اسے علم فرائض کہتے ہیں ا۔ پہلی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ فریضة بمعنی مفروضة کا معنیٰ ہے مقرر شدہ، طے شدہ، متعین کردہ، کیونکہ علم فرائض ومیراث میں مستحقین ورثاء کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ سہام وحصص کا ذکر بیان ہوتا ہے، اس لئے اس کا نام علم فرائض ہے۔ ۲۔ فرض کا ایک معنی قطع کرنا اور قطعی ہونا آتا ہے، چنانچہ طے شدہ ورثاء کے حقوق وحصص دلیل قطعی سے ثابت ہیں، اس لئے بھی علم فرائض نام ہے، دلائل قطعیہ سے ثابت شدہ علم۔ اس طرح لغوی اور شرعی دونوں معنی جمع ہوگئے۔ فاجتمع فیه معنیٰ اللغویّ والشرعیّ آنّها مفروضة وثبوته بدلیل قطعیّ ای الکتاب والسنة والاجماع۔

تعریف: الفرائض هی علم باصول من فقه و حساب یعرف بها حقّ الورثة من الترکة۔ فرائض وہ جاننا ہے فقہ وحساب کے ان قواعد کا جن سے ترکہ میت وارثوں میں تقسیم کرنے کی کیفیت اور اس کے حقوق وحصص اور درجات کی تفصیل معلوم ہو۔ یعنی ترکہ، حقدار حصص اور طریقہ تقسیم معلوم ہوسکیں۔

موضوع: ترکة المیت و مستحقیها۔ میت کا باقی مال اور اس کے حقدار۔

غرض وغایت: ایصال الحقوق الی اهل الاستحقاق، مستحق ورثاء کو حقوق پہنچانا۔ حق برسید حقدار۔

ارکان: المورث، الموروث، الوارث، وارث بنانے والا میت، وارث بنایا ہوا ترکہ میت، وارث بننے والے ارباب حصص اقربا۔ یہ تین اجزاء لازمہ ہیں۔

شرائط: موت المورث، وجود المیراث، حیاة الوارث۔ تین شرائط ہیں وارث بنانے والے کا وفات پانا، وراثت میں مال موجود ہونا، وارثوں کا زندہ ہونا۔ حقیقةً اور حکماً، مثلاً اولاد موجود ہو، یا بوقت انتقال مرحوم کی بیوی حاملہ ہو تو پیدا ہونے والا مرحوم کا بچہ بچی وارث ہوگا جو انتقال کے وقت حقیقةً نہیں بلکہ حکماً زندہ ہے۔

علم فرائض کی فضیلت واہمیت: علم میراث کے بارے میں احادیث مبارکہ میں بہت سارے۔ فضائل اور سیکھنے کیلئے احکام وارد ہوئے ہیں۔ اس میں علماً وعملاً سستی وکوتاہی پر تنبیہ بھی وارد ہے، ۱۔ تعلّموا الفرائض، وعلّموه الناس، فانّها نصف العلم، (ابن ماجه) ۲۔ تعلّموا الفرائض، فانّه من دینکم (مشکوة) ۳۔ وهو سنتی، وهو اوّل شیء ینزع من سنّتی، وفی روایة، وهو اوّل لعلم ینزع من امتی (انتهاب) اسی طرح دوسرے باب میں علم فرائض ومیراث کی تعلیم کا حکم وارد ہے۔ حاصل

کلام یہ ہے کہ علمی اور عملی ہر دو اعتبار سے یہ علم اہمیت کا حامل ہے جو لا پرواہی کرے وہ دوزخ میں داخل ہے چنانچہ مشکوۃ حصہ اول کی آخری حدیث ہم پڑھ چکے ہیں، عن انس ؓ قال :قال رسول ﷺ :من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃیوم القیامۃ ،(رواہ ابن ماجۃ...)

عقیدۂ وراثت کا پس منظر اور اسلام کا نقطہ نظر: تخلیق ادم اور ھبوط الی الارض کے بعد توالد وتناسل کا سلسلہ شروع ہوا اور اولاد آدم میں کثرت وترقی ہوئی تو اسی وقت سے فطرۃ انسانیت میں یہ عقیدہ جڑ پکڑ گیا اور اعتقاد صالح دلوں میں بیٹھ گیا کہ باہمی رشتوں اور قرابتوں کی وجہ سے ایک دوسرے کے حقوق وآداب ہیں، جن کی پاسداری معیشت ومعاشرت ہر دو پر اچھا اثر کریگی اور ظلم وزیادتی کی راہیں مسدود یا کم از کم محدود رہیں گی۔ تاریخ انسانیت میں ان حدود وحقوق اور آداب کی جس موڑ پر پامالی ہوئی تو ہلاکت و بدحالی ہوئی۔ اسی طرح روز اوّل سے یہ بھی زیر عمل رہا کہ مرنے والے کی ملکیت وروراثت اس کے قریب تر رشتہ داروں اور بعض دیگر افراد کو بعض ترجیحات وتفصیلات کے ساتھ دیجاتی چنانچہ قرآن کریم میں اسلام سے قریب تر دور جاہلیت میں تقسیم وراثت کے انداز کا ذکر ہے جس میں قریبی رشتہ دار، مسکین ویتامی وغیرہ کا ذکر ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں وراثت کی تقسیم کے وقت کئی غیر وارث محتاج وغیرہ بھی جمع ہو جاتے جنہیں کچھ نہ کچھ دیا جاتا۔ اسلام نے انکی خدمت واعانت اور نرمی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے لیکن غیر وارث کو وارث قرار نہیں دیا۔ آیت کریمہ یہ ہے، واذا حضر القسمۃ اولوا القربی ،والیتمیٰ، والمسکین ،فارزقوھم منہ ،وقولوا لھم قولا معروفا، (النساء ۸) ان چند جملوں سے اتنی بات واضح ہوگئی کہ وراثت علمی اور مالی دونوں انسانیت میں رائج اور زیر عمل رہیں، سابقہ ادوار وامم میں علمی وراثت کا ثبوت وذکر بھی قرآن کریم میں موجود ہے۔ زکریا علیہ السلام کی دعاء میں ہے، وانّی خفت الموالی من ورّائی و کانت امرأتی عاقرا، فھب لی من لّدنک ولیّا ،یرثنی ویرث من ال یعقوب ،(مریم ۵،۶) تو وراثت نقلا وعقلا اور عرفا مسلم واثل ہے۔

دور جاہلیت میں وراثت کے اسباب: دور جاہلیت میں صرف ان مردوں کو وراثت دی جاتی جو میدان جنگ کے قابل ہوتے ،کم سن اولاد اور بیٹوں بیویوں کو محروم کیا جاتا وراثت کی بنیاد نسب معاہدے اور تبنّی تین چیزیں تھیں۔ آغاز اسلام میں انہیں اسباب ثلاثہ کی بنا پر تقسیم ترکہ پر عمل رہا، پھر اس میں مواخات وہجرت مزید دو اسباب کا اضافہ ہوا۔ پھر آیت کریمہ والوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ ،کے نزول کے بعد مؤخر الذکر تین اسباب تبنّی مواخات، ہجرت کو منسوخ کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ وصیت کا حکم نازل ہوا کہ انتقال کے وقت مناسب مقدار میں والدین ودیگر رشتہ داروں کیلئے وصیت کی جائے اور وصیت لازم وضروری قرار پائی۔ پھر مفصل احکام وراثت آنے پر حصے مقرر کر دیئے اور وارثوں کے حق میں وصیت منسوخ ہوئی۔

ا۔ اب وراثت کے مستقل اسباب صرف تین برقرار ہیں۔ ا۔نسب ۔۲۔نکاح ۔۳۔ولاء ،اگر کسی وفات پانے والے کے قریبی بعیدی کوئی وارث نہ ہوں تو عندالاحناف حلف ومعاھدۃ ہے یہ بھی صرف بصورت مذکورہ ورنہ مطلقا یہ سبب وراثت نہیں۔

اسلام میں سب سے پہلی وراثت کی شریعت کے مطابق تقسیم: شرعی قواعد کے مطابق سب سے پہلے سیدنا سعد بن ربیع شہید احد ؓ کی وراثت تقسیم ہوئی جسکی تفصیل قریب ہی باب نمبر تین میں آرہی ہے۔

مال وراثت: جب کسی مرد یا عورت کا انتقال ہو جائے تو جو کچھ اس کی ذاتی املاک و مالیت ہو وہ ترکہ اور مال وراثت کہلاتا ہے یعنی وفات پانے والے نے اپنے سوگوار ورثاء کیلئے یہ مال چھوڑا ہے۔ ترکہ صرف مرنے والے کی ملکیت و مالیت ہوگی۔ مستعار، امانت ،غصب شدہ اشیاء ترکہ قرار پائیں گی نہ ورثاء میں تقسیم ہونگی، بلکہ اپنے اپنے صحیح مالکان کے سپرد کرنا ضروری ہے۔ کسی مشترک کاروبار یا ملکیت میں جتنا حصہ مرنے والے کا تھا صرف اتنا مال وراثت ہوگا۔

ترکہ سے متعلقہ حقوق: میت کے ترکہ سے بالترتیب یہ حقوق ہیں۔ ا۔ تجہیز وتکفین اور تدفین ۲۔ قرض ۳۔ وصیت۔ پہلی بات ہے جو میت کے کفن دفن پر اخراجات ہوں وہ اسی کی ملکیت و مالیت سے ہونگے۔ اگر کوئی وارث یا دوسرا فرد اپنی جیب سے تبرعاً یہ اخراجات برداشت کرلے تو بھی حرج نہیں لیکن تقسیم کے وقت یہ نہیں کہہ سکتا کہ کفن دفن پر میں نے خرچ کیا تھا تو مجھے زیادہ حصہ ملے، حصہ تو طے شدہ دوسرے ورثاء کے برابر ہی ملیگا۔ ہاں اگر چاہے تو کفن دفن پر جو خرچ کیا تھا وہ تقسیم سے پہلے لے لے یہ درست ہے، لیکن حصہ میں زیادتی درست نہیں۔ کتابوں میں اکثر لفظ تجہیز وتکفین مذکور ہے، اب چونکہ قبر بھی اکثر شہروں میں خریدنی پڑتی ہے اس لئے راقم نے تدفین کا لفظ لکھا ہے۔ مراد میت پر ہونے والے جائز اخراجات ہیں۔ جس میں اسراف و کنجوسی دونوں سے بچتے ہوئے اعتدال ہو۔

دوسرا حق قرض ہے بھلے صحت کے زمانے کا ہو یا ایام علالت کا صحیح ثابت ہو تو ترکہ سے ادائیگی ضروری ہے۔ یہ تو عباد کا قرض ہوا، رب العباد کے قرض کا بھی دھیان رہے مثلاً قضا نمازیں، روزے، زکوٰۃ وغیرہ پہلے قرض عباد پھر رب العباد ادا کریں۔

تیسرا حق وصیت ہے۔ میت پر اخراجات اور قرض کے بعد اگر کوئی وصیت کی ہو تو تہائی مال سے اسے پورا کریں، اگر ثلث مال سے ہو جائے تو بھی ٹھیک ورنہ وصیت میں ایک تہائی مال سے زائد خرچ کرنا ضروری نہیں۔ مذکورۃ تینوں حقوق (تجہیز وتکفین اور قرض و وصیت) کی ادائیگی اور تکمیل کے بعد باقی ماندہ ترکہ ورثاء میں تقسیم ہوگا، اب مزید کوئی تصرف و اخراجات تمام ورثاء کی اجازت اور طیب خاطر کے بغیر درست نہیں۔ بالخصوص جب کوئی ایک حصے دار نابالغ ہو تو اسکی اجازت کا بھی اعتبار نہیں۔

تنبیہ: ہمارے معاشرے میں یہ مرض وباء کی شکل اختیار کرگئی ہے کہ خیرات، قرآن خوانی، کل خوانی، تیجا، دسواں، چہلم وغیرہ باطل رسموں کیلئے بقاعدہ روپیہ رکھا جاتا ہے حالانکہ فقہ وفتاوی کی کسی بھی کتاب قدیم ہو یا جدید چھوٹی یا بڑی میں لکھا ہوا کوئی ماں کا لال نہیں دکھا سکتا کہ میت کے مال وترکہ میں سے تجہیز وتکفین اور قرض وصیت کے بعد کل خوانی کیلئے رقم جدا کرلی جائے، کسی کو اگر دعویٰ ہو تو صحیح حوالہ پیش کرے۔ انتہائی حیرت اور خلاف غیرت ہے کہ مرحوم یا مرحومہ کے لواحقین اور یتیم بچے بلک رہے ہوں اور ہم بریانی کے ڈش میں بوٹیوں پر جھپٹ رہے ہوں ۔غیرت کجا رفت؟ ایصال ثواب میت کیلئے صدقہ وغیرہ موجب راحت ونجات ہے، لیکن وارثوں کا حق مارنا ظلم وہلاکت ہے۔ پھر ثواب بھی جب ہوگا جب نادار وحقدار کھائیں قرآن خوانیوں میں اکثر شرکاء صاحب نصاب مالدار ہوتے ہیں؟

ورثاء کی تفصیل: ورثاء کی چند قسمیں ہیں، ۱. ذوی الفروض ۲.عصبات، ۳.ذوی الارحام، ۴.زوجین، ۵.مقرلہ بالنسب علی الغیر، ۶.مولی الموالات، مزید تفصیل سراجی اور دیگر کتب میراث میں دیکھی جاسکتی ہے بخوف طوالت ترک کی جاتی ہے۔

موانع ارث: کبھی ایسی صورت و واقعہ پیش آتا ہے جس کی وجہ سے حقدار وارث وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔ پیش آنے والے ایسے عوارض کو موانع ارث کہا جاتا ہے مثلاً ا۔ قتل ۲۔ اختلاف دین ۳۔ اختلاف دار ۴۔ رقیت وغلامی، وارث اگر اپنے مورث کو قتل

کر دے تو قاتل اپنے مقتول مورث کی وراثت سے محروم ہوگا،اس میں شرط یہ ہے کہ قتل عمد،شبہ عمد،قتل خطا ہو یعنی قتل کی وہ قسم جس میں قصاص یا دیت و کفارہ واجب ہو یہ مانع ارث ہے۔اختلاف دین یعنی ایک رشتہ دار مسلمان اور دوسرا کافر ہو تو ایک دوسرے کے وارث نہ ہونگے غلام،مدبر،مکاتب اپنے رشتہ دار مولی کا وارث نہ ہوگا۔اس کے علاوہ کم عمر ہونا شوہر کی وفات کے بعد نکاح ثانی کرنا یا بدکاری،نافرمانی ماں باپ کی بے ادبی اور حق تلفی کرنا وغیرہ وراثت سے مانع نہیں بلکہ خدمت گذار اور بر کردار دونوں بیٹے باپ کی ملکیت میں برابر کے حصے دار ہونگے،باقی آخرت میں انجام اللہ تعالیٰ کے سپرد **لایسئل عمّا یفعل وھم یسئلون ،ھذا ماوردت ولخصت من کتب الفرائض فی تمھید ابواب الفرائض لقاریٔ الفرائض**

ابواب واحادیث کی تعداد:اس میں بیس (۲۰) ابواب اور چھبیس (۲۶) احادیث ہیں

۱۔بَابُ مَاجَاءَ فِی مَنْ تَرَكَ مَا لًا فَلِوَرَثَتِهِ

میت نے جتنا مال چھوڑا اس کے ورثا کیلئے ہے کے بیان میں

۳۰۰۔حَدَّثَنَـا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأُمَوِیُّ،حَدَّثَنَا أَبِی،حَدَّثَنَا محمدُ بْنُ عَمْرٍو،حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ،عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:مَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ،وَمَنْ تَرَكَ ضَيَاعاً فَإِلَیَّ .

قَالَ أبوعِيسَى:هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وفی البابِ عَنْ جَابِرٍ وَأَنَسٍ وقد رَوَاهُ الزُّهْرِیُّ عَنْ أَبِی سَلَمَةَ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النبیِّ ﷺ أَطْوَلَ مِنْ هَذَا وَأَتَمَّ .وَمَعْنَی قَوْلِهِ ضَائِعاً لَيْسَ لَهُ شَیْءٌ فَأَنَا أَعُولُهُ وَأُنْفِقُ عَلَيه

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے بال بچے چھوڑے ان کی نگہداشت و پرورش میرے ذمے ہے"

یہ حدیث حسن صحیح ہے،زہری اسے ابوسلمہؓ سے وہ ابو ہریرہؓ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے اس سے طویل نقل کرتے ہیں اس باب میں حضرت جابر اور انسؓ سے بھی احادیث"من ترک ضیاعا" کا مطلب یہ ہے کہ ایسی اولاد چھوڑے جن کے پاس کچھ نہ ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا میں ان کی کفالت و پرورش کا انتظام کروں گا۔

تشریح: **من ترک مالا فلأھله** ایک دوسری روایت میں **فلورثته** وارد ہوا ہے وکلاھما بمعنی۔دونوں سے مقصود ایک ہی ہے کہ ترکہ میت کے وارثوں کیلئے ہے،اصول وراثت کے مطابق حقداروں میں تقسیم کیا جائے۔بخاری شریف میں یہ روایت حضرت ابوھریرہؓ سے بایں الفاظ وارد ہے قالؐ: **انا اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم فمن مات علیه دین ولم یترک وفاء فعلینا قضاء ،ومن ترک مالا فلورثته** (۱/) نبی ﷺ نے فرمایا،میں مسلمانوں کا انکی اپنی جان سے زیادہ خیر خواہ اور قریب تر ہوں،سو جو مقروض مرا اور ادائیگی کیلئے کچھ نہ چھوڑا تو اس کی ادائیگی از راہ ہمدردی ہم پر ہے،اور جس نے مال چھوڑا تو وہ اس کے وارثوں کیلئے ہے۔

ومن ترک ضیاعا:ای عیالا جس نے محتاج و تہی دست اولاد چھوڑی تو میں ان کا متولی و ذمہ دار ہوں امام ترمذی نے اسی معنیٰ کی طرف دقیق تلمیح کی ہے۔ابواب الفرائض کا پہلا باب ہے،اس میں یہ حدیث لاکر امام ترمذی نے ثابت کیا ہے کہ ترکہ میت ورثاء کیلئے ہے۔اگر کوئی نادار ہو تو یتیموں کی نگہداشت و اعانت حضور کی امت یعنی ہم میں سے ہر ایک کو کرنی چاہئے۔حدیث مبارکہ سے صراحۃً یہ دونوں چیزیں ثابت ہیں۔

۲۔بابُ مَاجَاءَ فِی تَعْلِیمِ الفَرَائِضِ

علم میراث کے سیکھنے کی فضیلت کے بیان میں

۳۰۱۔حَدَّثَنَا عَبْدُالأَعْلَی بنُ وَاصِلٍ،حَدَّثَنَا محمدُ بنُ القَاسِمِ الأَسَدِیُّ،حَدَّثَنَا الفَضْلُ بنُ دَلْهَمٍ،حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَن شَهْرِ ابنِ حَوْشَبٍ عَن أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:تَعَلَّمُوا الفَرَائِضَ وَالقُرْآنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَإِنِّی مَقْبُوضٌ.

قَالَ أَبوعِیسَی:هذا حَدِیثٌ فِیهِ اِضْطِرَابٌ.وَرَوَی أَبُوأُسَامَةَ هَذَا الحَدِیثَ عَن عَوْفٍ عَن رَجُلٍ عَن سُلَیْمَانَ بنِ جَابِرٍ عَن ابنِ مَسْعُودٍ عَن النبیِّ ﷺ.

حَدَّثَنَا بِذَلِكَ الحُسَیْنُ بنُ حُرَیْثٍ،أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَن عَوْفٍ بهذا بمعناه، ومُحَمَّدبن القاسم الأسدی قدضعفه أحمد بن حنبل وغیره .

''سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرائض اور قرآن خود سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، میں عنقریب وفات پانے والا ہوں''

اس حدیث میں اضطراب ہے، اسامہ اسے عوف سے وہ سلیمان بن جابرؓ سے وہ ابن مسعودؓ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں، ہم سے یہ حدیث حسین نے ابواسامہ کے حوالے سے اس کے ہم معنی بیان کی ہے۔

تشریح : اس میں علم میراث کی اہمیت وافادیت کی بنا پر اس کے سیکھنے اور آگے سکھانے و پھیلانے کا حکم دیا ہے۔**تعلموا الفرائض** : یہ باب تفعل اور اگلا صیغہ باب تفعیل سے امر حاضر ہے۔۱۔فرائض سے مراد علم میراث ہے قرین قیاس یہی ہے ۔۲۔مطلقاً فرائض اسلامیہ اور ضروریات دین مراد ہو چنانچہ ایک حدیث میں تعلموا الفرائض کے ساتھ **تعلموا القرآن** کا ذکر بھی ہے۔قول اول راجح ہے کیونکہ اگر پہلے جملے میں تمام فرائض اسلامیہ مراد ہوں تو پھر دوسرا جملہ کس تعمیم کو ثابت کریگا۔اس لئے علم میراث ہی مراد ہے۔ کماصرح به المحدثون.

هذاحدیث فیه اضطراب :امام ترمذی نے فضل بن دلہم اور ابواسامہ کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے۔یعنی فضل بن دلہم نے عوف سے روایت کیا تو اسے مسند ابی ھریرۃؓ قرار دیا جیسے مذکورہ سند میں ہے۔اور ابواسامہ نے عوف سے روایت کرتے ہوئے مسند ابن مسعودؓ میں شامل کیا، ہمارے متداول نسخوں میں عن ابی ھریرۃؓ مروی ہے۔اس سے علم میراث کی اہمیت ثابت ہوئی کما قدمنا سابقاً۔

۳۔بابُ مَاجَاءَ فِی مِیرَاثِ البَنَاتِ

لڑکیوں کو وراثت دینے کے بیان میں

۳۰۲۔حَدَّثَنَا عبدُ بنُ حُمَیْدٍ،حَدَّثَنِی زَكَرِیَّا بنُ عَدِیٍّ،أَخْبَرَنَا عُبَیْدُاللّٰهِ بنُ عَمْرٍو عَن عَبْدِاللّٰهِ بنِ محمدِ بنِ عَقِیلٍ عَن جَابِرِ بنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: جَاءَت امْرَأَةُ سَعْدِ بنِ الرَّبِیعِ بِابْنَتَیْهَا مِنْ سَعْدٍ إِلَی رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فقالَتْ:یارسولَ اللّٰه هَاتَانِ ابْنَتَا سَعْدِ بنِ الرَّبِیعِ قُتِلَ أَبُوهُمَا مَعَكَ یَوْمَ أُحُدٍ شَهِیدًاوَإِنَّ عَمَّهُمَا أَخَذَ مَالَهُمَا فَلَمْ یَدَعْ لَهُمَا مَالاًوَلاَ تُنْكَحَانِ إِلاَّ وَلَهُمَا

مَالٌ. قَالَ: يَقْضِي اللهُ فِي ذٰلِكَ. فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى عَمِّهِمَا فَقَالَ: أَعْطِ ابْنَتَيْ سَعْدٍ الثُّلُثَيْنِ وَأَعْطِ أُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَكَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ. لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِاللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ.

وقد رَوَاهُ شَرِيكٌ أيضاً عَن عَبْدِاللهِ بن مُحَمَّدِبْنِ عَقِيلٍ.

''سیدنا جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ سعد بن ربیعؓ کی بیوی سعد کی دو بیٹیوں کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ دونوں سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں، ان کے والد غزوہ احد کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ شہید ہو گئے، ان کے چچا نے ان کا سارا مال لے لیا اور ان کے لئے مال نہ چھوڑا اور بغیر مال کے ان کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ نازل فرمائیں گے، پھر آیت میراث اتری، تو آپ ﷺ نے ان لڑکیوں کے چچا کو بلا بھیجا اور فرمایا سعد کی بیٹیوں کو دو تہائی حصہ اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دو، جو بچ جائے وہ تمہارے لئے ہے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے، ہم اسے صرف عبداللہ بن محمد بن عقیل کی روایت سے پہچانتے ہیں، شریک نے بھی اسے عبداللہ بن محمد بن عقیل سے روایت کیا ہے۔

تشریح: پہلے دو ابواب میں اثبات وتمھید اور فضیلت وتعلیم کا ذکر ہوا، اب مقصودی طور پر ورثاء کے حصص کا تفصیلی ذکر شروع ہوتا ہے۔ سب سے پہلے بیٹیوں کی وراثت اور ان کے حصوں کا ذکر ہے، کیونکہ دور جاہلیت میں بیٹیوں بلکہ مطلقاً عورتوں کو وراثت میں حصہ نہ دیا جاتا تھا۔ اس کی تردید کرتے ہوئے بیٹیوں کی وراثت کا ذکر کیا ہے دوسری وجہ تقدیم یہ بھی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی وراثت کی تقسیم شرعی یہی ہوئی جس کا اس حدیث میں ذکر ہے، اور سعد بن ربیعؓ کی بیوہ کے استفسار پر سب سے پہلی آیت میراث نازل ہوئی اس لئے اسے مقدم کیا۔ امام ترمذی نے بیٹیوں کے حصوں کی اہمیت کی بنا پر یہ باب پہلے ذکر کیا صد افسوس کہ آج کا مسلمان سب سے پہلے بیٹیوں اور بہنوں کو وراثت سے محروم کرتا ہے الامن رحم ربی۔

صاحب واقعہ: جن کی وراثت کا واقعہ حدیث میں مذکور ہے یہ سعد بن ربیع خزرجی انصاریؓ شہید احد ہیں۔ عبدالرحمن بن عوفؓ کی مواخات انہیں کے ساتھ ہوئی تھی۔ نام سعد تو انجام بھی سعادت مندوں والا ہوا۔ سعد بن ربیعؓ اور خارجہ بن زیدؓ کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ کارزار احد سے منتقل ہو کر گلزار احد میں آج تک محو آرام ہیں۔ اللهم احينا حيا تنا السعداء وامتنا اماتنا الشهداء۔

دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز — یہ بلبلوں کا صبا مشہد مقدس ہے — قدم سنبھال کے رکھیو یہ تیرا باغ نہیں۔

تفصیل قصہ متن وترجمہ سے واضح ہے۔ بچیوں کے چچا نے دور جاہلیت کی عادت کے مطابق عورتوں کو محروم کر کے ترکہ اپنے قبضہ میں لے لیا، پھر نزول آیت کے بعد آپؐ نے قواعد شرعیہ کے مطابق تقسیم فرمادیا۔

میراث البنات: وراثت میں بنت کی کل تین حالتیں ہیں، ا۔ مرنے والے یا مرنی والی کی صرف ایک بیٹی ہو کوئی بیٹا نہ ہو۔ اس صورت میں نصف ترکہ بیٹی کا ہوگا۔ ۲۔ بیٹیاں دو یا اس سے زائد ہوں اور مرحوم یا مرحومہ کا کوئی بیٹا نہ ہو۔ تو بیٹیوں کو دو تہائی ترکہ ملیگا۔ پھر آپس میں جتنی بہنیں ہیں برابر لیں گی۔ مرحوم یا مرحومہ کے بیٹے اور بیٹیاں ملے جلے ہوں۔ اس صورت میں بیٹیاں عصبہ بالغیر یعنی

بھائیوں کے ساتھ مل کر حصہ دار ہونگی ، جسکی تفصیل یہ ہے کہ دیگر ورثاء شوہر ، بیوی اور مرنے والے کے ماں باپ (اگر حیات ہوں) کا حصہ نکال کر باقی جو مال ہے ایک بمقابلہ دو کے اصول کے مطابق بہن بھائیوں میں تقسیم کیا جائیگا ۔علم میراث کی اصطلاح اور قرآن کے الفاظ میں اسے (للذکر مثل حظ الانثیین) کہا جاتا ہے ۔حاصل کلام یہ ہے کہ ایک بیٹی کو نصف ملیگا ، دو کو دوتہائی ، اگر بھائی ہیں تو ایک بمقابلہ دو۔ حدیث باب میں دوسری صورت کا ذکر ہے کہ حضرت سعدؓ کی دو بیٹیوں کو نرینہ اولاد نہ ہوتے ہوئے دوتہائی حصہ ملا ، بیوہ کو اولاد موجود ہونے کی وجہ سے آٹھواں حصہ ملا ، عصبہ ہوکر مرحوم کے بھائی کو باقی ملا ، بیٹیوں کیلئے مذکورۃ تین حالتیں عندالجمہور ہیں

ابن عباسؓ کا قول: سیدنا ابن عباسؓ کا قول یہ ہے کہ بیٹی صرف ایک ہو تو نصف ملیگا ، اگر بیٹیاں دو ہوں اور نرینہ اولاد نہ ہو تو بھی نصف ملیگا (جبکہ جمہور دوثلث کہتے ہیں)

دلیل: ابن عباسؓ نے آیت کریمہ فان کنّ نساء فوق اثنتین فلھنّ ثلثا ما ترک ، (انساء) سے استدلال کیا ہے کہ اگر بیٹیاں دو سے اوپر ہوں تو پھر دوتہائی ملیگا۔

جمہور کا استدلال و جواب: جمہور اھل علم نے کہا ہے کہ ایک بیٹی کو نصف ملنا قرآن سے ثابت ہے ، دو سے زائد بیٹیوں کو دوتہائی ملنا بھی قرآن پاک سے ثابت ہے ، دو بیٹیوں کو دوثلث ملنا حدیث مبارک حدیث باب سے ثابت ہے جو بذات خود صاحب شریعت کا صریح فیصلہ ہے ، باقی رہی یہ بات کہ صریح حدیث وفیصلہ کے باوجود ابن عباسؓ نے جمہور سے جدا قول اختیار فرمایا ؟ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ممکن ہے حدیث باب ابن عباسؓ کو نہ پہنچی ہو ، اس پر قرینہ بھی ہے کہ تین ہجری کا واقعہ ہے جب ابن عباس کم سن تھے واللہ اعلم

لانعرفہ الاّ من حدیث عبداللہ۔۔۔۔۔۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ روایت صرف عبداللہ بن محمد بن عقیل کے طریق سے معروف ہے لیکن ان سے نقل کرنے والے اور بھی ہیں تو تعدد رواۃ کی وجہ سے حسن صحیح کے درجہ کو پہنچتی ہے۔

٤۔بابُ مَاجاءَ فی میراثِ ابنة الابن مع ابنة الصُّلْبِ

پوتیوں کی میراث بیٹوں کے ساتھ ہونے کے بیان میں

۳۰۲۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بنُ هَارُونَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي قَيْسٍ الْأَوْدِيِّ عَنْ هُزَيْلِ بنِ شُرَحْبِيل قَالَ:جَاءَ رَجُلٌ إِلَى أَبِي مُوسَى وَسُلَيْمَانَ بنِ رَبِيعَةَ وَسَأَلَهُمَا عَنِ ابْنَةٍ وَابْنَةِ ابْنٍ وَأُخْتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ فَقَالَا:لِلابْنَةِ النِّصْفُ وَلِلْأُخْتِ مِنَ الْأَبِ وَالْأُمِّ مَابَقِيَ.وَقَالَا لَهُ:انْطَلِقْ إِلَى عَبْدِاللهِ فَاسْأَلْهُ فَإِنَّهُ سَيُتَابِعُنَا.فَأَتَى عَبْدَاللهِ فَذَكَرَ لَهُ ذٰلِكَ وَأَخْبَرَهُ بِمَا قَالَا.قَالَ عَبْدُاللهِ:قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ،وَلَكِنِّي أَقْضِي فِيهَا كَمَا قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ لِلابْنَةِ النِّصْفُ وَلِابْنَةِ الابْنِ السُّدُسُ تَكْمِلَةَ الثُّلُثَيْنِ،وَلِلْأُخْتِ مَابَقِيَ.قَالَ أَبُوعِيسَى:هذا حديثٌ حسنٌ.وأَبُو قَيْسٍ الْأَوْدِيُّ اسْمُهُ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بن ثَرْوَانَ الْكُوفِيُّ .وقد رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ أَبِي قَيْسٍ .

''سیدنا ہزیل بن شرحبیل سے مروی ہے ایک آدمی ، ابوموسیٰ اور سلیمان بن ربیع کے پاس آیا اور اس نے ایک بیٹی ، ایک پوتی اور ایک حقیقی بہن (کی وراثت) کے متعلق پوچھا ، دونوں نے فرمایا بیٹی کے لئے نصف ہے اور جو باقی بچ جائے وہ سگی بہن کے لئے ہے ، پھر ان دونوں نے اسے کہا کہ عبداللہؓ (بن مسعود) کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو وہ

بھی ہماری موافقت کریں گے، پس وہ حضرت عبداللہ کے پاس آیا پس اس آدمی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے واقعہ بیان کیا اوران دونوں حضرات کی بات بتائی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اگر میں یہی فیصلہ دوں تو میں گمراہ ہوا اور ہدایت پانے والا نہ ہوا لیکن میں اس میں وہ فیصلہ کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا کہ بیٹی کے لئے نصف مال، اور پوتی کے لئے چھٹا حصہ تاکہ یہ دونوں مل کر دوثلث ہوجائیں اور جو بچ جائے بہن کے لئے ہے"

یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابوقیس اودی کا نام عبدالرحمٰن بن ثروان ہے اور وہ کوفی ہیں، شعبہ بھی یہ حدیث ابوقیس سے نقل کرتے ہیں.

تشریح: اس باب میں یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ صرف ایک بیٹی اور بہن ہونے کی صورت میں میت کی پوتی محروم نہ ہوگی بلکہ سدس کی حقدار ہوگی۔

ابوموسیٰؓ اور سلیمانؒ کا فیصلہ اور احتیاط: جب سائل ومستفتی نے صورت مسئلہ پیش کی تو دونوں حضرات نے غور کرکے قرآن کریم کی دوآیات سے مسئلہ استنباط کیا اور سمجھا تصدیق وتشفی کیلئے ابن مسعودؓ کے پاس بھیج دیا۔ پہلی آیت، **وان کانت واحدة فلها النصف** ،اور دوسری آیت **وان امرأ هلک لیس له ولد وله اخت فلها نصف ماترک** ہے۔ بیٹی اگر ایک ہو تو نصف ملیگا، اگر مرنے والے کی اولاد نہ ہو تو اس کی ایک بہن کو نصف ملیگا۔ (نساء ۱۱، ۱۷۶) نتیجہ یہ نکالا نصف بیٹی کا اور نصف بہن کا۔ چونکہ فتوی مستنبط من القرآن تھا۔ اس لئے فرمایا ابن مسعود ہماری موافقت کریں گے۔ لیس لہ ولد سے بیٹا مراد لیا کہ بیٹی کے نصف لینے کے بعد اولاد نہیں تو باقی عصبہ کے طور پر بہن کا ہوگا، نیز یہ بھی کہ پوتی کا ذکر قرآن پاک میں ہے بھی نہیں۔

ابن مسعودؓ کا فیصلہ اور تحقیق: جب مستفتی نے آکر ابن مسعودؓ کو بتایا تو انہوں نے فرمایا یہ فیصلہ درست نہیں، اس موافقت کی صورت میں تو میں بھٹک جاؤں گا۔ انہوں نے انہیں آیات اور حدیث مبارکہ کی روشنی میں فیصلہ یہ دیا کہ بیٹی اور پوتی کو ایک طرف اور بہن کو ایک طرف قرار دیکر فرمایا ایک بیٹی کو نصف اور پوتی کو سدس، یہ کل ترکہ کا دوثلث ہوگیا۔ اب اولاد یعنی بیٹی اور پوتی کے بعد جو باقی ہے وہ بہن کا ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیٹی اور پوتی کو بنات میں شامل کردیا۔ اور، بہن کو عصبہ بنادیا ایسے ہی حدیث مبارکہ میں وارد ہے، **اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة**، بہنوں کو بیٹیوں (اور پوتیوں) کے ساتھ عصبہ بنادو۔ اب مسئلہ صحیح ہوگیا اور پوتی محروم نہ ہوئی۔

فائدہ: باب سابق میں ہم نے پڑھا ہے کہ بنات ایک سے زائد ہوں تو زیادہ سے زیادہ انہیں دوثلث ملتا ہے، اس سے زائد نہیں اس لئے بیٹی کے ساتھ اگر پوتی ایک ہو یا ایک سے زائد انکو سدس ہی ملیگا تاکہ دوثلث مکمل ہوجائیں پوتی یا پوتیوں کو بیٹی کے ساتھ سدس سے زائد نہ ملیگا۔ پوتیاں بیٹیوں کے حکم میں ہوتی ہیں پھر بیٹی اقرب ہونے کی وجہ سے نصف کی مستحق ہوگی تو پھر فقط سدس ہی ملیگا۔

۵۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي مِيرَاثِ الإِخْوَةِ مِنَ الأَبِ وَالأُمِّ

حقیقی بھائیوں کی میراث کے بیان میں

۳۰۴۔ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّكُمْ تَقْرَأُونَ هَذِهِ الآيَةَ: ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَضَى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ، وَأَنَّ أَعْيَانَ بَنِي الأُمِّ

يَتَوَارَثُونَ دُونَ بَنِي الْعَلَّاتِ الرجلُ يَرِثُ أَخَاهُ لِأَبِيهِ وَأُمِّهِ دُونَ أَخِيهِ لِأَبِيهِ.

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ،أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بنُ هَارُونَ،أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّا بنُ أَبِي زَائِدَةَ،عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الحَارِثِ،عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النبيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ.

''سیدنا علیؓ نے فرمایا تم یہ آیت پڑھتے ہو ﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ (جو کچھ تم وصیت کرو، قرض ہو اس کے بعد حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے وصیت سے پہلے ادائیگی قرض کا فیصلہ فرمایا اور حقیقی بھائی وارث ہوں گے علاتی بھائی وارث نہیں ہوں گے، آدمی اپنے اس بھائی کا وارث ہوتا ہے جو ماں باپ دونوں کے طرف سے ہو (یعنی حقیقی بھائی) اور صرف باپ کی طرف سے بھائی کا وارث نہ ہوگا'' بندار، یزید بن ہارون سے وہ زکریا بن ابی زائدہ سے وہ ابواسحٰق سے وہ حارث سے وہ علیؓ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مثل نقل کرتے ہیں۔

۳۰۵۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ،أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ أَخْبَرَنَا أَبُوإِسْحَاقَ عَنِ الحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنَّ أَعْيَانَ بَنِي الْأُمِّ يَتَوَارَثُونَ دُونَ بَنِي الْعَلَّاتِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى:هذا حَدِيثٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ.وقد تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ العِلمِ فِي الحَارِثِ،وَالعَمَلُ عَلَى هذا الْحَدِيثِ عِنْدَ عَامة أَهْلِ العِلمِ.

''سیدنا علیؓ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے فیصلہ فرمایا حقیقی بھائی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے سوتیلے نہیں''

اس حدیث کو ہم ابواسحٰق کی روایت سے جانتے ہیں جو بواسطہ حارث، حضرت علیؓ سے راوی ہیں، بعض علماء نے حارث کے بارے میں گفتگو کی ہے، اہل علم کا اسی حدیث پر عمل ہے۔

تشریح : قضی بالدین قبل الوصية :اس باب میں دو باتیں مذکور ہیں۔ا۔عملا قرض مقدم ہے یا وصیت؟ ۲۔دوسری بات یہ ہے کہ بھائیوں میں وراثت کے اندر ترجیح کس کو ہوگی؟ حضرت علیؓ نے استفسار فرمایا کہ قرأت وتلاوت میں، من بعد وصية توصون بها او دين، پڑھتے ہو، یعنی وصیت کا ذکر پہلے اور دین وقرض کا ذکر بعد میں حالانکہ عملا حضور اکرم ﷺ کا فیصلہ اس کے برعکس پہلے قرض کے بارے میں ہے،

سوال: عملا وقضاء جب قرض مقدم ہے تو پھر قرأت وتلاوت میں مؤخر کیوں؟

جواب: دراصل وصیت وقرض دونوں ترکہ میت سے متعلق ہیں اور انہیں ادا اور پورا کیا جاتا ہے۔کیونکہ وصیت بلاعوض صرف تبرع واحسان ہوتی ہے جب کہ قرض تو پہلے لیا جاچکا ہے تو لواحقین میت قرض کو اہمیت دیتے اور وصیت سے بے التفاتی برتتے اس لئے اہتمام کیلئے ذکر اور قرأۃ وصیت کو مقدم کیا، جس سے قرض کی اہمیت متاثر نہیں ہوتی ہاں وصیت پوری کرنے میں سستی سے بچ گئے فلا اشکال علیہ۔ابواب الوصایا میں مستقل باب ۵ میں مزید یہ بحث آرہی ہے۔

دوسری بات: وان اعيان بني الام يتوارثون دون بني العلات :دراصل بھائیوں کی تین قسمیں ہیں۔ا۔حقیقی، جنکا باپ اور ماں ایک ہوں انہیں اعیانی بھی کہا جاتا ہے۔۲۔علاتی ،باپ ایک اور مائیں جدا جدا ہوں۔۳۔اخیافی ،جنکی ماں ایک اور باپ

مختلف ہوں۔یعنی ماں باپ شریک ہوں،صرف باپ شریک ہوں یا صرف ماں شریک۔اگر تینوں قسم کے بھائی موجود ہوں تو حقیقی اور اعیانی بھائی وارث ہوں گے کیونکہ ان کی قرابت ورشتہ دوگنا ہے۔سراجی میں تصریح ہے یرجحون بقوة القربة ،اعنی به انّ ذا القرابتين (من الاب والام)اولى من ذى قرابة واحدة ذكرا كان او انثى ،بھلے بھائی ہوں یا بہنیں دوقرابتیں راجح و مقدم ہونگی ایک سے،اگر حقیقی نہ ہوں تو پھر علاتی،آخری درجہ اخیافی کا ہے۔اسی سے ملتی جلتی تفسیر آخری جملہ میں ہے۔

وقد تكلّم بعض اهل العلم فى الحارث:حضرت علیؓ سے نقل کرنے والے راوی حارث کے متکلم فیہ اور کمزور ہونے کی طرف اشارہ ہے۔چنانچہ حافظ ابن حجر نے تقریب میں لکھا ہے الحارث بن عبدالله الاعور الهمدانى الخوثى الكوفى ابوزهير صاحب علیؓ كذّبه الشعبى فى روايته ،ورمى بالرفض ،وفى حديثه ضعف،وليس له عندالنسائى سوىٰ حديثين ،خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ راوی کمزور ہے جسے امام ترمذی نے محتاط انداز میں واضح کردیا۔

٦۔بابُ ميراث البنين مع البنات

بیٹوں کے ساتھ بیٹیوں کی وراثت کے بیان میں

۳۰۶۔حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدٍ،أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ،عَنْ محمدِ بنِ الْمُنْكَدِرِ،عَنْ جَابِرِ ابنِ عَبْدِاللهِ قَالَ:جَاءَ نِي رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُودُنِي وَأَنَا مَرِيضٌ فِي بَنِي سَلَمَةَ،فَقُلْتُ:يَا نَبِيَّ اللهِ كَيْفَ أُقَسِمُ مَالِي بَيْنَ وَلَدِي؟ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ شَيْئاً فَنَزَلَتْ:﴿يُوْصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ الآية.

هذاحديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وقدرَوَاهُ[شُعْبَةُ]وابنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُ عَن محمدِبنِ الْمُنْكَدِرِعَن جَابِرٍرَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

''سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے میں اس وقت بیمار تھا بنو سلمہ میں،میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں اپنی اولاد میں مال کو کس طرح تقسیم کروں،آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا،اور یہ آیت نازل ہوئی ﴿يُوْصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے متعلق وصیت کرتا ہے کہ ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے،ابن عیینہ اسے محمد بن منکدر سے اور وہ جابرؓ سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح : كيف اقسم مالى بين ولدى ،صحاح ستہ میں صرف اسی روایت میں ولدی کا لفظ ہے۔اگلے باب میں یہ روایت موجود ہے وہاں بھی تو اخوات کی تصریح ہے اولاد کا ذکر نہیں۔صحیح یہ ہے کہ انکی بہنیں تھیں اولاد نہ تھی بخاری شریف میں تو صراحۃ ہے فقلت یارسول اللہ،انما يرثنى كلالة ،اس لئے حضرت گنگوہیؒ نے یہ تاویل کی ہے کہ ولدی سے مراد بہنیں ہیں چنانچہ عندالعرب اولاد کے علاوہ مطلقاً بچوں اور بچیوں پر بھی بولا جاتا ہے۔

فنزلت يوصيكم الله ... :اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مذکورہ آیت حضرت جابرؓ کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ ہم باب ثالث میں پڑھ چکے ہیں،یوصیکم اللہ۔۔۔سعد بن ربیعؓ کی وراثت کے بارے میں نازل ہوئی ؟ ا۔ابن حجرؒ نے تو یہ کہا ہے کہ مذکورہ آیت کا نزول حضرت جابرؓ کے واقعہ میں وہم ہے،ان کے واقعہ میں سورۃ النساء کی آخری آیت آیت کی کلالۃ نازل ہوئی ہے

۔۲۔کوکب الدری میں ہے کہ نزول آیت سے مراد تخصیص واقعہ نہیں بلکہ تعمیم ہے یعنی آیت میراث وراثت کے متعلق استفسار پر نازل ہوئی بھلے واقعہ سعد بن ربیعؓ کا ہو یا جابرؓ کا۔ جب کہ تعدد نزول کا قول بھی ہوسکتا ہے جس میں بعد نہیں جیسا کہ سورۃ فاتحہ کے دو مرتبہ نازل ہونے کا قول کتب تفسیر میں موجود ہے۔ (۳) قلب میں یہ بات وارد ہوئی ہے کہ نزول آیت کریمہ تو ایک بار واقعہ سعد بن ربیعؓ میں ہو وھذا اصح۔ لیکن یہ آیت مبارکہ حضرت جابرؓ کو نہ پہنچی ہو، پھر حضرت جابرؓ کے استفسار پر آنحضرتؐ نے تلاوت فرمائی تو چونکہ حضرت جابرؓ نے پہلے یہ آیت نہ سنی تھی تو اپنے علم کے مطابق فرمایا کہ میرے سوال پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کلالۃ کا مختصر ذکر یہاں بھی ہے جبکہ تفصیلی حکم سورۃ النساء کی آخری آیت میں ہے۔

بنین و بنات کے حصے: آخری بات یہ بیان ہوئی کہ مرحوم یا مرحومۃ کے بیٹوں اور بیٹیوں کے درمیان ایک بمقابلہ دو کے مطابق حصے کئے جائیں گے۔ باب سے اسی جملے کو مناسبت ہے۔

۷۔بَابُ مِيرَاثِ الْأَخَوَاتِ

بہنوں کی میراث کے بیان میں

۳۰۷۔حَدَّثَنَا الفَضْلُ بنُ الصَّبَاحِ البَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ، أَخبَرَنَا محمدُ بنُ المُنْكَدِرِ، سَمِعَ جَابِرَ بنَ عَبْدِاللهِ قَالَ: مَرِضْتُ فَأَتَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ يَعُودُنِي، فَوَجَدَنِي قَدْ أُغْمِيَ عَلَيَّ، فَأَتَانِي وَمَعَهُ أَبُوبَكْرٍ وَهُمَا مَاشِيَانِ، فَتَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ فَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوئِهِ، فَأَفَقْتُ. فَقُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ كَيْفَ أَقْضِي فِي مَالِي؟ أَوْ كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي؟ فَلَمْ يُجِبْنِي شَيْئًا، وَكَانَ لَهُ تِسْعُ أَخَوَاتٍ حَتَّى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ﴾ الآية. قَالَ جَابِرٌ فِيَّ نَزَلَتْ. قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"ابن منکدرؒ کہتے ہیں میں نے جابر بن عبداللہؓ سے سنا کہ میں بیمار ہوا تو رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور مجھے بے ہوش پایا، آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکرؓ بھی آئے آپ ﷺ نے وضو فرما کر وضو والا پانی مجھ پر ڈالا تو مجھے افاقہ ہوا پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنا مال کس طرح تقسیم کروں؟ آپ ﷺ خاموش رہے مجھے کوئی جواب نہیں دیا، راوی کہتے ہیں جابرؓ کی نو بہنیں تھیں یہاں تک کہ میراث کی یہ آیت نازل ہوئی ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ﴾ وہ آپ ﷺ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے حق میں نازل ہوئی" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: قد اغمی علیّ: مجھ پر بیہوشی طاری ہوگئی۔

لغوی معنی اور فرق: اغماء، غشی، نوم و جنون قریب قریب ہیں اور ایسی حالت پر ان کا اطلاق ہوتا ہے جس میں مبتلا بہ حواس کھو بیٹھتا ہے اور صحیح بات چیت کر سکتا ہے نہ سمجھ پاتا ہے۔ اہل لغت اور محدثین نے ان کے مابین دقیق فرق بیان کیا ہے۔ علامہ کرمانیؒ نے اغماء و غشی کو مترادف و ہم معنی قرار دیا ہے. علامہ عینیؒ نے فرق بیان کیا ہے، غشی ایسی بیماری اور مدہوشی ہے جو طویل علالت و نقاہت کی بنا پر طاری ہو، یہ اغماء سے اخف اور ہلکی ہوتی ہے۔ اغماء میں عقل مغلوب ہو جاتی ہے، نوم میں عقل مستور ہو جاتی ہے، جنون میں عقل

مسلوب ہوجاتی ہے۔علامہ عینیؒ کی تحقیق سے اتنی بات واضح ہوئی کہ اغماء وغشی میں شدت وخفت کے اعتبار سے فرق ہے،علامہ کرمانیؒ کے کلام سے ثابت ہوا کہ اغماء وغشی کے معنٰی کی تعبیر میں ترادف ہے۔اس طرح دونوں حضرات کے قول میں اتفاق ثابت ہوا. فصبّ عليّ من تبعیضیه ہے،مجھ پر اپنے وضو والا کچھ پانی ڈالا۔

پانی سے مراد: ؟ا۔وضو میں استعمال شدہ مستعمل پانی ڈالا۔ابن حجرؒ ۲۔وضو سے بچا ہوا پانی ڈالا و کلا هما متبرّ کان .قول اوّل راجح ہے۔

کلالة کی تعریف : ا. الكلالة: هو ان يموت الرجل ولا يدع والدا ولا ولدا يرثانه .(سراجی) ۲.الكلالةوهومن لايكون له اصلا ،وكذا من لايكون له والد .....(روح المعانی) ۳.لكن الذی يرجع اليه هو قول الجمهور و قضاء الصديق انه الذی لا ولد له ،ولا والدا .(ابن کثیر) ۴.الكلالة : لغة هو ذهاب الطرفين ۔مذکورۃ عبارات اور دیگر اقوال کثیرہ واردہ کا حاصل یہی ہے کہ کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کے والدین اور اولاد نہ ہو،طرف اعلیٰ اور طرف اسفل دونوں میں کوئی وارث نہ ہو۔باقی آیت میں ان لم يكن له ولد، کے ساتھ والد کی نفی کا ذکر نہیں تو ابن کثیر نے تصریح کی ہے کہ وہ مفوض الی الحدیث ہے۔پھر حدیث پاک میں والد کی نفی موجود ہے۔حضرت جابرؓ مستفتی اور صاحب قصہ کی حالت بھی یہی تھی کہ والد وولد میں سے وارث کوئی نہ تھا صرف بہنیں تھیں۔

باب سے مناسبت: آخری جملہ حتی نزلت آیت المیراث ای الکلالۃ سے واضح ہوگیا کہ مذکورۃ صورت میں بہنوں کو وراثت ملے گی اسی سے باب سے مناسبت ثابت ہوئی۔صورت مسئولہ میں کیونکہ بہنیں ایک سے زائد تھیں تو دوثلث ان کو ملا،اگر بہن بھائی دونوں ہوتے تو پھر، للذكر مثل حظ الانثيين، کے مطابق حصہ ملتا۔

۸۔بَابٌ فِي مِيرَاثِ الْعَصَبَةِ

عصبات کی میراث کے بیان میں

۳۰۸۔حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ،أَخبَرَنَا مُسْلِمُ بنُ إبراهيمَ،حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ.

حَدَّثَنَا عَبْدُ بنُ حُمَيْدٍ،أَخبَرَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابنِ طَاوُسٍ،عَنْ أبيه عَنِ ابنِ عباس،عَنِ النبى ﷺ نَحْوَهُ. قَالَ أبوعيسى:هذا حديثٌ حَسَنٌ.وقد رَوَى بَعْضُهُم عَنِ ابنِ طَاوُسٍ عَنْ ابيه عَنِ النبى ﷺ مرسلاً.

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اہل فرائض کو ان کا حق پہنچاؤ اور جو بچ جائے وہ اس مرد کے لئے ہے جو میت سے سب سے زیادہ قریب ہو''

ابن عباسؓ نبی اکرم ﷺ سے اسی کے مثل حدیث نقل کرتے ہیں، یہ حدیث حسن ہے بعض راوی اسے ابن طاؤس سے وہ اپنے والد سے وہ نبی اکرم ﷺ سے مرسلا روایت کرتے ہیں.

تشریح : پہلے ذوی الفروض کا ذکر تھا جن کے حصے طے شدہ ہیں اب عصبات کا ذکر ہے جو اکثر ما بقی یا کل کے وارث ہوتے ہیں

۔عصبہ کی جمع عصبات آتی ہے،عصبہ کا لفظی ولغوی معنی پٹھے ہے جو جاندار کے جسم میں ہوتے ہیں، ہڈی سے نرم اور گوشت سے سخت ،ہڈی وگوشت کے درمیان رابطہ اور جوڑ کا کام دیتے ہیں۔اس کا ایک معنیٰ ،قرابة الرجل لابیه ،بھی آتا ہے۔

اصطلاحی تعریف و اقسام: اہل فرائض کے نزدیک عصبہ وہ وارث ہے جو ذوی الفروض کے ساتھ ہو تو ماقی کا حقدار ہو ،اگر تنہا ہو تو کل ترکہ کا وارث ہو۔عصبہ کی تین اقسام ہیں،۱۔عصبہ بنفسہ ۲۔عصبہ لغیرہ ۳۔عصبہ مع الغیر۔

عصبہ بنفسہ: مرحوم یا مرحومۃ کا مذکر رشتہ دار کہ میت کے ساتھ رشتہ جوڑنے میں بیچ میں کہیں ماں یعنی عورت کا واسطہ نہ آئے۔مثلاً بیٹا ،پوتا ،باپ ،دادا ،بھائی ،بھتیجے ،چچا اور چچا کے بیٹے یعنی چچازاد بھائی۔یہ سب عصبہ بنفسہ ہیں کہ میت سے رشتہ جوڑنے میں بیچ میں کوئی عورت واسطہ نہیں۔پھر ان میں سے اقرب واقوی کی وجہ سے ابعد واضعف محروم ہوگا۔مثلاً بیٹا میت سے پوتے کی بنسبت اقرب ہے، بیٹے کے ہوتے ہوئے ابعد پوتے کو حصہ نہ ملیگا۔اسی طرح حقیقی بھائی اقوی کی موجودگی میں اضعف علاتی بھی محروم ہوگا۔کیونکہ حقیقی بھائی کا رشتہ باپ اور ماں دونوں کی وجہ سے قویٰ ہے، جبکہ علاتی بھائی کا رشتہ صرف ایک باپ کے واسطے کی وجہ سے کمزور ہے ۔فتأمل ولا کسل ،بالفاظ دیگر عصبہ ہونے کے چار اسباب ہیں۔بنوت ،ابوت ،اخوت ،عمومت ، بیٹا باپ بھائی چچا ہونا۔اس لئے عصبہ بنفسہ کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔فرع میت: بیٹا ،پوتا ۲۔اصل میت باپ دادا ،۳۔فرع اصل قریب میت کے باپ کی اولاد بھائی بھتیجے ۔۴۔فرع اصل بعید: میت کے دادا کی اولاد چچا اور چچازاد بھائی۔

عصبہ لغیرہ: جو از خود عصبہ نہیں بلکہ کسی عصبہ مرد کی وجہ سے عصبہ بن گئیں ،طفیلی عصبہ اس سے مراد وہ مؤنث ہیں جو ذوی الفروض میں سے ہیں ان کا حصہ تنہا ہونے کی صورت میں نصف اور ایک سے زائد ہونے کی صورت میں ثلثان ہوتا ہے۔لیکن اپنے بھائیوں کی موجودگی کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں۔عصبہ لغیرہ کل چار عورتیں ہیں ۱۔بیٹی ،۲۔پوتی ،۳۔حقیقی بہن ،۴۔علاتی بہن۔

عصبہ مع الغیر: میت کی وراثت میں شریک وہ عورتیں جو دوسری حصہ دار عورت کے ساتھ ملکر عصبہ بنیں۔یہ صرف دو ہیں ،۱۔حقیقی بہن ،۲۔علاتی بہن۔یہ دونوں میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ ملکر عصبہ بن جاتی ہیں۔جیسے باب نمبر چار میں ابن مسعودؓ کا فیصلہ ہم پڑھ چکے ہیں کہ ایک بیٹی کو نصف ،پوتی کو سدس تکملة للثلثین اور ماقی بہن کو ملا۔

عصبہ کی بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ عصبہ بنفسہ میں چاروں اسباب ورشتے اور حصے مردوں کے ہیں عصبہ لغیرہ چار عورتوں مردوں کے ساتھ عصبہ مع الغیر دو عورتیں دو عورتیں کے ساتھ تمہید کے بعد اب احادیث سمجھئے۔

الحقوا الفرائض بأهلها: ای اوصلوا الحقوق الی اهل الحقوق یعنی حقوق وحصص حقدار تک پہنچاؤ (تاکہ مت پچھتاؤ) یہ باب افعال سے امر کا صیغہ ہے،**فما بقی لاولی رجل ذکر:** ذوی الفروض کے بعد جو بچے تو عصبات کا ہے۔رجل کے ساتھ ''ذکر'' کا اضافہ اس لئے ہے کہ اصالۃً عصبہ ہونا مردوں کیلئے ہے (جن کے اعصاب مضبوط ہوتے ہیں) کما مرّ من الذهن فرّ۔

وقد روی بعضهم عن ابن طاؤس .....مرسلا: اس میں امام ترمذی نے اشارہ کردیا ہے یہ روایت موصولا ومرسلا دونوں طریق سے مروی ہے۔امام ترمذی نے متصل سند کے ساتھ حدیث درج کی ہے اور طویل ردّ وقدح کے بعد نتیجہ بایں جارسید کہ موصول طریق کو مقدم سمجھا جائے۔

۹۔باب مَاجَاءَ فِی مِیرَاثِ الجَدِّ

دادا کی میراث کے بیان میں

۳۰۹۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بنُ عَرَفَةَ،حَدَّثَنَا يَزِيدُ بنُ هَارُونَ عَن هَمَّامِ بنِ يَحْيَى عَن قَتَادَةَ عَن الحَسَنِ عَن عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النبيِّ ﷺ فَقَالَ:إِنَّ ابْنِي مَاتَ فَمَا لِي مِنْ مِيرَاثِهِ؟فَقَالَ:لَكَ السُّدُسُ،فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ:لَكَ سُدُسٌ آخَرُ،فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ قَالَ:إِنَّ السُّدُسَ الآخَرَ [لَكَ]طُعْمَةٌ.

قَالَ أَبو عِيسَى:هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وفي البابِ عَن مَعْقِلِ بنِ يَسَارٍ .

''سیدنا عمران بن حصین ؓ فرماتے ہیں ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا پوتا فوت ہوگیا ہے، میرا اس کی میراث میں سے کیا حصہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے چھٹا حصہ ہوگا، پھر جب وہ جانے لگا تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا تمہارے لئے اور بھی چھٹا حصہ ہے، پھر جب وہ جانے لگا تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا تمہارے لئے دوسرا چھٹا حصہ عصبہ کے طور پر ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس باب میں حضرت معقل بن یسار ؓ سے بھی حدیث ہے.

تشریح : فائدہ: میت کے والد کیلئے سدس ہوتا ہے اگر میت کی اولاد ہو، اگر اولاد نہ ہو تو عصبہ ہوتا ہے، اگر صرف میت کی بیٹیاں ہوں تو سدس وعصبہ دونوں پاتا ہے۔ وراثت میں میت کا دادا مثل باپ کے ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر، ابن عباس ؓ، ابن زبیر ؓ سے مروی ہے فرمایا: الجد اب ، دادا تو باپ ہی ہے۔ اسی طرح پردادا، سکڑ دادا الی فوق، علماء امت کا اجماع ہے کہ دادا ذوی الفروض میں سے ہے۔ ہاں اقرب میت کے باپ کی موجودگی میں محروم ہوگا۔

مذکورۃ حدیث کی تشریح میں شارح مشکوۃ علامہ طیبیؒ نے لکھا ہے کہ صورت مسئولہ میں میت کے ورثا میں دو بیٹیاں اور ایک دادا تھا۔ آپ ؐ نے دو ثلث دو بیٹیوں کو دیا، میت کی اولاد کی موجودگی کی وجہ سے سدس دادا کو دیا۔ کل ترکہ کا باقی سدس بچ گیا، چونکہ دوسرا قریبی مرد وارث نہ تھا تو دوسرا سدس بھی بطور عصبہ دادا کو دیا۔ دونوں میں فاصلہ اس لئے فرمایا تا کہ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ دادا کو اولاد کے ہوتے ہوئے بھی ثلث ملتا ہے۔ دو سدس کا مجموعہ ثلث ہے، لیکن حصہ ثلث نہیں اس لئے دونوں باتیں جداگانہ سمجھادیں۔ اس لئے ساتھ فرمایا: لک طعمة ای عصبة وعطية ليس بفرض و حصة ۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ دادا کو وراثت کا حصہ ملا، آج دادا تو کجا معمر باپ کو اولڈ ہاؤس پوسٹ کر دیا جاتا ہے۔

۱۰۔باب مَاجَاءَ فِي مِيرَاثِ الْجَدَّةِ

دادی اور نانی کی میراث کے بیان میں

۳۱۰۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ،حَدَّثَنَا سُفْيَانُ،حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ مَرَّةً:قَالَ قَبِيصَةُ وَقَالَ مَرَّةً عَن رَجُلٍ عَن قَبِيصَةَ بنِ ذُؤَيْبٍ قَالَ: جَاءَتِ الجَدَّةُ أُمُّ الأُمِّ أَوْ أُمُّ الأَبِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ،فَقَالَتْ:إِنَّ ابنَ ابْنِي أَوْ إِنَّ ابنَ ابْنَتِي مَاتَ،وَقَدْ أُخْبِرْتُ أَنَّ لِي فِي

الْكِتَابِ حَقًّا. فَقَالَ أَبُوبَكْرٍ:مَا أَجِدُ لَكِ فِي الْكِتَابِ مِنْ حَقٍّ،وَمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺقَضٰى لَكِ بِشَيْءٍ .وَسَأَسْأَلُ النَّاسَ، قَالَ فَسَأَلَ النَّاسَ فَشَهِدَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺأَعْطَاهَا السُّدُسَ.قَالَ وَمَنْ سَمِعَ ذٰلِكَ مَعَكَ؟قَالَ:مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ.قَالَ:فَأَعْطَاهَا السُّدُسَ.ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْأُخْرَى الَّتِي تُخَالِفُهَا إِلَى عُمَرَ،قَالَ سُفْيَانُ:وَزَادَنِي فِيهِ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَلَمْ أَحْفَظْهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ،وَلٰكِنْ حَفِظْتُهُ مِنْ مَعْمَرٍ أَنَّ عُمَرَ قَالَ:إِنِ اجْتَمَعْتُمَا فَهُوَ لَكُمَا وَأَيَّتُكُمَا انْفَرَدَتْ بِهِ فَهُوَ لَهَا.

’’سیدنا قبیصہ بن ذویب کہتے ہیں کہ ایک دادی یا نانی ابوبکرؓ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا پوتا یا نواسہ فوت ہوگیا ہے اور مجھے بتایا گیا ہے کہ قرآن مجید میں میرا کچھ حق مذکور ہے،حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کتاب اللہ میں تمہارے لئے کوئی حق ذکر نہیں اور نہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ دیتے ہوئے سنا ہے،لیکن میں لوگوں سے پوچھوں گا،پس جب انہوں نے صحابہؓ سے پوچھا تو مغیرہؓ نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے چھٹا حصہ دیا، اس کے پیچھے دوسری دادی یا نانی حضرت عمرؓ کے پاس آئی،سفیان کہتے ہیں کہ معمر نے زہری کے حوالے سے یہ الفاظ زیادہ نقل کئے ہیں، انہوں نے فرمایا اگر تم دونوں اکٹھی ہو جاؤ تو چھٹا حصہ ہی تم دونوں میں تقسیم ہوگا اور اگر تم دونوں میں سے کوئی ایک اکیلی ہوگی تو اس کے لئے چھٹا حصہ ہوگا‘‘

۳۱۱۔حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ،حَدَّثَنَا مَعْنٌ،حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ خَرَشَةَ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ قَالَ: جَاءَتِ الْجَدَّةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَسَأَلَتْهُ مِيرَاثَهَا،فَقَالَ لَهَا:مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ شَيْءٌ،وَمَا لَكِ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ شَيْءٌ فَارْجِعِي حَتّٰى أَسْأَلَ النَّاسَ،فَسَأَلَ النَّاسَ،فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ:حَضَرْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺأَعْطَاهَا السُّدُسَ.فَقَالَ هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ؟فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ،فَأَنْفَذَهُ لَهَا أَبُوبَكْرٍ.قَالَ:ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْأُخْرَى إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَسَأَلَتْهُ مِيرَاثَهَا،فَقَالَ:مَا لَكِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ شَيْءٌ وَلٰكِنْ هُوَ ذٰلِكَ السُّدُسُ،فَإِنِ اجْتَمَعْتُمَا فِيهِ فَهُوَ بَيْنَكُمَا،وَأَيَّتُكُمَا خَلَتْ بِهِ فَهُوَ لَهَا.

قَالَ أَبُوعِيسَى:هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.وَهُوَ أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ.وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ.

’’سیدنا قبیصہ بن ذویبؓ سے مروی ہے ایک دادی حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئی اور اس نے اپنے حصہ میراث کا مطالبہ کیا، آپ نے فرمایا، اللہ کی کتاب میں تمہارے لئے کچھ نہیں، سنت رسول ﷺ کے مطابق بھی تمہارے لئے کچھ نہیں، تم واپس چلی جاؤ، میں صحابہ کرامؓ سے پوچھوں گا، پس حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے عرض کیا میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دلایا، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے، اس پر حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور وہی بات کہی جو مغیرہؓ فرما چکے تھے، پس ابوبکر نے اس عورت کو چھٹا حصہ دے دیا، راوی کہتے ہیں کہ پھر ایک عورت حضرت عمر کے پاس آئی اور اپنی میراث طلب کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہارے لئے قرآن میں کوئی حصہ مقرر نہیں، بس یہی چھٹا حصہ ہے، اگر تم

دونوں وارث ہوتو یہ دونوں کے لئے مشترکہ ہوگا اور اگر کوئی اکیلی ہوگی تو یہ اسی کا ہوگا''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابن عیینہ کی روایت سے یہ زیادہ صحیح ہے، اس باب میں حضرت بریدہؓ سے بھی روایت ہے۔

تشریح : سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنی معلومات کے مطابق جواب دیا لیکن بزعم خود نہیں کیا بلکہ تحقیق کا اظہار فرمایا کہ میں پوچھتا ہوں پھر صحابہ کرامؓ کی روایت وشہادت پر فیصلہ فرمادیا۔ ایتکما انفردت به فھولھا: ای انفردت باعتبار دنوّ القرابة ،بان تکونا اثنتین احد ھما اقرب الی المیّت تأ خذوتحرم الابعد (انتھاب)یعنی اگر تم دونوں مرحوم سے قرابت میں مجتمع و مساوی ہوتیں تو دونوں کو وراثت میں حصہ ملتا۔ جب قرابت میں جدا ہوئیں تو جو قربی ہے اسے ملیگا اور بعدی محروم ہوگی۔

جدة کی تعریف واقسام: عربی زبان میں باپ کی ماں اور ماں کی ماں دونوں کو''جدة'' کہا جاتا ہے،یعنی دادی اور نانی دونوں جدة ہیں،عبارت میں واقع لفظ''الجدة'' کا ترجمہ سیاق وسباق کے مطابق دادی یا نانی دونوں سے کیا جاسکتا ہے۔اس بات کو واضح کرنے کیلئے متن میں جاء ت الجدة کے بعدامّ الام اوامّ الاب واقع ہے۔پھر جدة کی قسمیں ہیں۔ . جدة صحیحه، ۲. جدة فاسدة ،جدة صحیحة وہ عورتیں ہیں کہ میت سے نسب بیان کرنے اور رشتہ جوڑنے میں ان کے درمیان نانا نہ آئے (بلکہ گھر بیٹھا رہے) جیسے دادی، پردادی، باپ کی نانی، باپ کی پرنانی، جدة فاسدة وہ عورت ہے کہ میت کے ساتھ اس کا رشتہ جوڑنے اور نسب بیان کرتے ہوئے بیچ میں نانا کا واسطہ ہو مثلاً نانا کی ماں، نانا کی دادی، نانا کی نانی۔

۱۱ باب مَاجَاءَ فِي مِيرَاثِ الْجَدَّةِ مَعَ ابْنِهَا

بیٹے کے ہوتے ہوئے دادی کی میراث کے بیان میں

۳۱۲۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بنُ عَرَفَةَ أَخبَرَنَا يَزِيدُ بنُ هَارُونَ عَن محمدِ بنِ سَالِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَن مَسْرُوقٍ عَن عَبْدِاللّٰهِ بنِ مَسْعُودٍ:قَالَ فِي الْجَدَّةِ مَعَ ابْنِهَا: اِنَّهَا أَوَّلُ جَدَّةٍ أَطْعَمَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ سُدُساً مَعَ ابنِهَا وَابْنُهَا حَيٌّ.

قَالَ أَبوعِيسَى:هذا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوعاً اِلَّا مِنْ هذا الوَجْهِ.

وقَدْ وَرَّثَ بَعْضُ أَصْحَابِ النبيِّ ﷺ الْجَدَّةَ مَعَ ابْنِهَا،وَلَمْ يُوَرِّثْهَا بَعْضُهُمْ .

''سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے دادی کے بیٹے کی موجودگی میں دادی کی میراث کے متعلق فرمایا، یہ پہلی جدہ (دادی) تھی جسے رسول اللہ ﷺ نے اس کے بیٹے کے ہوتے ہوئے چھٹا حصہ دیا جبکہ اس کا بیٹا زندہ تھا'' اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے مرفوع جانتے ہیں، بعض صحابہ کرامؓ نے بیٹے کی موجودگی میں جدہ (دادی) کو وارث قرار دیا ہے، جبکہ بعض نے وارث نہیں ٹھہرایا''

تشریح : صورت مسئلہ: میت کی دادی کو اپنے بیٹے کے ساتھ وراثت میں حصہ ملا۔ یہ آپ کا پہلا فیصلہ تھا۔

جمہور کا قول: جمہور صحابہ وتابعین اور آئمہ دین کا مسلک یہ ہے کہ میت کا باپ موجود ہو تو اقرب وارث کی موجودگی میں ابعد دادی محروم ہوگی۔ وعلیہ العمل و الفتویٰ، جبکہ سیدنا عمرؓ، ابن مسعودؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ کا قول یہ ہے کہ میت کی دادی میت کے باپ کی موجودگی وارث ہوگی کمافی الحدیث المذکور۔ قاضی شریح حسنؒ ابن سیرینؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

سوال: حدیث باب جمہور کے خلاف ہے کیونکہ بیٹے کے باوجود دادی کو آپؐ نے سدس دیا؟

جواب: ۱۔ پہلا یہ ہے کہ جدۃ سے مراد میت کی نانی ہے اور ابنھا سے مراد میت کی نانی کا بیٹا میت کا ماموں ہے، اس صورت میں دیگر ورثاء کہ نہ ہوتے ہوئے نانی کو سدس مل سکتا ہے۔ کیونکہ ماموں میت سے نانی کی بنسبت اقرب وحاجب نہیں ۲۔ ملا علی قاریؒ نے شرح السنۃ میں یہ جواب دیا ہے کہ مراد تو دادی ہے لیکن اس کا بیٹا دیگر اسباب محرومی کفر وقتل کی وجہ سے محروم ہوا، اس لئے اس کے ہوتے ہوئے دادی کو حصہ دیا گیا۔ ۳۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آپؐ نے بطور حصہ وراثت کے نہیں بلکہ عطیۃ دیا۔ وفیہ ضعف۔

۱۲۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي مِيرَاثِ الخَالِ

ماموں کی میراث کے بیان میں

۳۱۳۔ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بنِ الحَارِثِ عَنْ حَكِيمِ بنِ حَكِيمِ بنِ عَبَّادِ بنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بنِ سَهْلِ بنِ حُنَيْفٍ قَالَ: كَتَبَ مَعِي عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ إِلَى أَبِي عُبَيْدَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ، وَالخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وفي البابِ عَنْ عَائِشَةَ وَالمِقْدَامِ بنِ مَعْدِيكَرِب وهذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوامامہ بن سہل بن حنیف فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے میری وساطت سے حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص کا کوئی دوست نہ ہو، اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کے دوست ہیں اور جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا ماموں اس کا وارث ہے''

اس باب میں حضرت عائشہ اور مقدام بن معدیکربؓ سے بھی روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳۱۴۔ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: الخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ. وهذا حَدِيثٌ حسنٌ غريبٌ وقد أَرْسَلَهُ بَعْضُهُمْ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ عَائِشَةَ. واخْتَلَفَ فِيهِ أَصْحَابُ النبيِّ ﷺ فَوَرَّثَ بَعْضُهُمُ الخَالَ وَالخَالَةَ وَالعَمَّةَ: وإِلَى هذا الحَدِيثِ ذَهَبَ أَكْثَرُ أَهْلِ العِلمِ فِي تَوْرِيثِ ذَوِي الأَرْحَامِ وَأَمَّا زَيْدُ بنُ ثَابِتٍ فَلَمْ يُوَرِّثْهُمْ وَجَعَلَ المِيرَاثَ فِي بَيْتِ المَالِ.

''حضرت عائشہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا ماموں اس کا وارث ہے''

یہ حدیث حسن غریب ہے، اسے بعض راوی مرسل نقل کرتے ہیں اور حضرت عائشہ کا ذکر نہیں کرتے، بعض صحابہ خالہ، ماموں اور پھوپھی کو میراث دیتے ہیں جبکہ اکثر علماء ''ذوی الارحام'' کی وراثت میں اسی حدیث پر عمل کرتے ہیں، لیکن زید بن ثابتؓ اس مسئلے میں میراث کو بیت المال میں جمع کرانے کا حکم دیتے تھے۔

تشریح: میت کے ماموں کے وارث ہونے میں اقوال: سیدنا عمرؓ کی تحریر مذکور سے ثابت ہوا کہ ماموں وارث بن سکتا ہے جب دیگر ذوی الفروض اور عصبات ورثا موجود نہ ہوں۔ ذوی الارحام (یعنی ماں کی طرف سے ہونے والے رشتہ دار) کی وراثت کے مسئلہ میں دور صحابہ سے اختلاف چلا آ رہا ہے، کثیر صحابہ وتابعین اور احناف کا مسلک یہ ہے کہ ذوی الارحام وارث ہونگے۔ صحابہ میں سے

سیدنا عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، ابوعبیدہؓ، معاذ بن جبل، ابوالدرداء، ابن عباسؓ (فی قول) اور تابعین میں سے علقمہ نخعی، قاضی شریح حسنؒ، ابن سیرینؒ، مجاہدؒ، عطاء اور آئمہ میں امام ابوحنیفہؒ، ابویوسفؒ، محمد بن حسنؒ، زفر بن ھزیلؒ، کا یہی قول ہے۔

اس کے برعکس زید بن ثابتؓ، ابن عباسؓ (فی روایۃ شاذۃ) سعید بن مسیبؒ، ابن جبیرؒ۔

قول اول کے دلائل: ۱. واولو الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کاتب اللہ (انفال) ۲. للرجال نصیب مماترک الوالدان والا قربون، للنساء نصیب مماترک الوالدان والا قربون (النساء) ۳۔ حدیث باب، ۴. ابن اخت القوم منھم (رواہ البخاری) ۵. حدیث باب حدیث عائشہؓ، ۶۔ سیدنا مقداد کی مفصل حدیث میں سے "الخال وارث من لاوارث لہ" اشار الیہ الترمذی و ابوداؤد، ان آیات وروایات کے عموم سے ثابت ہوا کہ رشتہ دار بھلے مرد ہوں یا عورت، ذوی الارحام ہوں یا دیگر سب وارث ہونگے حسب ترتیب وتصریح۔ حدیث باب میں واضح ہے جسکا وارث ذوی الفروض وعصبہ، میں سے نہیں ماموں اس کا وارث ہے، ان دلائل کیلئے ناسخ وارد نہیں، اس لئے ذوی الارحام وارث ہو سکتے ہیں۔

قول ثانی کی دلیل: مراسیل ابی داؤد اور دار قطنی وغیرہ کتب حدیث میں روایت ہے حضورؐ نے فرمایا۔ سالت اللہ عزّو جلّ عن میراث العمّ والخال، فسارّنی ان لامیراث لھما۔ اس میں چچا اور ماموں دونوں کی وراثت کی نفی ہے، اس لئے ذوالارحام کیلئے وراثت نہیں۔

جواب: ۱۔ اس کا تسلیمی جواب تو یہ ہے کہ اس میں صرف ماموں کا ذکر نہیں چچا کی نفی بھی مذکور ہے جبکہ چچا کا عصبات دو ورثاء میں سے ہونا آپ بھی مانتے اور ذکر کرتے ہیں۔ ۲۔ دوسرا عدم تسلیمی جواب یہ ہے کہ یہ مرسل روایت صحیح وحسن درجہ کی مرفوع روایات کے مقابل قابل قبول اور استدلال تام نہیں۔ اس لئے قول اول راجح ہے۔ بہر حال علماً وتحقیقاً مسئلہ اختلافی ہے، عملاً اس کی حاجت الاقلیل پیش آتی ہے، کیونکہ اکثر وبیشتر ذوی الفروض و عصبات تک وراثت تقسیم ہو جاتی ہے، عملاً افتاء ونفاذ میں ضرورت پیش آئے تو تفصیل بالا ملاحظہ رہے۔

۱۳۔ بابُ مَاجَاءَ فِي الَّذِي يَمُوتُ وَلَيْسَ لَهُ وَارِثٌ

لاوارث کی وراثت کے بیان میں

۳۱۵۔ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ وَرْدَانَ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ مَوْلًى لِلنَّبِيِّ ﷺ وَقَعَ مِنْ عَذْقِ نَخْلَةٍ فَمَاتَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: انْظُرُوا هَلْ لَهُ مِنْ وَارِثٍ؟ قَالُوا: لَا. قَالَ: فَادْفَعُوهُ إِلَى بَعْضِ أَهْلِ الْقَرْيَةِ. وهذا حَدِيثٌ حسنٌ وفي الباب عَن بريدة.

"سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ کا ایک آزاد کردہ غلام کھجور کے درخت سے گر کر مر گیا، آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو اس کا کوئی وارث ہے، صحابہؓ نے عرض کیا کوئی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر اس کا مال اس کی بستی والوں کو دے دو" اس باب میں حضرت بریدہؓ سے بھی احادیث ہیں، یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: ان مولی النبیؐ وقع من عذق النخلة: یہ آپؐ کے آزاد کردہ غلام تھے، باوجود جستجو اور جھد کثیر کے انکا نام واحوال نہیں مل

سکے، عذق عین کے فتح وکسرۃ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے والکسر اکثر۔ کھجور کی شاخ جسے قرآن کریم میں "العرجون" کہا گیا
مسئلہ: الولاء لمن اعتق کے اصول کے مطابق اس غلام کا ترکہ حضور انور کو ملتا لیکن انبیاء وارث نہیں ہوتے اس لئے آپؐ نے نہ لیا
۔ پھر جس کا بالکل کوئی وارث لینے والا نہ ہو تو اس کا ترکہ بیت المال میں مصالح المسلمین اور ضروریات عامہ کیلئے جمع کرا دیا جاتا
ہے۔ پھر امیر المومنین اسے مصارف صحیحہ میں خرچ کراتا ہے یہاں یہ بھی نہ ہوا۔ بلکہ بحیثیت امیر المومنین آپؐ نے بستی کے مسلمانوں
میں تقسیم کرا دیا کیونکہ دیگر اھل ایمان کی بنسبت اسکی بستی والے اقرب واولی (غالبا احوج) تھے۔

١٤۔بابٌ فی میراث المولی الأسفل

آزاد کرنے والے کا وارث اس کا غلام ہوگا

٣١٦۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِی عُمَرَ، حَدَّثَنَا سفیانُ، عَن عَمرِو بنِ دِینَارٍ، عَن عَوسَجَةَ عَن ابنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَجُلاً مَاتَ عَلَی عَهدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَلَم یَدَعْ وَارِثاً اِلَّا عَبداً هُوَ أَعتَقَهُ، فَأَعطَاهُ النبیُّ ﷺ مِیرَاثَهُ.

قَالَ أبوعِیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ. وَالعملُ عِندَ أَهلِ العِلمِ فی هذا البابِ: اِذَا مَاتَ الرَّجُلُ وَلَم یَترُكْ عَصَبَةً أَنَّ مِیرَاثَهُ یُجعَلُ فی بَیتِ مَالِ المُسلِمِینَ.

"سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ میں ایک شخص فوت ہو گیا اس کا کوئی وارث نہیں تھا، البتہ ایک غلام تھا جسے اس نے آزاد کر دیا تھا، آپ ﷺ نے اس کا ترکہ اسی آزاد کردہ غلام کو دے دیا"

یہ حدیث حسن ہے، اہل علم کے نزدیک اگر کسی شخص کا عصبہ میں سے بھی کوئی وارث نہ ہو تو اس کی میراث مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرا دی جائے گی۔

تشریح : لم یدع وارثاالاعبدا...: یہ مستثنی منقطع ہے والعلم عنداھل العلم فی ھذا الباب اذا مات رجل، ولم یترک عصبة، انّ میراثه یجعل فی بیت مال المسلمین ۔امام ترمذیؒ نے واضح کر دیا کہ جس مرحوم یا مرحومہ کا کوئی وارث نہ ہو تو تجہیز و تکفین اور تدفین ووصیت وغیرہ کے بعد باقی ترکہ بیت المال میں جمع کرا دیا جائیگا ۔تاکہ مصالح المسلمین میں صرف ہو۔ عندالجمہور معتق معتِق کا وارث نہیں یعنی آزاد کردہ غلام اپنے آزاد کرنے والے مولیٰ کا وارث نہیں۔ ہاں شریحؒ اور طاؤسؒ نے کہا ہے آزاد شدہ غلام اپنے آزاد کرنے والے مولیٰ کا وارث ہوگا جیسا کہ مولا اپنے غلام کا وارث ہوتا ہے۔ حدیث باب انکی دلیل ہے۔ جواب: جمہور اھل علم نے جواب دیا کہ آپؐ نے وراثت کے طور پر نہیں دیا بلکہ اصل تو مال بیت المال میں جمع ہوتا آپؐ نے تبرّعا اس غلام کو دیدیا یا کما صرح الجنجوھی فی کوکب "دفعه ھذا لاستحقاقه عن بیت المال، لا توریثا ۔نتیجہ: مسئلہ کی وضاحت ہو چکی کہ جس کا وارث ذوی الفروض عصبات ،ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو تو وہ ترکہ بیت المال میں جمع ہوگا۔ دور حاضر کے حالات اور قومی خزانوں پر بے جا قبضہ کی صورت میں محققین نے وضاحت کے ساتھ صراحت کی ہے کہ اب شرعی بیت المال بحدود موجود نہیں اس لئے اب اس قسم کا ترکہ و مال خیراتی ادارے مدارس وغیرہ کو دیدیا جائے جہاں مستحقین پر صرف ہو۔

۱۵۔بَابُ مَاجَاءَ فِی اِبْطَالِ المِیرَاثِ بَیْنَ الْمُسْلِمِ وَالْکَافِرِ

کافراور مسلمان میں میراث تقسیم نہ ہونے کے بیان میں

۳۱۷۔حَدَّثَنَا سَعِیدُ بنُ عَبدِالرحمنِ المَخزُومِیُّ وَغَیرُ وَاحِدٍ قَالُوا:حَدَّثَنَا سفیانُ،عَنِ الزُّهرِیِّ [ح].وحَدَّثَنَا عَلِیُّ بنُ حُجرٍ، أَخبَرَنَا هُشَیمٌ،عَنِ الزُّهرِیِّ،عَن عَلِیِّ بنِ حُسَینٍ،عَن عَمرِو بنِ عُثمَانَ،عَن أُسَامَةَ بنِ زَیدٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَایَرِثُ الْمُسْلِمُ الْکَافِرَ وَلَا الْکَافِرُ الْمُسْلِمَ.

حَدَّثَنَا ابنُ أَبِی عُمَرَ،حَدَّثَنَا سُفیَانُ،حَدَّثَنَا الزُّهرِیُّ نَحوَهُ.وفی البابِ عَن جَابِرٍ وَعَبدِاللّٰهِ بنِ عَمرٍو.

وهذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.هٰکَذَا رَوَاهُ مَعمَرٌ وَغَیرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهرِیِّ نَحوَ هذا.وَرَوَی مَالِكٌ عَنِ الزُّهرِیِّ عَن عَلِیِّ بنِ حُسَینٍ عَن عُمَرَ بنِ عُثمَانَ عَن أُسَامَةَ بنِ زَیدٍ عَنِ النبیِّ ﷺ نَحوَهُ.وَحَدِیثُ مَالِكٍ وَهَمٌ،وَهِمَ فِیهِ مَالِكٌ.وَرَوَی بَعضُهُم عَن مَالِكٍ فَقَالَ عَن عَمرِو بنِ عُثمَانَ.وَأَکثَرُ أَصحَابِ مَالِكٍ قَالُوا عَن مَالِكٍ عَن عُمَرَ بنِ عُثمَانَ .وَعَمرُو بنُ عُثمَانَ بنِ عَفَّانَ هُوَ مَشهُورٌ مِن وَلَدِ عُثمَانَ ولا نَعرِفُ عُمَرَ بنَ عُثمَانَ.والعملُ علی هذا الحَدِیثِ عِندَ أَهلِ العِلمِ. وَاختَلَفَ أَهلُ العِلمِ فِی مِیرَاثِ الْمُرتَدِّ،فَجَعَلَ بَعضُ أَهلِ العِلمِ مِن أَصحَابِ النبیِّ ﷺ وَغَیرِهِمُ المَالَ لِوَرَثَتِهِ مِنَ المُسلِمِینَ،وَقَالَ بَعضُهُم:لَا یَرِثُهُ وَرَثَتُهُ مِنَ المُسلِمِینَ.وَاحتَجُّوا بِحَدِیثِ النبیِّ ﷺ:لَا یَرِثُ المُسلِمُ الکَافِرَ وَهُوَ قَولُ الشَّافِعِیِّ.

''سیدنا اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا،ابن ابی عمر سفیان سے اور وہ زہری سے اسی طرح کی حدیث نقل کرتے ہیں''

اس باب میں حضرت جابر اور عبداللہ بن عمروؓ سے بھی احادیث ہیں،یہ حدیث حسن صحیح ہے،معمر وغیرہ بھی زہری سے وہ علی بن حسین سے وہ عمرو بن عثمان سے وہ اسامہ بن زیدؓ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے اس کی مثل نقل کرتے ہیں لیکن اس میں مالک کو وہم ہوا،بعض راوی عمرو بن عثمان اور بعض عمر بن عثمان کہتے ہیں جبکہ عمرو بن عثمان بن عفان مشہور ہے،عمر بن عثمان کو ہم نہیں جانتے۔اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے۔

بعض علماء مرتد کی میراث میں اختلاف کرتے ہیں،بعض کے نزدیک اسے اس کے مسلمان وارثوں کو دے دیا جائے،جبکہ بعض کہتے ہیں کہ اس کے مال کا کوئی مسلمان وارث نہیں ہوسکتا ان کی دلیل یہی حدیث ہے،امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے۔

۳۱۸۔حَدَّثَنَا حُمَیدُ بنُ مَسعَدَةَ،أَخبَرَنَا حُصَینُ بنُ نُمَیرٍ عَنِ ابنِ أَبِی لَیلَی عَن أَبِی الزُّبَیرِ،عَن جَابِرٍ،عَنِ النبیِّ ﷺ قَالَ: لَایَتَوَارَثُ أَهلُ مِلَّتَینِ.هذا حدیثٌ غریبٌ لانَعرِفُهُ مِن حَدِیثِ جَابِرٍ،إلَّا مِن حَدِیثِ ابنِ أَبِی لَیلَی.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دو دین والے آپس میں وارث نہیں ہوسکتے''

یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف جابرؓ کی روایت سے جانتے ہیں،حضرت جابرؓ سے اسے ابن ابی لیلیٰ نے

نقل کیا ہے.

تشریح: **والعمل علی ھذا عند اھل العلم ....** :اسی طرح شارح مسلم علامہ نوویؒ نے تصریح کی ہے کہ اھل اسلام کا قدیما وحدیثا اس پر اجماع ہے کہ کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ۔صرف حضرت معاذ بن جبلؓ ،سیدنا معاویہؓ ،ابن مسیبؒ اور مسروقؒ نے کہا ہے کہ مسلمان کافر رشتہ دار کا وارث ہوگا "الاسلام یعلوا و لا یعلیٰ علیه " سے استدلال کیا ہے لیکن یہ دلیل تام اور مفید مرام نہیں کیونکہ اس میں اسلام کی فضیلت و برتری کا ذکر ہے وراثت وملکیت کا نہیں ۔حدیث باب صحیح وصریح جمہور کی دلیل ہے۔

اختلف اھل العلم فی تو ریث المرتد .... مثل سابق اس پر بھی اجماع ہے کہ مرتد مسلمان کا وارث نہیں،اس میں اختلاف ہے کہ مسلمان مرتد کا وارث ہوگا یا نہیں؟

ا۔امام شافعیؒ ، ربیعہؒ ،ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے کہ مرتد کا مال مسلمانوں کیلئے مثل مال فئی کے ہے ۔۲۔امام مالکؒ کا قول ہے کہ مرتد کا مال مسلمانوں کیلئے مال فئی ہے،البتہ اگر مورث نے وارثوں کو محروم کرنے کیلئے ارتداد اختیار کیا تو پھر ورثاء محروم نہ ہونگے ۔۳۔امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا قول ہے کہ مرتد کا مال مسلمان وارثوں کو دیا جائیگا ۔ ۴۔امام ابوحنیفہؒ کا معتدل اور قول فیصل یہ ہے کہ مرتد کی حالت اسلام کی کمائی مسلمان ورثاء کو دیجائیگی ،اور ارتداد کے بعد کی کمائی ان کو ملے گی جنکا دین اس نے اختیار کیا۔وقیل اخر ۔انہیں اقوال کی طرف امام ترمذی نے اشارہ کیا ہے۔ان میں سے امام ابوحنیفہؒ کا قول راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ ارتداد مثل موت کے ہے اور مرتد مسلمان اقارب کیلئے میت ہے،تو اسکی حالت اسلام کی کمائی کا مسلمان رشتہ داروں کو حصہ یہ توریث المسلم للمسلم ہے ۔ارتداد کے بعد کی کمائی کا مسلمانوں کو وارث نہ بنائیں گے ،بلکہ وہ انہیں کا ہوگا جنکا یہ بنا۔**اللھم ثبتنا و داو منا علی الاسلام واختم لنا علی الایمان و جنّبنا من الکفران والطّغیان ۔**

مرتدہ کے مال کا حکم:مذکورہ بالا تفصیل بے دین ہونے والے مرد کی ہے جس کے قتل کا حکم ہے ۔اگر العیاذ اللہ بے دین ہونے والی عورت ہو تو پھر اس کا سارا مال مسلمان وارثوں کو ملیگا "**لانّها لا تقتل عند نا ،بل تحبس حتی تسلم او تموت**"

لایتوارث اھل ملّتین :**ملتین کی مراد میں علماء کے اقوال**:ا۔امام احمد کا قول ہے کہ تمام ادیان مختلف ملتیں ہیں بھلے ادیان سماوی ہوں یا غیر سماوی ۔دو مختلف دین والے ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے بھلے دونوں کافر مثلا یہودی ،نصرانی یا ہندو اور مجوسی ہوں ۔نیل المآرب میں اسکی تصریح ہے ۔۲۔امام مالکؒ نے فرق کیا ہے کہ ادیان سماویہ تو جدا جدا ملت ہیں ۔مثلا اھل تورات ،اھل انجیل اھل زبور ،باقی ہندو مجوسی دہریے ،سب ایک ملت ہیں لہذا یہودی نصرانی کا وارث نہ ہوگا وھکذا علی العکس ،باقی بے دین ملت واحدۃ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہونگے ۔**صرّح به الرد سوقی** ۔۳۔حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ شوافع کا اصح قول یہ ہے کہ تمام ملل کفر یہ ملت واحدۃ اور ملت حنیفیہ کی حزب اختلاف ہیں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے ۔۴۔امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ دنیا میں دو ملتیں ہیں ا۔ملت اسلام ۲۔ملت کفر۔ "**الکفر ملة واحدة**" علما و عملا مسلّم مقولہ واصول ہے۔کافر بھلے جہاں کا ہو،جو عقیدہ رکھتا ہو دوسرے بے دین کا وارث ہوگا چنانچہ حدیث مبارکہ میں یہی تصریح ہے کہ دو ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے ملت اسلامؑ اور ملت کفر ،فالحدیث مطابق **للحنفیه و الشوافع۔**

۱۶۔بَابُ مَاجَاءَ فِي إِبْطَالِ مِيرَاثِ الْقَاتِلِ
قاتل کی وراثت کے باطل ہونے کے بیان میں

۳۱۹۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ،عَنِ الزُّهْرِيِّ،عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:اَلْقَاتِلُ لَا يَرِثُ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ لَا يَصِحُّ،لَايُعْرَفُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ،وإسحاقُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بنِ أَبِي فَرْوَةَ قد تَرَكَهُ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ،مِنْهُم أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ. والعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ،أَنَّ الْقَاتِلَ لَايَرِثُ،كَانَ القَتْلُ خَطأً أَوْ عَمَداً.وقَالَ بَعْضُهُمْ:إِذَا كَانَ القَتْلُ خَطأً،فَإِنَّهُ يَرِثُ، وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قاتل وارث نہیں ہوتا''

یہ حدیث صحیح نہیں ، ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں ، اسحٰق بن عبداللہ بن ابی فروہ سے بعض اہل علم نے احادیث روایت کرنا چھوڑ دیں جن میں امام احمد بن حنبل بھی شامل ہیں ،

اھل علم کا اسی حدیث پر عمل ہے ، وہ کہتے ہیں کہ قتل عمد اور قتل خطاء میں قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوتا لیکن بعض کے نزدیک قتل خطاء میں وارث ہوتا ہے ، امام مالکؒ کا یہی قول ہے ۔

تشریح : سابقہ باب میں وراثت سے محرومی کا ایک سبب کفر وارتداد ذکر ہوا ، اب دوسرا سبب قتل بیان ہو رہا ہے ۔ اگر کوئی شقی رشتہ دار اپنے مورث کو قتل کر دے تو وراثت سے محروم ہوگا ۔ چنانچہ ''عامیل'' نامی شخص کا قصہ ہم نے سورۃ بقرۃ کی تفسیر میں پڑھا ہے کہ شقی بھتیجے نے ''زن زر'' کے لالچ میں اپنے چچا ''عامیل'' کو قتل کر دیا نتیجہ کچھ بھی ہاتھ نہ آیا ۔

خدا ہی ملا نہ وصال صنم ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

تفصیل : ۱۔ احناف وشوافع اور اکثر اھل علم کے نزدیک ''قتل عمد ، شبہ عمد ، خطا'' تینوں میں قاتل ترکہ مقتول کا وارث نہ ہوگا ، نہ دیت سے حصہ پا سکے گا ۔ ۲۔ امام مالکؒ اور ابراھیم نخعیؒ نے کہا ہے کہ قتل خطا میں مقتول کے ترکہ کا وارث وحصہ دار ہوگا دیت کا نہیں ۔ فالحدیث عام یفید العموم ولا تخصیص الا بمخصص ، فلهذا قول الجمهور راجح ۔ اسی طرح حدیث عدی جذامی اور حدیث جابر بن زیدؓ بھی جمہور کی دلیل ہیں ۔ یہ دونوں روایات بیہقی شریف میں موجود ہیں ، حدیث جابر میں عمد وخطا کی تفصیل ہے ۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ قتل عمد ، شبہ عمد ، خطا تینوں مانع ارث ہیں ۔ هذا حدیث لایصح : اس کی وجہ متروک راوی اسحاق بن عبداللہ ہے ۔

۱۷۔بَابُ مَاجَاءَ فِي مِيرَاثِ الْمَرْأَةِ من دِيَةِ زَوْجِهَا
شوہر کی دیت سے بیوی کو میراث ملنے کے بیان میں

۳۲۱۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ،قَالُوا:حَدَّثَنَا سفيانُ بْنُ عُيَيْنَةَ،عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ:الدِّيَةُ عَلَى العَاقِلَةِ وَلَاتَرِثُ المرأةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئاً،فَأَخْبَرَهُ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ الكِلَابِيُّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ

كَتَبَ إِلَيْهِ: أَنْ وَرِّثِ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''حضرت سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں سیدنا عمرؓ نے فرمایا دیت عاقلہ پر واجب الاداء ہوتی ہے اور بیوی شوہر کی دیت کی وارث نہیں ہوتی، اس پر ضحاک بن سفیان کلابی نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں لکھا کہ ''اشیم ضبابی'' کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت میں سے حصہ دو''

تشریح : **حضرت عمرؓ کا فیصلہ اور رجوع:** امیر المؤمنینؓ کا فیصلہ یہ تھا کہ مقتول کی بیوی اس کے ترکہ سے تو وراثت لیگی لیکن دیت میں حصے دار نہ ہوگی۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ مقتول کی موت واقع ہونے کے وقت نکاح منقطع ہوگیا، اب اس وقت سے پہلے والی ملکیت و مالیت اور وراثت میں حصے دار ہوگی، باقی مقتول کی موت و مفارقت کے بعد دیت واجب ہوئی جب نکاح ختم ہو چکا تھا اس لئے فیصلہ دیا کہ دیت میں حصے دار نہیں، حالانکہ نکاح ختم ہو چکا لیکن اثر نکاح؟ اب بھی باقی ہے کہ بیوہ عدت میں ہے اسی لئے تو دوران عدت مثل بقاء نکاح کے نان نفقہ اور سکنی مال میت سے واجب ہے۔ یہ نکاح ہی کا اثر ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ عورت عاقلہ میں سے نہیں عاقلہ صرف مرد ہوتے ہیں، تو سیدنا عمرؓ نے فرمایا کہ جب عورت عاقلہ ہو کر دیت دینے میں شامل نہیں تو دیت سے حصہ سے بھی نہیں لے سکتی وغیرہ۔ لیکن یہ سب سابقہ مسلک و فیصلہ تھا۔ ضحاکؓ نے جب حضورؐ کے مکتوب و فیصلہ سے آگاہ کیا تو پھر حضرت عمرؓ نے رجوع فرمالیا، پھر فیصلہ دیا کہ عورت مقتول کے ترکہ و دیت دونوں میں حصے دار ہوگی۔ چنانچہ فقہاء و آئمہ کا اتفاق ہے کہ دیت میں تمام ورثاء حصے دار و حقدار ہوں گے بھلے مرد ہوں یا عورتیں۔

دیت کا وجوب عاقلہ کی تفصیل: قتل خطا اور قتل شبہ عمد میں عاقلہ پر دیت واجب ہوتی ہے، یعنی قاتل کے جو ہم پیالہ و ہم نوالہ ہیں سب ملکر دیت کی رقم ادا کروائیں گے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عاقلہ عقل و عقال سے ہے، عاقلہ کا لفظی معنیٰ آڑ، رکاوٹ، روکنے والے کیا جاسکتا ہے، دراصل ''ع، ق، ل'' کا معنیٰ ہے انسان کو ناشائستہ اور نازیبا حرکات وافعال سے روکتا ہے، عقال اونٹ کی مہار ورسی کو کہتے ہیں جو اونٹ کو بھاگنے اور جانے سے روکتی ہے، اسی طرح عاقلہ بھی اپنے ہم پیالہ و ہم نوالہ کو ظلم و قتل سے روکتے ہیں ورنہ دوبارہ سب کو دیت کی مصیبت بھگتنی ہوگی سید ہے اب لفظی معنیٰ واضح ہو چکا ہوگا۔

عاقلہ کا مصداق: ا۔ ابتداء اسلام میں قبائل باھم قریب قریب رہتے تھے تو ایک شخص کے عاقلہ اس کے قبیلے والے ہوتے جو ملکر دیت ادا کرتے۔ ۲۔ پھر جب قبائل منقسم و متفرق ہوگئے تو حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں ''اھل دیوان'' کو عاقلہ قرار دیا۔ اھل دیوان سے مراد وہ لوگ ہیں جنکے نام کسی ایک رجسٹر میں درج ہوں جیسے ایک محکمہ اور ڈیپاٹ کے ملازم، ایک یونین کے افراد، ایک یونٹ کے سپاہی، بھلے ان کے قبائل متحدہ ہوں یا متفرق۔ ان دو باتوں سے یہ سمجھ آتا ہے کہ عاقلہ کی بنیاد باہمی اعانت و نصرت اور اتحاد و یگانگت ہے، اب جہاں قبائل و برادریاں منظم و متحد ہوں تو وہ عاقلہ ہونگے، جہاں ایک محکمہ کے لوگ ہوں تو وہ ایک دوسرے کے عاقلہ ہوں گے۔ اس لئے راقم نے عاقلہ کیلئے ہم پیالہ و ہم نوالہ کا لفظ لکھا ہے جو کسی حد تک جامع معلوم ہوتا ہے۔ دور حاضر میں یہی فیصلہ ہوگا کہ ایک لائن کے لوگ باھم عاقلہ ہونگے، مثلاً ایک محکمے والے، ایک مارکیٹ والے، ایک یونین والے، ایک پیشے والے۔

عاقلہ پر دیت کے وجوب کی وجہ: اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسان مدنی الطبع اور فطرۃ مل جل کر رہنے والی ذی شعور مخلوق

ہے،معاشرہ مختلف اشخاص واقدار اور عادات والطوار کے مجموعۃ کا نام ہے،فرد واحد معاشرہ نہیں کہلاتا منفرد کہلاتا ہے۔جب معاشرہ مجموعۃ سے وجود میں آتا ہے،تو اسکی اصلاح وفساد بھی مجموعۃ کی تگ ودو سے ہوتی ہے،جب سب ارباب معاشرہ کسی حرکت شنیعہ وقبیحہ سے روکیں گے اور باز رہیں گے تو مجال ہے کہ وہ رواج پاسکے یا باقی رہ سکے،جب سب اس سے بچنے اور بچانے کا عزم بالجزم کرلیں گے تو معاشرہ سدھرے گا اور نظیر جنت بن جائیگا،اکا دکا افراد کی محنت سے فرق تو ضرور پڑتا ہے مگر برائی کا مکمل سدباب اور خاتمہ نہیں ہو پاتا۔اس لئے ایک قاتل کی غلطی کی وجہ سے سب عاقلہ پر دیت لازم کردی تاکہ سب اس قسم کی بری حرکات سے روکیں گے تو معاشرہ جرائم سے پاک ہوگا اور حقیقۃ پاکستان پاک ہوگا۔اجتماعی اصلاح اور جرائم کی مکمل روک تھام کیلئے عاقلہ پر دیت کی ذمہ داری لازمی قرار دی گئی۔

دیت کی مقدار اور ادائیگی کی مدت: قتل عمد میں صلح کی صورت میں اور شبہ عمد میں دیۃ کی مقدار سو اونٹ ہیں،چار قسم کے ۲۵ بنت مخاض (جو دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو) ۲۵ بنت لبون (جو تیسرے سال میں داخل ہو چکا)۔۲۵ حقه (جو چوتھے سال میں داخل ہو چکا ہو)۔۲۵ جذعة (جو پانچویں سال میں داخل ہو چکا) قتل خطا میں بھی سو اونٹ ہیں مگر پانچ قسم کے۔۲۰ بنت مخاض ،۲۰ بنت لبون ،۲۰ ابن مخاض نر،۲۰ جذیة ۔اگر سونے چاندی سے حساب کیا جائے تو سو دینا،ایک ھزار درھم چاندی،دوسو گائے ،ایک ھزار بکریاں ،دوسو جوڑے (جن میں رداء وازار یا قمیض وشلوار رہوں) کذافی الھدایۃ ۴/۵۷۶۔یہ دیت تین سال کے عرصے میں وقفہ وقفہ سے ادا کی جائے گی۔عاقلہ دیں گے،اگر وہ نہ دیں تو بیت المال سے ادا ہوگی،ورنہ قاتل کے مال سے وصول کی جائیگی ۔دور حاضر میں دیت کی مقدار کیلئے مذکور مقادیر میں سے پہلی تین میں سے کسی ایک کی قیمت لگا کر ادا کی جائیگی۔جو مقتول کے ورثاء کو ملیگی ،جسے وہ باھم بقدر حصص تقسیم کریں گے،مقتول کی بیوہ بھی وارث ہوگی،ھذا ھوا المقصود من ھذا الباب۔

دیت کی بحث کا اصل محل ترمذی جلد اول ابواب الدیات ہے کما قرأنا۔عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہوگی کما فی روایت البیہقی ''قال رسول اللہ ﷺ:دیة المرأة علی النصف من دیة الرجل ،کذافی شرح النقایة ۔

۱۸ ـ بَابُ مَاجَاءَ أَنَّ المیراث [الأموال] لِلْوَرَثَةِ وَالعَقْلُ عَلَى العَصَبَةِ

میراث وارثوں کو ملتی ہے اور دیت عصبہ پر آتی ہے کے بیان میں

۳۲۱ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بنِ المُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَضَى فِي جَنِينِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لِحْيَانَ سَقَطَ مَيِّتاً بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ،ثم إِنَّ المرأَةَ الَّتِي قَضَى عَلَيها بِغُرَّةٍ تُوُفِّيَتْ،فَقَضَى رَسُولُ اللّٰه ﷺ أَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا،وَأَنَّ عَقْلَهَا عَلَى عَصَبَتِهَا.

وَرَوَى يُونُسُ هذا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بنِ المُسَيَّبِ،وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النبيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

ورواه مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،وَمَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بنِ المُسَيَّبِ عَنِ النبيِّ ﷺ مُرسَلٌ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے بنولحیان کی ایک عورت کے حمل کے متعلق جو گر کر مر گیا تھا ایک غلام

یا لونڈی دینے کا فیصلہ فرمایا، پھر وہ عورت جس کے حق میں یہ فیصلہ ہوا تھا، فوت ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس کی میراث بیٹوں اور خاوند کے لئے ہے، اور دیت اس کے عصبہ پر ہے"

یونس نے یہ حدیث زہری سے انہوں نے سعید بن مسیب سے انہوں نے ابوسلمہ سے انہوں نے ابو ہریرہؓ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے، مالک بھی یہ حدیث زہری سے وہ ابوسلمہ سے اور وہ ابو ہریرہؓ سے اور وہ نبی اکرم ﷺ سے یہی حدیث بیان کرتے ہیں.

تشریح : جنین وہ بچہ جو رحم مادر میں ہو پھر ولد، فطین طفل، غلام کہلاتا ہے۔ غرّۃ اس کا لفظی معنیٰ گھوڑے کی پیشانی پر سفید نشان ہے، یہاں وہ تاوان مراد جو غلام یا باندی کی قیمت کے برابر حمل ساقط کرنے کی جنایت کی صورت میں واجب کیا جائے، اگر غلام نہ ہوں تو پانچ سو درھم ہونا ضروری ہے عبد او امۃ ترکیب میں غرۃ سے بدل ہیں، او تنویع کیلئے ہے۔

واقعہ اور فیصلہ: قبیلہ ھذیہ کی ایک شاخ بنولحیان میں ایک شخص کی دو بیویاں باھم دست وگریبان ہوئیں، تو ایک سوکن نے دوسری کو پیٹ پر مارا جو حاملہ تھی، جس سے حمل ساقط ہوا اور بچہ مرگیا، آپؐ نے جنایت کرنے والی اور مارنے والی عورت پر ایک غلام یا باندی کی قیمت کے تاوان کا فیصلہ فرمایا کہ پیٹ پر مارنے والی سوکن یہ تاوان ادا کرے۔ پھر وہ عورت جس پر جنایت ہوئی اور اس کیلئے حضورؐ نے جنایت کرنے والی پر تاوان مذکورہ واجب کیا تھا (تکلیف وزخم کی تاب نہ لاکر) مرگئی۔ قضیہ آپ ﷺ کے پاس دوبارہ پیش ہوا اب دو سوال تھے، ۱۔ مظلومہ مرحومہ کی وراثت کا کیا حکم ہے؟ ۲۔ جنایت سابقہ سبب موت کی دیت کس پر ہوگی؟ آپؐ نے دو کلمات میں معاً دونوں فیصلے فرمادیئے فقضی رسول اللہ آنحضرتؐ نے فیصلہ فرمایا۔ "انّ میراثھا لبنیھا وزوجھا" بلاشبہ اس (مرنے والی مظلومۃ) کی وراثت اسی (مرنے والی) کے شوہر واولاد کیلئے ہے۔ ۲۔ "وانّ عقلھا علی عصبتھا" اور اس (مظلومہ) کی دیت اس (مارنے اور جنایت کرنے والی) کے عصبات پر لازم ہے۔ تقریر کی صورت میں میراثھا، لمنیھا، زوجھا، عقلھا چاروں ضمائر کا مرجع مظلومۃ ہے۔ آخری ضمیر علی عصبتھا کا مرجع جانیہ اور مارنے والی ہے، شارح مشکوۃ علامہ طیبیؒ نے یہی تقریر تحریر کی ہے کہ مرنے والی بھی وہی ہے جس کا حمل ساقط ہوا۔ چنانچہ بعض روایات میں صراحۃً وارد ہے "فقتلھا و ما فی بطنھا" زچہ وبچہ دونوں کو ماردیا۔

سوال: اب ایک سوال رہ جاتا ہے کہ جب مرنے والی مظلومۃ ہے تو، "ثم انّ المرأۃ التی قضی (مجھول) علیھا بغرّۃ توفیت (مجھول)" کا کیا ہوگا، کیونکہ اس کا معنیٰ تو یہ ہے کہ پھر جس عورت کے خلاف تو ان غرۃ کا فیصلہ کیا گیا وہ وفات پاگئی، جس کے خلاف تاوان وغرّۃ کا فیصلہ ہوا وہ مظلومہ نہیں بلکہ جانیہ وجنایت کرنے والی ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تردد لفظ علی کے ظاہر کی وجہ سے ہوا ہے، حالانکہ یہاں علی، لام، کے معنیٰ میں ہے کمافی القرآن الکریم "لتکونوا شھداء علی الناس ای للناس" تاکہ تم لوگوں کیلئے گواہ ہوجاؤ۔ اسی طرح یہاں معنیٰ ہے پھر وہ عورت جس کیلئے (سقوط حمل کی وجہ سے) تاوان کا فیصلہ کیا گیا (زخم وغم کی تاب نہ لاکر) وہ وفات پاگئی۔ یہی ترجمہ متن میں اختیار کیا گیا ہے۔ اس طرح پوری حدیث متناً وترجمۃً وتشریحاً بے غبار ہوجاتی ہے۔ باب کا حاصل بھی یہی ہے کہ عورت اگر وفات پاجائے تو وراثت سب ورثا کو ملیگی، اگر کسی پر جنایت کرے تو دیت اس کے عاقلہ وعصبات پر واجب ہوگی، اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ جب عورت کی جنایت کی

صورت میں دیت عصبات وعاقلہ دیتے ہیں تو اس کے وارث بھی صرف عصبات ہوں گے ایسا نہیں جیسے کوئی کہے چٹی (تاوان) ہم پر کھٹی (کمائی) سب کیلئے وراثت کا حکم جدا اور دیت کا حکم جدا ہے۔

مسئلہ : قضیہ مذکورۃ میں تاوان غرّۃ کا فیصلہ اس وقت ہے جب بچہ پیٹ میں مرگیا پھر مردۃ باہر آیا، اگر زندہ پیدا ہوکر پھر مرا تو کامل دیت واجب ہوگی۔ اس کی مزید چند صورتیں ملاحظہ کیجئے۔ ا۔ حاملہ کو پیٹ پر کسی نے مارا، زندہ بچہ پیدا ہوکر مرگیا ماں زندہ ہے تو بچے کی مکمل دیت اور بچی کی صورت میں نصف دیت واجب ہوگی۔ ۲۔ ماں زندہ ہے، بچہ مردہ پیدا ہوا تو صرف غرّہ واجب۔ ۳۔ بچہ مردہ پیدا ہوا پھر ماں بھی مرگئی تو بچے کی وجہ سے غرۃ اور ماں کی وجہ سے نصف دیت دو چیزیں واجب ہونگی کما فی روایة الباب :
۴۔ بچہ زندہ پیدا ہوا ماں مرگئی تو نصف دیت واجب ہوگی۔ ۵۔ ماں مرگئی، بچہ زندہ پیدا ہوکر مرگیا تو دو دیتیں واجب ہونگی۔ ۶۔ ماں مرگئی، پھر مردہ بچہ ساقط ہوا تو عند الاحناف صرف عورت کی دیت ہے، بچہ کا کچھ نہیں۔ عند الشوافع اس صورت میں بھی دیت وغرّۃ دونوں واجب ہیں۔

روی یونس ھذا الحدیث .... یعنی لیثؒ کی مثل یونسؒ نے بھی زھریؒ سے یہ حدیث نقل کی ہے، فرق اتنا ہے کہ یونسؒ نے سعید بن المسیب کے ساتھ ابوسلمہ کا ذکر بھی کیا ہے ھکذا فی البخاری۔ جبکہ امام مالکؒ نے زھریؒ سے لیث کی طرح صرف سعید بن المسیب کا ذکر کیا ہے، ابوھریرہ کا نہیں۔ اس طرح روایت مالک مرسل ہوئی، جبکہ موصولاً بھی انہوں نے روایت کی ہے۔ ا۔ مالک، عن الزھری، عن ابی سلمه، عن ابی ھریرۃؓ، ۲. مالک عن الزھری، عن سعید بن المسیب ان رسول اللہ ﷺ۔ امام مالک کی پہلی سند موصول اور دوسری مرسل ہے۔

۱۹۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي مِيرَاثِ الرَّجُلِ الَّذِي يُسْلِمُ عَلَى يدى الرَّجُلِ
جو کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوجائے اس کی وراثت کے بیان میں

۳۲۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَوَكِيعٌ عَنْ عَبْدِالعَزِيزِ بنِ عُمَرَ بنِ عَبْدِالعَزِيزِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ مَوْهِبٍ. وقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِاللّٰه بنِ وَهْبٍ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰه ﷺ: مَا السُّنَّةُ فِي الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ يُسْلِمُ عَلَى يَدِ رَجُلٍ مِنَ المُسْلِمِينَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ: هُوَ أَوْلَى النَّاسِ بِمَحْيَاهُ وَمَمَاتِهِ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ وَهْبٍ، وَيُقَالُ ابنُ مَوْهَبٍ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ. وقد أَدْخَلَ بعضهم بينَ عبدالله بن مَوْهِبٍ وَبَيْنَ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ قَبِيصَةَ بنَ ذُؤَيْبٍ، وَرَوَاهُ يَحْيَى بنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِالعَزِيزِ بنِ عُمَرَ، وَزَادَ فِيهِ عَنْ قَبِيصَةَ بنِ ذُؤَيْبٍ وَهُوَ عِنْدِي لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ.

وَالعَمَلُ على هذا عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ العِلْمِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: يَجْعَلُ مِيرَاثَهُ فِي بَيْتِ المَالِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَاحْتَجَّ بِحَدِيثِ النبيِّ ﷺ: أَنَّ الوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ.

”سیدنا تمیم داریؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا وہ مشرک جو کسی مسلمان کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا ہو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ اس کی زندگی اور موت کا سب سے زیادہ مستحق ہے“

اس حدیث کو ہم صرف عبداللہ بن وہب سے پہچانتے ہیں، بعض انہیں ابن موہب کہتے ہیں، وہ تمیم داری سے نقل کرتے ہیں جب کہ بعض ان کے درمیان قبیصہ بن ذویب کا ذکر کرتے ہیں، یحییٰ بن حمزہ اسے عبدالعزیز بن عمر سے نقل کرتے ہوئے قبیصہ بن ذویب کا بھی ذکر کرتے ہیں، لیکن میرے نزدیک یہ سند متصل نہیں۔

بعض اہل علم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ اس کی میراث بیت المال میں جمع کرادی جائے، امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے، ان کا استدلال حدیث سے ہے کہ " ان الولاء لمن اعتق "حق ولاء اسی کے لئے ہے جس نے آزاد کیا۔

۳۲۳۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: أَيُّمَا رَجُلٍ عَاهَرَ بِحُرَّةٍ أَوْ أَمَةٍ فَالْوَلَدُ وَلَدُ زِنَا لَا يَرِثُ وَلَا يُورَثُ.

وقد رَوَى غَيْرُ ابنِ لَهِيعَةَ هذا الحديثَ عَن عمرو بنِ شُعَيْبٍ، والعملُ على هذا عِندَ أَهْلِ العِلْمِ أَنَّ وَلَدَ الزِّنَا لَا يَرِثُ مِنْ أَبِيهِ.

"عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کسی شخص نے کسی آزاد عورت یا باندی سے زنا کا ہوگا، نہ وہ وارث ہوگا اور نہ اس کا کوئی وارث ہوگا"

یہ حدیث ابن لھیعۃ کے علاوہ اور راوی بھی عمرو بن شعیب سے روایت کرتے ہیں، اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ ولد الزنا اپنے باپ کا وارث نہیں ہوتا۔

تشریح : هو اولی الناس بمحیاه ومماته: عقد و موالات کا سلسلہ زمانہ جاھلیت سے رائج تھا۔ پھر ابتداء اسلام میں بھی یہ طریقہ نافذ العمل رہا کہ جب ایک شخص کسی کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتا پھر اس سے عقد موالات کر لیتا، یعنی باہم یہ طے کر لیتے کہ ہم ایک دوسرے کے کفیل و ذمہ دار ہیں، ہم میں سے کوئی ایک اگر کوئی جنایت کریگا تو دوسرا اس کا ذمہ دار ہوگا۔ یہ عقد موالات کہلاتا تھا، آپ نے اسکو نافذ و جاری رکھا و عقد موالات کرنے والوں کو ایک دوسرے کا وارث بنا دیا۔ قرآن کریم میں بھی ہے "ولكلّ جعلنا موالی مما ترک الوالدان و الاقربون. والّذين عقدت ايمانهم، فاٰتوهم نصيبهم (نساء ۳۳) باہم عقد و پیمان کرنے والوں کو حصہ دو۔ حدیث مذکورہ میں بھی یہی ہے کہ وہ معاھد اس کی زندگی موت کا زیادہ حقدار ہے۔

آئمہ کا مسلک :۱۔ مولی الموالات کی وراثت کے حکم کے بارے میں آئمہ ثلثہ اور دیگر جمہور اھل علم کا مسلک یہ ہے کہ اب یہ حکم منسوخ ہو چکا ولاء صرف آزاد کرنے والے کو ملیگا اور بس۔ ۲۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ آدمی جو کسی مسلمان کے ہاتھ پر ایمان لائے، پھر اس سے باقاعدہ عقد موالات کر لے، مجھول النسب ہو، اس کا اقرب وابعد کوئی وارث نہ ہو تو اسکی وفات پر معاھد و معاقد اس کا وارث ہوگا۔

احناف کا استدلال: حدیث باب اور مذکورہ بالا آیت احناف کا قوی متدل اور حجت ہے کہ معاہد بشرائط مذکورہ وارث ہوگا۔

جمہور کا استدلال: دیگر اھل علم نے حدیث مبارکہ "الولاء لمن اعتق" کے عموم سے استدلال کیا ہے کہ ولا آزاد کرنے والے

کیلئے ہے اس کے سوا کسی کیلئے نہیں، الولاء میں الف لام استغراقی قرار دیا ہے کہ ہر ولاء آزاد کنندہ کیلئے ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آزاد شدہ ہر غلام کا ولاء تو آزاد کنندہ کو ملے گا ولا بحث فیہ لیکن جس کو کسی نے آزاد نہ کیا ہو تو اس کا ولاء کس کو دیں گے۔ یہاں "لمن اعتق" تو ہے ہی نہیں۔ کما نحن فیہ۔ زیر بحث آزاد شدہ غلام کا ولاء و ترکہ نہیں کیونکہ اس کے لئے تو طے ہے کہ آزاد کنندہ کو ملیگا ولا خلاف فیہ، بحث تو اس بات میں ہے کہ جس کو کسی نے آزاد نہیں کیا بلکہ صرف اس نے اسلام قبول کیا اور عقد موالات کیا پھر وفات پا گیا تو اس کا ولاء کس کو دیں؟ اس لئے زیر استدلال حدیث میں الف لام استغراقی نہیں بلکہ عہدی ہے، یعنی وہ ولا جو ملک واعتاق کی وجہ سے حاصل ہو وہ آزاد کنندہ کیلئے ہے، باقی جو ولاء قبول اسلام اور عقد موالات کی وجہ سے حاصل ہو۔ اس سے بحث نہیں۔ اس کا ذکر حدیث باب اور مذکورۃ آیت میں ہے جو معاھد کو ملیگا ولا خفاء فیہ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ولاء معتق تو معتق کو ملیگا، الولاء لمن اعتق کی رو سے۔ اور ولاء معاھد معاھد کو ملیگا حدیث باب اور آیت کریمہ کی رو سے۔ دونوں میں کوئی نسخ وتعارض نہیں۔ دیگر جملہ اھل علم کے نزدیک ولاء عتاقه کے علاوہ جو ولاء ہو وہ بیت المال میں جمع کیا جائیگا هذا حدیث لانعرفه ..... : حدیث مذکور کیونکہ احناف کا مستدل ہے اس لئے امام ترمذی نے کوشش کی ہے کہ استدلال تمام نہ ہو سکے۔ حالانکہ امام ترمذی کے شیخ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں موصولا ذکر کی ہے امام احمد، دارمی، نسائی ابن ماجہ، ابوداؤد، ابن ابی عاصم اور طبرانی نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔ وقد ادخل بعضهم ...... بعض ناقلین ورواۃ نے عبداللہ بن وهب (ویقال له عبدالله بن موهب) اور تمیم داریؓ کے درمیان قبیصہ بن ذویب کی زیادتی کی ہے۔ چنانچہ روایت الباب میں قبیصہ بن ذویب کا ذکر نہیں۔ یحیی بن حمزہ نے قبیصہ بن ذویب کا ذکر کیا ہے۔ جب دونوں طرح مروی ہے تو پھر وهو عندی لیس بمتصل چہ معنی دارد؟ بہر حال امام ترمذی نے خوب کوشش کی ہے، ہاں آٹھ آئمہ حدیث کی تخریج کا حوالہ ہم نے پڑھ لیا۔ جس سے بات واضح اور ثابت ہو چکی۔ اگر مزید شوق رکھتے ہیں تو زیر بحث حدیث کی تفصیل فتح الباری عمدۃ القاری میں دیکھئے انشاء اللہ چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔

ایما رجل عاهر : ای اتی امراة اجنبیة لیلا۔ عاھر کا لفظی معنیٰ رات میں زنا کیلئے عورت کے پاس جانے کا ہے، اب مطلقا زنا کیلئے مستعمل ہے، جیسے حدیث پاک میں ہے "وللعاهر الحجر" اور زانی کیلئے پتھر، حاصل بحث یہ ہے کہ ولد الزنا زانی کا وارث نہ ہوگا، نہ زانی حرامی کا وارث ہوگا، وقد روی غیر ابن لهیعة : ابن لهیعة متکلم فیہ راوی ہے، اس لئے امام ترمذی نے تصریح و تدارک کیا اگر چہ ابن لهیعة متکلم فیہ راوی ہے لیکن حدیث قابل احتجاج ہے کیونکہ اس کے علاوہ دیگر رواۃ نے اسے نقل کیا ہے۔

٢٠ ـ بَابُ مَاجَاءَ فِيمَنْ يَرِثُ الوَلَاءَ

ولاء کے حقدار کے بیان میں

٢٢٤ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا ابنُ لَهِيعَةَ عَن عَمرِو بنِ شُعَيبٍ عَن أَبِيهِ عَن جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: يَرِثُ الوَلَاءَ مَن يَرِثُ المَالَ. هذا حديثٌ لَيسَ إِسنَادُهُ بِالقَوِيِّ.

"عمرو بن شعیبؒ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ولاء کا وہی وارث ہوتا

ہے جو مال کا وارث ہے'' اس حدیث کی سند قوی نہیں۔

۳۲۵۔حَدَّثَنَا هَارُونَ أَبُو مُوسَى الْمُسْتَمْلِيُّ الْبَغْدَادِيُّ، أَخْبَرَنَا محمدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ رُؤْبَةَ التَّغْلِبِيُّ عَنْ عبدالواحدِ بنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ النَّصْرِيِّ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: الْمَرْأَةُ تَحُوزُ ثَلَاثَةَ مَوَارِيثَ: عَتِيقَهَا وَلَقِيطَهَا وَوَلَدَهَا الَّذِي لَاعَنَتْ عَنْهُ. هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لَا يُعْرَفُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ من حَدِيثِ محمدِبنِ حَرْبٍ.

''سیدنا واثلہ بن اسقعؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت تین ترکوں کی مالک ہوتی ہے، ۱۔اپنے آزاد کئے ہوئے غلام کے ترکے کی، ۲۔جس بچے کو اس نے اٹھا کر پالا ہو، ۳۔اور اس بچے کی جسے لے کر اس نے اپنے شوہر سے لعان کیا اور پھر وہ شوہر سے الگ ہوگئی''

یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسے محمد بن حرب کی روایت سے اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح : مثل باب سابق اس میں بھی رواثت بالقرابت کی بجائے وراثت بالسبب والاعتاق کا ذکر ہے۔یعنی آزاد کنندہ اپنے آزاد کردہ غلام کا وارث بنتا ہے، لیکن نسب وقرابت اور رشتہ داری کی وجہ سے نہیں بلکہ اعتاق وآزاد کرنے کے سبب سے وارث اور مالک ہوگا۔

مسئلہ: زیر بحث باب میں اس غلام کے ولاء ووراثت کا ذکر ہے جسے ایک شخص نے آزاد کیا، آزادی کے بعد غلام مرگیا اور کچھ مال چھوڑا اس کا کوئی قریبی، بعیدی عزیز وارث موجود نہ ہو جو وارث اور عصبہ نسبی بنے، تو اس صورت میں آزاد کرنے والا سابقہ مولیٰ وارث ہوگا ،اگر معتق زندہ نہ ہو تو اس کے مذکر رشتہ دار وارث ہوں گے، ولاء عتاقہ سے آزاد کرنے والے کی رشتہ دار عورتوں کو حصہ نہ ملیگا، صرف اس کے مرد رشتہ داروں کو ملیگا۔ولاء عتاقہ کیلئے یہی حکم ہے ہاں اگر مالکہ عورت خود غلام یا باندی آزاد کرے تو اس کی وارث ہوگی۔حدیث مبارکہ میں ہے ''لیس للنساء الولاء ، الّا ما اعتقن او اعتق ما اعتقن، او کاتبن او کاتب ما کاتبن، او دبّرن او دبّر من دبّر (انتهاب) عورت کیلئے ولاء نہیں مگر جسے خود آزاد کیا یا ان کے آزاد کردہ آگے کسی کو آزاد کیا، اسی طرح مدبر ومکاتب بنانے کی صورت میں حکم ہوگا، پہلی حدیث کا حاصل یہی ہے کہ جو مرد وارث ہوتے ہیں، وہی ولاء عتاقہ کے مالک ہوں گے۔ابن لہیعہ کی وجہ سے یہ حدیث بھی قوی نہیں۔

المرأة تحوز ثلثة مواريث عتيقها۔عورت تین وراثتوں کو سمیٹ اور جمع کر سکتی ہے۔ا۔اپنے آزاد کردہ غلام یا باندی کی وراثت اور ولاء کی مالک ہوگی، بدليل الولاء لمن اعتق ۔۲۔لقیطها: ان بچے کی وراثت جسے عورت نے راستہ سے اٹھا کر پرورش کی، پھر ترکہ چھوڑ کر وفات پائی، ظاہر حدیث کو دیکھتے ہوۓ اسحاق بن راہویہ کا قول یہی ہے کہ لقیطہ کی وراثت ملتقط کو منتقل اور وصول ہوگی۔

قول جمہور: جمہور امت کا مسلک یہ ہے کہ لقیط کا ترکہ ملتقط کو نہ ملیگا بلکہ بیت المال میں جمع ہوگا۔کیونکہ لقیط آزاد ہوتا ہے اس کا ولاء نہیں بلکہ وراثت بیت المال میں جمع ہوگی۔کیونکہ وارث بنانے کے اسباب نسب واعتاق موجود نہیں۔ظاہر ہے لقیط وملتقط کے

مابین نسب واعتاق دونوں سبب نہیں۔اس لئے وراثت نہیں۔

روایت الباب کا جواب: اسحاق بن راہویہؒ نے زیر بحث روایت سے استدلال کیا ہے، جو ثابت وقابل احتجاج نہیں۔دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمان توریثاً وتملیکاً نہیں بلکہ استعطافاً واستحقاقاً ہے، یعنی بیت المال میں جمع ہوکر عامة المسلمين کی مصالح میں خرچ ہوتا تو ملتقط مستحقہ کیلئے فرمایا کہ اسے یہی دیدیا جائے۔کیونکہ یہ اقرب واحق ہے بنسبت دیگر مسلمانوں کے یہ وراثت نہیں عنایت ہے وبينهما فرق بيّن

ولدها التي لاعنت عنه: اس بچے کا ترکہ جس کی وجہ سے عورت نے شوہر سے لعان کیا۔مختصراس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شوہر نے اپنی حاملہ بیوی پر تہمت لگائی، گواہ نہ لاسکا عورت نے قاضی کے سامنے اس کی حلفیہ تکذیب کی، پھر دونوں کے درمیان تفریق ہوئی ،یہ بچہ پیدا ہوا، ترکہ چھوڑ کر مرا تو اس کی وراثت صرف اسی ماں کو ملیگی کیونکہ باپ سے اس کا نسب تہمت ونفی کی وجہ سے ثابت نہیں ۔باپ بچے کا وارث ہوگا نہ بچہ باپ کا، اس کی وارث ماں ہے۔

فائدہ: ابواب الفرائض کے تمہیدی دو ابواب کے بعد وارثوں میں سب سے پہلے "میراث البنات" بیٹیوں کے حصے کا بیان ہوا، صرف لفظ بیان پر اکتفا نہیں بلکہ سب سے پہلی اسلامی حدود کے مطابق تقسیم ہونے والی وراثت سعد بن ربیعؓ کی بیٹیوں کو دی گئی ،آخری باب بھی ماں کی وراثت کا ہے جس کیلئے ایک سے زائد املاک میں حقدار وحصے دار ہونے کا بیان ہوا، بیٹی وبیوہ دونوں کو محروم کیا جاتا، مشئوم سمجھا جاتا، اسلام نے دونوں کو عزت دی وراثت بھی دلوائی، بلکہ ان کی کفالت وحفاظت پر پیغمبر اسلام صلى الله عليه وسلم الف الف مرّة بعد دكل ذرّة فداه روحي وابي وامّي نے جنت ومعیت کی بشارت بھی عطاء فرمائی۔سچ ہے یتیموں اور بیواؤں کے نام پر تنظیمیں بنانا اور صرف واویلا کرنا اور چیز ہے اور دختر کافر کیلئے رداء رحمت بچھا دینا اور چیز ہے۔آخر میں اتنی بات سنتے جایئے کہ بیٹی وبیوہ کا حق مار کر اپنی عاقبت خراب نہ کیجئے، بلکہ انہیں دیکر جنت کی بشارت لیجئے۔اللہ تعالیٰ ہمیں علم وحلم عطا فرمائیں اور جبر وظلم سے بچائیں۔

فتمّت ابواب الفرائض وتليها ابواب الوصايا

ابواب الوصایا عَن رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ

رسول اکرم ﷺ سے وصیت کے متعلق واردشدہ احادیث کے بیان میں یہ چند ابواب ہیں

صیغہ ومعنیٰ: وصایا وصیۃ کی جمع ہے، جیسے ھدایا ھدیۃ کی جمع ہے، یہ وصی الشی عبا خر سے مشتق ہے، اس کا لفظی معنیٰ ملانا ہے.

اصطلاحی معنیٰ: ا۔ تملیک مضاف الیٰ مابعد المیت وہ ملکیت جو میت کے بعد کی مدت کی طرف منسوب ہو،

۲۔ ھو عھد خاص مضاف الی مابعد الموت وہ خصوصی تاکید ومعاہدۃ جو موت کے بعد کی مدت کی طرف منسوب ہو۔

وجہ تسمیہ: سمّیت الوصیۃ لانّہ وصل ماکان فی حیاتہ ممابعدہ وصیت نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ صاحب وصیت نے اپنی زندگی کے بعض معاملات وملکیت کو موت کے بعد والے وقت سے ملادیا، ملانا اس کا لفظی معنیٰ تھا۔

وصیت کی اقسام وحکم: وصیت کی متعدد صورتیں ہیں، ہرایک کا حکم مختلف ہے مثلاً ا۔ انسان پر حقوق اللہ یا حقوق العباد میں سے جو فرض ضروری ہیں، زندگی میں ادا نہیں کرسکا تو ان حقوق واجبہ ولازمہ کی وصیت واجب ہے۔ نمازیں قضا ہیں، روزے ذمے میں باقی ہیں زکوٰۃ نہیں دی، حقوق العباد میں قرض دینا ہے، امانت رکھی ہے۔ کاروباری واجبات ہیں وغیرہ ۲۔ اگر کسی قسم کا کوئی حق کسی شخص یا اشخاص کا واجب نہیں تو غیر وارث رشتہ دار کیلئے وصیت کرنا مستحب ہے، امور خیر اور صدقہ جاریہ کیلئے وصیت کرنا بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ ۳۔ وراثت کے حقدار رشتہ داروں کیلئے وصیت کرنا جائز نہیں، اگر کسی نے مثلاً باپ، بیٹا، بیوی کیلئے وصیت کی تو کالعدم ہوگی، ان کو وراثت کا جو حصہ ہے وہ ملیگا، وصیت نہیں، یا وصیت ووراثت میں سے اقل ملیگا ۴۔ وصیت کا جواز واطلاق صرف نیک مباح امور میں ہے، کسی ناجائز چیز کی وصیت درست نہیں مثلاً میری بہو کو ٹی وی دلوادینا، باجے گاجے کے آلات دلوادینا وغیرہ ۵۔ کسی ایک یا سب وارثوں کو محروم کرنے کی وصیت ظلم ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں کہ سب مال مسجد پر لگادو وارث محروم رہیں یہ ثواب کی بجائے عذاب ہے۔ ہاں ورثا کے حقوق کے ساتھ اپنی آخرت کیلئے وصیت مباح ومفید ہے۔

وصیت کی مقدار: انسان صرف اپنی ملکیت کی ایک تہائی میں وصیت کرسکتا ہے، تہائی سے زیادہ مقدار کی وصیت درست نہیں۔ کفن دفن اور قرض کی ادائیگی کے بعد کل ترکہ کی تہائی میں وصیت نافذ ہوگی۔

وصیت میں مصلحت: اپنے غیر وارث عزیز اقارب کی دلجوئی اور اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کا حصول۔

تہائی ترکہ سے زائد کی وصیت پوری کرنے کی شرائط: ابھی گذرا کہ وصیت صرف تہائی ترکہ میں نافذ ہوگی۔ باقی ماندہ مال ورثاء کا حصہ وحق ہے۔ اگر وصیت تہائی سے زیادہ سے پوری کرنا چاہیں تو ضروری ہے کہ ا۔ سب وارث موجود ورضامند ہوں ۲۔ سب وارث عاقل بالغ خود مختار ہوں۔ نابالغ ومجنون کی رضامندی کا اعتبار نہیں۔

اہلیت وصیت کی شرائط: وصیت کے اہل ہونے کیلئے چند چیزوں کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ وصیت کرنے والا عاقل، بالغ، آزاد ہو، جس کیلئے وصیت کی گئی وہ بوقت وصیت زندہ ہو، وصیت لینے کی صلاحیت رکھتا ہو، جس چیز کی وصیت کی جارہی ہے وصیت کے

وقت موجود ہو، تملیک ہو، موصی لہ جس کیلئے وصیت کی گئی شرعا موصی کا وارث نہ ہو، وصیت صرف تہائی مال میں ہو۔
تنبیہ: جس کا قریبی بعیدی کوئی وارث نہ ہو اس پر قرض بھی نہ ہو تو ایسا شخص پورے مال کی وصیت کسی خیر کے کام صدقہ جاریہ یا جس کیلئے چاہے کر سکتا ہے۔

اسلام میں سب سے پہلی وصیت: اس بحث کے آخر میں اسلام میں سب سے پہلی وصیت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ سیدنا براء بن معرورؓ نے حضورؐ کیلئے تہائی مال کی وصیت کی تھی، ورثاء نے تہائی مال پیش کیا، رحمۃ للعلمین نے قبول فرما کر ورثاء کو واپس کر دیا۔

ام المومنین کا مشورہ: وصیت کے بارے میں شریعت کا مسئلہ پڑھ لیا، اب معلمۃ الامۃ ماں کا مشورہ بھی سن لیجئے بلکہ پلے باندھ لیجئے
''عن عائشہؓ ان رجلا قال لھا: أریدان أوصی، قالت کم مالک؟ قال: ثلاثة آلاف، قالت کم عیالک؟ قال: اربعة، قالت: قال اللہ تعالی: ان ترک خیرا'' ھذا یسیر، فاترکه لعیالک، فھو افضل، رواہ ابن ابی شیبه (روح المعانی وخازن) سیدۃ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے، ایک آدمی نے ان سے کہا میں وصیت کا ارادہ رکھتا ہوں، پوچھا تیرا مال کتنا ہے؟ جواب دیا تین ھزار (درھم) پھر پوچھا اھل وعیال کتنا ہے؟ کہا چار جواب دیا اللہ تعالیٰ نے زیادہ مال متروکہ کے متعلق وصیت کا فرمایا: یہ تو تھوڑا ہے، تو اپنے اھل وعیال کیلئے چھوڑ دو، یہی بہتر ہے پہلے خویش پھر درویش۔ اس سے واضح ہو گیا کہ وصیت سوچ سمجھ کر مناسب مالیت کی صورت میں کرنی چاہئے تاکہ ورثاء محروم وپشیمان نہ ہوں واللہ اعلم۔

١۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی الْوَصِیَّةِ بِالثُّلُثِ

ایک تہائی مال کی وصیت کرنے کے بیان میں

٣٢٦۔ حَدَّثَنَا ابنُ أَبِی عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَن عَامِرِ بنِ سَعْدِ بنِ أَبِی وَقَّاصٍ عَن أَبِیهِ قَالَ: مَرِضْتُ عَامَ الفَتْحِ مَرَضاً أَشْفَیْتُ مِنْهُ علی المَوْتِ، فَأَتَانِی رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ یَعُودُنِی، فَقُلْتُ: یَارَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ لِی مَالاً کَثِیراً وَلَیْسَ یَرِثُنِی اِلَّا ابْنَتِی فَأُوصِی بِمَالِی کُلِّهِ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ فَثُلُثَیْ مَالِی؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَالشَّطْرِ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَالثُّلُثُ؟ قَالَ: الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ کَثِیرٌ اِنَّكَ أَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِیَاءَ خَیْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَھُمْ عَالَةً یَتَکَفَّفُونَ النَّاسَ، اِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً اِلَّا أُجِرْتَ فِیھَا، حَتَّی اللُّقْمَةَ تَرْفَعُھَا اِلَی فِی امْرَأَتِكَ. قَالَ: قُلْتُ: یَارَسُولَ اللّٰهِ أُخَلَّفُ عَنْ ھِجْرَتِی؟ قَالَ: اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ بَعْدِی فَتَعْمَلَ عَمَلاً تُرِیدُ بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَ بِهِ رِفْعَةً، وَدَرَجَةً، وَلَعَلَّكَ اِنْ تُخَلَّفُ حَتَّی یَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَیُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ. اللّٰھُمَّ امْضِ لِأَصْحَابِی ھِجْرَتَھُمْ وَلَا تَرُدَّھُمْ علی أَعْقَابِھِمْ لٰکِنَّ البَائِسَ سَعْدُ بنُ خَوْلَةَ: یَرْثِی لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ مَاتَ بِمَکَّةَ. قَالَ أبوعِیسَی: وفی البابِ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ. وھذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ. وقد رُوِیَ ھذا الحدیث مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَن سَعْدِ بنِ أَبِی وَقَّاصٍ. والعَمَلُ علی ھذا عِنْدَ أَھْلِ العِلم أَنَّهُ لَیْسَ للرَّجُلِ أَنْ یُوصَی بِأَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ. وقد اسْتَحَبَّ بَعْضُ أَھْلِ العِلمِ أَنْ یُنْقِصَ مِنَ الثُّلُثِ لِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَالثُّلُثُ کَثِیرٌ.

''سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں میں فتح مکہ کے سال اتنا بیمار ہوا۔ کہ موت کو جھانک لیا رسول اللہ میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس بہت مال ہے اور ایک بیٹی کے سوا کوئی وارث

نہیں کیا میں اپنے پورے مال کی وصیت کردوں، آپ نے فرمایا نہیں! میں نے کہا دو تہائی کی آپ نے فرمایا نہیں! میں نے کہا اچھا آدھے کی آپ نے فرمایا نہیں میں نے کہا ایک تہائی آپ نے فرمایا تہائی بھی بہت ہے اگر تم اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑ دو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انکو نادار چھوڑ کر مرو کہ لوگوں کے سامنے خالی ہاتھ پھیلائیں اور تم جو کچھ خرچ کرو گے حتیٰ کہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دو گے اس پر بھی تمہیں اجر ملے گا۔ سعد فرماتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ میں اپنی ہجرت میں پیچھے رہ جاؤں گا؟ (یعنی مدینے نہ جاسکوں گا اور یہیں انتقال ہوجائے گا) آپ نے فرمایا اگر تم پیچھے رہ جاؤ گے اور کوئی کام اللہ کی رضا کیلئے کرتے رہو گے تو ہر عمل پر تمہارے درجات بلند ہوں گے اور امید ہے کہ تم میرے بعد زندہ رہو گے تاآنکہ کچھ لوگ تم سے فائدہ اٹھائیں گے اور دوسرے لوگ نقصان، اے اللہ میرے صحابہ کی ہجرتوں کو پورا فرما اور ایڑیوں کے بل انکو واپس نہ لوٹا، لیکن ڈر سعد بن خولہ کا ہے رسول اللہ کو انکے مکہ میں مرنے کا افسوس تھا''

اس باب میں ابن عباس سے روایت ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ حدیث مختلف طریقوں سے سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے، اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے کہ آدمی کے لئے ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کرنا جائز نہیں بعض نے تہائی سے کم کی وصیت کرنے کو مستحب کہا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تہائی بہت ہے۔

۳۲۷۔حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ أخبرنا عَبْدُالصَّمَدِ بْنُ عَبْدِالْوَارِثِ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وهو جد هذا النصر، حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ وَالْمَرْأَةَ بِطَاعَةِ اللّٰهِ سِتِّينَ سَنَةً ثُمَّ يَحْضُرُهُمُ الْمَوْتُ فَيُضَارَّانِ فِي الْوَصِيَّةِ فَيَجِبُ لَهُمَا النَّارُ،ثُمَّ قَرَأَ عَلَيَّ أَبُو هُرَيْرَةَ:﴿مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِنَ اللّٰهِ﴾۔إِلَى قَوْلِهِ۔﴿ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ[صحيحٌ]غريبٌ. و نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الَّذِي رَوَى عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ جَابِرٍ هُوَ جَدُّ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيِّ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ نے فرمایا کتنے مرد اور عورتیں، اللہ کی اطاعت میں ساٹھ برس تک عمل کرتے رہتے ہیں پھر جب انکو موت آتی ہے تو وصیت میں نقصان پہنچاتے ہیں جس سے انکے لئے آگ واجب ہوجاتی ہے۔ پھر ابو ہریرہ نے اس کی تصدیق کے لئے یہ آیت پڑھی۔ وصیت نکالنے کے بعد جس کی وصیت کردی جائے یا جو قرض ہو وہ نکالنے کے بعد لیکن کسی کی وصیت کے ذریعہ نقصان نہ پہنچائے یہ اللہ کا حکم ہے''

یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے، نصر بن علی جو اشعث بن جابر سے راوی ہیں نصر جہضمی کے دادا ہیں.

تشریح : مرضت عام الفتح : سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ۔ کا فرمان ہے کہ میں فتح کے سال بیمار ہوا۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ ''الفتح '' کی بجائے صحیح ''عام حجة الوداع '' ہے دیگر اکثر روایات میں یہی لفظ وارد ہے، صرف سفیان بن عیینہ کی زیر بحث روایت میں ''عام الفتح '' کا لفظ ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ حجۃ الوداع کے سال کا واقعہ ہے۔ بعض دیگر شراح ومحدثین نے یہ بھی لکھا ہے کہ دراصل سیدنا سعدؓ دوبار بیمار ہوئے فتح کے سال بھی اور حجۃ الوداع کے سال بھی، اس طرح دونوں روایات بالفاظہما درست ہیں

۔لیکن قرین قیاس یہ ہے کہ یہ واقعہ ایک بار حجۃ الوداع کے موقع پر پیش آیا ورنہ آپ ؐ سے طول حیات کی بشارت سن کردوبارہ یہ الفاظ نہ فرماتے۔کما صرح بہ الحافظ۔ایک روایت میں ہے سیدنا سعدؓ نے کہا میرا کوئی وارث نہیں،اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا مطلب تھا میرا کوئی مرد وارث نہیں۔بٹی زوج کے گھر میں ہونے اور وہاں سے کھانے پینے پہننے کی وجہ سے بے نیاز ہے،اس لئے میں وصیت کردوں یا یوں کہا جائے کہ یہ دو واقعے ہیں پہلے جب بیمار ہوئے تو بیٹی نہ تھی یہ عام الفتح ہو،دوبارہ بیمار ہوئے تو بیٹی تھی یہ عام حجۃ الوداع ہو۔واللہ اعلم

سیدنا سعد بن ابی وقاص :نام سعد،کنیت ابو اسحاق،والد ابو وقاص مالک،والدہ حمنۃ۔ابتداء نبوت میں بعمر سترہ ۱۷ سال اسلام قبول کیا،غزوا احد و دیگر میں شریک ہوئے،غزوہ احد میں آپ ؐ نے فرمایا ارم یا سعد فداک ابی وامی،سیدنا عمرؓ عثمانؓ کے دور میں گورنر رہے،مروان بن حکم کے دور میں مدینہ منورہ سے دس میل کے فاصلے پر عقیق میں واقع اپنے محل میں سنہ ۵۵ھ میں راہی دار البقاء ہوئے مروان نے نماز جنازہ پڑھائی،جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔مزید تفصیل دیکھئے انعامات المنعم اول باب نمبر ۴۴.

اشفیت منه ای اشرفت یعنی میں نے شدت مرض کی وجہ سے موت پر جھانک لیا۔

یعودنی: ترکیب میں جملہ فعلیہ حال ہے لفظ رسول اللہ سے۔

الا ابنتی : جیسے ابھی گذرا اس وقت صرف ایک بیٹی تھی پھر طویل عمر بسر کے بعد جب انتقال ہوا تو چار بیٹے بھی وارث تھے۔

فاوصی : مضارع متکلم از باب افعال قلت بالشطر: ای فالشطر کاف ،یعنی نصف کافی ہے،یہ مبتداء مخدوف الخبر ہے،قیل آخر، الثلث کثیر وفی روایة کبیر،ومعنا هما قریب ۔لفظ کثیر و کبیر قریب المعنیٰ ہیں۔

انک ان تذر ورثتک ....:ان تذر... پورا جملہ بتاویل مصدر ہو کر مبتداء ہے۔خیر...الخ خبر ہے،پھر مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ،ان کی خبر ہے۔الا اجرت فیها: دراصل امور کا مدار و معیار نیتوں پر ہے،و نیة المؤمن خیر من عمله ،یتکففون الناس ای یمدون ایدیهم امام الناس لفقرهم وحاجتهم ۔اپنی ہجرت سے پیچھے رہ گیا،مطلب یہ ہے کہ شدت مرض اور قریب مرگ کی وجہ سے سمجھ لیا کہ میرا انتقال یہیں مکہ میں ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے تو میں ہجرت سے پیچھے رہ گیا۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہجرت کی ہی نہیں کیونکہ سیدنا سعدؓ کی غزوۃ احد میں شرکت ،مدینہ منورۃ میں آپ ؐ پر رات کو پہرہ دینا ۔۔۔۔مشہور و مسلم ہیں۔اس لئے اس جملہ کا مطلب یہی ہوا کہ باوجود ہجرت کرنے کے میں اپنی ہجرت سے پیچھے رہ گیا کہ واپس آکر انتقال مکہ میں ہی ہو رہا ہے

لعلک ان تخلف .... یہ برائے تحقیق ہے،یقیناً تو مجھ سے پیچھے رہے گا،امت کو تجھ سے فوائد کثیرۃ اور فتوحات عظیمہ حاصل ہونگی۔چنانچہ عراق انہیں کی زیر قیادت فتح ہوا۔پھر انتقال بھی دار الھجرۃ کے قرب میں ہوا۔کما کتبنا سابقا۔اس میں بشارت و تسلی دونوں جمع ہیں،یہی ہم نے آداب عیادت میں پڑھا ہے۔لکن البائس سعد بن خولةؓ: آپ ؐ نے بات کا رخ موڑتے ہوئے دوسرے صحابی رسول کا تذکرہ فرمایا اور بتایا کہ زیادہ افسوس تو سعد بن خولہؓ پر ہے،جو مجبور و معذور ہی موت کے منہ میں چلے گئے،ہجرت نہ کر سکے،آپ ؐ نے غم اور دکھ کا اظہار فرمایا: وہ کتنا قابل رحم ہے جو ہجرت مفروضہ کے بغیر چل بسا۔

یرثی له آپؐ نے اس پر رنج والم کا اظہار فرمایا۔ مرثیہ میت کے محاسن کو مبالغہ آمیزی سے یاد کرنا اور بیان کرنا۔

سوال: مسند احمد میں ہے "نهی رسول اللهؐ عن المراثی "حضورؐ نے مرثیہ پڑھنے سے روکا ہے؟

جواب: حدیث باب میں یرثی له ... کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرمؐ نے گہرے دکھ کا اظہار فرمایا، جسکی ممانعت نہیں، حدیث مسند میں نفی ان مرثیوں کی ہے جن میں میت کی مدح وتعریف میں مبالغہ آمیزی ہو، جس کے سننے سے مزید غم بڑھے حضورؐ کے عمل اور حدیث نفی دونوں کے محمل جدا جدا ہیں، ولا منافات بینهما. والعمل علی هذا عند اهل العلم :امام ترمذی نے جمہور کے قول وفتوی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وصیت ترکہ کی ایک تہائی کی ہو۔ بلکہ اس سے بھی کم ہو تو بہتر ہے جیسے سیدۃ عائشہؓ کا فرمان تمہید میں ہم نے پڑھا ہے۔ والثلث کثیر ۔۱۔ پہلا مطلب یہ ہے کہ ایک تہائی بھی زیادہ ہے، جواز کی انتہائی حد ہے، چنانچہ احنافؒ: کہتے ہیں کہ ثلث سے کچھ کم کی وصیت محتاط و بہتر ہے۔۲۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ایک تہائی اکمل درجہ ہے۔۳۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ ثلث بھی بہت ہے کافی وافی ہے یہ کوئی کم مقدار نہیں اھل قرابت اور امور خیر کیلئے۔

فیضا رّان فی الوصیة : اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پوری عمر اتفاق واتحاد اور اعتدال واتباع میں گذاری آخر میں مرتے مرتے ہاتھ دکھا گئے، جس سے ورثاء کو عارضی نقصان پہنچا کر اپنا دائمی نقصان کر گئے، آپؐ نے یہ فرما کر تنبیہ فرمادی کہ ایسی کوئی حرکت ووصیت بالکل نہ کرنی چاہئے جس سے اپنی عاقبت خراب ہو، کیونکہ "انما الاعمال بالخواتیم "مسلم ہے۔ قرآن کریم میں بھی وصیت کے ذکر کے ساتھ "مضار" کی قید ہے کہ وصیت وایثار ہو، لیکن غیر ضارّ ہو۔ مثلاً: ۱۔ ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کرنا۔۲۔ ورثاء میں سے کسی ایک کیلئے وصیت کرنا۔۳۔ پورا مال ایک وارث کو دیکر دوسروں کو محروم کرنا۔۴۔ وصیت کر کے پھر اپنی وصیت سے منکر ہو جانا ۔۵۔ نالائقوں کیلئے وصیت کرنا۔ ان سب سے اجتناب اور وصیت میں احتیاط ہو۔

۲۔بابُ مَاجاءَ فِی الْحَثِّ عَلَی الْوَصِیَّةِ

وصیت کی ترغیب کے بیان میں

۳۲۸۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِی عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَن أَیُّوبَ عَن نَافِعٍ عَنِ ابنِ عُمَرَ: قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَا حَقُّ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ یَبِیتُ لَیْلَتَیْنِ وَلَهُ مَایُوصِی فِیهِ اِلَّا وَوَصِیَّتُهُ مَکْتُوبَةٌ عِنْدَهُ.

هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ. وقد رُوِیَ عَنِ الزُّهرِیِّ عَن سَالِمٍ عَنِ ابنِ عُمَرَ عَنِ النبیِّ ﷺ نَحْوَهُ.

"سیدنا ابن عمر سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مرد مسلمان دو راتیں گزارے اور اس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس میں وصیت ہو سکتی ہو تو حق ہے کہ وصیت اس کے پاس لکھی ہو"

یہ حدیث حسن صحیح ہے، زہری سے بواسطہ سالم بھی ابن عمرؓ سے روایت ہے۔

تشریح : ماحق امرأ مسلم : مامشابه بلیس ،حق مضاف ،امرأ مضاف الیه موصوف ،مسلم صفت اول ،یبیت لیلتین جمله صفت ثانی، امرأ دونوں صفات سے ملکر مضاف الیه، مرکب اضافی ما کا اسم ،وله مایوصی فیه، واو حالیه، له ظرف مستقر خبر مقدم ،یوصی فیه جمله فعلیه صله، موصول صله ملکر مبتداء مؤخر، مبتداء

اپنی خبر مقدم سے ملکر جملہ اسمیہ حالیہ۔ الا حرف استثناء، واو حالیہ، وصیۃ مبتداء، مکتوبۃ اسم مفعول، عندہ مکتوبۃ کا مفعول فیہ، مکتوبۃ مفعول فیہ سے ملکر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ مستثنیٰ ماحق۔۔۔ کی خبر، ما اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ منفیہ۔

لیلتین: اکثر روایات میں یہی لفظ تثنیہ ہے، بعض روایات میں "لیلۃ او لیلتین، کمافی البیھقی وابی عوانۃ. اور "یبیت ثلث لیال "کمافی مسلم و نسائی .... ان الفاظ سے تعیین وتحدید مقصود نہیں بلکہ تقریب وتنبیہ مقصود ہے کہ آدمی پروصیت لکھے بغیر تھوڑا سا وقت بھی نہ گذرنا چاہئے کیونکہ۔ "اذا جاء اجلھالایستأخرون ساعۃ وّلا یستقد مون، وماتدری نفس بایّ ارض تـمـوت " اٹل ہیں، ہمیں کل کی خبر نہ پل کی خبر۔ چنانچہ ابن عمرؓ نے فرمایا: جب سے میں نے یہ فرمان آپؐ سے سنا مجھ پر کوئی رات نہیں گذری کہ میرے تکیہ کے نیچے تحریر شدہ وصیت نہ ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اتباع واحتیاط اسی میں ہے کہ وصیت نامہ جلدی لکھیں اور محفوظ و پاس رکھیں۔

وصیت لکھنے کا طریقہ تمہید میں ہم پڑھ چکے ہیں۔ مزید یہ بھی یاد رکھیں کہ صرف لکھنا کافی نہیں، بلکہ جمہور علماء کا کہنا ہے کہ وصیت پر دو گواہ بھی ہوں، جو شرعاً گواہی کی اہلیت کے حامل ہوں۔ اگرچہ محمد بن نصر مروزی کا قول ہے کہ صرف کتابت وصیت کافی ہے، شہادت ضروری نہیں۔ والراجح ماقلنا اوّلا.

۳۔ بابُ مَاجَاءَ أَنَّ النبیَّ ﷺ لَمْ یُوصِ

نبی صلعم نے مال کے بارے میں کوئی وصیت نہیں کی کے بیان میں

۳۲۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ، أخبرنا أَبُو قَطَنٍ عمرو بن الھیثم البغدادی أخبرنا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ قَالَ: قُلْتُ لابْنِ أَبِی أَوْفَی: أَوْصَی رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: وَكَیْفَ كُتِبَتِ الوَصِیَّةُ وَكَیْفَ أَمَرَ النَّاسَ؟ قَالَ: أَوْصَی بِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَی. قَالَ أبو عِیسَی: ھذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ غریبٌ. لاَنَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِیثِ مَالِكِ بنِ مِغْوَلٍ.

"طلحہ بن مصرفؒ کہتے ہیں میں نے ابن ابی اوفیؓ سے پوچھا کیا رسول اللہ نے کوئی وصیت کی تھی آپ نے کہا نہیں میں نے کہا تو وصیت کیسے مقرر ہوئی۔ اور کیسے آپ نے لوگوں کو حکم دیا؟۔ ابن ابی اوفی نے کہا آپ ﷺ نے اللہ کی کتاب پر عمل کرنے کی وصیت کی" یہ حدیث صحیح ہے ہم اسکو صرف مالک بن مغول کی روایت سے پہنچاتے ہیں۔

تشریح: طلحہ بن مصرفؒ نے ابن ابی اوفیؓ سے استفسار کیا کہ حضورؐ نے وصیت کی ہے؟ جواب ملا نہیں۔ تو پھر سوال اٹھایا کہ جب حضورؐ نے از خود وصیت بالمال نہیں فرمائی تو یہ کیسے ثابت ولازم ہوئی اور لوگوں کو کیسے حکم دیا؟ تو ابن ابی اوفی نے جواب دیا مال کی وصیت تو نہیں فرمائی (اعمال کی وصیت فرمائی ہے) کتاب اللہ پر عمل اور اس سے تمسک کی وصیت فرمائی ہے۔ وجہ ظاہر ہے، نبی کا متروکہ مال ورثہ نہیں بلکہ صدقہ تھا، تو صدقہ میں وصیت نہیں ہے۔ ابن ابی اوفی نے مناسب جواب دیا، بالفاظ دیگر یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضورؐ نے زکوۃ نہیں دی تو پھر زکوۃ کا حکم کیسے دیا؟ ابن حبان میں جواب میں یہ اضافہ ہے "قال: ماترک شیئا یوصی فیہ" ابن ابی اوفی نے کہا ورثہ کچھ چھوڑا ہی نہیں جس میں وصیت کرتے۔

سوال: بعض شراح نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ کتاب اللہ کے علاوہ نماز، غلام باندی، جزیرہ عرب سے یہود کا اخراج وانخلاء وغیرہ امور کی

بھی آپ نے تاکید وصیت فرمائی آخر میں فرمایا: "الصلوۃ وماملکت ایمانکم "تو پھر اوصی بکتاب اللہ کی تخصیص کیسے؟

جواب: طلحہ نے مطلقا وصایا اور ان کے انحصار واستقصاء کا سوال نہ کیا تھا بلکہ وصیت بالمال کے متعلق اپنے تردد کا اظہار واستفسار کیا تھا جس کا شافی جواب کافی ہوا۔ تسلیما یہ بھی کہہ سکتے ہیں کتاب اللہ میں سب کچھ ہے۔ "لانّ فیہ تبیان لکل شئی ،امّا بطریق النصّ ،اوبطریق الاستنباط" بہرحال وصیت شریعت میں ثابت ومتداول اور قابل عمل ہے۔ کمامرّ حکمہ ،وحکمتہ.

٤۔بَابُ مَاجَاءَ لَا وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ

وارث کے لئے وصیت نہیں ہے کے بیان میں

۳۳۰۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَعَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا:أخبرنا إسماعیلُ بنُ عَیَّاشٍ،أخبرنا شُرَحْبِیلُ بنُ مُسْلِمٍ الخَوْلَانِیُّ عَنْ أَبِی أُمَامَةَ البَاهِلِیِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یَقُولُ فِی خُطْبَتِهٖ عَامَ حَجَّةِ الوَدَاعِ:إنَّ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالَی قَدْ أَعْطَی کُلَّ ذِی حَقٍّ حَقَّهٗ فَلَا وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ. اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ تَعَالَی،ومن ادَّعَی إِلَی غَیْرِ أَبِیهِ أَوِانْتَمَی إِلَی غَیْرِ مَوَالِیهِ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ التَّابِعَةُ إِلَی یَوْمِ الْقِیَامَةِ. لَاتُنْفِقُ امْرَأَةٌ مِنْ بَیْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَاقِیلَ یَارَسُولَ اللّٰهِ:وَلَا الطَّعَامَ؟ قَالَ ذَاکَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا.وَقَالَ:العَارِیَةُ مُؤَدَّاةٌ ، وَالمِنْحَةُ مَرْدُودَةٌ،وَالدَّیْنُ مَقْضِیٌّ،والزَّعِیمُ غَارِمٌ.

وفی البابِ عَنْ عَمْرِو بنِ خَارِجَةَ وَأَنَسِ بنِ مَالِکٍ هذا حدیثٌ حسنٌ.

وقد رُوِیَ عَنْ أَبِی أُمَامَةَ عَنِ النبیِّ ﷺ مِنْ غَیْرِهٰذَا الْوَجْهِ. وَرِوَایَةُ إِسْمَاعِیلَ بنِ عَیَّاشٍ عَنْ أَهْلِ العِرَاقِ وَأَهْلِ الْحِجَازِ لَیْسَ بِذَاکَ فِیمَا یَتَفَرَّدُ بِهٖ لِأَنَّهٗ رَوَی عَنْهُمْ مَنَاکِیرَ. وَرِوَایَتُهٗ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ أَصَحُّ. هٰکَذَا قَالَ محمدُ بنُ إِسْمَاعِیلَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بنَ الْحَسَنِ یَقُولُ:قَالَ أَحْمَدُ بنُ حَنْبَلٍ:إِسْمَاعِیلُ بنُ عَیَّاشٍ أَصْلَحُ بَدَناً مِنْ بَقِیَّةَ. وَلِبَقِیَّةَ أَحَادِیثُ مَنَاکِیرُ عَنِ الثِّقَاتِ. وَسَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ یَقُولُ سَمِعْتُ زَکَرِیَّا بنَ عَدِیٍّ یَقُولُ،قَالَ أَبُوإسْحَاقَ الفَزَارِیُّ:خُذُوا مِنْ بَقِیَّةَ ما حَدَّثَ عَنِ الثِّقَاتِ وَلَا تَأْخُذُوا عَنْ إِسْمَاعِیلَ بنِ عَیَّاشٍ مَا حَدَّثَ عَنِ الثِّقَاتِ وَلَا عَنْ غَیْرِ الثِّقَاتِ

"سیدنا ابوامامہ باھلیؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ اپنے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمارہے تھے اللہ تبارک تعالیٰ نے ہر حق والے کا حق مقرر کردیا ہے۔ وارث کیلئے وصیت نہیں ہے۔ بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کیلئے پتھر ہیں اور ان سب کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے اور جو اپنے باپ کو چھوڑ کر دوسرے کو اپنا باپ بنائے یا اپنے آپ کو اپنے آقا کے علاوہ دوسرے کی طرف منسوب کرے تو اس پر قیامت تک کے لئے متواتر اللہ کی لعنت ہے۔ کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا بھی بغیر اجازت خرچ نہ کرے آپ نے فرمایا یہ تو ہمارا سب سے عمدہ مال ہے اور فرمایا عاریت واپس کرنے کی چیز ہے اور بکری وغیرہ جو جانور دودھ کیلئے عاریت لیں وہ بھی قابل واپس ہیں ،قرض ادا کرنے کی چیز ہے۔ اور کفیل ضامن ہے"

اس میں عمر بن خارجہ اور انس بن مالک سے روایت ، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس طریق کے علاوہ بھی یہ روایت

ابوامامہ کے ذریعہ مروی ہے۔ اہل حجاز اور عراق سے اسمٰعیل بن عیاش کی روایات جن میں وہ متفرد ہے کچھ قوی نہیں ہیں۔ کیونکہ اس نے ان سے منکر روایتیں بیان کی ہیں، البتہ اہل شام سے اس کی روایات صحیح ہیں۔ محمد بن اسمٰعیل بخاری نے اسی طرح کہا ہے میں نے احمد بن حسن سے سنا فرماتے تھے احمد بن حنبلؒ نے فرمایا اسمٰعیل بن عیاش بدن میں ہیں بقیہ سے بہتر ہے بقیہ ثقات سے بھی منکر حدیثیں بیان کرتا ہے میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے سنا فرمارہے تھے میں نے زکریا بن عدی سے سنا فرماتے ابواسحاق فزاری نے کہا بقیہ کی وہ حدیثیں لے لو جو وہ ثقات سے نقل کرتے ہیں اور اسمٰعیل بن عیاش کی مرویات نہ لو خواہ وہ ثقات سے انکو نقل کرے یا غیر ثقات سے۔

۲۳۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ خَارِجَةَ: أَنَّ النبيَّ ﷺ خَطَبَ علی نَاقَتِهِ وَأَنَا تَحْتَ جِرَانِهَا وَهِيَ تَقْصَعُ بِجِرَّتِهَا وَإِنَّ لُعَابَهَا يَسِيلُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ أَعْطٰى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ وَالْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا عمرو بن خارجہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر خطبہ دیا اور میں اس کی گردن کے نیچے تھا وہ جگالی کر رہی تھی اور اس کا لعاب میرے دونوں کندھوں کے درمیان گر رہا تھا میں نے سنا فرما رہے تھے بیشک اللہ نے ہر حق والے کا حق دے دیا ہے، اب وارث کے لئے وصیت نہیں اور بچہ صاحب فراش کا ہے۔ اور زانی کے لئے پتھر''
یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: عام حجۃ الوداع: بعثت کے آغاز سے وقت رحلت کی آمد تک حضور اکرمؐ احکام واخلاق اور ھدایات وتنبیہات ارشاد فرماتے رہے، عمل کراتے رہے، بنفس نفیس عمل کر کے بھی دکھاتے اور سمجھاتے رہے، تاآنکہ آخری حج میں خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں کئی ہدایات اور رہتی دنیا تک زیر عمل رہنے اور آنے والے احکامات کا ذکر فرمایا۔ اسے خطبہ حجۃ الوداع سے موسوم کیا جاتا ہے، اس کے چند مندرجات حدیث باب میں مذکور ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہر حصے دار اور حقدار وارث کا حصہ مقرر فرما دیا ہے، اب کسی وارث کیلئے وصیت نہیں، یعنی وصیت وراثت جمع نہ ہونگی۔ آیت وصیت للاقربین کا منسوخ ہونا پہلے بیان ہو چکا۔

۲۔ بچہ صاحب فراش کا ہوگا۔ زانی کا نسب ثابت نہ ہوگا بلکہ اس کیلئے پتھر ہیں۔ صاحب فراش شوہر ہو یا آقا۔ ''وتسمی امرأة فراشا لانّ الرجل یفترشها''، علامہ تورپشتی نے کہا ہے کہ ''للعاهر الحجر'' کا مطلب خسران ورسوائی ہے، جیسے کسی سے کہا جائے ''لک التراب'': دوسرا مطلب یہ ہے کہ رجم کے پتھر مراد ہوں۔ کہ زانی کیلئے رجم وحجر ہے، اس میں محصن کی تخصیص کرنی پڑیگی، کیونکہ ہر زانی کیلئے رجم نہیں غیر محصن کیلئے حد ہے۔

۳۔ ان کا حقیقی حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ یعنی ہم تو ظاہر کے مکلف و پابند ہیں حد جاری کریں گے باقی اللہ کے سپرد آخرت میں سزا دے یا بخش دے۔

۴، ۵۔ جو اپنا نسب بدلے، یا غیر آقا کی طرف نسبت کرے اس کیلئے رحمت سے دوری ہے۔ ۶۔ بیوی اپنے شوہر کی اجازت صریح یا

عرفی کے بغیر اس کے مال سے خرچ نہ کرے، ۷۔ عاریۃ اور ضرورت کیلئے مانگی ہوئی چیز واپس مالک کو ادا کی جائے۔ کامل درجہ تو یہی ہے کہ ضرورت کیلئے جو چیز لی احتیاط کے ساتھ استعمال کریں اور صحیح سالم واپس، اگر تلف وضائع ہوگئی تو اسکی قیمت ادا کریں۔ عاریۃ کا حکم امانت کا ہے۔۸۔ منحۃ کا معنیٰ عطیہ ہے۔ عام رواج تھا کہ ایک شخص تفضلاً کسی کو بکری، گائے، درخت، کمرہ وغیرہ انتفاع کیلئے دیدیتا کہ آپ دودھ پئیں، پھل کھائیں، چند دن رہیں پھر واپس کردیجئے۔ وقتی طور پر فائدہ اٹھانے کیلئے دی ہوئی چیز "منحہ" ہے اس کا لوٹانا مالک کو ضروری ہے، ۹۔ قرض ادا کیا جائے۔ یہ حقوق العباد میں سے ہے، اسکی ادائیگی ضروری ہے۔ شہید کیلئے بھی قرض کے معاف نہ ہونے کا حکم وذکر ہے ۱۰۔ جو کسی کی کفالت وذمہ داری اٹھالے وہ ضامن ہے، اب ادائیگی اس پر حتمی ہے زعیم وکفیل قریب المعنیٰ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے قرض وغیرہ کی ضمانت وذمہ داری لے تو بھرپور ادا کرنا ضروری ہے۔

دوسری حدیث قدرے مختصر ہے، اس میں اونٹنی کے جگالی کرنے کا ذکر بھی ہے۔ تقصع بجرتھا: قصع کا معنیٰ جرع الماء پانی نگلنا، جرۃ وہ چارۃ جو منہ میں لیکر چبایا جائے۔

۵۔ بَابُ مَا جَاءَ يُبْدَأُ بِالدَّيْنِ قَبْلَ الوَصِيَّةِ
وصیت سے پہلے قرض ادا کیا جائے کے بیان میں

۳۳۲۔ حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِي إِسحَاقَ الهَمدَانِيِّ عَنِ الحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ: أَنَّ النبيَّ ﷺ قَضَى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الوَصِيَّةِ وَأَنْتُم تقرأون الوصِيَّةَ قَبلَ الدَّيْنِ.

قَالَ أبوعِيسَى: وَالعَمَلُ عَلَى هذا عِندَ عَامَّةِ أَهْلِ العِلمِ أَنَّهُ يُبْدَأُ بِالدَّيْنِ قَبْلَ الوَصِيَّةِ.

"سیدنا علیؓ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت سے پہلے قرض دینے کا فیصلہ کیا اور تم قرض کی ادائیگی سے پہلے وصیت پڑھتے ہو" تمام اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے وصیت سے پہلے ادائیگی قرض سے ابتداء کی۔

تشریح: قضی بالدین قبل الوصیۃ: اس باب میں دو باتیں مذکور ہیں۔ ۱۔ عملاً قرض مقدم ہے یا وصیت؟ ۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ بھائیوں میں وراثت کے اندر ترجیح کس کو ہوگی؟ حضرت علیؓ نے استفسار فرمایا کہ قرأت وتلاوت میں، من بعد وصیّۃ توصون بھا او دین، پڑھتے ہو، یعنی وصیت کا ذکر پہلے اور دین وقرض کا ذکر بعد میں حالانکہ عملاً حضور اکرم ﷺ کا فیصلہ اس کے برعکس پہلے قرض کے بارے میں ہے،

سوال: عملاً وقضاءً جب قرض مقدم ہے تو پھر قرأت وتلاوت میں مؤخر کیوں؟

جواب: دراصل وصیت وقرض دونوں ترکہ میت سے متعلق ہیں اور انہیں ادا اور پورا کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وصیت بلاعوض صرف تبرع واحسان ہوتی ہے جب کہ قرض تو پہلے لیا جا چکا ہے تو لواحقین میت قرض کو اہمیت دیتے اور وصیت سے بے التفاتی برتتے اس لئے اہتمام کیلئے ذکراً وقرأۃً وصیت کو مقدم کیا، جس سے قرض کی اہمیت متاثر نہیں ہوتی ہاں وصیت پوری کرنے میں سستی سے بچ گئے فلا اشکال علیہ۔

٦۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الرَّجُلِ يَتَصَدَّقُ أَوْ يُعْتِقُ عِنْدَ الْمَوْتِ

موت کے وقت صدقہ کرنے یا غلام آزاد کرنے کے بیان میں

۳۳۳۔حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي حَبِيبَةَ الطَّائِيِّ قَالَ: أَوْصَى إِلَيَّ أَخِي بِطَائِفَةٍ مِنْ مَالِهِ، فَلَقِيتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَقُلْتُ: إِنَّ أَخِي أَوْصَى إِلَيَّ بِطَائِفَةٍ مِنْ مَالِهِ فَأَيْنَ تَرَى لِي وَضْعَهُ فِي الْفُقَرَاءِ أَوِ الْمَسَاكِينِ أَوِ الْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: أَمَّا أَنَا فَلَوْ كُنْتُ: لَمْ أَعْدِلْ بِالمجاهِدِينَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: مَثَلُ. الَّذِي يُعْتِقُ عِنْدَ الْمَوْتِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي إِذَا شَبِعَ. قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''ابوحبیبہ طائی کہتے ہیں میرے بھائی نے اپنے مال کا ایک حصہ وصیت میں مجھے دیا میں حضرت ابوالدرداءؓ سے ملا اور کہا کہ میرے بھائی نے اپنے مال کا ایک حصہ میرے لئے وصیت کیا ہے آپ کی کیا رائے ہے میں اسے فقیروں پر خرچ کروں یا مساکین پر یا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین پر، حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا اگر میں ہوتا تو مجاہدوں کے برابر کسی کو نہ سمجھتا میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے جو شخص موت کے وقت غلام آزاد کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص جب پیٹ بھر لے تو ہدیہ بھیجے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : اوصی الیّ :ابوحبیبہ طائیؒ نے ابوالدرداءؓ سے عرض کیا میرے بھائی نے مجھے اپنا وصی مقرر کیا ہے، اب میں فقراء ومسکین پر یا مجاھدین پر خرچ کروں۔ بھلے اعتاق علی المال ہو یا بلا مال سے بہر صورت وارث نہ ہونے کی صورت میں ولاء آزاد کنندہ کو ملیگا انہوں نے فرمایا مصرف کے اعتبار سے میں مجاھدین کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔باقی صارف کیلئے بھی سن لیجئے کہ حضورؐ نے فرمایا' مرتے وقت جو آزاد کرے وہ ایسے ہے جیسے پیٹ بھر کر پھر ھدیہ دے۔اس لئے بہتر یہ ہے کہ اعمال خیر جوانی میں کئے جائیں۔بقول کسے در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری۔سیر شدہ اور مرنے والے کا ھدیہ وصدقہ قبول تو ہوگا لیکن اجر کم ملیگا۔ولانّ التصدق والا عتاق عندالصحّة افضل ،کما انّ السخاوة عندالمجاعة اکمل .

لم اعدل بالمجاهدين ای لم اساوبهم غير هم کا لفقراء والمسٰکين۔ایک زاہد کا قصہ آگے الزھد میں مذکور ہے۔

۷۔بابٌ بلاعنوان

۳۳٤۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، أخبرنا اللَّيْثُ عَنِ ابنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ بَرِيْرَةَ جَاءَتْ تَسْتَعِينُ عَائِشَةَ فِي كِتَابَتِهَا وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئاً، فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: ارْجِعِي إِلَى أَهْلِكِ فَإِنْ أَحَبُّوا أَنْ أَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَيَكُونُ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِيْرَةُ لِأَهْلِهَا فَأَبَوا وَقَالُوا إِنْ شَاءَتْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ وَيَكُونُ لَنَا وَلَاؤُكِ فَلْتَفْعَلْ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ابْتَاعِي فَأَعْتِقِي فَإِنَّمَا الوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: مَابَالُ أَقْوَامٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطاً لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ؟ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطاً لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهُ وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ. هذاحديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وقد رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْہٍ عَنْ عَائِشَۃَ وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا عِنْدَ اَھْلِ الْعِلْمِ اَنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ اَعْتَقَ.

''سیدہ عائشہ نے خبر دی کہ بریرہؓ ان کے پاس اپنے بدل کتابت میں امداد کے لئے آئیں ابھی انہوں نے بدل کتابت میں سے کچھ ادا نہ کیا تھا۔ عائشہؓ نے ان سے کہا اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور ان سے کہو اگر وہ پسند کریں کہ تمہارا بدل کتابت میں ادا کروں اور تمھاری ولاء میرے لئے ہوگی۔ تو میں ایسا کرلوں گی۔ بریرہؓ نے ان سے ذکر کیا انہوں نے انکار کیا اور کہا اگر تو چاہیں عائشہؓ اس سے ثواب کی امید رکھیں اور تمھاری ولاء ہمارے لئے ہے۔ تو ہم کرلیں گے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی۔ آپ نے فرمایا تم اسے خرید لو اور اسے آزاد کردو۔ ولاء اس کے لئے ہے جو آزاد کرے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا حال ہے لوگوں کا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں۔ جو کوئی ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ تو وہ اسکو جائز نہیں اگر چہ سو بار شرط لگائے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

سیدۃ عائشہؓ سے اس طریق کے علاوہ بھی مروی ہے اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے کہ ولاء آزاد کرنے والے کیلئے ہے۔

تشریح : ان بریرۃ. یہ انصار کی قوم میں سے کسی کی کنیز تھیں۔ الی اھلک ای اولیائک وساداتک . یعنی اپنے مالک وسرداروں کے پاس جاؤ۔

ان اقضی عنکِ کتابتکِ بان اشتریکِ ببدل کتابتکِ . میں ادا کروں تیرے بدل کتابت کو یعنی تجھے بدل کتابت کے عوض خرید لوں کہ جتنا انہوں نے بدل کتابت طے کیا ہے میں وہی قیمت سمجھ کر ادا کر دیتی ہوں، پھر جب آزاد میں کروں گی تو ولاء میرے لیے ہوگا۔ فانّما الولاء لمن اعتق . ولاء سے مراد وہ رقم، ساز وسامان اور اشیاء ہیں جو غلام نے ترکہ چھوڑا ہو اور اس کا وارث کوئی نہ ہو، تو یہ بچا کھچا مال ولاء کہلاتا ہے اور اس صورت میں یہ آزاد کرنے والے محسن کو ملتا ہے۔

وان شرطہ مائۃ مرّۃ . مطلب یہ ہے کہ جب ایک چیز کا ثبوت اور وجود ہی نہیں تو وہ بار بار کہنے سے تو ثابت نہ ہوگی مثلاً ایک آدمی دن کے بارہ بجے کڑکتی دھوپ میں شور مچانے لگے کہ رات ہے، رات ہے تو وہ سو دفعہ نہیں ہزار نہیں بے شمار مرتبہ کہے تو بھی اسکا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ رات ہی نہیں تو کہنے سے کیا ہوگا۔ ہاں چلّاتے چلّاتے شام ہوگئی، پھر رات آگئی تو وہ الگ بات ہے لیکن اس کے چلّانے کی وجہ سے نہیں آئی بلکہ اپنے میعاد ووقت مقرّر کی وجہ سے آئی۔ بعینہ اسی طرح بے جا شرط کہنے سے مشروط نہ ہوگی اور لازمی شرائط عدم ذکر کے باوجود معتبر ہونگی جیسے مبیعہ کا صحیح سالم ہونا یقیناً موجود ہوتا ہے خواہ لمبی تقریر نہ کی ہو۔

سوال: اس تردید پر ایک مشکل ترین سمجھا جانے والا اعتراض وارد ہوتا ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ بریرہؓ نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے بدل کتابت کی ادائیگی میں معاونت چاہی تو امّ المؤمنین نے فرمایا کہ بدل کتابت میں ادا کروادوں گی لیکن پوچھ کر آؤ کہ ولاء میرا ہوگا۔ اس کے مالکوں نے سیدہ عائشہؓ سے کہا کہ ثواب کمائے تو کمالے ورنہ ولاء ہم لیں گے۔ ان کا کہنا درست تھا کیونکہ بریرہؓ کو مکاتبہ انہوں نے بنایا تھا اور بدل کتابت کی ادائیگی کی صورت میں انہیں کی آزاد کردہ باندی سمجھی جاتیں۔ پھر ان کی اس صحیح شرط کی تردید کیونکر فرمائی؟

جواب: اس کا جواب اقضی عنک کتابتک کی تشریح میں موجود ہے۔ امّی عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ میں بدل کتابت کے عوض تجھے خرید لیتی ہوں پھر میرے ملک میں آنے کی بعد تو آزاد ہوگی تو ولاء میرا۔

حضرت عائشہؓ نے صرف ادائیگی کا قصد نہیں فرمایا بلکہ بطور خرید کے فرمایا اور اس کا قرینہ **ولم تکن قضت من کتابتها شیأ**. ہے۔ کیونکہ جب کچھ بھی ادا نہیں کیا تو کنیز ہوئی اور اسے خریدنا درست تھا لیکن ان مالکوں نے یہ سمجھ لیا کہ بدل کتابت میں معاونت کر کے ولاء کی حقدار بننا چاہتی ہیں جو صرف ثواب کی چیز ہے۔ حالانکہ سیدہ عائشہؓ کا قصد خریدنے کا تھا ذکر مکاتبت کی وجہ سے **اقضی عنک کتابتک** فرمایا، اشتری نہ کہا۔ اس لیے آپ ﷺ کی تنبیہ بالکل بجا درست ہے۔ **فتامّل وفوق کلّ ذی فهم فهیم**.

علی تسع اواقٍ فی کل عام اوقیة. اس میں اختلاف ہے کہ بریرہؓ کا بدل کتابت کتنا تھا۔ اس حدیث میں نو اوقیہ کا ذکر ہے اور ایک روایت میں پانچ اوقیہ کا ذکر ہے پھر ہر اوقیہ کی ادائیگی کی مدت ایک سال ہے تو مجموعی ادائیگی کا وقت ۹ سال یا ۵ سال بنتا ہے۔ اب نو اوقیہ یا پانچ اوقیہ میں اختلاف کا حل یہ ہے کہ اصل میں بدل کتابت نو اوقیہ طے پایا جن میں سے چار اوقیہ ادا ہو چکے تھے باقی پانچ کیلئے سیدہ عائشہؓ سے بات کی تھی۔ باقی حدیث کا یہ جملہ کہ اس کا کچھ حصہ بھی ادا نہیں کیا تو اس سے مراد باقی ماندہ پانچ اوقیہ ہیں کہ ان باقی ماندہ میں سے کچھ ادا نہیں ہوا تھا۔

فالت ان احبّ اهلک (ای ساداتک) اَنْ اعدّها عدّة واحدة واعتقک. یہ عبارت بھی جواب سابق کا قرینہ ہے کہ اگر وہ تیرے مالک راضی ہوں تو میں یکمشت ادا کر کے تجھے آزاد کروں۔ یہ کہنا کہ میں آزاد کروں گی اس بات کی دلیل ہے کہ خرید کر پھر آزاد کروں جب آزاد میں نے کرنا ہے تو ولاء بھی میرا ہوگا۔

سوال: دوسرا سوال یہ ہے کہ بعض روایات میں ہے: **قال لعائشة واشترطی لهم الولاء**. اور خریدنے کے ساتھ ولاء کی شرط لگانا شرط فاسد اور زائد علی العقد ہے جو درست نہیں پھر آپ ﷺ نے ایسی شرط فاسد کا حکم اور اجازت کیسے مرحمت فرمائی؟

جواب: ۱- ابن حزمؒ نے کہا کہ پہلے غیر معتق یعنی آزاد نہ کرنے والے کیلئے ولاء کی شرط لگانا درست تھا اور اسی دوران سیدہ عائشہؓ کو شرط لگانے کا حکم دیا پھر آپ ﷺ کے مذکورہ خطبے سے آئندہ کیلئے یہ حکم منسوخ ہو گیا تو یہ شرط فاسد پہلے نہ تھی اس واقعہ کے بعد ہوئی اس لیے کوئی اعتراض نہیں۔

۲- علامہ خطابیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ ولاء کی مثال آزاد کرنے والے کیلئے ایسی ہے جیسے ثابت النسب کی وراثت۔ جسکا نسب ثابت ہو اب خواہ اس میں کوئی بھی شرط وقید لگائی جائے اس کا اعتبار نہ ہوگا اور نہ ہی یہ شرط لگانا مضر اور مؤثر ہوگا۔ تو یہ ایک غیر مؤثر اور زائد کلام ہوگا جس کا عقد پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ **وکثیر من الاجوبة فی البذل وراجع للتفصیل بالعدل**.

مکاتب کی بیع: اس میں مسئلہ یہ ہے کہ کیا مکاتب غلام یا کنیز کو بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟

۱- تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مکاتب غلام اور باندی راضی ہوں تو انہیں بیچا جا سکتا ہے۔ یہ امام محمدؒ اور امام بخاریؒ کا قول ہے دلیل حدیث بریرہؓ ہے کہ انکی رضا پر حضرت عائشہؓ نے خریدنے کا ارادہ کیا اور امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے: **باب بیع المکاتب اذا رضی**.

۲- مکاتب کو صرف اس وقت بیچنا جائز ہے جب وہ بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز ہو گیا ہو۔ یہ قول امام ابو حنیفہؒ اور اصح قول کے مطابق امام شافعیؒ اور بعض مالکیہ کا ہے اور یہی راجح ہے۔ دلیل یہی حدیث بریرۃؓ ہے کہ وہ بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز آچکی تھیں اسی لیے تو تعاون کا مطالبہ کیا۔ اس لیے بدل کتابت کی ادیگی سے عاجز کی بیع درست ہے ورنہ مکاتب میں آزادی کی بو آنا شروع ہو چکی ہے اور وہ طے شدہ عقد کتابت کو پورا کرنا چاہتا ہے اور کر سکتا ہے تو پھر اسے بیچنا کیسے صحیح ہوگا۔

و کانت امرأة ملاحة ای ذات بهجة و حسن . حسین وجمیل اور پرکشش تھیں۔ یہ حارث بن مصطلق کی بیٹی ہیں، جو بنو مصطلق کے سردار تھے اور یہ قید ہونے سے پہلے اپنے چچازاد مسافع یا سافع بن صفوان کے عقد میں تھیں، ان کا نام برّۃ تھا آپ ﷺ نے جویریۃ رکھا جب ان کا آپ ﷺ سے عقد ہوا تو اسوقت انکی عمر بیس سال تھی ان کا مہر چار سو درہم مقرر ہوا تھا اور یہ چھ سال آپ ﷺ کے پاس رہیں۔ اور ۵٦ھ میں بعمر ستر سال ربیع الاوّل میں وفات پائی۔ والی مدینہ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی جنت البقیع میں مدفون ہوئیں اور یہی عقد انکی قوم کی رہائی کا سبب ہوا۔ رضی الله عنها وارضاها .

فتمّت ابواب الوصایا وتلیها ابواب الولاء والهبة

ابواب الولاء والهبةعن رَسُولِ الله ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ولاء اور ہبہ کے ابواب

ابواب الوصایا کے آخر میں سیدہ بریرۃؓ کے ولاء کا ذکر ہے، آگے ولاء عتاقہ وغیرہ کی مزید تفصیل چند ابواب میں ذکر ہورہی ہے۔ولاء سے مراد وہ مال جسے آزاد شدہ غلام ،باندی ترکہ میں چھوڑے ،جنکا کوئی وارث نہ ہو ،بالفاظ دیگر حق وراثت ،تو یہ آزاد کنندہ کو ملیگا۔اس پر تفصیلی کلام ابواب الفرائض باب نمبر۲۰ میں بھی گذر چکا ہے۔

۱۔بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْوَلاَءَ لِمَنْ أَعْتَقَ.

ولاء آزاد کرنے والے کیلئے ہے کے بیان میں

۳۳۵۔حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ :أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ فَاشْتَرَطُوا الْوَلاَءَ ،فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : اَلْوَلاَءُ لِمَنْ أَعْطَى الثَّمَنَ أَوْ لِمَنْ وَلِيَ النِّعْمَةَ۔

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ.وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .وَالْعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ

سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے انہوں نے بریرۃؓ کے خریدنے کا ارادہ کیا تو مالکوں نے ولاء کی شرط لگائی۔پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولاء اس کے لئے ہے جو قیمت دے یا فرمایا جو نعمت کا والی ہو“

اس باب میں ابن عمر اور ابو ہریرہ سے روایات ہیں” یہ حدیث حسن صحیح ہے اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے۔

۲۔بَابُ مَا جَاءَ فِي النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْوَلاَءِ وَعَنْ هِبَتِهِ

ولاء کو بیچنے اور ہبہ کرنے کی ممانعت کے بیان میں

۳۳۶۔حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ سَمِعَ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْوَلاَءِ وَعَنْ هِبَتِهِ۔

قَالَ أَبُو عِيسَى :هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ،وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُ وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ .وَيُرْوَى عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: لَوَدِدْتُ أَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ دِينَارٍ حِينَ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ أَذِنَ لِي حَتّٰى كُنْتُ أَقُومُ إِلَيْهِ فَأُقَبِّلَ رَأْسَهُ .

وَرَوَى يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ،وَهُوَ وَهَمٌ وَهِمَ فِيهِ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ .وَالصَّحِيحُ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .هٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى : وَتَفَرَّدَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ.

”سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کے بیچنے اور ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے“

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہم اسکو صرف عبداللہ بن دینار کی روایت سے جو ابن عمر سے ناقل ہیں پہچانتے ہیں۔ شعبہ سفیان ثوری، اور مالک بن انس نے اسکو عبداللہ بن دینار سے نقل کیا ہے۔ شعبہ سے مروی ہے انہوں نے کہا میرا جی چاہتا تھا جب عبداللہ بن دینار یہ حدیث بیان کررہے تھے وہ مجھے اجازت دیں اور میں اٹھ کر انکی پیشانی چوم لوں۔

یحیٰ نے جو روایت کی ہے یحیٰ بن سلیم سے اس میں وھم و غلطی ہوئی ہے۔ صحیح سند یہ ہے۔ عبیداللہ بن عمر، عبداللہ بن دینار، ابن عمر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم، متعدد راویوں نے اسی طرح یعنی عبیداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے۔ عبداللہ بن دینار اس حدیث میں متفرد ہے۔

تشریح : نهى عن بيع الولاء والهبة : یہ بات تو ثابت شدہ ہے کہ آزادکنندہ کو ولاء ملیگا، اگرچہ غلام باندی کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے اب معمول بہا نہیں لیکن ولا ایسا حق ملکیت ہے جو منتقل نہیں ہوسکتا۔ آپ نے منع فرمایا ولاء کے بیچنے اور اس کے ھدیہ کرنے سے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ولاء کی مقدار مجہول ہے۔ بیع کی صورت میں ثمن متعین ہونگے اور مبیعہ مجہولہ۔ ھدیہ وھبہ میں ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ولاء قبل القبض ناقابل انتقال ہے۔ یہ ہم پہلے پڑھ چکے کہ ولاء معتق، معتقہ کیلئے ہوتا ہے۔

لانعرفه الامن حديث عبدالله بن دينار ...... امام ترمذی نے واضح کیا کہ زیر بحث حدیث کے تمام طرق عبداللہ بن دینار پر جمع ہوتے ہیں۔ چنانچہ امام مسلم نے فرمایا: الناس كلّهم عيال على عبدالله بن دينار في هذالحديث۔ امام ابونعیمؒ نے سب طرق کو جمع کیا ہے جنکی تعداد ۳۵ ہے۔ روى يحى بن سليم .... :امام ترمذی نے کہا یحیٰ بن سلیم نے عبداللہ بن دینار کی بجائے عن نافع عن ابن عمرؓ عن النبیؐ نقل کیا یہ وھم ہے، صحیح عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمر ہے۔ امام ترمذی اس پر مصر ہیں کہ ابن عمرؓ سے ناقل صرف عبداللہ بن دینار ہیں۔

فتح الباری میں ہے یحیٰ کی طرح ابوضمیرة، انیس بن عیاض، یحیٰ بن سعید اموی نے عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمرؓ یہ روایت نقل کی ہے، اخرجه ابوعوانة فى صحيحه من طريقهما ،لكن قرن كلّ منهما نافعا بعبد الله بن دينار .... (فتح البارى) اس سے ثابت ہوا۔ یحیٰ بن سلیم کا روایت کرنا وہم نہیں بلکہ موصوف کا وھم کہنا وھم ہے۔

٣۔ بَابُ مَاجَاءَ فِيْ مَنْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ أَوْ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ

اپنے والی اور باپ کے علاوہ کسی کو والی یا باپ بنانے پر وعید کے بیان میں

۳۳۷۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: خَطَبَنَا عَلِيٌّ فَقَالَ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ عِنْدَنَا شَيْئًا نَقْرَؤُهُ إِلَّا كِتَابَ اللّٰهِ وَهٰذِهِ الصَّحِيْفَةَ صَحِيْفَةٌ فِيْهَا أَسْنَانُ الْإِبِلِ وَ أَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ فَقَدْ كَذَبَ، وَقَالَ فِيْهَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلٰى ثَوْرٍ، فَمَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ آوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا، وَمَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ أَوْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ، وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ .

قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهٗ .

قَالَ اَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

''سیدنا علیؓ سے مروی ہے انہوں نے اپنے خطبہ میں فرمایا: جو شخص یہ سمجھے کہ ہمارے پاس اللہ کی کتاب اور اس صحیفہ کے سوا کوئی چیز ہے جسے ہم پڑھتے ہیں، اس صحیفہ میں اونٹوں کے دانتوں کی دیت اور زخموں کے احکامات لکھے ہیں، تو وہ جھوٹا ہے۔ اس خطبہ میں مزید حضرت علی نے یہ بھی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مدینہ ''عیر پہاڑ'' سے ''ثور پہاڑ'' تک حرم ہے۔ جو شخص اس میں کوئی بدعت نکالے یا بدعتی کو ٹھکانہ دے تو اس پر اللہ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اور قیامت کے روز اللہ اس سے کوئی فرض ونفل قبول نہ فرمائے گا۔ اور جو کوئی اپنے غیر باپ کی طرف نسبت کرے یا اپنے والیوں کے علاوہ کسی کو والی بنائے اس پر بھی اللہ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اس سے کوئی فرض ونفل قبول نہیں کیا جائے گا اور پناہ سب مسلمانوں کی ایک ہے۔ ادنیٰ مسلمان بھی کسی کو پناہ دے سکتے ہیں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض نے اعمشؒ سے بواسطہ ابراہیم تیمی، حارث بن سوید، حضرت علی سے اسی کے مثل روایت کیا ہے، اسکے علاوہ بھی حضرت علی سے کئی طریقوں سے مروی ہے،

تشریح : من زعم ان عندنا شيئا نقرؤه . بعض اعداء دین سبائی لوگوں کا خیال ونظریہ تھا کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ اور اہل بیت کو ایسے اسرار وعلوم بتلائے اور دیئے جو کسی صحابی وفرد کو معلوم نہ تھے، بعد میں یہی لوگ رافضیت کی بدنما صورت میں نمودار ہوئے ممکن ہے کسی بد باطن منافق نے دبے الفاظ میں یہ کہہ بھی دیا ہو کہ مولا علیؓ کو اسرار وعلوم خصوصیہ ملے ہیں۔ یا فراستہ حضرت علیؓ نے بھانپ کر قیامت تک رافضیت کے منہ پر طمانچہ اور مہر تبکیت لگادی کہ ہمارے پاس کتاب اللہ اور اس صحیفے میں موجود حدود اللہ ہیں اور بس، جو اس کے سوا کا واویلا تو کجا گمان وخیال کرے تو بھی جھوٹا وکذاب ہے۔ علامہ نووی رقمطراز ہیں ''هٰذا تصريح من عليؓ بابطال ماتزعمه الرافضة والشيعة ،ويخترعونه من قولهم : انّ عليّا اوصى اليه النبيّ بامور كثيرة من اسرار العلم وقواعدالدين و كنوزالشريعه ،وانّه صلى الله عليه وسلم خصّ اهل البيت بمالم يطّلع عليه غيرهم ،وهذه دعاوى باطلة واختراعات فاسدة لا اصل لها،ويكفى فى ابطالهاقول عليؓ هذا'' (مسلم ١/ ٤٤٢)

لفظ صحیفہ سے کتابت حدیث کا ثبوت ہے اس پر بحث ابواب العلم میں آرہی ہے۔

المدينة حرم مابين عيرالى ثور :عير بفتح العين ،هوجبل معروف ،عير جبل بناحية المدينه ''عیر مدینہ کے شمالی کنارے ایک پہاڑ ہے. قال المازريؒ قال بعض العلماء : ثور هناوهم من الراوى،وانّما ثور بمكة ، قال والصحيح الى احد ،قال ابوعبيد،اصل الحديث من عيرالى احد ،هذاما حكاه القاضى ....ويحتمل انّ ثورا كان اسمالجبل هناك .... (نووى) اس میں بنیادی عبارۃ علامہ نووی کی ہے جو بھی ذکر ہوئی، بخاری شریف اور دیگر کتب کے حواشی میں یہی درج ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ثور نامی پہاڑ مکہ میں ہے، جسکی غار میں آپؐ نے ہجرت کی تین راتیں قیام فرمایا۔ مدینہ میں دوسرا مشہور پہاڑ ''احد'' ہے، ابوعبید قاسم بن نے یہی کہا ہے کہ اصل میں ''عیر'' ''احد'' کا ذکر ہے۔ ایک تاویل یہ بھی ہے کہ مکہ سے جبل ثور جتنا فاصلے پر ہے مدینہ کے گرد اتنا فاصلہ ''ارباعا'' حد حرم ہے وهذا بعيد : دیگر روایات میں '' جبليها لابتيها ''

کے الفاظ وارد ہیں دو پہاڑوں کے درمیان اس سے جنوبی اور شمالی حدود مراد ہیں۔ دو کناروں کے درمیان اس سے مشرقی اور مغربی حدود مراد ہیں۔ یہ تو حدود حرم ہیں، آگے حکم حرم ذکر ہوتا ہے۔

حرم مدینہ کا حکم: امام ترمذیؒ نے اھل علم کے مذاہب کی طرف اشارہ نہیں کیا نووی اشعۃ اللمعات ودیگر کتب میں ہے کہ حرم مدینہ کا کیا حکم ہے؟ حدیث باب کے حاشیہ میں ہے "**اعلم انهم اختلفوا فی ترتّب حکم التحریم علیه ،فمذهب ابی حنیفةؒ ان معنی الحرمة فیها مجرّد التعظیم والتکریم** .... ا۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ مدینہ منورہ محترم اور قابل تکریم وتعظیم ہے ، ہر اعتبار سے ادب ومحبت سے داخل ہوں، رہیں اور اھل مدینہ سے پیش آئیں، یہ مقصود ہے حدیث باب اور دیگر احادیث سے جو اس باب میں وارد ہیں۔ باقی شکار کی حرمت، درخت وگھاس کا نہ کاٹنا، شکار کرنے کی صورت میں جزاء واجب ہونا یہ حرم مدینہ کیلئے ثابت نہیں۔ ہاں جس نے ممنوعہ عمل کا ارتکاب کیا وہ گناہگار ہوگا، ولا جزاء علیہ اس پر جزاء نہیں۔ امام مالکؒ کا یہی قول ہے امام احمد وشافعی سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ **قال النووی : المشهور من مذهب مالک والشافعی والجمهور انه لاضمان فی صیدالمدینة وقطع شجرها ،بل حرام بلاضمان ،وقال بعض العلماء یجب فیه الجزاء کحرم مکة** .... ۲۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک شکار کی ممانعت ہے ضمان وجزا نہیں ۳۔ ابن ابی لیلی ،ابن ابی ذئب کے نزدیک ضمان وجزاء واجب ہے۔ حدیث باب آئمہ ثلاثہ اور بعض کا مستدل ہے۔ احناف کی دلیل "**یا ابا عمیر مافعل النغیر**" والی حدیث ہے، جو ابواب البر والصلۃ باب ۵٦ میں ہم پڑھ چکے ہیں۔

حدیث باب کا جواب حدیث باب کا جواب یہ ہے کہ اس سے قابل احترام ہونا مراد ہے **ولا ریب فیه** ،

فمن احدث فیها حدثا ....: محدثا ای مبتدعا۔ دین میں بلا دلیل نئی بدعات گھڑنے والا۔ بدعت کا رواج وجگہ دینا یا بدعتی کو ٹھکانا و پناہ دینا دونوں قابل وعید ہیں مردود ہیں۔ بدعت گھڑنا گناہ ہے، پناہ دینا اعانت علی الاثم ہے، کبائر پر لعنت کا ورود دیگر احادیث میں بھی موجود ہے۔

والناس اجمعین : سب لوگوں کی لعنت، الناس میں الف لام عہد کا ہو تو مراد غیر مبتدعین ہونگے، کیونکہ بدعتی تو بدعتیوں پر لعنت نہیں کرتے۔ اس صورت میں ذکر عام سے مراد خاص ہوگی، دوسرا یہ کہ الف لام جنس واستغراق کا سب ہو لوگوں کی لعنت متبعین سنت ومبتدعین سب کی لعنت پھر مفہوم یہ ہوگا کہ آخرت میں سب کے سب بدعتی ایک دوسرے کو لعنت وملامت کریں گے قرآن کریم میں ہے، "**لعنت اولاهم لاخریهم**" پہلے دوزخی پچھلوں کو لعنت کریں گے "پھٹے منہ تمہارا تم نے بھی آنا تھا"

من ادّعی الی غیر ابیه ....: جس نے اپنا باپ یا آقا بدلا اس پر بھی دھتکار وپھٹکار ہے، اس میں ناشکری قطع رحمی، نمک حرامی، وراثت وولاء سے محروم کرنا اور عقوق ونافرمانی ہے۔ یہ جملہ باب سے مناسبت رکھتا ہے۔

لایقبل منه صرف ولاعدل : "من" لفظا مفرد ہے اس لئے منہ میں ضمیر مفرد ہے۔ صرف کا معنیٰ فرض اور عدل کا معنیٰ نفل ہے ۔یعنی فرض ونفل کوئی عمل قابل قبول، موجب رضا ورحمت اور مکفر سیئات ورفع درجات نہ ہوگا۔

ذمّة المسلمین واحدة .....: **یستوی فیه الرجل والمراة والحرّ والعبد لانّ المسلین کنفس واحدة**

۔غیر مسلم کو امن و پناہ دینے میں تمام مسلمان برابر ہیں، رفیع و وضیع قلیل و کثیر میں کوئی فرق نہیں اگر کوئی ادنیٰ مسلمان بھی امان دیگا تو سب کی طرف سے ہوگی۔

٤ ـ بَابُ مَاجَاءَ فِي الرَّجُلِ يَنْتَفِيُ مِنْ وَلَدِهٖ

باپ کا اپنی اولاد سے انکار کرنے کے بیان میں

۲۳۸ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُالْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِالْجَبَّارِ الْعَطَّارُ وَسَعِيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ ،قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عن سَعِيدِ بنِ الْمُسَيَّبِ عن أبي هُرَيْرَةَ قال: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ فَزَارَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فقال: يارسولَ الله ، إِنَّ امْرَأَتِيْ وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ ،فقال له النبيُّ ﷺ: هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ ؟ قال: نَعَمْ ،قال :فَمَاأَلْوَانُهَا ؟ قال: حُمْرٌ ،قال: فَهَلْ فِيْهَا أَوْرَقُ ؟ قال: نَعَمْ إِنَّ فِيْهَا أَوْرَقًا ، قال:أَنّٰى أَتَاهَا ذٰلِكَ ؟ قال: لَعَلَّ عِرْقًا نَزَعَهَا ،قال: فَهٰذَا لَعَلَّ عِرْقًا نَزَعَهُ.

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے قبیلہ فزارہ کا ایک آدمی نبی صلی اللہ علی وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری بیوی نے سیاہ رنگ کا لڑکا جنا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا ان کا کیا رنگ ہے؟ اس نے کہا سُرخ ہیں۔ آپ نے پوچھا کوئی ان میں سیاہ رنگ والا بھی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں سیاہ رنگ کا بھی ہے، آپ نے فرمایا یہ سیاہ رنگ ان میں کہاں سے آگیا؟ اس نے کہا شاید کسی رگ نے اسے کھینچا ہوگا آپ نے فرمایا شاید اس بچہ کو بھی رگ نے کھینچا ہوگا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : جاء رجل وفی روایة البخاری جاء اعرابی "اس کا مصداق ضمضم بن قتادہؓ ہیں، جنہوں نے اپنا پر تعجب قصہ سنایا اور تعریض بالقذف کے طور پر کہا میری بیوی نے سیاہ بچہ جنا؟ تو آپ ﷺ نے حسن تدبیر، عمدۃ تمثیل و تعبیر سے اسے مطمئن فرمادیا کہ ممکن ہے داد ھیال نھیال میں سے کوئی پرانی رگ آ نکلی۔ تجرباتی طور پر سائل بھی اس کا قائل تھا، پھر سمجھنے میں کیا حائل تھا، انداز پُر دلائل تھا ۔پہلے باب میں اولاد و غلام کے نسب و آ قا بدلنے کی ممانعت کا ذکر تھا، اب باپ کو اپنے بچے کے نسب کی بلا وجہ نفی کرنے کی ممانعت کا ذکر ہے۔اس لئے محد ثینؒ نے تصریح کی ہے کہ بچے کے رنگ کے مختلف ہونے کی وجہ سے ثبوت نسب میں کوئی فرق و تردد نہ ہوگا، فرق بھلے ماں باپ میں سے ایک سے ہو، یا دونوں سے۔ هو الّذی یصوّر کم فی الارحام کیف یشاء، شکلیں بنانے والی ذات وہ ہے۔

٥ ـ بابُ ماجاء فی الْقَافَةِ

قیافہ شناسی کے بیان میں

۲۳ ـ حَدَّثَنا قُتَيْبَةُ،حدثنا اللَّيْثُ عن ابنِ شِهَابٍ عن عُرْوَةَ عن عائشةَ: أَنَّ النبيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا مَسْرُوْرًا تَبْرُقُ أَسَارِيْرُ وَجْهِهٖ ،فقال: أَلَمْ تَرَ أَنَّ مُجَزِّزًا نَظَرَ آنِفًا إِلَى زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَأُسَامَةَ بنِ زَيْدٍ فقال: هٰذه الأَقْدَامُ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ۔

قال أبو عِيسَى :هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .وقد رَوَى سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ هذا الحديثَ عن الزُّهْرِيِّ عن عُرْوَةَ

عن عائشةَ وَ زَادَ فِيهِ: أَلَمْ تَرَ أَنَّ مُجَزِّزاً مَرَّ عَلَى زَيْدِ بنِ حَارِثَةَ وَأُسَامَةَ بنِ زَيْدٍ وَقَدْ غَطَّيَا رُؤُسَهُمَا وَبَدَتْ أَقْدَامُهُمَا فَقَالَ: إِنَّ هٰذِهِ الأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ " هكذا حدّثنا سعيدُ بنُ عبدِالرحمٰنِ وغيرُ واحدٍ عن سُفْيَانَ بنِ عُيَيْنَةَ عن الزُّهريِّ. وقد احتجَّ بعضُ أهلِ العِلْمِ بهٰذا الحديثِ في إِقَامَةِ أَمْرِ القَافَةِ.

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے خوب خوش تھے۔آپ کے چہرہ انور کے خطوط خوشی سے چمک رہے تھے۔فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ابھی قیافہ شناس نے زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید کے پیر دیکھے،اور کہا یہ پیر بعض کے بعض سے ہیں''

یہ حدیث حسن صحیح ہے،سفیان بن عیینہ نے اس حدیث کو زہری سے بواسطہ عروہ عائشہ سے روایت کیا ہے۔اور اتنا اضافہ کیا ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ قیافہ شناس زید بن حارثہ اور اسامہ کے پاس سے گزرا اس حال میں کہ دونوں نے سر ڈھانپ رکھا تھا اور پیر کھلے ہوئے تھے۔کہا یہ پاؤں باپ بیٹے کے ہیں''

سعید بن عبدالرحمٰن اور دوسرے لوگوں نے سفیان بن عیینہ سے بواسطہ زہری اسی طرح نقل کیا ہے۔بعض اہل علم نے اس حدیث کی بنا پر کہا ہے کہ قیافہ شناس کا حکم درست ہے۔

تشریح : قافۃ مثل قالۃ قائف کی جمع ہے،علامہ جزریؒ لکھتے ہیں،قیافہ شناس وہ شخص ہے جو ہاتھ پیر اور چہرے کے خدوخال اور نشانات ولکیریں دیکھ کر مشابہت پہچان لے،اور بتادے کہ یہ فلاں کا رشتہ دار و خاندان کا ہے، جیسے حدیث باب میں ہے کہ قیافہ شناس نے دونوں حضراتؓ کے صرف پیر دیکھ کر ان کا باپ بیٹا ہونا بتادیا۔مسرورًا : فرحانا پر مسرت ،تبرق ای تلمع و تستنير کا لبرق چمک رہا تھا۔اسارير جمع اسرورة الخطوط التي تجتمع في الجبهة ماتھے پر نمودار ہونے والی لکیریں۔

سیدنا زید بن حارثہؓ اور سیدنا اسامہ کا پس منظر اور حدیث کا خلاصہ : حضرت زیدؓ حضور انورؐ کے منہ بولے بیٹے کہلاتے تھے،صحابہ کرام میں سے یہ وہ نصیبہ ور ہیں جن کا نام قرآن کریم ''سورۃ الاحزاب'' میں مذکور ہے،حضرت اسامہؓ ان کے صاحبزادے ہیں،شراح ومحدثین لکھتے ہیں کہ رنگت وشباہت ظاہری کے اعتبار سے باپ بیٹا ہم شکل نہ تھے،باپ کی شکل خوبصورت اور بیٹا قدرے کالے رنگ کا تھا،اس واضح فرق کی بنا پر بعض لوگ جملے کستے اور باتیں کرتے۔۔۔۔ایک مرتبہ دونوں باپ بیٹا قریب سوئے ہوئے تھے،ان کے سر چھپے ہوئے تھے،پیر وقدم کھلے ہوئے تھے،اس کا فر مگر اپنے فن کے ماہر قیافہ شناس نے قدم دیکھ کر کہا یہ قدم ملتے جلتے ہیں،آپؐ یہ سن کر خوش خوش گھر تشریف لائے اور سیدۃ عائشہ صدیقہؓ کو اس کی خبر دی۔جس سے لوگوں کی زبانیں بند ہوئیں،تو آپؐ اس غلط بات اور روش کے دفعیے اور ختم ہونے پر خوب خوش ہوئے۔

وقد احتج بعض اهل العلم ..... : امام ترمذی نے آئمہ ثلثہ کی طرف اشارۃ کیا ہے کہ ان کے نزد قائف کا قول اثبات نسب کیلئے حجت ہے،احناف کے نزدیک صرف قیافہ شناس کا قول دیگر قرائن و دلائل کے بغیر اثبات نسب کیلئے حجت تام نہیں۔اختلاف کا نتیجہ اس طرح ظاہر ہوگا مثلا ایک کنیز دو آقا کے درمیان مشترک ہے،اس نے بچہ جنا،پھر جس نے نسب کا دعویٰ کیا وہ بچہ اسی کا ہوگا ساکت ساقط ہوگا،اگر دونو مالکان نے دعویٰ کیا تو پھر امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک قائف کے قول کے مطابق فیصلہ کیا جائیگا

اور بچہ اسی سے ثابت النسب ہوگا۔ جس کے لئے قیافہ شناس نے کہا۔ احناف کہتے ہیں یہ بچہ دونوں کیلئے ہوگا۔

آئمہ ثلاثہ کا استدلال: ان حضرات نے زیر بحث واقعہ سے دلیل پکڑی ہے کہ آپ ﷺ کا مسرور ہونا اور گھر میں خوشی کی خبر دینا قول قائف کے حجت ہونے پر دلیل ہے۔

جواب: اس کا دوٹوک جواب یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں نسب کا ثبوت تو کجا نسب کا ذکر بھی نہیں، اس میں تو قائف کا قول اور آپ ﷺ کا مسرور ہونا مذکور ہے۔ تو یہ اثبات نسب کیلئے بلا ذکر نسب دلیل تام ہوگی؟ پھر حضرت اسامہؓ تو ثابت النسب تھے، روایۃ نہ درایۃ کہیں موجود و مذکور نہیں کہ قائف کی بات کے بعد حضرت اسامہ نے سیدنا زیدؓ کو باپ کہنا شروع کیا، اس سے پہلے ثابت النسب نہ تھے، بلکہ وہ تو بوقت ولادت سے ثابت النسب تھے۔ باقی رہا آپ ﷺ کا مسرور ہونا تو وہ اس وجہ سے نہ تھا کہ جی آج سے میرے متبنیٰ زید باپ بن گئے، قائف کے کہنے سے اسامہؓ کا نسب ثابت ہوگیا۔ شرعاً ثابت النسب حضرت اسامہؓ کے بارے میں جو جملے کہے تھے ان کے ختم اور رسم جاھلیت کے ختم ہونے کی وجہ سے خوش ہوئے، اس لئے اس روایت میں اثبات نسب کیلئے قول قائف کے حجت ہونے کیلئے دلیل نہیں۔ اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال.

٦۔بابٌ فی حَثِّ النَّبِیِّ ﷺ عَلَی التَّھادِی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدیہ دینے پر شوق دلانے کے بیان میں

۲۰۴۰۔حَدَّثنا أَزْهَرُ بنُ مَرْوَانَ البَصْرِيُّ، حدثنا محمدُ بنُ سَوَاءٍ، أَخبرَنا أبو مَعْشَرٍ عن سعيدٍ عن أَبِي هُرَيْرَةَ عن النبيِّ ﷺ قال: تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ، ولا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ شِقَّ فِرْسَنِ شَاةٍ

قال أبو عِيسَى: هٰذه حديثٌ غريبٌ من هٰذَا الْوَجْهِ. وأبو مَعْشَرٍ اسمُه نَجِيحٌ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، وقد تكلّم فيه بعضُ أهلِ العِلْمِ من قِبَلِ حِفْظِهِ.

''سیدنا ابو ہریرہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں ہدیہ دیا کرو کیونکہ ہدیہ دل کے کھوٹ و کینے کو دور کرتا ہے، اور کوئی عورت اپنی پڑوسن کو ہدیہ بھیجنے میں حقیر نہ سمجھے اگر چہ بکری کے کھر کا ٹکڑا ہی ہو''

یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے۔ ابو معشر کا نام نجیح ہے۔ مولیٰ نبی ہاشم ہیں۔ بعض اہل علم نے ان کے حفظ کے بارے میں کلام کیا ہے۔

تشریح: پہلے ان حقوق وحصص کا ذکر تھا جو اضطراراً منتقل اور ثابت ہوتے تھے، اب اختیاری املاک وملکیت کا ذکر ہے، بالفاظ دیگر پہلے موت کے بعد وراثۃ یا ولاء ملنے والے اموال کا ذکر تھا، اب زندگی میں عنایۃ دینے والے اموال وھدایا کا ذکر ہے۔ ھدیۃ کا معنی عطیہ اور دینا ہے۔ ھدیہ میں چار حرف ہیں جو ہدایت، دلالت، یسر، تفریح پر دال ہیں، ھدیۃ میں مثل قرابۃ تاء مصدریہ ہے۔ تھادوا باب تفاعل سے امر ہے، جس کا خاصہ جانبین سے ہونا ہے، یعنی دونوں طرف سے ھدیۃ لینا دینا جاری رہے۔ ایسا نہ ہو'' ہم جب آئیں گے تو کیا دوگے، جب تم آؤگے تو کیا لاؤگے'' حدیث مبارکہ میں، ۱۔ ھدیہ کا حکم، ۲۔ حکمت وفائدہ، ۳۔ مقدار تینوں چیزیں واضح فرمادیں۔ دینی دنیوی کثیر فوائد ہیں جب ھدیہ ھدیہ ہو حربہ نہ ہو۔ وحر الصدر سینے کا کھوٹ، کینہ، شق ٹکڑا، فرسن کھر۔

ھدیہ کے فوائد: انس ومحبت بڑھتی ہے، باہمی رنجش وناچاکی ختم یا کم ہوتی ہے، ھدیہ میں صلہ رحمی واعانت ہے، سلف وخلف کی ترتیب کا اجراء واطاعت ہے، تھوڑا زیادہ، یسیر کثیر ہوجاتا ہے۔

۷۔بابُ ماجاء فی کَرَاھِیَۃِ الرجُوعِ فی الْھِبَۃِ

عطیہ واپس لینے کے ناپسندیدہ ہونے کے بیان میں

۳٤۱۔حَدَّثَنا أحمدُ بنُ مَنِیعٍ ،حدثنا اسحاقُ بنُ یُوسُفَ الأزرَقُ أخبرنا حُسَیْنُ المُکْتِب عن عَمْرِو بنِ شُعَیبٍ عن طاوُسٍ عن ابنِ عُمَرَ أنَّ رسولَ اللّٰہ ﷺ قَالَ: مَثَلُ الَّذِی یُعْطِی الْعَطِیَّۃَ ثُمَّ یَرْجِعُ فِیھَا کَالْکَلْبِ أکَلَ حَتّٰی إذَا شَبِعَ قَاءَ ثُمَّ عَادَ فَرَجَعَ فِی قَیْئِہِ ۔قال أبوعِیسَی : وفی البابِ عن ابنِ عَبَّاسٍ وعبدِاللّٰہ بنِ عَمْرٍو.

"سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی مثال جو ہدیہ کرتا ہے پھر اسے واپس لیتا ہے۔اس کتے کی سی ہے جس نے کھایا حتی کہ جب سیر ہوا تو اس نے قئے کی پھر لوٹا اور اپنی قئے کو کھانے لگا"

اس باب میں ابن عباس اور عبداللہ بن عمرو سے روایات ہیں۔

۳٤۲۔حدَّثنا محمدُ بنُ بَشَّارٍ ،حدثنا ابنُ أبِی عَدِیٍّ عن حُسَیْنٍ المُعَلِّمِ عن عَمْرِو بنِ شُعَیْبٍ ،حدثنی طَاوُسٌ عن ابنِ عُمَرَ وابنِ عَبَّاسٍ یَرْفَعَانِ الحدیثَ قال: لایَحِلُّ لِرَجُلٍ أنْ یُعْطِیَ عَطِیَّۃً ثُمَّ یَرْجِعُ فِیھَا إلَّا الْوَالِدَ فِیمَا یُعْطِی وَلَدَہٗ ،وَمَثَلُ الَّذِی یُعْطِی الْعَطِیَّۃَ ثُمَّ یَرْجِعُ فِیھَا کَمَثَلِ الْکَلْبِ أکَلَ حتی اذا شبع قَاءَ ثُمَّ عاد فی قَیْئِہِ۔

قَالَ أبو عِیسَی:ھٰذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ . قال الشافعیُّ :لَا یَحِلُّ لِمَنْ وَھَبَ ھِبَۃً أنْ یَرْجِعَ فِیھَا إلَّا الْوَالِدُ فَلَہٗ أنْ یَرْجِعَ فیما أعْطَی وَلَدَہٗ، واحتجَّ بھٰذاالحدیث.

"سیدنا ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ دونوں سے عرفوعا مروی ہے فرمایا: کسی کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ کوئی عطیہ دے اور پھر اسے واپس لے لے، مگر باپ آج اپنے بیٹے کو کچھ دے، اور اس شخص کی مثال جو ہدیہ دے پھر واپس لے اس کتے کی سی ہے جس نے کھایا جب پیٹ بھر گیا تو قئے کردی اور پھر دوبارہ وہ قئے کھا گیا"

یہ حدیث حسن صحیح ہے امام شافعی اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ کسی کے لئے کوئی ہدیہ دے کر واپسی لینا جائز نہیں مگر باپ کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو دیا ہوا عطیہ واپس لے سکتا ہے" واللہ اعلم

تشریح : پہلے ھدیہ وعطیہ اور ھبہ کرنے کا حکم ہے، اب "یاایّھا الذی امنوا لا تبطلوا اعمالکم " کے پیش نظر ھدیہ سے رجوع کی ممانعت کا ذکر ہے۔ لایحلّ لرجل ان یعطی عطیۃ ثم یرجع فیھا : عندالعلماء یہ بات تو اتفاقی ہے کہ ھبہ میں رجوع کرنا اور تبرع عادیکہ واپس لینا انتھائی بے مروتی اور نامناسب ہے، ھبہ میں رجوع کرنا ناپسندیدہ ہے، جسے حضورؐ نے قبیح تر مثال کے ساتھ سمجھادیا۔

آئمہ کے اقوال: نفس جواز میں آئمہ کے اقوال مختلف ہیں۔امام شافعیؒ کا مسلک امام ترمذی نے لکھ دیا کہ ان کے نزدیک رجوع فی الھبۃ حلال نہیں، سوائے ایک صورت کے جسکا متن حدیث میں استثناء موجود ہے کہ باپ بیٹے کو دی ہوئی چیز واپس لے سکتا

ہے۔اصحاب مالک وحنابلہ کا بھی یہی قول ہے کہ ھبہ میں رجوع حرام ہے۔احناف کے نزدیک دیانۃ ومروّۃ ھبہ میں رجوع درست نہیں ہاں اگر کوئی بے مروّت ڈھٹائی سے واپس لینے پر تلا ہوا ہے تو قضاء رجوع نافذ ہوگا،اور اپنے کئے ہوئے ھبہ کو واپس لینے والا غاصب نہ کہلائیگا اور نہ ہی یہ چیز اس کیلئے مال حرام کے حکم میں ہوگی۔اس کا استعمال مباح ودرست ہے،اگر چہ یہ گھٹیا حرکت ہے۔

دیگر آئمہ کا استدلال: باب کی روایات سے استدلال کیا ہے کہ آپؐ نے قبیح تر مثال سے رجوع فی الھبۃ کو بیان کیا ہے،اسی طرح دوسری حدیث میں **لا یحلّ** ....: کا لفظ موجود ہے،جنکا حاصل یہ ہے کہ رجوع فی الھبۃ جائز نہیں۔

جواب: احنافؒ نے جواب دیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس غلیظ مثال سے شناعت وقباحت کو بیان فرمایا ہے کہ مروّۃ دیانۃ ھبہ میں رجوع بری چیز ہے،اس میں حرمت کا ذکر واثبات نہیں،رجوع فی الھبہ کا ناپسندیدہ ہونا اور بات ہے،جو حدیث باب میں مذکور ہے ناجائز ہونا اور بات ہے جس کا یہاں ذکر نہیں۔ناپسندیدہ ہونا اور جائز ہونا جمع ہو سکتے ہیں۔چنانچہ ''طلاق'' ابغض المباحات ہے، بالکل پسندیدہ (مشغلۃ) نہیں،مباح وجائز ہے۔

احناف کی دلیل: عن ابی ھریرۃؓ من وھب ھبۃ فھو احقّ بھا مالم یثب منھا حاکم (ابن ماجہ)

مسئلہ: یہ حدیث مطلقا ھبہ میں تھی اگر باپ اپنی اولاد کو عطیۃ وھبہ دے پھر واپس لینا چاہے تو وہ رجوع کر سکتا ہے،بشرطیکہ پھر اسی بیٹے یا بیٹی وغیرہ کی دیگر ضروریات ومصالح میں خرچ کرے ''وعند ابی حنیفہؒ معنیٰ رجوع الوالد علی ما وھب لہ ،اخذہ عنہ ،وصرفہ فی نفقتہ عندالحاجۃ ،کسائر اموالہ ......: اس کا حاصل یہی ہے کہ اپنی اولاد کو دی ہوئی چیز انہیں کی فلاح وبہبود کیلئے واپس لینا درست ہے،حدیث پاک میں اسی کا استثناء ہے،دوسری حدیث مبارکہ میں ہے ''انت و مالک لأبیک''

مسئلہ: امام ابو حنیفہؒ نے مزید تفصیل فرمائی ہے،۱۔اگر ھبہ وعطیہ غیر ذی رحم محرم کو کیا ہے تو کراہت وقباحت کے ساتھ رجوع جائز ہے ۲۔اگر ذی رحم محرم کو ھبہ کیا ہے تو پھر رجوع درست نہیں۔۳۔سات ایسے مواقع ہیں جن میں غیر ذی رحم محرم سے بھی رجوع جائز و درست نہیں۔ممنوعہ سات صورتیں یہ ہیں ۱۔لینے والے شخص نے ھبہ کی ہوئی چیز میں ایسا تصرف کیا ہو جو موھوب لہ سے متصل ہو مثلا زمین میں درخت لگانا،تعمیر کرنا،ستو میں گھی ملا دینا ۲۔واھب اور موھوب لہ میں سے کسی ایک کی موت واقع ہو جائے۔۳۔موھوب لہ نے ھبہ کے عوض کچھ واھب کو دیا ہو۔۴۔ھبہ کی ہوئی چیز موھوب لہ کی ملک سے نکل گئی ہو۔۵۔موھوب لہ اور واھب کے مابین زوجیت کا تعلق ہو۔۶۔دونوں باھم ذی رحم محرم رشتہ دار ہوں۔۷۔ھبہ کی ہوئی چیز ہلاک وختم ہو جائے۔جمعھا ''دمع خزقۃ''

نکتہ: ھبہ کے بیان میں فقہ حنیفہ کی کتب میں لفظ ''جواز'' کی بجائے ''صحّ الرجوع عنھا'' مذکور ہے،کما فی الکنز واشار بذکر الصحّۃ دون الجواز الیٰ انّہ یکرہ الرجوع فیھا ، جس کا مطلب یہ ہوا کہ صحت مع الکراہت ہے جواز مع الصراحت نہیں۔پھر یہ صحت بھی علی الاطلاق نہیں بلکہ مذکورہ بالا صورتیں مستثنیٰ ہیں۔

فتمت ابواب الولاء والھبۃ وتلیھا ابواب القدر

ابواب القدر عن رسول اللہ ﷺ

تقدیر کے متعلق آپ ﷺ سے منقول روایات کے بیان میں

ابواب القدر کا مقصد: ابواب القدر کا مقصد ان احادیث کو لانا ہے جو اللہ کی قدرت وتقدیر پر دلالت کرتی ہیں اور تقدیر پر ایمان لانے کے ضروری ہونے کو ثابت اور واضح کرتی ہیں۔

قدر: کا لغوی معنیٰ ہے اندازہ کرنا، مقرر کرنا۔ ارشاد ہے انا کلّ شئی خلقناہ بقدر. (قمر ۴۹) بے شک ہم نے ہر چیز کو (ایک) اندازے سے پیدا کیا۔ قال اللحیانی: القدر (بفتح الدال) الاسم، و القدر (بسکون الدال) المصدر (لسان)

اصطلاحی تعریف: تقدیر بان یجعلھا علی مقدار مخصوص و وجہ مخصوص حسبما اقتضت الحکمۃ۔ امام راغب اصفہانیؒ کہتے ہیں تقدیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک خاص مقدار (جسم وحجم) اور خاص ہیئت وشکل میں عین حکمت کے تقاضے کے مطابق پیدا فرماتے ہیں۔ علامہ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوقات کے پیدا فرمانے سے پہلے انکی تقدیروں، حالات، زمانوں اور کیفیات کا علم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم سابق جو عالم علوی وسفلی سب کو محیط تھا کے مطابق تمام مخلوقات کی عمریں، زمانہ، وجود وفناء، اعمال وکسب، شکل وعقل سب کچھ لکھوا دیا۔ اس لوح محفوظ میں لکھے فیصلے کا نام تقدیر ہے۔

دوسری تعریف: تعیین کل مخلوق لمرتبۃ اللتی توجد من حسن وقبح ونفع وضرّ.

القضاء: وھو الحکم الاجمالی فی الازل، والقدر: جزئیات ذالک الحکم و تفاصیلہ، کمافی قولہ تعالیٰ وان مّن شیء الاّ عندنا خزائنہ، وماننزّلہ الا بقدر معلوم۔

تقدیر کی اقسام: تقدیر کی دو قسمیں ہیں ۱۔ تقدیر مبرم ۲۔ تقدیر معلّق۔

قضاوقدر میں فرق: ازل میں علم وحکم کلی اجمالی کا نام قضاء ہے اور اسکی تفصیلات وجزئیات کا نام قدر ہے۔

قضاء وقدر کا حکم: ☆ علامہ سمعانی ” کہتے ہیں اسکا علم صرف اور صرف وحی (قرآن وسنت) سے حاصل ہوسکتا ہے، اس کے جاننے میں عقل وخرد اور قیاس کا کوئی دخل نہیں۔ ☆ یہ اللہ کے اسرار میں سے ہے جو اسکو عقل سے جاننے کی کوشش کریگا تو ورطہ حیرت میں پڑیگا یا گمراہ ہوجائیگا۔ اسکا علم کسی نبی مرسل نہ کسی ملک مقرب کو ہے۔ ہر انسان کو تقدیر خیر وشر دونوں پر ایمان لانا لازمی ہے۔

مسئلہ: تقدیر میں بحث وتمحیص، مناظرہ ومباحثہ اور کھود کرید منع ومُضِر ہے۔ صرف تصدیق کرنا ضروری ہے۔

مقولہ: سیدنا علیؓ سے پوچھا گیا۔ ﴿بیّن لنا فی القدر شیئا﴾ مسئلہ تقدیر کے بارے میں ہمیں کچھ بیان کیجئے!

جواب دیا: ﴿طریق مظلم لاتسلکہ﴾ یہ تاریک راستہ ہے اس میں قدم نہ رکھو۔ سائل نے دوبارہ پوچھا! تو فرمایا: ﴿بحر عمیق لا تَرِدہ﴾ یہ گہرا سمندر ہے اس میں نہ اتر۔ سہ بارہ سوال کیا! تو فرمایا: ﴿سرّ اللہ خفیہ علیک فلا تفتّشہ﴾ یہ اللہ کا راز ہے جو تجھ پر مخفی رکھا گیا اس کی چھان بین نہ کر۔ یہی اسلام وسلامتی کا راستہ ہے۔ راقم!

علامہ طحاویؒ فرماتے ہیں۔ واصل القدر سر اللہ فی خلقہ لم یطلع علی ذالک ملک مقرّب ولا نبیّ مرسل. تقدیر اللہ کا راز ہے اسکی مخلوق میں اس پر کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کو اطلاع وعلم نہیں۔ والتعمّق والنظر فی ذالک ذریعۃ

الخذلان ؛ وسُلّم الحرمان ؛ ودرجة الطغيان ؛ فالحذر كل الحذر من ذالک نظرا او فكرا اووسوسة . فان الله تعالىٰ طوى علم القد ر عن انا مه ونهاهم عن مرامه كما قال تعالى لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ. (انبیاء۲۳)

مسئلہ: تقدیر مشکل ترین اور اصعب المسائل میں سے ہے اس میں زبان کھولنا اور حد سے بڑھنا انسان کو ضلالت و گمراہی اور ابتلاء و انکار کی راہ دکھاتا ہے۔ اس سے اجتناب ضروری ہے اور ﴿ مَاذُکِر ﴾ پر اعتقاد و اعتماد نجات کیلئے کافی ہے۔

مسئلہ تقدیر میں پھسلنے والے دو طائفے: ۱۔ قدریہ ۲۔ مرجۂ و جبریہ۔ ☆ **قدریہ:** کہتے ہیں کہ آدمی از سرِ نو اپنے اعمال کا خالق ہے عمل کرنے اور عمل کے وجود سے پہلے کوئی تقدیر، تحریر مقرر نہیں ہمیں اپنے اعمال پر قدرت حاصل ہے تقدیر کوئی چیز نہیں۔

☆ **مُرجۂ:** کہتے ہیں کہ انسان ایک مجبور محض ہے اسے کوئی اختیار نہیں بھلے اس سے خیر کے کام کروائیں یا اعمال شر سرانجام دلوائیں اس کا اپنا کوئی بس نہیں انہیں جبریہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں فرقے راہِ حق سے منحرف، اہل حق سے مفترق اور نظریہ باطلہ کے حامل ہیں۔

ان کے نظریہ کا بطلان: انسان جب علم کلی نہیں رکھتا تو یہ کسی چیز کو کیسے پیدا کرسکتا ہے اسی طرح جب انسان ہر وقت اپنی مرضی نہیں چلاسکتا اور اس کے ارادے اور پروگرام شکست وریخت کا شکار رہتے ہیں تو یہ کیسے افعال اور اعمال کا خالق ہوسکتا ہے۔

سوال! یہ دونوں فرقے کافر ہیں؟ **جواب!** نہیں: یہ بے جا تاویل کرنے والے فِرَقِ ضالّہ و مبتدعہ میں سے ہیں۔

حاصل کلام: اہل حق کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام اعمال افعال کا خالق اللہ ہے اور کاسِبْ بندہ ہے، انسان مجبور محض ہے نہ مختار کل بلکہ دو ہاتھ اور ایک پاؤں اٹھانے کا اسے اختیار ہے دونوں پاؤں اٹھانے پر یہ قدرت نہیں رکھتا۔ تمام اعمال و افعال خیر و شر کے خالق اللہ ہیں، عمل خیر کو پسند فرماتے ہیں اور عمل شر کو ناپسند کرتے ہیں۔ جب بندہ کسب کرتا ہے اور اسباب بروئے کار لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ وہ فعل پیدا فرمادیتے ہیں۔ مثلاً زبان میں قوت گویائی اور کانوں میں شنوائی اور آنکھوں میں بینائی یہ صفات اللہ تعالیٰ نے رکھ دیئے ہیں کسی انسان کو اس پر قدرت نہیں کہ زبان (چمڑے کے ٹکڑے) کو بولنے کی طاقت دے سکے اعطاء قدرت تو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اس میں کسی کو کوئی اختیار نہیں لیکن استعمال پر قدرت و اختیار بندے کو دیا ہے اب کلام کرنے میں اس کو اختیار ہے تلاوت کرے، درود شریف پڑھے، ذکر کرے۔ سچ بولے، یا جھوٹ بولے، شرکیہ و کفریہ کلمات بکے! اسی طرح باقی اعضاء! اور یہ کسب بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق، الہام اور تیسیر سے ہے۔ بولتی زبان کو خاموش کردے، دیکھتی نظر کو مدھم کردے، سنتے کانوں کو بہرا کردے اس پر اللہ تعالیٰ کو قدرت کاملہ دائمہ حاصل ہے اللہ تعالیٰ ہمیں جملہ اعضاء کو اعمال خیر میں صرف کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

١ ـ بابُ ماجاءَ مِنَ التَّشْدِيدِ فى الْخَوْضِ فى الْقَدَرِ

تقدیر میں زیادہ بحث کی ممانعت کے بیان میں

٣٤٣ ـ حَدَّثنا عَبْدُاللهِ بنُ مُعاويةَ الْجُمَحِيُّ البصرى أخبرنا صَالِحٌ المُرِّيُّ عن هِشَامِ بن حَسَّانَ عن محمدِ بنِ سِيرِينَ عن أَبِى هُرَيْرَةَ قالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسولُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فى الْقَدَرِ ،فغَضِبَ حَتّٰى احمرَّ وَجْهُهُ حتى كَأَنَّمَا فُقِيءَ فَى وَجْنَتَيْهِ الرُّمَّانُ ، فقالَ: أَبِهٰذَا أُمِرْتُمْ أَمْ بِهٰذَا أُرْسِلْتُ إِلَيْكُمْ ؟إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حِيْنَ تَنَازَعُوا فى هٰذَا الْأَمْرِ. عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ أَلَّا تَنَازَعُوا فيه. قال أبو عِيسَى :وفى البابِ عن عُمَرَ وَعَائِشَةَ وَأَنَسٍ وهذا حَدِيثٌ غريبٌ لانَعرِفهُ إِلَّا

مِنْ هٰذا الوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ صَالِحِ الْمُرِّيِّ ،وَصَالِحُ الْمُرِّيُّ ،لَهُ غَرَائِبُ يَتَفَرَّدُ بِهَا لايُتابع عليها

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔اور ہم تقدیر کے بارے آپس میں بحث مباحثہ کرر ہے تھے۔آپ غصے ہوئے یہانتک کے آپ کا چہرہ انور سُرخ ہوگیا۔گویا کہ آپ کے رخساروں پرانار نچوڑ دیا گیا ہے۔پھر فرمایا کیا تمہیں اسی کا حکم دیا گیا ہے۔یا میں تمہاری طرف اسی لئے بھیجا گیا ہوں؟تم سے پہلے لوگ اسی میں اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں میں تمہیں قسم دیتا ہوں اس میں جھگڑا مت کرو''

ابوعیسیٰ فرماتے ہیں!اس باب میں عمرؓ عائشہؓ اورانسؓ سے روایت ہے یہ حدیث غریب ہے ہم اسکواسی طریق صالح مری کی روایت سے پہچانتے ہیں اور صالح مری کی حدیثیں غریب ہیں جن میں وہ متفرد ہے۔

تشریح : نحن نتنازع فی القدر:صحابہ کرامؓ باہم مسئلہ تقدیر میں بحث مباحثہ کرر ہے تھے،کوئی سوال کرر ہا تھا کوئی جواب دے رہا تھا، عموماً ایسے میں آوازیں بلند ہوہی جاتی ہیں،فقئی عینہ : کنایۃ عن حمرۃ الوجہ غصے کی وجہ سے آپ کا چہرانور لال ہوگیا،پھرآپ ﷺ نے تنبیہ فرماتے ہوئے مقصود بعثت کی طرف متوجہ کیا،آپ جسکے مکلف ہواس کی فکر کرو،غیر مأمور میں تنازعہ کی ضرورت نہیں،جیسے تمہید میں گذرا مسئلہ تقدیر اجمالا سمجھنا اوراس پر مکمل یقین رکھنا کافی ہے،مزید بحث وتمحیص نقصان سے خالی نہیں یہی بات زیر بحث حدیث میں تاکیدا بیان ہوئی۔

۲۔بابُ ماجاء فی حِجَاجِ آدم وموسی علیهما السلام

آدم وموسیٰ علیہما السلام کے مکالمے کے بیان میں

۳۴۴۔حَدَّثَنا يَحْيَى بنُ حَبِيبِ بنِ عَرَبِيٍّ ،أخبرنا الْمُعْتَمِرُ بنُ سُلَيْمَانَ أخبرنا أبى عن سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ أَبِي صَالِحِ عن أَبِي هُرَيْرَةَ عن النبيِّ ﷺ قَالَ: احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى فقال مُوسَى ياآدَمُ أَنْتَ الَّذِي خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ ، أَغْوَيْتَ النَّاسَ وَأَخْرَجْتَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ ،قَالَ فقالَ آدَمُ :أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللهُ بِكَلَامِهِ ،أَتَلُومُنِي عَلَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ،قَالَ: فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى.

قال ابوعِيسَى :وفي البابِ عن عُمَر وجُنْدُبٍ. وهٰذاحَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذاالوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عن الْأَعْمَشِ .وقد روى بَعْضُ أَصْحَابِ الْأَعْمَشِ عن الْأَعْمَشِ عن أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عن النبيِّ ﷺ نَحْوَهُ.وقَالَ بَعْضُهُمْ عن الْأَعْمَشِ عن أَبِي صَالِحٍ عن أَبِي سَعِيدٍ عن النبيِّ. وقد رُوِيَ هٰذاالحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عن أَبِي هُرَيْرَةَ عن النبيِّ ﷺ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔حضرت آدمؑ اورحضرت موسیٰؑ کا آپس میں مباحثہ ہوا موسیٰ نے کہا۔اے آدم آپ وہ ہیں جنہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اوراپنی روح آپ کے اندر پھونکی،پھرآپ نے لوگوں کو گمراہ کیا اور جنت سے نکالا،فرمایا نبی ﷺ نے آدم نے کہا اے موسیٰ آپ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کیلئے چنا،کیا آپ مجھے اس عمل پر ملامت کرتے ہیں،جو اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے پہلے لکھ

دیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا "تو آدم موسیٰ پر غالب ہوئے"

یہ حدیث اس طریق، سلیمان تیمی کی روایت سے جو اعمش سے ناقل ہیں حسن غریب ہے، اعمش کے بعض شاگردوں نے اعمش سے ابو صالح اور ابو ہریرہ کے واسطہ سے اسی کے مثل روایت کیا ہے، اور بعض نے اعمش سے بواسطہ ابو صالح ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث ابو ہریرہؓ سے نبی ﷺ سے مختلف طریقوں سے مروی ہے۔

تشریح: اس باب میں آدمؑ و موسیٰؑ کے مکالمے کا ذکر ہے۔

احتج آدم و موسیٰ. یعنی ان کے درمیان مناظرہ ہوا۔ جسکی تفصیل متن سے واضح ہے۔

سوال! یہ مناظرہ کہاں اور کب ہوا؟ **جواب!** ۱۔ حضرت موسیٰ کی حیات میں آدم علیہ السلام کے احیاء کے ساتھ ہوا۔ ۲۔ قیامت کے دن ہوگا موسیٰؑ فرمائیں گے یا اللہ مجھے آدمؑ تو دکھایئے جس نے ہمیں جنت سے نکالا پھر مناظرہ ہوگا۔ ۳۔ آسمانوں میں ہوا جب انکی روحوں کی ملاقات ہوئی۔ ۴۔ یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں جہانوں میں ہوا ہو۔ **وخلقک اللہ لک بیدہ. ای کما یلیق بشانہ تعالیٰ. فحجّ آدم موسیٰ.** اس میں آپ ﷺ نے آدمؑ کے غالب ہونے کا ذکر فرمایا۔ اس میں تقدیر کے منکر قدریہ پر ردّ ہے۔

سوال! اگر آدم علیہ السلام کے اس عذر تقدیری کا اعتبار کر کے انہیں بری الذمہ قرار دیا جائے یہ تو ہر عاصی و نافرمان کہہ سکتا ہے کہ میرا قصور کیا ہے تقدیر میں ہی ایسے تھا؟ اور مرجئہ بھی اسکے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں کہ انسان کا کوئی قصور نہیں۔

جواب! ۱۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بات عالم تکلیف کی نہیں بلکہ یہ تو عالم دنیا کے بعد کی ہے جسمیں آدمی مکلف نہیں رہتا جب دارا لتکلیف سے جا چکے پھر یہ فرمایا تو یہ مکلفین اور دار التکلیف میں رہنے والوں کیلئے حجت نہیں۔ ۲۔ آدم علیہ السلام توبہ کر چکے "فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ" (بقرہ ۳۷) صریح حدیث میں بیان ہے۔ **التائب من الذنب کمن لاذنب لہ .** اس لئے اب آدم علیہ السلام یہ جواب دے سکتے تھے۔

سوال! جواب ثانی پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ جب توبہ کر چکے اور قبول بھی ہو چکی تو جواب میں "**انی تبت من تلک الخطیئۃ وقد قبل اللہ توبتی فَلِمَا تلومنی**"؟ کیوں نہیں کہا۔ اللہ نے میری توبہ قبول کر لی تم کیوں ملامت کرتے ہو۔

جواب! بعض نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ آدم علیہ السلام کے سامنے دو باتیں تھیں قدر اور کسب اور توبہ کی وجہ سے کسب کا ثمرۃ خطا معاف ہو چکی تو اب صرف قدر باقی رہی اس لئے جواب میں بجائے توبہ کے قدر کو ذکر کیا۔ اور ظاہر ہے تقدیر کے متعلق اللہ سے کوئی پوچھ ہی نہیں سکتا۔ **انت آدم الذی اغویت الناس.** یہ سبب بعید کی طرف اشارہ ہے کہ آپ شجرہ ممنوعہ نہ کھاتے تو جنت سے نہ نکلتے اور جنت سے نہ نکلتے تو شھوات و شیطان کے چنگل میں نہ آتے۔

ونفخ فیک من روحہ ای من امرہ. یہ تکریم و شرافت کیلئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے امر سے تجھ میں روح کو پیدا فرمایا۔

عصمت انبیاء کا مسئلہ: عصمت کا لغوی معنیٰ ۱۔ **العصمۃ المنعۃ والعاصم المانع الحامی والاعتصام الامساک بالشئی** (نہایہ ج ۳ ص ۲۴۹ ایران) عصمت کا معنی روکنا بچانا، عاصم بچانے والا حمایت کرنیوالا۔ اعتصام (من المزید سے) کا معنی ہے چمٹنا، مضبوطی سے تھامنا۔ ۲۔ **العصمۃ فی کلام العرب المنع وعصمۃ اللہ عبدہ ان یعصمہ مما یوبقہ.** (لسان

العرب ج ۱۲ص ۴۰۳) عربی زبان میں عصمت کا معنی ہے روکنا، اللہ کا بندہ سے روکنے کا مطلب یہ ہے کہ اسکو مہلکات سے بچالے

اصطلاحی معنی: ۱۔ وحقيقة العصمة ان لا يخلق الله تعالى في العبد الذنب مع بقاء قدرته واختياره. وهذا معنى قولهم هي لطف من الله تعالى تحمله على فعل الخير ويزجره عن الشرّ مع بقاء الاختيار تحقيقا للا بتلاء (شرح عقائد ۱۰۹) ''عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں قدرت واختیار کے باوجود گناہ پیدا نہ کرے۔ اس تعریف کی مثال اہل علم کا وہ قول ہے کہ عصمت اللہ کے لطف وکرم کا نام ہے جس سے وہ بھلائی کی طرف لاتا ہے اور شر سے بچاتا ہے باوجود قدرت علی الذنب کے بواسطے ثابت کرتے ہوئے ابتلاء وآزمائش کے'' ۲۔ هي ملكة اجتناب المعاصي مع التمكن فيها (حاشیہ خیالی ۱۴۶) علامہ خیالیؒ نے عصمت کی تعریف کی ہے کہ وہ سیئات ومعاصی سے بچنے کا ملکہ (اور مادہ لطیفہ) ہے ان میں قدرت وہمت کے باوجود۔ مذکورہ کلمات سے عصمت کا لغوی واصطلاحی معنی واضح ہو چکا لغوی معنی۔ بچنا اصطلاحی معنی اللہ کے لطف سے باوجود گناہوں پر قدرت کے ان سے بچنے رہنا۔

عصمت انبیاء کے متعلق عقیدہ اہل السنۃ: والمختار عندنا انه لم يصدر عنهم الذنب حال النبوة البتة لا الكبيرة ولا الصغيرة (تفسیر کبیر ج ۱ص ۳۰۲) ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے زمانہ نبوت میں کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا کبیرہ نہ صغیرۃ۔ انبیاء گناہ پر قدرت رکھتے ہیں مگر ان سے سیئات صادر نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ اگر قدرت علی الذنب کی نفی کردی جائے تو پھر عصمت کا کیا مطلب اگر گناہ کی استعداد ہی نہیں پھر بچانا اور معصوم بنانا چہ معنی دارد۔ امام رازیؒ نے عصمت انبیاء کے متعلق دیگر اقوال بھی ذکر کئے ہیں بغرض اطلاع وافادہ درج ہیں۔ لیکن اپنا ذہن، عقیدہ پہلے اھل حق کے قول کے مطابق پختہ کرلیں تاکہ تذبذب نہ ہو۔

دیگر حضرات کے نظریات: ۱۔ حشویہ کا کہنا ہے کہ انبیاء سے گناہ کبیرہ کا صدور جائز ہے۔ ۲۔ معتزلہ کی اکثریت اسکی قائل ہے کہ انبیاء سے گناہ کبیرہ کا صدور عمداً جائز نہیں اگرچہ گناہ صغیرہ کا ارتکاب ہوسکتا ہے اس میں یہ تخصیص ہے کہ صغائر کریہہ جن سے عوام متنفر ہوں انکا صدور بھی نہیں ہوتا۔ ۳۔ جبائیؒ کہتے ہیں انبیاء سے گناہ صغیرہ وکبیرہ کا تصریحاً صدور نہیں ہوسکتا ہاں تاویلاً جائز ہے۔ ۴۔ بعض کا یہ نظریہ بھی نقل کیا ہے کہ انبیاء سے سہو وخطاء کے بغیر کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا لیکن انبیاء سے سہو پر بھی گرفت ہے۔ ۵۔ روافض کہتے ہیں انبیاء سے کسی گناہ کا صدور نہیں ہوتا صغیرہ نہ کبیرہ سہواً نہ عمداً تاویلاً نہ خطاء۔ (من اراد التفصيل فلير اجع التفسير الكبير والخازن في قصة آدم يجد فيه مطلوبه).

دلائل عصمتِ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام: ۱۔ فاسق نبوت کا اہل نہیں۔ لاينال عهدى الظالمين. اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میرا عہد (عطائے نبوت) ناانصافوں کو نہ پہنچے گا۔ اگر نبی معصوم نہ ہوتے تو انکو رسالت عطا نہ ہوتی۔ پیغمبری ملنا یہ دلیل ہے کہ وہ ظالموں کی صف میں نہیں بلکہ معصوم ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی اطاعت کا حکم دیا اور رسولوں کی اتباع واجب ہے اگر وہ معصوم نہ ہوں اور ان سے (العیاذ باللہ) گناہ صادر ہوسکتا ہو تو انکی اتباع حرام ہوگی۔ اس لئے لازم ہے انکو معصوم قرار دیں اور اطاعت کریں۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ. قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط(نساء۸۰،ال عمران۳۱) اللہ کا مطیع اور محبوب ہونا اسی وقت متحقق ہوگا جب اسکے معصوم نبی کی اتباع کریں گے (یہ کیسے ہوسکتا ہے معصیت میں اطاعت کر کے اللہ کے محبوب و مطیع بن جائیں)۔

۳۔ اگر بالفرض (العیاذ باللہ) نبی سے گناہ صادر ہو تو اسکو ملامت کرنا جائز ہوگا اور ملامت سے نبی کو ایذاء پہنچے گی اور اللہ کے نبی کو ایذاء پہنچانا حرام اور موجب لعنت ہے جب ایذاء و ملامت کی اجازت نہیں بلکہ الٹا سزا ہے تو ثابت ہوا کہ نبی سے قابل ملامت عمل (معصیت) سرزد نہیں ہوسکتا اور یہی معصوم ہونا ہے۔ ان الذین یؤذون اللّٰہ و رسولہ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. (احزاب ۵۷) یقیناً جو اللہ اور اسکے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دونوں جہانوں میں لعنت و دھتکار ہے۔

۴۔ انبیاء اگر خود گناہ کریں (العیاذ باللہ) اور لوگوں کو نیکی کا حکم کریں تو یہ اللہ کی ناراضگی کو دعوت دینا ہے حالانکہ انبیاء پر اللہ راضی ہے تو اسکا مطلب ہوا کہ خود نیکی پر چلتے ہیں اور لوگوں کو نیکی پر لاتے ہیں اور بدی سے معصوم ہیں۔ کبر مقتا عند اللّٰہ ان تقولوا مالا تفعلون. (صف۳) اللہ کے ہاں یہ بات سخت غضب کی ہے کہ تم وہ کہو جو کرتے نہیں۔

۵۔ معصیت کے مرتکب سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور انبیاء سے اللہ راضی ہے اسکا حاصل ہے کہ انبیاء معصوم ہیں۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ. (جن ۲۶۔۲۷) وہ غیب خوب جانتا ہے اپنا سارا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر اپنے رسول پر جس سے راضی ہوا۔ (جتنا چاہتا ہے ظاہر کر دیتا ہے اگرچہ علم غیب کلی صرف اللہ کی کے پاس ہے) یہ صرف نمونہ ہے مزید تفصیل دیکھئے انعامات المنعم اول باب ۱۴۷۔

عصمت انبیاء پر اعتراض:

سوال! ۱۔ قرآن کریم اور بعض احادیث میں انبیاء کی طرف ربنا ظلمنا انفسنا، عصی، غوی، ان لن نقدر علیہ، وھو ملیم، انی کنت من الظالمین. وغیرہ جیسے الفاظ منسوب و مذکور ہیں جو معصیت و ظلم پر دال ہیں؟ ۲۔ انبیاء کے ذنوب کی بخشش کا ذکر بھی قرآن کریم میں ہے۔ تو جن کیلئے مذکورہ الفاظ استعمال ہوں اور ان کے گناہوں کے معاف کرنے کا ذکر ہو اور خود انکی طرف سے توبہ و کثرت استغفار کا اہتمام ہو تو اس سے پتہ چلا کہ معصوم نہیں ورنہ کذب، عصی، مُلیم کی انکی طرف نسبت کیسے ہوسکتی ہے؟

جواب! اسکا جواب یہ ہے کہ ان جگہوں میں سہو، ترک اولیٰ یا اجتہادی خطاء پر محمول ہے اور اس پر سخت الفاظ کا اطلاق "حسنات الابرار سیئات المقربین" کے قبیل سے ہے جیسا کہ انعامات المنعم باب من فضائل موسی وخضر میں ہم نے پڑھا ہے اور مغفرت و استغفار کی نسبت ترقی درجات کیلئے ہے گناہوں کے معاف کرنے کیلئے نہیں۔ یہ تفصیل خازن (ج۳ ص۲۶۶ تا ۲۶۸) سے ماخوذ ہے۔

ان آیات پر بھی نظر ڈالئے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ. (آل عمران ۳۳)

وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ و ذریاتھم و اخوانھم و اجتبینھم و ھدینا ھم الی صراط مستقیم. ذالک ھدی اللّٰہ ...... اولئک الذین ھدی اللّٰہ فبھداھم اقتدہ (انعام رکوع ۱۰) وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ...... (دخان ۳۲)

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ...... اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ...... وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ. (سورہ ص ۴۵ تا ۴۸)

اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (حجر ۴۰ ص ۸۳) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب ۲۱) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (ممتحنہ ۶) اللہ اکبر

☆ جنکا اللہ نے انتخاب کیا! انکے درجات کو بلند فرمایا! صالحین وافضل العالمین فرمایا۔ شیطان نے بھی کہہ دیا کہ میرا بس ان پر نہیں چلتا...... وہ کیسے مرتکب معصیت ہوسکتے ہیں۔ انبیاء معصوم ہیں معصوم ہیں...... منعم، مفضل، مخلص اور اخیار ہیں۔

معصوم اور محفوظ میں فرق: انبیاء معاصی سے معصوم ہیں اور خلفاء راشدین او دیگر صحابہ کرام محفوظ ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ انبیاء کی عصمت قطعی ہے اور صحابہ کی حفاظت ظنی ہے مگر ثابت ضرور ہے۔ والفرق بين عصمة المومنين وعصمة الانبياء ان عصمة الانبياء بطريق الوجوب وفى حق غير هم بطريق الجواز (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۵) علامہ عینی حنفیؒ فرماتے ہیں انبیاء اور مومنین (صحابہ کرام) کی عصمت وحفاظت میں فرق یہ ہے کہ انبیاء کی عصمت وجوباً ثابت ہے اور دوسروں کی عصمت جوازاً ثابت ہے۔

۳۔ بَابُ مَاجَاءَ فِى الشَّقَاءِ وَالسَّعَادَةِ

سعادت وشقاوت کے بیان میں

۳۴۵۔ حدثنا بُنْدَارٌ، أخبرنا عَبْدُالرحمنِ بنُ مَهْدِيٍّ، أخبرنا شُعْبَةُ عن عَاصِمِ بن عُبَيْدِاللّٰهِ قال سَمِعْتُ سَالِمَ بنَ عَبْدِاللّٰهِ يُحَدِّثُ عن أَبِيهِ قال: قَالَ عُمَرُ يارسولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ مَانَعْمَلُ فيهِ أَمْرٌ مُبْتَدَعٌ أَوْ مُبْتَدَأٌ أَوْ فِيمَا قَدْ فُرِغَ مِنْهُ؟ قَالَ: فيما قَدْ فُرِغَ مِنْهُ يا ابْنَ الخَطَّابِ وَكُلٌّ مُيَسَّرٌ. أما مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَإِنَّهُ يَعْمَلُ لِلسَّعَادَةِ، وَأَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاءِ فَإِنَّهُ يَعْمَلُ لِلشَّقَاءِ.

وفى البابِ عن عَلِيٍّ وَحُذَيْفَةَ بنِ أَسِيدٍ وَأَنَسٍ وَعِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ. وهٰذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے عمر بن خطاب نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ تو بتلایئے ہم جو اعمال کررہے ہیں کیا یہ امر نیا پیدا ہوتا ہے یا نیا شروع ہوتا ہے، یا یہ ان چیزوں میں داخل ہے، جن سے فراغت ہوچکی ہو، آپ نے فرمایا اے خطاب کے بیٹے یہ ان چیزوں میں ہے، جن کے لکھنے سے فراغت ہوچکی ہے، ہر ایک کیلئے وہی عمل وراستہ آسان کیا گیا ہے جس کیلئے پیدا ہوا ہے۔ بہر حال جو کوئی اہل سعادت میں سے ہوگا وہ سعادت والے عمل کریگا اور جو کوئی بد بخت ہوگا وہ شقاوت والے عمل کریگا"۔

اس باب میں علی، حذیفہ بن اسید، انس اور عمران بن حصین سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳۴۶۔ أخبرنا الحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ الحُلْوَانِيُّ، حدثنا عَبْدُاللّٰهِ بنُ نُمَيْرٍ وَوَكِيعٌ عن الأَعْمَشِ عن سَعْدِ بنِ عُبَيْدَةَ عن أَبِى عَبْدِ الرحمنِ السُّلَمِيِّ عن عَلِيٍّ قال: بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَنْكُتُ فِى الأَرْضِ إِذْ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ: مَامِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا قَدْ عُلِمَ۔ قَالَ وَكِيعٌ: إِلَّا قَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الجَنَّةِ۔ قالوا:

أَفَلَا نَتَّكِلُ يَارَسولَ اللّٰهِ ؟قَالَ: لَا، اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ. قال أبو عِيسَى :هٰذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا علیؓ سے مروی ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے اور اور آپ زمین کرید رہے تھے، اچانک آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا تم میں سے ہر ایک کے متعلق جان لیا گیا ہے ''وکیع نے اپنی روایت میں کہا'' تم میں سے ہر ایک کے متعلق اسکا دوزخ کا ٹھکانہ اور جنت کا ٹھکانہ لکھ دیا گیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ تو کیا پھر ہم بھروسہ نہ کرلیں، آپ نے فرمایا نہیں عمل کرو۔ ہر ایک کیلئے وہی راستہ و عمل آسان کیا جاتا ہے جس کے لئے وہ پیدا ہوا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح :اس باب میں انسان کی حقیقت، ماں کے پیٹ میں پیدائش اور سعادت وشقاوت کا ذکر ہے

اعملو افکل میسّر لما خلق له. اس میں حکم ہے کہ جنت عمل کی وجہ سے نہیں اللہ کے فضل کی وجہ سے ملے گی لیکن اعمال بے سود نہیں نزول رحمت اور حصول فضل کا سبب ہیں اس لئے تمہیں کوئی اندیشہ اعمال کے متعلق نہ ہونا چاہیے بلکہ اعمال یقیناً مفید بلکہ مفید تر ہیں۔ جس نے غزوہ بدر تک آنے کا عمل کیا تو اللہ نے اسکو شہادت کے درجہ علیا سے سرفراز فرمایا۔ سلمان فارسیؓ جستجو میں لگے رہے تو ہدایت نصیب ہوئی۔ وکثیر من الواقعات . علامہ عینیؒ کہتے ہیں کہ اس میں قدر وقضا کا ثبوت ہے اور یہ راز دخول جنت پر کھلیگا۔ اس سے جبریہ پر بھی رد ہے کہ تیسر جبر کی ضد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تمھارے لئے آسانی کردی گئی اور ہم کہیں کہ نہیں جی ہم تو مجبور محض ہیں۔ اس سے ثابت ہوا ۱۔ اللہ نے ساری کائنات کیلئے تقدیر مقرر فرمادی ہے جسکو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ۲۔ تقدیر بالکل جبر نہیں بلکہ بندے کو عمل کا اختیار ہے۔ ۳۔ ہر آدمی جتنا اسکو قدرت ہے احکام ایزدی کا مکلف ہے۔ ۴۔ اللہ بندے کے کسب کے ساتھ فعل کو پیدا فرمادیتے ہیں ۵۔ اللہ کی طرف سے بندوں پر ظلم وتعدی کا امکان نہیں۔ باقی تقدیر کے فیصلے اور عملی اختیار کے درمیان ایسی نسبت ہے جسکو اللہ ہی جانتا ہے۔ نحن مع رسول اللہؐ :وفی روایة لمسلم ''کنا فی جنازة فی بقیع الغرقد'' کنا فی جنازة فی بقیع الغرقد . بقیع کا معنی وہ جگہ ہے جہاں مختلف انواع واقسام کے درخت ہوں۔ غرقد کا معنی ہے خاردار درخت۔ بقیع الغرقد سے مراد اهل مدینہ کا مقبرۃ ہے۔ عثمان بن مظعونؓ کی جب تدفین ہوئی تو یہ سب کانٹے دار جھاڑیاں کاٹ دی گئیں۔ درخت کٹ گئے مگر نام باقی رہا۔ علامہ یاقوت حمویؒ نے یہ کہا ہے کہ بقیع الغرقد فرق وامتیاز کیلئے ہے کیونکہ مدینہ منورہ میں بقیع الغرقد کے علاوہ دوسرے قبرستان بھی تھے۔ زید بن ثابتؓ کے گھر کے پاس بقیع الزبیر اور بقیع الخیل اور بقیع الجبۃ تھے ان سے فرق کیلئے یہ لفظ کہا گیا۔ مشہور جنت البقیع ہے۔

٤ ـ بابُ مَاجَاءَ أَنَّ الْأَعْمَالَ بِالْخَوَاتِيمِ

اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے کے بیان میں

٣٤٧ ـ حَدَّثنا هَنَّادٌ، حدثنا أبو مُعَاوِيَةَ عن الْأَعْمَشِ عن زَيْدِ بنِ وَهْبٍ عن عَبْدِاللّٰهِ بنِ مَسْعُودٍ قَالَ: حدثنا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ : إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ فِي أَرْبَعِينَ يَوْماً ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ،ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ،ثُمَّ يُرسِلُ اللّٰهُ إِلَيْهِ الْمَلَكَ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعٍ يَكْتُبُ رِزْقَهُ وَأَجَلَهُ

وَعَمَلُهُ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ ،فَوَالَّذِي لَا اِلٰهَ غَيْرُهُ اِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ ثُمَّ يَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا ،وانَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَايَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ ،ثُمَّ يَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا .قال أبو عِيسَى :هٰذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدَّثنا محمدُ بنُ بَشَّارٍ ،حدثنا يَحْيَى بنُ سَعِيْدٍ ،أخبرنا الْأَعْمَشُ ،حدثنا زَيْدُ بنُ وَهْبٍ عن عَبْدِاللّٰهِ بن مَسْعُودٍ، قال : حدثنا رَسولُ اللّٰه ﷺ فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

وفي الباب عن أبي هُرَيْرَةَ وَأَنَسٍ وسَمِعْتُ، أحمدَ بنَ الحَسَنِ ،قال: سَمِعْتُ أحمدَ بنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ: مَارَأَيْتُ بِعَيْنِي مِثْلَ يَحْيَى بن سَعِيْدِ الْقَطَّانِ وهذا حَدِيْثٌ حسنٌ صحيحٌ .وقد روى شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ عن الْأَعْمَشِ نَحْوَهُ. حدَّثنامحمدُ بنُ العَلَاءِ ،حدثنا وَكِيْعٌ ،من الْأَعْمَشِ عن زَيْدٍ نَحْوَهُ.

''سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم سے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا اور آپ صادق ومصدوق ہیں، فرمایا: تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس روز میں جمع کی جاتی ہے، پھر چالیس روز جما ہوا خون ہوتا ہے، پھر چالیس روز میں گوشت کا لوتھڑا بنتا ہے۔ پھر اللہ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے۔ وہ اس میں روح پھونکتا ہے اور چار چیزوں کے لکھنے کا اسے حکم دیا جاتا ہے، اس کی روزی عمر اور شقی ہے یا سعید لکھ دیتا ہے پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں بیشک تم میں سے ایک جنت کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیاں صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو تقدیر اس پر سبقت کر جاتی ہے اور دوزخیوں کے عمل پر اسکا خاتمہ ہوتا ہے اور دوزخ میں داخل ہوتا ہے، اور بیشک تم میں سے دوزخیوں والے عمل کرتا رہتا ہے یہانتک کہ اسکے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر سبقت کر جاتی ہے اور اسکا خاتمہ جنت کے اعمال پر ہوتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حدیث سابق کی مثل، اس باب میں ابو ہریرہ اور انس سے مروی ہے، امام ترمذی کہتے ہیں میں نے احمد بن حسن سے سنا انہوں نے کہا احمد بن حنبل کا قول ہے کہ ''میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے یحیی بن سعید قطانؒ کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔

مخلوقات کی اقسام: اللہ تعالیٰ نے جتنی مخلوقات پیدا فرمائی ہیں انکی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ مخلوقات اور چیزیں جو ابتداہی سے علی وجہ الکمال بدرجہ اتم پیدا فرمائیں کہ فنا سے پہلے ان میں کوئی کمی زیادتی، اتار چڑھاؤ اور تغیر وتبدل نہیں ہوتا بلکہ اپنی مکمل ساخت پر موجود اور قائم ہیں۔ مثلاً آسمان زمین سیارے وغیرہ۔

۲۔ وہ اشیاء اور مخلوقات جنکے مادے اور اصول کو پیدا فرمادیا پھر بتدریج نسلاً بعد نسل اختلاف زمانہ سے ان میں ترقی اور تبدیلی آتی رہتی ہے۔ مثلاً کھجور کی گٹھلی پھر...... نبت...... شجر...... ثمر...... اسی طرح نطفہ، علقہ، مضغہ، عظام، جنین...... طفل، بلوغ، شباب، شیب، بالآخر

موت۔(پھر قبر، حشر، پیشی، شفاعت، پل صراط...... باب القیامہ میں آرہے ہیں) اس باب میں دوسری قسم کی مخلوقات میں سے انسان کی ترتیب تخلیق کا ذکر ہے۔

وهو الصادق المصدوق. صادق: **المُخبِر بالقول الصادق** سچ بولنے والا۔

مصدوق: المُخبَر بالقول الصادق. جسکو سچی خبر (بصورت وحی) پہنچائی گئی۔ صادق ومصدوق جسکی بات مجسمہ صدق ہو۔ کیونکہ عام آدمی کی بات میں دو جانبوں سے کذب کا احتمال ہوتا ہے۔ ا۔ بات کہنے والا تو یقیناً سچا ہے لیکن اسے خبر ہی غلط ملی تو سچا ہونے کے باوجود بات جھوٹی۔ ۲۔ اسی طرح بات پہنچانے اور اطلاع دینے والا تو سچا (سچو دانہ) ہے لیکن آگے پہنچانے والے نے غلط بیانی کی تو بھی بات جھوٹی ہوئی۔ صادق ومصدوق بات کہنے والا سچوں کا سردار جسکی سچائی کی دشمن بھی گواہی دیں۔ (الفضل ماشهدبه الاعداد) اور بات پہنچانے والے سید الملئکۃ۔ اور اتارنے والی ذات ذات باری تعالیٰ جو خالق الصدق والصدیقین ہے۔ اب کوئی شبہ باقی رہ سکتا ہے؟ نہیں! **الصادق والمصدوق** کا معنی یہ بھی ہے کہ وہ سچا جس سے نصرت واظہار اسلام کا وعدہ سچا کر دکھایا۔ باب سے متعلقہ حدیث کے متن کو ذکر کرنے سے پہلے یہ جملہ بطور توطیہ وتمہید کے لائے ہیں تا کہ یقین محکم کی بنیاد پڑ جائے اور مسئلہ تقدیر میں پھر ڈگمگائے نہیں۔ **یجمع خلقه فی بطن امه.** یعنی مرد اور عورت کے ملاپ سے جو منی ٹپکتی ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنی قدرت کاملہ وحکمت بالغہ سے رحم مادر، جائے پیدائش میں جمع فرمادیتے ہیں۔ **اربعین یوماً.**

رحم کی ساخت اور ھیت: ابن القیمؒ کہتے ہیں کہ رحم کا اندرونی حصہ اسپنج کی طرح ہلکا کھردرا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں منی کے قبول کرنے کی استعداد وقوت رکھی ہے جس طرح پیاسی زمین میں پانی کی طلب رکھی ہے۔ طبعاً ہی اللہ تعالیٰ نے رحم کو منی کا مشتاق بنایا ہے اسی طبعی اشتیاق کی وجہ سے وہ منی کو تھام لیتا ہے اور اپنے سے ملالیتا ہے پھسلنے نہیں دیتا کہ ہوا کے اثرات سے فاسد نہ ہو جائے

تخلیق کی ابتداء اور کیفیت: گذشتہ تفصیل کے مطابق جب رحم منی کو گھیر لیتا ہے اور اپنے اندر سمو لیتا ہے اسے پھینکتا نہیں تو منی کے قطرات وذرات باھم مل جاتے ہیں (کیونکہ رحم نے نکلنے اور پھسلنے تو دیا نہیں) اب اس پر قدرت کی صنعت گری عمل شروع کرتی ہے...... کہ پہلے چھ دنوں میں یہ منی گاڑھی ہوتی ہے اس گاڑھی منی میں تین نقطے لگتے ہیں دل، دماغ، جگر...... پھر تین دنوں میں ان نقطوں کے مابین (باہم) پانچ خط کھنچتے ہیں...... پھر چھ دنوں تک ان میں خون بھرتا ہے۔ اس طرح پندرہ (۶+۳+۶=۱۵) یہ تین اعضاء قلب، دماغ، جگر تیار ہوتے ہیں...... پھر بارہ دنوں میں رگیں کھنچتی ہیں...... پھر نو دنوں میں کندھوں سے سر جدا ہوتا ہے اور پسلیوں اور پیٹ سے ہاتھ پاؤں جدا جدا پیدا ہوتے ہیں...... پھر چار دنوں میں ہر عضو کی اپنی اپنی حیثیت وشناخت ہوتی ہے...... (۱۲+۹+۴=۲۵) اس طرح چالیس دنوں میں انسانی تخلیق ہوتی ہے جسے۔ **یجمع خلقه اربعین یوماً.** میں بیان فرمایا گیا۔

(چالیس ایام کی مکمل ترتیب: (۶+۳+۶+۱۲+۹+۴=۴۰)

سبحانه ما اعظم شانه. کیف خلق انسانه ورتب ارکانه. لیکن یہ ایک اجمالی خاکہ ہے مکمل اعضاء کی تخلیق اور جسامت اربعین پھر اربعین پھر اربعین چار ماہ میں ہوتی ہے۔ **والله اعلم بصنعته وحقیقته. ولنعم ماقال خازن المفسر: فسبحان من جعله یسمع بعضم و یبصر بشحم و ینطق بلحم و یعرف بدم و رکب فیه الشهوة و حجزه بالحیاء** (خازن ج اص

﴿۴۴﴾اسی تغیر حالات پر علقہ، مضغہ، عظام وغیرہ کا اطلاق ہوا ہے۔ رحم میں منی کے روکنے اور بچہ کے پیدا کرنے کو قرآن کریم نے بالکل واشگاف للفاظ میں بتایا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ. اگلی بات بھی سن لو ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ. (مومنون ۱۳-۱۴-۱۵) ثم یکون فی ذالک علقة مثل ذالک ای مثل ذالک المدة. پھر اتنی ہی مدت میں علقہ لوتھڑا پھر اتنی ہی مدت میں مضغہ جما ہوا خون......... علقہ :الدم الجامد الغلیظ مضغة: قطعة لحم. ثم یرسل الملک . اس میں یہ احتمال کہ اس فرشتے سے مراد وہی فرشتہ ہو جو رحم پر مقرر کیا گیا ہے پھر بھیجتے ہیں ملک المنو کل بالرحم کی طرف جو وہاں موجود ہے۔ یا اسی فرشتے کو لوح محفوظ کی طرف بھیجتے ہیں یہ وہاں لکھی تقدیر کو دیکھ کر اس بچے کے متعلق لکھ دیتا ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد رحم والے فرشتے کے علاوہ دوسرا فرشتہ ہو جو یہ پیغام لیکر آتا ہے۔

ویؤمر باربع کلمات.........رزق، اجل، عمل اور سعید و شقی لکھ دیتا ہے۔

سوال! اس پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ پوری کائنات کی تقدیر اسکی پیدائش سے پہلے لکھی جا چکی ہے پھر اب لکھنے کا کیا مطلب۔

جواب! اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لکھوانا از سر نو اور مستقل نہیں بلکہ پہلے لکھے ہوئے کو اب پیدا ہونے والے جسم کی ابتداء پر دھرایا جا رہا ہے۔ اب تک صرف تقدیر و لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا اب اسکا آغاز وقوع ہوا۔ اسکی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص یہ فیصلہ کرتا ہے کہ مجھے کھجور کا پودا لگانا ہے اس کے لیے کھجور کی جنس (گٹھلی) جگہ وقت طے کر دیتا ہے۔ پھر جب گٹھلی زمین میں ڈالتا ہے اور اسکی حفاظتی تدابیر کرتا ہے۔ یعنی ایک وقت فیصلے کا تھا اب دوسرا وقت اسکے نفوذ و اھتمام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فیصلہ فرما دیا کہ عبدالرحیم بن عبدالقدیر پیدا ہوگا اتنی عمر، رزق پائے گا۔ اسی طرح سعادت وشقاوت۔ یہ فیصلہ تو ہو چکا تخلیق کائنات سے پہلے آج جب عبدالرحیم اپنی ماں کے رحم میں ٹھہر چکا اور پیدائش کے مراحل طے کرنے لگا تو فرشتے کو فرمایا: اس کا رزق، عمر، سعادت وشقاوت لکھ۔ تو یہ اظہار ہوا آغاز نہیں کہ اس حدیث سے معارض ہو۔

شاہ صاحب کی تحقیق انیق: شاہ ولی اللہ محدث دھلوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ کائنات کے وجود کے متعلق تقدیر اور قضا کا وقوع پانچ مرتبہ متحقق ہوا۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی وابدی میں اس عالم کی اجمالی تصویر ونقشہ متعین فرمایا۔ جسمیں اسکے مصالح وحوائج ضروریات وتاثیرات کا لحاظ کیا گیا۔ ۲۔ اس عالم کی مقادیر کو لکھوایا۔ یہ آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار پہلے ہوا پھر سارے جہان کو وجود بخشا۔ ۳۔ جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انکی ساری ذریت کو عالم مثال میں پیدا کیا اور نیک بختوں کو روشن اور بد بختوں کو تاریک شکل میں متشکل فرمایا۔ ۴۔ بچے میں روح پھونکتے وقت اسکی پوری تقدیر، عمر، رزق، اجل اور سعید وشقی لکھوا دیا۔ ۵۔ عالم دنیا میں آنے سے پہلے حکم اترا اور زمین والوں پر ظاہر ہو گیا کہ یہ زندگی رزق وغیرہ ہے۔ یہ سب مراحل جصہ تقدیر ہیں ان میں سے کوئی اپنے سے پہلے سے معارض نہیں بلکہ ہر بعد والا اپنے سے پہلے کو وجود کے قریب کر رہا ہے اور سلسلہ وار ملائکہ کو خبر دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنی ذمہ داری نبھائیں۔ اور اپنے فرائض سے آگاہ ہوں۔ کیونکہ رزق کے فرشتے کو اب سے پہلے معلوم نہ تھا کہ اسکا کتنا رزق

ہوگا اور کن انواع سے ہوگا۔ واللہ اعلم . ھکذا فی التکملة .

شقی وسعید: رزق، عمل، اجل کا تعلق دنیا سے ہے۔ شقی اور سعید کا تعلق آخرت سے۔ سعید اہل جنت میں سے ہیں اور شقی اہل نار میں سے۔ فمنھم شقی وسعید فاما الذین شقوا ففی النار و اما الذین سعدوا ففی الجنة. (ھود ۱۰۶۔۱۰۸) سو لوگوں میں سے کچھ بد بخت ہیں اور کچھ نیک بخت بہر حال شقی آگ میں اور سعید باغ میں ہونگے۔ فیسبق علیه الکتاب . یعنی لکھی ہوئی تقدیر غالب آ جاتی ہے اور ساری زندگی کی کایہ پلٹ جاتی ہے۔ نوویؒ کہتے ہیں کہ یہ بہت قلیل اور نادر الوقوع ہے مگر ہے ضرور۔ پھر شر سے خیر کی طرف پلٹنا یہ اغلب وکثیر الوقوع ہے۔ اور یہی مقتضاء ہے اس آیت کا: قَالَ عَذَابِیْ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (اعراف ۱۵۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا عذاب جسے میں چاہوں گا پہنچے گا اور میری رحمت تو ہر چیز کیلئے وسیع تر ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں بھی وارد ہے۔ ان رحمتی سبقت و غلبت غضبی......فید خلھا. بے شک میری رحمت نے میرے غصہ پر غلبہ پایا اور سبقت کر گئی کہ اسے جنت میں داخل کیا۔ ابن ابی جمرہؒ کہتے ہیں یہ ایک ایسا جملہ ہے جس نے بڑے بڑے صلحاء کی گردن توڑ دی ہے کہ عمل کیا: بہت کیا: ساری عمر کیا: جلوت وخلوت میں کیا: لیکن خاتمہ کا کیا پتہ!! اللھم اکبر

فسوف تری اذا کشف الغبار أفرس تحت رجلک ام حمار

بیٹھے تھے گھنی چھاؤں میں اسکی خبر نہ تھی بڑھیگی دھوپ اور یہ سایہ نہ رہیگا

امید کی کرن! جھنم اگر وسیع ہے تو جنت ہے وسیع تر لاتقنطو جواب ہے ھل من مزید کا

اسکا حاصل یہ ہے کہ انسان کبھی اپنے اعمال پر تکیہ نہ لگائے اور ان پر فخر نہ کرے اور عجب کو قریب بھی پھٹکنے نہ دے کیونکہ اعتبار تو خاتمے کا ہے۔ حکیم الامت تھانویؒ کا قول مفتی عبد القدر صاحب سے سنا تھا۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے آپ کو جملہ مؤمنین سے فی الحال اور کفار سے بالمآل اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں ہوسکتا ہے کہ کفار کو تو ہدایت مل جائے اور مجھے اپنے انجام کا پتہ نہیں۔ بای جنب ینقلب.

حکم مستورے ومستی ہمہ بر خاتم کس نداند کہ آنچہ حالت گذرد

اللّٰھمّ احسن عاقبتنا فی امورنا کلھا. واجعل خاتمتنا علی الاسلام .

۵۔باب ماجاءَ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الفِطْرَةِ

ہر مولود فطرتِ اسلامی پر پیدا ہوتا ہے کے بیان

۳۴۸۔حَدَّثنا محمدُبنُ یَحْیَی القُطَعِیُّ البصریُّ،أخبرنا عَبْدُ العَزِیزِ بنُ رَبِیْعَةَ البُنَانِیُّ ،أخبرنا الأَعْمَشُ عن أَبِی صَالِحٍ عن أَبِی ھُرَیْرَةَ قالَ:قالَ رسولُ اللّٰہِ ﷺ : کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی المِلَّةِ فَأَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ وَیُنَصِّرَانِہٖ وَیُشَرِّکَانِہٖ ،قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ : فَمَنْ ھَلَکَ قَبْلَ ذٰلِکَ ؟ قَالَ: اَللّٰہُ أَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ بِہٖ.

حدَّثنا أَبو کُرَیْبٍ وَالحُسَیْنُ بنُ حُرَیْثٍ قَالَا: أخبرنا وَکِیْعٌ عن الأَعْمَشِ عن أَبِی صَالِحٍ عن أَبِی ھُرَیْرَةَ عن النبیِّ ﷺ نَحْوَہُ بِمَعْنَاہُ وَقَالَ: یُوْلَدُ عَلَی الفِطْرَةِ.قال أبو عِیسَی :ھذا حَدِیْثٌ حسنٌ صحیحٌ .وقد رَوَاہُ شُعْبَةُ وَغَیْرُہُ عن الأَعْمَشِ عن أَبِی صَالِحٍ عن أَبِی ھُرَیْرَةَ عن النبیِّ ﷺ وفی الباب عن الأسود بن سریع

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ دین حق پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی اور مشرک بناتے ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ جو بچے بالغ ہونے سے پہلے مر چکے؟ آپ نے فرمایا ''اللہ خوب جانتا ہے وہ کیا عمل کرتے'' حدیث سابق کی مثل ''علی الفطرۃ'' کا فرق ہے''

تشریح : اس باب میں فطرت سلیمہ اور مسلمین ومشرکین کے اطفال کا ذکر ہے۔

كلّ مولود يولد على الملّة. قرآن کریم میں بھی یہ لفظ موجود ہیں۔ **فطرت الله التی فطر الناس علیها** (روم ۳۰) **قال ابن عباس خلق الناس علیها** ۔ایک حدیث میں ہے **ما من مولود الا وهو على الملة وفى رواية ليس من مولود الاعلى هذه الفطرة حتى يعبر عنه لسانه** (نووی)

فطرت کا معنی ومصداق: فطرت بمعنی نیچر، فطری حالت۔ اسکی جمع فطر بحذف التاء آتی ہے۔ ۱۔ علامہ مازریؒ کہتے ہیں کہ فطرت ''عہد الست'' کا نام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی ارواح سے لیا۔ ۲۔ فطرت سلیمہ اور طبعی سلامتی فطرۃ ہے ۳۔ **الفطرة هي الدين** . فطرت ملۃ اسلام او دین کا نام ہے ۴۔ **معرفة الانسان بربه** . انسان کا اپنے رب کو پہچاننا فطرت ہے۔ ۵۔ فطرت اس استعداد کا نام ہے جس سے حق اور باطل کے مابین تمیز اور صحیح فیصلہ کیا جاسکے۔ فلاسفہ، ۶۔ قبول حق کی استعداد کا نام فطرت ہے۔ اور یہی راجح ہے کیونکہ اگر اس سے مراد اسلام وملۃ لیں تو پھر آیت میں ہے **لا تبديل لخلق الله** . تو پھر تبدیلی یہودیت، نصرانیت، مجوسیت وضلالت کی طرف کیسے۔ ہر بچہ مسلمان کے گھر پیدا ہو یا کافر کے گھر وہ فطرت سلیمہ پر ہوتا ہے اگر اثرات وترغیبات اور تعلیمات اس پر اثر انداز نہ ہوں تو وہ وحدانیت اور حقانیت اسلام پر رہے یہ تبدیلی بیرونی اثرات کی وجہ سے ہے کہ ہوش سنبھالتے ہی اسکو جو سوسائٹی اور معیار زندگی ملتا ہے اسی کی رَو میں بہہ جاتا ہے۔ اسی مؤثر اور تبدیلی لانے والے عمل کا ذکر حدیث کے اگلے کلمہ میں ہے۔ **فابواه يهودانه او ينصرانه او يشرّكانه، وفى رواية او يمجسانه.** اسکے دو مطلب ہیں۔

۱۔ ماں باپ اسکو اپنے طریقہ پر چلنے کا حکم دیتے ہیں تو وہ انکی مان کر فطرۃ سلیمہ کو اب اپنے اختیار واستعمال سے ضلالت کی طرف پھر جاتا ہے اب وہ استعداد گمراہی میں خرچ ہونے لگتی ہے۔ ۲۔ اسکو صراحۃ ضلالت کا حکم تو نہیں دیتے مگر تعلیم وھی دیتے ہیں جو اسے گمراہی میں ڈبو دیتی ہے۔ ۳۔ کہ وہ بھی یہودی، نصرانی اور مشرک ومجوسی ہوتا ہے ماں باپ کے تابع ہو کر ان جیسا ہو جاتا ہے۔ پھر بعض اوقات مقدر میں ہو تو ہوش سنبھالنے کے بعد اسلام قبول کر لیتا ہے۔ ایک حدیث مبارک میں مزید یہ بھی ہے ''**كما تنتج البهيمة**'' یعنی جب ایک جانور (بکری بھیڑ ناقہ بقرہ) بچہ جنتی ہے تو وہ صحیح سالم کامل الاعضا ہوتا ہے خصی نہ کان کٹا اور نشان زدہ۔ پھر بچوں کی شرارتوں سے زخمی ہوتا ہے اور مالک کے تصرف سے عیب دار ہوتا ہے۔ جس طرح یہ جانور کا بچہ صحیح سالم اعضاء والا اسی طرح ہر بچہ سلیم الطبع۔

اطفال مشرکین کا دنیوی اور اخروی حکم: اس میں سلف وخلف، متقدمین اور متاخرین کا اختلاف ہے۔ وہ بچے جنکا قبل از حلم وبلوغ انتقال ہو جاتا ہے انکی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ اطفال مسلمین ۲۔ اطفال کفار ومشرکین۔ مسلمانوں کے بچوں کا مسئلہ تو واضح ہے کہ وہ جنتی ہیں، بلکہ والدین کی بخشش ورفع درجات کا سبب ہیں کفار کے بچوں کے متعلق دو باتیں ہیں۔

۱۔ دنیوی حکم۔ دنیاوی احکام میں کفار کے بچے انہیں کے حکم میں ہونگے اور تجہیز وتکفین اور مسلمانوں کے قبرستان میں تدفین کے بارے میں انکے ساتھ کفار کا سا معاملہ ہوگا۔ **۲۔ اخروی حکم اور انجام**۔ اس بارے میں اہل علم کا شدید اختلاف ہے کہ کافروں کے وہ بچے جو بالغ ہونے سے پہلے مر گئے جنتی ہونگے یا جہنمی۔

قول اول: جنت میں ہونگے۔

دلیل ا۔ قصہ معراج کی وہ حدیث جسمیں آپ ﷺ نے ابراہیمؑ کو دیکھا ایک باغیچہ میں انکے اردگرد مسلمانوں اور کافروں کے بچے ہیں۔ **واما الرجل الطويل الذى فى الروضة فانه ابراهيم عليه السلام واما الولدان الذين حوله فكل مولود مات على الفطرة قال فقال بعض المسلمين يا رسول الله واولاد المشركين فقال رسول الله واولاد المشركين** (بخاری ج۲ص۱۰۴۴) بہر حال وہ طویل القامہ آدمی جو باغ میں تھے سو وہ تو ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے اردگرد جو بچے تھے وہ تمام ایسے بچے ہیں جو بلوغ سے پہلے مرے مسلمانوں میں سے بعض نے پوچھا اے اللہ کے رسول اور مشرکین کے بچے تو حضورؐ نے فرمایا: اور مشرکین کے بچے بھی

دلیل ۲۔ **سألت ربى اللاهين من ذرية البشر ان لا يعذّبهم فا عطانيهم قال الحافظ اسناده حسن.** میں نے نسل انسانی کے بچوں کیلئے رب تعالیٰ سے مانگا کہ انکو عذاب نہ دے اللہ نے یہ مژدہ عطا کیا۔

دلیل ۳ **قلت يا رسول الله من فى الجنة؟ قال صلى الله عليه وسلم النبىّ فى الجنة والشهيد فى الجنة والمولود فى الجنة.** مولود عام ہے سب کو شامل ہے۔

دلیل ۴۔ حدیث باب۔

دلیل ۵۔ **وما كنا معذّبين حتى نبعث رسولا.** (اسراء۱۵) جب بالغین کیلئے رسول بھیجے بغیر عذاب نہیں تو بچے غیر مکلف کیسے عذاب دیئے جائیں گے۔

قول ثانی: یہ جہنم میں ہوں گے **تبعاً لآبائهم**.

دلیل۔ **عن عائشةؓ قالت: سألت رسول اللهؐ عن ولدان المسلمين قال فى الجنة. وعن اولاد المشركين قال فى النار فقلت لم يدركو االاعمال قال ربک اعلم بما كانون عاملين لو شئتِ اسمعتکِ تضاغبهم فى النار.**

سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں میں نے نبی ﷺ سے مسلمانوں کے بچوں کے بارے میں سوال کیا: تو فرمایا: جنت میں ہونگے اور مشرکین کے بچے؟ فرمایا جہنم میں میں نے کہا اعمال تو پائے نہیں فرمایا تیرا رب زیادہ جانتا ہے جو وہ عمل کرتے اگر تو چاہے تجھے جہنم میں ان کی چیخ وپکار سناؤں۔

جواب ۱۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ’’ **ربک اعلم بما كانوا عاملين** ‘‘ میں اللہ کے علم کی طرف سپرد کرنے کا اشارہ ہے پھر جب آپ ﷺ کو بتادیا گیا تو جنتی ہونے کا فرمایا۔ جیسے ابھی احادیث گذریں تو یہ حدیث منسوخ ہوگی۔ **۲**۔ یہ حدیث ضعیف ہے **ولكنه حديث ضعيف جدا.** اس سے استدلال نہیں۔

قول ثالث: بین الجنة والنار برزخ واعراف میں ہونگے۔ دلیل انکے پاس عمل نہیں کہ جنت میں جائیں اور گناہ نہیں کہ انکو سزا کیلئے جھنم میں ڈالے جائیں۔ لا نهم لم يعملو الحسنات ولا السيئات.

قول رابع: اہل جنت کے خادم ہونگے۔ دلیل عن سمرة بن جندب مرفوعا "اولاد المشركين خدم اهل الجنة" مشرکوں کے بچے جنتیوں کے خادم ہونگے۔ جواب! یہ حدیث بھی ضعیف نا قابل احتجاج ہے۔ قرآن کریم میں ہے جنتیوں کے کدام جنتی غلمان وولدان ہوں گے "ويطوف عليهم غلمان .... يطوف عليهم ولدان مخلدون"

قول خامس: امتحان وآزمائش ہوگی۔ جھنم کی طرف لے جائے جائیں گے پھر انکو جہنم میں داخل ہونے کا حکم ہوگا جو داخل ہوا اسکے لیے گلزار ہوگی جس نے انکار کیا وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

دلیل: اس پر بھی ایک طویل حدیث مسند بزار اور مجمع الزوائد میں ہے لیکن یہ بھی ضعیف ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ انکار کرنے والوں سے اللہ تعالی فرمائیں گے تم نے میری نافرمانی کی میرے پیغمبر کی تو بطریق اولی کرتے۔

سوال! اس پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ دنیا دار التکلیف سے جانے کے بعد امتحان وابتلاء چہ معنی دارد؟

جواب! اسکا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ جنت وجھنم میں جانے کے بعد یہ حکم لگے گا۔ اس سے پہلے آزمائش ہو سکتی ہے۔

قول سادس: مٹی ہو جائیں گے۔ کونوا ترابا

قول سابع: توقف ہے۔ اسکی دلیل باب کی حدیث ہے الله اعلم بما كانو عاملين.

جواب! اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے اہل جنت ہونے اور اپنی دعاء قبول ہونے سے پہلے یہ فرمایا۔ بعد میں فرمایا کہ وہ جنت میں ہونگے۔ والمولود في الجنة.

قول ثامن: اللہ کی مشیت کے مطابق انکے حق میں فیصلہ ہوگا۔

قول تاسع: امساک: وبينهما فرق دقيق. ابن حجرؒ نے تبعالآبائهم اور جہنمی ہونگے ان دو کو علیحدہ قول ذکر کر کے کل دس اقوال شمار کیے ہیں۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۳۱۵) ☆ آئمہ اربعہ میں سے امام اعظمؒ سے توقف، امام شافعیؒ سے فی مشیت اللہ کی روایت ہے، امام احمدؒ و مالکؒ سے منصوص نہیں۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ عذاب نہ ہوگا۔ ☆ نوویؒ کہتے ہیں اس بات پر اتفاق ہے کہ مقتول خضر جنتی ہے۔ کیونکہ وہ بالغ نہ ہوا تھا فخشينا ان يرهقهما طغياناً وكفراً میں امکان ذکر کیا گیا ہے کہ ہو سکتا تھا کہ ایسا کرتا لیکن اسکا وقوع نہیں ہوا۔ مسلم والدین کے تابع ہو کر جنتی ہوگا۔ ☆ علامہ طیبیؒ شارح مشکوۃ اور صاحب اشعۃ اللمعات نے توقف کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔ ☆ نوویؒ کہتے ہیں کہ جمہور اہل علم کا رجحان واتفاق اسی پر ہے کہ وہ جنت میں ہونگے۔ اور یہی صحیح ہے۔

اطفال مشرکین کے جنتی ہونے پر عقلی دلیل: اصول یہ ہے کہ اعمال صالحہ کے سبب اور اللہ کے فضل سے آدمی جنت میں جائے گا اور اعمال سیئہ وعقائد باطلہ کی پاداش میں بتقاضائے عدل جہنم مین۔ ارشاد ہے: فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ الرَّاضِيَةِ...... وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ. (القارعة) کفار کے بچے ایسے ہیں کہ انکے پاس عمل ہے نہ خطاء عدل کا تقاضا یہ ہے کہ یہ جھنم میں نہیں جا سکتے کیونکہ قصور ہی نہیں باقی انکا کیا فیصلہ ہونا چاہئے۔ بندہ کے ذہن میں یہ جملہ ہے کہ اب عدل اور فضل کو

دیکھتے ہوئے فیصلہ ہو انصاف کہتا ہے جہنم میں نہیں جائیں گے۔اور جنت میں جانے کا سبب فضل ہے اب وجہ ترجیح جنت کیلئے فضل ربانی ہوا۔اسکے تقاضے کی بناء پر جنت میں جائیں گے۔

الله اعلم بما کانو اعاملین ۔ تفسیر اول۔قرطبیؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کو علم قطعی ہے کہ یہ بالغ ہو کر کیا کرتے اسی کے مطابق برتاؤ ہو گا۔اگر اللہ کے علم میں بعداز بلوغ مسلمان ہونا تھا تو جنت میں ورنہ جھنم میں۔

تفسیر ثانی: اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کرتے بس تم انکے بارے میں حتمی بات نہ کہو بلکہ توقف کرو۔دوسری تفسیر راجح ہے پھر اسکا جواب بھی گذر چکا ہے کہ یہ جواب ''المولود فی الجنة'' کے علم دیے جانے سے پہلے کا ہے۔

٦۔بابُ ماجَاءَ لَایَرُدُّ القَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ

تقدیر کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں ٹال سکتی کے بیان میں

٣٤٩۔حَدَّثنا محمدُ بنُ حُمَیْدٍ الرَّازِیُّ وسَعِیْدُ بنُ یَعْقُوبَ ،قَالَا: حدثنا یَحْیَی بنُ الضُّرَیْسِ عن أَبِی مَوْدُوْدٍ عن سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ عن أَبِی عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ عن سَلْمَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَایَرُدُّ القَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ ، وَلَایَزِیْدُ فی العُمْرِ اِلَّا البِرُّ. قال أبو عِیسَی :وفی الباب عن أَبِی أُسَیْدٍ .

وهٰذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ لانَعرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ یَحْیَی بنِ الضُّرَیْسِ .وَأَبُو مَوْدُوْدٍ اثْنَانِ أَحَدُهُمَا یُقَالُ لَهٗ فِضَّةُ وَهُوَ الَّذی رَوَی هٰذَا الْحَدِیْثَ اسْمُهٗ فِضَّةُ بَصْرِیٌّ .وَالآخر عَبْدُالعَزِیْزِ بنُ أَبِی سُلَیْمَانَ ، أَحَدُهُمَا بَصْرِیٌّ وَالآخرُ مَدَنِیٌّ و کانا فی عَصْرٍ وَاحِدٍ .

''سیدنا سلمان سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تقدیر کو دعا کے سوا کوئی چیز نہیں بدلتی۔اور عمر کو نیکی کے علاوہ کوئی چیز بڑھا نہیں سکتی''

اس باب میں ابوسید سے روایت ہے، یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اس کو صرف یحیی بن ضریس کی روایت سے جانتے ہیں، ابومودود نامی دو شخص ہیں ایک فضہ دوسرے عبدالعزیز بن ابی سلیمان فضہ بصری ہیں، عبدالعزیز مدنی ہیں، دونوں ہم عصر ہیں اس حدیث کے راوی ابومودود فضہ بصری ہیں۔

٧۔باب ماجَاءَ أَنَّ الْقُلُوْبَ بَیْنَ إِصْبَعَی الرَّحْمٰنِ

لوگوں کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں کے بیان میں

٣٥٠۔حَدَّثنا هَنَّادٌ،حدثنا أبومُعَاوِیَةَ ،عن الْأَعْمَشِ ،عن أَبِی سُفْیَانَ ،عن أَنسٍ قالَ: کانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُکْثِرُ أَنْ یَقُوْلَ: یا مُقَلِّبَ القُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِی علی دِیْنِكَ ،فَقُلْتُ : یَا نَبِیَّ اللّٰهِ آمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهٖ فَهَلْ تَخَافُ عَلَیْنَا؟ قَالَ: نَعَمْ،اِنَّ الْقُلُوْبَ بَیْنَ اَصْبَعَیْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللّٰهِ یُقَلِّبُهَا کَیْفَ یَشَاءُ.

قال أبو عِیسَی :وفی البابِ عن النَّوَّاسِ بنِ سِمْعَانَ وأُمِّ سَلَمَةَ وعبدالله بن عمرو وعَائِشَةَ .

وهـٰذاحَدِيثٌ حسنٌ .وَهٰكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عن الْأَعْمَشِ عن أَبِي سُفْيَانَ عن أَنَسٍ . وَرَوَى بَعْضُهُمْ عن الْأَعْمَشِ عن أَبِي سُفْيَانَ عن جَابِرٍ عن النبيِّ ﷺ .وحَدِيثُ أَبِي سُفْيَانَ عن أَنَسٍ أَصَحُّ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا کرتے تھے''اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ، میں نے عرض کیا یا نبی اللہ، ہم آپ پر ایمان لائے اور جو کچھ آپ لیکر آئے ہیں اس پر بھی ایمان لائے، تو کیا آپ ہم پر اب بھی بے دینی کا خوف کرتے ہیں۔ فرمایا ہاں'' تمام دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں ان کو جیسے چاہے پھیر دیتا ہے''

اس باب میں نواس بن سمعان، ام سلمہ، عائشہ اور ابوذرؓ سے روایات ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اسی طرح متعدد راویوں نے اعمش سے بواسطہ ابی سفیان انس سے روایت کیا ہے لیکن بعض راویوں نے اعمش سے بواسطہ ابی سفیان اسے جابرؓ سے نقل کیا ہے، ابی سفیان کی انسؓ والی روایت اصح ہے۔

تشریح :اس باب میں اللہ جل جلالہ کے مقلب القلوب ہونیکا ذکر ہے۔

بین اصبعین من اصابع الله : قرآن کریم میں **ساق، وجه ،يد الله ،استوى على العرش** اور **خطٌ بيده تعالى** کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن میں اللہ تعالی کے لئے اعضاء وجسد کا ذکر ہے۔

اسکی تشریح میں علماء کے اقوال مختلف ہیں :ا۔ ان الفاظ پر بلاچوں وچراں اور بغیر چہ می گوئی کے ایمان لانا اور انکی حقیقت ونوعیت کی جستجو اور تاویل میں نہ پڑنا بہتر ہے اور اسی میں نجات وامن اور سوء ادبی سے حفاظت ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے'' لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ'' (شوری ۱۱) اسکی مثل ہے نہ مثال وہ اپنی مثال آپ ہی ہے۔''**لاتدركه الابصار وهويدرك الابصار وهو اللطيف الخبير**'' (انعام ۱۰۳) دنیا کی آنکھیں وحواس اللہ کو نہیں پاسکتیں اور وہ سب کو پاسکتا ہے اور وہ تو باریک بین باخبر ذات ہے۔ جمہور! ۲۔ ان الفاظ کی مراد متعین کی جائے اور اسکے صحیح ہونے کیلئے تاویل کی جائے مثلا ید اللہ کے معنی: قدرت! وجہ کا معنی: ذات! اصبعین کا معنی: قبضہ وگرفت! کہ تمام بنی آدم کے دل اللہ کے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔ متکلمین! ۳۔ ان الفاظ کو اپنے اصل معنی پر رکھیں ید، ساق، اصبع کا حقیقی معنی ہو کہ اللہ تعالی کیلئے ہاتھ، انگلی، پنڈلی، وغیرہ ثابت ہیں لیکن یہ صفات اللہ میں سے ہیں اس کی شان کے مطابق۔ مخلوق کے اعضاء واحساسات کی مثل نہیں۔ ابن تیمیہ! ۴۔ صفات متشکلہ ومتشابہ میں یوں کہیں کہ برحق اور سچ ہیں اسکا جو معنی بھی اللہ کی مراد ہو ہم اسکی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر ایسی تشریح جو کلام عرب کے مطابق وقریب ہو تو اسکو قبول کریں اور کلام عرب سے بعید ہو تو توقف کریں گے۔ مثلا **علىٰ ما فرطت فى جنب الله** میں جنب اللہ بمعنی فی حق اللہ ہے اسکا معنی بالکل واضح ہے اور لفظ جنب بمعنی حق مستعمل ہے اس لئے یہی معنی مراد ہونگے اس میں توقف نہیں۔ ابن دقیق العید!

خلاصہ !ا۔ اللہ کے سپرد ۲۔ تاویل کر کے مراد متعین کرنا ۳۔ اصل معنی لیکن **كما يليق بشانه** ۴۔ برحق ماننا اور جہاں معنی واضح ہو اسکو متعین کر دینا۔ پہلا قول جمہور محدثین وسلف صالحین، دوسرا قول اکثر متکلمین، تیسرا قول ابن تیمیہ اور ان کے تلمیذ ابن القیم، چوتھا قول ابن دقیق العید کا ہے۔

☆ یہ اختلاف تعبیر میں ہے ورنہ اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم وجہات سے منزہ ہے۔ یقلبها کیف یشاء، وفی روایة کقلب واحد یصرفه حیث یشاء . کہ تمام بنی آدم کے قلوب مثل ایک دل کے اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں جسکو چاہیں جدھر کر دیں، ہاں یاد رکھئے! اس پر یہ سوال وارد نہ ہوگا کہ پھر انسان کو تو اختیار نہ ہوا اس لئے کہ انسان جب کا سب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ادھر ہی پھیر دیتے ہیں۔ والمسئلة دقیق و نحن عبید

۸۔ بَابُ مَاجَاءَ أَنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَاباً لِأَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِ النَّارِ

اللہ نے اہل جنت اور اہل دوزخ کے ناموں کی الگ الگ کتابیں لکھ لی ہیں کے بیان میں

۳۵۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حدثنا اللَّيْثُ عن أَبِي قَبِيْلٍ عن شُفَيٍّ بْنِ مَاتِعٍ عن عَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَفِي يَدِهِ كِتَابَانِ ،فَقَالَ:أَتَدْرُوْنَ مَاهٰذَانِ الْكِتَابَانِ؟ فَقُلْنَا :لَايَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنَا ،فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَدِهِ الْيُمْنَى : هٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ،ثُمَّ أُجْمِلَ عَلَى آخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَداً. ثُمَّ قَالَ: لِلَّذِي فِي شِمَالِهِ: هٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ النَّارِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثم أُجْمِلَ عَلَى آخِرِهِمْ فَلَايُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَداً. فقال أَصْحَابُهُ : فَفِيْمَ الْعَمَلُ ؟يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنْ كَانَ أَمْرٌ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ؟ فقال: سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا فَإِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ عَمِلَ أَيَّ عَمَلٍ وَإِنَّ صَاحِبَ النَّارِ يُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ وَإِنْ عَمِلَ أَيَّ عَمَلٍ. ثم قال رسولُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدَيْهِ فَنَبَذَهُمَا ثُمَّ قال: فَرَغَ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ ،فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ.

حدَّثنا قُتَيْبَةُ،أخبرنا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عن أبي قَبِيْلٍ نَحْوَهُ. وفي البابِ عن ابن عُمَرَ .قال أبو عيسى : هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ .أبو قَبِيْلٍ إِسْمُهُ حُيَيُّ بْنُ هَانِيءٍ.

''سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر نکلے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا کتابیں ہیں؟ ہم نے عرض کیا نہیں، یا رسول اللہ مگر یہ کہ آپ ہمیں بتلا دیں۔ آپ نے اپنے داہنے ہاتھ کی کتاب کے متعلق فرمایا۔ یہ کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں اہل جنت کے نام مع ولدیت وقبائل ہیں پھر آخر میں میزان کردی گئی ہے تو اب ان میں کبھی زیادتی ہوگی اور نہ ان میں کمی کیجائے گی پھر اپنے بائیں ہاتھ کی کتاب کے متعلق فرمایا یہ کتاب بھی رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں اہل دوزخ کے نام مع ولدو قبائل ہیں پھر آخر میں میزان کردی گئی ہے تو اب ان میں کبھی زیادتی ہوگی اور نہ ان میں کمی کی جائے گی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر عمل میں کیا فائدہ؟ جب یہ بات ہے کہ اس سے فراغت ہو چکی آپ نے فرمایا ''راہ راست پر چلو اور میانہ روی اختیار کرو'' کیونکہ جنتی کا خاتمہ جنتیوں کے اعمال پر ہوگا اگر چہ کیسا ہی عمل کرے اور دوزخی کا خاتمہ دوزخی اعمال پر ہوگا اگر چہ کیسا ہی عمل کرے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا اور ان دونوں کتابوں کو پھینک دیا اور فرمایا تمہارا رب بندوں کی تقدیر سے فارغ ہو چکا

ایک فریق جنتی ہے اور ایک فریق دوزخی ہے"
حدیث سابق کی مثل یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور ابو قبیل کا نام حی بن ہانی ہے۔

۳۵۲۔أخبرنا علیُّ بنُ حُجرٍ، أخبرنا إسماعیلُ بنُ جعفرٍ، عن حُمَیدٍ عن أنسٍ قال: قال رسولُ اللّٰهِ ﷺ: إذا أرادَ اللّٰهُ بعبدٍ خیراً استعملَهُ، فقیلَ: کیفَ یستعملُهُ یا رسولَ اللّٰهِ؟ قال: یُوَفِّقُهُ لِعملٍ صالحٍ قبلَ الموتِ.

قال أبو عیسی: هٰذا حدیثٌ [حسنٌ] صحیحٌ.

"سیدنا انسؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس سے عمل کراتے ہیں عرض کیا گیا یا رسول اللہ کس طرح عمل کراتے ہیں، آپ نے فرمایا موت سے پہلے اسے اعمال صالحہ کی توفیق دیتے ہیں" یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: وفی یدہ کتابان: علامہ طیبیؒ، علامہ تورپشتی، شاہ عبدالحق محدث دھلوی ودیگر کثیر محدثین نے کہا ہے کہ دو کتابوں سے مراد تمثیل ہے کہ بطور مثال کے آپ ﷺ نے سمجھایا، پھر دکھانا، بلانا، سمجھانا ان کو رکھنا جسے فنبذھما میں بیان کیا سب تمثیلی تھیں حقیقی نہیں، جبکہ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ دو کتابیں حقیقی اور حسی تھیں، قول اوّل راجح ہے۔

۹۔بابُ ماجاءَ لاعَدْوَی وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ

بیماریوں میں تعدی نہیں ہامہ اور صفر کوئی چیز نہیں کے بیان میں

۳۵۳۔حدثنا بُندارٌ، حدثنا عبدُالرحمٰنِ بنُ مَهدیٍّ، حدثنا سُفیانُ عن عِمارةَ بنِ القَعقاعِ، حدثنا أبو زُرعةَ بنُ عَمرِو بنِ جَریرٍ قال: أخبرنا صاحبٌ لنا عن ابنِ مسعودٍ قال: قامَ فِینا رسولُ اللّٰهِ ﷺ فقال: لا یُعدِی شیءٌ شیئًا. فقالَ أعرابیٌّ: یا رسولَ اللّٰهِ، البعیرُ أجرَبُ الحَشَفَةِ نُدبِنُهُ فیُجرِبُ الإبلَ کُلَّها؟ فقال رسولُ اللّٰهِ ﷺ: فمَن أجرَبَ الأوَّلَ؟ لاعَدْوَی ولا صَفَرَ، خلقَ اللّٰهُ کلَّ نفسٍ فکَتَبَ حیاتَها ورِزقَها ومَصائبَها.

قال أبو عیسی: وفی الباب عن أبی هُریرةَ وابنِ عبّاسٍ وأنسٍ قال: وسَمِعتُ محمدَ بنَ عَمرِو بنِ صَفوانَ الثَّقفیَّ البَصریَّ، قال: سَمِعتُ علیَّ بنَ المَدینیِّ یقولُ: لو حَلَفتُ بینَ الرُّکنِ والمَقامِ لَحَلَفتُ أنی لم أرَ أحداً أعلَمَ مِن عبدِالرحمٰنِ بنِ مَهدیٍّ.

"سیدنا ابن مسعودؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا کوئی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی ایک دیہاتی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اونٹ حشفہ پر خارش والا ہوتا کوئی ایک اسے باڑے میں داخل کرتا ہے تو یہ سب اونٹوں کو خارشی بنا دیتا ہے"؟ اس پر رسول اللہ صلعم نے فرمایا "کس نے پہلے اونٹ کو خارشی بنایا؟ نہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگتی ہے اور نہ صفر کوئی چیز ہے اللہ نے ہر ایک جان پیدا کر کے اس کی زندگی اسکا رزق اور اس کی مشکلات لکھ دی ہیں"

اس باب میں ابو ہریرہ ابن عباس اور انس سے روایات ہیں، امام ترمذی نے کہا میں نے محمد بن عمرو بن صفوان ثقفی

بصریؒ سے علی بن مدینی کا یہ مقولہ سنا ''اگر مجھے'' رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان قسم دلائی جائے تو بیشک میں قسم کھا سکتا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدیؒ سے زیادہ صاحب علم کسی کو نہیں دیکھا۔

تشریح : لا یعدی شیء شیئا: یعنی ایک بیمار آدمی کے قرب اور ساتھ بیٹھنے یا کھانے یا پس خوردہ پینے سے دوسرے کی طرف بیماری کا تجاوز کرنا اور دوسرے کو بیماری لگنا۔ اسکو تعدیہ امراض (ایک سے دوسرے کو بیماری لگنا) بھی کہا جاتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ عام تھا کہ لوگ بیمار کے پاس بیٹھتے نہ بٹھاتے کہ بیماری ہماری طرف منتقل ہو جائیگی۔ آنحضرت ﷺ نے اسکی یکسر تردید فرمائی کہ ایسا نہیں ہے کہ ایک بیماری از خود سبب حقیقی کے طور پر منتقل ہو یہ تاثیر بیماری میں ہے ہی نہیں یہ موہوم و باطل نظریہ ہے۔

امراض کا متعدی ہونا؟: اس باب میں احادیث مختلف ہیں کہ بیماریوں میں تعدی اور تجاوز ہے یا نہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف وہم ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں اور بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی اس پر مفصل کلام اطعمہ باب ۱۹ میں گذر چکا ہے

ولا صفر : یہ باب سمع سے خالی ہونے کا معنی دیتا ہے۔ صفر اسلامی مہینوں میں سے دوسرا مہینہ ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ امم سابقہ میں محرم تین لگا محترم مہینوں میں سے آخری مہینہ تھا۔ رجب بھی محترم ہے لیکن وہ تنہا ہے ذوالقعد، ذی الحج، محرم تینوں اکٹھے ہیں اشہر حرم کل چار ہیں۔ اشھر حرم میں چونکہ جنگیں نہیں ہوتی تھیں تو جیسے ہی صفر کا مہینہ شروع ہوتا تو قبائل لڑنے کیلئے میدانوں میں اتر پڑتے ''وصَفِرَتْ بیوتُهم'' اور انکے گھر خالی ہو جاتے اس لیے اسکو صفر کہا جانے لگا۔ (شرح المعلقات)

اس جملے کی تشریح: اسمیں متعدد اقوال ہیں:

۱- صفر سے مراد صفر کا مہینہ ہے اور نفی سے مقصود یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کو منحوس گردانتے اور اس میں معاملات معاہدات اور عقد و نکاح سے گریز کرتے تھے۔ چنانچہ ہمارے دیار میں بھی اب یہ دفن شدہ رسم بدنمودار ہوگئی ہے کہ صفر میں لوگ شادیاں نہیں کرتے بلکہ اس کے آخری بدھ (چوری والی عید کے نام سے) خوشی مناتے ہیں ستم بالائے ستم یہ ہے کہ بعض نے اس پر ایک موضوع حدیث بھی پیش کی ہے۔......... اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صفر کے آخری بدھ کو غسل صحت فرمایا وغیرہ۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے اسکی ممانعت اور تردید فرمائی کہ صفر میں کوئی نحوست نہیں یہ بھی اللہ کے مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے اور بس۔

۲- لوگوں کے خیال کے مطابق اس سے مراد وہ سانپ ہے جو آدمی کے پیٹ میں ہوتا ہے جس کا نام صفر ہے اور جب اسے بھوک لگتی ہے تو آدمی کو اندر ہی اندر کاٹتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے اسکی نفی فرمائی کہ کوئی صفر نامی سانپ نہیں یہ سب توہمات و خرافات ہیں۔ (بذل)

۳- اس سے مراد یہ ہے کہ عرب جنگجو اور لڑاکا قوم ہے جب تین ماہ مسلسل (ذیقعد، ذی الحج، محرم) وہ لڑائی سے نہ رک سکتے تو ذی الحج کے آخر سے لڑائیاں شروع کر دیتے اور کہتے اس سال صفر پہلے آ گیا ہے اور محرم کو حلال سمجھتے پھر صفر کا احترام کرتے۔ ان کا مقصد صرف چار کا عدد پورا کرنا ہوتا تھا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ محرم ہی احترام والا مہینہ ہے۔ **لا صفر** . یعنی صفر مقدم نہیں۔ **انما النسئ زیادۃ فی الکفر** . (توبہ ۳۷) میں یہی ذکر ہے۔

ولاھامّۃ: بالمیم المشدد . کھوپڑی۔ اس کے مطلب میں بھی چند اقوال ہیں: ۱- اگر کوئی آدمی قتل ہو جائے تو اسکی ہڈیوں سے

ایک پرندہ پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ صدا دیتا ہے:" اسقونی اسقونی " یعنی مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ۔ جب اس کا قاتل مرجاتا ہے تو یہ پرندہ خود بخود غائب ہو جاتا ہے۔ ۲- بعض کہتے ہیں کہ خود مقتول کی روح ایک پرندے کا روپ دھار لیتی ہے۔ ۳- ھامة بوم اور الّو کا نام ہے یہ وہ پرندہ ہے جو سوکھے درخت کے کھوکلے تنے میں ہوتا ہے اور رات کو چلاتا ہے۔ لوگوں میں مشہور تھا کہ یہ جس گھر پر بیٹھ جائے تو وہ گھر ویران ہو جاتا ہے اور اُجڑ جاتا ہے یا اس گھر کا کوئی فرد مرجاتا ہے۔ وھذا کلّه من الخرافات. تو آپ ﷺ نے لا هامة فرما کر یکسران سب کی نفی فرمادی کہ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے، وہی روتا ہے جو دور خدا ہوتا ہے۔

ندبنه: الدين حظيره من خش تعمل للنعم . لکڑیوں سے بنایا ہوا باڑا۔ فیجرب البل کلّها: ایک خارشی اونٹ کی وجہ سے سب بدشکل اور خارشی ہو جاتے ہیں۔ اس کا بلیغ و مسکت جواب فرمایا کہ "فمن اجرب الاوّل" اگر تعدیہ امراض ہی سبب حقیقی اور مؤثر بالذات ہے تو پھر پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی۔ پتہ چلا جس طرح پہلے کو اللہ تعالی کے ارادے سے لاحق ہوئی باقیوں کا بھی وہی حال ہے۔

١٠ ـ بابُ ماجاءَ أَنَّ الإيمَانَ بالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ

تقدیر کے خیر و شر پر ایمان لانے کے بیان میں

٣٥٤ ـ حدّثنا أبو الخَطَّابِ زِيَادُ بنُ يَحْيَى البَصْرِيُّ ،أخبرنا عبدُاللّهِ بنُ مَيْمُونٍ عن جَعْفَرِ بنِ محمدٍ عن أَبِيهِ عن جابرِ بنِ عبدِاللّهِ قال: قال رسولُ اللّهِ ﷺ : لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ، حَتَّى يَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَهُ ،وَ أَنَّ مَا أَخْطَأَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَهُ .

قال أبو عِيسَى: وفي البابِ عن عُبَادَةَ وجابرٍ وعبدِاللّهِ بنِ عَمْرٍو.

وهذا حديثٌ غريبٌ لانعرِفُهُ الا من حديثِ عبدِاللّهِ بنِ مَيْمُونٍ .وعبدُاللّهِ بنُ مَيْمُونٍ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ.

سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک اچھی بری تقدیر پر ایمان نہ لائے اور نہ جان لے جو مصیبت اس کو پہونچی ہے وہ اس سے چوکنے والی نہ تھی، اور جو اس سے چوک گئی ہے وہ اسے کبھی پہنچنے والی نہ تھی"

اس باب میں عبادہ، جابر اور عبداللہ بن عمرو سے روایات ہیں۔ یہ حدیث جابر کی روایت سے غریب ہے، ہم اس کو صرف عبداللہ بن میمون کی روایت سے جانتے ہیں اور عبداللہ بن میمون منکر الحدیث ہے۔

٣٥٥ ـ حدّثـنـا محمودُ بنُ غَيْلَانَ ،حدثنا أبوداوُدَ ،قال :أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عن منصورٍ عن رِبْعِيِّ بنِ حِرَاشٍ عن عليٍّ قال: قال رسولُ اللّهِ ﷺ : لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُؤْمِنَ بِأَرْبَعٍ : يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ بَعَثَنِي بِالْحَقِّ ،وَيُؤْمِنُ بِالْمَوْتِ ،وَيُؤْمِنُ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَيُؤْمِنُ بِالْقَدَرِ.

حدّثنا محمودُ بنُ غَيْلَانَ ،حدثنا النَّضْرُ بنُ شُمَيْلٍ عن شُعْبَةَ نحوَهُ،إلَّا أَنَّهُ قال رِبْعِيٌّ عن رَجُلٍ عن عليٍّ

قال أبو عيسى: حديثُ أبي داوُدَ عن شُعْبَةَ عِنْدِي أَصَحُّ من حديثِ النَّضْرِ، وهكذا رَوَى غيرُ وَاحِدٍ عن منصورٍ عن رِبْعِيٍّ عن عليٍّ.

حدَّثنا الجارودي قال سَمِعْتُ وَكِيعاً يقولُ: بَلَغَنِي أَنَّ رِبْعِيًّا لَمْ يَكْذِبْ فِي الإِسْلَامِ كَذِبَةً.

''سیدنا علی سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی بندہ مومن نہیں ہوسکتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ لائے، ا۔ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئے عبادت کے لائق نہیں، ۲۔ اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اللہ نے مجھے حق کیساتھ بھیجا ہے، ۳۔ اور موت پر ایمان لائے۔ اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان لائے، ۴۔ اور تقدیر پر ایمان لائے'' حدیث سابق کی مثل ابوداؤد کی روایت شعبہ سے میرے نزدیک نضر کی روایت سے صحیح تر ہے، متعدد راویوں نے اسی طرح بلا واسطہ رجل ربعی بن حراش عن علی نقل کی ہے ہم سے جارود نے وکیع کا قول نقل کیا'' مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ربعی بن حراش نے اسلام میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

تشریح: المومن القویّ خیر واحبّ الی اللہ من المومن الضعیف .

قوت وضعف کا کیا مطلب ہے؟ پہلا احتمال: قاضی صاحبؒ کہتے ہیں کہ اس سے قوت جسم وبدن مراد ہے کہ تغییر منکر اور اعداء دین کے خلاف ایسا شخص پختہ ومؤثر ہوتا ہے بنسبت جسمانی کمزور کے۔

دوسرا احتمال: مالی طور پر مضبوطی اور قوت مراد ہو کہ اللہ کے راستہ میں دل کھول کر مال لٹائے تو یہ (کثرت حسنات وانفاق کی وجہ سے) مال میں کمزور سے بہتر ہے۔

تیسرا احتمال: نوویؒ کہتے ہیں کہ اس سے مراد امور آخرت میں قوت عزم وارادہ ہے کہ ایسا آدمی میدان میں سب سے پہلے کود پڑتا ہے۔ بنسبت ضعیف ارادہ والے کے اور تکالیف پر صبر کرنے میں بھی یہ شخص مقدم ہوتا ہے۔ بلکہ تمام عبادات میں ہمت ورغبت سے مصروف رہتا ہے۔ جبن وکسل (بزدلی سستی) کو قریب نہیں آنے دیتا۔

چوتھا احتمال: راقم الحروف کے نزدیک یہ احتمال ہے کہ المومن القویّ بالایمان والعزم احب واقدم من المومن الضعیف بالایمان والاذعان. یعنی ایمان وعزم میں قوی مؤمن زیادہ پسندیدہ اور مقدم ہے بنسبت اس مؤمن کے جو ایمان و یقین میں کمزور ہو۔ کیونکہ اعمال وعبادات میں اصل طاقت یقین ہے یقین کی مقدار ونوعیت کے مطابق آدمی اعمال میں ہمت وشرکت اور مسابقت کرتا ہے۔

فائدہ! ایسا مومن جو جسماً ومالاً ضعیف ہو لیکن اعمال میں مقدم ہو تو وہ مومن لحیم وجسیم اور کثیر المال کاھل فی الاعمال سے درجہا بہتر ہے۔ یہ بات اولی واقدم کی ہے نفس خیر کی نہیں ورنہ وفی کلّ خیر دوسری حدیث میں موجود ہے کہ ایمان کی وجہ سے سب میں خیر ہے۔ پھر اس میں ترقی کی وجہ سے ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں۔ احرص علی ماینفعک: ای اجتھد فی ماینفعک جو چیز تجھے آخرت کا دائمی نفع دے اس میں لگ کر اپنے آپ کو کھپادے اور خوب محنت کر۔

مسلم ۲ رمیں ہے فان لو تفتح عمل الشیطان . پس بے شک لو (اگر) کا استعمال شیطان کے عمل کو کھولدیتا ہے۔ یقین میں

کمزوری اور اعمال میں کمی اور بگاڑ کی کھڑکی اگر سے کھلتی ہے۔ اگر میں ایسا کر لیتا، اگر میں اس راستہ سے نہ آتا، اگر میں اسوقت نہ نکلتا تو اس طرح نہ ہوتا یہ سب فضول ہیں! جو اللہ کا فیصلہ ہے تو وہ ہو کر رہے گا۔ یہ کلمات کہہ کر اپنے یقین کو کیوں کمزور اور اعمال کو ضائع کرتے ہیں، ہاں تدبیر کریں تقدیر کا مقابلہ نہ کریں، فائدہ کے طور پر درج ذیل بحث بھی ذھن میں رہے۔

لو کے استعمال کا حکم: حسرت وافسوس کی وجہ سے لو اور اگر کا استعمال نہ کیا جائے۔ یہ نہی تنزیہی ہے۔

سوال! اگر اور کاش کا استعمال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں۔ ۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے امت پر خوف نہ ہوتا تو میں مسواک لازم کر دیتا اور روجوب کا حکم دیتا۔ ۲۔ میں نے یہ جو بعد میں جانا اگر اس معاملہ (مزاحمت) کو پہلے جان لیتا تو ھدی (قربانی کا جانور) روانہ کرتا۔ ۳۔ ابوبکرؓ کے کلام میں ہے! اگر ہمیں تلاش کرنے والے اپنے پاؤں دیکھیں تو ہمیں دیکھ لیں۔ ☆ پہلی اور تیسری مستقبل کے اعتبار سے لو کے استعمال کی مثال ہے۔ دوسری ماضی میں استعمال کی مثال ہے۔

جواب! اگر اور کاش کے استعمال میں یہ تفصیل ہے کہ آدمی یقین سے کہے کہ اگر میں ایسا کر لیتا تو نقصان نہ ہوتا یہ درست نہیں۔ اگر صرف افسوس کے اظہار کے لئے ایسا کہے تو اس میں مضائقہ نہیں مثلاً اگر میں جلدی بیدار ہوتا تو تکبیر اولی فوت نہ ہوتی۔ اگر تعلیم جلدی شروع کرتا تو آج مکمل کر چکا ہوتا (حالانکہ ابھی درجہ رابعہ وخاصہ میں ہی ہوں) یہ استعمال صحیح ہے۔ ☆ ایسا استعمال جس سے تقدیر کے متعلق وہم وشک پیدا ہو منع ہے۔ مذکورہ عبارات میں لو تشکیک کیلئے نہیں کہ اعتراض وارد ہو ☆ ترغیب وتشویق کیلئے قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ. (بقرۃ۱۰۳) اور اگر وہ لوگ ایمان لاتے اور تقوی اختیار کرتے تو اللہ کے پاس بہترین ثواب پاتے۔ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ (اعراف ۹۶) اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقوی اپناتے تو ہم ان پر آسمان سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

۱۱۔ بابُ ماجاءَ أَنَّ النَّفْسَ تَمُوتُ حَيْثُ مَا كُتِبَ لَهَا

موت اسی جگہ آتی ہے جہاں لکھی ہوئی ہے کے بیان میں

۳۵۶۔ حَدَّثنا بُنْدَارٌ حدثنا مُؤَمَّلٌ حدثنا سُفْيَانُ عن أَبِي إِسْحَاقَ عن مَطَرِ بنِ عُكَامِسٍ قال: قال رسولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا قَضَى اللّٰهُ لِعَبْدٍ أَنْ يَمُوتَ بِأَرْضٍ جَعَلَ لَهُ إِلَيْهَا حَاجَةً.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وفي البابِ عن أبي عَزَّةَ. وهٰذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، ولا يُعْرَفُ لِمَطَرِ بنِ عُكَامِسٍ عن النَّبِيِّ ﷺ غَيْرَ هٰذا الحديث.

حَدَّثنا محمودُ بنُ غَيْلَانَ، حدثنا مُؤَمَّلٌ وأبو داوُدَ الحَفَرِيُّ عن سُفْيَانَ نحوَهُ.

''سیدنا مطر بن عکامس سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ جب کسی بندہ کی کسی علاقے میں موت طے کر دیتے ہیں تو اس طرف اس کی ضرورت پیدا کر دیتے ہیں''

اس باب میں ابوعزہ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن غریب ہے، مطر بن عکامس کی اس کے سوا اور کوئی حدیث ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پہچانتے''

۳۵۷۔حدّثنا أحمدُ بنُ مَنِيعٍ وعليُّ بنُ حُجرٍ ،المَعنَى وَاحِدٌ،قالا: حدثنا اسماعيلُ بنُ ابراهيمَ عن أيُّوبَ عن أبِي المَلِيحِ عن أبي عَزَّةَ قال: قال رسولُ الله ﷺ : إذَا قَضَى اللّٰهُ لِعَبدٍ أنْ يَمُوتَ بِأرْضٍ جَعَلَ لَهُ إلَيهَا حَاجَةً أوْ قَالَ بِهَا حَاجَةً. قال أبو عِيسَى : هذا حديثٌ صحيحٌ .وأبو عَزَّةَ لَهُ صُحبَةٌ اِسمُهُ يَسَارُ بنُ عَبدٍ.وأبو المَلِيحِ اِسمُهُ عامرُ بنُ أُسَامَةَ بنِ عُمَيرٍ الهُذَلِيُّ ويقال زيد بن أسامة.

''ابوعزہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''جب اللہ کسی بندے کی کسی علاقہ میں موت لکھ دیتا ہے تو وہاں اس کی ضرورت پیدا کردیتا ہے'' یہ حدیث صحیح ہے،ابوعزہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ان کا نام یسار بن عبد ہے۔ابوالملیح بن اسامہ کا نام عامر بن اسامۃ بن عمیر ہذلی ہے،زید بن اسامہ بھی کہاجاتا ہے۔

۱۲۔بابُ ماجاءَ لاتَرُدُّ الرُّقَى ولا الدَّوَاءُ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ شَيئاً

جھاڑ پھونک اور دوا تقدیر الٰہی کو نہیں ٹال سکتے کے بیان میں

۳۵۸۔حدثنا سَعِيدُ بنُ عبدِالرّحمٰنِ المخزوميُّ ،حدثنا سُفيَانُ بنُ عُيَينَةَ عن ابنِ أبي خِزَامَةَ عن أبِيهِ : أنَّ رَجُلاً أتَى النَّبِيَّ ﷺ فقال: أرَأيتَ رُقًى نَستَرقِيهَا وَدَوَاءً نَتَدَاوَى بِهِ وَتُقَاةً نَتَّقِيهَا هَل تَرُدُّ مِنْ قَدَرِاللّٰهِ شَيئاً ؟ قال: هِيَ مِنْ قَدَرِاللّٰهِ . قال أبو عِيسَى : هذَا حَدِيثٌ لانعرفهُ إلّا من حديثِ الزُّهرِيِّ. وقد رَوَى غيرُ وَاحِدٍ هذا عن سُفيَانَ عن الزُّهرِيِّ عن أبي خِزَامَةَ عن أبِيهِ وهذا أصَحُّ. هكذا قال غيرُ وَاحِدٍ عن الزُّهرِيِّ عن أبي خِزَامَةَ عن أبِيهِ .

''ابوخزامہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کیا خبر دیجئے جھاڑ پھونک اور علاج کے بارے میں اور ہر چیز کے بارے میں جس سے ہم بچتے اور پرہیز کرتے ہیں یہ چیزیں تقدیر الٰہی کو ٹال سکتی ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ بھی تقدیر الٰہی سے ہیں''

اس حدیث کو ہم صرف زہری کی روایت سے پہچانتے ہیں اور اس حدیث کو متعدد راویوں نے اسی طرح سفیان سے بواسطہ زہریؒ۔ابوخزامہ جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں بیان کیا ہے یہی صحیح ہے۔

۱۳۔ بابُ ماجاءَ فی القَدَرِيَّةِ

فرقہ قدریہ کے بیان میں

۳۵۹۔حَدَّثنا وَاصِلُ بنُ عبدِالأعلَى الكوفي ،حدثنا محمدُ بن فُضَيلٍ عن القَاسِمِ بنِ حَبِيبٍ وعليُّ بنُ نِزَارٍ عن نِزَارٍ عن عِكرِمَةَ عن ابنِ عَبَّاسٍ قال: قال رسولُ اللّٰهِ ﷺ: صِنفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَيسَ لَهُمَا فِي الإسلَامِ نَصِيبٌ: المُرجِئَةُ وَالقَدَرِيَّةُ .

قال أبوعِيسَى: وفي البابِ عن عُمَرَ وَابنِ عُمَرَ وَرَافِعِ بنِ خَدِيجٍ . وهذا حديثٌ غريبٌ حسنٌ صحيحٌ. حدّثنا مُحَمَّدُ بنُ رَافِعٍ،حدثنامحمدُبنُ بِشرٍ،حدثنا سَلَامُ بنُ أبِي عَمرَةَ عن عِكرِمَةَ عن ابنِ عَبَّاسٍ عن

النَّبِيِّ ﷺ نحوه.

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میری امت کے دو فرقے ہیں ان دونوں کے لئے اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے مرجئہ اور قدریہ''

اس باب میں عمر رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اور رافع بن خدیج سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

''حدیث سابق کی مثل' ابواب القدر کے آغاز میں ان کا ذکر گذر چکا ہے۔

۱۴۔ بابٌ بلا عنوان

۳۶۰۔ حدَّثنا أبو هُرَيْرَةَ محمدُ بنُ فِراسٍ البَصْرِيُّ، أخبرنا أبو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بنُ قُتَيْبَةَ، حدثنا أبو العَوَّامِ عن قَتَادَةَ عن مُطَرِّفِ بنِ عبدِاللّٰهِ بنِ الشِّخيرِ عن أَبِيهِ عن النَّبِيِّ ﷺ قال: مُثِّلَ ابْنُ آدَمَ وَإِلَى جَنْبِهِ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ مَنِيَّةً، إِنْ أَخْطَأَتْهُ الْمَنَايَا وَقَعَ فِي الْهَرَمِ حَتَّى يَمُوتَ.

وهٰذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا من هٰذاالوَجهِ. وأبو العَوَّامِ هُوَ عِمْرَانُ وَهُوَ ابن دَاوُدَ الْقَطَّانُ.

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انسان کی تخلیق وتصویر ایسی ہے اس کے گرد ننادے موت کے اسباب ہیں اگر وہ اس سے چوکتی ہیں تو بڑھاپے میں گرتا ہے یہاں تک کہ مرتا ہے''

یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اس کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں ابوالعوام سے مراد عمران قطان ہیں۔

۱۵۔ بابُ ماجاءَ في الرِّضابالْقَضاءِ

قضا پر راضی رہنے کے بیان میں

۳۶۱۔ حَدَّثنا محمدُبنُ بَشَّارٍ، حدثنا أبو عامرٍ عن محمدِ بنِ أبي حُمَيْدٍ عن اسماعيلَ بنِ محمدِ بنِ سَعْدِ بنِ أبي وَقَّاصٍ عن أَبِيهِ عن سَعْدٍ قال: قال رسولُ اللّٰهِ ﷺ: مِنْ سَعَادَةِ ابنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهُ، وَمِنْ شَقَاوَةِ ابنِ آدَمَ تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللّٰهِ، وَ مِنْ شَقَاوَةِ ابنِ آدَمَ سُخْطُهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهُ.

قال أبوعِيسَى: هٰذا حديثٌ غريبٌ، لانعرفُه إِلَّامن حديثِ محمدِ بنِ أبي حُمَيْدٍ، ويُقَالُ لَهُ أيضاً: حَمَّادُ بنُ أبي حُمَيْدٍ، وَ هُوَ أَبُو إبراهِيمَ المدَني، وليس هُوَ بِالْقَوِيِّ عِنْدَ أهلِ الحديثِ.

''سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی سعادت ہے کہ اللہ نے جو چیز اس کیلئے مقرر کی ہے اس پر راضی ہو اور کم نصیبی ہے کہ اللہ سے خیر کی طلب چھوڑ دے اور آدمی کی یہ بھی بدنصیبی ہے کہ اللہ نے جو اس کیلئے فیصلہ کیا ہے اس سے ناراض ہو''

یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو صرف محمد بن ابی حمید کی روایت سے پہچانتے ہیں ان کو حماد بن ابی حمید بھی کہا جاتا ہے یہ ابوابراہیم مدنی ہیں۔ اور محدثین کے ہاں ''قوی'' نہیں ہیں۔

تشریح: پہلا باب عدم منازعت اور مسئلہ تقدیر میں زیادہ کھود کرید کی ممانعت کے بیان میں تھا، اب آخری باب رضا بالقدر اور مکمل تسلیم

واطاعت کے متعلق ہے، ابتداء وانتہاء کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو کام ہمارے بس اور بساط کا نہیں اس میں نہ پڑیں، جو ہم سے مقصود ہے اور بس میں ہے اس کے مطابق عقیدہ رکھیں اور عمل کرتے رہیں، ہم اپنے آپ کو مرضی مولا میں فدا کردیں، اس میں سعادت ونجات ہے، بصورت دیگر شقاوت وہلاکت ہے، باب کی پہلی حدیث میں اسکی صراحت ہے، مشہور قدسی روایت ہے۔ "من لم یوض بقضائی، ولم یصبر علی بلائی، فلیتخذ ربّا سوائی" جو میری تقدیر وقضا اور آزمائش وابتلاء پر نالاں ہے وہ میرسوا راہ اپنائے۔

متبع سنت محب نبی ابن عمرؓ کا عمل اور بدعتی کیلئے ان کا لائحہ عمل: سیدنا ابن عمرؓ نے حب فی اللہ اور بعض فی اللہ کے تحت زجرا وتوبیخا فرمایا: اس ہرین میں نئی باتیں گھڑنے والے کو میری طرف سے جواب میں سلام نہ کہنا۔ الشک منہ ای من محمد بن بشار، شیخ الترمذی۔ مسخ شکلیں بگڑنا، قذف پتھروں کی بارش کما کان فی قوم داود ولوط۔

سوال: آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے اجتماعی عذاب اور مسخ وخسف سے حفاظت کیلئے دعاء فرمائی، جو قبول ہوئی، جب یہ عذاب دور کردیئے گئے تو پھر تقدیر کی تکذیب وانکار کرنے والوں کیلئے مسخ وقذف کا ذکر کیسے؟

جواب: ا۔ اس کا بے غبار اور سہل جواب تو یہ ہے کہ رفع عذاب اجتماعی ہوا ہے، جزوی اور انفرادی نہیں، یعنی من حیث الامۃ سب پر عذاب آئے ایسا نہ ہوگا، جزوی طور پر ممکن ہے اعاذنا اللہ منھا۔ ۲۔ علامہ تورپشتی نے کہا ہے کہ حدیث وقوع پر نہیں بلکہ وعید وتہدید اور دھمکی پر محمول ہے۔ ۳۔ علامہ خطابیؒ نے کہا ہے کہ مسخ حسی اور ظاہری مراد نہیں، بلکہ مسخ قلوب مراد ہے، وقیل آخر۔

قال: قدمت مكة: عبدالواحد بن سلیم کو عطا بن ابی رباح نے مدلل انداز میں استطاعت بشریہ کے مطابق مسئلہ تقدیر سمجھایا، جس کا یہاں ذکر ہے۔ اطاعت وانابت کا حکم دیا اور خلاف ومنازعت سے منع کردیا۔

كتاب كتبه الله قبل ان يخلق السماء ......: سب سے پہلے کیا پیدا ہوا؟ ا۔ قلم (ابن جریر طبری) ۲۔ پانی پھر پانی سے مراد دریائی پانی نہیں بلکہ یہ وہ پانی ہے جو زیر عرش ہے۔ (ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ) ۳۔ نور محمدی کو پیدا فرمایا۔ مصنف عبدالرزاق میں سیدنا جابرؓ سے مروی ہے "اوّل ماخلق الله نوری"۔ ۴۔ نور وظلمت کو پیدا کیا۔ ۵۔ عرش (ابو العلاء همدانی) ۶۔ عقل ۷۔ روح

بخمسين الف سنة: سوال حدیث جابرؓ میں دو ہزار سال کا ذکر ہے؟

جواب: ا۔ تحدید مراد نہیں تکثیر مراد ہے (طیبیؒ) ۲۔ جہاں میں رونما ہونے والے حالات و واقعات مختلف اوقات میں ہوتے ہیں، بعض کی تقدیر پچاس ہزار سال پہلے اور بعض کی کم وبیش۔

۱۶۔ بابٌ بلا عنوان

٣٦٢۔ حَدَّثنا محمدُ بنُ بَشَّارٍ، حدثنا أبو عاصِم، أخبرنا حَيْوَةُ بنُ شُرَيحٍ، أخبرني أبو صَخرٍ، قال: حدثني نَافِعٌ أَنَّ ابنَ عُمَرَ جَاءَهُ رَجُلٌ فقالَ: إِنَّ فُلَانًا يُقْرِىءُ عَلَيكَ السَّلَامَ، فقالَ: إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّهُ قَد أَحْدَثَ، فَإِنْ كَانَ قَدْ أَحْدَثَ فَلَا تُقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوْ فِي أُمَّتِي - الشَّكُّ مِنْهُ - خَسْفٌ أَوْ مَسْخٌ أَوْ قَذْفٌ فِي أَهْلِ الْقَدَرِ.

قال أبو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، وأبو صَخرٍ اسْمُهُ حُمَيْدُ بنُ زِيَادٍ.

''ابن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا فلاں شخص آپ کو سلام کہتے ہیں۔ ابن عمر نے اس سے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس نے کوئی نئی بدعت پیدا کی ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا ہے تو میرا اسلام اس سے نہ کہئے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرمارہے تھے اس امت میں یا فرمایا میری امت میں شک راوی سے ہے زمین میں دھنسا دینا یا شکل مسخ کردینا یا پتھر برسنا اہل قدر میں ہے'' یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ابوصخر کا نام حمید بن زیاد ہے۔

۳٦٥۔حدّثنا يَحْيَى بنُ مُوسَى ،حدثنا أبو داوُدَ الطَّيَالِسِيُّ ،حدثنا عبدُالْوَاحِدِ بنُ سُلَيْمٍ قال: قَدِمْتُ مَكَّةَ فَلَقِيْتُ عَطَاءَ بنَ أبِي رَبَاحٍ فَقُلْتُ لَهُ: يَا أبَا محمدٍ ،إنَّ أهْلَ الْبَصْرَةِ يَقُولُونَ فِي الْقَدَرِ ،قال: يَا بُنَيَّ، أتَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قُلْتُ:نَعَمْ ،قال : فَاقْرَأِ الزُّخْرُفَ ،قال : فَقَرَأْتُ :﴿حٰمٓ(١) وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ(٢) إنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ(٣) وَإنَّهٗ فِي أُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾قال: أتَدْرِي مَا أُمُّ الْكِتٰبِ ؟ قُلْتُ:اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أعْلَمُ.قال: فَإنَّهُ كِتَابٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ قَبْلَ أنْ يَخْلُقَ السَّمَاءَ وَقَبْلَ أنْ يَخْلُقَ الأرْضَ ،فِيهِ أنَّ فِرْعَوْنَ مِنْ أهْلِ النَّارِ ،وَفِيهِ ﴿تَبَّتْ يَدَآ أَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ(١)﴾.

قال عَطَاءٌ: فَلَقِيْتُ الْوَلِيْدَ بنَ عُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَسَألْتُهُ : مَا كَانَتْ وَصِيَّةُ أبِيكَ عِنْدَ الْمَوْتِ؟ قال: دَعَانِي فَقَالَ: يَا بُنَيَّ اتَّقِ اللّٰهَ وَاعْلَمْ أنَّكَ لَنْ تَتَّقِيَ اللّٰهَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ ،فَإنْ مُتَّ عَلَى غَيْرِ هٰذَا دَخَلْتَ النَّارَ .إنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إنَّ أوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ. فَقَالَ: اكْتُبْ.قَالَ: مَا أكْتُبُ؟ قَالَ: أكْتُبِ الْقَدَرَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إلَى الأبَدِ .

قال أبو عِيسَى : وهٰذا حديثٌ غريبٌ من هٰذاالوجه .

''عبدالواحد بن سلیم کہتے ہیں میں مکہ میں آیا تو عطاء بن ابی رباح سے ملا اور میں نے کہا اے ابومحمد اہل بصرہ تقدیر کے بارے میں کچھ کہتے ہیں، انہوں نے کہا اے بیٹے تم قرآن پڑھ سکتے ہو، میں نے کہا ''ہاں'' انہوں نے کہا اچھا سورہ زخرف پڑھو میں نے ابتدائی چار آیات پڑھیں۔ ''روشن اور ظاہر کتاب کی قسم ہم نے اس کو عربی کتاب بنایا ہے تاکہ تم سمجھو اور یہ ہمارے پاس ام الکتاب پُر از حکمت ہے'' عطاء نے کہا تم جانتے ہو ''ام الکتاب'' کیا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ انہوں نے کہا یہ کتاب ہے جس کو اللہ نے آسمان اور زمین کے پیدا کرنے سے پہلے لکھ لیا ہے۔ اِس میں موجود ہے کہ فرعون اہل نار سے ہے۔ اور اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے۔ کہ ابو لہب تباہ ہوا''

مزید عطاء نے کہا میں حضرت عبادۃ بن صامتؓ صحابی رسول کے صاحبزادے ولید بن عبادہ سے ملا اور ان سے پوچھا موت کے وقت آپ کے والد کی کیا وصیت تھی؟ انہوں نے کہا والد نے مجھے بُلایا اور کہا اے بیٹے اللہ سے ڈرو اور جان لو اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو اللہ پر ایمان لاؤ گے اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ گے۔ اگر تم اس کے علاوہ کسی دوسرے عقیدے پر مرو گے تو دوزخ میں داخل ہوگے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرمارہے تھے

اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے کہا لکھ، اس نے عرض کیا بار الٰہ کیا لکھوں؟ حکم ہوا تقدیر کو لکھ جو ہو چکی اور جو قیامت تک ہونے والی ہے۔

٣٦٦۔حَدَّثنا إبراهيمُ بنُ عبدِاللّٰهِ بنِ المُنْذِرِ الصَّغاني، أخبرنا عبدالله بنُ يَزِيْدَ المُقْرِئُ، حدثنا حَيْوَةُ بنُ شُرَيْحٍ، حدثني أبوهانيءٍ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاعَبْدِالرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيَّ يقولُ: سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بنَ عَمْرٍو يقولُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يقولُ: قَدَّرَ اللّٰهُ الْمَقَادِيْرَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِيْنَ بِخَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ.

قال أبو عِيسَى: هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے اللہ نے تقدیر کو آسمان اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار برس پہلے مقرر فرمادیا'' یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

٣٦٧۔حَدَّثنا محمدُبنُ الْعَلَاءِ وَمحمدُ بنُ بَشَّارٍ قالا: حدثنا وَكِيْعٌ عن سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عن زِيَادِ بنِ إسماعيلَ عن محمدِ بنِ عَبَّادِ بنِ جَعْفَرٍ المَخْزُوْمِيِّ عن أبي هُرَيْرَةَ قال: جَاءَ مُشْرِكُوقُرَيْشٍ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يُخَاصِمُوْنَ فِي الْقَدَرِ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ ﴿ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ(٤٨) إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ(٤٩) ﴾. قال أبو عِيسَى: هٰذا حديثٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ مشرکین قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہ مسئلہ تقدیر میں جھگڑ رہے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی جس دن دوزخ میں اپنے منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے۔ اور ان سے کہا جائیگا دوزخ کے عذاب کا مزہ چکھو، تحقیق ہم نے تمام چیزوں کو ایک اندازے سے پیدا کیا ہے''
یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فتمت ابواب القدر وتليها ابواب الفتن

ابواب الفتن عن رسول الله ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول فتنوں کے ابواب

فتن کا معنی ومصداق: فتن بحذف التاء فتنة کی جمع ہے، جیسے حکم حکمة کی جمع ہے اور محن محنۃ سے۔ فتنہ کا معنیٰ آزمائش، امتحان ہے۔ مزید فریفتگی، گمراہ ہونا، گمراہ کرنا، گناہ، کفر، رسوائی، عذاب، وغیرہ متعدد معانی کیلئے حسب موقع استعمال ہوتا ہے۔ امام راغب اصفہانیؒ نے لکھا ہے: ''اصل الفتنة ادخال الذهب فی النار لتظهر جودته عن ردائته'' عموماً ہر اس اقدام وعمل کو فتنہ کہا جاتا ہے جس کا نتیجہ برا ہو۔ جیسے گناہ تحریف فسق وفجور۔ قرآن کریم میں آزمائش، گمراہی، عذاب کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے ''وفتناک فتونا، ألا فی الفتنة سقطوا، ذوقوا فتنتکم'' میں ترتیب وار مذکورۃ معانی موجود ہیں۔

فتنہ کا استعمال: لفظ فتنہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کیلئے مستعمل ہو تو اس وقت اس کا معنیٰ ابتلاء ومصیبت ہے، اگر بندے کی طرف سے ہو تو معصیت وبرائی ہے، والفتنة اشدّ من القتل، ونبلوکم بالشرّ و الخیر فتنة۔

ابواب الفتن سے مقصود یہی ہے کہ ہم ان معاصی وشرور سے اجتناب کریں، باخبر ہوں۔

ابواب واحادیث کی تعداد: اس میں پینسٹھ (۶۵) ابواب اور ایک سو تیرہ (۱۱۳) احادیث ہیں۔

۱۔ بابُ ماجاءَ لایَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلّا بِاِحْدَی ثَلاثٍ

کسی مسلمان کا خون تین صورتوں کے علاوہ کسی صورت میں حلال نہیں ہے کے بیان میں

۳۶۸۔ حَدَّثَنَا أحمدُ بنُ عَبْدَةَ الضَّبِّیُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ زَیْدٍ عَنْ یَحْیَی بنِ سَعِیْدٍ عَنْ أبی أُمَامَةَ بنِ سَهْلِ بنِ حُنَیْفٍ أنَّ عُثْمَانَ بنَ عَفَّانَ أشْرَفَ یَوْمَ الدَّارِ فَقَالَ: أنْشُدُکُمْ بِاللّٰهِ أتَعْلَمُوْنَ أنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلّا بِاِحْدَی ثَلاثٍ: زِنًی بَعْدَ اِحْصَانٍ، أوْ ارْتِدَادٌ بَعْدَ اِسْلامٍ، أوْ قَتْلُ نَفْسٍ بِغَیْرِ حَقٍّ فَقُتِلَ بِهِ، فَوَاللّٰهِ مَا زَنَیْتُ فِی جَاهِلِیَّةٍ وَلَا فی اِسْلَامٍ، وَلَا ارْتَدَدْتُ مُنْذُ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، وَلَا قَتَلْتُ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ، فَبِمَ تَقْتُلُوْنِی.

قَالَ أبُو عِیسَی: وفی البابِ عَنِ ابنِ مسعودٍ وعائشة وابنِ عَبَّاسٍ. هذا حدیثٌ حسنٌ. ورواه حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ عَنْ یَحْیَی بنِ سَعِیدٍ فرفعه. وَرَوَی یَحْیَی بنُ سعیدٍ القَطَّانُ وغیرُ وَاحِدٍ عَنْ یَحْیَی بنِ سعیدٍ هذا الحدیثَ فأوْقَفُوهُ ولم یَرْفَعُوْهُ. وقد رُوِیَ هذا الحدیثُ من غیرِ وَجْهٍ عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النبیِّ ﷺ مرفوعاً.

''سیدنا عثمان بن عفانؓ نے محصوری کے دن اوپر جھانکا اور فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تمہیں معلوم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین باتوں میں سے ایک کے ساتھ، ۱۔ شادی شدہ زنا کرے۔ ۲۔ یا مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو جائے۔ ۳۔ یا کسی کو ناحق مار ڈالے اور اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے پس اللہ کی قسم نہ تو میں نے زنا کیا جاہلیت میں اور نہ اسلام میں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے بیعت کرنے کے بعد میں مرتد ہوا۔اور نہ میں نے کسی ایسی جان کو قتل کیا جسے اللہ نے حرام کیا ہے اب تم مجھے کس جرم میں قتل کرتے ہو''

اس باب میں ابن مسعود، عائشہ اور ابن عباس سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے حماد بن سلمہ نے اس حدیث کو یحیی بن سعید سے نقل کیا۔اور مرفوع بیان کیا ہے یحیی بن سعید قطان اور دوسرے لوگوں نے یحیی بن سعید سے اس حدیث کو موقوف بیان کیا ہے مرفوعاً نقل نہیں کیا یہ حدیث متعدد طریقوں سے سیدنا عثمان سے نبی ﷺ سے مروی ہے

تشریح: یہ باب امام ترمذی کے تبحر علمی اور تدبر عملی پر دال ہے، کہ امت میں سب سے پہلا فتنہ ناحق قتل پیش آیا۔امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ کی شہادت کی صورت میں بلکہ تاریخ انسانیت میں زمین پر سب سے پہلی معصیت قتل ہابیل کی صورت میں ہوئی، کل میدان حشر میں حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل کا فیصلہ ہوگا (حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا) ''ابواب الفتن'' میں بھی موصوف پہلا باب حرمت وممانعت قتل کے عنوان سے لائے ہیں، موصوف نے یہ باب سب سے پہلے لاکر اھمیت اور زیادہ سے زیادہ اجتناب کی طرف متوجہ کر دیا۔سیدنا عثمان بن عفان مظلوم مدینہ رضی اللہ عنہ وارضاہ کے واقعہ قتل اور بلوائیوں کے سامنے انکی تقریر کا ذکر ہے۔

اشرف یوم الدار : ای اطّلع علی الناس من فوق :جس دن گھر میں محصور تھے اور پر سے جھانک کر بلوائیوں سے خطاب کیا

انشد کم: مضارع متکلم ازباب نصر ، میں تمہیں قسم دیکر کہتا ہوں، أتعلمون استفهام تقریری ہے، یقیناً تم جانتے ہو۔

سوال: حدیث باب سے معلوم ہوا برحق قتل کی تین صورتیں ہیں، ۱۔زنا کرنے والے محصن کیلئے سنگساری، ۲۔قتل ارتداد کی صورت میں، العیاذ باللہ۔۳۔قصاصاً قاتل کو قتل کرنا حالانکہ حملہ آور کو قتل کرنا درست ہے۔ارشاد ہے''انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله .....ان یقتّلوا اویصلّبو (مائدة) باغیوں اور فسادیوں کو قتل کا حکم فقاتلوا اللتی تبغی حتی تفیٔ الی امر الله .من وجدتموه یعمل عمل قوم لوط ،فاقتلوه (الحدیث) من اتی بھیمة فاقتلوه (الحدیث) اسی طرح بعض دیگر صورتیں مؤمن کے قتل کے جواز کی ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن العربی نے فرمایا مشائخ وعلماء نے اسباب قتل دس تک بیان کئے۔تو حدیث باب میں تین کا ذکر کیسے؟ وہ بھی حصر وتحدید کے ساتھ۔

جواب: اصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم اور حدیث باب میں بنیادی اسباب جواز قتل کا ذکر ہے، دیگر اسباب انہیں کے تحت مندرج ہیں۔ابن التینؒ نے یہ جواب نقل کیا ہے داؤدی سے کہ سوال میں مذکورہ دونوں حدیثیں منسوخ ہیں۔

روی حمادبن سلمة عن یحیی ..... : امام ترمذی حدیث کا موقوف ومرفوع ہونا واضح کر رہے ہیں، ۱۔حماد بن سلمہؒ نے یحیی بن سعیدؒ سے مرفوعاً نقل کیا ہے، ۲۔یحیی بن سعید قطان نے یحیی بن سعیدؒ سے موقوفاً نقل کیا ہے، مرفوعاً نہیں۔موصوف مزید فرماتے ہیں کہ سیدنا عثمانؓ سے یہ روایت بکثرت مرفوع مروی ہے، یہی زیادہ صحیح ہے۔

۲۔بابُ ماجاءَ دماؤُکم وأموالکم علیکم حرام

مسلمانوں کے جان ومال کے حرام ہونے کے بیان میں

۳۶۹۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ شَبِيبِ بْنِ غَرْقَدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يقُولُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِلنَّاسِ: أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا؟ قَالُوا: يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ، قَالَ: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا، أَلَا لَا يَجْنِي جَانٍ إِلَّا عَلَى نَفْسِهِ، أَلَا لَا يَجْنِي جَانٍ عَلَى وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ عَلَى وَالِدِهِ، أَلَا وَإِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يُعْبَدَ فِي بِلَادِكُمْ هٰذِهِ أَبَدًا، وَلٰكِنْ سَتَكُونُ لَهُ طَاعَةٌ فِيمَا تَحْتَقِرُونَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَسَيَرْضَى بِهِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وفي البابِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ وابنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرٍ وَحِذْيَمِ بنِ عَمْرٍو وَالسَّعْدِيِّ. وهٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَرَوَى زَائِدَةُ عَنْ شَبِيبِ بنِ غَرْقَدَةَ نحوَهُ. ولا نعرفُه الا من حديثِ شبيبِ بنِ غَرْقَدَةَ.

”سلیمان بن عمرو بن احوص اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع کے دن سنا آپ لوگوں سے کہہ رہے تھے۔ یہ کونسا دن ہے؟ صحابہ نے عرض کیا حج اکبر کا دن ہے۔ آپ نے فرمایا ”تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں آپس میں ایسی ہی حرام ومحترم ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں حرام ہے۔ جان لو آدمی کی جنایت کا وبال صرف اس کی ذات پر ہے، آدمی کے گناہ کا وبال اس کے بیٹے پر ہے نہ باپ پر ہے۔ آگاہ ہو جاؤ، شیطان اپنی عبادت سے تمہارے ان شہروں میں ہمیشہ کے لئے ناامید ہو چکا ہے لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں میں تم اس کی مانو گے اور وہ اسی سے خوش ہوگا“

اس باب میں ابی بکرہ، ابن عباس، جابر اور خدیم بن عمرو سعدی سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے زائدہ نے بھی اس کو شبیب بن غرقدہ سے اسی کے مثل نقل کی ہے، ہم اسے صرف شبیب بن غرقدہ کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

تشریح: یوم الحجّ الاکبر: ۱۔ حج اکبر کی تفسیر وتعیین میں اکثر محققین ومحدثین کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد مطلقاً حج ہے بھلے جس دن اور سال کا ہو، اس کے بالمقابل عمرہ حج اصغر کہلاتا ہے، دراصل حج وعمرہ دونوں میں زیارت وطواف ہوتے ہیں۔ دونوں کے درمیان فرق کرنے کیلئے حج کو حج اکبر، اور عمرے کو حج اصغر کہا گیا۔ ۲۔ حج اکبر کا مصداق حجۃ الوداع اور حضور اکرم کا حج ہے۔ جس میں بذات خود آپ موجود تھے، ۳۔ مجاہدؒ نے کہا حج اکبر سے مراد ”حج قران“ ہے، حج اصغر حج افراد ہے۔ یہ تو حج اکبر میں تفصیل ہے

اگر پھر بھی کسی نے جنایت وزیادتی کی تو اسکی سزا خود بھگتے گا۔ اس کی پاداش میں دوسروں کو نہ ستایا جائے۔

آگے یوم حج اکبر کی بحث درج ہے۔ یوم حج اکبر کا مصداق کیا ہے؟ کما سبق اس میں بھی اختلاف ہے محتاط تر مفسر ابن کثیرؒ نے بھی اس میں پانچ اقوال مع دلائل نقل کئے ہیں، ۱۔ اس کا مصداق ”یوم النحر“ دس ذی الحجہ ہے۔ چنانچہ ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ ”قال وقف النبیّ یوم النحر بین الجمرات فی الحجة التی حجّ، وقال: هذا یوم الحج الاکبر (روح المعانی)

مزید براں یہ کہ اکثر اعمال حج ”وقوف مزدلفہ بعد صبح الصادق، رمی جمرۂ عقبہ، ذبح، حلق وقصر، طواف زیارت۔۔۔۔۔“ اسی دن ہوتے ہیں، بالفاظ دیگر ایام حج میں سے اعمال حج کیلئے مصروف ترین دن دس ذی الحجہ ہی ہوتا ہے۔ اس لئے نقلاً وعقلاً یوم حج اکبر کا مصداق ”یوم نحر“ قرار پایا۔ سیدنا علیؓ، عبداللہ بن ابی اوفیؓ، شعبیؒ، مجاہدؒ، کا یہی قول ہے۔ ۲۔ اس کا مصداق ”یوم عرفہ“ ہے سیدنا عمر فاروق، عبادلہ ثلثہ کا یہی قول ہے۔ ۳۔ حج کے پانچوں ایام یوم حج اکبر کا مصداق ہیں۔ یوم کا مفرد لانا ایسے ہے جیسے غزوہ بدر کے

ایام کیلئے ''یوم الفرقان'' مفرد استعمال ہوا۔ یہ سفیان ثوریؒ کا قول ہے۔ ۴۔ اس کا مصداق سنہ ۹ھ والا سیدنا صدیق اکبرؓ کے حج کا دن ہے، جس میں برائت عامہ کا اعلان کیا گیا۔ قرآن کریم میں اسی کو یوم الحج الاکبر کہا گیا ہے، اسکی مزید تفصیل سورۃ توبہ کی ابتدائی آیات کی تفسیر میں دیکھی جاسکتی ہے (روح المعانی، ابن کثیر، مظہری، معارف کاندھلوی)

انتباہ: حج اکبر اور یوم حج اکبر کی تفسیر وتعیین ہم نے پڑھ لی۔ اب یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے یہاں عوام میں جو مشہور ہے اگر ذی الحجۃ۔ یوم عرفہ جمعے کا دن ہو تو اس سال کے حج کو ''حج اکبر'' کہتے ہیں۔ اسکی کوئی اصل (ونقل) نہیں۔ بلکہ ہر سال کا حج اکبر ہے۔ روح المعانی میں ہے۔ ''ولم یذکروہ ۔۔۔۔۔۔۔ اسے مفسرین ومحدثین نے ذکر تک نہیں کیا۔ نور الایضاح کے حاشیہ میں رزینؒ کے حوالے سے یہ روایت درج ہے ''انّ رسول اللہ ﷺ قال: افضل الایام یوم عرفة وافق یوم الجمعة، وھو افضل من سبعین حجة فی غیر جمعة'' وہیں یہ بھی درج ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ یہ مسلمات میں سے ہے کہ جمعہ کا دن دیگر ایام کا سردار اور ان سے افضل ہے، آپ ﷺ کا حج جمعہ کے دن ہوا تھا۔ اس سے اتنا ثابت ہوسکتا ہے کہ دیگر ایام کی بنسبت اس دن یوم عرفہ ہونے کی صورت میں اجر وثواب زیادہ ہوگا اور یقیناً ہوگا ان شاء اللہ۔ امید رکھنی اور ہونی چاہئے، ہاں حج اکبر کی یہ اصطلاح روایۃً ودرایۃً منقول نہیں واللہ اعلم وامرہ احکم

فان دمائکم واموالکم ......: خطبہ کے مندرجات میں سے دفعہ اول ہے۔ مقصود سب سے یہی ہے کہ ظلم وزیادتی اور حق تلفی نہ ہو خوش خلقی اور حقوق کی حفاظت وپاسداری اور پرہیزگاری ہو۔ **الا وانّ الشیطان قدایس ان یعبد......:** کلمہ تنبیہ کے ساتھ خبردار کیا گیا کہ شیطان اب تم سے پوجا اور پرستش سے تو امیدیں توڑ چکا، لیکن دیگر ہتھکنڈوں سے باز نہ آئیگا، چھوٹے داؤ چلا کر تمہیں بہکانے کی کوشش کریگا، اس لئے ذرا سنبھل کر رہنا۔ شیطان کے مایوس ہونے کے متعلق چند اقوال ہیں۔ ۱۔ جزیرہ عرب میں بتوں اور مورتیوں (یا مزاروں) کی صورت میں شیطان کی پرستش ہو اس سے مایوس ہو چکا۔ ہاں دیگر معاصی سے ناامید نہیں ہوا۔ منکرین زکوۃ کے ارتداد اور مسیلمہ کذاب کے جھوٹے دعوی نبوت سے اعتراض نہ ہوگا کیونکہ یہ بتوں کی پوجا نہیں، جسکی حدیث باب میں نفی ہے، ۲۔ اس امت کے نمازی اپنی عبادت میں بتوں کی پوجا پاٹ کو جمع نہ کریں گے۔ جیسے یہودیوں نے کیا۔ ۳۔ اسلام کے غلبہ اور مسلمانوں کی شوکت وفتوحات کی وجہ سے من حیث القوم جزیرہ عرب میں بت پرستی نہ ہوگی جیسے پہلے بت پرستی چھائی ہوئی تھی اب ایسا نہ ہو پائیگا، ان شاء اللہ، جزوی واقعات اس کے منافی نہیں۔

ولکن ستکون له طاعة : وفی روایة ولکن التحریش بینکم ......: یعنی دیگر معاصی افتراق اور صغائر کے ارتکاب میں مبتلا کریگا۔ **اللھمّ احفظنامن مکائد الشیطن وحبائله.**

۳۔ بابُ ماجاءَ لایَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ یُرَوِّعَ مُسْلِماً

کسی مسلمان کیلئے حلال نہیں ہے وہ دوسرے مسلمان کو ڈرائے کے بیان میں

۳۷۰۔ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ، حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ، اخبرنا ابنُ أبی ذِئْبٍ، اخبرنا عبدُاللّٰہِ بنُ السَّائِبِ بنِ یَزِیْدَ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰہِ ﷺ ''لَا یَأْخُذْ أَحَدُکُمْ عَصَا أَخِیْهِ لَاعِباً جَادًّا، فَمَنْ أَخَذَ عَصَا أَخِیْهِ فَلْیَرُدَّهَا اِلَیْهِ.

قَالَ أبوعِيسَى: وفي البابِ عَن ابنِ عُمَرَ وَسُلَيْمَانَ بنِ صُرَدَ وَجَعْدَةَ وأبي هُرَيْرَةَ.

وهـذا حـديـثٌ حسـنٌ غـريبٌ لا نعرفُه إلا من حديثِ ابن أبي ذِئْبٍ. وَالسَّائِبُ بنُ يَزِيْدَ لَهُ صُحبَةٌ قَدْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ أحاديث وَهُوَ غُلَامٌ وقُبِضَ النبيُّ ﷺ وهـو ابـنُ سَبْعِ سِنِيْنَ. وو الده يَزِيْدُ بنُ السَّائِبِ له أحاديث هُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، و قد رَوَى عَن النبيِّ ﷺ والسائب بن يزيد هو ابن أخت نمر.

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی چھڑی کھیلتے ہوئے واقعی نہ لے جس نے اپنے بھائی کی لاٹھی لی ہو اسے چاہئے واپس کردے"

اس باب میں ابن عمر سلیمان بن صرد، جعدۃ اور ابو ہریرہ سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس کو صرف ابن ابی ذئب کی روایت سے پہچانتے ہیں، سائب بن یزید کو صحبت نبوی حاصل ہے۔ انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع کیا ہے، سات سال ان کی عمر تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ ان کے والد یزید بن سائب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں۔ اور نبی صلعم سے چند روایات نقل کی ہیں۔

[حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا حاتم بن اسماعيل عَن مُحَمَّد بن يوسف عَن السائب بن يزيد قَالَ: حج يزيدُ مع النبي ﷺ حجة الوداع وأنا ابن سبع سنين فقَالَ على بن المديني عَن يحيى بن سعيد القطان: كان مُحَمَّد بن يوسف ثبتا صاحب حديث وكان السائب بن يزيد جدهُ وكان مُحَمَّد بن يوسف يقول: حدثني السائب بن يزيد وهو جدي مِنْ قِبَلِ أُمي]. كذا في نسخة البيروت

تشریح: اس باب میں سابقہ باب کا تتمہ اور فائدہ مہمہ ہے کہ بسا اوقات تو گپ شپ بات چیت کی حد تک ہوتی ہے اور کبھی عملی حد تک پہنچ جاتی ہے اس لئے اس کا حکم بھی ذکر فرما دیا۔

مذاق میں کسی کی چیز لینے کی صورتیں اور حکم: لایأخذنّ احدکم متاع اخیه لاعبا ولا جادًا ای لاعبا فی الحال و جادًا فی المآل. اولا عبا ظاهرا و جادًا باطنا .... (بذل) ۱- پہلی صورت یہ ہے کہ بروقت تو مذاق کے طور پر لیا پھر نیت بگڑنے پر بعد میں سچ مچ رکھ لیا۔ ۲- دوسری صورت یہ ہے کہ لیتے وقت ہی نیت میں فساد ہے کہ ظاہرا لے تو مذاق میں رہا ہے لیکن دل میں ابھی سے یہی ہے ہاتھ تو چڑھے پھر کون واپس کرتا ہے۔ ۳- اس کے برعکس یعنی ظاہرا تو سچ مچ لے رہا ہے اگلے کو تپانے کیلئے اور دل میں یہی ہے کہ لوٹا دیں گے اس کا ہم کیا کریں گے۔ ۴- چوتھی صورت یہ ہے کہ دونوں کلمے باہم معطوف ہوں اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے یعنی مذاق میں لے اور نہ سچ مچ لے کہ ظاہرا یا حقیقۃ دونوں میں تکلیف وایذاء ہے۔ حاصل یہی ہے کہ یہ حرکت کرے ہی نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے اب لینے والے کی نیت صحیح اور نہ لینے کی ہے اور بعد میں رال ٹپک جائے اور شیطان بہکا دے اور گناہگار ہو ایسا ہرگز کریں ہی نہیں اور ایسے واقعات سننے میں آئے ہیں کہ ایک آدمی نے فون کیا کہ تمہارے فلاں عزیز کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الیه راجعون، وہ سارا کنبہ دور دراز سے سفر کر کے جب پہنچا تو مردہ کھانا کھا رہا تھا اور مہمانوں کا روتا ہوا جم غفیر آن پہنچا اب آنے والوں کو حرج اور جس کے پاس آئے ان کیلئے بھی ایذاء کا سبب ذہنی کوفت وتکان کا تو پوچھئے مت...... کیا اسے مذاق

کہیں گے یا غدر وہ ہلاک؟ اسی طرح ڈرانا دھمکانا تمہارے سرپرست امی کا ایسے ایسے فون آیا تھا آپ کا فلاں پوچھنے آیا تھا یہ سب غلط اور منع ہیں سچ کا دامن نہ چھوڑنا چاہیے۔

ہماری حالت: ہمارے بعض طلبہ وطالبات ماشاء اللہ سند فراغت اور دوپٹہ پوشی کے بعد میں بھی معلوم ہوتا ہے امتحان کے وقت کوئی قلم چھپالیتا ہے، تو کوئی گتا اور روانگی کے وقت کوئی ٹوپی چھپالیتا ہے اور کوئی دستانے ،عجیب بھاگم دوڑی ہوتی ہے کیا ہم نے یہی پڑھا ہے یا از خود گھڑا ہے۔ مسلمان کی تو شان یہ ہے کہ کسی کو ایذاء نہ پہنچائے ۔ ہمیں تو یہ فکر ہو!

میرا آشیانہ کہیں شاخ چمن پہ بار نہ ہو۔

٤ ـ بابُ مَاجَاءَ فی اِشَارَةِالمسلم الی أَخِیهِ بالسَّلاحِ

اپنے مسلمان بھائی کیطرف ہتھیار سے اشارہ کرنے پر وعید کے بیان میں

۳۷۱ـ حَدَّثَنَا عبدُاللّٰهِ بنُ الصَّبَاحِ العطار الْهَاشِمِیُّ ،أخبرنا مَحْبُوبُ بنُ الحَسَنِ ،حَدَّثَنَا خالِدٌ الحَذَّاءُ عَن مُحَمَّدِ بنِ سِیرِینَ عَن أبی هُرَیْرَةَ عَن النبیِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِیهِ بِحَدِیْدَةٍ لَعَنَتْهُ المَلَائِکَةُ .

قَالَ أبو عِیسَى:وفی البابِ عَن أبی بَکْرَةَ وعائشةَ وجابرٍ.

وهٰذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ غریبٌ من هذاالْوَجْهِ ،یُسْتَغْرَبُ من حدیثِ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ .ورواه أَیُّوبُ عَن مُحَمَّدِ بنِ سِیرِیْنَ عَن أبی هُرَیْرَةَ نحوَهُ وَلَم یَرفَعْهُ وَزَادَ فِیهِ: وَإِنْ کَانَ أَخَاهُ لِأَبِیهِ وَأُمِّهِ .

قَالَ: وأخبرنا بِذَلِکَ قُتَیْبَةُ،حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ زَیْدٍ عَن أَیُّوبَ بهٰذا.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے بھائی پر دھاردار چیز سے اشارہ کیا فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں''

اس باب میں ابو بکرہ، عائشہ اور جابر سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے خالد حذا کی روایت سے غریب سمجھی گئی ہے، ایوب نے بواسطہ محمد بن سیرین اس کو ابو ہریرہ سے اسی کے مثل موقوف نقل کیا ہے۔ مگر اتنا اضافہ کیا اگر چہ وہ حقیقی بھائی ہو۔ ہمیں یہ حدیث قتیبہ نے بواسطہ حماد ایوب سے بھی بیان کی۔

تشریح: من اشار الی اخیه بحدیدة یعنی دھمکانے ڈرانے اور رعب ڈالنے کیلئے ایسا کرنے والا دھتکار و پھٹکار کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اس میں یہ تاویل نہیں چل سکتی کہ آپس میں ہیں۔ اسلحہ سے اشارہ اپنے ہوں یا پرائے سچ مچ ہو یا ہنسی مذاق ہر حال میں منع ہے۔ کیونکہ بعد والی حدیث میں چوکنے اور غلطی کی صورت میں تباہی کا ذکر ہے۔

اسلحہ سے اشارہ کرنا کیوں منع ہے: ۱۔ مسلمان کے احترام کے خلاف ہے۔ ۲۔ ہلاکت کا خوف ہے۔ ۳۔ عداوت کا اندیشہ ہے ۴۔ شیطان بروقت وسوسہ ڈالے کہ کھینچ ہی دو۔ اللہ تعالیٰ جملہ آفات سے ہماری حفاظت فرمائے۔

فیقع فی حفرة من النار. اس میں انجام سے آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر اسباب سابقہ میں سے کوئی ایک یا سب پیش آ گئے تو نافرمانی ہے اور معصیت تو جہنم کے گڑھے میں لے جاتی ہے۔

۵۔بابُ ماجاء فی النَّهیِ عَن تَعَاطِی السَّیفِ مَسلولاً

ننگی تلوار لینے دینے کی ممانعت کے بیان میں

۳۷۲۔حَدَّثَنَا عبدُاللّٰہ بن مُعَاوِیَۃَ الْجُمَحِیُّ البَصرِیُّ ،حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَۃَ عَن أبی الزُّبَیرِ عَن جابرٍ قَالَ: نَهی رسولُ اللّٰہ ﷺ أنْ یُتَعَاطی السَّیفُ مَسْلُولاً. قَالَ أبو عِیسَی: وفی الباب عَن أبی بَکْرَۃَ.

وھذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ من حدیثِ حَمَّادِ بنِ سَلَمَۃَ.وَرَوَی ابنُ لَهِیْعَۃَ ھذا الحدیثَ عَن أبی الزُّبَیرِ عَن جابر وعَن بَنَّۃَ الْجُهَنِیِّ عَن النبیِّ ﷺ .وحدیثُ حَمَّادِ بنِ سَلَمَۃَ عِندِی أصَحُّ.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ننگی تلوار لینے دینے سے منع فرمایا'' اس باب میں ابوبکرہ سے روایت ہے۔ یہ حدیث حماد بن سلمہ کی روایت سے حسن غریب ہے''

ابن لہیعہ نے اس حدیث کو بواسطہ ابوالزبیر، جابر۔ بنہ جہنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ میرے نزدیک حماد بن سلمہ کی حدیث صحیح تر ہے۔

٦۔بابُ ماجاء مَنْ صَلَّی الصُّبحَ فَھُوَ فی ذِمَّۃِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ

جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کی پناہ میں ہوتا ہے کے بیان میں

۳۷۳۔حَدَّثَنَا بُندَارٌ،أخبرنا مَعْدِیُّ بنُ سُلَیمَانَ ،أخبرنا ابنُ عَجلَانَ عَن أبِیهِ عَن أبی هُرَیرَۃَ عَن النبیِّ ﷺ قَالَ: مَنْ صَلَّی الصُّبحَ فَھُوَ فِی ذِمَّۃِ اللّٰہِ فَلَا یُتبِعَنَّکُمُ اللّٰہُ بِشَیٍٔ مِن ذِمَّتِہِ .

قَالَ أبوعِیسَی: وفی البابِ عَن جُندَبٍ وابنِ عُمَرَ.وھذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ من ھذاالوَجهِ .

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کی پناہ میں ہے۔ تم ایسا نہ کرو کہ اللہ اس کے ذمہ کیوجہ سے تمہارے پیچھے پڑے''

اس باب میں جندب اور ابن عمر سے روایت ہے۔ یہ حدیث حسن اس طریق سے غریب ہے۔

تشریح : پہلے قتل وخطرات کا ذکر تھا اب تحفظ حقیقی کا ذکر ہو رہا ہے۔من صلّی الصبح : اسکی تشریح میں تمام شراح نے لفظ ''مع الجماعۃ'' کہا ہے یعنی جس نے جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا کی وہ اللہ کی امان وضمان میں ہوتا ہے، کسل ونحوست سے محفوظ ہوتا ہے۔فلایتبعنّکم اللّٰہ بشیء من ذمّتہ :ا۔اس کا پہلا مطلب یہ ہے کہ جو شخص (اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دیں) نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفظ وامان میں ہوتا ہے، اب تم میں سے کوئی ایک اس سے تعرض وچھیڑ چھاڑ نہ کرے تا کہ تم سے اللہ اپنی عطاء شدہ ضمان کے متعلق باز پرس نہ کریں۔۲۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ذمہ سے مراد نماز کی ذمہ داری ہے، اب مفہوم یہ ہوگا کہ تم نماز فجر میں لاپرواہی اور کوتاہی نہ کرو، پابندی کرتے رہو، ورنہ سستی ولاپرواہی کو صورت میں اللہ تعالیٰ تم سے نماز کے بارے میں باز پرس کریں گے۔

٧ـ بابُ ماجاء فی لزُوم الجَمَاعَةِ

جماعت سے وابستہ رہنے کے ضروری ہونے کے بیان میں

٣٧٤ـ حَدَّثَنَا أحمدُ بنُ مَنِيعٍ ،أخبرنا النَّضرُ بنُ إسمَاعِيلَ أبو المُغِيرَةِ عَن مُحَمَّد بنِ سُوقَةَ عَن عبدِاللّٰهِ بنِ دِينَارٍ عَن ابنِ عُمَرَ قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُ بِالجَابِيَةِ فقَالَ: يَا أيُّهَا النَّاسُ : إنِّي قُمتُ فِيكُم كَمَقَامِ رسولِ اللّٰهِ ﷺ فِينَا فقَالَ: أُوصِيكُم بِأصحَابِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُم ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُم ثُمَّ يَفشُوا الكَذِبُ حَتَّى يَحلِفَ الرَّجُلُ وَلَا يُستَحلَفُ ،وَيَشهَدُ الشَّاهِدُ وَلَا يُستَشهَدُ .ألَا لَا يَخلُوَنَّ رَجُلٌ بِامرَأةٍ إلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيطَانُ ،عَلَيكُم بِالجَمَاعَةِ ،وَإيَّاكُم وَالفُرقَةَ ،فَإنَّ الشَّيطَانَ مَعَ الوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الإثنَينِ أبعَدُ .مَن أرَادَ بُحبُوحَةَ الجَنَّةِ فَليَلزَمِ الجَمَاعَةَ .مَن سَرَّتهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتهُ سَيِّئَتُهُ فَذَلِكُمُ المُؤمِنُ.

قَالَ أبوعيسى : هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ من هذا الوَجهِ .وقد رَوَاهُ ابنُ المُبَارَكِ عَن مُحَمَّدِ بنِ سُوقَةَ .وقد رُوِيَ هذاالحديثُ من غيرِ وَجهٍ عَن عُمَرَ عَن النبيِّ ﷺ.

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے عمر بن خطابؓ نے ہمیں مقام جابیہ میں خطبہ دیا اور کہا اے لوگو تمہارے درمیان ایسا ہی کھڑا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا میں تمہیں اپنے صحابہ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ پھر ان لوگوں کے بارے میں جو ان سے متصل ہیں پھر جو ان کے قریب ہوں۔ پھر جھوٹ عام ہو جائیگا یہاں تک کہ آدمی قسم کھائے گا حالانکہ اس سے قسم نہ لی جائیگی۔ اور گواہی دینے والا گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی طلب نہ کی جائیگی خبردار، کوئی مرد تنہائی میں عورت کے ساتھ نہیں ہوتا مگر تیسرا ان میں شیطان ہوتا ہے۔ تم جماعت کو لازم پکڑو۔ انتشار اور تفرقہ سے بچو۔ کیونکہ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے دور بھاگتا ہے، جو شخص جنت کا درمیان چاہتا ہے اسے چاہیے جماعت کو لازم پکڑے جس شخص کو اپنی نیکی اچھی معلوم ہو اور برائی بُری معلوم ہو تو وہ مومن ہے'' یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے، ابن مبارکؒ نے بھی محمد بن سوقہ سے اسکو نقل کیا ہے۔ اور یہ حدیث عمرؓ سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد طریقوں سے مروی ہے۔

٣٧٧ـ حَدَّثَنَا يَحيَى بن مُوسى، حَدَّثَنَا عَبدُالرَّزَّاق ،أخبَرَنَا إبرَاهِيمُ بنُ مَيمُونٍ عَن ابن طَاوُسٍ عَن أبِيهِ عَن ابن عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَدُاللّٰهِ مَعَ الجَمَاعَةِ. هذا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعرِفُهُ مِن حَدِيثِ ابنِ عَبَّاسٍ إلَّا مِن هذاالوَجهِ .

''سیدنا ابن عباس سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں''

٣٧٨ـ حَدَّثَنَا أبُوبَكرِ بنُ نَافِعٍ البَصرِيُّ، حدثني المُعتَمِرُ بنُ سُلَيمَانَ ،حَدَّثَنَا سُلَيمَانُ المدنيُّ عَن عبدِاللّٰه بنِ دِينَارٍ، عَن ابنِ عُمَرَ أنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إنَّ اللّٰهَ لَا يَجمَعُ أُمَّتِي۔ أَوقَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ ﷺ۔ عَلَى ضَلَالَةٍ ،وَيَدُاللّٰهِ

عَلَى الْجَمَاعَةِ ،وَمَنْ شَذَّ شُذَّ اِلَى النَّارِ .قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذا حديثٌ غريبٌ من هٰذا الْوَجْهِ .و سُلَيْمَانُ المدينيُّ هُوَ عِنْدِي سُلَيْمَانُ بنُ سُفْيَانَ .وفي الباب عَن ابن عباس .

''ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ میری امت کو یا فرمایا امت محمد ﷺ کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ جو شخص جماعت سے جدا ہوا۔ وہ دوزخ میں داخل ہوا''

یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے، سلیمان مدینی سے میرے نزدیک سلیمان بن سفیان مراد ہیں۔ اس باب میں ابن عباسؓ سے بھی روایت ہے۔

تشریح : خطبنا عمرؓ بالجابیة :دمشق میں واقع ''جابیۃ'' نامی بستی میں امیر المومنینؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں کئی باتیں سمجھائیں اور آپ ﷺ کی وصیت وخطاب کا حوالہ دیا۔ ا۔ اوصیکم باصحابی .... :قرون ثلثہ کے خیر و مامون ہونے کو واضح فرمایا، صحابہ، تابعین، تبع تابعین کا دور کل دوسوبیس سال ۱۲۰۔ ۶۰۔ ۴۰۔ ۲۲۰۔ (انعامات المنعم اول باب نمبر ۸۷)

۲۔ ثم یفشو الکذب .... : پہلے تین ادوار تو مامون و محفوظ ہیں، پھر برائیاں پھوٹ پڑیں گی، جنکی جڑ زبان ہے اگر زبان سیدھی رہے تو دیگر اعضاء بھی بچے رہتے ہیں۔ ورنہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے فرمایا پھر جھوٹ عام ہو جائیگا، بات بات پر قسم، کہے بغیر گواہی کیلئے سب تیار، حق سچ میں کوئی امتیاز نہیں، فتنہ پرداز فضولیوں کی بہتات، برحق اصولی افراد نایاب۔ اتنی بات یاد رہے کہ جو شخص کسی واقعے اور معاملے کا صحیح گواہ ہو تو اسکا بروقت صداقت کے ساتھ شہادت دینا اور ٹال مٹول نہ کرنا قابل تعریف ہے، یہاں مذمت ان مطلب پرست فضولی اور بکاؤ گواہوں کی ہے جو صداقت وعدالت اور کسی کے حق کی حفاظت کیلئے نہیں شرارت کیلئے گواہی دیتے ہیں۔

۳. لایخلونّ رجل بامرأة : ای الاجنبیة ۔تیسرے نمبر پر فساد و بگاڑ اور فتنہ کی ایک جھت کی طرف متوجہ کیا، کوئی شخص کسی غیر محرم اجنبی عورت سے تنہا نہ ہو، ورنہ شیطان اپنا کام دکھاتا ہے۔ اور رسوا کر دیتا ہے۔ رجل امرأة دونوں لفظ نکرہ عموم وشمولیت پر دال ہیں کسی عالم، معلم، پیر، جاھل، معلمہ، زاھدۃ وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ جہاں خزانہ ہو وہاں چور و شیطان زیادہ حملہ آور ہوتا ہے یہ بھی فتنہ وفساد کی جڑ ہے چنانچہ مفتی صاحب لکھتے ہیں ''اس وقت دھیا، ہا کتم ءقت؛ وغارت گری کے واقعات پائے جاتے ہیں اگر صحیح تحقیق کی جائے تو اکثر واقعات کے پس منظر میں کوئی عورت اور شہوانی جذبات کا جال نظر آئیگا (معارف ۷/۲۰۴) علینا ان نجتنب کلّ الاجتناب

۴. علیکم بالجماعة ..... :جماعت کو لازم پکڑو، متحد رہو، اختلاف وافتراق ہی ہلاکت وبیخ کنی کا سبب ہے، جسکا وبال آج پورا عالم اسلام بھگت رہا ہے۔ ہر اینٹ کے نیچے سے نیا زندیق و مفتن پیدا ہو رہا ہے، ہر لحہ بزعم خود نیا محلک (محقق) و رازی وشبلی دوراں (بلکہ سرگرداں) پیدا ہو رہا ہے۔ ہر آن باطل نئے روپ دھار کر ابھر رہا ہے، ہم محوِ خواب غفلت ہیں۔ اھل پاکستان کیلئے خصوصا اور پورے عالم اسلام کیلئے عموما یہ المیہ ہے کہ کسی بات پر اتفاق رائے اور کسی فرد یا افراد پر اعتماد نہیں، ہر زبان نیا پرچم ونشان لہرا رہی ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہمیں متحد و یکجا کر دے تو پھر آمریت تو کجا یہودیت بھی کسی مسجد ومدرسہ کی ایک اینٹ بھی نہ ہلا سکے۔ اتحاد و اتفاق ایک ایسی الٰہی طاقت ہے جسے دراڑ ڈالے بغیر کوئی زیر نہیں کر سکا۔ چنانچہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں بار بار اتحاد کا تاکیدی حکم دیا گیا۔ ارشاد ہے ''واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ،انّ ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ،ولاتتبعوا السبل فتفرّق

بکم عن سبیله. انّ الّذی فرّقوا دینھم و کانوا شیعا، لست منھم فی شئی ، ولاتنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا" عن ابی ھریرۃؓ من خرج من الطاعۃ و فارق الجماعۃ فمات میتۃ جاھلیۃ .(مسلم) ان نصوص میں اتحاد و اتفاق کی تاکید اور نا اتفاقی واختلاف کی ممانعت ووعید واضح ہے، ساتھ نقصانات کی طرف بھی تلمیح ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ وہ دن دکھائے کہ امت مسلمہ من حیث القوم "اقیموا الصلوۃ ،اتواالزکوۃ ..." کی طرح مذکورۃ بالانصوص پر بھی عمل پیرا ہو اور نصرت وفتح اور سطوت وغلبہ اس کا مقدر بنے۔

الجماعۃ سے مراد؟ ۱۔ پہلا قول یہ ہے کہ جماعت سے مراد "سواد اعظم" ہے، یعنی اھل حق کی کثیر جماعت ۔۲۔ جماعت سے مراد جماعت صحابہؓ ہے۔۳۔ جماعت سے مراد "اھل علم" ہیں ۔۴۔ جماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے کسی کی امارت پر اتفاق کرلیا ہو بشرطیکہ اس میں امارت کی اھلیت شرعی ہو۔ یعنی عندالناس مطعون اور عنداللہ ملعون نہ ہو،

۵۔ **فان الشیطن مع الواحد** :شیطان اکیلے کے ساتھ ہوتا ہے، کیونکہ آدم کو سجدہ کرنے میں ایک طرف جماعت ملئکہ تھی)اور دوسری طرف تنہا شیطان تھا، حالانکہ سجدۃ کیلئے امر رحمٰن تھا۔ اس لئے فرمایا شیطان ورغلانے بہکانے کیلئے ایک کے ساتھ ہوجاتا ہے ،اوراھل حق کی جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت ورحمت ہوتی ہے۔ **من اراد بحبوحۃ الجنۃ: ای وسط الجنۃ** ،صدر،مقام ،درمیان، بیچ کی نمایاں جگہ۔ **من سرّتہ حسنتہ** :اس کا حاصل یہ ہے کہ نیکی کرنے پر قلبی اطمینان اور دلی مسرّت ہو، اور برائی کے سرزد ہونے پر دل پر بوجھ اور غم ہو تو یہ ایمان کی علامت ہے، ورنہ بے حس منافق وکافر کیلئے اچھائی برائی یکساں ہیں۔

انّ اللہ لایجتمع امّتی علی ضلالۃ :امت کی دو قسمیں ہیں۔ ۱ ۔امت اجابت ۔ ۲ ۔امت دعوت : امت اجابت یعنی امت مسلمہ تو گمراہی پر جمع نہ ہوگی بلکہ باطل کی تردید اور حق کی تعلیم وترویج کرتی رہے گی۔ ہاں امت دعوت کفار گٹھ جوڑ کرتے رہیں گے اور قیامت کے قریب تو سب ہی جمع ہوجائیں گے۔ یداللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی قوت ونصرت اور حفاظت ہے۔ کہ امت اجابت اسکی حفظ وامان میں رہے گی۔ **من شذّ شذّ فی النار: مضاعف ثلاثی ازباب نصر** ، پہلا صیغہ ماضی معروف اور دوسرا ماضی مجھول ہے۔ اھل حق کی جماعت سے جدا ہوا وہ تنہا ہی دوزخ میں ڈال دیا جائیگا۔ کوکب الدری میں حضرت نے تصریح فرمائی ہے کہ اعتقادی ،قولی ،عملی ،ہر قسم کے شذوذ وافتراق کو یہ شامل ہے۔ اپنے مؤیدات کثیرہ کی وجہ سے یہ حدیث اجماع امت کے حجت ہونے پر دال ہے۔

یداللہ مع الجماعۃ : سابقہ روایت میں علی کا لفظ تھا، یہاں مع ہے فوقیت ومعیت دونوں ثابت وحاصل ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ جماعت پر اللہ تعالیٰ کی صیانت وحمایت کی علامت یہ ہے کہ ان کے درمیان اتفاق ومحبت کی پر بہار فضا قائم رہتی ہے، اطمینان وسکون اور ایک دوسرے پر اعتماد ہوتا ہے۔ ورنہ خوف واضطراب اور بے چینی کی سی کیفیت ہوجاتی ہے، باھم تنازعات اور جدال وقتال ہونے لگتے ہیں۔

۸۔ بابُ مَا جَاءَ فِی نُزُوْلِ الْعَذَابِ اِذَا لَمْ یُغَیِّرِ الْمُنْکَرُ

بُری باتوں کو نہ روکا جائے تو عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے

۳۷۹۔ حَدَّثَنَا أحمدُ بنُ مَنِیْعٍ ،حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بنُ ھَارُوْنَ ،حَدَّثَنَا اسماعیلُ بنُ أبی خالِدٍ عَن قَیْسِ بنِ أبی حازِمٍ عَن

أبى بَكرٍ الصِّدِّيقِ أَنَّهُ قَالَ: يا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تَقرَأُونَ هٰذِهِ الآيَةَ:﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَايَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾. وإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يقولُ: إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ بَشَّارٍحَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بن أبى خالد نحوَهُ.

وفى البابِ عَن عائشةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ وَالنُّعْمَانِ بنِ بَشِيْرٍ وعبدِاللّهِ بنِ عُمَرَ وَحُذَيْفَةَ . وهٰذا حديث صحيح هٰكذا رَوَى غيرُ وَاحِدٍ عَن إسماعيلَ نحوَ حديث يَزِيْدَ، وَرَفَعَهُ بَعْضُهُمْ عَن إسماعيلَ ووَقَفَهُ بَعْضُهُمْ.

''سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا اے لوگو میں دیکھتا ہوں تم یہ آیت پڑھتے ہو یاایہاالذین آمنو ۔۔۔''اے ایمان والوتم اپنی جانوں کولازم پکڑو جب تم ہدایت پر ہو۔تو جوگمراہ ہوا وہ تمہیں نقصان نہیں پہچائے گا'' اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے،فرمار ہے تھےلوگ جب ظالم کودیکھیں اوراس کاہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے اللہ ان پر بھی اپنے عذاب کوعام کردے''

حدیث سابق کے مثل،اس باب میں عائشہ،عبداللہ بن عمراور حذیفہ سے روایات ہیں۔متعدد لوگوں نے اسماعیل سے یزید بن ہارون کی طرح نقل کیا ہے۔لیکن بعض نے مرفوع روایت کیااور بعض نے موقوف۔

تشریح : تغییر منکراور برائی کومٹاناایک دینی ملی اوراجتماعی فریضہ ہے،جسکا ہرامتی اپنی استطاعت کے مطابق مکلف و مامور ہے،لاپرواہی اورکوتاہی کی صورت میں وبال وعذاب بھی عمومی اوراجتماعی ہوتا ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مخلص مؤمنین اور کھوٹے منافقین کی عادات کاذکرکرتے ہوئے فرمایا:المنٰفقون و المنٰفقات بعضهم من بعض،يأمرون بالمنكروينهون عن المعروف ...والمؤمنون والمؤ منٰت بعضهم اولياء بعض يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر ويقيمون الصلوة (توبہ ۶۷، ۷۱) پھردونوں کے جداجداانجام کابھی ذکر ہے کہ پہلے ہلاکت وظلمت میں ہوں گے،دوسرے حفاظت وبشارت میں ہوں گے۔تغییر منکراور برائی کی روک تمام میں قدرت کے باوجودانکاروااقدام نہ کرناایسا گناہ ہے جسکی وجہ سے دنیامیں قوموں پروبال وزوال اورعذاب آتا ہے،جسکاز یر بحث باب میں ذکر ہے۔درج ذیل آیت کریمہ کے ظاہر سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ ہرشخص اپنی ذات کامکلّف ہے،اپنے عقائدواعمال اوراحکام واخلاق کی فکرکافی ہے،دوسروں کی بدعملی سے کسی کوکوئی دینوی یا اخروی نقصان واندیشہ نہیں،حالانکہ یہ بات نہیں،ہرگزنہیں۔چنانچہ آیت کی مکمل تفسیروتوضیح سے واضح ہے۔سیدناابوبکرصدیقؓ نے بھی اسی غلطی پرتنبیہ کرتے ہوئے حدیث مبارکہ سے وضاحت فرمائی۔

تفسیر :ا۔ابن عمرؓ کاواقعہ ہے کہ انہیں کسی نے آکرکہافلاں فلاں حضرات میں جھگڑا ہے،ایک دوسرے کومشرک کہتے ہیں؟توابن عمرؓ نے فرمایاتمہاراخیال ہے کہ میں تم سے کہدوں جاؤان سے لڑو،ہرگزنہیں،جاؤان کونرمی سے سمجھاؤبات مان لیں توبہتر،اگرنہ مانیں تو پھران کی فکرچھوڑ دو،اپنی فکرکروپھریہی آیت تلاوت فرمائی۔توپتہ چلااپنی ذمہ داری پوری کرنااور پہنچاناضروری ہے۔(درّ منثور)

حدیث باب میں مذکورۃ آیت سورۃ المآء کی آیت نمبر۱۰۵ ہے،یہ سورۃ مدنی ہے۔

۲۔سیدالتابعین سعید بن المسیبؒ سے آیت کی یہ تفسیر منقول ہے۔تم اپنے واجبات اور ضروریات شرعیہ کو ادا کرتے رہو،امر بالمعروف بھی انہیں میں داخل ہے،یہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی لوگ باز نہ آئیں تو اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے بعد اب تم پر کوئی ملامت ومضرّت نہیں۔چنانچہ لفظ "اذا اهتـديتـم" میں غور وتدبر کرنے سے یہی بات ثابت ہوتی ہے،اگر تم راہ پر چل رہے ہو،اپنی ذمہ داری نبھار ہے ہو تو پھر لوگوں کی ضلالت سے تم پر کوئی نقصان نہیں (البحر المحيط)

۳.وتـوهّم من ظاهر الآية الرخصة فی ترک الامر بالمعروف والنهی عن المنكر ،واجيب عن ذلک بوجوه : الاوّل انّ الاهتداء لايتمّ الا بالا مربالمعروف والنهی عن المنكر ،فانّ ترک ذلک مع المقدرة عليه ضلال .(روح المعانی) علامہ آلوسیؒ کی تصریح سے بات واضح ہوچکی کہ "اذا اهتديتم" شرط کا وجود ضروری ہے۔

۴.وليس فيهـا دليـل عـلـى ترک الامربالمعروف والنهی عن المنكر اذا كان فعل ذلک ممكنا(ابن كثير) اب تو بالکل بات روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی کہ بقدر استطاعت کوشش اصلاح کرنا ضروری ہے۔سیدنا صدیق اکبرؓ نے یہی تدارک وتفسیر فرمائی کہ ظاہر آیت کو لیکر اپنے آپ کو بری الذمہ نہ سمجھ بیٹھیں،ورنہ گرفت ربانی اور مصائب ناگہانی گھیر لیں گے۔اب ذرا ہم اپنے اردگرد اور قرب وجوار کے ماحول پر غور کرلیں کہ تغییر منکر اور برائی کے سدّ باب کیلئے کبھی بھولے سے بھی خیال آیا ہے یا خود بھی اسی وبال ووبا میں پھنس جاتے ہیں۔برائی کی روک تھام اور تغییر منکر تو کجا اس کے برعکس منکرات وفاحشات کو فروغ دیا جارہا ہے،بے حیائی اور برائی کے نت نئے اڈے اور وچینل متعارف کرائے جارہے ہیں،داڑھی،ٹوپی،اسکارف پر پابندی اور اچکن،پتلون ۔۔۔کو پسند کیا جارہا ہے،قرآن واذان پر گرفت اور آواز شیطان پر تھپکی دی جارہی ہے،پھر چلاتا کہے کا کہ زلزلے کیوں آرہے ہیں ،سونامی کیسے؟اور مقاصد میں ناکامی کیسے؟ اھل علم وحلم سے،اصحاب فضل وکمال سے اور ارباب قانون واقتدار سے،عوام وخواص سب سے التجا ہے کہ ملک ملت اور پوری امت کی حقیقی فلاح وبہبود اسی میں ہے کہ ہر ایک حصہ بقدر جثہ کے مطابق اپنی ذمہ داری نبھائے ہتھکڑی کی بجائے دل میں بات بٹھائیں تو یقیناً اچھے فوائد ومقاصد حاصل ہوں گے۔اے پروردگار و پالنہار ان الفاظ کو حقیقت عطا فرما،امت مسلمہ کو منکرات سے بچا ملک وملت کو درپیش اندیشوں سے محفوظ فرما۔جہد وجہاد نبوی اور روتیرہ صدیقی زندہ فرما۔

هكذا رَوى غير واحد ..... اس عبارت میں موصوف نے روایت کے متعدد طرق کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۹۔بابُ ماجاءَ فی الْأَمرِ بِالمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ

امر بالمعروف اور نہی المنکر کے حکم کے بیان میں

۳۸۰۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،حَدَّثَنَا عبدُالعَزِيزِبْنُ مُحَمَّدٍعَن عَمرِوبنِ أبی عمرٍو،وعبدِاللّٰه الأنصارِیُّ، عَن حُذَيْفَةَ بنِ اليَمانِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: وَالَّذِی نَفْسِی بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَيُوشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَاباً مِنْهُ فَتَدْعُونَهُ فَلَا يَسْتَجِيبُ لَكُمْ . قَالَ أبوعِيسَى:هذا حديث حسن .

حَدَّثَنَا علیُّ بنُ حُجْرٍ ،أخبرنا إسماعيلُ بنُ جَعْفَرٍ عَن عَمرِو بنِ أبی عَمرٍو بهٰذا الإسنادِ نحوَه.

"سیدنا حذیفۃ بن یمانؓ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں

میری جان ہے البتہ تم ضرور بھلائی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ قریب ہے اللہ تم پر اپنا عذاب بھیج دے پھر تم دعا کرو وہ قبول نہ کرے“

٣٨١۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ،حَدَّثَنَا عبدُالعَزِيزِ بنُ مُحَمَّدٍ عَن عَمْرِو بنِ أبي عَمْرٍو عَن عبدِاللّٰه بنِ عبدِالرحمٰن الأنصاريِّ الأشهَلِيِّ عَن حُذَيفَةَ بنِ اليَمَانِ ، أنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَاتَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتُلُوا إمَامَكُمْ ،وتَجْتَلِدُوا بِأسيَافِكُمْ ،ويَرِثَ دُنْيَاكُمْ شِرَارُكُمْ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ انما نعرفه من حديث عمرو بن أبي عمرو.

”حدیث سابق کی مثل ،سیدنا حذیفہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے قیامت قائم نہ ہوگی یہاںتک کے تم اپنے امام کو قتل نہ کرو۔اور اپنی تلواروں سے لڑو اور تمہاری دنیا کے تم میں سے بدترین لوگ مالک نہ بن جائیں“ یہ حدیث حسن ہے۔

٣٨٢۔حَدَّثَنَا نَصرُ بنُ عَلِيٍّ الجهضمي ،حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَن مُحَمَّدِ بنِ سُوقَةَ عَن نَافِعِ بنِ جُبَيْرٍ عَن أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النبيِّ ﷺ : أنَّهُ ذَكَرَ الجَيْشَ الَّذِي يُخْسَفُ بِهِمْ ،فقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ : لَعَلَّ فِيهِمِ المُكْرَهُ ،قَالَ:إنَّهُمْ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ. قَالَ أبوعِيسَى : هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ من هذا الوَجْهِ .

وقد رُوِيَ هذا الحديثُ عَن نَافِعِ بنِ جُبَيْرٍ عَن عائشة أيضاً عَن النبيِّ ﷺ .

”سیدۃ ام سلمہؓ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کا ذکر کیا جو زمین میں دھنسا دیا جائے گا ام سلمہؓ نے کہا اس میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو زبردستی لائے گئے ہوں گے آپ نے فرمایا وہ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے“

یہ حدیث حسن ،اس طریق سے غریب ہے،یہ حدیث نافع بن جبیر سے عن عائشہ صدیقہ نبی ﷺ سے مروی ہے۔

تشریح : باب سابق میں تغییر منکر کی عدم ضرورت کے وھم کو دور کیا،اب اسکی اہمیت وافادیت کو واضح کیا جارہا ہے،ساتھ ساتھ عمل یا ترک کی صورت میں فوائد ونقصانات پر بھی تنبیہ کی گئی ہے۔

معروف ومنکر کی تعریف : معروف عرف سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنیٰ پہچانی ہوئی چیز،دستور کے مطابق ،نیکی۔شریعت کی اصطلاح میں معروف ہر اس قول فعل وعمل اور کام کو کہا جاتا ہے جسکا مستحسن ہونا عقلا ونقلا اور شرعا وعرفا سمجھا گیا ہو۔اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو فطرۃ سلیمہ پر پیدا کیا ہے۔ فهديناه النجدين پھر دونوں طریقوں کی رہنمائی فرمائی اس لئے انسان خلقۃ وفطرۃ اچھائی برائی کو پہچانتا ہے،جسکا معیار ومقیاس شریعت کو قرار دیا۔اس لئے نیکی کو معروف اور بدی کو منکر کہتے ہیں۔

منکر: انکر باب افعال مزید سے اسم مفعول ہے بمعنیٰ اوپرا،انجان وناواقف نہ پہچانا ہوا،خلاف فطرۃ ہونے کی وجہ سے طبیعت سلیمہ اس سے بیگانگی رکھتی ہے(قبر میں سوال وجواب کیلئے آنے والے دو فرشتوں کو منکر نکیر انجان اور صاحب گرفت ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں) شریعت کی اصطلاح میں منکر ہر اس کام کو کہا جاتا ہے جو شرعا وعقلا اوپرا اور برا ہو۔جس سے فطرۃ سلیمہ میل نہ کھاتی ہو۔نیکی کے پھیلانے اور برائی کے مٹانے کا حکم ہے۔حدیث کا حاصل یہی ہے کہ بھلائی کا حکم اور برائی کی روک تھام کرتے رہو،ورنہ مردود ومحروم اور مقہور

ہو جاؤ گے۔ یعنی دو میں سے ایک چیز واقع ہوگی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل یا پھر عذاب، مزید فرمایا نجات وخلاصی کی دعاء کرو گے تو وہ بھی قبول نہ ہوگی۔

حتی تقتلوا امامکم : امام سے مراد بادشاہ وقت ہے، جیسا کہ خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ کو بیدردی سے شہید کیا گیا۔
دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت مہدیؒ کے ظہور سے پہلے امام المسلمین کو امت قتل کرے گی (انتقاب)
تجتلدوا باسیافکم :تلواروں سے آپس میں لڑو گے، قتل عام کی طرف اشارہ ہے بھلے آلات قتل جدید ہوں۔ یرث دنیا کم شرار کم :تمھارے سربراہ بدکردار واشرار بن بیٹھیں گے۔ نیچے سے اوپر تک ''آوے کا آوا'' خراب ہوگا تو نازل اللہ کا عذاب ہوگا۔ مذکورۃ تینوں خرابیاں پیدا ہونے کا بنیادی سبب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا چھوڑنا ہے۔ اس لئے یہ حدیث اس باب میں ذکر کی گئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں شرار کم کا ذکر ہے جبکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے ''خیر امت'' ہیں ارشاد ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ (آل عمران)، مسلم اصول ہے ''الاشیاء تعرف باضداد ھا'' تو اخیار امت اور شرار امت کا ذکر ایک باب میں کیا۔
ذکر الجیش الذی یخسف بھم :اس سے مراد (حبشیوں اور کالوں کا) وہ لشکر ہے جو ''کعبہ شریف'' پر حملہ آور ہوگا، اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے سب کو دھنسا دیں گے۔ ام المومنین نے استفسار کیا کہ ان میں بعض مکرہ ومجبور بھی ہوں گے، جنہیں لشکری جبرا ساتھ ملا لائے ہونگے، تو فرمایا دنیا میں تو یکساں ہلاکت ہوگی، آخرت میں ان کی نیات کے مطابق فیصلہ ہوگا۔
شارح مسلم علامہ اُبیؒ نے لکھا ہے کہ تا حال یہ واقعہ پیش نہیں آیا قرب قیامت ہوگا۔

۱۱۔ بابُ ماجاءَ فی تغییرِ المُنکرِ بِالیَدِ أوْبِاللِّسانِ أوْبِالْقَلْبِ
برائی کو ہاتھ یا زبان یا دل سے روکنے کے بیان میں

۳۸۳۔ حَدَّثنَا بُنْدَارٌ، حَدَّثنَا عبدُالرحمٰنِ بنُ مَهْدِیٍّ، حَدَّثنَا سُفْیَانُ عَنْ قَیْسِ بنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بنِ شِهَابٍ قَالَ: أوَّلُ مَنْ قَدَّمَ الخُطْبَةَ قَبْلَ الصَّلوٰةِ مَرْوَانُ، فَقَامَ رَجُلٌ فقالَ لِمَرْوَانَ: خَالَفْتَ السُّنَّةَ. فقالَ: یَافُلَانُ تُرِكَ مَاهُنَاكَ. فقالَ أبوسَعِیدٍ: أمَّا هٰذَا فَقَدْ قَضٰی مَاعَلَیْهِ. سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یقولُ: مَنْ رَأیٰ مُنْكَراً فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهِ، وَمَنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، وَمَنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَ ذٰلِكَ أضْعَفُ الإیْمَانِ. هٰذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''طارق بن شہاب سے مروی ہے سب سے پہلا شخص جس نے عید سے پہلے خطبہ دیا مروان ہے اس نے جب خطبہ کو مقدم کیا تو ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اور مروان سے کہا تو نے سنت کی مخالفت کی مروان نے کہا اے فلانے یہ بات اب چھوڑ دی گئی، اس پر حضرت ابوسعیدؓ نے کہا اس شخص نے اپنا فرض پورا کر دیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرما رہے تھے'' جو شخص کوئی برائی دیکھے اسے چاہئے کہ اسے ہاتھ سے بدل دے۔ اگر ہاتھ کی طاقت نہ ہو تو زبان سے بدل دے اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو دل سے بُرا سمجھے، اور ایمان کا یہ سب سے کمتر درجہ ہے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے

تشریح: اس باب میں نہی عن المنکر کی عملی صورت کا بیان ہے، کہ مروان کے غلط رویہ اور خلاف سنت عمل پر حاضرین

میں سے ایک نے نکیر کردی اور صاف کہہ دیا تو غلط کررہا ہے۔اس طرح وہ اپنے فریضہ سے سبکدوش ہوگیا۔
اوّل من قدم الخطبة قبل الصلوة ،عیدین کا خطبہ سب سے پہلی عید سے لیکر آج تک یعنی حضورؐ خلفاء راشدین آئمہ اربعہ کے ادوار میں نماز کے بعد ہوتا ہے،اس پر جمہور کا عملی اجماع ہے کہ خطبہ نماز عید کے بعد ہے۔چونکہ وقت کا حکمران وگورنر مروان تھا اس نے بزور بازو بجائے نماز پڑھانے کے پہلے خطبہ دینا شروع کرنے لگا،اس کا یہ عمل خلاف سنت ہوا۔
تقدیم خطبہ کی وجہ: شراح نے لکھا ہے کہ دراصل یہ اپنے خطبوں میں اہل بیت کو برا بھلا کہتا تھا،تو لوگ خطبہ نہ سنتے تھے،اس نے زبردستی سنانے کیلئے یہ غلط اقدام کیا کہ نماز سے پہلے تو اٹھ کر جائیگا کوئی نہیں میں اپنی بھڑاس نکال لوں۔پھر ساتھ ”یک غلط کیلئے صد ویک“ کے طور پر کہا وہ طریقہ جب تھا جب لوگ خطبہ سنتے تھے،اب چونکہ لوگ اٹھ جاتے ہیں اس لئے وہ طریقہ چھوڑ دیا گیا حالانکہ یہ سراسر غلط اور لچر عذر ہے جسکا اس نے سہارالیا۔
نماز عید سے خطبہ مقدم کرنے کا حکم: وعند الحنفية والمالكية لو خطب قبلها جاز ،وخالف السّنة،ويكره الكلام عند ها(فتح الملهم ١/٦٥٦) آگے تغییر منکر کی تین معروف ومرفوع صورتیں مذکور ہیں۔کہ تیسری صورت سے کمتر پھر کوئی درجہ ایمان کا ہے ہی نہیں،اس لئے ان میں سے کسی نہ کسی پرضرور عمل ہونا چاہئے۔
فقام رجل : لم اقف على اسمه .ذلک اضعف اليمان ۔١۔ذلک کا مشارالیہ کراہت قلبی اور دل سے براجاننا ہے،یہ دل سے براجاننا باطنی ایمان کا کمزورتر درجہ ہے۔٢۔اس کا مشارالیہ دل سے نکیر کرنے والا اور برا سمجھنے والا شخص ہے،یعنی یہ شخص کمزورترین ایمان والا ہے۔والاوّل اظہر واشھر !

١١۔بابٌ مِنْهُ

٣٨٤۔حَدَّثَنَا أحمدُ بنُ مَنِيعٍ،حَدَّثَنَا أبو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأعمَشِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بنِ بَشِيرٍ قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ : مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُوْدِاللهِ وَالْمُدْهِنِ فِيهَا كَمِثْلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلَى سَفِينَةٍ فِي الْبَحْرِ ،فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلاَهَا وَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا ،فَكَانَ الَّذِيْنَ أَسْفَلَهَا يَصْعَدُوْنَ فَيَسْتَقُوْنَ الْمَاءَ فَيَصُبُّوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ فِى أَعْلاَهَا ،فَقَالَ الَّذِيْنَ فِى أَعْلاَهَا : لاَنَدَعُكُمْ تَصْعَدُوْنَ فَتُؤْذُوْنَنَا ،فَقَالَ الَّذِيْنَ فِى أَسْفَلِهَا : فَإِنَّا نَنْقُبُهَا فِي أَسْفَلِهَا فَنَسْتَقِى ،فَإِنْ أَخَذُوْا عَلَى أَيْدِيهِمْ فَمَنَعُوْهُمْ نَجَوْا جَمِيعاً ،وإِنْ تَرَكُوهُمْ غَرِقُوْاجَمِيعاً. هذا حديثٌ حسنٌ صحيح .

”سیدنا نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا”جو شخص اللہ کی حدود پر قائم ہے۔اور جوان میں سستی کرتا ہے،ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی قوم نے سمندری جہاز میں کچھ حصے تقسیم کئے،جو نچلے حصہ میں رہے وہ اوپر جاکر پانی لاتے۔پانی لانے میں اوپر کے لوگوں پر پانی گرتا اوپر والوں نے کہا تمہارے چڑھنے سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ہم تمہیں بالائی منزل پر چڑھنے نہیں دیتے اس کے جواب میں نیچے والوں نے کہا اچھا تو ہم نچلے حصہ میں سوراخ کرکے پانی لے لیتے ہیں اب اگر اوپر والوں نے ان کا ہاتھ پکڑلیا۔اور سوراخ کرنے سے منع کیا۔ توسب نے نجات پائی۔اور اگر انہیں چھوڑ دیا تو سب ڈوبتے“ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اصلاح معاشرہ اور فلاح امت کیلئے کلیدی کردار کے حامل ہیں، اس لئے کئی ابواب میں انہیں مختلف پہلوں سے بیان کیا جارہا ہے۔ بات تقریر واقوال کے ساتھ ساتھ مثال سے خوب سمجھ آتی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں مشرک کی بے وقوفی اور بتوں کی بے بسی کو کتنی بلیغ مثال سے سمجھایا گیا ہے، ارشاد ہے "والذین یدعون من دونہ لایستجیبون لھم بشیء الا کباسط کفیہ الی الماء لیبلغ فاہ وماھو ببالغہ ،وان یسلبھم الذباب شیئا لایستنقذوہ منہ ضعف الطالب والمطلوب " (رعد ۱۴ ،الحج ۷۳) اسی طرح حضورؐ نے بھی مثال سے سمجھایا کہ برائی سے نہ روکنے کا وبال متعدی ہے، جو نتیجۃ ہوتے ہوتے سب کو گھیر لیتا ہے، حتی کہ نیک وبد سب رگڑے جاتے ہیں۔

توضیح مثل :القائم علی حدوداللہ ای العامل والمطیع لا وامر اللہ واحکامہ خاصۃ علی الامربالمعروف والنھی عن المنکر ۔احکام وحدود کا پابند بھلائی کا حکم دینے والا برائی سے روکنے والا۔المد ھن ای المتساھل والمتکاسل .امور دینیہ میں لاابالی پن کا شکار،استھموا ای اقسموا منازلھا بینھم بالقرعۃ .قرعۃ اندازی سے باہم منزلیں طے کرلیں ۔لاندعکم : مضارع منفی جمع متکلم من ودَع یدَع لامن دعایدعو ،ای لانترککم۔ہم تمہیں نہیں چھوڑتے۔ مفہوم حدیث ترجمہ سے واضح ہے، اوپر والوں نے نچلی منزل والوں کو اس احمقانہ حرکت سے یہ کہہ کر نہ روکا کہ ہمارا کیا مطلب وہ جانیں ان کا کام جانے تو سب ڈوبیں گے۔ اسی طرح معاشرے میں راہ پانے والی بیماریوں اور عیاریوں کی روک تھام نہ ہوئی تو پھر شرفاء جھلاء سب پسیں گے، جب سیلاب کا ریلا آتا ہے تو مساجد کو بھی بہالیجاتا ہے۔ قرآن کریم میں واضح بیان ہے "واتقوا فتنۃ لاتصیبنّ الّذین ظلموا منکم خاصّۃ" اور جو بچو تم کہ مصیبت صرف ظالموں کہ نہ پہنچے گی۔

۱۲۔بابُ ماجاء أَفْضَلُ الجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے افضل جہاد ہے کے بیان میں

۳۸۵۔حَدَّثَنَا القَاسِمُ بنُ دِيْنَارٍ الكُوفِيُّ ،أخبرنا عبدُالرحمٰنِ بنُ مُصْعَبٍ أبو يَزِيْدَ ،أخبرنا إسرائيلُ عَن مُحَمَّدِ بنِ جُحَادَةَ عَن عَطِيَّةَ عَن أبي سعيدِ الخُدْرِيِّ أنَّ النبيَّ ﷺ قَالَ: إنَّ مِنْ أَعْظَمِ الجِهَادِ كَلِمَةَ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ. قَالَ أبوعِيسَى: وفي البابِ عَن أبي أُمَامَةَ .وهٰذا حديثٌ حسنٌ غريب من هٰذاالْوَجْهِ .

''سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بڑا جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے انصاف کی بات کہنا ہے''اس باب میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ یہ حدیث حسن اس طریق سے غریب ہے۔

تشریح : اعظم الجہاد اور افضل الجہاد دونوں الفاظ وارد ہیں، مفہوم ومقصود دونوں سے ایک ہے۔ تاریخ اسلامی میں ایسے بے شمار واقعات ہیں کہ علماء ومجاھدین نے ظالموں کے سامنے ڈنکے کی چوٹ حق اور حقیقت کو بیان کردیا چنانچہ سعید بن جبیرؒ کا واقعہ مشہور ہے کہ حجاج بن یوسف کے سامنے بے دریغ حق بیان کیا۔ ابھی قریب ہی حریت پسند مولانا عزیز گلؒ کے خاندان کے ایک فرد مولوی عدنان کاکاخیل مدظلہ نے جابر وقت کے سامنے ایسی کھری کھری سنائیں کہ ایوان کا چراغ بجھ گیا۔ ''علماء ھند کی شاندار ماضی'' میں ایسے بیسیوں واقعات دیکھے جاسکتے ہیں۔ سیدنا حسین احمد مدنیؒ کا وہ جملہ آج بھی سٹی کورٹ کراچی کی شکستہ دیواروں سے سنا جاسکتا ہے

،انگریز کے خلاف فتوی دیا ہے، دیتا ہوں، دیتا رہوں گا۔۔۔

افضل الجهاد ہونے کی وجہ؟ ظالم کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہونے کی وجہ حتمی ہلاکت اور افائدہ عام ہے۔ جو جان نثار مجاہد کفار کے ساتھ برسر پیکار ہے، اس میں غلبہ وفتح اور شکست وشہادت دونوں پہلو ہیں، جبکہ ظالم کے سامنے مقہور ہے غالب ہونے کا ظاہرا امکان نہیں۔ اسی طرح بادشاہ وقت کے سامنے حق بات کہنے میں دیگر لوگوں کو فائدہ ہے، کہ ظالم اپنی حرکات شنیعہ سے باز آئیگا تو خلق کو راحت ونجات ملیگی۔ تو اس میں ہلاکت کا اندیشہ یقین کی حد تک ہے اور دوسروں کو فائدہ بھی ہے۔ وکثیر من الفوائد والخیرات

۱۳۔باب سُؤَالِ النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثاً فِي أُمَّتِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے لئے تین چیزیں مانگنے کے بیان میں

۳۸۶۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ،حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ ، حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عبدِاللّٰهِ بنِ الحارثِ عَنْ عبدِاللّٰه بنِ خَبَّابِ بنِ الأَرَتِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ صَلوٰةً فَأَطَالَهَا فقَالُوا: يارسولَ اللّٰهِ صَلَّيْتَ صَلوٰةً لَمْ تَكُنْ تُصَلِّيهَا، قَالَ : أَجَلْ إِنَّهَا صَلوٰةُ رَغْبَةٍ وَرَهْبَةٍ ،إِنِّي سَأَلْتُ اللّٰهَ فِيهَا ثَلَاثاً فَأَعْطَانِي اثْنَتَيْنِ وَمَنَعَنِي وَاحِدَةً:سَأَلْتُهُ أَنْ لا يُهْلِكَ أُمَّتِي بِسَنَةٍ فَأَعْطَانِيهَا ،وَسَأَلْتُهُ أَنْ لايُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَعْطَانِيهَا ،وَسَأَلْتُهُ أَنْ لا يُذِيقَ بَعْضَهُمْ بَأْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِيهَا .

قَالَ أبو عيسى: هٰذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ .وفي البابِ عَنْ سَعْدٍ وابنِ عُمَرَ .

”سیدنا خباب بن ارتؓ کہتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل نماز پڑھائی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ایسی نماز پڑھائی ہے جو پہلے کبھی نہیں پڑھائی۔ آپ نے فرمایا ہاں ”یہ نماز شوق وخوف والی پڑھائی ہے میں نے اس نماز میں اللہ سے تین چیزوں کا سوال کیا۔ دو چیزیں اللہ نے مجھے عطا فرمائیں۔ اور ایک چیز مجھ سے روک لی، میں نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ میری امت کو قحط سے ہلاک نہ کرے اللہ نے میری یہ دعا قبول کی، اور مین نے اللہ سے سوال کیا کہ میری امت پر انکے علاوہ کسی دوسری قوم سے ان پر کوئی دشمن حاکم مسلط نہ کرنا۔ اللہ نے میری یہ دعا بھی قبول کی اور میں نے اللہ سے سوال کیا کہ میری امت آپس میں ایک دوسرے کے عذاب اور تکلیف کو نہ چکھائے اللہ نے مجھ سے اس دعا کو روک لیا“

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس باب میں حضرت سعد اور ابن عمر سے روایت ہے۔

۳۸۷۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ ،عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰه ﷺ : إِنَّ اللّٰهَ زَوَى لِي الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا ،وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَازُوِيَ لِي مِنْهَا،وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ، وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ،وَأَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ ،وَإِنَّ رَبِّي قَالَ: يَامُحَمَّدُ إِنِّي قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ،وَإِنِّي أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ أَنْ لَا أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَلَا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ ،وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ

بِأَقْطَارِهَا ۔أَوْ قَالَ :مِنْ بَيْنِ أَقْطَارِهَا ۔حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْبِي بَعْضُهُمْ بَعْضاً.

قَالَ أبو عيسى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے میرے لئے زمین کو سمیٹا میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھا اور عنقریب میری امت کی حکومت وسلطنت وہاں تک پھیل جائیگی جہانتک کہ وہ زمین میرے لئے سمیٹی گئی ہے اور مجھے دو خزانے دیئے گئے سُرخ اور سفید اور میں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے کہ میری امت کو عام قحط سے ہلاک نہ کرے اور ان پر کوئی دشمن ان کے علاوہ دوسروں میں سے مسلط نہ کرے کہ وہ انکی بیخ کنی کردے میرے رب نے فرمایا اے محمد میں جب کوئی فیصلہ کرتا ہوں وہ رد نہیں ہوتا اور میں نے تجھے تیری امت کیلئے یہ عطا کیا ہے کہ میں انکو عام قحط میں ہلاک نہ کروں گا اور نہ ان پر کوئی دشمن ان کے غیر سے مسلط کرونگا جو ان کی بیخ کنی کردے اگرچہ تمام اطراف زمین سے لوگ ان پر جمع ہوکر آجائیں (یا راوی نے کہا) درمیان اطراف سے لوگ جمع ہوکر ان پر آئیں۔ یہانتک کہ آپس ہی میں ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور آپس ہی میں ایک دوسرے کو قید کریں گے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : فاطالها :حضور اکرم ﷺ نے نماز و دعا طویل کی یہ نماز کہاں پڑھائی صحیح مسلم ۲/ ۳۹۰ میں ہے ''انّ رسول اللّٰہ اقبل ذات یوم من العالية ،حتیٰ اذا مرّ بمسجد بني معاوية،دخل ،فركع فيه ركعتين ،وصلّينا معه ،ودعا ربّه طويلا،ثم انصرف الينا ''مرّ بمسجد بني معاوية وهو المعروف بمسجد الاجابة ،وكان ابن النجار ادركه خرابا،فذكر انّه في شمالي البقيع على يسار السالك الى العريض . اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ یہ نماز و دعا جنت البقیع کے شمال میں واقع بنی معاویہ کی مسجد میں پڑھائی جو ''مسجد اجابۃ'' سے معروف ہوئی،ابن النجارؒ نے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس مسجد کو ویران حالت میں دیکھا تھا۔

انها صلوة رغبة ورهبة عموماً نماز میں عبدیت کا اظہار اور عبادت کا اقرار ہوتا ہے،کبھی شوق ورغبت سے ہوتی ہے اور کبھی خوف و رھبت والی، یہ نماز دونوں کی جامع تھی کہ قبولیت کی امید اور عدم قبولیت کا اندیشہ تھا۔لفظ رغبت کی تقدیم سے واضح ہو رہا ہے کہ امید غالب ومقدم تھی، قرآن کریم میں صالحین ومقبولین کی دعا والتجا کا بیان ہے،''يدعون ربّهم خوفاوّ طمعا ''(السجدة ۱۶)

سألت الله فيها ثلاثا: تین دعائیں مانگیں ا۔ پوری امت قحط سالی میں ھلاک نہ ہو۔۲۔ ایسا دشمن مسلط نہ ہو جو امت کی بیخ کنی کردے ۔۳۔ امت مسلمہ باھم دست وگریبان نہ ہو۔آپ کی دعاؤں کا ثمر آج تک چشم فلک نے دیکھا اور عملی مشاہدۃ ہے کہ پہلی دونوں باتیں نہیں ہوئیں، جزوی واقعات اس کے منافی نہیں۔اس سے یہ یقین بھی حاصل ہوا کہ ساری یہودیت اپنی کاسہ لیس ذرّیت کے ساتھ ملکر ظلم وجبر کے جتنے پہاڑ بھی توڑ ڈالے ان شاء اللہ امت مسلمہ کو ختم نہ کرسکیں گے بلکہ خود نیست ونابود اور مردود ہونگے۔باقی باہمی تنازعات تو رہیں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان کا شکار اور ان میں برسر پیکار ہونے سے محفوظ فرمائیں، اھل حق اور مجاھدین فی سبیل اللہ کے ساتھ مجتمع ومحشور فرمائیں۔انّ الله زوى لي الارض: اى ضمّها لاجلي ،حتى ابصرتُ ماتملكه امّتي من اقصى

المشارق والمغارب منها ۔اللہ نے زمین کو لپیٹ وملا دیا میں نے سارے علاقے دیکھ لئے جہاں جہاں میرے جاں نثاروں نے فتح اسلام کے جھنڈے گاڑنے تھے، اور خلافت قائم ہونی تھی،

دوخزانوں سے مراد؟ الاحمر والا بیض ترکیب میں الکنزین سے بدل الکل ہیں۔المفہم میں ہے کنزین سے مراد سونا چاندی اورخزائن کسری وخزائن قیصر ہیں ،رنگت سے مناسبت بھی واضح ہے کہ کسری کے ہاں سونے کے دینار مروج تے جواحمر کا مصداق ہوئے اور قیصر کے ہاں چاندی کے درھم رائج تھے جوابیض کا مصداق ہوئے ۔فرأیت مشارقھا ومغاربھا: میں نے اس کے مشرقی و مغربی کنارے دیکھ لئے۔

رؤیت کا مطلب؟ علامہ ابوالعباس قرطبی رقمطراز ھیں "وظاهر هذا اللفظ يقتضي : ان الله تعالىٰ قوّى ادراک بصره ﷺ ورفع عنه الموانع المعتاة ،فأدرک البعيد من مرضعه كماأدرک بيت المقدس من مكة،وأخذ يخبرهم عن آياته ،وهوينظراليه ....ويحتمل ان يكون مثّلها الله له فرآها ،والاوّل اولىٰ (المفهم ۷/۲۱۶) ۔ موصوف کی تصریح سے واضح ہوا کہ اس کا راجح مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالی نے موانع ہٹا کر قوت بصارت عطا فرمائی اورحقیقۃ دور دراز تک دکھادیا۔ولا بعد فيه جیسا کہ اسراء ومعراج سے واپسی کے بعد مکہ مکرمہ سے تیرہ ...کی مسافت پرواقع "بيت المقدس" مکہ میں بیٹھے بیٹھے اللہ تعالیٰ نے دکھادیا اور آپ ﷺ نے دیکھ کر اھل مکہ کو مسکت ودرست جواب د یا۔۲۔دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مثالی طور پر اللہ تعالیٰ نے دکھادیا۔

مشارق ومغارب کے ذکر کی وجہ؟ "وكان ذلک من دلائل نبوّته ،وذلک انّ ملک امّته اتّسع الىٰ ان بلغ اقصى بحر طنجة الذى هو منتهى عمارة المغرب والى اقصى المشرق مماوراء خراسان والنهر ،وكثير من بلاد الهند والسند والصغد(الصين) ،ولم يتّسع ذلک الاتساع من جهة الجنوب والشمال ،ولذلک لم يذكرّ انه أريه " (ايضا) حاصل کلام یہ ہے کہ زیادہ تر خلافت اسلامیہ مشرق ومغرب کی طرف طویل ہوئی اس لئے اس کا ذکر فرمایا ۔جبکہ شمال وجنوب میں اتنی زیادہ وسعت نہیں ہوئی تواس کا ذکر نہیں۔بسنة عامّه : اى الجدب والقحط. اسکی جمع سنین آتی ہے .كما قال تعالي : ولقد أخذنا آل فرعون بالسنين ونقص من الثمرات (اعراف ۱۳۰)والمراد : ان لايصيب المسلمين قحط عام يشمل جميع بلاد المسلمين فى وقت واحد ....فلم يصب قحط عام حتى الان (تكمله)حتى يكون بعضهم يهلک بعضا: پہلا مطلب یہ ہے کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو قید وقتل کریں گے اس تقریر میں بعضھم کی ضمیر کا مرجع المسلمین ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ کفار مسلمانوں کوتو کالعدم اورختم نہیں کرسکیں گے بالآخر آپس میں لڑنے لگیں گے اب بعضھم کی ضمیر کا مرجع اعداء المسلمین ہوگا۔رجّح الطيبى الأوّل .

فيستبيح بيضتهم : اى يستهلک ويقلع جماعتهم یعنی جو ھلاکت مچادے انکی جڑ اکھیڑ دے اور صفاہستی سے مٹادے بیضۃ کا معنی جمعیت واجتماعیت ہے۔دراصل یہ "بيضة الطير" سے ہے وجہ تشبیہ یہ ہے کہ انڈہ مافیھا کا محافظ ہوتا ہے، انڈہ ٹوٹنے کی صورت میں سب ضائع ہوجاتا ہے اسی طرح اجتماعیت ختم ہونے کی صورت میں خلافت ومملکت اورغلبہ وسطوت ہاتھ سے نکل جاتے ہیں

ولو اجتمع عليهم من اقطارها: اگر چہ سارے جہان کے بے ایمان اتحادی جمع ہو جائیں، ایڑی چوٹی کا زور لگائیں تو بھی بالکلیہ ختم نہ کر سکیں گے۔ تاریخ میں کئی دفعہ ایسا ہوا لیکن ایک نہ ایک دن حق کا بول بالا ہوا کفر کا منہ کالا ہوا، چنانچہ چنگیزیوں نے کیا کسر چھوڑی تھی؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی دعا کے صدقے پھر سے امت کو قوت و ہمت دی۔ افغانستان کا قضیہ (بلکہ یوں کہیے یہودیت کیلئے معمہ) ہمارے سامنے ہے، دھریت پاش پاش و نا کام ہوئی، اب یہودیت و اسکی ذریت کی باری ہے، سنت اللہ یہی جاری ہے، حبیب اللہ کی دعاء اللہ تعالیٰ کو مقبول و پیاری، اتحادیوں کا مقدر ذلت و خواری، امت مسلمہ بالکلیہ آخر کب ھاری ہے؟

١٤ ـ بابُ ماجاءَ كيف يَكُونُ الرجل فى الْفِتْنَةِ

جو آدمی فتنہ کے زمانہ میں ہو کیا کرے؟ کے بیان میں

٣٨٨ ـ حَدَّثَنَا عمرانُ بنُ مُوسَى القَزَّازُ البَصْرِيُّ ،أخبرنا عبدُالوَارِثِ بنُ سعيدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ جُحَادَةَ عَن رَجُلٍ عَن طَاوُسٍ عَن أُمِّ مَالِكٍ البَهْزِيَّةِ قَالَت: ذَكَرَرسولُ اللهِ ﷺ فِتنَةً فَقَرَّبَهَا قَالَت: قُلْتُ يارسولَ الله ،مَنُ خَيْرُ النَّاسِ فِيهَا؟قَالَ : رَجُلٌ فِى مَاشِيَتِهِ يُؤَدِّى حَقَّهَا وَيَعْبُدُ رَبَّهُ،وَرَجُلٌ آخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهِ يُخِيفُ العَدُوَّ وَيخيفونه .قَالَ أبوعِيسَى: وفى البابِ عَن أُمِّ مُبَشِّرٍ وأبى سعيدٍ الخُدرِيِّ وابن عبَّاس .

وهذا حديثٌ حسن غريب من هذاالوَجْهِ.

وقد رَوَاهُ اللَّيثُ بنُ ابى سُلَيمٍ عَن طَاوُسٍ عَن أُمِّ مَالِكٍ البَهْزِيَّةِ عَن النبيِّ ﷺ .

''سیدۃ ام مالک بہزیہؓ سے مروی ہے رسول اللہ نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور اس کی نزدیکی بیان فرمائی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس فتنہ کے زمانہ میں بہتر شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ آدمی جو اپنے چرنے والے مال میں رہ کر ان کا حق ادا کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت کرے دوسرا وہ آدمی جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے دشمن کو ڈراتا ہو اور دشمن اسے ڈراتے ہوں''

اس باب میں ام مبشر، ابوسعید خدری اور بن عباس سے روایات ہیں، حدیث اس طریق سے غریب ہے، لیث بن ابی سلیم نے اسکو بواسطہ طاؤس ام مالک بہزیہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

٣٨٩ ـ حَدَّثَنَا عبدُاللهِ بنُ مُعَاوِيَةَ الجُمَحِيُّ ،أخبرنا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ عَن لَيثٍ عَن طَاوُسٍ عَن زِيَادِ بنِ سِيمِينَ كُوشَ عَن عبدِاللهِ بنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ :تَكُونُ الفِتْنَةُ تَسْتَنْظِفُ العَرَبَ قَتْلَاهَا فِى النَّارِ.اللسَانُ فِيهَا أَشَدُّ مِنَ السَّيفِ. هذا حديثٌ غريب .سَمِعْتُ مُحمدَ بنَ إسماعيلَ يقولُ : لانعرِفُ لِزِيَادِ بنِ سِيمِينَ كُوشَ غيرَ هذا الحديثِ. رَوَاهُ حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ عَن لَيثٍ فَرَفَعَهُ . وَرَوَاهُ حَمَّادُ بنُ زَيدٍ عَن لَيثٍ فأوقفه.

''سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ایسا فتنہ ہوگا کہ تمام عرب کو گھیر لے گا اس کے مقتول دوزخ میں جائیں گے زبان اس میں تلوار سے زیادہ خطرناک ہوگی''

یہ حدیث غریب ہے۔ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا فرما رہے تھے زیاد بن سیمین کوش کے لئے

ہم اس کے علاوہ کوئی حدیث نہیں جانتے ،حماد بن سلمہ نے لیث سے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے اور حماد بن زید نے موقوف بیان کیا ہے۔

تشریح : پہلے باب میں آپ کی ایک دعاء کی عدم قبولیت کا ذکر تھا، کہ آپس میں قتل وقید اور اختلاف وتنازعات رہیں گے، اب ذکر ہے کہ ایسے پُرستم اور پُرفتن حالات میں مامون و پرامن اور سالماو غانما کون شخص ہوگا تو فرمایا وہ دو شخص ہیں۔

ا۔اپنے مال مویشی اور بکریوں میں ایک طرف رہ کر ان کی خبر گیری اور عبادت و پیروی کرنے والا۔۲۔کفار سے برسرِ پیکار رہنے والا۔خیریت کی وجہ ایک ہے کہ ایسے پرآشوب دور میں تنہائی اور بعد حماقت وھلاکت سے بچاسکتی ہے،ورنہ کسی نہ کسی گروہ کا شکار ہوگا۔قرّبها: فعل ماضي از تفعيل،اى فبيّنها كانها قريبة الوقوع ..... آنحضرت ﷺ نے اس بلیغ انداز سے بیان فرمایا گویا کہ ابھی قریب ہی فتنہ واقع ہونے والا ہے۔ماشیته: چلنے والے،اونٹ، گائے ،بکری پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، اکثر استعمال بکریوں کیلئے ہے،اس لئے ترجمہ بکریوں سے کیا ہے۔جیسے مسلم شریف واقعہ افک عائشہ والی طویل حدیث میں لفظ "داجن" کا ترجمہ اکثری استعمال کی وجہ سے بکری سے کیا ہے، جبکہ اصل معنیٰ پالتو جانور ہے،ابوداؤد میں تصریح ہے "خير مال المسلم غنمايتبع بهاشعف الجبال يؤدى حقها": اس کا حاصل یہ ہے کہ چارہ، دانہ، پانی، غذا کا خیال اور پوری پوری دیکھ بھال کرتا ہے،اسی طرح بوجھ لادنے ہل وغیرہ میں جوتنے اور زکوۃ دینے مین احتیاط واھتمام کرتا ہے۔يخيف العدوّ: مضارع از افعال ڈراتا، دھمکاتا اور کفار کے چھکے چھڑاتا ہے، وہ بھی کسر نہیں چھوڑتے ،یعنی بہر دوصورت مسلمانوں کے باھمی جدال وقتال سے الگ تھلگ ہوگیا۔سیدہ ام مالک بھزیہؓ نے استفسار کر کے مجھ آپ پر بھی احسان کیا کہ ایسے میں پرامن راستہ کونسا ہے،اللہ تعالیٰ ہمیں ابتلاء سے محفوظ فرمائیں

تكون الفتنة تستنظف العرب : اى تستوعبهم هلاكا ایسا فتنہ ہوگا کہ پورے عرب کو گھیر لیگا،اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔عرب کا صفایا کر دیگا۔ملا علی قاریؒ نے بعض کا بعید قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد سیدنا علی المرتضیٰؓ اور سیدنا معاویہؓ کی باہمی جنگ ہے، حالانکہ یہ بعید ومرجوح ہے کیونکہ "قتلاهافى النار" کا کیا معنیٰ کریں گے؟ کیونکہ مذکورہ معرکے میں تو دونوں طرف صحابہؓ کی مقبول ومحبوب اور مغفور ومرضیہ جماعت تھی۔علامہ طیبیؒ نے تاویل کی ہے کہ اس سے زجر وتوبیخ مراد ہے حقیقت پر محمول نہیں

قتلا هافى النار : قتلىٰ قتيل بمعنیٰ مقتول کی جمع ہے۔قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ لڑنے والوں کی نیت اعلاء کلمۃ اللہ کی بجائے بغاوت اور مال ومتاع سمیٹنا ہونے کی وجہ سے ھلاکت ہوگی تو دوزخ میں جائیں گے۔مراد اس سے غیر معلوم وغیر متعین فتنہ ہے۔

فائدہ: سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ کے مابین ہونے والی جنگ کے متعلق بحث مباحثہ اور حق و باطل کے تذکرے اور تبصرے کرنے والوں کے متعلق حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مقولہ زیر تحریر ہے، جو سادہ مگر پرتاثیر ہے "قال عمر بن عبدالعزيز : تلك دماء طهر الله ايدينا منها ،فلانلوّث بها السنتنان " اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ بچائے تو زبانیں کیوں آلودہ کریں۔

برپاکاں راقیاس خود مگیر.

اللسان فيها اشدّمن السيف : لسان سے مراد کلمہ اور بات ہے یعنی منہ کا بول تلوار سے زیادہ مشکل یا زیادہ خطرناک ہوگا۔بذل ۹۷/۵ کے حاشیہ میں ہے "له ثلاث معان الاول كلمة الحق ..." ۔پہلا مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد کلمہ حق ہے یعنی ایسا

فتنہ ہوگا کہ سچ بولنا تلوار سے بھی زیادہ دشوار ہوگا، باطل اتنا پھل چکا ہوگا کہ سچا کہنا، تلوار چلانے سے زیادہ مشکل ہوگا۔ ۲۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ کلمہ سے مراد باطل وکذب ہے، پھر حاصل یہ ہوگا کہ ایسا فتنہ ہوگا کہ اس میں ایک جھوٹ اور غلط بات تلوار سے بھی زیادہ نقصان کریگی، کہ چلتی تلوار سے ایک مرتا، غلط بیانی سے غلط فہمی کا شکار ہوکر نا معلوم کتنے قتل ہونگے، تو زبان تلوار سے زیادہ خطرناک ہوئی ۳۔ اگر فتنہ کا مصداق جنگ صفین کو قرار دیں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ اس جنگ میں دونوں طرف صحابہ کرامؓ کی جماعت ہے اس لئے زبان سے سب وشتم تلوار چلانے اور شریک ہونے سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ صحابہ پر زبان درازی روحانی موت ہے، جو یقیناً تلوار سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔ (کذافی الکوکب) ومال الدمنتی الی الثانی علامہ دمفتی" دوسرے قول کی طرف مائل ہوئے ہیں۔

۱۵۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی رَفْعِ الْأَمَانَةِ
رفع امانت کے بیان میں

۳۹۰۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُومُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: حَدَّثَنَارَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَدِيثَيْنِ قَدْ رَأَيْتُ أَحَدَهُمَا وَأَنَا أَنْتَظِرُ الآخَرَ، حَدَّثَنَا أَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جِذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْآنُ وَعَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ، ثُمَّ حَدَّثَنَاعَنْ رَفْعِ الْأَمَانَةِ فَقَالَ: يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ، ثُمَّ يَنَامُ نَوْمَةً فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ أَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ فَنَفِطَتْ فَتَرَاهُ مُنْتَبِراً وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ، ثُمَّ أَخَذَ حَصَاةً فَدَحْرَجَهَا عَلَى رِجْلِهِ قَالَ: فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ لايَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ حَتَّى يُقَالَ إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلاً أَمِيناً، وَحَتَّى يُقَالَ لِلرَّجُلِ مَاأَجْلَدَهُ وَأَظْرَفَهُ وَأَعْقَلَهُ وَمَافِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ. قَالَ: وَلَقَدْ أَتَى عَلَيَّ زَمَانٌ وَمَا أُبَالِي أَيُّكُمْ بَايَعْتُ فِيهِ، لَإِنْ كَانَ مُسْلِماً لَيَرُدَّنَّهُ عَلَى دِينِهِ، وَلَئِنْ كَانَ يَهُودِياً أَوْ نَصْرَانِياً لَيَرُدَّنَّهُ عَلَى سَاعِيهِ، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ أُبَايِعُ مِنْكُمْ إِلَّا فُلَاناً وَفُلَاناً.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذاحديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا حذیفہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دو حدیثیں بیان کیں ایک تو میں نے دیکھ لی اور دوسری کا منتظر ہوں، آپ نے بیان کی امانت لوگوں کے دلوں کی بیچ میں نازل ہوئی پھر قرآن اترا۔ انہوں نے اسے قرآن سے سیکھا اور سنت سے بھی سیکھا۔ پھر آپ ﷺ نے امانت کے اٹھ جانے کو بیان کیا اور کہا آدمی ایک نیند سوئے گا تو امانت اس کے دل سے نکال لی جائیگی تو اسکا نشان چھالے کی طرح رہ جائے گا پھر وہ ایک نیند سوئیگا تو امانت پھر اسکے دل سے نکال لی جائیگی اور اب اس کے غائب ہوجانیکی وجہ سے بڑے آبلہ کی طرح نشان ہوجایگا جیسے انگارے کے پاؤں پر سرکانے کیوجہ سے چھالا پڑ جاتا ہے اور پھر تم اسے پھولا دیکھتے ہو حالانکہ اس کے اندر کچھ بھی نہیں ہوتا پھر آپ نے ایک پتھر لیا اور اس کو پاؤں پر لڑھکایا، فرمایا پھر لوگ خرید وفروخت کریں گے تو امانت کوئی ایک بھی ادا نہ کریگا یہاں تک کہ کہا جائیگا فلاں قبیلے میں ایک ایماندار آدمی ہے اور ایک آدمی کے متعلق کہا جائیگا وہ کتنا

چالاک اور عقلمند ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں بیشک مجھ پر یہ زمانہ آچکا ہے جب کہ میں خرید وفروخت کے معاملہ میں کوئی پرواہ نہ کرتا تھا جس سے جی چاہا خرید لیا جس کے ہاتھ دل چاہا بیچ دیا البتہ اگر مسلمان ہوتا تو وہ اپنے دین کیوجہ سے چیز واپس کر دیتا اگر یہودی یا نصرانی ہوتا تو اپنے سردار اور پادری کیوجہ سے واپس کر دیتا، بہر حال آج تو میں تم لوگوں میں صرف فلاں فلاں سے معاملہ کرتا ہوں" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: سابقہ باب کی آخری حدیث کے آخری جملے میں زبان کے متعلق ذکر تھا کہ منہ سے نکلا ہوا ایک کلمہ مفاسد کثیرۃ کا باعث بنتا ہے، یعنی پہلے لسانی عمل کا ذکر تھا آگے قلبی اور جنانی کا ذکر ہے۔ **قد رایت احد هما: ای الامانة ورفعها** یعنی امانت کا اترنا اور عام ہونا پھر اٹھنا اور اختتام ہونا۔ مکمل دیانت داری کا دور محمود دیکھ چکے۔ رفع امانت کا انتظار ہے، جسکا آغاز ووقوع ہو چکا ہے، اگر چہ تا حال (عند المقال) تعمیم وشیوع نہیں ہوا۔ اس کا انتظار ہے۔

انّ الامانة نزلت فی جذر قلوب الرجال: یقیناً امانت لوگوں کے دلوں کی تہ میں اتری امانت و دیانت ہم معنیٰ ہے، امانۃ میں مبالغہ ہے خوب پر امن مکمل قابل بھروسہ۔ اس مادے کا اصل معنیٰ امن ہے، امانت میں بھی امانت رکھوانے والا خوب مطمئن ہوتا ہے۔ یہ تو صیغہ، لفظی معنیٰ اور وجہ تسمیہ کا بیان ہوا۔ اب اسکی مراد ومصداق سمجھئے۔

امانت سے مراد؟ عربی میں تاء مدوّرۃ کے ساتھ اور اردو میں لمبی تا کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ اس کی مراد کی تعیین میں چند قول ہیں

۱۔ امانت سے مراد دیانت داری ہے، جسکی ضد خیانت ہے، یعنی لوگوں کے حقوق واموال اور حدود میں خیانت نہ کرنا بلکہ مکمل پاسداری کرنا اور حفاظت سے امانت ادا کرنا، اس کا مادہ لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتارا گیا، لفظ امانت کے تلفظ واستعمال سے عموماً یہی پہلا مطلب مراد لیا جاتا ہے۔

۲۔ علامہ نوویؒ نے کہا کہ امانت سے مراد مکلف ہونے کی وہ استعداد و بنیاد ہے جو لوگوں کے دلوں میں ودیعت رکھی گئی۔

۳۔ علامہ عثمانیؒ نے فتح الملہم ۲/۲۳۲ میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک امانت سے مراد بنی آدم کے قلوب میں اتاری ہوئی "فطری صلاحیت" کا بیج ہے۔ جسکی وجہ سے انسان طاعات کے اپنانے اور معاصی سے اجتناب کیلئے مستعد ہوتا ہے۔ پھر اس بیج کی آبیاری کیلئے قرآن وسنت کی خوشگواری بارش و پھوار اتاری، جس سے ایمان کا پودا لگا بڑھا اور اعمال کی شاخیں نکلیں، اسلام کا ثمر آور اور سایہ دار تناور درخت بنا۔ اگر بیج نہ ہو تو درخت نہیں چنانچہ وارد ہے۔ "**لا ایمان لمن لا امانة له**" جب بیج امانت نہیں تو ایمان کہاں۔ اسی امانت کا ذکر قرآن کریم میں ہے "**انا عرضنا الامانة علی السمٰوات والارض والجبال**" (احزاب ۷۲) یہ تو امانت کی تحقیق وتفصیل ہے جو انتہائی تلخیص سے درج ہوئی۔ باقی حدیث باب میں امانت سے مراد عرفی امانت ہے، جو پہلے قول میں ذکر ہوئی، اس کا قرینہ آخر حدیث ہے کہ میں صرف فلاں فلاں دیانت دار سے خرید وفروخت کرتا ہوں، خیانت کے خوف سے ہر ایک سے معاملہ نہیں کرتا۔ **لا یکاد احد یؤدی الامانة...**" بالکل صریح ہے کہ امانت سے دیانتداری مراد ہے۔ باب کا عنوان بھی "**رفع الامانة**" ہے۔

ثم نزل القرآن ... :اس کا حاصل یہی ہے کہ پہلے امانت کی صورت میں قبول حق کی صلاحیت واستعداد ودیعت رکھی گئی پھر قرآن وسنت سے اسے پروان چڑھایا گیا۔ کمااشرنا قبل!

ینام الرجل النومة : اس سے مراد حقیقۃ نینداور سونا ہے کہ جب آدمی سوکر بیدار ہوگا تو امانت قبض ورخصت ہوچکی ہوگی۔ یا نومۃ غفلت سے کنایۃ ہے ۔کہ غفلت وعدم اھتمام کی وجہ سے امانت کم ہوتی جائیگی ،انسان جتنا گناہوں کا مرتکب اور غافل ہوگا اتنا اتنا امانت رخصت ہوتی رہے گی۔

فتقبض الامانة....ای بعضها یعنی تھوڑی تھوڑی امانت رخصت ہوتی رہے گی۔ترتیب ذکری سے یہی تدریج وتبعیض مفہوم ہورہی ہے۔**مثل الوَکْت**:ہلکا سانشان "**وهو الاثر اليسير كالنقطة فى الشئى**"**مثل اثر المجلّ** : چھالا "**وهو التنفط الذى يصير فى اليد فى العمل بفأس اونحوها، ويصير كالقبة فيه ماء قليل**" کدال وبیلچہ اور کلھاڑا چلانے کی وجہ سے ہاتھ میں ہونے والا چھالا جس میں کچھ پانی سا بھر جاتا ہے،اسے مجل کہتے ہیں،"**هو اثر محكم لايكديزول الابعدمدة**" ہتھیلی پہ پڑنے والا نشان جو دیر سے زائل ہو۔

فتراه منتبرا..... : جیسے چنگاری وانگارے کی وجہ سے آبلہ ہوجاتا ہے،جسم کا متاثرہ حصہ پھول جاتا ہے،منتبر اپھولا ہوا،ابھرا ہوا۔قال العینی : **الانتبار الارتفاع والانتفاخ،**

منبر کی وجہ تسمیہ:**سمّی المنبر منبر الارتفاعه** ،منبر کا نام منبر ہونے کی وجہ سے رکھا گیا۔یہ اسم آلہ کا صیغہ ہے **آلة النبور** ،بلند ہونے اور چڑھنے کا آلہ جیسے **مصعد آلة الصعود** (لفٹ)**ثم اخذ حصاة** :یعنی عملی تجربہ سے بات کومزید واضح کیا اور معقول کی محسوس مبصر سے وضاحت فرمائی۔

مثال کا حاصل: شارح بخاری علامہ عینیؒ نے اسکی تشریح یوں کی ہے کہ دل میں امانت موجود ہوتی ہے،پھر تھوڑی تھوڑی رخصت ہونا شروع ہوجاتی ہے،تو امانت کے ساتھ اسی کے بقدر نور امانت بھی زائل ہوتا ہے،اسکی جگہ ظلمت وتاریکی آجاتی ہے،جو قلیل ہونے کیوجہ سے وکت ونقطے کی مثل ہوتی ہے،یعنی ظلمت کا نشان ساپڑ جاتا ہے،پھر مزید امانت اور اسکی نورانیت رخصت ہوتی ہے،تو تاریکی کا وہ ہلکا سانشان بڑھ کر مجل جیسا بن جاتا ہے،پھر یہ ظلمت بڑھ کر آبلہ کی سی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ایک وقت تو وہ تھا کہ پورا قلب نور سے منور روشن تھا اب ایسے ہے جیسے جنگاری لڑھک کر گرگئی مضراثر چھوڑ گئی،جو ظاہرا تو خوب پھولا ہوا ہے حالانکہ اندر کچھ نہیں بالکل اسی طرح آدمی کی شہرت،تو آفاقی ہے جناب بڑے دیانتدار۔۔۔ہیں اندر سوائے خیانت وکھوٹ کے کچھ نہیں جیسے آبلے میں گندا پانی بھرا ہوا ہے۔اوپر سے تو "**ما اجلده ،ما اظرفه،مااعقله**" کے نعرے لگ رہے اندر خیانت کے انگارے ابل رہے ہیں۔معلوم شد کہ حاجی نیست!یعنی **ترى صورته صالحا وليس بباطنه شئ من الصلاح والامانة**

لئن كان مسلماليردّنّه علىّ دينه .... یہ عبارت ایک سوال کا جواب ہے،گویا کسی نے سوال کیا کہ خیانت تو دوراول میں کفار میں موجود تھی،باوجودیکہ مسلمانوں میں بدرجہ اتم امانت ودیانت تھی،مکمل دیانت تو نہ ہوئی انسانیت کے ایک گروہ کے اندر خیانت باقی رہی۔

جواب: اسی کا جواب دیا کہ ٹھیک ہے مکمل دیانت داری تو کامل مسلمانوں میں تھی،اور کافروں میں خیانت موجود تھی،لیکن برملا عملا کا

فر بھی خیانت نہ کرتے تھے اپنے والی کے خوف سے اگر خیانت کی تو معاملہ والی وقاضی تک پہنچے گا۔تو مؤمن ایمان وامانت کی وجہ سے حق ادا کرتا۔هذازمان الصحابةؓ فكانت قلوبهم متنوّرة بأنوار الايمان،وقلوب الكفار كانت متأثرة بآثارها ،فلم يكديخون منهم الاّ اقلّ قليل"(کوکب)

ليرُدّنه عليّ دينه: دینہ ترکیب میں مفعول لہ ہے،علی کا مجرور''ی''متکلم ہے،اسی طرح دوسرے جملے میں علی کا مجرور''ی''متکلم اور ساعیہ مفعول لہ۔البتہ واپس کردیتا مجھ پر اپنے دین کی وجہ سے۔۔۔اپنے والی سرداروذمہ داری کی وجہ سے كذافي فتح الملهم ۔دوسری ترکیب یہ ہے کہ علی کا مجرور دینہ اور ساعیہ بنائیں،اس صورت میں علی لام جارۃ تعلیلیہ کے معنیٰ میں ہوگا اب ترجمہ یوں ہوگا۔''البتہ وہ لوٹادیتا اپنے دین کی وجہ سے۔۔۔اپنے سرداروذمہ دار کی وجہ سے،دوسری ترکیب میں مجھ پر کا ترجمہ نہ ہوگا۔

كذافي نسخ الترمذي يتبايعون ...ابايع : دونوں کا معنیٰ خرید وفروخت ہے،بیعت خلافت نہیں کمازعم بعض ما اجلده: حاصله انهم يمدحون بكثرة الجلادة والظرافة والعقل، ولا يمدحون احدا بكثرة العلم النافع والعمل الصالح۔یہ فعل تعجب کا صیغہ ہے واہ کتنا بہادر ہے،کتنا ہوشیار ہے کتنا عقلمند ہے(روشن خیال ہے؟)

فامّا اليوم ...: اس سے اشارہ ہے انحطاط في الامانة کی طرف کہ اب تو روز بروز لوگ بدلتے دیکھتا ہوں،ہرایک سے معاملہ نہیں کرپاتا،سوائے ان چند کے جن پر اعتماد وبھروسہ ہے۔سیدنا حذیفہؓ کی وفات سیدنا عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد سنہ ۳۶ھ کے اوائل میں ہوئی،اسوقت تغیر حالات اور امانت۔داری میں کمی شروع ہوچکی تھی،کبار حضرات رحلت کرگئے،نئی پود ابھراور بڑھ رہی تھی،جس کے نتیجے میں حالات پلٹا کھارہے تھے،جس کا سیدنا حذیفہؓ نے ذکر فرمایا۔اب تو پندرہویں صدی کی بھی ایک تہائی تقریبا گذرنے کو ہے،اللهم احفظنا وارحم علينا وداومنا على الامانة والايمان وجنّبنا من العصيان والطغيان.

سوال: آغاز حدیث میں فرمایا میں ایک چیز دیکھ چکا ہوں،نزول امانت اور ادائے امانت دیکھ چکا ہوں،دوسری چیز رفع امانت کا انتظار ہے،ادھر آخر میں ہے کہ امانت کی کمی کی وجہ سے میں ہرایک سے خرید وفروخت کا معاملہ نہیں کرتا۔یعنی ابتداء میں انتظار رفع امانت کا ذکر ہے،آخر میں رفع امانت کے وقوع کا ذکر ہے فكيف التوفيق بينهما ؟ ولايصحّ الااحدهما۔

جواب: حاصل یہ ہے کہ دونوں کامحمل ومطلب جداجدا ہے،انتظار کا مطلب یہ ہے کہ رفع امانت کلی کا انتظار ہے آخر میں جس امانت کی کمی اور رفع کا ذکر ہے،اس سے مراد جزوی رفع امانت ہے یعنی رفع امانت جزوی کا ظہور ووقوع ہوا ہے،رفع امانت کلی کا انتظار ہے وبينهما فرق بيّن: چنانچہ چند لوگوں سے احتیاط کے ساتھ معاملہ کرنا دلیل ہے کہ مکمل رفع امانت نہیں ہوا۔واللہ اعلم،یہ مسلم ہے کہ اسوقت تک سب خائن نہ تھے بلکہ عادلین وآمنین کی بڑی جماعت موجود تھی۔

۱۶۔بابُ ماجاء لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ

تم ضرور پہلی امتوں کے وطیرۃ پر چلوگے کے بیان میں

۳۹۱۔حَدَّثَنَا سَعِيْدُبْنُ عبدِالرحمٰنِ المخزومِيُّ،حَدَّثَنَاسُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سِنَانِ بنِ أَبِي سِنَانٍ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا خَرَجَ إِلَى حُنَيْنٍ مَرَّ بِشَجَرَةٍ لِلْمُشْرِكِيْنَ يُقَالُ لَهَا ذَاتُ أَنْوَاطٍ يُعَلِّقُوْنَ عَلَيْهَا

أَسْلِحَتَهُمْ ، قَالُوا: يارسولَ اللّٰهِ اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : سُبْحَانَ اللّٰهِ ، هٰذَا كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَى اجْعَلْ لَنَا إِلٰهاً كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَرْكَبُنَّ سُنَّةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ .

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .

وأبو وَاقِدٍ اللَّيْثِيُّ اسمُه الحارثُ بنُ عَوْفٍ .وفي البابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ .

''سیدنا ابو واقد لیثیؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حنین کی طرف نکلے تو مشرکوں کے ایک درخت کے پاس سے گذرے جسے ''ذات انواط'' کہا جاتا تھا اور وہ اس پر اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی ''ذات انواط'' مقرر کردیجئے جیسا کہ ان کیلئے ذات انواط ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ! تمہاری یہ بات قوم موسیٰ کی طرح ہے انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا ہمارے لئے بھی معبود بنادیجئے جیسا کہ ان کیلئے چند معبود ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تم ضرور پہلی امتوں کے وطیرۃ پر چلو گے''

یہ حدیث صحیح ہے، ابو واقد لیثی کا نام حارث بن عوف ہے اس باب میں ابو سعید خدریؓ اور ابو اہریرہؓ سے روایات ہیں۔

تشریح : پہلے باب میں دین ودیانت اور امانت میں کمی کا ذکر تھا، اب ذکر ہے کہ آہستہ آہستہ پہلے لوگوں کے باطل طریقے پر چلنے لگو گے، یعنی ابتداء تو اعمال صالحۃ میں کمی آئیگی پھر اعمال سیءہ اور عقائد باطلہ پر منتھی ہوگی۔ آپؐ نے تنبیہ فرمائی اور ایسی فضول حرکات کا سد باب فرمایا جو بعد میں بدعت وشہوت اور بے دینی کا روپ دھارلیں۔ یہ بات مسلم ہے آدمی جتنا حق سے دور ہوگا باطل آتا جائیگا، جتنا سنت سے ہٹے گا بدعت جگہ پاتی جائے گی۔

لماخرج الی حنین .....: حنین یہ طائف کے راستے ذی المجاز کے قریب ایک وادی ہے، فتح مکہ کے بعد یہاں ''**ھوازن وثقیف**'' کے ساتھ دوبدو معرکہ ہوا قرآن کریم میں ہے ''**ویوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا** (توبہ ۲۵، نور الیقین ۲۲۱) **ذات انواط :** یہ نوط کی جمع ہے، باب نصر سے اسکا معنیٰ ہے لٹکانا، لٹکائی ہوئی چیزوں والا درخت، کوکب الدری کے حاشیہ میں ہے ''**کان الکفار ینوطون سلاحھم بسدرۃ، ویعکفون حولھا ....**'' کفار بیری کے درخت کے ساتھ اپنی تلواریں وغیرہ لٹکاتے اور اس کے پاس رکتے۔ اس سے ثابت ہوا ''ذات انواط'' بیری کا درخت تھا۔ مزید لکھا ہے ''**وکان یوم فرحھم وسرور ھم یاکلون ویشربون ثمہ ویلعبون ثم یرجعون**'' ان کی خوشی اور میلے کا دن ہوتا کھاتے پیتے گاتے کھیلتے پھر لوٹتے۔ ہمارے دور ودیار میں عرس پر یہ سب لفظ منطبق ہوتے ہیں، جس میں ان سے بھی بڑھ کر خرافات ہوتی ہیں، پھر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اسے عبادت اور نیکی گردانا جاتا ہے۔ خوب اشتہار وپرچار کیا جاتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ اس سب کے باوجود ہمارا (مزعومۃ) دعوی عشق مصطفیٰ اور حب اولیاء بھی متاثر نہیں ہوتا۔

اجعل لنا ذات انواط: سادہ لوح اور صفی القلب صحابہؓ نے دیکھا کہ اس میں فی الحال کسی شرک وکفر اور حرام کا ارتکاب نہیں (بالمآل بھلے جو شکل بھی اختیار کرجائے) کیونکہ وہ کوئی پوجا پاٹ نہ کرتے تھے، تو آپ ﷺ سے عرض کیا ہمارے لئے بھی کوئی مخصوص

درخت مقرر کر دیں، جس پر ہم تلواریں لٹکائیں، خوشی منائیں، مشرکوں کو چڑائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ پاک ومنزہ اور برتر واعلیٰ ذات باصفات اللہ تعالیٰ کی انتھائی پر تعجب سوال کیا تم نے۔ یہ تو فتح کے بعد تم نے ایسا سوال کیا جیسے نبی اسرائیل نے نجات کے بعد بت پرست قوم کو دیکھ کر پاک و برتر ذات کی بجائے محسوس ومبصر معبود کا شرکیہ سوال کیا۔ مقصود یہ تھا کہ یہ نامناسب سوال ہے ،لہو ولعب قبیح تر ہے۔

نکتہ: حضور اکرم ﷺ کے شفیقانہ ہمدردانہ اور موحدانہ انداز تفہیم پر قربان جایئے کہ قوم موسیٰ کے بے جا سوال کا حوالہ دیا لیکن شفقتہ ورأفتہ موسیٰ علیہ السلام جیسا (انکم قوم تجھلون) جواب نہیں دیا بلکہ سبحان اللہ فرمایا اور سمجھایا۔

لتر کبنّ سنن من کان قبلکم : تم اپنے سے پہلے باطل پرست پیش رؤں کی ریت پر چلو گے۔ بالفاظ دیگر اگر یوں کہیں کہ ان سے بھی ایک بالشت آگے بڑھو گے (تو ہمارے دور میں بے جانہ ہوگا) اغیار وکفار کی ایسی نقالی کہ شیطان بھی پناہ مانگے۔ یہی نقالی ہی ہماری علمی عملی اور معاشی بدحالی کا سبب اعظم ہے۔ آپ ﷺ نے صرف ایک درخت میں نقالی اور شباہت پر تنبیہ فرمائی۔ ہم ہیں کہ ہر چیز میں غیروں کی نقل میں پھولے نہیں سماتے۔

دیگر احادیث: اسی موضوع پر متعدد احادیث وارد ہیں بطور مثال ذکر ہے۔ ا۔ فرمایا: "لتتبعنّ سنن من قبلکم شبرا شبرا وذراعاذراعا ،حتی لودخلوا جحر ضب تبعتموهم ،قلنا یارسول الله!الیهود والنصاری ؟ قال : فمن ؟؟رواه البخاری ۲ .وفی روية "حتی لوان احدهم جامع امرأته فی الطریق لفعلتموه، قال المناوی اسناده صحیح .قال النووی : المراد به الموافقة فی المعاصی لافی الکفر ۔علامہ نوویؒ نے مقبول ومناسب مطلب بیان کیا ہے کہ اس سے مراد گناہوں میں برابری ہے، کفر میں نہیں۔ ورنہ پیچھے کیا بچتا؟؟؟ یہ بھی آپؐ کے معجزات باہرات میں سے ہے کہ جس کی خبر دی ہورہا ہے عرسوں اور مزاروں کی حالت دیکھ لیں، کلبوں اور بازاروں کی حالت دیکھ لیں کیسی کیسی حیاسوز اور دلسوز حرکات شنیعہ ہوتی ہیں اللہ کی پناہ۔

۱۷۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی کَلَامِ السِّبَاعِ

درندوں کا کلام کرنے کے بیان میں

۳۹۲۔ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ وَکِیْعٍ، حَدَّثَنَا أَبِی عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ الْفَضْلِ ،حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ الْعَبْدِیُّ عَنْ أَبِی سَعِیدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ : وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ لَاتَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُکَلِّمَ السِّبَاعُ الإِنْسَ،وَحَتّٰی یُکَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَةُ سَوْطِهِ وَشِرَاکُ نَعْلِهِ وَتُخْبِرُهُ فَخِذُهُ بِمَا أَحْدَثَ أَهْلُهُ بَعْدَهُ .

وفی البابِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ . وهٰذا حَدِیْثٌ حسنٌ صحیحٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِیْثِ الْقَاسِمِ بنِ الْفَضْلِ ،والقاسمُ بنُ الْفَضْلِ ثِقَةٌ مَأْمُوْنٌ عِنْدَ أَهْلِ الحدیثِ ،وَثَّقَهُ یَحْیَی بنُ سَعِیْدٍ القطان وعبدُالرحمٰنِ بنُ مَهْدِیٍّ .

"سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ درندے انسانوں سے گفتگو کریں، اور آدمی کے چابک کی ڈور اور اس کی جوتی کا تسمہ بھی بات کرے گا اور اسے کی ران اسے ان باتوں کی خبر دے گی جو اس کے بعد گھر والوں نے کی

ہوں گی'' اس باب میں، ابوہریرہؓ سے روایت ہے یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ہم اسکوصرف قاسم بن فضل کی راویت سے پہچانتے ہیں قاسم بن فضلؒ محدثین کے نزدیک ثقہ اور مامون ہیں یحیی بن سعید اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے ان کی توثیق کی ہے۔

تشریح: اس میں عجیب وغریب قرب قیامت ظاہر ہونے والی بعض علامات وخوارقات کا ذکر ہے کہ جانور بولنے لگیں، کوڑے کا پھندنا، جوتے کا تسمہ، بعض اعضا باتیں کریں گے، سب پول کھول دیں گے۔ روایت حقیقت پر محمول ہے، جسکا وقوع محال وناممکن نہیں اگر چہ تا حال وقوع ووجود نہیں ہوا، اگر چہ جدید ایجادات وآلات نے اسے فہم کے قریب تر اور ممکن کردیا ہے۔ کہ آدمی جتنی بھی دور سے دور ہو اپنے اھل وعیال اور کاروبار سے باخبر اور مسلسل رابطے میں رہ سکتا ہے۔

۱۸۔بَابُ ماجاءَ فی انْشِقَاقِ الْقَمَرِ

معجزہ شق قمر کے بیان میں

۳۹۳۔حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَيْلَانَ ،حَدَّثَنا أبوداؤُدَ عَن شُعْبَةَ عَنِ الأعمَشِ عَن مُجَاهِدٍ عَن ابنِ عُمَرَ قَالَ: انْفَلَقَ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اشْهَدُوْا .

وفی البابِ عَن ابنِ مسعودٍ وأنَسٍ وَجُبَيْرِ بنِ مُطْعِمٍ .وهذا حَدِيْثٌ حسنٌ صحيحٌ .

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دوٹکڑے ہوا۔آپ نے فرمایا دیکھو اور گواہ رہو'' اس باب میں ابن مسعود انس اور جبیر بن مطعم سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : اس باب میں چاند کے دوٹکڑے ہونے کا ذکر ہے۔ یہ بھی علامات قرب قیامت میں سے ہے

انفلق القمر علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم . آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند دوٹکڑے ہوا۔

ابونعیمؒ نے اس کی تمہید وسبب ذکر کیا ہے اگر چہ سند ضعیف ہے۔

قال ابن عباسؓ اجتمع المشرکون الی رسول الله صلی الله علیه وسلم، منهم الولید ابن المغیرة و ابو جهل ابن هشام والاسود ا بن عبد یغوث والاسود ابن المطلب بن اسد بن عبد العزی و زمعة ابن الا سود و النضر بن الحارث و نظرا أ هم کثیر، فقا لوا للنبی صلی الله علیه وسلم ان کنت صادقا فشق القمر لنا فرقتین نصفا علی ابی قبیس و نصفا علی قُعیقعاً ن ،فقال لهم رسول الله ان فعلتُ تؤ منو ا، قالو: نعما و کا نت لیلة بدر فسأ ل رسول الله صلی الله علیه وسلم الله عز وجل ان یعطیه ما سأ لوا فأ مسی القمر قد مثّل نصفا علی ابی قبیس ونصفا علی قُعیقعا ن و رسول الله ینادی با ابا سلمة بن عبد الأ سد والا رقم بن ابی الا رقم اشهدوا (ازتکملہ)۔ابن عباسؓ کہتے ہیں مشرکین مکہ ولید وغیرہ سب جمع ہوئے اور آپ ﷺ سے کہا اگر آپ سچے ہیں تو چاند کے ہمیں دوٹکڑے کر دکھائیں آدھا ابوقیس پہاڑ پر اور آدھا جبل قعیقعان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایسا کیا تو مان لوگے۔ کہا جی ہاں اتفاقاً چودھویں رات تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے مانگا بس چاند کے دوٹکڑے ہوئے ایک جبل ابوقیس پر اور دوسرا

جبل قعیقعان پر چلا گیا۔ تو آپ ﷺ نے پکارا کر فرمایا: اے ابوسلمہ اور ارقم کی اولاد گواہ رہو، گواہی دو۔ اتمام حجت کیلئے فرمایا۔ شقتین
. دو ٹکڑے نصف نصف۔

کوتاہ نظر اہل مکہ نے پھر بھی یہ کہا کہ ابن ابی کبشہ کی طرح ہم پر جادو کر دیا۔ سچ ہے **ختم الله علی قلوبهم و علی سمعهم ......**
چنانچہ دوسری حدیث میں ہے۔ "**انشقّ القمر علی عهد رسول الله حتی صار فرقتین علی هذا الجبل و علی هذا الجبل فقالوا سَحَرَنا محمدٌ صلی الله علیه وسلم فقال. بعضهم لئن کان سحرنا فما یستطیع ان یسحر الناس کلهم**" عہد نبوی میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے ایک اِس پہاڑ پر اور دوسرا اُس پہاڑ پر تو وہ کہنے لگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے (العیاذ باللہ) ہم پر جادو کیا ہے پھر ان میں سے بعض کہنے لگے کہ ہم پر جادو کیا ہے تو سب پر جادو نہیں کر سکتا۔ صحیح بخاری میں بھی اس کے قریب قریب قدرے وضاحت کے ساتھ الفاظ موجود ہیں۔

فائدہ !۱۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ چاند کے طلوع ہونے کے وقت کا ہے کہ ہلکی تاریکی میں پہاڑ کے پیچھے لوگوں نے اس کے دو حصے دیکھ لئے۔ **۲۔** ظاہر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ چاند غروب ہونے سے ذرا پہلے کا ہے کیونکہ لیلۃ البدر اور خوب روشن اور چمک دار کا ذکر ہے۔ چاند جب دو ٹکڑے ہوا تو درمیانی بلند جگہ حراء انہوں نے واضح دیکھ لی۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ حراء دو پہاڑوں کے درمیان بلند جگہ ہے تو حراء اور ابوقبیس و سویداء کے ذکر میں تعارض نہیں ابوقبیس اور سویداء کنارے اور حراء درمیان میں واقع ہے۔

فائدہ ! قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ شق القمر آپ ﷺ کے بڑے معجزات میں سے ہے متعدد صحابہ نے اسے روایت کیا ہے اور آیت قرآنی کا ظاہر اسی پر دال ہے، سیاق کلام میں مشرکین کی سرکشی کا ذکر وغیرہ بھی اسی کے مؤید ہیں۔ زجاجؒ کہتے ہیں کہ بعض مبتدعین و ملحدین نے معجزہ شق قمر کا انکار کیا ہے اور عقلی ڈھکوسلے پیش کئے ہیں کہ اجرام فلکیہ میں انصرام و انقسام ان کی طبعیت و ساخت کے خلاف ہے۔

ملاحدۃ کا سوال: اگر شق قمر ہوتا تو پھر دنیا بھی دیکھتی مکہ والوں کے ساتھ اس کی تخصیص کی وجہ کیا ہے؟

جواب! یہ سوال نقش برآب کی مانند ہے کہ یہ واقعہ رات کو پیش آیا جب لوگ دروازے بند کر کے اپنے لحافوں میں سو چکے اور آسمان کی طرف دیکھ نہ رہے تھے تو نہ دیکھنے والوں کا نہ دیکھنا کیسے معتبر ہوگا۔ پھر کئی دفعہ ایسا ہوا کہ سورج اور چاند گرھن کے واقعات ہوئے اور کتنے سارے لوگوں نے نہ دیکھا! کیا اس سے آپ چاند گرھن کی نفی کر سکتے ہیں آپ سے پوچھا جاتا ہے کہ جناب آپ رات کو کتنی بار اٹھ کر چاند کو دیکھتے ہیں کہ کس حال میں ہے؟ پھر اس کا وقوع چند لوگوں کے مطالبے پر تھا باقیوں کو تو خبر نہ تھی اور عالمی ذرائع ابلاغ سے تشہیر نہ کی گئی تھی۔ مزید براں کہ اختلاف افق کا بھی اعتبار ہے چنانچہ ایک جگہ چاند گرہن کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ساری دنیا میں چاند گرھن ہوا۔ یہ تو مدار و دوران اور قرب و بُعد کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ علم شئی دلیل ہے عدم علم کب دلیل ہوا آپ کو معلوم نہیں کہ قتل کی سزا پھانسی ہے تو آپ کا یہ نہ جاننا عدالت سے بری کرادے گا یا دگنی سزا کے مستحق ٹھہریں گے؟ نہ جاننے کی وجہ سے اعتراض نہ کریں بلکہ جاننے والوں سے پوچھ لیں۔ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (انبیاء ۷)

ابن کثیرؒ نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ دنیا والے جانتے تھے لیکن اپنے فساد باطنی اور کفر کی وجہ سے اس کو چھپا لیا اور لوگوں کو نہیں بتایا۔ کیونکہ یہ تو آپ ﷺ کی حقانیت کی روشن دلیل تھی اور انہیں یہ منظور نہیں تھا کفر آج تک سچ کو چھپاتا آ رہا ہے جب بھی یہود حق جانتے تھے مگر

نہ مانتے تھے ''الذین اٰتینھم الکتب یعرفونہ کما یعرفون ابنائھم''

شیخ الاسلام مفتی تقی عثمان نے یہ کہا ہے کہ درحقیقت وہ کوئی ذرائع ابلاغ کا زمانہ نہ تھا کہ جس میں آناً فاناً خبریں چاردانگ عالم میں پھیل اور پہنچ جاتیں پھر اس وقت اہل مکہ کا علم وعمل اور تہذیب وتمدن میں کوئی بڑا مقام نہ تھا بلکہ امی اونٹوں کے چرواہے تھے، جن کی کوئی شہرت نہ تھی صرف بیت اللہ کی وجہ سے بعض لوگ عرب کی حد تک ان کا احترام کرتے پھر جزیرۃ العرب کے مشرق میں واقع جزیرۂ ہند سے اوقات کا بھی تقریباً دو سے تین گھنٹے کا فرق ہے ھکذا فی الدیار کلھا. ہوسکتا ہے یہاں رات کا نصف ہو یا اس سے بھی اوپر اور لوگ محو نیند...... (اس لئے نہ جاننا بالکل قرین قیاس ہے) اس کے باوجود تاریخ کہتی ہے بعض ہندوؤں نے شق قمر کو دیکھا چنانچہ! تاریخ فرشتہ اردو ج ۲ ص ۴۸۸۔۴۸۹ گیارواں مقالہ فی بیان حکام ''ملیبار'' میں موجود ہے کہ قرن ثالث ہجری میں عرب مسلمانوں کا ایک تجارتی قافلہ جزیرۂ سرندیپ (سری لنکا) کی طرف روانہ ہوا۔ ہوا نے انہیں ہندوستان کے جنوب میں ملیبار کی طرف پھینک دیا وہ ''گدنکلور'' نامی شہر میں داخل ہوئے جس کا حاکم ''سامری'' نام کا آدمی تھا جو علم وعقل اور اچھے اخلاق سے متصف تھا اس نے ان مسافروں کا استقبال کیا اور آؤ بھگت کی: معاملہ بایں جا رسید کہ اس نے ان سے دین ومذہب کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے دین اسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی خبر دی اور معجزہ انشقاق قمر کا ذکر آیا تو حاکم دنگ ہوگیا اور اپنے ریکارڈ رجسٹر منگوائے جن میں اس کے باپ دادوں نے خاص خاص واقعات درج کرائے تھے۔ اور اپنے رجال کار (کارندوں) سے کہا ان میں شق قمر کا واقعہ تلاش کرو! بس محفل کا رنگ ہی بدل گیا مسلمان حیران حاکم سرگراں اور شق قمر کے واقعہ کی تلاش میں ورق گردانی ہوئی حتی کہ رات میں چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا واقعہ مل گیا۔ سو حاکم اسلام لایا اور اس ریاست ملیبار کے حکام میں سے یہ ''سامری'' پہلا اسلام قبول کرنے والا حاکم تھا۔ اسی طرح ابن کثیرؒ نے بھی البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۷۷ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ اس لئے اس سے انکار کی گنجائش نہیں۔ شق قمر برحق اور سچ ہے۔

۱۹ـ بَابُ مَاجَاءَ فِي الْخَسْفِ

دھنس جانے کے بیان میں

٣٩٤ـ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ، حَدَّثَنَا عبدُالرحمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، عَنْ حُذَيْفَةَ بنِ أُسَيْدٍ قَالَ: أَشْرَفَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ غُرْفَةٍ وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ السَّاعَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَاتَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَرَوْا عَشْرَ آيَاتٍ: طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَيَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَالدَّابَّةُ وَثَلَاثَةُ خُسُوفٍ: خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدَنٍ تَسُوقُ النَّاسَ أَوْ تَحْشُرُ النَّاسَ فَتَبِيتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوا، وَتَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوا.

حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ نَحْوَهُ، وَزَادَ فِيهِ: وَالدُّخَانُ.

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أبوالأحْوَصِ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ نَحْوَ حديثِ وَكِيعٍ عَنْ سُفْيَانَ.

حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أبوداوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ شُعْبَةَ وَالْمَسْعُودِيِّ، سَمِعَا من فرات القَزَّازِ

نَحْوَ حدیثِ عبدِالرحمٰنِ عَن سُفْیَانَ عَن فُرَاتٍ وَزَادَ فِیهِ :الدَّجَّالَ أَوُالدُّخَانَ .

حَدَّثَنَا أبومُوسَی مُحَمَّدُ بنُ المُثَنَّی ،حَدَّثَنَا أبو النُّعْمَانِ الحَکَمُ بنُ عبدِاللّٰهِ العِجْلِیُّ عَنْ شُعْبَةَ عَن فُرَاتٍ نَحْوَ حَدِیْثِ أبی داوٗد عَنْ شُعْبَةَ وَزَادَ فِیهِ: وَالْعَاشِرَةُ إمَّا رِیْحٌ تَطْرَحُهُمْ فِی البَحْرِ وَإمَّا نُزُوْلُ عِیْسَی ابنِ مَرْیَمَ .

وفی البَابِ عنْ عَلِیٍّ وَأبِیْ هُرَیْرَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ وَصَفِیَّةَ بنت حیی .وَهٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صحیحٌ .

''سیدنا حذیفہ بن اسیدؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر بالا خانہ سے جھانکا اس حال میں کہ ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے، آپ نے فرمایا قیامت اسوقت قائم نہ ہوگی یہاں تک تم دس نشانیاں دیکھ لوگے سورج کا مغرب سے نکلنا یاجوج ماجوج۔ دابۃ الارض اور تین بار دھنس جانا ایک خسف مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں اور آگ جو عدن کے گڑھے سے نکل کر لوگوں کو ہانکے گی یا فرمایا لوگوں کو جمع کرے گی۔ اور وہ رات گذارے گی جہاں وہ رات گذاریں گے۔ اور قیلولہ کریگی جہاں وہ قیلولہ کریں گے''

حدیث سابق کی مثل البتہ اس میں دخان کی زیادتی ہے۔ حدیث سابق کی مثل اس میں دجال یا دخان کو زیادہ کیا۔

ابوداؤد کی حدیث کی مثل اس میں اتنا زیادہ ہے کہ دسویں نشانی ہوا ہے۔ جو لوگوں کو سمندر میں ڈال دے گی یا نزول عیسے بن مریم ہے۔

۳۹۵۔حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بنُ غَیْلَانَ، حَدَّثَنَا أبُوْ نُعَیْمٍ ،حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَن سَلَمَةَ بنِ کُهَیْلٍ عَن أبِی إدْرِیْسَ المُرْهِبِیِّ عَنْ مُسْلِمِ بنِ صَفْوَانَ عَنْ صَفِیَّةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَایَنْتَهِی النَّاسُ عَنْ غَزْوِ هٰذَا البَیْتِ حَتّٰی یَغْزُوَجَیْشٌ حَتّٰی إذَا کَانُوا بِالْبَیْدَاءِ أوْ بِبَیْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِأوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ ،وَلَمْ یَنْجُ أوْسَطُهُمْ .قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَنْ کَرِهَ مِنْهُمْ؟قَالَ:یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ عَلَی مَافِی أنْفُسِهِمْ . هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

''سیدہ صفیہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اس گھر یعنی بیت اللہ کی جنگ سے باز نہیں آئیں گے۔ یہانتک ایک لشکر چڑہائی کرے گا یہانتک کہ جب وہ مقام ''بیداء'' زمین کے ایک صاف اور چٹیل میدان میں ہوں گے تو پہلے اور پچھلے سب دھنسادیے جائینگے اور درمیان والے بھی نجات نہ پائیں گے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ جو شخص ان میں سے اس جنگ کو برا جانتا ہوگا اسکا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالی انہیں انکی نیتوں پر اٹھائیگا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳۹۶۔حَدَّثَنَا أبُوکُرَیْبٍ ،أخبرنا صَیْفِی بنُ رِبْعِیٍّ عَن عبدالله بنِ عُمَرَ ،عَنْ عُبَیْدِاللّٰهِ بنِ عُمَرَ ،عَن القَاسِمِ بنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : یَکُوْنُ فِی آخِرِهٰذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ،قَالَتْ :قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ أنَهْلَكُ وَفِیْنَا الصَّالِحُوْنَ ؟ قَالَ : نَعَمْ إذَا ظَهَرَ الْخُبْثُ . هذا حدیثٌ غَرِیْبٌ من حدیثِ عَائِشَةَ لَانَعْرِفُهُ إلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَعَبْدُاللّٰهِ بنُ عُمَرَ تَکَلَّمَ فِیْهِ یَحْیَی بنُ سَعِیْدٍ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ .

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کے آخر میں زمین میں دھنس

جانا، صورت بدل جانا، پتھروں کی بارش سے ہلاک کرنا ہوگا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ، ہم ہلاک کئے جائیں گے اس حال میں کہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں گے، آپ نے فرمایا ہاں جب خباثت غالب ہوگی"

یہ حدیث عائشہ کی روایت سے غریب ہے، ہم اسکو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں راوی، عبداللہ بن عمر کے حفظ کے بارے میں یحییٰ بن سعید نے کلام کیا ہے۔

تشریح : عن حذیفة بن اَسید الغفاری : ان کی کنیت ابو سریحة بروزن عجیبة ہے، صحابی اور شرکا حدیبیہ میں سے ہیں، بیعت الرضوان میں بھی شریک ہوئے اور بیعت کی۔ پھر کوفہ میں قیام پذیر ہوگئے تھے، سنہ ۴۲ھ میں وفات پائی، سیدنا زید بن ارقمؓ نے نماز جنازہ پڑھائی (اصابہ ۱/۳۰۶) یہ حدیث مبارکہ ترمذی شریف کے علاوہ مسلم کتاب الفتن ، ابو داؤد فی الملاحم ، ابن ماجه فی الفتن میں آئی ہے، اشرف علینا وفی روایة لمسلم اطّلع ہم پر جھانکا بالا خانہ سے۔

دس نشانیوں کی ترتیب : حدیث باب میں علامات بلا ترتیب ہیں، جیسے مختلف طرق سے فرق ترتیب واضح ہے، مغرب سے طلوع الشمس کا ذکر پہلے ہے، حالانکہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا قیامت کی صبح کو ہوگا اور وہ دنیا کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔ یاجوج ماجوج کا خروج وغیرہ علامات وقوعا اس سے پہلے ہوں گی۔ بعض روایات میں سب سے پہلے خروج دجال کا ذکر ہے، ابوداو میں یہی ہے، مسلم شریف میں پہلے دخان کا ذکر ہے،۔۔۔ ترتیب کے متعلق اقوال مختلف ہیں۔ علامہ بیہقیؒ نے حلیمیؒ سے یہ ترتیب نقل کی ہے "اوّل الآیات ظهور الدجال ، ثم نزول عیسی ، المفهم میں یہ ترتیب مذکور ہے۔ خسف بالمشرق، خسف بالمغرب، خسف فی جزیرة العرب، الدخان، الدّجال، نزول عیسی، دابة الارض، یأجوج وماجوج، طلوع الشمس من مفربها، نارتخرج من قعر عدن ترحل الناس . (۲۳۹/۷)

اختلاف ترتیب میں تطبیق : روایات مختلف ہیں کہ پہلی علامت دجال ہے، مغرب سے طلوع الشمس ہے، دابة الارض ہے یا خروج نار؟؟ حافظ ابن حجرؒ نے عمدہ تطبیق ذکر کی ہے، ہر ایک کیلئے مختلف اعتبار سے اوّلیت کو ثابت کیا ہے۔ مثلاً حدیث باب میں پہلے مغرب سے طلوع الشمس کا ذکر ہے، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ حقیقۃً بالکل سب سے پہلی نشانی یہ ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آسمان پر ظہور پذیر ہونے والی علامات وتغیرات میں سب سے پہلی علامت مغرب سے سورج طلوع ہونا ہے۔ اس طرح اولیت بھی ثابت ہے، منافات وتعارض بھی نہیں۔ دجال کے پہلے ظہور کا مطلب یہ ہے کہ زمین پر لوگوں میں بڑی تبدیلی لانے والی سب سے پہلی علامت خروج دجال ہے۔ خروج نار کے پہلے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آمد قیامت کی اطلاع دینے والی پہلی نشانی آگ ہے، دابة الارض کے پہلے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مؤمن وکافر کے مابین امتیاز کرنے والی پہلی علامت دابة الارض ہے جو لوگوں سے بات کریگا۔ اس طرح اضافی اور اعتباری اولیت سے تطبیق ہوجاتی ہے "وهذا جمع حسن" علامات عشر کی ترتیب المفہم کی طرح بذل ۵/۱۱۰ میں بھی مذکور ہے۔ اس بحث میں جامع تر اور شافی ترین کلام حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کا ہے، فرمایا: قلت : والا قرب فی مثله التوقف والتفويض الی عالمه تعالی . راقم نے تحقیقی مزاج اور اختصاری طبیعت ہر دو کا لحاظ کرتے ہوئے اس ایک بحث کیلئے

پندرہ سے زائد کتب بیک وقت سامنے رکھ کر تفصیل ونتیجہ تحریر کردیا ہے "وللناس فیما یعشقون مذاهب"
افادۃ یہ بھی ساتھ درج کررہا ہوں کہ علامات قیامت کے پڑھنے کے ساتھ اس کے تذکرے اور تیاری کی طرف بھی دھیان رہے، تاکہ فکر آخرت ہر آن رہے، تازہ نور ایمان رہے، غفلت وسہو کی بجائے بیدار ہر انسان رہے، ہرا بھرا شجر اسلام رہے، روبترقی ایقان رہے، خائب شیطان رہے، اطاعت بالا رکان رہے، امید وبیم کا محور جنان رہے، ہر فرد امت ذکر اللہ سے رطب اللسان رہے۔ اتباع نبی آخر الزمان رہے، مقصود رضاء رب رحمٰن رہے۔ اب ترتیب وار علامات کا ذکر ہے۔
سورج کا طلوع: سورج چاند اللہ تعالیٰ کی آیات بینات اور مظاہر قدرت میں سے ہیں، دن رات کا فرق، چمک تپش، دن رات کا گھٹنا بڑھنا اور بدلنا، موسمی تغیرات واثرات ۔۔۔ سبب کے طور پر کئی چیزیں ان سے وابستہ ہیں، زمین وآسمان کی طرح یہ بھی مکمل مطیع ہیں، سرمو بھی غفلت ومخالفت نہیں کرتے، ارشاد ربانی بزبان قرآنی ہے "والشمس تجری لمستقرّ لها..... والقمر قدّر ناه منازل.... (یس ۳۸، ۳۹) اگلے باب کی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ سورج غروب کے بعد بارگاہ ایزدی میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہوتا ہے (کما امر الله لها) پھر طلوع کی اجازت طلب کرتا ہے، اجازت ملنے پر اپنے محور ومدار سے مشرق میں آتا ہے، پھر طلوع ہوتا ہے۔ گویا کہ چیونٹی کی مثل زبان حال سے کہتا ہے: انّنی نِعم المثل، باجتهادی فی العمل، لستُ اَرضی بالکسل۔ مشرق سے طلوع مظاہر قدرت میں سے ہے اور مغرب سے طلوع علامات قیامت میں سے ہے۔
سورج کا مغرب سے طلوع: مغرب سے طلوع کے متعلق متعدد احادیث وارد ہیں کہ اس دن غروب کے بعد مشرق کی سمت نہیں جائیگا بلکہ "قطب" کی طرف گھوم کر "نقطہ مغرب" پر آجائیگا، پھر صبح مغرب ہی سے طلوع ہوگا۔ غرغرہ اور نزع کے وقت اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد یہ دو حالتیں ہیں جنکے ظہور ومشاہدے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔
مغرب سے طلوع کے بعد توبہ کی عدم قبولیت کی وجہ: علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ نزع کے وقت عالم غیب وآخرت کے انکشاف اور مغرب سے طلوع کے وقت عالم علوی کے تغیر ومشاہدے کی وجہ سے (توبہ اختیاری) ایمان بالغیب نہ رہا اس لئے قبول نہیں
یاجوج وماجوج: اس کا تفصیلی ذکر آگے باب نمبر ۲۱ میں آرہا ہے۔
والدابّۃ: دابّۃ کا لفظی ولغوی معنیٰ "کل مایدبّ علی الارض" ہر وہ چیز جو زمین پر چلے، بھلے رینگ کر یا قدموں پر، چنانچہ قرآن میں ہے "ومامن دابّة فی الارض الاعلی الله رزقها" (ھود ۶) پھر عرفاً اس کا استعمال چوپایوں کے لئے ہونے لگا ہے۔ یہاں مذکور "دابّة" سے مراد وہ ہے جسے سورۃ النمل میں ذکر کیا گیا ہے "واذاوقع القول علیهم ،اخرجنالهم دابّة من الارض، تکلّمهم" (النمل ۸۲)
دابة الارض کی ھیئت: جو چوپایہ علامات قیامت میں سے ہے وہ ایک عجیب الخلقت، طویل القامۃ اور کئی اعتبار واحوال سے منفرد ہوگا تاریخ وتفسیر اور حدیث کی کتابوں میں بہت کچھ ملتا ہے بالخصوص "سفارینی" کی "البحور الذاخرة"۔ اگرچہ اس میں زیادہ طویل کلام وکتابت سے کوئی خاص علمی وعملی یا تحقیقی فائدہ نہیں، صرف چند چیزیں سپرد قلم ہیں تاکہ بات ادھوری نہ رہے، زیر تحریر عبارات تفسیر ابن کثیر، روح المعانی، کشاف، خازن کوکب الدرّی کی ہیں جو تقطیع وتلخیص کے ساتھ درج ہیں۔

''هـذه الـدابّة تخرج فی آخرالزمان عندفساد الناس و ترکهم اوامرالله ،وتبدیلهم الدین الحق ،حین یترک الامربالمعروف والنهی عن المنکر،وهذاظاهران خروج الدابة حین لایبقی فی الارض خیر''.

''هـی دابّة تـخرج من جبل الصفا،عن النبیؐ سئل: من این تخرج الدابّة ؟ فقال : من اعظم المساجد حرمة الله ای المسجد الحرام تخرج دابّة الارض من اجیاد''

''انّ طـولهـا سـتون ذراعـا ،لایـد رکهاطالب (آخذ)، ولایفوتهاهارب ،لهاوجه کا لانسان ومنقار کا لـطیـر ،رأسهـا رأس ثـور،وعیـنها عین خنزیر ،وأذنها أذن فیل، وقرنها قرن ابل ، وعنقها عنق نعامة، وصدرها صـدر أسـد، ولـونهالون نمر، وخاصر تهاخاصرة هرّة، وذنبهاذنب کبش، وقوائمهاقوائم بعیر،صوتها صوت حـمـار، تتـکـلّـم بـلسـان عربّی مبین، ذات وبروزغب ،وفی بعض الروایات لهاجناحین ....' انّ خلقها لیس بـطـریـق التـوالـد (المعتاد) بل هوبطریق التولّد نحوخلق الحشرات،فیکون فی اِخراجهامن الارض رمز الی مایکون فی الساعة،تشقّق الارض، وخروج الناس من جو فها احیاء کا ملة،

''فـی احدیٰ یدیهابعصاموسیٰ ،وفی الاخریٰ خاتم سلیمان ، فلایبقی مؤمن الّا نکتت فی وجهه بعصا موسیٰ نکتة بیضاء ،فتفشوتلک النکتة حتی یبیّض لها وجهه کا لکوکب الدری ،ولایبقی کا فرالا نکتت فی وجهـه نـکتة سـوداء بـخـاتم سلیمان، فتغشوتلک النکتة حتیٰ یسوّد بهاوجهه ،ثم تقول لهم الدابّة : یافلان اَبشر انت من اهل الجنة،ویافلان :انت من اهل النار ،فتقول .''انّ الناس کانوابآیاتنالایوقنون''

تسـتقبل الغرب فتصرخ صرخة تنفذه ،ثم تستقبل المشرق ،ثم الشام ،ثم الیمن، ان عبارات سے واضح ہوگیا کب نکلے گا، کہاں سے نکلے گا، کیسے نکلے گا، قدوقامت کیا ہوگی، کیا پاس ہوگا مؤمن وکافر میں کیسے امتیاز کریگا، کیا کہے گا، کہاں کہاں جائیگا۔ یہ نہیں مل سکا کہ کب تک رہیگا؟ آخر میں یہ بھی ملاحظہ ہو۔''وفـی البـحـر، انّهم اختلفو، فی ماهیتها، وشکلها، ومـحـلّ خـروجهـا، وعـددخروجها،ومقدارمایخرج منها ،ماتفعل بالناس ....اختلافا مضطربا معارضا بعضه بـعـضـا،فـأطـرحـنـا ذکـره لانّ نقله تسوید للورق بمالا یصح وتضییع زمان نقله ،انتھی آگے علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں ''وهٰذا کلام حقّ وانا انّما نقلت بعض ذلک دفعا لشهوة من یحبّ الاطلاع علی شیء من اخبارها صدقا کان او کذبا'' (بلفظه روح المعانی) راقم نے بھی خوب احتیاط کی کوشش کی ہے، مثل علامہ آلوسی مکمل احتراز نہ ہوسکا، تاکہ قارئین نقص بحث کا گلہ نہ کریں، تمام عبارات بلفظہ مذکورہ بالا کتب کی ہیں، صرف ترتیب مختلف ہے۔

ثلاثة خسوف: تین بار مشرق، مغرب، جزیرۂ عرب میں دھنسنا ہوگا۔

خسوف ثلاثہ کا وقوع ہو چکا یا ہوگا؟ علامہ شاہ رفیع الدینؒ اپنے رسالے ''اشـراط السـاعة '' میں لکھتے ہیں کہ ان کا وقوع سیدنا عیسیٰؑ کے نزول و وفات کے بعد قرب قیامت ہوگا۔ صاحب ''اشاعت'' اس کی طرف مائل ہوئے ہیں کہ یہ تینوں خسوف واقع ہوچکیں، ا۔ سنہ ۲۰۸ھ مغرب میں خسف ہوئی، جس میں تیرہ بستیاں دھنس گئیں ۲۔ سنہ ۳۴۶ھ میں صوبہ ''رے'' کی ایک سو پچاس

بستیاں دھنس گئیں۔۳۔شعبان سنہ ۸۳۴ھ میں غرناطہ کے کئی مکانات دھنس گئے، اس لئے ان کا وقوع ہو چکا، جبکہ متبادر الی الفہم یہ ہے کہ ان کا وقوع ہونا ہے، ورنہ سنہ ۲۰۸ھ کے واقعہ کو قرب قیامت اور علامت قیا کیسے ثابت کریں گے۔(کوکب)

نار تخرج من قعر عدن: عدن یہ یمن میں واقع مشہور شہر ہے۔

سوال: دوسری حدیث میں ہے اس آگ کا ظہور وخروج "حجاز" سے ہوگا یہاں یمن کے عدن کا ذکر ہے، **فکیف التوفیق بینھما ؟**

جواب: ا۔شراح ومحدثین کہتے ہیں دراصل آگ ایک ہی ہے کیفیت کے فرق سے دو مقامات سے خروج کا ذکر ہے، آغاز وابتداء عدن سے ہوگی، جیسے حدیث باب میں ہے، مکمل ظہور وشیوع حجاز سے ہوگا۔جیسے دوسری حدیث میں واقع ہے قرطبی۔۲۔قاضی عیاضؒ نے کہا ہے کہ آگ دو ہوسکتی ہیں، ایک عدن کی کھائی وگہرائی اور گڑھے سے نکلے گی، دوسری "حجاز" سے **وھذا یمکن ایضا!** (**المفھم**) **تحشر الناس : وفی روایۃ المسلم "تسوق الناس الی المحشر"** لوگوں کو جمع کریگی مسلم شریف میں تو مقام ومحل کی تصریح ہے کہ میدان حشر کی طرف اکٹھا کریگی۔

وتقیل معھم .....: **مضارع ازباب ضرب، مصدر قیلولۃ**، دوپہر کا آرام۔وہ آگ ہانکتی رہے گی پھر نوم وآرام کیلئے رات کی مہلت دے گی، اسی طرح دن میں بھی۔**اللھم سلّمنا ویسّر لنا واحفظنا من اھوالھا**۔

ملا علی قاریؒ کا قول: شارح مشکوۃ صاحب التوفیق والطاعات ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حدیث مبارک میں حجاز سے جس آگ کا ذکر ہے، اس کا ظہور ہو چکا ہے۔ہاں آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے "اھل مدینہ" کی حفاظت فرمائی۔اس آگ کے ظہور کا آغاز ۳ جمادی الثانی، بروز جمعہ سنہ ۶۵۶ھ میں ہوا، ۵۲ دن بعد ۲۷ رجب کو تھی، یہ عظیم آگ ایک بڑے شہر کی مانند شعلہ زن تھی، جس پہاڑ پر پہنچتی اسے راکھ وخاک کر دیتی، پگھلا دیتی، سمندری موجوں کی طرح جوش مارتی، یوں لگتا تھا کہ اس کے اندر سے سرخ ندی نکلتی ہے، اس کی چمک سے حرم نبوی، تمام گھر اور جنگلات روشن ہو گئے تھے، ان دنوں آفتاب ومہتاب کی روشنی مدھم سی پڑ گئی تھی، بعض اھل مکہ نے اسکی روشنی اور چمک یمامہ وبصرۃ تک دیکھی، پتھروں کو جلا دیتی تھی، پیڑوں کو گزند نہ پہنچاتی، ایک ایسی چٹان اور بڑا پتھر اسکی زد میں آیا جو آدھا حرم سے باہر اور نصف حرم میں تھا، اس نے آدھے کو جلا دیا دوسرے آدھے تک پہنچ کر ٹھنڈی ہو گئی۔۔۔۔۔۔سب اھل "مدینہ" ننگے سر حرم میں جمع ہوئے، آہ وبکا اور عجز ودعاء شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رخ شمال کی سمت کر دیا، مدینۃ الرسول کو بچا لیا اس کے ایک سال بعد درندہ صفت تاتاریوں کا فتنہ بپا ہوا، اس سال اور بھی کئی واقعات عجیبہ رونما ہوئے۔

الدخان: علامات قیامت میں سے ایک دھواں ہے، قرآن کریم میں ہے "**فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین**" (دخان ۱۰) سو انتظار کیجئے اس دن کا کہ آسمان خوب دھواں لائیگا۔حدیث پاک میں ہے "**سئل عنه وما الدخان ؟ یا رسول اللہ فقرأ ھذہ الآیۃ، وقال یملأ بین المشرق والمغرب، ویمکث اربعین یوما، فالمؤمن یصیر کالزکام، والکافر کالسکران**" دھویں کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو مذکورہ آیت تلاوت فرما کر تشریح فرمائی جس میں کمیت وکیفیت اور مدت واثر سب واضح فرما دیا۔اس کی تعیین میں دو قول ہیں۔

قول اوّل: سیدنا حذیفہؓ اور دیگر متعدد صحابہ وعلماء کا قول یہ ہے کہ یہ دھواں قرب قیامت ظاہر ہوگا۔

قول ثانی :سیدنا ابن مسعودؓ اور کئی حضرات صحابہ وعلماء کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ کیفیت ہے جو قحط وخشک سالی کے دوران اھل مکہ،قبیلہ مضر وغیرہ کو آپؐ کے زمانے میں پیش آئی۔وارد ہے "**انّ قریشا لما استعصت علی النبیؐ : دعا علیهم بسنین کسنی یوسف، فاصابهم قحط و جهد (جدب) حتی جعل الرجل ینظر الی السماء ،فیری بینه وبینها کهیئة الدخان من الجهد ،حتی اکلو العظام ،وفی روایة فکانوں یاکلون الجلودو والجیف**" سیدنا ابن مسعودؓ کی رائے یہی ہے کہ آیت وروایت میں مذکور دخان کا مصداق وہ کیفیت ہے، جو اھل مکہ اور دیگر کفار کو پیش آئی۔

استدلال:سیدنا ابن مسعودؓ نے آیت کریمہ "**ربّنا اکشف عنّا العذاب انّا مؤمنون ،انّا کاشفو العذاب قلیلا انکم عائدون**" **دخان ١٢ ،١٥** ، سے استدلال کیا ہے کہ اگر دخان سے مراد قرب قیامت والا دھواں ہو تو پھر اس کے ہٹانے کیا سوال ؟ قال فیکشف عذاب الآ خرۃ ؟ انہوں نے فرمایا کیا آخرت کا عذاب ہٹایا جائیگا۔جواب : صاحب المفہم نے خوب جواب دیا ہے ،**وهذا لادلیل فیه علی نفی ماقاله ذلک القائل ،لان حدیث ابی سعید انّما دلّ علی انّ ذلک الدخان یکون من اشراط الساعة قبل ان تکون القیامة ،فیجوز انکشافه کما تنکشف فتن الدجال ،ویاجوج وماجود ،وامّا الذی لاینکشف، فعذاب الکافر بعد الموت ،فلامعارضة بین الآیة والحدیث ،والشأن فی صحّة الحدیث**

"موصوفؒ نے سیدنا ابن مسعودؓ کے استدلال کا جواب دیا کہ عذاب تو یقیناً آنے کے بعد نہ ہٹایا جائیگا ،علامات قیامت تو آکر منتقل اور ختم ہوتی رہیں گی چنانچہ کئی علامات ظاہر ہونے کے بعد ختم ہو جائیں گی ،دجال یا جوج ماجوج ،نتیجہ یہ ہوا کہ قیامت سے پہلے رونما ہونے والی نشانیاں تو ہٹ جائیں گی ،قیامت قائم ہونے کے بعد آنے والا عذاب کبھی نہ ٹلے گا اس لئے آیت وروایت میں کوئی تعارض نہیں ،قول اول راجح ہے ،اسی مناسبت سے اشراط الساعۃ میں اس کا شمار وذکر ہے۔الدجال :اس کا ذکر آگے مستقل باب ۴۶ میں آرہا ہے۔نزول عیسیٰ بن مریم :اس کا ذکر بھی آگے مستقل باب ۴۵ میں آرہا ہے۔**قدتمّ ذکر اشراط العشر!**

عن صفیةؓ قالت :اس جیسی روایت مع تشریح ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ سے باب نمبر نو میں گذر چکی ہے۔ **حتی اذا کانو بالبیداء** : **البیداء : الارض الملساء لاشی فیها ،وفی الصحاح: البیداء المفازة ،والجمع بید** ،اس سے مراد چٹیل میدان وصحراء ہے ،جس میں کچھ پھول پھل نہ ہوں ،اس کی جمع "بید" آتی ہے۔اس کی تعیین میں اختلاف ہے ،ابوجعفر الباقرؒ نے تو اس کا مصداق "بیداء مدینہ" کو قرار دیا ہے ،جوذوالحلیفۃ کے قریب ہے ،**قال الابّیؒ : الاظهر فی هذاالخسف انّه لم یقع** ،اس عبارت سے معلوم ہوا تا حال یہ واقعہ پیش نہیں آیا ،بلکہ قرب قیامت دور مہدی میں رونما ہوگا۔

عن عائشةؓ قالت :دھنسنا ،شکلیں مسخ ہونا اور بگڑنا ،پتھروں کی بارش ،سنگباری ،اس وقت ہونگی جب سیئات وفاحشات کی کثرت و شیوع اور عدم اجابت ورجوع ہوگا۔

اذا ظهر الخبث : ای الفجور ،اوالزنا۔خبث سے مراد زنا فرمائی ہے ،یا بعض نے زنا سے تفسیر کی ہے ،ظاہر یہ ہے کہ اس سے عقائد واعمال کا مطلقا بگاڑ اور معاصی مراد ہیں۔جب فسق وفجور کی کثرت ہوگی تو یہ وبال وبلائیں اتریں گی۔

ابھی بوقت تحریر فون پر ایک عزیز نے بتایا کہ ١٨ جمادی الاولیٰ سنہ ١٤٢٩ھ ٢٥ مئی سنہ ٢٠٠٨ ہفتہ ملتان وبہاولپور اور پنجاب کے بعض دیگر

علاقوں میں شدید سیاہ آندھی آئی کہ بعض گھروں کی چھتیں اڑ گئیں، دیواریں گر گئیں دیگر کئی نقصان ہوئے، آٹھ اکتوبر دو ہزار پانچ کے زلزے کے زخم بھی ابھی مندمل نہیں ہوئے، ضلع شیخوپورہ میں واقع ایک قصبہ نارنگ منڈی ہے، وہاں چند سال قبل یہ واقعہ پیش آیا کہ آندھی نما ایسی آفت آئی کہ گھروں کی پکی کنکریٹ چھتیں اڑا لے گئی، حیران کن بات یہ ہے کہ ایک ہی علاقہ ومحلہ (مسلم پارک) میں روڈ کے ایک طرف تباہی مچ گئی، دوسری طرف بالکل پرامن، راقم نے نارنگ منڈی کے بعض باسیوں سے آج سے دس سال قبل ملاقات کی، انہوں نے بتایا کہ ایک وقت میں سو سے زائد جنازے اٹھے۔ آندھی اتنی شدید تھی کہ ٹریکٹر اور تھریشر مشین جیسی وزنی چیزیں تنکوں کی طرح اڑ کر درختوں پر لٹکی اور اٹکی ہوئی تھیں۔

۲۰۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي طُلُوْعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا

مغرب سے سورج طلوع ہونے کے بیان میں

۳۹۷۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ وَالنَّبِيُّ ﷺ جَالِسٌ فَقَالَ: يَا أَبَاذَرٍّ أَتَدْرِي أَيْنَ تَذْهَبُ هٰذِهِ؟ قَالَ: قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّهَا تَذْهَبُ لِتَسْتَاذِنَ فِي السُّجُودِ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَكَأَنَّهَا قَدْ قِيلَ لَهَا اطْلُعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا. قَالَ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَذٰلِكَ مُسْتَقَرٌّ لَهَا﴾ وَقَالَ: ذٰلِكَ قِرَاءَةُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ وَحُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي مُوسَى وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

"سیدنا ابوذرؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں مسجد میں اسوقت داخل ہوا جب سورج ڈوب چکا تھا اور نبی ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا اے ابوذرؓ جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے ابوذرؓ کہتے ہیں، میں نے کہا اللہ اور اسکا رسول خوب جانتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ سجدہ کی اجازت لینے جاتا ہے چنانچہ اسے سجدہ کی اجازت دی جاتی ہے۔ اور گویا اس سے ایک وقت کہا جائیگا کہ تو جہاں سے آیا ہے وہیں سے نکل، پس وہ مغرب سے نکلے گا پھر آپ نے پڑھا ذلک "مستقر لھا"۔ یہ اس کا ٹھکانہ ہے"

ابوذر کہتے ہیں اور یہ ابن مسعودؓ کی قرائت ہے اس باب میں صفوان بن عسال، حذیفہ بن اسید انس اور ابوموسیٰ سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس پر تفصیلی کلام باب سابق میں ابھی گذرا ہے۔

۲۱۔ باب مَاجَاءَ فِي خُرُوْجِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ

یاجوج اور ماجوج کے نکلنے کے بیان میں

۳۹۸۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ [وأبوبكر بن نافع] وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عيينة، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ حَبِيبَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ: اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ نَوْمٍ مُحْمَرًّا وَجْهُهُ وَهُوَ يَقُولُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، يُرَدِّدُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَيْلٌ

لِلْعَرَبِ،مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ،فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهِ وَعَقَدَ عَشْراً،قَالَتْ زَيْنَبُ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ؟ قَالَ: نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخُبْثُ.

قَالَ أَبُوعِيْسَى:هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .وقد جَوَّدَ سُفْيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثَ .هكذا روى الْحُمَيْدِيُّ وعلى بن المدينى و غير واحد من الحفاظ عَن سفيان بن عيينة نحو هذا، وقَالَ الحميدى قَالَ سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ: حَفِظْتُ مِنَ الزُّهْرِيِّ فِي هٰذَا الإِسْنَادِ أَرْبَعَ نِسْوَةٍ : زَيْنَبَ بنت أَبِي سَلَمَةَ،عَن حَبِيْبَةَ وَهُمَا رَبِيْبَتَا النَّبِيِّ ﷺ عَن أُمِّ حَبِيْبَةَ،عَن زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ زَوْجَي النَّبِيِّ ﷺ .وَهٰكذارَوَى مَعْمَرٌ وَغَيْرُهُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيْهِ عَنْ حَبِيْبَةَ وقد روى بعض اصحاب ابن عيينة هذا الحديث عَن ابن عيينة ولم يذكروا فيه عَن أم حبيبة

''سیدہ زینبؓ بنت جحش کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور آپ کا چہرہ سُرخ تھا اور فرمار ہے تھے۔ لا الہ الا اللہ اس کو آپ نے تین بار فرمایا۔ ھلاکت ہے عرب کیلئے اس آفت و برائی پر جو قریب آ چکی۔ آج کے دن یا جوج ماجوج کا اتنا اتنا سوراخ کھل گیا ہے یہ کہہ کر آپ نے دس کا عدد بنایا یعنی انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو ملا کر بتایا اتنا سوراخ نکل گیا ہے، حضرت زینبؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا ہم میں نیک اور صالح بندے بھی ہوں گے ان کے ہوتے ہوئے بھی ہم ہلاک ہو جائیں گے آپ نے فرمایا ہاں جب خباثت بڑھ جائے گی'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
سفیان نے اس حدیث میں عمدگی پیدا کی ہے (چار عورتیں سند میں ذکر کیں) حمیدی سفیان بن عیینہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے زہری سے اس اسناد میں چار عورتوں کو یاد رکھا۔ ۱،۲۔ زینب بنت ابی سلمہ۔ اور حبیبہ، یہ دونوں نبی ﷺ کی لے پالک ہیں۔ ۳،۴۔ ام حبیبہ اور زینب بنت جحش یہ دونوں نبی ﷺ کی ازواج میں سے ہیں۔ معمر نے اس حدیث کو زہری سے نقل کیا۔ اور حبیبہ کا واسطہ ذکر نہیں کیا۔

تشریح : ویل للعرب من شرّ قد اقترب : ان شرور وفتن کی تعیین میں پہلا قول یہ ہے کہ اس سے ''قتل عثمانؓ'' مراد ہے ، کیونکہ اس کے بعد مسلسل شورشیں اور اختلاف وفتن پھوٹ پڑے۔ دوسرا قول تا تاریوں کے فتنے کا ہے (تکملہ) المفہم میں ہے ،''واوّل ذلک قتل عثمان ۔۔۔۔قتل عثمان سے مراد قرب وابتداء ہے، قد اقترب کے لفظ سے اسی طرف اشارہ ہے۔
عرب کی تخصیص کی وجوہات :۱۔ عرب دین اسلام کے اولین مخاطبین ہیں، اس لئے ان کا ذکر کیا۔ ۲۔ ان پر آپ ؐ کے قرب وشفقت کی وجہ سے مخاطب کیا۔ ۳۔ قتل واختلافات کا پہلے پہل عرب شکار ہوئے ،اس لئے انہیں مخاطب کیا۔ دور حاضر میں بھی امت مسلمہ کی دیگر اقوام وممالک کی طرح عرب بطور خاص کفر کے معاشی ، سیاسی ، حربوں اور ہتھکنڈوں کا شکار ہیں، چنانچہ شاہ فیصل مرحوم کا قتل عراق کی شومی قسمت ، دیگر عرب ریاستوں پر غیر معمولی مخفی قبضہ وغیرہ کفر کے بدترین اقدامات وغیرہم ہیں، اللهم ارحم عليهم وعلينا وانصرامة حبيبكؐ

یاجوج و ماجوج : یہ دونوں لفظ ہمزہ کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں اور ہمزہ کے بغیر بھی، ہمزے کے ساتھ ہوں تو یہ ''اجیج النار'' سے مشتق ہیں۔ اس کا معنیٰ آگ کی روشنی اور حرارت ہے، انکی کثرت وشدت کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ

''أجاج'' سے مشتق ہیں، بہت کڑوا اور کھاری پانی، تو وجہ تسمیہ انکی درشتی اور تنگ مزاجی ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں عجمی نام ہیں مادہ اشتقاق اور وجہ تسمیہ کے بیان کی ضرورت ہی نہیں۔

ان کا نسب: هما قبیلتان من ولد یافث بن نوح، والصحیح انهم من بنی آدم،.... یہ یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں، صحیح یہی ہے کہ یہ اولاد آدم میں سے ہیں، بعض کا جو یہ کہنا ہے کہ یہ حواء کی نسل میں سے نہیں بے اصل ہے (تکملہ)

سد یأجوج کے کھلنے کی تحقیق: امام ترمذیؒ نے اسی جلد ثانی ابواب التفسیر کے اندر سورۃ الکہف کی تفسیر کے آخر میں سیدنا ابوہریرہؓ کی حدیث ذکر کی ہے، کہ روزانہ قوم کے لوگ دیوار کو کھودتے اور تراشتے ہیں، یہاں تک کہ جب پھٹنے کے قریب ہوتی ہے تو ان کے سربراہان کہتے ہیں واپس چلو کل اسے توڑ دینا، پھر اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے بھی مضبوط لوٹا دیتے ہیں، اسی طرح ہوتا رہے گا جب ان کے نکلنے کی مدت قریب ہوگی تو اس دن لوٹتے وقت کہیں گے کل اسے توڑیں گے ان شاء اللہ، پھر دیوار جہاں چھوڑ کر جائیں گے وہیں رہے گی، اگلے دن آ کر اسے توڑ لیں گے اور لوگوں کی طرف نکل پڑیں گے۔ جبکہ حدیث باب میں ہے ایک حلقے کے برابر کھل چکی۔

سوال: فما استطاعوا ان یظهروه وما استطاعوا له نقبا (کهف ۹۷) وہ اس دیوار کے پھاندنے کی قوت رکھتے ہیں نہ اس میں نقب کی ہمت۔ قرآن کریم کی تصریح سے معلوم ہوا اس میں جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے سوراخ و نقب نہ کر سکیں گے۔ حدیث باب کی تشریح سے مفہوم ہوا کہ ایک ''حلقے'' کے برابر کھل چکی، حدیث ابوہریرہؓ سے پتہ چلا روز کھودتے ہیں؟۔

جواب: پہلا جواب تو یہ ہے کہ حدیث سے مراد قلیل سا حلقہ ہے، آیت سے مراد اتنی نقب اور شگاف ہے جس سے خروج ممکن ہو، اس طرح تطبیق ہو جاتی ہے کہ وہ کوشش میں لگے ہیں، کچھ توقع تو ہو گئی ہے، لیکن مکمل چھٹکارہ نہیں، پھر باقی دیوار کما سبق لوٹا دی جاتی ہے، وہ حلقہ صغیرہ باقی رہتا ہے۔ یہ جواب حدیث پاک کو حقیقت پر محمول کرنے کی تقدیر پر ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث باب سے مراد یہ ہے کہ آپؐ نے خواب میں سد یأجوج کو دیکھا پھر اس میں ایک حلقہ کے برابر سوراخ دیکھا، اس حلقہ کی تعبیر فتنوں کے قریب ہونے سے فرمائی۔

ان کا خروج و فساد: تفاسیر و شروحات میں مرقوم ہے کہ بتصریح بالا حضرت عیسیٰ کے دور میں ان کا خروج ہوگا، انہار مشرقیہ اور بحیرۃ طبریہ کا پورا پانی پی جائیں گے۔ مردار کھائیں گے، فساد پھیلائیں گے حتیٰ کہ آسمان کی طرف تیراندازی کریں گے، اللہ تعالیٰ ان تیروں کو خون آلود لوٹائیں گے، ان کا پہلا لشکر شام ہوگا تو پچھلا خراسان میں، حرمین شریفین کو اللہ تعالیٰ ان سے محفوظ فرمائیں گے، جتنی مہلت ہوگی رہیں گے کرۂ ارض پر عجیب طوفان بدتمیزی اور درندگی کا دور دورا ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ ان کی گردن میں ایک پھوڑا مثل نغف پیدا کریں گے جس سے یہ سب ھلاک ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ لمبی گردنوں والے پرندے بھیجیں گے، جو انہیں اٹھا کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہیں گے پھینک دیں گے پھر بارش ہوگی جس سے زمین صاف ہوگی، مسلمان عیسیٰ کے ساتھ سکھ کا سانس لیں گے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کریں گے۔

سد یأجوج کہاں ہے؟ قرآن و حدیث اور تفسیر و تاریخ سے اتنی بات تو معلوم ہوتی ہے کہ غالباً یہ قوم دنیا کے شمال مشرق میں ہے، کیونکہ ذوالقرنین اپنے مشرقی سفر کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے، اس کے متعلق ہم صرف علامہ آلوسیؒ کے قول پر اکتفاء کرتے

ہیں۔"هما بموضع من الارض ،لانعلمه ،و كم فيها من ارض مجهولة ،ولعله قد حال بيننا وبين ذلك الموضع مياه عظيمة" (كهف ۹۳)

سوال: باقی رہا یہ سوال جو بعض بزعم خود محققین نے اٹھایا ہے کہ اگر ان کا کوئی وجود ہوتا تو ہم سے پوشیدہ نہ ہوتا، حالانکہ جدید ایجادات و آلات اور ترقی پذیر دور ہے؟ جواب: روح المعانی میں اس کا تسلی بخش جواب موجود ہے کہ عدم علم عدم شئی کی دلیل نہیں یہ عقلاء کے ہاں مسلم ہے، چنانچہ تجرباتی طور بھی یہ بات آفتاب نیم روز کی طرح معلوم ہے، آج سے تھوڑی مدت پہلے کئی چیزوں کا علم تو کجا احساس تک نہ تھا جو آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، حتی کہ چند صدی پہلے براعظم امریکہ کی کوئی خبر نہ تھی آج جسکے جبر کی انتہاء نہیں، یہ تو واسکوڈے گاما نے سنہ ۱۴۰۰ء میں سیاحت کے سفر میں براعظم امریکہ میں قدم جار کھا۔ اس لئے یہ ممکن بلکہ حتماً محقق ہے کہ یہ دونوں قومیں موجود ہیں، ہاں ہم اپنے ناقص آلات وخیالات، محدود قدرت اور نارسا عقل کی وجہ سے انہیں معلوم نہ کر پائیں، تو ہمیں اپنی بے بسی پر ماتم کرنا چاہئے نہ یہ کہ مسلم حقیقت وحق پر اعتراض؟ قرآن وحدیث نے جو بیان فرمایا شرعاً وعقلاً برحق ہے، سچ ہے۔ كما بيننا وحققنا!

۲۲۔بَابٌ فِي صِفَةِ المَارِقَةِ

خارجیوں کی صفات کے بیان میں

۳۹۹۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ العَلَاءِ ،حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِاللهِ بنِ مسعودٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهِمْ يَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ البَرِيَّةِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ.

قَالَ أبو عيسى:وَفِي البَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي سَعِيْدٍ وَأَبِي ذَرٍّ.وهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

وَقَدْ رُوِيَ فِي غَيْرِ هٰذَا الحَدِيْثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حَيْثُ وَصَفَ هٰؤُلَاءِ القَوْمِ الَّذِيْنَ يَقْرَأُوْنَ القُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهِمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔إِنَّمَا هُمُ الْخَوَارِجُ الحَرُوْرِيَّةُ،وَغَيْرُهُمْ مِنَ الْخَوَارِجِ .

"سیدنا عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخر زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی کم عمر ناقص العقل قرآن پڑھیں گے لیکن وہ انکے نرخروں سے نیچے نہیں اترے گا۔ بہتر لوگوں جیسی بات چیت کریں گے۔ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے" اس باب میں علی ابوسعید اور ابوذر سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے

دوسری حدیثوں میں ان لوگوں کی مزید یہ بھی صفت بیان کی گئی ہے۔ کہ یہ قرآن پڑھیں گے اور وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ ان لوگوں سے حروری خارجی اور دیگر خارجی مراد ہیں۔

تشریح : يخرج في آخر الزمان : دور خلافت کا آخر مراد ہے، چنانچہ خلیفہ راشد رابع سیدنا علیؓ کے دور خلافت کے آخر میں

خارجیوں کا ظہور ہوا۔ احداث الاسنان چند نو عمر لونڈے اور کم عمر نوجوان، جو حقیقت کو سمجھنے کی بجائے الجھنے میں تیز ہوں، کم عقل تراقیھم ترقوۃ کی جمع ہے بمعنی حلق۔ قرآن پڑھیں گے لیکن قبول کریں گے نہ عمل پیرا ہونگے۔ یمرقون عن الدین ای الطاعۃ :اطاعت امیر سے مثل تیر کے بہت دور ہوں گے۔

انما ھم الخوارج الحروریہ : اسلام میں پہلا مبتدع فاسق فرقہ خارجیوں کا ہے، حضرت علیؓ کے دور میں یہ ظاہر ہوئے ،اطاعت امیر سے خروج کی وجہ سے انہیں خارجی کہا جاتا ہے۔ پھر ان کے بیس گروہ ہیں جو کئی مختلف نظریات کو ہوا دیتے اور اپناتے تھے ،مثلاً حضرت علی وعثمان کی تکفیر، شرکاء جنگ جمل کی تکفیر، کبائر کے مرتکبین کی تکفیر، غیر منصف جائر امام وامیر کی بغاوت کا وجوب وغیرہ کئی انوکھے عقیدے اور مسئلے گھڑے اور اھل السنۃ والجماعۃ سے منحرف ہوئے۔ یہ تو ان کے فعل وعمل کی وجہ سے نام پڑا دوسرا نام کوفہ کے قریب واقع مقام حروراء میں رہنے کی وجہ سے حروریہ ہوا ان کا حکم ابواب القدر کے آغاز میں گذر چکا ہے۔

ناقۃ اللہ پر حملہ آور ہونے والے قدار بن سالف شقی کی مثل ایک شقی عبدالرحمٰن بن ملجم انہیں میں سے تھا جس نے اسد اللہ پر حملہ کیا۔

۲۳۔ بابُ الأثرۃِ وما جاء فیہ

جانبداری اور کسی کو ترجیح دینے کے بیان میں

۴۰۰۔ حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَیْلَانَ ،حَدَّثَنَا أبوداؤدَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ قَتَادَۃَ ،حَدَّثَنَا أنَسُ بنُ مَالِكٍ عَنْ أُسَیْدِ بنِ حُضَیْرٍ :أَنَّ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اسْتَعْمَلْتَ فُلَاناً وَلَمْ تَسْتَعْمِلْنِی فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :إِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِی أَثَرَۃً فاصبِرُوا حتّی تلقَوْنِی عَلَی الْحَوْضِ. وَھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

''انصار میں سے ایک نے کہا یارسول اللہ آپ نے فلاں شخص کو حاکم بنایا اور مجھے نہیں بنایا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم عنقریب میرے بعد جانبداری اور ترجیح دینے کو دیکھو گے، تو صبر کرنا یہانتک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملو'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۴۰۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ ،حَدَّثَنَا یَحْیَی بنُ سَعِیدٍ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ زَیْدِ بنِ وَھْبٍ عَنْ عَبدِاللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:إِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِی أَثَرَۃً وَأُمُوراً تُنْکِرُوْنَھَا .قَالُوْا فَمَا تَأْمُرُنَا ،قَالَ: أَدُّوْا إِلَیْھِمْ حَقَّھُمْ وَاسْأَلُوا اللّٰہَ الَّذِی لَکُمْ. ھٰذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا عبداللہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا تم عنقریب میرے بعد جانبداری اور ترجیح اور ایسے امور دیکھو گے جو تمہیں اچھے معلوم نہ ہوں گے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ تو آپ ہمیں کیا حکم کرتے ہیں، آپ نے فرمایا'' انکا حق ادا کرتے رہو اور اللہ سے اپنا حق مانگتے رہو'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : استعملت ای جعلتہ عاملا ،آپؐ نے اسے عامل بنایا۔ اثرۃ ترجیح دینا حاصل کلام یہ ہے کہ سائل کو آپؐ نے جواب دینے کی بجائے صبر دلایا کہ دیکھو میں نے تو بلاوجہ ترجیح نہیں دی بلکہ درست فیصلہ کیا اور اھل کو عامل بنایا، پھر شرعی اصول ہے عہدہ کے طالب کو عہدہ نہیں دیا جاتا، تو آپ کو نہ دینا بالکل بجا و روا ہے۔ صبر کرو آگے چل کر بعض بے قاعدگیاں اور غیر معقول ترجیحات

دیکھو گے تو صبر کا دامن نہ چھوڑنا، یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھے آملو اور میں تمھارے سب دکھوں کا مداوا کردوں۔ (کوکب)

٢٤۔بابُ ما أخبرَ النَّبِيُّ ﷺ أصحَابَهُ بما هو كائنٌ الى يومِ القِيَامَةِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کو قیامت تک پیش آمدہ واقعات کی اجمالی خبر دینے کے بیان میں

٤٠٢۔حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بنُ مُوسَى القَزَّازُ البَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ زَيْدِ بنِ حدعان القرشي عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوماً صلوةَ العَصْرِ بِنَهَارٍ ثُمَّ قَامَ خَطِيباً فَلَمْ يَدَعْ شَيئاً يَكُونُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا أَخبَرَنَا بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ، وَكَانَ فِيمَا قَالَ: إِنَّ الدُّنيَا خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَخلِفُكُمْ فِيهَا فَنَاظِرٌ كَيفَ تَعْمَلُونَ، أَلَا فَاتَّقُوا الدُّنيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ، وَكَانَ فِيمَا قَالَ: أَلَا لَا تَمْنَعَنَّ رَجُلاً هَيبَةُ النَّاسِ أَنْ يَقُولَ بِحَقٍّ إِذَا عَلِمَهُ. قَالَ فَبَكَى أَبُو سَعِيدٍ فَقَالَ: قَدْ وَاللَّهِ رَأَيْنَا أَشْيَاءَ فَهِبْنَا وَكَانَ فِيمَا قَالَ: أَلَا إِنَّهُ يُنْصَبُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ القِيَامَةِ بِقَدْرِ غَدْرَتِهِ وَلَا غَدْرَةَ أَعْظَمُ مِنْ غَدْرَةِ إِمَامِ عَامَّةٍ يُرْكَزُ لِوَاؤُهُ عِنْدَ اِسْتِهِ، وَكَانَ فِيمَا حَفِظْنَا يَوْمَئِذٍ: أَلَا إِنَّ بَنِي آدَمَ خُلِقُوا عَلَى طَبَقَاتٍ شَتَّى، فَمِنْهُمْ مَنْ يُولَدُ مُؤمِناً وَيَحْيَى مُؤمِناً وَيَمُوتُ مُؤمِناً، وَمِنْهُمْ مَنْ يُولَدُ كَافِراً وَيَحْيَى كَافِراً وَيَمُوتُ كَافِراً، وَمِنْهُمْ مَنْ يُولَدُ مُؤمِناً وَيَحْيَى مُؤمِناً وَيَمُوتُ كَافِراً، وَمِنْهُمْ مَنْ يُولَدُ كَافِراً وَيَحْيَى كَافِراً وَيَمُوتُ مُؤمِناً،

أَلَا وَإِنَّ مِنْهُمْ بَطِيءَ الغَضَبِ سَرِيعَ الفَيءِ، وَمِنْهُمْ سَرِيعَ الغَضَبِ سَرِيعَ الفَيءِ، فَتِلْكَ بِتِلْكَ، أَلَا وَإِنَّ مِنْهُمْ سَرِيعَ الغَضَبِ بَطِيءَ الفَيءِ، أَلَا وَخَيرُهُمْ بَطِيءُ الغَضَبِ سَرِيعُ الفَيءِ، وَشَرُّهُمْ سَرِيعُ الغَضَبِ بَطِيءُ الفَيءِ، أَلَا وَإِنَّ مِنْهُمْ حَسَنَ القَضَاءِ حَسَنَ الطَّلَبِ، وَمِنْهُمْ سَيِّءَ القَضَاءِ حَسَنَ الطَّلَبِ، وَمِنْهُمْ حَسَنَ القَضَاءِ سَيِّءَ الطَّلَبِ، فَتِلْكَ بِتِلْكَ، أَلَا وَإِنَّ مِنْهُمْ سَيِّءَ القَضَاءِ سَيِّءَ الطَّلَبِ، أَلَا وَخَيرُهُمُ الحَسَنُ القَضَاءِ الحَسَنُ الطَّلَبِ، أَلَا وَشَرُّهُمْ سَيِّءُ القَضَاءِ سَيِّءُ الطَّلَبِ، أَلَا وَإِنَّ الغَضَبَ جَمْرَةٌ فِي قَلْبِ ابنِ آدَمَ، أَمَا رَأَيْتُمْ إِلَى حُمْرَةِ عَيْنَيهِ وَانْتِفَاخِ أَوْدَاجِهِ، فَمَنْ أَحَسَّ بِشَيءٍ مِنْ ذَلِكَ فَلْيَلْصَقْ بِالأَرْضِ، قَالَ: وَجَعَلْنَا نَلْتَفِتُ إِلَى الشَّمْسِ هَلْ بَقِيَ مِنْهَا شَيءٌ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَلَا إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنيَا فِيمَا مَضَى مِنْهَا إِلَّا كَمَا بَقِيَ مِنْ يَوْمِكُمْ هَذَا فِيمَا مَضَى مِنْهُ.

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. قَالَ أبوعيسَى: وفي الباب عَنِ المُغِيرَةِ بنِ شُعْبَةَ وأبي زيد بن أخطب وحذيفة وأبي مريم ذَكَرُوا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَدَّثَهُمْ بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ.

"سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ نے کھڑے دن ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے۔ اور قیامت تک جو کچھ ہونیوالا ہے اس کی ہمیں (اجمالی) خبر دی اور ایک بات بھی نہیں چھوڑی، جس نے انہیں یاد رکھا یاد رکھا اور جو بھول گیا، بھول گیا آپ نے جو کچھ فرمایا اس میں یہ بھی ہے دنیا سرسبز میٹھی ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس میں اپنا خلیفہ بنایا ہے اب وہ دیکھتا ہے کہ تم اس میں کیسے عمل کرتے ہو، خبردار دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو خبردار، کسی آدمی کو لوگوں کی ہیبت حق بات کہنے سے نہ روکے جب اسے حق معلوم ہو جائے، یہ کہہ کر

ابو سعیدؓ روئے اور فرمایا ہم نے اللہ کی قسم کئی باتیں ایسی دیکھیں مگر ہم انکے خلاف کہنے سے ڈر گئے اور جو کچھ آپؐ نے فرمایا اس میں یہ بھی تھا آگاہ ہو جاؤ ہر بیوفا غدار کے لئے قیامت کے دن اس کی بیوفائی کے اندازہ کے مطابق جھنڈا نصب کیا جائیگا اور کوئی بیوفائی اور غداری امام کی عام بغاوت سے بڑی نہیں اسکا جھنڈا اس کی دبر کے پاس گاڑا جائیگا اور جو کچھ اس دن ہم نے یاد رکھا اس میں یہ بھی تھا کہ لوگ مختلف طبقوں پر پیدا کئے گئے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں جو مومن پیدا ہوئے مومن زندہ رہے اور مومن ہی مریں گے اور بعض ایسے جو کافر پیدا ہوئے کافر زندہ رہے اور کافر ہی مرے، بعض ایسے ہیں جو مومن پیدا ہوئے مومن ہی زندہ رہے مگر کافر ہو کر مرے، بعض وہ ہیں جو کافر پیدا ہوئے کافر زندہ رہے اور مؤمن مرے،

آگاہ ہو جاؤ کہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہیں دیر میں غصہ آتا ہے اور جلدی ہی اتر جاتا ہے بعض ایسے ہیں جنہیں جلدی غصہ آتا ہے اور جلدی اتر جاتا ہے، تو یہ برابر ہو گیا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ انہیں جلد غصہ آجاتا ہے، مگر دیر میں جاتا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ان میں اچھے وہ ہیں جنہیں دیر میں غصہ آئے اور جلدی اتر جائے اور سب سے بُرے وہ ہیں جنہیں جلدی غصہ آجائے اور دیر میں جائے آگاہ ہو جاؤ کہ ان میں بعض ایسے ہیں جو ادا کرنے میں بھی اچھے ہیں مانگنے میں اچھے ہیں یہ برابر سرابر ہوگا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ بعض ایسے ہیں جو ادا کرنے میں برے اور مانگنے میں بُرے ہیں آگاہ ہو جاؤ کہ ان میں سب سے بُرا وہ ہے جو ادا کرنے میں بھی بُرا ہے اور مانگنے میں بھی، آگاہ ہو جاؤ غصہ انسان کے دل میں چنگاری ہے کیا تم نے اسکی آنکھوں کی سُرخی اور گردن کی رگیں پھولی ہوئی نہیں دیکھیں، لہذا جو تھوڑا سا غصہ بھی محسوس کرے اسے زمین سے مل جانا چاہئے۔ ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں ہم سورج کی طرف دیکھنے لگے کہ باقی ہے یا غروب ہو گیا ہے، آپ نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ دنیا کا باقی حصہ دنیا کے گذرے ہوئے حصہ کے مقابلہ میں اتنا ہی ہے جتنا تمہارے آج کے دن کا باقی حصہ دن کے گذرے ہوئے حصہ کے مقابلہ میں ہے"

یہ حدیث حسن ہے، اس باب میں مغیرۃ بن شعبہ، ابوزید بن اخطب، حذیفہ، اور ابو مریم سے روایات ہیں، یہ سب بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے ہم کو قیامت تک پیش آنے والے واقعات کی (اجمالی) خبر دی۔

تشریح : یہ طویل حدیث ہے جو آپ ﷺ نے مجلس واحدۃ میں سنائی اور سمجھائی، اچھائی برائی سب واضح فرمائی۔ **صلوۃ العصر بنهار**: آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی کہ دن خاصا باقی تھا، نہار سے اندازہ ہوا کہ اس دن عصر جلدی پڑھائی، اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عام معمول تاخیر سے پڑھانے کا تھا کما عندنا۔

فلم یدع شیئا ..... :**سوال**: اس جملے کی تقریر میں بعض نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ عصر تا مغرب قلیل مختصر وقت میں آپ ﷺ نے قیامت تک کے طویل و مفصل حالات و علامات کیسے بیان فرمائے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل آپؐ نے اجمالی طور پر تا قیامت نمودار و بپا ہونے والے فتنوں اور علامات کو بیان فرمایا اور ظاہر

ہے اجمال کا بیان قلیل وقت میں بھی بسہولت ہوسکتا ہے چنانچہ حاشیہ میں ہے ''بل المراد الجنس مثل اخبار الفتن''

الدنیا خضرۃ حلوۃ : بین السطور وجہ تشبیہ کی توضیح موجود ہے کہ جس طرح سبزی وشادابی لہلاتی من کو بھاتی ہے دنیا کا بھی یہی حال ہے، پھر اس میں یہ اشارہ بھی ضرور ہے کہ جس طرح ہریالی بہت جلد ختم ہوجاتی ہے اس طرح ایک دن یہ دنیا بھی نیست ونابود اور کالعدم ہوجائے گی۔ حلوۃ کا مفہوم بھی واضح ہے کہ نرم ونازک دل کو بھانے والی شیریں لیکن یہ یاد رہے کہ زیادہ میٹھا بھی مضر صحت ہے تو دنیا میں زیادہ مستغرق ہونا بھی عقیدۃ وعمل کیلئے نقصان دہ ہے، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا ملفوظ ہے ''ترک دنیا جہالت ہے اور غرق دنیا ضلالت ہے'' آگے ارشاد ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے بطور امتحان وآزمائش یہ سب کچھ دیا اور سابقین کا خلیفہ بنایا ہے کہ تم کیا گل کھلاتے ہو، لشکر طالوت کے بعض کی طرح ٹوٹ پڑتے ہو یا احتیاط واطاعت میں گھونٹ گھونٹ پیتے ہو؟

واتقوا النساء: دنیا کی طرح عورتوں کے کید ومکر اور بہکاوے سے بچو کہ ضعیف العزم اور سریع المکر ہونے کی وجہ سے تمہیں پھسلا نہ دیں، بعض نے دوسرا معنیٰ بھی ذکر کیا ہے کہ مطلب ہے تم عورتوں کی حق تلفی سے بچو، یہ مطلب سیاق وسباق سے بعید ہے، قول اول راجح ہے کہ ان کے فتنے سے بچے۔

الا لا تمنعنّ رجلا ھیبۃ الناس: یہ واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے، ھیبۃ فاعل مؤخر ہے، یہ عزیمت کا بیان ہے کہ اظہار حق میں کسی کا خوف ودبدبہ اور ملامت ومزاحمت نہ ہو بلکہ ڈنکے کی چوٹ برملا کہہ دیا جائے، جبکہ اس سے کم درجہ دل سے برا جاننا پہلے باب دس ۱۰ میں گذر چکا ہے چنانچہ سیدنا ابوسعید خدریؓ کا اظہار افسوس نفس امر کے ترک پر نہیں بلکہ ترک عزیمت پر ہے کہ اعلیٰ درجہ اظہار سے اتر کر ''فلیغیر ہ بقلبہ'' پر آگئے۔

آگے خلیفۃ المسلمین اور امیر کی مکمل اطاعت واعانت کا حکم ہے کہ بے جا عذر وغدر کی صورت میں انجام بد ہوگا اس لئے دھوکہ دہی اور فریب کاری سے ابھی پرہیز کرو ورنہ کھلے عام رسوائی ہوگی جہاں پھر شنوائی نہ ہوگی، جتنا بڑا غدار اتنا بڑا علمبردار! ہاں لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق کا پاس رہے۔

وانتفاخ او داجہ: یہ ودج کی جمع ہے گردن کی رگیں، انسان چونکہ عناصر اربعہ آگ، پانی، مٹی ہوا سے پیدا شدہ اور پروردہ ہے، اس لئے آگ کی بھڑک، پانی کی روانی وشہوت رانی، مٹی کی خیانت، ہوا کی بڑائی اس میں موجود ہے، انہیں کے علاج واصلاح کا بیان ''ویزکیھم'' میں بیان ہوا ہے۔ (اس پر تفصیل کلام ''محبوب الخطبات'' خطاب ۲ میں ملاحظہ ہو)

فلیلصق بالارض : اس میں غصے کے علاج اور تبرید کا ذکر ہے، اسی طرح وضو کرنا، پانی پینا، تعوذ پڑھنا.... متعدد چیزیں حالت غصہ میں علاج بتائی گئی ہیں، اختتام کلام اور انتہاء یوم سے مسئلہ سمجھادیا کہ اقترب للناس حسابھم..... اقتربت الساعۃ وانشق القمر کا وقوع پذیر ہونا قریب تر ہے۔

من غدرۃ امام عامّۃ: غدرۃ مصدر مضاف ہے، امام پھر عامّۃ کی طرف مضاف ہے۔

۱۔ غدرۃ مصدر کی اضافت فاعل کی طرف ہو تو مطلب ہوگا سربراہ کا اپنی عوام سے دھوکہ کرنا۔

۲۔ غدرۃ مصدر کی اضافت امام مفعول کی طرف ہو تو مطلب ہوگا عوام کا اپنے سربراہ سے دھوکہ کرنا۔ (کوکب)

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ غدر ودھوکہ دونوں طرف سے مذموم وممنوع اور آخرت میں رسوائی کا سبب ہے، اس لئے ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ اپنے اپنے فرائض میں کوتاہی نہ کرے۔

۲۵۔ باب ماجاء فی الشّام
اہل شام کے ذکر میں

۴۰۳۔ حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُوْ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا فَسَدَ أَهْلُ الشَّامِ فَلَا خَيْرَ فِيْكُمْ: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ قَالَ مُحَمَّدُ بنُ إسماعيلَ قَالَ عَلِيُّ بنُ الْمَدِيْنِيِّ، هُمْ أَصْحَابُ الْحَدِيْثِ. وفي البابِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ حَوَالَةَ وَابنِ عُمَرَ وَزَيْدِ بنِ ثَابِتٍ وَعَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو وهٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حَدَّثَنَا أحمدُ بنُ مَنِيْعٍ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بنُ هَارُوْنَ، أخبرنا بَهْزُ بنُ حَكِيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيْنَ تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: هَاهُنَا وَنَحَا بِيَدِهِ نَحْوَ الشَّامِ. قَالَ أبوعِيسَى: هٰذَاحَدِيْثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اہل شام بگڑ جائیں گے تو تم میں بھی بھلائی نہیں رہے گی، ہمیشہ میری امت میں سے ایک گروہ غالب رہیگا قیامت تک ان کو کوئی رسوا کرنے والا نقصان نہیں پہنچا سکے گا'' محمد بن اسماعیل بخاری کہتے ہیں علی بن مدینی نے کہا اس گروہ سے ''محدثین'' مراد ہیں''

اس باب میں عبداللہ بن حوالہ ابن عمر زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمرو سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

''بہز بن حکیم، بواسطہ والد اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے کہاں کا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ادھر اور دست مبارک سے شام کی طرف اشارہ فرمایا'' یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: لا تزال طائفة من امتی منصورین: ایک گروہ ہمیشہ نصرت الٰہی سے غالب رہے گا۔

لا یضرّھم من خذلھم: ای من ترک اعانتھم جس نے ان کی اعانت وامداد چھوڑ دی وہ انہیں نقصان نہ دیگا بلکہ خود مقہور ہوگا

طائفہ منصورہ کا مصداق؟ ۱۔ اس کا مصداق اہل سنت والجماعت ہیں، قاضی عیاض

۲۔ اس کا مصداق محدثین ہیں کما قال البخاری عن ابن مدینی۔

۳۔ امام بخاری سے اس کے مصداق میں اہل علم بھی جامع میں مذکور ہیں۔

۴۔ اس کا مصداق وہ گروہ ہے جسے دجال گھیرے ہوئے ہوگا پھر عیسی علیہ السلام اتریں گے اور ان کو ساتھ لیکر دجال کا کام تمام کردیں گے

۵۔ اس میں جامع تر قول علامہ نووی کا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ اس سے دینی خدمات سرانجام دینے والے متفرق افراد و جماعتوں کا مجموعہ ہے کہ بعض مجاھد، بعض فقہاء، بعض محدثین، بعض زھاد، بعض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے ہوں گے، اسی طرح دیگر صلحاء وعلماء جو دینی فرائض بجالارہے ہوں، اس میں یہ بھی ضروری نہیں کہ نام ومکان میں متحد ہوں بلکہ ہوسکتا ہے کہ کرۂ ارض پر پھیلے ہوئے ہوں، وفی الکوکب، والحق انه شامل لكلّ طائفة قائمة على الدين ....

سوال: مسلم ۲/۴۰۶ میں ہے "لا تقوم الساعة الاعلی شرار الناس " قیامت تو بدترین لوگوں پر آئے گی، یعنی اس وقت کوئی صالح، ذاکر، شاغل نہ ہوں گے، جبکہ زیر بحث حدیث میں ہے کہ قیامت تک اھل حق کی ایک جماعت رہے گی؟

جواب: یہ دونوں احادیث اپنے اپنے مفہوم میں واضح غیر متعارض ہیں کہ ایک وقت تک اھل حق رہیں گے اور دین پر قائم رہیں گے بالآخر جب اللہ تعالیٰ کو کائنات کو فنا کرنا منظور ہوگا تو ایسے لوگوں کو اٹھالیا جائیگا حتیٰ کہ کوئی بھی "اللہ اللہ" کہنے والا نہ رہے گا تو شرار الناس پر قیامت قائم ہوگی، اب "تقوم الساعة" کا مفہوم یہ ہوگا کہ قیامت کے قریب تک یہ رہیں نہ یہ کہ بالکل آخری لحات تک ای تقرب الساعة . هذا ما بدالي والله اعلم.

ونحابيده نحو الشام: اور دست مبارک سے شام کی طرف اشارہ کیا، فساد فی اھل الشام کا ابھی ذکر ہوا کہ جب ان میں بگاڑ آگیا تو خیر نہ ہوگی، حضرت تھانوی نے الثواب الجلی میں فرمایا: قلت لانهم يكون فيهم الملك ، وفسادهم يتعدى الى غير هم لا محالة . کیونکہ الناس علی دین ملوکھم کے مطابق یہ مضر اثر متعدی ہوگا تو فرمایا اب خیر نہ ہوگی، باقی رہا مذکورۃ جملے میں شام کی طرف اشارۃ کرنا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اس میں خیر ہے تب تک ادھر پناہ لو، پھر جب ادھر بھی فساد آگیا تو خیر نہ ہوگی۔

٢٦ ـ بابُ لَاتَرجِعُوا بَعدِی کُفَّاراً یَضرِبُ بَعضُکُمْ رِقَابَ بَعضٍ

میرے بعد کافر نہ بن جاؤ کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے رہو

٤٠٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُوحَفصٍ عَمرُو بنُ عَلِيٍّ ،حَدَّثَنَا یَحیَی بنُ سَعِیدٍ ،حَدَّثَنَا فُضَیلُ بنُ غَزوَانَ ،حَدَّثَنَا عِکرِمَةُ عَن ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : لَاتَرجِعُوا بَعدِی کُفَّاراً یَضرِبُ بَعضُکُمْ رِقَابَ بَعضٍ .

قَالَ أبوعيسى: وفي الباب عَنْ عَبدِاللّٰهِ بنِ مَسعُودٍ وجَرِیرٍ وَابنِ عُمَرَ وَکُرزِ بنِ عَلقَمَةَ وَوَاثِلَةَ بنِ الأَسقَعِ وَالصُّنَابِحِيِّ . و هٰذَاحَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ .

"سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد منکر نہ بنو کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے رہو"

اس باب میں ابن مسعود، جریر، ابن عمر، کرز بن علقمہ، واثلۃ بن اسقع صنابحی سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے

تشریح : اس جملے کا پہلا مطلب یہ ہے کہ تم کافروں جیسے کرتوت قتال وظلم اور فساد نہ کرو۔

۲۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو مار کر کفر تک نہ جا پہنچو۔

۳۔ تم مسلمان کے قتل کو حلال سمجھ کر کفر کا ارتکاب نہ کروای لا تصيروا بعد رحلتي مستحلّين للقتال یعنی میری رحلت کے بعد قتل ناحق کو حلال نہ سمجھو۔

يضرب بعضكم .... : اسکو نہی کا جواب بنائیں تو مجزوم ہوگا، اگر نیا جملہ لاترجعوا کا بیان بنائیں تو مرفوع ہوگا، اسی طرح جملہ حالیہ بھی بنا سکتے ہیں، تو جواب، بیان، حال، صفت چار احتمال ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ صریح کافر، مثل کفار، ناشکرے نہ بنو۔

٢٧ ـ بابُ مَاجَاءَ أنه تَکُونُ فِتنَةُ القَاعِدفِیهَا خَیرٌ مِنَ القَائِمِ

ایسے فتنے ہوں گے جس میں بیٹھ رہنے والا کھڑے ہونیوالے سے بہتر ہوگا

٤٠٥۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَيَّاشِ بنِ عَبَّاسٍ عَنْ بُكَيْرِ بنِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ الأَشَجِّ عَنْ بُسْرِ بنِ سَعِيْدٍ ،أَنَّ سَعْدَ بنَ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ عِنْدَ فِتْنَةِ عُثْمَانَ بنِ عَفَّانَ :أَشْهَدُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : إِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ القَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ القَائِمِ،وَالقَائِمُ خَيْرٌمِنَ المَاشِي،وَالمَاشِي خَيْرٌمِنَ السَّاعِي.قَالَ أَفَرَأَيْتَ إِنْ دَخَلَ عَلَيَّ بَيْتِيْ وَبَسَطَ يَدَهُ إِلَيَّ لِيَقْتُلَنِيْ؟قَالَ كُنْ كَابْنِ آدَمَ

قَالَ أبوعِيسَى: وفى الباب عَن أَبِي هُرَيْرَةَ وَخَبَّابِ بنِ الأَرَتِّ وأبى بَكْرَةَ وابنِ مَسْعُوْدٍ وأبى وَاقِدٍ وأبى مُوْسَى وَخَرَشَةَ.وهٰذا حديثٌ حسنٌ . وَرَوَى بَعْضُهُمْ هٰذا الحديثَ عَن الليث بنِ سَعْدٍ ،وَزَادَ فى الإِسْنَادِ رَجُلاً . قَالَ أبوعِيسَى: وقد رُوِيَ هٰذا الحديثُ عَن سَعْدٍ عَن النَّبِيِّ ﷺ من غيرِ هٰذا الْوَجْهِ .

''سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ نے عثمان بن عفانؓ کی خلافت میں فتنہ کے موقعہ پر کہا میں گواہی دیتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب فتنہ ہوگا جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونیوالے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونیوالا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ کسی نے عرض کیا بتایئے اگر کوئی میرے گھر میں مجھے قتل کرنے کے لئے داخل ہوتو کیا کروں؟ فرمایا آدم کے بیٹے ہابیل کی طرح ہوجاؤ''

اس باب میں ابو ہریرہ خباب بن ارت، ابی بکرۃ، ابن مسعود، ابوواقد، ابوموسیٰ اور خرشہ سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن ہے، بعض نے اس حدیث کولیث بن سعد سے نقل کیا ہے اوراس سند میں ایک واسطہ زیادہ کیا ہے۔

یہ حدیث حضرت سعدؓ سے نبی ﷺ سے اس کے علاوہ اور طریقوں سے بھی مروی ہے۔

تشریح : فتنة القاعد فيها خير... : اس کا مطلب یہ ہے کہ پرفتن خطرناک دور میں جو فتنے سے جتنا محفوظ و دور ہوگا اتنا مفید ہوگا بیٹھا ہوا پہلے سوچے گا پھر اٹھے گا پھر چل کر فتنے میں مبتلا ہوگا، جبکہ کھڑا ہوا تو لگے قدم شکار ہوگا اور چلنے والا اس سے بھی جلدی۔

کن کابن ادم : پھر بھی مظلوم رہو ظلم سے بچو کہ مظلوم کا صرف عارضی اور دنیاوی نقصان ہے اور بلا توبہ مرنے والے ظالم کا دونوں جہانوں میں نقصان ہے، اس میں قرآنی جملے مقولہ ھابیل کی طرف اشارہ ہے''لئن بسطتّ الیّ یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک انی اخاف الله (مائدہ) ''البتہ اگر تو میرے قتل کیلئے دست درازی کرے تو میں تیری طرف اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤں کہ تجھے قتل کروں کیونکہ میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، اگر چہ دفاع کی اجازت ہے۔

٢٨۔بابُ ماجاءَ سَتَكُوْنُ فتن كَقِطَعِ اللَّيْلِ المُظْلِمِ

عنقریب سیاہ رات کے حصّوں کی مانند فتنے ہوں گے

٤٠٦۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،حَدَّثَنَا عبدُالعزيزِ بنُ محمّدٍ عَنِ العَلاَءِ بنِ عَبْدِالرحمٰنِ عَن أَبِيْهِ عَن أبى هُرَيْرَةَ ،أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: بَادِرُوْابِالأَعْمَالِ فِتَناً كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ،يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤمِناً وَيُمْسِي كَافِراً،وَيُمْسِي مُؤْمِناً وَيُصْبِحُ كَافِراً ،يَبِيْعُ أَحَدُهُمْ دِيْنَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا .قَالَ أبوعِيسَى: هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیک اعمال میں اندھیری رات کی طرح فتنے برپا ہونے سے پہلے سبقت کرو انسان صبح کو مؤمن ہوگا اور شام کو کافر، شام کو مؤمن ہوگا تو صبح کو کافر ہو جائیگا ان میں ایک دنیا کے سامان کیلئے اپنا دین بیچ دے گا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٤٠٧۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بنُ نَصرٍ،حَدَّثَنَا عبدُاللهِ بنُ المُبَارَكِ،حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَن هِنْدٍ بِنْتِ الحَارِثِ عَن أُمِّ سَلَمَةَ :أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَيقَظَ لَيلَةً فَقَالَ:سُبحَانَ اللهِ ،مَاذَا أُنْزِلَ اللَّيلَةَ مِنَ الفِتنَةِ؟مَاذَا أُنزِلَ مِنَ الخَزَائِنِ؟ مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الحُجُرَاتِ ؟ يَارُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنيَا،عَارِيَةٍ فِي الآخِرَةِ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .

سیدہ ام سلمہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا ایک رات کتنے فتنے اترے، کتنے خزانے اترے کوئی ہے جو ان حجروں میں سونے والیوں کو جگا دے۔ کتنی عورتیں ہیں جو دنیا میں لباس والی ہیں آخرت میں برہنہ ہوں گی'' یہ حدیث صحیح ہے

٤٠٨۔حَدَّثَنَا قُتَيبَةُ ،حَدَّثَنَا اللَّيثُ بنُ سَعدٍ عَن يَزِيدَ بنِ أَبِي حَبِيبٍ عَن سَعدِ بنِ سِنَانٍ عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ عَن رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ:تَكُونُ بَينَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيلِ المُظلِمِ يُصبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤمِناً وَيُمسِي كَافِراً،وَيُمسِي مُؤمِناً وَيُصبِحُ كَافِراً،يَبِيعُ أَقوَامٌ دِينَهُم بِعَرَضِ الدُّنيَا.

وفي البابِ عَن أَبِي هُرَيرَةَ وَجُندُبٍ وَالنُّعمَانِ بنِ بَشِيرٍ وَأَبِي مُوسَى .وهذا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هذا الوَجهِ .

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت سے پہلے فتنے ہوں گے تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح صبح آدمی مومن ہوگا اور شام کو کافر، شام کو مومن ہوگا اور صبح کافر، لوگ اپنے دین کو دنیا کے سامان کی خاطر بیچ دیں گے'' اس باب میں ابوہریرہ، جندب، نعمان بن بشیرہ اور ابوموسیٰ سے روایات ہیں،

یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے۔

٤٠٩۔حَدَّثَنَا صَالِحُ بنُ عبدالله ،حَدَّثَنَا جَعفَرُ بنُ سُلَيمَانَ عَن هِشَامٍ عَنِ الحَسَنِ قَالَ: كَانَ يَقُولُ فِي هذَاالحَدِيثِ : يُصبِحُ الرَّجُلُ مُؤمِناًوَيُمسِي مُؤمِناً وَيُصبِحُ كَافِراً ،قَالَ يُصبِحُ مُحَرِّماً لِدَمِ أَخِيهِ وَعِرضِهِ وَمَالِهِ وَيُمسِي مُستَحِلاً لَهُ، وَيُمسِي مُحَرِّماً لِدَمِ أَخِيهِ وَعِرضِهِ وَمَالِهِ وَيُصبِحُ مُستَحِلاً لَهُ.

''حضرت حسنؒ نے اس کا مطلب بیان کیا کہ مومن صبح کیوقت اپنے بھائی کے جان وآبرو اور مال کو حرام ومحترم سمجھتا ہوگا۔ لیکن شام کو حلال جاننے لگے گا اور شام کو اپنے بھائی کے آبرو اور مال کو حرام سمجھتا ہوگا لیکن صبح ان سب کو جائز سمجھنے لگے گا''

٤١٠۔حَدَّثَنَا الحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ الخَلَّالُ .حَدَّثَنَا يَزِيدُ بنُ هَارُونَ،أخبرنا شُعبَةُ عَن سِمَاكِ بنِ حَربٍ عَن عَلقَمَةَ بنِ وَائِلِ بنِ حُجرٍ عَن أَبِيهِ قَالَ:سَمِعتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَرَجُلٌ يَسأَلُهُ فَقَالَ: أَرَأَيتَ إِنْ كَانَ عَلَينَا أُمَرَاءُ يَمنَعُونَا حَقَّنَا وَيَسأَلُونَا حَقَّهُم ؟فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :اسمَعُوا وَأَطِيعُوا فَإِنَّمَا عَلَيهِم مَا حُمِّلُوا وَإِنَّمَا عَلَيكُم مَاحُمِّلتُم.

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .

''علقمہ بن وائل بن حجر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ سے ایک آدمی پوچھ رہا تھا آپ کا کیا حکم ہے، اگر ہمارے اوپر ایسے حاکم ہوں جو ہمارا حق نہ دیں اور ہم سے اپنا حق طلب کریں؟ آپ نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو کیونکہ ان کی ذمہ داری وہ ہے جو ان پر ڈالی گئی ہے اور تمہاری ذمہ داری وہ ہے جو تم پر ڈالی گئی ہے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : اس میں بھی فتنوں کی کثرت وشیوع کا ذکر ہے کہ لحہ بہ لحہ ابتری بڑھتی ہی جائے گی حتی کہ ایک روز میں کئی تبدیلیاں اور مصیبتیں اتریں گی، بیہودگی، بے حیائی، بے دینی عام ہوگی صبح کچھ اور شام کچھ، اسلئے حکم دیا اس سے پہلے عمل کرلو ورنہ شورش وفتنوں کے دوران عمل نہیں ہو پاتا۔

یصبح الرجل ... : اس کی توضیح آگے دوسری سند حدثنا صالح کے تحت متن میں موجود ہے۔

ما ذا انزل اللیلة من الفتنة ... : بعض فتن اور خزائن کا عنقریب نزول آپ کو دکھایا گیا سو گویا کہ اتر چکے حتمی خطرات بھلے دور ہوں تو بھی قریب معلوم ہوتے ہیں۔

صواحب الحجرات : اس کا مصداق امہات المؤمنین ازواج مطہرات ہیں، اس سے معلوم ہوا اپنے اھل وعیال کیلئے عمل و عبادت کی دعاء وتمنا کرنی چاہئے اور زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کو تہجد میں اٹھانے کی دعاء وکوشش کرے، اس لئے کہ فتنوں سے بچاؤ اعمال میں ہے۔

کقطع اللیل المظلم : اوپر تلے، تہ بتہ مسلسل فتنے ہوں گے جیسا کہ رات کی تاریکیاں ظلمات بعضها فوق بعض

یبیع احدهم دینه بعرض من الدنیا : یہ بات تو بہت حد تک وقوع پذیر ہو چکی ہے کہ چند ٹکوں اور دمڑیوں کے پیچھے خلاف شرع کا ارتکاب اور دین کا سودا کیا جاتا ہے، حظ نفسانی یا غرض دنیاوی کیلئے دینی حکم کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔

یسئلونا حقهم : ایسے سربراہ کہ اپنے لئے تو ہر مطالبہ ٹیکس ونوٹ (اور ووٹ) اور ہمیں تحفظ، تعلیم، صحت جیسی ضروریات سے بھی محروم رکھیں؟ فرمایا ہر ایک اپنے آپ کو قصوروار ہونے سے بچائے اور اطاعت کرتے رہیں ان سے بھی باز پرس ہوگی، فاسق سربراہ کا حکم: فاسق سربراہ عند الشافعی معزول ہو جاتا ہے، عند الاحناف معزولی کا مستحق ہوتا ہے۔

٢٩۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی الْهَرَجِ
قتل وخون ریزی کے بیان میں

٤١١۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامًا يُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ، قَالُوا: يارسولَ اللّٰهِ، مَا الْهَرْجُ؟ قَالَ: الْقَتْلُ.

وفي الباب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَخَالِدِ بْنِ الوليد وَمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، وهٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سیدنا ابو موسیٰ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے بعد ایسا زمانہ آئے گا جس میں علم اٹھا لیا جائے گا۔ اور ہرج بہت ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہرج کیا ہے؟ فرمایا ''خونریزی''

اس باب میں ابو ہریرہؓ خالد بن ولید، معقل بن یسار سے روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٤١٢۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ رَدَّهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، وَرَدَّهُ إِلَى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، رَدَّهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ .

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ .

''سیدنا معقل بن یسارؓ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا فسادات اور خون ریزی کے زمانہ میں عبادت کرنا ایسا ہے جیسے میری طرف ہجرت کرنا'' یہ حدیث صحیح غریب ہے۔ ہم اس کو معلّی بن زیاد کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

٤١٣۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : إِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِي أُمَّتِي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. قَالَ أَبُو عِيسَى : هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

''سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تلوار میری امت میں رکھ دی گئی تو پھر قیامت تک ان سے نہیں اٹھائی جائے گی'' یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح :ما الھرج ؟ قال القتل ھرج کا لفظی معنی اختلاط وفتنہ ہے، پھر قتل سے اس کی تفسیر فرمائی کیونکہ یہ اسی کا سبب ہے، وفی الکوکب: اصل الھرج الکثرة فی الشیء و الاتساع . کثرت ووسعت ہی قتل وقتال اور فتنوں کا سبب ہوتی ہے، حاصل یہ ہے کہ علم کم بلکہ کالعدم ہو جائیگا، جہل عام ہوگا فتنے زوروں پر ہوں گے ایسے میں فرصت ویکسوئی نہ ہونے کی وجہ سے اعمال میں تغافل وتکاسل ہوگا، اس لئے ابھی ہی کچھ کرلو۔

ردّہ الی معاویة : اس سے مقصود سند کا منسوب ومرفوع بیان کرنا ہے۔

العبادة فی الھرج کھجرة الیّ: اس پر آشوب دور میں عبادت پر اتنا اجر ہوگا جیسے میری طرف یعنی مدینہ کی طرف ہجرت والوں کا اجر کہ انہوں نے بھی اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر گھربار، مال وعیال، قبیلہ ووطن سب قربان کیا۔

اذا وضع السیف :ای اذا جار الحرب بین امتی یبقی الی یوم القیامة ، ان لم یکن فی بلد یکون فی آخر اس کا دردناک اور المناک وقوع وظہور مظلوم مدینہؓ کی شہادت سے تا حال جگر کے ٹکڑے کرتا آرہا ہے اور نہ جانے آئندہ کیا کیا ہوگا؟

٣٠۔ بابُ ماجاء فی اتخاذ سیف من خشب فی الفتنة

فتنے کے دور میں لکڑی کی تلوار بنانے کے بیان میں

٤١٤۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أخبرنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عُدَيْسَةَ بِنْتِ أُهْبَانَ بْنِ صَيْفِي الْغِفَارِيِّ قَالَتْ: جَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِلَى أَبِي فَدَعَاهُ إِلَى الْخُرُوجِ مَعَهُ، فَقَالَ لَهُ أَبِي: إِنَّ خَلِيلِي وَابْنَ عَمِّكَ عَهِدَ إِلَيَّ إِذَا اخْتَلَفَ النَّاسُ أَنْ أَتَّخِذَ سَيْفًا مِنْ خَشَبٍ فَقَدِ اتَّخَذْتُهُ فَإِنْ شِئْتَ خَرَجْتُ بِهِ مَعَكَ، قَالَتْ فَتَرَكَهُ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ، وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدٍ .

''عدیسہ بنت اہبان بن صیفی غفاریؓ سے مروی ہے کہتی ہیں علی بن ابی طالبؓ میرے والد کے پاس تشریف لائے اور ان کو

اپنے ساتھ قتال کے لئے نکلنے کو کہا۔ انہوں نے حضرت علیؓ سے فرمایا میرے خلیل اور تمہارے چچا کے بیٹے نے مجھ سے کہا ہے۔ جب لوگ آپس میں اختلاف کریں، تو میں لکڑی کی تلوار بنالوں، تو میں نے لکڑی کی تلوار بنالی ہے، اگر آپ چاہیں تو میں اس کو لے کر آپ کے ساتھ چلوں، عدیسہؓ فرماتی ہیں تو حضرت علیؓ نے انکو چھوڑ دیا"

اس باب میں محمد بن مسلمہ سے روایت ہے، یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف عبداللہ بن عبید کی روایت سے پہچانتے ہیں

٤١٥۔حَدَّثَنَا عبدُاللّٰه بنُ عبدِالرحمٰنِ ،اخبرنا سَهْلُ بنُ حَمَّادٍ ،حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ،اخبرنا محمَّدُ بنُ جُحَادَةَ عَن عبدِالرَّحمٰنِ بنِ ثَرْوَانَ عَن هُزَيْلِ بنِ شُرَحْبِيلَ عَن أبي مُوسَى عَن النبيِّ ﷺ أنَّهُ قَالَ فِي الفِتْنَةِ : كَسِّرُوا فِيهَا قِسِيَّكُمْ ،وَقَطِّعُوا فِيهَا أَوْتَارَكُمْ ، وَالْزَمُوا فِيهَا أَجْوَافَ بُيُوتِكُمْ ،وَكُونُوا كَابْنِ آدَمَ .

قَالَ أبوعِيسَى: هٰذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ .وعبدُالرحمٰنِ بنُ ثَرْوَانَ هُوَ أبو قَيسٍ الأَوْدِيُّ .

"سیدنا موسیٰؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فتنہ کے بارے میں فرمایا فتنہ کے زمانہ میں تم اپنی کمانوں کو توڑ دو۔ اور چلوں کے ٹکڑے کردو۔ اور اپنے گھروں میں بیٹھ جاؤ۔ اور ابن آدم کی طرح ہو جاؤ"

یہ حدیث حسن غریب ہے۔ عبدالرحمٰن بن ثروان کا نام ابوقیس اودی ہے۔

تشریح: اوتارکم: یہ وتر کی جمع ہے چلہ کمان، مطلب یہ ہے کہ ہتھیار ڈال دو، مسلمانوں کے باہمی نزاع وقتال میں آلودہ ہونے سے بچو، ابو عدیسہؓ نے لکڑی کی تلوار بھی دکھائی پھر عملا شریک بھی نہ ہوئے، اس سے پتہ چلا فتنہ بپا کرنے کیلئے نہ لڑیں ہاں فتنہ صفا کرنے کیلئے پیچھے نہ رہیں، ابو عدیسہؓ کے متعلق کوکب الدری ۲/۴۲ میں ہے "ومن عجیب احواله انه اوصیٰ ان یکفن فی ثوبین ، فکفنوه فی ثلاثة اثواب ، فاصبحوا و الثوب الثالث علی المشجب" ان کے حالات عجیبہ میں سے ہے کہ انہوں نے دو کپڑوں میں کفن دینے کی وصیت کی لواحقین وسوگواروں نے تین کپڑوں میں کفن دیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ تیسرا کپڑا کھونٹی پر لٹکا ہوا ہے۔

٣١۔بابُ ماجاءَ في أشْرَاطِ السَّاعَةِ

علامات قیامت کے بیان میں

٤١٦۔حَدَّثَنَا محمودُبنُ غَيْلَانَ ،حَدَّثَنَا النَّضْرُ بنُ شُمَيْلٍ ،حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَن قَتَادَةَ عَن أنَسِ بنِ مَالِكٍ أنَّهُ قَالَ: أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثاً سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ لا يُحَدِّثُكُمْ أحَدٌ بَعْدِي أنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ : إنَّ مِنْ أشْرَاطِ السَّاعَةِ أنْ يُرْفَعَ العِلْمُ وَيَظْهَرَ الجَهْلُ وَيَفْشُوَ الزِّنَا وَيُشْرَبَ الخَمْرُ وَتَكْثُرَ النِّسَاءُ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً قَيِّمٌ وَاحِدٌ .

قَالَ أبوعِيسَى: وفي البابِ عَن أبي مُوسَى وَأبِي هُرَيْرَةَ ،وهٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .

"سیدنا انسؓ بن مالکؓ نے فرمایا میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسکو میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے میرے بعد تم میں سے کوئی شخص یہ بیان نہیں کریگا جس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائیگا جہالت عام ہوگی زنا پھیل جائیگا شراب پی جائیگی عورتیں زیادہ ہوجائیں گی اور مرد کم یہاں تک کہ

پچاس عورتوں کیلئے ایک مرد نگران ہوگا" اس باب میں ابوموسیٰ اور ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٤١٧۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَلْقَى مِنَ الْحَجَّاجِ، فَقَالَ: مَا مِنْ عَامٍ إِلَّا وَالَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ حَتَّى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ. سَمِعْتُ هَذَا مِنْ نَبِيِّكُمْ ﷺ قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

"زبیر بن عدیؒ کہتے ہیں ہم انس بن مالکؓ کے پاس گئے۔ اور ان سے حجاج کے مظالم کے شکایت کی تو فرمایا ہر آنے والا سال گذشتہ سے برُا ہوگا۔ یہاںتک کہ تم اپنے پروردگار سے ملو میں نے یہ تمہارے نبی ﷺ سے سنا ہے" یہ حدیث حسن صحیح ہے

٤١٨۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ: اللَّهُ اللَّهُ. قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَهَذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ

"سیدنا انس سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت تب قائم ہوگی۔ جب زمین میں اللہ، اللہ، نہ کہا جائے گا"

یہ حدیث حسن ہے۔ حدیث سابق کی مثل لیکن مرفوع بیان نہیں کیا، اور یہ پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

٤١٩۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْصَارِيُّ الْأَشْهَلِيُّ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكُونَ أَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ ابْنُ لُكَعٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو.

"سیدنا حذیفہ بن یمانؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دنیا میں سب سے زیادہ سعادت مند وہ شخص ہوگا جو کمینہ بیٹا کمینے کا ہوگا"

یہ حدیث حسن ہے، ہم اس کو صرف عمرو بن ابی عمرو کی روایت سے پہچانتے ہیں"

٤٢٠۔حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْكُوفِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: تَقِيءُ الْأَرْضُ أَفْلَاذَ كَبِدِهَا أَمْثَالَ الْأُسْطُوَانِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، قَالَ: فَيَجِيءُ السَّارِقُ فَيَقُولُ فِي هَذَا قُطِعَتْ يَدِي، وَيَجِيءُ الْقَاتِلُ فَيَقُولُ فِي هَذَا قُتِلْتُ، وَيَجِيءُ الْقَاطِعُ فَيَقُولُ فِي هَذَا قَطَعْتُ رَحِمِي، ثُمَّ يَدَعُونَهُ فَلَا يَأْخُذُونَ مِنْهُ شَيْئًا.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.

"سیدنا ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زمین اپنے جگر کے خزانے اور دفینے یعنی سونا چاندی ستونوں کی شکل میں اگل دے گی۔ آپ نے فرمایا چور آئے گا اور کہے گا اسی کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا، قاتل آ کر کہے گا اسی کی وجہ سے میں

نے قتل کیا۔ قطع تعلق کرنے والا آ کر کہے گا اسی کی خاطر میں نے اپنی قرابتداری توڑی۔ پھر سب اسکو چھوڑ دیں گے۔ اس میں سے کچھ بھی نہ لیں گے" یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسکو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

تشریح: اشراط شرط کی جمع ہے بمعنی علامت، دن رات کے اوقات میں سے ہر ہر جز کو ساعت کہتے ہیں، اسی طرح موجودہ وقت کیلئے بھی استعمال ہے۔

قیامت کو ساعۃ کہنے کی وجہ تسمیہ: ساعت کہتے ہیں کسی غیر معین حصے کو کیونکہ قیامت کا وقوع یقینی اور تعیین مخفی و مبہم ہے کہ کسی وقت بھی بپا ہو سکتی ہے، اردو میں ساعت اور عربی میں ساعۃ لکھا جاتا ہے،

حتی یکون لخمسین امرأۃ قیم واحد: ا۔اس کا پہلا مطلب یہ ہے کہ کثرت قتال کی وجہ سے مرد مارے جائیں گے عورتیں بچ جائیں گی اور پچاس عورتوں کا کفیل وذمہ دار صرف ایک مرد ہوگا۔

۲۔اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ شہوت پرستی اور بے دینی کی وبا کا شکار ہو کر ایک ایک آزاد منش کے پاس پچاس مزنیہ وطوائف ہوں گی

۳۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ بچیوں کی کثرت ولادت کی وجہ سے مردوں کی بنسبت عورتیں زیادہ ہوں گی پھر یہ بھی یاد رہے کہ اس میں تحدید نہیں بلکہ تکثیر مراد ہے کیونکہ ایک حدیث میں اربعون امرأۃ بھی وارد ہے اس تقریر سے تعارض رفع ہو جائیگا۔

فائدۃ: اسلام ایک کامل مکمل اور منصف واعدل دین ہے بالفاظ دیگر موزوں ترین زندگی با سلیقہ بندگی اور امن وآشتی سے تعبیر حیات طیبہ اسلامی تعلیمات وھدایات کا پرتو ہے، ہر وہ چیز جس سے معاش ومعاد کی صلاح وفلاح پر آنچ آئے یا آڑے بنے تو وہ مضر اور ممنوع ہے جبکہ تجربہ کیلئے عقل سلیم اور مزاج مستقیم شرط اول ہے، اب سمجھئے کہ حدیث مبارک میں مذکور اشیاء خمسہ معاش ومعاد کیلئے کیسے مضر ہیں اور کیوں علامات قیامت کے زمرے میں بیان ہوئی ہیں، علم کے جانے اور جہالت کے چھانے سے دین تباہ ہوگا (یہ معاد کیلئے مضر ہے) شراب پینے سے عقل جاتی رہتی ہے کہ بہن و بیوی میں فرق نہیں کر پاتا، زنا سے نسب وحیاء ضائع ہو جاتے ہیں، بے جا کثرت نساء اور شہوت پرستی جان و مال کی تباہی کا باعث ہے (کتنے عیار مالدار دیوالیہ کا شکار ہوئے الامن رحم ربی) اس لئے ان چیزوں کو علامات قیامت شمار فرمایا اور تباہی کے دھانے قرار دیا۔

لا یحدثکم احد بعدی: سیدنا انسؓ کی رحلت ۹۱ یا ۹۴ ہجری میں ہے جبکہ اس کے بعد بھی بعض صحابہؓ حیات رہے چنانچہ حضرت ابو الطفیلؓ دنیا سے رحلت فرمانے والے آخری صحابی ہیں، ابن حجرؒ نے اس کی توجیہ تخصیص محل کے ساتھ کی ہے کہ دراصل آخر عمر میں حضرت انسؓ بصرۃ میں قیام پذیر ہو گئے تھے اور بصرہ میں سب سے آخر میں انہیں کا سانحہ ارتحال اور انتقال پرملال ہوا مشہور ہے" آخر من مات بالبصرۃ من الصحابۃ انس بن مالکؓ" اب بات واضح ہوئی کہ یہ فرمان خاص بصرۃ کے اعتبار سے ہے کہ بصرۃ میں میرے بعد کوئی تلمیذ رسول تمہیں یہ حدیث نہ سنائے گا۔

والذی بعدہ شر منہ: ہر بعد میں آنے والے دور کا شر اور ابتر ہونا من حیث المجموع ہے یعنی مجموعی طور پر اکثر یہی ہوتا آرہا ہے کہ مابعد ماقبل سے بدتر ہے، اسی طرح علمی، عملی، حفاظتی، اتفاقی، اقتصادی، دفاعی ہر اعتبار سے تنزل ہوگا۔ اگرچہ بعض جزوی واقعات میں بعد کا دور پہلے سے بہتر ہو جیسے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا دور حجاج کے بعد۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھلا دور بھی آئیگا جو

پہلے سے بہت بہتر ہوگا۔ آج بچشم خود ہر فرد اس کا منظر و مظہر دیکھ رہا ہے۔

واقعہ: ایک غلام کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ مولی سے اس لئے تنگ تھا کہ وہ خود چھنے ہوئے میدے کی روٹی کھاتا تھا اور اسے بغیر چھنے آٹے کی روٹی کھلاتا تھا، جذبات میں آخر اس نے کہا یہ کیا ستم ہے مجھے فروخت کردیجئے، بک گیا دوسرا وہ آقا ملا جو خود تو بغیر چھنے آٹے کی روٹی کھاتا تھا اور اسے بھوکا رکھتا تھا، جناب بول پڑے یہ کیا تماشا ہے مجھے بیچ دیجئے! بیچ دیا اب وہ آقا ملا جو مطالعہ کا بہت دلدادۃ تھا اس نے اسے گنجا کرا کر اس کے سر پر چراغ رکھوایا اور محو مطالعہ ہوگیا... اس مشکل میں دیکھ کر کسی نے کہا میاں مولی سے کہو بیچ دے یہ کیا حرکت ہے کہنے لگا چپ چپ اب بیچنے کا نام نہ لو ورنہ اگلا میری آنکھ کے حلقے میں تیل ڈال کر چراغ جلائیگا۔ یہ ہے شرّ خیر کا انجام اس سے ضرور بچتے رہیے اے نیک نام، یہی ہے حاصل کلام۔ **لا یقال فی الارض اللہ اللہ:** **کذا فی مسلم ۸۴/۱** اس میں یہی بیان ہے کہ ایک ایسا پر خطر وقت آئے گا کہ دنیا میں ارکان و اعمال اور اخلاق و کردار اور تفصیلی دین تو کجا لفظ ”اللہ اللہ“ کہنے والا بھی کوئی نہ رہے گا، یہ بالکل قرب قیامت بلکہ بروز قیامت ہوگا کہ جب یہ کیفیت ہوگی تو فنا کا وقوع ہوگا۔

نکتہ نادرۃ: تاریخ میں نابغہ روزگار عالم و عامل شریعت بہت بڑی جماعتیں گذری ہیں جن میں ایک نمایاں نام حافظ ابن تیمیہ کا ہے، انہوں نے ذکر مفرد یعنی صرف ”اللہ اللہ“ کہنے کا انکار کیا ہے اور اسے بدعت قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ ”علم“ ہے اور ظاہر ہے علم کے بار بار تکرار سے کوئی فائدہ نہیں ہاں ذکر اللہ ہونا چاہئے مثلاً ”سبحان اللہ“ الحمد اللہ، لا الہ الا اللہ“ کہ ان میں تسبیح و تقدیس، تعریف و تحمید، تہلیل و توحید کا ذکر ہے، صرف علم کا تکرار غیر مقصود بے سود ہے، حالانکہ یہ بات صحیح حدیث کے منافی اور نہایت سقیم ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں صرف علم کا ذکر موجود ہے، مزید یہ کہ ذکر سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور علو و کبریائی میں اضافہ مقصود نہیں کہ ذاکر جب مرکب ذکر کریگا تو شان تقدیس، صفت محمودیت، صفت واحدانیت میں اضافہ کریگا نہیں بلکہ اس میں تو سراسر ذکر کرنے والے کا فائدۃ ہے کہ بار بار تکرار سے اللہ تعالیٰ کی تقدیس و تحمید اور توحید اس کے دل میں راسخ و پختہ ہوگی جو مدار نجات ہے، بالکل اسی طرح ”اللہ اللہ“ کے ذکر و تکرار سے ذات باری تعالیٰ کے صفات کمالیہ کا استحضار و رسوخ پیدا ہوگا اور یقیناً فائدہ ہوگا اس لئے ذکر مفرد، ذکر مرکب ہر دو بجا و درست ہیں کہ دونو فوائد کے حصول میں مفید و مؤثر ہیں یہ بھی یاد رہے کہ علم الٰہی کو اس کے غیر پر قیاس کرنا دشوار تر ہے جسکی یاد مفید و گوارتر ہے۔

حتی یکون اسعد الناس بالدنیا لکع بن لکع: اسعد اسم تفضیل مع مضاف الیہ و متعلق یکون کی خبر مقدم ہے اور لکع موصوف صفت ملکر اسم مؤخر۔ **لکع:** یہ ”ل“ کے ضمہ اور ”ک“ پر فتحہ کے ساتھ بلا تنوین ہے غیر منصرف ہونے کی وجہ سے ای لئیم بن لئیم ردی النسب والحسب، کمینہ بدنسب، بعض نے کہا: **لا یعرف لہ اصل ولا یحمدلہ خلق** اصل و اخلاق دونوں سے عاری (مرقات) **وفی النہایۃ: لکع عند العرب للعبد ثم استعمل فی الحمق والذم.** نہایۃ میں ہے لفظ ”لکع“ دراصل عرب کے نزدیک غلام و نوکر کیلئے موضوع ہے پھر حماقت و مذمت میں استعمال ہوا، یاد رہے کہ بچہ کیلئے بھی یہ استعمال ہوا ہے، حدیث مبارکہ میں ہے ” **انہ صلی اللہ علیہ وسلم یطلب الحسن بن علی قال: اثم لکع ؟** حضرت حسنؓ کیلئے آپؐ نے پوچھا کیا یہاں بچہ ہے؟ یہاں حدیث باب میں یہی معنی مراد ہے کہ حسب و نسب عمل و اخلاق سے کورا شخص سب سے اچھا سمجھا جائیگا، جس کے پاس پیسہ،

عہدہ ہوگا اسی کی چلے گی، ہم اپنے گرد و پیش نظر دوڑا کر کسی حد تک بھانپ سکتے ہیں کہ کیسے کیسے لوگ اہم ترین اور حساس تر مناصب پر فائز بلکہ قابض ہیں۔

تقیئ الارض: اگل دیگی، نکال دیگی زمین اپنے خزینے ودفینے سونا چاندی کی اتنی کثرت کہ چوروں تک بے نیاز دیکھیں، ان کا یہ خزانے نہ لینا دو وجہ سے ہوسکتا ہے اموال کی کثرت وبھرمار یا شورشوں اور فتنوں کا زور کہ لینے کا موقع نہ مل پائے گا والاول اظھر کما ورد فی الحدیث لا تقوم الساعۃ حتی یکثر المال فیکم . (بخاری ۲/ ۱۰۵۴)

سیدنا عثمانؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ادوار ماضیہ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا دور آتیہ اسی کا مصداق ہیں، اسی باب کے تحت کوکب الدری میں مصر میں خطرناک آندھی کا ذکر ہے۔ اگلی روایات میں مذکورہ عادات سیۂ کو سابق میں مذکور معاش ومعاد کے متعلق بیان کردہ اصول کے تحت منطبق کرسکتے ہیں کہ کس کی کیا مضرت یا نقصانات ہیں۔

۳۲۔ بابٌ بلا عنوان

۴۲۱۔ حَدَّثَنَا صَالِحُ بنُ عبدِاللہ الترمذی، حَدَّثَنَا الْفَرَجُ أبو فَضَالَۃَ الشَّامِیُّ عَنْ یَحْیَی بنِ سَعِیْدٍ عَنْ محمَّدِ بنِ عُمَرَ بنِ عَلِیٍّ عَنْ عَلِیِّ بنِ أَبِی طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رسولُ اللہِ ﷺ: إِذَا فَعَلَتْ أُمَّتِی خَمْسَ عَشْرَۃَ خَصْلَۃً حَلَّ بِھَا الْبَلَاءُ، قِیْلَ وَمَا ھِیَ یَارَسُوْلَ اللہِ؟ قَالَ: إِذَا کَانَ الْمَغْنَمُ دُوَلاً، وَالأَمَانَۃُ مَغْنَماً، وَالزَّکٰوۃُ مَغْرَماً، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ زَوْجَتَہٗ وَعَقَّ أُمَّہٗ، وَبَرَّ صَدِیْقَہٗ وَجَفَا أَبَاہُ، وَارْتَفَعَتِ الأَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ، وکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَھُمْ، وَأُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَۃَ شَرِّہٖ، وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلُبِسَ الْحَرِیْرُ، وَاتُّخِذَتِ الْقِیَانُ وَ الْمَعَازِفُ، وَلَعَنَ آخِرُ ھٰذِہِ الْأُمَّۃِ أَوَّلَھَا، فَلْیَرْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِکَ رِیْحاً حَمْرَاءَ، أَوْ خَسْفاً وَمَسْخاً.

قَالَ أبو عِیسَی: ھٰذا حدیثٌ غریبٌ. لا نَعْرِفُہٗ مِنْ حَدِیْثِ عَلِیِّ بنِ أَبِی طالبٍ إِلَّا مِنْ ھٰذَا الْوَجْہِ، وَلَا نَعْلَمُ أَحَداً رواہ عَنْ یَحْیَی بنِ سَعِیْدٍ الأَنْصَارِیِّ غَیْرَ الفرَجِ بنِ فَضَالَۃَ، وَالْفَرَجُ بنُ فضالۃَ قد تَکَلَّمَ فِیْہِ بَعْضُ أَھْلِ الْحَدِیْثِ، وَضَعَّفَہٗ مِنْ قِبَلِ حِفْظِہٖ، وَقَدْ رَوَاہُ عَنْہُ وَکِیْعٌ وَغَیْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّۃِ.

''سیدنا علیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت جب پندرہ بُری باتیں کرے گی تو ان پر بلائیں اتریں گے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا جب مال غنیمت ہاتھوں ہاتھ منتقل ہونے لگے گا اور امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے گا اور زکواۃ تاوان بن جائے گی اور مرد اپنی بیوی کا فرمانبردار ہوجائیگا اپنی ماں کی نافرمانی کریگا۔ دوست کے ساتھ اچھا برتاؤ کریگا، اور اپنے باپ کیساتھ بُرا سلوک کریگا، مسجدوں میں شور ہوگا قوم کا سردار وہ ہوگا جو ان میں سب سے زیادہ ذلیل ہوگا۔ لوگوں کی برائی کے ڈر سے ان کی عزت کی جائے گی، شرابیں پی جائیں گی، ریشم پہنا جائیگا، گانے والی رنڈیاں اور گانا بجانے کے آلات رکھے جائیں گے۔ اس امت کے آخر والے اس امت کے اگلے لوگوں پر لعنت کریں گے، اسوقت لوگوں کو آندھی یا زمین میں دھنس جانے یا شکلیں مسخ ہوجانیکا انتظار کرنا چاہیے''

یہ حدیث غریب ہے ہم اسکو حضرت علیؓ کی روایت سے صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں، فرج بن فضالہ کے علاوہ کسی نے

حدیث کو یحیی بن سعید سے نقل نہیں کیا، بعض محدثین نے اسکے بارے میں کلام کیا ہے اور انکو حفظ کے بارے میں ضعیف کہا ہے وکیع اور دوسرے محدثین نے ان سے روایت بھی کیا ہے۔

٤٢٢۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الواسطيُّ، عَنِ الْمُسْتَلِمِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ رُمَيْحٍ الْجُذَامِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا اتُّخِذَ الْفَيْءُ دُوَلاً، وَالأَمَانَةُ مَغْنَماً، وَالزَّكوٰةُ مَغْرَماً، وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، وَعَقَّ أُمَّهُ، وَ أَدْنٰى صَدِيقَهُ وَأَقْصٰى أَبَاهُ، وَظَهَرَتِ الأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَسَادَ الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ، وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ، وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ، وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ، وَلَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الأُمَّةِ أَوَّلَهَا فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذٰلِكَ رِيحاً حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفاً وَمَسْخاً وَقَذْفاً وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامِ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعُ. قَالَ أبوعِيسَى: وفي البَابِ عَنْ عَلِيٍّ. وهٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

''سیدنا ابوہریرۃؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قومی خزانہ ذاتی دولت سمجھا جائیگا اور امانت کو مال غنیمت سمجھا جائیگا، زکوۃ کو تاوان تصور کیا جائے گا اور علم دین کے علاوہ دیگر اغراض کیلئے حاصل کیا جائیگا، خاوند اپنی بیوی کی اطاعت کریگا اور اپنی ماں کی نافرمانی کریگا، اپنے دوست کو قریب کریگا لیکن اپنے باپ کو دور رکھے گا، مسجدوں میں آوازیں بلند ہونگی قبیلہ کا سردار انکا فاسق شخص ہوگا قوم کا لیڈر ان میں سے ذلیل شخص ہوگا کسی کی عزت محض اس کی برائی کے خوف سے کی جائیگی۔ رنڈیاں اور گانے باجے عام ہوں گے، شراب پی جائے گی اس امت کے آخر والے اپنے اگلوں پر لعنت کریں گے اس وقت سرخ آندھی زلزلہ خسف اور مسخ اور پتھروں کی بارش کا انتظار کرنا چاہئے اور ان نشانیوں کا انتظار جو یکے بعد دیگرے ظاہر ہونگی جیسے ہار کی لڑی ٹوٹ جائے اور موتی پے در پے گریں'' یہ حدیث غریب ہے ہم اسکو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

٤٢٣۔حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ الْكُوفِيُّ، أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوسِ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ هِلاَلِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ. أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: فِي هٰذِهِ الأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ وَمَتٰى ذٰلِكَ؟ قَالَ: إِذَا ظَهَرَتِ الْقِيَانُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ. وقد رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلٌ. وهٰذا حديثٌ غريبٌ.

''سیدنا عمران بن حصینؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس امت میں دھنسا شکلیں بگڑنا اور پتھروں کی بارش ہوگی مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ یہ کب ہوگا؟ فرمایا جب گانے والیاں اور گانے بجانے کے آلات پھیل جائیں گی اور شراب پی جائے گی'' یہ حدیث غریب ہے۔ یہ حدیث اعمش سے عبدالرحمٰن بن سابط سے نبی ﷺ سے مرسلاً بھی مروی ہے''

٣٣۔بَابُ مَاجَاءَ فِي قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح قریب بھیجے گئے ہیں

٤٢٤۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ هَيَّاجٍ الأَسَدِيُّ الْكُوفِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الأَرْحَبِيُّ، أخبرنا عُبَيْدَةُ بْنُ

الأَسْوَدِ، عَنْ مُجَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بنِ شَدَّادٍ الفِهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: بُعِثْتُ أَنَا فِي نَفَسِ السَّاعَةِ فَسَبَقْتُهَا كَمَا سَبَقَتْ هٰذِهِ هٰذِهِ لِأُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى....

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حديثٌ غريبٌ من حَدِيثِ الْمُسْتَوْرِدِ بنِ شَدَّادٍ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

''سیدنا مستورد بن شداد نے نبی ﷺ سے روایت کیا آپ نے فرمایا میں بالکل قیامت کے قریب بھیجا گیا ہوں میری قیامت سے اس قدر سبقت و پہل ہے جیسی اس انگلی کی اس سے، یعنی بیچ کی انگلی کی شہادت کی انگلی سے''

یہ حدیث مستورد بن شداد کی روایت سے غریب ہے۔ ہم اس کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

٤٢٥۔حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شعبةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: بُعِثْتُ أَنَا وَ السَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ۔ وَأَشَارَ أَبُو دَاوُدَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى۔ فَمَا فَضَلُ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور قیامت دونوں اس طرح ساتھ بھیجے گئے ہیں'' ابوداؤدؒ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا ان میں سے ایک کی دوسری پر کتنی زیادتی اور فضل ہے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے

تشریح: وقوع قیامت کی تحدید وتعیین تو ان اللہ عنـده علم الساعة کے سوا کسی کو معلوم نہیں، جس کا اظہار آپؐ نے حدیث جبرئیل میں فرمادیا ہاں اس کی علامات اور قرب کو بیان فرمادیا۔

٣٤۔بابُ ماجاءَ فی قِتَالِ التُّرْكِ
ترک سے جنگ کرنے کے بیان میں

٤٢٦۔حَدَّثَنَا سَعِيدُ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ المخزوميُّ وَعَبْدُالْجَبَّارِ بنُ الْعَلَاءِ، قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْماً نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْماً كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ.

وفي البَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وبُرَيْدَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ وعَمْرِو بنِ تَغْلِبَ ومُعَاوِيَةَ، هٰذَا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ تم ایسی قوم سے لڑو جس کی جوتیاں بال کی ہوں گی، اور قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم لڑو اس قوم سے جس کے چہرے تہ بتہ ڈھالیں ہوں گی''

اس باب میں ابوبکر صدیق، بریدہ، ابوسعید، عمرو بن تغلب، اور معاویہ سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : ترک۔١۔ یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہے، جو اپنی قوم کا جداعلیٰ تھا۔٢۔ اس سے مراد یاجوج ماجوج کا ایک گروہ ہے (سدی)٣۔قتادہؒ کہتے ہیں کہ یاجوج ماجوج کے بائیس قبیلے تھے اکیس تو سد ذوالقرنین میں بند ہوگئے ایک باہر رہ گیا

اسے ترک کہا جانے لگا لانھم ترکوا خارجا من السد .
۴۔بعض نے قوم تبع میں بچے کھچے لوگوں کے نام سے تعیین کی، چنگیزیوں کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔
نعالهم الشعر: ا .ان کے جوتے بغیر رنگے چمڑے کے ہوں گے۔
۲۔ان کے جوتے بالوں کے ہوں گے۔
۳۔ان کے بال اتنا طویل ہوں گے کہ پیروں کو چھوئیں گے۔

۳۵۔بابُ ماجاءَ إذَا ذَهَبَ كِسرَى فَلاَ كِسرَى بَعْدَهُ

کسریٰ کے جانے کے بعد اور کوئی کسریٰ نہ ہوگا

۵۲۷۔حَدَّثَنَا سَعِيدُ بنُ عَبدِالرَّحمٰنِ ،حَدَّثَنَاسُفيَانُ عَنِ الزُّهرِيِّ عَن سَعِيدِ بنِ المُسَيَّبِ عَن أبِي هُرَيرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : إذَا هَلَكَ كِسرَى فَلاَ كِسرَى بَعْدَهُ وَإذَا هَلَكَ قَيصَرُ فَلاَ قَيصَرَ بَعْدَهُ ،وَالَّذِي نَفسِي بِيَدِهِ لَتُنفَقَنَّ كنوزُهُمَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ . قَالَ أبوعِيسَى: هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی دوسرا کسریٰ نہ ہوگا، اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی دوسرا قیصر نہ ہوگا۔اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے ضرور ان دونوں کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : اذا هلک کسریٰ: یہ ملک فارس کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا، قیصر روم کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا، جیسے خاقان ترکی بادشاہ کا، راجہ ہندوں کے بادشاہ کا، فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہونا مشہور ہے۔

آنحضرت ﷺ نے لسانی، سنانی تبلیغ وجہاد کے ساتھ قلمی وتحریری طور پر بھی اسلام کی دعوت دی چنانچہ ۶ھ میں مختلف دعوتی خطوط ووفود روانہ فرمائے، کسریٰ کے نام خط حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کے ہاتھ بھیجا، مکتوب گرامی دیکھ کر یہ آگ بگولا ہو گیا اور خط پارہ پارہ کر دیا، پھر بڑا بڑا کر کہنے لگا یہ شخص مجھے ایمان لانے اور اطاعت کیلئے خط لکھتا ہے حالانکہ یہ تو میرا غلام ہے اس شقی کا نام پرویز بن ہرمز بن نوشیروان تھا۔صحابی رسول نے آکر جب واقعہ سنایا تو صادق ومصدوق کی مبارک زبان سے نکلا اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، پھر اس نے یمن کے گورنر "باذان" کو خط لکھا کے دو طاقت ور آدمی بھیج کر (العیاذ باللہ) حضور ﷺ کو گرفتار کروالے، جب وہ دونوں آپ کی خدمت میں پہنچے تو عظمت وھیبت سے تھر تھر کانپنے لگے، پھر پرتو رحمت وشفقت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کل آؤ، اگلے دن جب دونوں آئے تو آپ نے فرمایا آج رات فلان وقت اللہ کی طرف سے مسلط شدہ خود کسریٰ کے بیٹے "شیرویہ" نے اسے قتل کر دیا، یہ دس جمادی الاولیٰ ۷ھ منگل کی رات تھی، پھر ان سے فرمایا جا کر "باذان" سے یہ خبر کہہ دو اور بتاؤ کہ میری سلطنت وہاں تک پہنچے گی، باذان نے یہ سن کر کہا اگر کسریٰ کی ہلاکت کی خبر صحیح ہے تو یہ کسی بادشاہ کی بات نہیں یقیناً وہ نبی ہیں، پھر اپنے ذرائع سے تحقیق کرائی تو من وعن تصدیق ہونے پر "باذان" اپنے رفقاء وخاندان سمیت مسلمان ہو گیا، پھر چھ ماہ بعد اس کا بیٹا بھی مر گیا (جسکا قصہ بھی عجیب تر ہے) خس کم جہاں پاک بالآخر دنیا نے دیکھا کہ سیدنا عمرؓ کے دور میں حضرت سعد بن ابی

وقاصؓ کی زیر قیادت فارس فتح ہوا۔

فلا کسریٰ بعدہ.....: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس لقب کے باشاہوں کا صفایا ہو جائیگا، پھر کسریٰ کا تسلط اور شام پر قیصر کا تحکم نہ رہے گا، دراصل اس میں اطمینان دلایا ایمان لانے والے قریش کو جو شام و عراق میں تجارت کیلئے جاتے تھے اور اسلام قبول کرنے کی وجہ سے انہیں اندیشہ ہوا کہ یہ دونوں سفر غیر مامون اور منقطع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کسریٰ و قیصر دونوں کا صفایا ہوگا، ان کا خطرہ تو کجا نام ونشان بھی نہ رہیگا۔

۳۶۔ بابُ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ قِبَلِ الْحِجَازِ

قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ حجاز کی طرف سے آگ نکلے

۴۲۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، أخبرنا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: سَتَخْرُجُ نَارٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ أَوْ مِنْ نَحْوِ بَحْرِ حَضْرَمَوْتَ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ تَحْشُرُ النَّاسَ، قَالُوا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَقَالَ عَلَيْكُمْ بِالشَّامِ.

وفِي الْبَابِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي ذَرٍّ وهٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ حَدِيثِ ابنِ عُمَرَ.

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضر موت سے یا حضر موت کے دریا کی طرف سے قیامت سے پہلے پہلے آگ نکلے گی جو لوگوں کو جمع کرے گی، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اپنے لئے شام کو لازم پکڑو" اس باب میں حذیفہ بن اسید، انس ابو ہریرہؓ اور بوذر سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے ابن عمرؓ کی روایت سے غریب ہے۔ اس آگ کے وقوع وظہور کا ذکر باب ۱۹ میں مفصل گذر چکا ہے۔

۳۷۔ بابُ مَاجَاءَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ كَذَّابُوْنَ

جب تک جھوٹے نہ نکلیں قیامت قائم نہ ہوگی

۴۲۹۔ حَدَّثَنَا محمودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أخبرنا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْبَعِثَ كَذَّابُوْنَ دَجَّالُوْنَ قَرِيْبٌ مِنْ ثَلَاثِيْنَ، كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وابنِ عُمَرَ. وهٰذَا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب جھوٹے دجال نہ پیدا ہوں، ان میں سے ہر ایک گمان کرے گا وہ اللہ کا رسول ہے" اس باب میں جابر بن سمرہ اور ابن عمر سے روایت ہے" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۴۳۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ﷺ : لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ وَحَتَّى يَعْبُدُوا الْأَوْثَانَ وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ كَذَّابُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

''سیدنا ثوبانؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری امت کے بہت سے قبیلے مشرکین سے نہ مل جائیں اور جب تک بتوں کو نہ پوجنے لگیں اور عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے ان میں سے ہر ایک گمان کریگا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : قریب من ثلاثین : یہ مبتدا محذوف عددھم کی خبر ہے۔ دیگر روایات میں ثلاثون جزم وصراحت کے ساتھ وارد ہے جیسا کہ مسند احمد میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے ''سیکون فی امتی کذابون دجالون سبعة وعشرون، منهم اربع نسوة، وانی خاتم النبیین لا نبی بعدی'' بعض روایات میں ''سبعون'' بھی واقع ہے، مقصود تکثیر ہے تحدید نہیں اس لئے کسی قسم کا تعارض نہیں، یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اقل اکثر کے منافی نہیں، یہ بھی کہ سبعون والی روایت ضعیف ہے، دجال کا معنی ومصداق آگے باب ۴۵ میں آرہا ہے۔

حتی تلحق قبائل من امتی.... : اس کا مطلب یہ ہے کہ واحدانیت ورسالت دونوں بنیادی عقائد میں کچھ لوگ کمزور ہوتے ہوتے شرک وبت پرستی تک جا پہنچیں گے، اللہ اور اس کے رسول کو بھلا بیٹھیں گے۔ آپ کی رحلت کے بعد بعض قبیلوں کا دین سے پھر کر کفار سے جا ملنا اس کی دلیل ہے کہ فتنہ ارتداد میں گرفتار ہو کر کئی لوگ مشرکین سے جا ملے۔ کذابون سے مراد رسالت کے منکر اور الوھیت کے منکر وغیرہ سب باطل پرست ہیں اسود عنسی، مسیلمة، قادیانی۔

۳۸۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي ثَقِيفٍ كَذَّابٌ وَمُبِيرٌ

بنو ثقیف میں ایک کذاب اور ایک خون ریز ہوگا

۴۳۱۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ شَرِيكِ بْنِ عبدالله عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُصْمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : فِي ثَقِيفٍ كَذَّابٌ وَمُبِيرٌ. قَالَ أَبُوعِيسَى: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ.

حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ وَاقِدٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ نَحْوَهُ بِهٰذَا الاسناد، وهٰذا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ، وَشَرِيكٌ يَقُولُ: عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُصْمٍ وَإِسْرَائِيلُ يَقُولُ: عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُصْمَةَ. قَالَ أَبوعيسى: يُقَالُ الْكَذَّابُ الْمُخْتَارُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ وَالْمُبِيرُ الْحَجَّاجُ بْنُ يُوسُفَ.

حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ سَلْمٍ الْبَلْخِيُّ، أخبرنا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ: أَحْصَوْا مَاقَتَلَ الْحَجَّاجُ صَبْرًا فَبَلَغَ مِائَةَ أَلْفٍ وَعِشْرِينَ أَلْفَ قَتِيلٍ.

''سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قبیلہ ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک خونریز ہوگا''

اس باب میں اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے۔ عبدالرحمن بن واقد نے بواسطہ شریک ہم سے اسی کے مثل بیان کیا ہے۔ شریک عبداللہ بن عصم اور اسرائیل نے عبداللہ بن عصمہ کہتے کہا گیا کہ کذاب سے مراد مختار بن ابی عبید ہے

اور مبیر (وسفاک) سے حجاج بن یوسف۔ ہم سے ابوداؤد نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کہ حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار انسانوں کو قتل کیا ہے۔

تشریح : فاما الکذاب . جیسے امام ترمذی نے کہا اس سے مراد مختار بن ابی عبید ثقفی ہے۔ جو بڑا عالم تھا آخر میں دماغ خراب ہوا اور جھوٹے دعوے کرنے لگا کہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ پھر اپنے انجام بدکو پہنچا۔ واما المبیر . ہلاکت خیز۔ ظالم۔ اس سے مراد حجاج ہے جس نے ایک لاکھ تیس ہزار سے زائد افراد کو ناحق قتل کروایا جن میں صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد تھی علماء، فضلا تو بے شمار تھے۔ یہ دونوں (بدبخت) ایک قبیلے سے تھے۔

٣٩۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الْقَرْنِ الثَّالِثِ

تیسری صدی کا بیان

٤٣٢۔حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِالأَعْلَى ،حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ هِلاَلِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ،ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِهِمْ قَوْمٌ يَتَسَمَّنُوْنَ وَيُحِبُّوْنَ السِّمَنَ يُعْطُوْنَ الشَّهَادَةَ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلُوْهَا.

قَالَ أَبُوعِيسَى:هٰكَذَا رَوَى مُحَمَّدُبْنُ فُضَيْلٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ هِلاَلِ بْنِ يَسَافٍ. وَرَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ من الْحُفَّاظِ [هذاالحديث]عَنِ الأَعْمَشِ ،عَنْ هِلاَلِ بْنِ يَسَافٍ،وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَلِيَّ بْنَ مُدْرِكٍ .قَالَ:وحَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ ،أخبرنا وَكِيْعٌ عَنِ الأَعْمَشِ،حَدَّثَنَا هِلاَلُ بْنُ يَسَافٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَنَحْوَهُ.وَهٰذَاأَصَحُّ عِنْدِي مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِبْنِ فُضَيْلٍ.

وقدرُوِيَ هذاالحديثُ من غيروَجهٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

''سیدنا عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرما رہے تھے سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر وہ جوان کے قریب ہیں پھر وہ جوان کے قریب ہیں۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو موٹاپے کی کوشش کریں گے۔ اور موٹاپا پسند کریں گے۔ اور طلب سے پہلے گواہی دیں گے''

محمد بن فضیل نے اس حدیث کو اعمش سے اسی سلسلہ سند سے نقل کیا ہے، اعمش علی بن مدرک، ہلال بن یساف، لیکن دوسرے حفاظ حدیث نے اس کو اعمش سے روایت کیا۔ مگر علی بن مدرک کا واسطہ اس میں ذکر نہیں کیا۔

حدیث سابق کی مثل۔ میرے نزدیک یہ روایت محمد بن فضیل کی روایت سے صحیح تر ہے، یہ حدیث اس کے علاوہ بھی عمران بن حصین سے نبی ﷺ سے مروی ہے۔

٤٣٣۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ،حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ:قَالَ رسولُ اللّٰه ﷺ :خيرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِي بُعِثْتُ فِيْهِمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ،قَالَ وَلاَ أَعْلَمُ أَذَكَرَ الثَّالِثَ أَمْ لاَ ،ثُمَّ يَنْشَأُأَقْوَامٌ يَشْهَدُوْنَ وَلاَ يُسْتَشْهَدُوْنَ ،وَيَخُوْنُوْنَ وَلاَ يُؤْتَمَنُوْنَ ،وَيَفْشُوفِيْهِمُ السِّمَنُ .

هذا حديث حسن صحيح

''سیدنا عمران بن حصینؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جس زمانہ میں میں مبعوث کیا گیا۔ پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں عمرانؓ کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ آپ نے تیسرے قرن کا ذکر کیا یا نہیں۔ پھر ایسے لوگ پیدا ہونگے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہ کی جائیگی۔ خیانت کرینگے امانت دار نہ ہونگے اور ان میں موٹاپا عام ہوجائے گا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت کی برکت صحابی تابعی پھر تبع تابعی میں ہے کہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نصرت فرماتے ہیں خیر الناس قرنی ثم الذین یلو نهم.

قرن اقتران سے مشتق ہے بمعنی وقت، زمانہ، ایک امت کے لوگ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمانہ ایک امت کو دوسری امت سے ملا دیتا ہے اور وقت کو زمانے کے ساتھ ملا دیتا ہے ماضی حال کے ساتھ اور حال مستقبل کے ساتھ مقترن اور ملے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے الم یرو کم اھلکنا قبلھم من قرن...... و انشأ نامن بعد ھم قرنا آخرین. (انعام ٦) کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ ان سے پہلے کتنے زمانے والوں کو (ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے) ہم نے ہلاک کیا اور ان کے بعد دوسری کتنی امتیں پیدا کیں۔

قرن: اس کی مدت میں مختلف اقوال ہیں ١۔ اسی سال ٢۔ ساٹھ سال ٣۔ چالیس سال ٤۔ ایک سوبیس سال ٥۔ ایک سو سال ٦۔ حربیؒ کہتے ہیں کہ قرن دس سال سے ایک سوبیس سال تک کو کہتے ہیں ٧۔ دو نسلیں جو ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں تقریباً ایک نسل سو سال میں منقطع ہو جاتی ہے اور نئی پود میدان میں آجاتی ہے ٨۔ قرن ایک نبی کی بعثت والی مدت کو کہتے ہیں وقت کی تعیین نہیں بھلے کم ہو یا زیادہ مثلاً نوح علیہ السلام کی مدت اور ابراہیم علیہ السلام کی مدت ان کے درمیان بہت فرق ہے۔ (خازن ج ٢ ص ٤)

قرن اول: صحابہ کا دور جو آپ ﷺ کی بعثت سے آخری صحابی کی دنیا سے رحلت تک ہے۔ قرن ثانی تابعین کا دور۔ قرن ثالث۔ تبع تابعین کا دور۔ قرن صحابہ کی مدت ایک سوبیس سال۔ قرن تابعین ساٹھ سال، قرن تبع تابعین چالیس سال۔ اگر صحابہ کا دور ایک سو دس سال شمار کیا جائے تو پھر تابعین کی مدت ستر سال اگر صحابہ کا دور سو سال شمار کریں تو تابعین کا زمانہ اسی سال ہوگا۔ یہ اختلاف ابو الطفیل آخری صحابی کی وفات میں اختلاف کی وجہ سے ہے۔ ان کی وفات ایک سو دس یا ایک سوبیس ہجری میں ہوئی۔ تینوں دور ملا کر دو سوبیس سال ہیں۔ اس ترتیب ذکری سے معلوم ہوا کہ صحابہ تابعین سے افضل ہیں تابعین تبع تابعین سے افضل ہیں۔

سوال! یہ فضیلت اجتماعی اور من حیث المجموع ہے یا افراد کے اعتبار سے کہ ہر صحابی ہر فرد تابعی سے اسی طرح ہر فرد تابعی تبع تابعی سے افضل ہے۔

جواب! ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ یہ مجموعی افضیلت ہے۔ جمہور اہل علم کا کہنا ہے کہ افراد کے اعتبار سے فضیلت ہے ابن حجر نے تعدیل کی کوشش کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس نے آپ ﷺ کے زمانہ میں جہاد کیا یا آپ کے ساتھ مال جان کھپایا وہ بعد والوں سے ہر حال میں افضل ہے۔ باقی جن حضرات کو اس سعادت کا موقع نہیں ملا ان کے بارے میں کلام ہے۔ اس کی بنیادی دلیل آیت قرآنی لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجة من الذین انفقو من

بعد وقاتلوا. وکلا وعد الحسنی (حدید:۱۰) برابر نہیں تم میں سے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور میدان میں لڑے یہ بڑے درجہ والے ہیں اور رضا کا وعدہ اللہ نے سب سے کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس صحابی نے آپ ﷺ کا زمانہ جتنا پایا ہے اور زیادہ سے زیادہ غزوات و سرایا میں شریک ہوتے رہے اسی کے بقدر ان کا درجہ اور فضیلت زیادہ ہے بعد میں آنے والے جتنے بھی اعمال کرلیں ان کے مساوی نہیں پھر ہر صحابی صحبت و زیارت کی وجہ سے پوری امت پر برتری رکھتا ہے کیونکہ اس نسبت اور فضیلت میں کوئی ان کا سہیم و قسیم نہیں۔ اسی طرح تابعین پھر تبع تابعین۔ باقی اعمال جزئیہ میں کثرت و فرق ہوسکتا ہے۔ جس میں وسیع گنجائش ہے۔

اقوام یشھدون.... اس چوتھے قرن میں ورع، تقویٰ، صداقت، امانت، کم ہو جائیگی لوگ بلا تامل اور بغیر تحقیق کے قسمیں کھائیں گے ملی جلی شہادتیں دینگے کبھی بے جا قسم کبھی بے موقع گواہیاں۔ مقدمے میں طلب سے پہلے گواہی دیں گے، بس معاملہ گڈمڈ ہو جائیگا۔ اس حدیث سے مالکیہ نے استدلال کیا ہے کہ جو شخص شاہد (گواہ) ہو پھر قسم کھالے تو اس کی شہادت مردود ہوگی جبکہ جمہور کا کہنا ہے کہ صرف قسم اٹھانے سے اس کی گواہی رد نہ ہوگی۔

یحبون السمن . موٹاپے کو پسند کریں گے۔ ا۔ یعنی لذات و شہوات اور کثرت اکل میں منہمک ہو جائیں گے۔ بس پیٹ بھرنے اور جسمانی صحت کے سوا ان کا مدعا کچھ نہ ہوگا حلال یا حرام، مکروہ یا مشتبہ پرواہ نہیں بس ہونا چاہئے۔ یہ مذمت مصنوعی، کسبی جسامت کی ہے طبعی اور خلقی کیفیت مذموم نہیں۔ ۲۔ اپنے پاس ایسی چیزوں کے دعوے کریں گے جو ان کے پاس نہیں یا انکے اہل نہیں لیکن دعوے اونچے اونچے کریں گے اندر کھوکھلا۔ ۳۔ اس سے مراد مال جمع کرنا ہے ان کا مطمح نظر اور مطلوب دنیا جمع کرنا اور جوڑنا ہوگا والکل مذموم.

یَشْھَدُوْنَ ولا یُسْتَشْھَدُوْن. سوال! یہ حدیث اس حدیث سے متعارض ہے جو آگے ابواب شہادات میں ہے کہ جس میں ہے کہ بہترین گواہ وہ ہیں جو شہادت طلب کرنے سے پہلے گواہی دیں۔ جواب! اس میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر گواہ کو معلوم ہو کہ جس کے حق میں میں گواہی دے رہا ہوں اس کو میری شہادت کا علم ہے پھر طلب سے پہلے گواہی دے تو یہ مبغوض ہے اور اگر مشہود لہ کو اس کی گواہی کا علم نہ ہو اللہ کی رضاء کیلئے اب اگر طلب سے پہلے گواہی دے تو یہ بہتر ہے حدیث باب میں پہلی صورت کا ذکر ہے اور دوسری حدیث (جس کا حوالہ نوویؒ نے دیا ہے) دوسری صورت کا ذکر ہے۔ (نوویؒ)

یخونون ولا یوتمنون . خیانت کریں گے امانت کی پاسداری نہ کریں گے۔

٤٠۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی الْخُلَفَاءِ

خلفاء کے بیان میں

٤٣٤۔ حَدَّثَنَا أبو كُرَيْبٍ مُحَمَّد بن العلاء، أخبرنا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ الطنافسي عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰه ﷺ: يَكُونُ مِنْ بَعْدِي اثْنَا عَشَرَ أَمِيرًا قَالَ: ثُمَّ تَكَلَّمَ بِشَيْءٍ لَمْ أَفْهَمْهُ فَسَأَلْتُ الَّذِي يَلِيْنِي فَقَالَ: قَالَ: كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ .

قَالَ أبو عِيسَى: هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وقد رُوِيَ من غيرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ . حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ

،حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى ،عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ ،عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَ هَذَا الْحَدِيثِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ [حسن صحيح] غريبٌ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ. وفي الباب عَن ابنِ مَسْعُوْدٍ وَعَبْدِاللهِ بنِ عَمْرٍو .

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد بارہ امیر ہوں گے پھر آپ نے کچھ فرمایا جو میں سمجھ نہ سکا میں نے اپنے قریب کے آدمی سے پوچھا کہ آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟ اس نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ سب قریش سے ہونگے'' یہ حدیث صحیح ہے، اوراس کے علاوہ بھی دوسرے طریقوں سے حضرت جابر بن سمرۃؓ سے مروی ہے

حدیث سابق کی مثل ۔سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ سے اسی کے مثل مذکور ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔اسکی غرابت ابوبکر بن موسیٰ کی روایت سے ہے۔اس باب میں ابن مسعودؓ اور عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے۔

٤٣٥ ـحَدَّثَنَا بُنْدَارٌ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، أخبرنا حُمَيْدُ بْنُ مِهْرَانَ عَنْ سَعْدِ بنِ أَوْسٍ عَنْ زِيَادِ بنِ كُسَيْبٍ العدويِّ، قَالَ كُنْتُ مَعَ أَبِي بَكْرَةَ تَحْتَ مِنْبَرِ ابنِ عَامِرٍ وَهُوَ يَخْطُبُ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَقَالَ أَبُو بِلَالٍ: انْظُرُوا إِلَى أَمِيرِنَا يَلْبَسُ ثِيَابَ الفُسَّاقِ فَقَالَ أَبُو بَكْرَةَ: اسْكُتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ أَهَانَ سُلْطَانَ اللهِ فِي الْأَرْضِ أَهَانَهُ اللهُ .قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ .

''زیاد بن کسیب عدوی نے کہا میں ابوبکرہ کے ساتھ ابن عامر کے منبر کے نیچے تھا اس حال میں کہ وہ خطبہ دے رہا تھا اور باریک کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اس پر ابو بلالؓ نے کہا لوگو! ہمارے امیر کی طرف دیکھو۔ فاسقوں جیسے کپڑے پہنتا ہے۔ابوبکرہؓ نے کہا چپ رہو، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرما رہے تھے جو زمین میں اللہ کے بادشاہ کی توہین کرتا ہے۔اللہ اس کی توہین فرماتے ہیں'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح : اثنا عشر امیرا: اس کی تشریح وتعیین میں متعدد اقوال ہیں۔

ا۔اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کا ایک خلیفہ پر مجتمع رہنا بارہ خلفا تک ہوگا۔

۲۔خلافت علی حسب السنۃ بارہ خلفاء تک رہے گی اگرچہ اس میں تسلسل ضروری نہیں کہ بیچ میں یزید کا دور بھی ہے۔

۳۔اس سے مراد خلفاء بنو امیہ ہیں۔ ا۔ یزید بن معاویہ ،۲۔ معاویہ بن یزید، ۳۔عبدالمالک ،۴۔ولید، ۵۔سلیمان، ۶۔عمر بن عبد العزیز، ۷۔یزید بن عبدالملک بن ہشام، ۸۔ ولید بن یزید، ۹۔ یزید بن ولید، ۱۰۔ ابراہیم بن ولید، ۱۱۔مروان بن الحکم، ۱۲۔حکم بن مروان۔ پھر خلافت بنو عباس میں منتقل ہوئی۔

۴۔اس سے مراد امارت علی حسب سنۃ الخلفاء بارۃ امیروں میں ہوگی اگرچہ ان میں سے بعض نے اپنے اوپر زیادتی بھی کی ہوگی لیکن اکثر امور مملکت میں اپنے پیش رؤں کی تقلید ہوگی۔

۵۔اس سے امارت وخلافت اور تعداد مراد ہی نہیں بلکہ اس امت کی طویل بقاء وحیات مراد ہے کہ طویل مدت تک یہ امت رہے گی تا آنکہ نفخ فی الصور کا ظہور ہو۔ہذہ الاقوال کلھا فی الکوکب وھامشہ.

فسألت الذی یلینی : حضرت جابرؓ کہتے ہیں آخری جملہ سمجھ نہ آنے پر میں نے اپنے قریب والے سے دریافت کیا یہ ان کے والد تھے مسلم شریف میں اس کی صراحت ہے "فسألت ابی" میں نے اپنے والد سے پوچھا۔
یلبس ثیاب الفساق: ا۔ وہ لباس ریشم کا ہو تو پھر یہ حقیقی معنیٰ میں ہوگا کیونکہ ریشم منع ہے اور خالص ریشم پہننے والا فاسق ہے۔
۲۔ ہوسکتا ہے ریشم نہ ہو لیکن زیادہ پرتکلف وعیش پرستانہ ہو تو یہ جملہ تغلیظ پر محمول ہوگا۔ امام شافعیؒ کا مقولہ ہے "من رق ثوبہ رق دینہ"۔ من اهان سلطان الله: حضرت ابوبکرۃؓ کے برجستہ مدلل جواب سے ثابت ہوا کہ کسی معزز وصاحب رتبہ شخص کو سرعام ملامت ورسوا کرنا اچھا نہیں ہاں اصلاح کی دعا اور اطلاع کی کوشش ضرور کرنی چاہیے۔

۴۱۔بَابُ مَاجَاءَ فی الْخِلَافَةِ

خلافت کے بیان میں

۴۳٦۔حَدَّثَنَا یَحْیَی بنُ مُوْسَی، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَن سَالِمِ بنِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عُمَرَ عَن أَبِیْهِ قَالَ: قِیْلَ لِعُمَرَ بنِ الْخَطَّابِ: لَوِاسْتَخْلَفْتَ. قَالَ إِنْ أَسْتَخْلِفْ فَقَد اسْتَخْلَفَ أَبُو بَکْرٍ وَإِنْ لَمْ أَسْتَخْلِفْ لَمْ یَسْتَخْلِفْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ أبوعِیسَی: وَفِی الْحَدِیْثِ قِصَّةٌ وهذا حدیثٌ صَحِیْحٌ، قَدْرُوِیَ مِنْ غَیْرِوَجْهٍ عَن ابنِ عُمَرَ

"حضرت سالم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں حضرت عمرؓ سے عرض کیا گیا کاش آپ کسی کو خلیفہ بنادیتے تو اچھا ہوتا آپ نے فرمایا اگر میں خلیفہ مقرر کروں تو حضرت ابوبکر نے بھی خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اور اگر خلیفہ مقرر نہ کروں تو نبی ﷺ نے بھی خلیفہ مقرر نہیں کیا ہے" اس حدیث میں ایک واقعہ ہے یہ حدیث صحیح ہے اور ابن عمرؓ سے مختلف طریقوں سے مروی ہے۔

۴۳۷۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مَنِیْعٍ، أخبرنا سُرَیْجُ بنُ النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَشْرَجُ بنُ نُبَاتَةَ، عَن سَعِیْدِ بنِ جُمْهَانَ، قَالَ حدثنی سَفِیْنَةُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْخِلَافَةُ فِی أُمَّتِی ثَلَاثُوْنَ سَنَةً، ثُمَّ مُلْكٌ بَعْدَ ذٰلِكَ. ثُمَّ قَالَ لِی سَفِیْنَةُ: أَمْسِكْ عَلَیْكَ خِلَافَةَ أَبِی بَکْرٍ، ثُمَّ قَالَ: وَخِلَافَةَ عُمَرَ وَخِلَافَةَ عُثْمَانَ، ثُمَّ قَالَ لِی: أَمْسِكْ خِلَافَةَ عَلِیٍّ قَالَ: فَوَجَدْنَاهَا ثَلَاثِیْنَ سَنَةً. قَالَ سَعِیْدٌ فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّ بَنِی أُمَیَّةَ یَزْعَمُوْنَ أَنَّ الْخِلَافَةَ فِیْهِمْ، قَالَ: کَذَبُوْا بنو الزَّرْقَاءِ بَلْ هُمْ مُلُوْكٌ مِنْ شَرِّ الْمُلُوْكِ. قَالَ أبوعیسی: وفی البابِ عَنْ عُمَرَ وعَلِیٍّ قَالَا: لَمْ یَعْهَد النَّبِیُّ ﷺ فی الْخِلَافَةِ شَیْئاً.
وهٰذا حدیثٌ حسنٌ قدرَوَاهُ غَیْرُ وَاحِدٍ عَن سَعِیْدِ بنِ جُمْهَانَ، وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِیْثِ سَعِیْدِ بنِ جُمْهَانَ

"سیدنا سفینہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں علی منہاج النبوۃ خلافت تیس سال ہوگی۔ اس کے بعد بادشاہی ہوگی سعید کہتے ہیں سفینہ نے مجھ سے کہا خلافت ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی کا حساب کرو ہم نے حساب کیا تو پورے تیس سال ہوئے۔ میں نے کہا بنوامیہ کا خیال ہے کہ خلافت ان میں ہے۔ سفینہ نے کہا زرقاء کی اولاد نے جھوٹ کہا وہ لوگ تو بادشاہ ہیں برے بادشاہ" اس باب میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے خلافت کی مدت کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا، یہ حدیث حسن ہے۔ مختلف لوگوں نے اسکو سعید بن جمہان سے نقل کیا ہے۔ اور ہم اس کو صرف ابن

جمہان کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

تشریح: الخلافة فی امتی ثلاثون سنة: خلافت علی منهاج النبوة تیس سال ہوگی یہی خلفاء راشدۃ اربعہؓ کا دور خلافت ہے۔

۱۔دورانیہ خلافت حضرت ابوبکرؓ دوسال تین ماہ دس دن ۱۱ھ ربیع الاول سے ۱۳ھ ۲۲ جمادی الثانی تک۔

۲۔دورانیہ خلافت حضرت عمرؓ دس سال چھ ماہ آٹھ دن ۱۳ھ جمادی الثانی سے ۲۳ھ آخر ذی الحجۃ تک۔

۳۔دورانیہ خلافت حضرت عثمانؓ گیارۃ سال گیارہ ماہ نو دن آغاز محرم ۲۴ھ سے ذی الحجہ ۳۵ھ تک۔

۴۔دورانیہ خلافت حضرت علیؓ چارسال نو ماہ سات دن ۲۶ھ سے ۴۰ھ رمضان المبارک تک۔ پھر چھ ماہ حضرت حسنؓ کا دور رہا یہاں تک کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر کے زمام خلافت ان کے سپرد کردی اور خود گوشہ نشین ہوگئے۔

سوال: خلفاء راشدۃ اربعہ کے علاوہ بھی بعض نامور عادل گذرے ہیں جیسے عمر بن عبدالعزیزؒ تو پھر ثلاثون سنۃ کا حصر وقصر کیسا؟

جواب: دراصل حدیث باب میں من کل الوجوہ علی منهاج النبوة کی مدت بیان ہے، جبکہ بعض دیگر عادلین ومنصفین کا دور مکمل ان جیسا ہونا کہ حق کی مخالفت کسی درجہ میں بھی نہ ہو نہیں ہے، اس لئے کوئی اعتراض نہیں، یہ بھی کہا جاسکتا ہے ثلاثون سنۃ متصل ہوں یہ خلفاء راشدہ اربعہ کے ساتھ مخصوص ہے اس کے بعدوالوں سے حدیث باب میں تعرض نہیں ہے۔

کذبوا بنو الزرقاء: یہ ترکیب کے اعتبار سے ''اکلونی البراغیث مجھے پسوؤں نے کاٹ لیا'' کے قبیل سے ہے کہ فاعل اسم ظاہر ہونے کے باوجود فعل جمع ہے قوت المغتذی میں بنوالزرقاء کو کذبوا کی ضمیر جمع سے بدل بنایا گیا ہے۔ یہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی جدات میں ''زرقاء'' نامی عورت گذری ہے جسکی طرف انہیں منسوب وذکر کیا جاتا ہے۔

لو استخلفت بصیغہ مخاطب ہے، یہ لوتمنا کیلئے ہے، اس کا جواب لکان خیرا محذوف ہے۔

اتباع فاروقیؓ: امیرالمؤمنینؓ کے سامنے اپنے دو پیش رو اور مقتدا کا رویہ اور عمل تھا۔

۱۔آنحضرت ﷺ کہ اشارات تو ضرور فرمائے لیکن خلافت کی علی التعیین وصیت نہ فرمائی کماذکرالترمذی عن عمرو علیؓ۔

۲۔حضرت ابوبکرؓ کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر فرمادیا تھا، یہ دونوں عمل جائز ہیں، علامہ نووی رقمطراز ہیں'' **حاصله ان المسلمین اجمعوا علی ان الخلیفة اذا حضرته مقدمات الموت وقبل ذلک، یجوزله الاستخلاف، ویجوز ترکه، فان ترکه فقد اقتدیٰ بالنبیؐ فی هذا والا فقد اقتدی بابی بکر، (وکلاهما مقبول ومحبوب)، واجمعوا علی انعقاد الخلافة بالاستخلاف وعلی انعقاد ها بعقد اهل الحلّ والعقد (مسلم ۲/ ۱۲۰)** الغرض حضرت عمرؓ نے آپؐ کے معمول کواپناتے ہوئے خلیفہ مقرر کرنے کی بجائے چھ افراد پر مشتمل شوری مقرر فرمادی ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔حضرت عثمان، ۲۔حضرت علی، ۳۔عبدالرحمان بن عوف ۴۔حجرت سعد بن ابی وقاص، ۵۔زبیر، ۶۔طلحہ اپنے صاحب زادے کے متعلق فرمایا عبداللہ مشورہ میں شریک رہے گا باقی امر خلافت میں اس کا کوئی سروکار نہیں۔

وفی الحدیث قصة طویلة: امام مسلمؒ نے صحیح مسلم ۱۲۰/۲ کتاب الامارۃ کے دوسرے باب میں مفصل حدیث نقل کی ہے۔

٤٢۔بَابُ مَاجَاءَ أَنَّ الْخُلَفَاءَ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ

اس بیان میں کہ قیامت تک خلفاء قریش سے ہوں گے

٤٣٨۔حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَاللهِ بْنَ أَبِي الْهُذَيْلِ يَقُولُ: كَانَ نَاسٌ مِنْ رَبِيعَةَ عِنْدَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ لَتَنْتَهِيَنَّ قُرَيْشٌ أَوْ لَيَجْعَلَنَّ اللهُ هَذَا الْأَمْرَ فِي جُمْهُورٍ مِنَ الْعَرَبِ غَيْرِهِمْ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: كَذَبْتَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: قُرَيْشٌ وُلَاةُ النَّاسِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: وفي الباب عَن ابنِ مَسْعُودٍ وَابنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ، وهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صحيحٌ.

”عبداللہ بن ابی ہزیل کہتے ہیں قبیلہ ربیعہ کے چندلوگ عمرو بن عاص کے پاس بیٹھے تھے۔قبیلہ بکر بن وائل کے ایک آدمی نے کہایا تو قریش فسق وفجور سے باز آجائیں، ورنہ اللہ امر ولایت اور حکومت ان کے علاوہ جمہور عرب میں کردے گا۔اس پر عمرو بن عاصؓ نے کہا۔تونے جھوٹ کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرمارہے تھے قریش قیامت تک لوگوں کے والی ہیں خیر میں اور شر میں“ اس باب میں ابن عمر، ابن مسعود اور جابر سے روایات ہیں۔یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

٤٣٩۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ العبديُّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ عَنْ عَبْدِالْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَايَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتَّى يَمْلِكَ رَجُلٌ مِنَ الْمَوَالِي يُقَالُ لَهُ جَهْجَاهُ. قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَا حديثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

تشریح: کذبت یہ مخاطب کا صیغہ ہے، سمعت متکلم کا صیغہ ہے، حضرت عمرو بن عاصؓ نے باحوالہ نکیر فرمائی کہ تو نے غلط کہا میں نے آپؐ سے سنا ہے کہ والی قریش میں ہوں گے۔قال النووی: ولا یجوز عقدها لغیرهم وعلیه الاجماع. صحابہ کرامؓ کے دور سے اس پر اجماع چلا آرہا ہے کہ استحقاق خلافت قریش کو ہے، نظام معتزلی اور بعض اھل بدعت نے اختلاف کیا ہے۔ولا یعبأ بقولهما. یہی روایت آپ ﷺ کی رحلت کے بعد پیش کی گئی جسے تمام انصار حضرات نے دل وجان سے قبول کیا اور بالاتفاق حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اول مقرر ہوئے، علامہ نووی کی تصریح سے بات واضح ہوچکی کہ استحقاق خلافت قریش کا ہے، ہاں اگر کوئی دوسرا غلبہ پاکر خلیفہ بن بیٹھے تو مزید افتراق امت اور تنازعات بپا نہ ہوں۔(کوکب ۱۵۰/۳)

سوال: اس پر یہ سوال وارد ہوسکتا ہے کہ بعض روایات میں عبد حبشی وغیرہ کی اطاعت کا حکم ہے، چنانچہ اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کأنّ رأسه زبیبة اور امّر علیکم عبد مجدع یقرؤکم بکتاب الله فاسمعوا (مسلم ۲) ادھر غلاموں کی اطاعت کا حکم اور خلافت قریش میں رہے گی میں بظاہر تعارض ہے؟

جواب: حدیث باب میں یہ بیان ہوا ہے کہ خلافت قریش میں ہو اور خلیفہ کا استحقاق انہیں کا ہے سوال میں مذکورۃ روایات کا یہ مطلب نہیں کہ خلافت غلاموں کا استحقاق ہے انہیں منتقل کرو پھر ان کی اطاعت کرو، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر جزوی یا کلی طور پر کوئی دوسرا

جبراً غلبہ پا کر خلیفہ بن بیٹھے تو پھر مزید نزاعات واختلافات سے بچتے ہوئے اس کی اطاعت کرو بھلے لمبی ناک والا یا کان کٹا غلام ہی ہو، نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں استحقاق خلافت کا ذکر نہیں کہ حدیث باب سے متعارض ہو جائے بلکہ اطاعت کا حکم ہے جو مبالغۃً فرمایا کہ بھلے غلام ہو تو بھی اطاعت کرو بغاوت نہ کرو کوکب الدری میں ہے "امّا لو تغلّب عبد حقیقة بطریق الشوکة فانّ طاعته تجب اخماد اللفتنة ما لم یأمر بمعصیة" یقال له جهجاه: اس میں جہجا، جہجا، جہیجا، جہجل، جہجاہ بھی کہا گیا ہے عجمی غلام، عموماً شراح حدیث کا یہی قول ہے کہ اس نام کا "حاکم" نزول ووفات عیسیٰ کے بعد ہوگا۔ وهذه الاحادیث فی الحث علی السمع والطاعة فی جمیع الاحوال وسببها اجتماع کلمة المسلمین فانّ الخلاف سبب لفساد احوالهم فی دینهم و دنیاهم . (نووی)

٤٣۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الْأَئِمَّةِ الْمُضِلِّیْنَ

گمراہ کرنے والے پیشواؤں کے بیان میں

٤٤٠۔حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ،حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ،عَنْ أَیُّوبَ ،عَنْ أَبِی قِلَابَةَ عَنْ أَبِی أَسْمَاءَ الرحبی عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّمَا أَخَافُ عَلَی أُمَّتِی الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّیْنَ.قَالَ وقَالَ رسول الله ﷺ : لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِی عَلَی الْحَقِّ ظَاهِرِیْنَ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰی یَأْتِیَ أَمْرُاللّٰهِ .قَالَ أبوعیسی: هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ

"سیدنا ثوبان سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اپنی امت پر گمراہ کن پیشواؤں سے ڈر ہے اور فرمایا امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر اور غالب رہے گا۔ چھوڑنے والے انکا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے، یہاںتک کہ اللہ کا امر قیامت آئے" یہ حدیث صحیح ہے۔

٤٤۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الْمَهْدِیِّ

جناب مہدی رضی اللہ عنہ کے بیان میں

٤٤١۔حَدَّثَنَا عُبَیْدُبْنُ أَسْبَاطِ بنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِیُّ الکوفیُّ قَالَ:حدثنی أبی،حَدَّثَنَا سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ عَنْ عَاصِمِ بنِ بَهْدَلَةَ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :لَاتَذْهَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَیْتِی یُوَاطِیءُ اِسْمُهٗ اِسْمِی.

قَالَ أَبوعِیسَی: وفی البَابِ عَنْ عَلِیٍّ وَأَبِی سَعِیْدٍ وَأُمِّ سَلَمَةَ وَأَبِی هُرَیْرَةَ .وهٰذَا حدیثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ .

"سیدنا عبداللہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا ختم نہ ہوگی جب تک ایک آدمی میرے اہل بیت سے عرب کا بادشاہ نہ بنے اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا"

اس باب میں حضرت علی، ابی سعید، ام سلمہ اور ابی ہریرہؓ سے روایات ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٤٤٢۔حَدَّثَنَا عَبْدُالْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ بنِ عَبْدِالْجَبَّارِ الْعَطَّارُ،حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ عَاصِمٍ ،عَنْ زِرٍّ،عَنْ عَبْدِاللّٰهِ

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يَلِي رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُوَاطِيءُ اِسْمُهُ اِسْمِي .قَالَ عَاصِمٌ :وأخبرنا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :لَوْلَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلاَّ يَوْما لَطَوَّلَ اللهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ حَتَّى يَلِيَ . قَالَ أبو عيسى: هذَاحَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

''عبداللہ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی لوگوں کا بادشاہ ہوگا اسکا نام میرے نام جیسا ہوگا، عاصم کہتے ہیں ابوصالح نے بواسطہ ابو ہریرہؓ ہم سے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر دنیا کے خاتمہ کا ایک دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس دن کو طریل کردے گا۔ یہاں تک کہ وہ شخص حاکم ہو جائے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٤٤٣ـحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا مُحمدُ بْنُ جَعْفَرٍ،حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْداً العَمِيَّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الصِّدِّيقِ النَّاجِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: خَشِيْنَا أَنْ يَكُونَ بَعْدَ نَبِيِّنَا حَدَثٌ،فَسَأَلْنَا نَبِيَّ اللهِ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ فِي أُمَّتِي الْمَهْدِيَّ يَخْرُجُ يَعِيْشُ خَمْساً أَوْسَبْعاً أَوْتِسْعاً ـزيد الشَّاكُّـقَالَ قُلْنَا وَمَا ذَاكَ؟قَالَ: سِنِيْنَ،قَالَ:فَيَجِيءُ اِلَيْهِ الرَّجُلُ فَيَقُولُ :يَا مَهْدِيُّ أَعْطِنِي أَعْطِنِي ،قَالَ: فَيَحْثِي لَهُ فِي ثَوْبِهِ مَا اسْتَطَاعَ أَنْ يَحْمِلَهُ . قَالَ أبوعيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .وأَبُو الصِّدِّيقِ النَّاجِيُّ اِسْمُهُ بَكْرُبْنُ عَمْرٍو ،وَيُقَالُ بَكْرُ بْنُ قَيْسٍ .

''سیدنا ابوسعید خدری سے مروی ہے کہتے ہیں ہم ڈرے کہ کہیں ہمارے نبی کے بعد نئی باتیں پیدا نہ ہوں۔ہم نے نبی ﷺ سے پوچھا آپؐ نے فرمایا میری امت میں مہدیؓ ظاہر ہوں گے۔پانچ یا سات یا نو زندہ رہیں گے۔زید کو شک ہوا ہے ،ابوسعیدؓ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا اس تعداد سے کیا مراد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا۔سال مزید فرمایا کہ ان کے پاس ایک شخص آکر کہے گا اے مہدیؓ مجھے دیجئے۔تو آپ اس کے دامن میں اتنا کچھ بھر دیں گے جتنا وہ اٹھا سکے گا''

یہ حدیث حسن ہے،اور متعدد طریقوں سے ابوسعیدؓ سے نبی ﷺ سے مروی ہے۔ابوالصدیق ناجی کا نام بکر بن عمرو ہے۔بکیر بن قیس بھی کہا گیا ہے۔

تشریح : خطرات کے درمیان اب بشارت کا ذکر ہے حاصل یہ ہے کہ حالات آہستہ آہستہ بگڑتے اور بد سے بدتر ہوتے جائیں گے، فتنے آتے رہیں گے ہاں ایسا دور بھی آئیگا کہ پھر قرن اول جیسے عدل وانصاف اور اعمال واخلاق کی بہار بھی آئے گی جو جناب مہدی اور عیسی علیہ السلام کے متصل بلکہ مخلط ادوار پر مشتمل ہوگی، پہلے امیر المؤمنین حضرت مہدی کا ظہور پھر حضرت عیسی کا نزول ہوگا، یاد رہے کہ لفظ مہدی کا مصداق وہ ہیں جو احادیث باب میں مذکور اور پوری امت مسلمہ کے نزدیک مسلم ہیں، ہر گز ہر گز وہ غاصب، بدتر سارق، قرآن کو چھپانے والا بزدل غار میں پوشیدہ نہیں ہے جسکا رافضی راگ الاپتے پھرتے ہیں۔لاتذھب الدنیا: ای لاتفنی ولا تنقضی دنیا فنا اور ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ عرب کا امیر میرے اھل بیت میں سے نہ بنے۔**یواطئی اسمہ اسمی: اشعۃ اللمعات** میں ہے کہ جناب مہدی کے اھل بیت میں سے ہونے کی روایات معنوی تواتر تک پہنچتی ہیں کہ وہ سیدۃ فاطمہؓ کی اولاد میں سے ہوں گے، آ پھر یہ بھی آتا ہے کہ اولاد حسنؓ میں سے ہوں گے اور اولاد حسینؓ میں سے ہونے کا بھی آتا ہے، بعض غریب احادیث میں حضرت عباسؓ

کی اولاد میں سے ہونے کا بھی ذکر ہے، ان میں یہ تطبیق ممکن ہے کہ اعمام واخوال یعنی دادھیال ونھیال کے اعتبار سے یہ خاندان جمع ہوں، ابوداؤد میں یہ بھی ہے کہ ان کے باپ کا نام میرے والد جیسا ہوگا اس سے شیعوں پر رد ہوا کہ مہدی موعود محمد بن حسن عسکری نہیں

حتی یملک العرب: عرب کے شرف واصل اور آپؐ کے قرب کی وجہ سے خصوصا ان کا ذکر فرمایا، اگر چہ کلمہ واحدۃ پر متفق اور امیر واحد کے ماتحت مجتمع ہونے کی وجہ سے عرب وعجم دونوں کے امیر و بادشاہ ہوں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عرب تو سب کے سب مطیع ہوں گے اور بعض عجم طاعت نہ کریں گے اس لئے انہیں عرب کا ذکر کیا جو سب اطاعت کریں گے۔

لو لم یبق من الدنیا الا یوم: اس میں امیر المؤمنین مہدی کے ظہور کا یقینی ہونا بیان ہے کہ ان کا آنا عدل وانصاف قائم کرنا حتمی ہے بھلے ایک دن ہی بچے تب بھی اللہ تعالیٰ اسے طول دیکر انہیں مقتدا بنائیں گے، اگلی روایت میں ان کی مدت قیام اور عطا کا ذکر ہے۔

خشینا ان یکون بعد نبینا حدث: حدث ای الامر الحادث المنکر الذی لیس بمعتاد ولا معروف فی السنة.
فتن اور خطرات کا سن کر صحابہ کرامؓ کو فکر واندیشہ لاحق ہوا کہ آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد کیا کیا بدعات ہوں گی جو آپؐ سے منقول و ثابت نہ ہوں گی تو معاملہ بڑا خطرناک ہوگا کیسے بیتے گی اور کس طرح بچیں گے کیونکہ ہر آنے والا دن پہلے سے بدتر ہوگا، تو آپؐ سے دریافت کیا؟ حضورؐ نے جواب میں جناب مہدی کا تذکرہ فرمایا اور تسلی دی کی بھلے دن بھی ہوں گے۔

سوال: کوکب الدری میں یہاں سوال وجواب مذکور ہے کہ صحابہؓ کے خلجان اور آپؐ کے جواب وبیان میں مطابقت کس طرح ہے، سوال بدعات وخدشات کے متعلق ہے اور جواب میں جناب مہدی کا ذکر؟

جواب: ١۔ حاصل جواب یہ ہے کہ آپؐ نے عجب فرمایا: **خیر القرون قرنی، ثم الذی یلونهم، ثم الذین یلونهم** تو صحابہؓ کو امت پر شفقت کی وجہ سے فکر دامن گیر ہوئی ان لوگوں کا کیا ہوگا جن تین ادوار کے بعد فتنوں کا زور ہوگا، غفلت میں ہوں گے کہ اچانک موت و قیامت آ لے گی، اس خوف کا جب اظہار کیا تو آپؐ نے تسلی دی اور فرمایا بدعات وخرافات ہوں گی لیکن ان کے مٹانے کیلئے جناب مہدی کا ضرور ظہور ہوگا اور سب فتنے فرو ہوجائیں اتنی جلد قیامت نہ آئے گی۔

٢۔ باب ٣١ میں ہم نے حدیث پڑھی ہے "**فقال ما من عام الّا والذین بعده شرّ منه حتی تلقوا ربّکم**" اسی طرح دیگر فتنوں کی کثرت والی احادیث جنکا حاصل یہ ہے کہ آہستہ آہستہ خیر اٹھتی جائے گی، برائی چھاتی جائے گی تو صحابہ کرامؓ کو فکر لاحق ہوئی کہ اس پر فتن دور میں کوئی حق کا دیپ جلانے والا اور سیدھی راہ بتانے والا ہوگا یا لوگ اندھیروں میں رہیں گے، یہ تو بڑے خطرے کی بات ہے تو آپؐ سے سوال کیا جس کا آپؐ نے جواب دیا کہ حالات تو بہت بگڑیں گے لیکن پھر بھی امت مسلمہ کی رہنمائی کیلئے جناب مہدی آئیں گے اور ان کی اصلاح وفلاح پر خوب کام کریں گے، نتیجہ یہ ہے کہ قیامت کے جلدی وقوع کا اندیشہ ہو یا گمراہی میں لت پت ہونے کا بہر دو صورت آپ ﷺ نے جواب دیا کہ قیامت آئے گی ہاں اس سے پہلے جناب مہدیؒ کا ظہور ہوگا جو مسلمانوں کی رہنمائی اور نگہبانی کریں گے، اس لئے تم اپنا غم ہلکا کرو، وہ اس امت کے آخری مجدد ہوں گے۔

یعیش خمسا..: جناب مہدی کے قیام کے متعلق سات سال کا ذکر حتمی الفاظ کے ساتھ ابوداؤد میں وارد ہے، اس لئے سات سال تو یقینی ہیں، پھر یوں تطبیق بھی مذکور ہے کہ پانچ سال تو اپنے لشکر ترتیب دیں گے اور منظم کریں گے، پھر دو سال کفار سے دو بدو معرکے

ہوں گے، فتح سے ہمکنار ہو کہ پھر دو سال پر امن گذاریں گے، کل نو سال ہوئے یہ "او" تردید کیلئے نہیں تنویع کیلئے ہے۔

ما استطاع ان یحمله: اشرف الناس واجود الناسؐ کی اولاد میں سے ہوں گے تو سخاوت بھی اعلیٰ پیمانہ کی کہ سائل جتنا اٹھا سکے اتنا دیں گے، سخاوت وعدالت جامع ترین اوصاف ہیں کہ اپنے نفس سے لیکر حیوانات تک کے حقوق کی پاسداری اور اپنوں پرایوں کی کفالت انہیں دو صفات کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔

٤٥۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی نُزُوْلِ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ

عیسیٰ بن مریم کے نزول کے بیان مین

٤٤٤۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ، حَدَّثَنَا اللَّیْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ، عَنْ أَبِی ہُرَیْرَۃَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: وَ الَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ أَنْ یَنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَماً مُقْسِطاً فَیَکْسِرَ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلَ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعَ الْجِزْیَۃَ، وَیُفِیْضَ الْمَالَ حَتّٰی لَایَقْبَلَہٗ اَحَدٌ۔ قَالَ أَبو عِیسَی: ھذاحدیثٌ حسنٌ صَحِیْحٌ۔

"سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے۔ عنقریب تم میں مریم کے بیٹے عیسیٰؑ فیصلہ کرنے والے منصف اتریں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ وضع کردینگے اور مال ودولت خوب دیں گے حتیٰ کہ کوئی اسے قبول نہ کریگا" یہ حدیث حسن صحیح ہے

تشریح: ایک ولی کے تذکرے کے بعد ترقی کرتے ہوئے اب بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک نبی کا تذکرہ ہے، جن کے بارے میں یہود ونصاریٰ کے کئی باطل نظریات اور توہمات ہیں، ان کے نزول سے وہ سب خس وخاشاک کی طرح مٹ جائیں گے اور اسلام اور اہل اسلام نے ان کے بارے میں مضبوط ترین مبنی برصدق وحقیقت جو نظریہ پیش کیا ہے علی الرغم ثابت ہو کر رہے گا۔

یہود کا نظریہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود کا تو آغاز ہی سے نظریہ بالکل باطل اور شرمناک ہے کہ ولادت سے اعلان نبوت پھر رفع الی السماء تک یہ مخالفت پر رہے، ان کی شان میں گستاخیاں کیں، مخالفت کی، قید کیا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ تو محفوظ زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے، انہوں نے انہیں کے نام پر دوسرے کو سولی پر لٹکا کر ان کے مصلوب ومقتول ہونے کا دعویٰ کردیا، جسکی تردید صراحۃ قرآن پاک میں ہے، "وبکفرھم وقولھم علی مریم بھتانا عظیما وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی بن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبّہ لھم ... وماقتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ" (نساء ١٥٦، ١٥٧) اسی طرح آل عمران (آیۃ ٥٤، ٥٥) قرآن کریم کے اس دوٹوک بیان سے یہود کے نظریہ کا بطلا اظہر من الشمس ہے۔

نصاریٰ کا نظریہ: ایک عرصہ تک تو نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مطیع وپیرو رہے اور ان کی مان کر چلتے رہے بلکہ کامیاب جماعت حوارین انہیں میں سے تھے، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قید ہونے کے بعد ان کے نظریات بھی قریب انہدام دیوار جیسے ہوگئے اور تضادات کی بھینٹ چڑھ گئے یہی نصاریٰ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ، ثالث ثلثۃ یا خود اللہ تک کہنے سے نہ رہ سکے آج کہہ دیا کہ وہ مصلوب ومقتول ہوئے، کل معبود آج مقتول؟ پھر ذرا سنبھل کر کہنے لگے قتل ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے زندہ کرکے آسمان پر اٹھالیا، ان کے اس کمزور ترین نظریہ کا بطلان بھی مذکورہ بالا آیات اور دیگر تصریحات سے واضح ہے۔

اسلام اور اھل اسلام کا نظریہ: حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت وبعثت، قید ورفعت اور نزول ورحلت تک اھل اسلام کا نظریہ بالکل واشگاف اور صاف ہے، تہمت میں ملوث ہیں نہ قتل کے قائل بلکہ کلمۃ اللہ اور رسول اللہ مانتے ہیں، اللہ تعالی نے یہود سے ان کی حفاظت فرما کر آسمان کی طرف اٹھالیا اور قرب قیامت ان کا نزول ہوگا اسی پر امت مسلمہ کا اجماع ہے، قرآن کریم کی متعدد آیات، احادیث متواترہ اور اجماع اس کے دلائل ہیں، حیات مسیح اور نزول عیسی پر متعدد کتب ورسائل مستقل طبع ہوئے ہیں، خاتم الانبیاءؑ نے حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق صاف صاف بیان فرمادیا تاکہ ابہام نہ رہے اور کوئی دوسرا کذاب اپنے مسیح موعود ہونے کا کھوٹا دعوی نہ کرے، چنانچہ قریب دور میں قادیانی نے ناکام کوشش کی لیکن اس کا جھوٹ اھل حق نے منبر ومصلی سے لیکر اسٹیج وعدالت عظمی اور ایوان تک ثابت کردیا۔ **التصریح بما تواتر فی نزول المسیح**، میں سو سے زائد حدیثیں جمع کی گی ہیں۔

لفظ عیسیٰ کا معنیٰ: عیسی یسوع بمعنی مبارک ومتبرک سے مقلوب ہے، آخری حرف عین شروع میں لائے اور واو کوی سے بدل کر الف مقصورہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے عیسی کا معنی گناہوں سے بچانے والا بھی ہے، یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔

مسیح کہنے کی وجوہ؟ یہ لفظ مطلقا عیسی علیہ السلام کے لئے بولا جاتا ہے، مسیح علیہ السلام نے فرمایا حیات مسیح، نزول مسیح وغیرہ جبکہ دجال کیلئے مرکب ومقید بولا جاتا ہے، مسیح الدجال، دجال مسیح اس کی وجوھات اگلے باب میں آرہی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہنے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ مسح بمعنی ھاتھ پھیرنے سے ہے، کیونکہ عیسی علیہ السلام اندھے اور کوڑھی پر ہاتھ پھیرتے تو وہ بینا اور تندرست ہوجاتا، اس لئے مسیح (ہاتھ پھیرنے والے) کہلائے۔

۲۔ وجہ یہ ہے کہ یہ مسوح بمعنی صاف کیا ہوا سے ہے، کیونکہ یہ بطن مادر سے تری وغیرہ سے پونچھے ہوئے اور صاف پیدا ہوئے اس لئے مسیح (پونچھے ہوئے) کہلائے۔

۳۔ وجہ یہ ہے کہ یہ ممسوح بمعنی ہموار و برابر سے ہے، اگرچہ عموما پاؤں کے تلووں میں کچھ گہرائی ہوتی ہے، ان کے تلوے سیدھے تھے اس لئے مسیح (سیدھے تلووں والے) کہلائے۔

۴۔ وجہ یہ ہے کہ یہ مساحۃ الارض بمعنی مسافت سے ہے کہ عیسی علیہ السلام نزول کے بعد زمین پر طویل اسفار کریں گے اور مسافت طے کریں گے اس لئے مسیح (مسافت طے کرنے والے) کہلائے۔

حکما مقسطا: منصف حاکم، انصاف سے فیصلہ کرنے والے، اسی امت میں، اسی شریعت محمدیہ علی صاحبھا الف الف تحیۃ کے مطابق فیصلے فرمائیں گے، یہود ونصاریٰ کی سب خرافات اور محرمات کو کالعدم کرکے احکام اسلام نافذ کریں گے۔

فیکسر الصلیب: وہ لکڑی جو عموما چرچوں پر نصب ہوتی ہے، ان کا خیال ہے کہ عیسی علیہ السلام کو اس شکل کی لکڑی پر سولی دی گئی

یقتل الخنزیر: اسے پالنے ورکھنے کو ناجائز قرار دیکر صفایا کردیں گے۔

یضع الجزیۃ: اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ مال اتنا کثرت سے ہوگا کہ جزیہ کی حاجت ہی نہ ہوگی دوسرا مطلب یہ ہے کہ اِمّا الاسلام او السیف دعوۃ یا قتال جزیہ کا مطالبہ ہی نہ ہوگا اسلام قبول کریں یا تلوار نتیجہ یہ ہوگا کہ سب مسلمان ہوں گے۔

یفیض المال: جب ظلم وتعدی طغیان وعصیان اور نافرمانیاں نہ ہوں گی تو مکمل عبادت واطاعت کی وجہ سے برکات کا نزول ہوگا اور

مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ لینے والا کوئی نہ ہوگا۔

٤٦۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الدَّجَّالِ

دجّال کے بیان میں

٤٤٥۔حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُبْنُ سَلَمَةَ عَنْ خَالِدِالْحَذَّاءِ عَن عبدِاللّٰهِ بنِ شَقِيقٍ، عَن عَبْدِاللّٰهِ بنِ سُرَاقَةَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بنِ الْجَرَّاحِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يقُولُ: إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ بَعْدَنُوحٍ إِلَّاقَدْأَنْذَرَقَوْمَهُ الدَّجَّالَ وَإِنِّي أُنْذِرُكُمُوْهُ فَوَصَفَهُ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: لَعَلَّهُ سَيُدْرِكُهُ بَعْضُ مَنْ رَآنِي أَوْسَمِعَ كَلَامِي، قَالُوايَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَيْفَ قُلُوْبُنَا يَوْمَئِذٍ؟ فَقَالَ: مِثْلُهَا يَعْنِي الْيَوْمَ أَوْخَيْراً.

قَالَ أَبُوعِيسَى: وفي الباب عَن عَبْدِاللّٰهِ بنِ بُسْرٍ[وعبدالله بن الحارث بن جُزی]وَعَبْدِاللّٰهِ بنِ مُغَفَّلٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ.وهٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي عُبَيْدَةَ بنِ الْجَرَّاحِ [لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بنُ الْجَرَّاحِ اِسْمُهُ عَامِرُ بنُ عَبْدِاللّٰهِ بنِ الْجَرَّاحِ].

"سیدنا ابوعبیدۃ بن جراحؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرمارہے تھے نوح کے بعد جتنے بھی نبی آئے سب نے اپنی قوم کو دجال کے فتنہ سے ڈرایا اور میں بھی تم کو اس سے ڈراتا ہوں یہ فرما کر آپ نے اس کی حالت بیان کی۔ پھر فرمایا شاید مجھے دیکھنے والوں یا میرا کلام سننے والوں میں بعض اس کو عنقریب پائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ اس دن ہمارے دل کیسے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا جیسے آج ہیں ایسے ہونگے یا اس سے بہتر"

اس باب میں عبداللہ بن بسر، عبداللہ بن مغفل۔ اور ابو ہریرہؓ سے روایات ہیں یہ حدیث ابوعبیدۃ بن جراح کی روایت سے حسن غریب ہے، ہم اس کو صرف خالد حذاء کی روایت سے پہچانتے ہیں۔ ابوعبیدۃ بن جراح کا نام عامر بن عبداللہ بن جراح ہے۔

٤٤٦۔حَدَّثَنَا عَبْدُبْنُ حُمَيْدٍ، أخبرنا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أخبرنا مَعْمَرٌعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابنِ عُمَرَ قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ: إِنِّي لَأُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ، وَلَقَدْ أَنْذَرَ نُوحٌ قَوْمَهُ وَلٰكِنْ سَأَقُولُ فِيهِ قَوْلاً لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ، تَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ. قَالَ الزُّهْرِيُّ فَأَخْبَرَنِي عُمَرُ بنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَوْمَئِذٍ لِلنَّاسِ وَهُوَ يُحَذِّرُهُمْ فِتْنَتَهُ: تَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ لَنْ يَرَى أَحَدٌمِنْكُمْ رَبَّهُ حَتَّى يَمُوْتَ، وَأَنَّهُ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَأُهُ مَنْ كَرِهَ عَمَلَهُ. قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف بیان کی جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر دجال کا ذکر کیا اور فرمایا میں تم کو اس سے ڈراتا ہوں اور نوحؑ نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا ہے۔ لیکن میں اس کے متعلق ایک ایسی بات کہتا ہوں جو کسی اور نبی نے اپنی قوم سے نہیں کہی۔ جانتے ہو کہ وہ

کانا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں زہریؒ کہتے ہیں۔ ہمیں عمر بن ثابت انصاری نے نبی ﷺ کے بعض صحابہ سے خبر دی نبی ﷺ نے اسی دن فرمایا اس حال میں کہ آپ فتنہ سے ڈرا رہے تھے۔ کہ کوئی تم میں اپنے رب کو موت سے پہلے نہیں دیکھے گا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا۔ اس کو وہی پڑھے گا جو اس کے عمل کو برا سمجھے گا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے

۴۷ ۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: تُقَاتِلُكُمُ الْيَهُوْدُ فَتُسَلَّطُوْنَ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يَقُوْلَ الْحَجَرُ يَامُسْلِمُ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ وَرَائِيْ فَاقْتُلْهُ

قَالَ :هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یہود تم سے قتال کریں گے۔ تم ان پر غالب کئے جاؤ گے۔ یہاںتک کہ پتھر بولیگا اے مسلمان یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اسے قتل کر'' یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح : یہاں سے آٹھ ابواب میں دجال کا مفصل ذکر ہے، صفت وکیفیت، اس کا خروج کہاں سے ہوگا؟ بڑی بڑی نشانیاں، کیا کیا فتنے بپا کریگا، کہاں کہاں جائیگا اور کہاں نہ جاسکیگا، اسے کون کب کہاں قتل کریں گے، ہر بات عنوان کے ساتھ احادیث میں واضح الفاظ میں بیان ہے، جو متن وترجمہ سے بسہولت ہم سمجھ سکتے ہیں، چند ضروری باتیں ترتیب وار ذکر کی جاتی ہیں۔

مسیح دجال کی وجہ تسمیہ: یہ ''دجل'' سے ہے اس کا معنی ہے جھوٹ فریب، ملمع سازی کرنا، حق کو چھپانا، حقیقت پر پردہ ڈالنا، دجال میں یہ سب معانی پائے جاتے ہیں۔

۱۔ مسیح یہ ممسوح العین بمعنی برابر کی ہوئی آنکھ والا سے ہے کیونکہ اس کی ایک آنکھ خول وحلقہ نما ہونے کے بجائے ابھری ہوئی ہوگی، اس لئے مسیح کہا جاتا ہے۔ ۲۔ یہ ممسوح بمعنی ممسوح الخیر یعنی خیر سے محروم سے ہے کیونکہ یہ خیر سے محروم ہی ہے۔

۳۔ یہ مساحت بمعنی مسافت سے ہے کہ یہ بھی سوائے حرمین شریفین کے زمین کا چکر لگائے گا، حدیث میں ہے کہ ہوا کی رفتار کی طرح چلیگا۔

دجال کے متعلق علماء اسلام کا نظریہ: احادیث باب اور دیگر کتب حدیث میں وارد احادیث سے اھل السنة والجماعت نے یہ کہا ہے کہ دجال ایک معین شخص ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے کچھ مہلت اور محدود وعارضی اختیار دیا ہے، جسکی وجہ سے وہ اللہ کے بندوں کو امتحان میں مبتلا کریگا، تاکہ لیمیز اللہ الخبیث من الطیّب، ولیمحّص اللہ الّذین امنوا ....(انفال ۳۷، آل عمران ۱۴۱) کے مطابق اچھے برے میں امتیاز وفرق واضح ہوجائے، اھل ایمان کو اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھیں گے، یثبّت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت (ابراھیم ۲۷) بالآخر ''باب لدّ'' کے مقام پر اسے عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے، جبکہ خوارج، جہمیہ اور بعض معتزلہ نے دجال کا انکار کیا ہے معتزلہ میں سے جبائی اور اس کے پیروکاروں نے دجال کے وجود کا اعتراف کر کے کہا ہے کہ اس کے ھاتھ پر نمودار ہونے والے امور عجیبہ اس کی شعبدہ بازی سے ہوں گے...

دجال کے متعلق بیان کردہ علامات: ۱۔ بھینگا ہوگا، ایک آنکھ انگور کی طرح ابھری ہوئی ہوگی۔

۲۔اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''ک،ف،ر'' (کافر) لکھا ہوگا جسے مؤمن ہی پڑھیں گے۔
۳۔اس کے ساتھ بارش کیلئے بادل اور جلانے کیلئے آگ ہوگی، کسی آدمی کو قتل کریگا پھر زندہ کریگا۔

دجال کا خروج کب کہاں سے اور کیسے ہوگا؟ اس پر سب محدثین وشراح کا اتفاق ہے کہ دجال کا خروج مشرق سے ہوگا، پھر تعیین کا ذکر باب ۴۷ حدیث ۲۴۸ میں ہے کہ خراسان سے ہوگا، امام احمد اور حاکم نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے، جبکہ مسلم میں ہے کہ اس کا خروج اصفہان سے ہوگا، باب چھپالیس حدیث... میں ہے کہ جب قسطنطنیہ (دوسری بار) فتح ہوگا تب خروج دجال ہوگا، مسلم ۲/ میں ہے کہ کسی چیز پر غصہ میں آنے کی وجہ سے وہ بھپرے گا اور اسی وقت اس کا ظہور ہوگا۔

کیا دجال آپ ؐ کے زمانہ میں موجود تھا؟ حضرت تمیم داریؓ کی طویل حدیث جو مسلم ومشکوۃ میں بھی ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ موجود تھا اور کسی جزیرے میں مقید تھا۔

کیا دجال کا ذکر قرآن کریم میں ہے؟ اس کا بے غبار جواب تو یہ ہے کہ دجال کا ذکر صراحۃ قرآن میں نہیں۔۲۔بعض شراح نے چند قرائن واشارات سے یہ ذکر کیا ہے کہ درج ذیل آیات میں اس کا ذکر ہے۔

۱۔**یوم یأتی بعض آیات ربک لا ینفع نفسا ایمانها لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیرا (انعام ۱۵۸)** بعض آیات ربک میں دجال شامل ہے کیونکہ اس کا خروج بھی قرب قیامت ہوگا۔

۲۔**وان من اهل الکتب الّا لیؤمننّ به قبل موته (نساء ۱۵۹) وانّه لعلم الساعة (زخرف ۶۱)** ان دو آیات میں عیسی علیہ السلام کا ذکر ہے جو دجال کو قتل کریں گے تو مسیح ھدایت یعنی عیسی علیہ السلام کا ذکر فرمادیا اور مسیح دجال کا نہیں۔

۳۔**لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس ولکن اکثر الناس لا یعلمون (مؤمن ۵۷)** اکبر من خلق الناس میں الناس سے دجال خناس مراد لیا جائے جو اطلاق الکل علی الجز کے قبیل سے ہوگا،

لم یکن نبیّ بعد نوح ....: کیونکہ اس کے خروج کا متعین وقت انبیاء کو نہیں دیا گیا اس لئے ہر نبی اپنی امت کو ڈراتے بتلاتے رہے، اگلی حدیث میں صراحت ہے **ولقد انذره نوح قومه** نوح نے اپنی قوم کو ڈرایا یعنی نوح علیہ السلام سے لیکر تمام انبیاء ڈراتے رہے۔

سیدر که بعض من رآنی او سمع کلامی: یہ او تنویع کیلئے ہے، پہلا مطلب یہ ہے کہ طویل العمر جن ایسا ہو جو اسوقت تک حیات ہو، دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کا مصداق خضر علیہ السلام ہوں، جیسا کہ آگے دوبارہ بھی ان کا ذکر حدیث میں موجود ہے تیسرے یہ بھی کہ بالواسطہ سماع مراد ہو تو پھر اشکال ومحال لازم نہ آئیگا۔

فکیف قلوبنا یومئذ فقال مثلها: مثلہا سے معلوم ہوا اس دور میں بھی مضبوط ایمان والے ہوں گے۔**ولکن ساقول فیه قولا:** اس سے واضح طور پر یہ بات سمجھ آرہی ہے کہ آپ ؐ نے کافی شافی بیان فرمایا تا کہ کسی قسم کا ابھام وابہام اور بات نا تمام نہ رہے، بلکہ یوں کہیں کہ صرف دجال کا معاملہ نہیں دیگر علامات قیامت کا بھی یہی حال ہے کہ سب کو صاف بیان فرمادیا۔

۴۷۔بَابُ مَاجَاءَ مِنْ أَيْنَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ

اس بیان میں کہ دجال کہاں سے نکلے گا؟

٤٤٨ـحَدَّثَنَا مُحَمَّدبن بشار وَأَحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ قَالَا: حَدَّثَنَا رَوْحُ بنُ عَبَادَةَ ،حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بنُ أَبِي عَرُوبَةَ ،عَن أَبِي التَّيَّاحِ عَنِ المُغِيرَةِ بنِ سُبَيعٍ عَن عَمرِو بنِ حُرَيثٍ ،عَن أَبِي بَكرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ: حَدَّثَنَارَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :الدَّجَّالُ يَخرُجُ مِن أَرضٍ بِالمَشرِقِ يُقَالُ لَهَا خُرَاسَانُ يَتبَعُهُ أَقوَامٌ كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ المَجَانُ المُطرَقَةُ .

قَالَ أَبوعِيسَى: وفي البابِ عَن أَبِي هُرَيرَةَ وَعَائِشَةَ .وهذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.وقَد رَوَاهُ عَبدُاللّٰهِ بنُ شَوذَبٍ وَغَيرُ واحد عَن أَبِي التَّيَّاحِ وَلَا نَعرِفه اِلَّا مِن حَدِيثِ أَبِي التَّيَّاحِ.

''سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان کیا دجال مشرق کے علاقہ سے نکلے گا جسے خراسان کہا جاتا ہے۔اس کی پیروایسی قومیں ہوں گی، گویا کہ ان کے چہرے تہ بتہ جمی ہوئی ڈھالیں ہیں''

اس باب میں ابو ہریرہؓ اور عائشہ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن غریب ہے، عبداللہ بن شوزب نے اس کو ابی التیاح سے نقل کیا ہے۔اور یہ حدیث ابی التیاح کی راویت سے معروف ہے۔اس کی تشریح گذر چکی ہے۔

٤٨ـبَابُ مَاجَاءَ فِي عَلَامَاتِ خُرُوجِ الدَّجَّالِ

دجال کے نکلنے کی علامات کے بیان میں

٤٤٩ـحَدَّثَنَاعَبدُاللّٰهِ بنُ عَبدِالرَّحمٰنِ ،اخبرنا الحَكَمُ بنُ المُبَارَكِ حَدَّثَنَا الوَلِيدُبنُ مُسلِمٍ عَن أَبِي بَكرِبنِ أَبِي مَريَمَ عَنِ الوَلِيدِ بنِ سُفيَانَ،عَن يَزِيدَ بنِ قطيبِ السُّكُونِيِّ ،عَن أَبِي بحرِيَّةَ صَاحِبِ مُعَاذِ بنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: المَلحَمَةُ العُظمَى وَفَتحُ القُسطُنطِينَةِ وَخُرُوجُ الدَّجَّالِ فِي سَبعَةِ أَشهُرٍ.

قَالَ أَبو عِيسَى: وفي البابِ عَنِ الصَّعبِ بنِ جَثَّامَةَ وَعَبدِاللّٰهِ بنِ بُسرٍ وَعَبدِاللّٰهِ بنِ مَسعُودٍ وَأَبِي سَعِيدٍ الخُدرِيِّ. وَهذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لَانَعرِفُهُ اِلَّا مِن هذا الوَجهِ .

''سیدنا معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا بڑی لڑائی قسطنطنیہ اور دجال کا نکلنا سات ماہ میں ہوگا''

اس باب میں صعب بن جثامہؓ، عبداللہ بن بسر، عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوسعید خدریؓ سے روایت ہیں۔یہ حدیث حسن ہے۔ہم اسے صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

٤٥٠ـحَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَيلَانَ ،حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَن شُعبَةَ ،عَن يَحيَى بنِ سَعِيدٍ ،عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ: فَتحُ القُسطُنطِينَةِمَعَ قِيَامِ السَّاعَةِ ،قَالَ محمودٌ:هذا حديثٌ غريبٌ وَالقُسطُنطِينَةُ هِيَ مَدِينَةُ الرُّومِ تُفتَحُ عِندَ خُرُوجِ الدَّجَّالِ وَالقُسطُنطِينَةُ قَد فُتِحَت فِي زَمَانِ بَعضِ أَصحَابِ النَّبِيِّ ﷺ .

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے قسطنطنیہ کی فتح قیامت کے ساتھ ہوگی'' محمود کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔قسطنطنیہ روم کا ایک شہر ہے۔دجال کے نکلنے کے وقت فتح ہوگا۔صحابہ کے زمانہ میں بھی ایک بار فتح ہو چکا ہے۔اس کا ذکر گذر چکا ہے

۴۹۔بَابُ مَاجَاءَ فِی فِتْنَةِ الدَّجَّالِ

دجال کے فتنہ کے بیان میں

۴۵۱۔حَدَّثَنَا عَلِیُّ بنُ حُجرٍ،أخبرنا الولیدُ بنُ مُسلِمٍ وَعبدُاللّٰہ بنُ عَبدِالرَّحمٰنِ بنِ یَزِیدَ بنِ جَابِرٍ دَخَلَ حَدِیثُ أَحَدِهِمَافِی حَدِیثِ الآخَرِ عَن عَبدِالرَّحمٰنِ بنِ جَابِرٍ عَن یَحیَی بنِ جَابِرٍ الطَّائِی عَن عَبدِالرَّحمٰنِ بنِ جُبَیرٍ عَن أَبِیهِ جُبَیرِ بنِ نُفَیرٍ عَنِ النَّوَّاسِ بنِ سَمعَانَ الکِلَابِیِّ قَالَ:ذَکَرَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ فَخَفَّضَ فِیهِ وَرَفَّعَ حَتَّی ظَنَنَّاهُ فِی طَائِفَةِ النَّخلِ،قَالَ فَانصَرَفنَا مِن عِندِ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ رَجَعنَا إِلَیهِ فَعَرَفَ ذٰلِكَ فِینَا،فَقَالَ:مَاشَأنُکُم ؟قَالَ قُلنَا یَارَسُولَ اللّٰہِ ذَکَرتَ الدَّجَّالَ الغَدَاةَ فَخَفَّضتَ وَرَفَّعتَ حَتَّی ظَنَنَّاهُ فِی طَائِفَةِ النَّخلِ قَالَ: غَیرُ الدَّجَّالِ أَخوَفُ لِی عَلَیکُم إِن یَخرُج وَأَنَا فِیکُم فَأَنَا حَجِیجُهُ دُونَکُم وَإِن یَخرُج.وَلَستُ فِیکُم فَامرُؤٌ حَجِیجُ نَفسِهٖ،وَاللّٰہُ خَلِیفَتِی عَلَی کُلِّ مُسلِمٍ،

إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَینُهُ قَائِمَةٌ شَبِیهٌ بِعَبدِالعُزَّی بنِ قَطَنٍ،فَمَن رَآهُ مِنکُم فَلیَقرَأ فَوَاتِحَ سُورَةِ أَصحَابِ الکَهفِ.قَالَ:یَخرُجُ مَابَینَ الشَّامِ وَالعِرَاقِ فَعَاثَ یَمِیناً وَشِمَالاً،یَا عِبَادَاللّٰہِ اثبُتُوا.قُلنَا یَارَسُولَ اللّٰہِ وَمَا لَبثُهُ فِی الأَرضِ؟قَالَ أَربَعِینَ یَوماً،یَومٌ کَشَهرٍ وَیَومٌ کَجُمُعَةٍ وَسَائِرُ أَیَّامِهٖ کَأَیَّامِکُم ،قَالَ قُلنَا یَارَسُولَ اللّٰہِ أَرَأَیتَ الیَومَ الَّذِی کَالسَّنَةِ أَتَکفِینَا فِیهِ صَلوٰةُ یَومٍ؟قَالَ لَا،وَلٰکِنِ اقدُرُوا لَهُ.قُلنَا یَارَسُولَ اللّٰہِ فَمَا سُرعَتُهُ فِی الأَرضِ؟قَالَ کَالغَیثِ استَدبَرَتهُ الرِّیحُ فَیَأتِی القَومَ فَیَدعُوهُم فَیُکَذِّبُونَهُ وَیَرُدُّونَ عَلَیهِ قَولَهُ فَیَنصَرِفُ عَنهُم ،فَتَتبَعُهُ أَموَالُهُم فَیُصبِحُونَ لَیسَ بِأَیدِیهِم شَیئٌ.ثُمَّ یَأتِی القَومَ فَیَدعُوهُم فَیَستَجِیبُونَ لَهُ وَ یُصَدِّقُونَهُ فَیَأمُرُ السَّمَاءَ أَن تُمطِرَ فَتُمطِرَ وَیَأمُرُ الأَرضَ أَن تُنبِتَ فَتُنبِتَ فَتَرُوحُ عَلَیهِم سَارِحَتُهُم کَأَطوَلِ مَاکَانَت ذُرًی وَأَمَدِّهٖ خَوَاصِرَ وَأَدَرِّہٖ ضُرُوعاً،ثم یَأتِی الخَرِبَةَ فَیَقُولُ لَهَا أَخرِجِی کُنُوزَكِ فَیَنصَرِفُ مِنهَا فَتَتبَعُهُ کَیَعَاسِیبِ النَّحلِ،

ثُمَّ یَدعُو رَجُلاً شَابّاً مُمتَلِئاً شَبَاباً فَیَضرِبُهُ بِالسَّیفِ فَیَقطَعُهُ جِزلَتَینِ،ثُمَّ یَدعُوهُ فَیُقبِلُ یَتَهَلَّلُ وَجهُهُ یَضحَكُ ،فَبَینَمَا هُوَ کَذٰلِكَ إِذ هَبَطَ عِیسَی ابنُ مَریَمَ بِشَرقِیِّ دِمَشقَ عِندَالمَنَارَةِ البَیضَاءِ بَینَ مَهرُودَتَینِ وَاضِعاً یَدَهُ عَلَی أَجنِحَةِ مَلَکَینِ إِذَا طَأطَأَرَأسَهُ قطرو إِذارَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنهُ جُمَانٌ کاللؤلؤِ،قَالَ:وَلَا یَجِدُرِیحَ نَفسِهٖ یَعنِی أَحَدًاإِلَّامَاتَ،وَرِیحُ نَفسِهٖ مُنتَهَی بَصَرِهٖ،قَالَ:فَیَطلُبُهُ حَتَّی یُدرِکَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَیَقتُلَهُ .قَالَ فَیَلبَثُ کَذٰلِكَ مَاشَاءَ اللّٰہُ؟ قَالَ ثُمَّ یُوحِی اللّٰہُ إِلَیهِ أَن حَوِّز عِبَادِی إِلَی الطُّورِ فَإِنِّی قَد أَنزَلتُ عِبَاداً لِی لَایَدَان لِأَحَدٍبِقِتَالِهِم ،قَالَ:وَیَبعَثُ اللّٰہُ یَأجُوجَ وَمَأجُوجَ وَهُم کَمَا قَالَ اللّٰہُ :"وَهُم مِن کُلِّ حَدَبٍ یَنسِلُونَ"،قَالَ:وَیَمُرُّأَوَّلُهُم بِبُحَیرَةِالطَّبَرِیَّةِ،فَیَشرَبُ مَافِیهَا ثُمَّ یَمُرُّ بِهَا آخِرُهُم فَیَقُولُونَ لَقَد کَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَاءٌ ثُمَّ یَسِیرُونَ حَتَّی یَنتَهُوا إِلَی جَبَلِ بَیتِ المَقدِسِ فَیَقُولُونَ لَقَد قَتَلنَا مَن فِی الأَرضِ فَهَلُمَّ فَلنَقتُل مَن فِی السَّمَاءِ فَیَرمُونَ بِنُشَّابِهِم إِلَی السَّمَاءِ فَیَرُدُّ اللّٰہُ عَلَیهِم نُشَّابَهُم مُحمَرًّا دَماً،

وَيُحَاصَرُ عِيْسَى ابنُ مَرْيَمَ وَأَصْحَابُهُ حَتَّى يَكُوْنَ رَأْسُ الثَّوْرِ يَوْمَئِذٍ خَيْراً لَهُمْ مِنْ مِائَةِ دِيْنَارٍ لِأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ. قَالَ: فَيَرْغَبُ عِيْسَى ابنُ مَرْيَمَ إِلَى اللهِ وَأَصْحَابُهُ، قَالَ: فَيُرْسِلُ اللهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِي رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسَى مَوْتَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، قَالَ: وَيَهْبِطُ عِيْسَى وَأَصْحَابُهُ فَلَا يَجِدُ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلَّا وَقَدْ مَلَأَتْهُ زَهْمَتُهُمْ وَنَتْنُهُمْ وَدِمَاؤُهُمْ. قَالَ: فَيَرْغَبُ عِيْسَى إِلَى اللهِ وَأَصْحَابُهُ قَالَ فَيُرْسِلُ اللهُ عَلَيْهِمْ طَيْراً كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ بِالْمَهْبِلِ وَيَسْتَوْقِدُ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ قِسِيِّهِمْ وَنُشَّابِهِمْ وَجِعَابِهِمْ سَبْعَ سِنِيْنَ وَيُرْسِلُ اللهُ عَلَيْهِمْ مَطَراً لَا يُكِنُّ مِنْهُ بَيْتُ وَبَرٍ وَلَا مَدَرٍ، قَالَ فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ فَيَتْرُكُهَا كَالزَّلَفَةِ، قَالَ: ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ أَخْرِجِي ثَمَرَتَكِ وَرُدِّي بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ الرُّمَّانَةَ وَ يَسْتَظِلُّوْنَ بِقِحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى إِنَّ الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ لَيَكْتَفُوْنَ بِاللِّقْحَةِ مِنَ الإِبِلِ وَإِنَّ الْقَبِيْلَةَ لَيَكْتَفُوْنَ بِاللِّقْحَةِ مِنَ الْبَقَرِ، وَإِنَّ الْفَخِذَ لَيَكْتَفُوْنَ بِاللِّقْحَةِ مِنَ الْغَنَمِ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ رِيْحاً فَقَبَضَتْ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَيَبْقَى سَائِرُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ كَمَا يَتَهَارَجُ الْحُمُرُ فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ. قَالَ أَبُوعِيْسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ. لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ.

''سیدنا نواس بن سمعان کلابیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صبح کے وقت دجال کا ذکر کیا اور اسے فصیحانہ اتار چڑھاؤ سے بیان کیا۔ یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ شاید وہ کھجوروں کے جھنڈ کے پاس ہے پھر ہم آپ کے پاس سے چلے آئے شام کے وقت پھر حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے پہچان لیا ہم پر ڈر چھا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صبح آپ نے دجال کا ذکر کیا تو پست بھی کیا اور بلند بھی۔ ہمیں سن کر یہ گمان ہوا کہ شاید وہ کھجوروں کے جھنڈ میں نزدیک ہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم پر دجال کے علاوہ ایک اور چیز کا خوف زیادہ کرتا ہوں۔ کیونکہ تمہارے اندر اگر دجال میرے ہوتے نکلے گا تم سے آگے بڑھ کر میں اس کے سامنے حجت پیش کروں گا اور اگر اس کے نکلنے کے وقت میں تم لوگوں میں موجود نہ رہا تو ایک شخص اس کے آگے دلیل پیش کر کے اسے شکست دیدے گا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ ہے۔

دجال جوان ہے۔ اس کے بہت گھونگریالے بال ہیں آنکھیں کھڑی اور عبدعزی بن قطن کے ہم شکل ہوگا۔ تم میں سے جو اس کو دیکھے سورۂ کہف کی آیات پڑھے۔ وہ شام اور عراق کے درمیان کسی علاقہ سے ظاہر ہوگا۔ اور دائیں بائیں فساد کرتا پھرے گا۔ اے اللہ کے بندو ثابت قدم رہو۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ وہ زمین میں کتنی مدت ٹھہرے گا۔ آپ نے فرمایا چالیس دن۔ پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا۔ دوسرا دن ایک مہینہ کے برابر ہوگا تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا۔ اور باقی دن تمہارے عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ جو دن ایک سال کے برابر ہوگا۔ کیا اس میں ایک دن کی نماز کافی ہوگی، آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ اس کیلئے اندازہ لگالو پھر کسی نے عرض کیا یارسول اللہ: اس کی رفتار کتنی تیز ہوگی آپ نے فرمایا بارش کی طرح جس کے پیچھے ہوا ہو۔ وہ ایک قوم کے پاس آئیگا اس قوم کے لوگ اسے جھٹلائیں گے اور اسکی

باتوں کو اس کے منہ پر ماردینگے دجال انکو چھوڑ کر واپس ہوگا ان لوگوں کے مال اس کے پیچھے ہونگے اور ان لوگوں کے پاس کچھ بھی نہ ہوگا، پھر وہ دوسری قوم کے پاس آئیگا دعوت دیگا یہ لوگ اسکی بات مان لینگے اسکی تصدیق کرینگے آسمان کو حکم دیگا مینہ برسا آسمان مینہ برسائیگا زمین کو حکم دیگا سبزہ اگا وہ سبزہ اگائیگی جب اس قوم کے جانور چر کر شام کے وقت گھر واپس آئینگے تو پھر وہ ویرانوں میں آئیگا اور اس سے کہے گا اپنے خزانے نکال، دجال ویرانوں سے پھرے گا اور انکے خزانے اسکے پیچھے اسطرح چلیں گے جیسے شہد کی مکھیوں کے بہت سے سردار ہوں اور انکے پیچھے شہد کی مکھیاں ہوں پھر وہ ایک جوان کو بلائیگا جس کی جوانی بھرپور ہوگی، اسے تلوار مار کر اسکے دو ٹکڑے کردیگا پھر اسے پکارے گا وہ ہنستا ہوا آئیگا ابھی وہ ان ہی باتوں میں ہوگا کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام ہلکے زرد رنگ کا جوڑا (دو چادریں) پہنے دمشق کے مشرقی جانب سفید مینار کے پاس اپنے ہاتھ دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے اتریں گے جب سر جھکائیں تو سر سے قطرے ٹپکیں گے جب سر اٹھائینگے تو سفید چاندی کے دانے مثل موتیوں کے چھڑینگے، آپ نے فرمایا جو کافر انکے سانس کی بو پائیگا مر جائیگا جہانتک ان کی نظر جائیگی وہیں تک انکے سانس کی بو جائیگی آپ نے فرمایا پھر حضرت عیسیٰ دجال کو ڈھونڈیں گے آخر باب لُد پر اسے پائیں گے اور قتل کردینگے آپ نے فرمایا پھر حضرت عیسیٰ اسی طرح رہیں گے جب تک اللہ کو منظور ہوگا پھر اللہ تعالیٰ انکی طرف وحی بھیجے گا کہ میرے بندوں کو کوہ طور پر لیجا کر سمیٹ لو۔ کیونکہ میں نے اپنے ایسے بندے اتار دے ہیں جس سے جنگ کرنے کی کسی کو مجال وقوت نہیں اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا جیسا کہ اللہ نے فرمایا وہ ہر بلندی سے پھسلتے دوڑتے آئینگے، آپ نے فرمایا، انکے پہلے لوگ بحیرۂ طبریہ پر سے گذریں گے اور اسکا سارا پانی پی جائینگے پھر انکے پچھلے اس پر گذریں گے تو اسے خشک پا کر کہیں گے اس میں تو کبھی پانی تھا پھر چل پڑینگے اور چلتے چلتے بیت المقدس کے پہاڑ کے پاس سے گذرینگے تو کہیں گے ہم نے سب زمین والوں کو تو قتل کردیا آؤ اب آسمان والوں کو بھی قتل کر ڈالیں چنانچہ وہ آسمان کے طرف تیر ماریں گے اللہ تعالیٰ انکے تیروں کو خون سے سرخ کرکے لوٹائیں گے

پھر عیسیٰ بن مریم اور انکے ساتھی کوہ طور پر روکے جائیں گے اس وقت ان لوگوں کیلئے بیل یا گائے کا سر بھی اس سے اچھا ہوگا جتنی کہ آج تمہارے لئے ایک سو دینار کی رقم کی اچھائی واہمیت ہے، یہ دیکھ کر عیسیٰ بن مریم اور انکے ساتھی اللہ کی طرف متوجہ ہونگے اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج پر کیڑے بھیجے گا یہ کیڑے ان کے گردن میں لگ جائینگے اس سے سارے یاجوج ماجوج ایک ہی دفعہ مر جائینگے جیسے کہ ایک آدمی کا مرنا آپ نے فرمایا اب عیسیٰ بن مریم اور ان کے ساتھی پہاڑ سے اتریں گے مگر یاجوج ماجوج کے خون کی چکنائی اور بدبو سے ایک بالشت جگہ بھی خالی نہ پائیں گے آپ نے فرمایا اب عیسیٰؑ اللہ کی طرف متوجہ ہونگے اللہ تعالیٰ ان پر مضبوط اور لمبی گردن والے اونٹوں کی گردن جیسے پرندے بھیجے گا وہ انکو اٹھا کر پہاڑ کے ذریا" سے کے پاس پھینک دینگے ان کی کمان تیر اور ترکش کو مسلمان سات سال تک جلاتے رہینگے اور اللہ تعالیٰ لوگوں پر مینہ برسائیگا جس سے نہ کوئی گھر بچے گا اور نہ خیمہ وہ زمین کو دھو کر صاف ستھرا کردیگا زمین شیشہ کی طرح صاف ہو جائیگی اسکے بعد زمین کو ارشاد ہوگا کہ اپنے میوے اور پھل نکال اور اپنی برکت دوبارہ پھیلا۔ ایک جماعت ایک انار کو کھائیگی اور اسکے چھلکونکی چھاؤں میں آرام

کریگی اسیطرح دودھ میں برکت دی جائیگی چنانچہ ایک اونٹنی جس نے ابھی بچہ دیا ہے کئی قبیلوں کیلئے کافی ہوگا اور ایک قبیلہ ایک گائے کے دودھ پر گذارکریگا اور ایک بکری پر ایک چھوٹا قبیلہ بسر کریگا، لوگ اسی حالت میں ہونگے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جو ہر مسلمان کی روح قبض کرلیگی جو لوگ بچیں گے انکا یہ حال ہوگا کہ بے حجاب سب کے سامنے عورتوں سے جیسے گدھے کیا کرتے ہیں ان ہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی''

یہ حدیث غریب حسن صحیح ہے، ہم اسکو صرف عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

تشریح: اس میں تفصیل کے ساتھ صحابہ کرامؓ کو تسلی بھی ہے کہ اگر میرے دور میں آیا تو پھر تو میں اسکا ناطقہ بند کردونگا، اگر بعد میں قرب قیامت آیا تو پھر اللہ تعالیٰ کی توفیق وتثبیت سے ہر شخص بقدر ایمان وایقان تحفظ ودفاع کریگا۔ **فواتح سورۃ الکھف:** ابتدائی دس آیات کے پڑھنے میں فتنہ دجال سے حفاظت پر علامہ طیبیؒ نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ جس طرح مشرک ومتعنت دقیانوس سے اصحاب کہف کی حفاظت فرمائی، اسی طرح اس کے پڑھنے سے مسلمانوں کی اللہ تعالیٰ فتنہ باز دجال سے حفاظت فرمائیں گے۔ مسلم ۱/۲۷۱ میں تین آیات کا اور اسی ترمذی ۲/۱۱۶ ابواب فضائل القرآن میں ابتدائی دس آیات کا ذکر ہے

والقسطنطنیه قد فتحت....: پہلی بار حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں یہ فتح ہوا، حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وفات اسی سفر جہاد میں ہوئی، پھر روم نے اس پر غلبہ پالیا تھا دوبارہ ۲۴ جمادی الاخری ۸۵۷ھ میں پندرہ دن محاصرہ کے بعد یہ فتح ہوا، اب اسلامی ملک ترکی کا استنبول کے نام سے دارالخلافہ ہے۔ **فخفض فیه ورفع:** آپؐ نے اس کی تحقیر اور عارضی تقویت کو بیان فرمایا تو صحابہ گھبرا سے گئے یعنی اس کا سارا کچا چٹھا کھول دیا اور اونچ نیچ سب واضح فرمادی، پھر اس میں انداز بھی ایسا کہ کبھی پست آواز میں اور کبھی بلند آواز اور تند انداز میں بیان فرمایا جس میں اس کی حقارت ورفعت، چھوٹی بڑی ہر بات اور مؤثر انداز تینوں امور موجود تھے۔

فی طائفة النخل: کھجوروں کا جھنڈ جھرمٹ، مجموعہ اشجار النخل، اس کے خوف ناک حالات اور خطرات کو سن کر ہمیں یوں محسوس ہوا کہ ان کھجوروں میں ہے، اس پر آپؐ نے تسلی دی کہ مخلصین ومؤمنین کی حفاظت ہوگی، آگے اس کی علامات ونشانات کا ذکر ہے۔

اربعین یوما: اسی طرح مسلم ۲/۴۰۱ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ چالیس دن رہے گا، پہلے تین دن تو طویل ومتفاوت ہوں گے، پہلا دن ایک سال کا، دوسرا ایک ماہ کا، تیسرا ایک ہفتے کا، پھر باقی دن عام دنوں کی طرح معتدل ومساوی ہوں گے، بعض شراح نے شرح السنۃ میں وارد لفظ ''اربعین سنۃ'' کو دیکھ کر حدیث باب سے تعارض پیش کیا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تعارض صحت میں مساوی احادیث میں ہوسکتا ہے حالانکہ حدیث باب بعینہ صحیح مسلم میں بھی ہے جو یقیناً شرح السنۃ کی حدیث پر راجح ہے، اس لئے مدت قیام چالیس ایام ہے۔

ولکن اقدروا له: یہ بہت ہی اہم ترین مسئلہ ہے کہ غیر معتدلہ علاقوں میں نماز کا کیا حکم ہے، مثلاً بلغار اور قطبین میں واقع ممالک کہ وہاں چھ ماہ تک رات رہتی ہے، اس میں راجح قول یہی ہے کہ چوبیس گھنٹوں کے اعتبار سے اوقات تقسیم کرکے پانچوں نمازیں ادا کی جائیں، ابن ھمام، المرجانی، ابن عابدین شامی، امام شافعی، طحاوی نے اسے قوی وراجح قرار دیا ہے، اس کی تفصیل تکملہ ۶/۳۷۲، فتاوی شامی ۱/۳۶۵ میں ہے الفاظ حدیث کا مقتضی بھی یہی ہے کہ اندازہ کرلو۔ **فعاث:** ای یسعی بالفساد، دائیں بائیں فساد پھیلائے گا۔

ثم يدعوا رجلا شابا ممتليا شبابا: مسلم ۲/۴۰۲ میں ہے"قال ابو اسحق: يقال انّ هذا الرجل هو الخضر عليه السلام ، اسی کا قرینہ باب ۴۴ میں گذرا ہے"سيدرکه بعض من رانی او سمع کلامی" یہ نوجوان زندہ ہوکر کہے گا:ايها الناس ! هذا المسيح الدجا االکذاب من اطاعه فهو فی النار، ومن عصاه فهو فی الجنة.

يتهلّل وجهه : نور ایمانی پوری تابانی سے چمک رہا ہوگا اور یوم تبیض وجوہ کا نقشہ ہوگا۔

ولا يجد ريح نفسه يعنی احد الا مات: اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب عیسی علیہ السلام کے سانس کے اثر سے کفار مرتے جائیں گے تو دجال کو پکڑنے اور مارنے کی کیا ضرورت؟ پہلا جواب یہ ہے کہ چھوٹے شتونگڑے تو سانس سے مرتے جائیں گے،ان کے سرغنے اور بڑے دجال کو کھلے عام قتل کریں گے تا کہ اس کا دجل وفریب اور دھوکہ دہی طشت از بام ہوجائے ، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کرامت بوقت نزول محدود ہوگی علی الاطلاق نہ ہوگی ۔حتى يدرکه بباب لد: یہ مقام آج بھی اسی نام سے موسوم ومشہور ہے۔ کيعا سيب النحل: جمع یعسوب،اليعسوب:امير النحل الذی اذا طار تبعته جماعته ، خزانوں کو کثرت میں شہد کی مکھیوں سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنے سردار کے پیچھے اڑتی ہیں۔

۵۰۔باب ماجاءَ فی صِفَةِ الدَّجَّالِ

دجّال کا حلیہ اور کیفیت

۴۵۲۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِالْاَعْلَی الصَّنْعَانِیُّ ،حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَن ابنِ عُمَرَ،عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الدَّجَّالِ فَقَالَ: اَلَا اِنَّ رَبَّكُمْ لَيسَ بِأَعْوَرَ ،اَلَا وَاِنَّهُ اَعْوَرُ عَيْنُهُ الْيُمْنٰی كَاَنَّهَا عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ.

قَالَ:وفی البابِ عَنْ سَعْدٍ وَحُذَيْفَةَ وَأَبِی هُرَيْرَةَوَأَسْمَاءَ وَجَابِرِ بنِ عَبْدِاللّٰهِ وَأَبِی بَكْرَةَ وَعَائِشَةَ وَأَنَسٍ وَابنِ عَبَّاسٍ وَالْفَلْتَانِ بنِ عَاصِمٍ. قَالَ أبو عِيسَى:هذاحَدِيثٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عُمَرَ.

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے نبی ﷺ سے دجال کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا خبردار تمہارا رب کانا نہیں ۔لیکن جان لو دجال کانا ہے،اس کی داہنی آنکھ ایسی ہے جیسے پانی میں تیرتا ہوا انگور''

اس باب میں سعد حذیفہ،ابوہریرہ،اسماء،جابر بن عبداللہ،ابی بکرہ،عائشہ،انس،ابن عباس اور فلتان بن عاصم سے روایت ہیں۔ یہ حدیث عبداللہ بن عمر کی روایت سے حسن صحیح غریب ہے۔اس پر بحث گذر چکی ہے۔

۵۱۔بابُ مَاجَاءَ فی أنَّ الدَّجَّالَ لایَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ

دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا کے بیان میں

۴۵۳۔حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْخُزَاعِیُّ البصری ،حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ أخبرنا شُعْبَةُ عَن قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : يَأْتِی الدَّجَّالُ الْمَدِيْنَةَ فَيَجِدُ الْمَلَائِكَةَ يَحْرُسُوْنَهَا ،فَلَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ اِنْ

شَاءَ اللّٰهُ . قَالَ وفی الباب عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ وَفَاطِمَةَ بِنْتِ قَیْسٍ وَأُسَامَةَ بنِ زَیْدٍ وَسَمُرَةَ بنِ جُنْدُبٍ وَمِحْجَنٍ .
قَالَ أبو عِیسَی: هٰذَا حَدِیثٌ صَحِیحٌ .

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دجال مدینہ آئیگا تو پائے گا کہ فرشتے اس کی چوکیداری کر رہے ہیں اللہ نے چاہا تو مدینہ میں دجال داخل ہوگا نہ طاعون''

اس باب میں ابی ہریرہؓ فاطمہ بنت قیس، اسامۃ بن زید اور سمرۃ بن جندب سے روایات ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

٤٥٤۔حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ ،حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِیزِ بنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلاءِ بنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِیهِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: الایمَانُ یَمَانٍ وَالْکُفْرُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ،وَالسَّکِینَةُ لأَهْلِ الْغَنَمِ وَالْفَخْرُ وَالرِّیَاءُ فِی الْفَدَّادِینَ أَهْلِ الْخَیْلِ وَأَهْلِ الْوَبَرِ،یَأْتِی الْمَسِیحُ [أی الدَّجَّالُ]إذَا جَاءَ دُبُرَ أُحُدٍ صَرَفَتِ الْمَلائِکَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ وَهُنَالِكَ یَهْلَكُ . قَالَ أبوعِیسَی:هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان یمنی ہے اور کفر مشرقی ہے وقار بکری والوں میں ہوتا ہے۔ اور فخر وریاء مال مویشیوں میں چلانے والے کاشتکاروں اور گھوڑے رکھنے والے خیموں میں رہنے والوں میں ہوتا ہے۔ دجال مسیح آئے گا اور جب وہ احد پہاڑ کے پیچھے آئے گا۔ تو فرشتے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہیں ہلاک ہوگیا یا کیا جائیگا'' یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح : کما مرّ دیگر آفات وبلیات کی طرح اس کی نحوست سے بھی مدینۃ الرسول کی حفاظت ہوگی۔

٥٢۔بابُ ماجَاءَ فی قَتْلِ عِیسَی ابنِ مَرْیَمَ الدَّجَّالَ

حضرت عیسیٰ دجال کو قتل کریں گے کے بیان میں

٤٥٥۔حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ،حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنِ ابنِ شِهَابٍ ،أَنَّهُ سَمِعَ عُبَیْدَاللّٰهِ بنَ عبدِاللّٰهِ بنِ ثَعْلَبَةَ الأَنْصَارِیَّ یُحَدِّثُ عَنْ عبدِالرحمٰنِ بنِ یَزِیدَ الأَنْصَارِیِّ مِنْ بَنِی عَمْرِو بنِ عَوْفٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَمِّی مُجَمِّعَ بنَ جَارِیَةَ الأَنْصَارِیَّ یَقُولُ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ یَقُولُ:(یَقْتُلُ ابنُ مَرْیَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ .

قَالَ: وفی البَابِ عَنْ عِمْرَانَ بنِ حُصَیْنٍ وَنَافِعِ بنِ عُتْبَةَ وَأَبِی بَرْزَةَ وَحُذَیْفَةَ بنِ أَسِیدٍ وَأَبِی هُرَیْرَةَ وَکَیْسَانَ وَعُثْمَانَ بنِ أَبِی الْعَاصِ وَجَابِرٍ وَأَبِی أُمَامَةَ وَابنِ مَسْعُودٍ وَعَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو وَسَمُرَةَ بنِ جُنْدُبٍ وَالنَّوَّاسِ بنِ سَمْعَانَ وَعَمْرِو بنِ عَوْفٍ وَحُذَیْفَةَ بنِ الْیَمَانِ . قَالَ أبوعِیسَی:هذا حدیثٌ صحیحٌ .

''سیدنا مجمع بن جاریہ انصاری کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرما رہے تھے ابن مریم دجال کو باب لد قتل کریں گے''

اس باب میں عمران بن حصین، نافع بن عتبہ ابی برزہ، حذیفہ بن اسید، ابی ہریرہ، کیسان، عثمان بن ابی العاص، جابر، ابی امامہ ابن مسعود، عبداللہ بن عمرو، سمرۃ بن جندب، نواس بن سمعان، عمرو بن عوف اور حذیفہ بن یمان سے روایات

ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

٥٣ باب بلاعنوان

٤٥٦۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ ،حَدَّثَنا مُحَمَّدُ بنُ جَعفَرٍ،حَدَّثَنا شُعبَةُ عَن قَتَادَةَ قَالَ:سَمِعتُ أَنَساً قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَامِن نَبِیٍّ اِلَّاوَقَدْ اَنذَرَ اُمَّتَهُ الاَعوَرَ الكَذَّابَ .اَلَا اِنَّهُ اَعوَرُ ،وَاِنَّ رَبَّكُم لَيسَ بِاَعوَرَ. مَكتُوبٌ بَينَ عَينَيهِ ك ف ر. هذا حديثٌ صحيحٌ .

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی نے اپنی امت کو کانے کذاب سے ڈرایا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ وہ کانا ہے۔ اور تمہارا پروردگار کانا نہیں۔ اس کانے کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا''۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

٥٤۔بابُ ماجاءَ فی ذِكرِ ابنِ صَيَّادٍ

ابن صیاد کا ذکر

٤٥٧۔حَدَّثَنَا سُفيَانُ بنُ وَكِيعٍ،حَدَّثَنَا عبدُالأعلى عَنِ الجُرَيرِیِّ عَن اَبِی نَضرَةَعَن اَبِی سَعِيدٍ قَالَ:صَحِبَنِی ابنُ صَائِدٍ اِمَّا حُجَّاجاً وَاِمَّا مُعتَمِرِينَ فَانطَلَقَ النَّاسُ وَتُرِكتُ اَنَا وَهُوَ،فَلَمَّا خَلَصتُ بِهِ اقشَعرَرتُ مِنهُ وَاستَوحَشتُ مِنهُ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ فِيهِ،فَلَمَّا نَزَلتُ قُلتُ لَهُ:ضَعْ مَتَاعَكَ حَيثُ تِلكَ الشَّجَرَةِ.قَالَ:فَاَبصَرَغَنَماً فَاَخَذَالقَدَحَ فَانطَلَقَ فَاستَحلَبَ ثُمَّ اَتَانِی بِلَبَنٍ فَقَالَ لِی:يَااَبَا سَعِيدٍ اشرَبْ،فَكَرِهتُ اَن اَشرَبَ عَن يَدِهِ شَيئاً لِمَا يَقُولُ النَّاسُ فِيهِ،فَقُلتُ لَهُ:هَذَا اليَومُ يَومٌ صَائِفٌ وَاِنِّی اَكرَهُ فِيهِ اللَّبَنَ ،فَقَالَ:يَااَبَا سَعِيدٍ لَقَد هَمَمتُ اَن آخُذَحَبلاً فَاُوثِقَهُ اِلَى الشَّجَرَةِ ثُمَّ اَختَنِقُ لِمَا يَقُولُ النَّاسُ لِی وَفِیَّ ،اَرَاَيتَ مَن خَفِیَ عَلَيهِ حَدِيثِی فَلَن يَخفَى عَلَيكُم، اَلَستُم اَعلَمَ النَّاسِ بِحَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ :يَامَعشَرَ الأنصَارِ،اَلَم يَقُل رسولُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّهُ كَافِرٌ وَاَنَا مُسلِمٌ .اَلَم يَقُل رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّهُ عَقِيمٌ لَايُولَدُ لَهُ وَقَد خَلَفتُ وَلَدِی بِالمَدِينَةِ،اَلَم يَقُل رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَاتَحِلُّ لَهُ مَكَّةُ،اَلَستُ مِن اَهلِ المَدِينَةِ ،وَهُوَ ذَا اَنطَلِقُ مَعَكَ اِلَى مَكَّةَ،قَالَ:فَوَاللّٰهِ مَازَالَ يَجِیءُ بِهَذَا حَتَّى قُلتُ فَلَعَلَّهُ مَكذُوبٌ عَلَيهِ،ثُمَّ قَالَ:يَااَبَاسَعِيدٍ وَاللّٰهِ لَاُخبِرَنَّكَ خَبَراً حَقًّا وَاللّٰهِ اِنِّی لَاَعرِفُهُ وَاَعرِفُ وَالِدَهُ وَاَينَ هُوَ السَّاعَةَ مِنَ الاَرضِ ،فَقُلتُ :تَبًّا لَكَ سَائِرَ اليَومِ . قَالَ اَبُو عِيسَى: هذاحديثٌ حسنٌ .

''سیدنا ابوسعیدؓ نے کہا ابن صیاد حج یا عمرے میں میرا ساتھی ہوا۔ اور لوگ تو چلے گئے، میں اور وہ باقی رہ گئے جب میں اس کے ساتھ تنہا رہ گیا تو میں اس سے ڈرا اور مجھے اس سے دحشت ہوئی اس سبب سے کہ لوگ اس کے بارے میں باتیں کرتے ہیں، جب میں اترا تو میں نے اس سے کہا اپنا سامان وہاں اس درخت کے نیچے رکھو۔ اتنے میں اس نے ایک بکری دیکھی پیالہ لیا اور چلا اور بکری سے دودھ دوہا۔ پھر میرے پاس دودھ لیکر آیا اور کہنے لگا۔ اے ابوسعید پیو میں نے اس کے ہاتھ کی چیز پینا ناپسند کی کیونکہ لوگ اس کے بارے میں کچھ کہتے ہیں۔ میں نے کہا آج گرمی ہے

میں دودھ پینا اس میں پسند نہیں کرتا اس نے کہا اے ابوسعید میں نے ارادہ کیا ہے کہ رسی کا پھندا درخت پر باندھوں اور اس سے اپنے گلے میں پھانسی لگا کر مر جاؤں۔ کیونکہ لوگ میرے بارے میں قسم قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ اور لوگوں پر میرا معاملہ پوشیدہ رہ گیا لیکن تم پر تو پوشیدہ نہیں رہیگا کیونکہ اے انصار کی جماعت! تم لوگ سب سے زیادہ آپ ﷺ کی حدیث سے واقف ہو۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے دجال کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہوگا اور میں تو مسلمان ہوں اور کیا رسول اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ لاولد ہوگا۔ اور میں نے تو اپنا لڑکا مدینہ میں چھوڑا ہے اور کیا رسول اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔ تو کیا میں مدینہ کا باشندہ نہیں ہوں اور اور اب تمہارے ساتھ مکہ چل رہا ہوں ابوسعید کہتے ہیں وہ ایسی ہی باتیں کرتا رہا یہانتک مین نے خیال کیا کہ شاید لوگوں نے اس کے متعلق غلط خبریں اڑا رکھی ہیں۔ پھر وہ بولا اے ابوسعید خدا کی قسم تمہیں سچی خبر دونگا خدا کی قسم بیشک مین اسے پہچانتا ہوں اور اسکے باپ کو بھی پہچانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اسوقت کس خطہ زمین میں ہے میں نے کہا تجھ پر سارے دن ہلاکت ہو" یہ حدیث حسن ہے۔

۴۵۸۔حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أخبرنا عبدُالرَّزَّاقِ، أخبرنا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابنِ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِابنِ صَيَّادٍ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ وَهُوَ غُلَامٌ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ رسولُ اللّٰه ﷺ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ: أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰه؟ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابنُ صَيَّادٍ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأُمِّيِّينَ. قَالَ: ثُمَّ قَالَ ابنُ صَيَّادٍ للنبيِّ ﷺ: أَتَشْهَدُ أَنِّي رسولُ اللّٰه؟ فقالَ النبيُّ ﷺ: آمَنْتُ بِاللّٰه وَرُسُلِهِ، ثُمَّ قَالَ النبيُّ ﷺ: مَا يَأْتِيكَ؟ قَالَ ابنُ صَيَّادٍ: يَأْتِينِي صَادِقٌ و كَاذِبٌ. فقالَ النبيُّ ﷺ: خُلِّطَ عَلَيْكَ الأمْرُ، ثم قَالَ رسول اللّٰه ﷺ: إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئاً وَخَبَأَ لَهُ "يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ". فقالَ ابنُ صَيَّادٍ: هُوَ الدُّخُّ. فقالَ رسولُ اللّٰه ﷺ: اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ. قَالَ عُمَرُ: يارسولَ اللّٰه، ائْذَنْ لِي فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ. فقالَ رسولُ اللّٰه ﷺ: إِنْ يَكُ حَقّاً فَلَنْ تُسَلَّطَ عَلَيْهِ، وَإِنْ لَا يَكُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ. قَالَ عبدُالرَّزَّاقِ: يَعْنِي الدَّجَّالَ. قَالَ أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح.

"سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ صحابہ کی جماعت کے ساتھ جن میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔ ابن صیاد پر سے گذرے۔ وہ بنی مغالہ کے ٹیلوں کے پاس لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا وہ خود بھی لڑکا ہی تھا۔ اس نے رسول اللہ اور صحابہ کی آمد کو محسوس بھی نہیں کیا یہانتک کہ رسول اللہ نے اس کی بیٹھ پر اپنا ہاتھ مارا۔ اور فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیوں کے رسول ہیں، ابن عمرؓ کہتے ہیں پھر ابن صیاد نے نبی ﷺ سے کہا کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا میں اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لایا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا تیرے پاس کیا آتا ہے ابن صیاد نے کہا ایک سچا اور ایک جھوٹا آپ نے فرمایا تیرا معاملہ تجھ پر خلط ملط ہوگیا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

میں نے تیرے لئے ایک بات چھپائی ہے اور اپنے دل میں رسول اللہ نے یہ آیت سوچی یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ۔ جس دن آسمان صاف دھواں لائیگا ابن صیاد نے کہا وہ دخ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو پست ہو۔ اپنی اوقات سے آگے نہ بڑھے گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے۔ اس کی گردن ماردوں آپ نے فرمایا اگر یہ حق ہے تو تم اس پر مسلط نہ ہوسکو گے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے۔ تو اس کے قتل کرنے میں آپ کے لئے کوئی بھلائی نہیں ہے" عبدالرزاق کہتے ہیں کہ اس سے آپ کی مراد دجال ہے یعنی اگر یہ واقعی دجال ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے

۴۵۹۔ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، حَدَّثَنَا عبدُالأعلى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أبي نَضْرَةَ عَنْ أبي سَعِيْدٍ قَالَ: لَقِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ابنَ صَيَّادٍ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ فَاحْتَبَسَهُ وَهُوَ غُلَامٌ يَهُوْدِيٌّ وَلَهُ ذُؤَابَةٌ وَمَعَهُ أبوبَكْرٍ وَعُمَرُ فقالَ له رسولُ اللّٰه ﷺ: أتَشْهَدُ أنِّي رسولُ اللّٰه؟ فقالَ: أتَشْهَدُ أنْتَ أنِّي رَسُوْلُ اللّٰه؟ فقالَ النَّبِيُّ ﷺ: آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ. فقالَ له النبيُّ ﷺ: مَاتَرَى؟ قَالَ: أرَى عَرْشاً فَوْقَ الْمَاءِ. قَالَ النبيُّ ﷺ: يَرَى عَرْشَ إبْلِيس فَوْقَ الْبَحْرِ. قَالَ: مَاتَرَى؟ قَالَ: أرَى صَادِقاً وَكَاذِبَيْنِ أوْصَادِقَيْنِ وَكَاذِباً. قَالَ النبيُّ ﷺ: لُبِسَ عَلَيْهِ فَدَعَاهُ.

قَالَ: وفي البابِ عَنْ عُمَرَ وَحُسَيْنِ بنِ عَلِيٍّ وابنِ عُمَرَ وَأبي ذَرٍّ وَابنِ مَسْعُوْدٍ وَجَابِرٍ وَحَفْصَةَ.

قَالَ أبو عِيسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حسنٌ.

"سیدنا ابوسعیدؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن صائد سے مدینہ کے ایک راستہ میں ملے آپ نے اس کو روک لیا۔ وہ یہودی لڑکا تھا اور اس کے چوٹی تھی آپ کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ تھے آپ نے اس سے فرمایا۔ کیا تو گواہی دیتا ہے میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا کیا آپ گواہی دیتے ہیں میں اللہ کا رسول ہوں؟ آپ نے فرمایا میں اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہوں۔ آپ نے اس سے پوچھا تو کیا دیکھتا ہے۔ اس نے کہا میں پانی کے اوپر ایک عرش دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا یہ سمندر کے اوپر شیطان کا عرش دیکھتا ہے۔ پھر فرمایا تو اور کیا دیکھتا ہے۔ اس نے کہا ایک سچا اور دو جھوٹے۔ یا دو سچے اور ایک جھوٹا۔ نبی ﷺ نے فرمایا اس پر معاملہ خلط ملط ہو گیا۔ پھر آپ نے اسے چھوڑ دیا"

اس باب میں عمر، حسین ابن علی، ابن عمر، ابی ذر، ابن مسعود، جابر اور حفصہ سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن ہے۔

۴۶۰۔ حَدَّثَنَا عبدُاللّٰه بنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بنِ زَيْدٍ عَنْ عبدِالرَّحْمٰنِ بنِ أبي بَكْرَةَ عَنْ أبِيهِ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰه ﷺ: يَمْكُثُ أبُو الدَّجَّالِ وَأُمُّهُ ثَلاثِيْنَ عَاماً لايُوْلَدُ لَهُمَا وَلَدٌ ثُمَّ يُوْلَدُ لَهُمَا غُلَامٌ أعْوَرُ أضَرُّ شَيْءٍ وَأقَلُّهُ مَنْفَعَةً، تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ، ثُمَّ نَعَتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أبَوَيْهِ فَقَالَ: أبُوْهُ طِوَالٌ ضَرْبُ اللَّحْمِ كَأنَّ أنْفَهُ مِنْقَارٌ وَأُمُّهُ امْرَأةٌ فِرْضَاخِيَّةٌ طَوِيْلَةُ الثَّدْيَيْنِ. قَالَ أبو بَكْرَةَ: فَسَمِعْتُ بِمَوْلُوْدٍ فِي الْيَهُوْدِ بِالْمَدِيْنَةِ، فَذَهَبْتُ أنَا وَالزُّبَيْرُ بنُ الْعَوَّامِ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلَى أبَوَيْهِ فَإذَا نَعْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْهِمَا: قُلْنَا: هَلْ لَكُمَ

وَلَدٌ؟فقالا: مَكَثْنَا ثَلاثِيْنَ عاماً لايُولَدُ لَنَا وَلَدٌ ثُمَّ وُلِدَ لَنَا غُلاماً أَعْوَرُ أَضَرَّ شَىْءٍ وَأَقَلُّهُ مَنْفَعَةً،تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ. قَالَ: فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمَا فَإِذَا هُوَ مُنْجَدِلٌ فِي الشَّمْسِ فِي قَطِيْفَةٍ وَلَهُ هَمْهَمَةٌ فَكَشَفَ عَنْ رَأْسِهِ، فَقَالَ: مَاقُلْتُمَا؟ قُلْنَا: وَهَلْ سَمِعْتَ مَاقُلْنَا؟ قَالَ: نَعَمْ. تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَاتَنَامُ قَلْبِي.

قَالَ أبو عِيسَى: هٰذَاحَدِيْثٌ حسنٌ غريبٌ لانعرفُه الا من حديثِ حَمَّادِ بنِ سَلَمَةَ.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیس سال تک دجال کے والدین لاولد رہیں گے۔اس کے بعد ان کا ایک بیٹا ہوگا۔جو تمام چیزوں سے زیادہ نقصان دہ اور تمام چیزوں سے کم فائدہ دینے والا ہوگا اسکی آنکھیں سوئیں گی۔اور اس کا دل نہ سوئے گا پھر آپ نے ہمیں اس کے باپ کا حلیہ بتایا آپ نے فرمایا اس کے باپ کا حلیہ یہ ہے۔قد لمبا بدن چھریرا۔ناک گویا کسی پرندے کی چونچ ہے۔اس کی ماں بدن کی موٹی پستان لمبے۔حضرت ابوبکرہؓ کہتے ہیں اس کے بعد میں نے سنا کہ مدینہ میں ایک یہودی کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔میں اور زبیر بن عوام دونوں تحقیق کیلئے گئے۔اور اس کے والدین کے پاس پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ کی بیان کی ہوئی کیفیات ان کے اندر موجود تھیں۔ہم نے ان سے پوچھا کیا تمہارے کوئی بیٹا ہوا ہے۔انہوں نے کہا تیس سال تک تو ہماری کوئی اولاد نہیں ہوئی۔اب ایک لڑکا ہے جو کانا ہے اور سب سے زیادہ نقصان دہ اور سب سے کم مفید ہے۔اس کے آنکھیں تو سوتی ہیں اور اس کا دل نہیں سوتا۔ہم اس کے پاس سے نکلے تو دیکھا ایک کملی میں دھوپ میں لپٹا ہوا پڑا ہے۔اور کچھ بھن بھنا رہا ہے۔اتنے میں اس نے کملی اپنے سر سے اٹھائی۔اور بولا تم دونوں نے کیا کہا ہم نے کہا کیا۔تو نے ہم دونوں کی باتیں سن لی ہیں؟اس نے کہا ہاں میری آنکھیں سوتی ہیں۔میرا دل نہیں سوتا''

یہ حدیث حسن غریب ہے۔ہم اس کو صرف حماد بن سلمہ کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

تشریح : بنونجار کے حلیف یہود مدینہ میں سے ایک یہودی کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا جس میں بہت ساری غیر معتاد چیزیں تھیں اور اس کے والدین میں بھی بعض عجیبات اور ایسی علامات تھیں جو آپؐ نے دجال اور اس کے ماں باپ کیلئے بیان کی تھیں،اس کا نام صاف یا صیاف یا عبداللہ تھا،اس کو ابن صیاد یا ابن صائد کہا جاتا تھا،یہ کاہنوں جیسا چکر باز تھا کبھی کچھ کہتا کبھی کچھ،کذب وغلط بیانی اور کبھی سچ ملے جلے اثرات وانداز اور پینترے بدلتے رہتا تھا،جیسے حدیث باب کے متن وترجمہ میں ہم نے پڑھا۔

ابن صیاد کا انجام کیا ہوا؟ سنن ابوداؤد میں ہے صحابہ کہتے ہیں،ہم نے ابن صیاد کو حرۃ کے دن گم پایا کوکب الدری میں ہے کہ وہ توبہ تائب ہو کر مدینہ میں مرا اور لوگوں نے اسے مرا ہوا دیکھا،لیکن کوکب الدری میں ہی ''ابن الملک'' کا قول مذکور ہے کہ مدینہ میں ابن صیاد کے مرنے کی بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی بلکہ ابوداؤد کی مذکورہ بالا صحیح سند والی حدیث سے اس کا بطلان واضح ہے۔

کیا ابن صائد دجال تھا؟ اس کے بارے میں وحی قطعی نہ ہونے کی وجہ سے حضورؐ نے حتمی فیصلہ نہیں فرمایا،اس لئے صحابہ کرام میں اختلاف رہا،مسلم ۳۹۹/۲ میں وارد احادیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت جابرؓ اور حضرت عمرؓ (بعض قرائن کی وجہ سے) حلفاً یہ فرماتے تھے کہ یہی دجال ہے،حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کے حلفیہ بیان پر آپؐ نے بھی نکیر نہیں فرمائی۔اس کے برعکس اکثر صحابہؓ واہل علم کا قول

یہ ہے کہ ابن صائد دجاجلہ میں سے ایک تھا لیکن دجال اکبر نہ تھا جسے عیسی علیہ السلام قتل کریں گے، تحقیق وتنقیح سے یہی بات راجح ہے
انه کافر وانا مسلم .... : اپنے باطل ودجال نہ ہونے پر ابن صائد کا یہ استدلال بالکل باطل ہے اس لئے کہ مدینہ میں داخل نہ ہونا
..اس وقت ہوگا جب اس کا ظہور ہو چکا، چنانچہ اس کی خلط ملط باتوں سے اکتا کر حضرت ابوسعیدؓ نے بھی ڈانٹ دیا۔
عند اطم بنی مغالة: اس کی جمع ''آطام'' ہے قلعہ نما پتھروں سے بنی عمارت، بنو مغالۃ انصار کا ذیلی قبیلہ ہے، جو مسجد نبویؐ کے منبر سے دائیں طرف مقیم تھا، جہاں سے ''مسجد قباء'' کی طرف جاتے ہیں، غالبا جہاں ''باب السلام'' کے سامنے لکھا ہوا ہے کہ اس سے آگے صف نہ بنائیں کہ یہ جگہ امام سے مقدم ہے، یہ بنی مغالہ کا مقام ہے جبکہ اس کی دوسری سمت جدھر مواجہ شریف پر حاضری دیکر نکلتے ہیں ''بنو جدیلہ'' رہتے تھے، یہ سب اب حرم کا حصہ قرار دے دیا گیا ہے۔ (کذا فی التکملہ ۳۵۲/۶) قال ابن صیاد للنبیؐ أتشهد انی رسول الله؟

سوال: دعوی نبوت کے باوجود ''ابن صیاد'' کو قتل کیوں نہیں کرایا؟

جواب: اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ آپ کی آمد مدینہ کے ابتدائی ایام کا واقعہ ہے، جب آپؐ نے یہود اوران کے حلیفوں سے امن کا معاہدہ فرمالیا تھا۔ خطابیؒ

۲۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں یہ بچہ تھا اور صبیان کا قتل ممنوع تھا، قاضی عیاضؒ نے اسے اختیار کیا ہے اور ایسے ہی بیہقیؒ: م ولیاپ ء۔

۳۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے صریح انکار و دعوی نہ کیا تھا بلکہ استفہاما کہا اتشہد..؟

وهو الدخ: کیونکہ آپؐ نے اس کیلئے سورۃ الدخان کی آیت کا قصد کیا اور چھپائی جس میں ''بدخان'' کا لفظ ہے، اس نے کہا دخ۔

سوال: اب اس پر سوال یہ ہے کہ کیسے پتہ چلا اور اس نے یہ لفظ جو جواب کے قریب ہو سکتا ہے کیسے کہا؟

جواب: ہو سکتا ہے کہ آپؐ نے اس سے کہنے سے پہلے یہ آیت صحابہ کے سامنے پڑھی ہو یا دل میں دہرائی ہو کہ شیطان نے اچک کر ابن صیاد کو پہنچائی لیکن ادھوری بات، بعض دیگر جوابات بھی دیئے گئے ہیں جو اقوال غیر مرضیہ کا مصداق ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اٹکل سے لگایا ہوا تکا تھا جو قریب قریب جا لگا جس سے سوال کا مکمل جواب نہیں ہوتا۔ فلا خیر لک فی قتله: کیونکہ یہ معاہدین کے بچوں میں سے تھا (اس لئے فرمایا اس میں بہتری نہیں بلکہ نیا تماشا کھڑا ہو جائیگا یہ اپنے انجام کو خود پہنچے گا۔

اخسأ: کلمة زجر واستهانة، ای امکث صاغرا، وابعد حقیرا، واسکت مزجورا کما یطرد الکلب.

۵۵۔ بَابٌ بلاعنوان

۴۶۱۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رسولُ الله ﷺ: مَا عَلَى الأَرْضِ نَفْسٌ مَنْفُوسَةٌ، يَعْنِي الْيَوْمَ يَأْتِي عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ.

قَالَ وفي البابِ عَنْ ابنِ عُمَرَ وأبي سَعِيدٍ وَبُرَيْدَةَ. هذا حَدِيثٌ حسن.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی نفس سانس لینے والا آج کے دن زمین پر ایسا نہیں جس پر سو سال گذریں''

اس باب میں ابن عمر، ابی سعید اور بریدہ سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔

٤٦٢ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ ابنُ حُمَيْدٍ، أخبرنا عبدُ الرَّزَّاقِ، أخبرنا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بنِ عبدِاللّٰه وأبي بَكْرِ بنِ سُلَيْمَانَ۔ وَ هو ابنُ أبي حَثْمَةَ۔ أَنَّ عبدَاللّٰه بنَ عُمَرَ قَالَ: صَلّٰى بِنَا رسولُ اللّٰه ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ في آخِرِ حَيَاتِهٖ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ: أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ عَلٰى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ. قَالَ ابنُ عُمَرَ: فَوَهَلَ النَّاسُ في مَقَالَةِ رسولِ اللّٰه ﷺ تِلْكَ فِيمَا يَتَحَدَّثُوْنَهٗ بِهٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ نَحْوَ مِائَةِ سَنَةٍ، وإنما قَالَ رسولُ اللّٰه ﷺ: لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ، يُرِيْدُ بِذٰلِكَ أَنْ يَنْخَرِمَ ذٰلِكَ الْقَرْنُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابن عمر ؓ نے کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اخیر زندگی میں ہمیں ایک رات عشاء کی نماز پڑہائی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جتنے زمین پر ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی آج رات سے پورے سو سال گذرنے پر باقی نہیں رہے گا، ابن عمرؓ فرماتے ہیں لوگ رسول اللہ کی اس حدیث کے متعلق بات کرتے وقت غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ حالانکہ رسول اللہ کے فرمانے کا مطلب یہ تھا کہ ایک صدی گذرنے پر یہ نسل ختم ہو جائے گی''

یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: تجدون الناس کابل مائة. ابل موصوف اور مائۃ صفت ہے سو اونٹ بخاری شریف میں کابل المائة معرفہ بھی مذکور ہے۔ اور یہی راجح ہے کہ الف لام اس میں جنس کا ہے۔ لَا يَجِدُ الرَّجُلُ فِيهَا رَاحِلَةً. راحلة عمدہ چنی ہوئی، سواری کے لائق۔ اس کی تشریح دو طریقوں سے کی گئی ہے

۱۔ اس سے مقصود لوگوں میں مساوات و برابری ہے کہ کسی کو کسی پر نسب میں برتری نہیں سب عباداللہ اور خلق اللہ ہے برتری فضل اللہ اور عمل سے حاصل ہوگی۔ سب سو اونٹوں کے ریوڑ کی طرح ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک کسی پر فضیلت نہیں رکھتا اور نہ اس کا دعویدار و مستحق ہے۔

۲۔ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ اس سے مقصود انحطاط و تنزل ہے کہ عنقریب اہل علم و فضل اور اصحاب جود و سخا اٹھ جائیں گے (باقی دھتورے رہ جائیں گے) سینکڑوں کی تعداد اور مجمع میں ایک بھی صاحب فضیلت، خشوع و خضوع، عجز و انکساری سے معمور آدمی نہ ملیگا۔ مگر بہت کم۔ جیسے جنگل میں سو اونٹ ہیں مگر سفر و سواری کے لائق ایک بھی نہیں سب گھاس کھانے اور بدکنے کے ہوشیار ہیں۔

۔ یہ دوسری تشریح زیادہ مناسب اور اقرب الی المقصود ہے کہ فضائل الصحابہ میں اہل فضل و کمال کا ذکر تھا آخر میں زمانہ تنزل کا ذکر فرمایا ۔ واللہ اعلم۔

علامہ قرطبیؒ کہتے ہیں۔ اونٹوں کے ساتھ تشبیہ میں یہ نکتہ ہے کہ سخی صاحب حلم و حکمت لوگوں کے بوجھ برداشت کرتا ہے انکی کڑوی کسیلی باتیں سہتا اور سنتا ہے پھر بھی ان کی حاجات وضروریات کو پورا کرتا ہے جیسے اونٹ بوجھ اٹھاتا ہے۔ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت. کیا وہ دیکھتے نہیں کہ اونٹ کیسا (بوجھ بردار اور متحمل) پیدا کیا گیا ثم لا یجد الرجل فیها راحلة. اس

میں مبالغۃ فرمایا کہ ایک بھی کام کے قابل نہ ہوگا علی الاطلاق نفی نہیں بلکہ اس میں قلت کی طرف اشارہ ہے۔ جیسے مشہور ہے۔ النادر لا حکم له، النادر کا العادم . بخاری شریف میں ہے لا تـكـاد تجد فيها راحلة . بہت کم ہی تو ان میں سواری کے لائق پائیگا یہ لفظ اوفق بالتشریح ہے۔ واللہ اعلم۔

٥٦_بَابُ مَاجَاءَ فِي النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الرِّيَاحِ
ہوا کو برا کہنے کی ممانعت کے بیان میں

٤٦٣_حَدَّثَـنَـا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بنِ حَبِيبِ بنِ الشَّهِيدِ البصرى، حَدَّثَنَامحمَّدُبْنُ فُضَيْلٍ .حَدَّثَنَاالأَعْمَشُ عَن حَبِيبِ بنِ أَبِي ثَابِتٍ عَن ذَرٍّ عَنِ سَعِيدِ بنِ عبدِالرَّحمٰن بنِ أَبْزَى عَن أَبِيهِ عَن أُبَيِّ بنِ كَعْبٍ قَالَ:قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ : لاتَسُبُّوا الرِّيحَ فَإِذَا رَأَيْتُمْ مَاتكرَهُوْنَ فَقُوْلُوا:اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَٰذِهِ الرِّيحِ وَخَيْرِ مافِيهَا وَخَيْرِ مااُمِرَتْ بِهِ، وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هَٰذِهِ الرِّيحِ وَشَرِّ ما فِيهَا وَشَرِّ مااُمِرَتْ بِهِ .

قَالَ:وفي الباب عَن عائشةَ وأَبِي هُرَيْرَةَ وَعُثْمَانَ بنِ أَبِي الْعَاصِ وَأَنَسٍ وَابنِ عَبَّاسٍ وَجَابِرٍ .

قَالَ أبو عِيسَى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ .

"سیدنا ابی بن کعبؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہوا کو برا مت کہو، اگر تم ایسی بات دیکھو جس کو خطرناک جانتے ہو تو کہو اے اللہ ہم تجھ سے اس ہوا کی بھلائی اور جو کچھ اس میں ہے۔ اس کی بھلائی مانگتے ہیں۔ اور ہوا کی برائی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی برائی۔ اور جو کچھ تو نے حکم دیا ہے اس کی برائی سے تیری پناہ مانگتے ہیں"

اس باب میں عائشہ، ابوہریرہ، عثمان بن ابی العاص، انس، ابن عباس اور جابر سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : ملعون کے بعد مأمور کا ذکر ہے کہ مأمور معذور ہوتا ہے، ہوا کو برا بھلا نہ کہنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو مبشرات بھی بناتے ہیں اور مہلکات بھی، **ہواؤں کی اقسام**:وهي ثلاث،

١ . الشمال وتأتي من جهة القطب . ٢ . والجنوب : تقابلها . ٣ . والصبا: تأتي من مطلع الشمس . یہ تینوں شمال، جنوب، صبا مبشرات ہیں۔ والدبور التي تأتي من المغرب، وبها اهلكت قوم عاذ (صاوی ۴/۳) یہ دبور ھلاکت خیز ہے۔

٥٧_بَابٌ بلاعنوان

٤٦٤_حَدَّثَنَا محمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا أَبِي عَن قَتَادَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَن فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ:أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ صَعِدَ الْمِنبَرَ فَضَحِكَ فَقَالَ:إِنَّ تَمِيماً الدَّارِيَّ حَدَّثَنِي بِحَدِيثٍ فَفَرِحْتُ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُحَدِّثَكُمْ [بِهِ]أَنَّ نَاساً مِنْ أَهْلِ فِلَسْطِينَ رَكِبُواسَفِينَةً فِي الْبَحْرِفَجَالَتْ بِهِمْ حَتّٰى قَذَفَتْهُمْ فِي جَزِيرَةٍ مِنْ جَزَائِرِ الْبَحْرِفَإِذَا هُمْ بِدَابَّةٍ لَبَّاسَةٍ نَاشِرَةٍ شَعْرَهَا فَقَالُوا:مَاأَنْتِ؟قَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ .قَالُوا:فَأَخْبِرِينَا .قَالَتْ:لَاأُخْبِرُكُمْ وَلَاأَسْتَخْبِرُكُمْ وَلٰكِنِ ائْتُوا أَقْصَى الْقَرْيَةِ فَإِنَّ ثَمَّ مَنْ يُخْبِرُكُمْ وَيَسْتَخْبِرُكُمْ فَأَتَيْنَا أَقْصَى الْقَرْيَةِ فَإِذَا رَجُلٌ مُوثَقٌ

بِسِلْسِلَةٍ فَقَالَ:أَخْبِرُوْنِي عَنْ عَيْنِ زُغَرَ. قُلْنَا :مَلْأَى تَدْفِقُ. قَالَ:أَخْبِرُوْنِي عَنِ الْبُحَيْرَةِ. قُلْنَا:مَلْأَى تَدْفِقُ. قَالَ :أَخْبِرُوْنِي عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ الَّذِي بَيْنَ الْأُرْدُنِ وَفِلَسْطِيْنَ هَلْ أَطْعَمَ؟قلنا:نَعَمْ. قَالَ:أَخْبِرُوْنِي عَنِ النَّبِيِّ هَلْ بُعِثَ؟قلنا:نَعَمْ. قَالَ: أَخْبِرُوْنِي كَيْفَ النَّاسُ إِلَيْهِ؟قلنا: سِرَاعٌ. قَالَ:فَنَزَى نَزْوَةً حَتَّى كَادَ .قلنا :فَمَا أَنْتَ؟قَالَ:أَنَا الدَّجَّالُ وَإِنَّهُ يَدْخُلُ الْأَمْصَارَ كُلَّهَا إِلَّا طَيْبَةَ، وَطَيْبَةُ الْمَدِيْنَةُ. وهذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ من حديث قَتَادَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ .وقد رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ .

''سیدۃ فاطمہ بنت قیسؓ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور ہنسے پھر فرمایا تمیم داری نے ایک واقعہ مجھے بیان کیا میں خوش ہوا۔ میں نے پسند کیا کہ تمہیں یہ واقعہ بیان کروں ۔ کچھ فلسطین کے لوگ کشتی میں سوار ہو کر چلے ۔ کہ طوفان نے گھیر لیا اور انہیں ایک جزیرہ میں ڈالدیا گیا دیکھتے ہیں ایک ایسا جانور ہے ۔ جو بکھرے طویل بالوں کے لباس والا ہے۔ انہوں نے کہا تو کیا ہے؟ اس نے کہا میں جاسوسی کرنے والا ہوں۔ ہم نے کہا تو کوئی خبر دے اس نے کہا میں تمہیں کچھ بتاؤں اور نہ تم سے کچھ پوچھوں لیکن تم اس گاؤں کے آخری کنارے پر جاؤ۔ وہاں ہے جو تمہیں بتائے گا اور پوچھے گا۔ ہم گاؤں کے آخری سرے پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں ایک شخص زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اس نے کہا بتاؤ چشمہ ''زغر'' کا کیا حال ہے؟ ہم نے کہا وہ پُر ہے۔ جوش مارتا ہے۔ اس نے کہا بحرہ طبریہ کا کیا حال ہے؟ ہم نے کہا وہ بھی پر ہے اور جوش مارتا ہے۔ پھر پوچھا بیسان کے نخلستان کا کیا حال ہے؟ جو اردن اور فلسطین کے درمیان ہے کیا اس میں پھل آ گئے ہم نے کہا ہاں آ گئے پھر کہا مجھے نبی ﷺ کی خبر بتاؤ کیا وہ مبعوث ہو گئے ہم نے کہا ہاں ۔ اسنے کہا لوگوں کا انکی طرف میلان کیسا ہے ہم نے کہا تیزی سے بڑھ رہے ہیں اس پر وہ اچھلا اور قریب تھا کہ زنجیروں سے نکل پڑے ہم نے کہا بتاؤ تم کیا ہو اس نے کہا میں دجال ہوں اور دجال طیبہ کے علاوہ تمام شہروں میں جائے گا طیبہ سے مراد مدینہ ہے'' یہ حدیث حسن صحیح قتادہ کی روایت ہے جو شعبی سے راوی ہیں غریب ہے مختلف لوگوں نے اسکو شعبی سے جو فاطمہؓ سے راوی ہیں نقل کی ہے۔

تشریح : جساسہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ دجال کیلئے جاسوسی کرتا تھا اور ادھر ادھر کی خبریں لاتا تھا اس لئے جساسۃ کہلایا پھر اس کی حالت مشتبہ اور ملتبس تھی اس لئے لباسہ بھی کہلایا۔ اس کا قصہ مفصل مسلم ۲/۴۰۵ اور مشکوۃ ثانی کے متن میں موجود ہے، ملاحظہ کر لیا جائے، باقی تا حال یہ تعیین نہیں ہوئی اور نہ ہی خروج یاجوج سے پہلے ہوگی کہ یہ کس جزیرے میں جکڑا ہوا ہے۔

تميم الداری: هو تميم بن اوس ابو رقيّة الداری كان راهب اهل فلسطين و عابد وعابدهم ، اسلم سنة تسع، هو و اخوه نعيم، ولهما صحبة، وهو اوّل من اسرج السراج فی المسجد.

بدابّة لبّاسة ناشرة شعرها: لباسة دابة کی صفت ہے، ناشرۃ اسم فاعل ذوالحال کے سہارے پر عامل ہے، ھی ضمیر اس کا فاعل اور شعرھا مرکب اضافی ناشرۃ اسم فاعل کا مفعول ہے، پھر دابۃ اپنی صفت لباسۃ اور حال ناشرۃ سے مل کر مجرور ہے، دوسری ترکیب یہ ہے کہ ناشرۃ صفت ثانی ہو، اس صورت میں موصوف کے سہارے پر عامل ہوگا۔ شعرھا دونوں صورتوں میں منصوب ہوگا۔

انّ ناسا: مسلم ۴۰۵/۲ میں ہے کہ لخم وجذام کے تیس آدمی تھے جو سمندری کشتی پر سوار ہوئے۔

سوال: حدیث باب میں ہے بدابّة لباسة... اور حدیث ابوداؤد میں ہے امرأة جساسة فکیف التوفیق؟

جواب: ا۔ دجال کیلئے دو جاسوس ہیں ایک دابۃ کی صورت میں اور دوسرا عورت کی صورت میں۔

۲۔ دراصل جساسۃ شیطانہ تھی جو شکلیں بدل کر کبھی دابۃ کی صورت میں کبھی عورت کی صورت میں ظاہر ہوتی۔

۳۔ دراصل جساسہ عورت تھی لغوی معنیٰ کے اعتبار سے دابۃ کہا گیا کما قال تعالیٰ: واللہ خلق کل دابّة من ماء فمنهم من یمشی علی بطنه ومنهم من یمشی علی رجلین ... (نور ۴۵) اخبرونی عن عین زغر: زغر بروزن زفر شام میں ایک مشہور شہر ہے، قال النووی: هی بلدة معروفة فی الجانب القبلی من الشام ... قریة بمشارف الشام. و قیل زغر اسم بنت لوط علیه السلام، نذلت بهذة القریة فسمّیت باسمها. زغر لوط کی چھوٹی بیٹی کا نام ہے، زغر کی بڑی بہن کا نام "ربّہ" ہے عین ربّہ اور عین زغر انہیں کے نام سے موسوم ہیں۔ هل اطعم ای اثمر وفی مسلم أسالکم عن نخلها، هل یثمر؟ (تکملہ ۴۱۱/۶)

۵۸۔ بابٌ بلاعنوان

۴۶۵۔ حَدَّثَنَا محمّدُ بنُ بَشّارٍ، اخبرنا عَمْرُو بنُ عَاصِمٍ، اخبرنا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ عَن عَلِیِّ بنِ زَیْدٍ عَن الْحَسَنِ عَن جُنْدُبٍ عَن حُذَیْفَةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰه ﷺ: لاینبَغِی لِلْمُؤمِنِ أنْ یُذِلَّ نَفْسَهٗ قَالُوا: وَ کَیْفَ یُذِلُّ نَفْسَهٗ؟ قَالَ: یَتَعَرَّضُ مِنَ البَلَاءِ لِمَا لَا یُطِیْقُ قَالَ أبوعِیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ.

۵۹۔ بابٌ بلاعنوان

۴۶۶۔ حَدَّثَنَا محمّدُ بنُ حاتِمٍ المُؤَدِّبُ [المکتب]، حَدَّثَنَا محمّدُ بنُ عبدِاللّٰه الأنصَارِیُّ، حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ الطَّوِیْلُ عَن أنَسِ بنِ مَالِکٍ عَن النبیِّ ﷺ قَالَ: اُنْصُرْ أخَاکَ ظَالِماً أوْ مَظْلُوماً. قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰه نَصَرْتُهٗ مَظْلُوماً فَکَیْفَ أنْصُرُهٗ ظَالِماً؟ قَالَ: تَکُفُّهٗ عَنِ الظُّلْمِ فَذَاکَ نَصْرُکَ إیَّاهُ.

قَالَ: وفی البابِ عَن عائشةَ. قَالَ أبوعِیسَی: هذا حَدِیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

"سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم عرض کیا گیا یا رسول اللہ مظلوم کی مدد تو کریں لیکن ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو ظلم سے روکو اس کے لئے یہی تمہاری مدد ہے" اس باب میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: لا ینبغی للمؤمن: مطلب یہ ہے کہ انسان فخر وغرور اور تکبر و بڑائی سے بچتے ہوئے تواضع وسادگی اپنائے لیکن اپنے آپ کو حقارت وذلت میں نہ ڈالے، اسی طرح جو کام بس میں نہ ہو اپنے آپ کو اس کے زیر بار نہ پھنسائے کہ اس میں ذلت ورسوائی ہے

دعویٰ جاہلیت: نسب اور برادری کی بنیاد پر پکارنا یہ دعویٰ جاہلیت ہے۔ جو عصبیت کی جڑ ہے۔ حق اور نصرت کے لئے پکارنا ممنوع نہیں۔

دعویٰ اسلام: اے مسلمانو! حق پر میری مدد کرو۔ یہ دعویٰ اسلام ہے یاللمسلمین اعینونی علی الحق. حملہ کے وقت عمرؓ نے بھی پکارا تھا یااللہ یاللمسلمین۔ انصر اخا ظالما اومظلوما ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ جملہ (أنصر اخاک ظالما او مظلوماً) سب

سے پہلے جندب بن عنبر بن عمرو بن تمیم نے کہا تھا لیکن اُسکا مقصد بھی وہی رسم جاہلیت والا تھا کہ بھائی کی بھی مدد کرو کہ اور بڑھے اور مظلوم کو بچاؤ، رسم جاہلیت میں حق گوئی نہ تھی بلکہ صرف بھائی کو دیکھنا تھا بھلے جیسے بھی ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملے کا صحیح مفہوم بیان فرمایا جو عصبیت سے بالاتر اور حق کے قریب تر ہے۔

٦٠۔ بابٌ بلاعنوان

٤٦٧۔ حَدَّثَنَا محمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عبدُالرَّحمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَن أبِى مُوْسَى عَن وَهْبِ بنِ مُنَبِّهٍ عَن ابنِ عَبَّاسٍ عَن النبيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا، وَمَن اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ، وَمَنْ أتَى أبْوَابَ السُّلْطَانِ افْتَتَنَ

قَالَ: وفى البابِ عَن أبى هُرَيْرَةَ . هٰذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ من حديثِ ابنِ عَبَّاسٍ لَانَعْرِفُهُ إلَّا من حديثِ الثَّوْرِيِّ .

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دیہات کا رہائشی ہوا تو سخت دل ہوا جو شکار کے پیچھے وہ غافل ہوا، اور جو بادشاہوں کے دروازہ پر آیا فتنہ میں مبتلا ہوا''

اس باب میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، یہ حدیث ابن عباس کی روایت سے حسن غریب ہے۔ ہم اس کو صرف ثوری کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

٤٦٨۔ حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أبُو دَاوُدَ أنْبَأنَا شُعْبَةُ عَن سِمَاكِ بنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بنَ عَبْدِاللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَن أبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إنَّكُمْ مَنْصُوْرُوْنَ وَمُصِيْبُوْنَ وَمَفْتُوْحٌ لَكُمْ فَمَنْ أدْرَكَ ذَاكَ مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَلْيَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلْيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَمَنْ كَذَبَ [تكذب] عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ . قَالَ أبُوعِيسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ .

''سیدنا ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرما رہے تھے ''تمہاری مدد کی جائے گی اور تم بہت کچھ مال غنیمت حاصل کرو گے، تم میں سے جو شخص یہ زمانہ پائے اسے چاہئے کہ اللہ سے ڈرے اور بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور جو جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : یہاں تین باتیں بیان ہوئی ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ بالکل جنگلات اور دور دراز دیہات میں رہنا انسان کی صلاحیت کو ضائع کر دیتا ہے اور عادات کو بگاڑ دیتا ہے، ترشی، تندخوئی اجڑپنا نامعلوم کیا کیا حیوانی صفات گھر کر جاتی ہیں، جبکہ شہروں میں شہوانی عادات گھیر لیتی ہیں الا من رحم ربی. ایسے افراد علم وعمل تربیت وتقویت، علاج معالجہ، ضروری معلومات تک سے بے بہرہ رہتے ہیں کتنے علاقوں کی خبریں سننے کو ملیں کہ وہاں مردے پر جنازہ پڑھانے والا نہیں ملتا وغیرہ۔

واقعہ: کنز الدقائق کے حاشیہ میں ہے کہ ایک دیہاتی نماز کیلئے آیا تو امام کو گیارویں پارے کی ابتدائی آیات تلاوت کرتے ہوئے پایا امام نے جب آیت ٩٧ ''الاعراب اشد کفرا و نفاقا ..... '' پڑھی تو اس نے امام کے کندھے پر لاٹھی دے ماری کہ ہمیں یوں

کہتا ہے؟ پھر کچھ دنوں میں آیا تو امام پڑھ رہا تھا "ومن الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الآخر... " تو برملا کہہ دیا الآن نفعک العصا اب تجھے لاٹھی نے فائدہ دیا کہ دیہاتیوں کے ایمان کے تذکرے والی آیت پڑھ رہا ہے۔ (یہ بھی نصیب امام کہ آج ایسا مقتدی ذرا دیر سے آیا اگر پہلے آ کر آیت ۹۶ سنتا تو شاید ایک لاٹھی پر اکتفا نہ کرتا)

واقعہ: **امام المفسرین سرتاج المعاصرین رأس المحققین استاذ کبیر الشیخ ابو الزاهد محمد سرفراز صفدر مدظلہ** نے درس تفسیر میں اپنے ایک تلمیذ کا یہ واقعہ سنایا کہ دوران سبق اس نے جب یہ حدیث مجھ سے پڑھی تو کہا استاد جی یہ حدیث سچ ہے، آپ کا فرمان برحق ہے، ھاں مجھے سمجھ نہیں آتی اس لئے کہ دیہات میں خالص غذائیں، شفاف آب و ہوی، سادہ ماحول، پر قناعت زندگی... کتنے سارے فوائد ہیں، شہروں میں کئی مسائل ہوتے ہیں، سبق ہو گیا، بات گذر گئی، فارغ التحصیل ہو کر دینی خدمات میں مصروف ہو گئے اور اپنی محدود آمدنی "قوت لایموت" میں سے تھوڑی تھوڑی رقم بچانی شروع کی تا کہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اللہ کا شرف حاصل ہو، پر اخلاص لگن سے کام کرتے رہے، پیسے جوڑتے رہے پھر جب اندازہ ہوا کہ مصارف حج کو کفایت کر جائیں گے تو لیکر چلے تا کہ کسی سے مشورہ کر کے مبارک سفر کی تیاری کریں، شہر آ کر معلوم ہوا کہ یہ پیسے تو کھوٹے ہو چکے ہیں، جمع کرانے کیلئے بار بار اعلان ہوتا رہا لیکن دور دراز دیہات میں ان کو معلوم نہ ہو سکا اور نتیجہ نیت سے کہیں دور جا رہا۔ اللہ اکبر استاد جی نے فرمایا اب مجھے آ کر سارا قصہ سنایا جس سے دلی دکھ ہوا لیکن اس کو بات سمجھ آ گئی "**من سکن البادیة جفا**" **ای غلظ واشتد طبعه لقلة مخالطة الناس والتعلیم والاصلاح** اس لئے یاد رہے کہ احادیث مبارکہ ماننے اور عمل کرنے کیلئے ہیں تجربات و آزمانے کیلئے نہیں کہ نتیجہ حرمان و خسران ہے، تعمیل و ایمان میں امان ہے، اس لئے کہ رحمت دو عالم کا فرمان ہے، یہی قرآن فرقان کا بیان ہے، جسکا منکر دونوں جہاں میں پشیمان ہے، انصاف کیلئے بلاشبہ قائم ہوئی میزان ہے۔

من اتبع الصید غفل: اس میں کبوتر بازی اور دیگر وہ تمام فضول کام آ جاتے ہیں جو طاعات و عبادات اور عمل و اخلاق سے غفلت ولا پرواہی میں ڈالنے والے ہوں، لہو و لعب اور قساوت و غفلت کا سبب ہوں، جن میں کوئی دینی یا دنیوی فائدہ نہ ہو بلکہ صرف وقت گذاری بلکہ وقت و صحت بربادی ہو۔ اگرچہ تفریحات اور جائز شکار اس سے مستثنیٰ ہوں گے جو کسی خلاف شرع کام یا کاموں کے ارتکاب و تلوث کا باعث نہ ہوں۔

ومن اتی ابواب السلطان افتتن: اس کی مثال یوں ہے کہ خربوزہ چھری پر گرے یا چھری خربوزے پر کٹنا خربوزے کو ہے، عالم خود جائے یا بلوایا جائے دونوں صورتوں میں نقصان اسی کا ہے کہ سیدھا شریعت پر چلیگا تو جان کو خطرہ اور اگر دین میں گڑبڑ اور مداہنت کریگا تو ایمان کو خطرہ بلکہ خطرات کم از کم اتنا تو ہوگا کہ وہاں کی زرق برق چمک دمک کو دیکھ کر احساس کمتری اور ناشکری کا شکار ہو جائے اس لئے یہی بوریا نشینی اور کتب بینی ہی مفید ہے ورنہ خطرناک بیماری ھل من مزید ہے جس میں ھلاکت کی شنید بلکہ دید ہے۔ **قال فضیل بن عیاض: کنّا نتعلّم اجتناب السلطان کما نتعلّم السورة من القرآن رواه البیهقی فی شعب الایمان.** آگے فرمایا کہ تمہیں مختلف حالات پیش آئیں گے پر عزم اور ثابت قدم رہنا کہ جہاں پھسلن ہو وہاں بڑے ھاتھی بھی پھسل جاتے ہیں۔

٦١۔باب بلاعنوان

٤٦٩۔حَدَّثَنَا مَحمُودُ بنُ غَيلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، أَنبَأَنَا شُعبَةُ عَنِ الأَعمَشِ وَعَاصِمِ بنِ بَهدَلَةَ وَحَمَّادٍ سَمِعُوا أَبَا وَائِلٍ عَن حُذَيفَةَ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: أَيُّكُم يَحفَظُ مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي الفِتنَةِ، فَقَالَ حُذَيفَةُ أَنَا. قَالَ حُذَيفَةُ: فِتنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصَّومُ وَالصَّدَقَةُ وَالأَمرُ بِالمَعرُوفِ وَالنَّهيُ عَنِ المُنكَرِ. قَالَ عُمَرُ: لَستُ عَن هٰذَا أَسأَلُكَ وَلٰكِن عَنِ الفِتنَةِ الَّتِي تَمُوجُ كَمَوجِ البَحرِ. قَالَ يَاأَمِيرَ المُؤمِنِينَ إِنَّ بَينَكَ وَبَينَهَا بَاباً مُغلَقاً. قَالَ عُمَرُ: أَيُفتَحُ أَم يُكسَرُ؟ قَالَ بَل يُكسَرُ، قَالَ إِذَن لَا يُغلَقُ إِلَى يَومِ القِيَامَةِ.

قَالَ أَبُو وَائِلٍ فِي حَدِيثِ حَمَّادٍ: فَقُلتُ لِمَسرُوقٍ سَل حُذَيفَةَ عَنِ البَابِ، فَسَأَلَهُ فَقَالَ: عُمَرُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

''سیدنا حذیفہؓ سے مروی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا فتنہ کے بارے میں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تم میں سے کون زیادہ یاد رکھتا ہے؟ حذیفہؓ نے کہا میں یاد رکھا ہے۔ آدمی کا فتنہ اس کے اہل مال اولاد اور پڑوسی میں، اس کا کفارہ نماز، روزہ صدقہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہوتا ہے۔ عمرؓ نے فرمایا میں اس فتنہ کے متعلق نہیں پوچھتا۔ لیکن اس فتنہ کو پوچھتا ہوں جو سمندری موجوں کی طرح امنڈ آئے گا۔ حضرت حذیفہ ؓ نے کہا امیر المومنین آپ کے اور اسکے درمیان ایک بند دروازہ حائل ہے حضرت عمر نے پوچھا وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا حذیفہؓ نے کہا بلکہ توڑا جائے گا حضرت عمر نے فرمایا تو اس صورت مین وہ قیامت تک بند ہی نہیں کیا جائیگا'' حماد کی روایت میں ہے ابو وائل نے مسروقؓ سے کہا حذیفہؓ سے دروازہ کے متعلق دریافت کیجئے کون مراد ہے مسروقؓ نے پوچھا تو حضرت حذیفہؓ نے بتایا اس سے حضرت عمرؓ مراد ہیں'' یہ حدیث صحیح ہے۔

٦٢۔باب بلاعنوان

٤٧٠۔حَدَّثَنَا هَارُونُ بنُ إِسحَاقَ الهَمدَانِيُّ، أخبرنا مُحَمَّدُ بنُ عَبدِ الوَهَّابِ عَن مِسعَرٍ عَن أَبِي حَصِينٍ، عَنِ الشَّعبِيِّ عَنِ العَدَوِيِّ عَن كَعبِ بنِ عُجرَةَ قَالَ: خَرَجَ إِلَينَا رَسُولُ اللهِ ﷺ وَتِسعَةٌ، خَمسَةٌ وَأَربَعَةٌ، أَحَدُ العَدَدَينِ مِنَ العَرَبِ وَالآخَرُ مِنَ العَجَمِ، فَقَالَ: اسمَعُوا هَل سَمِعتُم أَنَّهُ سَيَكُونُ بَعدِي أُمَرَاءُ فَمَن دَخَلَ عَلَيهِم فَصَدَّقَهُم بِكَذِبِهِم وَأَعَانَهُم عَلَى ظُلمِهِم فَلَيسَ مِنِّي وَلَستُ مِنهُ وَلَيسَ بِوَارِدٍ عَلَيَّ الحَوضَ وَمَن لَم يَدخُل عَلَيهِم وَلَم يُعِنهُم عَلَى ظُلمِهِم وَلَم يُصَدِّقهُم بِكَذِبِهِم فَهُوَ مِنِّي وَأَنَا مِنهُ وَهُوَ وَارِدٌ عَلَيَّ الحَوضَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعرِفُهُ مِن حَدِيثِ مِسعَرٍ إِلَّا مِن هٰذَا الوَجهِ.

قَالَ هَارُونُ: فَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بنُ عَبدِ الوَهَّابِ، عَن سُفيَانَ عَن أَبِي حَصِينٍ عَنِ الشَّعبِيِّ عَن عَاصِمٍ العَدَوِيِّ عَن كَعبِ بنِ عُجرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحوَهُ. قَالَ هَارُونُ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ عَن سُفيَانَ عَن زُبَيدٍ عَن إِبرَاهِيمَ وَلَيسَ بِالنَّخَعِيِّ عَن كَعبِ بنِ عُجرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحوَ حَدِيثِ مِسعَرٍ، قَالَ: وَفِي البَابِ عَن حُذَيفَةَ وَابنِ عُمَرَ.

"سیدنا کعب بن عجرۃؓ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکلے، ہم نو آدمی تھے پانچ ایک اور چار ایک۔ ایک گروہ عرب تھا اور ایک عجم۔ آپ نے فرمایا سنو۔ کیا تم نے سنا ہے کہ میرے بعد امیر ہونگے سو جو کوئی ان پر داخل ہوا اور جھوٹ پر ان کی تصدیق کی اور ان کے ظلم پر ان کی مدد کریگا تو وہ شخص مجھ سے نہیں اور نہ میں اس سے ہوں اور نہ وہ میرے پاس حوض پر وارد ہوگا اور جو شخص ان پر داخل نہیں ہوا اور ان کے ظلم پر ان کی اعانت نہ کی اور ان کے جھوٹ پر ان کی تصدیق نہ کی وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے پاس حوض پر وارد ہوگا"

یہ حدیث صحیح غریب ہے، ہم اس کو مسعر کی روایت سے صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔ دو سندوں کے ساتھ حدیث سابق کی مثل اس باب میں حذیفہ اور ابن عمرؓ سے روایت ہے۔

٤٧١۔ حَدَّثَنَا إِسماعِيلُ بنُ مُوسَى الفَزَارِيُّ ابن بنت السُّدِّيِّ الْكُوفِيُّ، أخبرنا عُمَرُ بنُ شَاكِرٍ عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسولُ اللهِ ﷺ: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِيهِم عَلَى دِينِهِ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ.

قَالَ أبو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَعُمَرُ بنُ شَاكِرٍ قد رَوَى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ.

"سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا۔ کہ اس میں دین پر ثابت قدم رہنے والا لوگوں کے درمیان ایسا ہوگا جیسے آگ کا انگارا مٹھی میں پکڑنے والا"

یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے، عمر بن شاکر شیخ بصری ہیں مختلف اہل علم نے ان سے روایت لی ہے۔

٦٣۔ بابٌ بلاعنوان

٤٧٢۔ حَدَّثَنَا قُتَيبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بنُ مُحَمَّدٍ عَنِ العَلَاءِ بنِ عَبدِ الرَّحمٰنِ عَن أَبِيهِ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَقَفَ عَلَى أُنَاسٍ جُلُوسٍ فَقَالَ: أَلَا أُخبِرُكُم بِخَيرِكُم مِنْ شَرِّكُم؟ قَالَ فَسَكَتُوا، فَقَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ أَخبِرنَا بِخَيرِنَا مِنْ شَرِّنَا. قَالَ: خَيرُكُم مَنْ يُرجَى خَيرُهُ وَيُؤمَنُ شَرُّهُ، وَشَرُّكُم مَنْ لَا يُرجَى خَيرُهُ وَلَا يُؤمَنُ شَرُّهُ. قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"سیدنا ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ چند بیٹھے آدمیوں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا میں تم میں سے بہتر کی تمہارے برے سے خبر نہ دوں؟ راوی نے کہا لوگ خاموش رہے آپ نے یہی بات تین مرتبہ دہرائی۔ پھر ایک آدمی نے کہا ضرور یا رسول اللہ۔ ہمیں ہمارے بھلوں کی بروں سے خبر دیجئے آپ نے فرمایا تم میں اچھا وہ ہے جس سے اچھائی کی امید کیجائے اور اس کی برائی سے لوگ محفوظ رہیں اور تم میں برا وہ ہے جس سے بھلائی کی اُمید نہ کی جائے اور اسکی برائی سے لوگ محفوظ نہ ہوں" یہ حدیث صحیح ہے۔

٦٤۔ بابٌ بلاعنوان پ

٤٧٣۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بنُ عَبدِ الرَّحمٰنِ الكِندِيُّ الْكُوفِيُّ، حَدَّثَنَا زَيدُ بنُ حُبَابٍ، أخبرني مُوسَى بنُ عُبَيدَةَ، حدثني عَبدُ اللهِ بنُ دِينَارٍ عَن ابنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِذَا مَشَتْ أُمَّتِي المُطَيطِيَاءَ وَخَدَمَهَا أَبنَاءُ الْمُلُوكِ أَبنَاءُ فَارِسٍ وَالرُّومِ سُلِّطَ شِرَارُهَا عَلَى خِيَارِهَا.

قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديثٌ غريبٌ،وقد رَوَاهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَن يَحيَى بنِ سَعِيدِ الْأَنْصَارِيِّ .

حَدَّثَنَا بِذَٰلِكَ مُحَمَّدُ بنُ إِسمَاعِيلَ الوَاسِطِيُّ، حد ثناأَبُومُعَاوِيَةَ عَنْ يَحْيَى بنِ سَعِيدِ الْأَنْصَارِيِّ عَن عَبدِاللّٰهِ بنِ دِينَارٍ عَن ابنِ عُمَرَ عَن النبيِّ ﷺ نَحْوَهُ، وَلَايُعْرَفُ لِحَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَن يَحْيَى بنِ سَعِيدٍ عَن عبدِاللّٰهِ بنِ دِينَارٍ عَن ابنِ عُمَرَأَصلٌ إِنَّمَا المَعْرُوفُ حَدِيثُ مُوسَى بنِ عُبَيْدَةَ ،وَقَدْ رَوَى مَالِكُ بنُ أَنَسٍ هَذَا الْحَدِيثَ عَن يَحيَى بنِ سَعِيدٍ مُرْسَلاً وَلَمْ يُذْكَرْ فِيهِ عَن عَبدِاللّٰه بنِ دِينَارٍ عَن ابنِ عُمَرَ .

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب میری امت متکبروں کی چال چلے گی۔اور بادشاہوں کے لڑکے یعنی شاہان روم وفارس کے لڑکے اس کی خدمت کرینگے تو اس وقت میری امت کے بُرے لوگ اچھوں پر غالب اور مسلط کردیئے جائیں گے'' یہ حدیث غریب ہے۔ابومعاویہ نے بھی اس کو یحیی بن سعید انصاری سے نقل کیا ہے۔

حدیث سابق کے مثل۔ابومعاویہ جو یحیی بن سعید انصاری سے نقل کرتے ہیں اسکی کوئی اصل نہیں پہچانی جاتی حدیث موسیٰ بن عبیدہ ؒ معروف ہے، مالک بن انس نے اس حدیث کو یحیی بن سعید سے مرسل روایت کیا ہے۔عبداللہ بن دینارؒ۔اورابن عمر ؓ کا واسطہ ذکر نہیں کیا۔

٤٧٤۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ المُثَنَّى،حَدَّثَنَاخَالِدُ بنُ الحَارِثِ،حَدَّثَنَاحُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَن الْحَسَنِ عَن أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: عَصَمَنِي اللّٰهُ بِشَيءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ،لَمَّا هَلَكَ كِسرَى قَالَ مَن اسْتَخْلَفُوا ؟قَالُوا:ابْنَتَهُ،فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ :لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ امْرَأَةً ،قَالَ فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَةُ ،يَعْنِي البَصْرَةَ ،ذكرتُ قَوْلَ رسولِ اللّٰهِ ﷺ فَعَصَمَنِي اللّٰهُ بِهِ . قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديثٌ صحيحٌ .

سیدنا ابوبکرہؓ کہتے ہیں اللہ نے مجھے ایک حدیث کی وجہ سے بچالیا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔جب کسری مرگیا تو رسول اللہ نے فرمایا لوگوں نے کس کو اس کا جانشین بنایا ہے؟لوگوں نے عرض کیا کسری کی بیٹی کو۔یہ سن کر آپ نے فرمایا وہ قوم ہرگز فلاح نہ پائے گی جس نے عورت کو اپنا حاکم بنایا حضرت ابوبکرہؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ بصرہ میں تشریف لائیں تو میں نے رسول اللہ کی یہ حدیث یاد کی اور اللہ نے اس کیوجہ سے مجھے محفوظ رکھا'' یہ حدیث صحیح ہے۔

٤٧٥۔حَدَّثَنَا محمدُ بنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ العَقَدِيُّ،حَدَّثَنَا محمدُ بنُ أَبِي حُمَيْدٍ عَن زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ عَن أَبِيهِ عَن عُمَرَ بنِ الخَطَّابِ عَن النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَلَا أُخبِرُكُم بِخِيَارِأُمَرَائِكُمْ وَشِرَارِهِمْ ؟خِيَارُهُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُم وَيُحِبُّونَكُمْ وَتَدْعُونَ لَهُمْ وَيَدْعُونَ لَكُمْ ،وَشِرَارُ أُمَرَائِكُمْ الَّذِينَ تُبغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ هذاحديثٌ حسنٌ غريبٌ لَا نَعرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ محمَّدِ بنِ أَبِي حُمَيْدٍ، وَمحمَّدٌ يُضَعَّفُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ .

''سیدنا عمر بن خطابؓ سے مروی ہے یہ نبی صلی ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ تمہارے اچھے حاکم کون ہیں اور بُرے حاکم کون ہیں؟ اچھے حاکم وہ ہیں جن سے تم محبت رکھو اور وہ تم سے محبت رکھیں تم ان کیلئے دعا کرو اور وہ

تمہارے لئے دعا کریں۔اور بُرے حاکم وہ ہیں جن سے تم عداوت رکھو وہ تم سے عداوت رکھیں تم ان پر لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں" یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف محمد بن ابی حمید کی راویت سے پہچانتے ہیں، محمد کو حافظہ کے بارے میں ضعیف کہا گیا ہے۔

۴۷۶۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، حد ثنا يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ ،أخبرنا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ،عَنِ الْحَسَنِ عَنْ ضَبَّةَ بْنِ مِحْصَنٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:إِنَّهُ سَيَكُوْنُ عَلَيْكُمْ أَئِمَّةٌ تَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ ،فَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ بَرِئَ، وَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ سَلِمَ ، وَلٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ .فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ ؟وَقَالَ :لَا مَا صَلَّوا .

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

"سیدہ ام سلمہؓ نبی ﷺ سے نقل کرتی ہیں آپ نے فرمایا عنقریب تم پر ایسے حاکم ہوں گے کہ تم ان سے بھلائی بھی دیکھو گے اور بُرائی بھی، جس نے نکیر کی وہ بری الذمہ ہے۔اور جس نے نفرت کی وہ بھی سلامت رہا۔لیکن جو راضی ہوا اور تابع ہوا وہ ہلاک ہوا، کسی نے کہا یارسول اللہ کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھیں" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۴۷۷۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَشْقَرُ،حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَهَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَا:حَدَّثَنَا صَالِحٌ الْمُرِّيُّ،عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : إِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَاءَكُمْ وَ أُمُوْرُكُمْ شُوْرَى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ بَطْنِهَا ،وَإِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلَاءَكُمْ وَأُمُوْرُكُمْ إِلَى نِسَائِكُمْ ،فَبَطْنُ الْأَرْضِ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ صَالِحٍ الْمُرِّيِّ.وَصَالِحٌ المرى فى حَدِيثِهِ غَرَائِبُ [ينفرد بها] لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا وَهُوَ رَجُلٌ صَالِحٌ .

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے حاکم تمہارے اچھے لوگ ہوں مالدار تم میں سخی ہوں اور تمہارے معاملات مشورہ سے طے پائیں۔تو زمین کی سطح اس کے بطن سے تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔اور جب تمہارے حاکم تمہارے شریر لوگ ہو جائیں، تمہارے مالدار تمہارے بخیل ہو جائیں اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے سپرد ہو جائیں۔تو زمین کا پیٹ اس کے ظاہر سے تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے"

یہ حدیث غریب ہے ہم اس کو صرف صالح مری کی روایت سے پہچانتے ہیں صالح غریب حدیثیں روایت کرتا ہے۔جس کا کوئی متابع نہیں ہوتا۔اور بذات خود نیک آدمی ہے۔

تشریح : لن يفلح قوم ولو امر هم امراة: اس کا شان ورود اور پس منظر ہم باب میں پڑھ آئے ہیں کہ حضورؐ کے مکتوب گرامی کو پارہ پارہ کرنے والا کیسے اپنے بیٹے کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، لیکن ایسے کو تیسا ہی ملتا ہے اس نے بھی مرتے مرتے بیٹے کی موت کا سامان کر دیا تھا کہ زہر کی شیشی پر "مقوی باہ" کا لیبل لگا دیا تھا، جسے ہوس بھرے بیٹے نے ملتے ہی منہ لگایا اور

انجام کو پہنچ گیا، پھراس شیرویہ نے اپنے بھائیوں کو بھی اپنی شاہی کیلئے ختم کر دیا تھا اب خود بھی ڈھیر ہوگیا، تو لوگوں نے کہا کہ بادشاہت کسی اور کے پاس نہ جائے تو کسریٰ کی بیٹی بوران کو بادشاہ بنادیا، اس پر آپ نے فرمایا ہرگز فلاح نہیں پاسکتی سیاسی نہ معاشی....وہ قوم جن کی سربراہ عورت ہو۔ فلما قدمت عائشةؓ :سیدہ عائشہؓ جب بصرہ آئیں کہ مقصود صلح کرانا اور شورشوں کو فرو کرانا تھا جس میں کامیابی کی بجائے الجھن ہوئی کہ جنگ جمل کا دلگداز واقعہ پیش آیا۔ اگرچہ سیدة عائشہؓ نے سربراہی اور قیادت کا دعوی ونصرة ہرگز ہرگز نہ لگایا تھاہاں صورت قیادت کی سی ہوگئی تو راوی حدیث حضرت ابوبکرہؓ کہتے ہیں میں پیچھے رہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ فرمالیا۔

مسئلہ: جمہور اھل علم کا اتفاق ہے کہ عورت امارت وقضا کی ذمہ دار نہیں ہوسکتی۔ البتہ طبری اس کے جواز کے قائل ہوئے ہیں، امام مالکؒ سے یہی منقول ہے، امام ابوحنیفہؒ نے یہ تفصیل بیان فرمائی ہے کہ جن امور میں عورت کی گواہی معتبر ہے اس کی وہ ذمہ دار ہوسکتی ہے ہاں امارت وقضاء کے عہدوں پر فائز نہیں ہوسکتی کہ ان کیلئے عقل کامل مطلوب ہے، یہ بات تنقیح طلب ہے کہ بالاستقلال مہتمہ کی ذمہ داری کس قبیل سے ہے؟ ہاں معلمہ وممتحنہ تو بلاتامل ہوسکتی ہے۔

ظهر الارض خير من بطنها: مطلب یہ ہے کہ امراء وزراء دیانت دار اور خدمت گذار ہوں، اغنیا سخی ہوں، اجتماعی معاملات شوریٰ سے طے پاتے ہوں تو یہ اچھا دور ہے۔ اس میں بستار ہنا بلیات ومصائب سے کسی حد تک محفوظ ہوگا، اگراس کے برعکس ہوتو قبر بہتر ہے۔ وامور كم الى نسائك: عورتوں کا ناقصات العقل والدین ہونا تصریحات ومسلمات میں سے ہے، اگر کسی دقیق و پیچیدہ مسئلے میں کلی طور پران پر بھروسہ کرلیا تو نتیجہ لمحوں نے خطا کی صدیوں نے سزا پائی کی صورت میں بھگتنا ہوگا، باقی رہے وہ معاملات جوان کی فہم وفراست اور تجربہ وہنرمندی میں ہیں توان میں ان سے مشورے کی ممانعت نہیں بلکہ ''لكل فن اهل'' کے تحت ان سے ایسے امور میں رائے مفید ہوتی ہے، چنانچہ آنحضرتؐ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے احرام کھولنے کی صورت کیلئے مشورة فرمایا اوران کا جواب کامیاب رہا، اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحب حیاء وادراک بیٹی ''صفوراء'' نے مشورة دیا ''قالت احدهما يا ابت استأجره انّ خير من استاجرت القوىّ الامين (قصص ٢٦) اس پر بھی عمل ہوا، بہرحال اعتدال ہو مردان کے سامنے نڈھال نہ ہو، بالخصوص امور خانہ داری میں کہ اس میں اسی صنف کو مہارت ہوتی ہے۔ ابھی یاد آیا کہ آنحضرتؐ نے حضرت بریرةؓ سے بھی مشورة بات کی تھی کہ حضرت عائشہؓ کے بارے میں تم کیا کہتی ہو؟ جسکا انہوں نے حضرت علیؓ اور دیگر کئی حضرات سے منفرد اور دوٹوک جواب دیا، قریب قریب حضرت عمرؓ کے انداز میں کہا ''والذى بعثک بالحق ان رأيت عليها امرا اقطّ اغمصه عليها.... ٠مسلم ٢/ ٣٦٥) خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کا مناسب اور تجرباتی مشورے کا اعتبار ہوان پر مکمل انحصار نہ ہو کہ کلی طور پر وہی امور چلائیں۔ انكم فى زمان :اى خير و مبارک، تم تو بہتر اور متبرک زمانہ میں ہو فتنوں کا شیوع اور خطرات نہیں اللہ تعالیٰ نے امن عطا فرمایا ہے، مکمل طور پر ماً مورات کو بجالانا ضروری ہے، حتی کہ مسیی صلوۃ کو بار بار حکم دیا ''ارجع فصلّ فانک لم تصلّ'' ایک غزوے میں تخلف اور پیچھے رہنے کی وجہ سے حضرت کعبؓ، ھلالؓ، مرارةؓ، پر کتنی آزمائش آئی۔

٦٥۔ بابٌ بلاعنوان

٤٧٨۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ الْجُوزَجَانِيُّ ،حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ ،أخبرنا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ

الْاَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَ مَا أُمِرَ بِهِ هَلَكَ ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ عُشْرَ مَا أُمِرَ بِهِ نَجَا. قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ نُعَيْمِ بْنِ حَمَّادٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ. قَالَ: وفي الباب عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَأَبِي سَعِيدٍ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا تم ایسے زمانہ میں ہو کہ اس میں جسکو جتنا حکم دیا گیا ہے اس کا دسواں حصہ بھی کسی سے چھوٹا تو وہ ہلاک ہوا۔ اس کے بعد ایسا زمانہ آئے گا کہ جتنا حکم دیا گیا ہے اس کے دسویں حصہ پر بھی جس نے عمل کر لیا تو نجات پائیگا'' یہ حدیث غریب ہے، ہم اسکو صرف نعیم بن حماد کی روایت سے پہچانتے ہیں جو سفیان بن عیینہ سے راوی ہیں، اس باب میں ابوذر اور ابوسعید سے روایات ہیں۔

۴۷۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ: هَا هُنَا أَرْضُ الْفِتَنِ وَأَشَارَ إِلَى الْمَشْرِقِ يَعْنِي حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ أَوْ قَالَ قَرْنُ الشَّيْطَانِ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا اس طرف فتنوں والی سرزمین ہے اور مشرق کی طرف اشارہ کیا جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے یا فرمایا سورج کا سینگ نکلتا ہے'' یہ حدیث صحیح ہے۔

۴۸۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: تَخْرُجُ مِنْ خُرَاسَانَ رَايَاتٌ سُودٌ لَا يَرُدُّهَا شَيْءٌ حَتَّى تُنْصَبَ بِإِيلِيَاءَ. هذا حديثٌ غريبٌ.

''سیدنا ابوھریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خراسان سے سیاہ جھنڈے ظاہر ہوں کیکوئی چیز ان کو پسپانہ کر سکے گی یہاں تک کہ وہ بیت المقدس میں نصب کئے جائیں گے'' یہ حدیث غریب حسن ہے۔

تشریح: نجات کیلئے مأمور بہ کے دسویں حصے پر عمل سے مراد کونسا حصہ ہے؟ ا۔ صرف فرائض مراد ہیں کہ سنن و مستحبات اور تطوّعات کے ترک کے باوجود نجات پائیگا۔

۲۔ اس سے مراد اخلاص ہے یعنی اعمال میں اخلاص کا دسواں حصہ ہوا تب بھی قبولیت و نجات کا سبب ہوگا۔

۳۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر مراد ہے کہ اس وقت مکمل پاسداری ضروری تھی اب اس کے دسویں حصے پر عمل کر لیا تب بھی ھلاکت سے بچ جائیں گے۔ یخرج من خراسان رایات سود: سوڈ سودیٰ کی جمع ماقبل سے صفت ہے، فتن کے آخر میں امید کی کرن کا ذکر فرمادیا کہ ایک دن برحق رہنما آئیگا جو سب کی سرکوبی کریگا۔ چنانچہ مسند احمد ۲۷۷/۵ میں ہے ''قال رسول اللہ اذا رأیتم الرأیات السود قد جاء ت من قبل خراسان فأتوھا، فانّ فیھا خلیفة اللہ المھدی. ان کا آغاز و ظہور تو حرمین سے ہوگا پھر عسکری قوت کے ساتھ خراسان سے حملہ آور ہوں گے۔ ایلیاء بیت المقدس کے قریب فلسطین میں ایک شہر ہے۔

فتمت ابواب الفتن وتليها ابواب الرؤيا

ابواب الرؤيا عَن رسولِ الله ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول خواب کے متعلق چند ابواب

رؤیا کی تعریف وحقیقت: رؤیا بروزن فعلی مثل یسری بمعنی مرئیہ دیکھا ہوا، خواب۔

۱-قال الحافظ: هي مايراه الشخص في منامه . حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔ رؤیا اور خواب وہ ہے جسے آدمی نیند میں دیکھے۔

۲-قال ابن العربي : الرؤيا ادراكات علّقها الله تعالىٰ في قلب العبد على يدى ملك او شيطان (کوکب) ابن العربی کہتے ہیں کہ خواب وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ فرشتے یا شیطان کے ذریعے سے بندے کے دل میں ڈالتے اور معلق کردیتے ہیں یعنی اس کے خیال میں اچھی یا بری بات آتی ہے۔ ۳-قال المازرى : كثر كلام الناس فى حقيقة الرؤيا، وقال فيها غير الاسلاميين اقاويل كثيرة منكرة لانهم حاولوا الوقوف على حقائق لاتدرك با لعقل ولايقوى عليه برهان وهم لايصدقون بالسمع فاضطربت اقوالهم .... اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اس عنوان پر بعض غیر مسلموں نے موشگافیاں کی ہیں اور اٹکل اندازے سے بہت کچھ کہا ہے جس کی بنیاد عقل وتجربہ ہے اور یہ دونوں ناقص ہیں تو اس پر کھڑی ہونے والی تعمیر بھی تو مجموعۂ نقائص ہوگی۔ ۴-والصحيح ماعليه اهل السنّة انّ الله يخلق فى قلب النائم اعتقادات كما يخلقها فى قلب اليقظان، وتلك الاعتقادات تقع تارة بحضرة الملك ، فيقع بعدها مايسرّ، او بحضرة الشيطان فيقع بعدها ما يضرّ ، والعلم عند الله .... و تكون فى الحالين مبشرة و منذرة. مازریؒ نے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ صحیح بات اہل السنۃ کے نزدیک رؤیا کی حقیقت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے بندے کے دل میں وہ چیز پیدا کردیتے ہیں جو خوشی کا سبب ہوتی ہے اور کبھی شیطان کے ذریعے دل میں ڈالتے ہیں جو غمی کا سبب ہوتی ہے اور مضر ہوتی ہے، درحقیقت علم اللہ تعالیٰ کے پاس ان دونوں میں سے ہر ایک خوش کرنے والی اور ڈرانے والی حالت ہوتی ہے۔

لفظی فرق: رؤیہ بچشم دیدن، رؤیا خواب دیدن، رأی بدل دیدن۔ آنکھ سے دیکھنا، خواب دیکھنا، دل سے دیکھنا یعنی غور وفکر کرنا۔

ابن سیرینؒ کا قول: علامہ ابن سیرینؒ کا قول ہے کہ جو خواب رات کے پہلے حصے میں دکھائی دے اس کی تعبیر پانچ سال میں ظاہر ہوتی ہے، اور جو آدھی رات میں دکھائی دے اس کی تعبیر پانچ مہینوں تک ظاہر ہوتی ہے، اور اگر خواب صبح سویرے صبح صادق کے قریب دکھائی دے تو اس کی تعبیر دس روز تک ظاہر ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو خواب جتنا صبح کے قریب ہوگا اتنا جلدی ظہور پذیر ہوگا (مقدمہ کامل التعبیر) اور کوکب الدری میں اذا اقترب الزمان کا ایک معنی یہی لکھا ہے "المراد زمان الصبح" اور صبح صادق کے خوابوں کا سچا ہونا تو حدیث صحیح میں بھی مذکور ہے۔

خواب کی اقسام: ابن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ خواب تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ مبشرات ربانی ۲۔ تخویف شیطانی ۳۔ تخیلات نفسانی یعنی خیالات کا انعکاس اور حدیث النفس۔ سچا خواب اس لئے دکھایا جاتا ہے کہ بندہ لطف اندوز اور خوش اور طلب حق اور محبت الٰہی میں مزید سرگرم ہو اور آگے بڑھے ایسا خواب قابل تعبیر ہے۔ یہ تینوں اقسام پہلی حدیث اور باب ۶ میں مذکور ہیں۔

اکل حلال اور صدق مقال: حلال روزی راست گوئی اور خوش اخلاقی کا انسان کے خوابوں پر اثر اور بہت دخل ہوتا ہے اس لئے جو لوگ وحشت ناک اور ڈراؤنے خواب دیکھتے ہیں اور اکثر ان کے ساتھ یہ ہوتا ہے تو انہیں ضرور چاہیے کہ اپنی اخلاقی حالت کا خوب جائزہ لیں اور سیئات اور برے خیالات سے بچیں بالخصوص حرام یا مشتبہ غذاء ورغبت، چغلی، کذب بیانی فریب دہی وغیرہ بری عادات سے اجتناب کریں چنانچہ پہلی اور باب ۱۰ کی پانچویں حدیث پاک میں وارد ہے کہ جو شخص جتنا راست گو اور سچا ہوگا اس کا خواب بھی خوب سچا ہوگا۔ ورنہ.........

خواب کا حکم: خواب بشارت وخوشخبری ہے، خواب سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا کہ جس کی دلیل صرف خواب ہو۔

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ صحابہ کرام سے خواب پوچھتے اور تعبیر بھی بتاتے اور کبھی اپنا خواب بھی سناتے چنانچہ لبید بن اعصم کے جادو کے متعلق جو خواب میں دو شخصوں کو کھڑے دیکھا پھر ان کا مکالمہ ہوا.........تو حضور ﷺ نے یہ خواب صحابہ کو بیان فرمایا۔ باب ۲ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام اور بشارتوں کے ملنے کا طریقہ وحی بر نبی ﷺ تو اب موقوف ومکمل ہو چکا "انا خاتم النبین لانبی بعدی" ہاں اچھے خواب اور مبشرات باقی ہیں جو بشارت ہوتے ہیں، اگرچہ خواب بھلے کسی کا بھی ہو اس سے کوئی شرعی حکم اور مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا خوشخبری ضرور ہیں، علامہ سیوطی لکھتے ہیں "ای الوحی منقطع بموتی ولا یبقی مایعلم منه ما سیکون الا الرؤیا" یعنی وحی منقطع ہوجائیگی اب آئندہ ہونے والی چیزوں کے متعلق علم حاصل کرنے کا ذریعہ صرف خواب ہے۔ بالفاظ دیگر یوں بھی کہا گیا ہے نبوت ختم ہو چکی علم نبوت ختم اور منتہی نہیں ہوا علم نبوت باقی ہے۔

۱۔ بَابُ أَنَّ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءاً مِنَ النُّبُوَّةِ

مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے کے بیان میں

۴۸۱۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ، وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيثاً، وَرُؤْيَا الْمُسْلِمِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءاً مِنَ النُّبُوَّةِ، وَالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ: فَالرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ بُشْرَى مِنَ اللّٰهِ، وَالرُّؤْيَا مِنْ تَحْزِينِ الشَّيْطَانِ، وَالرُّؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ بِهَا الرَّجُلُ نَفْسَهُ. فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُمْ وَلْيَتْفُلْ وَلَا يُحَدِّثْ بِهِ النَّاسَ قَالَ: وَأُحِبُّ الْقَيْدَ فِي النَّوْمِ وَأَكْرَهُ الْغُلَّ. الْقَيْدُ: ثَبَاتٌ فِي الدِّينِ. وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب زمانہ قریب ہوگا تو تقریباً ہر مومن کا خواب سچا ہوگا اور ان میں زیادہ سچے خواب ان کے ہوں گے جو زیادہ سچ بولتے ہیں اور مسلمان کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں ۱۔ نیک خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے ۲۔ ایک خواب شیطان کے ڈرانے سے ہوتا ہے۔ ۳۔ ایک خواب محض خیالات سے ہوتا ہے، اگر تم برا خواب دیکھو تو اٹھ کر بائیں طرف تھوک دو اور لوگوں کو نہ بتاؤ۔ میں خواب میں پاؤں میں بیڑی کو دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ لیکن گلے کے طوق یا ہاتھ کی ہتھکڑی کو

دیکھنا برا سمجھتا ہوں۔ کیونکہ خواب میں بیڑی دیکھنے کی تعبیر دین پر ثابت قدم رہنا ہے" یہ حدیث صحیح ہے۔

۴۸۲۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ ،أَنَّهُ سَمِعَ أَنَساً يُحَدِّثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ:رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءاً مِنَ النُّبُوَّةِ.

قَالَ: وفي الباب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي رَزِيْنِ الْعُقَيْلِيِّ وَأَبِي سَعِيْدٍ وَعَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو وَعَوْفِ بنِ مَالِكٍ وَابنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ . قَالَ وحَدِيثُ عُبَادَةَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ .

"نبی ﷺ نے فرمایا مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے" اس باب میں ابو ہریرہؓ ابی رزین عقیلی، انس، ابی سعید، عبیداللہ بن عمرو، عوف بن مالک اور ابن عمر سے روایات ہیں۔حدیث عبادہ صحیح ہے۔

تشریح :اذا اقترب الزمان .... ۱- المراد من اقتراب الزمان انتهاء مدته اذا دنا قیام الساعة (کوکب بذل) زمانہ قریب ہونیکا مطلب یہ ہے کہ جب دنیا کی عمر کا آخر ہوگا اور قیامت قریب ہوگی تو خواب اکثر سچے ہونگے اور جو دیکھیں گے وہی واقع ہوگا۔۲-فقیل : وقت استواء اللیل والنها ر ایام الربیع فذلک وقت اعتدال الطبائع غالبا اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس سے موسم بہار کے اعتبار سے دن رات کا برابر ہونا مراد ہے کہ جب دن رات برابر ہوتے ہیں تو طبائع میں بھی اعتدال اور عدم ہیجان ہوتا ہے اور کسی قسم کا کھینچاؤ دباؤ نہ ہونے کی وجہ سے حالت اعتدال میں جو خواب دیکھیں گے یقیناً درست اور سچا ہوگا یہ دونوں مطلب خطابیؒ نے بیان کئے ہیں ابن بطال نے پہلے کی تصویب کی ہے۔۳-یہ مطلب بھی پہلے سے ملتا جلتا ہے کہ دن رات قریب اور سکڑ جائیں گے کہ گذرتے پتہ بھی نہ چلے گا اور کام دھرے کے دھرے رہ جائیں، یہ بھی قرب قیامت کی نشانی ہے جب خواب سچے ہونگے کہ ان کی تعبیر کی تکمیل کیلئے آگے لمبی مدت نہ ہوگی۔۴- کوکب میں ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد قرب قیامت ہے اور مقصد یہ ہے کہ مؤمن قلیل وغریب اور غمگین ہونگے تو اللہ تعالیٰ سچے خوابوں سے انہیں تسلی و بشارت دینگے اور جس کا دنیا میں مونس کوئی نہیں اللہ تعالیٰ ہی اسے ڈھارس بندھاتے اور تسلی دیتے ہیں چنانچہ اصحاب کہف کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے" وربطنا علی قلوبهم اذقاموا فقالوربنا رب السمٰوات والارض (کہف ۱۴) جب کھڑے ہوکر انہوں نے ہمیں اپنا رب پروردگار پالن ہار کہا تو ان کے دلوں کو ہم نے ہی سہارا دیا اور تسلی دی۔۵-المراد بالزمان المذکور زمان المهدی عند بسط العدل اس سے مراد جناب مہدی کا انصاف بھرا دور ہے کہ جب ہر طرف عدل ہوگا، امن ہوگا، لوگ خوش خرم ہونگے، فتنے فساد نہ ہونگے، تو لوگ خواب سچے دیکھیں گے (اب تو ساری رات فحش خوابوں میں بیت جاتی ہے)۶-المراد زمان الطائفة الباقیة مع عیسیٰ بعد قتل الدجال او زمن الدجال او زمن یاجوج و ماجوج .... (کوکب عینی) اس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں دجال قتل کردیا جائیگا اور عیسیٰ کے ساتھ ایک جماعت رہ جائیگی اور مزید بھی کہا گیا ہے۔اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صدق مقال کا خواب پر یقیناً اثر ہوتا ہے جیسے پہلے ذکر ہوا۔اسی طرح الرؤیا کو الصالحة الحسنة الصادقة سے بھی روایات میں مقید کیا گیا ہے اور خواب کی قسمیں پہلے ذکر ہو چکی ہیں اس حدیث میں ان کا ذکر ہے۔

رؤیا المؤمن جزء من ستة .... مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔اگلے باب میں ہے نبوت کے حصوں میں سے ایک حصہ

خواب کا جزءِ نبوت ہونے کا مطلب اور مقصد: آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام اترنا اور وحی آنا اس کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا کہ چھ ماہ تک نیند میں خواب دیکھتے رہے، پھر بیداری میں ہاتف غیبی کی آواز سنتے بالآخر ناموس اقرا باسم ربک کا پیغام لے کر آن پہنچا اور وحی متلو یعنی قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا یہ سلسلہ تیئس سال تک رہا اور ''الیوم اکملت لکم دینکم'' کی تبشیر اور اللھم بالرفیق الاعلی کہتے ہوئے واصل برب ہوئے ان چند حروف میں نبوی زندگی سموں دی گئی ہے چھیالیسویں حصے کو سمجھانے کے واسطے یوں کہیں کہ تیئس سال کو اگر چھ ماہ پر تقسیم کریں تو چھ ماہ تیئس سال کا چھیالیسواں حصہ بنتے ہیں یعنی نزول وحی اور اعلان نبوت کے کل تیئس سال ہیں جیسے اس سے پہلے چھ ماہ خواب دیکھنے کے ہیں اس لئے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوا۔(عون بذل)

سوال: ابن حجرؒ نے اشکال وارد کیا ہے کہ جب خاتم النبیینؐ پر نبوت ختم ہو چکی تو پھر بعد کے خوابوں کو نبوت کا حصہ کہنے کا کیا مطلب؟

جواب: ۱۔سابقہ تقریر میں اس کا جواب موجود ہے کہ نبوت ختم ہوئی علم نبوت ختم نہیں ہوا پھر جزء نبوت ہونے کا مطلب یہی ہے کہ جس طرح نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت حاصل ہوتی ہے اور یہ بات خواب کی تین قسموں کے ذکر سے واضح ہے کہ مبشرات من جانب اللہ ہوتے ہیں۔چنانچہ مازری کہتے ہیں ''یحتمل ان یراد بالنبوۃ ذکر ھذا الحدیث الخبر بالغیب لا غیر'' (کوکب) اسی طرح خواب دیکھنے والا بھی غیب سے خوشخبری پاتا ہے بس اتنی مشابہت و مناسبت ہے پھر دوسرے احکام شرعیہ کی روشنی میں اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

۲۔اسی سے ملتی جلتی بات ابن العربیؒ نے بھی کہی ہے لکھتے ہیں'' اجزاء النبوۃ لا یعلم حقیقتھا الا ملک او نبیّ و انما القدر الذی ارادہ النبیؐ انّ یبین ان الرؤیا جزء من اجزاء النبوۃ فی الجملۃ ، لان فیہ اطلاعا علی الغیب بوجہ ما .... اس کا حاصل یہ ہے کہ اجزاء نبوت کی حقیقت تو فرشتہ و نبی جانتے ہیں مجملہ غیبی خبر ہونے کے خواب کو نبوت کا حصہ کہا گیا کہ اس میں بھی کچھ نہ کچھ غیب پر اطلاع ہوتی ہے اگرچہ حتمی نہیں ہوتی ہے۔۳۔قال ابن بطال: معنی النبوۃ بناء صادق من اللہ .... شارح بخاری ابن بطالؒ نے ایک دوسری وجہ بیان کی ہے کہ جزءِ نبوت کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح نبی کی وحی سچی ہوتی ہے اسی طرح خواب بھی سچا ہوتا ہے۔بس سچا ہونا دونوں میں قدر مشترک ہے اس لئے جزء من النبوۃ کہا گیا۔۴۔قال الخطابی: قیل معناہ ان الرؤیا تجئی علی موافقۃ النبوۃ لا انھا جزء باق من النبوۃ. خطابی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خواب نبوت کے موافق ہیں اس لئے نبوت کا حصہ فرمایا نہ یہ کہ نبوت کا حصہ باقی ہے۔۵۔قیل: المعنی انہ جزء من علم النبوۃ ، لانّ النبوۃ انقطعت فعلمھا باق (فتح و کوکب) یہ بھی جواب ہے کہ نبوت کا حصہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ علم نبوت کا حصہ ہے اور نبوت بھلے منقطع ہو چکی علم نبوت تو باقی ہے اس لئے نبوت کا حصہ کہنے میں کوئی اشکال نہیں۔۶۔قال الخطابی معنی ھذا الکلام تحقیق امر الرؤیا و تاکیدہ (بذل) علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کا حاصل خواب کی تصویب یا تاکید ہے یہ

مطلب اس کا ہے ہی نہیں کہ یہ نبوت کا حصہ ہے اور اچھا خواب دیکھنے والے کو ایک حصہ نبوت مل گئی مزید پینتالیس کی کوشش کرے نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس کا سادہ سا مطلب ہے کہ خواب درست ہے اور ثابت ہے کوئی غلط یا قابل تردید نہیں۔

۲۔بَابُ ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ

نبوت تو گئی اور مبشرات باقی ہیں

۴۸۳۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يعنى ابن زياد، حَدَّثَنَا الْمُخْتَارُ بْنُ فُلْفُلٍ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ. قَالَ فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: لَكِنِ الْمُبَشِّرَاتِ؟. فَقَالُوا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ رُؤْيَا الْمُسْلِمِ وَهِيَ جُزْءٌ مِنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ.

وفى البا بِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَحُذَيْفَةَ بنِ أَسِيْدٍ وابنِ عَبَّاسٍ وَأُمِّ كُرْزٍ وأَبِي أسيد.

قَالَ: هذا حَدِيْثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ الْمُخْتَارِ بنِ فُلْفُلٍ.

"سیدنا انس بن مالک ؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رسالت اور نبوت تو منقطع ہوگئی۔اب میرے بعد کوئی رسول ہے نہ نبی۔انس ؓ کہتے ہیں یہ لوگوں پر شاق گذرا آپ نے فرمایا لیکن مبشرات باقی ہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ، مبشرات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان کا خواب اور وہ نبوت کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے"

اس باب میں ابو ہریرہ ؓ، حذیفہ بن اسید، ابن عباس اور ام کرز ابو اسید سے روایات ہیں۔یہ حدیث صحیح ہے۔مختار بن فلفل کی روایت سے غریب ہے۔اس کی تشریح ابھی گذری ہے۔

۴۸۴۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ، أخبرنا سُفْيَانُ عَنِ ابنِ المنكدرِ عَنْ عَطَاءِ بنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: "لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" فَقَالَ: مَا سَأَلَنِي عَنْهَا أَحَدٌ غَيْرُكَ إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ مُنْذُ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: مَا سَأَلَنِي عَنْهَا أَحَدٌ غَيْرُكَ مُنْذُ أُنْزِلَتْ هِيَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ. قَالَ وفى البابِ عَنْ عُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ. قَالَ هذا حديثٌ حسنٌ.

"ایک مصری شخص سے منقول ہے کہا میں نے ابو الدرداء ؓ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان لهم البشرى فى الحيوة الدنيا (ان لوگوں کیلئے دنیا کی زندگی میں بھی خوش خبری ہے) کہ متعلق پوچھا حضرت ابو الدرداء نے فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی متعلق پوچھا ہے تمہارے علاوہ صرف ایک آدمی نے اس کے بارے میں مجھ سے پوچھا ہے۔میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے۔تمہارے سوا کسی نے اسکے متعلق نہیں پوچھا یہ "اچھا خواب ہے" جسکو مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں" اس باب میں عبادہ بن صامت سے روایت ہے، یہ حدیث حسن ہے۔

۴۸۵۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا ابنُ لَهِيْعَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الهيثمِ عَنْ أبي سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَصْدَقُ الرُّؤْيَا

بِالْأَسْحَارِ.

''سیدنا ابی سعیدؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا سب سے زیادہ سچا خواب صبح صادق کے وقت کا ہوتا ہے''

۴۸۶۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ ،حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ ،حَدَّثَنَا حَرْبُ بنُ شَدَّادٍ وَعِمْرَانُ القَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ نُبِّئْتُ عَنْ عُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى :"لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا " قَالَ: هِيَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُؤْمِنُ أَوْتُرَى لَهُ .

قَالَ حَرْبٌ فِي حَدِيثِهِ حدثنا يَحْيَى بنُ أَبِي كثير . قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديث حسن .

''ابوسلمہؓ سے منقول ہے کہا مجھے عبادہ بن صامتؓ سے خبر دی گئی وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان لهم البشرىٰ في الحيواة الدنيا کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد اچھے خواب ہیں جسکو مومن دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں'' حرب نے اپنی روایت میں عن یحییٰ کی بجائے حدثنا یحییٰ کہا۔

۳۔باب ماجاء في قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ "مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي "

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد جس نے مجھے خواب مین دیکھا اس نے واقعی مجھے ہی دیکھا کے بیان میں

۴۸۷۔حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن بشار(وفي نسخة بندار)، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي.

قَالَ وفي البابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي قَتَادَةَ وَابنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَجَابِرٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي مَالِكٍ الأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِيهِ وَأَبِي بَكْرَةَ و أبي جُحَيْفَةَ .قَالَ أبو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ .

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی مجھے ہی دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری شبیہ نہیں بن سکتا'' اس باب میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ ابی قتادہ، ابن عباس ابی سعید، جابر، انس، ابی مالک اشجعی (بواسطہ والد) ابی بکرہ، اور ابی جحیفہ سے روایت ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح :من رانی فی المنام فقد رانی ای حقیقة علی کما له بلاشبهة وارتیاب ....

حضور ﷺ کو مختلف حالتوں میں دیکھنا: آپ کو اگر کسی نے خواب کے اندر اسی معہود اور کتب شمائل میں مذکور حلیہ اور حالت میں دیکھا تو یقیناً درست ہے اور اس میں تصرف شیطانی کا کوئی دخل نہیں۔ ابن سیرینؒ امام بخاریؒ، قاضی عیاضؒ و دیگر کثیر اہل علم کی یہی رائے ہے جب کہ علماء کی ایک جماعت کا یہ کہنا ہے کہ آپ کو اگر متعارف و معلوم حلیے میں دیکھے یا کسی متغیر حلیے میں دیکھے تو بھی وہ آپ کی زیارت ہوگی کہ اس میں شیطان کا کوئی تصرف و دخل ہے ہی نہیں اور حدیث پاک کے جملے فقدر انی کا یہی حاصل ہے، اس میں حلیہ و حالات کی قید نہیں۔ ہاں ابن عربی نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر اصل حلیے میں دیکھا تو حقیقۃً ذات النبی کو دیکھا اور اگر دوسرے حلیے میں دیکھا تو اس کی مثال میں دیکھا اور تحقیقی بات یہی ہے کہ جس نے آپ کی خواب میں زیارت کی تو اس نے آپ کی حقیقی مثال دیکھی نہ کہ بالکل

نفس بدن فما راه من الشکل لیس هو روح النبیؐ ولا شخصه، بل هو مثال له علی التحقیق (عمدۃ القاری ۲/۱۵۵)

جس حالت میں بھی دیکھا آپ کو ہی دیکھا: جیسے ابھی گذرا کہ آپ کی زیارت خواب میں جس حلیہ وحالت میں ہو وہ حضورؐ ہی کی زیارت ہے ہاں اگر حالت متغیر ہے تو اس کی وجہ خواب دیکھنے والے کی بگڑی ہوئی عادت وحالت کا عکس اور اس کی اصلاح کیلئے جیسے شفاف آئینے میں ہمارا چہرہ غبار آلود اور تھکا ماندہ لگتا ہے یہ آئینے کا نہیں ہمارا قصور وفتور ہے، اسی طرح یہاں بھی ہے۔ اس پر متعدد واقعات موجود ہیں جن سے اس کی تائید وتثبیت ہوتی ہے۔

۱۔ علامہ تاج الدین سبکیؒ نے شرح منہاج السنۃ میں نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے خواب دیکھا کہ آپؐ نے اسے فرمایا: اشرب الخمر شراب پی، اس وقت صاحب کنز العمال شیخ علی متقیؒ باحیات تھے جب خواب ان کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے دریافت کیا تم شراب پیتے ہو؟ فاقرّ به و قال نعم اشرب الخمر تو اس خواب دیکھنے والے نے اقرار کیا اور کہا جی میں شراب پیتا ہوں، تو شیخ نے فرمایا اس سے مقصود شراب سے منع کرنا ہے لفظ " اتشرب الخمر " تھا شیطان نے بیدار ہونے کے بعد تم پر مختلط کر دیا، والنوم وقت اختلال الحواس " چونکہ نیند میں حواس مکمل ہوشیار نہیں ہوتے۔ بہر حال اس سے مقصود شراب سے باز رکھنا تھا جیسے شوگر کے مریض کو خیر خواہ حاذق طبیب کہے " اور چینی کھاؤ " تو ہر ذی عقل اسے منع پر ہی محمول کریگا۔

۲۔ اسی طرح دوسرا واقعہ تکملہ میں ہے جسے شیخ انور شاہ کشمیریؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے خواب میں آپ کی زیارت کی اس حال میں کہ آپؐ کے سر پر انگریزی کیپ تھی وہ خوب چونکا اور خوفزدہ ہوا پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو لکھا اور رہنمائی چاہی تو تعبیر وجواب میں حضرت نے لکھا کہ تیری زندگی میں بے دینی اور نصرانیت کا غلبہ ہے اور دین متین سے دور ہے یہ تنبیہ اور اشارہ ہے کہ بے دینی اور فرنگی ازم کو ترک کرو اور اسلامی زندگی اپناؤ اس سے بھی پتہ چلا کہ اگر آدمی کی زندگی بگڑی ہوئی ہو تو اصلاح کیلئے دوسری ہیئت سے تنبیہ ہوتی ہے۔

کیا خواب میں حضورؐ کی زیارت کرنے والا صحابی ہوگا؟ علامہ عینی رقمطراز ہیں " بانّه لاتثبت لهٗ صحبة، لان الصحابی من رأی النبیؐ فی حالة الاسلام رؤیة معهودة جاریة علی العادة (عمدہ ۲/۱۵۶) صحابیت خواب میں زیارت کرنے والے کیلئے ثابت نہ ہوگی کیونکہ وہ تو معتاد زیارت سے ہوتی ہے اور خواب میں دیکھنے کی یہ حیثیت نہیں۔

خواب میں زیارت سے کسی حکم کا ثبوت ووجوب؟ یہ بات بھی زیر وضاحت ہے کہ اگر خواب میں آپ کی زیارت ہوئی اور آپؐ نے کوئی حکم دیا یا کسی چیز سے منع فرمایا تو کیا اس سے حکم شرعی ثابت ہوگا یا نہیں اور اسے بجالانے کا کیا حکم ہے۔

اس کا جواب تکملہ میں ان الفاظ سے دیا گیا ہے " واجمع العلماء علی انّه لیس بحجّة فی الدین ، نعم ان کان ذلک القول لا یصادم حکما من الاحکام الشرعیة یستحسن العمل به ادبا .... (تکملہ ۴/۴۵۲)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ باجماع علماء یہ بات طے ہے کہ صرف وصرف خواب حجت شرعی اور مثبت حکم نہیں، ہاں اگر وہ ایسا حکم ہے جو شریعت کے کسی ضابطے اور حکم کے منافی ومتصادم نہیں تو محبت وادب میں اس پر عمل کرنا مستحسن ہے۔

٤۔بابُ إذَا رَأَى فِي الْمَنَامِ مَايَكْرَهُ مَايَصْنَعُ
خواب میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو کیا کرے کے بیان میں

٤٧٨۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بنِ سَعِيدٍ،عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ : الرُّؤْيَا مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ ،فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئاً يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ . وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَاتَضُرُّهُ .

قَالَ :وفي البابِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو وَأَبِي سَعِيْدٍ وَجَابِرٍ وَأَنَسٍ .قَالَ وهذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے، اگر تم میں سے کوئی برا خواب دیکھے تو بائیں طرف تین بار تھتکار دے اور اس خواب کی برائی سے اللہ کی پناہ مانگے بلاشبہ یہ خواب اس کو نقصان نہ پہنچائے گا“ اس باب میں عبداللہ بن عمرو۔ ابی سعید۔ جابر اور انس سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : برے خواب کے آداب: اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی برا، ڈراؤنا اور دھشت ناک خواب دیکھے تو اس کے چھ آداب ہیں۔۲،۱۔ اس کے اور شیطان کے شر سے پناہ مانگے۔۳۔ جب بیدار ہو تو تھوکے اگر تھوکنے کی جگہ نہ ہو تو تین مرتبہ صرف تھتکار دے۴۔ بالکل کسی کو نہ بتلائے ولا یذکر ھا لاحد اصلا۔۵۔ درود پاک پڑھے۶۔ اور کروٹ بدل لے۔

ابن حجر کہتے ہیں بعض شروحات میں میں نے ساتواں ادب یہ دیکھا ہے کہ آیت الکرسی پڑھ لے کہ اس سے شیطان بھاگ جاتا ہے، چنانچہ ابوھریرۃؓ کو آپؐ نے فرمایا تھا آیت الکرسی پڑھ لینا پھر شیطان تیرے پاس نہ آئیگا۔

نیک خواب کے آداب: ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اچھے خواب کے تین آداب ہیں۔۱۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وشکر کرے۔۲۔ اس سے خوشخبری وخوشی حاصل کرے۔۳۔ کسی صاحب علم اور مخلص دوست کو بتائے۔

٥۔بابُ ما جَاءَ في تَعْبِيرِ الرُّؤْيَا
خواب کی تعبیر کے بیان میں

٤٨٩۔حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَيْلَانَ،حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ قَالَ:أَخْبَرَنِي يَعْلَى بنُ عَطَاءٍ قَالَ: سَمِعْتُ وَكِيعَ بنَ عُدُسٍ عَنْ أَبِي رَزِيْنٍ العُقَيْلِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ أَرْبَعِينَ جُزْأً مِنَ النُّبُوَّةِ ،وَهِيَ عَلَى رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ يُحَدِّثْ بِهَا ،فَإِذَا تُحُدِّثَ بِهَا سَقَطَتْ .قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ: وَلَا تُحَدِّثْ بِهَا إِلَّا لَبِيباً أَوْحَبِيباً .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کا خواب نبوت کے چالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور یہ ”پرندے کے پاؤں پر“ ہوتا ہے جب تک کسی سے نہ کہا لیکن جب کسی کو اسکی خبر دی گئی تو وہ فوراً گر پڑا راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے خواب کا ذکر کسی عقلمند سے کر دیا حقیقی دوست سے“

٤٩٠۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ ،حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بنُ هَارُوْنَ ،اخبرنا شُعْبَةُ عَنْ يَعْلَى بنِ عَطَاءٍ، عَنْ وَكِيعِ بنِ

عُدُسٍ، عَنْ عَمِّهٖ أَبِي رَزِيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : رُؤْيَا الْمُسْلِمِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْأً مِنَ النُّبُوَّةِ وَهِيَ عَلٰى رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ يُحَدِّثْ بِهَا وَإِذَا حَدَّثَ بِهَا وَقَعَتْ . قَالَ :هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .وَأَبُو رَزِيْنٍ الْعُقَيْلِي اسْمُهٗ لَقِيْطُ بْنُ عَامِرٍ .وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ فَقَالَ عَنْ وَكِيْعِ بْنِ عُدُسٍ .وَقَالَ شُعْبَةُ وَأَبُو عَوَانَةَ وَهُشَيْمٌ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ وَكِيْعِ بْنِ عُدُسٍ وَهٰذَا أَصَحُّ .

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔اور یہ ''پرندے کے پاؤں پر'' ہوتا ہے جبتک کسی سے بیان نہ کرے۔جب بیان کیا گر پڑا''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ابورزین عقیلی کا نام لقیط بن عامر ہے۔حماد بن سلمہ نے یعلی بن عطاء سے روایت کی اور کہا عن وکیع بن عدس۔شعبہ۔ابوعوانہ،اور ہشام نے یعلی بن عطاء سے نقل کرتے ہوئے کہا وکیع بن عدس۔یہی زیادہ صحیح ہے۔

تشریح : وھی علی رجل طائر .... اس کا حاصل یہ ہے کہ خواب ایک غیر مستقل چیز ہے جیسے پرندے کے پنجے پر کچھ رکھا ہو تو گرنے میں کتنی دیر لگے گی اسی طرح خواب ہے،مقصود یہ ہے کہ خواب ہر کسی کو بیان نہ کریں اور اگر کوئی برا خواب ہو تو پھر بالکل ہی نہ بتائیں۔آگے بیان ہے کہ مخلص دوست یا مشفق عالم ذی رائے کو بتائیں جس سے نقصان کا اندیشہ نہ ہو کہ وہ اچھی تعبیر بتائیں گے۔اچھے اور برے خواب کے آداب ابھی گذرے ہیں۔

خواب کی تعبیر کیسے دی جائے:اس کیلئے کوئی مسلم اصول اور حرف آخر تو نہیں کہ کس خواب کی کیا تعبیر دینی چاہیے اور ہے،ہاں کچھ علماء نے اپنے تجربات اور معلومات سے اشارات لکھے ہیں جن سے اندازہ کر کے تعبیر حاصل کی جاسکتی ہے اور ابن سیرینؒ کی کتاب ''تعبیر الرؤیا'' مرجع الکل ہے اور اب اس کا اردو ترجمہ بھی آچکا ہے۔

قرآن سے تعبیر: مولانا بدیع الزمانؒ لکھتے ہیں جاننا چاہیے کہ خوابوں کی تعبیر کبھی آیت قرآنی سے ہوتی ہے اور کبھی حدیث مبارکہ سے اور کبھی زبان زد خلائق محاورات وامثلہ سے،الغرض تعبیر ان میں سے کسی بھی آیت،حدیث،جملے سے حاصل ہوگی جو خواب اور دیکھنے والے میں قدر مشترک اور علت وسبب بن سکے گی بھلے سبب قریب یا سبب بعید پھر صراحۃ یا دلالۃ واشارۃ ہو۔

خواب کی تعبیر قرآن سے: مثلاً خواب میں انڈہ دیکھنے کی تعبیر عورتوں سے ہے کہ قرآن میں ہے ''کانهن بيض مكنون'' اور پتھر کی تعبیر سخت دلی اور قساوت ہے جیسے قرآن میں ہے ''ثم قست قلوبكم من بعد ذلك فهي كالحجارة'' اور لحم وگوشت کی تعبیر غیبت اور گلے سے جیسے قرآن میں ہے ''أيحبّ احدكم ان ياكل لحم اخيه ميتافكر هتموه'' اور تعبیر مفاتیح اور چابیوں کی خزانوں سے ہوگی جیسے قرآن میں ہے۔''و اتينه من الكنوز ما انّ مفاتحه لتنوء بالعصبة اولي القوة'' اور تعبیر سفینہ وکشتی کی نجات وخلاصی ہوگی قرآن میں ہے ''وانجينه و اصحاب السفينة اور فانجينه و من معه في الفلك'' اور ملک و بادشاہ کے داخل ہونے کی تعبیر فساد وبگاڑ اور ذلت وتباہی ہے قرآن میں ہے ''وان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها و جعلوا اعزة اهلها اذلة'' اس طرح خواب میں آگ کھانے کی تعبیر یتیم کا مال کھانا ہے قرآن میں ہے ''انما ياكلون في بطونهم نارا'' اور

خواب میں بجلی اور آندھی دیکھنے کی تعبیر طاقتور ظالم بادشاہ ہوگی اور صرف برق و چمک خواب میں دیکھنا مسافر کیلئے خوف ہے اور مقیم کیلئے امید ہے قرآن میں ہے "وھو الذی یریکم البرق خوفا و طمعا" اورلباس اگر مرد خواب میں دیکھے تو تعبیر عورت ہے ورا گر عورت خواب میں پوشاک اورلباس دیکھے تو تعبیر مرد سے ہوگی۔ قرآن میں ہے " ھن لباس لکم و انتم لباس لھن"

واقعہ: ابن سیرین مشہور معبر سے منقول ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا میں نے خواب دیکھا ہے مجھے کوئی پکارتا ہے ابن سیرین نے اس کی طرف دیکھا اور کہا تو چوری کریگا اور تیرا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ پھر دوسرا شخص آکر کہنے لگا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ مجھے کوئی آواز دیتا ہے تو اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ تجھے حج نصیب ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ پھر لوگوں نے ایک جیسے خواب کی دو منفرد تعبیروں کی علت دریافت کی تو بتایا کہ پہلے شخص کے چہرے کی طرف میں نے دیکھا تو اس میں میں نے فسق و نافرمانی کی علامت دیکھی تو مجھے قرآن کی آیت "فاذن مؤذن ایتھا العیر انکم لسارقون" یاد آئی اور دوسرے شخص میں میں نے صلحاء کی علامت دیکھی تو آیت قرآنی " واذن فی الناس بالحج" یاد آئی سوان دونوں شخصوں کے ساتھ ایسے ہی ہوا۔

خوابوں کی تعبیر حدیث سے: کوے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر فاسق آدمی سے ہوگی کیونکہ آپ ﷺ نے غراب کو فاسق فرمایا ہے۔ اور چوہا خواب میں دیکھنے کی تعبیر فاسقہ عورت ہے، اور ضلع و پسلی خواب میں دیکھنے کی تعبیر عورت ہے کہ حدیث پاک میں وارد ہے عورت پسلی سے پیدا ہوئی، خواب میں چوکھٹ دیکھنے کی تعبیر بیوی ہے جیسا کہ منقول ہے کہ ابراہیم نے اسمٰعیل سے فرمایا تھا اپنی چوکھٹ بدلی دوران کی مراد بیوی تھی جو ناشکری اور بے صبری تھی۔

امثال واقوال سے تعبیر: خواب میں مرد کا لمبے ہاتھ دیکھنا اس کی تعبیر سخی مرد ہے، اور لمبے ہاتھ والی عورت دیکھنا اس کی تعبیر سخی و فراخ دست عورت ہے عرب کا متعارف مقولہ ہے "ھذا اطول منک باعا اویدا "

تعبیر: جاری چشمے کی تعبیر نیک عمل سے ہے، اور گائے بیل ذبح کرنے کی تعبیر مقتولوں کی کثرت ہے، اور امرأۃ سوداء کالی عورت دیکھنے کی تعبیر وباء ہے، اور بیچ سے تلوار کا ٹوٹنا مسلمانوں کے قتل ہونے سے تعبیر ہوگی۔ پھر تمثیلات واقوال میں اعتبار اس ملک وعرف کا ہوگا جہاں کا خواب دیکھنے والا ہے۔ تعبیر الرؤیا کا علم انبیاء کے علوم میں سے ہے۔ جیسے باب کی احادیث سے واضح ہورہا ہے۔

٦ ـ بَابٌ فی تأویل الرؤیا مایستحب منها و مایکره

اچھے برے خواب کی تعبیر کے بیان میں

٤٩١ ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ أَبِی عُبَیْدِاللهِ السَّلِیمیُّ البَصْرِیُّ، حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بنُ زُرَیْعٍ ،اخبرنا سَعِیْدٌ عَن قَتَادَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بنِ سِیرِیْنَ عَن أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :الرُّؤْیَا ثَلاثٌ، فَرُؤْیَا حَقٌّ ،وَرُؤْیَا یُحَدِّثُ الرَّجُلُ بِهَا نَفْسَهُ، وَرُؤْیَا تَحْزِیْنٌ مِنَ الشَّیْطَانِ ، فَمَنْ رَأَی مَایَکْرَهُ فَلْیَقُمْ فَلْیُصَلِّ ،وَکَانَ یَقُولُ یُعْجِبُنِی القَیْدُ وَأَکْرَهُ الغُلَّ،القَیْدُ ثَبَاتٌ فِی الدِّیْنِ .وَکَانَ ﷺ یَقُولُ:مَنْ رَآنِی فَإِنِّی أَنَا هُوَ،فَإِنَّهُ لَیْسَ لِلشَّیْطَانِ أَنْ یَتَمَثَّلَ بِی . وَکَانَ یَقُولُ: لَاتُقَصُّ الرُّؤْیَا اِلَّا عَلَی عَالِمٍ أَوْ نَاصِحٍ .

وفی البابِ عَن أنسٍ وأبی بکرۃَ وَأمِّ العَلاءِ وَابنِ عُمرَ وَعائِشَةَ وَأَبی سَعِیدٍ وَجابِرٍ وأبی مُوسَی وابنِ عَبَّاسٍ وَعبدِاللّٰہِ بنِ عُمَرَ .قَالَ أبو عِیسَی: ھذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواب تین طرح کے ہوتے ہیں ایک خواب تو سچا ہوتا ہے، ایک خواب یہ کہ آدمی کو اپنے خیالات نظر آئیں، اور ایک شیطان کی طرف سے غمگین کرنا ہوتا ہے۔ پس تم میں سے جو کوئی ایسا خواب دیکھے جسکو وہ بُرا سمجھتا ہے، تو چاہئے کہ وہ اُٹھ کر نماز پڑھ لے، اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خواب میں بیڑیاں دیکھنا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن گلے کے طوق کو ناپسند کرتا ہوں۔ بیڑی سے مراد دین پر ثابت قدم رہنا ہے اور فرمایا کرتے تھے جس نے مجھے خواب میں دیکھا حقیقت میں وہ میں ہی ہوں، شیطان میری صورت میں متشکل نہیں ہوسکتا۔ اور فرمایا تے تھے کہ خواب صرف عالم، یا سچے خیر خواہ سے بیان کیا جائے''

اس باب میں انس، ابی بکرہ، ام العلاء، ابن عمر، عائشہ، ابی سعید، جابر، ابی موسیٰ، ابن عباس اور عبداللہ بن عمر سے روایات ہیں حدیث ابی ہریرہ حسن صحیح ہے۔

۷۔بابٌ فی الَّذِی یَکْذِبُ فی حُلمِہٖ

جھوٹا خواب کہنے کے بیان میں

۴۹۲۔حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَیْلَانَ، حدثنا أبو أحمدَ الزُّبَیرِیُّ ،حَدَّثَنَا سُفیَانُ عَن عبدِالأعلَی عَن أبی عبدِالرحمٰنِ عَن عَلِیٍّ قَالَ أُرَاہُ عَن النبیِّ ﷺ قَالَ: مَنْ کَذَبَ فی حُلمِہٖ کُلِّفَ یَوْمَ القِیَامَةِ عَقْدَ شَعِیرَةٍ .

حَدَّثَنَا قُتَیبَةُ،حَدَّثَنَا أبو عَوَانَةَ عَن عبدِالأعلَی عَن أبی عبدِالرَّحمٰنِ السُّلَمِیِّ عَن عَلِیٍّ عَن النبیِّ ﷺ نَحْوَہُ .

قَالَ : ھذا حدیث حسن . وفی البابِ عَن ابنِ عَبَّاسٍ وأبی ھُرَیْرَةَ وَأَبِی شُرَیْحٍ وَوَاثِلَةَ بنِ الأَسْقَعِ .

قَالَ أبو عیسی: وھذا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِیثِ الأَوَّلِ .

''سیدنا علیؓ سے منقول ہے راوی نے کہا میرا خیال ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں فرمایا جو شخص اپنے خواب میں جھوٹ بولے تو اسکو قیامت کے دن ''جو'' میں گرہ لگانے کی تکلیف دی جائے گی''

''حدیث سابق کی مثل ہے'' اس باب مین ابن عباس، ابی ہریرہؓ، ابی شریح، اور واثلۃ بن اسقع سے روایات ہیں، یہ حدیث پہلی روایت سے صحیح تر ہے۔

۴۹۳۔حَدَّثَنَا محمّدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عبدُالوَھَّابِ ،حَدَّثَنَا أَیُّوبُ عَن عِکْرِمَةَ عَن ابنِ عَبَّاسٍ عَن النبیِّ ﷺ قَالَ: مَنْ تَحَلَّمَ کَاذِباً کُلِّفَ یَوْمَ القِیَامَةِ أَنْ یَعْقِدَ بَیْنَ شَعِیرَتَیْنِ وَلَنْ یَعْقِدَ بَیْنَھُمَا . قَالَ أبو عِیسَی: ھذا حدیثٌ صحیحٌ .

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا جو کوئی جھوٹا خواب بیان کریگا قیامت کے روز دو جوؤں میں گرہ لگانے کی اس کو تکلیف دی جائیگی۔ لیکن وہ ان میں گرہ نہ لگا سکے گا یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح : من كذب فی حلمه جھوٹا خواب بیان کرنا اور گھڑنا یہ برا اور غلط ہے اور جو کو گرہ دینے کا مطلب عجز و مجبوری بیان کرنا ہے۔ اور سورۃ یوسف میں جن دو قیدیوں کے دو خوابوں کا ذکر ہے تعبیر کے بعد انہوں نے بھی کہا تھا کہ ہم تو یونہی کہہ رہے تھے اس پر یوسف علیہ السلام نے فرمایا: قضی الامر الذی فیه تستفتیان (یوسف ۴۱) جو تم پوچھتے ہو وہ ہو چکا پھر ایسے ہی پیش آیا تو اس سے معلوم ہوا غلط خواب بیان کرنے سے دنیا میں بھی نقصان ہو سکتا ہے اس لئے جھوٹے خواب گھڑنے سے بچنا چاہیے۔

۸۔ بابٌ فی رؤیا النبی ﷺ اللبن

آپ ﷺ کا خواب میں دودھ دیکھنا

۴۹٤۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ بنِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عُمَرَ عَنِ ابنِ عُمَرَ قَالَ : سَمِعْتُ رسولَ اللّٰه ﷺ يقولُ: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ أُتِيْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بنَ الخَطَّابِ .قَالُوا: فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رسولَ اللّٰه ؟ قَالَ : الْعِلْمُ .

قَالَ :وفی الباب عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ وأَبِی بَكْرَةَ وابنِ عَبَّاسٍ وعبدِاللّٰه بنِ سَلَامٍ وخُزَيْمَةَ وَالطُّفَيْلِ بنِ سَخْبَرَةَ وَسَمُرَةَ وَأَبِی أُمَامَةَ وَجَابِرٍ .قَالَ حديثُ ابنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ صحيحٌ .

”سیدنا ابن عمرؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرما رہے تھے اس حال میں کہ میں سو رہا تھا میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے اس میں سے پی کر اپنا بچا ہوا عمر بن خطابؓ کو دے دیا، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر دی۔ فرمایا علم“ اس باب میں ابو ہریرہؓ، ابی بکرہ، ابن عباس، عبداللہ بن سلام، خزیمہ، طفیل بن سخبرہ، سمرہ، ابی امامہ اور جابر سے روایات ہیں۔ حدیث ابن عمر صحیح ہے۔

۹ ۔ باب بلا عنوان

۴۹۵۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بنُ محمَّدٍ الحَرِيْرِيُّ البَلْخِی ،حَدَّثَنَا عبدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِی أُمَامَةَ بنِ سَهْلِ بنِ حُنَيْفٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَايَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَايَبْلُغُ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ . قَالَ فَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهُ .قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يا رَسُولَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: الدِّيْنَ.

حَدَّثَنَا عَبْدُ بنُ حُمَيْدٍ ،حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بنُ إِبْرَاهِيمَ بنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ صَالِحِ بنِ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِی أُمَامَةَ بنِ سَهْلِ بنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِی سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ قَالَ: وَهٰذَا أَصَحُّ .

”آپ ﷺ نے فرمایا میں نے خواب دیکھا لوگ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں اور ان کے بدن پر کرتے ہیں، کسی کا کرتہ پستان تک پہنچتا ہے کسی کا اس سے نیچا اور عمرؓ ایسا کرتہ پہنے پیش کئے گے کہ اس کو گھسیٹ رہے تھے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اسکی کیا تعبیر لی آپ نے فرمایا: دین“

حدیث سابق کی مثل سے یہ روایت اصح ہے۔تشریح اگلے باب میں ملاحظہ ہو۔

۱۰۔باب ماجاء فی رؤیا النبی ﷺ المیزان والدلو

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا میزان اور ڈول کی تعبیر دینے کے بیان میں

۴۹۶۔حدثنا محمد بن بشار، حدثنا الانصاری، حدثنا أشعث عن الحسن عن أبی بكرة، أن النبی ﷺ قال ذات يوم: من رأى منكم رؤيا؟ فقال رجل: أنا رأيت كأن ميزانا نزلت من السماء فوزنت أنت وأبو بكر فرجحت أنت بأبی بكر، ووزن أبو بكر وعمر فرجح عمر، ووزن عمر وعثمان فرجح أبو بكر، ثم رفع الميزان فرأينا الكراهية فی وجه رسول الله ﷺ. قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح.

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟اس پر ایک شخص نے عرض کیا میں نے دیکھا ہے گویا ایک ترازو آسمان سے اتری ہے اور اس میں آپ کا اور ابوبکر کا وزن کیا گیا۔آپ حضرت ابوبکرؓ کے مقابلہ میں بڑھ گئے پھر ابوبکرؓ اور حضرت عمر کو تولا گیا تو حضرت ابوبکر بھاری رہے پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان کو تولا گیا تو حضرت عمر بھاری رہے۔پھر ترازو اٹھالی گئی۔اس پر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر کراہت کے آثار دیکھے" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۴۹۷۔حدثنا أبو موسى الأنصاری، حدثنا يونس بن بكير، حدثنی عثمان بن عبد الرحمن عن الزهری عن عروة عن عائشة قالت: سئل رسول الله ﷺ عن ورقة، فقالت له خديجة: إنه كان صدقك وإنه مات قبل أن تظهر، فقال رسول الله ﷺ: أريته فی المنام وعليه ثياب بياض، ولو كان من أهل النار لكان عليه لباس غير ذلك. قال: هذا حديث غريب. وعثمان بن عبد الرحمن ليس عند أهل الحديث بالقوی.

"سیدہ عائشہؓ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ بن نوفل کے بارے میں پوچھا گیا۔حضرت خدیجہ نے عرض کیا انہوں نے آپ کی تصدیق کی تھی اور وہ آپ کی نبوت ظاہر ہونے سے پہلے انتقال فرما گئے۔رسول اللہ نے فرمایا مجھے ورقہ بن نوفل کو خواب میں دکھایا گیا ان پر سفید کپڑے تھے اگر وہ دوزخیوں میں سے ہوتے تو ان پر دوسرے کپڑے ہوتے" یہ حدیث غریب ہے۔عثمان بن عبدالرحمٰن محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے۔

۴۹۸۔حدثنا محمد بن بشار، حدثنا أبو عاصم، أخبرنا ابن جريج أخبرنی موسى بن عقبة، أخبرنی سالم بن عبد الله، عن عبد الله بن عمر، عن رؤيا النبی ﷺ وأبی بكر وعمر فقال: رأيت الناس اجتمعوا فنزع أبو بكر ذنوبا أو ذنوبين فيه ضعف والله يغفر له، ثم قام عمر فنزع فاستحالت غربا، فلم أر عبقريا يفری فريه حتى ضرب الناس بعطن. قال: وفی الباب عن أبی هريرة. وهذا حديث صحيح غريب من حديث ابن عمر.

"عبداللہ بن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر کے خواب کے متعلق بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہوئے کنویں پر حضرت ابوبکرؓ نے ایک دو ڈول نکالے مگر ان میں کچھ ضعف تھا اللہ انکی مغفرت

کرے، پھر عمرؓ اٹھے اور پانی نکالا تو وہ ڈول بڑا ہو گیا انہوں نے اس قوت سے پانی نکالا کہ میں نے کسی پہلوان کو ایسا کھینچتے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اونٹوں کو سیراب کر کے انکے بیٹھنے کی جگہ میں بٹھا دیا"

اس باب میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، یہ حدیث صحیح ہے ابن عمر کی روایت سے غریب ہے۔

۴۹۹۔حَدَّثَنَا محمَّدُ بنُ بَشَّارٍ ،حَدَّثَنَا أبو عاصِم ،حَدَّثَنَا ابنُ جُرَيْجٍ أخبرني مُوسَى بنُ عُقْبَةَ،أخبرني سَالِمُ بنُ عبدِاللّٰه عَن عبدِاللّٰه بنِ عُمَرَعَن رُؤْيَا النَّبيِّ ﷺ قَـالَ: رَأَيْتُ امْرَأَةً سَوْدَاءَ ثَائِرَةَ الرَّأْسِ خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى قَامَتْ بِمَهْيَعَةٍ وَهِيَ الْجُحْفَةُ ، فَأَوَّلْتُهَا وَبَاءَ الْمَدِيْنَةِ يُنْقَلُ إِلَى الْجُحْفَةِ .قَالَ: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں ایک پراگندہ بالوں کالی عورت دیکھی وہ مدینہ منورہ سے نکلی اور مہیعہ یعنی جحفہ جا ٹھہری، میں نے اسکی یہ تعبیر لی کہ مدینہ کی وبا جحفہ کی طرف منتقل ہوئی" یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

۵۰۰۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ،حَدَّثَنَا عبدُالرَّزَّاقِ،أخبرنا مَعْمَرٌ عَن أَيُّوبَ عَن ابنِ سِيْرِيْنَ عَن أبي هُرَيْرَةَ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: فِي آخِرِالزَّمَانِ لاتَكَادُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيْثاً ،وَالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ : الْحَسَنَةُبُشْرَى مِنَ اللّٰهِ ،وَالرُّؤْيَا يُحَدِّثُ الرَّجُلُ بِهَا نَفْسَهُ،وَالرُّؤْيَا تَحْزِيْنٌ مِنَ الشَّيْطَان. فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلَا يُحَدِّثْ بِهَا أَحَداً وَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ . قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُعْجِبُنِي الْقَيْدُ وَأَكْرَهُ الْغُلَّ،الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّيْنِ .قَالَ وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَ أَرْبَعِيْنَ جُزْأً مِنَ النُّبُوَّةِ .

وَقَدْ رَوَى عَبْدُالْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ هَذَا الْحَدِيْثَ عَنْ أَيُّوبَ مَرْفُوْعاً ،وَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ وَوَقَفَهُ .

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں مؤمن کے اکثر خواب سچے ہوں گے، اور اس کا خواب زیادہ سچا ہوگا، جو بات میں زیادہ سچا ہوگا۔ اور خواب تین قسم کے ہوتے ہیں ایک نیک خواب جو اللہ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے۔ دوسرا وہ جو آدمی کے اپنے خیالات دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور تیسرا وہ جو شیطان کی طرف سے غمگین کرنے کیلئے دکھائی دیتا ہے، جب تم میں سے کوئی ایسا برا خواب دیکھے تو وہ کسی کو بیان نہ کرے بلکہ کھڑا ہو کر نماز پڑھ لے۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں مجھے (خواب میں) بیڑیاں دیکھنا پسند ہے لیکن طوق ناپسند ہے۔ بیڑی پاؤں میں دیکھنا دین پر ثابت قدمی کی نشانی ہے۔ اور مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے"

عبدالوہاب ثقفی نے اس حدیث کو ایوب سے مرفوعا بیان کیا اور حماد بن زید نے موقوف۔

۵۰۱۔حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ،أخبرنا أَبُو الْيَمَانِ،عَنْ شُعَيْبٍ وَهُوَ ابنُ أَبِي حَمْزَةَ،عَنِ ابنِ أَبِي حُسَيْنٍ عَنْ نَافِعِ بنِ جُبَيْرٍ،عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ عَن أبي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ فِي يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ، فَهَمَّنِي شَأْنُهُمَا فَأُوْحِيَ إِلَيَّ أَنْ أَنْفُخَهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا،فَأَوَّلْتُهُمَا كَاذِبَيْنِ يَخْرُجَانِ مِنْ بَعْدِي،يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا مُسَيْلِمَةُ صَاحِبُ الْيَمَامَةِ ، وَالْعَنْسِيُّ صَاحِبُ صَنْعَاءَ . قَالَ هذا حديثٌ صحيحٌ حسنٌ غريبٌ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا گویا میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں، ان

کی وجہ سے میں فکر مند ہوا اتنے میں میری طرف وحی کی گئی کہ ان دونوں کو پھونک مارو میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے، میں نے اس کی یہ تعبیر دی کہ وہ جھوٹے نبی میرے بعد ظاہر ہوں گے۔ ایک کو مسیلمہ صاحب یمامہ کہا جائے گا۔ اور دوسرے کو عنسی صاحب صنعاء" یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

۵۰۲۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أخبرنا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ: أَنَّ رَجُلاً جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ ظُلَّةً يَنْطِفُ مِنْهَا السَّمْنُ وَالْعَسَلُ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَسْتَقُونَ بِأَيْدِيهِمْ، فَالْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ، وَرَأَيْتُ سَبَباً وَاصِلاً مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، فَأَرَاكَ يَارَسُولَ اللّٰهِ أَخَذْتَ بِهِ فَعَلَوْتَ، ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ بَعْدَكَ فَعَلاَ، ثُمَّ أَخَذَهُ رَجُلٌ بَعْدَهُ فَعَلاَ، ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ فَقُطِعَ بِهِ ثُمَّ وُصِلَ لَهُ فَعَلاَ بِهِ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَيْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي وَاللّٰهِ لَتَدَعَنِّي أَعْبُرُهَا، فَقَالَ: اُعْبُرْهَا. فَقَالَ: أَمَّا الظُّلَّةُ فَظُلَّةُ الإِسْلَامِ، وَأَمَّا مَا يَنْطِفُ مِنَ السَّمْنِ وَالْعَسَلِ فَهٰذَا الْقُرْآنُ لِيْنُهُ وَحَلَاوَتُهُ، وَأَمَّا الْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ، فَهُوَ الْمُسْتَكْثِرُ مِنَ الْقُرْآنِ وَالْمُسْتَقِلُّ مِنْهُ، وَأَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ، فَهُوَ الْحَقُّ الَّذِي أَنْتَ عَلَيْهِ فَأَخَذْتَ بِهِ فَيُعْلِيكَ اللّٰهُ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ بَعْدَكَ رَجُلٌ آخَرُ فَيَعْلُو بِهِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بَعْدَهُ رَجُلٌ آخَرُ فَيَعْلُو بِهِ، ثُمَّ يَأْخُذُ آخَرُ فَيَنْقَطِعُ بِهِ، ثُمَّ يُوصَلُ فَيَعْلُو بِهِ، أَيْ رَسُولَ اللّٰهِ لَتُحَدِّثَنِّي أَصَبْتُ أَمْ أَخْطَأْتُ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَصَبْتَ بَعْضاً وَأَخْطَأْتَ بَعْضاً. قَالَ: أَقْسَمْتُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَارَسُولَ اللّٰهِ لَتُخْبِرَنِّي مَاالَّذِي أَخْطَأْتُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَاتُقْسِمْ. قَالَ: هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا میں نے آج رات خواب دیکھا ہے، ایک بادل ہے جس سے شہد اور گھی ٹپک رہا ہے۔ اور لوگ اپنے ہاتھوں سے لے کر پی رہے ہیں مگر اس میں لوگوں کی مختلف حالتیں ہیں کسی نے کم لیا اور کسی نے زیادہ، اور ایک رسی دیکھی جو آسمان سے زمین تک لٹک رہی ہے۔ پھر میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ اس کو پکڑ کر اوپر چڑھ گئے، پھر آپ کے بعد اس رسی کو ایک اور شخص نے پکڑا اور وہ بھی چڑھ گیا، پھر اسے پکڑ کر دوسرا آدمی چڑھ گیا۔ پھر ایک آدمی نے اسے پکڑا تو وہ ٹوٹ گئی مگر اس کے لئے پھر جوڑ دی گئی وہ بھی اس کے ذریعہ چڑھ گیا اسی پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے چھوڑیئے کہ میں اسکی تعبیر بتاؤں۔ آپ نے فرمایا اچھا تم ہی اس کی تعبیر بیان کرو حضرت ابوبکر نے عرض کیا وہ بدلی تو اسلام کی بدلی ہے۔ اور اس سے جو شہد اور گھی ٹپک رہا ہے وہ اسکی حلاوت اور نرمی ہے۔ اس سے زیادہ لینے والا ہے جو قرآن زیادہ لیتا ہے اور کم لینے والا وہ ہے جو قرآن کم لیتا ہے اور رسی جو آسمان سے زمین تک لٹک رہی ہے یہ وہی راہ حق ہے جس پر آپ ہیں اس کو آپ نے پکڑا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو چڑھا دے گا، پھر آپ کے بعد اسے کوئی دوسرا آدمی پکڑے گا اور اوپر چڑھ جائیگا، پھر ایک اور آدمی اسے پکڑے گا اور وہ اس کے ذریعہ بلند ہوگا پھر اس کے بعد ایک اور آدمی اسے پکڑے گا تو رسی ٹوٹ جائیگی۔ پھر اس کیلئے جوڑ دی جائیگی اور وہ اس کے ذریعہ اوپر چڑھ جائیگا۔ یارسول اللہ! مجھے

فرمایئے میں نے یہ تعبیر صحیح دی ہے۔یا غلط؟ آپ نے فرمایا تم نے کچھ تو درست بیان کیا ہے۔اور کچھ غلط،حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا میں آپ کو قسم دیتا ہوں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے بتائیے کہ غلط کیا بیان کیا ہے؟ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم مت دو" یہ حدیث صحیح ہے

۵۰۳۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ: كَانَ النبی ﷺ إِذَا صَلَّى بِنَا الصُّبْحَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ وَقَالَ: هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا.

قَالَ: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .

وَيُرْوَى هذا الحديثُ عَنْ عَوْفٍ وَجَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ ،عَنْ أَبِي رَجَاءٍ ،عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النبیِّ ﷺ فی قِصَّةٍ طَوِيلَةٍ ، قَالَ: وَهَكَذَا رَوَى مُحَمَّد بن بشار هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ وَهْبِ بْنِ جَرِيرٍ مُخْتَصِراً .

''سیدنا سمرۃ بن جندبؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمیں صبح کی نماز پڑھا کر فارغ ہوتے تو لوگوں کی طرف اپنا رخ پھیرتے اور فرماتے کیا تم میں سے کسی نے آج رات خواب دیکھا ہے"

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔عوف اور جریر بن حازم سے یہ روایت بواسطہ ابو رجاء سمرۃ بن جندب سے ایک پورے واقعہ میں مذکور ہے۔ہم سے بندار نے اسی طرح وہب بن جریر سے اس حدیث کو مختصر بیان کیا ہے۔

تشریح : بينما انا نائم رائيت الناس ......اس واقعہ سے سیدنا عمرؓ کی فضیلت اور صاحب علم وعمل وعدل ہونا واضح ہے. ثُدِیٌّ ثَدیٌ کی جمع ہے۔معنی یہ ہے کہ قمیص اتنی چھوٹی تھی کہ گلے سے ناف تک نہ پہنچتی تھی۔ و منهـا مـا يبلغ دون ذالک ۔اس میں دو احتمال ہیں۔۱: دون ذالک بمعنی تحت ذالک اس سے زیادہ نیچے متبادر یہی مفہوم ہے۔۲:دون ذالک بمعنی فوق ذالک ۔یعنی اس سے اوپر تنگ، چھوٹی۔عمرؓ پر ایسی قمیص طویل جو زمین پر ڈھلک اور گھسٹ رہی تھی۔یاد رہے کہ یہ بات نوم وخواب کی ہے ورنہ حالت بیداری میں قمیص وازار لٹکانے پر وعید شدید وارد ہوئی ہے۔قالوا ماذا اوّلت ۔زیر بحث باب میں ہے کہ یہ سائل ابوبکر صدیقؓ تھے۔ اگر چہ لفظ قالوا (جمع) کا لحاظ کرتے ہوئے بلا تعیین جماعت صحابہ کی طرف سے سوال پر محمول کرنے میں بھی بُعد نہیں ہے۔

قمیص کی تعبیر علم سے دینے کیوجہ: ۱:قمیص دنیا میں ستر عورت ہے اور علم دین آخرت میں۔۲:قمیص جسم کو گرد وغبار اور جسم کے عیوب پر عار سے چھپاتی ہے اور علم انسان کو ہر ناپسند ومکروہ عمل سے بچاتا ہے۔۳:قمیص دنیا میں زینت کا سبب ہے علم آخرت میں رحمت وزینت کا سبب ہے۔

۴:قمیص بین الناس زیب وزینت کا سبب ہے علم بین الملئکہ زیب وزینت کا سبب ہے۔۵:قمیص خوبصورتی کا سبب ہے اور علم نیک سیرتی کا سبب ہے۔۶:قمیص دنیا میں سردی وگرمی سے بچاؤ کا سبب ہے علم دین زمہریر کی سردی اور جہنم کی گرمی سے نجات کا سبب ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وجعل لکم سرابيل تقيكم باسكم ۔اس ذات بالا صفات نے تمہارے لئے بنائے کرتے جو بچاؤ ہیں گرمی (اور سردی) کا اور کرتے جو بچاؤ ودفاع ہیں لڑائی کا (نحل ۸۱) ۷:قمیص (زرہ) معرکے میں بیرونی دشمن سے بچاؤ کا ذریعہ ہے علم دین سب سے بڑے اندرونی دشمن نفس وشیطان سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ولباس التقوىٰ ذالک خير (اعراف ۲۶) میں بھی

قمیص کے ساتھ ساتھ اندرونی اور یقینی نظام کی درستگی کی ترغیب دی گئی ہے۔

اذا انت لم تلبس لباس التقویٰ عریت و ان واری القمیص قمیص.

جب تو نے تقوی کا لباس نہیں پہنا تو عاری ہے بھلے کرتوں پر کرتے پہن لے۔اس حدیث سے پتہ چلا کہ مسلمان اعمال کی قلت و کثرت وکسل (سستی) واہتمام کی وجہ سے مختلف مراتب (نقص واتمام) پاتے ہیں۔ابن العربیؒ کہتے ہیں کہ عمرؓ کے علاوہ دیگر حضرات کا جو قصہ بیان کیا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ دین پر کتنا عمل ہے۔مثلاً ما یبلغ الثدی والے کا مطلب یہ ہے کہ دل میں ایمان محفوظ ہے (باقی عاری ہے) کہ معاصی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔اور الذی یبلغ اسفل من ذالک کا معنیٰ یہ ہے کہ شرمگاہ تک تو محفوظ ہے باقی پاؤں معاصی کی طرف اٹھ جاتے ہیں الذی یستر رجلیه کا معنیٰ ہے کہ پاؤں بھی محفوظ ہیں الذی یجرّ قمیصه کا معنیٰ یہ ہے کہ اعمال صالحه مخلصه میں محو ومگن ہے کہ شب وروز قلب وبدن سے عبادت رب ہو رہی ہے۔

سوال! اس تقریر دلپذیر پُر تاثیر صادر من الراقم النحریر پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ حدیث باب سے عمرؓ کی ابوبکرؓ پر افضلیت ثابت ہو رہی ہے۔**جواب ۱!**: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ عرض علیّ الناس میں ابو بکر مخصوص ہیں کہ اس وقت ابوبکرؓ موجود نہ تھے اور جتنے باقی موجود تھے ان سب سے عمر افضل ہیں فلا اشکال علیہ۔

۲: سیدنا عمرؓ کے بارے میں جو ہے کہ یجرّ قمیصه اپنی قمیص گھسیٹ رہے تھے یہ لازم نہیں آتا کہ ابوبکر کی قمیص ان سے اطول واکمل نہ تھی۔ہاں اس وقت مقصود عمر کی فضیلت بیان کرنا ہے اس لئے انکا ذکر نہ آیا۔ورنہ عدم ذکر سے عدم شئی تو لازم نہیں۔

ثم اعطیت فضلی عمر ابن الخطّاب۔میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا میں نے پیا اور سیر ہو گیا ......الریّ بکسر الراء وتشدید الیاء یہ مصدر ہے رَوِیَ یَروِیٰ (سمع) سے بمعنی سیراب ہونا۔

دودھ کو علم کے ساتھ تشبیہ کی وجہ۔۱: دودھ کثیر النفع ہے اسی طرح علم بھی وفیر (زیادہ) الفوائد ہے۔۲: دودھ سے جان بنتی ہے علم سے ایمان بنتا ہے جنت میں بھی علم کا بدلہ (صاحب عمل عالم وعالمہ کو) دودھ کی نہروں کی شکل میں ملے گا (جو دنیا میں عقل سے رہیگا) اس علم سے مراد یہاں سیاست مُدُنی اور مصالح الناس ہیں کہ بنسبت ابوبکر کے عمر زیادہ مدت خلافت کا نظام چلائیں گے اور انکی بنسبت عثمان کے سب لوگ زیادہ مانیں گے۔

واللہ یغفر له ثم استحالت غربا۔قلیب اس کنویں کو کہتے ہیں جسکی منڈیر (آڑ) نہ بنی ہو دلو۔ڈول مذکر مؤنث دونوں کیلئے آتا ہے۔ذَنوب بفتح الذال بھرا ہوا ڈول۔الغرب بفتح العین بڑا ڈول۔نوویؒ کہتے ہیں کہ قلیب کنویں سے امور مسلمین کو تشبیہ دی گئی ہے کہ انکے مسائل ومصالح مثل پانی کے ہیں اور انکے امیر کی مثال کھینچ کر پلانے وسیراب کرنے والے کی سی ہے۔جسطرح پیاسا ساقی کے پاس آکر پانی مانگتا ہے اور پیاس بجھاتا ہے اسی طرح حاجت مند، مظلوم، حقدار آکر اپنے امیر سے اپنے مسئلہ کا حل حاصل کرتا ہے۔ابوبکر کے ڈول میں کمزوری سے اشارہ انکی مدّت خلافت کی قلت کی طرف ہے نہ کہ مرتبہ کی طرف۔اس میں ابوبکر کے مرتبہ کا ذکر ہے نہ عمر کا بلکہ انکے زمانہ خلافت کا ذکر ہے۔ذنوبا اور ذنوبین سے صراحةً ابوبکر کی مدت خلافت بیان ہے جیسے انعامات المنعم فضائل ابی بکر میں پڑھ چکے۔ واللہ یغفر له میں تنقیص ابی بکر اور ثبوت ذنب کی طرف اشارہ نہیں بلکہ یہ لفظ تو شفقةً وترحماً فرمایا۔

اوراس میں ابوبکر کی وفات کے قرب وتقدم کا ذکر ہے۔ جیسے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ میں آنحضرت ﷺ کی رحلت کی طرف اشارہ ہے۔ پھر ڈول بڑھ گیا وزنی ہو گیا کہ عمر کے زمانہ خلافت میں سلطنت اسلامی کی حدود کہیں سے کہیں پہنچ گئیں اور فتوحات مغانم کے باب کھل گئے۔ پھر تو مسجد نبوی میں غنیموں کے انبار نظر آنے لگے جبکہ کل اصحاب الصفۃ تک کے قیام وطعام کا انتظام نہ تھا۔ العبقری۔ جوان پہلوان۔ سردار۔ تعجب انگیز چیز۔ ہر چیز سے فائق۔ انسانون کے سوا حیوان، جوہر اور فرش وغیرہ کی صفت کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبقری اس علاقے کی طرف منسوب ہے جہاں جن رہتے تھے یا ایک بستی کا نام ہے جہاں عمدہ قسم کا کپڑا بنا جاتا تھا۔ نفیس وعریض جب بھی لوگ عجیب وجدید چیز کو دیکھتے تو کہتے عبقری۔ اب یہ سردار کیلئے مستعمل ہے۔ حتی ضرب الناس بعطن. یعنی اپنی سواریوں (اونٹوں) کو سیراب کر کے استراحت گاہ وچراگاہ کی طرف لے گئے دلو بکرۃ: کرۃ ڈول کی لکڑی۔

خواب کس کا سچا؟ جیسے پہلے گذرا کہ سچ بولنے اور حلال کھانے والے باعمل صالح آدمی کا خواب زیادہ سچا ہوتا ہے ایسے ہی حدیث میں وارد ہوا ہے اور " **فأما الكافر، والمنافق والكاذب والمختلط وان صدقت رؤياهم احيانا، فانها لاتكون من الوحي ولا من النبوة، اذ ليس كل من صدق شئي مايكون خبره جزء نبوة، فقد يقول الكاهن كلمة حق** .... کافر فاسق منافق اور ملاجلا رزق کھانے والوں کا خواب سچا ہونا یہ حیثیت نہیں رکھتا بلکہ وہ اتفاقی اور استدراج ومہلت ہے۔

وعلیہ ثیاب بیاض: ورقہ بن نافل کا ایمان: یہ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ ہیں، ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی تھے، نوفل وخویلد دونوں اسد کے بیٹے تھے۔ حدیث باب بخاری شریف کی ابتدائی احادیث حدیث وحی میں ان کا ذکر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی تھی، ہاں البتہ دعوت الی الاسلام کے آغاز سے پہلے وفات ہوئی، اس لئے ان کے مؤمن اور صحابی ہونے میں اہل علم میں اختلاف ہوا ہے، علامہ قسطلانی نے بحیرا راہب کی طرح تصدیق کرنے والا کہا ہے۔

۲۔ علامہ بلقینیؒ نے سب سے پہلا ایمان والا مرد کہا ہے، ۳۔ ابن مندہ نے صحابہ میں ان کا ذکر کیا ہے، ۴۔ ابن حجرؒ نے "اصابۃ" میں صحابہ کی قسم اول میں ذکر کیا ہے، بہرکیف ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے ناجی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔

اصبت بعضا اخطات بعضا: خطا وصواب کے محل کی تعیین میں اقوال مختلف ہیں، ۱۔ تعبیر میں قرآن کا ذکر کیا حالانکہ گھی اور شہد دو کی تعبیر میں کتاب وسنت، قرآن وحدیث دو کہتے، قرآن کہنا صواب اور حدیث نہ کہنا خطا ہے۔ ۲۔ خواب کی تعبیر تو صحیح دی تعبیر کیلئے آپ ﷺ سے اجازت لیکر تقدیم یہ خطأ ہے، ۳۔ تعبیر ومراد تو صحیح بیان کی افراد کی تعیین ومصداق ذکر نہیں کیا یہ خطأ ہے، ۴۔ بدلی کی تعبیر حضور ﷺ، گھی اور شہد کی تعبیر قرآن وسنت ہے، تو ابوبکرؓ نے جو کہا کچھ صواب اور کچھ خطا ہوا۔

۵۔ ثم اخذبه رجل فقطع به ثم وصل له فعلا به میں ہے کہ پھر ایک آدمی نے رسی پکڑی سووہ ٹوٹ گئی پھر اس کیلئے جوڑ دی گئی تو وہ اوپر چڑھ گیا اس کی تعبیر ایک ہی شخص قرار دینا یہ خطا ہے، اس لئے کہ جب ٹوٹ گئی تو پھر اسی کیلئے نہیں اس کے بعد والے خلیفہ کیلئے جوڑی گئی کیونکہ حضرت عثمانؓ تو شہید کر دیئے گئے پھر حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے یہ وضاحت نہ کرنا خطا ہے باقی درست ہے۔

فتمت ابواب الرؤيا وتليها ابواب الشهادات

ابواب الشهادات عَن رسول الله ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول شہادت کے ابواب

١ ۔ باب ماجاء فی الشهداء أيهم خيرًا

گواہوں میں سے کون بہتر ہے کے بیان میں

٥٠٤ ۔حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ أَبِي بَكْرِ بنِ مُحمدِ بنِ عَمْرِو بنِ حَزْمٍ، عَن أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرِو بنِ عُثْمَانَ عَن أبي عَمْرة الأنصارِيِّ عَنْ زَيْدِ بنِ خَالِدٍ الْجُهَنِي أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَلَا أُخبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِي يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا.

٥٠٥ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ الْحَسَنِ، حد ثنا عَبْدُاللّٰهِ بنُ مَسْلَمَةَ، عَن مَالِكٍ بِهِ. وَقَالَ ابنُ أَبِي عَمْرَةَ هذا حديثٌ حسنٌ وَ أكْثَرُ النَّاسِ يَقُولُوْنَ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بن أبي عَمْرَةَ. وَاخْتَلَفُوا عَلَى مَالِكٍ فِي رِوَايَةِ هَذَا الْحَدِيثِ، فَرَوَى بَعْضُهُمْ عَن أبي عَمْرَةَ، وَ رَوَى بَعْضُهُمْ عَن ابن أبي عَمْرَةَ، وَهُوَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بنُ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيُّ. وَهَذَا أَصَحُّ لِأَنَّهُ قَدْرُوِيَ مِنْ غَيْرِحديثِ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بنِ أبي عَمْرَةَ عَنْ زَيْدِ بنِ خَالِدٍ وَقَدْ رُوِيَ عَن ابن أَبِي عَمْرَةَ عَن زَيْدِ بنِ خَالِدٍ غَيْرُ هَذَا الْحَدِيثِ وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ أَيْضاً وَأَبُوْ عَمْرَةَ هُوَ مَوْلَى زَيْدِ بنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ وَلَهُ حَدِيثُ الغَلُولِ لأبي عَمْرَةَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ بہتر گواہ کون ہے؟ وہ جو طلب سے پہلے شہادت دے۔ امام ترمذی نے کہا: احمد بن حسن نے ہمیں عبداللہ بن مسلمہ سے جو مالک سے راوی ہیں اس حدیث کی خبر دی۔ اور کہا ابن ابی عمرہ یہ حدیث حسن ہے اکثر لوگوں نے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ کہا ہے۔ اصحاب مالک اس حدیث کی روایت میں مختلف ہوئی ہیں۔ بعضوں نے تو بیان کیا۔ ابی عمرہ (جیسا کہ معن نے اپنی روایت میں کہا) اور بعض نے بیان کیا ابن عمرہ یہی ہمارے نزدیک صحیح تر ہے کیونکہ مالک کے علاوہ بھی دوسرے طریقوں سے یہ حدیث عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ سے مروی ہے جو زید بن خالد جہنی سے راوی ہیں البتہ ابو عمرہ سے اسکے علاوہ دوسری روایت زید بن خالد جہنی سے منقول ہے۔ اور وہ صحیح ہے۔ ابو عمرہ زید بن خالد جہنی کی غلام ہیں۔ اور ان سے زید بن خالد جہنی سے حدیث مذکور ہے

٥٠٦ ۔حَدَّثَنَا بِشْرُ بنُ آدَمَ ابنِ بِنْتِ أَزْهَرَ السَّمانِ، حد ثنا زَيْدُ بنُ الْحُبَابِ، حدثني أُبَيُّ بنُ عَبَّاسِ بنِ سَهْلِ بنِ سَعْدٍ، قَالَ حدثني أَبُوْ بَكْرِ بنُ مُحَمَّدِ بنِ عَمْرِو بنِ حَزْمٍ، قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُاللّٰهِ بنُ عَمْرِو بنِ عُثْمَانَ، حدثني خَارِجَةُ بنُ زَيْدِ بنِ ثَابِتٍ، حدثني عبدالرحمنُ بنُ أبي عَمْرَةَ، حدثني زَيْدُ بنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: خَيْرُ الشُّهَدَاءِ مَنْ أَدَّى شَهَادَتَهُ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا. قَالَ: هذا حَدِيثٌ حَسَنٌ غريبٌ مِن هذَاالْوَجْهِ.

سیدنا زید بن خالد جہنی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے۔ بہتر گواہ وہ ہیں۔ جو گواہی طلب کرنے سے پہلے گواہی دیں' یہ حدیث حسن اس طریق سے غریب ہے۔

۵۰۷۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَاتَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ وَلَا مَجْلُوْدٍ حَدًّا وَلَا مَجْلُوْدَةٍ وَلَا ذِیْ غِمْرٍ لِاَخِيْهِ، وَلَا مجرَّبِ شَهَادَةٍ، وَلَا الْقَانِعِ أَهْلَ الْبَيْتِ لَهُمْ، وَلَا ظَنِيْنٍ فِیْ وَلَاءٍ وَلَا قَرَابَةٍ.

قَالَ الْفَزَارِيُّ: الْقَانِعُ التَّابِعُ. هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَزِيْدَ بْنِ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيِّ، وَيَزِيْدُ يُضَعَّفُ فِی الْحَدِيْثِ، وَلَا يُعْرَفُ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِهِ.

وَفِی الْبَابِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ وَلَانَعْرِفُ مَعْنَى هٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَا يَصِحُّ عِنْدِیْ مِنْ قِبَلِ إِسْنَادِهِ وَالْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِی هٰذَا أَنَّ شَهَادَةَ الْقَرِيْبِ جَائِزَةٌ لِقَرَابَتِهِ. وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِی شَهَادَةِ الْوَالِدِ لِلْوَلَدِ وَالْوَلَدِ لِوَالِدِهِ وَلَمْ يُجِزْ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ شَهَادَةَ الْوَالِدِ لِلْوَلَدِ وَلَا الْوَلَدِ لِلْوَالِدِ.

وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِذَا كَانَ عَدْلًا فَشَهَادَةُ الْوَالِدِ لِلْوَلَدِ جَائِزَةٌ وَكَذٰلِكَ شَهَادَةُ الْوَلَدِ لِلْوَالِدِ، وَلَمْ يَخْتَلِفُوا فِی شَهَادَةِ الْأَخِ لِأَخِيْهِ أَنَّهَا جَائِزَةٌ، وَكَذٰلِكَ شَهَادَةُ كُلِّ قَرِيْبٍ لِقَرِيْبِهِ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَاتَجُوْزُ شَهَادَةُ الرَّجُلِ عَلَى الْآخَرِ وَإِنْ كَانَ عَدْلًا إِذَا كَانَتْ بَيْنَهُمَا عَدَاوَةٌ. وَذَهَبَ إِلَى حَدِيْثِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مُرْسَلًا: لَاتَجُوْزُ شَهَادَةُ صَاحِبِ إِحْنَةٍ. يَعْنِیْ صَاحِبَ عَدَاوَةٍ وَكَذٰلِكَ مَعْنَى هٰذَا الْحَدِيْثِ حَيْثُ قَالَ: لَاتَجُوْزُ شَهَادَةُ صَاحِبِ غِمْرٍ لِأَخِيْهِ. يَعْنِیْ صَاحِبَ عَدَاوَةٍ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیانت کرنیوالے اور خیانت کرنیوالی کی گواہی جائز نہیں نہ اسکی گواہی جائز ہے جس کو حد میں کوڑے مارے گئے ہوں خواہ وہ مرد ہو یا عورت نہ دشمن کی گواہی اور نہ گواہی کے عادل کی نہ اسکی جوان گھر والوں کے ماتحت ہو اور نہ اس کی گواہی جو ملکیت یا قرابتداری سے متہم ہو۔

یہ حدیث غریب ہے ہم اسکو صرف یزید بن زیاد دمشقی کی روایت سے پہچانتے ہیں یزید کو حدیث میں ضعیف کہا گیا ہے زہری سے یہ حدیث صرف زیاد دمشقی کی روایت سے پہچانی گئی ہے۔اس باب میں عبداللہ بن عمرو سے !!یت ہے۔ہم اس حدیث کے معنی نہیں پہچانتے۔اس کی اسناد بھی ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔اس باب مین اہل علم کا عمل یہ ہے کہ رشتہ دار کی گواہی رشتہ دار کے لئے جائز ہے۔البتہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔کہ باپ کی گواہی بیٹے کے حق میں اور بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں جائز ہے یا نہیں۔ بھائی کی گواہی بھائی کے حق میں بالاتفاق جائز ہے۔اسی طرح باقی رشتہ داروں کی گواہی رشتہ داروں کے حق میں جائز ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب کوئی دشمن اپنے دشمن کے خلاف گواہی دے تو یہ گواہی جائز نہیں۔اس حدیث کے بھی ایسے ہی معنی ہیں۔جس میں آپ نے فرمایا ہے۔کہ صاحب عداوت یعنی دشمن کی گواہی جائز نہیں ہے۔

۵۰۸۔حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِیْ بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ قَالُوْا بَلَى يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ

وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ أَوْ قَوْلُ الزُّوْرِ. قَالَ فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ .

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ صحيحٌ [وفى الباب عَن عبدالله بن عمرو] .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں۔ یا رسول اللہ ضرور خبر دیجئے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا والدین کی نافرمانی کرنا جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بولنا رسول اللہ یہ بار بار فرماتے رہے یہانتک کہ ہم نے کہا کاش کہ آپ خاموش ہو جاتے یہ حدیث صحیح ہے۔

۵۰۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ زِيَادٍ الأَسَدِيِّ، عَنْ فَاتِكِ بْنِ فَضَالَةَ، عَنْ أَيْمَنَ بْنِ خُرَيْمٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ خَطِيْباً فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ إِشْرَاكاً بِاللّٰهِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهٰذَا حديثٌ غريب إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ بْنِ زِيَادٍ. واخْتَلَفُوا فِي رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ زِيَادٍ وَلَا نَعْرِفُ لِأَيْمَنَ بْنِ خُرَيْمٍ سِمَاعاً مِنَ النَّبِيِّ ﷺ۔ وقد اختلفوا فى رواية هذا الحديث عَن سفيان بن زياد

۵۱۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حد ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ الْعُصْفُرِيُّ، عَنْ أَبِيْهِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ النُّعْمَانِ الْأَسَدِيِّ عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ الْأَسَدِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : صَلَّى صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِماً فَقَالَ: عَدَلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالشِّرْكِ بِاللّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ .

قَالَ أَبو عِيسَى: هٰذَا عِنْدِي أَصَحُّ، وَخُرَيْمُ بْنُ فَاتِكٍ لَهُ صُحْبَةٌ، وَقَدْ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَحَادِيْثَ وَهُوَ مَشْهُوْرٌ .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے کھڑے اور فرمایا اے لوگو جھوٹی گواہی گناہ میں اللہ کے ساتھ شریک کرنیکے برابر ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی "نجاست یعنی بتوں کی پرستش سے بچو اور جھوٹ سے بچو" یہ ایک حدیث ہے۔ جس کو ہم صرف سفیان بن زیاد کی روایت سے پہچانتے ہیں۔ راوی سفیان بن زیاد سے اس حدیث کے روایت کرنے میں مختلف ہوئے ہیں ایمن بن حزیم کے لئے ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع نہیں پہچانتے۔

۵۱۱۔ حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثَلَاثاً، ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ مِنْ بَعْدِهِمْ يَتَسَمَّنُوْنَ وَيُحِبُّوْنَ السِّمَنَ يُعْطُوْنَ الشَّهَادَةَ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلُوْهَا .

قَالَ أَبوعِيسَى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ الْأَعْمَشِ عن عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ وَأَصْحَابُ الْأَعْمَشِ إِنَّمَا رَوَوْا عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَن عمرانَ بْنِ حُصَيْنٍ .

۵۱۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ

حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ . وَهٰذَا أَصَحُّ من حديثِ مُحمدِ بنِ فُضَيْلٍ قَالَ: وَمَعْنَى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ يُعْطُوْنَ الشَّهَادَةَ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلُوْهَا ،إِنَّمَا يَعْنِى شَهَادَةَ الزُّوْرِ ، يَقُوْلُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ من غَيْرِ أَنْ يُسْتَشْهَدَ هذا فى حديث عُمَرَ بنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ،ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ،ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ، ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ حَتَّى يَشْهَدَ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَشْهَدَ وَيَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَحْلَفَ . وَمَعْنَى حَدِيْثِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : خَيْرُ الشُّهَدَاءِ الَّذِى يَأْتِي بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا، هُوَ إِذَا اسْتُشْهِدَالرَّجُلُ عَلَى الشَّيْءِ أَنْ يُؤَدِّيَ شَهَادَتَهُ وَلَا يَمْتَنِعَ مِنَ الشَّهَادَةِ . هٰكَذَا وَجْهُ الْحَدِيْثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ .

سیدنا عمران بن حصین کہتے ہیں میں نے سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرما رہے تھے سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو میرے قرن میں ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہوں گے۔ آپ نے یہ تین بار فرمایا پھر ان کے بعد ایسی قوم آئیگی جو موٹا بننے اور اپنے کو موٹا ثابت کرنے کی کوشش کرے گی اور موٹاپے کو پسند کرے گی۔ گواہی طلب سے پہلے گواہی دیگی یہ حدیث اعمش کی علی بن مدرک کی روایت سے غریب ہے اصحاب اعمش نے اسکو اعمش سے ہلال بن یساف سے نقل کیا ہے جو عمران بن حصین سے راوی ہیں۔

حدیث سابق کی مثل حدیث محمد بن فضیل کی حدیث سے اصح ہے بعض اہل علم کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی گواہی دیں گے اس کی وضاحت حضرت عمرؓ کی روایت میں ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سب سے اچھے لوگ میرے قرن والے ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہوں پھر وہ لوگ جو طلب کئے ان سے متصل ہوں پھر جھوٹ اتنا عام ہو جائے گا۔ کہ گواہی بغیر لوگ گواہی دیں گے۔ لوگ قسم کھائیں گے حالانکہ ان کو قسم کھانے کو نہ کہا جائے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے۔ کہ سب سے اچھا گواہ وہ ہے۔ جو طلب کرنے سے پہلے گواہی دے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ جب کسی شخص سے گواہی کے لئے کہا جائے تو اس میں پس و پیش اور منع نہ کرے۔ بعض اہل علم کے نزدیک حدیث کا یہی مطلب ہے۔

تشریح شہادات شہادۃ کی جمع ہے بمعنی مشہودۃ ومشاہدۃ شہد یشہد سے مشتق ہے، اسی کے قریب مشاہدۃ بمعنی معاینہ ہے، آنکھوں دیکھی قطعی بات، مشاہدۃ کرنے والے سے جو بات تحقیق حال وواقعہ کے متعلق صادر وظاہر ہوا سے شہادۃ اور گواہی کہتے ہیں، بھلے یہ مشاہدہ بصر سے ہو یا بصارت سے یعنی ظاہری یا باطنی آنکھ سے یہ سب لفظی معنی اور وجہ تسمیہ کا بیان تھا، فقہاء کی اصطلاح میں "الشهادة: اخبار صادق فی مجلس الحکم بلفظ الشهادة" فیصلے کی مجلس (عدالت وپنچائت) میں سچے آدمی کا شہادۃ کے لفظوں میں خبر دینا۔

شہادت کا اہل ہونے کیلئے شرائط: ۱۔ بلوغ، ۲۔ اسلام، ۳۔ عقل، ۴۔ حریت، ۵۔ عدالت، ۶۔ محفوظ من التهمة من المحبة والعداوة والقرابة " تعداد یعنی عام معاملات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں۔

الا اخبر کم بخیر الشهداء: مراد یہ ہے کہ کوئی شخص سوا کسی لالچ اور دنیوی فائدے کے کسی کیلئے سچی گواہی دے، تا کہ اس کا حق تلف وضائع نہ

ہوتو یہ بہتر اور قابل تعریف وتقلید ہے اس پر مزید یہ کہ مشہود لہ کو اس کے گواہ ہونے کا علم نہیں از خود اس نے پیش ہو کر للہ فی اللہ گواہی دی تو خیر کثیر اور اجر جزیل کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح دینی شہادتیں رویت ہلال، وقف، وصایا، طلاق، عتاق گواہی دینا بھی موجب اجر وثواب ہے۔

قبل ان یسالها: اداء شہادت میں ٹال مٹول اور حیل وحجت سے کام نہیں لیتا بوقت ضرورت از خود پیش ہو جاتا ہے، یہ تقریر قبل کے حقیقی معنیٰ کے اعتبار سے ہے، اگر قبل کو تعجیل ومسارعت سے کنایہ سمجھا جائے تو تقریر یہ ہوگی کہ طلب شہادت پر فوراً گواہی کیلئے حاضر ہو جاتا ہے، مبالغۃً اسے قبل سے تعبیر کیا گیا، **کما یقال الجواد من یعطی قبل السوال ای الذی یعطی بعد السوال بلا توقف ومهلة. لا تجوز شهادة خائن.....:** خیانت دو قسم کی ہوتی ہے، ۱۔ خیانت احکام شریعت کی اطاعت وادائیگی میں، ۲۔ خیانت لوگوں کے حقوق وامانتوں کی ادائیگی میں، ارشاد ہے "**یاایها الذین آمنوا لا تخونوا الله والرسول وتخونوا امانتکم وانتم تعلمون (انفال ۲۷)**

یہاں خیانت سے مراد: ملا علی قاری نے کہا ہے کہ یہاں خیانت کی قسم ثانی مراد ہے جو لوگوں کی امانتوں میں خیانت کریں ان کی گواہی معتبر ومقبول نہیں۔ علامہ تورپشتیؒ نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ لفظ خائن عام ہے اس سے خیانت کی دونوں قسمیں مراد ہیں، حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں میں خیانت کرنے والوں کی گواہی معتبر نہیں اس کا حاصل یہ ہوا کہ فاسق نافرمان مراد ہیں، کذا فی الحاشیہ پھر تخصیص بعد از تعمیم کے طور پر آگے بعض فساق اور مرتکب کبائر کا ذکر ہے۔

ولا مجلود حدا: جس پر حد قذف یعنی تہمت لگانے کی وجہ سے حد جاری کی گئی۔

محدود فی القذف کی شہادت کی قبولیت وعدم قبولیت میں تفصیل: جو شخص کسی پر تہمت لگائے پھر گواہ پیش نہ کر سکے تو اس کیلئے تین چیزوں کا حکم وذکر ہے، ۱۔ اس پر اسی ۸۰ کوڑے حد لگائیں، ۲۔ اس کی گواہی قبول نہ کریں، ۳۔ یہ فاسق ہے، پھر فرمایا مگر جس نے توبہ کی اور اصلاح کرلی، سورۃ النور آیت ۴، ۵ میں ہے "**والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتو باربعة شهداء فاجلدوا هم ثمنین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئک هم الفسقون. الّا الّذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا...**"

قول اول: محدود فی القذف کی گواہی معتبر نہیں، احنافؒ سفیان ثوریؒ، حسن بن صالح۔

قول ثانی: محدود فی القذف کی گواہی مقبول ومعتبر ہے، امام مالکؒ، شافعیؒ، لیثؒ، دلیل: قول اول کی دلیل حدیث باب اور آیت کریمہ ہے کہ "**لا تقبلوا لهم شهادة ابدا**" باقی **الّا الّذین تابوا .....** استثناء کا تعلق اقرب **اولئک هم الفسقون** سے ہے کہ توبہ سے اس کا گناہ وفسق ڈھل جائیگا، اس لئے کہ یا تو استثنا کا تعلق سابقہ تینوں امور سے ہو یا کسی سے نہ ہو یا صرف اقرب وآخری سے ہو، پہلی اور دوسری سورت تو ممنوع ہے اس لئے آخری سے اس کا تعلق ہی راجح ہے پھر "شہادۃ" کا نکرۃ ہونا اور لفظ "ابدا" بھی قرینہ ہیں کہ اس کی گواہی قبول نہ ہو **لانّ النکرة تحت النفی تفید العموم والتاکید للتابید،** جملہ انشائیہ اسمیہ کا فرق بھی قرینہ ہے، قول ثانی کی دلیل یہ ہے کہ استثنا کا تعلق دونوں سے ہے کہ جب فسق وگناہ ڈھل گیا تو اب شہادت کی عدم قبولیت کی تعلیل ودلیل فسق باقی نہ رہی اس لئے اس کی گواہی قبول ہوگی۔ **ولا ذی غمر لاخنه:** حاشیہ میں اس کی تصحیح مذکور ہے کہ صحیح نسخہ "**ولا ذی غمر لاخیه**" ہے معنیٰ ہوگا "اور نہ قبول ہوگی اپنے بھائی سے بغض وکینہ رکھنے والے کی" بھائی سے مراد اخوت اسلامی ہے۔

دشمن اور کینہ پرور کی گواہی کا حکم: "قال الشافعی ... الخ میں امام ترمذیؒ نے وضاحت کردی ہے کہ شوافع کے نزدیک اس کی گواہی قبول نہیں یہی قول مالکیہ کا ہے اور ظاہر حدیث سے ماخوذ ہے، احنافؒ نے اس میں تفصیل ذکر کی ہے کہ اگر بغض وعداوت دنیوی ہے "#کسی دنیوی غرض کی وجہ سے ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں تو یقیناً ان کی گواہی معتبر نہ ہوگی، ہاں اگر عداوت بغض فی اللہ کے قبیل سے ہو تو گواہی قبول ہوگی،

ولا مجرب شهادة:!" شخص جس کی غلط بیانی اور جھوٹی گواہی کا تجربہ ہوا کی متعدد بار غلط بیانی کرچکا تو اب بچیں وو لا القانع حل بیت لھم: یہ قناعت کی بجائے قنوع سے مشتق ہے، وہ شخص جو مشہود لہ سے اپنے کسی فائدے کا طالب ہو کیونکہ اس میں تہمت کا شائبہ ہے کہ اس نے اپنے لالچ میں ان کے حق میں گواہی دی اس لئے معتبر نہیں مثلاً ملازم، خادم وغیرہ کما نقل الترمذی قول الفزاری ولا ظنین: یہ فعیل بمعنی مفعول مثل جریح بمعنی مجروح کے وزن پر ہے۔ متہم وہ شخص جو ولاء یا نسب وقرابت میں غلط بیانی اور کذب سے متہم ہو، یعنی جس مولی نے اسے آزاد کیا اس کے علاوہ کا دعوی کرے اور کہے اسی طرح نسب میں اپنے باپ کے علاوہ کا دعوی کرے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں، فلاں میرا بھائی اور عزیز وقریبی ہے، اس کی گواہی غیر معتبر ہونے کی وجہ کذب وفسق ہے، دوسرا مطلب یہ ہے کہ غلط بیانی تو نہ کررہا ہو لیکن اس بات میں تہمت کا اندیشہ ہو کہ یہ جس کیلئے گواہی دے رہا ہے اس کا غلام رہ چکا ہے یا اس سے قرابت ہے اور شبہ ہے کہ یہ اس کے فائدۃ ونقصان کا لحاظ کریگا حق سچ کی پرواہ نہ کریگا تو ایسے متہم بالمنفعۃ والقرابت کی گواہی قبول نہ ہوگی (حاشیہ)

ولا نعرف معنی هذا الحديث.... موصوف نے مطلق قرابت اور قرابت ولاء یعنی لوّت وبنوت میں فرق نہ کرنے کی وجہ یہ کہا کہ !کا مصداق ومفہوم ہم نہیں جانتے اگرچہ حاشیہ میں تحریر تقریر سے ابھی واضح ہوچکا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جہاں کذب وفسق یا فائدہ "نقصان کیلئے تہمت کا اندیشہ ہو تو معتبر نہ ہوگی اگرچہ علی الاطلاق قرابت داروں کی ایک دوسرے کے حق میں گواہی معتبر ہوتی ہے

باپ کی بیٹے کے حق میں یا برعکس شہادت کا حکم: باپ بیٹے کی ایک دوسرے کے حق میں گواہی درست اور مقبول نہیں، ہاں دیگر رشتوں !#قرابتوں میں گواہی معتبر ہوگی، میاں بیوی کی ایک دوسرے کے حق میں گواہی قبول نہ ہوگی، جبکہ امام شافعی اور ابوثور جواز کے قائل ہیں۔

دلیل: حدیث پاک میں ہے" لا تقبل شهادة الوالد لولده، ولا الولد لوالده، ولا المرأة لزوجها، ولا الزوج لامرأته، ولا العبد لسيده، ولا المولىٰ لعبده "(من الخصاف فی الانتخاب) امام ترمذی کا تبصرہ مع ترجمہ ملاحظہ کرلیں اس میں بعض انہیں اقوال کا ذکر ہے۔

الا اخبركم باكبر الكبائر: ! پر بحث ابواب البر والصلۃ باب ۴ میں گذر چکی ہے۔

ومعنی حديث النبیؐ قال خير الشهداء ....: بواب الشہادات کی پہلی حدیث اور اس آخری حدیث میں محسوس ہونے والے تعارض کو رفع کرنے کیلئے یہ وضاحت کی ہے کہ وہاں مدحت یہاں مذمت؟ اس کے دیگر جوابات اور تشریح ہم ابواب الفتن باب ۳۸ میں پڑھ آئے ہیں۔

فتمت ابواب الشهادات وتليها ابواب الزهد

ابواب الزهد عن رسول الله ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول زہد کے چند ابواب

زہد کا معنیٰ اور تعریف: ''زہد'' مثل جہد اور ''زہادۃ'' مصدر ہیں، یہ رغبۃ کی ضد اور مقابل ہے، اخوان یوسف کے متعلق ارشاد ہے ''وکانوا فیہ من الزاھدین'' اور وہ یوسف علیہ السلام کے بارے میں بے رغبت تھے۔

۱۔ ھو ترک الرغبة فی الدنیا علی ما یقتضیه الشریعة. شرعی تقاضوں کے مطابق دنیاوی ساز وسامان کی رغبت ومحبت کو چھوڑنا زھد ہے۔ ۲۔ الزهد عبارة عن رغبته عن الدنیا عدولاً الی الآخرة او عن غیر الله عدولا الی الله وھی الدرجة العلیٰ (احیاء العلوم) دنیا سے آخرت کی طرف رخ پھیرنا زھد ہے یا اللہ کے غیر سے رخ پھیر کر اللہ کا ہو رہنا زھد ہے اور یہ تو اعلیٰ درجہ ہے۔ ۳۔ الزهد عبارة عن ترک المباحاة التی ھی حظ النّفس. نفسانی لذتوں کو چھوڑ دینا زھد ہے۔

۴۔ ترک الحظوظ مع اداء الحقوق باتباع السنة وحسن النیة. سنت کی پیروی کرتے ہوئے حسن نیت کے ساتھ حقوق ادا کر کے حظوظ نفس سے بچنا زھد ہے۔

۵۔ تاج العروس میں ہے امام زہریؒ سے دنیا میں زھد کے متعلق دریافت کیا گیا تو کہا ''جو شخص حلال چیزوں پر شکر کرنے سے قاصر نہ ہو اور حرام کے ترک کرنے سے عاجز نہ ہو'' وہ زاھد ہے، اس پر زھد کا مفہوم سچا آتا ہے۔

۶۔ آگے باب ۲۲ میں مرفوع روایت ہے ''الزھادة فی الدنیا لیست بتحریم الحلال ولا اضاعة المال ولکن الزھادة فی الدنیا ان لا تکون بما فی یدیک اوثق... زھد کی تعریفات قدرے وضاحت سے ذکر ہوئی ہیں تاکہ صحیح بات ذھن نشین ہو جائے ورنہ بعض لوگ صرف گدڑی پوش اور خاموش کو زاھد وعابد اور اونچے رتبے والا سمجھتے ہیں، بھلے اتباع سنت اور اطاعت شریعت کی اسے ہوا بھی نہ لگی ہو۔ حالانکہ زھد اتباع شریعت میں پنہاں ہے مسند بزار کی حدیث سے ہمارا مقصود اور واضح ہوگا۔ قال حارثةؓ لرسول الله ﷺ: انا مؤمن حقًا، قال: وما حقیقة ایمانک؟ قال: عرفت نفسی عن الدنیا، فاستویٰ عندی حجرها وذهبها وکأنی بالجنة والنار، وکانی بعرش ربی بارزا، عرفت! فالزم، عبد نوّر الله قلبه بالایمان (عن انس وحارثة بن مالک الانصاریؓ بسند ضعیف) ''حضرت حارثہؓ نے حضورؐ سے کہا میں پکا مؤمن ہوں، آپؐ نے دریافت فرمایا تیرے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ کہا میں نے اپنے آپ کو دنیا سے ہٹالیا، سو میرے نزدیک پتھر سونا برابر ہیں، گویا کہ میں باغ وآگ اور عرش الٰہی کو سامنے دیکھتا ہوں، (ان کی تصدیق میں) آپ ﷺ نے فرمایا واقعی تو نے ایمان کو پہچان لیا، اس پر جمے رہو، یہ وہ بندہ ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے منور کر دیا''۔ یہ تعریف خوف ورجا اور شوق لقاء کی وجہ سے ہے۔

زھد وورع میں فرق: قال ابن القیم: الفرق بین الزھد والورع انّ الزھد ترک مالا ینفع فی الآخرة، والورع ترک مّا یخشی ضرره بالآخرة.

واقعہ: قال ابو یزید البسطامی: ما غلبنی احد الّا واحدا من اهل بلخ، قدم علینا، فقال: یاابا یزید! ما حدّ

الزهد عندكم؟ قلت: اذا وجدنا أكلنا، واذا فقدنا صبرنا، فقال: تفعل هذا كلاب بلخ، قلت فما حدّ الزهد عندكم؟ فقال: اذا فقدنا صبرنا واذا وجدنا اثرنا (تفسير كبير ۵/ ۱۹۹ بيروتی) ابویزید بسطامیؒ کہتے ہیں مجھ پر ایک بلخی کے علاوہ کبھی کوئی غالب نہیں آیا، اس نے آکر کہا اے ابو یزید! تمھارے نزدیک زھد کی کیا تعریف ہے؟ میں نے کہا جب کچھ پاتے ہیں تو کھالیتے ہیں، جب نہیں ہوتا تو صبر کرتے ہیں، اس نے کہا یہ تو بلخ کے کتے بھی کرتے ہیں، میں نے کہا تمہارے نزدیک زھد کی (عملا) کیا تعریف ہے؟ اس نے کہا جب نہیں پاتے تو صبر کرتے ہیں، جب پاتے ہیں تو ایثار کرتے ہیں۔

زھد کے متعلق قرآن وحدیث میں متعدد آیات وروایات ہیں، جن سے اھمیت، فضیلت آشکارا ہوتی ہے، اللہ تعالی اس ناکارہ کو بھی اپنے اسلاف واکابر کے ورع وزھد اور اتباع وتقوی میں سے کوئی ذرّہ عطا کردیں تو زہے نصیب ھاں ترک حظوظ کے ساتھ ترک حقوق نہ ہو۔ بلکہ حفظ واداء حقوق رہیں

ابواب واحادیث کی تعداد: اس میں پچاس (۵۰) ابواب اور ایک سو گیارہ (۱۱۱) احادیث ہیں۔

۵۱۳۔حَدَّثَنَا صَالِحُ بنُ عَبدِاللّٰهِ وَ سُوَيدُ بنُ نَصرٍ،قَالَ صَالِحٌ حَدَّثَنَا ،وَقَالَ سُوَيدٌ أخبرنا عَبدُاللّٰهِ بنُ المُبَارَكِ عَن عَبدِاللّٰهِ بنِ سَعِيدِ بنِ أَبِى هِندٍ عَن أَبِيهِ عَن ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : نِعمَتَانِ مَغبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَ الفَرَاغُ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ سَعِيدٍ ،حَدَّثَنَا عَبدُاللّٰهِ بنُ سَعِيدِ بنِ أَبِى هِندٍ،عَن أَبِيهِ عَن ابنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحوَهُ .قَالَ وَفِى البَابِ عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ . وقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ . وَرَوَاهُ غَيرُ وَاحِدٍ عَن عَبدِاللّٰهِ بنِ سَعِيدِ بنِ أَبِى هِندٍ،فَرَفَعُوهُ وَأَوقَفَهُ بَعضُهُم عَن عَبدِاللّٰهِ بنِ سَعِيدِ بنِ أَبِى هِندٍ

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نعمتیں ایسی ہیں ان میں بہت لوگ نقصان میں ہیں صحت اور فراغت'' حدیث سابق کی مثل، اس باب میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے، مختلف لوگوں نے اس کو عبداللہ بن سعید بن ابی ہند سے نقل کیا ہے، بعض نے مرفوع بیان کیا ہے۔ اور بعض نے موقوف۔

۵۱۴۔حَدَّثَنَا بِشرُ بنُ هِلَالٍ الصَّوَّاف البصريُّ،حَدَّثَنَا جَعفَرُ بنُ سُلَيمَانَ عَن أَبِى طَارِقٍ عَنِ الحَسَنِ عَن أَبِى هُرَيرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : مَن يَأخُذُ عَنِّى هَؤُلَاءِ الكَلِمَاتِ فَيَعمَلُ بِهِنَّ أَوْيُعَلِّمُ مَن يَعمَلُ بِهِنَّ ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيرَةَ :قُلتُ أَنَايَارَسُولَ اللّٰهِ. فَأَخَذَ بِيَدِى فَعَدَّ خَمساً وَقَالَ: اِتَّقِ المَحَارِمَ تَكُن أَعبَدَ النَّاسِ ،وَارضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُن أَغنَى النَّاسِ ، وَ أَحسِن إِلَى جَارِكَ تَكُن مُؤمِناً، وَأَحِبَّ لِلنَاسِ مَاتُحِبُّ لِنَفسِكَ تَكُن مُسلِماً ،وَلَا تُكثِرِ الضَّحِكَ فَإِنَّ كَثرَةَ الضَّحِكِ تُمِيتُ القَلبَ .

قَالَ أَبُوعِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غريبٌ لَا نَعرِفُهُ إِلَّا مِن حَدِيثِ جَعفَرِ بنِ سُلَيمَانَ وَالحَسَنُ لَم يَسمَع مِن أَبِى هُرَيرَةَ شَيئاً، هَكَذَا رُوِىَ عَن أَيُّوبَ وَيُونُسَ بنِ عُبَيدٍ وَعَلِيِّ بنِ زَيدٍقَال لَم يَسمَعِ الحَسَنُ مِن أَبِى هُرَيرَةَ،وَرَوَى أَبُوعُبَيدَةَ النَّاجِيُّ عَنِ الحَسَنِ هَذَا الحَدِيثَ قَولَهُ ،وَلَم يَذكُر فِيهِ عَن أَبِى هُرَيرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ہے جو مجھ سے یہ باتیں حاصل کر کے خود عمل کرے یا کسی ایسے شخص کو بتلائے جو ان پر عمل کرے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ہوں آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہ پانچ باتیں فرمائیں۔ ا۔حرام کاموں سے پرہیز کرو سب سے زیادہ عابد ہو جائیگا۔ ۲۔اللہ تعالیٰ نے تیرے مقدر میں جو لکھ دیا اس پر راضی رہ سب سے بڑا غنی ہو جائیگا۔ ۳۔اپنے ہمسایہ پر احسان کرو مومن ہوگا۔ ۴۔جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسرے کے لئے پسند کرو مسلمان ہو جاؤ گے۔ ۵۔زیادہ مت ہنسو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے'' یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس کو صرف جعفر بن سلیمان کی روایت سے پہچانتے ہیں۔ حسن کا ابو ہریرہ سے سماع نہیں ہے۔ ایوب یونس بن عبید اور علی بن زید نے بھی کہا ہے کہ حسن کا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔ ابو عبیدہ ناجیؒ نے اس کو حسن کا قول نقل کیا ہے۔ ابو ہریرہؓ اور نبی ﷺ کو ذکر نہیں کیا۔

نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس الصحّة والفراغ. تو كيب: نعمتان مبدل منه ،الصحة والفراغ معطوف عليه معطوف ملکر نعمتان سے بدل، نعمتان مبدل منہ بدل سے ملکر **مبتدا، مغبون مشتق من الغبن اسم مفعول (معتمد بر مبتدأ عامل)فيهما ظرف متعلق مقدم مغبون، كثير صفت مشبه، من الناس** متعلق کثیر کے، کثیر اپنے متعلق سے ملکر مغبون اسم مفعول کا نائب فاعل، مغبون فیہما متعلق اور کثیر نائب فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہو کر نعمتان کی خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔

مغبون: یہ غبن سے مشتق ہے، اس کا معنی ہے ''**نقص في البيع**'' اور غبن بفتح الباء کا معنی ہے ''نقص فی الرأی'' پہلا ترجمہ ہوگا ''دو نعمتیں یعنی صحت وفراغت ایسی ہیں جن میں بہت سارے لوگ دھوکے میں رہتے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ صحت وفراغت دو بیش قیمت خزانہ اور نعمتیں ہیں جنہیں بروئے کار لا کر انسان آخرت کے اعتبار سے بہت ترقی کر سکتا ہے اور فوائد کثیرة حاصل کر لیتا ہے اور ہوتے ہوتے اونچے درجات وانعامات کا حق دار ہو جاتا ہے، شارح مشکوۃ علامہ طیبیؒ نے بات واضح کرنے اور احساس دلانے کیلئے مثال سے سمجھایا ہے، انسان کی مثال ایک تاجر کی سی ہے، جسے صحت وفراغت رأس المال اور قیمتی پونجی عطا ہوئی، اب یہ انہیں کام میں لا کر نفع حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ''**والّذين جاهدوا فينا لنهدينّهم سبلنا**'' کے موجب اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی فرماتے ہیں، اب اگر عبادت وطاعت کے بازار میں محنت کرتا ہے تو خوب کامیاب ہوتا ہے اور رابح وغانم ہوتا ہے، اور ''**فما ربحت تجارتهم وما كانو مهتدين**'' کی رسوا کن خبر سے شرمندہ نہیں ہوتا ورنہ کہے گا ''**ربنا غلبت علينا شقوتنا وكنا قوما ضالّين، لولا اخّرتني الىٰ اجل قريب فاصّدّق واكن مّن الصّلحين، فارجعنا نعمل صالحا..** (**مؤمنون ١٠٦، منافقون ١٠، سجدة ١٢**) اور پکار اٹھیگا ''**ذلك يوم التغابن** '' ھائے گھاٹے کا دن یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ دنیا ''**مزرعة الآخرة** '' ہے یعنی کام یہاں انعام وہاں، اگر محنت کی تو ثمرة پائیں گے ورنہ خسارہ اٹھائیں گے، پھر نادم وپشیمان ہوں گے لیکن کچھ ہونا [illegible] حت وفارغ البالی دو چیزوں کا ذکر فرمایا کہ ان کا جمع ہونا بہت بڑی نعمت وسعادت ہے ورنہ کبھی صحت ہوتی ہے فراغت نہیں ہوتی، کبھی فراغت ہوتی ہے (ہسپتالوں میں کتنے فارغ پڑے ہوتے ہیں) صحت نہیں ہوتی ان دونوں صورتوں میں عبادت کا حق ادا نہیں ہو پاتا، ہاں جب دونوں جمع ہوں تو پھر خوب اعمال ہو سکتے ہیں اگر سستی اور لا ابالی پن کا شکار نہ

ہوجائیں "فمن استعملهما فی طاعة الله فهو المغبوط، ومن استعملهما فی معصية الله فهو المغبون" سو جس نے انہیں اطاعت میں صرف کیا وہ قابل رشک ہے اور جس نے نافرمانی میں خرچ کیا تو باعث اشک ہے، یہی طلب علم کا زمانہ دور مشق ہے۔ (کوکب)

سب سے اوّل وافضل نعمت کونسی ہے؟ واختلف فی اول نعمة، قيل: الحيلة، قيل: الصحّة، قيل: الايمان، فالامثل من جملة الاقوال انّ اول نعمة هی الايمان، فانّه نعمة مطلقة، لانّ الحياة والصحة اذا لم يقترن بهما الايمان كانت نقمة ...... مذکورہ تینوں اقوال میں سے راجح یہی ہے کہ ایمان سب سے اول وافضل اور بڑھ کر نعمت ہے اہتمام شان کی وجہ سے اس کے طلب کا حکم ہے "اهدنا الصراط المستقيم"

او يعلّم من يعمل بهنّ: تحصیل علم سے بنیادی، پہلی اور اصل غرض عمل ہے کہ تعلیم تعمیل کیلئے ہے، ادھر علم ادھر عمل تو شامل حال ہوگا رب کا فضل کامیابی ملے گی مکمل ورنہ علم حجت الٰہی ہوگا اور رسوائی کے سوا کچھ میسر نہ ہوگا، چنانچہ علم پر عمل کی ضرورت وافادیت اور استقامت کا بیان کئی احادیث میں وارد ہے، اگر غور کریں تو صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث کی روایات اور قرآنی آیات میں علم کی بنسبت عمل کا بیان کتنا طویل ومفصل ہے، مثلاً بخاری شریف میں کتاب العلم ایک طرف پھر کتاب الصلوۃ، الزکوۃ، الصوم، الحج، البیوع... پوری کتاب اعمال کے بیان سے بھری ہوئی ہے، اسی طرح زیر درس ومطالعہ ترمذی شریف دیکھ لیجئے جلد اول کے آغاز سے اعمال (عبادات، معاملات، اخلاقیات، معیشت..) کی مباحث پڑھتے آرہے ہیں اور ابواب العلم میں صرف انیس ابواب چھیالیس احادیث ہیں، اب یہی نکتہ ہم سے مفقود ہے کہ علم علم کررہے ہیں عمل ہے نہیں، علم میں زیرو تو نتیجہ دگنا (ڈبل زیرو) سب صحابہؓ بڑے عالم نہ تھے عامل سب تھے، مفسر فقیہ بھلے سب نہ تھے لیکن متقی سب تھے، سطور بالا سے علم کی قیمت ہرگز ہرگز گھٹانا مقصود نہیں بلکہ عمل کی اہمیت دل میں بٹھانا اور اتارنا مقصود ہے کیونکہ بے مغز چھلکے کی قیمت نہیں ہوتی حسن بصریؒ نے کہا "لا تكن ممن يجمع علم العلماء وطرائف الفقهاء، ويجری فی العمل مجری السفهاء" کو ان لوگوں میں سے نہ بننا جن کے علوم ونکات تو باریک ہیں علماء اور نکتہ سنج فقہاء جیسے اور عمل ابلہ وسفہا جیسے،

تعلیم کی دوسری غرض تبلیغ ہے، یعنی سیکھ کر دوسروں تک پہنچانا کہ یہ بھی نیکی ہے، مذکورۃ جملے میں اسی کا بیان ہے، آپ ﷺ نے فرمایا پہلا درجہ تو یہی ہے کہ ان کلمات کو سیکھ کر ان پر عمل کرے یا پھر سیکھ کر دوسرے عمل کرنے والوں تک پہنچادے کہ یہ بھی نیکی اور صدقہ جاریہ ہے، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی عمل نہیں کرپاتا لیکن دوسروں تک پہنچانے کا ثواب تو حاصل کرسکتا ہے، دونوں صورتوں میں نیکی حاصل کرلی یہ تقریر او برائے تنویع کی بناپر ہے، دوسرا یہ کہ او بمعنی واو کے ہو مطلب ہوگا کہ تعلیم وتعمیل اور تبلیغ دونوں پر عمل کرے جیسے سورۃ المرسلت آیت ۶ "عذرا او نذرا" میں او واو کے معنیٰ میں ہے، (طیبی) تیسرا یہ کہ او بل کے معنیٰ میں ہو اب مطلب ہوگا کہ عمل کرے بلکہ دوسرے عمل پیرا ہونے والوں تک بھی پہنچائے، وفی الكوكب "بل" اشارة الی الترقی من مرتبة الكمال الی منصّة التكميل" والاوّل اوجه قاله القاری و اشار اليه البيضاوی.

قلت انا. حضرت ابوھریرۃؓ نے فوراً ہاں کردی کہ تعلیم وتعمیل اور تبلیغ میں سے جہاں تک ہوسکے گا کوشش کریں گے۔ فاخذ بيدی: کمال توجہ اور اہتما کی وجہ سے ان کا ہاتھ تھام کر فرمایا... محرمات سے اجتناب، رضا بالقضا، حقوق وحدود، ایثار واحتیاط سب کچھ واضح فرمادیا۔

فائدۃ: معلوم ہوا بزرگی اتباع کا نام ہے ابتداع کا نہیں، پھر یہ صرف نوافل وتسبیحات تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ سے منسلک ہے، آج کل ادائیگی حدود واداء حقوق کی پرواہ نہیں کرتے، اسی طرح فرائض کی بجائے صرف نوافل میں بزرگی سمجھتے ہیں، یہ کج فہمی یا غلط فہمی ہے جب کہ محرّمات سے مکمل اجتناب نہ ہو وصول الی الحق نہیں ہوگا۔

١۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي المبَادَرَةِ بِالْعَمَلِ

نیک کام میں جلدی کرنے کے بیان میں

٥١٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ عَنْ مُحْرِزِبْنِ هَارُوْنَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ سَبْعاً، هَلْ تَنْظُرُوْنَ اِلَّا اِلَى فَقْرٍ مُنْسٍ، أَوْغِنًى مُطْغٍ، أَوْ مَرَضٍ مُفْسِدٍ أَوْهَرَمٍ مُفْنِدٍ أَوْمَوْتٍ مُجْهِزٍ أَوِالدَّجَّالِ فَشَرٌّ غَائِبٌ يُنْتَظَرُ أَوِالسَّاعَةِ؟ فَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ.

قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حسنٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحْرِزِبْنِ هَارُوْنَ، [وقد روى بشر بن عمر وغيره عَن محرز بن هارون هذا] وقد رَوَى مَعْمَرٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَمَّنْ سَمِعَ سَعِيْداً الْمَقْبُرِيَّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ [وقَالَ: تَنْتَظِرُوْنَ].

سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات چیزوں سے پہلے، اعمال میں سبقت کرو۔ کیا تم بھلا دینے والے فقر کے منتظر ہو؟ یا سرکش کر دینے والی امیری کے یا فاسد کردینے والی بیماری کے۔ یا بیوقوف اور مخبوط الحواس کردینے والے بڑھاپے کے۔ یا جلد اور اچانک آنے والی موت کے یا دجال کے منتظر ہو ایک پوشیدہ شر ہے جسکا انتظار کیا گیا ہے یا قیامت کے اور قیامت تو بہت سخت اور کڑوی چیز ہے"

یہ حدیث غریب حسن ہے ہم اسکو اعرج کی روایت صرف محرز بن ہارون کی روایت سے پہچانتے ہیں، معمر نے اس حدیث کو ایک شخص سے روایت کیا ہے جو سعید مقبری سے راوی ہیں اور وہ ابوہریرہ سے اسی کے مثل۔

تشریح: اس میں عبادت واطاعت اور اعمال واخلاق میں سبقت کا حکم وذکر ہے، تا کہ ہاتھ سے وقت نکل جانے پر نادم ہونے کی بجائے ابھی سے عامل ہوں، ورنہ آفات وبلیات گھیر لیتی ہیں، پھر چاہتے ہوئے بھی عمل نہیں ہوسکتا، منس، مطغ، مفسد، مفند باب افعال سے اسم فاعل کے صیغے ہیں، مجہز اسم مفعول اور فاعل دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے، فقیری ومجبوری سے عبادت کا ہوش بھی کھو بیٹھے، ایسی مالداری جو سرکشی اور طغیان وعصیان میں مبتلا کردے، الافنـاد ای الایقاع فی الفند بھول، کذب، میں ڈالنا ان آفات سے پہلے پہل طاعات میں لگ جائیں ورنہ ابتلاء وفتن مغلوب کردیں گے۔

٢۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي ذِكْرِ الْمَوْتِ

موت کی یاد کے بیان میں

٥١٦۔ حَدَّثَنَا محمودُبْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا الفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ يَعْنِي الْمَوْتَ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذا حديثٌ غريبٌ حسنٌ، وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ.

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو یاد کیا کرو'

یہ حدیث غریب حسن ہے۔اس باب میں ابی سعید سے روایت ہے۔

تشریح: هـاذم اللذات: ای القاطع ساری لذتوں کوختم کردینے والی، ابھی ممکنہ موانعات وخدشات کا ذکر تھا اب آخری اور حتمی چیز کا ذکر ہے جسکا دنیا میں انکار کرنے والا پیدا ہی نہیں ہوا، جوزندگی سے بڑھ کر یقینی اور اٹل ہے كما قال تعالىٰ: الذى خلق الموت والحياة ليبلوكم ايكم احسن عملا و كثير من الآيات و الروايات والواقعات.

۳۔بَابٌ بلاعنوان

۵۱۷۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،أخبرنا يَحْيَى بْنُ مُعِيْنٍ،أخبرنا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ،حدثني عَبْدُاللّٰهِ بْنُ بَحِيْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ هَانِئاً مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ: كَانَ عُثْمَانُ إِذَا وَقَفَ عَلَى قَبْرٍ بَكَى حَتَّى يَبُلَّ لِحْيَتَهُ،فَقِيْلَ لَهُ تُذْكَرُ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَا تَبْكِي وَتَبْكِي مِنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ، فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ،وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَارَأَيْتُ مَنْظَراً قَطُّ إِلَّا وَالْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ.

قَالَ هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هِشَامِ بنِ يُوْسُفَ.

''سیدنا عثمانؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ ان کی ڈاڑھی تر ہوجاتی۔عرض کیا گیا کہ جنت اور دوزخ کے تذکرہ سے اتنا نہیں روتے جتنا قبر سے روتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، اگر کوئی اس سے نجات پا گیا تو اسکے بعد کے مراحل اس سے آسان تر ہیں اور اگر اسی سے نجات نہ پائی تو بعد کا مرحلہ اس سے زیادہ دشوار ہے۔نیز حضرت عثمانؓ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں نے جتنے منظر بھی دیکھے قبر کا منظر سب سے زیادہ ہیبت ناک اور ڈراؤنا تھا''

یہ حدیث حسن غریب ہے،ہم اسکو صرف ہشام بن یوسف کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

تشریح: انسان موت کے حلق سے اترتے ہی قبر کے پیٹ میں جا سماتا ہے،اس لئے موت کے بعد اسی کا ذکر ہے،

كان عثمان اذا وقف على قبر بكى: سوال: سیدنا عثمانؓ تذکرہ قبر اور منظر قبر سے بہت روتے.....اس پر یہ سوال وارد ہوسکتا ہے کہ مبشر بالجنۃ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، بارہا بشارتیں سن چکے تھے پھر کیوں روتے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ضغطہ قبر اور اس کی وحشت سے روتے تھے، جنت تو یقیناً ملے گی بہر حال قبر کی تنہائی تو ہے ہی، اسی وجہ سے کثرت سے روتے،اس سے قوی جواب یہ ہے کہ غلبہ خوف کی وجہ سے روتے تھے اور یہی شان ہے مقبولوں کی جتنا اللہ سے قرب زیادہ ہوتا ہے امید کے ساتھ ساتھ خوف بھی زیادہ ہوتا ہے، حضرت ابوبکرؓ کا یہ کہنا کہ کاش میں ایک گھاس ہوتا جو کاٹ دی جاتی، حضرت ابوذرؓ کا قول باب ۷ میں آرہا ہے اخیر وقت میں حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے عبداللہؓ سے فرمایا مجھے زمین پر رکھ دو.. یہ سب غلبہ خوف

کی باتیں ہیں جو قبر دیکھنے پر چھلک پڑتیں اور آنسوں سے داڑھی و دامن مبارک تک بھی کبھی تر ہو جاتے اور اپنے آپ سے فرماتے :فان تنج من ذی عظیمة وآلا فانی لا اخالک ناجیا . کاش تو اس گھبراہٹ سے نجات پائے ورنہ میں تجھے نجات پانے والا خیال نہیں کرتا۔

ان القبر اول منزل...: منازل آخرت متعدد ہیں، قبروں سے اٹھنا، میدان حشر، عرض و پیشی، میزان اور وزن اعمال، پل صراط سے گزرنا...ان میں پہلی منزل قبر ہے جسے برزخ سے بھی تعبیر کرتے ہیں، اسی میں کامیابی اور نجات سے بعد کی تمام منازل سہل ہوتی جائیں گی، وان لم ینج منه فما بعده اشدمنه: قبر کی سختیاں دوزخ کے عذاب کا پیش خیمہ اور نمونہ ہیں اگر اس سے نجات پائی تو بہتر ورنہ آگے عذاب شدید تر ہوگا،

سوال: آیات واحادیث سے مستنبط ضابطہ ہے کہ تکالیف ومصائب مؤمن کے گناہوں کیلئے کفارہ اور طہارت وصفائی اور مغفرت و بخشش کا سبب ہیں، اس اصول کے تحت عذاب قبر مابعد کیلئے کفارہ قرار پائے تو بعد کی منازل آسان ہوں نہ یہ کہ سخت ترین؟

جواب: ا۔ یہ حکم کفار کیلئے ہے اور ظاہر ہے ان کیلئے شدت ہی ہوتی رہے گی۔

۲۔ وانت خبیر بأن مقتضی القواعد هو الجواب الثانی لانّ القبر حفرة من حفر النار، فمن لم ینج من الاوّل لا بدّ ان یقع فی الثانی، وهو الاشدّ کمافی قوله تعالی: النار یعرضون علیها غدوّا وعشیا ویوم تقوم الساعة أدخلوا آل فرعون اشدّ العذاب. دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ مؤمن کی اگر تطہیر وصفائی اور نجات عذاب قبر سے نہ ہوئی تو دوزخ میں عذاب اس سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ اللهم قنا عذاب القبر واحفظنا من النار وادخلنا الجنة مع الابرار.

٤۔ بَابُ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ

جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں

۵۱۸۔ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، أخبرنا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَساً يُحَدِّثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ.

قَالَ وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَ أَبِي مُوْسَى وَأَنَسٍ ، قَالَ حَدِيْثُ عُبَادَةَ حَدِيْثٌ حسنٌ صحيحٌ .

سیدنا عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں، جو اللہ کی ملاقات سے نفرت کرتا ہے، اللہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں''

اس باب میں ابو ہریرہؓ عائشہ، ابو موسیٰ اور انس سے روایات ہیں، حدیث عبادہ صحیح ہے۔

تشریح: من احب لقاء الله ....: یعنی جو شخص آخرت کی طرف متوجہ اور فکر مند رہتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ملنا ہی چاہتا ہے حالانکہ ایک دن پیش تو ہونا ہے، جب اس کی یہ حالت ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی توفیق ونصرت کے ساتھ اس کی طرف نظر کرم فرماتے ہیں، کیونکہ آخرت کی تیاری کرنے کا مطلب ہی یہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ومغفرت چاہتا ہے، اور اگر اتنا دنیا میں منہمک اور مشغول ہے کہ بھول کر بھی قبر وآخرت کا خیال تک نہیں آتا تو مطلب یہ ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ملنا ہی نہیں چاہتا حالانکہ ایک دن پیش تو

ہوتا ہے، جب اس کی یہ حالت ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی خصوصی توجہ نہیں فرماتے۔ باقی موت کی شدت وحشت کا طبعی خوف اس کے منافی نہیں کہ موت سے کسی حد تک خوف زدہ تو انسان ہوتا ہی ہے، ہاں مقبولین وواصلین رب تو لقاء ربانی کی فرط شوق میں اسی کے انتظار میں ہوتے ہیں جیسے حدیث پاک میں "تحفة المؤمن الموت" فرمایا گیا یقینا جو چیز محب کو محبوب ومقصود سے ملادے اس سے بڑھ کر کیا تحفہ ہوگا، یہی حال موت کا ہے کہ لقاء عبد ورب میں آڑ ہے۔

٥- بَابُ مَاجَاءَ فِي إِنْذَارِ النَّبِيِّ ﷺ قَوْمَهُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قوم کو ڈرانے کے بیان میں

٥١٩- حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْعَثِ أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ العجلی، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ" وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (الشعراء ٢١٤) "قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: يَا صَفِيَّةُ بِنْتُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئاً، سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ. قَالَ: وفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي مُوسَى، قَالَ: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غريبٌ. وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ [مرسلاً ولم يذكر فيه عن عائشة].

"سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی۔" آپ ڈرایئے اپنے کنبے کو" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبدالمطلب کی بیٹی صفیہؓ اور اے محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ اور اے بنی عبدالمطلب میں اللہ سے تمہارے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتا، ہاں تم میرے مال میں سے جتنا چاہو مانگ لو"

اس باب میں ابو ہریرہؓ ابن عباس اور ابو موسیٰ سے روایات ہیں، حدیث عائشہ حسن ہے، بعض نے اس کو ہشام بن عروہ سے جو اپنے والد سے راوی ہیں۔ اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

تشریح: ابواب الزهد میں ایسے اعمال کا تذکرہ ہے جس سے انسان کی توجہ آخرت کی طرف ہو اور دنیا سے تعلق کم ہو کیونکہ جو چیزیں صرف دنیا میں اور دنیا کیلئے ہوں کل آخرت میں وہ مفید نہ ہوں گی، ارشاد ہے: یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم (الشعراء ۸۸، ۸۹) اسی مناسبت سے ذکر فرمایا کہ نسب بھلے جتنا بھی اونچا ہو اپنے اعمال وایمان کی پونجی کے بغیر مفید نہ ہوگا۔

یا فاطمۃ: اس پر بعض نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ دیگر بنات وازواج مطہرات کا ذکر کیوں نہیں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل آپؐ نے سب کو سمجھایا تھا خطاب میں نام سیدہ فاطمہؓ اور بعض دیگر کا لیا کہ عموماً خطاب میں جملہ حاضرین ومخاطبین کا نام نہیں لیا جاتا بلکہ کسی ایک دو کا نام لیا جاتا ہے اور مقصود سب کو متوجہ کرنا ہوتا ہے، باقی یہ روایت شفاعت نبویؐ کے منافی ومعارض نہیں اس لئے کہ شفاعت تو رفع درجات اور نجات کاملہ کیلئے ایمان کی شرط کے ساتھ ہوگی، اس لئے نفس ایمان نہ ہونے کی صورت میں شفاعت کا کامل فائدہ نہ ہوگا، بصورت تسلیم یہ کہا جائیگا کہ یہ فرمانا شفاعت کی اجازت وبشارت کے علم سے پہلے تھا، سلونی من مالی ماشئتم: دنیا میں تو جو مطالبہ ہو کر لو حتی المقدور میں پورا کردوں گا باقی وہاں تو اجازت وامر الٰہی کے بغیر کچھ نہ ہو سکے گا۔

٦۔ بَابُ مَاجَاءَ فِى فَضْلِ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ کے ڈر سے رونے کی فضیلت کے بیان میں

٥٢٠۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْمَسْعُوْدِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِى الضَّرْعِ، وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ

قَالَ وفى البَابِ عَنْ أَبِى رَيْحَانَةَ وَابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ هٰذَاحَدِيْثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ هُوَ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ مدنى ثِقَةٌ، رَوَى عَنْهُ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ.

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے خوف سے رویا وہ دوزخ میں اس وقت تک داخل نہ ہوگا جب تک نکلا ہوا دودھ تھنوں میں واپس نہ چلا جائے اور اللہ کے راستے کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوسکتا" اس باب میں ابی ریحانہ اور ابن عباس سے روایت ہے، یہ حدیث صحیح ہے، محمد بن عبدالرحمٰن مولی آل طلحہ ہیں، مدنی ہیں شعبہؒ اور سفیان ثوریؒ نے ان سے روایت لی ہے۔

٧ ۔ بَابُ فِى قَوْلِ النَّبِىِّ ﷺ "لَوْتَعْلَمُوْنَ مَاأَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو بہت کم ہنستے"

٥٢١۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ مُوَرِّقٍ، عَنْ أَبِى ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنِّى أَرٰى مَالَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ، أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ، مَافِيْهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ لِلّٰهِ سَاجِداً، وَاللّٰهِ لَوْتَعْلَمُوْنَ مَاأَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً، وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ، وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ تَجْأَرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنِّى كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ، قَالَ أَبُوعِيسَى: وفى البَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأَبِى هُرَيْرَةَ وَابنِ عَبَّاسٍ وَأَنَسٍ.

قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غريبٌ، وَيُرْوَى مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ قَالَ: لَوَدِدْتُ أَنِّى كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ [وَيُرْوَى عَنْ أَبِى ذَرٍّ مَوْقُوْفاً].

"سیدنا ابی ذرؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایسی چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ باتیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچرایا اور اسکا چرچرانا حق ہے۔ اس میں چار انگلی برابر جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اللہ کے لئے اپنا سر سجدہ میں نہ رکھے ہوئے ہو، اللہ کی قسم اگر تم لوگ وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ اور عورتوں سے اپنے بستروں پر لذت نہ پاتے اور تم اپنے گھروں کو چھوڑ کر جنگلات کو نکل جاتے اور اللہ کے سامنے زار وقطار روتے گڑگڑاتے، میرا تو جی چاہتا ہے کہ میں ایک درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا"

اس باب میں عائشہ ابو ہریرہ ابن عباس اور انس سے روایت ہے، یہ حدیث حسن غریب اس طریق کے علاوہ دوسری روایت میں مذکور ہے۔ ابوذرؓ نے کہا میرا تو جی چاہتا ہے کہ میں ایک درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا یہ روایت ابوذرؓ سے موقوفاً بھی ہے۔

۵۲۲۔حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بنُ عَلِيٍّ الفَلَّاسُ ، حَدَّثَنَا عبدُالوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بنِ عَمْرٍو،عَن أَبِي سَلَمَةَ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : لَوْتَعْلَمُوْنَ مَاأَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً . هذا حديثٌ صحيحٌ .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو ہنستے کم اور روتے زیادہ'' یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: حتی یعود اللبن فی الضرع: یہ تعلیق بالمحال کے قبیل سے ہے یعنی کسی ایسی چیز سے معلق کرنا جو ناممکن ہو کما فی قولہ تعالیٰ: ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سمّ الخیاط (اعراف ۴۰) وہ کفار جنت میں داخل نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے پار ہو۔

اطت السماء: یہ مثل فرّت باب ضرب اطیط سے مشتق ہے، اس کا معنی ہے چرچرانا، اونٹ کا آواز نکالنا، یہاں یہ سمجھانا مقصود ہے کہ آسمان خشیت الٰہی اور عبادت گذار ملائکہ کی کثرت سے چرچرایا اور آواز کی تو ہمیں بھی خشیت وعبادت اور زھد وتقویٰ اپنا اوڑھنا بچھونا بنانا چاہئے۔ کیونکہ آپ ''شب معراج'' میں نظارۃ دیکھ آئے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ادراک کامل عطا فرمایا، اس لئے فرمایا کہ میرا وہ بصیرت وبصر سے دیکھا ہوا سب کچھ تمہارے علم ومشاھدہ میں ہو تو تبسم وتلذذ تو کجا ان کا خیال وتصور بھی نہ کر پاؤ اور جنگلات وصعدات میں نکل جاؤ۔ دونوں بابوں کا حاصل یہ ہے کہ کثرت ضحک کی بجائے خوف وخشیت میں رہیں کہ اسی میں حفاظت ونجات اور عافیت ہے۔

۸۔بابُ ماجاءَ مَنْ تَكَلَّمَ بالكلمةِ لِيُضحِكَ النَّاسَ

باتیں بنا کر لوگوں کو ہنسانے والے کی مذمت کے بیان میں

۵۲۳۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عَدِيٍّ،عَنْ محمَّدِ بنِ إِسْحَاقَ ،حدثني محمَّدُ بنُ إِبْرَاهِيمَ عَن عِيسَى بنِ طَلْحَةَ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :قَالَ رسولُ اللّٰه ﷺ :إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لَايَرَى بِهَا بَأْساً يَهْوِي بِهَاسَبْعِيْنَ خَرِيْفاًفِي النَّارِ قَالَ هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ من هذاالوَجْهِ .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان ایک بات کہتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ اس سے کچھ نقصان بھی ہوگا حالانکہ وہ اس کے سبب ستر سال تک دوزخ میں گرتا رہتا ہے'' یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے

۵۲۴۔حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن بشار،حَدَّثَنَا يَحْيَى بنُ سَعِيدٍ،حَدَّثَنَا بَهْزُ بنُ حَكِيمٍ ،حدثني أَبِي عَن جَدِّي قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يقولُ : وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ ،وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ .

قَالَ وفي البابِ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ .قَالَ: هذا حديثٌ حسنٌ .

''بہز بن حکیم کے دادا کہتے ہیں میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمارہے تھے۔ اس کیلئے ہلاکت ہے جو لوگوں کو

ہنسانے کیلئے بات کرتا ہے پھر جھوٹ بولتا ہے اس کیلئے ہلاکت ہے اس کے لئے ہلاکت''

اس باب میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: پہلے تو مطلقاً زیادہ ہنسنے سے احتیاط کا ذکر تھا کہ یہ پسندیدہ نہیں، اب بے جا، خلاف حقیقت اور لوگوں کو ہنسانے کیلئے باتیں گھڑنی کی ممانعت وحرمت کا ذکر ہے جسکا انجام بھیانک اور خطرناک ہوسکتا ہے، اس لئے محض مجلس بازی اور محفل گرم کرنے کیلئے غلط سلط اور جھوٹی کہانیاں اور باتیں نہ کہیں کہ اس سے زبان کا چٹخارا اور آخرت کا خسارہ ہے، امام بیہقیؒ نے روایت نقل کی ہے ''طوبی لمن امسک الفضل من لسانه، وانفق الفضل من ماله'' بشارت ہے اس شخص کیلئے جس نے اپنی زبان کو فضول گوئی سے روک لیا اور بچے ہوئے مال کو خرچ کردیا۔ ایمان والے کی خاموشی تدبر ہوتی ہے، نظر عبرت اور بول ذکر ہوتا ہے، اس لئے اپنی زندگی میں ''پہلے تولو پھر بولو'' پر ضرور عمل کرتے رہنا چاہیے۔

۹۔ بابٌ بلاعنوان

۵۲۵۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عبدِالْجَبَّارِ الْبَغْدَادِيُّ ،أخبرنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ: تُوُفِّيَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحابِهِ ،فقَالَ۔ يَعْنِي رَجُلٌ: أَبْشِرْبِالْجَنَّةِ، فقَالَ رَسُوْلُ الله ﷺ : أَوَلَاتَدْرِي فَلَعَلَّهُ تَكَلَّمَ فِيْمَا لَايُعْنِيهِ أَوْ بَخِلَ بِمَا لَايَنْقُصُهُ . قَالَ هذا حديثٌ غريبٌ .

''سیدنا انسؓ نے کہا صحابہ میں سے ایک شخص کی وفات ہوئی تو ایک شخص نے کہا تمہیں بہشت کی خوشخبری ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ممکن ہے اس نے فضول اور لغو باتوں میں دخل دیا ہو یا ایسی چیز میں بخل کیا ہو جو کم نہ ہوتی'' یہ حدیث غریب ہے۔

۵۲۶۔ حَدَّثَنَا أحمَدُ بنُ نَصْرٍ النَّيْسَابُوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قالُوا حَدَّثَنَا أبو مُسْهِرٍ عَن اسماعِيلَ بنِ عبدِاللهِ بنِ سَمَاعَةَ ،عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ، عَن قُرَّةَ ،عَنِ الزُّهْرِيِّ عَن أبي سَلَمَةَ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ الله ﷺ : مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَايُعْنِيهِ .قَالَ:هذا حديثٌ غريبٌ ،لانَعْرِفُهُ من حديثِ أبي سَلَمَةَ،عَن أبي هُرَيْرَةَ عَن النَّبيِّ ﷺ إلَّا من هذا الْوَجْهِ .

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے اسلام کی اچھائی اور عمدگی میں یہ بات داخل ہے کہ وہ فضول اور لایعنی چیزوں کو ترک کردے''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو ابوسلمہ کی روایت سے جو ابوہریرہ سے راوی ہیں صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

۵۲۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بنُ أَنَسٍ ،عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَن عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ الله ﷺ : إِنَّ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَايُعْنِيهِ . قَالَ أبوعِيسَى: وهَكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَن عَلِيِّ بنِ الْحُسَيْنِ، عَن النبيِّ ﷺ نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكٍ [مرسلاً وهذا عندنا أصح من حديث أبى سلمة عن أبى هريرة وعلى بن حسين لم يدرك على بن أبى طالب] .

''سیدنا علی بن حسین سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے اسلام کی عمدگی میں یہ

داخل ہے کہ وہ فضول اور لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے'' زہری کے متعدد تلامذہ نے زہری سے اسی طرح علی بن حسین سے روایت کیا ہے

۱۰ بابٌ فی قِلَّةِ الْکَلَامِ

کم بولنے کی فضیلت کے بیان میں

۵۲۸۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بنِ عَمْرٍو،حدثنی أَبِی عَنْ جَدِّی قَالَ: سَمِعْتُ بِلَالَ بنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِیَّ صَاحِبَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : اِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ مَايَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ فَيَكْتُبُ اللّٰهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ اِلَی يَوْمِ يَلْقَاهُ، وَاِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ مَايَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَابَلَغَتْ فَيَكْتُبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا سَخَطَهُ اِلَی يَوْمِ يَلْقَاهُ۔

قَالَ وفی البَابِ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ ،.قَالَ هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ ،وهٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو نَحْوَ هٰذَا ، قَالُوا عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ بِلَالِ بنِ الْحَارِثِ، وَرَوَی مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ عَنْ بِلَالِ بنِ الْحَارِثِ وَلَمْ يَذْكُرْ فيه عَنْ جَدِّهِ .

''سیدنا بلالؓ بن حارث مزنی صحابی رسول کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمارہے تھے تم میں سے کوئی اللہ کی خوشنودی کی بات کہتا ہے۔اس کی وجہ سے وہ جس درجہ کو پہنچ جاتا ہے اس کا اسے گمان نہیں ہوتا اس کیلئے اللہ رضامندی اس دن تک لکھ دیتے ہیں جس دن اسے اللہ کی ملاقات ہوگی۔اورتم میں سے کوئی دوسرا اللہ کو ناراض کردینے والی کوئی بات کہتا ہےاور جس حالت تک وہ پہونچ جاتی ہےاس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس پراپنی ناراضگی اس دن تک کیلئے لکھ دیتے ہیں جس دن وہ اللہ سے ملے گا''

اس باب میں ام حبیبہؓ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے، مختلف لوگوں سے محمد بن عمرو سے اسی طرح باپ اور دادا کے واسطہ سے، اس روایت کو بلال بن حارثؓ سے روایت کیا ہے، البتہ مالک بن انسؓ نے محمد بن عمرو سے اس حدیث کے لینے میں صرف باپ کا واسطہ ذکر کیا دادا کا نہیں۔

تشریح: یہ بھی سابقہ دوابواب کا تکملہ وتتمہ ہے کہ فضول وغلط گفتگو سے تومکمل اجتناب وپرہیز رہےاور بقدرضرورت کلام میں بھی کفایت واحتیاط ہوتا کہ ھلاکت وخجالت سے حفاظت رہے، اس لئے کہ بات انسان کے قابو میں اس وقت تک ہے جب تک لبوں سے نہیں نکلی، جب ایک بار منہ سے نکل گئی تو واپسی محال ہے، بالمآل انجام پر ملال ہے، فضول گو رہتا بدحال ہے۔قلت کلام کی اہمیت اورآفات لسان پر سلف وخلف نے متعدد کتابیں اور رسائل لکھے ہیں، اوراصحاب سلوک وتصوف نے''قلت طعام ، قلت منام، قلت کلام، قلت اختلاط مع الانام'' کے مجاھدوں میں اس کا خصوصا اہتمام فرمایااور سالکین کو ترغیب وترھیب سے سمجھایا، ذیل میں چندآفات لکھی جاتی ہیں یہ فہرست پیش نظر رہے تو بہت حدتک زبان کی آفتوں سے بچاؤ ہو، اس پر مزید بحث آخر میں باب ۶۸ میں بھی پڑھیں گے۔

۱۱۔باب ماجاء فی ھوان الدنیا علی اللہ

دنیا کا اللہ کے نزدیک کم قیمت ہونے کے بیان میں

۵۲۹۔حدثنا قتیبة، حدثنا عبدالحمید بن سلیمان، عن ابی حازم عن سھل بن سعد قال: قال رسول اللہ ﷺ: لو کانت الدنیا تعدل عند اللہ جناح بعوضة ما سقی کافرا منھا شربة ماء .

وفی الباب عن ابی ھریرة. قال ابوعیسی: ھذا حدیث صحیح غریب من ھذا الوجه .

''سیدنا سہل بن سعدؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قیمت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی اس سے نہ پلاتا''

اس باب میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، یہ حدیث صحیح، اس طریق سے غریب ہے۔

۵۳۰۔حدثنا سوید بن نصر، أخبرنا عبداللہ بن المبارک، عن مجالد، عن قیس بن ابی حازم، عن المستورد بن شداد قال: کنت مع الرکب الذین وقفوا مع رسول اللہ ﷺ علی السخلة المیتة، فقال رسول اللہ ﷺ: أترون ھذہ ھانت علی أھلھا حین ألقوھا؟ قالوا من ھوانھا ألقوھا یارسول اللہ، قال: الدنیا أھون علی اللہ من ھذہ علی أھلھا. وفی الباب عن جابر وابن عمر. قال ابوعیسی: حدیث المستورد حدیث حسن .

''سیدنا مستورد بن شدادؓ نے کہا میں ان سواروں کے ساتھ تھا جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے ایک مردار بچہ کے پاس ٹھہرے تھے آپ نے فرمایا کیا تم دیکھتے ہو کہ اپنے مالکوں کی نظر میں یہ اسوقت ذلیل وحقیر ہوگیا ہے جو ان لوگوں نے اس کو پھینک دیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ اسے اس کے گھر والوں نے ذلیل وبیکار اور مردار سمجھ کر ہی باہر پھینکا ہے، آپ نے فرمایا یہ دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل وبے وقعت ہے جتنا یہ اپنے مالکوں کے نزدیک ذلیل وبے وقعت ہے''

اس باب میں جابر اور ابن عمر سے روایت ہے، حدیث مستورد حسن ہے۔

۵۳۱۔حدثنا محمد بن حاتم المؤدب، أخبرنا علی بن ثابت، أخبرنا عبدالرحمن بن ثابت بن ثوبان، قال سمعت عطاء بن قرة، قال سمعت عبداللہ بن ضمرة، قال سمعت أبا ھریرة یقول: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: [ألا] إن الدنیا ملعونة ملعون ما فیھا إلا ذکر اللہ وما والاہ وعالم أو متعلم . ھذا حدیث حسن غریب .

''سیدنا ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمارہے تھے دنیا اللہ کی رحمت سے دور ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی اللہ کی رحمت سے دور ہے۔ مگر اللہ کا ذکر اور جس کو اللہ چاہے اور پسند کرے اور عالم یا طالب'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۵۳۲۔حدثنا محمد بن بشار، حدثنا یحیی بن سعید، حدثنا إسماعیل بن أبی خالد أخبرنی قیس بن أبی حازم، قال سمعت مستوردا أخا بنی فھر قال: قال رسول اللہ ﷺ: ما الدنیا فی الآخرة إلا مثل ما یجعل أحدکم

اِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَا ذَا تَرْجِعُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. [واسماعيل بن أبي خالديكنى أبا عبدالله ووالد قيس أبو حازم اسمه عبد بن عوف وهو من الصحابة].

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی قدر و مقدار کچھ نہیں ہے مگر اتنی کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے پھر دیکھے کہ انگلی میں کتنا پانی لگا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس باب میں دنیا کی حقارت اور بے قیمت ہونے کا ذکر ہے، دنیا ایسی چیز ہے کہ اللہ، احباء اللہ، اعداء اللہ سب کی دشمن ہے، اس طرح کہ اللہ کے راستے اور عبادت وطاعت پر اس کے بندوں کو نہیں آنے دیتی یہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی ہوئی کہ اس کے بندوں کو راہ راست پر نہیں آنے دیتی اور جو چیز غلام کو آقا کے در پر نہ آنے دے وہ اس کی دشمن ہوتی ہے، اللہ کے دوستوں کی دشمن اس طرح کہ آرائش وزیبائش اور مصنوعی بناوٹ کے ساتھ ان کے پاس آتی ہے اور انہیں اپنے جنگل میں پھنسا کر غفلت میں ڈالنے اور آخرت کی دائمی نعمتوں سے محروم کرنے کی کوشش کرتی ہے، اللہ کے دشمنوں کی بھی دشمن ہے اس طرح کہ انہیں اپنے فریب میں پھنسا کر اپنے خالق و مالک اور پروردگار و پالنہار سے باغی کردیا، غفلت کی تاریک کھائیوں میں گرادیا، پھر جب کوئی مصیبت آئی تو یہ چلتی بنی اور وہ تنہا ابتلاء وآلام اور عقاب وانتقام کا شکار ہوئے اور دائمی شقاوت ومحرومی ان کے حصے میں آئی یہ سب کھیل اسی دنیا کا تھا۔

دنیا کی تعریف، وجہ تسمیہ: الدنیا هی الغفلة من ذکره سبحانه تعالی (کوکب) دنیا وہ ہے جو اللہ کی یاد سے غفلت میں ڈالدے، یہی غفلت، معصیت، قسوت، نخوت ہوس کثرت ہے جو انسان کو لے ڈوبتی ہے جسکی عداوت کی ابھی تفصیل گذری۔

۱۔ دنیا بروزن فعلی، دنا یدنو دنوا باب نصر سے مشتق ہے، اس کا معنی ہے قریبی، لانها اقدم واقرب من العقبی والآخرة. کیونکہ آخرت کی بنسبت یہ قریب اور پہلے ہے اسی لئے دنیا کہتے ہیں۔

۲۔ یہ دنؤ یدنؤ دناءة باب کرم سے مشتق ہے، ذلیل وکمینہ ہونا، سمّی الدنیا لدنا ئته گھٹیاپن اور کمینگی کی وجہ سے دنیا کہلائی کہ یہ کمینی کسی کو نہیں چھوڑتی۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دنیا ہر اس چیز کا نام ہے ''جو یاد الٰہی سے غافل کردے'' بھلے جس بیس اور دیس میں ہو، اگر مال ودولت قرب الٰہی اور یاد الٰہی کا سبب ہے تو یہ نعمت ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کے پاس اور اگر دولت وحکومت اللہ تعالیٰ سے دوری اور غفلت ونخوت اور برائی کا سبب ہے تو یہ مذموم ہے جیسے نمرود وغیرہ، جب یہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت کا سبب ہے تو یہ گھٹیا و بے قیمت ہوئی اور طے شدہ اصول ہے اپنے دوست کو رذیل چیز نہیں دی جاتی اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو اس سے دور رکھتے ہیں، اگر مال دولت دیتے ہیں تو انہیں راہ حق میں خرچ کی خوب توفیق دیکر کامیابی سے ہمکنار کرتے ہیں، ہاں اپنے دشمنوں کو وافر دیتے ہیں، اپنوں کو اس سے دور رکھتے ہیں، حدیث پاک میں ہے ''انّ الله یحمی عبده المؤمن عن الدنیا کما یحمی احدکم المریض عن الماء'' اللہ مؤمن بندے کو دنیا سے ایسے بچاتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی ایک بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔

السخلة: بکری کا ناتواں بچہ، انّها اصغرها لا تفید من حیث شعرها ولا جلدها ولا غیر ذلک فهو انها ظاهر مثال میں بکری کے بچے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ کسی اعتبار سے بھی مفید نہیں نہ بال نہ کھال نہ کچھ اور تو اس کا گھٹیاپن بالکل ظاہر ہے، اسی طرح دنیا کہ اس پر کچھ اعتماد نہیں۔

ملعونة: ای مبغوضة و مبعدة من الله، اللہ سے دور اور دھتکاری ہوئی، جب یاد الٰہی سے بے خبری اور غفلت کا سبب ہے تو پھٹکار ودھتکار میں کیا تردد ہے، ہاں اللہ کی یاد یا جو اسے پسند ہوں اور پڑھنے پڑھانے والے، سابقہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ عالم ومتعلم سے مراد وہی علم ہے جو یاد الٰہی عبادت الٰہی اور محبت خدائی کا سبب ہو ورنہ جو اللہ کی یاد سے دور کرے ربوٰی ورشوت پر مجبور کرے وہ علم ہی نہیں۔

ما یجعل احدکم اصبعه فی الیم: دنیا کی ھوانت ودناءت کے ساتھ قلت کو بھی بیان فرمادیا کہ جس طرح اس کی کیفیت بدتر ہے اس کی کمیت بدترین ہے اور آخرت کے مقابلے قطرے کی حیثیت بھی نہیں کہ محدود ہے، مبغوض ہے، ملعون ہے، متروک ہے،

۱۲۔بَابُ مَاجَاءَ أَنَّ الدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

دنیا مؤمن کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کیلئے جنت ہے کے بیان میں

۵۳۳۔حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُالعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ العَلَاءِ بِنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَن أَبِیْهِ، عَن أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: الدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ، هذا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وفی الباب عَن عبدِاللّٰه بنِ عَمْرٍو

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مؤمن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس باب میں عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے۔

تشریح: اللہ اکبر! پہلے دنیا کی دناءت وقلت کو بیان فرمایا اب حدود وحرمت اور ممانعت کو واضح کیا جا رہا ہے کہ مؤمن دنیا میں مأمور ومحکوم اور محدود ہے شہوات وخواہشات اور ترجیحات وتعیلات میں آزاد نہیں بلکہ احکام شریعت کی شرعی کی حدود میں بند ہے، آنکھ، کان، زبان... اپنی مرضی سے نہیں رب کی مرضی کے مطابق استعمال کرسکتا ہے، لذات کی بجائے طاعات اور فضولیات کی بجائے مجاھدات کا پابند اور مکلف ہے، یوں سمجھ لیجئے کہ دنیا مؤمن کیلئے ایسی محدود ہے جیسے قیدی کیلئے جیل اور کافر کیلئے کھلی چوٹ، پھر آخرت میں دائمی نعمتیں ہوں گی۔

۱۳۔بَابُ مَاجَاءَ مَثَلُ الدُّنْیَا مِثْلُ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ

دنیا کی مثال چار شخصوں کی سی ہے کے بیان میں

۵۳۴۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ إِسْمَاعِیلَ، أخبرنا أَبُونُعَیْمٍ، أخبرنا عُبَادَةُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا یُوْنُسُ بْنُ خَبَّابٍ عَنْ سَعِیْدٍ الطَّائِیِّ أَبِی البَخْتَرِیِّ أَنَّهُ قَالَ حدثنی أبو كَبْشَةَ الأَنْمَارِیُّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: ثَلَاثٌ أُقْسِمُ عَلَیْهِنَّ وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِیْثاً فَاحْفَظُوْهُ. قَالَ مَانَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ، وَلَاظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلِمَةً صَبَرَعَلَیْهَا إِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ عِزًّا، وَلَافَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّافَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ بَابَ فَقْرٍ أَوْ كَلِمَةٍ نَحْوَهَا،

وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِیْثاً فَاحْفَظُوْهُ. فَقَالَ: إِنَّمَا الدُّنْیَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ: عَبْدٍرَزَقَهُ اللّٰهُ مَالاً وَعِلْماً فَهُوَ یَتَّقِی رَبَّهُ فِیْهِ وَیَصِلُ بِهِ رَحِمَهُ وَ یَعْلَمُ لِلّٰهِ فِیْهِ حَقًّا فَهٰذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ، وَعَبْدٍرَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْماً وَلَمْ یَرْزُقْهُ مَالاً فَهُوَ صَادِقُ النِّیَّةِ یَقُوْلُ: لَوْأَنَّ لِی

مَالاً لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالاً وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْماً يُخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ،لَايَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ،وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيهِ حَقًّا فَهُوَ بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ،وَعَبْدٍلَمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالاً وَلَاعِلْماً فَهُوَ يَقُولُ : لَوْأَنَّ لِي مَالاً لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ . قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

''سیدنا ابو کبشہ انماریؓ نے بیان کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمارہے تھے تین باتیں ہیں میں قسم کھا کر کہتا ہوں اور تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد کرلو، ا۔صدقہ وخیرات سے نہ کسی کا مال کم ہوا ہے اور نہ ہوگا ۲۔جس بندے پر ظلم کیا گیا اور اس نے اس پر صبر کیا تو ضرور اللہ تعالیٰ اسکی عزت میں ترقی دیگا جس، ۳۔بندے نے بھی سوال کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر محتاجی کا دروازہ کھولا۔یا اسکی مانند بات آپ نے فرمائی۔اب میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد کرلو۔دنیا چار شخصوں کے لئے ہے۔ا۔ایک بندہ تو ایسا ہے جسے اللہ نے مال دیا ہے اور علم بھی وہ اس میں اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے۔اور اسکے ذریعہ اپنے رشتہ داروں کیساتھ حسن سلوک کرتا ہے اور جانتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔یہ بندہ سب سے افضل رتبہ پر ہے۔۲۔ایک بندہ ایسا ہے جسے اللہ نے علم دیا ہے مال نہیں دیا یہ اپنی نیت میں سچا ہے یہ کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو اس میں سے فلاں فلاں عمل نیک کرتا یہ بندہ اپنی نیت کیساتھ ہے اور ان دونوں کا اجروثواب برابر ہے۔۳۔ایک بندہ ایسا ہے کہ اللہ نے اسے مال تو دیا ہے مگر علم نہیں دیا یہ اپنے مال میں لاعلمی سے بھٹکتا پھرتا ہے اس میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا اور نہ اسکے ذریعہ اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتا ہے اور نہ اسمیں اللہ تعالیٰ کا کوئی حق جانتا ہے تو یہ سب سے بدتر حالت میں ہے اور ایک بندہ ایسا ہے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ نے اسے علم دیا ہے اور نہ مال وہ کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو فلاں برے عمل کرتا تو یہ بھی اپنی نیت کیساتھ ہے اور دونوں کا وبال برابر ہے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اربعة نفر: پہلے تو دنیا کی دناءت اور اس میں منہمک ہونے والے کی ہلاکت کا ذکر تھا اب اس کا ذکر ہے کہ بنیاد انسان کا عزم وعمل ہے کتنے سارے مال ومتاع ہوتے ہوئے نیک عمل کرکے کامیاب ہوئے اور ہوتے رہیں گے،اور کتنے سارے باوجود محتاج ونادار ہونے کے بدنیتی کی وجہ سے ھلاک ہوئے، پہلے تین چیزوں کا ذکر پھر چار افراد واقسام کی تفصیل ہے،ثلاث: یہ تین امور قسم وتائید کے ساتھ اہتمام سے بیان فرمائے تاکہ بات دل میں بٹھالیں اور پلے باندھ لیں۔

ا۔اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کا مال کبھی کم نہیں ہوتا بلکہ ظاہری اور عددی کمی کو برکتوں اور مزید عنایت سے اللہ تعالیٰ پورا فرمادیتے ہیں بلکہ پہلے سے بڑھ کر عطا فرماتے ہیں ''یمحق اللّٰه الربوٰا ویربی الصدقات'' حضرت مفتی شفیعؒ فرماتے تھے کہ دو شخص ہم نے ناکام کبھی نہیں دیکھے ایک جس نے قرآن کو اپنے سینے سے لگایا پھر وہ محتاج ورسوا ہوا بھلے جنگل میں بھی ڈیرہ ڈالدیا اللہ تعالیٰ نے اس کی کفالت وحفاظت فرمائی،قرآن اپنی جگہ بھی بناتا ہے اور صاحب قرآن کی بھی، دوسرا وہ جس نے اللہ کیلئے مال خرچ کیا ہو پھر اس کا مال کم یا کالعدم ہوا ہو۔اس جملے میں بھی یہی فرمایا کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔

۲۔مظلوم جتنا صبر کرتا ہے اللہ اس کی عزت میں اضافہ کرتے ہیں۔

۳۔جس نے سوال کا دروازہ کھولا تو اللہ تعالیٰ اس پر محتاجی نادکا باب کھول دیتے ہیں، پھر ساری دنیا سے مانگ کر بھی پورا نہیں پڑتا

چارافراد کا ذکر: عبد رزقه الله مالا علما: ترکیب عبد اسم نکرہ موصوف، آگے جملہ فعلیہ اس کی صفت ہے، موصوف صفت مل کر ماقبل ''نفر'' سے بدل، اس ترکیب کے مطابق ''عبد'' مجرور ہوگا۔ دوسری ترکیب یہ ہے کہ مرکب توصیفی خبر ہے مبتدا محذوف احدھم کی، اعنی فعل محذوف کا مفعول بھی ہوسکتا ہے، رسم الخط پہلی دو ترکیبوں کے موافق ہے پہلا وہ شخص جسے حلال مال اور علم نافع نصیب ہوا، وہ ان کے حقوق کو ادا کرتا ہے، مال وعلم دونوں کے خرچ وانفاق میں کشادہ دلی اور فراخ دستی سے کام لیتا ہے چھپانے بچانے کی بجائے لٹانے لگانے میں سعادت سمجھتا ہے، یہ نعمتوں کے باغات اور اعلیٰ درجات میں ہوگا۔

عبد رزقه الله علما...: دوسرا وہ جسے علم نبوی عطا ہوا اس کی تعمیل وتبلیغ میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتا، جہد واخلاص سے گامزن اور مصروف عمل ہے، ہاں اس کے پاس مال نہیں لیکن حسن نیت ہے، ارادہ رکھتا ہے کہ اگر مجھے مال ملا تو اللہ کی راہ میں خرچ کرونگا علم وعمل اور حسن نیت کی وجہ سے یہ بھی نجات ودرجات اور اعلیٰ محلات میں ہوگا۔ حضرت تھانویؒ فرماتے تھے اگر میرے پاس مال آئے تو میں غیر منقسم ہندوستان کے ہر ضلع میں ایک ایک مدرسہ قائم کروں گا کہ لوگ قرآن وحدیث اور علوم نبوت سے بہرور ہوکر مستحق شفاعت وآبکوثر ہوں، ہمارے اہل علم کا طبقہ اکثر اسی صنف کا ہے مال نہ ہوتے ہوئے بھی حسن نیت کی بنا پر مراتب علیا پاسکتے ہیں۔

وعبد رزقه الله مالا ولم یرزقه علما: مال ملا علم نہیں اب جہالت ونادانی میں بھٹکتا اور بدکتا پھرتا ہے، لذات وشہوات کا خوگر اور فضولیات کا عادی ہوگیا ہے، اس کا کام غلط اور انجام بدتر ہے، یہ دوسرے کی ضد ہے، مال الارذال آفة الرجال.

عبد لم یرزقه مالا وعلما: مال ودولت اور علم شریعت دونوں سے بے بہرہ، لیکن بدترین نیت کی وجہ سے یہ بھی ناکاموں کی فہرست میں ہوا۔ اتنی بات ضرور ہے کہ بدعمل کرنے والے کا بوجھ زیادہ ہے بنسبت صرف بری نیت کرنے والے کے۔ اللھم اجعلنا من المفلحین ولا تجعلنا من الخاسرین.

۱۴۔بَابُ مَاجَاءَ فِی هَمِّ الدُّنیَا وَحُبِّهَا
دنیا کا غم اور اس کی محبت کے بیان میں

۵۳۵۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِیٍّ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ بَشِیرٍ أَبِی إِسْمَاعِیلَ عَنْ یَسَارٍ عَنْ طَارِقِ بنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ نَزَلَتْ بِهِ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ وَمَنْ نَزَلَتْ بِهِ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ فَیُوشِكُ اللّٰهُ لَهُ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ أَوْآجِلٍ، هٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ غَرِیبٌ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص پر فاقہ آیا پھر اس نے اس کو لوگوں سے بیان کیا۔ تو اس کا فاقہ بند نہیں ہوگا۔ اور جس کو فاقہ پہنچا اور اس نے اس کو اللہ ہی سے بیان کیا۔ پھر اُمید ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ جلدی یا دیر سے رزق نصیب کریں گے'' یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

۵۳۶۔حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَیْلَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أخبرنا سُفْیَانُ عَنِ الْمَنْصُورِ وَالْأَعْمَشِ عَنْ أَبِی وَائِلٍ قَالَ: جَاءَ مُعَاوِیَةُ إِلَی أَبِی هَاشِمِ بنِ عُتْبَةَ وَهُوَمَرِیضٌ یَعُودُهُ، فَقَالَ: یَاخَالُ مَایُبْکِیكَ؟ أَوَجَعٌ یُشْئِزُكَ أَوْحِرْصٌ عَلَی

الدُّنیا؟ قَالَ کُل لَا. وَلٰکِنْ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَہِدَ اِلَیَّ عَھْداً لَمْ آخُذْ بِہٖ. قَالَ: اِنَّمَا یَکْفِیْکَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْکَبٌ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ، وَأَجِدُنِی الْیَوْمَ قَدْ جَمَعْتُ.

قَالَ أَبُوعِیسَی: وقدرَوَاہُ زَائِدَۃُ وَعُبَیْدَۃُ بْنُ حُمَیْدٍ، عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِی وَائِلٍ، عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ سَھْمٍ قَالَ: دَخَلَ مُعَاوِیَۃُ عَلَی أَبِی ھَاشِمِ بْنِ عُتْبَۃَ، فَذَکَرَ نَحْوَہُ. وَفِی الْبَابِ عَنْ بُرَیْدَۃَ الْأَسْلَمِیِّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ.

"سیدنا معاویہؓ ابو ہاشمؓ کی عیادت کو آئے یہ بیمار تھے معاویہؓ نے ہاشمؓ کو کہا ماموں روتے کیوں ہو؟ آپ کو کوئی درد بیقرار کررہا ہے یا دنیا کا لالچ انہوں نے فرمایا کہ ان دونوں میں سے کوئی بات بھی نہیں۔ بلکہ میرے رونے کیوجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد مجھ سے لیا تھا میں اس پر قائم نہیں رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا تمہیں زیادہ مال جمع کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایک خادم اور اللہ کے راستہ میں سواری کا ایک جانور دنیا کی دولت سے بے نیاز کردینے کیلئے کافی ہے اور آج میں اپنے کو دیکھتا ہوں کہ میں نے جمع کرلیا ہے"

۔زائدہ اور عبیداللہ بن حمید نے اس کو منصور سے بواسطہ ابووائل سمرۃ بن سہم سے اس کو نقل کیا ہے۔ معاویہؓ ابو ہاشمؓ کے پاس آئے، اس باب میں بریدہ اسلمی سے روایت ہے۔

۵۳۷۔ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ، حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِیَّۃَ عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ سَعْدِ بْنِ الْاَخْرَمِ عَنْ أَبِیْہِ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لَا تَتَّخِذُوا الضَّیْعَۃَ فَتَرْغَبُوا فِی الدُّنْیَا. ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمینی جائداد زمینداری اور باغبانی وغیرہ مت لو کہ اس میں تم دنیا میں مائل ہوجاؤ گے" یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: ابو ھاشم بن عتبہؓ حضرت معاویۃؓ کے ماموں ہیں، فتح مکہ کے وقت مشرف باسلام ہوئے، زھادوالی زندگی اختیار کی اور اللہ سے لو لگالی، شام میں قیام پذیر ہوگئے تھے، اب بیماری میں ہیں اور باوجود زھد وقناعت کے چند درہموں پر رو پڑے کہ میرے پاس کیسے جمع رہے، واجد نی الیوم قد جمعتُ میں جسے مال جمع کرنا تعبیر فرمایا اور آنسو نہ تھمتے تھے کوکب میں ہے "وکانت عندہؓ دراھم ستۃ عشر" یہ سولہ درھم تھے، کذا فی اسد الغابۃ.

حضرات صحابہؓ کے بیسیوں واقعات ہیں، چنانچہ ابن ماجہ میں ہے " اشتکی سلمان فعادہ سعد، فراٰہ یبکی فقال لہ سعد: ما یبکیک یا اخی! ألیس قد صحبتَ لرسول اللہؐ. ألیس؟ ألیس؟ قال سلیمان: ماابکی واحدۃ من اثنتین، ما ابکی ضنّا للدنیا، ولا کراھیۃ للآخرۃ، لکن رسول اللہؐ عھد الیّ .....انہ ما ترک الا بضعۃ وعشرین درھما من نفقتہ کانت عندہ" یہ حال ہے نجوم الھدیٰ اور ھداۃ الدین کا کہ سولہ اور چوبیس درھم پاس ہونے پر رورہے ہیں ادھر ہم ہیں کہ سب کچھ ملنے پر بھی حرف شکر زبان پر لانے کی بجائے ہمارے پاس ہے ہی کیا کے نعرے لگاتے ہیں۔ پہلی حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ اپنی حاجت رب تعالیٰ کے سامنے پیش کریں، دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے ایک مصیبت ہی گلے پڑجاتی

ہے، اگر چہ قرض لینا اس سے مستثنی ہوگا کہ آپ ﷺ سے قرض لینا اور بڑھا کر عمدۃ ادا کرنا ثابت ہے۔ لا تتخذ والضیعة ای البساتین والمزرعة والقریة لأنا فی اخذ ها یحصل الحرص علی طلب الزیادة، والحاصل لا تتوغلوا فی اتخاذ الضیعة فتلهوا بها عن ذکر الله. باغات وزراعت میں زیادہ انہماک سے ایک حرص سی پیدا ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں انسان ایسا پھنستا ہے کہ یاد الٰہی سے دور سے دور ہوتا چلا جاتا ہے بقدر ضرورت وکفایت سے ممانعت نہیں، صاحب امانی الاحبار حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کا پر مغز مقولہ ہے "غرق الدنیا ضلالة وترک الدنیا جهالة" اس میں یہ اضافہ ہوسکتا ہے "وما بینهما عدالة" دنیا میں غرق ہونا گمراہی ہے، دنیا کو بالکل چھوڑ دینا جہالت ہے، درمیانی راہ انصاف ہے۔

۱۵۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی طولِ الْعُمرِ لِلْمُؤْمِنِ

طویل عمر والے مؤمن کے بیان میں

۵۳۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو کُرَیْبٍ، حَدَّثَنَا زَیْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ مُعَاوِیَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَیْسٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ: أَنَّ أَعْرَابِیًّا قَالَ یَارَسُولَ اللّٰهِ: مَنْ خَیْرُ النَّاسِ؟ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ.

وفی البَابِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ وَجَابِرٍ. قَالَ أبوعِیسَی: هذا حَدِیثٌ حَسَنٌ غَرِیبٌ من هَذَاالْوَجْهِ.

"سیدنا عبداللہ بن قیسؓ سے مروی ہے ایک اعرابی نے پوچھا یا رسول اللہ کون سا آدمی سب سے بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کی عمر لمبی اور عمل اچھا ہو"

اس باب میں ابو ہریرہ اور جابر سے روایت ہے، یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے۔

۵۳۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَیْدٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِی بَکْرَةَ عَنْ أَبِیهِ: أَنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُولَ اللّٰهِ أَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ. قَالَ فَأَیُّ النَّاسِ شَرٌّ؟ قَالَ: مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ. قَالَ أبو عِیسَی: هَذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ.

"ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ کون سا آدمی بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی عمر لمبی اور عمل اچھا ہو، اس نے کہا برا آدمی کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کی عمر لمبی اور عمل بد ہوں" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: باب ۱۶، باب ۱۷، باب ۱۸، ان ابواب میں وارد شدہ احادیث کا حاصل یہ ہے کہ طول اُمل کی بجائے حسن عمل اور کثرت عمل کی طرف زیادہ توجہ ہو جس کیلئے محدود وقلیل پونجی مختصر عمر ہے، امم سابقہ میں سینکڑوں، ہزاروں سال عمریں تھیں، جبکہ یہاں تو اکثریت ساٹھ سے ستر کے بیچ میں نمٹ اور منتقل ہو جاتی ہے، چنانچہ آپ ﷺ اکابر خلفاء اور کثیر علماء واولیاء کی رحلت ساٹھ اور ستر کے درمیان کی عمر میں ہوئی، امت سے مراد امت دعوت یعنی سب مراد ہیں۔ عن عبد الله بن قیس انّ اعرابیا: یاد رہے کہ یہ ولدیت میں غلطی ہے، عبداللہ بن قیس کی بجائے صحیح "عبد الله بن بسرؓ" ہے، چنانچہ مسند احمد ۱۸۸/۴ میں یہ حدیث موجود ہے اور وہاں عبد اللہ بن بسر المازنی ہی کی مسانید میں درج ہے، اسی طرح حافظ منذری نے الترغیب میں اور علامہ سیوطیؒ نے جامع صغیر میں اس حدیث کو درج کرنے کے بعد کہا ہے۔ رواه احمد والترمذی عن عبد الله بن بسر.

شارح مشکوۃ ملاعلی قاریؒ نے اس کی تشریح اس طرح کی ہے کہ دراصل عمر وعمل کے حوالے سے لوگوں کی چار اقسام ہیں، ۱۔ طویل العمر حسن العمل عمر لمبی عمل اچھا، ۲. طویل العمر سیئ العمل عمر لمبی عمل بد، ۳. قصیر العمر حسن العمل عمر چھوٹی عمل عمدہ، ۴. قصیر العمر سیئ العمل عمر چھوٹی عمل بد۔ پہلی دو میں خیر وشر اور حسن وقبیح دونوں بڑھ کر ہیں ان کا ذکر فرمادیا، آخری دو میں دونوں میں کمی ہے انہیں ذکر نہیں فرمایا۔ اصل بات یہ سمجھانا مقصود ہے کہ مطلقاً لمبی عمر پانا محمود ہے نہ مبغوض بنیاد عمل ہے، عمل اچھا تو لمبی عمر مفید و بہتر ہے ورنہ مزید اعمال نامہ سیاہ کرنے کا باعث ہے۔

لا تقوم الساعة حتى يتقارب الزمان: قيل: هو كناية عن قصر الاعمار وقلة البركة، قيل لكثر اهتمام الناس بالنوازل والشدائد والفتن لا يدرون كيف ينقضي ايامهم، والحق: انّ المراد نزع البركة من كل شئ حتى الزمان. پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد عمریں گھٹنا اور برکت کم ہونا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ لوگ ابتلاآت، مصائب اور فتنوں میں گھرے ہوئے ہوں گے انہیں نہ سوجھے گی کہ ایام حیات مستعار کیسے سر کریں، تیسرا قول یہ ہے کہ ہر چیز سے برکت اٹھنا مراد ہے حتی کہ وقت میں بھی برکت نہ رہے گی کہ گھنٹوں کا کام دنوں میں اور دنوں کا کام ہفتوں میں بھی نمٹ نہ پائیگا اور مشغولیت وافراتفری ایسی کہ سر کھجانے کی مہلت نہیں لیکن کام ہیں کہ جوں کے توں دھرے ہوئے ہیں، دور حاضر میں اس بات کو سمجھنا آفتاب نیم روز کی طرح آسان وواضح ہے، چوتھا قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد قرب قیامت ہے کہ قیامت قریب تر ہو جائیگی نہیں قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ دنیا کا زمانہ وعمر اس کے قریب ہو جائے، یہ بھی کہا گیا کہ شرّ و برائی کے اعتبار سے آخری زمانہ پہلے سے قریب تر بلکہ بدتر ہو جائیگا، جس طرح دور جاہلیت میں بعثت نبوی سے پہلے برائیاں عام تھیں اور خشکی تری میں ایک طوفان بدتمیزی بپا تھا، قرب قیامت بھی ایسا ہی ہوگا ولا بعد فيه كما فى قوله تعالىٰ " ظهر الفساد فى البرّ والبحر بما كسبت ايدى الناس" (الروم ۴۱)

حضرت ابن عمرؓ کو مخاطب کرکے پوری امت کو متنبہ خبردار اور مطلع فرمایا کہ کن امیدوں کے جال اور جنجال میں پھنس گئے اور لمبی لمبی سوچنے اور خیالات فاسدہ کے پل باندھنے لگے، حالانکہ کل کی خبر نہ پل کی خبر، نہ معلوم شام کو محلہ وبستی کے باسیوں میں نام ہوگا یا قبرستان والوں جیسا انجام ہوگا، پرائی زندگی کا بھروسہ اتنا بھی نہیں کہ اگلا سانس واپس آئیگا یا نہیں، اور امیدیں اتنی لمبی کہ آسمان سے بھی گذرنے لگیں یہ کہاں کا انصاف ہے محدود زندگی محدود امید وانتظام آخرت کی طویل ودائمی زندگی اسی قدر اہتمام وہاں ملے گا انعام ہوگا خوب اکرام اسی کے بارے میں ہے "والله يدعو الى دار السلام" یہ تفصیل امور دنیا میں ہے آخرت کیلئے علم وعمل ورع وتقوی، اتفاق، اخلاق کی امیدیں محمود ہیں، حضرت سفیان ثوریؒ کہتے ہیں "زھد امیدوں کے مختصر کرنے کا نام ہے، موٹا کھانے اور جبہ پہننے کا نام نہیں" (فضائل صدقات ۲/۵۴۷)

۱۶۔ باب مَاجَاءَ فِى فنَاءِ أَعمَارِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ مَابَيْنَ السِّتِّيْنَ إِلَى السَّبْعِيْنَ

اس بیان میں کہ اس امت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوں گی

۵۴۰۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ كَامِلٍ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :عُمْرُ أُمَّتِي مِنْ سِتِّيْنَ إِلَى سَبْعِيْنَ سَنَةً .
هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے لوگوں کی عمر ساٹھ سے ستر سال تک ہوگی'' یہ حدیث ابی صالح کی روایت سے حسن غریب ہے۔

۱۷۔بَابُ مَاجَاءَ فِي تَقَارُبِ الزَّمَنِ وَقِصَرِ الْأَمَلِ

زمانہ کا قریب ہونا اور امیدوں کے کم کرنے کے بیان میں

۵۴۱۔حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّوْرِيُّ،أخبرنا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ،أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ العمری عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتَكُوْنَ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ،وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ،وَتَكُوْنَ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ ،وَيَكُوْنَ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ،وَتَكُوْنَ السَّاعَةُ كَالضَّرْمَةِ بِالنَّارِ . قَالَ أَبوعِيسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَاالْوَجْهِ، وَسَعْدُ بْنُ سَعِيْدٍ هُوَ أَخُوْ يَحْيَى بنِ سَعِيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ .

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک زمانہ قریب نہ ہوجائے ۔سال مہینے کے مثل اور مہینہ ہفتہ کے مثل اور ہفتہ ایک دن کے مثل اور دن ایک گھڑی کے برابر ہوگا۔اور ایک گھڑی ایک دفعہ آگ بھڑکنے کے مثل ہوگی''

یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے،سعد بن سعید یحیٰ بن سعید انصاری کے بھائی ہیں۔

۱۸۔بَابُ مَاجَاءَ فِي قِصَرِ الْأَمَلِ

امیدوں کے کم کرنے کے بیان میں

۵۴۲۔حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ،حَدَّثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ،حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِبَعْضِ جَسَدِي قَالَ:كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْعَابِرُ سَبِيْلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ ،فَقَالَ لِي ابنُ عُمَرَ: إِذَا أَصْبَحْتَ فَلَاتُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالْمَسَاءِ ،وَإِذَا أَمْسَيْتَ فَلَاتُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالصَّبَاحِ،وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ قَبْلَ سَقَمِكَ،وَمِنْ حَيَاتِكَ قَبْلَ مَوْتِكَ،فَإِنَّكَ لَاتَدْرِي يَاعَبْدَاللّٰهِ مَااسْمُكَ غَدًا .

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ،أخبرنا حَمَّادُبْنُ زَيْدٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ مُجَاهِدٍعَنِ ابْنِ عُمَرَعَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. وَقَدْ رَوَى هٰذَاالْحَدِيْثَ الْأَعْمَشُ عَنْ مُجَاهِدٍعَنِ ابْنِ عُمَرَ[عَنِ النبی ﷺ]نَحْوَهُ .

''سیدنا ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کے ایک حصے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا دنیا میں یوں رہو گویا تم پردیسی ہو یا ایک رہ گزر اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرو، نیز آپ نے مجھے فرمایا اے ابن عمر جب تم صبح

کو اٹھو تو تم اپنے دل سے شام کی باتیں مت کرو۔اور جب شام تک زندہ رہو تو اپنے دل کو صبح کی خبر مت دو بیماری سے پہلے اپنی صحت میں سے کچھ لیلو۔اور مرنے سے پہلے زندگی سے کچھ لے لو۔اے عبداللہ تمہیں معلوم نہیں کہ کل تمہارا کیا نام ہوگا" حدیث سابق کی مثل اعمش نے بھی اس حدیث کو بواسطہ مجاہد ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔

٥٤٣ـ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ ،حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰه عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ،عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بنِ أَبِي بَكْرِ بنِ أَنَسٍ،عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰه ﷺ :هَذَا ابنُ آدَمَ وَهَذَا أَجَلُهُ،وَوَضَعَ يَدَهُ عِنْدَ قَفَاهُ ثُمَّ بَسَطَهَا فَقَالَ: وَثَمَّ أَمَلُهُ وَثَمَّ أَمَلُهُ . قَالَ أبوعِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .وفِي البَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ .

"سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آدم کا بیٹا ہے اور یہ اس کی موت، آپ نے اپنا دست مبارک گردن سے اوپر اپنے سر پر رکھا پھر ہاتھ پھیلا کر فرمایا اور اس کی امیدیں یہاں اور وہاں ہیں"

اس باب میں ابو سعید سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٥٤٤ـ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،حَدَّثَنَا أَبُومُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي السَّفَرِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو قَالَ: مَرَّ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَ نَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا.فَقَالَ: مَاهَذَا؟ فَقُلْنَا قَدْ وَهِيَ فنحن نُصْلِحُهُ ،فَقَالَ: مَاأَرَى الأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذَلِكَ .

قَالَ أبوعِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .وأبو السَّفَرِ[اسمه]سعيد بن مُحَمَّد،ويقَالَ ابن أحمدالثوري .

"سیدنا عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں ہم اپنے مٹی کے گھر کی مرمت کر رہے تھے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر گذر ہوا تو آپ نے فرمایا کیا کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا حضور یہ کمزور ہو گیا ہے ہم اسے ٹھیک کر رہے ہیں آپ نے فرمایا میں موت کو اس سے بھی جلد آنے والا دیکھ رہا ہوں"

یہ حدیث حسن صحیح ہے ابو السفر کا نام سعید بن محمد ہے، ابن احمد ثوری بھی کہا گیا ہے۔

١٩ـ بَابُ مَاجَاءَ أَنَّ فِتْنَةَ هَذِهِ الأُمَّةِ فِي المَالِ

اس بیان میں کہ اس امت کا فتنہ مال میں ہے

٥٤٥ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ،أخبرنا الحَسَنُ بنُ سَوَّارٍ،أخبرنا اللَّيْثُ بنُ سَعْدٍعَنْ مُعَاوِيَةَ بنِ صَالِحٍ أَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بنَ جُبَيْرِ بنِ نُفَيْرٍ،حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ كَعْبِ بنِ عِيَاضٍ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ :إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً وَفِتْنَةُ أُمَّتِي المَالُ .قَالَ أبوعِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ بنِ صَالِحٍ .

"سیدنا کعب بن عیاض نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرما رہے تھے ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہے، میری امت کا فتنہ مال ہے" یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ہم اس کو معاویہ بن صالح کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق وتعلیم اور تربیت وترقی آزمائش ہی کیلئے فرمائی ہے تاکہ نکھر کر سامنے آئے کہ کیا کرتا ہے،

رشاد ہے "الذی خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا، انّا ھدینہ السبیل اما شاکر او امّا کفورا" (الملک۲/الدھر۳) لنبلونّکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصّٰبرین (البقرۃ ۱۵۵) یہ سب ابتلاء وآزمائش اس لئے ہے تاکہ ہر فرد امت بردبار و پرہیزگار اور نیک وکار بنے، صبر کرے اجر پائے، اہمال کی بجائے اعمال میں لگے، خائب وخاسر نہ بنے بلکہ صابر شاکر رہے، تاریخ انسانیت میں مختلف افراد پر متعدد آزمائشیں آئیں جنہیں نصیبہ ور جھیل کر کامیاب وسرفراز ہوئے کہ ان میں سے بہت ساروں کے کام اور نام آج تک زندہ وجاوید ہیں، کسی کی آزمائش اولاد کے بارے میں، کسی کی سرکشوں کے مقابلے میں کسی کی بیماری میں، اسی طرح اس امت کیلئے حدیث باب میں فتنہ "مال" کو فرمایا "لانہ یمیل النفس الیہ بزخرفہ وخضرتہ وحلوتہ لمعہ وطمعہ" اسی مال کی وجہ سے تمرّ دوسرکشی، طغیان وعصیان، ظلم وعدوان، بخل وشح، اسراف وتبذیر، بغض وکینہ، بروکذب، تکاثر تکاسل، تغافل وتجاھل...کئی بیماریاں نمودار ہوتی ہیں الا من رحم ربّی! ان وجوھات کی بناپر اسے فتنہ فرمایا گیا بس مال وبندے کی نسبت ایسی ہے جیسے سفینہ وپانی کی، کشتی پانی کے بغیر چل ہی نہیں سکتی وہی پانی اگر کشتی کے اندر داخل ہوجائے تو ڈوب جاتی ہے، یہی حال انسان کا ہے کہ مال کے بغیر نماز، زکوۃ، حج، روزہ، انفاق وغیرہ ہو نہیں سکتے، ستر ڈھانپنے کیلئے کپڑا ہوگا تو نماز ہوگی وعلی ھذا القیاس دیگر اعمال وارکان اگر یہی مال دل میں گھس جائے تو انسان معاصی کے گہرے وتاریک سمندر میں غرقاب وھلاک ہوجاتا ہے، مال کو ضرور استعمال کریں لیکن کشتی کی طرح دل سے باھر باہر کسب مال تو ہو حبّ مال نہ ہو۔ واللہ اعلم! طمع و کثرت کی تو انتہا ہی نہیں اگلے باب میں یہی بیان ہے۔

۲۰۔ بابُ مَاجَاءَ "لَوْ كَانَ لابنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى ثَالِثاً"

اگر ابن آدم کے پاس دو وادیاں مال ودولت کی ہوں تو وہ تیسری کا طلبگار ہوگا

۵۴۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بنُ أَبِى زِيَادٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بنُ اِبْرَاهِيمَ بنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِى عَنْ صَالِحِ بنِ كَيْسَانَ، عَن ابنِ شِهَابٍ عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَوْكَانَ لابنِ آدَمَ وَادِياًمِنْ ذَهَبٍ لَأَحَبَّ أَنْ يَكُونَ لَهُ ثَانِياً وَلَا يَمْلأُ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ وَ يَتُوبُ اللهُ عَلَى مَنْ تَابَ،

وفى البَابِ عَنْ أُبَىِّ بنِ كَعْبٍ وَأَبِى سَعِيدٍ وَعَائِشَةَ وَابنِ الزُّبَيْرِوَأَبِى وَاقِدٍوَجَابِرٍوَابنِ عَبَّاسٍ وَأَبِى هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبوعِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَاالْوَجْهِ.

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کے پاس اگر سونے کی ایک وادی ہو البتہ وہ چاہیگا ایک وادی اس کیلئے اور ہو، اس کا منہ صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے، اور توبہ کرنے والے کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں"

اس باب میں ابی بن کعب، ابی سعید، عائشہ ابی الزبیر، ابی واقد، جابر ابن عباس اور ابو ہریرۃؓ سے روایت ہیں۔

یہ حدیث اس طریق سے حسن صحیح غریب ہے۔

۲۱ ۔باب مَاجَاءَ قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ

بوڑھے کا دل دو چیزوں کی محبت پر جوان رہتا ہے کے بیان میں

۵۴۷۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ،عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيْمٍ،عَنْ أَبِي صَالِحٍ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ:طُوْلِ الْحَيَاةِ وَكَثْرَةِ الْمَالِ.قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھے کا دل دو چیزوں کی محبت پر جوان ہوتا ہے،درازی عمر اور مال کی کثرت''

اس باب میں حضرت انس سے روایت ہے،یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۵۴۸۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ،عَنْ قَتَادَةَ،عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ :الْحِرْصُ عَلَى الْعُمْرِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ .قَالَ أَبُوعِيسَى: هَذَاحَدِيْثٌ صَحِيْحٌ .

''سیدنا انس بن مالک ؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم بوڑھا ہوتا ہے اور اس سے دو چیزیں جوان رہتی ہیں عمر کی لالچ مال کی لالچ'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: لا يملأ فاه اى لا يسدّ جوفه الطامع اس کا لالچی پیٹ بھرتا ہی نہیں طول الحياة و كثرة المال!١۔یہ دونوں مجرور ''اثنتین'' سے بدل ہیں،٢۔احدھما اور ثانیہما مبتدا محذوف کی خبر ہیں،٣۔اعنی،یعنی فعل محذوف کا مفعول تو رفع،نصب،جر تینوں اعراب درست ہوئے،متن میں رفع کو اختیار کیا گیا ہے۔ایک دانا کا قول: راقم کے یہاں ایک طویل العمر ضعیف نمازی تھے ایک دن بچے کھیل رہے تھے تو میں نے انہیں ڈانٹ دیا،اس پر وہ کہنے لگے..صاحب چھوڑ دو کھیلنے دو یہی عمر ہے،پھر تو مسائل ومشاغل کا ریلا ایسے گھیر لیگا کہ سانس لینے کی فرصت بھی نہ مل پائے گی،پھر کہا بچپن میں گھٹنوں پر بوجھ ہوتا ہے کہ بچہ خوب کھیل کود اور بھاگ دوڑ کرتا ہے،پھر جوانی میں کمر پر بوجھ بڑھاپے میں صرف زبان پر زور ہوتا ہے،کہ چلنے پھرنے اور کام کاج کے تو نہ رہے بس بیٹھے بیٹھے ڈانٹ پلاتے رہتے اور بات بات پر جھاڑ پلا دیتے ہیں،راقم اس میں اتنا اضافہ کرتا ہے کہ پھر جب زبان بھی لڑکھڑا جاتی ہے اور ساتھ چھوڑ دیتی ہے تو پھر خالی امیدیں ہی رہ جاتی ہیں،صادق ومصدوق ﷺ نے سچ فرمایا انسان بوڑھا ہو جاتا ہے (اس کا ظاہری نظام فیل ہو جاتا ہے) لیکن عمر و مال کی چاہت وامنگ پروان چڑھتی رہتی ہے،یہ اکثری قاعدہ ہے کلی نہیں۔

۲۲ ۔باب مَاجَاءَ فِي الزَّهَادَةِ فِي الدُّنْيَا

دنیا میں زہد اور بے رغبتی اختیار کرنے کے بیان میں

۵۴۹۔حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ،أخبرنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ،أخبرنا عَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ،أخبرنا يُوْنُسُ بْنُ حَلْبَسَ،عَنْ أَبِي إِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِي،عَنْ أَبِي ذَرٍّ،عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا لَيْسَتْ بِتَحْرِيْمِ الْحَلَالِ وَلَا إِضَاعَةِ الْمَالِ وَلَكِنَّ الزَّهَادَةَ فِي الدُّنْيَا أَنْ لَاتَكُوْنَ بِمَا فِي يَدَيْكَ أَوْثَقَ مِمَّا فِي يَدِاللّٰهِ،وَأَنْ تَكُوْنَ فِي ثَوَابِ الْمُصِيبَةِ إِذَا أَنْتَ أُصِبْتَ بِهَا أَرْغَبَ فِيْهَا لَوْأَنَّهَا أُبْقِيَتْ لَكَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَاحَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّامِنْ هَذَاالْوَجْهِ.أَبُوإِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيُّ اسْمُهُ عَائِذُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَعَمْرُوبْنُ وَاقِدٍ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ .

''سیدنا ابی ذر سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا سے بے رغبتی حلال کو حرام کرنے اور مال کو برباد کرنے کا نام نہیں بلکہ حقیقی زہد یہ ہے کہ اللہ کی قدرت پر بھروسہ تمہیں اپنے ہاتھوں کے مال پر نہ ہو۔اور جب کسی مصیبت میں مبتلا ہوتو تمہاری آرزو اس مصیبت کے ثواب وذوق میں ڈوبی ہوئی ہو۔اور تمہاری تمنا ہو کہ کاش یہ مصیبت میرے لئے باقی رہے، تاکہ درجات بلند ہوں اور سیئات معاف ہو''

یہ حدیث غریب ہے۔ہم اسکو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں ابوادریس کا نام عائذ اللہ بن عبداللہ ہے۔اور عمرو بن واقد منکر الحدیث ہے۔

۵۵۰۔حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ،أَخْبَرَنَا عَبْدُالصَّمَدِ بْنُ عَبْدِالْوَارِثِ ،أخبرنا حُرَيْثُ بْنُ السَّائِبِ،قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ حَدَّثَنِي حُمْرَانُ بْنُ أَبَانَ عَنْ عُثْمَانَ بنِ عَفَّانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هَذِهِ الْخِصَالِ:بَيْتٍ يَسْكُنُهُ،وَثَوْبٍ يُوَارِي عَوْرَتَهُ،وَجِلْفِ الْخُبْزِوَالْمَاءِ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هَذَاحَدِيثٌ صَحِيحٌ وَهُوَ حَدِيثُ حُرَيْثِ بنِ السَّائِبِ.وَسَمِعْتُ أَبَادَاوُدَسُلَيْمَانَ بنَ سَلْمٍ الْبَلْخِيَّ يَقُوْلُ: قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ: جِلْفُ الْخُبْزِ يَعْنِي لَيْسَ مَعَهُ إِدَامٌ.

''سیدنا عثمان بن عفان سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان چیزوں کے علاوہ کسی اور چیز میں انسان کا کوئی حس نہیں (۱) رہنے کیلئے ایک گھر (۲) بدن ڈھانکنے کے لئے کپڑا (۳) بغیر سالن کے روٹی (۴) اور پانی''

یہ حدیث صحیح ہے اور حریث بن سائب کے روایت ہے۔میں نے ابوداؤد سلیمان بن سلم بلخی سے سنا فرماتے تھے کہ نضر بن شمیل نے کہا جلف الخبز کا معنی سادہ روٹی جس کے ساتھ سالن نہ ہو۔

۵۵۱۔حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بنُ جَرِيْرٍ،حَدَّثَنَا شُعْبَةُ،عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ،عَن أَبِيْهِ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يَقُوْلُ: أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ.قَالَ:يَقُوْلُ ابنُ آدَمَ مَالِي مَالِي ،وَهَلْ لَكَ مِنْ مَالِكَ إِلَّا مَاتَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ ،أَوْأَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ ،أَوْلَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ .

قَالَ أبوعِيسَى: هَذَاحَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ .

''مطرف اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے۔آپ صلعم اس وقت فرما رہے تھے الھکم التکاثر ابن آدم کہتا ہے میرا مال میرا مال مگر تم نے جو صدقہ دے کہ جاری رکھا یا کھا کر فنا کردیا یا پہن کر پرانا کردیا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۵۵۲۔حَدَّثَنَا بندار مُحَمَّد بن بشار أَخْبَرَنَا عُمَرُبْنُ يُونُسَ اليمامي ،أَخْبَرَنَا عِكْرَمَةُ بْنُ عَمَّارٍ،أخبرنا شَدَّادُ بْنُ عَبْدِاللهِ ، قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُوْلُ:قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : يَاابنَ آدَمَ إِنَّكَ إِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خيرٌلَكَ،وَإِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّلَكَ،وَلَاتُلَامُ عَلَى كَفَافٍ وَابْدَأْبِمَنْ تَعُولُ،وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى.

قَالَ أبوعِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَشَدَّادُبْنُ عَبْدِاللهِ يُكْنَى أَبَا عَمَّارٍ.

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن آدم اگر تم ضرورت سے بچی ہوئی چیز دوسروں کو دیدیا کرو تو یہ تمہارے لئے اچھا ہے۔ اور اگر اس کو روک لو تو تمہارے لئے برا ہے۔ اور جتنی روزی تمہارے لئے ضروری ہو اتنے پر تم کو برا نہیں کہا جاتا اور دنیا پہلے اپنے اہل وعیال سے شروع کرو اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے اچھا ہوتا ہے‘‘

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور شداد بن عبداللہ کی کیفت ابوعمار ہے۔

۵۵۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هُبَيْرَةَ، عَنْ أَبِي تَمِيمٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصاً وَتَرُوْحُ بِطَاناً.

هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَأَبُوْ تَمِيمٍ الْجَيْشَانِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَالِكٍ.

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگ اللہ پر توکل کرتے جیسے اس کا حق ہے تو تم کو یقیناً روزی دی جاتی جس طرح پرندوں کو دی جاتی ہے۔ صبح کو خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں‘‘

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہم اس کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔ ابوتمیم جیشانی کا نام عبداللہ بن مالک ہے۔

۵۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ أَخَوَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ وَالْآخَرُ يَحْتَرِفُ، فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ. قَالَ أَبُوْعِيسَى: هذا حديث حسن صحيح.

’’سیدنا انس بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوتا اور دوسرا کاشتکاری کرتا تھا ایک دن کاشتکار بھائی نے رسول اللہ اپنے بھائی کی شکایت کی آپ نے فرمایا مجھے شاید کہ تم کو اسی کی وجہ روزی دی جاتی ہے‘‘

۵۵۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ، وَمَحْمُوْدُ بْنُ خِدَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي شُمَيْلَةَ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِحْصَنٍ الْخَطْمِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِناً فِي سِرْبِهِ، مُعَافًى فِي جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوْتُ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا.

هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مَرْوَانَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، وقوله حيزت: يعني جمعت. حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، أَخْبَرَنَا الْحُمَيْدِيُّ، أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ نَحْوَهُ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الدرداء

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صبح کی اس حال میں کہ اپنے گھر میں امن ہو۔ تندرست ہو اور اس کے پاس ایک دن کا کھانا ہو تو گویا اس کے لئے دنیا جمع کر دی گئی‘‘

یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسکو صرف مروان بن معاویہ کی روایت سے پہچانتے ہیں۔ محمد بن اسماعیل حمیدی، مروان بن معاویہ سے اس کے مثل مروی ہے۔

تشریح: یہ حدیث ابواب الزھد کے آغاز میں تعریفات زھد کے اندر گذر چکی ہے، حاصل یہ ہے کہ انسان نعمت و مصیبت

دونوں کو اپنے حق میں مفید اور موجب راحت بنا سکتا ہے، اس طرح کہ نعمت سے دنیا میں سہولت ہوئی جو مسرت وفرحت کا سبب ہے، نعمت ملنے پر خوش ہونا اور شکر بجالانا درست ہے، اسی طرح نقمت ومصیبت آنے پر صبر کرنا اس کا بھی حکم ہے اس میں خوشی کی چیز یہ ہے کہ کفارۂ سیئات، ترقی درجات اور مغفرت کا سبب ہے، تو مؤمن کیلئے تو نعمت ونقمت دونوں ہی مفید ہیں۔

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

اس لئے فرمایا تکلیف کے جانے کی بنسبت رہنا تجھے زیادہ مرغوب ہو کہ جانے سے ترقی درجات رک جائیگی، بھلے عارضی تکلیف ہو رہی ہے تو دائمی راحت ونجات کا سامان بھی تو ہو رہا ہے آگے باب ۴۶ میں وارد ہے انّ عظم الجزاء بعظم البلاء جتنی بڑی آزمائش اتنی بڑی جنت میں رہائش وآسائش اور اونچے درجات۔

لیس لابن ادم حق فی سوا هذه الخصال: حق سے مراد وہ ضرورت ہے جس کے بغیر زندگی بسر نہ ہو سکے، گھر، لباس، غذا کہ یہ انسان کی بنیادی ضرورت ہیں، آگے ان کا علاج وتدارک بھی بتادیا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو تو تمھیں پرندوں کی طرح کھلائے پلائے پہنائے اور راحت کی نیند سلائے چنانچہ سیدہ مریم، بنی اسرائیل، اصحاب کہف، صحابہ کرام (جنہیں ایک جہاد میں عنبر مچھلی کھلائی) اور بے شمار واقعات ہیں کہ آگ کے الاؤ میں، مچھلی کے پیٹ، دشمنوں کی لپیٹ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حفاظت اور حاجت روائی فرمائی

وهو یقول الهکم التکاثر: ای یفسر قولہ تعالیٰ راوی حدیث مطرف کے والد عبداللہ کہتے ہیں میں آپ ؐ کے پاس پہنچا تو آپ سورۃ التکاثر کی تفسیر فرما رہے تھے، کہ انسان قولاً، فعلاً، تفکراً مال کی کثرت وطلب میں لگا رہتا ہے حالانکہ اس کا ہے کتنا؟ صرف کھایا، پہنا اور ختم کر دیا ہاں جو صدقہ کیا وہ باقی رہا یعنی اس پر ملنے والا بدلہ وثواب دائمی اور افضل ہے فامضیت میں اسی طرف اشارہ ہے کہ جو مقدم کیا سو وہ تو محفوظ ہوا، باقی افنیت، ابلیت میں اشارہ ہے کہ یہ تو ختم کرنے والی بات ہے اس لئے اکل ولباس میں تو کفایت وقناعت سے کام لیں کہ ختم کرنا ہوا، ہاں اللہ کے راستے میں سخاوت کے ساتھ خرچ کر کہ یہی تیرے کام آئیگا اور رہیگا کما فی قولہ تعالیٰ **ما عندکم ینفدو ما عند الله باق ولنجزینّ الذین صبروا أجرهم بأحسن ماکانوا یعملون انّ الله لا یضیع اجر المحسنین** (نحل ۹۶، التوبہ ۱۲۰)

والآخر یحترف: ایک بھائی طالب علم تھا دوسرا کاشتکار، اس سے معلوم ہوا کسب وکمائی ممنوع نہیں ہے جیسے پرندوں کے توکل کی تعریف فرمائی، ہاں سبب کے طور پر دانہ چگنے تو وہ بھی جاتے ہیں، توکل تبطّل اور تعطّل کا نام نہیں بلکہ سبب اختیار کر کے نتیجہ اللہ کے سپرد، سبب اختیار کرنا درست ہے سبب پر یقین نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ سبب کے بغیر نہ ملے گا بلکہ اللہ تعالیٰ سبب سے بھی دیتے ہیں اور بغیر سبب کے بھی کہ محنت وشکایت کرنے والے سے فرمایا اسی کی برکت سے تجھے مل رہا ہے،

من اصبح منکم امنا فی سربه: ۱۔ سین اور را دونوں پر فتحہ کے ساتھ ای فی بیتہ جس نے پرامن صبح کی اپنے گھر میں، ۲۔ بکسر السین ای فی نفسہ سین کے نیچے زیر کے ساتھ جس نے پرامن صبح کی اپنے نفس میں، ۳۔ کسرہ کے ساتھ ایک معنی جماعت بھی ہے جس نے اطمینان بخش صبح کی اپنی جماعت یعنی اھل وعیال اور کنبہ میں۔ **کأنما حیّزت له الدنیا:** یہ حیازہ سے باب تفعیل فعل ماضی مجہول کا صیغہ ہے، اس کا لفظی معنیٰ ''الجمع والضم'' ملانا اور اکٹھا کرنا ہے، حاصل یہ ہے کہ ایسا پرامن شخص تو بادشاہ ہے گویا پوری دنیا اس

کیلئے سمیٹ دی گئی، کیونکہ جو ساری دنیا سمیٹنے کیلئے جتن کرتے ہیں وہ بھی تو اتنا ہی کھاتے ہیں، باقی مصائب وتفکرات کس کھاتے کے۔

۲۳۔بابُ مَاجَاءَ فی الکَفَافِ و الصَّبرِ عَلَیهِ

بقدر ضرورت روزی ملنا اور اس پر صبر کرنا

۵۵۶۔أخبرنا سُوَیْدُ بنُ نَصرٍ، أخبرنا عَبدُاللّٰهِ بنُ المُبَارَكِ، عَنْ یَحْیَی بنِ أیُّوبَ، عَن عُبَیدِاللّٰهِ بنِ زَحْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بنِ یَزِیْدَ، عَنِ الْقَاسِمِ أَبِی عَبدِالرَّحمٰنِ، عَنْ أَبِی أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اِنَّ أَغْبَطَ أَوْلِیَائِی عِنْدِی لَمُؤْمِنٌ خَفِیْفُ الْحَاذِ ذُوحَظٍّ مِنَ الصَّلوٰةِ، أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَأَطَاعَهُ فِی السِّرِّ، وَکَانَ غَامِضاً فِی النَّاسِ لایُشَارُ اِلَیهِ بالأصَابِعِ، وَکَانَ رِزْقُهُ کَفَافاً فَصَبَرَ عَلَی ذٰلِكَ. ثم نَقَرَ بِاِصبَعَیهِ فَقَالَ: عُجِّلَتْ مَنِیَّتُهُ قَلَّتْ بَوَاکِیهِ قَلَّ تُرَاثُهُ. وَبِهٰذَاالإسْنَادِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: عَرَضَ عَلَیَّ رَبِّی لِیَجْعَلَ لِی بَطْحَاءَ مَکَّةَ ذَهَباً. قُلْتُ: لَا یَارَبِّ، وَلٰکِنْ أَشْبَعُ یَوْماً وَأَجُوعُ یَوْماً۔أَوْقَالَ ثَلاثاً، أَوْ نَحوَ هٰذَا۔فَإِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ اِلَیكَ وَذَکَرْتُكَ، فَإِذَاشَبِعْتُ شَکَرْتُكَ وَحَمِدْتُكَ.

وفی البَابِ عَن فَضَالَةَ بنِ عُبَیْدِ القَاسِمِ. قَالَ: هذا حدیثٌ حسنٌ.

والقَاسِم هُوَ ابنُ عَبدِالرَّحمٰنِ وَیُکْنَی أَبَا عَبدِالرَّحمٰنِ، وَیَقَالُ أیضاً یکنی أبَا عبدالملك وَهُوَ مَوْلَی عَبدِالرَّحمٰنِ بنِ خَالِدبنِ یَزِیْدَ بنِ مُعَاوِیَةَ، وَهُوَ شَامِیٌّ ثِقَةٌ، وَعَلِیُّ بنُ یَزِیْدَیُضَعَّفُ فِی الْحَدِیْثِ وَیُکْنَی أَبَا عَبدِالمَلِكِ

''سیدنا ابی امامہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا میرے نزدیک اپنے دوستوں قابل میں سب نے زیادہ قابل رشک وہ ہے جو ہلکی پیٹھ والا ہو نماز میں سے اس کو حصہ ملا ہو اپنے پروردگار کی عبادت، حسن وخوبی سے سرانجام دیتا ہو تنہائی میں اس کی طرف انگلیاں نہ اٹھتی ہوں۔اس کی روزی بقدر ہو اور وہ کسی دوسرے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتا ہو پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے ما کر فرمایا اس کی موت نزدیک کردی گئی ہو۔اس کو رونے والی عورتیں کم ہوں اسکا ترکہ کم ہو۔نیز آپ نے فرمایا میرے پروردگار نے میرے سامنے پیش کیا کہ میں کہ کی وادی کو تمہارے واسطے سونا کردوں میں نے کہا نہیں ئے میرے پرودگار میں تو ایک دن کھاؤنگا اور دن بھوکا رہونگا تین دن یا اسی کی مثل بھا کا رہونگا تو تیرے حضور میں گڑگڑاؤنگا تیری طرف ماجزانہ رجوع ومتوجہ ہونگا اور تیرا ذکر کرونگا اور جب کھاؤنگا تو تیرا شکر وحمد کرونگا'' اس باب میں فضالہ بن عبید سے روایت ہے یہ حدیث حسن ہے قاسم سے مراد ابن عبدالرحمٰن ہیں انکی کفیت ابوعبدالوحمٰن ہے وہ عبدالرحمٰن بن خالد بن یزید بن معاویہ کے موئی ہیں شامی ہیں ثقہ ہیں علی بن زیدکو حدیث میں ضعیف کہا گیا ہے ابوعبدالملک انکی کفیت ہے،

۵۵۷۔حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بنُ مُحَمَّدٍالدُّوْرِیُّ، حَدَّثَنَا عَبدُاللّٰهِ بنُ یَزِیْدَالمُقرِیُّ، حَدَّثَنَا سَعِیْدُبنُ أَبِی أَیُّوبَ، عَنْ شُرَحْبِیلَ بنِ شَرِیْكٍ، عَنْ أَبِی عَبدِالرَّحمٰنِ الحُبلِیِّ، عَنْ عَبدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: قَدْأَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ کَفَافاً وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ. قَالَ: هذا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

''سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان ہوا اور اسکو بقدر ضرورت روزی دی گئی اور اس کو اللہ نے صبر وقناعت کی توفیق دی تو ایسا شخص کامیاب ہوا یہ حدیث حسن صحیح ہے

۵۵۸۔حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ بنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بنُ شُرَيْحٍ أَبُوهَانِيءٍ الْخَوْلَانِيُّ : أَنَّ أَبَا عَلِيٍّ عَمْرَو بنَ مَالِكٍ الْجَنْبِيَّ، أَخْبَرَهُ عَنْ فَضَالَةَ بنِ عُبَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: طُوبَى لِمَنْ هُدِيَ لِلْإِسْلَامِ وَكَانَ عَيْشُهُ كَفَافاً وَقَنِعَ .

قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حَدِيثٌ صحيحٌ .قَالَ وَأَبُو هَانِيءٍ الْخَوْلَانِيُّ اسْمُهُ حُمَيْدُبنُ هَانِيءٍ .

''سیدا فضالہ بن عبید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمارہے تھے اس شخص کے کیا کہنے ہیں جس کو اسلام کا راستہ دکھایا گیا اور اس کی زندگی کفایت والی گذری اور اس نے قناعت اختیار کی''

یہ حدیث صحیح ہے۔ابوہانی خولانی کا نام حمید بن ہانی ہے

تشریح: انّ اغبط اولیائی عندی: یہ غبطہ سے اسم تفضیل ہے، نہایت ہی قابل رشک ہے وہ سعادت مند...غبطہ وحسد میں فرق ہم زاد الطالبین اور مقامات سے پڑھتے آرہے ہیں، احسن عبادۃ ربّہ: یہاں بین السطور لکھا ہے ''تخصیص بعد التعمیم ''یعنی عبادت کا ذکر نماز کے ذکر کے بعد تعمیم کے بعد تخصیص ہے، اسی طرح شراح نے لیا ہے اور راقم نے بھی ذکر کردیا ہے تاکہ آپ کو فیصلہ کرنے میں آسانی اور شرح صدر ہو۔متن کو سامنے رکھ کر غور فرمایئے یہاں نیکی اور فرمانبرداری کے لئے تین لفظ ہیں، ۱۔ذو حظ من الصلاۃ، ۲۔احسن عبادۃ ربّہ، ۳۔ واطاعہ فی السرّ. ظاہر ہے نماز، عبادت، اطاعت میں سے پہلی چیز نماز خاص ہے اہم الارکان اور مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے مقدر مذکور ہوئی، پھر دیگر عبادات زکوۃ، حج، روزہ، ذکر، تسبیح کا ذکر ہوا، واطاعہ عطف تفسیری ہے احسن پر، یعنی خلوت اور نجی امور میں بھی اطاعت گذار ہے، تو احسن عبادۃ ربّہ تعمیم بعد التخصیص ہے، اس لئے کہ لفظ ''صلاۃ'' عبادۃ کے مقابلے میں خاص ہے، اسے تخصیص بعد التعمیم لکھنا سہو کاتب اور ذہول طالع ہے فتأمل واصلح ولاتکسل!

یہاں حسن عبادت سے اخلاص مراد ہے اور ظاہر ہے کسی بھی عبادت کی قبولیت تامہ کیلئے ''اتباع واخلاص'' دونوں ضروری ہیں، آگے خلوت وتنہائی کی اطاعت کا ذکر بھی قرینہ ہے کہ جسکا ظاہر وباطن، سرّ وعلانیہ اور خلوت وجلوت برابر ہو یہ اخلاص کی علامت ہے اور جس کی نماز بادشاہ (اور مقتدیوں) کے سامنے اور ہو اور تنہائی میں اور تو قابل اصلاح ہے، جیسے ''گلستان'' میں ہم نے پڑھا ہے کہ بیٹے نے کہہ دیا تھا باپ اگر کھانا دوبارہ کھانا ہے تو نماز بھی دوبارہ پڑھیں، جس طرح تکلف والا کھانا بھوک کیلئے کافی نہیں تو تصنّع والی نماز نجات کیلئے کیسے کافی ہوگی؟

ثم نقر بیدیہ: قال التوربشتی: ارید بہ ضرب الانملۃ علی الانملۃ، او ضربھا علی الارض کالمتقلل للشئ ، علامہ تورپشتیؒ کہتے ہیں اس سے مراد چٹکی بجانا یا زمین پر مارنا ہے جیسے کسی چیز کی قلت وسہولت بیان کرنے والا کرتا ہے، مصری نسخہ میں نقض بیدیہ ہے۔

لا یشار الیہ بالاصابع: یعنی شہرت وکثرت کی وجہ سے اس کی طرف انگلیاں نہ اٹھتی ہوں کہ وہ فلاں ایسا ایسا کہ اس سے بسا اوقات

عجب وتکبر اور ریاء پیدا ہوجاتا ہے جس سے انسان ھلاک ہوجاتا ہے، زیادہ ترقی کرنے والے اگر کوئی سنبھالنے والا نہ ہو تو بہت جلد ان چیزوں کا شکار ہوجاتے ہین الامن رحم ربی!

حدیث باب کا مصداق؟امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام میں ایسی لاتعداد شخصیات گذری ہیں کہ جنکی کان وکان خبر نہیں دیکھنے میں وہ معمولی لگتے حالانکہ عنداللہ مقبولین اور محبوبین تھے اور ہوتے رہیں گے، کوکب الدری کے حاشیہ میں شاہ عبدالغنی کی الانجاح کے حوالے سے لکھا ہے ''انّہ لم ینقل عنہ ما نقل عن غیرہ من الصحابۃ والتابعین وغیرھم من العبادات الکثیرۃ الشاقۃ، ومع ذلک ورد فی حقہ: لو وزن الصفات التی ذکرت فی الحدیث من کونہ خفیف الحاذ، وقلۃ الرزق، والغموض فی الناس والحظ فی الصلاۃ، وتعجیل المنیۃ، وقلّۃ التراث ، کانت فی الصدیق الأکبر علی وجہ الکمال. ان رب سیدۃ کے سرخیل اور سرتاج حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں، جن میں حدیث باب میں مذکورہ تمام صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

۲۴۔بَابُ مَاجَاءَ فِی فَضْلِ الْفَقْرِ

فقر کی فضیلت کے بیان میں

۵۵۹۔حَدَّثَنَامُحمدُبْنُ عَمْرِوبنِ نَبْهَانَ بنِ صَفْوَانَ الثَّقَفِیُّ الْبَصْرِیُّ،أَخْبَرَنَارَوْحُ بنُ أَسْلَمَ،أَخْبَرَنَا شَدَّادٌأَبُوطَلْحَةَ الرَّاسِبِیُّ، عَنْ أَبِی الْوَازِعِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ مُغَفَّلٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ ﷺ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ إِنِّی لَأُحِبُّكَ ،فَقَالَ لَهُ أُنْظُرْمَاتَقُوْلُ .قَالَ وَاللّٰهِ إِنِّی لَأُحِبُّكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ،قَالَ: اِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِی فَأَعِدَّ لِلْفَقْرِتِجْفَافاً ،فَإِنَّ الْفَقْرَأَسْرَعُ إِلَى مَنْ يُحِبُّنِی مِنَ السَّيْلِ إِلَى مُنْتَهَاهُ . حَدَّثَنَا نَصْرُبْنُ عَلِیٍّ،حَدَّثَنَا أَبِی،عَنْ شَدَّادٍأَبِی طَلْحَةَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ .

قَالَ أَبو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ ،وَأَبُو الْوَازِعِ الرَّاسِبِیُّ اسْمُهُ جَابِرُبْنُ عَمْرٍو ،وَهُوَ بَصْرِیٌّ .

''ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یارسول اللہ اللہ کی قسم آپ سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا سوچ کر کہو کیا کہتے ہو۔اس نے کہا اللہ کی قسم آپ سے محبت کرتا ہوں تین مرتبہ ایسا ہی کہا آپ نے فرمایا اگر تم مجھے محبوب رکھتے ہو تو فقر وفاقہ کیلئے تیاری کرلو کیونکہ فقر مجھ سے محبت کرنے والوں تک اس سے بھی جلدی پہنچتا ہے جتنا سیلاب انتہا کی طرف'' حدیث سابق کی مثل ہے، یہ حدیث حسن غریب ہے۔ابوالوازع واسبی کا نام جابر بن عمرو ہے۔یہ بصری ہیں۔

تشریح: یہاں سے چند ابواب میں امام ترمذیؒ فقر وفقراء کی فضیلت ودرجات کے متعلق احادیث ذکر کررہے ہیں جن میں نبیؐ اور صحابہ کے احوال ومعمولات اور کفایت وقناعت کی اعلی ترین تمثیلات وواقعات کا ذکر ہے۔یہاں یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ فقر وغنی میں سے افضل وبہتر کون ہے؟ آیات وروایات میں دونوں کی افضلیت کا تذکرہ ملتا ہے اس لئے اس میں چند اقوال ہیں۔

قول اول: فقر غنا سے افضل ہے، دلیل اگلے باب کی حدیث میں ہے''اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین یوم القیامۃ'' وجہ استدلال بالکل ظاہر ہے کہ جس چیز کو اپنے لئے حضورؐ نے طلب اور پسند فرمایا اس کے افضل

وبہتر ہونے میں کیا تأمل ہوسکتا ہے۔

قول ثانی: غنا افضل ہے، دلیل ''کاد الفقر ان یکون کفرا''اور دیگر وہ نصوص جن میں ناداری کی وجہ سے دین کو داؤ پر لگانے کا اندیشہ بیان ہوا ہے، اس لئے غنی شاکر افضل ہے۔

قول ثالث: کفاف افضل ہے دلیل باب سابق کی حدیث''قد افلح من اسلم ورزق کفافا وقنّعه الله''ہے، بقدر کفایت والے کو کامیاب کہا گیا ہے اور جس میں کامیابی ہو وہی افضل ہوگا، مزید یہ کہ''کفاف''فقر وغنا کے درمیان اعتدال والی حالت ہے تو خیر الامور اوسطھا کے تحت بھی اسی کی فضیلت معلوم ہوئی۔

قول رابع: افراد کے اختلاف سے حکم مختلف ہوگا منفق شاکر شخص کیلئے تو غنا افضل ہے اور صابر وقانع کیلئے فقر افضل ہے، اس قول میں دونوں قسم کی نصوص میں موافقت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قول خامس: توقف ہے کہ آیات وروایات دونوں طرح ہیں اس لئے''توقف''بہتر ہے جو جس حالت میں رہ کر اللہ تعالیٰ کو راضی کر رہا ہے وہ اسی کے حق میں بہتر ہے وحکی عن جمهور الصوفية ترجيح الفقرى الصابر (کوکب ۲۵۱/۳) جمہور صوفیہ سے قول اول کی ترجیح منقول ہے۔ یہ ساری تفصیل فقیر صابر اور غنی شاکر میں ہے۔

عرض راقم: اس مسئلہ میں اختصار کے ساتھ اقوال ودلائل ذکر ہوئے آپ نے ملاحظہ کر لئے، الحمد اللہ: وہ فقر جو انسان کو دنیا کی چمک دمک اور زیب وزینت سے مستغنی کر دے، وہ فقر جو انسان کو افتقار الی اللہ اور مناجات ربانی کی دولت سے مالا مال کر دے، وہ فقر جو انسان کو بلالؓ، عمارؓ، یاسرؓ، صہیبؓ، جلیبیب، جیسا بنا دے، یہ ساری دنیا کے خزانوں اور مال ودولت کے مال جانے سے یقیناً افضل ہے وہ فقر جو انسان کو اللہ رسول کا باغی بنا دے، وہ فقر جو انسان کے ہاتھ میں''کاسہ گدائی''تھما دے وہ فقر جو انسان کو ضمیر فروشی پر ڈال دے یہ برا ہے۔ وہ مال جو انسان میں نخوت ورعونت بھر دے، وہ مال جو انسان میں طغیان وعصیان کی ہوائیں چلا دے، وہ مال جو انسان کو راہ حق سے ہٹا کر فرعون وھامان بنا دے یہ مذموم ہے، وہ غنا جو انسان کو کسی کے سامنے دست درازی سے مستغنی کر دے، وہ مال جو انسان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کا سبب ہو، وہ دولت جو انسان کو انفاق وسخاوت سے اللہ کے قریب کر دے، وہ مال جو انسان کو عثمانؓ جیسا بنا دے یہ محمود ہے۔ الغرض مطلقاً فقر محمود ہے یہ غنا، اسی طرح علی الاطلاق غنا مذموم ہے نہ فقر بلکہ فیصلہ افراد کی استعداد پر ہے، مقصود محبت الٰہی ہے، جس کو جس راہ سے مل جائے وہ کامیاب، آنحضرت ﷺ سے قریب تر فقر ہی ہے۔

فقال انظر ما تقول: یہ آپ ﷺ نے غور وتدبر کیلئے فرمایا کہ میاں یہ چھوٹی بات نہیں یہ تو بہت بڑی بات اور بلند رتبہ ہے، محبت کے ساتھ اس کے لوازمات بھی ثابت ہوتے ہیں، مسلّم اصول ہے''اذا ثبت الشئ ثبت بلوازمه''جب کسی چیز کا وجود وثبوت ہوتا ہے تو وہ تمام لوازمات کے ساتھ ہوتا ہے، جب یہ کہہ رہا ہے تو پھر فقر وفاقہ کیلئے تیار ہوجا کہ جتنا اونچا رتبہ ہوتا ہے اتنی بڑی آزمائش ہوتی ہے، پھر سب سے بڑھ کر عنایت بھی ہوگی یہ سب غور کر لے۔ فاعد للفقر تجفافا: یہ اعداد باب افعال سے امر کا صیغہ ہے، تجفافا مثال تمثال بکسر التاهي، التجفاف: هو شئ يلبس على الخيل عند الحرب كأنّه درع، حاصل معنی زرہ ہے، اب ترجمہ ہوگیا فقر کے اوڑھنے بچھونے کیلئے تیار ہوجا اب تو تجھے فقر گھیرے رہے گا حتی کہ درجات علیا اور عمدہ محلات میں جا پہنچے۔

۲۵۔بَابُ مَاجَاءَ أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ

غریب مہاجرین مالدار مہاجرین سے پہلے جنت میں جائیں گے

۵۶۰۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْبَصْرِيُّ،أَخْبَرَنَا زِيَادُبْنُ عَبْدِاللّٰهِ،عَنِ الْأَعْمَشِ،عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :(فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِخَمْسِمِائَةِ عَامٍ .

وفي البَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو وَجَابِرٍ . قَالَ أبوعِيسَى: هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

''سیدنا ابی سعیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقیر مہاجرین مالدار مہاجرین سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے''

اس باب میں ابوہریرہؓ عبداللہ بن عمرو اور جابر سے روایات ہیں۔ یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے۔

۵۶۱۔حَدَّثَنَا عَبْدُالْأَعْلَى بْنُ وَاصِلٍ الْكُوْفِيُّ،أَخْبَرَنَا ثَابِتُ بْنُ مُحَمَّدٍالْعَابِدُالْكُوْفِيُّ،أَخْبَرَنَا الْحَارِثُ بْنُ النُّعْمَانِ أخبرنا اللَّيْثِيُّ عَن أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِيْناً وَأَمِتْنِي مِسْكِيْناً وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ:لِمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ؟قَالَ:إِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِأَرْبَعِيْنَ خَرِيْفاً،يَاعَائِشَةُ لَاتَرُدِّي الْمِسْكِيْنَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، يَا عَائِشَةُ أَحِبِّي الْمَسَاكِيْنَ وَقَرِّبِيهِمْ فَإِنَّ اللّٰهَ يُقَرِّبُكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

قَالَ أَبوعِيسَى: هذاحَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

''سیدنا انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ مجھے مسکین کی حالت میں نہ فات دے اور مسکینوں ہے کے زمرہ میں قیامت کے دن مجھے اٹھایئے سیدہ عائشہ صدیقہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ایسی دعا کیوں کرتے ہیں آپ نے فرمایا فقیر امیروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے اے عائشہ مسکین کا سوال رومت کرو۔ اگر کچھ نہیں تو آدھی کھجور ہی دے دیا کرو اے عائشہ مسکینوں سے محبت رکھو۔ ان کو اپنے قریب کرو۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں اپنے قریب کرے گا'' یہ حدیث غریب ہے۔

۵۶۲۔حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ،حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ،حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو،عَنْ أَبِي سَلَمَةَ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِنِصْفِ يَوْمٍ،وَهُوَ خَمْسُمِائَةِ عَامٍ، نِصْفِ يَوْمٍ.قَالَ: هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

''سیدنا ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غریب لوگ امیروں سے پانچ سو سال یعنی آدھا دن پہلے جنت میں جائیں گے'' یہ حدیث صحیح ہے۔

۵۶۳۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ،حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ،عَنْ مُحمدبنِ عَمْرٍو،عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِنِصْفِ يَوْمٍ،وَهُوَ خَمْسُمِائَةِ عَامٍ . وهذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غریب مسلمان امیر لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے''

٥٦٤ ـ حَدَّثَنَا العَبَّاسُ بنُ مُحَمَّدِ الدُّورِيُّ، وأَخبَرَنَا عَبدُاللّٰهِ بنُ يَزِيدَ المُقرِئُ، أَخبَرَنَا سَعِيدُ بنُ أَبِي أَيُّوبَ عَن عَمرِو بنِ جَابِرِ الحَضرَمِيِّ، عَن جَابِرِ بنِ عَبدِاللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: يَدخُلُ فُقَرَاءُ المُسلِمِينَ الجَنَّةَ قَبلَ أَغنِيَائِهِم بِأَربَعِينَ خَرِيفاً. هذا حديثٌ حسنٌ.

''سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقیر مسلمان مالداروں سے آدھادن پہلے جنت میں جائیں گے۔ اور وہ آدھادن پانچ سو برس کا ہے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے

تشریح: اس باب میں فقراء کی فضیلت اور جنت میں امراء سے پہلے داخل ہونے کا ذکر ہے، فقراء مہاجرین کا عنوان و بیان ان کی تقدیم ایمانی اور بے لوث قربانی کی وجہ سے ہے، حدیث ثانی اور رابع میں چالیس سال کا اور حدیث اول اور ثالث میں پانچ سو سال کا ذکر ہے۔

سوال: باب کی احادیث میں بظاہر تعارض ہے دو میں چالیس سال اور دو میں پانچ سو سال کا ذکر ہے، چالیس سال کا ذکر مسلم ۲؍۴۱۰ میں بھی ہے یہ فرق کیسا ہے؟

جواب: الظاهر انّ ذلک لیس تحدیدا، وانما المقصود بذلک بیان کثرة زمان قبلیتهم فی الدخول ـ کوکب الدری میں پہلا جواب یہ مذکور ہے کہ احادیث باب اور دیگر کتب حدیث میں واقع روایات میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ مقصود مطلقاً کثرت کا بیان ہے کہ فقراء اغنیا سے جنت میں بہت پہلے داخل ہوں گے، عدد کا ذکر کثرت کیلئے ہے تحدید و حد بندی کیلئے نہیں۔ ۲۔ آپ کو پہلے چالیس سال کی وحی ہوئی پھر پانچ سو سال وحی ہوا، تو وحی آنے کی مقدار کو اسی کے مطابق بیان فرمادیا۔ ۳۔ یہ اختلاف روایت فقراء کی کیفیت کے اختلاف کی بنا پر ہے جو فقیر شاکر صابر اعلی رتبے کا ہوگا وہ تو پانچ سو سال پہلے جائیگا اسی کو بعض احادیث میں نصف یوم یعنی آدھادن فرمایا کہ وہ دن ایک ہزار سال کا ہوگا پھر اس سے کم رتبے والا چالیس سال پہلے۔ ۴۔ چالیس سال اقل کا بیان ہے جو اکثر کے منافی نہیں بلکہ اسی میں داخل ہے۔ ان احادیث میں بھی فقر کی فضیلت کا صریح بیان ہے یہ جزئی فضیلت ہے اغنیاء کو بھی صدقات، بناء مساجد، صلہ رحمی، غربا پروری جیسی کئی فضیلتیں حاصل ہیں جو فقراء کو حاصل نہیں۔

٢٦ ـ بَابُ مَاجَاءَ فِي مَعِيشَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَهلِهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والوں کی گذراوقات کے بیان میں

٥٦٤ ـ حَدَّثَنَا أَحمَدُ بنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بنُ عَبَّادٍ المُهَلَّبِيُّ، عَن مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعبِيِّ، عَن مَسرُوقٍ قَالَ: دَخَلتُ عَلَى عَائِشَةَ فَدَعَت لِي بِطَعَامٍ وَقَالَت: مَاأَشبَعُ مِن طَعَامٍ فَأَشَاءُ أَن أَبكِي إِلَّا بَكَيتُ. قَالَ: قُلتُ لِمَ؟ قَالَت: أَذكُرُ الحَالَ الَّتِي فَارَقَ عَلَيهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الدُّنيَا، وَاللّٰهِ مَاشَبِعَ مِن خُبزٍ وَلَحمٍ مَرَّتَينِ فِي يَومٍ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هَذَا حديثٌ حسنٌ.

''مسروقؓ نے کہا میں عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میرے لئے کھانا منگوایا اور فرمایا جب کبھی کھانے سے میرا پیٹ بھرتا ہے۔ تو میری حالت یہ ہوتی ہے اگر میں رونا چاہوں تو رو پڑوں۔ میں نے کہا اس کی وجہ فرمایا میں اس حالت کو یاد کرتی ہوں۔ جس حالت میں رسول اللہ ﷺ نے دنیا کو چھوڑا اللہ کی قسم آپ نے ایک دن بھی دوبار پیٹ بھر کر روٹی اور گوشت نہیں کھایا'' یہ حدیث حسن ہے۔

٥٦٥ ـ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، أخبرنا أَبُو دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ يُحَدِّثُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَاشَبِعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَفِي الْبَابِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

''سیدۃ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو روز متواتر جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ یہاں تک کہ آپ کی روح قبض کی گئی'' اس باب میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے حدیث حسن صحیح ہے۔

٥٦٦ ـ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَاشَبِعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَأَهْلُهُ ثَلَاثاً تِبَاعاً مِنْ خُبْزِ الْبُرِّ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا. هٰذَا حَدِيْثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والوں نے کبھی مسلسل تین روز گیہوں کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا۔ یہاں تک کہ آپ دنیا سے رخصت ہوئے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٥٦٧ ـ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، أَخْبَرَنَا حَرِيْزُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُوْلُ: مَاكَانَ يَفْضُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خُبْزُ الشَّعِيْرِ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَيَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ هٰذَا كُوْفِيٌّ، وَأَبُو بُكَيْرٍ وَالِدُ يَحْيَى رَوَى لَهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بن بُكَيْرٍ مِصْرِيٌّ صَاحِبُ اللَّيْثِ.

''سیدنا ابوامامہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں سے کبھی جو کی روٹیاں نہ بچتی تھیں''

یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے۔

٥٦٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ، أَخْبَرَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَبِيتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِياً وَأَهْلُهُ لَايَجِدُوْنَ عَشَاءً، وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ، قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ مسلسل کئی راتیں سخت بھوک کی حالت میں گذار دیتے اور آپ کے گھر والوں کو شام کا کھانا بھی نہیں ملتا تھا۔ عام طور پر آپ کی روٹیاں جو کی ہوتی تھیں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٥٦٩ ـ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عِمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتاً. قَالَ أَبُوعِيسَى: هذاحديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تو آل محمد ﷺ کی روزی بقدر کفایت کیجئے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے

۵۷۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَدَّخِرُ شَيْئاً لِغَدٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ، غَيْرُ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلاً.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کل آئندہ کے لئے کوئی چیز جمع نہ کرتے تھے''

یہ حدیث غریب ہے۔ اور جعفر بن سلیمان کے علاوہ دوسری روایت سے مرسل بھی مروی ہے۔

۵۷۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَخْبَرَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: مَا أَكَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى خِوَانٍ وَلَا أَكَلَ خُبْزاً مُرَقَّقاً حَتَّى مَاتَ.

قَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے حضور ﷺ نے میز پر کھانا نہیں کھایا۔ اور نہ کبھی چپاتی کھائی ہے۔ یہاں تک کہ آپ فوت ہوئے'' یہ حدیث سعید بن ابی عروبہ کی روایت سے غریب ہے۔

۵۷۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أخبرنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الْحَنَفِيُّ، أخبرنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، هُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، أخبرنا أَبُو حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ قِيلَ لَهُ: أَكَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّقِيَّ يَعْنِي الْحُوَّارَى؟ فَقَالَ سَهْلٌ: مَا رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّقِيَّ حَتَّى لَقِيَ اللهَ. فَقِيلَ لَهُ: هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاخِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ. قِيلَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِالشَّعِيرِ؟ قَالَ: كُنَّا نَنْفُخُهُ فَيَطِيرُ مِنْهُ مَا طَارَ ثُمَّ نَثْرِيهِ فَنَعْجِنُهُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وقد رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ.

''سیدنا سہل بن سعدؓ سے مروی ہے ان سے دریافت کیا گیا کیا کبھی رسول اللہ نے میدہ کی روٹی بھی کھائی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور نے تو میدہ دیکھا بھی نہیں یہاں تک کہ آپ اللہ سے جا ملے۔ پھر دریافت کیا گیا کہ عہد نبوی میں آپ لوگوں کے پاس چھلنیاں بھی تھیں؟ فرمایا نہیں ہمارے پاس چھلنیاں نہ تھیں۔ پوچھا گیا کہ پھر آپ لوگ جو کے آٹے کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ فرمایا اسے پھونک دیتے تھے جو اڑ جاتا اڑ جاتا۔ پھر اسے گوندھ لیتے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے مالک بن انس نے بھی اسکو ابو حازم سے نقل کیا ہے۔

تشریح: رحمت دو عالم ﷺ اور دیگر پیشواؤں میں یہی فرق بین اور طرّہ امتیاز ہے کہ جو فرمایا وہ کر کے دکھایا نہ یہ کہ منشور طے کر کے کارکنوں کو پابند کر دیا اور خوما وراء و مستثنیٰ نہیں آپ ﷺ خود عمل پیرا ہوتے اور عمل کراتے، اس باب میں حضور ﷺ و امہات المؤمنین کا تذکرہ ہے، کہ کس طرح مشقتوں والی زندگی بسر کی۔ ما رئی رسول اللہ ﷺ النقی: آپ ﷺ نے بعثت کے بعد میدہ کھایا تو کجا دیکھا بھی نہیں۔

٢٧۔بَابُ مَاجَاءَ فِي مَعِيْشَةِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ
صحابہ کرام کے گذر اوقات کے بیان میں

٥٧٣۔حَدَّثَنَا عُمَرُبْنُ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُجَالِدِبْنِ سَعِيْدٍ،أَخْبَرَنَا أَبِي،عَنْ بَيَانٍ،عَنْ قَيْسٍ،قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُوْلُ : إِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ أَهْرَقَ دَماً فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ،وَإِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ،وَلَقَدْرَأَيْتُنِي أَغْزُوْفِي العِصَابَةِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ مَانَأْكُلُ إِلَّاوَرَقَ الشَّجَرِوَالْحُبْلَةِ،حَتّٰى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالْبَعِيْرُوَأَصْبَحَتْ بَنُوْأَسَدٍ يُعَزِّرُوْنَنِي فِي الدِّيْنِ،لَقَدْخِبْتُ إِذَنْ وَضَلَّ عَمَلِي.

قَالَ أَبُوعِيْسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ بَيَانٍ .

''سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہا میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں خون بہایا،اور میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں تیر پھینکا،میں نے اپنے آپ کو اس حال میں پایا ہے کہ میں اصحاب نبی کی جماعت کیساتھ جہاد کر رہا ہوں مگر کھانے کو کیا ملتا درختوں کے پتے اور خاردار جھاڑیوں کے پھل جس کے سبب ہمیں حاجت ہوتی تو ایسی جیسی بکریوں اور اونٹوں کو ہوتی ہے۔اب بنو اسد مجھے دین میں طعنہ دیتے ہیں اگر میں اسی لائق ہوں تو میں محروم ہوا،اور میرے اعمال بھی برباد ہوئے'' یہ حدیث حسن صحیح بیان کی روایت سے غریب ہے۔

٥٧٤۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ،حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَالِدٍ،حَدَّثَنِي قَيْسٌ قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ : إِنِّي أَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ،وَلَقَدْرَأَيْتُنَا نَغْزُوْمَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَمَالَنَاطَعَامٌ إِلَّاالْحُبْلَةَ وَ هٰذَا السَّمَرَ،حَتّٰى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ،ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُوْأَسَدٍتُعَزِّرُوْنِي فِي الدِّيْنِ لَقَدْخِبْتُ إِذَنْ وَضَلَّ عَمَلِي .قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَا حَدِيْثٌ حسنٌ صحيحٌ .وَفِي الْبَابِ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ .

''سیدنا سعدؓ فرماتے ہیں میں عرب کا پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں تیر پھینکا۔مگر ہماری حالت یہ تھی کہ رسول اللہ کے ساتھ جہاد کرتے اور ہمارے کھانے کو جنگلی خاردار درختوں کے پتے اور پھل ہوتے یہی کھا کھا کر ہم لوگ جہاد کرتے تھے۔چنانچہ ہمیں حاجت بھی ایسی ہوتی تھی جیسی بکریوں کی مینگنیاں مگر اب بنو اسد مجھے طعنہ دیتے ہیں اگر میں واقعی ایسا ہو تو میں ناکام رہا اور میرے اعمال بھی برباد ہوئے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں عتبہ بن غزوان سے روایت ہے

٥٧٥۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،حَدَّثَنَا حَمَّادُبْنُ زَيْدٍ،عَنْ أَيُّوْبَ،عَنْ مُحَمَّدِبْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ ،فَمَخَطَ فِي أَحَدِهِمَا،ثُمَّ قَالَ بَخْ بَخْ يَتَمَخَّطُ أَبُوْهُرَيْرَةَ فِي الْكَتَّانِ،لَقَدْرَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَخِرُّ فِيْمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَحُجْرَةِ عَائِشَةَ مِنَ الْجُوْعِ مَغْشِياً عَلَيَّ فَيَجِيءُ الْجَائِي فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي يُرَى أَنَّ بِيَ الْجُنُوْنَ وَمَابِي جُنُوْنٌ وَمَاهُوَ إِلَّا الْجُوْعُ . هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ .

''محمد بن سیرینؒ نے کہا ہم حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس بیٹھے تھے اور وہ گلاب میں رنگے ہوئے کتان کے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے ایک کپڑے سے انہوں نے ناک صاف کی پھر فرمایا واہ واہ واہ ابو ہریرہ کتان سے ناک صاف

کرتا ہے۔ البتہ خود میری حالت یہ تھی کہ رسول اللہ۔ کے منبر اور حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ کے درمیان بھوک سے مجھ پر غشی طاری ہوتی اور گر پڑتا آنیوالا آکر میری گردن پر پاؤں رکھتا خیال کیا جاتا کہ اسے مرگی ہے حالانکہ مجھے جنون نہیں ہوتا تھا میرا تو بھوک سے یہ حال ہوتا تھا'' یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

۵۷۶۔ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِي، أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، أخبرني أَبُوهَانِيءٍ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّ أَبَا عَلِيٍّ عَمْرَو بنَ مَالِكٍ الْجَنْبِيَّ، أخبره عَنْ فَضَالَةَ بنِ عُبَيْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى بِالنَّاسِ يَخِرُّ رِجَالٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ وَهُمْ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتَّى تَقُوْلَ الْأَعْرَابُ هٰؤُلَاءِ مَجَانِيْنُ أَوْمَجَانُوْنَ فَإِذَا صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: لَوْتَعْلَمُوْنَ مَالَكُمْ عِنْدَاللهِ لَأَحْبَبْتُمْ أَنْ تَزْدَادُوا فاقَةً وَحَاجَةً، قَالَ فَضَالَةُ: وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ. قَالَ أبوعِيسَى: هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا فضالہ بن عبیدؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو کئی لوگ صف میں کھڑے ہونے کی حالت میں بھوک کی شدت کی وجہ سے گر پڑتے تھے اور یہ اصحاب صفہ تھے۔ یہاں تک کہ دیہاتی کہتے یہ لوگ دیوانے ہیں رسول اللہ نماز سے فارغ ہو کر ان کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے اگر تمہیں معلوم ہوتا کہ اللہ کہ پاس تمہارے لئے کیا اجر وثواب ہے۔ تو تم آرزو کرتے کہ ہمارے فقر و فاقہ میں اور اضافہ ہو۔ حضرت فضالہ فرماتے ہیں اس روز میں بھی رسول اللہ کے ساتھ تھا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے

۵۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُالْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فِي سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ فِيْهَا وَلَا يَلْقَاهُ فِيْهَا أَحَدٌ، فَأَتَاهُ أَبُوبَكْرٍ فَقَالَ: مَاجَاءَ بِكَ يَاأَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ: خَرَجْتُ أَلْقِي رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَأَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ وَالتَّسْلِيْمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ عُمَرُ، فَقَالَ: مَاجَاءَ بِكَ يَاعُمَرُ؟ قَالَ: الْجُوْعُ يَارَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: وَأَنَا قَدْوَجَدْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ، فَانْطَلَقُوْا إِلَى مَنْزِلِ أَبِي الْهَيْثَمِ بنِ التَّيِّهَانِ الأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ رَجُلًا كَثِيْرَ النَّخْلِ وِالشَّاءِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خَدَمٌ فَلَمْ يَجِدُوْهُ، فَقَالُوا لِامْرَأَتِهِ: أَيْنَ صَاحِبُكِ؟ فَقَالَتْ: انْطَلَقَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ، وَلَمْ يَلْبَثُوْا أَنْ جَاءَ أَبُوالْهَيْثَمِ بِقِرْبَةٍ يَزْعَبُهَا فَوَضَعَهَا، ثُمَّ جَاءَ يَلْتَزِمُ النَّبِيَّ ﷺ وَيُفَدِّيْهِ بِأَبِيْهِ وَأُمِّهِ، ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ إِلَى حَدِيْقَتِهِ فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطاً، ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى نَخْلَةٍ فَجَاءَ بِقِنْوٍ فَوَضَعَهُ. فَقَالَ النبيُّ ﷺ: أَفَلَا تَنَقَّيْتَ لَنَامِنْ رُطَبِهِ؟ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ تَخْتَارُوْا أَوْ قَالَ تَخَيَّرُوا مِنْ رُطَبِهِ وَبُسْرِهِ، فَأَكَلُوا وَشَرِبُوا مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ،

فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: هٰذَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مِنَ النَّعِيْمِ الَّذِي تُسْأَلُوْنَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ظِلٌّ بَارِدٌ وَرُطَبٌ طَيِّبٌ وَمَاءٌ بَارِدٌ. فَانْطَلَقَ أَبُوالْهَيْثَمِ لِيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَاماً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَاتَذْبَحَنَّ ذَاتَ دَرٍّ. فَذَبَحَ لَهُمْ عَنَاقاً أَوْ جَدْياً فَأَتَاهُمْ بِهَا فَأَكَلُوا. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هَلْ لَكَ خَادِمٌ؟ قَالَ: لَا. قَالَ فَإِذَا أَتَانَا سَبْيٌ فَأْتِنَا. فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِرَأْسَيْنِ لَيْسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ، فَأَتَاهُ أَبُوالْهَيْثَمِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِخْتَرْ مِنْهُمَا. فَقَالَ: يَانَبِيَّ اللهِ اخْتَرْلِي، فَقَالَ النَّبِيُّ

ﷺ: اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ، خُذْ هٰذَا فَاِنِّيْ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْ وَاسْتَوْصِ بِهٖ مَعْرُوْفًا. فَانْطَلَقَ اَبُو الْهَيْثَمِ اِلَى امْرَاَتِهٖ: فَاَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ امْرَاَتُهٗ مَا اَنْتَ بِبَالِغٍ مَا قَالَ فِيْهِ النَّبِيُّ ﷺ اِلَّا اَنْ تُعْتِقَهٗ، قَالَ: هُوَ عَتِيْقٌ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلَا خَلِيْفَةً اِلَّا وَلَهٗ بِطَانَتَانِ، بِطَانَةٌ تَاْمُرُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَبِطَانَةٌ لَا تَاْلُوْهُ خَبَالًا وَمَنْ يُوْقَ بِطَانَةَ السُّوْءِ فَقَدْ وُقِيَ. قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت باہر تشریف لائے جس وقت آپ کے باہر آنیکی عادت نہ تھی اور نہ اس وقت کوئی آپ سے ملاقات کرتا تھا آپ باہر آئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے آپ نے پوچھا ابوبکر تم کیسے آئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ بس ایسے ہی ملاقات کو آ گیا آپ کو دیکھنے اور سلام کرنے کیلئے اتنے میں حضرت عمرؓ بھی آ گئے حضور نے پوچھا عمر تم کیسے آئے عرض کیا مجھے بھوک یہاں لے آئی آپ نے فرمایا بھوک تو مجھے بھی لگ رہی ہے پھر یہ تینوں حضرات ابوالہیثم بن تیہان انصاری کے گھر کی طرف چل پڑے انکے پاس کھجوروں کے باغات تھے اور بکریاں بھی بہت سی تھیں مگر ان کے پاس کوئی خادم نہ تھا گھر پر ابوالہیثم کو نہ پایا ان کی بیوی سے پوچھا تمہارے شوہر کہاں ہیں اس نے کہا وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں اتنے میں حضرت ابوالہیثم بھی پانی کی مشک لئے ہوئے آ گئے مشک رکھی اور آ کر رسول اللہ ﷺ سے لپٹ گئے اور کہتے جاتے تھے آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں پھر وہ ان سب کو اپنے باغ میں لائے ان کیلئے چٹائی بچھائی پھر کھجور کا خوشہ توڑ کر لا رکھا۔ آپ نے فرمایا تم ہمارے لئے پکی چن چن کر کیوں نہ لائے حضرت ابوالہیثم نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آپکے سامنے دونوں طرح کے لا کر کے دئیے ہیں تاکہ آپ کچے پکے میں سے جو بھی چاہیں چن چن کر کھالیں رسول اللہ اور آپ کے صحابہ نے کھجور تناول فرمائے اور اس پانی میں سے پیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ چیزیں ان نعمتوں میں سے ہیں جن کے بارے میں تم سے قیامت کے روز پوچھا جائیگا دیکھو یہ ٹھنڈا سایہ ہے عمدہ کھجوریں ہیں اور ٹھنڈا پانی ہے پھر حضرت ابوالہیثم ان کے لئے کھانا تیار کرنے چلے آپ نے فرمایا دودھ دینے والی بکری کو ذبح نہ کر چنانچہ انہوں نے بکری یا بھیڑ کا ایک بچہ ذبح کیا اور بھون لائے رسول اللہ اور شیخین نے کھایا پھر رسول اللہ نے فرمایا تمہارے پاس کوئی خادم بھی ہے انہوں ہے کہا جی نہیں آپ نے فرمایا جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو اس وقت آ جانا اس واقعہ کے بعد رسول اللہ کے پاس دو غلام آئے انکے ساتھ تیسرا نہ تھا آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان دونوں میں سے جونسا چاہو غلام پسند کر لو حضرت ابوالہیثم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی مجھے منتخب کر دیں آپ نے فرمایا جس سے مشورہ لیا گیا وہ امین ہے تو اس غلام کو لیلو میں نے اسکو نماز پڑھتے دیکھا ہے اور تم اس کیساتھ اچھائی کرو۔ حضرت ابوالہیثم چل پڑے اور اپنی بیوی سے رسول اللہ کا فرمان سنایا بیوی نے کہا رسول اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہاں تک تم اس وقت نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اسے آزاد نہ کر دو یہ سنتے ہی حضرت ابوالہیثم نے فرمایا یہ آزاد ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے جتنے پیغمبر اور خلفاء بھیجے سب کیلئے دو اندرونی دوست

ہیں ایک تو انکو بھلائی کا حکم کرتا ہے برائی سے روکتا ہے اور دوسرا اسکو تباہ و برباد کرنے اور بگاڑنے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا جو اندر کے برے دوست سے بچالیا گیا بس وہ بچالیا گیا" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۵۷۸۔ حَدَّثَنَا صَالِحُ بنُ عَبدِاللّٰہ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَن عَبدِالمَلِكِ بنِ عُمَيرٍ، عَن أَبِي سَلَمَةَ بنِ عَبدِالرَّحمٰنِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ خَرَجَ يَومًا وَأَبُو بَكرٍ وَعُمَرُ، فَذَكَرَ نَحوَ هٰذَا الحَدِيثِ بِمَعنَاهُ وَلَم يَذكُر فِيهِ عَن أَبِي هُرَيرَةَ، وَحَدِيثُ شَيبَانَ أَتَمُّ من حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ وَأَطوَلُ، وَشَيبَانُ ثِقَةٌ عِندَهُم صَاحِبُ كِتَابٍ،

وقدرُوِيَ عَن أَبِي هُرَيرَةَ هٰذَا الحَدِيثُ من غيرهذاالوجه وَرُوِيَ عَن ابن عباس أيضاً۔

"حدیث سابق کی مثل، ابوہریرہؓ کا واسطہ اس میں ذکر نہیں کیا۔ شیبان کی روایت ابوعوانہ کی روایت سے مروی ہے" شیبان محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں صاحب کتاب ہیں"

۵۷۹۔ حَدَّثَنَا عَبدُاللّٰہِ بنُ أَبِي زِيَادٍ، أَخبَرَنَا سَيَّارُ بنُ حَاتِمٍ عَن سَهلِ بنِ أَسلَمَ، عَن يَزِيدَ بنِ أَبِي مَنصُورٍ، عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، عَن أَبِي طَلحَةَ قَالَ: شَكَونَا إِلَى رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ الجُوعَ وَرَفَعنَا عَن بُطُونِنَا عَن حَجَرٍ حَجَرٍ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ عَن حَجَرَينِ۔ قَالَ أَبُو عِيسَى: هذاحديثٌ غريبٌ لَانَعرِفُهُ إِلَّا مِن هٰذَا الوَجهِ۔

"سیدنا ابوطلحہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم نے رسول اللہ کی خدمت میں بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ سے کپڑے اٹھا کر ایک ایک پتھر دکھایا رسول ﷺ نے اپنے شکم مبارک سے بھی کپڑا اٹھا کر دو پتھر دکھائے"

یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

۵۸۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيبَةُ، أخبرنا أَبُو الأَحوَصِ عَن سِمَاكِ بنِ حَربٍ قَالَ: سَمِعتُ النُّعمَانَ بنَ بَشِيرٍ يَقُولُ: أَلَستُم فِي طَعَامٍ وَ شَرَابٍ مَاشِئتُم؟ لَقَد رَأَيتُ نَبِيَّكُم وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَايَملأُ بَطنَهُ۔

قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔ قَالَ أَبُو عِيسَى: وروى أَبُو عَوَانَةَ وَغَيرُ وَاحِدٍ عَن سِمَاكِ بنِ حَربٍ نَحوَ حَدِيثِ أَبِي الأَحوَصِ وَرَوَى شُعبَةُ هٰذَا الحديث، عَن سِمَاكٍ، عَن النُّعمَانِ بنِ بَشِيرٍ عَن عُمَرَ۔

"سیدنا نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کیا تم اپنی مرضی سے جو چاہتے ہو کھاتے اور پیتے نہیں ہو؟ میں نے تمہارے نبی ﷺ کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ ردی کھجوریں بھی پیٹ بھرنے کے لیے نہیں پاتے تھے"

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوعوانہ اور دوسرے لوگوں نے اس حدیث کو بواسطہ سماک نعمان بن حرب ابوالاحوص کے طریقہ پر روایت کیا ہے، لیکن شعبہ نے اسکو بواسطہ سماک نعمان بن بشیر سے حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے۔

تشریح: اللہ اکبر پہلے آقائے نامدار ﷺ کا ذکر تھا اب حبدار، وفادار اور جان نثار جماعت ابرار صحابہ کرامؓ کا تذکرہ ہے کہ کس جانفشانی اور قربانی سے ثابت قدم رہے، انّی لأوّل رجل اھرق دمافی سبیل اللہ: یہ سیدنا سعد بن ابی وقاص کا مقولہ ہے، یہ ابتدائے نبوت میں بعمر سترہ سال آغوش اسلام میں آئے، پھر ثابت قدم رہے تا آنکہ ۵۵ھ میں ستر سال کی عمر میں اپنے رب سے جا ملے رضی اللہ عنہ۔ ان کا تذکرہ انعامات المنعم اول باب ۴۴ میں دیکھ سکتے ہیں۔

سب سے پہلے خون بہانے کا پس منظر: ابتداء اسلام میں مسلمان کم تعداد میں تھے، ایمان کا اظہار دشوار تھا، نماز بھی مخفی طور پر پڑھتے تھے، ایک دفعہ چند مسلمان مکہ کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں چھپ کر نماز پڑھ رہے تھے، کہ ادھر چند مشرک آ نکلے، بس پھر کیا تھا کہ مسلمانوں کو نماز پڑھتا دیکھ کر جل بھن گئے اور عیب و عار دلانے لگے، اسی دوران بات کچھ بڑھ گئی تو سیدنا سعدؓ نے وہاں پڑا اونٹ کا جبڑا اٹھا کر مارا جس سے ایک مشرک زخمی ہوا اور اس کا خون بہہ پڑا... اسی کو پہلا خون بہانا فرمایا۔ رواہ ابن اسحاق وکذا قال المناوی هکذ فی حاشہ الکوکب ۳/۲۵۵ مناویؒ نے مزید یہ بھی کہا کہ اس میں صرف زخمی کرنے کا حکم ہے جان سے مارنے کا ذکر نہیں، ہاں اگر کسی روایت میں ''اوّل من قتل نفسا فی سبیل الله '' کی صراحت ہو تو واجب التسلیم ہوگا کہ قرائن موجود ہیں اس لئے کہ جب سب سے پہلا خون بہانا اور سب سے پہلا تیر چلانا مذکور ہے تو سب سے پہلا دشمن اسلام کو قتل کرنے والا ہونا بھی بعید نہیں بشرطیکہ کسی روایت میں منقول ہو، صراحت ہے نہیں،

وانی لأوّل رجل رمی بسهم فی سبیل الله: اس میں دوسرے واقع کی طرف اشارہ ہے، مدینہ آمد وہجرت کے پہلے سال آنحضرتؐ نے سیدنا عبیدة بن حارثؓ کو امیر بنا کر پرچم دیا اور مقام ''ابواء'' کی طرف روانہ فرمایا مجاہدین کی تعداد ساٹھ تھی، ان کا آمنا سامنا قریش کے ایک لشکر سے ہوا، جن کے امیر ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) تھے، ان کے درمیان تیراندازی میں سب سے ''پہلا تیر'' حضرت سعدؓ نے چلایا، اسی کا یہاں ذکر ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا: لا یقع بینهم قتال ان کے درمیان مستقل جنگ نہ ہوئی کہ ابو سفیان قافلہ کو بچاتے ہوئے کنارہ کش ہو کر کھسک لئے۔ لیکن اس سے یہ وہم نہ ہو کہ پھر جملہ'' وانی الأول رجل رمی بسهم فی سبیل الله '' کیسے صادق ہوگا؟ اس لئے کہ ابن حجرؒ نے جنگ کی نفی کی ہے ابتدائی طور پر ہلکی پھلکی جھڑپ اور تیراندازی کی نفی نہیں اسی کے متعلق ہے'' وهی اوّل سریة بعثها رسول الله ﷺ فی السنة الاولیٰ من الهجرة، علی رأس الثا عشر شهرا من مقدمه المدینه یرید عیر قریش، وهو اوّل لواء ... (کوکب)

اغزو فی العصابة: مثل کنایۃ اس جماعت پر بولا جاتا ہے جس کی مقدار دس سے چالیس تک ہو، الحبلة کیکر کا پھل، کیکر کی پھلیاں کہا جاتا ہے، غذا کے اثر سے بول و براز بھی متاثر و متغیر ہوتا، واصبحت بنو أسد تعز روننی فی الدین : یہ بنو اسد بن خزیمہ بن مدرکہ ہے، آپ ﷺ کی رحلت کے بعد یہ قبیلہ ''طلحہ بن خویلد'' کے بہکاوے میں آ کر مرتد ہو گیا اور طلحہ کے دعویٰ نبوت کو تسلیم کر لیا، اسی کی پیروی میں رہے پھر اسی دور صدیقی میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی زیر قیادت میں حملہ ہوا جس سے ان کی خوب سرکوبی ہوئی، بالآخر ''طلحہ'' نے توبہ کر کے اسلام، قبول کیا۔ یہ قبیلہ کوفہ میں آباد ہو گیا تھا، حضرت سعدؓ دور فاروقی میں کوفہ کے گورنر تھے، تو مذکورہ قبیلے کے لوگوں نے حضرت عمرؓ کو ان کی شکایات پہنچائیں جن میں یہ بھی تھا کہ نماز اچھی نہیں پڑھتے جیسا کہ روایت بخاری ''تعزرونی علی الاسلام '' کی شرح میں ابن حجرؒ لکھتے ہیں معناه توذبونی، والمعنیٰ تعلّموا نی الصلوة او تعیرونی بانّی لا احسنها. یہ مجھے ادب سکھاتے اور نماز کے متعلق عار و عیب دلاتے ہیں کہ میں نماز اچھی نہیں پڑھتا؟ لقد خبت اذن : اگر ایسا ہو تو میری تو ساری محنت رائیگاں ہوئی؟ حالانکہ در حقیقت ایسا نہیں بہر کیف بڑوں کے خلاف زبان کھولنے سے احتیاط ہونی چاہئے۔

سوال: معترض تو تاک میں ہوتا ہے، یہاں بھی اعتراض اٹھایا گیا ہے کہ اپنی تعریف کرنا تو پسندیدہ اور درست نہیں بلکہ کسی کے منہ سے

بھی اس کی تعریف پسندیدہ نہیں یہ اپنی تعریف کیسے؟

جواب: سیدنا سعدؓ نے جس پس منظر میں یہ گفتگو فرمائی اسے سامنے رکھتے ہوئے یہ اعتراض بالکل بے محل و بے سود ہے، کیونکہ سیدنا سعدؓ نے خودستائی نہیں فرمائی بلکہ اپنی صفائی کے لئے یہ فرمایا فلا اعتراض علیه ۔ہاں اتنا یاد رہے کہ اپنی تعریف اظہار حق اور تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کرنے میں مضائقہ نہیں۔

باب سے مناسبت ما نأكل الاورق الشجر والحبلة سے ہے۔

لوبان ممشقان من كتان : دوسرخ اونی کپڑے۔یہ مشق سے مشتق ہے۔مشق سرخ مٹی کو کہتے ہیں "بالمشق بكسر وسكون،وهو الطين الأحمر"

الكتان: معروف ثيابه معتدلة في الحر والبرد واليبوسة ولا يلزق بالبدن. اونی کپڑا موسم ومزاج کے اعتبار سے معتدل جسم پر نہ چپکنے والا۔حدیث میں ابتدائی فاقہ ومشقت اور آخری راحت کا ذکر ہے،باب سے مناسبت دوسرے حصے کو ہے۔

عن فضالة بن عبيد: لوگ تو تحقیق حال کئے بغیر جملے کسنے کے عادی ہوتے ہیں،اس لئے کوئی دیوانہ کہتا کوئی کچھ حالانکہ یہ تو پروانہ حق تھے۔

هم أصحاب الصفة: ایمان واسلام،اعتماد وتوکل اور علم وعمل کے وہ طلبگار جن پر فرشتے رشک کرتے تھے،روضہ رسول ﷺ کے پاس چبوترے پر بیٹھتے تھے،یہی ان کا دارالاقامہ تھا،یہی درس گاہ،یہیں افضل الکائنات کی مسند،چبوترہ ساتھا۔لامسكن لهم ولا مال ولا عيال .

عن أبي هريرة: اس میں نبی ﷺ ،صدیق ؓ ،شہیدؓ اور مضیف سعیدؓ کا ذکر ہے،تفصیل قصہ ترجمہ سے واضح ہے۔

فانطلقوا: آج فاقہ میں اکٹھے کل جنت میں بھی ساتھ ہوں گے۔ابوالھیثم کا نام مالک بن تیہان ہے۔

لاتذبحن ذات در: اس میں بکری کے بچے کا بھی فائدہ ہے اور مالک کا بھی کہ دودھ سے محروم نہ ہوں۔

وله بطانتان: یہ دو ملہم وملحد ہوتے ہیں پہلا بھلائی کی طرف راغب کرتا ہے،دوسرا برائی کی طرف۔آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ ہے لیکن اللہ نے اسے تابع ومطیع کر دیا ہے عصمت کی وجہ سے وار نہیں کرتا۔ولكن الله اعانني فاسلم اى انقاد واطاع.

رفعنا عن بطوننا عن حجر حجر: ترکیب میں عن حجر،عن بطوننا سے بدل ہے۔

پیٹ پر پتھر باندھنے کی وجہ:اس کی کئی وجوہ ذکر کی جاتی ہیں،صاحب ازھار کی ذکر کردہ وجوہ کی تردید ملا علی قاریؒ نے کی ہے۔راقم کے نزدیک راجح یہ ہے "ان يشد حجرا على بطنه ليتقوم به صلبه'' (حاشیۃ الکوکب) مفہوم یہ ہے کہ مسلسل پیٹ خالی ہونے کی وجہ سے کمر جھکنے اور نڈھال ہونے کے اندیشے سے پیٹ پر پتھر باندھتے تا کہ کمر سیدھی رہے۔بعض شروحات میں لکھا ہے پتھر باندھتے تا کہ پیٹ کو ٹھنڈک پہنچے حالانکہ ٹھنڈک کے لئے تو مشکیزہ باندھنا چاہئے؟

جن پر گذرنی تھی بیت گئی اب ہم کیا لکھیں اور کیا سمجھیں اللہ اکبر۔

دو پتھر دکھانے میں مساوات اور صبر کی تلقین وتسلی ہے کہ میں بھی تو تمہارے ساتھ اسی حال میں ہوں۔

مـا یجد من الدقل ما یملأ بطنه: سیدنا نعمان بن بشیر نے سمجھایا کہ تم مزے اور مرضی سے کھاتے ہو میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ ردی کھجور بھی پیٹ بھرنے کو نہ ملتی تھیں۔

آجکل اسے برنی کھجور کہتے ہیں۔ مطلب مأ کول ومشروب میں اعتدال وسادگی کی تعلیم ہے۔

من الدقل میں من بیانیہ ہے، مایملأ بطنه کا بیان مقدم ہے۔

۲۸۔ بابُ ماجَاءَ أَنَّ الغِنَی غِنَی النَّفْسِ

حقیقی غنا نفس کا غنا ہے کے بیان میں

۵۸۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ بُدَیلِ بنِ قُرَیْشٍ الیَامِیُّ الکُوفِیُّ، حَدَّثَنَا أَبُوبَکْرِ بنُ عَیَّاشٍ عَن أَبِي حَصِینٍ، عَن أَبِي صَالِحٍ، عَن أَبِي هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَیْسَ الغِنَی عَنْ کَثْرَةِ العَرَضِ، وَلَکِنَّ الغِنَی غِنَی النَّفْسِ.

قَالَ أَبُو عِیسَی: هٰذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ. وأَبُو حُصَینٍ اسمُهُ عُثْمَانُ بنُ عَاصِمٍ الأسديُّ.

''سیدنا ابی ہریرہؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا امیری ساز وسامان کی زیادتی کا نام نہیں، اصل غنا دل کا غنا ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: عن کثرة العرض: عرض راء پر سکون کے ساتھ مال کی تمام اقسام کو شامل ہے سوائے سونا چاندی کے، وہ ساز وسامان جس سے انسان دنیا میں فائدہ حاصل کرے۔ عرض راء پر فتح کے ساتھ، انسان کا نصیب اور حصہ۔ قرآن کریم میں تریدون عرض الدنیا والله یرید الآخرة (انفال ۶۷) وان یأتهم عرض مثله یأخذوه، دونوں آیات میں لفظ عرض حصہ اور سامان کے معنی میں ہے۔ دوسرا لفظ متاع ہے، ابوعبید نے کہا: المتاع: وهی ماسوی الحیوان والعقار غیر مکیل ولا موزون ۔ متاع کا معنی بھی سامان ہے لیکن مویشی زمین اور مکیلی وموزونی چیزوں کے علاوہ کے لئے مستعمل ہے۔

وضاحت: غناء کا معنی بے احتیاجی اور بے نیازی ہے، یہ دل کی صفت ہے، مطلب یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا اسی پر قناعت واکتفاء کرے، اللہ کی عطاء وتقسیم پر راضی رہے، مزید کی جستجو میں نہ لگے، دست سوال دراز نہ کرے، بلکہ اپنے آپ کو سمجھائے اور یقین دلائے کہ جو ہمیں ملا یہی ہمارے لئے مناسب وکافی ہے، یہ حقیقی اور اصل غناء ہے، باقی اسباب واموال کی کثرت غنی نہیں، اس لئے کہ عملاً دیکھا یہ گیا ہے جس کے پاس جتنے اسباب زیادہ ہوتے ہیں وہ مزید کی جستجو اور تگ ودو میں رہتا ہے، ایسا شخص تو محتاج ہوا جسکی نگاہ مزید کی تاک میں ہے، غناء کا مطلب عدم احتیاج ہے نہ کہ کثرت اسباب، مزید کی تلاش غناء نہیں، بلکہ احتیاج ہے، اس لئے فرمایا اصل غنی نفس کا غناء ہے قال قائل:

غنی النفس مایکفیک من سد حاجة   فان زاد شیئا عاد ذلک الغنی فقرا

۲۹۔ بابُ ماجَاءَ فی أَخْذِ المَالِ

اپنے حق کا مال لینے کے بیان میں

٥٨٢۔حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ،حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ سَعِیْدِالْمَقْبُرِیِّ،عَنْ أَبِی الْوَلِیْدِقَالَ: سَمِعْتُ خَوْلَةَ بِنْتَ قَیْسٍ وَکَانَتْ تَحْتَ حَمْزَةَ بنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ تَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺیَقُوْلُ:إِنَّ ھٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ،مَنْ أَصَابَهُ بِحَقِّهٖ بُوْرِكَ فِیْهِ،وَرُبَّ مُتَخَوِّضٍ فِیْمَا شَاءَ تْ بِهٖ نَفْسُهُ مِنْ مَالِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ لَیْسَ لَهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ إِلَّاالنَّارُ.

قَالَ أبوعِیسَی: ھذاحدیثٌ حسنٌ صحیحٌ .وَأَبُو الْوَلِیْدِاسْمُهُ عُبَیْدُسَنُطَا .

''سیدۃ خولہ بنت قیسؓ سے مروی ہے جوحضرت حمزہؓ کی بیوی تھی کہتی ہیں میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا یہ مال سر سبز اور شیریں ہے جس نے اس کو حق سے لیا اس لینے والے کو اس میں برکت دیجائے گی اور بہت سے خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والے اللہ اور اس کے رسول کے مال میں سے جتنا چاہے لے، ایسے کے لئے قیامت کے دن دوزخ کے سوا کچھ نہیں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ابوالولید کا نام عبید سنطا ہے۔

تشریح **خضرة حلوۃ**: یہ مال سبز و میٹھا ہے، جس کی طرف میلان کچھ تیکھا ہے۔اس کی لذت و چمک اور شادابی و رونق پر بہت ساروں کی (بلکہ سب کی) رال ٹپک جاتی ہے، پھر اگر اس کے حقوق و حدود کا پاس رہا، خواہشات کو لگام دی اور ضروریات میں خرچ کیا تو معاملہ آسان ہے، برکت بھی ہوگی سہولت و نجات بھی، اگر خواہشات (وفاحشات) کی بھینٹ چڑھادیا، حلال حرام کی تمیز نہ کی تو پھر دوزخ کی چنگاری ہے، بہت بھاری ہے، یقیناً خواری ہے۔

مال کی مثال: امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مال کی مثال سانپ کی سی ہے، جس میں زہر مہلک بھی ہے اور تریاق مفید بھی، اب جو فرد امت مرد و عورت اس کے فوائد و نقصانات دونوں سے واقف ہوں گے تو وہ اس کی مضرتوں سے بچ کر فوائد حاصل کریں گے ورنہ زہر قاتل کا شکار ہو گئے تو ہلاکت کا قوی اندیشہ ہے، مال کے استعمال میں اتنی احتیاط کی ضرورت ہے جتنی مچھلی بنانے اور کھانے والوں کو اس کے کانٹوں سے ورنہ سارا مزہ کرکرا ہو جائے گا۔اس لئے آپ ﷺ نے واضح فرمادیا کہ مال کے استعمال میں دونوں پہلو ہیں جنہیں مدنظر رکھے بغیر کامیابی دشوار ہے۔

٣٠۔بابٌ بلاعنوان

٥٨٣۔حَدَّثَنَا بِشْرُبْنُ ھِلَالٍ الصَّوَّافُ،حَدَّثَنَاعَبْدُالْوَارِثِ بْنُ سَعِیْدٍ،عَنْ یُوْنُسَ،عَنِ الْحَسَنِ ، عَنْ أَبِی ھُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : لُعِنَ عَبْدُالدِّیْنَارِ.لُعِنَ عَبْدُالدِّرْھَمِ .

قَالَ أبوعِیسَی: ھذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ من ھذا الْوَجْهِ .وقد رُوِیَ ھٰذَا الحدیثُ من غیرِ ھذا الْوَجْهِ،عَنْ أبی صالح، عَنْ أَبِی ھُرَیْرَةَ ،عَنِ النبیِّ ﷺ أیضاً أَتَمَّ مِنْ ھٰذَا وَأَطْوَلَ .

''سیدنا ابی ہریرہؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا دینار و درہم کے بندے پر لعنت کی گئی ہے''

یہ حدیث حسن اس طریق سے غریب ہے، اس طریق کے علاوہ ابو ہریرہ سے اس سے زیادہ طویل و تام مروی ہے۔

تشریح :لعن عبد الدینار :عبد کا معنی سب کے لئے معروف ہے خادم، نوکر، پجاری، مملوک یہاں مراد وہ ہے جو دنیا کا پجاری لالچی اور حریص ہو، جس کا مطمح نظر پیسہ کے سوا کچھ نہ ہو، بس پیسہ ہو بھلے جیسا کیسا ہو، یہ قابل لعنت و پھٹکار اور باعث محرومی و دھتکار

ہے، جو اس سے بچے وہ پرہیز گار ہے۔

علامہ طیبیؒ نے نکتہ لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عبد الدینار وعبد الدرھم فرمایا جامع الدینار و مالک الدرھم نہیں فرمایا، جس سے صاف معلوم ہوا کہ ضرورت کے لئے مال جمع کرنا اور پاس رکھنا کوئی برا اور قابل ملامت نہیں، ہاں صرف دنیا کو سب کچھ سمجھ کر اسی کے پیچھے پڑ رہنا یہ برا ہے۔ بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ جو مرد و عورت بے حد لالچی اور حریص ہو جائیں تو وہ "ایساك نعبد" میں سچے نہیں۔ کیونکہ جب سب کچھ مال و دولت کو سمجھا اور ساری توجہات و استعداد اس کے جوڑنے میں خرچ کی تو یہ رب تعالی کا بندہ کیسے ہوا؟ حالانکہ من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں، دھن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن۔ کتاب الجہاد بخاری میں یہ اضافہ ہے "وعبد الخميصة ان اعطى رضى، وان لم يعط سخط "

٣١۔بابٌ بلاعنوان

٥٨٤۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُبنُ نَصرٍ، أخبرنا عبدُاللهِ بنُ المُبَارَكِ، عَن زَكَرِيَّا بنِ أَبِي زَائِدَةَ عَن مُحَمَّدِبنِ عبدِالرَّحمٰنِ بنِ سَعدِبنِ زُرَارَةَ، عَن ابنِ كَعبِ بنِ مَالِكٍ الأنصارِيِّ، عَن أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : مَا ذِئبَانِ جَائِعَانِ أُرسِلاَ فِي غَنَمٍ بِأَفسَدَلَهَامِن حِرصِ المَرءِ عَلَى المَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ.

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ . ويُروَى في هذا البَابِ، عَن ابنِ عُمَرَ عَن النَّبِيِّ ﷺ ، ولايَصِحُّ إسنَادُهُ .

"رسول ﷺ نے فرمایا دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں میں چھوڑ دے جائیں وہ بکریوں کو اتنا برباد نہ کریں گے جتنا آدمی کے دین کو مال وجاہ کا لالچ تباہ و برباد کرتا ہے"

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس باب میں ابن عمرؓ سے بھی نبی ﷺ سے روایت ہے لیکن اسکی اسناد صحیح نہیں ہے۔

تشریح: من حرص المرأ على المال والشرف لدينه: بھیڑیا تو بھیڑیا ہی ہوتا ہے، جو سیر ہو کر بھی بکریاں نہیں چھوڑتا تو جب بھوکا ہوگا تو پھر کیا کسر چھوڑے گا، آپ ﷺ نے کثرت فساد اور زیادہ نقصان کو سمجھانے کے لئے ذئبان جائعان فرمایا۔

ماذئبان جائعان في غنم: اى فى قطيعة غنم، قطیعہ مضاف محذوف ہے۔ مانافیہ مشابہ بلیس ہے وجہ تشبیہ کثرت فساد اور بگاڑ ہے یعنی جس طرح بھوکے بھیڑیئے کھانے سے زیادہ خراب وزخمی کرتے ہیں اسی طرح مال وجاہ کی محبت وحرص دین کو بگاڑ دیتی ہے، مال کے حصول کے لئے حلال حرام کی تمیز رخصت ہو جاتی ہے، بے دینی اور مداہنت گھر کر لیتی ہے۔ آمد و خرچ میں امتیاز نہیں رہتا ہے کہ کیسے آیا اور کہاں خرچ ہوا۔

٣٢۔بابٌ بلاعنوان

٥٨٥۔حَدَّثَنَا مُوسَى بنُ عَبدِالرَّحمٰنِ الكِندِيُّ، أَخبَرَنَا زَيدُبنُ حُبَابٍ، أخبرني المَسعُودِيُّ، أَخبَرَنَا عَمرُو بنُ مُرَّةَ عَن إبرَاهِيمَ، عَن عَلقَمَةَ، عَن عَبدِاللهِ قَالَ: نَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى حَصِيرٍ فَقَامَ وَقَد أَثَّرَ فِي جَنبِهِ، فَقُلنَا: يَارَسُولَ اللهِ لَواتَّخَذنَا لَكَ وِطَاءً، فَقَالَ: مَالِي وَلِلدُّنيَا مَاأَنَا فِي الدُّنيَا إلَّا كَرَاكِبٍ استَظَلَّ تَحتَ شَجَرَةٍ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا

قَالَ: وفی البَابِ عَن عُمَرَ و ابنِ عبَّاسٍ ، هَذَا حدیثٌ صحیحٌ .

''سیدنا عبداللہؓ سے مروی ہے رسول ﷺ چٹائی پر سوئے جب آپ سو کر اٹھے تو جسم اطہر پر چٹائی کے نشانات پڑ چکے تھے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول ﷺ کیا ہم آپ کے لئے کوئی نرم بچھونا تیار کر دیں؟ آپ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا تعلق میں دنیا میں اس طرح ہوں جس طرح کسی سوار نے ایک درخت کے سایہ سے فائدہ اٹھایا پھر اسکو چھوڑ کر چل پڑا''

اس باب میں ابن عمر اور ابن عباس سے روایت ہے، یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح:علی حصیر: کھجور کے پتوں کی چٹائی۔ وطاء: نرم بچھونا۔

لو اتخذنا: پہلا احتمال یہ ہے کہ یہ لو تمنی کے لئے ہے تو فقال:۔ جواب تمنی ہوگا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ ''لو'' شرطیہ ہے تو پھر شرط وجزاء والی ترکیب مشہور ہوگی۔ لو اتخذ نا لک بساطا لینا لکان الین من اضطجاعک علی الحصیر الخشن.

مالي وللدنيا: یہ ما نافیہ مشابہ بلیس ہے ای لیس لی الفة ومحبة مع الدنيا، ولا للدنيا الفة ومحبة معی ۔نہ دنیا سے مجھے تعلق نہ دنیا کو مجھ سے چارہ۔ (ملا علی قاری) دوسرا احتمال یہ ہے کہ ''ما'' استفہامیہ ہو۔ ای محبة وحاجة لی للدنيا۔ واو بمعنی مع اور لام زائدہ برائے تاکید ہے۔ اگر واو عاطفہ ہو تو عبارت یوں ہوگی مالی والدنيا، ومالالدنيا مع مالی وللدنيا۔

الا کراکب: جس طرح سوار مسافر راستے کی چھاؤں سے دل نہیں لگاتا میرا بھی یہی حال ہے۔ یہ تمثیل علی الزھد اور تعلیم للزھد ہے، ساتھ تسلی بھی ہے کہ دنیا سے جب ہمارا شغف نہیں تو پھر تکلفات چہ معنی دارد؟

۳۳۔ بابٌ بلا عنوان

٥٨٦۔ حَدَّثَنَا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، أخبرنا أَبو عَامِرٍ و أَبو دَاوُدَ قَالا: أخبَرَنَا زُهَيرُ بنُ مُحَمَّدٍ، حدثنی مُوسَی بنُ وَرْدَانَ عَن أَبِی هُرَيرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : الرجُلُ عَلَی دِينِ خَلِيلِهِ فَليَنظُرْ أَحَدُكُم مَن يُخَالِلُ.

قَالَ أبو عِيسَی: هَذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ .

''سیدنا ابی ہریرہؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا انسان اپنے دوست کے طریقے پر ہوتا ہے لہذا تم میں سے ہر ایک پہلے غور کرلے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح:فلینظر احدکم من یخالل: ای فلیتامل ولیتدبر چاہئے خوب غور وتدبر کرلے، کس سے دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہے۔ کیونکہ طبائع میں مشابہت واقتداء کا عنصر غالب ہوتا ہے، جو دیکھتے ہیں اسی سے متاثر ہوتے ہوئے اسی میں ڈھلتے جاتے ہیں۔ بلکہ کبھی غیر شعوری طور پر دوسروں کے اطوار وعادات کے خوگر ہو جاتے ہیں، جن سے پھر دامن بچانا اور جان چھڑانا دوبھر ہو جاتا ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جو حیوانات کو بھی متاثر کر دیتی ہے، چنانچہ مسلم اصول ہے کہ آپ جو نیک کام کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے اردگرد کا ماحول سازگار بنائیں، بلکہ ایسی محنت کریں کہ انسان تو کجا حیوان بھی ہم نوا بن جائیں، اس کی مثال قرآن کریم میں ہے ''انا سخرنا الجبال معه یسبحن بالعشي والاشراق والطير محشورة كل له اوّاب'' (ص ۱۸، ۱۹) داؤد علیہ السلام کا سارا اردگرد کا ماحول حتی کہ پہاڑ وپرندے بھی محو تسبیح وعبادت ہو جاتے۔ اس لئے فرمایا سوچ لیجئے کس سے دوستی کر رہے ہو، کلب لے جائے گا یا

مسجد، تلاوت سنائے گا یا گانے ؟ اگر دوست اچھے تو عمل اچھے اور لوگوں میں بھی نیک نامی ہوگی ورنہ بدنامی و ناکامی ہوگی۔

کماقیل: صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

فائدہ: علامہ سراج الدین قزوینیؒ نے اس روایت کو موضوع قرار دینے کی کوشش کی ہے، حالانکہ یہ حسن کے درجہ کی ہے، ابن حجر نے علامہ قزوینی کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے "قد حسّنه الترمذی وصحّحه الحاکم" صاحب مشکوۃ نے اس روایت کے نقل کرنے کے بعد طویل عبارت لکھی ہے "رواه احمد والترمذی و ابوداؤد والبیهقی فی شعب الایمان، وقال الترمذی هذا حدیث حسن غریب، وقال النووی اسناده صحیح" کذا فی المرقاۃ.

٣٤۔ بابُ مَاجَاءَ مثلُ ابن آدمَ و أهله وولده وماله وعمله

انسان کے ساتھ مال اولاد اور عمل کے برتاؤ کے بیان میں

٥٨٧۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بنُ نَصرٍ، أخبرنا عَبْدُاللهِ بنُ المُبَارَكِ أخبرَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ عَن عَبْدِاللهِ بنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ سَمِعتُ أَنَسَ بنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :يَتْبَعُ المَيِّتَ ثَلاثٌ، فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقَى وَاحِدٌ: يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ، فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقَى عَمَلُهُ .هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .

"سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، دو تو واپس آجاتی ہیں اور ایک رہ جاتی ہے اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کے اعمال ساتھ جاتے ہیں، گھر والے اور مال تو واپس آجاتے ہیں اور اعمال اس کے ساتھ رہ جاتے ہیں" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح :یتبع المیت: الی قبره: یعنی میت کے پیچھے جاتی ہیں تین چیزیں قبر تک۔ ا۔ اہل خانہ میں سے بیٹے پوتے بھائی بھتیجے، بھانجے ودیگر عزیز واقارب۔ ۲۔ مال سے مراد یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ بعض قیمتی چادر وغیرہ چارپائی پر بچھی ہوئی ساتھ جاتی ہے، بعض لوگ کچھ کپڑے میت کے سرہانے رکھ دیتے ہیں، الغرض تجہیز و تکفین اور تدفین کا کچھ سامان ساتھ جاتا ہے۔ پھر خالی چارپائی، چادر، آنسوں بہاتے رشتے دار، دعائیں کرتے احباب سب واپس لوٹ آتے ہیں۔ ۳۔ یہ تو بے وفاؤں کا ذکر تھا، اب ایک مخفی باوفا کا ذکر ہے کہ تیسری چیز جو ساتھ آئی تھی، سب چلے گئے، یہ اچھی یا بدصورت میں متشکل ہوکر پاس قبر میں رہتے ہیں، جیسا کہ براء بن عازبؓ سے مروی ہے فرمایا نیک عمل اچھی صورت میں میت کے پاس آتا ہے اور بشارت ونجات اور خوشخبری دیتا ہے، کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اس کے برعکس کافر کے پاس بری شکل میں آتا ہے۔ (فتح الباری)

فیصلہ آپ کی عدالت میں: آقاء نامدار ﷺ نے بات واضح طور پر سمجھادی اور بے وفا و باوفا کی نشاندہی کردی ہے، اب فیصلہ ہم میں سے ہر ایک نے کرنا ہے کہ وہ کس کے ساتھ تعلق استوار کرتا ہے، بے وفاؤں سے جڑ کر اپنے آپ کو خوار کرتا ہے، یا وفادار کو گلے لگا کر اللہ تعالی کے دربار میں آتا ہے، سوچ کر قدم رکھیں پھر استقامت ہو۔

٣٥۔ بابُ ماجَاءَ فی كَرَاهِيَةِ كَثْرَةِ الأكْلِ

زیادہ کھانے کی مذمت کے بیان میں

۵۸۸۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، أخبرنا عَبْدُاللّٰه بْنُ الْمُبَارَكِ، أخبرنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، حدثني أَبُو سَلَمَةَ الْحِمْصِيُّ، وَ حَبِيبُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرِ الطَّائِي، عَنْ مِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ يَقُوْلُ: مَامَلَأَ آدمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ.

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ نَحْوَهُ وَقَالَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِيْكَرِبَ، عَنِ النبيِّ ﷺ لَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ سَمِعْتُ النبيَّ ﷺ. قَالَ أبوعِيسَى: هَذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا مقدام بن معدیکربؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول ﷺ کوفرماتے سنا کہ انسان پیٹ سے زیادہ برا برتن کوئی نہیں بھرتا آدم کے بیٹے کیلئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر سیدھی رکھیں پھر اگر زیادہ کھانا ضروری ہی ہوتو ایک تہائی کھانے کیلئے، ایک تہائی پانی کیلئے رکھے اور ایک تہائی سانس کیلئے باقی رکھے''

حدیث سابق کی مثل مگر مقدام بن معدیکربؓ سے نقل کیا سمعت النبی ﷺ کا ذکر نہیں میں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: وعاء شرا من بطن : بدترین برتن پیٹ ہے

زیادہ شکم سیری کے نقصانات: دراصل تمام تر شہوات وسیئات اور بری عادات کا مرکز ومنبع پیٹ ہے، اس کے لئے اتنی دلیل کافی ہے کہ جناب آدم وحواء کو جنت سے نکالے جانے کا سبب یہی پیٹ ہی بنا، شجرہ ممنوعہ نہ کھاتے تو مشکل میں نہ آتے۔ مزید غور کرنے سے بات اور واضح ہوگی، دیکھئے شکم سیری اور زیادہ کھانے سے شہوت کو تحریک ملتی ہے، پھر شہوانی خواہشات کو پورا کرنے اور ان کی تسکین کے لئے مال کی ضرورت پڑتی ہے، جائز طریقے کے لئے مہرونان ونفقہ کی صورت میں اور ناجائز صورتوں کے لئے ...الغرض شہوت کی تسکین کے لئے مال وزر اور زن وزمین کی ضرورت، پھر مال کے حصول کے لئے کئی جتن کرنے پڑتے ہیں، پھر اس دوڑ میں حسد بھی راہ پالیتا ہے، پھر بغض وکینہ، تفاخر وتمسخر، رعونت وتکبر، غرور وگھمنڈ کی تاریں نمودار ہوتی ہیں، جن سے انسان ظلم وتعدی اور تمرد وبغاوت پر اتر آتا ہے، حدود وحقوق کو پامال کرتا ہے، منکرات وفاحشات میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ یہ سب گل شکم سیری نے کھلائے۔ صادق ومصدوق ﷺ نے سچ فرمایا برا برتن پیٹ ہے، حسی طور پر بھی زیادہ پیٹ بھرنے سے سستی پیدا ہوجاتی دل مردہ ہوجاتا ہے، حدیث پاک میں وارد ہے ''لاتميتوا القلب بكثرة الطعام والشراب، فان القلب كالزرع يموت اذا كثر عليه الماء '' دل کو زیادہ کھانے پینے سے مت مارو، کیونکہ دل کی مثال کھیتی کی سی ہے یہ مردہ ہوجاتا ہے جیسے کھیتی زیر آب آکر مرجاتی ہے۔ غور کیجئے پانی کھیتی کی جڑوں کو تر کردے تو لہلہاتی ہے، اگر پانی کھیتی کے سروں اور چوٹیوں کو سر کر جائے تو سوکھ جاتی ہے۔ یہی مثال بدن میں دل کی ہے۔

زیادہ کھانے والے پر شیطان کا تسلط: بشمول دیگر نقصانات کے یہ بھی ہے کہ زیادہ کھانے والے پر شیطان حاوی رہتا ہے، سستی ولاپرواہی میں ڈالے رکھتا ہے، حدیث پاک میں ہے ''ان الشيطان يجری فی الانسان كمجری الدم فضيقوها

بالصوم،وفی روایۃ فضیقوا مجاریہ بالجوع والعطش "انسان میں شیطان جریان خون کی طرح دوڑتا ہے،سوتم اس کے راستے روزے سے بند کرو،ظاہر ہے روزے میں بھوک پیاس اور احتیاط ہوتی ہے۔تو ثابت ہوا زیادہ کھانے والوں پر شیطان کا غلبہ وتسلط رہتا ہے۔روزے دار اور کم کھانے والوں پر نسبتا اس کا وار کم چلتا ہے چنانچہ مشاہدہ بھی یہی ہے کہ کم کھانے والے نماز کی پہلی صف میں ہوتے ہیں اور زیادہ کھانے والے بیت الخلا کے سامنے لائن میں کھڑے ہوتے ہیں۔

قلت طعام کے فوائد: صوفیاء واھل علم نے کم اور بقدر ضرورت کھانے کے کئی فوائد لکھے ہیں،جن کی نشاندہی امام غزالیؒ کی تبلیغ دین اور دیگر کتب میں ملتی ہے۔مثلا۔ا۔قلت طعام سے ذکاوت وبصارت پیدا ہوتی ہے،جبکہ زیادہ کھانے سے دل میں ظلمت وغباوت ہوتی ہے۔۲۔ذکر عبادت کی لذت اور رقت پیدا ہوتی ہے،جبکہ زیادہ کھانے سے قساوت وغفلت پیدا ہوتی ہے۔۳۔بھوکا رہنے اور کم کھانے سے عجز وانابت پیدا ہوتی ہے،جبکہ زیادہ کھانے سے غرور ورعونت جنم لیتے ہیں۔۴۔عذاب الٰہی کی یاد اور مصائب سے عبرت حاصل ہوتی ہے،جبکہ زیادہ کھانے سے غفلت چھا جاتی ہے۵۔بھوکا رہنے اور کم کھانے سے کسر شہوت ہوتی ہے جبکہ زیادہ کھانے سے غلبہ شہوت ہوتی ہے۔۶۔بھوکا رہنے اور کم کھانے سے تہجد گذاری اور شب بیداری میں تقویت ملتی ہے،جبکہ زیادہ کھانے سے نیند کی کثرت ہوتی ہے۔۷۔بھوکا رہنے اور کم کھانے سے عبادت پر دوام ومواظبت ہوتی ہے،جبکہ زیادہ کھانے سے معمولات چھوٹتے ہیں۔۸۔کم کھانے سے صحت میسر وباقی رہتی ہے،جبکہ زیادہ کھانے سے بیماریاں گھیر لیتی ہیں چنانچہ ہر طبیب پہلے غذا پوچھتا ہے۔۹۔بھوکا رہنے اور کم کھانے سے قناعت وکفایت حاصل ہوتی ہے،جبکہ زیادہ کھانے سے حرص ولالچ بڑھتی ہے۔۱۰۔بھوکا رہنے اور کم کھانے سے صدقہ خیرات کی توفیق ملتی ہے،جبکہ زیادہ کھانے سے اپنی ہی فکر دامن گیر رہتی ہے۔

راہ اعتدال: اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کھانے پینے کا حکم دیا ہے اور اس میں حد سے بڑھنے کو ناپسند کیا ہے ارشاد ہے"کلوا واشربوا ولاتسرفوا" اب عملا نہ تو ایسا کثیر الاکل ہوں کہ بس دسترخواں سے بھی نہ اٹھیں،اور نہ ایسے قلیل الاکل کہ کمر بھی سیدھی نہ ہو،اس افراط وتفریط کے مابین اعتدال ہے جسے بقدر ضرورت کھانا کہتے ہیں۔ھذا ھو المقصود۔

کھانے کے آداب وسنتیں ہم آغاز کتاب ابواب الاطعمۃ میں پڑھ آئے ہیں۔

فثلث لنفسہ: فا پر فتح ہے،ایک تہائی سانس لینے کے لئے۔اعتدال یہی ہے کہ پیٹ کو بہت زیادہ نہ بھر لیا جائے بلکہ ایک دو لقموں کی جگہ باقی ہو تو کھانا ترک کر دیا جائے تا کہ پانی اور سانس کے لئے بھی آسانی رہے۔راقم نے استاد محترم قاری عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ سے حفظ کے دوران سنا تھا"فرمایا کھانا اتنا کھاؤ جو تمھیں اٹھائے اتنا نہ کھاؤ کہ تمھیں اٹھانا پڑے"بحسب ابن آدم:۔با زائدہ ہے،یہ مبتدا ہے اور اکلات یقمن صلبہ موصوف صفت مل کر خبر ہے۔

مراتب الغذاء ثلثۃ:الاولیٰ حاجۃ،الثانیۃ کفایۃ،الثالثۃ فضلۃ.ضرورت،کفایت،زائد از ضرورت۔

۳۶۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الرِّیَاءِ وَالسُّمْعَۃِ

ریا اور طلب شہرت پر وعید کے بیان میں

۵۸۹۔حَدَّثَنَا أَبُو کُرَیْبٍ،حَدَّثَنَا مُعَاوِیَۃُ بْنُ ھِشَامٍ عَنْ شَیْبَانَ،عَنْ فِرَاسٍ،عَنْ عَطِیَّۃَ عَنْ أَبِی سَعِیْدٍ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ

اللّٰه ﷺ : مَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللّٰهُ بِهِ وَمَنْ يُسَمِّعْ يُسَمِّعُ اللّٰهُ بِهِ ‏.قَالَ :وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ لَايَرْحَمِ النَّاسَ لَايَرْحَمْهُ اللّٰهُ، وفى البَابِ عَن جُنْدُبٍ وَعَبْدِاللّٰه بنِ عَمْرٍو .قَالَ أبوعِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

”سیدنا ابی سعید ؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا جو اپنے اعمال وفضائل لوگوں کو دکھلائیگا اللہ تعالیٰ اس کو دکھائیگا۔ نیز ابوسعید فرماتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں فرمائیں گے“

اس باب میں جندب اور عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے۔

۵۹۰ ۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُبْنُ نَصْرٍ،أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ،أخبرنا حَيْوَةُ بنُ شُرَيْحٍ،أخبرنى الْوَلِيْدُبْنُ أَبِى الْوَلِيْدِأَبُو عُثْمَانَ الْمَدَائِنِيُّ،أَنَّ عُقْبَةَ بنَ مُسْلِمٍ حَدَّثَهُ أَنَّ شُفَيًّا الأَصْبَحِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَدِاجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ فَقَالَ: مَنْ هَذَا ؟ فَقَالُوا: أَبُوهُرَيْرَةَ،فَدَنَوْتُ مِنْهُ حَتَّى قَعَدْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يُحَدِّثُ النَّاسَ. فَلَمَّا سَكَتَ وَخَلَا قُلْتُ لَهُ: أَسْأَلُكَ بِحَقٍّ وَبِحَقٍّ لَمَا حَدَّثْتَنِي حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَقَلْتَهُ وَعَلِمْتَهُ،فَقَالَ أَبُوهُرَيْرَةَ : أَفْعَلُ لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَقَلْتُهُ وَعَلِمْتُهُ ،ثم نَشَغَ أَبُوهُرَيْرَةَ نَشْغَةً،فمكثناقليلاً،ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ:لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِى هَذَا الْبَيْتِ مَامَعَنَا أَحَدٌغَيْرِى وَغَيْرُهُ،ثُمَّ نَشَغَ أَبُوهُرَيْرَةَنَشْغَةً شَدِيدَةً،ثُمَّ أَفَاقَ وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَقَالَ:أَفْعَلُ لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيثًا حَدَّثَنِيهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَا وَهُوَ فِى هَذَا الْبَيْتِ مَامَعَنَاأَحَدٌ غَيْرِى وَغَيْرُهُ ،ثُمَّ نَشَغَ أَبُوهُرَيْرَةَ نَشْغَةً شَدِيدَةً،ثُمَّ مَالَ خَارًّا عَلَى وَجْهِهِ فَأَسْنَدْتُهُ طَوِيلاً،ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ:حَدَّثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى إِذَاكَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَنْزِلُ إِلَى الْعِبَادِلِيَقْضِيَ بَيْنَهُمْ وَكُلُّ أُمَّةٍجَاثِيَةٌ،

فَأَوَّلُ مَنْ يَدْعُو بِهِ رَجُلٌ جَمَعَ الْقُرْآنَ،وَرَجُلٌ قُتِلَ فِى سَبِيلِ اللّٰهِ ،وَرَجُلٌ كَثِيْرُالْمَالِ،فَيَقُولُ اللّٰهُ لِلْقَارِىءِ :أَلَمْ أُعَلِّمْكَ مَاأَنْزَلْتُ عَلَى رَسُولِي؟قَالَ :بَلَى يَارَبِّ! .قَالَ:فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا عَلِمْتَ؟قَالَ: كُنْتُ أَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ،فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ: كَذَبْتَ،وَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ،وَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ:بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ قَارِىءٌ ، فَقَدْقِيلَ ذَلِكَ.

وَيُؤْتَى بِصَاحِبِ الْمَالِ،فَيَقُولُ اللّٰهُ:أَلَمْ أُوَسِّعْ عَلَيْكَ حَتَّى لَمْ أَدَعْكَ تَحْتَاجُ إِلَى أَحَدٍ؟قَالَ بَلَى يَارَبِّ.قَالَ:فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيمَا آتَيْتُكَ ؟قَالَ: كُنْتُ أَصِلُ الرَّحِمَ وَأَتَصَدَّقُ،فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ: كَذَبْتَ،وَتَقُولُ الْمَلَائِكَةُلَهُ كَذَبْتَ،وَيَقُولُ اللّٰهُ:بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَوَادٌ وَقَدْ قِيلَ ذَلِكَ .

وَيُؤْتَى بِالَّذِى قُتِلَ فِى سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ:فِيمَاذَاقُتِلْتَ؟فَيَقُولُ أُمِرْتُ بِالْجِهَادِفِى سَبِيلِكَ فَقَاتَلْتُ حَتَّى قُتِلْتُ .فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ كَذَبْتَ،وَتَقُولُ لَهُ الْمَلَائِكَةُ كَذَبْتَ،وَيَقُولُ اللّٰهُ :بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ فُلَانٌ جَرِىءٌ ،فَقَدْقِيلَ ذَلِكَ،ثُمَّ ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى رُكْبَتِي فَقَالَ يَا أَبَاهُرَيْرَةَ: أُولَئِكَ الثَّلَاثَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللّٰهِ تُسَعَّرُبِهِمُ النَّارُيَوْمَ الْقِيَامَةِ .

قَالَ الْوَلِيدُأَبُوعُثْمَانَ الْمَدَائِنِيُّ: فَأَخْبَرَنِي عُقْبَةُأَنَّ شُفَيًّاهُوَالَّذِى دَخَلَ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَأَخْبَرَهُ بِهَذَا.قَالَ أَبُوعُثْمَانَ:وَحَدَّثَنِي الْعَلَاءُ بْنُ أَبِى حَكِيمٍ أَنَّهُ كَانَ سَيَّافًا لِمُعَاوِيَةَ، قَالَ: فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ ،فَأَخْبَرَهُ بِهَذَا عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ،فَقَالَ مُعَاوِيَةُ:قَدْفُعِلَ بِهَؤُلَاءِ هَذَا فَكَيْفَ بِمَنْ بَقِيَ مِنَ النَّاسِ ، ثُمَّ بَكَى مُعَاوِيَةُ بُكَاءً شَدِيدًا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ هَالِكٌ،وَقُلْنَا قَدْ جَاءَنَا هَذَا الرَّجُلُ

بِشْرٌ، ثُمَّ أَفَاقَ مُعَاوِيَةُ وَمَسَحَ عَنْ وَجْهِهِ وَقَالَ: صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ أُولٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

''شفی اصحی سے منقول کہتے ہیں میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ آیا تو دیکھا کہ ایک شخص کے پاس لوگ جمع ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا یہ حضرت ابو ہریرہؓ ہیں میں انکے پاس گیا اور سامنے بیٹھ گیا وہ لوگوں کو حدیث بیان کرر ہے تھے جب خاموش ہوئے اور تنہا رہ گئے تو میں نے کہا میں آپ سے بحق فلاں اور فلاں ایک درخواست کرتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی حدیث سنایئے جو آپ نے رسول ﷺ سے خود سنی ہو اور آپ نے اچھی طرح سمجھ لیا ہو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اچھا سنو میں تم سے ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو رسول ﷺ نے مجھ سے فرمائی ہے اور جسے میں نے خوب سمجھا ہے پھر ابو ہریرہؓ چیخ مار کر بیہوش ہو گے، سو ہم کچھ ٹھہرے انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا میں ضرور تمہیں حدیث بیان کروں گا جو مجھے حضور ﷺ نے بیان فرمائی کہ اس گھر میں میرے اور آپ کے علاوہ کوئی نہ تھا، پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو انہوں نے اپنا منہ پونچھا اور فرمایا کہ میں تم سے وہ حدیث بیان کر کے رہونگا جو آپ نے مجھے اس گھر میں سنائی تھی اس وقت یہاں میرے اور آپ ﷺ کے سوا اور کوئی نہ تھا پھر حضرت ابو ہریرہؓ چیخ مار کر پر بیہوش ہو گئے اور منہ کے بل جھک گئے میں نے سہارا دیا اور کافی دیر تک سہارا دئے رہا ہوش آنے پر انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف متوجہ ہوگا تا کہ انکے درمیان فیصلہ کرے اور ہر امت گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوگی۔

سب سے پہلے جسکو حساب کیلئے اللہ تعالیٰ بلائیگا وہ ایک ایسا شخص ہوگا جس نے قرآن حفظ کیا ہوگا اور ایک ایسا شخص ہوگا جو اللہ کے راستہ میں قتل کیا گیا ہوگا اور ایک مالدار ہوگا اللہ تعالیٰ اس قاری سے فرمائیں گے جو میں نے اپنے رسول پر نازل کیا تھا کیا میں نے تمہیں اسکا علم نہ دیا تھا وہ کہے گا اے میرے پروردگار بیشک آپ نے مجھے اسکا علم دیا تھا حق سبحانہ فرمائیں گے تو اچھا بتا تو نے اپنی معلومات میں سے کس کس چیز پر عمل کیا وہ عرض کریگا میں دن رات اسکی تلاوت کرتا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹا ہے فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تیری تو اس سے غرض یہ تھی کہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص قاری ہے۔ سو تجھے ایسا کہا جا چکا۔

پھر مالدار لایا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تجھے فراخ دستی عطا کی یہاں تک کہ میں نے تجھے کسی ایک کا محتاج نہیں چھوڑا تھا وہ عرض کریگا اے میرے پروردگار ضرور دولت دی۔ اور مجھے لوگوں سے بے نیاز کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے میری عطا کردہ دولت میں کیا عمل کیا وہ عرض کریگا میں قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا تھا اور خیرات کیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اور فرشتے فرمائیں گے تو جھوٹا ہے تو نے یہ چاہا تھا کہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص بڑا سخی ہے۔ سو ایسا کیا گیا۔

اور شہید کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو کس لئے قتل ہوا وہ عرض کرے گا کہ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں چنانچہ میں نے جہاد کیا اور شہید کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے اور فرشتے بھی کہ تو نے جھوٹ کہا تو نے یہ نیت کی تھی کہ لوگ کہیں فلاں شخص بڑا بہادر ہے۔ سو ایسا کہا جا چکا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مار کر فرمایا اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے سب سے پہلے انہیں تین شخصوں سے دوزخ کو بھڑکایا جائیگا۔

ولید یعنی ابو عثمان مدائنی فرماتے ہیں کہ مجھے عقبہ نے خبر دی کہ یہی شفی ہیں جو سیدنا معاویہؓ کے پاس گئے اور ان کو یہ حدیث سنائی۔ ابو عثمان کہتے ہیں کہ علاء بن ابی حکیم نے مجھے بتایا کہ یہ امیر معاویہؓ کے پاس جلاد تھا وہ کہتے ہیں ان کے پاس ایک شخص آیا اور یہ حدیث بیان کی تو سیدنا معاویہؓ نے کہا جب ان لوگوں کے ساتھ ایسا کیا گیا تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ پھر حضرت معاویہ بہت روئے یہاں تک کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ روتے روتے جان دیدیں گے انہوں نے کہا کہ یہ شخص ہمارے پاس شر لے کر آیا۔ پھر حضرت معاویہ کو ہوش آیا اور منہ پونچھ کر فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔ من کان یرید الحیواۃ الدنیا وزینتھا جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتے ہیں ہم ان کو دنیا ہی میں۔ ان کے اعمال کا پورا بدلہ دیتے ہیں اس میں ہم کچھ کمی نہیں کرتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے آخرت میں دوزخ کے سوا کچھ نہیں ان لوگوں نے دنیا میں جو کچھ کیا وہ بیکار گیا اور یہ جو جو عمل کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں' یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: الریاء والسمعۃ: ریاء (اصل رواء) رؤیۃ سے مشتق ہے بمعنیٰ دکھلاوا، سمعۃ سماع سے ہے طلب شہرت کے لئے اپنے کارنامے اور اچھائیاں سنانا۔ دونوں کا خلاصہ قریب قریب ایک ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنی دھاک بٹھانے، قدر و منزلت بڑھانے اور رتبہ پانے کے لئے اپنی اچھائیوں اور نیکیوں کا اظہار کرنا، یہ حرکت کمال دکھانے سے ہو تو ریاء کہلاتا ہے اگر سنانے سے ہو تو سمعۃ ہے، حواس کا فرق ہے مقصود واحد ہے۔ پھر اس کی کئی صورتیں ہیں، قول، فعل، لباس و پوشاک، ناز و انداز، اشارہ وغیرہ کئی طریقے ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے۔

ریاء کے نقصانات: صاحب احیاء العلوم لکھتے ہیں ریاء و سمعۃ ایسی مخفی اور پرفریب بیماری ہے جس کا پتہ لگانا ہر ایک کے بس میں نہیں، قرآن و حدیث میں اخلاص کا حکم اور ان کی مذمت وارد ہوئی ہے، ان کے کئی نقصانات ہیں، مثلاً اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، ریاء کار پر اللہ کا غضب ہوتا ہے، اعمال صالحہ کی توفیق چھن جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت و قربت سے محرومی ہوتی ہے، آخر کار لوگوں میں ندامت و رسوائی ہوتی ہے، ریاء کار و فریب کار کو بدنما القاب ملتے ہیں، آخرت میں سب کے سامنے ذلت و رسوائی ہوگی، عذاب سخت ہوگا۔ اس لئے اپنی نیت کی بار بار اصلاح کرتے رہیں کبھی خیال بھی آوے تو استغفار سے مداوا کریں، اپنے فضل و کمال کا دعویٰ نہ کریں، ہر عمل سے پہلے نیت کی اصلاح و تجدید کی کوشش کرتے رہیں اور آخر میں استغفار کی کثرت۔

من یسمع ...: یہ باب تفعیل سے میم مشدد کے ساتھ ہے جو اپنا علم و عمل لوگوں میں شہرت پانے کے لئے سناتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی بھرے میدان میں اس کو رسوا کر دیں گے، ریاء کا مقصد یہی تھا وہ حاصل ہو چکا ہے اس پر مزید اجر و ثواب نہ ملے گا۔ یہی معنیٰ عند الکل

مختار و معتبر ہے، ابن حجرؒ اور ملا علی قاریؒ نے مزید بھی کئی معانی محتملہ لکھے ہیں، حضرت گنگوہیؒ نے مذکورہ معنیٰ کو اختیار کیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے "ومن یرد ثواب الدنیا نؤته منها ومن یرد ثواب الأخرة نؤته منها " (آل عمران ۱۴۵)

دوسرا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ملے گا آخرت میں کوئی بدلہ نہ ملے گا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے کہا جائے گا جن کو دکھانے کے لئے تو نے عمل کیا ان سے جا کر بدلہ لے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عمل کا ثواب اسے سنائیں گے لیکن عطا نہ ہوگا تو نہ ملنے پر مزید حسرت و ندامت ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو لوگوں کے عیوب دوسروں کو سنائے گا اور ظاہر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال بد دوسروں پر ظاہر کردیں گے، اور قیامت کے دن سب کے سامنے رسوا کریں گے۔

لم یرحمه الله: اس کی مناسبت سابقہ جملوں سے یہ ہے کہ جب ریاء کار غرور و گھمنڈ میں رہا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کوئی عمل نہ کیا، بلکہ ہر کام سے دنیا مطلوب رہی تو اللہ تعالیٰ بھی اسے نہ دیں گے اور نہ اس پر رحم کریں گے۔ **کما تقدم فی ابواب البر والصلة باب رقم ۱۶**

ان شفیا الاصبحی: ابوعثمان ولید مدائنی کہتے ہیں مجھے عقبہ نے خبر دی یہ "شفی" وہی ہیں جس نے سیدنا امیر معاویہؓ کو یہ حدیث سنائی، جس پر حضرت امیر معاویہؓ اتنا روئے کہ حاضرین کے نزدیک وہ ہلاکت کے قریب ہو گئے۔ ان کے جلاد علاء بن ابی حکیم کا بیان ہے کہ لوگوں نے یہ حال دیکھ کر "شفی" کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ بری چیز لایا ہے جس سے یہ حالت گریہ و بکاء پیدا ہوئی پھر افاقہ ہوا تو سنبھلتے ہوئے حضرت معاویہؓ نے منہ صاف کیا اور آیت کریمہ پڑھی من کان یرید الحیوۃ الدنیا....

اسئلک بحق و بحق: جب سیدنا ابوھریرہؓ حدیث کے بیان سے خاموش ہوئے اور تنہا رہ گئے تو "شفی" کہتا ہے میں نے سوال کیا۔

لما حدثتنی حدیثا...: یہ "لما" "الا استثنائیه" کے معنیٰ میں ہے، اس کی نظیر قرآن کریم میں ہے "ان کل نفس لما علیها حافظ" (طارق ۴) نہیں ہے کوئی جان مگر اس پر نگہبان ہے۔ وقیل: بمعنی البتة۔ سائل نے خوب تقییدات و تاکید سے دریافت کیا کہ کوئی پکی سمجھی ہوئی حدیث سنائیں۔ سیدنا ابوھریرہؓ نے شفقۃ وعدہ فرمایا کہ ضرور بیان کروں گا

ثم نشغ ابو هريرة نشغة: یہ کہہ کر پھر حضرت ابوھریرہؓ نے تصور و استحضار حدیث سے چیخ ماری اور مدہوش ہو گئے۔ یہ کئی بار ہوا آخرکار منہ کے بل گر پڑے۔ واقعی آگے بیان بھی تو ایسا ہے۔ ہم ہیں کہ "کانهم خشب مسندة" کی طرح ٹس سے مس نہیں ہوتے حالانکہ اخلاص کے سوا سب سراب ہے۔ **اللهم احفظنا من الرياء والسمعة ولا تهلكنا فيهما ولا تفضحنا بهما.**

مضمون کی تفصیل متن و ترجمہ سے واضح ہے، روایت سے مقصود ریاء پر تغلیظ و تنبیہ ہے۔ ماجب الحزن؟ اس روایت میں ایک قسم کا ذکر ہے، جن کا انجام ٹھکانہ غم کا کنواں فرمایا۔

مسئلہ: ریاء و سمعۃ حرام ہیں، اخلاص فرض ہے۔

سوال: طویل حدیث کے جملے "فاول من یدعو به رجل..." پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ حساب کے لئے "اول ما یحاسب یوم القیامة الصلوة" حدیث پاک میں وارد ہے، یعنی سب سے پہلے نماز کے متعلق باز پرس ہوگی اسی کے مطابق نام

حق کا شعر بھی ہے روز محشر کہ جاں گداز بود اولیں پرسش نماز بود

جواب: اس کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں، ہم وہ جواب نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، جسے شیخ الحدیثؒ نے "وھو جمع حسن" کہا ہے۔ فان اول السؤال من ھؤلاء لعل عن صلواتھم (کوکب) مذکورہ افراد ثلثہ سے ہی پہلے ان کی نماز کے متعلق پوچھا جائے گا۔ دوسرا جواب بھی ہے کہ مشکوۃ میں ہے 'یعرض الناس یوم القیامۃ ثلاث عرضات، فاما عرضتان فجدال ومعاذیر، واما الثالثۃ فعند ذلک تطیر الصحف "(مشکوۃ) تین پیشیاں ہوں گی، پہلی دو میں بحث وتنازعہ اور عذر ومعافی ہوں گی، تیسری میں فیصلے ہو کر اعمال نامے (چٹھیاں) اڑیں گی۔ تو اولیت مختلف پیشیوں کے اعتبار سے ہو کسی میں سب سے پہلے نماز، کسی میں سب سے پہلے اخلاص، کسی میں سب سے پہلے قتل وظلم کی باز پرس ہوگی

۳۷۔باب بلا عنوان

۵۹۱۔حَدَّثَنَا أَبُوكُرَيْبٍ، حدثنی الْمُحَارِبِیُّ، عَنْ عَمَّارِبْنِ سَیْفِ الضَّبِیِّ، عَنْ أَبِی مَعَانِ الْبَصْرِیِّ، عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ. قَالُوا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَاجُبُّ الْحُزْنِ؟ قَالَ: وَادٍ فِی جَهَنَّمَ یَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ کُلَّ یَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ. قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَنْ یَدْخُلُهُ؟ قَالَ: الْقُرَّاؤُنَ الْمُرَاؤُنَ بِأَعْمَالِهِمْ قَالَ: هذا حدیثٌ غریبٌ.

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا غم کے کنویں سے اللہ کی پناہ مانگو، عرض کیا۔ یہ غم کا کنواں کیا چیز ہے آپ نے فرمایا یہ دوزخ میں ایک وادی ہے اس سے دوزخ بھی دن میں سو بار پناہ مانگتی ہے عرض کیا گیا یا رسول ﷺ اس میں کون لوگ داخل ہوں گے فرمایا جو ریا کار قاری لوگوں کو اعمال دکھاتے ہیں" یہ حدیث غریب ہے۔

۳۸۔بابُ بلا عنوان

۵۹۲۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ الْمُثَنَّی، أَخْبَرَنَاأَبُوْدَاوُدَ سِنَانُ الشَّیْبَانِیُّ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ أَبِی ثَابِتٍ، عَنْ أَبِی صَالِحٍ، عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، الرَّجُلُ یَعْمَلُ الْعَمَلَ فَیُسِرُّهُ، فَإِذَا اطُّلِعَ عَلَیْهِ أَعْجَبَهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَهُ أَجْرَانِ: أَجْرُالسِّرِّ وَأَجْرُالْعَلَانِیَةِ.

قَالَ أَبُوعِیسَی: هَذَا حدیثٌ غریبٌ. وقد روی الأعمشُ وَغَیْرُهُ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ أَبِی ثَابِتٍ، عَنْ أَبِی صالحٍ، عَنِ النبیِّ ﷺ مُرْسَلًا، وَأَصْحَابُ الْأَعْمَشِ لَمْ یذکر فیه عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ.

قَالَ أَبُوعِیسَی: وقد فَسَّرَبَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هذا الحدیثَ: إِذَا اطُّلِعَ عَلَیْهِ فَأَعْجَبَهُ، فَإِنَّمَا مَعْنَاهُ أَنْ یُعْجِبَهُ ثَنَاءُ النَّاسِ عَلَیْهِ بِالْخَیْرِ لِقَوْلِ النَّبِیِّ ﷺ: أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِی الْأَرْضِ، فَیُعْجِبُهُ ثَنَاءُ النَّاسِ عَلَیْهِ لِهَذَا لما یرجو بثناء الناس علیه، فَأَمَّا إِذَا أَعْجَبَهُ لِیَعْلَمَ النَّاسُ مِنْهُ الْخَیْرَ لِیُکْرَمَ عَلَی ذَلِكَ عَلَیْهِ فَهَذَا رِیَاءٌ. وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا اطُّلِعَ عَلَیْهِ فَأَعْجَبَهُ رَجَاءَ أَنْ یَعْمَلَ بِعَمَلِهِ، فَیَکُوْنُ لَهُ مِثْلُ أُجُوْرِهِمْ، فَهَذَا لَهُ مَذْهَبٌ أَیْضاً.

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول ﷺ انسان کوئی عمل چھپا کر کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے

۔پھر جب اوروں کواس کی اطلاع ہوتی ہے تو دوبارہ خوش ہوتا ہے، آپ نے فرمایا اس کے لئے دو ثواب ہیں ایک چھپا کر عمل کرنے کا اور ایک اجر علانیہ عمل کرنیکا"

یہ حدیث غریب ہے، اعمش اور دوسرے لوگوں نے اس کو بواسطہ حبیب بن ابی صالح نبی ﷺ سے مرسلا روایت کیا ہے بعض اھل علم نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ رسول ﷺ نے چونکہ یہ فرمایا ہے کہ تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو، اس لئے جب وہ دیکھتا ہے کہ اوروں کو بھی میرے عمل کی اطلاع ہوگئی تو وہ اس لئے خوش ہوتا ہے کہ اللہ کے گواہوں کو بھی میرے نیک کاموں کی خبر ہوگئی۔لیکن اگر اس کو اس لئے خوشی ہوتی ہے کہ لوگ مجھے اچھا جانیں اور اسکی وجہ سے لوگ میری تعظیم وتوقیر کریں تو یہ ریاکاری ہے بعض اھل علم نے فرمایا کاموں کی اطلاع پانے سے یہ امید ہوتی ہے کہ اس کے نیک اعمال کو دیکھ کر اور عمل کرنے لگیں اس لئے اسکو اپنے عمل کو علاوہ اور لوگوں کے عمل کے برابر بھی ثواب ہوگا۔

تشریح :لہ اجران : ابھی باب سابق میں ہم نے ریاء کی حرمت وقباحت اور شناعت وہلاکت پڑھی اب یہ بیان ہے کہ فی نفسہ کسی عمل کا اظہار مذموم نہیں، اگر ریاء وسمعہ کے قصد وارادے سے اظہار ہو تو پھر برا ہے، ورنہ بذات خود کبھی اظہار عمل مفید بھی ہوتا ہے، دوسرے لوگوں کو ترغیب ہوتی ہے، کئی لوگ پیروی کرتے ہیں۔قرآن کریم میں ہے "ان تبدوا الصدقات فنعما ھی، وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فھو خیر لکم "(بقرۃ ۲۷۱) اگر تم صدقہ خیرات ظاہر کرو تو اچھا ہے، اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو تو وہ تمھارے لئے بہتر ہے۔اسی طرح حدیث میں ہے "من سنّ سنّۃ حسنۃ فعمل بھا ،کان لہ اجرھا واجر من عمل بھا" جس نے دین میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس پر عمل کیا، تو اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور جتنے اس پر عمل کریں گے ان کا بھی ثواب ہے۔

اظہار عمل کا معیار: پھر دو چیزیں ہیں نفس عمل کا اظہار کہ نماز لوگوں کے سامنے پڑھ رہے ہیں، صدقہ لوگوں کے سامنے دے رہے ہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ عمل کر کے پھر ظاہر کرنا رات کو نماز تہجد پڑھی، پھر صبح اظہار کیا، یا پوشیدہ طور پر صدقہ دیا پھر بتلایا، یعنی عمل ہی سامنے کرنا یا عمل کر کے پھر ظاہر کرنا۔دونوں میں بنیادی کردار اظہار واخفاء کی بجائے نیت کا ہے، اگر دل میں رضاء حق اور اخلاص ہے تو پھر بھلے اظہار ہو یا اخفاء کوئی مضائقہ نہیں۔پھر اگر ایسے لوگوں کے سامنے عمل کیا جائے یا کیئے ہوئے عمل کا ذکر کیا جائے جن سے اقتداء اور عمل پیرا ہونے کی امید ہے تو ترغیب کی نیت سے اظہار درست ہے، اسی کی مذکورہ آیت وحدیث میں اجازت ہے، اگر ایسا مجمع نہ ہو یا اپنی نیت میں کھوٹ ہو تو پھر بہر صورت اخفاء اچھا ہے، تا کہ ایسا نہ ہو کہ دوسروں کی گٹھڑی کی حفاظت کرتے کرتے اپنی جوتی بھی اٹھوا بیٹھیں، عنوان تو دوسروں کی ترغیب کا ہو اندر کچھ اور ہو تو اس کی اوٹ میں کہیں اپنا عمل نہ گنوا بیٹھیں، یاد رہے مذکورہ شرائط کے ساتھ فوائد کے لئے اظہار کی اجازت ہے امر نہیں، پھر اخفاء کے لئے لفظ "خیر" فرمایا بہت بہتر ہے۔

مسئلہ: اجتماعی اعمال میں اجتماعیت بحال رکھنا اور شریک ہونا ضروری ہے مثلاً نماز باجماعت، حج، جمعہ، جہاد۔کوئی صاحب یہ کہیں کہ مسجد میں مجمع کے ساتھ نماز پڑھنا اظہار وریاء ہے، میں تو تنہا گھر میں پڑھوں گا، تو اس کا یہ لچر عذر نہ سنا جائے گا، بلکہ جماعت میں حاضر

ہونا ضروری ہے۔ ہاں تہجد، نوافل، صدقہ، خیرات ان میں اخفاء ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ علی الاطلاق اظہار کو قابل مذمت ومنع نہیں کہہ سکتے بلکہ کبھی قابل تعریف ہوتا ہے جیسے ابھی گذرا، اور ہر عمل میں اخفاء واجب وضروری نہیں کہہ سکتے، ہاں نیت کی صحت کے ساتھ قابل اقتداء مجمع کے سامنے ترغیب کے لئے اظہار کی اجازت ہے، اگر یہ دو شرائط نہ ہوں تو پھر اخفاء ہی افضل و بہتر ہے۔

فاعجبه: اس لئے اسے اچھا لگا کہ دوسرے دیکھ کر عمل کریں، یا اس لئے کہ بری حالت کی بجائے مجھے اچھی حالت اور نیک عمل میں دیکھا یہ اچھا ہے، اسی طرح موضع تہمت سے بچنے کے لئے اظہار عمل ہو تو بھی درست ہے مثلاً اگر نماز سامنے نہ پڑھے تو لوگ بے نماز کہنے اور سمجھنے لگیں تو اس اندیشہ تہمت سے بچنے کے لئے بھی اظہار درست ہے۔

وقد فسر بعض اهل العلم: امام ترمذیؒ نے ایک احتمال اعجاب میں یہ بتایا ہے کہ اظہار واطلاع اس لئے چاہتا ہے تاکہ لوگ گواہ ہو جائیں تو بھی مذموم نہیں۔ اگر اعجاب فساد نیت کے ساتھ ہے تو سب صورتیں مذموم و بری ہیں، اگر صحیح نیت کے ساتھ ہے تو پھر درست ہے۔ اس پوری بحث میں اصل مسئلہ نیت کی صحت کا ہے۔

۳۹۔ بَابُ مَاجَاءَ أَنَّ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

آدمی اسی کیساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے کے بیان میں

۵۹۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أخبرنا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حَمِيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ، مَتَى قِيَامُ السَّاعَةِ؟ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الصَّلٰوةِ، فَلَمَّا قَضَى صَلٰوتَهُ قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ قِيَامِ السَّاعَةِ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: أَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ. فَقَالَ: مَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟ قَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ، مَاأَعْدَدْتُ لَهَا كَبِيْرَ صَلٰوةٍ وَلَا صَوْمٍ إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللهَ وَرَسُوْلَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ، وَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ، فَمَا رَأَيْتُ فَرِحَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهٰذَا. هذا حديث صحيح.

"سیدنا انسؓ نے مروی ہے ایک آدمی رسول ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یارسول ﷺ قیامت کب آئے گی رسول ﷺ نماز کیلئے کھڑے ہوئے نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا قیامت کے متعلق پوچھنے والا کہاں ہے۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ میں حاضر ہوں آپ نے فرمایا تم نے قیامت کیلئے کیا تیاری کی ہے اس نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں نہ اتنے روزے رکھے ہیں مگر یہ بات ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا اور تو بھی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے، انسؓ نے کہا اسلام لانے کی خوشی کے بعد مسلمانوں کو جتنی خوشی اس بات سے ہوئی اتنا کسی بات سے خوش ہوتے نہیں دیکھا" یہ حدیث صحیح ہے

۵۹۴۔ حَدَّثَنَا أَبُوْهِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ، أخبرنا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ وَلَهُ مَااكْتَسَبَ.

وفي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، وَصَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي مُوْسَى.

هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ من حديثِ الْحَسَنِ الْبَصرِيِّ،عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ،عَن النبيِّ ﷺ وقد رُوِيَ هَذا الحديثُ من غيرِ وجه عَن النبيِّ ﷺ.

''سیدنا انسؓ بن مالک سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔اور اس کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا''

اس باب میں علی،عبداللہ بن مسعود،صفوان بن عسال،اور ابی موسےٰ سے روایات ہیں۔

یہ حدیث حسن بصری کی روایت سے جو انس سے راوی ہیں حسن غریب ہے۔

۵۹۵۔حَدَّثَنَا محمودُ بنُ غَيلَانَ،حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ آدَمَ،حَدَّثَنَا سُفيَانُ عَن عَاصِمٍ،عَن زِرِّ بنِ حُبَيشٍ،عَن صَفوَانَ بنِ عَسَّالٍ قَالَ:جَاءَ أَعرَابِيٌّ جَهوَرِيُّ الصَّوتِ،فَقَالَ : يَامُحَمَّدُ،الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَومَ وَلَمَّا يَلْحَق هُوَ بِهِم.فقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : المَرءُ مَعَ مَن أَحَبَّ. هذا حديثٌ صحيحٌ.

حَدَّثَنَا أَحمَدُ بنُ عَبدَةَ الضَّبِّيُّ ،أَخبَرَنَا حَمَّادُ بنُ زَيدٍ عَن عاصِمٍ،عَن زِرٍّ،عَن صَفوَانَ بنِ عَسَّالٍ،عَن النبيِّ ﷺ نَحوَ حَدِيثِ مَحمُودٍ.

''سیدنا صفوان بن عسالؓ سے مروی ہے کہتے ہیں ایک بلند آواز والا دیہاتی خدمت نبوی میں آیا اور عرض کیا اے محمد ﷺ انسان کسی قوم سے محبت رکھتا ہے مگر وہ اب تک عملاً ان سے نہیں مل سکا؟ آپ نے فرمایا انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا'' یہ حدیث صحیح ہے۔حدیث سابق کی مثل۔

تشریح :شان ورود:اگلی حدیث میں وارد ہے کہ ایک صحابی نے آخرت کی تیاری کے جواب میں عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ کی محبت تو آپ ﷺ نے فرمایا جو جس سے حقیقی محبت کرے گا دنیا آخرت دونوں میں اسی کے ساتھ ہوگا۔اسی طرح سورۃ النساء کی آیت ۶۹ کے شان نزول میں تفصیلی واقعہ درج ہے کہ سیدنا ثوبانؓ نے اپنی اداسی کا سبب بتایا کہ یارسول اللہ! جنت میں آپ ﷺ اعلیٰ درجات میں ہوں گے،ہم تحتانی درجات میں تو آپ ﷺ کی زیارت کے بغیر چین کیسے آئے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ''المرأ مع من احب.''

حدیث کا مفہوم: جو شخص جس سے تعلقات استوار کرے گا،محبت کرے گا تو دنیا میں اسی کے ساتھ شمار ہوگا بھلے نیک نامی میں یا بدنامی میں۔اسی طرح آخرت میں بھی جزاء وسزاء میں ایک ساتھ ہوں گے۔

سوال:اعتراض یہ ہے کہ جنت میں حضور اکرم ﷺ اعلیٰ درجات میں ہوں گے،اور امتی حسب مراتبھم نچلے درجات میں ہوں گے،تو معیت چہ معنی دارد؟ **جواب**:ای ملحق بھم حتی تکون من زمرتھم (فتح الباری) جواب کا حاصل یہ ہے کہ سب کے جنت میں داخل ہونے کی وجہ سے منجملہ معیت حاصل ہوگی،جیسے کہا جاتا ہے ہم سب ایک شہر میں اکٹھے رہتے ہیں حالانکہ گھروں میں اتصال نہیں ہوتا،بلکہ بسا اوقات تو کافی فاصلہ ہوتا ہے،لیکن عمومی ذکر و تاثر یہی ہوتا ہے کہ سب بھائی اکٹھے رہتے ہیں،اسی طرح فرمایا جنت میں اتحاد فی المکان کی وجہ سے معیت ہوگی،جبکہ درجات بعضھا فوق بعض ہوں گے،ہاں احیاناً زیارت وملاقاتیں ہوں گی۔

ولہ ما اکتسب :اور اس کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا۔بیہقی شریف میں ہے''انت مع من احببت ولک ما

احتسبت" والمقصود واحد، ثواب کی محنت اور ثواب کی امید دونوں برابر ہیں، کیونکہ ثواب کی امید پر ہی اکتساب ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے "لها ما کسبت وعليها ما اکتسبت" (بقرة ۱۸۶) ہر نفس کے لئے وہی مفید ہے جو اس نے کمایا، اور اس کے خلاف ہے جو اس نے عمل بد کیا۔

عن انسؓ: اس میں پوری تفصیل ہے کہ سچے حبدار پیروکار اور پرہیزگار کا انجام اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔

کبیر صلوۃ: بعض لوگوں کو اس سے مغالطہ ہوا ہے کہ صرف دعویٰ محبت اور نعرہ عشق نجات کے لئے کافی ہے، بھلے پوری زندگی حضور ﷺ کی شکل وشباہت اور اتباع سنت سے خالی ہو، بس جی ہم تو محب رسول ہیں، ہمیں کوئی فکر نہیں، سیدنا ابوبکرؓ وعمرؓ سے کون بڑا حبدار و وفادار ہوگا؟ ان کا یہ حال ہے کہہ رہے ہیں کاش ایک گھاس کا تنکا ہوتا کاٹ دیا جاتا، وفات کے قریب حضرت عمرؓ نے زمین پر چہرہ وسر رکھ کر روتے ہوئے کہا پتہ نہیں کیا ہوگا؟ اس لئے خالی دعویٰ پر کامیابی کا انحصار کرنا باطل ہے، ہاں محب رسول کے ساتھ متبع رسول بھی ہوں، بلکہ اتباع کامل کے بغیر دعویٰ محبت ہی کھوکھلا ہے۔ صحابی رسول نے یہ نہیں کہا کہ میں صرف محبت کرتا ہوں عمل کی کیا ضرورت بلکہ یوں کہا کہ زیادہ اعمال نماز روزہ میرے پاس نہیں، نفس عمل کی نفی نہیں بلکہ کثرت عمل کی نفی ہے اور یہ بات طے ہے پر اخلاص اتباع سنت والا عمل جو محبت سے کیا ہو بدعت والے زیادہ عمل سے کہیں زیادہ مفید ہے۔ ارشاد نبوی ہے "عمل قليل في سنة خير من عمل كثير في بدعة" (مصنف عبدالرزاق ۱۱/۲۹۱)

فلما قضیٰ صلوته: اس کا صریح عملی قرینہ ہے، یہ تو نہیں کہ ساری رات سیرت النبی ﷺ کا وعظ سنا نماز کے وقت بستر پر ڈھیر ہوگئے، اسی طرح بعض مسجد ومجمع میں بیان سنتے رہتے ہیں جب اذان ہوتی ہے تو پان کھانے نکل جاتے ہیں، اس سننے کا کیا فائدہ جس سے نماز تک کی توفیق نہ ہو۔ بہرحال یہ نظریہ بدیہی البطلان ہے کہ خالی دعویٰ سے نجات ملے گی نہیں محبت کے ساتھ اطاعت بھی ہو تب شفاعت ہوگی اگرچہ سننے کا ثواب تو ملے گا۔

ولما يلحق هو بهم: اللہ اکبر اس اونچی آواز والے دیہاتی نے کیسا سوال کیا؟ کہ ایک شخص کسی سے محبت کرتا ہے لیکن اتنے عمل نہیں کرپاتا تو ان کے درمیان تفاوت وجدائی ہوجائے گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا اس کم عمل والے محب صادق اور مخلص عامل کو ان کے ساتھ محبت واخلاص کی برکت سے ملادیا جائے گا، قرآن کریم میں ہے "الحقنا بهم ذرّيتهم وما التنٰهم من عملهم من شيء" (طور ۲۱) اور ان سے ان کی اولاد ملادیں گے اور ان کے عمل سے کچھ کم نہ کریں گے، بلکہ اپنے فضل سے نچلوں کو ترقی دیں گے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ اخیار وابرار اور صلحاء واولیاء سے محبت کریں تاکہ ان کے ساتھ محشور ہوں۔ قال قائل: احبّ الصّالحين ولست منهم لعلّ الله يرزقني صلاحا

۴۰۔ باب مَا جَاءَ فِي حُسْنِ الظَّنِّ بِاللّٰهِ تَعَالٰى

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنے کے بیان میں

۵۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِي. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں اور میں اپنے بندے کیساتھ ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: انا عند ظن عبدی بی: اللہ تعالیٰ سے گمان کے مطالب: اس کی تشریح وتعیین کے متعلق علماء کے کئی اقوال ہیں۔

۱۔ پہلا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے خیر یا شر کامیابی یا ناکامی جو امید وتوقع اور گمان رکھتا ہے، اس کے مطابق اس سے برتاؤ کیا جاتا ہے، ''انعامات المنعم'' کی آخری حدیث میں ہم نے پڑھا ہے ''لا یموتنّ احدکم الا وھو یحسن الظنّ باللّٰہ'' تم میں سے کوئی ایک بلکہ ہر ایک اللہ تعالیٰ سے بھلا گمان رکھتا ہو، موت کے ذکر سے مراد پوری زندگی ہے، کما فی القرآن ''فلا تموتنّ الّا وانتم مسلمون'' (بقرۃ ۱۳۲) اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرتے وقت مسلمان رہو، پہلے اپنی مرضی کرتے رہو نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ پوری زندگی اسلام پر بسر کرو تاکہ انجام بھی اسی پر ہو، اسی طرح زیر بحث حدیث کا مطلب ہے کہ پوری زندگی ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھو کہ اسی کے مطابق فیصلہ ہوگا۔

۲۔ علامہ طیبیؒ نے یہ کہا ہے کہ یہاں ظن یقین کے معنیٰ میں ہے، مطلب یہ ہے کہ بندہ مجھ سے جو یقین رکھتا ہے میں اسی کے مطابق فیصلہ وبرتاؤ کرتا ہوں، مثلاً بندہ کو یقین ہے مرنے کے بعد پیشی ہوگی، جو مقدر میں ہے وہ مل کر رہے گا، جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا اسے کوئی ٹال نہیں سکتا، تو فرمایا پھر میں بھی اسی کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں۔

۳۔ علامہ قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد دعاء کے وقت کی کیفیت ہے، کہ دعاء مانگتے وقت قبولیت اور عدم قبولیت میں سے جس کا بندہ کو گمان ہوتا ہے، ویسے کر دیتا ہوں، اس لئے حدیث پاک میں پر عزم ہو کر دعاء کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر اچھا گمان نہ ہو تو پھر دعائیں قبول نہیں ہوتیں بہر حال پہلا مطلب واضح ہے جو غیر مقید وغیر مؤوّل ہے۔

٤١۔ بابُ مَاجَاءَ فِی البِرِّوَالاِثْمِ
نیکی اور گناہ کی پہچان کے بیان میں

۵۹۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَی بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْکِنْدِیُّ الْکُوفِیُّ، حَدَّثَنَا زَیْدُبْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا مُعَاوِیَۃُبْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرِ الحَضْرَمِیُّ عَنْ اَبِیْہِ، عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ، اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالاِثْمُ مَاحَاکَ فِی نَفْسِکَ وَکَرِھْتَ اَنْ یَطَّلِعَ النَّاسُ عَلَیْہِ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدبن بشار، أَخْبَرَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَھْدِیٍّ، أَخْبَرَنَا مُعَاوِیَۃُ بْنُ صَالِحٍ نَحْوَہٗ اِلَّا اَنَّہٗ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ أبوعِیسَی: ھذا حدیثٌ صحیحٌ حسنٌ.

''ایک شخص نے رسول ﷺ سے نیکی اور گناہ کے متعلق دریافت کیا آپ نے فرمایا نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور جس پر تو لوگوں کے مطلع ہونے کو ناپسند کرے''

حدیث سابق کی مثل مگر اس طریق روایت میں یوں ہے۔ کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: البرّ حسن الخلق : بر کے کئی معانی بیان کئے گئے ہیں ۔۱۔ مداراة الخلق، ومراعاة الحق ۔مخلوقات کا خیال اور حق کی رعایت رکھنا ۔۲۔ اطمأنّ الیه القلب ۔ بر کا معنیٰ وہ چیز جس پر دل مطمئن ہو ۔۳۔ فسره فی موضع بالایمان ۔ نفس ایمان وایقان سے بھی اس کی تفسیر کی ہے ۔۴۔ یہاں دوسرا معنی مراد ہے، وہ عمل جس پر دل مطمئن ہو۔
ابواب البر والصلة کے آغاز میں بر سے مراد عمدہ اخلاق تھے۔
الاثم ما حاک فی صدرک : جو دل میں کھٹکے اور لوگوں کی اطلاع پر ناپسندیدگی ہو تو سمجھ لیں یہ عمل درست نہیں ۔ بشرطیکہ قلب سلیم اور نیت مستقیم ہو، اس لئے سلیم الطبع ہونا شرط ہے، ورنہ فاسق فاجر کا دل تو گناہ پر خوش ہوگا، لیکن اتنی بات ضروری ہے کہ جتنا بھی بڑا گناہ گار ہو، ایک بار تو ضمیر جھنجھوڑ دیتا ہے کہ یہ تو نے غلط کیا، بھلے اس کی پرواہ نہ کریں لیکن ضمیر ملامت ضرور کرتا ہے۔

۴۲ ۔ بابُ ماجاءَ فی الْحُبِّ فی اللّٰہ

محض اللہ کے لئے محبت کرنے کی فضیلت کے بیان میں

۵۹۸ ۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ، أَخْبَرَنَا كَثِيرُ بنُ هِشَامٍ، أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بنُ بُرْقَانَ أَخْبَرَنَا حَبِيبُ بنُ أَبِي مَرْزُوقٍ عَن عَطَاءِ بنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَن أَبِي مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ، حدثنی مُعَاذُ بنُ جَبَلٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : اَلْمُتَحَابُّونَ فِي جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشُّهَدَاءُ .

وفی الباب ، عَن أَبِي الدَّرْدَاءِ وَابنِ مَسْعُودٍ وَعُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ، وَأَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ .

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ . وَأَبُو مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيُّ اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بنُ ثُوَبٍ .

”سیدنا معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول ﷺ کو فرماتے سنا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں محض میری خاطر آپس میں محبت رکھنے والوں کے لئے نور کے منبر ہوں گے ان پر پیغمبروں اور شہیدوں کو بھی رشک ہوگا“

اس باب میں ابوالدرداء، ابن مسعود، عبادہ بن صامت، ابی مالک اشعری اور ابو ہریرہؓ سے روایات ہیں ۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے ابو مسلم خولانی کا نام عبداللہ بن ثوب ہے۔

۵۹۹ ۔ حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَن خُبَيْبِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَن حَفْصِ بنِ عَاصِمٍ، عَن أَبِي هُرَيْرَةَ، أَوْ عَن أَبِي سَعِيدٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ : إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ كَانَ قَلْبُهُ مُعَلَّقاً بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُودَ إِلَيْهِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ فَاجْتَمَعَا عَلٰى ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِياً فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ .

هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ . وهٰكذا رُوِيَ هٰذا الحديثُ عَن مَالِكِ بنِ أَنَسٍ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ مِثْلَ هٰذَا، وَشَكَّ فِيهِ . وَقَالَ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ عَن أَبِي سَعِيدٍ . وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ عُمَرَ رَوَاهُ عَن خُبَيْبِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَلَمْ يَشُكَّ فِيهِ فَقَالَ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ .

حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَنْبَرِیُّ ومحمدُ بنُ المُثَنّٰی قَالَا: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ عُمَرَ، حدثنی خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النبیِّ ﷺ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكِ بنِ أَنَسٍ بِمَعْنَاهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: كَانَ قَلْبُهُ مُعَلَّقاً بِالْمَسَاجِدِ. وَقَالَ: ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: حديث المقدام حديث حسن صحيح والمقدام يكنى أبا كريمة.

"رسول ﷺ نے فرمایا سات آدمی ہیں جن کو اللہ اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا اس دن جس دن کہ اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، انصاف پسند بادشاہ، وہ نوجوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرے، وہ شخص جس کا دل مسجد سے لگا رہے وہ دو آدمی جنہوں نے اللہ کیلئے آپس میں محبت رکھی اسی پر دونوں ملے اور اسی پر جدا ہوئے، وہ شخص جس نے خلوت وتنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی دونوں آنکھیں اللہ کے خوف سے بہہ پڑیں۔ اور وہ شخص جسے کسی حسین وجمیل صاحب حسب ونسب عورت نے بلایا لیکن اس نے جواب دیا لیکن اس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اور وہ شخص جس نے ایسا چھپا کر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی کہ اس کے داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا"

یہ حدیث صحیح ہے۔ اسی طرح یہ حدیث مالک بن انس سے مختلف طریقوں سے شک کیساتھ مروی ہے۔

عبیداللہ بن عمرو حبیب بن عبدالرحمٰن سے بغیر شک کے صرف ابو ہریرہؓ سے روایت حدیث سابق کی مثل البتہ دو فقروں میں فرق ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: اس باب میں اللہ کے لئے محبت کرنے پر فضائل وعنایات کا ذکر ہے، ایسی محبت جس میں حسب نسب، دھن دولت، عہدہ رتبہ، جاہ وجلال کی بجائے صرف رب ذوالجلال ہی مقصود و بنیاد ہو۔

محبت کے اسباب وذرائع: کسی سے محبت کے کئی ذرائع اور اسباب ہیں۔ مثلاً محبت مال کی وجہ سے ہو، حسن جمال کی وجہ سے ہو، عہدہ کی وجہ سے ہو، علم وعمل کی وجہ سے ہو، فضل وکمال کی وجہ سے ہو، قرب وجوار کی وجہ سے ہو، وغیرہ کئی ترجیحات ہوتی ہیں جس کی وجہ سے کسی سے محبت ہوتی ہے، محبت کا سبب جتنا قوی اور مضبوط ہوگا اتنا ہی محبت میں اخلاص وقوت ہوگی، اگر سبب عارضی تو محبت بھی عارضی مثلاً محبت عہدہ کی وجہ سے ہے جیسے عہدہ سے برخاست ہوں گے تو محبت نفرت میں بدل جائے گی کم سے کم اجنبیت تو ہو ہی جاتی ہے، مال کی وجہ سے ہے تو مال جاتے ہی محبت پامال ہو جائے گی، اس لئے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت سب سے مضبوط تر ہوتی ہے کیونکہ سبب محبت قوی تر ہے۔ باقی مقصد برآری اور مطلب نکالنے کے لئے جو محبت کے دعوے کئے جاتے ہیں، یہ محبت نہیں بلکہ مزید وغدر ہے، حدیث باب اور دیگر متعدد احادیث میں مبنی بر اخلاص للہ فی اللہ محبت کی تعریف وفضیلت اور خصوصی عنایات کا ذکر ہے۔ فی جلالی میں اسی طرف اشارہ ہے کہ محبت عارضی جاہ وجلال اور حسن وجمال کی وجہ سے نہیں بلکہ میرے جلال کی وجہ سے ہو۔

لهم منابر من نور: **سوال**: للہ فی اللہ محبت کرنے والوں کو نورانی منبروں پر جلوہ افروز دیکھ کر انبیاء وشہداء بھی ان پر رشک کریں گے، ظاہراً اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رشک کرنے والوں کو یہ رتبہ حاصل نہ ہوگا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ **متحابین فی اللہ** کا مرتبہ انبیاء وشہداء سے بڑھ گیا حالانکہ یہ غلط ہے؟

جواب: اس کے جواب میں کئی تاویلات وتوجیہات شروحات وحواشی میں ملتی ہیں، جن میں سے اکثر نظر سے خالی نہیں، جیسا کہ حاشیہ ترمذی میں مذکور توجیہ کی تردید کوکب میں ہے "لیس المراد بذلک مافهمه المحشی وبينه" پھر جو توجیہ کوکب میں بیان کی ہے وہ بھی تکلف بعید ہے۔ راقم کہتا ہے کہ علامہ طیبیؒ کی یہ تاویل کسی حد تک سہل ومحتمل ہے "قال الطیبیؒ: **یمکن ان تحمل الغبطة ھھنا علی استحسان الامر، کأنّ الانبیاء والشھداء یحمدون الیھم فعلھم**" حاصل یہ ہے کہ یہاں غبطہ سے مراد متحابین فی اللہ کے عمل وانعام کی تعریف وتحسین ہے، گویا کہ اعلی مراتب پر فائز انبیاء اور رفیع درجات پر فائز شہداء ان کے عمل کی تعریف کریں گے، اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ استاد شاگرد کی اچھی تقریر یا تحریر پر تحسین وتشجیع کے طور پر کہتے ہیں آج تو اس نے قابل رشک مہارت وفصاحت کا مظاہرہ کیا۔ اسی طرح حدیث پاک میں بھی تعریف مقصود ہے۔

لاظلّ الا ظلّه : اس کی مراد دوسری حدیث میں بیان ہے "لا ظل الا ظل عرشه" یعنی اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ مراد ہے۔ بعض علماء نے ظل اللہ سے اعزاز واکرام مراد لیا ہے (عیسی بن دینار، عیاض) بعض نے طوبی شجرة جنت کا سایہ، تو بعض نے ظل الجنة کہا ہے۔ لیکن ظاہر ہے قول اول راجح ہے جو حضرت سلمان فارسیؓ کی مرفوع حدیث میں وارد بھی ہے، اس میں بعید تکلفات کا ارتکاب نہیں۔

امام عادل: یہاں سے سات صاحب عمل افراد کا ذکر ہے۔ جن میں قدر مشترک شوق وخوف ہے، جس میں شوق ہوگا تو خوف کرے گا اور جس میں خوف ہوگا تو شوق بھی پیدا ضرور ہوگا۔ پہلا شخص منصف حاکم ہے، وجہ اس کی ظاہر ہے کہ جب تک اپنے مالک حقیقی سے خوف نہ ہوگا، تب تک قلم عدل سیدھا نہیں ہوسکتا، پھر اس کا فائدہ بھی عام ہے، اس لئے اسے مقدم فرمایا۔ اس میں بادشاہ، قاضی، عامل اور ہر وہ شخص شامل ہوگا جو مسلمانوں کے اجتماعی امور کا ذمہ دار اور فیصل ہوگا۔

شاب نشأ بعبادة الله : ایسا نوجوان جس کی نشونما اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہو رہی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جوانی میں اعمال وعبادت میں مصروف ہو، حالانکہ یہ عمر لہو ولعب اور شہوت وطرب کی ہوتی ہے، لیکن پھر بھی اپنے آپ کو بچا کر چلنا باعث فضیلت ونجات ہے۔ درجوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری۔

ورجل کان قلبه معلّق بالمسجد: اس کا مفہوم اگلے جملے میں واضح کر دیا گیا کہ مسجد میں اعمال کی پابندی، اور زیادہ تر قیام رہتا ہے، کبھی حاجت وضرورت اور کسی کام کے لئے جانا بھی ہوتا ہے، جیسا کہ ہر شخص کے ساتھ کئی مشاغل ومسائل ہیں پھر لوٹنے اور بروقت آنے کی فکر دامن گیر رہتی ہے، یعنی مسجد میں دوام وقیام اور اعمال کا اہتمام بخوبی پایا جاتا ہے، یہی ایمان کی علامت ہے۔ قرآن کریم میں ہے "**انما یعمر مساجدالله من آمن بالله والیوم الآخر ...**" (توبه ۱۸)

وفی الحدیث "المؤمن فی المسجد کالسمک فی الماء، والمنافق فی المسجد کالطیر فی القفس"

رجلان تحابا فی الله : جو دو شخص، قومیں، اہل علاقہ آپس میں خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت کرتے ہیں، انہیں بھی اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دیں گے "اجتمعا او تفرقا" کا پہلا مطلب یہ ہے کہ جسم وبدن اگرچہ ملتے اور جدا ہوتے رہتے ہیں، مثلاً نماز میں جمع ہیں، کام میں متفرق ہیں، مدرسہ میں اکٹھے ہیں پھر جدا ہیں قلبی تعلق بہر دو صورت مضبوط وباقی رہتا ہے۔ دوسرا

مطلب یہ ہے کہ زندگی میں جمع ہیں موت سے جدائی آجاتی ہے،لیکن تعلق ومحبت برقرار بلکہ بڑھتا رہتا ہے،چنانچہ انبیاء،صحابہ،اولیاء،علماء،شہداء...کتنے افراد سے قلبی اور سچی محبت ہے،جوان کی رحلت ووفات سے منقطع نہیں ہوتی بلکہ مضبوط ہوتی ہے۔قرآن کریم میں بھی یہ ذکر ہے کہ کل کجی مبنی برکجروی اوراغراض دنیا کے گرد گھومنے والی محبت بالکل ختم ہوجائے گی بلکہ عداوت میں بدل جائے گی،تقوی واخلاص والی محبت باقی رہے گی،اور فائدہ دے گی۔"**الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدوٌ الا المتقين**" (زخرف ۶۷)اس دن سوائے پرہیزگاروں کے بعض کی دوستیاں بعض کی دشمنی میں بدل جائیں گی۔

فائدہ: رجلان تثنیہ سے یہ شبہ نہ ہو کہ جب یہ دو ہیں تو کل تعداد آٹھ ہوجائے گی،جیسا کہ بعض بادی النظر کو یہ شبہ ہوا ہے،اگر ایسا سمجھ لیا جائے تو اجمال سبعة سے مطابقت نہ ہوگی،لیکن حقیقت یہ ہے کہ عمل محبت ایک ہے اگرچہ عامل دو ہیں،اس لئے محبت فی اللہ ایک عمل شمار ہوگا،لفظ تثنیہ اس لئے لایا گیا کہ محبت فرد واحد اور ایک جانب سے متحقق نہیں ہوتی بلکہ دو اور جانبین کی متقاضی ہے۔جیسا کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔

رجل ذكر الله خاليا:ای منفردا من الناس ،او مما سوی الله،او من الرياء ،اومن الاشغال : جو آدمی لوگوں سے تنہا ہوا،ریاء سے خالی ہوا،ماسوی اللہ سے کٹ گیا،اب تنہائی وخلوت میں اللہ کو یاد کررہا ہے،اپنے کرتوت بھی سامنے آگئے تو اس شوق لقاء اور خوف سزاء کی کشمکش میں رو رہا ہے،تو ایسے کو عرش الٰہی کا سایہ میسر ہوگا۔اس خاص حالت میں خاص وخالص عمل کی وجہ سے خصوصی انعام سے نوازا جائے گا۔عمومی اجتماع اور مجالس میں کبھی آنسوں بہنے میں ریاء ودکھلاوے کا اندیشہ وشائبہ ہوتا ہے،اس لئے خلوت وتنہائی کے رونے کا ذکر ہے،باقی یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اجتماعی مجلس ذکر ودعا وغیرہ میں اگر رونا آجائے تو مفید نہیں،ایسا نہیں خوف الٰہی سے رونا تو بہرصورت مفید ہے،مزید رقت ورأفت اور رحمت وعنایت کا باعث ہے،ہاں مذکورہ خصوصی انعام مذکورہ عمل خلوت پر ملے گا،اگرچہ دیگر سے نفی بھی نہیں ہے۔

رجل دعته ذات حسب وجمال : حسب ونسب اور حسن وجمال یہ اتفاقی قیود ہیں،یہ مطلب نہیں کہ اگر کم نسل غیر حسین کے پھندے سے بچا تو یہ رتبہ حاصل نہ ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ دواعی اور دعوت زنا کے باوجود جس نے دامن عفت کو داغدار نہ کیا تو ظل الٰہی کا حقدار بنا۔باقی ان قیود کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ ایسی صورت میں میلان وطغیانا ور ھیجان زیادہ ہوتا ہے،اس لئے اس سے بچنے کی فضیلت فرما کر بالکلیہ بچنے کی ترغیب ہے۔اس کی بنیادی وجہ خوف الٰہی کا استحضار ہے،اس کے بغیر بندہ بے کار ہے۔

بہت آسان ہے جلوت میں معاذ اللہ کہہ دینا بہت مشکل ہے بادۂ گلگلوں سے بچنا خلوت میں

رجل تصدق بصدقة: اس عمل میں کیونکہ مکمل اخلاص واخفاء ہے،تو خصوصی اعلان عطاء ہے۔

حتی لاتعلم شماله ماتنفق يمينه : اس سے مبالغہ مقصود ہے کہ یہ عمل پوشیدہ ومخفی طریقے سے ہو۔اردگرد کے افراد تو کجا خود اپنے دوسرے ہاتھ سے بھی مخفی ہوتا کہ اخلاص بھرپور ہو۔

صدقہ سے مراد؟ لفظ صدقہ کا اطلاق "زکوۃ،صدقہ،فطرۃ واجبہ،نافلہ" سب پر ہوتا ہے یہاں بھی صدقات واجبہ نافلہ دونوں مراد ہوسکتے ہیں ،کہ ہر قسم کا عطیہ وصدقہ مخفی طور پر دیا جائے جبکہ علامہ نوویؒ نے نقل کیا ہے کہ یہاں قسم ثانی صدقات نافلہ مراد ہیں۔صدقہ مفروضہ اور واجبہ میں

اظہار اولیٰ ہے تاکہ لوگوں کو بدگمانی نہ ہو کہ یہ تو زکوۃ نہیں دیتے۔ موضع تہمت سے بچنے کے لئے کچھ نہ کچھ اظہار ہو، جبکہ عمومی فضیلت اخفاہی کی ہے کما قال تعالیٰ: ان تبدوا الصدقات فنعمّا هی، وان تخفوها فهو خیر لکم (بقرة ۲۷۱)

هكذا روى هذا الحديث: اس عبارت سے مقصود امام مالکؒ کی سند و روایت سے تائید حاصل کرنا ہے، امام ترمذی نے کیونکہ سند میں "عن ابی هريرة او عن ابی سعيد" لفظ "او" کے ساتھ درج کیا ہے، تو اس کی تائید کے لئے فرمایا کہ امام مالکؒ سے بھی کلمہ تشکیک کے ساتھ مروی ہے۔ یعنی ابوھریرۃؓ سے ہے یا ابوسعیدؓ سے، ہاں عبیداللہ بن عمرؓ نے اسے عن ابی ھریرۃ روایت کیا ہے، اس میں کلمہ تشکیک نہیں ہے آگے حدثنا سوار ..... سے پوری سند موجود ہے۔ ساتھ یہ بھی ہے "نحو حديث مالك بن انس بمعناه" دوسری حدیث میں "ذات منصب و جمال" وارد ہے، یہ عام ہے "ذات حسب" سے مراد شرافت نسبی تھی اس میں ہے کہ شرافت نسبی و منصبی بھی اسی میں شامل ہے۔

نکتہ: زیر بحث حدیث میں "سبعة" سات مافوق سے نفی کے لئے نہیں اور نہ ہی حصر مراد ہے، بلکہ دیگر روایات میں کئی اشخاص وصفات کا ذکر ہے جن صفات حمیدہ کی وجہ سے ان کے حاملین کو عرش الٰہی کا سایہ میسر ہوگا، چنانچہ ترمذی اول میں ہم نے حدیث پڑھی ہے "عن ابی هريرةؓ قال: قال رسول اللهﷺ: من انظر معسرا، او وضع له، اظله الله يوم القيامة تحت ظل عرشه يوم لا ظل الا ظله" (كتاب البيوع ۱/۲۴۴) ابن حجرؒ نے "معرفة الخصال الموصلة الى الظلال" نامی اپنے مستقل رسالے میں اس قسم کی تمام روایات کو جمع کیا ہے۔

۴۳ ـ بابُ ماجاءَ فی إعْلَامِ الحُبِّ

محبت کی اطلاع دینے کے بیان میں

۶۰۰ ـ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ، أخبرنا يَحْيَى بنُ سَعِيْدٍ القَطَّانُ، أخبرنا ثَوْرُ بنُ يَزِيْدَ عَنْ حَبِيْبِ بنِ عُبَيْدٍ، عَنِ المِقْدَامِ بنِ مَعْدِيْكَرِب قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا أَحَبَّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُعْلِمْهُ إِيَّاهُ.

وفی البابِ عَنْ أَبِی ذَرٍّ وَأَنَسٍ. [حديثُ المِقْدَامِ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ]

"سیدنا مقدام بن معدیکرب سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی بھائی سے محبت کرے تو اس کو اس کی خبر کردے" اس باب میں ابوذر اور انسؓ سے روایت ہے، حدیث مقدام حسن صحیح ہے

۶۰۱ ـ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَقُتَيْبَةُ، قَالَا: أَخْبَرَنَا حَاتِمُ بنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ عِمْرَانَ بنِ مُسْلِمٍ القَصِيْرِ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ سَلْمَانَ، عَنْ يَزِيْدَ بنِ نُعَامَةَ الضَّبِّیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا آخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْأَلْهُ عَنِ اسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيْهِ وَمِمَّنْ هُوَ؟ فَإِنَّهُ أَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ. قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديثٌ غريبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَلَا نَعْرِفُ لِيَزِيْدَ بنِ نُعَامَةَ سِمَاعاً مِنَ النَّبِیِّ ﷺ، وَيُرْوَى عَنِ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبیِّ ﷺ نَحْوَ هَذَا الحديثِ، وَلَا يَصِحُّ إِسْنَادُهُ.

"رسول ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص کسی بھائی سے اخوت قائم کرے تو اس سے اس کا اس کے والد اس کے خاندان کا اور اس کے قبیلہ کا نام پوچھ لے کیونکہ اس طرح سے محبت کا تعلق قوی ہوتا ہے"

یہ حدیث غریب ہے۔ہم اس کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں، یزید بن نعامہ کا سماع ہم نبی ﷺ سے نہیں پہچانتے۔ابن عمر سے بھی نبی ﷺ سے اس کے مثل مروی ہے۔لیکن اس کی سند صحیح نہیں۔

تشریح: باب سابق میں محبت پر عنایات کا ذکر تھا، اب محبت کی اطلاع وانداز کے متعلق ہدایات کا ذکر ہے، حاصل باب یہ ہے کہ جس سے اللہ کی رضا کے لئے محبت ہو اسے بتلا دو تا کہ وہ بھی یہ درجہ پالے پھر نام پتہ معلوم کرلو تا کہ خیریت وغیرہ معلوم کرنے میں سہولت رہے، پھر اس کی محبت کا پاس رکھو، اس کی خدمت کرو، بیمار ہو تو عیادت کرو، اس کی غیر موجودگی میں اپنی بساط کے مطابق اس کی حفاظت کرو، انتقال ہوجائے تو تجہیز وتکفین اور جنازہ وتدفین میں شامل رہو۔بیہقی شریف میں مذکورہ امور کی تصریح ہے "**فاسئله عن اسمه واسم ابيه، فان كان غائبا حفظته، وان كان مريضا عدته، وان مات شهدته**"۔

اذا احبّ احدكم: اس سے دینی اور سچی محبت مراد ہے، مطلب پرستی والی محبت نہیں۔

فليعلمه اياه: یہ امر ندب ہے، غرض یہی ہے کہ اسے بھی میلان وتعلق ہوگا۔

اذا آخى الرجل الرجل: ماضی من المواخاة، بھائی بندی، اخوت وبھائی چارگی۔

٤٤ ـ بابُ كَرَاهِيَةِ المِدْحَةِ وَالمدَّاحِينَ

منہ پر تعریف کرنے اور تعریف کرنیوالوں کی برائی کے بیان میں

٦٠٢ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عبدُالرَّحمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَن حَبِيبِ بنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَن مُجَاهِدٍ، عَن أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ: قَامَ رَجُلٌ فَأَثْنَى عَلَى أَمِيرٍ مِنَ الأُمَرَاءِ، فَجَعَلَ المِقْدَادُ بنُ الأَسْوَدِ يَحْثُو فِي وَجْهِهِ التُّرَابَ وقَالَ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَحْثُوَ فِي وُجُوهِ المَدَّاحِينَ التُّرَابَ.

وفي البابِ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وَقَدْ رَوَى زَائِدَةُ عَن يَزِيدَ بنِ أَبِي زِيَادٍ، عَن مُجَاهِدٍ، عَن ابنِ عَبَّاسٍ، عَن المقدادِ وحديثُ مُجَاهِدٍ، عَن أَبِي مَعْمَرٍ أَصَحُّ. وَأَبُو مَعْمَرٍ اسْمُهُ عَبدُاللّٰهِ بنُ سَخْبَرَةَ. وَالمِقْدَادُ بنُ الأَسْوَدِ هُوَ المِقْدَادُ بنُ عَمْرٍو الكِنْدِيُّ، وَيُكْنَى أَبَا مَعْبَدٍ، وَإِنَّمَا نُسِبَ إِلَى الأَسْوَدِ بنِ عَبدِ يَغُوثَ لِأَنَّهُ كَانَ تَبَنَّاهُ وَهُوَ صَغِيرٌ.

"ابومعمر سے مروی ہے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے امیروں میں سے ایک امیر کی تعریف کی۔مقداد بن اسودؓ نے اس کے منہ پر مٹی ڈالی اور فرمایا ہمیں رسول ﷺ نے حکم دیا ہے۔کہ منہ پر تعریف کرنیوالوں کے منہ میں مٹی ڈالدیں" اس باب میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے

زائدہ نے اس کو بواسطہ یزید بن ابی زیاد، مجاہد، حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔مجاہد کی روایت معمر سے صحیح تر ہے۔ابومعمر کا نام عبداللہ بن سخبرہ ہے۔مقداد بن اسود سے مراد مقداد بن عمرو کندی ہیں۔ابومعبد ان کی کنیت ہے۔اسود بن یغوث کی طرف آپ کی نسبت کی جاتی ہے۔اس لئے کہ اس نے بچپن میں آپ کو متبنی بنالیا تھا۔

٦٠٣ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عُثْمَانَ الكُوفِيُّ، أَخبَرَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بنُ مُوسَى، عَن سَالِمٍ الخَيَّاطِ، عَن الحَسَنِ، عَن أَبِي

هُرَيْرَةَ قَالَ : أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَحْثُوَ فِي أَفْوَاهِ الْمَدَّاحِيْنَ التُّرَابَ. هٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ أَبِي هُرَيْرَةَ

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ منہ پر تعریف کرنے والوں کے منہ میں خاک ڈال دیں'' ۔ یہ حدیث ابو ہریرہؓ کی روایت سے غریب ہے۔

تشریح: المدحة: بكسر الميم، اسم من المدح المصدر ۔ سابقہ ابواب میں دینی سچی اور حقیقی محبت کا تذکرہ تھا، اب مصنوعی محبت، پرطمع مدحت اور خوشامد کی کراہت وناپسندیدگی کا ذکر ہے، عرض یہ ہے کہ پہلی قسم کو اپناؤ اور دوسری قسم سے جان بچاؤ!

فاثنى على امير من الامراء: امیر کی تعیین میں مسلم ۲/۴۱۴ میں بسند صحیح مروی ہے ''ان رجلا يمدح عثمانؓ، فعمد المقداد، فجثا على ركبتيه، وكان رجلا ضخما (سمينا عظيم الجسد)، فجعل يحثو في وجهه الحصباء، فقال له عثمانؓ: ما شانك؟ فقال: انّ رسول الله ﷺ قال: اذا رأيتم المداحين، فاحثوا في وجوههم التراب'' ایک شخص سیدنا عثمانؓ کی تعریف کر رہا تھا تو سیدنا مقدادؓ اس کی طرف متوجہ ہو کر گھٹنوں کے بل بیٹھے اور وہ بھاری بدن کے تھے، پھر شروع ہوئے کہ اس منہ پر تعریف کرنے والے کے منہ میں کنکریاں پھینک رہے تھے، (یہ کیفیت دیکھ کر) سیدنا عثمانؓ نے فرمایا آپ کیا کر رہے ہیں؟ تو انھوں نے تفصیل ودلیل بتاتے ہوئے فرمایا بلاشبہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم منہ پر تعریف کرنے والے خوشامدیوں کو دیکھو، تو ان کے منہ میں مٹی بھر دو۔

فجعل المقداد بن الاسود: حضرت مقدادؓ: یہ مقداد بن عمروؓ ہیں، مقداد بن اسود سے مشہور ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ''عمروؓ'' کے حلیف ''اسود بن عبد یغوث'' نے حضرت مقدادؓ کو اپنا متبنی اور منہ بولا بیٹا بنالیا تھا، تو مقدادؓ بجائے ابن عمرو کے مقداد بن اسود مشہور ہوئے۔ یہ قدیم الاسلام، شرکاء بدر صحابہؓ میں سے ہیں، شہسوار اور بہادر تھے، وذكر ابن مسعود ان اول من اظهر اسلامه سبعة، ومنهم المقداد، مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام ''جرف'' عمر ستر سال ۳۳ھ میں وفات پائی، پھر مدینہ لائے گئے اور وہیں دفن کئے گئے۔ رضی الله تعالیٰ عنه وارضاه. ورزقنا الله حب النبی ﷺ واصحابه وازواجه واحفاده

ان نحثو في وجوه المداحين التراب: حثا يحثو حثوا، حثى يحثي حثيا دونوں بابوں سے آتا ہے، یہاں ترمذی میں ''نحثو'' ہے اور مسلم شریف میں ''نحثی'' ہے، والمعنىٰ واحد، رمى التراب، مٹی ڈالنا۔

حثو تراب کے مطالب؟ علماء نے اس کے کئی مطلب اور مفاہیم بیان کئے ہیں۔ ا۔ انه محمول على حقيقته، فينبغي ان يحثي التراب على وجه المادح حقيقة. اس کا پہلا مطلب یہ ہے کہ یہ اپنے حقیقی وظاہری معنی پر محمول ہو اور خوشامدی کے منہ پر مٹی پھینک دی جائے۔ جیسا کہ سیدنا مقدادؓ نے کیا اور یہی راجح واولیٰ ہے جو عمل صحابی سے مؤید ہے۔

۲۔ ان حثی التراب كناية عن تخييب المادح ۔ مٹی ڈالنا کنایہ ہے خوشامدی کو رسوا کرنے سے یعنی ایسے خود غرض پیشہ ور تعریف کرنے والے کو رسوا کر دے، اس کی مصنوعی لفاظی کے دھوکہ میں آکر عجب وتکبر کا شکار نہ ہوں۔ ۳۔ المراد ان يقول الممدوح للمادح ''بفيك التراب'' جس کی تعریف ہونے لگے وہ خوشامدی سے کہے تیرے منہ میں مٹی ۴۔ ان المقصود

ان یاخذ الممدوح ترابا، فیبذره بین یدی المادح. یہ مقصود بھی ہوسکتا ہے کہ ممدوح مٹی لے کر مادح کے سامنے ڈال دے تا کہ عبرت ونصیحت ہو کہ مٹی کی مخلوق مٹی میں جانے والی کیا قابل تعریف ہوسکتی ہے؟ ۵۔ ان المراد بحثو التراب فی وجه المادح اعطاؤه ما طلب، لان کل مافوق التراب تراب، وبهذا جزم البیضاوی۔ کذا فی التکملة عن الفتح۔ پانچواں اور آخری مطلب حثو تراب کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ لالچی خوشامدی کو کچھ دے کر اس کا منہ بند کر دیا جائے۔ کیونکہ زمین پر جو کچھ ہے وہ مٹی ہی تو ہے۔ سلف وخلف اکثر اکابرین نے عملاً دوسرے قول کو اختیار کیا ہے کہ منہ پر تعریف کرنے والے کی ہرگز حوصلہ افزائی نہیں کرتے بلکہ اپنے قول وفعل سے اس پر نکیر کرتے ہیں۔ اور بعض اولوالعزم حضرات کا پہلے اور حقیقی معنی پر معمول منقول ہے

مداحین سے مراد کون ہیں؟ قال الخطابی: المداحون هم الذین اتخذوا مدح الناس عادة (وصنعة) وجعلوه یستاکلون به الممدوح۔ اس سے مراد وہ پیشہ ور اور لالچی مصنوعی تعریفیں کرنے والے ہیں جو اس کے ذریعے سے ممدوح سے کچھ بٹورتے ہیں، وہ بھلے مال ہو یا عہدہ۔ (چنانچہ ایک تقریب میں کھانے کے دوران جب چمچ مانگا تو برابر کے ساتھی نے کہا "سب چمچے اسلام آباد گئے ہوئے ہیں")

منہ پر تعریف کا حکم: درج ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ منہ پر تعریف وخوشامد مکروہ ہے۔

قال البغوی فی شرح السنة ۱۳/ ۱۵۱: وفی الجملة المدح والثناء علی وجه الرجل مکروه، فالاحوط ماقاله البغویؒ من الاجتناب عنه فی کل موضع مشتبه. والله اعلم

منہ پر تعریف کی ممانعت کی وجوہات: اس کی ممکنہ متعدد وجوہات ہیں۔ ۱۔ ممدوح کا عجب وغرور کی آفت مہلکہ کا شکار ہونا ۲۔ مادح کذب ونفاق، خلاف حقیقت مبالغہ آرائی کا مرتکب ہوتا ہے۔ ۳۔ خوشامدی معاشرے میں ذلت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے اسے ناپسند فرمایا کہ ممدوح ومادح دونوں کی دنیا وآخرت کا نقصان ہے۔

اچھی صفات اور نیک بات اللہ تعالیٰ کے ہاں پسند ومقبول ہیں اور ابواب الادب میں بیسیوں حدیثیں ہمارے سامنے آئیں گی جن میں میل ملاپ بات چیت اور گفت وشنید کے آداب اور ہدایات مذکور ہیں اور مسلم شریف ابواب البر والصلة کے آخر میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ اگر کسی صالح وعامل اور متقی پرہیزگار کی تعریف کی جائے تو یہ اس کے لئے نقد بشارت اور دنیا ہی میں مقبولیت کی دلیل ہے۔ اور زیر بحث باب میں کراہت کا لفظ موجود ہے۔ اور اس سے مقصود یہی ہے کہ کسی کی حد سے زیادہ منہ پر تعریف مت کریں اور آسمان وزمین کے قلابے نہ ملائیں۔ آسان الفاظ میں اس کی وجہ یہ ہے کہ مادح وممدوح کیلئے مضرت اور نقصان ہے کہ منہ پر بے جا تعریف کرنے والا محض مبالغہ آرائی، خلاف حقیقت الفاظ اور خوشامد وچاپلوسی کا ارتکاب کرتا ہے اور موصوف فخر وغرور اور عجب وگھمنڈ میں مبتلا ہوتا ہے اور دونوں کا آخرت کا نقصان ہوتا ہے اور دنیا میں بھی تاثر خراب ہوتا ہے اور لوگ جملے کسنے لگتے ہیں۔ ان وجوہ کی بنا پر منہ پر تعریف کرنے والے کے منہ میں مٹی بھرنے یعنی حقارت کے ساتھ چپ کرانے کا ذکر ہے اور اس کی ممانعت ہے۔

سوال: قال النوویؒ فی شرح المسلم: وردت الاحادیث فی النهی عن المدح، وقد جاء ت احادیث کثیرة فی الصحیحین بالمدح فی الوجه ؟ اس سوال کا حاصل یہ ہے کہ منہ پر تعریف کی ممانعت کے متعلق بکثرت احادیث وارد

ہوئی ہیں اور دوسری طرف بخاری مسلم اور دیگر کتب حدیث میں منہ پر تعریف کرنے کے واقعات بھی مذکور ہیں چنانچہ غزوۃ العسرۃ یعنی غزوۃ تبوک کے موقع پر حضرت عثمانؓ کے کثیر چندہ دینے پر آپ ﷺ نے تعریف وتحسین فرمائی فکیف الجمع؟

جواب: قال العلماء .... ان النهی محمول علی المجاوزة فی المدح و الزيادة فی الاوصاف او علی من يخاف عليه فتنة من اعجاب .... واما من لايخاف عليه ذلک لكمال تقواه و رسوخ عقله و معرفته فلا نهی فی مدحه فی وجهه بل ان كان يحصل بذلک مصلحة كنشاطه للخير او الازدياد فيه او الدوام والاستقامة او الاقتداء به كان مستحبا (عون) علماء نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ اباحت وممانعت کے محمل جدا ہیں اس لئے تعارض نہیں تطبیق ہوسکتی ہے نہی کی احادیث اور باب کی احادیث کا مطلب یہ ہے کہ بے جا مبالغہ غلط بیانی اور ممدوح کا فتنے میں پڑنے کا اندیشہ ہوتو بالکل منع ہے۔ اور اگر مبنی بر حقیقت گفتگو اور تعریفی کلمات ہوں اور ممدوح کے راسخ فی المعرفۃ والتقوی ہونے کی وجہ سے فتنے کا اندیشہ نہ ہوتو منہ پر تعریف درست ہے بلکہ جب اس سے کوئی نیک مقصود ہوتو پھر مستحب ہے۔ مثلاً ممدوح کا استقامت اختیار کرنا اور نیکی میں آگے بڑھنا دوسروں کو تشویق وترغیب دلانا یا دوسروں کو اس کی پیروی پر ابھارنا تو یہ بالکل مباح و مستحب ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے مخفی صدقہ دینے کا حکم ہے اور کبھی اظہار بھی بہتر ہوتا ہے قرآن کریم میں ہے "ان تبدوا الصدقت فنعما هی" (بقرۃ ۲۷۱) اگر تم (ترغیب کیلئے) صدقہ ظاہر کروتو اچھا ہے اور اگر چھپا کر فقراء کو دوتو بہت بہتر ہے۔

اذا لقيتم المداحين ای المداحون الذين اتخذوا مدح الناس عادة و جعلوه بضاعة يستأكلون به الممدوح و يفتنونه (عون) علامہ خطابی کہتے ہیں اس سے پیشہ ور کرائے کے لوگ مراد ہیں جو اس کے ذریعے کماتے اور لوگوں کی بے جا تعریفیں کرکے انہیں فتنے میں ڈالتے ہیں۔ مبنی برحقیقت تعریف کرنے والا اس ممانعت میں شامل نہیں۔

۴۵۔بَابُ مَاجَاءَ فِی صُحْبَةِ الْمُؤْمِنِ
مؤمن کی ہم نشینی اختیار کرنے کے بیان میں

۶۰۴۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ،أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ،عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ،أَخْبَرَنَا سَالِمُ بْنُ غَيْلَانَ أَنَّ الْوَلِيْدَبْنَ قَيْسٍ التُّجِيْبِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ،قَالَ سَالِمٌ أَوْ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَاتُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِناً وَلَايَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّاتَقِيٌّ. هٰذَا حَدِيْثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

''سیدنا ابوسعید خدریؓ نے کہا میں نے رسول ﷺ کو فرماتے سنا فرمارہے تھے مؤمن کے سوا کسی کی صحبت اختیار نہ کرو۔اور تیرا کھانا صرف پرہیز گار کھائے'' اس حدیث کو ہم صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

تشریح: اس باب سے مقصود یہ ہے کہ خوشامدیوں سے بچتے ہوئے اہل ایمان وارباب تقوی کی صحبت میں رہیں،اور مطلب پرستوں کو کھلانے پلانے کی بجائے رُب پرستوں کو حلال مال سے کھلائیں۔تاکہ دارین میں کام آئیں۔

لاتصاحب الا مؤمنا: مقصود یہ ہے کہ اشرار وکفار فساق وفجار اور منافقین وبدکردار قسم کے لوگوں اوران کی مجلس ومحفل سے بچ کر ایماندار،باکردار،پرہیزگار وابرار کی معیت وصحبت میں رہنے کی کوشش کریں تاکہ مثل عطار کے اعمال واشغال کی روحانی خوشبو آتی رہے،ورنہ بھٹی دھو نکنے والے کی طرح برے اعمال کی بدبو نقصان دیتی رہے گی۔یہی بھلی صحبت ہی تو ہے جس نے ''ابن ابی قحافہؓ'' کو''انت صاحبی فی الغار ، و صاحبی فی المزار،وصاحبی علی الحوض، و صاحبی فی الجنة'' کا مصداق بنادیا۔و کثیر من الواقعات التی لاتعدّ ولا تحصی؛

ولا یاکل طعامک الا تقی: پرہیز گار کھا کر عبادت کریں گے،دعا کریں گے،بدکردار ڈکار بھی نہ لیں گے بلکہ عیار بنیں گے۔ایسوں کو کھلائیں جوشب بیدار بنیں،نہ جوشب کے مار بنیں۔

اس کھلانے سے کون سا کھانا مراد ہے؟ قال الخطابی:المراد منه طعام دعوة و مودّة، لا طعام حاجة. . . زیر بحث حدیث میں طعام سے مراد محبت بھری دعوت کا کھانا ہے،کہ دعوت میں نیک لوگ مدعو ہوں۔باقی ضرورت ومجبوری کا کھانا مراد نہیں مثلاً کوئی کافر وفاجر حاجت منداور بھوکا ہو تو اسے کھلانا اللہ تعالیٰ کی رضا اور نجات کا باعث ہے۔بلکہ ضرورت ومجبوری میں تو کتے کو کھلانا پلانا نجات کا سبب ہے(کما قرأنا فی انعامات المنعم)اس کی دلیل قرآن کریم میں ہے ''ویطعمون الطّعام علی حبه مسکینا ویتیما و اسیرا'' (الدہر ۸)اوروہ صحابہؓ اللہ تعالیٰ کی خالص محبت کی وجہ سے فقیروں،یتیموں اوراسیروں کو کھلاتے تھے۔حالانکہ قیدی اس وقت کافر ہوتے تھے اس لئے دعوت واکرام کے لئے یہی حکم ہے کہ نیک صالح لوگوں کو کھلائیں،ہاں ضرورت مند بھلے کوئی انسان بلکہ حیوان بھی ہو تو بقدر استطاعت وکفایت دیا جائے۔

قال سالم: اوعن ابی الهیثم عن ابی سعیدؓ : امام ترمذی سند میں ایک اور واسطے کی طرف اشارہ کرر ہے ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ سالم بن غیلان کوشک ہوا ہے کہ ولید بن قیس نے بلا واسطہ ابو سعیدؓ سے روایت کیا ہے، یا ولید اور ابوسعید کے درمیان ابوالھیثم راوی کا واسطہ ہے۔ ولید بن قیس مقبول راوی ہے، اس لئے روایت بہر دوصورت حجت ہے۔

٤٦ ـ بَابُ مَاجَاءَ فِی الصَّبْرِ عَلَی الْبَلَاءِ

مصیبت پر صبر کرنے کے بیان میں

٦٠٥ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَبْنِ أَبِیْ حَبِيْبٍ، عَنْ سَعْدِبْنِ سِنَانٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا أَرَادَاللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَعَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَفِی الدُّنْيَا وَإِذَاأَرَادَ بِعَبْدِهِ الشَّرَّأَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهٖ حَتّٰی يُوَافِیَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

وَبِهٰذَاالإِسْنَادِعَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللّٰهَ إِذَاأَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِیَ فَلَهُ الرِّضٰی، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ، قَالَ أَبُوعِيْسٰی: هٰذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ من هٰذا الوَجْهِ.

’’سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا جب اللہ اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتے ہیں۔ اس کی سزا دنیا ہی میں جلدی دے دیتے ہیں۔ اور جب کسی بندے کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو اس سے گناہوں کی سزا روک لیتے ہیں یہاں تک کہ قیامت کے روز اس کا پورا پورا حساب چکائیں گے‘‘

اوراس سند سے نبی ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا جزاء کا بڑا ہونا مصیبت اور آزمائش کے بڑے ہونے کیساتھ ہے اور اللہ جب کسی قوم کو محبوب رکھتا ہے۔ تو انکو آزماتا ہے جو بلا پر راضی ہوا اس کیلئے رضامندی ہے اور جو خفا ہوا اس کیلئے ناراضگی ہے، یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے۔

٦٠٦۔حَدَّثَنَا محمودُبنُ غَيْلَانَ،حَدَّثَنَا أَبُودَاوُدَ،أخبرنا شُعْبَةُ عَنِ الأَعْمَشِ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ :مَارَأَيْتُ الْوَجَعَ عَلَى أَحَدٍأَشَدَّ مِنْهُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ . هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ سخت کسی کا درد نہیں دیکھا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے

٦٠٧۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،[أَخبَرَنَا شَرِيْكٌ]عَنْ عاصِمِ بنِ بَهْدَلَةَ،عَنْ مُصْعَبِ بنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ،أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: اَلْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ ،فَيُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِيْنِهِ،فَإِنْ كَانَ فِي دِيْنِهِ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاؤُهُ،وَإِنْ كَانَ فِي دِيْنِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى قَدْرِ دِيْنِهِ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ وَمَاعَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ .

قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .[وفي البابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأخت حذيفة بن اليمان أن النبي ﷺ سئل أيّ الناس أشد بلاء؟ قَالَ: الأنبياءُ ثم الأمثلُ فالأَمْثَلُ] .

''سیدنا سعدؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخت کس کی آزمائش ہوتی ہے فرمایا انبیا کی پھر وہ اللہ کے بندے جوانکے بعد ہیں آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہے۔اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہے تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوگی اور اگر اپنے دین میں نرم ہے تو اپنے دین کے موافق ہی آزمائش میں مبتلا ہوگا یہ مصیبتیں ہمیشہ بندے کے ساتھ رہتی ہیں یہاں تک اسکو اس حال میں چھوڑتی ہیں کہ وہ زمین پر چلتا ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٦٠٨۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبنُ عَبْدِالْأَعْلَى،حَدَّثَنَايَزِيدُبنُ زُرَيْعٍ،عَنْ محمّدِبنِ عَمْرٍوعَنْ أَبِي سَلَمَةَ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَقَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : مَايَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتَّى يَلْقَى اللّٰهَ وَمَاعَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ . هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .[وفي البابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأُخْتِ حُذَيْفَةَ بنِ الْيَمَانِ].

''سیدنا ابی ہریرہؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا مؤمن مرد اور مؤمن عورت کی جان، مال اور اولاد پر برابر آزمائش آتی رہتی ہے۔یہاں تک کہ وہ اللہ سے اس حال میں ملتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے

تشریح : پہلے اچھی صحبت اختیار کرنے کا حکم تھا،اور ظاہر ہے کبھی اس میں مصائب ومسائل کا سامنا بھی ہوتا ہے، بلکہ اکثر ہوتا ہے تو بلاء وابتلاء پر صبر کرنے کا عنوان وباب ذکر کیا جس میں ضمناً ساتھیوں کی طرف سے پیش آنے والی تکالیف پر صبر کا حکم بھی ثابت ہوا،اب مناسبت واضح ہوگئی کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو اور کوئی ناگوار امر پیش آئے تو صبر کرو۔بالفاظ دیگر مناسبت کے لئے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ صبر کا ایک معنی اعمال صالحہ پر ثابت قدم رہنا بھی ہے،تو اب یوں بھی کہیں گے کہ جو صحبت صالحین اختیار کی اس پر ثابت قدمی اور ٹھہراؤ بھی ہو۔

خلاصۃ الکلام قریب بالمرام: اس باب میں نقل کردہ تین روایات اور دیگر کثیر احادیث وآیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو جتنا مقرب ومقبول ہوگا اتنا آزمائش وآلام اور عدم آرام میں مبتلا ہوگا، تاکہ صبر کرے اجر پائے۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے۔ "کل مقرب مکرب" اردو میں کہا جاتا ہے "اپنوں کے پھول بھی کانٹوں سے زیادہ چبھتے ہیں" اسی طرح "حسنات الابرار سیئات المقربین" عملاً بھی کہ اپنوں کی تو مسجد نبوی میں اونچی آواز بھی برداشت نہیں، اجنبی کا پیشاب کرنا بھی سہہ لیا گیا۔ حالانکہ دنیاداروں کے ہاں یہ ہے کہ جو جتنا قریبی ہوتا ہے، اتنا زیادہ نوازا جاتا ہے لیکن دنیاوی متاع وعطاء میں، ادھر تو انداز نرالا ہے جو نہیں بھاتے وہی زیادہ پاتے ہیں، قرآن کریم میں ہے "**فلما نسوا ما ذکروا به فتحنا علیهم ابواب کل شیء...**" (انعام ۴۴) حاصل یہ ہے کہ نصیحت کو بھلانے والوں کے لئے دنیا کے سب دروازے کھول دیئے گئے۔ اس کے برعکس اپنوں کے لئے ہے "جتنا قریب آؤ گے، اتنا زیادہ آزمائے جاؤ گے"۔ لیکن گھبرانے کی بات نہیں مذکورہ بالا آیت کا اگلا حصہ پڑھتے ہی بات صاف ہوجاتی ہے فرمایا "**حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنهم بغتة فاذا هم مبلسون فقطع دابر القوم الذین ظلموا**"۔ پھر اچانک ایسی پکڑ کہ جڑ سے ختم اور بالکل کالعدم نام ونشان تک باقی نہیں، ادھر ہے "چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد"

مذکورہ بالا سطور سے یہ بات واضح ہوچکی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا جتنا زیادہ مقرب ہوتا ہی آزمائش میں مبتلا ہوگا لیکن یہ سزا نہیں رفع درجات کا سبب ہے۔ تندیٔ باد مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

اذا اراد الله بعبده الخیر: اس حدیث میں واضح فرمادیا کہ دنیا میں تکلیف آنا آخرت میں راحت کا سبب ہے، کھلی چھوٹ مل جانا آخرت میں ہلاکت کا باعث ہے۔ یہ بھی فرمادیا کہ آزمائش جتنی بڑی ہوگی تو عنایت بھی اسی قدر اونچی ہوگی۔

فمن رضی فله الرضی: جس نے بخوشی اور صبر واستقامت کے ساتھ برداشت کیا تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا ہی ملے گی۔ جس نے جزع فزع بے صبری اور جلد بازی دکھائی، ناراض ہونے لگا تو پھر انجام بھی ناراضگی پر ہوگا۔ اس لئے مصیبت مانگنی تو نہ چاہئے آجائے تو صبر کرنا چاہئے۔

مارأیت الوجع علی احد: تکلیف ودرد کی شدت آپ ﷺ پر زیادہ ہوتی اور صبر پر اجر بھی بہت زیادہ عطا ہوتا۔

الانبیاء ثم الامثل فالامثل: ای الاشراف فالاشراف او الاعلی فالاعلی۔ ساری کائنات میں انسان افضل ہے، پھر انسانوں میں انبیاء علیہم السلام کی مقرب ترین جماعت افضل ہے، پھر تمام انبیاء ورسل میں حضور اکرم ﷺ افضل ہیں۔ تو تکالیف بھی درجہ بدرجہ آتی ہیں، جتنا بڑا پیمانہ اتنا زیادہ دانہ۔ جتنا دین وایمان اور اقرار وایقان میں متصلب ومضبوط ہوگا اسی قدر مصائب ہوں گی۔

فی نفسه وولده وماله: اس آخری روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ضروری نہیں کہ صرف ذات واحد پر ابتلا ہو نہیں بلکہ گھر بار، کاروبار، اہل وعیال، اولاد واحفاد میں سے ہر ایک کے حوالے سے کوئی نہ کوئی دکھ تکلیف آتی جاتی رہے گی، صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہے گی۔ اس لئے یہ نہ سمجھا جائے کہ صرف اپنی ذات پر آنے والی تکالیف پر صبر موجب اجر ہے، بلکہ ہر چھوٹی بڑی داخلی خارجی طبعی مالی ہر مصیبت پر صبر کرنا چاہئے۔ وجہ ظاہر ہے کہ تکلیف کی مشقت اٹھائی پھر صبر نہ کرنے کی وجہ سے اس پر ملنے والے اجر وثواب سے بھی محروم رہے تو یہ دوگنی آفت ہوئی کہ چیز بھی ہاتھ سے گئی اور اجر بھی، اس لئے صبر کرکے اجر کے حقدار تو بن جائیں۔

تحقیق مقام: یہ بات تو ہم نے سمجھ لی کہ قربِ الٰہی کی وجہ سے آفات وابتلائات رفعِ درجات کے لئے آتی ہیں، یہ احادیث باب کا حاصل ہے، دوسری طرف قرآنی آیات میں ہے "**وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر**" (شوری ۳۰) "**ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملوا لعلھم یرجعون**" (روم ۴۱) اور جو تمھیں مصیبت پہنچتی ہے سو وہ تمھارے ہاتھوں کی کمائی (اور اعمال) ہیں اور بہت ساروں سے وہ درگذر فرمادیتے ہیں۔ خوشکی وتری میں جو بگاڑ برپا ہوا لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی ہے تاکہ انہیں بعض کرتوتوں کا مزہ چکھائیں شاید وہ باز آئیں۔ مذکورہ دو آیات اور دیگر کئی تصریحات میں ہے کہ آنے والی تکلیف بداعمالیوں کا نتیجہ ہوتی ہیں جن کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ اسی طرح ابواب الفتن باب نمبر میں ہم پڑھ آئے ہیں کہ جب لوگوں میں یہ یہ بیماریاں اور برے اعمال نمودار ہوتے ہیں تو خوش حالی کی بجائے خشک سالی، امن کی بجائے جنگ، غلوں کی بجائے زلزلے، بارش کی بجائے طوفانی آندھیاں آتی ہیں اور یہ انہیں گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اب ظاہر اتعارض ہوا کہ آنے والی مصیبت سزا ہے یا رفعِ درجات کا سبب اور جزا ہے؟

تعارض کا حل: اس کا حل یہ ہے کہ دراصل ہر ایک کے لئے ایک زاویہ اور نظرِ واحد سے نہیں دیکھا جاسکتا ورنہ بہت سارے بدیہی امور کے سمجھنے میں مشکل پیش آئے گی، یہ بات واضح اور فرق بین ہے کہ کوتوال مجرم پر ہاتھ چلاتا ہے، کبھی اسی ہاتھ سے اپنے بیٹے بیٹی کو بھی مارتا ہے، اور ظاہر ہے نیت ونتیجہ ہر دو کے اعتبار سے دونوں میں بہت فرق ہے۔ پہلی صورت میں تعذیب وایذاء ہے، دوسری صورت میں تادیب واصلاح ہے۔ فساق وفجار اور کفار کے لئے تو یہ چیزیں سزا ہوتی ہیں، صالحین وابرار اور پرہیزگاروں کے لئے باعث رفعِ درجات اور جزاء ہوتی ہیں۔ مزید یہ بھی یاد رکھیں کہ جب آفت آتی ہے تو نام پتہ پوچھ کر نہیں آتی بلکہ بلا امتیاز سب پر چھا جاتی ہے، جیسا کہ سیلاب اور پانی کا ریلا جب آتا ہے تو سب کچھ بہالے جاتا ہے، وہ یہ نہیں دیکھتا کہ چلو ادھر مسجد ہے ادھر سے رخ پھیرلے، مثل مشہور ہے جب آگ سلگتی ہے تو خشک کے ساتھ گیلی کو بھی راکھ کردیتی ہے، ان شاء اللہ اب بات صاف ہوگئی کہ ظاہرا تو مصائب وتکالیف کی شکل سب کے لئے ایک ہوتی نتیجہ مختلف ہوتا ہے، جیسا کہ آگ کھوٹ کو جلادیتی ہے اور سونے کو کندن بنادیتی ہے۔ دوسرا جواب غیر انبیاء کے لئے یہ بھی ہے کہ جتنا بھی نیک صالح اور متصوف ہو کچھ نہ کچھ قصور سرزد ہو ہی جاتا ہے، چنانچہ مرشدی محی السنۃ مفتی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پیروں اور متصوفین سے تغیرِ منکر اور عدمِ نکیر میں کوتاہی پائی جاتی ہے، اپنے مریدین ومنسلکین کی سب اغلاط پر روک ٹوک نہیں کرتے یہ بھی معصیت ہے۔ دوسرا جواب جزوی ہے، پہلا کلی ہے۔

نکتۂ نادرہ: تحقیق مذکورہ سے یہ فرق ہم نے سمجھ لیا کہ نافرمانوں کے لئے مصائب وآلام سزا ہوتی ہیں اور فرماں برداروں کے لئے رفعِ درجات کا سبب اور جزا ہوتی ہے اب یہ فرق کیسے سمجھیں کہ یہ تکلیف فلاں کے لئے تعذیب وسزا ہے اور فلاں کے لئے مکفر سیئات اور جزا ہے؟ اس کا جواب حضرت تھانویؒ کے بعض مضامین میں ملتا ہے کہ اصل بنیاد تکلیف آنے کے بعد نمودار ہونے والا قدرتی اور فطری تأثر ہے، اگر تکلیف آنے سے صبر وانابت کی توفیق ہوئی ہے یعنی صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو رہا ہے قلب ولسان دونوں سے تو سمجھ لیجئے کہ یہ مصیبت وبیماری رفعِ درجات کا سبب ہے، اور اگر ایسا نہیں بلکہ بے صبری، جزع فزع، چیخنا چلانا، ناامید بھرے جملے کہنا وغیرہ سرزد ہوں تو سمجھ لیجئے کہ یہ سزا ہے۔ عملا ہر فرد کو یہ صورت پیش آتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ذہنی، جسمانی، روحانی پریشانی

لاحق ہوتی ہے، اب وہ خود غور کرسکتا ہے کہ کیا تاثر ظاہر ہورہا ہے تو فیصلہ کرنا آسان ہوگا۔ اس لئے بہتر ہے صبر شکر اور تدبر وفکر کی عادت بنائیں۔

٤٧۔ بَابُ ماجاءَ فی ذَهَابِ البَصَرِ

بینائی جاتے رہنے کے بیان

٦٠٩۔ أَخبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ، حَدَّثَنَا عبدُالعَزِيزِ بنُ مُسْلِمٍ، أخبرنا أَبُو ظِلَالٍ، عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقُولُ إِذَاأَخَذْتُ كَرِيمَتَيْ عَبْدِيْ فی الدُّنيَا لَمْ يَكُنْ لَهُ جَزَاءٌ عِندِی إِلَّا الْجَنَّةَ

وفی البابِ عَن أَبِی هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بنِ أَرْقَمَ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ من هذا الْوَجْهِ. وَأَبو ظِلَالٍ اسْمُهُ هِلَالٌ.

”سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب میں دنیا میں کسی بندے کی آنکھیں لے لیتا ہوں تو میرے پاس اس کا بدلہ جنت ہے“

اس باب میں ابو ہریرہؓ اور زید بن ارقم سے روایات ہیں، یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے، ابوظلال کا نام ہلال ہے

٦١٠۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أخبرنا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَن أَبِی صَالِحٍ، عَن أَبِی هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ أَذْهَبْتُ حَبِيبَتَيْهِ فَصَبَرَ وَاحْتَسَبَ لَمْ أَرْضَ لَهُ ثَوَاباً دُونَ الْجَنَّةِ.

وفی البَابِ عَن عِرْبَاضِ بنِ سَارِيَةَ. قَالَ أبوعيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

”رسول ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں جس کی دونوں آنکھوں کو لے لیتا ہوں اور وہ اس کو اللہ کی طرف سے سمجھتے ہوئے صبر کرتا اور ثواب کا امیدوار رہتا ہے۔ تو اس کیلئے میں جنت سے کم ثواب پر راضی نہیں“

اس باب میں عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: ابھی ہم نے پڑھا تکالیف پر صبر کرنے پر اجر کثیر کا وعدہ ہے، اب ایک تکلیف پر ملنے والے اجر اور بدلے کا ذکر ہے، جس کی ہم دو پیاری چیزیں لے لیتے ہیں تو اسے اس پر صبر کے بدلے میں جنت ہی دیں گے۔

فائدۃ: روایات میں ”اخذت ، اذھبت“ کے ظاہر سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ زندگی میں جسے آنکھیں ملیں پھر عمر کے کسی بھی حصے میں بینائی لے لی گئی تو صبر کرنے پر یہ بشارت وعنایت اس کے لئے ہے، اقتضاء النص کے طور پر اسی سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ جس کو پیدائشی نابینا پیدا کیا وہ بھی اس بشارت کا مستحق ہوگا، (ممکن ہے کسی روایت میں اس کی تصریح ہو باوجود جستجو کے راقم کو نہیں مل سکی)۔

کریمتی، حبیبتیه: دونوں کا مصداق حواس میں سے محبوب تر آنکھیں ہیں۔ حبیبتین بمعنیٰ محبوبتین جریح بمعنیٰ مجروح کے قبیل سے ہے۔

الاالجنة، دون الجنة: اس کا پہلا مطلب یہ ہے کہ سابقین اولین کے ساتھ یہ صابرین بھی پہلے پہل جنت میں داخل ہوں

گے۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس سے حساب وکتاب کے بغیر جنت میں داخلہ مراد ہے،اس کی دلیل اگلی روایت میں "فصبر واحتسب" ہے،مذکورہ فضیلت درتبہ صبر وتسلیم کی قید سے مقید ہوگا۔اس لئے خندہ پیشانی سے اس تکلیف کو برداشت کیا جائے اور ثواب کی امید ہو۔تو اس عارضی نعمت کے بدلے دائمی جنت ملے گی۔

یود اهل العافية: جب قربانیاں دینے والوں کو انعامات ودرجات ملیں گے تو دنیا میں راحت وعافیت سے رہنے والے خواہش کریں گے کاش ان کے جسم قینچیوں سے کاٹے جاتے۔اگلی روایت میں صراحت ہے کہ ہر ایک کل کو افسوس کرے گا نیکی والا بھی اور بدی والا بھی

يختلون الدنيا بالدين: مشتق من الختل باب ضرب،اى يطلبون متاع الدنيا باعمال الآخرة. یعنی نیک کام اور دینی کام کرنے پر دھوکے سے مال بٹوریں گے،ظاہری مصنوعی کیفیت وعمل دونوں سے دھوکہ دیں گے۔الصبر بروزن کتف ایلوۃ،یہ کڑوا ہوتا ہے۔

فبي حلفت: جار مجرور کے درمیان مضاف محذوف ہے،اى فبعظمتي وجلالي،میری عظمت وجلالت شان کی قسم لأتيحنّهم میں ان پر اتاروں گا ایسا فتنہ ومصیبت کہ سمجھدار وبردبار بھی ششدر رہ جائیں گے۔یہ تاح يتيح مثل باع يبيع سے متکلم کا صیغہ ہے۔تنبیہ سیدنا ابوھریرہؓ وابن عمرؓ کو باب سے مناسبت نہیں ہوسکتا ہے یہاں نیا باب ہو جورہ گیا چنانچہ بیروتی نسخے میں یہاں "بلاعنوان" باب موجود ہے۔

۶۱۱۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ،وَيُوسُفُ بنُ مُوسَى القَطَّانُ البَغْدَادِيُّ قَالَا:اخبرنا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بنُ مَغْرَاءَ أَبُوزُهَيْرٍ،عَنِ الْأَعْمَشِ،عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ،عَنْ جَابِرٍ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: يَوَدُّ أَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يُعْطَى أَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ أَنَّ جُلُودَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيضِ.

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ بِهٰذَا الإِسْنَادِ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ،عَنِ الْأَعْمَشِ،عَنْ طَلْحَةَ بنِ مُصَرِّفٍ،عَنْ مَسْرُوقٍ شَيْئاً مِنْ هٰذَا.

"سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن جب مصیبت برداشت کرنے والوں کو بدلہ دیا جائیگا۔تو آرام والے چاہیں گے کاش ہمارے چمڑے دنیا میں قینچیوں سے کاٹے گئے ہوتے"

یہ حدیث غریب ہے،ہم اس کو اس اسناد سے صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں،بعض نے اس روایت کا کچھ حصہ اعمش سے بواسطہ طلحہ بن مصرف مسروق سے نقل کیا ہے۔

۶۱۲۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ،اخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ،اخبرنا يَحْيَى بنُ عُبَيْدِاللّٰهِ،قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُوتُ إِلَّا نَدِمَ. قَالُوا وَمَا نَدَامَتُهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟قَالَ: إِنْ كَانَ مُحْسِناً نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونَ ازْدَادَ،وَإِنْ كَانَ مُسِيئاً نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونَ نَزَعَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى:هٰذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ،وَيَحْيَى بنُ عُبَيْدِاللّٰهِ قَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ شُعْبَةُ [وَهُوَ يَحْيَى بنُ عُبَيْدِاللّٰهِ بن موهب مدنی].

''رسول ﷺ نے فرمایا جو کوئی مرتا ہے وہ قیامت کے دن شرمندہ ہوگا، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول ﷺ اس کی شرمندگی کیا ہے؟ فرمایا اگر وہ اچھے عمل کرنے والا ہے، تو نادم رہے گا، کہ کیوں نہ اور زیادہ کر لئے، اگر بدکار رہا تو نادم ہوگا کہ کیوں نہ میں گناہوں سے باز رہا''

اس حدیث کو ہم صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں، یحی بن عبیداللہ کے بارے میں شعبہ نے کلام کیا ہے، یہ یحیٰی بن عبیداللہ بن موھب مدنی ہیں۔

٦١٣۔حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ،أخبرنا ابْنُ الْمُبَارَكِ،أخبرنا يَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللهِ،قَالَ:سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتِلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ ،يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّأْنِ مِنَ اللِّيْنِ ،أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَى مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ.يَقُوْلُ اللهُ أَبِي تَغْتَرُّوْنَ أَمْ عَلَيَّ تَجْتَرِئُوْنَ؟ فَبِي حَلَفْتُ لَأَبْعَثَنَّ عَلَى أُولَئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ مِنْهُمْ حَيْرَاناً . وفي الباب،عَنِ ابْنِ عُمَرَ.

''رسول ﷺ نے فرمایا آخر زمانہ میں ایسے لوگ ظاہر ہونگے جو مکروفریب سے دین کے ذریعہ دنیا کمائیں گے، لوگوں کو اپنی نرمی دکھانے کیلئے بھیڑ کی کھالیں پہنیں گے، انکی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہونگی انکے دل بھیڑئے کے دل ہونگے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا تم میرے ساتھ فریب کرتے ہو یا میرے سامنے اپنی جرأت دکھاتے ہو میں نے قسم کھائی ہے کہ ان لوگوں میں انہی میں سے ایسا فتنہ بھیجوں گا جو ان بردبار کو بھی حیران پریشان کر دیگا'' اس باب میں ابن عمرؓ سے روایت ہے۔

٦١٤۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُبْنُ سَعِيْدِ الدَّارِمِيُّ،حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ عَبَّادٍ،أخبرنا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ ،أخبرنا حَمْزَةُ بْنُ أَبِي مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ دِيْنَارٍ،عَنِ ابْنِ عُمَرَ،عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ: لَقَدْخَلَقْتُ خَلْقاً أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَقُلُوْبُهُمْ أَمَرُّ مِنَ الصَّبِرِ،فَبِي حَلَفْتُ لَأُتِيْحَنَّهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ مِنْهُمْ حَيْرَاناً،فَبِي يَغْتَرُّوْنَ أَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِئُوْنَ .

قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ من حديثِ ابنِ عُمَرَ الانعرفُه إلَّا من هذا الوَجْهِ .

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے کچھ ایسی مخلوق بھی پیدا کی ہے جن کی زبان شہد سے زیادہ میٹھی ہے اور انکا دل ایلوے سے بھی زیادہ کڑوا ہے، پس میں نے قسم کھائی ہے کہ ان کیلئے ایسا فتنہ مسلط کرونگا جوان کے بردبار کو بھی حیران کردے گا کیا مجھ سے یہ لوگ فریب کرتے ہیں یا مجھ پر جیرت دکھاتے ہیں''

یہ حدیث ابن عمر کی روایت سے حسن غریب ہے، ہم اس کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

٤٨۔بَابُ ماجاءَ في حِفْظِ اللسانِ

زبان کی حفاظت کے بیان میں

٦١٥۔حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِاللهِ،حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ،و حَدَّثَنَا سُوَيْدُبْنُ نَصْرٍ،أخبرنا عبدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ،عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوْبَ،عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ زَحْرٍ،عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ،عَنِ الْقَاسِمِ،عَنْ أَبِي أُمَامَةَ،عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ:

قُلتُ: یَارَسُولَ اللّٰہِ :مَاالنَّجَاۃُ؟قَالَ: اَمْلِكْ عَلَیْكَ لِسَانَكَ وَلْیَسَعْكَ بَیْتُكَ وَابْكِ عَلٰی خَطِیْئَتِكَ . ھذا حدیثٌ حسنٌ .

''سیدنا عقبہ بن عامرؓ نے کہا میں نے عرض کیا یارسول ﷺ نجات کس میں ہے؟ فرمایا اپنی زبان روک لو اور چاہیئے کہ تمہارا گھر تم پر کشادہ ہو اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو'' یہ حدیث حسن ہے۔

٦١٦ـ حَدَّثَنَا محمَّدُ بنُ مُوسَی البَصْرِیُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ زَیْدٍ، عَن أَبِی الصَّھْبَاءِ، عَن سَعِیْدِ بنِ جُبَیْرٍ، عَن أَبِی سَعِیْدٍ الخُدْرِیِّ رَفَعَهُ قَالَ : إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الأَعْضَاءَ كُلَّھَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُوْلُ: اتَّقِ اللّٰہَ فِیْنَا فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ، فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا ، وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا.

حَدَّثَنَا ھَنَّادٌ، أخبرنا أَبُوأُسَامَةَ عَن حَمَّادِ بنِ زَیْدٍ نَحْوَهُ وَلَمْ یَرْفَعْهُ .وَھٰذَا أَصَحُّ من حدیثِ مُحَمَّدِ بنِ مُوْسَی . قَالَ أبوعِیسَی: ھذا حدیثٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا من حدیثِ حَمَّادِ بنِ زَیْدٍ .وقد رَوَاهُ غَیْرُوَاحِدٍ عَن حَمَّادِ بنِ زَیْدٍ وَلَمْ یَرْفَعُوْهُ [ـ حَدَّثَنَا صَالِحُ بنُ عَبْدِ اللّٰہِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بنُ زَیْدٍ، عَن أَبِی الصَّھْبَاءِ عَن سعیدِ بنِ جُبَیْرٍ عَن أبی سعیدٍ الخُدْرِیِّ قَالَ أَحْسِبُهُ عَن النَّبِیِّ ﷺ فذکرنحوہ] .

''سیدنا ابوسعیدؓ نے مرفوع بیان کیا آپ نے فرمایا جب آدمی صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء جھک کر زبان سے کہتے ہیں کہ تو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر کیونکہ ہم تجھ سے متعلق ہیں اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جاویں گے''

حدیث سابق کی مثل، لیکن مرفوع بیان نہیں کیا۔ یہ محمد بن موسیٰ کی روایات سے پہچانتے ہیں مختلف لوگوں نے اس کو حماد بن زید سے روایت کیا ہے۔ لیکن مرفوع ذکر نہیں کیا۔

٦١٧ـ حَدَّثَنَا محمَّدُ بنُ عَبْدِ الأَعْلَی الصَّنْعَانِیُّ، أَخْبَرَنَا عُمَرُ بنُ عَلِیٍّ المُقَدَّمِیُّ، عَن أَبِی حَازِمٍ، عَن سَھْلِ بنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : مَنْ یَتَوَكَّلْ لِی مَابَیْنَ لَحْیَیْهِ وَمَابَیْنَ رِجْلَیْهِ أَتَوَكَّلْ لَهُ الْجَنَّةَ.

وفی البابِ عَن أَبِی ھُرَیْرَةَ وابنِ عَبَّاسٍ .قَالَ أبوعِیسَی: حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ غریبٌ من حدیث سھل بن سعدٍ .

''سیدنا سہل بن سعدؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھے اپنی دونوں داڑھوں کے درمیان کی چیز اور اپنے دونوں پاؤں کے درمیان کی چیز کی حفاظت کی ضمانت دے تو میں اس کیلئے جنت کا ضامن ہوں''

اس باب میں ابوہریرہؓ اور ابن عباس سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

٦١٨ـ حَدَّثَنَا أَبُوسَعِیْدٍ الأَشَجُّ، أَخْبَرَنَا أَبُوخَالِدٍ الأَحْمَرُ، عَن ابنِ عَجْلَانَ عَن أَبِی حازِمٍ، عَن أَبِی ھُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :مَنْ وَقَاهُ اللّٰہُ شَرَّ مَابَیْنَ لَحْیَیْهِ وَشَرَّ مَابَیْنَ رِجْلَیْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

قَالَ أبوعِیسَی: ھذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ .وأَبُوحَازِمٍ الذی رَوَی عَن سَھْلِ بنِ سَعْدٍ، ھُوَأَبُو حَازِمٍ

الزَّاهِدُ مَدِيْنِيٌّ وَاسْمُهُ: سَلَمَةُ بنُ دِيْنَارٍ، أَبُو حَازِمٍ الذي رَوَى عَن أَبِي هُرَيْرَةَ اسْمُهُ سَلْمَانُ الْأَشْجَعِيُّ مَوْلَى عَزَّةَ الْأَشْجَعِيَّةِ وَهُوَ الكُوفِيُّ.

''سیدنا ابی ہریرہؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا جس شخص کو اللہ نے اس چیز کی بُرائی سے بچالیا جو دونوں داڑھوں اور دونوں پاؤں کے درمیان ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، ابو حازم جو سہل بن سعد سے راوی ہیں۔ وہ ابو حازم زاہد مدینی ہیں۔ ان کا نام سلمہ بن دینار ہے دوسرے ابو حازم جو ابو ہریرہؓ سے راوی ہیں ان کا سلمان اشجعی ہے۔ عزہ اشجعی کے مولیٰ ہیں کوفی ہیں۔

۶۱۹۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، أخبرنا عبدُاللهِ بنُ المُبَارَكِ، عَن مَعْمَرٍ، عَن الزُّهْرِيِّ، عَن عَبْدِالرَّحْمٰنِ بنِ مَاعِزٍ، عَن سُفْيَانَ بنِ عَبْدِاللهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ، حَدِّثْنِي بِأَمْرٍ أَعْتَصِمُ بِهِ. قَالَ: قُلْ رَبِّيَ اللهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ. قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُولَ اللهِ، مَا أَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ؟ فَأَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ ثُمَّ قَالَ: هذا.

قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وقد رُوِيَ من غيرِ وَجْهٍ عَن سُفْيَانَ بنِ عَبْدِاللهِ الثَّقَفِيِّ.

''سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول ﷺ مجھے کوئی ایسی چیز بتایئے جسے میں مضبوط پکڑلوں آپ نے فرمایا کہو میرا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہو، فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یہ بھی بتلا دیجئے کہ میرے لئے سب سے زیادہ خطرناک چیز کونسی ہے، آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور فرمایا یہ''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سفیان بن عبداللہ ثقفی سے دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔

۶۲۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِاللهِ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي ثَلْجٍ البَغْدَادِيُّ صَاحِبُ أَحْمَدَ بنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ، أخبرنا إِبْرَاهِيمُ بنُ عَبْدِاللهِ بنِ حَاطِبٍ، عَن عبدِاللهِ بنِ دِيْنَارٍ، عَن ابنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَاتُكْثِرِ الكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللهِ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ، وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللهِ القَلْبُ القَاسِي.

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي النَّضْرِ، حدثني أبو النَّضْرِ، عَن إبراهيمَ بنِ عبدِاللهِ بنِ حَاطِبٍ عَن عَبْدِاللهِ بنِ دِيْنَارٍ عَن ابنِ عُمَرَ عَن النبيِّ ﷺ نَحْوَهُ

قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديثٌ غريبٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا من حديثِ إِبْرَاهِيمَ بنِ عَبْدِاللهِ بنِ حَاطِبٍ.

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا اللہ کے ذکر کے سوا کسی گفتگو کی کثرت نہ کرو، کیونکہ اللہ کے ذکر کے سوا کلام کی کثرت دل کو سخت کر دیتی ہے۔ اور اللہ سے زیادہ دور وہ ہے جو سخت دل ہے''

حدیث سابق کی مثل ہے، یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف ابراہیم بن عبداللہ بن حاطب کی روایت سے پہچانتے ہیں

۶۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وغيرُ وَاحِدٍ، قَالُوا: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ بنِ خُنَيْسٍ المَكِّيُّ قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بنَ حَسَّانَ المَخْزُومِيَّ قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ صَالِحٍ، عَن صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَن أُمِّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ عَن النبيِّ ﷺ قَالَ:

كُلُّ كَلَامِ ابْنِ آدَمَ عَلَيْهِ لَالَهُ اِلَّا أَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ أَوْنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِأَوْذِكْرُاللّٰهِ .

قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ ،لانعرفُه اِلَّا من حديثِ محمَّدِبنِ يَزِيْدَ بنِ خُنَيْسٍ.

''سیدہ ام حبیبہؓ سے مروی ہے نبی علیہ ﷺ نے فرمایا آدمی کی گفتگو اس کے لئے نقصان دہ ہے فائدہ مند نہیں ،مگر بھلائی کا حکم کرنا،اور برائی سے روکنا،اللہ کا ذکر کرنا''

یہ حدیث غریب حسن ہے،ہم اس کو صرف محمد بن یزید بن خنیس کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

تشریح: کچھ آفات ومصائب تو ایسے ہیں جو جزاء وسزا کے لئے آتی ہیں ،کچھ خطاء انسانی اور آفات لسانی ہیں ،تو پہلے ذکر تھا قدرتی اور اتفاقی مصائب وسانحات پر صبر کا اب لسانی آفات سے بچنے کا حکم اور محتاط ومحدود رہنے کی ترغیب ہے،کہ زبان کی حفاظت کیجئے ،پہلے تولو پھر بولو پر سنجیدگی سے عمل کیجئے ،چند ابواب قبل لایعنی افعال واقوال سے بچنے کا اہتمام اور قلت کلام پر مفصل بحث تمام گذر چکی ہے۔وہیں آفات لسان کی فہرست بھی درج ہے ملاحظہ ومحاسبہ ہو جائے تو بہتر۔

ما النجاة؟اي ما سبب الخلاص عن الآفات ؟یعنی آفتوں سے کیسے چھٹکارا پائیں۔صحابی رسول ﷺ نے دریافت کیا کہ نجات کیسے حاصل ہوگی ،دنیا میں تو بہت مشکلات وآفات اور سیئات کا شکار ہو جانا بعید نہیں ،تو آپ بچاؤ کی ترکیب ارشاد فرمائیں۔

املک علیک لسانک: سائل کی کیفیت وحیثیت سے ایمان اور عمل بالارکان کا تو یقیناً علم ہوا کہ سچے مؤمن اور پکے عامل ہیں تو آپ ﷺ نے معاصی سے بچنے کے لئے فرمایا:اپنی زبان پر قابو رکھو!پھر ان تینوں زبان کی حفاظت ،گھر میں مداومت اور استغفار وندامت کے ذکر میں بھی ربط ومناسبت واضح ہے،اس لئے کہ جواب سے مقصود گناہوں سے بچنے کا اہتمام تعلیم دینا ہے،یہ بھی ظاہر ہے کہ اکثر معاصی ومفاسد کا سبب زبان ہے تو اس پر قابو پانے کا حکم دیا،پھر اختلاط اور میل جول کی کثرت مضر ہے اور راہ نجات میں رکاوٹ ہے تو اس سے بچنے کا حکم دیا کہ گھر میں رہو،عمل کرو،تیسرے نمبر پر فرمایا باوجود بچنے اور احتیاط کے استغفار کرو تا کہ جو سرزد ہو دہل جائے۔حاصل کلام یہ ہے کہ نجات کا سبب گناہوں سے بچنا ہے،جن میں سب سے پہلے زبان کی حفاظت پھر میل جول کم رکھنا،استغفار کرتے رہنا۔قلت کلام،قلت اختلاط مع الانام دونوں ثابت ہوئے ساتھ ساتھ قلت طعام اور قلت منام بھی ہو جائے تو کیا کہنے۔

املک ،امر حاضر از افعال،لیسعک امر غائب از سمع، ابک امر حاضر از ضرب.

فان الاعضاء کلها تکفر اللسان ای تتذلل وتتواضع یعنی بدن کے دیگر تمام اعضاء عجز ونیاز سے زبان کی منت سماجت کرتے ہیں،تو سیدھی تو ہم سیدھے،ورنہ نازیبا بات زبان سے نکلتی ہے،جوتے سر میں پڑتے ہیں،ایک غلط بول پر ہاتھ جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

فتقول اتق الله فينا:اي في حفظ حقوقنا۔اعضاء کا یہ کہنا حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے،اور مجاز پر بھی کہ زبان قال یا زبان حال سے کہتے ہیں۔

سوال: حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ تمام اعضاء زبان کی منت کرتے ہیں،اس کے تابع ہیں،جبکہ ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب اعضاء قلب کے تابع ہیں ''انّ في الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسد كله،واذا فسدت فسد

الجسد کلّه، آلا وھی القلب" فکیف التوفیق؟

جواب: حقیقت یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں کوئی منافات وتعارض نہیں، سوال مذکور قلت تأمل کی وجہ سے پیش آیا، دراصل بات یہ ہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے، جو کچھ دل میں آتا ہے اسے تعبیر کردیتی ہے، اس لئے ان میں منافات نہیں۔

من یتوکّل لی مابین لحییه....: یہ من موصولہ متضمن معنیٰ شرط ہے ،اتوکل مجزوم جملہ جزاء ہے، جو مجھے زبان وشرمگاہ کی ضمانت دے تو میں اس کے لئے جنت کا ضامن وکفیل ہوں، وجہ ظاہر ہے کہ نجات کا سبب گناہوں سے بچنا ہے، کـمـا مـر آنـفـا، گناہوں کا زیادہ تر سبب یہی دو ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں "من یضمن لی ..." صراحۃ ضمان کا لفظ وارد ہے۔

ضمان کا مطلب: توکل وتکفل اور ضمان کا مطلب یہ ہے کہ زبان کا استعمال صحیح ہو، لایعنی اور فضولیات سے پرہیز ہو، اور شرمگاہ کی حرام سے حفاظت ہو، یہی بیان قرآن پاک میں ہے "والذین ھم عن اللغو معرضون، والذین ھم لفروجھم حافظون" (مؤمنون ۳،۵).

لحییه: یہ لحیۃ کا تثنیہ ہے، اس کی تعریف یہ ہے "ھما العظمان الذان ینبت علیھما الاسنان، علوا وسفلا" لحیہ سے مراد چہرے کی اوپر نیچے کی وہ دو ہڈیاں ہیں جن پر دانت ہوتے ہیں، دو جبڑوں کے درمیان سے مراد زبان ہے۔

اتوکّل له بالجنة: جنت کے داخلے کی ذمہ داری کا یہ مقولہ نبی اکرم ﷺ کا ہے، جو درحقیقت حکم ربانی ہے، جس کا اعلان واظہار نبی کی زبانی ہے، پھر جنت سے مراد دخول اولی ہے یا درجات کی بلندی۔

من وقاہ اللہ شرّ مابین لحییه....: دراصل تمام آفتوں کا اکثری سبب زبان ہے اور تمام شہوتوں کا منبع شرمگاہ ہے، جب ان سے بچاؤ اور حفاظت ہوگئی تو معاصی سے بچ گئے اور اللہ کی ملاقات اور دخول جنت سے یہی مانع ہیں، جب ارتکاب معصیت مانع ہٹ گیا تو جنت میں داخلہ ہوگا۔

عن سفیان بن عبداللہ الثقفی: سیدنا سفیانؓ نے عرض کیا کہ مجھے ایسی چیز کی تعلیم وحکم فرمائیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں، اس سے واضح ہوا عمل واستقامت کے لئے علم سیکھا اور مسئلہ پوچھا جائے۔

قل ربّی اللہ ثم استقم: پہلے آپ ﷺ نے صحت عقیدہ اور اس پر استقامت کا حکم دیا، یہ جامع ترین حکم ہے جو تمام اوامر ونواہی اور احکام شریعت کو شامل ہے، کیونکہ کہیں بھی قصور وکوتاہی ہوگی تو "استقم" جھنجوڑے گا سیدھا رہ اور توبہ کر! ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے، کیونکہ یہ تمام ایمانیات اور طاعات کو شامل ہے، ارشاد ہے "ان الّذین قالوا ربّنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" (احقاف ۱۳) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے سورہ "ھود" نے بوڑھا کردیا کہ اس میں حکم ہے "فاستقم کما امرت" صوفیاء کا مقولہ ہے "الاستقامة خیر من الف کرامة" (مرقات ۸۴/۱)

مااخوف ماتخاف علیّ: ای ایّ شیء اخوف الذی تخاف علی ۔ یعنی سب سے زیادہ ڈرنے والی کونسی چیز ہے جس

کا آپ مجھ پر خوف رکھتے ہیں؟ (کذا فی المشکوۃ ۵/۱)

ترکیب: ما استفہامیہ مبتداء، اخوف اسم تفضیل مضاف، ما موصولہ، تخاف واحد مذکر مخاطب فعل مضارع معروف، انت ضمیر بارز فاعل، ہ ضمیر محذوف راجع موصول کی طرف مفعول بہ، علی حرف جار، ی ضمیر مدغم مجرور، جار مجرور ملکر متعلق تخاف فعل کے، تخاف فعل اپنے فاعل، مفعول بہ، متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ صلہ، موصول صلہ ملکرا خوف کا مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر "ما" کی خبر، جملہ اسمیہ استفہامیہ۔

ثم قال: ھذا ای ھذا۱۲ اکثر مخافتی علیک . اس کا مجھے تجھ پر زیادہ خوف ہے۔ اس کے بے جا استعمال اور زیادہ استعمال فضول گوئی سے حتی الامکان اجتناب کی طرف اشارہ ہے۔

فان کثرۃ الکلام بغیر ذکر اللہ قسوۃ للقلب: بقدر ضرورت مفید بات چیت مباح و درست ہے، اس میں حرج و منع نہیں، ہاں احتیاط ضرور ہو تا کہ مفید کی بجائے مضر نہ ہو جائے، اس لئے ذکر اللہ کے سوا میں کثرت مضر بتلائی کہ دل کی سختی کا سبب ہے۔

القسوۃ: ھی عبارۃ عن عدم قبول ذکر اللہ، والخوف، والرجاء، وغیرھا من الخصال الحمیدۃ ۔ قساوت قلبی دل کی سختی اور بے حسی کا نام ہے جس کی وجہ سے حق کی قبولیت کی استعداد سلب ہو جاتی ہے، اللہ کی یاد، شوق و خوف وغیرہ اچھی عادات کو دل قبول نہیں کر پاتا۔ بلکہ "لا یخرج منہ الا نکدا" کا مصداق بن جاتا ہے۔ مزید فرمایا: **فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ** (بقرہ ۷۴)۔

قاسی القلب کی پہچان: مفسرین نے اس پر طویل کلام کیا ہے، جس کا لب لباب اور نچوڑ یہ ہے کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے بعید تر ہو جاتا ہے، حق کی طرف میلان کی بجائے شیطان کی طرف زیادہ رجحان ہو جاتا ہے، لہو و لعب فضولیات میں دھیان لگ جاتا ہے، **کما قال تعالیٰ" الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون"** (حدید ۱۶)۔ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ایمان والوں کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے پسیجے اور جو حق تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا، اور نہ ہوں ان لوگوں کی مثل جنہیں پہلے کتاب دی گئی، پھر ان کی امیدیں طویل ہو گئیں، جس کے نتیجے میں ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں بہت سارے نافرمان تھے

کل کلام ابن آدم علیہ لا لہ: علی الزام و اضرار کے لئے اور لام انتفاع کے لئے ہے۔

ترکیب: کلّ کلام ابن آدم مرکب اضافی مستثنیٰ منہ (مبتداء)، امر بمعروف... تینوں بواسطہ عطف ملکر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ مستثنیٰ ملکر مبتداء، علیہ ضار محذوف کے متعلق ہو کر معطوف علیہ، لا عاطفہ، لہ نافع صیغہ صفت محذوف کے متعلق ہو کر معطوف، ضار معطوف علیہ، نافع معطوف سے ملکر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ مقولہ۔ ھذا ما بدا لی وفوق کل ذی فھم فھیم؛

امر بمعروف: دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی وجہ سے اس کا مفید ہونا ظاہر و باہر ہے۔

نھی عن المنکر: دوسروں کو دنیوی اور اخروی نقصان و عصیان سے بچانا یقیناً عند العقلاء مفید ہے۔

ذکر اللہ: ہر اعتبار سے یاد الٰہی کے مفید ہونے میں کسی کو بھی کلام نہیں، اس کے علاوہ اگر کلام کی کوئی مفید قسم ہو گی (اور یقیناً ہیں) تو

وہ انہیں تین میں سے کسی میں مندرج اور داخل ہوگی، مثلاً تعلیم وتعلّم، مناظرہ ومکالمہ وغیرہ۔

اسی سے ملتی جلتی بات قرآن پاک میں مذکور ہے ”لا خیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس“ (نساء ۱۱۴) ان کی اکثر سرگوشیوں میں بھلائی نہیں مگر جس نے صدقہ وسچائی یا بھلائی یا لوگوں میں صلح کا حکم دیا۔

باب کا حاصل یہ ہے کہ کم بولنا اور بقدر ضرورت بولنا عاقل کی نشانی ہے، بے تحاشا اور فضول بولنا جاہل کی نشانی ہے، مشہور مقولہ ہے ”من کثر کلامه کثر لغطه“ جو جتنا زیادہ بولے گا اتنا زیادہ پھسلے گا۔ آخر میں چند احادیث کے ذکر پر اختتام واکتفاء کرتے ہیں۔

قال النبی ﷺ: من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر ،فلیقل خیرا او لیسکت (متفق علیه)

اذا رأیتم المؤمن صموتا وقورا فادنوا منه، فانه یلقن الحکمة (ابن ماجه)

الناس ثلثة: غانم،سالم،شاحب: فالغانم الذی یذکر اللہ،والسالم الساکت، والشاحب الذی یخوض فی الباطل (طبرانی)

من سره ان یسلم فلیلزم الصمت (بیهقی)

من صمت نجا، الصمت حکم وفاعله قلیل (دیلمی)

۴۹۔بابٌ بلا عنوان

۶۲۲۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا جَعْفَرُبْنُ عَوْنٍ،حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ،عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ،عَنْ أَبِيهِ قَالَ: آخى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَاالدَّرْدَاءِ فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً.قَالَ: مَاشَأْنُكِ مُتَبَذِّلَةً؟قَالَتْ:إِنَّ أَخَاكَ أَبَا الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا ،قَالَ:فَلَمَّا جَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ قَرَّبَ طَعَاماً فَقَالَ:كُلْ فَإِنِّي صَائِمٌ.قَالَ مَاأَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ،قَالَ فَأَكَلَ فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُوالدَّرْدَاءِ لِيَقُومَ فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ :نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَقُومَ قَالَ لَهُ نَمْ فَنَامَ.فَلَمَّا كَانَ عِنْدَالصُّبْحِ،فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ قُمِ الآنَ ،فَقَامَا فَصَلَّيَا.فَقَالَ: إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا،وَلِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا،وَلِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَأَتَيَا النَّبِيَّ ﷺ ،فَذَكَرَاذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: صَدَقَ سَلْمَانُ .قَالَ أَبُوعِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَأَبُوالْعُمَيْسِ اسْمُهُ عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ ،وَهُوَ أَخُو عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْمَسْعُودِيِّ .

”رسول ﷺ نے حضرت سلمان اور ابوالدرداء کے درمیان مواخات کرائی حضرت سلمان ابوالدرواء کی ملاقات کو آئے تو انہوں نے ام الدرواء کو میلا کچیلا دیکھا میلا کچیلا نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے میں تمہیں دیکھتا ہوں انہوں نے کہا تمہارے بھائی ابوالدرواء کو دنیا میں کوئی حاجت نہیں، فرماتی ہیں جب ابوالدروار آئے تو انہوں نے سلمان کے آگے کھانا بڑھایا اور کہا کھایئے میں روزہ دار ہوں سلمان نے کہا جب تک آپ نہ کھائیں گے میں بھی نہ کھاؤں گا اس پر ابوالدرواءؓ نے کھایا جب رات آئی تو ابوالدرداء نماز کیلئے اٹھے سلمان نے کہا سو جایئے آپ سو گئے تھوڑی دیر کے بعد پھر اٹھے سلمان نے کہا سو جایئے جب صبح قریب ہوئی تو سلمان نے کہا اب اٹھیے دونوں اُٹھے اور نماز پڑھی

پھر سلمان نے کہا تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہارے اہل وعیال کا بھی تم پر حق ہے۔لہذا ہر ایک حق والے کو اسکا حق ادا کرو۔ پھر یہ دونوں بھائی نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور یہ واقعہ بیان کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا سلمانؓ نے سچ کہا"

یہ حدیث صحیح ہے، ابوالعمیس کا نام عتبہ بن عبداللہ ہے، یہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ مسعودی کے بھائی ہیں۔

تشریح: أخي رسول الله ﷺ بين سلمان وابی الدرداء :

مواخات کی تعریف: المواخات اخوۃ سے مشتق باب مفاعلہ کا مصدر ہے بمعنی بھائی چارگی، آپس میں بھائی بھائی بننا۔

المواخات هی ان یتعاقد الرجلان علی التناصر و المواسات والتوارث حتی یصیر کالا خوین نسباً مواخات یہ ہے کہ دو آدمی باہم مدد و مدارات اور وراثت پر عقد کرلیں اور برتاؤ میں مثل حقیقی بھائیوں کے ہوں۔قبل از اسلام اسی کو حلف کہا جاتا تھا۔اس کا باقی حکم بحالہا ہے۔وراثت کو شریعت نے منسوخ کر کے اہل قرابت وعصبات کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔اس آیت کے نازل ہونے پر۔ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ (سورۂ احزاب:۶،توبہ:۷۵) اور حکم فرمایا لا حلف فی الاسلام . اب مدارات اور معاونت علی الحق باقی ہے اور وراثت نہیں۔اسی طرح پہلے رائج تھا کہ ہر حال میں اپنے حلیف کی مدد کرنی ہے بھلے حق پر ہو یا ناحق اور ظالم ہو۔اس میں اسلام نے اصلاح کردی کہ سچ اور حق پر تعاون کرو۔

﴿وتعاونوا علی البرّ والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا الله .﴾(مائدہ ۲)

اور تم نیکی اور پرہیزگاری پر مدد کرو اور گناہ اور ظلم وزیادتی پر مدد نہ کرو اللہ سے ڈرو۔

ظالم کو ظلم سے روکیں اور مظلوم کو ظلم سے بچائیں یہ دونوں کی مدد ہے وہ گناہ سے بچے اور یہ مصیبت سے۔ ولینصر الرجل اخاه ظالما او مظلوما ان كان ظالما فلینهه فانه له نصروان كان مظلوما فلینصره. (مسلم ج۲ص۳۲۰) اور چاہیے کہ آدمی اپنے بھائی کی مدد کرے خواہ ظالم ہو یا مظلوم اگر ظالم ہو تو اس کو روک دے پس یہی اس کی مدد ہے اور اگر مظلوم ہو تو اس کی بھی مدد کرے۔اس حدیث میں نصرت کا محل متعین کر دیا ہے۔علامہ قرطبیؒ نے کہا۔آپ ﷺ نے صحابہ کے درمیان ہجرت سے پہلے بھی مواخات کی تھی۔اور ہجرت فرمانے پر مدینہ منورہ میں بھی مواخات فرمائی۔پچاس صحابہ کے درمیان مواخات فرمائی۔ المفهم کی عبارت ملاحظہ ہو۔ انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم آخی بین اصحابه مرّتین بمکة قبل الهجرة و(بالمدینة) بعد الهجرة

مدینہ میں مواخات کی ترتیب یہ ہے۔

فآخى رسولُ الله صلى عليه وسلم بين على ابن ابى طالب ونفسه ، و آخى بين ابى بكر الصديق و بين خارجة بن زيد ،و بين عمر بن الخطاب و عتبان بن مالک ، و بين عثمان بن عفان وأوس بن ثابت اَخِي حسان بن ثابت، وبين عبدالرحمٰن بن عوف وسعد بن الربيع، وبين الزبير و سَلَمة بن سلامة بن وَقش ، وبين طلحة و كعب بن مالک، و بين أبي عبيدة و سعد بن معاذ، وبين سعد و محمد بن مسلمة ، و بين سعيد بن زيد و أُبي

بن كعب ، وبين مصعب بن عمير و أبي أيوب ، وبين عمار و حذيفة ، حليف بني عبد الاشهل ، وقيل: بين عمار و ثابت بن قيس ، وبين أبي حذيفة بن عتبة و عباد بن بشر ، و بين أبي ذر والمنذر بن عمرو ، و بين ابن مسعود وسهل بن حنيف ، و بين سلمان الفارسي، وأبي الدرداء، و بين بلال وأبي رويحة الخثعمي ، وبين حاطب بن أبي بلتعة وعويمربن ساعدة ، و بين عبد الله بن جحش و عاصم بن ثابت ، وبين عبيدة بن الحارث و عمير بن الحمام ، أخيهما . وعبدالله بن جبير ، و بين عثمان بن مظعون و العباس بن عبادة ، و بين عتبة بن غزوان و معاذ بن ماعِص ، وبين صفوان بن بيضاء ورافع بن المعلى ، وبين المقداد بن عمرو وعبد الله بن رواحة ، وبين ذي الشمالين و يزيد بن الحارث من بني حارثه وبين أبي سلمة بن عبد الأسد و سعد بن خيثمة ، وبين عمير بن أبي وقاص و خبيب بن عديّ ، وبين عبد الله بن مظعون و قطبة بن عامر ، و بين شماس بن عثمان و حنظلة بن أبي عامر ، و بين الأرقم بن أبي الأرقم وطلحة زيد الأنصاري ، وبين زيد بن الخطاب ومعن بن عديٍ ، وبين عمرو بن سراقة وسعد بن زيد من بني عبد الأشهل ، وبين عاقل بن الكبير و مبشر بن عبدالمنذر ، و بين عبد الله بن مخرمة وفروة بن عمرو البياضي ، وبين خنيس بن حذيفة و المنذر بن محمد بن عقبة بن أُحيحة بن الجلاخ ، وبين أبي سبرة بن أبي رهم و عبادة بن الحسحاس ، وبين مسطح بن أثاثة وزيد بن المزين ، وبين أبي مرثد الغنوي وعبادة بن الصامت ، وبين عُكّاشة بن محصن والمجذر بن زياد حليف الأنصار ، وبين عامر بن فُهيرة و الحارث ابن الصّمة ، وبين مهجع مولى معر و سُراقة بن عمرو النجاري . قال : وقد كان رسول الله ﷺ آخى بين المهاجرين قبل الهجرة (على الحق والموساة)

مکہ میں مواخات کی ترتیب یہ ہے۔ فآخى بين أبي بكر و عمر ، وبين حمزة و زيد بن حارثة ، وبين عثمان عفان و عبد الرحمٰن بن عوف ، وبين الزبير وابن مسعود ، بين عبيدة بن الحارث و بلال ، وبين مصعب بن عمير وسعد بن أبي وقاص ، وبين أبي عبيدة وسالم مولى أبي حذيفة ، وبين سعيد بن زيد و طلحه بن عبيد الله ، (رضي الله تعالىٰ عن جُملة المهاجرين والأنصارو ارضاهم)

سیدنا سلمانؓ فارسی اور سیدنا ابوالدرداءؓ انصاری ہیں،ان کا نام عویمر بن زید خزرجی ہے۔ان دونوں کے درمیان آپ ﷺ نے مواخات فرمائی تھی۔

فزار سلمان ام الدرداء متبذلة: ام الدرداءؓ کوخستہ حال دیکھا، یہ حجاب کے حکم کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے،اس لئے کہ مواخات ہجرت کے پانچویں ماہ ہوئی جبکہ پردے کا حکم ۵ھ میں نازل ہوا۔ام الدرداءؓ کا نام ''خیرةؓ'' ہے۔ان کی وفات کے بعد ''ہجیمہ'' نامی عورت سے حضرت ابوالدرداءؓ نے نکاح کرلیا تھا۔یہ تابعیہ ہیں،ابوالدرداءؓ کے بعد زندہ رہیں،انہیں بھی ام الدرداء صغریٰ کہا جاتا تھا۔

ان اخاک ابالدرداء لیس له حاجة فی الدنیا: حیا کی پرتو سیدہ ام الدرداءؓ نے کنایۃ بات واضح کردی، پھر حضرت

سلمانؓ نے اصلاح فرمائی، جس کی اطلاع پر حضور ﷺ نے تصدیق فرمادی۔

حاصل شدہ فوائد: تفصیل قصہ متن وترجمہ سے واضح ہے، چند مستنبط فوائد درج ہیں۔

۱۔ مواخات کا جواز وثبوت۔ ۲۔ عزیز واقارب اور بھائیوں کی زیارت وملاقات۔ ۳۔ ضرورت ومصلحت میں اجنبیہ سے بات کرنا بشرطیکہ فتنے کا خوف نہ ہو۔ ۴۔ مسلمان بھائی کی خیرخواہی اور کسی افراط وتفریط میں تنبیہ واصلاح۔ ۵۔ آخر رات میں قیام اللیل اور تہجد کی فضیلت۔ ۶۔ شوہر کے لئے بیوی کے بناؤ سنگھار کا جواز واستحباب۔ ۷۔ بیوی کے شوہر پر حقوق کا ثبوت۔ ۸۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی پاسداری۔ ۹۔ ذہن میں آنے والی بھلی بات کا اظہار اور علم وعمل میں اپنے سے مافوق سے تصدیق وتصویب۔ ۱۰۔ اپنے ساتھ گھر میں دوسرے کو تہجد ونماز فجر کے لئے اٹھانا۔

۵۰۔ بابٌ منه

۶۲۳۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عَبْدِالْوَهَّابِ بنِ الْوَرْدِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى عَائِشَةَ أَنِ اكْتُبِي إِلَيَّ كِتَاباً تُوصِيْنِي فِيهِ وَلَا تُكْثِرِي عَلَيَّ، قَالَ: فَكَتَبَتْ عَائِشَةُ إِلَى مُعَاوِيَةَ: سَلَامٌ عَلَيْكَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ، وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ إِلَى النَّاسِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، أخبرنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَتَبَتْ إِلَى مُعَاوِيَةَ. فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

"سیدنا معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کو لکھا کہ مجھے وصیت کیجئے اور مختصر راوی کہتے ہیں حضرت عائشہؓ نے معاویہؓ کو لکھا سلام علیک امابعد میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے فرمارہے تھے جس نے لوگوں کی ناراضی کے باوجود اللہ کی رضا مندی تلاش کی۔ تو اللہ لوگوں کی ایذارسانی سے اس کے لئے کافی ہوگا، اور جس نے اللہ کو ناراض کرکے لوگوں کی خوشی تلاش کی، اللہ اس کو لوگوں کے سپرد کردیتے ہیں والسلام علیک"

تشریح: امام ترمذی نے ابواب الزہد کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے آپ ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے کہ جس کام میں اللہ کی رضا مطلوب ہے اس میں تحفظ، اعانت، کفایت سب کچھ ہے، اگر مقصود ومنظور اس کے سوا لوگ ہیں تو پھر محرومی وخجالت کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ہر کام میں صحیح مقصد سامنے رکھا جائے۔ مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ مکتوب وخط کے آغاز وآخر میں سلام لکھا جائے کما هو معمول عندنا. والله اعلم

تمت ابواب الزهد وتليه ابواب صفة القيامة

أَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

قیامت کے احوال کے متعلق آپ سے منقول چند ابواب

امام ترمذیؒ نے اس سے پہلے ایسے اعمال کا ذکر کیا کہ ان میں سے اعمال حسنہ کے اختیار کرنے اور اعمال سیئہ وقبیحہ سے اجتناب کرنے اور بچنے کا حکم وذکر تھا کہ تم اعمال صالحۃ کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب پاؤ گے اور اگر نافرمانی میں لگے رہے تو سزا ملے گی اور گرفت وعقاب کے مستحق ٹھہرو گے اب آگے اس فیصلے کے دن کا ذکر ہے جس میں مطیع ثواب پائیں گے اور عاصی سزا پائیں گے، پھر ہر ایک کے جدا جدا ٹھکانے کا بھی ذکر ہے۔ یہ وہ دن ہے جس میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا اور آدمی کا ہر عمل سامنے آجائے گا۔

قیامۃ: پیشی کا دن۔ روز امید وبیم۔ یہ مصدر ہے بمعنی کھڑا ہونا۔ قیامۃ دراصل قوامٌ تھا واو کو یا سے تبدیل کیا قیام پھر آخر میں تاء مصدریہ بڑھادی تو قیامۃ ہوا۔ فائدہ! تاء کی آٹھ قسمیں ہیں۔

تاء تذکیر است تانیث است وحدت وہم بدل۔ مصدریہ، مبالغہ، زائدہ، شد ہم نقل۔

بالترتیب مثالیں یہ ہیں ۱۔ طلحۃ ۲۔ شریفۃ ۳۔ تمرۃ ۴۔ عدۃ ۵۔ مضاربۃ ۶۔ علامۃ ۷۔ منصرف ۸۔ کافیۃ۔

یوم القیامۃ کو قیامۃ کہنے کی وجوھات: ۱۔ اس کو روز قیامت اس لئے کہتے ہیں کہ لوگ اس دن رب تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونگے۔ لان الناس یقومون بین یدی ربھم . ۲۔ یہ قَامَتِ السُّوْقُ سے مشتق ہے، جب بازار میں خوب کاروبار ہونے لگے اور خرید وفروخت زور پر ہو تو عرب کہتے ہیں قامت السوق بازار گرم ہو گیا۔ اسی طرح قیامت کے دن بھی دار وگیر، گرفت وپکڑ، حساب وکتاب اور بھاگ دوڑ لگی ہوگی۔ اعمال کی قیمت لگے گی اور خریداران حور وقصور اور مشتریان نار دنو رجمع ہونگے۔ کوئی کھل کھلا رہے ہیں کوئی بلبلا رہے ہیں اس لئے اس دن کا نام قیامت رکھا۔ ۳۔ یہ قام الامر سے مشتق ہے جب کوئی منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے اور مطلوب مل جاتا ہے۔ کام ہو جاتا ہے۔ تو عرب کہتے ہیں قَامَ الْاَمْرُ سب کام سیدھا ہو گیا، اسی طرح اس دن چونکہ اہل حق کا کام درست ہوگا اور روح وریحان اور جنت میں مکان ومقام ہوگا اور کفار وفجار فی النار ہونگے داخل دار البوار ہونگے۔ اس لئے اس دن کا نام قیامت رکھا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے اہل جنت کہیں گے، قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ (اعراف ۴۴) جنتی جہنمیوں سے کہیں گے ہم نے تو اپنے رب کا کیا ہوا وعدہ برحق پایا کیا تم نے بھی رب کا وعدہ (ثواب وعقاب) سچا پایا وہ کہیں گے جی ہاں! (اب تو سارا کام سیدھا ہو گیا) ۴۔ یہ قامت المرأۃ تنوح سے مشتق ہے عورت کھڑی ہوئی (تیار ہو کر) تا کہ نوحہ اور بین کرے۔ جب کسی غم کی خبر پر عورت رونے کیلئے کھڑی ہوتی ہے تو عرب کہتے ہیں قامت المرأۃ تنوح۔ عورت رونے کیلئے کھڑی ہوئی۔ کیونکہ نافرمان اس دن کف حسرت ملیں گے اور سر پر ہاتھ رکھ کر زار وقطار روئیں گے اور اپنا منہ اشک ندامت سے دھوئیں گے اس لئے اس دن کا نام یوم قیامت رکھا۔ اس میں لطیف انداز سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا کے طالب اور اس کی ہوس پر مرنے والے مؤنث حقیقی ہیں کہ نقص عقل کی وجہ سے دائمی نعمتوں اور لذتوں کو چھوڑ کر فانی چیزوں اور مہلک شہوتوں میں لگ گئے اور اپنے رب کو بھلا بیٹھے، جس طرح یہ نادان نعم میں آکر اپنے ماں باپ کو بھلا بیٹھتی ہے۔ بل تؤثرون الحيوة الدنيا والآخرة خير وابقى (اعلیٰ ۱۷) تم نے دنیا کو ترجیح دی حالانکہ آخرت بہت بھلی اور ہمیشہ کیلئے باقی رہنے والی ہے۔

قیامت کے نام: قیامت کے ایک سو ایک نام ہیں ان میں سے چونتیس قرآن عظیم الشان میں مذکور ہیں گیارہ لفظ یوم کے علاوہ اور باقی تیئس یوم کے ساتھ۔ا۔ ساعہ۲۔ حاقہ۳۔ صاخہ۴۔ خافضہ۵۔ رافعہ٦۔ واقعہ۷۔ راجفہ ۸۔ رادفہ۹۔ طامہ۱۰۔ غاشیہ۱۱۔ قارعۃ۔ قال اللہ تعالیٰ. یوم تقوم الساعة ،الحاقة مالحاقة، فاذا جآء ت الصاخة، الطآمّة الكبرىٰ، خافضة الرافعة، اذا وقعت الواقعه ،تر جف الراجفه . تتبعها الرادفة. حديث الغاشية، القارعة

وہ نام جن میں لفظ یوم ہے۔ا۔ یوم الآخر۲۔ یوم الآزفۃ۳۔ تلاق۴۔ تغابن ۵۔ تناد٦۔ جمع ۷۔ حسرت ۸۔ حساب ۹۔ حق ۱۰۔ خروج ۱۱۔ خلود ۱۲۔ عبوس ۱۳۔ قمطریر ۱۴۔ عظیم ۱۵۔ عسیر ۱٦۔ فصل ۱۷۔ قیامت ۱۸۔ معلوم ۱۹۔ مجموع ۲۰۔ مشہود ۲۱۔ وعید ۲۲۔ موعود ۲۳۔ دین۔

قال الله تبارك و تعالىٰ: من آمن بالله و اليوم الآخر، انذر هم يوم الآزفة، يوم التلاق، ذالک يوم التغابن ،انى اخاف عليكم عذاب يوم التناد، يوم يجمعكم ليوم الجمع ، وانذرهم يوم الحسرة، ماتو عدون ليوم الحساب ، ذالک اليوم الحق، ذالک يوم الخروج، ذالک يوم الخلود، يوما عبوساً قمطريراً،انهم مبعوثون ليوم عظيم، يوم عسير ، على الكفرين غير يسير ، يوم الفصل جمعنكم ،لا اقسم بيوم القيامة ، الىٰ ميقات يوم معلوم ، ذالک يوم مجموع له الناس ، ذالک يوم مشهود ، ذالک يوم الوعيد واليوم الموعود ، ملک يوم الدين.

خلاصہ کلام قریب بالمرام۔ قیامت کئی احوال کے مجموعے کا نام ہے۔ نفخ صور، فزع، قبروں سے اٹھنا بعث وحشر میدان حشر میں جمع ہونا، چلنا اپنے اپنے اعمال کے مطابق اعمال ناموں کا اڑنا۔ میزان، انصاف کی ترازو، پل صراط، حوض کوثر، شفاعت، پیشی، اعراف، جہنم، جنت اوران کے درکات ودرجات۔ فیصلہ ہونا اوراپنے اپنے ٹھکانوں میں جانا وغیرہ وکثیر من الاحوال کا نام قیامت ہے جن کا ذکر قدرے تفصیل کے ساتھ درج ذیل ابواب کی احادیث میں وارد ہے، احادیث پڑھتے جائیں اور منطبق کرتے جائیں حفظنا اللہ من اھوالھا۔ ابواب واحادیث کی تعداد: اس میں بائیس (۲۲) ابواب اور ایک سو (۱۰۸) احادیث ہیں

١ ـ بابٌ ما جاء في شأن الحساب القصاص

حسابِ قصاص کی کیفیت کے بیان میں

٦٢٤ ـ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُومُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ خَيْثَمَةَ ،عَنْ عَدِيِّ بنِ حَاتِمٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :مَامِنْكُمْ مِنْ رَجُلٍ إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ .فَيَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى شَيْئاً إِلَّا شَيْئاً قَدَّمَهُ، ثُمَّ يَنْظُرُأَشْأَمَ مِنْهُ فَلَايَرَى شَيْئاً إِلَّاشَيْئاً قَدَّمَهُ، ثُمَّ يَنْظُرُتِلْقَاءَ وَجْهِهِ فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَقِيَ وَجْهَهُ النَّارَوَلَوْبِشِقِّ تَمْرَةٍفَلْيَفْعَلْ .

حَدَّثَنَا أَبُو السَّائِبِ، أخبرنا وَكِيعٌ يَوْماً بِهَذَا الْحَدِيثِ عَنِ الْأَعْمَشِ، فَلَمَّا فَرَغَ وَكِيعٌ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: مَنْ كَانَ هَهُنَا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ فَلْيَحْتَسِبْ فِي إِظْهَارِ هَذَا الْحَدِيثِ بِخُرَاسَانَ .

قَالَ أَبُوعِيسَى] لِأَنَّ الْجَهْمِيَّةَ يُنْكِرُوْنَ هَذَا. [اسم أبي السائب سلم بن جنادة بن خالد بن جابر بن سمرة الكوفي. هَذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا عدی بن حاتمؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک سے قیامت کے روز اسکا پروردگار بات کریگا، اس طرح کہ اس کے اور رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا، پھر وہ بندہ اپنی داہنی طرف نظر ڈالیگا مگر سوائے اس کے کہ جو کچھ نیک اعمال آگے بھیجے ہیں اور کچھ نہ دیکھے گا پھر وہ اپنی بائیں طرف نظر کریگا تو بھی وہی دیکھے گا جو کچھ کہ آگے بھیجا ہے۔ پھر وہ سامنے دیکھے گا تو اس کی طرف آگ متوجہ ہوگی'' رسول ﷺ نے فرمایا جو کوئی تم میں سے طاقت رکھتا ہے کہ اپنے چہرے کو آگ سے بچائے اگر چہ آدھی کھجور کیساتھ ہی ہو چاہئے کہ ایسا کرلے۔

ہم سے ابوسائبؒ نے بیان کیا کہ ایک روز وکیعؒ نے یہ حدیث اعمش سے ہمیں سنائی اور کہا اگر کوئی شخص اہل خراسان میں سے یہاں ہو تو خراسان والوں کو یہ حدیث سنا کر ثواب حاصل کرے، امام ترمذی کہتے ہیں یہ اسلئے کہا کہ جہمیہ رب سے ہم کلامی کا انکار کرتے ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۶۲۵۔ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ أَبُو مِحْصَنٍ، أَخْبَرَنَا حُسَيْنُ بْنُ قَيْسٍ الرَّحَبِيُّ، أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَاتَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا أَبْلَاهُ، وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَا أَنْفَقَهُ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هَذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَانَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْحُسَيْنِ بْنِ قَيْسٍ. وَحُسَيْنُ بْنُ قَيْسٍ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ وَأَبِي سَعِيْدٍ.

''سیدنا ابن مسعودؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا انسان کے قدم پروردگار کے سامنے سے اس وقت تک نہ ہل سکیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال نہ ہو عمر کے بارے میں کہ کس کام میں بسر کی، جوانی کے متعلق کہ میں کس حالت میں گذاری مال کے متعلق کہ اس کو کیسے کمایا اور کہاں خرچ کیا اور علم کے بارے میں کہ اس میں کیا عمل کیا''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو ابن مسعود کے واسطہ سے نبی ﷺ سے صرف حسین بن قیس کے ذریعہ پہچانتے ہیں حسین بن قیس کو حدیث میں ضعیف کہا گیا ہے۔ اس باب میں ابی ہریرہ اور ابی سعید سے روایات ہیں۔

۶۲۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، اخبرنا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، أَخْبَرَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَاتَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ [يَوْمَ الْقِيَامَةِ] حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهٖ فِيْمَا فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيْمَا أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهٖ فِيْمَ أَبْلَاهُ.

قَالَ: هذاحديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَسَعِيْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جُرَيْجٍ هُوَ بَصْرِيٌّ وَهُوَ مَوْلَى أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، وَأَبُوْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ اسْمُهُ: نَضْلَةُ بْنُ عُبَيْدٍ.

''رسول ﷺ نے فرمایا بندے کے قدم اس وقت تک نہ ہٹیں گے جب تک اس کی عمر کے متعلق نہ پوچھا جائیگا، اس

نے کس طرح صرف کی، اور اسکے علم کے بارے میں کہ اس پر کیا عمل کیا اور اس کے مال کے متعلق کہ اسکو کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا۔ اور اس کے بدن کے بارے میں کہ اس کو کس حالت میں پرانا کیا''

یہ حدیث حسن صحیح ہے سعید بن عبداللہ بن جریج ابو برزہ اسلمی کے غلام ہیں۔ ابو برزہ اسلمی کا نام نضلة بن عبید ہے۔

٦٢٧۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِيزِبْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ العلاءِ بنِ عَبْدِالرَّحمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟ قَالُو الْمُفْلِسُ فِيْنَا يَارَسُولَ اللّٰهِ مَنْ لَادِرْهَمَ لَهٗ وَلَامَتَاعَ. قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: الْمُفْلِسُ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلوٰةٍ وَصَوْمٍ وَزَكوٰةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيَقْعُدُ فَيَقْتَصُّ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْتَصَّ عَلَيْهِ مِنَ الْخَطَايَا أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ . هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا مفلس ہم میں وہ ہے جس کے پاس پیسا ہو نہ سامان، آپ نے فرمایا میری اُمت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نمازیں روزے اور زکواۃ لے کر آئیگا لیکن اس طرح کہ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان باندھا ہوگا، کسی کا مال کھایا خون بہایا اور کسی کو مارا ہوگا وہ بیٹھے گا اور جس پر ظلم کیا ہوگا وہ اسکی نیکیاں لیگا، اب اگر اس کے گناہوں کا بدلہ پورا ہونے سے پہلے ہی اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو ان لوگوں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ پھر وہ دوزخ میں پھینک دیا جائے گا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٦٢٨۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَنَصْرُبْنُ عَبْدِالرحمنِ الْكُوفِيُّ قَالَا: أَخْبَرَنَا الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ أَبِي خَالِدٍيَزِيْدَبْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ زَيْدِبْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ سَعِيْدِالْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: رَحِمَ اللّٰهُ عَبْداً كَانَتْ لِأَخِيهِ عِنْدَهٗ مَظْلِمَةٌ فِي عِرْضٍ أَوْمَالٍ، فَجَاءَهٗ فَاسْتَحَلَّهٗ قَبْلَ أَنْ يُؤْخَذَ وَلَيْسَ ثَمَّ دِيْنَارٌوَلَا دِرْهَمٌ، فَإِنْ كَانَتْ لَهٗ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ حَسَنَاتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهٗ حَسَنَاتٌ حَمَلُوا عَلَيْهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِمْ. قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ من حديث سعيد الْمَقْبُرِيِّ، وقد رَوَى مَالِكُ بنُ أَنَسٍ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النبيِّ ﷺ نَحْوَهٗ .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے اپنے مسلمان بھائی کی آبرو یا مال پر ظلم کیا تھا اور اس سے پہلے کہ یہ اس کے بدلہ میں پکڑا جائے۔ یہ خود اپنے مظلوم بھائی کے پاس آئے اور اس سے معافی مانگ کر اپنے آپ کو معاف کرالے۔ اس سے پہلے پکڑا جائے حالانکہ وہاں درہم و دینار نہ ہوگا۔ بلکہ فیصلہ یوں ہوگا اگر اس کے پاس نیکیاں ہیں تو ان نیکیوں میں سے لے لی جائیں گی۔ اور اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں تو مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مالک بن انس بواسطہ سعید مقبری، ابو ہریرہؓ سے نبی ﷺ سے اسی کے مثل نقل کیا ہے۔

٦٢٩۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُالْعَزِيْزِ بنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ

قَالَ: لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا حَتَّى تُقَادَ الشَّاةُ الْجَلْحَاءُ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ .

وَفِي الْبَابِ ،عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَعَبْدِاللهِ بنِ أُنَيْسٍ .قَالَ أبوعِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا حقوق والوں کے حقوق ضرور ادا کردئے جائیں گے یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلایا جائے گا''

اس باب میں ابوذر اور عبیداللہ بن انیس سے روایات ہیں حدیث ابوہریرہ حسن صحیح ہے۔

تشریح: بروز قیامۃ پیش آنے والے احوال میں سے بنیادی چیز حساب وقصاص اور بدلے کا ذکر ہے، ارشاد ہے''انّ یوم الفصل کان میقاتا، ثم انّ علینا حسابھم ، اقترب للناس حسابھم ، ذالک یوم الحساب''بنیادی سوالات عمر، جوانی، مال، علم کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی، عن خمس ای خمس خصال تمیز محذوف ہے۔

حتی تقاد الجلحاء: اس کا پہلا مطلب یہ ہے کہ یہ عدل وانصاف سے کنایہ وتمثیل ہے کیونکہ حیوانات مکلّف نہیں۔۲۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ حقیقت پر محمول ہے کہ عملا اظہار عدل کیلئے حیوانات سے بھی حساب وقصاص ہوگا، ولا بعد فیہ ،باقی یہ اعتراض نہیں ہوسکتا ہے کہ قرآن پاک میں ہے تین آدمیوں سے اللہ بات نہ کریں گے اس لئے کہ وہاں نفی کلام مودّت وشفقت کی ہے، نفس کلام　کی نہیں، کلام مودّت، نظر رحمت اور مغفرت نہ فرمائیں گے، حساب کتاب تو ہوگا۔

۲۔بابٌ بلاعنوان

٦٣٠۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُبْنُ نَصْرٍ، ابنُ الْمُبَارَكِ،حدّثنا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَبنِ جَابِرٍ،حدثني سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ،حدّثَنَا الْمِقْدَادُصَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ يَقُوْلُ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أُدْنِيَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْعِبَادِحَتّٰى يَكُوْنَ قَيْدَ مِيْلٍ أَوْاثْنَتَيْنِ.قَالَ سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ:لَاأَدْرِيْ أَيُّ الْمِيْلَيْنِ عَنٰى أَمَسَافَةَ الْأَرْضِ أَمِ الْمِيْلُ الَّذِيْ يُكْحَلُ بِهِ الْعَيْنُ؟قَالَ: فَتَصْهَرُهُمُ الشَّمْسُ فَيَكُوْنُوْنَ فِي الْعَرَقِ بِقَدْرِ أَعْمَالِهِمْ :فَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلٰى عَقِبِهِ،وَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ،وَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلٰى حَقْوَيْهِ ،وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ إِلْجَاماً.فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُشِيْرُ بِيَدِهِ إِلٰى فِيْهِ،أَيْ يُلْجِمُهُ إِلْجَاماً.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .وفي البَابِ ،عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ ،وَابنِ عُمَرَ.

''سیدنا مقدادؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرمارہے تھے جب قیامت کا دن، ہوگا تو سورج بندوں کے نزدیک کردیا جائیگا اتنا کہ ایک میل یا دو میل کے فاصلہ پر ہوگا راوی سلیم بن عامر کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ میل سے مراد زمیں کی مسافت ہے یا سرمہ ڈالنے کی سلائی، آپ نے فرمایا سورج انکو پگھلا دیگا اور گناہ گار و نافرمان اپنے اپنے گناہوں کے مطابق پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے،کوئی ٹخنوں تک پسینہ میں ڈوبا ہوگا،کوئی گھٹنوں تک،کوئی کمر تک،اور کسی کو پسینہ منہ تک ہوگا۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو منہ کی طرف اشارہ کرتے دیکھا''

اس باب میں ابوسعید اور ابن عمر سے روایات ہیں۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٦٣١۔حَدَّثَنَا أَبُوزَكَرِيَّايَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُبْنُ زَيْدٍ،عَنْ أَيُّوبَ ،عَنْ نَافِعٍ،عَنِ ابنِ عُمَرَ.قَالَ:حَمَّادٌ

وَهُوَ عِنْدَنَا مَرْفُوعٌ "يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (مطففين ٦)" قَالَ: يَقُومُونَ فِي الرَّشْحِ إِلَى أَنْصَافِ آذَانِهِمْ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، أخبرنا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے حماد کہتے ہیں یہ ہمارے نزدیک مرفوع ہے کہ جس دن لوگ تمام جہانوں کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے کانوں تک پسینے میں کھڑے ہوں گے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حدیث سابق کی مثل

تشریح: اس باب میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ہے۔

یقوم احد هم في رشحه الرّشحة بفتح الراء و سكون الشين . لوگ اپنے پسینے میں کھڑے ہونگے۔ ابن مبارک اور ابن ابی شیبہ نے حدیث نقل کی ہے۔ **تعطى الشمس يوم القيامة حرّ عشر سنين ثم تد نى من جماجم الناس حتى تكون قاب قوسين فيعر قون حتى ير شح العرق فى الارض قامةثم تر تفع حتى يغر ق الرجل وزاد ابن المبارک فى روايته ولا يضرّ ح رها يو منذ مؤمنا ولا مؤمنة** (تکملہ) سورج کو قیامت کے روز دس سال کی گرمی کے برابر حرارت دی جائیگی پھر وہ لوگوں کی پیشانیوں کے برابر ہوگا یہاں تک کے کمان برابر ہوگا لوگوں کا پسینہ بہے گا ان کے قد کے برابر ہوگا ہوتے ہوتے اس سے بھی بلند ہوجائے گا یہاں تک کہ لوگ اس میں ڈوب رہے ہوں گے۔ ابن مبارکؒ نے اتنا زیادہ نقل کیا ہے کہ اس کی حرارت ایمان والے مردوں عورتوں کو گزند نہ پہنچائے گی۔ ''**ثم تدنى من جماجم الناس حتى تكون قاب قوسين**'' سے واضح ہوگیا کہ میل سے ''سلائی'' مراد ہے، جس سے سلیم بن عامرؒ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

٣۔ بابُ مَاجَاءَ فِي شَأْنِ الْحَشْرِ

حشر کی کیفیت کے بیان میں

٦٣٢۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا كَمَا خُلِقُوا، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ﴾ وَأَوَّلُ مَنْ يُكْسَى مِنَ الْخَلَائِقِ إِبْرَاهِيمُ، وَيُؤْخَذُ مِنْ أَصْحَابِي بِرِجَالٍ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُولُ: يَارَبِّ أَصْحَابِي! فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ. فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: "إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ" (مائدة ١١٨)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ [بهذا الاسناد] فَذَكَرَ نَحْوَهُ. هذا حديث حسن صحيح.

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن آدمی ننگے پاؤں اور برھنہ بدن بے ختنہ اٹھائے جائیں گے جس طرح پیدا ہوئے تھے۔ پھر آپ نے پڑھا ''جس طرح سب سے پہلے ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا اب دوبارہ پیدا کرتے ہیں یہ ہمارے ذمہ ایک وعدہ تھا ہم ہر ارادہ کو پورا کرکے رہتے ہیں'' اور مخلوقات میں سب

سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کو پوشاک پہنائی جائے گی، اور میرے کئی اصحاب داہنی طرف اور کئی بائیں طرف پکڑ لئے جائیں گے۔ میں کہوں گا اے پروردگار یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ اس کے جواب میں کہا جائیگا۔ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا ایجاد کر لیا تھا، بلاشبہ یہ مسلسل ایڑیوں کے بل پھرتے گئے جب سے آپ ان سے جدا ہوئے، اس پر میں کہونگا جیسے نیک بندے نے کہا اگر تو انکو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انکو معاف کر دے تو عزت والا اور حکمت والا ہے" حدیث سابق کی مثل۔

۶۳۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، أخبرنا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أخبرنا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّكُمْ تُحْشَرُونَ رِجَالاً وَرُكْبَاناً وَتُجَرُّونَ عَلَى وُجُوهِكُمْ۔

وَفِي البَابِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ.

"بہز بن حکیم، بواسطہ والد اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرما رہے تھے تم قیامت کے دن سوار اور پیادہ اٹھائے جاؤ گے اور کئی اپنے منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے"

اس باب میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: حفاة عراة غُرلاً ۔ حفاۃ حافی کی جمع ہے برہنہ۔ غر لا بضم الغين و سكون الراء. اغرل کی جمع ہے جس کی غرلة باقی ہو اور ختنہ نہ ہوا ہو۔ الغرلة هي الجلدة التي يقطعها الختان من الذكر. ننگے پاؤں برہنہ بدن غیر مختون اٹھائے جائیں گے جیسے کہ ان کی ماں نے انہیں جنا تھا۔ اگر جسم کا کوئی حصہ کم یا کٹ چکا تو وہ بحال ہو جائے گا۔ وقال ابو الوفاء بن عقيل: حشفة الا قلف موقاة بالقلفة فتكون ارق فلما ازالوا تلك القطعة في الدنيا اعادها الله تعالىٰ ليذيقها من حلاوة فضله.

سوال! اس میں ہے کہ عراۃ بلا لباس عاری اٹھائے جائیں گے، دوسری ایک حدیث میں ہے کہ جن کپڑوں میں مرے تھے انہیں میں اٹھائے جائیں گے۔ لمّا حضر ابا سعيد (الخدری) الوفاة دعا بثياب جُدُد فلبسها وقال! سمعت النبي صلى الله عليه وسلم انّ الميّت يبعث في ثيابه التي يموت فيها. (رواہ ابوداؤد وصححہ ابن حبان از تکملہ) ابو سعید خدریؓ کی موت کا جب وقت آیا تو نئے کپڑے منگوا کر پہنے اور کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بیشک جن کپڑوں میں آدمی مرا تھا روز محشر انہیں میں اٹھایا جائے گیا۔ اس سے معلوم ہوا لباس پہنا ہوگا۔

جواب! ا۔ بعض علماء نے اس کا جواب دیا ہے کہ بعض بالباس ہوں گے اور بعض بلا لباس عریاں۔ ۲۔ قبروں سے لباس پہنا ہوا ہوگا جب میدان محشر میں پہنچیں گے تو وہ جھڑ اور راتر جائیگا اور میدان حشر میں لباس کے بغیر ہونگے ۳۔ یہ حدیث شہیدوں کیلئے ہے ابو سعیدؓ نے اسے عام سمجھا۔ ۴۔ یہ احتمال بھی ہے کہ قبروں سے عاری اٹھیں گے جیسے حدیث باب میں ہے لیکن یہ حالت دائمی اور مستقل نہ ہوگی بلکہ بعد میں انہیں لباس پہنایا جائیگا چنانچہ ہم نے پڑھا سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو پوشاک پہنائی جائے گی۔ ثم الا مثل فالا مثل. اس طرح ہو کہ پہلے جس لباس میں مرے تھے وہ پہنایا جائے گا پھر جنت کے جوڑے پہنائیں جائیں۔ ۵۔ بعض علماء نے یہ تأ

دلیل کی ہے کہ "ان المیّت یبعث فی ثیابه التی یموت فیها" کا معنی ہے انّ المیّت یبعث علی اعماله التی یموت علیها . یعنی میت ان اعمال پر اٹھے گا جن پر مرا تھا۔ اس مجاز کو ابو سعیدؓ نے حقیقت پر محمول کرلیا حالانکہ مقصود ثیاب کے لفظ سے مجازی معنی اعمال تھا لیکن یہ تاویلات تکلفات بعیدہ پر مبنی ہیں کیونکہ حدیث ابو سعیدؓ کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے کما بدأنا اوّل خلق نعیده . (انبیاء۱۰۴) جواب نمبر ایک اور تین پر محمول کرنا زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

ایک روایت میں.. اَلْاَمْرُ اشدّمن ان ینظر. سیدہ عائشہؓ کا سوال اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب بالکل واضح ہے جس سے روز محشر کی عسرت و دہشت ثابت ہو رہی ہے اور اس میں ایک ذرے برابر بُعد نہیں کیونکہ دنیا میں کئی ایسی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ مثلاً ایک سے کہا جناب میں فلاں وقت میں آپ سے ملا تھا تو کیا جواب ہے معاف کرنا بھائی میں ایسا پریشان تھا کہ آپ کی خبر نہیں حالانکہ مصافحہ کیا ہاتھ ملائے لیکن خبر نہیں آخرت کی ہولنا کی دنیا سے درجہا بڑھ کر ہوگی۔

ابراہیم کو پہلے لباس پہنانے کی وجوہات: انّ اوّل یکسی یوم القیامة ابراهیم . ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے جنتی حلّہ پہنایا جائے گا۔ ا۔ اس لئے کہ سب سے پہلے اللہ کی توحید کیلئے آگ میں ڈالتے وقت برہنہ کیا گیا تھا اس کے بدلے اور اکرام میں سب سے پہلے انہیں لباس پہنایا جائیگا۔ ۲۔ سب سے پہلے پوشاک پہنانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ سلوار سے ستر کا طریقہ سب سے پہلے ابراہیم نے جاری کیا۔ ۳۔ ابراہیمؑ اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے ان کے اطمینان کیلئے سب سے پہلے انہیں لباس پہنایا جائے گا لیطمئن قلبه . ☆ ابن حجرؒ نے یہ احتمال بھی ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روضہ اطہر تکڑا جنت سے اسی لباس میں اٹھیں گے جس میں وفات ہوئی اور عرش کے پاس کرسی پر جنت کے تکریمی لباس پہنانے کا ذکر ہو تو بھی آپ ﷺ کا ابراہیم سے پہلے باللباس ہونا ثابت ہوگا ابراہیم علیہ السلام باقی مخلوق سے علی الاطلاق اور آپ ﷺ سے جنتی لباس پہننے میں مقدم ہوں۔ واللہ اعلم

سوال! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابراہیمؑ کو لباس پہلے پہنایا جائے گا اس سے ان کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

جواب: ا۔ علامہ قرطبی نے اس کا جواب یہ دیا ہے خلائق سے مراد ما دون النبی ہیں کہ باقی مخلوق سے پہلے پہنایا جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تقدیم ثابت نہیں ہوتی۔ (و هذا الجواب غیر مرضی) لیکن قرطبی کے اس جواب پر ان کے تلمیذ نے ہی نکیر و تردید کی ہے کہ یہ احادیث کے ظاہر کے خلاف ہے۔ کیونکہ بعض احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد میں جنتی حلّہ زیب تن کرنا مذکور ہے۔ اول من یکسی یوم القیامة خلیل الله علیه السلام . قبطیّتین ثم یکسی محمد صلی الله علیه وسلم حلة حبرة عن یمین العرش . (اخرجه ابن المبارک و ابو یعلی و البیهقی و زادفیه) تکملہ۔ اس میں ثم یکسیٰ محمد صلی الله علیه وسلم کا صریح لفظ ہے جس سے ابراہیم کے حلّہ پہننے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمیت ساری مخلوق ہے۔

جواب! ۲۔ اس کا جواب سادہ الفاظ میں یہ ہے کہ ابراہیمؑ کیلئے یہ جزوی فضیلت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلی اور مسلم افضلیت پر مقدم نہیں کرسکتی اور فضائل انبیاء میں یہ بات مفصل گزر چکی ہے کہ بعض انبیاء کو جزوی فضائل حاصل ہیں لیکن افضل انبیاء و المرسلین آمنہ کا درّ یتیم ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ یارب اصحابی فیقال انک لا تدری ما احد ثوا بعدک . قول راجح یہی ہے کہ اس کا مصداق وہ لوگ ہیں جو سیدنا ابو بکرؓ کے ایام خلافت میں مرتد ہو گئے تھے۔ ان پر اصحابی کا لفظ اس حالت کی وجہ سے بولا گیا جو ان کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھی جب تو وہ صحابی تھے اس لئے اصحابی فرمایا لیکن طاری ہونے والی حالت ارتداد کی

وجہ سے انہیں ہٹادیا جائے گا اس پر سیر حاصل بحث باب اثبات حوض النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں گذر چکی ہے۔ کما قال العبد الصالح . سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں چنانچہ (سورۃ مائدہ ۱۱۷) تلاوت فرمائی جن میں عیسیٰؑ کا ذکر ہے۔

ثلاث کذبات ۔اللہ کے نبی ابراھیم علیہ السلام نے تین کے سوا کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولا۔اس حدیث پر بہت سارے لوگوں نے اعتراض کیا ہے یہاں تک کہ امام رازیؒ (صاحب تفسیر کبیر) نے اس حدیث پرنکیر کی ہے اور آیت قرآنی انه کان صدیقا نبیا (مریم ۵۶) کے متعارض کہا ہے۔اگر چہ یہ آیت ادریس علیہ السلام کے متعلق ہے لیکن عموم وشمول کے اعتبار سے جملہ انبیاء کے لئے صداقت پروال ہے۔(حالانکہ حقیقۃ اس میں کوئی اشکال نہیں اور نہ ہی انکار کی کوئی گنجائش ہے)

جواب!۔ا: یہ لفظ صورۃ استعمال ہوا ہے حقیقۃ نہیں کیونکہ ھذہ اختی میں اخوت فی الاسلام مراد ہے اسی طرح انی سقیم میں باطنی مرض (معبودان باطلہ کی تکلیف) مراد ہے بل فعلہ کبیرھم میں صرف نسبت بت کی طرف کی ہے نہ کہ اپنی نفی چنانچہ یہ جملہ ڈھونڈے سے بھی نہ مل سکا کہ ابراھیم علیہ الاسلام نے فرمایا ہو کہ میں نے بتوں کی گت نہیں بنائی اور نہ ان کے ناک کان کاٹے۔اس لئے کوئی اشکال نہیں حدیث باب صحیح اور اسکا درست محل واضح ہو چکا۔(والتفصيل يطلب من التفسير الكبير ، روح المعانی ، ابن كثير جلالين ، معارف القرآن تحت تلک الآية في صورة الانبياء) حاصل جواب یہ ہے کہ ابراھیم علیہ الاسلام نے کبھی جھوٹ (خلاف واقع بات) منہ سے نہیں نکالی جن کو جھوٹ کہا جاتا ہے وہ حقیقۃ جھوٹ نہیں بلکہ توریت اور کنایہ کی مثال ہیں۔

٤ ـ بَابُ مَاجَاءَ فِي الْعَرْضِ

پیشی کے بیان میں

٦٣٤ ـ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ [بن عليٍّ]، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ، فَأَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَاذِيرُ وَأَمَّا الْعَرْضَةُ الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذَلِكَ تَطِيرُ الصُّحُفُ فِي الْأَيْدِي فَآخِذٌ بِيَمِينِهِ وَآخِذٌ بِشِمَالِهِ . قَالَ أبوعِيسَى: ولايَصِحُّ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ قِبَلِ أَنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ، عَنْ عَلِيِّ بنِ عَلِيٍّ، وَ هُوَ الرِّفَاعِيُّ عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

قَالَ أبوعِيسَى: ولايَصِحُّ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ قِبَلِ أَنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي مُوسَى .

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ پیش کئے جائیں گے۔دو پیشیوں میں جھگڑے اور معذرت ہوں گے۔تیسری پیشی پر نامہ اعمال اڑاڑ کر ہاتھوں میں آجائیں گے، کسی کے دائیں ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں''

یہ حدیث اس حیثیت سے صحیح نہیں کہ حسن نے ابوہریرہؓ سے نہیں سنا۔بعض لوگوں نے اس کو علی بن علی رفاعی سے بواسطہ حسن،ابوموسیٰ سے نقل کیا ہے۔جو نبی ﷺ سے راوی ہیں۔

٥ ـ بَابٌ مِنْهُ

٦٣٥ ـ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، أخبرنا ابنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عُثْمَانَ بنِ الْأَسْوَدِ، عَنِ ابنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ

رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ. قُلْتُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ: ﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ(٧) فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَاباً يَسِيْراً(انشقاق ٨)﴾ قَالَ: (ذَاكَ الْعَرْضُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَرَوَاهُ أَيُّوبُ أَيْضاً عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ.

''سیدۃ عائشہؓ سے مروی ہے کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرمارہے تھے جس سے حساب میں پوچھ گچھ کی گئی ہلاک ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا۔ اس سے عنقریب آسانی کے ساتھ حساب لیا جائیگا۔ آپ نے فرمایا اس سے مراد صرف پیشی ہے''

یہ حدیث صحیح ہے۔ ایوب نے بھی اسی کو ابن ابی ملیکہ سے نقل کیا ہے۔

تشریح: اس باب میں حساب کے ثبوت کا ذکر ہے۔

انما ذاک العرض . یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو جواب ہے کہ جس کا تفصیلی حساب اور چھان بین شروع ہوئی تو وہ ہلاک ہوا اور عذاب میں مبتلا ہوا۔ آیت کی تفسیر یہ ہے کہ یہ صرف عرض و پیشی ہے فلاں بن فلاں، اتنی عمر، اتنے اعمال، سعادت مند۔ بس نجات ۔قرطبیؒ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بندے کے اعمال اس پر پیش کریں گے جب اعمال کو دیکھے گا تو خائف ہوگا پھر اللہ تعالیٰ ستاری فرمائیں گے اور بخش دیں گے یہ پیش کرنا اس لئے ہوگا تا کہ اس پر حقیقت کھل جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی ستاری اور مغفرت کا معاملہ فرمایا ہے۔ جیسے حدیث میں **حتی یضع علیه کنفه فیقرر ذنوبه** ...... ہے۔ **من نوقش الحساب یوم القیامة عذب** . نووی کہتے ہیں نوقش کا معنیٰ ہے جس کی مکمل چھان بین ہوئی۔ عذب کے دو مطلب ہیں، ا۔ اس کی باز پرس سختی سے ہوگی۔ ۲۔ عذاب میں جھونک دیا جائے۔ باب کی حدیث میں **نوقش الحساب هلک** کے الفاظ ہیں۔ اس سے دوسرے مطلب کی تائید ہوتی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ بندہ سے تقصیر واقع ہو ہی جاتی ہے اگر تفصیلی حساب ہوا تو چھٹکارا مشکل ہے لیکن شرک کے سوا اللہ معاف فرمادیں گے۔ ورنہ عدم تسامح اور مغفرت نہ کرنے کی صورت میں تو ضرور ہلاکت ہے۔

٦۔ بَابٌ مِنْهُ

٦٣٦۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، أخبرنا ابْنُ الْمُبَارَكِ، أخبرنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ وَقَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يُجَاءُ بِابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ بَذَجٌ فَيُوقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ تَعَالَى فَيَقُولُ اللّٰهُ: أَعْطَيْتُكَ، وَخَوَّلْتُكَ، وَأَنْعَمْتُ عَلَيْكَ فَمَاذَا صَنَعْتَ؟ فَيَقُولُ جَمَعْتُهُ، وَثَمَّرْتُهُ، فَتَرَكْتُهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِي آتِكَ بِهِ كُلِّهِ. فَيَقُولُ لَهُ: أَرِنِي مَا قَدَّمْتَ. فَيَقُولُ يَارَبِّ جَمَعْتُهُ وَثَمَّرْتُهُ فَتَرَكْتُهُ أَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِي آتِكَ بِهِ كُلِّهِ. فَإِذَا عَبْدٌ لَمْ يُقَدِّمْ خَيْراً فَيُمْضَى بِهِ إِلَى النَّارِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْحَسَنِ. قَوْلَهُ وَلَمْ يُسْنِدُوهُ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ. وَفِي الْبَابِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن انسان کو اس طرح لایا جائیگا کہ گویا وہ بھیڑ کا بچہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائیگا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے۔ میں نے تجھے دیا تھا مختلف اقسام کے انعام

کئے تھے سوتو نے کیا کیا وہ کہے گا میں نے اسے جمع کیا اور اسے بڑہایا اور میں نے اس کو اس سے زیادہ کر کے چھوڑا جتنا کہ وہ پہلے تھا اے اللہ مجھے تھوڑی دیر کیلئے واپس بھیج دے میں سارے کا سارا مال لے آتا ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مجھے یہ دکھا کہ تو نے کتنا آگے بھیجا وہ کہیگا اللہ میں نے اسے جمع کیا اور بڑہایا اور اسے کثیر حالت میں چھوڑا سو اگر اس بندے نے نیکی آگے نہ بھیجی ہوگی تو اس کو دوزخ کی طرف بھیج دیا جائیگا''

امام ترمذی کہتے ہیں اس حدیث کو بہت لوگوں نے حضرت حسن سے انکا قول نقل کیا ہے مرفوع نہیں کیا، اسماعیل بن مسلم کو حدیث میں ضعیف کہا گیا ہے، اس باب میں ابو ہریرۃؓ اور ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے۔

٦٣٧۔حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ البَصرِيُّ، أخبرنا مَالِكُ بنُ سُعَيْرٍ أَبُو مُحمَّدٍ التَّمِيمِيُّ الكُوفِيُّ،حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالاَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: يُؤْتَى بِالعَبْدِ يَوْمَ القِيَامَةِ فَيَقُولُ لَهُ:أَلَمْ أَجْعَلْ لَكَ سَمْعاً وَبَصَراً وَمَالاً وَوَلَداً وَسَخَّرْتُ لَكَ الأَنْعَامَ وَالحَرْثَ وَتَرَكْتُكَ تَرْأَسُ وَتَرْبَعُ فكنتَ تَظُنُّ أَنَّكَ مُلاَقِيَّ يَوْمَكَ هَذَا؟ قال: فَيَقُولُ: لاَ .فَيَقُولُ لَهُ: اليَوْمَ أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيتَنِي .

قَالَ أَبوعيسى :هذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ:اليَوْمَ أَنْسَاكَ [كَمَا نَسِيتَنِي:]يقول: اليَوْمَ أَتْرُكُكَ فِي العَذَابِ .

قَالَ أَبوعيسى: و كذا فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ هَذِهِ الآيَةَ ، ﴿فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ ﴾قالوا:إنَّما مَعْنَاهُ اليَوْمَ نَتْرُكُهُم فِي العَذَابِ.

''سیدنا ابو ہریرۃؓ اور ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک آدمی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے لایا جائیگا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے میں نے تیرے کان، آنکھ، مال اور اولا دنہیں بنائی تھی اور تیرے لئے چوپاؤں اور کھیتی کو مسخر نہ کیا تھا اور تجھ کو اس حالت میں کیا کہ سردار و رئیس بنتا تھا۔ اور لوگوں سے چوتھائی مال (رسم جاہلی کے مطابق) لیتا تھا۔ کیا تو اس دن کی ملاقات کا بھی خیال رکھتا تھا؟ وہ کہے گا نہیں اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آج کے دن میں نے تجھے بھلا دیا۔ جیسا تو نے مجھ کو بھلا دیا تھا'' یہ حدیث صحیح غریب ہے الیوم انساک کے معنی یہ ہیں کہ میں تجھے عذاب میں چھوڑ دونگا، ایسے ہی بعض علماء نے اس آیت کی تفسیر کی ہے۔

تشریح: کانہ بذج ای ولد الضان یعنی ذلت وحقارت کی وجہ سے اس طرح پیش کیا جائیگا جیسے متکبرین کے متعلق وارد ہے کہ چیونٹیوں کی مانند روندے جائیں گے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ بدنی مالی ظاہری باطنی کتنی نعمتیں عطا کی گئیں لیکن دنیا میں ترقی کرتے گئے، چیزوں کو بڑھاتے چمکاتے اور متعارف کراتے گئے اپنی حقیقت ومقصد اور رب کو بھلا دیا کہ مجھے کیوں پیدا کیا گیا، مجھے بھی ایک دن پیش ہونا ہے؟ کف حسرت۔ ملے بغیر کچھ نہ ہوگا، نسیان کا مطلب ترک سے کیا گیا ہے کہ ایسا بھلایا کہ کبھی بھی یاد کیا نہ فکر! آج تلک بتلک عذاب میں چھوڑ دیا جائیگا۔

٧۔بابٌ مِنْهُ

٦٣٨۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُبنُ نَصْرٍ،حدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بنُ المُبَارَكِ،حدَّثَنَا سَعِيدُبنُ أَبِي أَيُّوبَ،حدَّثَنَا يَحْيَى بنُ أَبِي سُلَيْمَانَ،عَنْ سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:"يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا"(زلزال ٤)قَالَ أَتَدْرُونَ مَاأَخْبَارُهَا؟ قَالُوا

اللّٰه وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّ أَخْبَارَهَا أَنْ تَشْهَدَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلَى ظَهْرِهَا، أَنْ تَقُولَ عَمِلَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، قَالَ فَهٰذَا إِخْبَارُهَا، فَهٰذَا أَمْرُهَا فَهٰذِهِ أَخْبَارُهَا. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے پڑھا ''اور جس دن زمین اپنی خبریں بتائے گی'' اور فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ اس کی خبریں کیا ہوں گی؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا اس کی خبریں یہ ہوں گی کہ ہر مرد و عورت کے بارے میں ان کے اعمال کی گواہی دیگی جو اس کی پیٹھ پر کئے مجھ پر یہ کیا اور فلاں دن کیا، آپ نے فرمایا زمین کو اسی کا حکم دیا گیا ہے'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔

٨۔بَابُ مَاجَاءَ فِي شَأْنِ الصُّورِ

صور پھونکنے کے بیان میں

٦٣٩۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَسْلَمَ الْعِجْلِيِّ عَنْ بِشْرِ بْنِ شَغَافٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: مَا الصُّورُ؟ قَالَ قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيهِ.

قَالَ أَبُوعِيسَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَقَدْ رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِهِ.

''سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا صور کیا ہے؟ فرمایا ایک سینگ ہے۔ جس میں پھونکا جائیگا''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، مختلف لوگوں نے روایت کیا اور ہم اسے سلیمان ہی کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

٦٤٠۔حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ، أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ، أخبرنا خَالِدٌ أَبُو الْعَلَاءِ، عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: وَكَيْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِالْتَقَمَ وَاسْتَمَعَ الْإِذْنَ مَتَى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَيَنْفُخَ، فَكَأَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَهُمْ: قُولُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخدري، عَنِ النبيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

''سیدنا ابوسعیدؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کیسے آرام میں رہوں حالانکہ سینگ والا فرشتہ منہ میں صور لئے کان لگا چکا ہے کب پھونکنے کا حکم ہو سو وہ پھونکے۔ صحابہؓ پر یہ بات شاق گذری تو آپ نے فرمایا کہو۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا'' ہمیں اللہ کافی ہے، اور بہترین کارساز، اللہ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے، یہ حدیث دوسرے طریق سے عطیہ سے مروی ہے۔

٩۔بَابُ مَاجَاءَ فِي شَأْنِ الصِّرَاطِ

پل صراط کی حالت کے بیان میں

٦٤١۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ

شُعْبَةَ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : شِعَارُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الصِّرَاطِ :رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ. قَالَ أَبُوعِيسَى:هٰذَاحَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيْثِ الْمُغِيْرَةِ بنِ شُعْبَةَ لا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بنِ إِسْحَاقَ،وفي البَابِ ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

''سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پل صراط پر مؤمنوں کا امتیاز ہوگا اے اللہ سلامت رکھ سلامت رکھ'' یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو عبدالرحمٰن بن اسحاق کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

۶۴۲۔حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ،حَدَّثَنَا بَدَلُ بنُ المحبَّر،أَخْبَرَنَا حَرْبُ بنُ مَيْمُوْنٍ الْأَنْصَارِيُّ أَبُوالْخَطَّابِ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُبنُ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَنْ يَشْفَعَ لِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ ،فَقَالَ:أَنَافَاعِلٌ .قُلْتُ :يَارَسُوْلَ اللهِ فَأَيْنَ أَطْلُبُكَ ؟قَالَ:اطْلُبْنِي أَوَّلَ مَاتَطْلُبُنِي عَلَى الصِّرَاطِ،قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ،قَالَ:فَاطْلُبْنِي عِنْدَالْمِيْزَانِ. قُلْتُ:فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عِنْدَالْمِيْزَانِ؟قَالَ: فَاطْلُبْنِي عِنْدَالْحَوْضِ،فَإِنِّي لَاأُخْطِيءُ هٰذِهِ الثَّلَاثَ الْمَوَاطِنَ .

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَاحَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّامِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں آپ نے فرمایا میں ایسا کرنیوالا ہوں۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو کہاں تلاش کروں۔آپ نے فرمایا پہلے مجھے پل صراط پر تلاش کر، میں نے عرض کیا وہاں نہ ملیں تو کہاں؟ پھر ترازو کے پاس پھر فرمایا تو حوض کوثر پر مجھے تلاش کر،ان تینوں میں سے کہیں نہ کہیں ضرور ملوں گا''

یہ حدیث حسن غریب ہے۔ہم اس کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

۱۰۔بَابُ مَاجَاءَفِي الشَّفَاعَةِ

شفاعت کے بیان میں

۶۴۳۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُبنُ نَصْرٍ،حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بنُ الْمُبَارَكِ،حَدَّثَنَا أَبُوحَيَّانَ التَّيْمِيُّ،عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بنِ عَمْرِوبنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ فَأَكَلَهُ وَكَانَ يُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهُ نَهْسَةً ثُمَّ قَالَ: أَنَاسَيِّدُالنَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هَلْ تَدْرُوْنَ لِمَ ذَاكَ؟يَجْمَعُ اللهُ النَّاسَ الْأَوَّلِيْنَ وَالآخِرِيْنَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ،وَتَدْنُو الشَّمْسُ مِنْهُمْ،فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَالَايُطِيقُوْنَ وَلَا يَحْتَمِلُوْنَ، فَيَقُوْلُ النَّاسُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ:أَلَا تَرَوْنَ مَاقَدْبَلَغَكُمْ أَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ؟فَيَقُوْلُ النَّاسُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَلَيْكُمْ بِآدَمَ فَيَأْتُوْنَ آدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ:أَنْتَ أَبُوالْبَشَرِ خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُوْحِهِ وَأَمَرَالْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ،اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَانَحْنُ فِيْهِ؟أَلَا تَرَى مَاقَدْبَلَغَنَا ؟ فَيَقُوْلُ لَهُمْ آدَمُ إِنَّ رَبِّي قَدْغَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًالَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ،وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ،وَإِنَّهُ قَدْنَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ،نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي،اِذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي،اِذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ فَيَأْتُوْنَ نُوحًا فَيَقُولُونَ :يَا نُوحُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ،وَقَدْ سَمَّاكَ اللهُ عَبْدًاشَكُوْرًا،اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَاتَرَى مَانَحْنُ فِيْهِ؟ أَلَاتَرَى مَاقَدْبَلَغَنَا؟فَيَقُولُ لَهُمْ نُوحٌ: إِنَّ رَبِّي قَدْغَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ ،وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ

مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اِذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اِذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ،
فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ: يَا إِبْرَاهِيمُ أَنْتَ نَبِيُّ اللهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَاشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ، فَيَقُولُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّي قَدْ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَلِمَاتٍ. فَذَكَرَهُنَّ أَبُو حَيَّانَ فِي الْحَدِيثِ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اِذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي اِذْهَبُوا إِلَى مُوسَى، فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُونَ: يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ اللهِ فَضَّلَكَ اللهُ بِرِسَالَتِهِ وَكَلَامِهِ عَلَى النَّاسِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي، اِذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اِذْهَبُوا إِلَى عِيسَى،
فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُونَ: يَا عِيسَى أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ. اِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ عِيسَى: إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي اِذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي، اِذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ ﷺ،
قَالَ: فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا ﷺ فَيَقُولُونَ: يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ، وَغُفِرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، اِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ، فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَخِرُّ سَاجِدًا لِرَبِّي. ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي. ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ. فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي يَا رَبِّ أُمَّتِي، فَيَقُولُ: يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ. ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ وَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى.

وفي الباب عن أبي بكر الصديق، وأنس، وعقبة بن عامر، وأبي سعيد. قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح. [وأبو حيان اسمه يحيى بن سعيد بن حيان كوفي وهو ثقة وأبو زرعة بن عمرو بن جرير اسمه هرم].

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے ایک دن رسول ﷺ کے پاس گوشت لایا گیا آپ کو دستی پیش کی گئی آپ نے اسے کھایا اور آپ اسے پسند فرماتے تھے، چنانچہ آپ نے اسے دانتوں سے نوچ کر کھایا، پھر فرمایا میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا تم جانتے ہو کہ اسکی کیا وجہ ہے اللہ؟ تعالیٰ تمہارے اگلے اور پچھلوں ایک میدان میں جمع کریں گے تو وہ ایک پکارنے والے کی پکار سنیں گے اور نگاہ سب کو دیکھ لے گی، اور سورج انکے نزدیک کو دیا جائیگا اس دن لوگوں کی برداشت سے باہر انکو رنج ہوگا۔ اور حد سے زیادہ بے چینی ہوگی،
لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے کیا تم یہ نا قابل برداشت حالت نہیں دیکھتے کسی سفارشی کو کیوں تلاش نہیں کرتے جو پروردگار سے تمہاری سفارش کرے اس پر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ حضرت آدم کے پاس چلو وہ حضرت آدمؑ کے پاس آ کر عرض کریں گے کہ آپ ابوالبشر ہیں، آپ کو اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا آپ میں اس

نے اپنے حکم سے روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ آپکو سجدہ کریں چنانچہ انہوں نے آپکو سجدہ کیا پس آپ ہماری شفاعت کریں۔ کیا آپ ہماری حالت نہیں دیکھ رہے کہ ہماری نوبت کہاں پہنچی ہے؟ حضرت آدم ان سے فرمائیں گے میرا پروردگار آج اتنا غضبناک ہے کہ نہ اتنا غصہ وجلال آج سے پہلے کبھی آیا اور نہ بعد میں آئیگا۔ اس نے مجھے ایک درخت سے منع کیا تھا مگر میں نے اسکی خلاف ورزی کی نفسی نفسی تم لوگ میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ تم نوح کے پاس جاؤ۔

وہ لوگ حضرت نوح کے پاس آئیں گے اور عرض کرینگے اے نوح آپ زمین میں پہلے رسول ہیں (جو کفار کی طرف بھیجے گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپکا نام شکر گذار بندہ رکھا ہے، آپ اپنے پروردگار سے ہمارے لئے سفارش فرمائیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کیسی مصیبتوں میں ہیں، اور کس حالت پر پہنچ گئے ہیں، نوح جواب دیں گے میرا رب آج اتنا غصہ میں ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنے غصہ ہوا تھا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا اور میری ایک دعا تھی وہ میں اپنی قوم کے خلاف کرلی نفسی نفسی ابراہیمؑ کے پاس جاؤ،

وہ انکے پاس آئیں گے کہیں گے آپ اللہ کے نبی اور زمین والوں میں اللہ کے خلیل ہیں، آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کیجئے آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کیسی مصیبتوں میں ہیں اور ہمارا کیا حال ہے، آپ فرمائیں گے آج میرا رب اتنے غصہ میں ہے کہ نہ کبھی پہلے اتنا غصہ ہوا تھا اور نہ اس کے بعد کبھی ہوگا اور میں نے تین جھوٹ بولے ہیں پھر فرمائیں گے نفسی نفسی تم موسےٰ کے پاس جاؤ،

وہ حضرت موسیٰ کے پاس آئیں گے کہیں گے آپ اللہ کے رسول ہیں آپ کو اس نے اپنی رسالت اور کلام سے نوازا، آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کریں، آپ دیکھتے نہیں کہ ہمارا کیا حال ہے آپ فرمائیں گے کہ آج میرا رب اتنا غصہ ہوا ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ہوا ہے اور نہ بعد میں ہوگا اور میں نے ایک ایسے آدمی کو قتل کیا تھا جسکے قتل کا حکم مجھے نہ ہوا تھا پھر کہیں گے نفسی نفسی البتہ تم لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ،

وہ حضرت عیسیٰ کے پاس آئیں گے، کہیں گے آپ اللہ کے رسول اور اسکا کلمہ ہیں جسے اس نے جناب مریم کی طرف ڈالا تھا اور آپ اللہ کی طرف سے روح ہیں۔ آپ نے گہوارہ میں لوگوں سے گفتگو کی آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کریں آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس مصیبت میں ہیں آپ فرمائیں گے کہ میرا رب آج اتنے غصہ میں ہے کہ نہ کبھی اس سے پہلے ہوا نہ بعد میں ہوگا (اور آپ کے کسی گناہ کا ذکر نہیں کیا گیا) پھر فرمائیں گے نفسی نفسی البتہ تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ،

وہ آپ ﷺ کے پاس آئیں گے عرض کریں گے یا محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آخری پیغمبر ہیں! اللہ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کردئے آپ ہی اللہ سے ہماری سفارش کیجئے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس مصیبت میں ہیں، فرمایا میں عرش کے پاس آؤں گا سواپنے پروردگار کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا پھر اللہ تعالیٰ اپنی

خوبیوں اور اچھی تعریفوں کا وہ دروازہ مجھ پر کھول دیں گے جسے مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولا ارشاد ہوگا محمد ﷺ اپنا سر اٹھائیے اور جو مانگنا ہو مانگ دیا جائیگا میں سر اٹھاؤں گا اور کہوں گا یارب امتی یارب امتی اے پروردگار میری امت حق سبحانہ وتعالیٰ فرمائیں گے اپنی امت کے وہ لوگ جن پر کوئی حساب نہیں انکو جنت میں دائیں دروازوں میں سے داخل کیجئے۔ اور یہ لوگ اس کے علاوہ اور دروازوں میں بھی تمام لوگوں کے شریک ہیں کہ جس دروازے سے چاہے داخل ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے جنت کے دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور ہجر کے اور مکہ وبصریٰ کے درمیان ہے''

اس باب میں ابوبکر صدیق، انس، عقبۃ بن عامر اور ابوسعید سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ہجر بحرین کا دارالسلطنت ہے، ہجر مدینہ میں ایک گاؤں ہے) نفع ۱/۵۱۵

تشریح: اس باب میں میدان محشر کی ہولناکی اور آنحضرت ﷺ کی سیادت کا ذکر ہے۔

سیّد: دراصل سَیْوِدٌ تھا والتعلیل مشہور معنٰی سردار۔ سیّد کی تعریف علامہ نوویؒ فرماتے ہیں ہرویؒ نے کہا۔

ا۔ ''**السیّد هو الذی یفوق قومه فی الخیر**'' سیّد وہ ہے جس کو اسکی قوم بھلائی اور خیر خواہی میں اپنے سے بالاتر سمجھے حقیقۃً سردار وہی ہے جسکی قوم بخوشی مانے قابض کیلئے لفظ سیّد استعمال نہیں ہوسکتا: ۲۔ دوسرے علماءؒ کہتے ہیں کہ سیّد وہ ہے جسکے سامنے لوگ اپنے مسائل حل کیلئے پیش کرتے ہوں اور وہ انکی تکلیف وآلام کو دور کرے۔ قطع نظر حدیثِ بالا کے اہلِ مکہ آنحضرت ﷺ کو اپنا آقا سیّد وسردار مانتے تھے جیسے تنصیب حجرِ اسود بوقت تعمیر کعبہ میں آپ کی بات ہی قول فیصل ہوئی اور سب نے بخوشی قبول کیا بعد میں مخالفت سیادت، دیانت، صداقت کے انکار کی وجہ سے نہیں بلکہ تو حید اور عداوت کی بناء پر کی۔ ''آدم **عَلَمٌ لا بی البشر لا نه خلق من ادیم الارض ای وجه الارض**'' (**التراب والطین**)

یوم دن: الیوم آج کا دن: یوم شرعی: صبح صادق تا غروب الشمس: یوم عرفی (عند العوام) طلوع شمس سے سورج کے غروب ہونے تک: قیامۃ مصدر ہے دراصل قِوامٌ تھا ''ت'' مصدریہ لاحق ہے لفظی معنٰی کھڑا ہونا مراد روز محشر اس کی تفصیل اس بحث قامت کے آغاز میں ہم پڑھ چکے ہیں ایک حدیث میں اسکے ساتھ **لا فخر** (**غیرَ فخرٍ**) بھی ہے بتانا فخر وغرور کیلئے نہیں بلکہ اِخبار اور اظہارِ حقیقت کیلئے ہے تا کہ امت اقتدا اور پیروی کرے۔

سوال! انا سیّد کے ساتھ یوم القیامۃ کی قید کیوں لگائی کیا دنیا میں سردار نہیں؟

جواب! **یوم القیمة** کی قید سیادت دنیویہ کے اخراج کیلئے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ دنیا وآخرت دونوں میں آقا و سردار ہیں۔ لیکن دنیا میں کچھ موافق کچھ مخالف بعضے ماننے والے بعضے انکار کرنے والے لیکن میدان حشر میں سب ہی مانیں گے (لیکن وہ ماننا کفار کیلئے مفید نہ ہوگا) یہ قید ایسے ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے'' **لمن الملک الیوم لله الواحد القهار**'' (مؤمن ۱۶) حالانکہ اللہ جل جلالہ کی بادشاہت اب بھی ہے اور جب بھی ہوگی اور ابدالآباد کیلئے ہے لیکن دنیا میں چند کوتاہ مغز ایسے ہوئے جو اسکی ربوبیت ومالکیت کے منکر (اور اپنے لئے مدعی) تھے لیکن وہاں تو سب ہی سر تسلیم خم۔ اسی طرح حضور ﷺ کی سیادت کے ساتھ لفظ یوم القیامۃ کا

ذکر ہے۔ آدم بصف روز محشر و ذرّیت آدم درزیر لوائت کہ خطیبی و امیری

آپ ﷺ کا اپنے کمال و جمال کو بتانا دو وجہ سے ہے۔ا۔ واما بنعمة ربّک فحدّث کی اطاعت میں کہ بیان نعمت کا حکم ہے جو عنایت ہوئیں ۲۔ آپ پر واجب تھا کہ اپنے منصب علیاً کی تبلیغ کریں تا کہ امت آپ ﷺ کے منصب کو پہچانے اس پر اعتقاد رکھے اور اطاعت کرے اور آپ ﷺ کی توقیر و تعظیم شایانِ شان کرے۔

سوال! حدیث پاک میں ہے ﴿واوّل من ینشق عنه القبر﴾ اور پہلا میں ہوں کہ جس سے قبر پھٹے (کھلے) گی اس جملہ کا حدیث فاکونُ اوّل من بُعث ...فاذا موسیٰ...اخذ بالعرش: (مسلم ج۲ص ۲۶۷ بخاری ج اص ۳۲۵) کہ میں سب سے پہلے اٹھایا جاؤں گا تو موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے ہوئے ہونگے سے تعارض ہے کیونکہ اس حدیث سے پہلے اٹھنا حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کیلئے ثابت ہوتا ہے؟

جواب! ا۔علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ آپؐ نے یہ حدیث: ﴿اوّل من ینشق عنه القبر﴾ کے جاننے سے پہلے فرمائی ہو بعد میں واضح و معلوم ہوگیا ہو کہ سب سے پہلے میں ہی اٹھایا جاؤنگا تو تعارض نہ رہا۔

۲۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ قیامت کے دن اوّل زمرۂ پہلی جماعت کہ جسمیں سب سے پہلے میں ہی اٹھایا جاؤنگا اور زمرہ اوّلین (پہلی جماعت) ہونے کی وجہ سے اولیّت حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے بھی ہو کہ وہ بھی پہلی جماعت میں اٹھائے جائیں گے لیکن علی الاطلاق اولیّت حقیقی آنحضرت ﷺ کیلئے ہے (**هكذا في اكمال المعلم في كتاب الفضائل**

۳۔ آپ ﷺ نے اٹھنے کے بعد متصل بلافصل نہیں بلکہ بعد لمحۃٍ انکو دیکھا کہ اخذ بالعرش اس طرح بھی تقدم و اولیّت تو آنحضرت ﷺ کیلئے اور متصلاً بعدہ بلا وقفہ حضرت موسیٰ کا اٹھنا ہو۔ واللہ اعلم۔

و اوّل شافع: سب سے پہلا شفاعت و سفارش کرنے والا۔ **و اوّل مَشَفَّع:** اور پہلے میری ہی سفارش قبول کی جائے گی۔ اگر چہ تقدیم و اولیّت لفظ اوّل شافع میں موجود ہے لیکن ضروری نہیں کہ تقدیم فی القبول بھی ہو کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو سفارش کرتے ہیں لیکن شافع ثانی کی سفارش پہلے قبول ہو جاتی ہے اس لئے فرمایا سب سے پہلے میں ہی شافع اور میں ہی مشفّع کہ میری ہی پہلے سفارش قبول ہوگی۔

سل تُعط و اشفع تشفع ولسوف یعطیک ربّک فترضیٰ۔

ثبوت شفاعت قرآن پاک سے "یومئذٍ لا تنفعُ الشفاعة الّا من اذن له الرحمٰن و رضی له قولا" (طٰہٰ ۱۰۹) اس دن سفارش نہیں فائدہ دیگی مگر اس کی جسکو رحمٰن نے اجازت دی اور اسکی بات سے راضی ہوا "لا یتکلّمون الّا من اذن له الرحمٰن وقال صوابا" (نباء ۳۸) پہلی آیت کی طرح اس سے بھی صحتِ قول اور ثبوت شفاعت واضح ہو رہی ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ قاضی عیاضؒ نے کہا کہ آیات کثیرہ اور احادیث کا مجموعۃ حد تواتر کو پہنچا ہے کہ شفاعت عقلاً و نقلاً ثابت ہے اور یہی اہل السنۃ کا مذہب ہے جبکہ خوارج اور بعض معتزلہ شفاعت کی نفی کرتے ہیں، اگر چہ شفاعت کی تمام اقسام کی نفی نہیں کر سکتے کیونکہ شفاعت کبریٰ کو تو سب ہی مانتے ہیں کیونکہ وہ مرتکب کبیرہ کو مخلّد فی النّار کہتے ہیں اور یہ آیات پیش کرتے ہیں "فما تنفعهم شفاعة الشافعين" (مدثر

۴۸) اور "وما للظالمين من حميم ولا شفيع يطاع "مؤمن ۱۸ لیکن یہ ان کی دلیل نقش برآب کی مصداق ہے کیونکہ یہاں جن کیلئے شفاعت مفید نہ ہونے کا ذکر ہے اس سے کفار اور (ظالم کامل) مشرک مراد ہیں اور ان کیلئے ثبوت شفاعت کا کوئی قائل نہیں بات تو مؤمنین، مذنبین کیلئے شفاعت کی ہے جو مسلّم ہے۔

اقسام شفاعت دس ہیں: ا۔ شفاعتِ کبریٰ۔ جو حساب شروع کرنے کیلئے ہوگی **کما ورد فی هذا الحدیث** ۔۲۔ بلاحساب و کتاب جنت میں دخول کی شفاعت۔ یہ دونوں آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص ہیں ۔۳۔ جن کے اعمال حسنہ وسیۂ برابر ہوں ان کیلئے عفو وترجیح کیلئے شفاعت ۔۴۔ اہلِ جنت کیلئے ترقی درجات کی شفاعت ۔۵۔ جنت کا دروازہ کھلوانے کیلئے شفاعت ۶۔ مستحقین نار کیلئے نجات کی شفاعت ۷۔ مؤمن فاسق کیلئے تخفیف عذاب کی شفاعت ۔۸۔ اہل نار مؤمنین کے نکالنے اور جنت میں داخلہ کی شفاعت۔ جیسا کہ انبیاء، اولیاء، علماء، حفاظ، صالحین، ملائکہ کی سفارش سے نکالے جائیں گے آخر میں ذات باری تعالیٰ **کما يليق بشانه** (حثوۃ) لپ بھریں گے اور جنت میں داخل کریں گے ۹۔ اہلِ مدینہ کیلئے شفاعت ۔۱۰۔ گنبد خضراء، روضہ رسول کے زائرین کیلئے شفاعت۔ رزقنا اللہ من شفاعت حبیبہ (أشعة اللمعات ج ٤ ص ٤٠٤) بعض نے شفاعت کی قسمِ اوّل کو کبریٰ اور باقی اقسام کو شفاعت صغریٰ کہا اور تقسیم اسطرح کی: شفاعت کی دو قسمیں ا۔ شفاعت کبریٰ ۲: شفاعت صغریٰ۔ لیکن یہ بھی مذکورہ تفصیل کی مؤید ہے متعارض نہیں کیونکہ الفاظ ہیں "ثم بعد ها (کبریٰ) **شفاعات کثیرہ صغریٰ من العلماء والصلحاء والحفاظ وغیرہ**"۔

اس حدیث میں ایک مشہور اشکال ہے: سوال یہ ہے کہ اس میں آنحضرت نے اپنے فضائل بتلائے اور جتلائے ہیں جس میں آپ ﷺ کی افضلیت مذکور ہے اور دوسری حدیث میں ہے ﴿لا تخیّر و ابین الا نبیاء﴾ انبیاء میں کسی کو فضیلت نہ دو اور ﴿لا تخیّر ونی علیٰ موسیٰ علیہ السلام﴾ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو اور ﴿لا تفضّلو ا بین الانبیاء﴾ نبیوں کے درمیان برتری نہ نکالو یا فضیلت نہ دو۔ احادیث کثیرہ اور حدیث باب میں فضیلت مذکور ہے ان احادیث میں فضیلت واختیار ممنوع ہے یہ تعارض ہوا۔

جواب! اس کے علماء نے کئی جوابات دیئے ہیں اور رفع تعارض کی کوشش کی ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں جواب ا۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان ﴿لا تفضلو بین الانبیاء انا سیّد ولد آدم﴾ کے علم سے پہلے کا ہے جب اس کا علم ہوا تو فرمایا: انا سیّد الناس۔

۲ **لا تفضّلو** آپؐ نے ادباً و تواضعاً فرمایا ورنہ آپ کا مرتبہ یقیناً افضل ہے اور خود اللہ جل جلالہ نے فرمایا: **تلک الرسل فضّلنا بعضهم علیٰ بعض** (البقرۃ ۱۵۷) ۳۔ اس سے مراد ایسی فضیلت بیان کرنا کہ جس سے کسی دوسرے نبی کی تنقیص وتحقیر، دل آزاری ہو۔ ۴۔ فضیلت نہ دو کا مطلب یہ ہے کہ نفس نبوت ورسالت میں کوئی فرق نہیں مراتب فضائل وخصائل تو مختلف ہیں نفس نبوت میں مساوی ہیں ۵۔ اس طرز کی فضیلت بیان کرنا کہ ﴿ما بین الامم فتنۃ وتنازع﴾ پیدا ہو یہ منع ہے۔

۱۱۔ بابٌ منه

٦٤٤۔ حَدَّثَنَا العَبَّاسُ العَنبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبدُالرَّزَّاقِ، عَن مَعمَرٍ، عَن ثَابِتٍ، عَن أَنَسٍ قال: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: شَفَاعَتِي لأَهْلِ الكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجهِ، وَفِي البابِ عَن جَابِرٍ.

"سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کیلئے ہے جنہوں نے

کبیرہ گناہ کئے ہیں' اس باب میں جابرؓ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے۔

٦٤٥۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي.

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، فَقَالَ لِي جَابِرٌ: يَا مُحَمَّدُ مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْكَبَائِرِ فَمَا لَهُ وَلِلشَّفَاعَةِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذا حديثٌ غريبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ يُستغربُ من حديثِ جعفرِ بنِ محمدٍ.

''سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے کبیر گناہ والوں کیلئے ہے، محمد بن علی کہتے ہیں مجھ سے جابرؓ نے کہا اے محمد جو اہل کبائر نہیں انہیں شفاعت سے کیا واسطہ''
یہ حدیث حسن اس طریق سے غریب ہے۔

٦٤٦۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ الْأَلْهَانِيِّ قال: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: وَعَدَنِي رَبِّي أَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعِينَ أَلْفاً لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ أَلْفاً وَثَلَاثُ حَثَيَاتٍ مِنْ حَثَيَاتِ رَبِّي. هٰذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

''سیدنا ابوامامہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرما رہے تھے میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار حساب وعذاب کے بغیر جنت میں داخل کئے جائیں گے، ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور میرے پروردگار کے لپوں میں سے تین لپے'' یہ حدیث حسن غریب ہے

٦٤٧۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قال: كُنْتُ مَعَ رَهْطٍ بِإِيلِيَاءَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَكْثَرُ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ سِوَاكَ؟ قَالَ: سِوَايَ فَلَمَّا قَامَ قُلْتُ مَنْ هَذَا؟ قَالُوا هَذَا ابْنُ أَبِي الْجَذْعَاءِ.

هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ وابنُ أَبِي الْجَذْعَاءِ هُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَإِنَّمَا يُعْرَفُ لَهُ هَذَا الْحَدِيثُ الْوَاحِدُ.

''عبداللہ بن شقیق سے منقول ہے کہتے ہیں میں ایک جماعت کے ساتھ مقام ایلیاء میں تھا اس گروہ میں ایک شخص نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے قبیلہ تمیم سے زیادہ تعداد بہشت میں داخل ہوگی عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا یہ شخص آپ کے سوا کوئی اور ہوگا فرمایا ہاں میرے سوا ہوگا جب وہ شخص کھڑا ہوا تو میں نے کہا یہ کون ہیں لوگوں نے کہا یہ حضرت ابن ابی جذعاء ہیں'' یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے،
ابن ابی جذعاء کا نام عبداللہ ہے اور ان کے لئے صرف ایک یہی حدیث پہچانی گئی ہے

٦٤٨۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، أخبرنا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَشْفَعُ لِلْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْقَبِيلَةِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْعُصْبَةِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتَّى يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ. هٰذا حديثٌ حسنٌ.

''سیدنا ابوسعیدؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت میں ایک شخص گروہوں کیلئے شفاعت کریگا بعض قبیلہ کیلئے، بعض جماعت کیلئے اور بعض صرف ایک ہی شخص کی شفاعت کرینگے بالآخر یہ سب کے سب جنت میں داخل ہوں گے'' یہ حدیث حسن ہے۔

٦٤٩۔حَدَّثَنَا أَبُوهِشَام مُحَمَّدُبنُ يَزِيدَ الرِّفَاعِيُّ الْكُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْيَمَانِ،عَنْ حُسَيْنِ بنِ جَعْفَرٍ،عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:يَشْفَعُ عُثْمَانُ بنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمِثْلِ رَبِيعَةَ وَمُضَرَ.(كذا في نسخة البيروتي)

''آپ ﷺ نے فرمایا: عثمانؓ قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ اور مضر کی تعداد کے برابر شفاعت کریں گے''

٦٥٠۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،أخبرنا عَبْدَةُ،عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ،عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ،عَنْ عَوْفِ بنِ مَالِكٍ الأَشْجَعِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَتَانِي آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي فَخَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ يُدْخِلَ نِصْفَ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ،فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا. وَقَدْرُوِيَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ،عَنْ رَجُلٍ آخَرَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ،عَنِ النَّبِيِّ ﷺ،وَلَمْ يَذْكُرْعَنْ عَوْفِ بنِ مَالِكٍ [وفي الحديث قصة طويلة].

[۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،حَدَّثَنَا أبوعوانة،عَنْ قَتَادة عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ عوفِ بنِ مالكٍ عَنِ النبي ﷺ نحوه.

''سیدنا عوف بن مالک اشجعیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے رب کے پاس سے ایک آنیوالا آیا اور مجھے اختیار دیا کہ دوصورتوں میں سے کوئی ایک قبول کر لیجئے ایک تو یہ کہ آپ کی امت کے نصف لوگ بہشت میں داخل ہوں یا شفاعت میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا میری شفاعت کا حق دار وہ ہے جو ایسی حالت میں مرا ہو کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو'' یہ روایت ابوالملیح سے ایک آدمی کے واسطہ سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے''

١٢۔بابُ ماجَاءَ فِي صِفَةِ الْحَوْضِ

حوض کوثر کے بیان میں

٦٥١۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبنُ يَحْيَى،أَخْبَرَنَا بِشْرُبنُ شُعَيْبِ بنِ أَبِي حَمْزَةَ حدثني أَبِي عَنِ الزُّهْرِيِّ،عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ :إِنَّ فِي حَوْضِي مِنَ الأَبَارِيقِ بِعَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے حوض پر آسمان کے تاروں کے برابر پیالے ہیں'' یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے۔

٦٥٢۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُبنُ مُحَمَّدِبن علي بنِ نَيْزَكَ الْبَغْدَادِيُّ،أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُبنُ بَكَّارٍ الدِّمَشْقِيُّ،أخبرنا سَعِيدُبنُ بَشِيرٍ،عَنْ قَتَادَةَ،عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ :إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضاً وَإِنَّهُمْ يَتَبَاهَوْنَ أَيُّهُمْ أَكْثَرُوَارِدَةً وَإِنِّي أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً. قَالَ أَبُوعِيسَى:هذا حديثٌ [حسنٌ] غريبٌ.

وَقَدْ رَوَى الأَشْعَثُ بنُ عَبْدِالْمَلِكِ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْحَسَنِ،عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلاً وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ سَمُرَةَ وَهُوَأَصَحُّ

''سیدنا سمرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کے لئے ایک حوض ہے اور وہ اس بات پر آپس میں فخر کریں گے کہ زیادہ تعداد کس کے حوض پر آتی ہے، مگر میں امید کرتا ہوں کہ میرے ہی حوض پر سب سے زیادہ تعداد آئے گی'' یہ حدیث حسنؒ سے مرسلا روایت ہے۔ سمرہؓ کا واسطہ ذکر نہیں کیا صحیح تر ہے

تشریح : یہاں سے چند ابواب میں حوض کوثر کا ذکر ہے۔ اس باب میں ساقی محشر کے حوض کوثر ذکر کا ہے۔ حوض کوثر کا ثبوت معنوی تواتر کی حد کو پہنچا ہوا ہے علامہ قرطبیؒ المفہم میں فرماتے ہیں کہ احادیث حوض کوثر تیس سے زائد صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے روایت کی ہیں جن میں بیس کا ذکر تو صحیحین میں موجود ہے۔ حضرت شیخ الاسلام مدظلہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بعض متاخرین نے احادیث کوثر کے راوی صحابیوں کی تعداد اسّی تک بتائی ہے۔ اس پر جملہ اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ حوض کوثر کا ثبوت تواتر معنوی سے ہے یعنی معنوی طور پر حوض کوثر کی حدیثیں حد تواتر کو پہنچتی ہیں، تمام مسلمان حوض کوثر کے ثبوت و وجود کے قائل ہیں الّا یہ کہ بعض معتزلیوں اور خارجیوں نے انکار کیا ہے لیکن ان کا یہ انکار بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''**اِنَّـآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ** '' بیشک ہم نے آپ ﷺ کو کوثر عطا کی (اس کے شکریہ میں) اپنے رب کی نماز پڑھیے اور ذبح (قربانی) کیجئے بیشک آپ کا ویری ہی مقطوع النسل (بے نام ونشان) ہے۔ مفسر ابو الفداء ابن کثیر۔ رقمطراز ہیں ﴿**فقرأ بسم الله الرّحمٰنِ الرّحیم انا اعطیناک الکوثر . حتّٰی ختمَهَا فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاالْکَوْثَر ؟ قالو : الله ورسوله اعلم . قال هو نهر اعطانیه ربّی عزوجل**﴾ (ابن کثیر ج ۴ ص ۵۵٦) انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے آپ ﷺ نے: **بسم الله الرّحمٰنِ الرّاحیم انا اعطینا الکوثر** آخر تک پڑھی پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ صحابہ ﷺ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا: وہ نہر ہے جنت میں۔ اسی طرح روح المعانی، خازن، قرطبی، مدارک، جلالین، بیان القرآن، معارف القرآن ودیگر جملہ تفسیروں میں کوثر کی یہی تفسیر کی گئی ہے۔ حوض کوثر حضور ﷺ کیلئے خاص ہے اس کے علاوہ ہر نبی کیلئے اپنے اپنے حوض ہونگے حدیث باب میں ہے اَنَّ لکل نبیّ حوضا: بیشک ہر نبی کیلئے حوض ہے لیکن لفظ کوثر سے موسوم حوص آپ ﷺ کے ساتھ مختص ہے جسکی نظیر نہیں۔

حوضِ کوثر کا محلِ وقوع: اس میں علماء کے مختلف قول ہیں کہ حوض کوثر کا محل وقوع کیا ہے

قولِ اوّل! بعض کہتے ہیں کہ حوض کوثر پل صراط سے پہلے ہے۔

قولِ ثانی! بعض کہتے ہیں کہ پل صراط کے بعد جنت سے پہلے ہے۔

قولِ ثالث: آنحضرت ﷺ کے دو حوض ہیں ایک پل صراط سے پہلے اور دوسرا پل صراط کے بعد۔ علامہ عینی اسی طرف مائل ہوئے ہیں۔ قول اوّل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر پل صراط سے پہلے ہے تو جنت کے پرنالوں سے پانی کیسے پہنچ سکتا ہے کیونکہ میدان محشر اور جنت کے درمیان جہنم ہے۔ جس کے اُوپر پل صراط ہے تو جنت سے نہر کوثر کا پانی حوض کوثر میں کیسے آئیگا۔ قول ثانی! پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ اگر حوض کوثر پل صراط کے بعد ہے تو امت جمع ہوگی میدان محشر میں پیاسی تو پیاس میدان محشر میں اور حوض کوثر پل صراط کے بعد حالانکہ پل صراط (جہنم کے پل) سے گزرنے کے بعد تو جنت میں پہنچ جائیں گے تو کوثر کب پئیں گے۔ اس لیے راجح یہ ہے حوض کوثر جنت کے کنارے اور میدان محشر کے قریب ہے جنت سے اس میں پانی آتا ہے اور میدان محشر میں سے امت جا کر اس سے اپنی

پیاس بجھائیگی۔
اوپر ذکر کردہ اعتراضات کا یہ جواب ممکن ہے کہ محل وقوع کیا ہے اس میں جنت سے پانی کیسے پہنچتا ہے یہ سب آخرت کے حالات و واقعات میں سے ہے جسکی حقیقت اللہ ہی جانتا ہے ہم تو مکلف ہیں تصدیق واطاعت کے۔حوض کوثر کی تصدیق واجب ہے اور اس سے مطیعین ومحبین کو جام عطاء ہونگے۔مرتدین، منافقین ومبتدعین ہٹادیئے جائیں گے۔

رزقنا اللہ تعالیٰ الوصول الیہ والا ستقاء منہ . آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین

من شرب منہ شربۃ لم یظمأ بعدھا ابدا: جس نے اس سے پیا وہ پیاسا نہ ہوگا اس کے بعد کبھی۔

سوال! جب حوضِ کوثر کے پینے سے پیاس ختم ہوگئی اور دوبارہ پیاس نہ لگے گی تو جنت کی نہریں شراب، دودھ، خالص پانی، شہد کس لئے ہیں ان سے کون کب پیئے گا۔"فیھا انھار من ماء غیر آسن . وانھار من لبن لم یتغیّر طعمہ. وانھار من خمر لذۃ للشاربین. وانھار من عسل مصفّی "صرف پینا نہیں بلکہ کھانا بھی ﴿"ولھم فیھا من کلّ الثمرات و مغفرۃ من ربھم" (محمد ۱۴)

جواب! یہ مسلم امر ہے کہ جام کوثر پینے کے بعد پیاس نہ لگے گی اور انھار جنت سے پینا (صرف پینا نہیں بلکہ خوب پینا ہوگا) بطور پیاس کے نہیں بلکہ لذت کیلئے ہوگا کیونکہ پیاس تکلیف ہے اور تکلیف نام کی کوئی چیز جنت میں نہ ہوگی، اب دونوں نصوص حدیث وقرآن متوافق ہوئے تعارض نہ رہا۔

فائدہ! امام مازریؒ کہتے ہیں کہ پینا حساب اور نجات من النار کے بعد ہوگا کیونکہ جو مؤمن فاسق جہنم میں جائیں گے انکو نہ ملیگا اس لئے کہ جہنم میں تو پیاس ہوگی۔لیکن قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ کوثر کا پینا مؤمنین کاملین اور فاسقین سب کیلئے ہوگا۔سوائے مرتدین کے ظاہر حدیث کا تقاضہ بھی یہی ہے۔باقی یہ سوال کہ فاسق جہنم میں جائیں گے اسکا جواب بالکل سھل وواضح ہے کہ مؤمن فاسق جو کوثر پینے کے بعد جہنم میں جائے گا تو اس کو دیگر عذاب ہونگے لیکن پیاس کا عذاب نہ ہوگا۔

باب ۳ میں گذرا ہے اور مسلم شریف کی حدیث میں ہے"لَیَرِدَنَّ عَلَیَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُھُمْ وَ یَعْرِفُوْنِی ثُمَّ یُحَالُ بَیْنِی وَ بَیْنَھُمْ" البتہ وارد ہونگے مجھ پر کچھ لوگ میں انکو پہچانتا ہونگا اور وہ مجھے جانتے ہونگے پھر میرے اور انکے درمیان (پہنچنے سے پہلے) رکاوٹ حائل کردیجائیگی۔دوسری حدیث میں ہے ہٹادیئے جائیں گے۔انکا راستہ کاٹ دیا جائے گا وغیرہ کے الفاظ ہیں۔

حوضِ کوثر سے ہٹائے جانے والے لوگ کون ہونگے؟

۱۔ وہ لوگ ہونگے جو آپ ﷺ کی رحلت کے بعد مرتد ہوگئے تھے۔۲۔ منافقین ہونگے۔۳۔ کبیرہ گناہوں کے مرتکب اور دین میں بدعتیں گھڑنے والے مبتدعین ہوں گے۔اس میں راجح قول اول ہے کیونکہ مؤمن (بھلے مبتدع یا فاسق ہو) سے سحقا سحقا کہنا بعید از قیاس ہے سحقا سحقا کا معنیٰ ہے بُعداً بُعداً دوری ہو دوری ہو۔﴿فسحقا لا صحب السعیر﴾ (ملک ۱۱) دفع ہوں دوزخ والے اُصیحابی اصیحابی خلاف قیاس تصغیر ہے اصحابی کی۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرتدین کی جماعت قلیل تھی کیونکہ تصغیر چھوٹائی، قلت، حقارت کا معنیٰ دیتی ہے۔اس سے روافض کے عقیدہ شنیعہ پر بھی رد ہوگیا کہ صحابہ کی جماعت میں سے ابوذر

غفاری، سلمان فارسی، مقداد اسود، کے علاوہ مرتد ہوگئی تھی۔﴿اعاذنا الله منها﴾۔اس کی تفصیل انعامات منعم مقدمہ فضائل الصحابہ میں دیکھئے۔

حوضِ کوثر کی مقدار وحدود:

میں ﴿حوضی مسيرة شهر وزواياه سواء﴾۔میرے حوض کا (طول وعرض) ایک ماہ کی مسافت ہے اوراس کے کونے برابر ہیں، عقبہ بن عامرؓ کی حدیث میں ہے وانَّ عرضه كما بين ايلة و جحفة۔ایلہ بحر قلزم کے کنارے آباد شہر کا نام ہے جحفة مکہ ومدینہ کے درمیان مقام رابغ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، یہ اہل شام کا میقات ہے۔حدیث انسؓ میں ہے ﴿قدر حوضی كما بين ايله و صنعاء اليمن﴾حدیث حذیفہؓ میں صنعاء کی جگہ عدن ہے ﴿كما بين ايله و عدن﴾حدیث ابو ذرؓ میں ہے ما بين الى ايله۔عمان! بضم العين خلیج عرب کا ایک شہر ہے۔حدیث ثوبانؓ میں ہے ﴿مابين عدن و عمان البلقاء﴾ یہ عمان البلقاء بفتح العين ہے یہ اردن میں واقع ہے اب بھی اسی نام سے موسوم وموجود ہے وغیرہ ذالک ان احادیث میں حوضِ کوثر کی حدود ووسعت بیان کی گئی ہیں۔پہلا جملہ مسيرة شهر صریح اور واضح ہے۔ باقی تمام الفاظ اسکے قریب کے ہیں ان کے درمیان ایک ماہ یاکم وبیش مسافت ہے۔حدیث ابن عمرؓ میں ﴿كما بين جرباو اذرح﴾ یہ دوبستیاں شام میں ہیں اور انکے درمیان کی مسافت تین دنوں کی ہے۔

سوال! یہ متعارض ہے احادیث بالا سے کیونکہ ایک ماہ کی مسافت اور تین دن کی مسافت میں بظاہر توافق وتقارب نہیں

جواب !۱۔قلیل مخالف کثیر نہیں بلکہ داخل کثیر ہے یعنی تین دن کی مسافت ایک ماہ کی مسافت کے مخالف نہیں بلکہ یہ داخل ہے ایک ماہ میں **۲**۔عبارات بالا اور وارد شدہ دیگر احادیث سے تحدید مقصود نہیں بلکہ وسعت بیان کرنا مقصود ہے ضروری نہیں صرف تین دن یا ایک دن کی مسافت کے برابر ہو بلکہ حاصل یہ ہے کہ حوض کوثر وسیع ترین ہے سمجھانے کیلئے یہ الفاظ فرمائے **۳**۔علامہ قرطبیؒ نے المفهم میں بہت عمدہ جواب دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اختلاف امکنہ سے مقصود یہ ہے کہ لوگ ان علاقوں کے اس طرح وارد ہونگے جو بہت پہچانتے ہونگے ہر ایک سامع کی پہچان کے مطابق علیحدہ جگہ کا ذکر فرمایا دیا۔

"مائه ابيض من الورق ابيض من اللبن . ابرد من الثلج"﴾۔صاف شفاف اور ٹھنڈک کو بیان کیا۔کہ صاف گرم بھی پینے کے قابل نہیں اور ٹھنڈا گدلا بھی پینے کے لائق نہیں۔اس پانی میں سب خوبیاں جمع ہیں۔"و كيزانه كنجوم السماء"اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں اکواب کوب بضم الکاف کی جمع ہے تمثیل میں دو چیزیں مقصود ہیں۔اس لئے کہ ستاروں کی دو نمایاں خوبیاں ہیں ا۔کثرت ۲۔روشن وچمکدار ہونا۔اسی طرح حوضِ کوثر کے آبخورے (پیالے گلاس) بے شمار ہونگے مثل ستاروں کے صاف چمکدار بھی ہونگے ستاروں کی طرح۔کیونکہ برتن کم بھی سبب تکلیف، دھلے ہوئے اور صاف نہ ہوں تو بھی ایذاء کا سبب۔اس لئے فرمایا صاف وکثیر ہوں گے۔

۱۳۔بَابُ مَاجَاءَ فِی صِفَةِ أَوَانِی الْحَوْضِ

حوض کوثر کے برتنوں کی صفت کے بیان میں

۶۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حدثنا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ، حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ، عَنِ العَبَّاسِ، عَنْ أَبِي سَلَّامٍ الْحُبْشِيِّ قَالَ: بَعَثَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَحُمِلْتُ عَلَى الْبَرِيدِ، قَالَ: فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَقَدْ شَقَّ عَلَيَّ مَرْكَبِي الْبَرِيدُ. فَقَالَ: يَا أَبَا سَلَّامٍ مَا أَرَدْتُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ وَلَكِنْ بَلَغَنِي عَنْكَ حَدِيثٌ تُحَدِّثُهُ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النبيِّ ﷺ فِي الْحَوْضِ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ تُشَافِهَنِي. قَالَ أَبُو سَلَّامٍ: حدثني ثَوْبَانُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: حَوْضِي مِنْ عَدَنَ إِلَى عَمَّانَ الْبَلْقَاءِ، مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضاً مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَأَكْوَابُهُ عَدَدُ نُجُومِ السَّمَاءِ. مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شَرْبَةً لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهَا أَبَداً. أَوَّلُ النَّاسِ وُرُوداً عَلَيْهِ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ الشُّعْثُ رُؤُوساً، الدُّنْسُ ثِيَاباً، الَّذِينَ لَا يَنْكِحُونَ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَلَا يُفْتَحُ لَهُمُ السُّدَدُ. قَالَ عُمَرُ: وَلَكِنِّي نَكَحْتُ الْمُتَنَعِّمَاتِ وَفُتِحَتْ لِي السُّدَدُ. نَكَحْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ عَبْدِ الْمَلِكِ لَا جَرَمَ أَنِّي لَا أَغْسِلُ رَأْسِي حَتَّى يَشْعَثَ، وَلَا أَغْسِلُ ثَوْبِي الَّذِي يَلِي جَسَدِي حَتَّى يَتَّسِخَ. هَذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.

وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ مَعْدَانَ بنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ ثَوْبَانَ، عَنِ النبيِّ ﷺ. وَأَبُو سَلَّامٍ الْحُبْشِيُّ اِسْمُهُ مَمْطُورٌ [وَهُوَ شَامِيٌّ ثقة].

"ابوسلام حبشی سے منقول ہے کہتے ہیں عمر بن عبدالعزیزؒ نے مجھے بلانے کیلئے ایک شخص بھیجا تو مجھے خچر پر سوار کیا گیا پھر جب وہ عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے امیر المومنین مجھے خچر کی سواری سے بڑی تکلیف ومشقت برداشت کرنی پڑی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا ابوسلام میری غرض یہ تھی کہ تمہیں تکلیف دوں بلکہ بات یہ ہے کہ مجھے تم سے ایک حدیث پہنچی ہے جو آپ حضرت ثوبانؓ سے رسول اللہ کے حوض کوثر کے متعلق بیان کرتے ہو میں نے چاہا کہ وہ حدیث تم میرے سامنے بیان کرو یہ سنکر انہوں نے فرمایا کہ حضرت ثوبانؓ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی رسول اللہ نے فرمایا میرا حوض عدن سے لیکر بلقاء عمان تک ہے اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے اور اس کے آب خورے آسمان کے تاروں کی تعداد کے برابر ہیں جس نے اسکا پانی ایک بار بھی پی لیا وہ ہمیشہ تک کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اس پر سب سے پہلے مہاجر فقراء وارد ہوں گے اور ان کے سر کے بال بھی گرد آلود ہیں۔ جن کے کپڑے میلے ہیں۔ جو مالدار اور ناز ونعمت میں پلی ہوئی عورتوں سے نکاح نہیں کرتے جن کے لئے بند دروازے کھولے نہیں جاتے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا مگر میں نے تو ناز ونعمت میں پلی ہوئی امیر عورتوں سے نکاح کیا ہے اور میرے لئے بند دروازے بھی کھولے گئے۔ چنانچہ میں نے عبدالملک کی بیٹی فاطمہ سے نکاح بھی کیا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ میں اپنا سر اسوقت تک نہیں دھوتا جب تک وہ پراگندہ نہ ہوجائے اور اپنے بدن کا کپڑا اس وقت تک نہیں دھوتا جب تک وہ میلا نہ ہوجائے" یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے،

معدان بن ابی طلحہ سے بھی یہ حدیث ثوبانؓ سے مروی ہے۔ ابوسلام حبشی کا نام مطور ہے۔

۶۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حدثنا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، حدثنا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ: مَا آنِيَةُ الْحَوْضِ؟ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَآنِيَتُهُ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ

نُجُومِ السَّمَاءِ وَكَوَاكِبِهَا فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ مُصْحِيَةٍ مِنْ آنِيَةِ الْجَنَّةِ مَنْ شَرِبَ مِنْهَا لَمْ يَظْمَأْ، آخِرُ مَا عَلَيْهِ عَرْضُهُ مِثْلُ طُولِهِ، مَا بَيْنَ عَمَّانَ إِلَى أَيْلَةَ. مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضاً مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ. وفي البَابِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَعَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو وَأَبِي بَرْزَةَ الأَسْلَمِيِّ وَابْنِ عُمَرَ وَحَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ وَالْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ. وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: حَوْضِي كَمَا بَيْنَ الْكُوفَةِ إِلَى الْحَجَرِ الأَسْوَدِ.

''سیدنا ابوذرؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حوض کوثر کے برتن کس قدر ہونگے آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، اس حوض کوثر کے برتن آسمان کے ان ستاروں اور سیاروں سے بھی زیادہ ہیں جو اندھیرے اور بادل سے صاف رات میں چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ برتن جنت کے برتنوں میں سے ہوں گے جو کوئی بھی اس میں سے پیئے گا آخر تک پیاسا نہ ہوگا۔ اس حوض کا عرض عمان سے ایلہ تک کی مسافت کے برابر ہے۔ اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا'' یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اس باب میں حذیفہ بن یمان، عبداللہ بن عمرو، ابی برزہ اسلمی، ابن عمر، حارثہ بن وہب اور مستورد بن شداد سے روایات ہیں اور ابن عمر نبی ﷺ سے راوی ہیں کہ میرا حوض اتنا ہے۔ جیسے کوفہ سے حجر اسود۔

١٤ - بابٌ بلاعنوان

٦٥٥ - حَدَّثَنَا أَبُو حُصَيْنٍ عَبْدُاللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ يُونُسَ الكوفيُّ، حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ هُوَ ابْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ جَعَلَ يَمُرُّ بِالنَّبِيِّ وَالنَّبِيِّينَ وَمَعَهُمُ الْقَوْمُ وَالنَّبِيِّ وَالنَّبِيِّينَ وَمَعَهُمُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيِّ وَالنَّبِيِّينَ وَلَيْسَ مَعَهُمْ أَحَدٌ حَتَّى مَرَّ بِسَوَادٍ عَظِيمٍ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قِيلَ مُوسَى وَقَوْمُهُ وَلَكِنِ ارْفَعْ رَأْسَكَ فَانْظُرْ. قَالَ فَإِذَا هُوَ سَوَادٌ عَظِيمٌ قَدْ سَدَّ الأُفُقَ مِنْ ذَا الْجَانِبِ وَمِنْ ذَا الْجَانِبِ، فَقِيلَ هَؤُلَاءِ أُمَّتُكَ وَسِوَى هَؤُلَاءِ مِنْ أُمَّتِكَ سَبْعُونَ أَلْفاً يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ، فَدَخَلَ وَلَمْ يَسْأَلُوهُ وَلَمْ يُفَسِّرْ لَهُمْ. فَقَالُوا نَحْنُ هُمْ، وَقَالَ قَائِلُونَ هُمْ أَبْنَاءُ الَّذِينَ وُلِدُوا عَلَى الْفِطْرَةِ وَالإِسْلَامِ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: هُمُ الَّذِينَ لَا يَكْتَوُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ. فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ: أَنَا مِنْهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ نَعَمْ. ثُمَّ جَاءَهُ آخَرُ فَقَالَ أَنَا مِنْهُمْ؟ فَقَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے جب نبی ﷺ کو معراج ہوئی تو آپ ایک نبی اور کئی نبیوں سے گذرے اور ان کے ساتھ قوم تھی، اور ایک نبی اور نبیوں کے ساتھ ایک مختصر جماعت تھی، اور نبی اور نبیوں کے ساتھ کوئی ایک بھی نہ تھا۔ یہاں تک کہ آپ ایک بڑی جماعت سے گذرے فرماتے ہیں میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ موسیٰ اور ان کی قوم ہیں، لیکن آپ سر اٹھایئے اور دیکھئے، آپ فرماتے ہیں میں نے دیکھا تو اتنی بڑی جماعت ہے کہ اس نے ادھر ادھر سے آسمان کے کناروں کو بھر دیا ہے۔ پس مجھ سے کہا گیا یہ آپ کی امت ہے اور انکے علاوہ ستر ہزار آپ کی امت

سے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونگے آپ یہ فرما کر حجرہ میں تشریف لے گئے نہ لوگوں نے آپ سے پوچھا اور نہ آپ نے وضاحت کی کہ وہ کون کون لوگ ہیں جو بلا حساب جنت میں داخل ہونگے اس پر لوگوں نے کہا وہ لوگ ہم ہیں۔ بعضوں نے کہا وہ لوگ وہ ہیں جو فطرت اسلام پر پیدا ہوئے اتنے میں رسول اللہ ﷺ دوبارہ تشریف لائے اور فرمایا وہ لوگ ہیں جو نہ داغ لگواتے ہیں نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں نہ بدشگون لیتے ہیں یہ صرف اپنے پروردگار پر بھروسہ اور اعتماد رکھتے ہیں اس پر عکاشہ بن محصن ؓ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا میں ان ہی لوگوں میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں پھر ایک اور آدمی آپ کے پاس آیا اور پوچھا کیا میں انہیں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا عکاشہ تجھ سے سبقت لے گیا ہے'' اس باب میں ابن مسعود اور ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٦٥٦۔حَدَّثنا محمّدُ بنُ عَبدِاللّٰهِ بنِ بَزِيعٍ[البَصرِيُّ]، حدّثنا زِيَادُ بنُ الرَّبِيعِ، حدّثنا أَبُوعِمرَانَ الجَونِيُّ عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ :مَا أَعرِفُ شَيئاً مِمَّا كُنَّا عَلَيهِ عَلَى عَهدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.فَقُلتُ:أَينَ الصَّلوٰةُ؟ قَالَ :أَوَلَم تَصنَعُوا في صَلوٰتِكُم مَاقَد عَلِمتُم. هذاحديثٌ حسنٌ غريبٌ مِن هَذَاالوَجهِ[من حديث أبي عمران الجَونِيِّ]وَقَدرُوِيَ مِن غَيرِ وَجهٍ عَن أَنَسٍ.

''سیدنا انس بن مالک ؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا میں تم میں (اس برکت کی) کوئی چیز نہیں پہچانتا جس پر ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھے، ابو عمران جونی کہتے ہیں میں نے کہا کیا آپ نماز کو نہیں دیکھتے فرمایا کیا تم نے نماز میں بھی وہ باتیں نہیں کرلیں جو تم جانتے ہو'' یہ حدیث حسن اس طریق سے غریب ہے، اور حضرت انس ؓ سے مختلف طریقوں سے منقول ہے۔

٦٥٧۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبنُ يَحيَى الأَزدِيُّ البَصرِيُّ،أَخبَرَنَا عَبدُالصَّمَدِبنُ عَبدِالوَارِثِ ،أَخبَرَنَا هَاشِمُ بنُ سَعِيدٍالكُوفِيُّ، حدثني زَيدُالخَثعَمِيُّ عَن أَسمَاءَ بِنتِ عُمَيسٍ الخَثعَمِيَّةِقَالَت:سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺيَقُولُ: بِئسَ العَبدُعَبدٌتَخَيَّلَ وَ اختَالَ،وَنَسِيَ الكَبِيرَالمُتَعَالَ.وَبِئسَ العَبدُعَبدٌتَجَبَّرَوَاعتَدَى،وَنَسِيَ الجَبَّارَالأَعلَى.وَبِئسَ العَبدُعَبدٌ سَهَى وَلَهَى، وَنَسِيَ المَقَابِرَوَالبِلَى .بِئسَ العَبدُ عَبدٌ عَتَا وَطَغَى ،وَنَسِيَ المُبتَدَأَوَالمُنتَهَى .بِئسَ العَبدُ عَبدٌيَختِلُ الدُّنيَابِالدِّينِ .بِئسَ العَبدُ عَبدٌيَختِلُ الدِّينَ بِالشُّبُهَاتِ .بِئسَ العَبدُعَبدٌطَمَعٌ يَقُودُهُ.بِئسَ العَبدُعَبدٌهَوًى يُضِلُّهُ .بِئسَ العَبدُعَبدٌرَغَبٌ يُذِلُّهُ.

قَالَ أَبُوعِيسى:[غريب]لانَعرِفُهُ إِلَّامن هذا الوَجهِ وَلَيسَ إِسنَادُهُ بِالقَوِيِّ.

''سیدہ اسماء بنت عمیس خثعمیہ کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرمارہے تھے وہ بندہ بہت برا ہے جس نے اپنے کو بڑا سمجھا اور تکبر کیا اور اس بڑے بلند کو بھول گیا، اور برا ہے وہ بندہ جو جابر و ظالم ہو اور جبار اعلیٰ کو بھول جائے، اور برا ہے وہ بندہ جس نے غفلت اور لہو ولعب میں اپنی عمر برباد کی اور قبرستانوں اور قبر میں سڑنے کو بھول گیا اور برا ہے وہ بندہ جس نے سرکشی و نافرمانی کی اور اپنے آغاز و انجام کو بھول گیا۔ برا ہے وہ بندہ جو دین کو شبہات کے ذریعہ طلب کرے برا ہے وہ بندہ جو لالچ کا غلام بنے کہ لالچ اسے کھینچے جاتی ہے برا ہے وہ بندہ جسے ہوس گمراہ کئے جاتی ہے برا ہے وہ بندہ جسے خواہش ذلیل کئے جاتی ہے'' اس حدیث کو ہم صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔ اس

کی اسناد قوی نہیں۔

٦٥٨ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبنُ حَاتِمِ المؤدِّبُ،أَخبَرَنَا عَمَّارُبنُ محمّدِ ابنِ أُختِ سُفيَانَ الثَّورِيِّ،أَخبَرَنَا أَبُو الجَارُودِ الأَعمَى وَ اسمُهُ زِيَادُبنُ المُنذِرِ الهَمدَانِيُّ،عَن عَطِيَّةَ العَوفِيِّ،عَن أَبِي سَعِيدٍالخُدرِيِّ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَيُّمَامُؤمِنٍ أَطعَمَ مُؤمِناً عَلَى جُوعٍ أَطعَمَهُ اللّٰهُ يَومَ القِيَامَةِ مِن ثِمَارِ الجَنَّةِ،وَأَيُّمَا مُؤمِنٍ سَقَى مُؤمِناً عَلَى ظَمَإٍ سَقَاهُ اللّٰهُ يَومَ القِيَامَةِ مِنَ الرَّحِيقِ المَختُومِ،وَأَيُّمَا مُؤمِنٍ كَسَا مُؤمِناً عَلَى عُرىً كَسَاهُ اللّٰهُ مِن خُضرِالجَنَّةِ.

هذاحديثٌ غريبٌ.وَقَدرُوِيَ هَذَا،عَن عَطِيَّةَ عَن أَبِي سَعِيدٍالخُدرِيِّ مَوقُوفٌ،وَهُوَأَصَحُّ عِندَنَا وَأَشبَهُ.

''سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مؤمن نے کسی مسلمان کو بھوک کی حالت میں کھلایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنت کے پھل کھلائیگا،اور جو مؤمن کسی پیاسے مؤمن کو پانی پلائے گا،اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے مہر کی ہوئی خالص شراب پلائے گا،اور جو مؤمن کسی مؤمن کا بدن ڈھانکے گا اللہ تعالیٰ اسے بہشت کا سبز لباس پہنائے گا''

یہ حدیث غریب ہے،یہ روایت بواسطہ ابوسعید موقوف بھی مروی ہے،یہ ہمارے نزدیک صحیح تر اوراشبہ ہے۔

٦٥٩ـ حَدَّثَنَا أَبُوبَكرِبنِ أَبِي النَّضرِ،حَدَّثَنَا أَبُو النَّضرِ،حَدَّثَنَا أَبُوعَقِيلٍ الثَّقفِيُّ،أَخبَرَنَا أَبُوفَروَةَ يَزِيدُبنُ سَنَانَ التَّمِيمِيُّ، حدثني بُكَيرُبنُ فَيرُوزَ،قَالَ سَمِعتُ أَبَاهُرَيرَةَ يَقُولُ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : مَن خَافَ أَدلَجَ وَمَن أَدلَجَ بَلَغَ المَنزِلَ أَلَا إِنَّ سِلعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ أَلَا إِنَّ سِلعَةَ اللّٰهِ الجَنَّةُ. قَالَ أبوعِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَانَعرِفُهُ إِلَّامِن حَدِيثِ أَبِي النَّضرِ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے خوف کیا وہ اول رات چلا،اور جو اول رات چلا وہ منزل پر پہنچ گیا،آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کا اسباب گراں قیمت ہے،آگاہ ہو جاؤ،اللہ کا اسباب جنت ہے''

یہ حدیث حسن غریب ہے،ہم اس کو صرف ابو النضر کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

٦٦٠ـ حَدَّثَنَا أَبُوبَكرِبنُ أَبِي النَّضرِ،حَدَّثَنَا أَبُو النَّضرِ،حَدَّثَنِي أَبُوعَقِيلٍ الثَّقفِيُّ،عَبدُاللّٰهِ بنُ عَقِيلٍ،أخبرنا عَبدُاللّٰهِ بنُ يَزِيدَ، حدثني رَبِيعَةُ بنُ يَزِيدَوَعَطِيَّةُ بنُ قَيسٍ عَن عَطِيَّةَ السَّعدِيِّ وَكَانَ مِن أَصحَابِ النبيِّ ﷺ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يَبلُغُ العَبدُأَن يَكُونَ مِنَ المُتَّقِينَ حَتَّى يَدَعَ مَالَابَأسَ بِهِ حَذَرًالِمَابِهِ بَأسٌ.

قَالَ أبوعِيسَى:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَانَعرِفُهُ إِلَّا مِن هَذَا الوَجهِ.

''سیدنا عطیہ سعدیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ پرہیزگاری کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ نقصان دہ چیزوں کے ڈر سے جائز اور بے نقصان وہ چیزوں کو بھی نہ چھوڑ دے''

یہ حدیث حسن غریب ہے۔اس کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

٦٦١ـ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ العَنبَرِيُّ،أَخبَرَنَا أَبُودَاوُدَ،أَخبَرَنَا عِمرَانُ القَطَّانُ،عَن قَتَادَةَ،عَن يَزِيدَبنِ عَبدِاللّٰهِ بنِ الشِّخِّيرِ،عَن حَنظَلَةَ الأُسَيدِيِّ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ :لَوأَنَّكُم تَكُونُونَ كَمَاتَكُونُونَ عِندِي لَأَظَلَّتكُمُ المَلَائِكَةُ بِأَجنِحَتِهَا.

قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هذا الوَجْهِ. وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ عَنْ حَنْظَلَةَ الأسَيْدِيِّ عَن النبي ﷺ. وفي البَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

''سیدنا حنظلہ اسیدی سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم ہر حالت میں ایسے ہی رہتے جیسا کہ میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تم پر اپنے پروں سے سایہ کرتے'' یہ حدیث حسن اس طریق سے غریب ہے، اس طریق کے علاوہ بھی حضرت حنظلہؓ اسیدی سے یہ روایت ہے، اس باب میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔

۶۶۲۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بنُ سُلَيْمَانَ أَبُو عَمْرٍو البَصْرِيُّ، حدثنا حَاتِمُ بنُ إسْمَاعِيلَ، عَنْ مُحمدِ بنِ عَجْلانَ عَن القَعْقَاعِ بنِ حَكِيم، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَن النبيِّ ﷺ: إنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شِرَّةً وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً فَإِنْ صَاحِبُهَا سَدَّدَ وَقَارَبَ فَارْجُوهُ وَ إِنْ أُشِيرَ إِلَيْهِ بِالأَصَابِعِ فَلَا تَعُدُّوهُ. قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديثٌ صحيحٌ غريبٌ من هذا الوَجْهِ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ عَن النبيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يُشَارَ إِلَيْهِ بِالأَصَابِعِ فِي دِينٍ أَوْ دُنْيَا إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللهُ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا ہر ایک چیز کے واسطے ایک تیزی ہے اور ہر ایک تیزی کیواسطے سستی ہے، اگر اسکا صاحب سیدھا رہے میانہ روی اختیار کرے تو میں اسکی بہتری کی امید رکھتا ہوں اور اگر اس کی طرف انگلیاں اٹھیں تو تم اس کو شمار نہ کرو''

یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے۔ حضرت انس بن مالک سے نبی ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا آدمی کی برائی کیلئے یہ بات کافی ہے کہ اسکی طرف دین یا دنیا کے معاملہ میں انگلیاں اٹھیں مگر جس کو اللہ محفوظ رکھے۔

۶۶۳۔ حَدَّثَنَا محمدُ بنُ بَشَّارٍ، أخبرنا يَحْيَى بنُ سَعِيدٍ، أخبرنا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي يَعْلَى عَن الرَّبِيعِ بنِ خُثَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ خَطًّا مُرَبَّعاً وَخَطَّ فِي وَسَطِ الخَطِّ خَطًّا، وَخَطَّ خَارِجاً مِنَ الْخَطِّ خَطًّا، وَ حَوْلَ الَّذِي فِي الوَسَطِ خُطُوطاً، فَقَالَ: هَذَا ابنُ آدَمَ وَهَذَا أَجَلُهُ مُحِيطٌ بِهِ، وَهَذَا الَّذِي فِي الوَسَطِ الإِنْسَانُ وَهَذِهِ الخُطُوطُ عُرُوضُهُ إِنْ نَجَا مِنْهُ يَنْهَشُهُ هَذَا، وَالْخَطُّ الخَارِجُ الأَمَلُ. هذا حديثٌ صحيحٌ.

''سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی رسول ﷺ نے ہمارے سامنے ایک مربع نشان کھینچا اس کے درمیان میں ایک سیدھا خط کھینچا اور نشان کے باہر بھی ایک خط کھینچا اور بیچ کے خط کے گرد بہت سے چھوٹے چھوٹے خط کھینچے اور فرمایا یہ آدم کا بیٹا ہے اور یہ مربع اسکی موت ہے جو اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ جو بیچ میں ہے وہ انسان ہے اور یہ خطوط اس کے حوادثات ہیں اگر ان سے بچا تو اس نے نوچ لیا اور یہ نشان جو باہر ہے امید ہے'' یہ حدیث صحیح ہے۔

۶۶۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَهْرَمُ ابنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثنان: الحِرْصُ عَلَى المَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى العُمْرِ. هذا حديثٌ صحيحٌ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا ابن آدم بوڑھا ہوتا ہے اور دو چیزیں اس سے جوان ہوتی ہیں مال کی لالچ اور طویل عمر کی حرص'' یہ حدیث صحیح ہے۔

٦٦٥ـ حدّثنا أبو هريرة محمّد بن فراس البصري، حدثنا أبو قتيبة سلم بن قتيبة، حدثنا أبو العوام وهو عمران القطان، عن قتادة، عن مطرف بن عبدالله بن الشخير عن أبيه قال: قال رسول الله ﷺ: مُثّل ابن آدم وإلى جنبه تسعة وتسعون منية إن أخطأته المنايا وقع في الهرم. هذا حديث حسن صحيح.

''مطرف بن عبداللہ بن شخیر اپنے والد سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابن آدم اس حالت میں بنایا گیا ہے کہ اس کے پہلو میں ننانوے مصیبتیں تھیں اگر مصیبتیں اس سے چوک جائیں تو بڑھاپے میں واقع ہوتا ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٦٦٦ـ حدّثنا هنّاد، أخبرنا قبيصة عن سفيان، عن عبدالله بن محمّد بن عقيل، عن الطفيل بن أُبيّ بن كعب، عن أبيه قال: كان رسول الله ﷺ إذا ذهب ثلثا الليل قام فقال: يا أيها الناس اذكروا الله اذكروا الله جاءت الراجفة تتبعها الرادفة جاء الموت بما فيه، جاء الموت بما فيه، قال أُبيّ: فقلت يا رسول الله إني أكثر الصلوٰة عليك فكم أجعل لك من صلوتي؟ قال ما شئت. قلت الربع؟ قال ما شئت. فإن زدت فهو خير لك. قلت فالنصف؟ قال ما شئت، وإن زدت فهو خير. قلت فالثلثين؟ قال: ما شئت فإن زدت فهو خير، قلت أجعل لك صلوتي كلها؟ قال: إذاً تكفى همك ويغفر لك ذنبك. قال أبو عيسى: هذا حديث حسن.

''طفیل بن ابی بن کعب اپنے والد سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب رات کی دو تہائیاں گذر جاتیں تو کھڑے ہوتے اور فرماتے اے لوگ اللہ کو یاد کرو! اے لوگو اللہ کو یاد کرو! آ گیا ہے پہلا فتحہ پیچھے ہوگا اس کے دوسرا فتحہ آ گئی ہے موت اس چیز کے ساتھ جو اس میں ہے، موت اپنے ساز و سامان کے ساتھ آ گئی ہے۔ حضرت ابیؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول ﷺ میں آپ پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں۔ میں کتنا درود آپ پر پڑھا کروں آپ نے فرمایا جتنا چاہو۔ میں نے کہا ایک چوتھائی۔ آپ نے فرمایا جتنا چاہو اس سے زیادہ کرو گے تو بہتر ہے، میں نے عرض کیا نصف آپ نے فرمایا جتنا چاہو۔ اگر اس سے زیادہ کرو تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا دو تہائیاں فرمایا جتنا چاہو اور اگر اس سے بھی زیادہ پڑھو تو اچھا ہے، میں نے عرض کیا تو میں کل کا کل وظیفہ آپ کیلئے کیوں نہ کروں آپ نے فرمایا اب تمہارے رنج و فکر سے کفایت کیجا ئیگی اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے'' یہ حدیث حسن ہے۔

٦٦٧ـ حدّثنا يحيى بن موسى، أخبرنا محمّد بن عبيد، عن أبان بن إسحاق، عن الصبّاح بن محمّد، عن مرّة الهمداني عن عبدالله بن مسعود قال: قال رسول الله ﷺ: استحيوا من الله حق الحياء. قلنا: يا نبي الله إنا لنستحيي والحمدلله قال: ليس ذاك ولكن الاستحياء من الله حق الحياء أن تحفظ الرأس وما وعى وتحفظ البطن وما حوى، وتتذكر الموت والبلى، ومن أراد الآخرة ترك زينة الدنيا، فمن فعل ذلك فقد استحى ـ يعني من الله حق الحياء. هذا حديث [غريب] إنما نعرفه من هذا الوجه من حديث أبان بن إسحاق عن الصبّاح بن محمد.

''سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا اللہ سے حیا کرو جیسے حیا کا حق ہے، ہم نے عرض کیا اے

اللہ کے نبی ﷺ ہم تو حیا کرتے ہیں اور سب حمد اللہ کے لئے ہیں کہ اس نے ہمیں کو حیا کی توفیق دی، آپ نے فرمایا یہ حیا نہیں۔ پوری حیا اللہ سے یہ ہے کہ تو اپنے سر کو اور جنکو وہ مشتمل ہے ناک کان آنکھ ان کو محفوظ رکھے اور تو پیٹ کو اور اس کو جس پر وہ پیٹ حاوی ہے محفوظ رکھے اور موت کو اور موت کے بعد بوسیدہ ہونے کو یاد کرے، اور جو کوئی آخرت کا ارادہ کرے وہ دنیا کی زینت ترک کرے جس نے ایسا کیا اس نے اللہ سے پوری حیا کی''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اسکو صرف اسی طریق یعنی ابان بن اسحاق کی روایت سے جو صباح بن محمد سے راوی ہیں پہچانتے ہیں۔

۶۶۸۔ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ وَكِيعٍ، أخْبَرَنَا عِيسَى بنُ يُونُسَ، عَنْ أبِي بَكْرِ بنِ أبِي مَرْيَمَ. ح. وحَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أخْبَرَنَا عَمْرُوبنُ عَوْنٍ، أخبرنا ابنُ المُبَارَكِ عَنْ أبِي بَكْرِبنِ أبِي مَرْيَمَ، عَنْ ضَمْرَةَ بنِ حَبِيبٍ عَنْ شَدَّادِبنِ أوْسٍ، عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَابَعْدَالْمَوْتِ، وَالعَاجِزُمَنْ أتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ

قَالَ: هٰذَا حديثٌ حسنٌ قال: وَمَعْنٰى قَوْلِهِ: مَنْ دَانَ نَفْسَهُ يَقُولُ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ أنْ يُحَاسَبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَيُرْوَى عَنْ عُمَرَبنِ الْخَطَّابِ قَالَ: حَاسِبُوا أنْفُسَكُمْ قَبْلَ أنْ تُحَاسَبُوا وَتَزَيَّنُوا لِلْعَرْضِ الْأكْبَرِ وَإنَّمَا يَخِفُّ الْحِسَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا. وَيُرْوَى عَنْ مَيْمُونِ بنِ مِهْرَانَ قَالَ: لَايَكُونُ الْعَبْدُتَقِيًّا حَتّٰى يُحَاسِبَ نَفْسَهُ كَمَا يُحَاسِبُ شَرِيكَهُ مِنْ أيْنَ مَطْعَمُهُ وَمَلْبَسُهُ.

''سیدنا شداد بن اوسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو سدھارے اور سیدھی راہ پر چلائے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشوں کے پیچھے لگائے اور اللہ سے امیدیں رکھے''

یہ حدیث حسن ہے، ''من دان نفسہ'' کے یہ معنی ہیں کہ اپنے نفس کا دنیا ہی میں محاسبہ کرلے اس سے پہلے کہ قیامت کے دن اس کا حساب ہو۔ حضرت عمر بن خطابؓ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا اپنے نفسوں کا حساب کرو اس سے پہلے کہ حساب کئے جاؤ۔ اور بڑے میدان کی پیشی کے لئے تیار ہو جاؤ اور بیشک حساب قیامت کے روز اسی پر آسان ہوگا جو دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے گا۔ میمون بن مہران سے مروی ہے کہ کوئی بندہ پرہیزگار نہیں ہوتا جب تک اپنے نفس کا محاسبہ نہ کرے جیسا کہ اپنے شریک سے کرتا ہے کہ کہاں سے اس نے کھایا اور کہاں سے لباس حاصل کیا۔

۶۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبنُ أحْمَدَبنِ مَدُّوَيهِ، أخبرنا الْقَاسِمُ بنُ الْحَكَمِ الْعُرَنِيُّ، أخبرنا عُبَيْدُاللّٰهِ بنُ الْوَلِيدِالْوَصَّافِيُّ، عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أبِي سَعِيدٍ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مُصَلَّاهُ فَرَأى نَاساً كَأنَّهُمْ يَكْتَشِرُونَ، قَالَ: أمَا إنَّكُمْ لَوْأكْثَرْتُمْ ذِكْرَهَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا أرَى، فَأكْثِرُوامِن ذِكْرِهَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ، فَإنَّهُ لَمْ يَأْتِ عَلَى الْقَبْرِيَوْمٌ إلَّا تَكَلَّمَ فَيَقُولُ: أنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ، أنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ، أنَابَيْتُ التُّرَابِ، وَأنَا بَيْتُ الدُّودِ، فَإذَا دُفِنَ الْعَبْدُالْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ: مَرْحَباً وَأهْلاً، أمَا إنْ كُنْتَ لَأحَبُّ مَنْ يَمْشِي عَلٰى ظَهْرِي إلَيَّ فَإذَا وُلِّيتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ إلَيَّ فَسَتَرٰى صَنِيعِي بِكَ، فَيَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهِ وَيُفْتَحُ لَهُ

بَابٌ اِلَى الْجَنَّةِ . وَإِذَادُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُأُوِالْكَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ:لَامَرْحَباً وَلَا أَهْلاً أَمَااِنْ كُنْتَ لَأَبْغَضَ مَنْ يَمْشِي عَلَى ظَهْرِي اِلَيَّ فَاِذَا وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَيَّ فَسَتَرَى صَنِيْعِي بِكَ.قَالَ فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتَّى يَلْتَقِيَ عَلَيْهِ وَتَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ.قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِأَصَابِعِهِ: فَأَدْخَلَ بَعْضَهَافِي جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَيُقَيَّضُ لَهُ سَبْعُوْنَ تِنِّيناً لَوْأَنَّ وَاحِداً مِنْهَانَفَخَ فِي الْأَرْضِ مَاأَنْبَتَتْ شَيْئاً مَابَقِيَتِ الدُّنْيَاء فَيَنْهَشْنَه وَيَخْدِشْنَهُ حَتَّى يُفْضَى بِهِ اِلَى الْحِسَابِ .قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا الْقَبْرُرَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ ،أَوْحُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِالنَّارِ.هذا حديثٌ غريبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .

''سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے رسول ﷺ جنازہ گاہ میں تشریف لائے اور کچھ لوگوں کو دیکھا گویا وہ ہنس رہے ہیں، آپ نے فرمایا اگر تم لذتوں کو قطع کرنے والی کو بہت یاد کرتے تو تمہیں اسکا موقعہ نہ ملتا جو میں دیکھ رہا ہوں، لذات کو توڑنے والی موت کو کثرت سے یاد کرو، کیونکہ قبر پر کوئی دن نہیں گذرتا مگر وہ کہتی ہے میں تنہائی کا گھر ہوں میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں سو جب بندہ مؤمن اس میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تجھے مبارک ہو تو اپنے اہل میں آیا ہے۔ جتنے میری پیٹھ پر چلتے ان میں سب سے زیادہ تم مجھے محبوب تھے آج تم میرے سپرد کئے گئے ہو۔ اور میرے پاس آئے ہو تم ابھی دیکھو گے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں قبر یہ کہہ کر اس کے لئے کھل جاتی ہے جہاں تک اسکی نظر جائیگی اور اس کیلئے بہشت کی طرف ایک دروازہ کھولدیا جائیگا اور جب فاجر و بدکار کافر بندہ دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا نہ مبارک ہو تیرے لئے کوئی خوش آمدید نہیں جتنے میری پشت پر چلتے ہیں ان میں سب سے بڑھ کر مجھے تو برا لگتا تھا اور سب سے زیادہ تجھ سے نفرت تھی آج تو میرے سپرد کیا گیا ہے۔ اور میرے پاس آیا ہے دیکھ میں تجھ سے کیا برتاؤ کرتی ہوں قبر یہ کہ کر سمٹ جاتی ہے اور اسکی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی راوی کہتے ہیں آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ فرمایا سو ایک ھاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا۔ پھر فرمایا کہ اس پر ستر اژدھے مسلط کئے جائیں گے۔ ایسے اژدہے کہ اگر ایک بھی ان میں سے زمین میں پھونک مار دے تو قیامت تک کوئی چیز زمین میں پیدا نہ ہوسکے اسکے بعد دنیا جب تک باقی رہے وہ اژدھے اسے ڈستے اور نوچتے رہیں گے وہ اسی مصیبت میں رہے گا آخر اس کو حساب تک لایا جائیگا، حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا کہ قبر یا تو بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے'' یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسکو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

٦٧٠۔حَدَّثَنَا عَبْدُبْنُ حُمَيْدٍ،أخبرنا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ،عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بنِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ أَبِي ثَوْرٍقَالَ: سَمِعْتُ ابنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: أَخْبَرَنِي عُمَرُبْنُ الخَطَّابِ قَالَ:دَخَلْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاِذَا هُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى رَمْلِ حَصِيْرٍفَرَأَيْتُ أَثَرَهُ فِي جَنْبِهِ. قَالَ أَبُوعِيسَى:هذا حديثٌ صحيحٌ.وَفِي الحديثِ قِصَّةٌ طوِيْلَةٌ.

''سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھے ... ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو کیا دیکھا کہ آپ چٹائی پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔ میں نے آپ کے پہلو میں اس چٹائی کے نشان دیکھے'' اس حدیث میں ایک

لمبا واقعہ ہے'' یہ حدیث صحیح ہے۔

٦٧١ - حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ، عَنْ مَعْمَرٍ، وَيُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ - وَهُوَ حَلِيفُ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْراً مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ - أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ، فَقَدِمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ، فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُومِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلوٰةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ انْصَرَفَ، فَتَعَرَّضُوا لَهُ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حِينَ رَآهُمْ ثُمَّ قَالَ: أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ؟ قَالُوا: أَجَلْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ: قَالَ فَأَبْشِرُوا أَوْ أَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ، فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلٰكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

''سیدنا عمرو بن عوفؓ سے مروی ہے جو بنو عامر بن لوی کے حلیف تھے اور بدر کی لڑائی میں رسول ﷺ کے ساتھ شریک بھی ہوئے تھے رسول ﷺ نے حضرت ابوعبیدة بن جراحؓ کو بحرین کا عامل بنا کر بھیجا تو یہ بحرین سے مال لیکر واپس ہوئے انصار نے ان کی آمد کی خبر سنی تو انہوں نے فجر کی نماز رسول ﷺ کے ساتھ پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف منہ پھیر کر بیٹھے انصار آپ کے سامنے آئے۔ رسول ﷺ ان کو دیکھ کہ مسکرائے پھر فرمایا میرا خیال ہے کہ شاید تم یہ سن کر آئے ہو کہ ابوعبیدہ کچھ لیکر آئے ہیں انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تو تمہیں اسکی خوشخبری ہو اور اس کی امید رکھو جو تمہیں خوش کر دے اللہ کی قسم مجھے تم پر فقر و فاقہ کا ڈر نہیں بلکہ تم پر میں اس بات سے اندیشہ کرتا ہوں کہ دنیا تمہارے لئے پھیلا دی جائے جس طرح تم سے پہلے والوں کیلئے پھیلا دی گئی تھی۔ اور اسکا نتیجہ یہ ہو کہ ایک دوسرے پر حرص و حسد کرتے ہوئے تم لوگ دنیا پر اس طرح فریفتہ ہو جاؤ جس طرح تم سے پہلی قومیں دنیا پر ٹوٹ پڑی تھیں۔ آخر نتیجہ یہ ہو کہ دنیا تمہیں ہلاک کر دے جس طرح ان لوگوں کو ہلاک کیا'' یہ حدیث صحیح ہے

٦٧٢ - حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ، أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَابْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي، ثُمَّ قَالَ: يَا حَكِيمُ إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ، وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى. فَقَالَ حَكِيمٌ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرْزَأُ أَحَداً بَعْدَكَ شَيْئاً حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا. فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَدْعُو حَكِيماً إِلَى الْعَطَاءِ، فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَهُ، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ، فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئاً. فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أُشْهِدُكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى حَكِيمٍ أَنِّي أَعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ فَيَأْبَى أَنْ يَأْخُذَهُ. فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيمٌ أَحَداً مِنَ النَّاسِ شَيْئاً بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى تُوُفِّيَ قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

''سیدنا حکیم بن حزامؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول ﷺ سے کچھ مانگا آپ نے مجھے عطا کیا، میں نے پھر مانگا پھر عطا کیا، میں نے پھر مانگا آپ نے فرمایا حکیم یہ مال سبز اور شریں ہے سو جس نے اپنے نفس کی سخاوت

سے لیا اس کیلئے اس میں برکت ہوگی۔ اور جس نے اپنے نفس کے اوپر چڑھ جانے اور لالچ کیوجہ سے لیا اس کیلئے اس میں برکت نہ ہوگی۔ اور وہ اس شخص کی مثل ہوگا جو کھاتا تو ہے مگر سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے، حضرت حکیمؓ فرماتے ہیں اس پر میں نے عرض کیا یا رسول ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میں آپ کے بعد کسی کا مال کم نہ کروں گا۔ یہاں تک کہ دنیا کو خیر باد کہدوں حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کو کچھ دینے کیلئے بلاتے تھے لیکن آپ انکار کر دیتے تھے، حضرت عمر نے بھی دینا چاہا تو انکار کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تم لوگوں کو حکیم پر گواہ بناتا ہوں کہ میں اس فئے کا حق انکو دیتا ہوں لیکن یہ لینے سے انکار کرتے ہیں، آخر حضرت حکیم نے رسول ﷺ کے بعد کسی سے کچھ نہیں لیا۔ اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے'' یہ حدیث صحیح ہے۔

٦٧٣۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ،أخبرنا أَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الرحمٰنِ بنِ عَوْفٍ قال: ابْتُلِينَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِالضَّرَّاءِ فَصَبَرْنَا ،ثُمَّ ابْتُلِينَا بِالسَّرَّاءِ فَلَمْ نَصْبِرْ. هذا حديثٌ حسنٌ.

''سیدنا عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم لوگ رسول ﷺ کے ساتھ مصیبت و آزمائش میں مبتلا کے گئے تو ہم نے صبر کیا اور جب آپ کے بعد نعمت میں آزمائے گئے تو ہم سے صبر نہ کر سکے'' یہ حدیث حسن ہے۔

٦٧٤۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ،عَنِ الرَّبِيعِ بنِ صَبِيحٍ،عَن يَزِيدَ بنِ أَبَانَ ،وَهُوَ الرَّقَاشِيُّ،عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ :مَنْ كَانَتِ الآخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ ،وَمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ جَعَلَ اللّٰهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَهُ وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا قُدِّرَ لَهُ.

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا جسے صرف آخرت کی فکر ہو تو اللہ تعالیٰ اسے دل کا غنی بنادینگے۔ اور اس کے بکھرے ہوئے کام جمع کر دینگے۔ اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی اور جس کا مقصود صرف دنیا ہو تو اللہ تعالیٰ محتاجی کو اس ک دونوں آنکھوں کے سامنے کر دینگے۔ اور اس کے تمام کام پراگندہ منتشر ہوجائیں گے اور اسے دنیا اتنی ہی آئیگی جتنی کہ اس کے مقدر میں ہے''

٦٧٥۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ خَشْرَمٍ ،أخبرنا عِيسَى بنُ يُونُسَ ،عَنْ عِمْرَانَ بنِ زَائِدَةَ بنِ نَشِيطٍ،عَنْ أَبِيهِ،عَنْ أَبِي خَالِدٍ الْوَالِبِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ،عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ يَاابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ ،وَإِنْ لَا تَفْعَلْ مَلأْتُ يَدَيْكَ شُغْلاً وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ.هذاحديثٌ حسنٌ غريبٌ .وَأَبُو خَالِدٍ الْوَالِبِيُّ اسْمُهُ هُرْمُزُ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے انسان تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا۔ میں تیرا سینہ غنا سے بھردوں گا اور تیری محتاجی کا سدباب کردوں گا، اگر تو یہ نہیں کرتا تو میں تیرے دونوں ہاتھ مشاغل سے بھردوں گا۔ اور تیری محتاجی کا سدباب نہ کروں گا'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ابوخالد والبی کا نام ہرمز ہے

١٥۔بابٌ بلا عنوان

٦٧٦۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،أَخبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ،عَنْ دَاوُدَ بنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ عُرْوَةَ،عَنْ حُمَيْدِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ،عَنْ سَعْدِ بنِ

هِشَام،عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ لَنَا قِرَامُ سِتْرٍفِيْهِ تَمَاثِيْلُ عَلَى بَابِي فَرَآهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: انْزِعِيْهِ فَإِنَّهُ يُذَكِّرُنِي الدُّنْيَا قَالَتْ وَكَانَ لَنَا سَمَلُ قَطِيْفَةٍ تقول عَلَمُهَا حَرِيْرٌ كُنَّا نَلْبَسُهَا، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ من هذا الوجه.

''سیدۃ عائشہؓ فرماتی ہیں ہمارے گھر پردے کا ایک باریک کپڑا تھا جس میں مورتیوں کی تصویریں تھیں یہ کپڑا ہمارے دروازے پر لٹکا رہتا تھا رسول ﷺ نے دیکھا تو فرمایا اسے اتار دو۔ یہ مجھے دنیا یاد دلاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اور ہمارے پاس ایک پرانی کملی تھی جس کے بوٹے ریشم کے تھے ہم اسے اوڑھا کرتے تھے''

ابوعیسیٰ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔

۶۷۷۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ وِسَادَةُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ الَّتِي يَضْطَجِعُ عَلَيْهَا مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ. قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدۃ عائشہ سے مروی ہے رسول ﷺ کا تکیہ جس پر آپ لیٹتے تھے چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی' یہ حدیث صحیح ہے

۶۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حدثنا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُمْ ذَبَحُوا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَا بَقِيَ مِنْهَا؟ قَالَتْ مَا بَقِيَ مِنْهَا إِلَّا كَتِفُهَا. قَالَ: بَقِيَ كُلُّهَا غَيْرَ كَتِفِهَا.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حديثٌ صحيحٌ. وَأَبُو مَيْسَرَةَ هُوَ الْهَمْدَانِيُّ اسْمُهُ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيْلَ.

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے انہوں نے ایک مرتبہ بکری ذبح کی تو رسول ﷺ نے فرمایا اس میں کیا باقی رہا؟ حضرت عائشہ نے بتایا کندھے کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ نے فرمایا کندھے کے سوا سب کچھ باقی رہا''

یہ حدیث صحیح ہے۔ ابومیسرہ ہمدانی کا نام عمرو بن شرحبیل ہے۔

۶۷۹۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِنْ كُنَّا آلَ مُحَمَّدٍ نَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ نَارًا إِنْ هُوَ إِلَّا الْمَاءُ وَالتَّمْرُ. قَالَ هذا حديثٌ صحيحٌ.

''ایک ماہ تک ہمارے ہاں چولہا نہیں جلتا صرف پانی اور کھجور پر گزارہ ہوتا''

۶۸۰۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَعِنْدَنَا شَطْرٌ مِنْ شَعِيْرٍ فَأَكَلْنَا مِنْهُ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ قُلْتُ لِلْجَارِيَةِ كِيْلِيْهِ فَكَالَتْهُ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ فَنِيَ. قَالَتْ فَلَوْ كُنَّا تَرَكْنَاهُ لَأَكَلْنَا مِنْهُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ. قَالَ أبو عيسى: هذا حديث صحيح. ومعنى قولها شطر وتعني شيئاً من شعير.

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے جب رسول ﷺ کا وصال ہوا تو اس وقت ہمارے پاس کچھ جو تھے جتنا اللہ نے چاہا ہم اس میں سے لے کر کھاتے رہے پھر ہم نے باندی سے کہا کہ پیمانہ سے ناپ لو تو وہ جلد ہی ختم ہی ہو گئے حضرت عائشہ فرماتی ہیں اگر ہم انہیں چھوڑ دیتے تو وہ مدت تک رہتے'' یہ حدیث صحیح ہے۔

۶۸۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حدثنا رَوْحُ بْنُ أَسْلَمَ أَبُو حَاتِمٍ الْبَصْرِيُّ، حدثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، حدثنا ثَابِتٌ عَنْ

أَنَسٍ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ،وَلَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ،وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُونَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَمَا لِي وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيهِ إِبْطُ بِلَالٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى:هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ .وَمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ حِينَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فاراً مِنْ مَكَّةَ وَمَعَهُ بِلَالٌ،إِنَّمَا كَانَ مَعَ بِلَالٍ مِنَ الطَّعَامِ مَا يَحْمِلُهُ تَحْتَ إِبْطِهِ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ کی راہ میں اتنا خوف زدہ کیا گیا ہے کہ میرے سوا کسی دوسرے کو اتنا نہیں ڈرایا گیا اور مجھے اللہ کی راہ میں اتنی ایذائیں پہنچائی گئیں کہ اتنی کسی دوسرے کو نہیں پہنچائیں گئیں، مجھ پر تیس دن اور تیس راتیں اس طرح گزریں کہ میرے اور بلال کے پاس اس قدر کھانا نہ تھا کہ اسکو کوئی صاحب جگر کھائے۔ مگر اتنی چیز جسے بلال کی بغل چھپا لیتی تھی''

یہ حدیث حسن صحیح ہے،اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب حضور مکہ سے نکل کھڑے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ بلال بھی تھے انکے پاس کھانے کا سامان صرف اتنا تھا کہ وہ اسے بغل میں دبائے ہوئے تھے۔

٦٨٢۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،حدثنا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ،عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ،حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ،عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، قَالَ حدثني مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ:خَرَجْتُ فِي يَوْمٍ شَاتٍ مِنْ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ أَخَذْتُ إِهَاباً مَعْطُوناً فَجَوَّبْتُ وَسَطَهُ فَأَدْخَلْتُهُ فِي عُنُقِي وَشَدَدْتُ وَسَطِي فَحَزَمْتُهُ بِخُوصِ النَّخْلِ،وَإِنِّي لَشَدِيدُ الْجُوعِ وَلَوْ كَانَ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ طَعَامٌ لَطَعِمْتُ مِنْهُ،فَخَرَجْتُ أَلْتَمِسُ شَيْئاً فَمَرَرْتُ بِيَهُودِيٍّ فِي مَالٍ لَهُ وَهُوَ يَسْقِي بِبَكَرَةٍ لَهُ فَاطَّلَعْتُ عَلَيْهِ مِنْ ثُلْمَةٍ فِي الْحَائِطِ،فَقَالَ مَالَكَ يَا أَعْرَابِيُّ،هَلْ لَكَ فِي دَلْوٍ بِتَمْرَةٍ؟فَقُلْتُ :نَعَمْ فَافْتَحِ الْبَابَ حَتَّى أَدْخُلَ.فَفَتَحَ فَدَخَلْتُ فَأَعْطَانِي دَلْوَهُ،فَكُلَّمَا نَزَعْتُ دَلْواً أَعْطَانِي تَمْرَةً حَتَّى إِذَا امْتَلَأَتْ كَفِّي أَرْسَلْتُ دَلْوَهُ وَقُلْتُ حَسْبِي فَأَكَلْتُهَا ،ثُمَّ جَرَعْتُ مِنَ الْمَاءِ فَشَرِبْتُ ثُمَّ جِئْتُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فِيهِ.هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

''سیدنا علی سے مروی ہے کہتے ہیں ٹھنڈے موسم میں ایک دن رسول اللہ کے گھر سے نکلا اس سے پہلے میں نے ایک چمڑا لیکر جس کے بال اڑا دیئے گئے اسے درمیان میں سے کاٹ کر گردن میں ڈال لیا تھا۔اور کھجور کے پتوں سے کمر کس کر باندھ لی تھی۔اس وقت میں بہت زیادہ بھوکا تھا اگر رسول اللہ کے گھر کوئی کھانے کی چیز ہوتی تو کھا لیتا میں چلا کہ کھانے کو کچھ ملے فرماتے ہیں کہ میرا گزر ایک یہودی کے پاس سے ہوا جو اپنے باغ میں تھا۔اور رہٹ سے پانی کھینچ رہا تھا۔دیوار کی ٹوٹی ہوئی جگہ کے سوراخ سے میں نے جھانک کر دیکھا۔اس نے کہا اے دیہاتی تیرا کیا خیال ہے کیا تو پانی نکال دے گا فی ڈول ایک کھجور دوں گا میں نے کہا ہاں،دروازہ کھول میں اندر آؤں۔اس نے دروازہ کھول دیا مجھے ڈول دیا میں ڈول کھینچتا گیا۔اور وہ مجھے فی ڈول ایک کھجور دیتا گیا۔یہاں تک کہ میری مٹھی کھجوروں سے بھر گئی۔میں نے ڈول چھوڑ دیا اور کہا بس میرے لئے یہ کافی ہیں وہ چھوارے کھا کر پانی پی لیا اور مسجد میں آیا تو رسول اللہ کو موجود پایا'' یہ حدیث حسن غریب ہے

٤٨٣ ـ حَدَّثَنَا أَبُوحَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَيْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُمْ أَصَابَهُمْ جُوعٌ، فَأَعْطَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تَمْرَةً تَمْرَةً. هذا حديث حسنٌ صحيحٌ .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے انہیں بھوک کا غلبہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک ایک کھجور دی''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٤٨٤ ـ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ نَحْمِلُ زَادَنَا عَلَى رِقَابِنَا فَفَنِيَ زَادُنَا حَتَّى كَانَ يَكُونُ لِلرَّجُلِ مِنَّا كُلَّ يَوْمٍ تَمْرَةٌ، فَقِيلَ لَهُ : يَا أَبَا عَبْدِاللّٰهِ وَأَيْنَ كَانَتْ تَقَعُ التَّمْرَةُ مِنَ الرَّجُلِ؟ قَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِينَ فَقَدْنَاهَا فَأَتَيْنَا الْبَحْرَ فَإِذَا نَحْنُ بِحُوتٍ قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْماً مَا أَحْبَبْنَا . قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ [حسنٌ] صحيحٌ. [وقد رُوِيَ من غيرِ وجهٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ورواهُ مالكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ كيسان أَتَمَّ من هذا وأطولَ].

''سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنگ کیلئے بھیجا ہم تین سو کی تعداد میں تھے اور اپنا توشہ اپنی گردنوں میں لٹکائے ہوئے تھے اتنا سا توشہ تھا ہی کیا جلدی ہی ختم ہو گیا، آخر دن بھر میں ایک شخص کو ایک کھجور کھانے کو میسر آتی کسی نے کہا اے ابو عبداللہ ایک کھجور آدمی کو کیا کفایت کرتی ہے؟ حضرت جابرؓ نے فرمایا ہم نے اس کے ملنے کا مقام اس وقت پایا جب وہ بھی ختم ہو گئی۔ آخر ہم سمندر کے کنارے آئے کیا دیکھتے ہیں ایک مچھلی پڑی ہے۔ جسے سمندر نے باہر پھینک دیا ہے ہم اس مچھلی کو اٹھارہ دن تک کھاتے رہے روز جتنا پسند کرتے کھا لیتے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے

٦٨٥ ـ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حدثني يَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ حدثني مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ: إِنَّا لَجُلُوسٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَهُ مَرْقُوعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَكَى لِلَّذِي كَانَ فِيهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِي هُوَ فِيهِ الْيَوْمَ. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: كَيْفَ بِكُمْ إِذَا غَدَا أَحَدُكُمْ فِي حُلَّةٍ وَرَاحَ فِي حُلَّةٍ وَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَرُفِعَتْ أُخْرَى وَسَتَرْتُمْ بُيُوتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ؟ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَا أَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِنْكُمْ يَوْمَئِذٍ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [غَرِيبٌ] وَيَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ هَذَا هُوَ [ابن ميسرة] مَدِينِيٌّ. وَقَدْ رَوَى عَنْهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَيَزِيدُ بْنُ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيُّ الَّذِي رَوَى عَنِ الزُّهْرِيِّ رَوَى عَنْهُ وَكِيعٌ وَمَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ كُوفِيٌّ [رَوَى عَنْهُ سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ].

''سیدنا علیؓ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت مصعب بن عمیر آئے ان کے بدن پر صرف ایک چادر تھی اور اس میں بھی پیوند لگے ہوئے تھے رسول اللہ کی

امیرانہ حالت اور موجودہ فقیرانہ حالت کا خیال کر کے روئے، پھر فرمایا تمھارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم میں سے ایک شخص صبح کے وقت ایک لباس اور شام کو دوسرا لباس پہن کر نکلے گا، اور اس کے آگے ایک رکابی رکھی جائے گی، اور دوسری اٹھائی جائے گی اور تم اپنے گھروں کو ایسے ڈھانکو گے جیسے کعبہ کو ڈھانکتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ تو پھر ان دنوں ہم آج سے اچھے حال میں ہوں گے کہ مصائب اور تفکرات سے آزاد ہو کر ہر وقت عبادت میں لگے رہیں گے۔ آپ نے فرمایا نہیں تم لوگ ان دنوں آج سے اچھے نہ ہوگے"

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس حدیث میں مذکور یزید بن زیاد مدنی ہیں۔ مالک بن انسؒ اور دوسرے اہل علم نے ان سے روایت لی ہے۔ اور یزید بن زیاد دمشقی جو زہری سے نقل کرتے ہیں ان سے وکیع اور مروان بن معاویہ نے روایت کی ہے، اور ایک دوسرے یزید بن ابی زیاد ہیں کوفی ہیں ان سے سفیان شعبہ ابن عیینہ اور دوسرے اہل علم نے روایت کیا ہے۔

٦٨٦۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، حدثني عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ، حدثنا مُجَاهِدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ أَهْلُ الصُّفَّةِ أَضْيَافُ أَهْلِ الإِسْلاَمِ، لاَ يَأْوُونَ عَلَى أَهْلٍ وَلاَ مَالٍ، وَاللَّهِ الَّذِي لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ إِنْ كُنْتُ لأَعْتَمِدُ بِكَبِدِي عَلَى الأَرْضِ مِنَ الْجُوعِ وَأَشُدُّ الْحَجَرَ عَلَى بَطْنِي مِنَ الْجُوعِ. وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْماً عَلَى طَرِيقِهِمُ الَّذِي يَخْرُجُونَ فِيهِ، فَمَرَّ بِي أَبُو بَكْرٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلاَّ لِيَسْتَتْبِعَنِي، فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ، ثُمَّ مَرَّ عُمَرُ فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلاَّ لِيَسْتَتْبِعَنِي فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ، ثُمَّ مَرَّ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ، فَتَبَسَّمَ حِينَ رَآنِي وَقَالَ: أَبُو هُرَيْرَةَ؟ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: الْحَقْ وَمَضَى فَاتَّبَعْتُهُ وَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَاسْتَأْذَنْتُ فَأَذِنَ لِي، فَوَجَدَ قَدَحاً مِنَ اللَّبَنِ، فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ هَذَا اللَّبَنُ لَكُمْ؟ قِيلَ أَهْدَاهُ لَنَا فُلاَنٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَبَا هُرَيْرَةَ. قُلْتُ لَبَّيْكَ قَالَ: الْحَقْ إِلَى أَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ وَهُمْ أَضْيَافُ أَهْلِ الإِسْلاَمِ لاَ يَأْوُونَ عَلَى أَهْلٍ وَمَالٍ. إِذَا أَتَتْهُ الصَّدَقَةُ بَعَثَ بِهَا إِلَيْهِمْ وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئاً، وَإِذَا أَتَتْهُ هَدِيَّةٌ أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ، فَأَصَابَ مِنْهَا وَأَشْرَكَهُمْ فِيهَا فَسَاءَنِي ذَلِكَ، وَقُلْتُ مَا هَذَا الْقَدَحُ بَيْنَ أَهْلِ الصُّفَّةِ وَأَنَا رَسُولُهُ إِلَيْهِمْ، فَسَيَأْمُرُنِي أَنْ أُدِيرَهُ عَلَيْهِمْ فَمَا عَسَى أَنْ يُصِيبَنِي مِنْهُ؟ وَقَدْ كُنْتُ أَرْجُو أَنْ أُصِيبَ مِنْهُ مَا يُغْنِينِي وَلَمْ يَكُ بُدٌّ مِنْ طَاعَةِ اللَّهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ، فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ. فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ فَأَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ قَالَ: أَبَا هُرَيْرَةَ خُذِ الْقَدَحَ فَأَعْطِهِمْ، فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ أُنَاوِلُهُ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى ثُمَّ يَرُدُّهُ فَأُنَاوِلُهُ الآخَرَ حَتَّى انْتَهَيْتُ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلَى يَدِهِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَتَبَسَّمَ وَقَالَ: أَبَا هُرَيْرَةَ اشْرَبْ، فَشَرِبْتُ، ثُمَّ قَالَ اشْرَبْ، فَلَمْ أَزَلْ أَشْرَبُ وَيَقُولُ اشْرَبْ حَتَّى قُلْتُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكاً، فَأَخَذَ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللَّهَ فَسَمَّى وَشَرِبَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہتے اصحاب صفہ مسلمانوں کے مہمان تھے نہ کسی گھر اور گھر والوں میں پناہ لیتے اور نہ مال رکھتے تھے اللہ کی قسم جس کا کوئی شریک نہیں مارے بھوک کے میں اپنے جگر کو زمین پر لگا لیتا اور پیٹ پر پتھر باندھ

لیتا،ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں راستہ میں آ بیٹھا جس سے لوگ آتے جاتے تھے اتنے میں میرے پاس سے حضرت ابوبکر صدیق گذرے میں نے ان سے قرآن پاک کی ایک آیت پوچھی اور میرے پوچھنے کی غرض یہ تھی کہ وہ مجھے ساتھ لے چلیں مگر وہ چلے گئے اور ایسا نہ ہوا، پھر حضرت عمرؓ ادھر سے گذرے میں نے ان سے بھی قرآن پاک کی ایک آیت پوچھی، اور اس لئے پوچھی کہ وہ شاید میری حالت دیکھ کر اپنے ساتھ گھر لے چلیں مگر وہ بھی یوں ہی آیت بتا کر چلے گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذرے اور مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ اور فرمایا ابو ہریرہؓ میں نے کہا لبیک۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ چلو۔ میں چل پڑا۔ آپ اپنے گھر میں داخل ہوگئے۔ میں نے اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت دے دی اور میں اندر داخل ہوگیا حضور نے گھر میں دودھ کا پیالا پایا گھر والوں سے فرمایا تمہارے پاس یہ دودھ کہاں سے آیا ہے۔ عرض کیا گیا فلاں نے ہدیہ بھیجا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا جاؤ اہل صفہ کو بلا لاؤ۔

وہ مسلمانوں کے مہمان ہیں، ان کے کوئی اہل وعیال ہیں نہ ان کے پاس مال ہے جب آپ ﷺ کے پاس کوئی صدقہ آتا تو آپ ان کو بھیج دیتے۔ اور اپنے لئے کچھ نہ رکھتے۔ ہاں ہدیہ میں سے اپنے لئے کچھ رکھ لیتے تھے۔ جب حضور نے فرمایا اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ تو مجھے ناگوار گزرا۔ اور میں نے دل میں کہا کہ اہل صفہ میں یہ پیالہ کیا پورا پڑے گا۔ اور چونکہ آپ نے مجھے ہی انہیں بلانے بھیجا ہے اس لئے آپ مجھے ہی فرمائیں گے کہ دودھ پلاؤں پھر تو مجھے اس سے ملنے کی امید نہیں۔ حالانکہ میں امید کر رہا تھا کہ مجھے اتنا مل جائے گا کہ میرا پیٹ بھر جائیگا مگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری ضروری تھی۔ اس کے بغیر چارہ ہی نہیں تھا میں اصحاب صفہ کو بلا لایا اور وہ آ کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا لو یہ پیالہ لو اور ان کو پلانا شروع کرو چنانچہ میں نے باری باری سب کو وہ پیالہ پلا دیا اور سب کا پیٹ بھر گیا جب میں حضور کے پاس پہنچا تو آپ نے وہ پیالہ لیا دست مبارک پر رکھا اور سر مبارک اٹھایا اور مسکرائے اور فرمایا ابو ہریرہ اب تم پیو میں نے پینا شروع کیا اور حضور بار بار فرماتے اور پیو میں نے بس کی اور عرض کیا کہ اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پیٹ میں اب کچھ جگہ باقی نہیں رہی چنانچہ آپ نے پیالہ لیا اور اللہ کی حمد کی اور بسم اللہ کہہ کر دودھ نوش فرمایا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٦٨٧۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللهِ الْقُرَشِيُّ، حدثني يَحْيَى الْبَكَّاءُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: تَجَشَّأَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: كُفَّ عَنَّا جُشَاءَكَ فَإِنَّ أَكْثَرَهُمْ شِبَعاً فِي الدُّنْيَا أَطْوَلُهُمْ جُوعاً يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حديثٌ [حسنٌ] غريبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ.

''سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے ڈکار لی آپ نے فرمایا اپنے ڈکار کو روکو کیونکہ دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ ہونے والا قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکا رہیگا''

یہ حدیث حسن اس طریق سے غریب ہے اس باب میں ابو جحیفہ سے روایت ہے

٦٨٨۔حَدَّثَنَا قُتَيبَةُ،حدثنا أَبُو عَوَانَةَ،عَن قَتَادَةَ عَن أَبِي بُردَةَ بنِ أَبِي مُوسَى،عَن أَبِيهِ قَالَ:يَابُنَيَّ لَو رَأَيتَنَا وَنَحنُ مَعَ النبِيِّ ﷺ وَأَصَابَتنَا السَّمَاءُ لَحَسِبتَ أَنَّ رِيحَنَا رِيحُ الضَّأنِ.قَالَ أبو عِيسَى:هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.وَمَعنَى هٰذَا الحَدِيثِ أَنَّهُ كَانَ ثِيَابُهُمُ الصُّوفُ،فإِذَا أَصَابَهُمُ المَطَرُ يَجِيءُ مِن ثِيَابِهِم رِيحُ الضَّأنِ.

”سیدنا ابوموسیٰ اشعری نے اپنے بیٹے سے فرمایا بیٹا اگر تم ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیکھتے اور ہم پر مینہ برساتو تم ہماری بو کو بھیڑ کی بو سمجھتے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔مطلب حدیث کا یہ ہے کہ صحابہؓ کا لباس اون کا ہوتا تھا۔جب وہ بھیگ جاتے تو ان سے بھیڑوں کی سی بو آتی تھی۔

٦٨٩۔حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ[بن مُحَمَّد]الدُّورِيُّ،حدثنا عَبدُاللّٰهِ بنُ يَزِيدَ المُقرِيُّ،أَخبَرَنَا سَعِيدُ بنُ أَبِي أَيُّوبَ،عَن أَبِي مَرحُومٍ عَبدِالرَّحِيمِ بنِ مَيمُونٍ عَن سَهلِ بنِ مُعَاذِ بنِ أَنَسٍ الجُهَنِيِّ،عَن أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:مَن تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعاً لِلّٰهِ وَهُوَ يَقدِرُ عَلَيهِ،دَعَاهُ اللّٰهُ يَومَ القِيَامَةِ عَلَى رُؤُوسِ الخَلَائِقِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ مِن أَيِّ حُلَلِ الإِيمَانِ شَاءَ يَلبَسُهَا

[هذا حديثٌ حسنٌ]وَمَعنَى قوله:حُلَلِ الإيمان:يعني مايُعطى أهلُ الإيمان من حُلَلِ الجنّة.

”سیدنا معاذ بن انس جہنی نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کی وجہ سے عمدہ لباس ترک کر دیا حالانکہ وہ لباس پر قدرت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو مخلوق کے سامنے بلائینگے۔اور اختیار دیں گا کہ اہل ایمان کے جوڑوں میں سے جونسا جوڑا چاہو چن کر پہن لو“

٦٩٠۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ حُمَيدٍ الرَّازِيُّ،أَخبَرَنَا زَافِرُ بنُ سُلَيمَانَ عَن إِسرَائِيلَ،عَن شَبِيبِ بنِ بَشِيرٍ هٰكَذَا قَالَ[مُحَمَّدُ بنُ حُمَيدٍ]شَبِيبُ بنُ بَشِيرٍ وإنما هُوَ شَبِيبُ بنُ بِشرٍ،عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:النَّفَقَةُ كُلُّهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِلَّا البِنَاءَ فَلَا خَيرَ فِيهِ.هذا حديثٌ غريبٌ.

”سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب خرچ اللہ کے راستے میں ہے مگر تعمیر کہ اس میں کوئی بھلائی نہیں“۔یہ حدیث غریب ہے۔

٦٩١۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ حُجرٍ،أخبرنا شَرِيكٌ عَن أَبِي إِسحَاقَ،عَن حَارِثَةَ بنِ مُضَرِّبٍ قَالَ:أَتَينَا خَبَّاباً نَعُودُهُ،وَقَد اكتَوَى سَبعَ كَيَّاتٍ،فَقَالَ:لَقَد تَطَاوَلَ مَرَضِي،وَلَولَا أَنِّي سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ:لَا تَمَنَّوا المَوتَ لَتَمَنَّيتُهُ،وَقَالَ:يُؤجَرُ الرَّجُلُ فِي نَفَقَتِهِ إِلَّا التُّرَابَ أَو قَالَ فِي التُّرَابِ.هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

”حارثہ بن مضرب سے منقول ہے کہا ہم حضرت خبابؓ کے پاس انکی عیادت کے لئے آئے وہ سات داغ لگوا چکے تھے انہوں نے کہا میرا مرض طویل ہو گیا اگر میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے نہ سنا ہوتا کہ موت کی تمنا مت کرو تو میں اس کی تمنا کرتا اور فرمایا آدمی کو مٹی میں خرچ کرنیکے سوا اور سب جگہ خرچ کرنے میں ثواب دیا جائے گا“ یہ حدیث صحیح ہے

٦٩٢۔حَدَّثَنَا الجَارُودُ،أخبرنا الفَضلُ بنُ مُوسَى،عَن سُفيَانَ الثَّورِيِّ عَن أَبِي حَمزَةَ عَن إِبرَاهِيمَ النَّخَعِي قَالَ:كُلُّ بِنَاءٍ

وَبَالٌ عَلَيْكَ،قُلْتُ اَرَأَيْتَ مَالاَبُدَّمِنْهُ؟قَالَ: لاَ أَجْرَوَلاَ وِزْرَ.

''کہاہر تعمیر تجھ پر وبال ہے، میں نے کہاضرورت کے بقدر کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ کہا اجر نہ پکڑ''

٦٩٣۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُبْنُ غَيْلاَنَ،اخبرنا أَبُوأَحْمَدَالزُّبَيْرِيُّ،حَدَّثَنَا خَالِدُبْنُ طُهْمَانَ أَبُوالْعَلاَءِ،حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ قَالَ: جَاءَ سَائِلٌ فَسَأَلَ ابنَ عَبَّاسٍ،فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِلسَّائِلِ:أَتَشْهَدُأَنْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّاللّٰهُ؟قَالَ:نَعَمْ،قَالَ:أَتَشْهَدُأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللّٰهِ؟قَالَ: نَعَمْ،قَالَ:وَتَصُومُ رَمَضَانَ؟قَالَ:نَعَمْ،قَالَ:سَأَلْتَ وَلِلسَّائِلِ حَقٌّ اِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَيْنَا أَنْ نَصِلَكَ،فَأَعْطَاهُ ثَوْباً ثُمَّ قَالَ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ:مَامِنْ مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِماً ثَوْباً اِلاَّ كَانَ فِي حِفْظِ اللّٰهِ مَادَامَ مِنْهُ عَلَيْهِ خِرْقَةٌ.

قَالَ :هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ من هٰذَا الْوَجْهِ.

''سیدنا حصین سے مروی ہے کہتے ہیں ایک سائل آیا اور اس نے ابن عباس سے کچھ مانگا؟ ابن عباس نے اس سے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے کہا جی ہاں! پھر پوچھا کیا تو اسکی بھی گواہی دیتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس نے کہا جی ہاں پھر فرمایا کیا تو رمضان کے روزے رکھتا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! فرمایا تو نے سوال کیا اور سائل کا بھی حق ہے۔ اور مجھ پر ضروری ہے کہ میں تمہارے ساتھ اچھا سلوک کروں یہ فرما کر اسے کپڑا دیا، پھر فرمایا میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے جس مسلمان نے کسی کو کپڑا پہنایا وہ اللہ کی حفاظت میں جب تک کہ وہ کپڑا پہننے والے کے بدن پر باقی ہے'' یہ حدیث حسن اس طریق سے غریب ہے۔

٦٩٤۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ بَشَّارٍ،أَخْبَرَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ وَمُحَمَّدُبْنُ جَعْفَرٍ وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ،عَنْ عَوْفِ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلاَمٍ.قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ،انْجَفَلَ النَّاسُ اِلَيْهِ،وَقِيْلَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَجِئْتُ فِي النَّاسِ لأَنْظُرَاِلَيْهِ،فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ،وَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهِ أَنْ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلاَمَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلاَمٍ. قَالَ أَبُوعِيسَى:هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

''سیدنا عبداللہ بن سلام سے مروی ہے جب رسول اللہ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ تو لوگ دوڑ کر آپ کی طرف آئے اور ایک دھوم مچ گئی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے لوگوں کے ساتھ میں بھی آپ کو دیکھنے آیا جب میں نے غور سے آپ کا چہرہ انور دیکھا تو جان لیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں اور آپ نے سب سے پہلے جو بات کی وہ یہ تھی لوگو! اسلام پھیلاؤ، غریبوں کو کھانا کھلاؤ اور راتوں کو نمازیں پڑھو جب لوگ سوتے ہوں۔ تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو گے'' یہ حدیث صحیح ہے۔

٦٩٥۔حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ بِمَكَّةَ،أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ،أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌعَنْ أَنَسٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ أَتَاهُ الْمُهَاجِرُونَ فَقَالُوا:يَارَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مَارَأَيْنَا قَوْماً أَبْذَلَ مِنْ كَثِيْرٍ وَلاَ أَحْسَنَ مُوَاسَاةً مِنْ قَلِيْلٍ مِنْ قَوْمٍ نَزَلْنَا بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ لَقَدْ كَفَوْنَا الْمُؤْنَةَ وَأَشْرَكُونَا فِي الْمَهْنَأِ،حَتّٰى لَقَدْ خِفْنَا أَنْ يَذْهَبُوا بِالأَجْرِ كُلِّهِ،فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:لاَ مَادَعَوْتُمُ اللّٰهَ

لَهُمْ وَأَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ . هَذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ من هذا الوجه.

''سیدنا انس ؓ سے مروی ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ایک دن مہاجرین نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے بہت سی قومیں دیکھی ہیں مگر بہت زیادہ ایثار کرنے والی اور تھوڑے مال سے زیادہ ہمدردی وغم گساری کرنے والی اس قوم سے بڑھ کر قوم نہیں دیکھی جس کے پاس ہم ٹھہرے ہیں یعنی انصار۔ یہ ہماری تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے ہمیں کافی ہوگئے انہوں نے ہمیں کھانے پینے میں اپنا شریک کرلیا اور اسطرح ہم کو بے فکر کر دیا ہمیں تو یہ ڈر ہے کہ کہیں سارا ثواب یہ نہ لے جائیں رسول اللہ نے فرمایا جب تک تم ان کے لئے دعا کرتے اور انکی تعریف کرتے رہو گے ایسا نہ ہوگا'' یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

٦٩٦۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ،أَخبرَنَا مُحَمَّدُبنُ مَعْنٍ المَدِينِيُّ الغِفَارِيُّ،حدثني أَبِي عَن سَعِيدٍالمَقْبُرِيِّ،عَن أَبِي هُرَيْرَةَ،عَن النبيِّ ﷺ قَالَ: الطَّاعِمُ الشَّاكِرُبِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ. هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

''سیدنا ابو ہریرہ ؓ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا کھانے والا شکر گذار صبر کرنے والے روزہ دار کے برابر ہے'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔

٦٩٧۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،أَخبرَنَا عَبْدَةُ عَن هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ ،عَن مُوسَى بنِ عُقْبَةَ،عَن عَبدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو الْأَوْدِيِّ،عَن عَبْدِاللّٰهِ بنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:أَلاَ أُخبِرُكُم بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ،وَبِمَنْ تَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ؟عَلَى كُلِّ قَرِيبٍ هَيِّنٍ سَهْلٍ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ .

''سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمھیں وہ آدمی نہ بتلاؤں جو دوزخ پر حرام ہے اور دوزخ اس پر حرام ہے؟ جو میانہ رو، خوش کلام ہے اور نرم خو نرم دل اور نرم اخلاق ہے''

یہ حدیث حسن غریب ہے

٦٩٨۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،أَخبرَنَا وَكِيعٌ،عَن شُعْبَةَ عَن الْحَكَمِ،عَن إِبْرَاهِيمَ عَن الْأَسْوَدِ بنِ يَزِيدَقَالَ:قُلْتُ يَاعَائِشَةُ أَيُّ شَيْءٍ كَانَ النبيُّ ﷺ يَصْنَعُ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟قَالَتْ كَانَ يَكُونُ فِي مَهْنَةِ أَهْلِهِ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلوٰةُ قَامَ فَصَلَّى.هذا حديثٌ صحيحٌ

''اسود بن یزید نے سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ سے پوچھا رسول اللہ گھر میں داخل ہونے پر کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا اپنے گھر والوں کا کام کاج کیا کرتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تو اٹھ کھڑے ہوتے اور نماز پڑھاتے''

یہ حدیث صحیح ہے۔

٦٩٩۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُبنُ نَصْرٍ،أحبرنا عَبْدُاللّٰهِ بنُ المُبَارَكِ،عَن عِمْرَانَ بنِ زَيْدٍ التَّغْلبِي،عَن زَيْدٍالعَمِّي،عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ:كَانَ النبيُّ ﷺ إِذَا استَقْبَلَهُ الرَّجُلُ فَصَافَحَهُ لَايَنْزِعُ يَدَهُ مِن يَدِهِ حَتَّى يَكُونَ الرَّجُلُ الَّذِي يَنْزِعُ،وَلَايَصْرِفُ وَجْهَهُ عَن وَجْهِهِ حَتَّى يَكُونَ الرَّجُلُ هُوَالَّذِي يَصْرِفُهُ وَلَمْ يُرَ مُقَدِّمًا رُكْبَتَيْهِ بَيْنَ يَدَيْ جَلِيسٍ لَهُ قَالَ :هذا حديثٌ غريبٌ.

''سیدنا انس بن مالک ؓ سے مروی ہے جب رسول اللہ کے سامنے کوئی آتا اور آپ سے مصافحہ کرتا تو پہلے اپنا ہاتھ نہیں

کھینچتے تھے جب تک کہ وہ خود نہ کھینچتا، اسی طرح آپ پہلے اپنا چہرہ مبارک نہ پھیرتے جب تک کہ وہ خود نہ پھیر لیتا اور میں نے کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنے گھٹنے یا پاؤں کسی بیٹھنے والے کی طرف بڑھائے ہوں''

یہ حدیث غریب ہے

۷۰۰۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: خَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فِي حُلَّةٍ لَهُ يَخْتَالُ فِيهَا، فَأَمَرَ اللَّهُ الْأَرْضَ فَأَخَذَتْهُ، فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ، أَوْ قَالَ يَتَلَجْلَجُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ صحيحٌ.

''سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص اپنے لباس میں اتراتا ہوا متکبرانہ چال سے نکلا اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اسے پکڑ لے چنانچہ زمین نے اسے پکڑ لیا اور اب وہ زمین میں دھنستا جا رہا ہے اور قیامت تک اسی طرح دھنستا جائیگا'' یہ حدیث صحیح ہے۔

(یہ قارون کا قصہ ہے کما قرأنا فی سورة القصص)

۷۰۱۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، أخبرنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ فِي صُوَرِ الرِّجَالِ. يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ، يُسَاقُونَ إِلَى سِجْنٍ فِي جَهَنَّمَ يُسَمَّى بُولَسَ. تَعْلُوهُمْ نَارُ الْأَنْيَارِ يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ طِينَةَ الْخَبَالِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ.

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا تکبر کرنے والے قیامت کے دن چیونٹیوں کی طرح آدمیوں کی صورت میں اٹھائے جائیں گے، انکو چاروں طرف سے ذلت ڈھانک لے گی اور انکو دوزخ کے ایک قید خانہ کی طرف ہانک کر لے جایا جائیگا جس کا نام ''بولس'' ہے ان پر آگ چھا جائے گی اور انکو دوزخیوں کا خون و پیپ پلایا جائے گا'' یہ حدیث حسن ہے

۷۰۲۔حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِي، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، حدثني أَبُو مَرْحُومٍ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ كَظَمَ غَيْظًا، وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى أَنْ يُنَفِّذَهُ، دَعَاهُ اللَّهُ عَلَى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ حَتَّى يُخَيِّرَهُ فِي أَيِّ الْحُورِ شَاءَ. هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے غصہ کو ایسی حالت میں پیا جبکہ وہ اس کے نافذ کرنے پر قدرت رکھتا تھا اللہ تعالیٰ قیامت میں اسے تمام مخلوق کے سامنے بلائیں گے اور اختیار دیں گے جس حور کو چاہے پسند کرے'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۷۰۳۔حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، أخبرنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْغِفَارِيُّ الْمَدِينِيُّ، حدثني أَبِي، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ نَشَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ: الرِّفْقُ بِالضَّعِيفِ، وَالشَّفَقَةُ عَلَى الْوَالِدَيْنِ، وَالْإِحْسَانُ إِلَى الْمَمْلُوكِ. هذا حديثٌ غريبٌ [وَأَبُو بَكْرِ بْنُ الْمُنْكَدِرِ هُوَ أَخُو مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے۔رسول ﷺ نے فرمایا جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کا پردہ پھیلا دیں گے اور بہشت میں داخل کریں گے۔کمزور کے ساتھ نرمی کرنا ،والدین پر مہربانی کرنا اور غلام ونوکر پر احسان کرنا'' یہ حدیث غریب ہے۔

٧٠٤۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ لَيْثٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُ فَسَلُونِي الْهُدَى أَهْدِكُمْ وَكُلُّكُمْ فَقِيرٌ إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ فَسَلُونِي أَرْزُقْكُمْ وَكُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ أَنِّي ذُو قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفَرَنِي غَفَرْتُ لَهُ وَلَا أُبَالِي، وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمُ اجْتَمَعُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي مَا زَادَ ذٰلِكَ فِي مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمُ اجْتَمَعُوا عَلَى أَشْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمُ اجْتَمَعُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْكُمْ مَا بَلَغَتْ أُمْنِيَّتُهُ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ سَائِلٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِي إِلَّا كَمَا لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فِيهِ إِبْرَةً ثُمَّ رَفَعَهَا إِلَيْهِ بِأَنِّي جَوَادٌ وَاجِدٌ مَاجِدٌ أَفْعَلُ مَا أُرِيدُ، عَطَائِي كَلَامٌ وَعَذَابِي كَلَامٌ، إِنَّمَا أَمْرِي لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ . قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَرَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ مَعْدِيكَرِبَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

''سیدنا ابوذرؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے بندو! تم سب کے سب گمراہ ہو مگر جسے میں نے ہدایت دی پس مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دونگا اور تم سب کے سب محتاج ہو مگر جس کو میں نے غنی کیا لہذا تم مجھ سے روزی مانگو میں تمہیں روزی دونگا اور تم سب گنہگار ہو مگر جسے میں نے معاف کیا لہذا جس کو معلوم ہو گیا کہ میں بخشنے پر قدرت رکھتا ہوں پھر اس نے مجھ سے بخشش چاہی تو میں اسے بخش دوں گا مجھے اس کی پروا نہیں اگر تمہارے پہلے اور پچھلے اور تمہارے زندہ اور مردے اور تمہارے تر وخشک سب کے سب پرہیز گار اور پاک دل لیکر جمع ہو جائیں جیسا کہ میرے سب سے بڑے متقی بندہ کا دل ہوتا ہے۔ تو اس سے میری سلطنت میں ایک مچھر کے برابر بھی اضافہ نہیں ہوگا اگر تمہارے اگلے اور پچھلے تمہارے مردہ زندہ اور تمہارے خشک وتر ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور تم میں سے ہر انسان دل کھول کر اپنی مرادیں مانگے اور میں ہر ایک کو جتنا وہ مانگتا ہے تو اس سے بھی میری بادشاہت میں کچھ کمی نہ آئیگی مگر اتنی جتنی کہ تم میں سے کوئی سمندر کے گذرے اور اس میں سوئی ڈبوئے پھر اس کو اپنی طرف اٹھائے اور یہ سب اسلئے کہ میں سخی، پانے والا، بزرگی والا ہوں جو چاہتا ہوں کر گذرتا ہوں، میرا دینا کہہ دینا ہے میرا عذاب بھی کہہ دینا ہے، میرا حکم کسی چیز کے لئے یہ ہے کہ جب میں اس کا وجود چاہتا ہوں تو کہتا ہوں ہو جا وہ ہو جاتی ہے'' یہ حدیث حسن ہے، بعض راویوں نے اس حدیث کو شہر بن حوشب سے بواسط معدیکرب ابوذؓ سے جو نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔

۷۰۵۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، أَخْبَرَنَا الأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَعْدٍ مَوْلَى طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُحَدِّثُ حَدِيثًا لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ حَتَّى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَلَكِنِّي سَمِعْتُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: كَانَ الْكِفْلُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا يَتَوَرَّعُ مِنْ ذَنْبٍ عَمِلَهُ، فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَأَعْطَاهَا سِتِّينَ دِينَارًا عَلَى أَنْ يَطَأَهَا فَلَمَّا قَعَدَ مِنْهَا مَقْعَدَ الرَّجُلِ مِنِ امْرَأَتِهِ أُرْعِدَتْ وَبَكَتْ فَقَالَ: مَا يُبْكِيكِ أَكْرَهْتُكِ؟ قَالَتْ: لَا وَلَكِنَّهُ عَمَلٌ مَا عَمِلْتُهُ قَطُّ وَمَا حَمَلَنِي عَلَيْهِ إِلَّا الْحَاجَةُ، فَقَالَ: تَفْعَلِينَ أَنْتِ هَذَا وَمَا فَعَلْتِهِ اِذْهَبِي فَهِيَ لَكِ وَقَالَ: لَا وَاللَّهِ لَا أَعْصِي اللَّهَ بَعْدَهَا أَبَدًا فَمَاتَ مِنْ لَيْلَتِهِ فَأَصْبَحَ مَكْتُوبٌ عَلَى بَابِهِ أَنَّ اللَّهَ قَدْ غَفَرَ لِلْكِفْلِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. قَدْ رَوَاهُ شَيْبَانُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الأَعْمَشِ نَحْوَ هَذَا وَرَفَعُوهُ، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ الأَعْمَشِ فَلَمْ يَرْفَعْهُ. وَرَوَى أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الأَعْمَشِ فَأَخْطَأَ فِيهِ وَقَالَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوظٍ. وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّازِيُّ هُوَ كُوفِيٌّ وَكَانَتْ جَدَّتُهُ سُرِّيَّةً لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ. وَقَدْ رَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّازِيِّ عُبَيْدَةُ الضَّبِّيُّ وَالْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ كِبَارِ أَهْلِ الْعِلْمِ.

"سیدنا ابن عمرؓ سے مروی کہا میں نے رسول ﷺ کو ایک حدیث بیان کرتے سنا اگر میں نے اسے ایک بار یا دو یا سات بار بھی بیان کرتے سنا ہوتا تو میں اسے بیان نہ کرتا۔ مگر میں نے تو اس سے بھی زیادہ دفعہ آپ کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے، میں نے یہ فرماتے سنا کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص "کفل" کسی گناہ سے پرہیز نہ کرتا تھا ایک دن اس کے پاس ایک عورت آئی تو کفل نے ساٹھ اشرفیاں اس شرط پر دیں کہ وہ اس سے وطی کرے جب وہ اس سے جماع کرنے کیلئے بیٹھا جیسا کہ ایک مرد اپنی بیوی سے جماع کرنے کیلئے بیٹھتا ہے۔ تو وہ کانپنے لگی اور روئی تو اس نے کہا کس چیز نے تجھے رلایا کیا میں نے تجھ پر زبردستی کی اس نے کہا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ یہ ایک ایسا فعل ہے جو میں نے کبھی نہیں کیا مگر مجھے ضرورت نے مجبور کر دیا کفل نے کہا تو یہ مجبورا کر رہی ہے حالانکہ تو نے یہ گناہ کبھی نہیں کیا جا یہ اشرفیاں تیری ہوئیں، اور اللہ کی قسم اس کے بعد میں کبھی نافرمانی نہ کرونگا کفل کا اسی رات انتقال ہو گیا۔ صبح کے وقت اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا اللہ نے کفل کو بخش دیا"

یہ حدیث حسن ہے، شیبان اور دوسرے راویوں نے اسکو اعمش سے مرفوع روایت کیا ہے۔ اور بعض نے اس کو اعمش سے نقل کیا ہے مگر موقوف ابوبکر بن عیاش سعید بن جبیر ابن عمر یہ طریق روایت غیر محفوظ ہے، عبداللہ بن عبداللہ رازی کوفی ہیں انکی دادی حضرت علیؓ کی لونڈی تھیں، عبیدہ ضبی اور حجاج بن ارطاہ وغیر نے ان سے روایت لی ہے۔

۷۰۶۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بِحَدِيثَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنْ نَفْسِهِ، وَالآخَرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ فِي أَصْلِ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ، وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ وَقَعَ عَلَى أَنْفِهِ قَالَ بِهِ هَكَذَا فَطَارَ.

"حارث بن سوید کہتے ہیں ہمیں عبداللہ نے دو باتیں بیان کیں ایک اپنی طرف سے ایک نبی ﷺ کی طرف سے

(پہلی بات) عبداللہ نے فرمایا مؤمن اپنے گناہ کو ایسے دیکھتا ہے گویا ایک پہاڑ کے نیچے ہے اور یہ پہاڑ اس پر گر پڑے گا لیکن بدکار اپنے گناہ کو ایسے دیکھتا ہے جیسے ناک پر مکھی بیٹھی ہو ہاتھ ہلایا اور وہ اڑ گئی''

٧٠٧۔ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ أَحَدِكُمْ مِنْ رَجُلٍ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ دَوِيَّةٍ مُهْلِكَةٍ مَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهَا زَادُهُ وَ طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ وَمَا يُصْلِحُهُ فَأَضَلَّهَا، فَخَرَجَ فِي طَلَبِهَا حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ قَالَ أَرْجِعُ إِلَى مَكَانِي الَّذِي أَضْلَلْتُهَا فِيهِ فَأَمُوتُ فِيهِ، فَرَجَعَ إِلَى مَكَانِهِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ فَاسْتَيْقَظَ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَ رَأْسِهِ، عَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ وَمَا يُصْلِحُهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَفِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالنُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

''رسول ﷺ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی ایک کی توبہ سے اس آدمی سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو بے آب وگیاہ ہلاکت خیز وبائی ویران جنگل میں ہو اس کے پاس اس کی سواری ہو جس پر اس کا توشہ کھانے پینے اور ضرورت کا سامان ہو اور وہ جانور کہیں گم ہو جائے اور وہ اس کی تلاش میں نکلے جب مرنے لگے تو دل میں کہے کہ جہاں سے وہ جانور گم ہوا ہے وہیں چل کر مروں گا۔ وہ اس جگہ آیا تو اس کی آنکھ لگ گئی بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ جانور اس کے سرہانے کھڑا ہے اور کھانے پینے کا سب سامان موجود ہے'' ابوعیسیٰ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس باب میں ابوہریرہؓ نعمان بن بشیر اور انس بن مالک سے نبی ﷺ سے روایات ہیں۔

٧٠٨۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، أخبرنا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، أخبرنا عَلِيُّ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَاهِلِيُّ، أخبرنا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ. هذا حديثٌ غريبٌ لانعرفُهُ إلّا من حديثِ عَلِيِّ بْنِ مَسْعَدَةَ عَنْ قَتَادَةَ

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا ہر ایک شخص خطا کار ہے اور خطا کاروں میں اچھے وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں'' یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے صرف علی بن مسعدہ کی روایت سے جو قتادہ سے راوی ہیں پہچانتے ہیں۔

١٦۔ بابٌ بلاعنوان

٧٠٩۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ، أخبرنا عبدُاللّٰه بنُ المُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ.

هذا حديثٌ صحيحٌ. وفي البابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأَنَسٍ وَأَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ الْكَعْبِيِّ، الخزاعي وَاسْمُهُ خُوَيْلِدُ بْنُ عمرو.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا جو قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی تکریم کرے اور جو بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے چاہئے کہ اچھی بات کہے یا چپ رہے''

یہ حدیث صحیح ہے، اس باب میں عائشہ، انس ابی شریح کعبی سے روایات مروی ہیں، ابوشریح کا نام خویلد بن عمرو ہے

٧١٠۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عمرو المعافري عَنْ أَبِي عَبْدِالرحمن الْحُبُلِيِّ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قال: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ صَمَتَ نَجَا.

هذا حديثٌ لانعرفُهُ إلّا من حديثِ ابنِ لَهِيعَةَ، وَأبوعبدالرحمٰنِ الحُبُلي هُوَعبدُاللّٰه بنُ يَزِيدَ.

''سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا جو چپ رہا اس نے نجات پائی'' اس حدیث کو ہم صرف ابن لہیعہ کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

١٧۔ بابٌ

٧١١۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ، حدثنا أَبُو أُسَامَةَ، حدثني بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قال: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ؟ قال: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ.

هذا حديثٌ صحيحٌ غريبٌ من هذا الوجه من حديثِ أَبِي مُوسَى.

''سیدنا ابوموسیٰؓ سے مروی ہے رسول ﷺ سے پوچھا گیا سب سے افضل کونسا مسلمان ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں'' یہ حدیث صحیح ابوموسےٰ کی روایت سے غریب ہے۔

٧١٢۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ الْهَمَدَانِيُّ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَعْمَلَهُ. قَالَ أَحْمَدُ: [قَالُوا]: مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ،

هذا حديثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وليس إِسْنَادُه بِمُتَّصِلٍ. وَخَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ لم يُدْرِكْ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ. وَرُوِيَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ أَنَّهُ أَدْرَكَ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ النبيِّ ﷺ [وَمَاتَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ فِي خِلَافَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَخَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ رَوَى عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذٍ غَيْرَ حَدِيثٍ].

''سیدنا معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے کسی بھائی کو گناہ کرنے پر عیب لگایا وہ اپنے مرنے سے پہلے خود اس عمل کو کرے گا'' امام احمد فرماتے ہیں یعنی وہ گناہ جس سے اس نے توبہ کر لی ہو، یہ حدیث حسن غریب ہے اس کی اسناد متصل نہیں، خالد بن معدان نے معاذ بن جبلؓ کو نہیں پایا۔ اور خالد بن معدان سے منقول ہے کہ انہوں نے ستر صحابہؓ کو پایا ہے۔

١٨۔ بابٌ

٧١٣۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمَدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ [ح] حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، أخبرنا أُمَيَّةُ بْنُ الْقَاسِمِ [الحذاء] البصري قال: أخبرنا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ بُرْدِ بْنِ سِنَانٍ، عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَاتُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيكَ فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيكَ.

قَالَ: هذا حديثٌ غريبٌ. وَمَكْحُولٌ قَدْ سَمِعَ مِنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَأَبِي هِنْدٍ الدَّارِيِّ، وَيُقَالُ إِنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ النبيِّ ﷺ إِلَّا مِنْ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ. وَمَكْحُولٌ الشَّامِيُّ يُكْنَى أَبَا عَبْدِاللّٰهِ، وَكَانَ عَبْداً فَأُعْتِقَ. ومكحولٌ الْأَزْدِيُّ بَصْرِيٌّ سَمِعَ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَيَرْوِي عَنْهُ عُمَارَةُ بْنُ زَاذَانَ.

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أخبرنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ عَطِيَّةَ قال: كَثِيراً مَا كُنْتُ أَسْمَعُ مكحولاً يُسْأَلُ فَيَقُولُ: نَدَانَم.

''سیدنا واثلہ بن اسقعؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کی مصیبت پر خوش مت ہو ورنہ اللہ اس پر رحم کرے گا اور تمہیں مبتلا کر دے گا'' یہ حدیث حسن غریب ہے، مکحول کو واثلہ بن اسقع انس بن مالک اور ابی ہندداری سے سماع حاصل ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکحول کو کسی صحابی سے سماع نہیں ہے، ایک مکحول شامی ہیں ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے یہ غلام تھے اور بعد میں آزاد کئے گئے، ایک اور مکحول ہیں یہ ازدی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں بصرہ کے رہنے والے ہیں، عبداللہ بن عمرو سے انہیں سماع حاصل ہے۔عمارۃ بن زاذان نے ان سے روایت کیا ہے، عطیہؒ سے منقول ہے میں اکثر سنا کرتا تھا کہ مکحول سے کوئی سوال ہوتا تو وہ بلا تکلف کہہ دیتے میں نہیں جانتا۔

١٩۔بابٌ

٧١٤۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،أخبرنا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلِيِّ بنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي حُذَيْفَةَ،عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَا أُحِبُّ أَنِّي حَكَيْتُ أَحَداً وَإِنَّ لِي كَذَا وَكَذَا .قَالَ أبوعِيسَى:هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وَأَبُوحُذَيْفَةَ هُوَ كُوفِيٌّ مِنْ أَصْحَابِ ابنِ مَسْعُودٍ وَيُقَالُ اسْمُهُ سَلَمَةُ بنُ صُهَيبَةَ.

''سیدۃ عائشہؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ کسی کی نقل کروں اگر چہ مجھے اس کی وجہ سے اتنا اتنا ملے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٧١٥۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبنُ بَشَّارٍ،أخبرنا يَحْيَى بنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ قَالَا:حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي حُذَيْفَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ مَسْعُودٍ،عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:حَكَيْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ رَجُلاً فَقَالَ: مَايَسُرُّنِي أَنِّي حَكَيْتُ رَجُلاً وَإِنَّ لِي كَذَا وَكَذَا. قَالَتْ فَقُلْتُ:يَارَسُولَ اللّٰهِ،إِنَّ صَفِيَّةَ امْرَأَةٌ وَقَالَتْ بِيَدِهَا هٰكَذَا كَأَنَّهَا تَعْنِي قَصِيرَةً،فقال:لَقَدْمَزَجْتِ بِكَلِمَةٍ لَوْمُزِجَ بِهَا مَاءُ الْبَحْرِلَمُزِجَ .

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کی نقل کی آپ نے فرمایا اگر کسی آدمی کی برائی بیان کرنے پر مجھے اتنا اتنا فائدہ ملے تب بھی مجھے یہ بات پسند نہ ہوگی کہ میں کسی کی نقل کروں میں نے کہا یا رسول اللہ صفیہ اتنی سی عورت ہے۔اور اشارہ کیا گویا چھوٹے قد کی ہیں، آپ نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی اگر سمندر کا پانی بھی اس میں مل جائے تو متغیر ہو جائے'' (ابواب بر وصلہ میں غیبت کی بحث گذر چکی ہے)

٢٠۔بابٌ

٧١٦۔حَدَّثَنَا أَبُومُوسَى محمّدُبنُ الْمُثَنَّى،حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ،عَنْ يَحْيَى بنِ وَثَّابٍ عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُعَلَى أَذَاهُمْ خَيْرٌمِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِي لَايُخَالِطُ النَّاسَ وَلَايَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ.قَالَ أبوعِيسَى: قَالَ ابنُ أَبِي عَدِيٍّ:كَانَ شُعْبَةُ يَرَى أَنَّهُ ابنُ عُمَرَ.

''یحییٰ بن وثابؒ ایک بوڑھے صحابیؓ سے نقل کرتے ہیں کہتے ہیں میرا خیال ہے انہوں نے نبی ﷺ سے اسے روایت کیا ہے، آپ نے فرمایا وہ مسلمان جو لوگوں سے ملتا جلتا ہے اور انکی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے، اس مسلمان سے بہتر ہے جو

لوگوں سے نہیں ملتا اوران کی ایذاؤں پر صبر نہیں کرتا'' ابن ابی عدی کہتے ہیں کہ شعبہ کا خیال ہے شیخ سے مراد ابن عمرؓ ہیں

۷۱۷۔حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَغْدَادِيُّ، أَخْبَرَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ، أخبرنا عبدُاللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ، هُوَ مِنْ وُلْدِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْأَخْنَسِيِّ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَ سُوءَ ذَاتِ الْبَيْنِ فَإِنَّهَا الْحَالِقَةُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ من هذا الْوَجْهِ. ومعنى قوله: وَسُوءَ ذَاتِ الْبَيْنِ إِنَّمَا يَعْنِي [بِهِ] الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ. وَقَوْلُهُ الْحَالِقَةُ يقول: إِنَّهَا تَحْلِقُ الدِّيْنَ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا تعلقات میں بدمزگی سے بچو یہ مونڈنے والا ہے''

ابوعیسیٰ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث اس طریق سے صحیح غریب ہے، باہمی برائی یا کشیدگی سے مراد بغض وعداوت ہے۔اور مونڈنے والے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دین کو مونڈ دیتا ہے۔

۷۱۸۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قال: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوا: بَلَى. قال: صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ.

هذا حديثٌ صحيحٌ، ويُرْوَى عَنِ النبيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: هِيَ الْحَالِقَةُ لَا أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلَكِنْ تَحْلِقُ الدين.

''سیدنا ابوالدرداءؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتلادوں کہ نماز، روزہ اور صدقہ سے کونسی چیز بڑھ کر ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ضرور بتلایئے آپ نے فرمایا آپس کے تعلقات کو درست رکھنا کیونکہ آپس کے تعلقات کا بگاڑ وفساد مونڈنے والا ہے، یہ حدیث صحیح ہے، نیز آپ ﷺ سے مروی ہے فرمایا یہ مونڈنے والا ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈتا ہے بلکہ یہ دین کو مونڈتا ہے''

۷۱۹۔حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، حَدَّثَنَا عبدُالرحمٰنِ بْنُ مَهْدِي عَنْ حَرْبِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ يَعِيشَ بْنِ الْوَلِيدِ أَنَّ مَوْلًى لِلزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ: الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ هِيَ الْحَالِقَةُ، لَا أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلَكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَفَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِمَا يُثَبِّتُ ذٰلِكَ لَكُمْ: أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ. قَالَ أَبُو عِيسَى]: هذا حديث قد اختلفوا في روايةٍ عَن يحيى بن أبي كثير عَن يعيش بن الوليد عَن مولى الزبير عَن النبي ''سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں ہمارے گھر پردے کا ایک باریک کپڑا تھا جس میں مورتیوں کی تصویریں تھیں یہ کپڑا ہمارے دروازے پر لٹکا رہتا تھا رسول ﷺ نے دیکھا تو فرمایا اسے اتار دو۔ یہ مجھے دنیا یاد دلاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اور ہمارے پاس ایک پرانی کملی تھی جس کے بوٹے ریشم کے تھے ہم اسے اوڑھا کرتے تھے''

ابوعیسیٰ ترمذی کہتے ھیں یہ حدیث حسن ھے۔ ولم یذکروا فیه عَن الزبیر

سیدنا زبیر بن عوامؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلی امتوں کی بیماری اور برائی تمہیں لگ گئی ہے وہ

بغض وحسد ہے اور یہ دین کو مونڈ نے والی ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، جب تک تم مومن نہ بنو گے تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے اور جب تک تم آپس میں محبت نہ کرو گے مومن نہیں بن سکتے، کیا میں تمہیں نہ بتلاؤں کہ کونسا عمل اس کو ثابت رکھتا ہے آپس میں سلام کو عام کرو''

۲۱۔باب

۷۲۰۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ حُجرٍ، أخبرنا إسْمَاعِيلُ بنُ إبرَاهِيمَ عَن عُيَيْنَةَ بنِ عَبدِالرَّحمٰنِ، عَن أَبِيهِ، عَن أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَامِنْ ذَنبٍ أَجدَرُ أَن يُعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ العُقُوبَةَ فِي الدُّنيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنَ البَغيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ. قَالَ: هذا حديثٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوبکرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سرکشی کرنے اور آپس کے تعلقات منقطع کرنے سے بڑھ کر کوئی گناہ اس بات کا مستحق نہیں کہ اللہ تعالیٰ جلدی اس کے مرتکب کو دنیا میں ہی سزا دیدے اور آخرت میں بھی اسکی سزا محفوظ رکھے'' یہ حدیث صحیح ہے۔

۷۲۱۔حَدَّثَنَا سُوَيدٌ [بنُ نَصرٍ]، أَخبَرَنَا عَبدُاللّٰهِ بنُ المُبَارَكِ عَنِ المُثَنّٰى بنِ الصَّبَّاحِ، عَن عَمرِو بنِ شُعَيبٍ عَن جَدِّهِ عبدِاللّٰهِ بنِ عَمرٍو قَالَ: سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: خَصلَتَانِ مَن كَانَتَا فِيهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِراً صَابِراً، وَمَن لَم تَكُونَا فِيهِ لَم يَكتُبهُ اللّٰهُ شَاكِراً وَلَا صَابِراً: مَن نَظَرَ فِي دِينِهِ إِلَى مَن هُوَ فَوقَهُ فَاقتَدَى بِهِ، وَمَن نَظَرَ فِي دُنيَاهُ إِلَى مَن هُوَ دُونَهُ فَحَمِدَاللّٰهَ عَلَى مَا فَضَّلَهُ بِهِ عَلَيهِ، كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِراً وَصَابِراً، وَمَن نَظَرَ فِي دِينِهِ إِلَى مَن هُوَ دُونَهُ وَنَظَرَ فِي دُنيَاهُ إِلَى مَن هُوَ فَوقَهُ فَأَسِفَ عَلَى مَافَاتَهُ مِنهُ لَم يَكتُبهُ اللّٰهُ شَاكِراً وَلَا صَابِراً.

حَدَّثَنَا مُوسَى بنُ حِزَامٍ [الرَّجُلُ الصَّالِحُ]، أخبرنا عَلِيُّ بنُ إِسحَاقَ، أخبرنا عَبدُاللّٰهِ [بنُ المُبَارَكِ]، أخبرنا المُثَنّٰى بنُ الصَّبَّاحِ عَن عَمرِو بنِ شُعَيبٍ عَن أَبِيهِ عَن جَدِّهِ عَنِ النبيِّ ﷺ نَحوَهُ.

قَالَ: هذا حديثٌ غريبٌ ولم يَذكُر سُوَيدٌ [بن نصر] فِي حَدِيثِهِ عَن أَبِيهِ.

''سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرمارہے تھے جس شخص میں دو خصلتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اسے صابر وشاکر لکھے گا اور جس میں یہ دو خصلتیں نہ ہوں گی اسے صابر وشاکر نہ لکھے گا، جو دین میں اپنے اوپر والے کی طرف دیکھے اور اس کی پیروی کرے اور دنیا میں اپنے نیچے والے کی طرف دیکھے اور اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس پر اس کو برتری دی، ایسے شخص کو اللہ صابر وشاکر لکھے گا۔ اور جو دین میں تو اپنے سے نیچے والے کی طرف دیکھے اور دنیا میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے اور اس کی وہ نعمتیں جو اسکے پاس نہیں ہیں دیکھ کر حسرت وافسوس کرے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ صابر وشاکر نہ لکھے گا''

نبی ﷺ سے حدیث سابق کی مثل یہ حدیث غریب ہے، سوید نے اپنی حدیث میں عن ابیہ ذکر نہیں کیا۔

۷۲۲۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيبٍ، أخبرنا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الأَعمَشِ عَن أَبِي صَالِحٍ عَن أَبِي هُرَيرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

ﷺ: انْظُرُوا اِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَلاَ تَنظُرُوا اِلَى مَنْ هُوَفَوقَكُمْ فَاِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ لاَ تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ.

هذا حديثٌ صحيحٌ .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول ﷺ نے فرمایا اپنے سے نچلے کی طرف دیکھا کرو، اس کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہے۔ اس لئے ہے کہ اس طرح تم اللہ کی نعمتوں کو اپنے اوپر حقیر نہ سمجھو گے'' یہ حدیث صحیح ہے۔

٢٢۔ بابٌ

٧٢٣۔ حَدَّثَنَا بِشْرُبْنُ هِلاَلٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا جَعفَرُبْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ [سَعِيدٍ] الْجُرَيْرِيِّ [قَالَ ح]، وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا سَيَّارٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُبْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِالْجُرَيْرِيِّ وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيْدِيِّ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ مَرَّبِأَبِي بَكْرٍ وَهُوَ يَبْكِي: فَقَالَ مَالَكَ يَاحَنْظَلَةُ؟ قَالَ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا أَبَابَكْرٍ، نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِوَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ، فَإِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ وَنَسِينَا كَثِيراً قَالَ فَوَاللّٰهِ أَنَا كَذٰلِكَ انْطَلِقْ بِنَا اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَانْطَلَقْنَا فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَالَكَ يَاحَنْظَلَةُ؟ قَالَ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِوَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ: فَإِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ وَنَسِينَا كَثِيراً، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَوْتَدُومُونَ عَلَى الْحَالِ الَّتِي تَقُومُونَ بِهَا مِنْ عِنْدِي لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلاَئِكَةُ فِي مَجَالِسِكُمْ وَعَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ، وَلٰكِنْ يَاحَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً. قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[اى تذكر ساعةً وتلهو ساعة او لنا ساعة ولله ساعةً]

''سیدنا حنظلہؓ اسیدی سے مروی ہے یہ رسول ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے وہ ابوبکرؓ صدیق کے پاس سے روتے ہوئے گذرے انہوں نے فرمایا حنظلہؓ کیا بات ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا ابوبکرؓ حنظلہ تو منافق ہو گیا جب ہم رسول ﷺ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمیں بہشت دوزخ کے ذکر سے وعظ ونصیحت فرماتے ہیں تو گویا دونوں ہماری نظروں کے سامنے ہیں پھر جب ہم گھر آتے ہیں تو بیوی اور کھیتی باڑی کے کاموں میں مشغول ہو کر بھول جاتے ہیں یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم میرا بھی یہی حال ہے چلو میرے ساتھ رسول ﷺ کے پاس چنانچہ ہم دونوں آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے ہمیں دیکھ کر فرمایا حنظلہ کیا بات ہے؟ عرض کیا یا رسول ﷺ حنظلہ منافق ہو گیا ہے کیونکہ جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ جنت وجہنم کا ذکر کرتے ہیں تو ہمارا یہ حال ہوتا ہے۔ کہ گویا وہ دونوں ہمارے سامنے ہوں لیکن جب ہم آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور بال بچوں اور کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ہم بہت کچھ بھول جاتے ہیں رسول ﷺ نے یہ سن کر فرمایا اگر تم ہمیشہ اسی حال پہ رہتے جس حال میں میرے پاس سے اٹھتے ہو تو تمہاری مجالس، بستروں اور تمہارے، راستوں میں فرشتے تم سے مصافحہ کرتے ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے'' ابوعیسیٰ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٧٢٤۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُبْنُ نَصْرٍ، أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لاَيُؤْمِنُ

أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَايُحِبُّ لِنَفْسِهٖ. قال:هذا حديث صحيح.

''سیدنا انس سے مروی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک مؤمن نہ ہوگا جبتک کہ اپنے بھائی کیلئے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے'' یہ حدیث صحیح ہے۔

۷۲۵۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسٰى، أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ،أخبرنا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ الْحَجَّاجِ،قَالَ[ح]وحَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ،أخبرنا أَبُوالْوَلِيْدِ،أخبرنا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ حدثني قَيْسُ بْنُ الْحَجَّاجِ،الْمَعْنٰى وَاحِدٌ،عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قال:كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمًا،فَقَالَ:يَاغُلَامُ،إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ:احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ ،احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ ،إِذَا سَأَلْتَ فَسْأَلِ اللّٰهَ،وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ،وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِاجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ،وَإِنِ اجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ،رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ .[قال:]هذا حديث حسن صحيح.

''سیدنا ابن عباس سے مروی ہے کہتے ہیں میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔آپ نے فرمایا لڑکے میں تجھے چند باتیں سکھلاتا ہوں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ اللہ تعالیٰ تجھے یاد رکھے گا، اللہ کو یاد رکھ تو اسے اپنے سامنے پائے گا جب تو کوئی سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کر اور جب تو مدد چاہے تو اللہ سے مدد مانگ اور جان لے اگر ساری امت اس پر جمع ہو کہ تجھے کچھ فائدہ پہنچائے کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گی مگر وہی جو اللہ نے تیرے لئے لکھا ہے۔اور اگر اس بات پر جمع ہو جائے کہ تجھے کچھ نقصان پہنچائے۔تو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گی مگر وہی جو اللہ نے تیرے حق میں لکھا ہے۔قلم اٹھا لئے گئے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۷۲۶۔حَدَّثَنَا أَبُوحَفْصٍ عَمْرُوبْنُ عَلِيٍّ، حدثنا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍالْقَطَّانُ،أَخْبَرَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ أَبِي قُرَّةَ السَّدُوسِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَجُلٌ:يَارَسُولَ اللّٰهِ :أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ أَوْأُطْلِقُهَاوَأَتَوَكَّلُ؟قَالَ أَعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ

قَالَ عَمْرُوبْنُ عَلِيٍّ : قَالَ يَحْيٰى وهَذَا عِنْدِي حَدِيثٌ مُنْكَرٌ. قَالَ أَبُوعِيسٰى:وَهٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ .وَقَدْرُوِيَ عَنْ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ هٰذَا .

''سیدنا انس سے مروی ہے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اونٹ باندھوں اور توکل کروں یا اسکو چھوڑ دوں اور توکل کروں؟ آپ نے فرمایا اس کو باندھو اور توکل کرو''

عمرو بن علی کہتے ہیں یحیی بن سعید قطان نے فرمایا میرے نزدیک یہ حدیث منکر ہے۔ابوعیسی ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث انس کی روایت سے غریب ہے ہم اس کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔عمرو بن امیہ ضمری سے بھی نبی ﷺ سے اسی کے ہم مثل مروی ہے۔

۷۲۷۔حَدَّثَنَا أَبُومُوسَى الْأَنْصَارِيُّ،حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ،حدثنا شُعْبَةُ عَنْ بُرَيْدِبْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيِّ قَالَ:قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ: مَاحَفِظْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ دَعْ مَايُرِيبُكَ إِلٰى

مَا لَا يُرِيبُكَ ،فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِينَةٌ وَإِنَّ الْكِذْبَ رِيبَةٌ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ،

قَالَ :وَأَبُو الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيُّ اسْمُهُ رَبِيعَةُ بْنُ شَيْبَانَ قَال: وَهذا حديثٌ صحيحٌ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ،أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ،أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ بُرَيْدٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

''ابوحوراءؒ سے منقول ہے کہتے ہیں میں نے حسنؓ سے کہا آپ نے رسول اللہ سے کیا چیز یاد رکھی؟ انہوں نے کہا میں نے یاد رکھا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کرے غیر مشتبہ چیز اختیار کرو، کیونکہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے'' اس حدیث میں قصہ ہے یہ حدیث صحیح ہے۔

ابوحوراء سعدی کا نام ربیعۃ بن شیبان ہے۔حدیث سابق کی مثل ہے

۷۲۸۔حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ الْبَصْرِيُّ،حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ،حدثنا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَخْرَمِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نُبَيْهٍ،عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ،عَنْ جَابِرٍ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِعِبَادَةٍ وَاجْتِهَادٍ،وَذُكِرَ آخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:لَا تَعْدِلُ بِالرِّعَةِ وعَبْدُاللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ هُوَ مِنْ وُلْدِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَهُوَ مَدَنِيٌّ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديث [حسن]غريب لا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هذا الْوَجْهِ .

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے کہتے ہیں ایک شخص کی عبادت اور مشقت کا نبی ﷺ کے سامنے ذکر ہوا۔اور ایک دوسرے پرہیز گار کا بھی ذکر ہوا۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ پرہیز گار کے برابر نہیں ہوسکتا''

یہ حدیث غریب ہے،ہم اس کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

۷۲۹۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَأَبُو زُرْعَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ،قَالُوا:أخبرنا قَبِيصَةُ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ هِلَالِ بْنِ مِقْلَاصٍ الصَّيْرَفِيِّ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قال: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:مَنْ أَكَلَ طَيِّباً وَعَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَأَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ. فَقَالَ رَجُلٌ:يَارَسُولَ اللّٰهِ،إِنَّ هَذَا الْيَوْمَ فِي النَّاسِ لَكَثِيرٌ.قال:فَسَيَكُونُ فِي قُرُونٍ بَعْدِي.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ إِسْرَائِيلَ .

حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ،أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ،عَنْ إِسْرَائِيلَ[بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِسْرَائِيلَ وَلَمْ يَعْرِفْ اسم أَبِي بِشْرٍ][عَنْ هِلَالِ بْنِ مِقْلَاصٍ نَحْوَ حَدِيثِ قَبِيصَةَ عَنْ إِسْرَائِيلَ .

''سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو پاکیزہ اور حلال کھانا کھائے اور سنت کے موافق عمل کرے۔اور اس کے شرور سے لوگ محفوظ رہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ آج کے دن ایسے لوگوں میں بہت ہیں۔آپ نے فرمایا میرے بعد بھی اور زمانوں میں ایسے لوگ ہوتے رہیں گے''

یہ حدیث غریب ہے،ہم اس کو صرف اسی طریق یعنی اسرائیل کی روایت سے پہچانتے ہیں،حدیث سابق کی مثل۔

۷۳۰۔حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الدُّورِيُّ،حدثنا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ،حدثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ،عَنْ أَبِي مَرْحُومٍ عبدِالرَّحِيمِ بْنِ مَيْمُونٍ،

عَن سَهلِ بنِ مُعَاذِ الجُهَنِيِّ عَن أَبِيهِ أَنَّ النبيَّ ﷺ قال: مَن أَعطَى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ وَأَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبغَضَ لِلّٰهِ وَأَنكَحَ لِلّٰهِ، فَقَدِ اسْتَكْمَلَ إِيمَانَهُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ [مُنكَرٌ]حسنٌ.

''نبی ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کے لئے دیا اور اللہ کے لئے روکا اور اللہ کے واسطے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے نفرت کی اور اللہ کے لئے نکاح کیا اس نے اپنا ایمان پورا کرلیا'' یہ حدیث منکر ہے۔

٧٣١۔حَدَّثَنَا العَبَّاسُ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيدُاللّٰهِ بنُ مُوسَى أخبرنا شَيبَانُ عَن فِرَاسٍ عَن عَطِيَّةَ عَن أَبِي سَعِيدٍالخُدرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:أَوَّلُ زُمرَةٍ تَدخُلُ الجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ القَمَرِ لَيلَةَ البَدرِوَالثَّانِيَةُ عَلَى لَونِ أَحسَنِ كَوكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنهُم زَوجَتَانِ عَلَى كُلِّ زَوجَةٍ سَبعُونَ حُلَّةٍ يَبدُو مُخُّ سَاقِهَا مِن وَرَائِهَا، قَالَ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

''فرمایا: پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا چودھویں کے چاند کی سی چمک والے ہوں گے، دوسرا گروہ ان کے چہرے چمکدار ستارے کی طرح ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کیلئے دو بیویاں ہوں گی، ہر بیوی پر ستر جوڑے ہوں گے ایسے نفیس کہ اس کی پنڈلی کا گودا نمایاں وظاہر ہوگا''

فتمت ابواب القيامة وتليهاابواب صفة الجنة

ابواب صفة الجنة عَن رَسُولِ اللّٰہ ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول جنت کی صفت کے ابواب

جنت: ج، ن، ن (مضاعف ثلاثی) سے ہے بمعنی چھپنا۔ اس لفظ کا اصل معنی چھپنا ہے اور جہاں کہیں اس کا اطلاق ہے ستر، واستخفاء کا معنی ضرور ہوگا۔ جنین رحم مادر میں پوشیدہ بچے کو کہتے ہیں۔ جنون مفتور العقل کو کہتے ہیں۔ جنان بمعنی قلب دل بھی سینے میں چھپا ہوتا ہے۔ جنت باغ سایہ دار، پھلدار درختوں کا مجموعہ جو اپنے ماتحت کو چھپا دیتا ہے۔ **جنینة الحیوانات**: چڑیا گھر۔ جن یہ بھی آنکھوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ جُنّۃ ڈھال بچاؤ اور پوشیدگی کا سبب ہوتی ہے منافقین کی قسموں کو جنۃ کہا گیا کہ وہ اپنے نفاق کو چھپانے کیلئے قسمیں کھاتے تھے۔ اِتَّخَذُوٓا اَیۡمَانَهُمۡ جُنَّةً فَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ (مجادلہ ۱۶ منافقون ۲) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنایا اور اللہ کی راہ سے روکا۔

وجہ تسمیہ: جنت کو جنت اس لئے کہتے ہیں کہ مخلوقات کی معتاد نظروں سے اوجھل ہے۔ جنت دار الثواب اور جہنم دار العذاب ہے، بہشت باغ ہے اور دوزخ آگ ہے۔ فَهُمۡ فِیۡ رَوۡضَةٍ یُّحۡبَرُوۡنَ. (روم ۱۵) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جنت کی تعریف کی ہے اور اسے جنت وروضۃ اور دار السلام ودار الخلد وغیرہ کئی نام ذکر کئے ہیں اور ماکولات مشروبات ازواج وغرفات اور طیور وباغات کا ذکر کیا ہے اسی طرح لغویات وفضولیات کی نفی کی ہے۔

جنت کے آٹھ درجات وابواب ہیں: ۱۔ دار السلام ۲۔ دار القرار ۳۔ دار الجلال ۴۔ دار الخلد ۵۔ جنت النعیم ۶۔ جنت الماویٰ ۷۔ جنت عدن ۸۔ جنت الفردوس۔ لھا ثمانیة ابواب (کتاب الصوم مسلم ۱ر)۔ ان میں سے ہر ایک کے کثیر درجات ہونگے۔ کیونکہ آیات قرآنی کی تعداد کے مطابق تو ایک حافظ کو ملیں گے پھر کتنے حفاظ علماء قراء شہداء، اولیاء صالحین وغیرہ ہیں۔

ابواب واحادیث کی تعداد: اس میں ستائیس (۲۷) ابواب اور اکیاون (۵۱) احادیث ہیں

۱۔ بابُ ماجاء فی صِفَةِ شجرِ الجَنَّةِ

جنت کے درختوں کی صفت کے بیان میں

۷۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَیۡبَةُ بنُ سَعِیۡدٍ، حَدَّثَنَا اللیثُ بنُ سَعۡدٍ، عَن سعید بنِ أَبِی سَعِیۡدٍ المَقۡبُرِیِّ عَن أَبِیهِ عَن أَبِی هُرَیۡرَةَ عَن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ فِی الۡجَنَّةِ لَشَجَرَةً یَسِیۡرُ الرَّاکِبُ فِی ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ.

وفی البابِ عَن أَنَسٍ وَأَبِی سَعِیۡدٍ. قَالَ أَبُو عِیۡسَی: هذا حدیثٌ صحیحٌ.

”سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے سوار اس کے سایہ میں سو برس تک چل سکتا ہے“ اس باب میں انس اور ابوسعید سے روایات ہیں، یہ حدیث صحیح ہے۔

۷۳۳۔ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بنُ مُحَمَّدٍ الدُّوۡرِیُّ حدثنا عُبَیۡدُ اللّٰهِ بنُ مُوۡسَی عَن شَیۡبَانَ عَن فِرَاسٍ عَن عَطِیَّةَ عَن أَبِی سَعِیۡدٍ

الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ يَسِيرُالرَّاكِبُ فِی ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا .وَقَالَ:ذٰلِكَ الظِّلُّ الْمَمْدُوْدُ.

[قَالَ أَبُوعِيسَى:هذا حديث حسن غريب من حديث أبی سعيد].

''سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے۔سوار اس کے سایہ میں سو برس تک چلتا رہے اسے طے نہیں کرسکتا۔آپ نے فرمایا جنت میں پھیلے ہوئے سایہ سے مراد لمبا سایہ ہے''

٧٣٤۔حَدَّثَنَا أَبُوسَعِيدِ الْأَشَجُّ،أخبرنا زِيَادُ بْنُ الْحَسَنِ بنِ الْفُرَاتِ الْقَزَّازِ،عَنْ أَبِيهِ،عَن جَدِّهٖ عَن أَبِی حَازِمٍ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ :مَافِی الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ إِلَّا وَسَاقُهَا مِنْ ذَهَبٍ.

قَالَ أَبوعِيسَى: هذا حديثٌ غريبٌ حسنٌ [من حديث أبی سعيد].

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں جو درخت ہیں ان کے تنے سونے کے ہیں'' یہ حدیث غریب حسن ہے۔تشریح آگے باب ۹ میں۔

٢۔بَابُ مَا جَاءَ فِی صِفَةِ الْجَنَّةِ وَنَعِيمِهَا

جنت اور اس کی نعمتوں کی تعریف کے بیان میں

٧٣٥۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ،حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ عَنْ زِيَادِالطَّائِیِّ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ قَالَ: قُلْنَا يَارَسُولَ اللّٰهِ مَالَنَا إِذَا كُنَّا عِنْدَكَ رَقَّتْ قُلُوبُنَا وَزَهِدْنَا وَكُنَّا مِنْ أَهْلِ الآخِرَةِ ،فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ فَآنَسْنَا أَهَالِيْنَاوَشَمَمْنَا الْأَوْلَادَ أَنْكَرْنَاأَنْفُسَنَا؟فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:لَوْأَنَّكُمْ تَكُونُونَ إِذَا خَرَجْتُمْ مِنْ عِنْدِی كُنْتُمْ عَلَى حَالِكُمْ ذٰلِكَ لَزَارَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ فِی بُيُوتِكُمْ،وَلَولَمْ تُذْنِبُوا لَجَاءَ اللّٰهُ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ كَیْ يُذْنِبُوا فَيَغْفِرَلَهُمْ.قَالَ قُلْتُ:يَارَسُولَ اللّٰهِ مِمَّ خُلِقَ الْخَلْقُ؟قَالَ:مِنَ الْمَاءِ. قُلْتُ الْجَنَّةُ مَا بِنَاؤُهَا؟ قَالَ:لَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَلَبِنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ،وَمِلَاطُهَا الْمِسْكُ الْأَذْفَرُ وَحَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَاقُوتُ وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ مَنْ يَدْخُلُهَا يَنْعَمُ لَا يَبْأَسُ،وَيَخْلُدُلَايَمُوتُ،وَلَاتَبْلَى ثِيَابُهُمْ وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُمْ.ثُمَّ قَالَ: ثَلَاثٌ لَاتُرَدُّدَعْوَتُهُمْ : الإِمَامُ الْعَادِلُ،وَالصَّائِمُ حِيْنَ يُفْطِرُ،وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا فَوْقَ الْغَمَامِ،وَيَفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ،وَيَقُولُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى :وَ عِزَّتِی لَأَنْصُرَنَّكَ وَلَوْبَعْدَحِيْنٍ .

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهٗ بِذٰلِكَ الْقَوِیِّ،وَلَيْسَ هُوَعِنْدِی بِمُتَّصِلٍ.

وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيثُ بِإِسْنَادِهٖ آخَرَ[عَنْ أَبِی مُدِلَّةِ]عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ .

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم نے کہا ہمیں کیا ہوگیا ہے جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم ہوتے ہیں اور دنیا سے بے رغبت ہوتے ہیں اور آخرت والوں میں سے ہوتے ہیں اور جب ہم آپ کے پاس سے جاتے ہیں اور اپنے اہل وعیال سے مانوس ہوتے ہیں اور اولاد سے ملتے ہیں تو ہمارے دل بدل جاتے ہیں ؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم اسی حالت میں ہمیشہ رہو جس حالت پر تم میرے پاس سے جاتے ہو تو فرشتے تمہارے گھروں میں تم سے ملاقات کریں اور اگر تم گناہ نہ کرو تو ضرور اللہ ایک ایسی مخلوق لائے جو گناہ کرے اور اللہ

انہیں بخشے ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا پانی سے میں نے عرض کیا جنت کس چیز سے بنی ہے؟ فرمایا ایک اینٹ اس کی چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی اور اسکا گارا نہایت خوشبودار مشک کا ہے اور کنکر اس کے موتی اور یاقوت ہیں اور اسکی مٹی زعفران کی ہے جو کوئی اس میں داخل ہوگا ناز ونعمت میں رہیگا تکلیف واحتیاج اسکے پاس نہ آئیگا وہ اس میں ہمیشہ رہیگا مرے گا نہیں اور نہ اسکے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ پھٹیں گے اور نہ ان کی جوانی ختم ہوگی۔ پھر آپ نے فرمایا تین شخص ہیں جن کی دعا رد نہیں ہوتی، ایک عادل باشاہ، دوسرا روزہ دار جبکہ روزہ افطار کرے، تیسرے مظلوم کی دعا، اللہ اسکو بادلوں سے اوپر اٹھاتا ہے۔ اور اس کیلئے آسمانوں کے دروازے کھولتا ہے اور پروردگار فرماتا ہے میری عزت کی قسم ہے میں تیری ضرور مدد کرونگا اگرچہ کچھ عرصہ بعد ہو"

اس حدیث کی اسناد زیادہ قوی نہیں امام ترمذی نے کہا میرے نزدیک یہ حدیث متصل نہیں ہے دوسری اسناد سے بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔

تشریح : جنت کی نعمتیں حقیقی ودائمی ہیں؟ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ جنت کی نعمتیں حسی اور دائمی ہونگی یہی اہل السنۃ کا مذہب ہے اور آیات واحادیث سے صراحۃ ثابت ہے، جس طرح دنیا کی نعمتیں استعمال کرتے کھاتے پیتے رہتے بستے ہیں جنت میں بھی اسی طرح ہوگا الاّ یہ کہ دنیا اور جنت کی نعمتوں کے درمیان لفظ اور نام کی مشارکت ہے لطف وکیفیت اور حقیقت میں بہت زیادہ تفاوت ہے۔ جب کہ فلاسفہ ونصاریٰ اور بعض غالی باطن پرستوں کا یہ کہنا ہے کہ آخرت کی نعمتیں ایک عقلی چیز ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ دنیا سے ملأ اعلیٰ کی طرف منتقل ہونا اسی کا نام نعمت ہے اور جنت وجہنم کا بھی یہی حاصل ہے۔

معتزلہ کا کہنا ہے کہ جنت کی نعمتیں اور جہنم کی اذیتیں ہیں تو حقیقت لیکن دائمی نہیں فانی ختم ہونے والی ہیں۔ یہ دونوں نظریئے حقانیت اور دین اسلام سے دور ہیں اور قرآن وحدیث کے صریح احکام کے خلاف ہیں۔ هکذا فی الابی۔

٣۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي صِفَةِ غُرَفِ الْجَنَّةِ

جنت کے بالاخانوں کے بیان میں

٧٣٦۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَغُرَفاً يُرَى ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا، فَقَامَ إِلَيْهِ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: لِمَنْ هِيَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ؟ قَالَ: هِيَ لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ وَأَدَامَ الصِّيَامَ وَصَلّٰى لِلّٰهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ. وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ فِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ هٰذَا مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ، وَهُوَ كُوفِيٌّ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ الْقُرَشِيُّ مَدَنِيٌّ وَهُوَ أَثْبَتُ مِنْ هٰذَا.

"سیدنا علیؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایسے بالاخانے ہیں جن کے باہر کا حصہ اندر سے نظر آتا ہے۔ اور اندر کا حصہ باہر سے نظر آتا ہے، اس پر ایک دیہاتی نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کس کے لئے ہیں آپ

نے فرمایا یہ اس شخص کے لئے ہیں جو بات نرم کرے اور کھانا کھلائے اور روزوں پر ہمیشگی اختیار کرے اور رات میں اللہ کے لئے نماز پڑھے جب لوگ سوتے ہوں'' یہ حدیث غریب ہے، عبدالرحمٰن بن اسحاق کے بارے میں بعض محدثین نے کلام کیا ہے یہ کوفی ہیں۔ایک دوسرے عبدالرحمٰن بن اسحاق وہ قرشی اور مدنی ہیں۔ان سے اثبت ہیں۔

۷۳۷۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا عَبْدُالعَزِيْزِبْنُ عَبْدِالصَّمَدِ[أَبُو عَبْدِالصَّمَدِ]العَمِّيُّ،عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الجَوْنِيِّ،عَنْ أَبِي بَكْرِ بنِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ قَيْسٍ،عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ جَنَّتَيْنِ مِنْ فِضَّةٍ آنِيَتُهُمَا وَمَافِيْهِمَا ،وَجَنَّتَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ آنِيَتُهُمَا وَمَافِيْهِمَا ،وَمَابَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِيَاءِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ ،

وَبِهَذَا الإِسْنَادِ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِنْ دُرَّةٍ مُجَوَّفَةٍ،عَرْضُهَا سِتُّوْنَ مِيْلاً،فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا أَهْلٌ لَايَرَوْنَ الآخَرِيْنَ يَطُوفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى:هٰذا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.وَأَبُوعِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ اسْمُهُ عَبْدُالْمَلِكِ بنُ حَبِيبٍ،أَبُو بَكْرِبْنُ أَبِي مُوسَى.قَالَ أَحْمَدُبْنُ حَنْبَلٍ:لَا يُعْرَفُ اسْمُهُ،وَأَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ اسْمُهُ عَبْدُاللّٰهِ بنُ قَيْسٍ وَأَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ اسْمُهُ سَعْدُبْنُ طَارِقِ بنِ أُشَيْمٍ.

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں دو باغ ہیں جن کے برتن اور جو کچھ اس میں ہے چاندی کے ہیں، اور دو باغ ایسے ہیں جن کے برتن اور جو کچھ اس میں ہے سونے کے ہیں اور لوگوں کے اوپر پروردگار کے دیدار کے درمیان صرف کبریائی کی چادر حائل ہوگی۔ جو اس کے چہرے پر ہے۔ نیز اسی سند سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جنت میں ایک موتی کا خیمہ ہے جس کی چوڑائی ساٹھ میل ہے۔اس کے ہر کونے میں حوریں ہیں ایک کونہ والے دوسرے کونہ والے کو نہ دیکھ سکیں گے۔ان سب کے پاس مؤمن آئیگا''

یہ حدیث صحیح ہے، ابوعمران جونی کا نام عبدالملک بن حبیب ہے، ابوبکر بن موسے کے بارے میں احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ان کا نام نہیں پہچانا گیا۔ابوموسے اشعری کا نام عبداللہ بن قیس ہے، ابو مالک اشعری کا نام سعد بن طارق بن اشیم ہے۔

تشریح : لؤ لؤة واحدة مجوّفة ای واسعة الجوف . کشادہ بطن والا۔بعض روایات میں مجوبۃ بالیاء بھی ہے نووی۔ معناه المثقوبة . سوراخ کیا ہوا۔ ستون میلا . اس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی۔آخری حدیث میں عرضھا ستون میلا بھی موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ طول وعرض برابر ہوگا۔ فلا یری بعضهم بعضا . ان میں کے بعض بعض کو نہ دیکھیں گے۔یہ حیاء و استحیاء کا درجہ ہے۔اللہ ہمیں بھی اس کا کچھ حصہ عطا کردے۔داعی حق مجاہد ختم نبوت مولینا محمد لقمان علی پوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزادؒ جس دن سے ان کی بچی (دوڈھائی سال کی عمر میں) چلنے لگی اس کے بعد کبھی بھی بچی کے سامنے بیوی کے ساتھ نہیں بیٹھے سلام وکلام قیام وطعام اور آمد ورفت میں حیاء از حد ضروری ہے بلکہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حیاء علم سے زیادہ ضروری ہے۔حیاء کے ساتھ تھوڑا علم بہت فائدہ دیگا اور عدم حیاء واستحیاء سے کثیر علم بھی مفید تو درکنار بلکہ مضر ہوگا۔

بندہ کو اس پر بڑا قلق تھا کہ کثرت ازواج باغات ومحلات اور موتیوں کے غرفات تو باہم پردہ کا انتظام کیسے ہوگا جو حیاء کا تقاضہ ہے۔ الحمد اللہ اب تشفی ہوئی کہ اللہ جل جلالہ استار اور پردوں کے محتاج نہیں ایسے ہی نظر نہ آئیں گے۔ الحمد للہ

٤۔بَابُ مَاجَاءَ فِی صِفَةِ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ

جنت کے درجات کے بیان میں

۷۳۸۔حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الْعَنْبَرِیُّ، حدثنا یَزِیدُ بْنُ هَارُوْنَ، أَخْبَرَنَا شَرِیكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: فِی الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَابَیْنَ كُلِّ دَرَجَتَیْنِ مِائَةُ عَامٍ. هَذَا حَدِیثٌ غَرِیبٌ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۷۳۹۔حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّیُّ [الْبَصْرِیُّ] قَالَا أَخْبَرَنَا عبدُالعزیزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَصَلَّى الصَّلٰوةَ وَحَجَّ الْبَیْتَ، لَا أَدْرِی أَذَكَرَ الزَّكٰوةَ أَمْ لَا، إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ یَغْفِرَ لَهُ إِنْ هَاجَرَ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ أَوْ مَكَثَ بِأَرْضِهِ الَّتِی وُلِدَ بِهَا. قَالَ مُعَاذٌ: أَلَا أُخْبِرُ بِهَا النَّاسَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ذَرِ النَّاسَ یَعْمَلُونَ فَإِنَّ فِی الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ مَابَیْنَ كُلِّ دَرَجَتَیْنِ كَمَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَى الْجَنَّةِ وَأَوْسَطُهَا وَفَوْقَ ذَلِكَ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ، وَمِنْهَا تُفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ.

قَالَ أَبُو عِیسَى: هَكَذَا رُوِیَ هذا الحَدِیثُ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ [عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وهذا عِنْدِی أَصَحُّ مِنْ حَدِیثِ هَمَّامٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ] عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ. وَعَطَاءٌ لَمْ یُدْرِكْ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، وَمُعَاذٌ قَدِیمُ الْمَوْتِ، مَاتَ فِی خِلَافَةِ عُمَرَ.

''سیدنا معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے، نماز پڑھی، اور بیت اللہ کا حج کیا، مجھے یہ یاد نہیں کہ آپ نے زکواۃ کا ذکر کیا یا نہیں، تو اللہ پر حق ہے۔ کہ اسے بخشدے۔ خواہ اس نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی یا اپنی جائے پیدائش پر رہا۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دوں؟ آپ نے فرمایا چھوڑ دو لوگوں کو عمل کرنے دو اگر تم ان کو اس بات کی خبر دو گے تو عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے۔ سب سے اوپر والا اور سب سے بیچ والا درجہ جنت الفردوس ہے اور اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے اسی سے بہشت کی نہریں نکلتی ہیں ،لہذا جب تم اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس طلب کرو''

یہ حدیث اسی طرح ہشام بن سعد سے بواسطہ زید بن اسلم عطاء بن یسار معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے، اور میرے نزدیک ہمام کی روایت سے جو بواسطہ زید بن اسلم عطاء بن یسار عبادۃ بن صامت سے نقل کرتے ہیں زیادہ صحیح ہے، عطاء نے معاذ بن جبل کو نہیں پایا معاذؓ کا خلافت عمرؓ کے زمانہ میں انتقال ہوا ہے۔

۷۴۰۔حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن، انبانا یزید بن ھارون اخبرنا ھمام[عن]زید بن أسلم،عن عطاء بن یسار،عن عبادة بن الصامت أن رسول اللہ ﷺ قال:في الجنة مائة درجة ما بین كل درجتین كما بین السماء والأرض،والفردوس أعلاھا درجة،ومنھا تفجر أنھار الجنة الأربعة،ومن فوقھا یكون العرش،فإذا سألتم اللہ فاسألوه الفردوس. حدثنا أحمد بن منیع،حدثنا یزید بن ھارون،حدثنا ھمام،عن زید بن أسلم نحوه.

''سیدنا عبادة بن صامتؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں سو درجات ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے سب سے اعلیٰ درجہ فردوس ہے۔اوراسی سے جنت کی چار نہریں نکلتی ہیں۔اوراسی کے اوپر عرش ہے۔لہذا جب بھی تم اللہ سے مانگو تو فردوس طلب کرو'' حدیث سابق کی مثل۔

۷۴۱۔حدثنا قتیبة،حدثنا ابن لھیعة عن دراج عن أبي الھیثم عن أبي سعید عن النبي ﷺ قال: إن في الجنة مائة درجة لو أن العالمین اجتمعوا في إحداھن لوسعتھم. ھذا حدیث غریب.

''سیدنا ابو سعیدؓ سے مروی ہے جنت میں سو درجات ہیں اگر اس کے کسی ایک درجہ میں سارا جہاں بھی اکٹھا ہو ہو جائے تو سما جائے'' یہ حدیث غریب ہے۔

٥۔باب في صفة نساء أھل الجنة

جنت کی عورتوں کی صفات کے بیان میں

۷۴۲۔حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن،أخبرنا فروة بن أبي المغراء،أخبرنا عبیدة بن حمید عن عطاء بن السائب،عن عمرو بن میمون،عن عبداللہ بن مسعود،عن النبي ﷺ قال: إن المرأة من نساء أھل الجنة لیری بیاض ساقھا من وراء سبعین حلة حتی یری مخھا وذلك بأن اللہ تعالی یقول:"كأنھن الیاقوت والمرجان(٥٨)"فأما الیاقوت فإنه حجر لو أدخلت فیه سلكا،ثم استصفیته لأریته من ورائه. حدثنا ھناد،حدثنا عبیدة بن حمید عن عطاء بن السائب عن عمرو بن میمون عن عبداللہ بن مسعود،عن النبي ﷺ نحوه.

''سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا جنتیوں کی عورتیں ایسی ہوں گی کہ ان کی پنڈلیوں کی سفیدی ستر جوڑوں کے نیچے سے نظر آئے گی۔یہاں تک کہ پنڈلیوں کا گودا بھی نظر آئے گا یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ عورتیں گویا یاقوت ومرجان کی ہیں۔یاقوت ایسا پتھر اگر اس میں ہار کا دھاگہ ڈالو پھر اسے صاف کرکے دیکھنا چاہو تو اس کے باہر سے دیکھ سکتے ہو'' حدیث سابق کے مثل

۷۴۳۔حدثنا ھناد،حدثنا أبو الأحوص عن عطاء بن السائب عن عمرو بن میمون عن عبداللہ بن مسعود نحوه بمعناه ولم یرفعه،وھذا أصح من حدیث عبیدة بن حمید،وھكذا روی جریر وغیر واحد عن عطاء بن السائب،ولم یرفعوه.

حدثنا قتیبة حدثنا جریر عن عطاء بن السائب نحو حدیث أبي الأحوص ولم یرفعه أصحاب عطاء وھذا أصح

حدیث سابق کے مثل، لیکن مرفوع بیان نہیں کیا یہ عبید بن حمید کی روایت سے صحیح تر ہے۔ جریر اور دیگر نے اسی طرح عطاء بن سائب سے اس کو ذکر کیا ہے لیکن مرفوعا بیان نہیں کیا۔

٧٤٤۔حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ وَكِيعٍ، أخبرنا أَبِي عَنْ فُضَيْلِ بنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى مِثْلِ ضَوْءِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالزُّمْرَةُ الثَّانِيَةُ عَلَى مِثْلِ أَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ، لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ عَلَى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُونَ حُلَّةً يُرَى مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَرَائِهَا.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ [صحيحٌ].

"سیدنا ابو سعید خدری سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا پہلا گروہ جو قیامت کے دن جنت میں داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کے روشنی کے مانند ہوگا، دوسرا گروہ آسمان کے روشن ستارے کی مانند ہوگا ان میں سے ہر ایک کے واسطے دو عورتیں ہونگی ہر ایک عورت پر ستر جوڑے ہونگے انکی پنڈلیوں کا گودا اس پوشاک کے اندر سے دکھائی دیگا"

٧٤٥۔حَدَّثَنَا العبَّاسُ بنُ مُحَمَّدٍ، أخبرنا عُبَيْدُ اللهِ بنُ مُوسَى، أخبرنا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالثَّانِيَةُ عَلَى لَوْنِ أَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ، عَلَى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُونَ حُلَّةً يَبْدُو مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَرَائِهَا . هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ

"سیدنا ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا اور دوسرا آسمان کے نہایت روشن ستاروں کی مانند ان میں سے ہر ایک مرد کے لئے دو عورتیں ہوں گی۔ ہر ایک عورت پر ستر جوڑے ہونگے ان کی پنڈلیوں کا گودا ان کے اندر سے نظر آئے گا" یہ حدیث حسن صحیح ہے

تشریح: ایک بار مردوں عورتوں کا باھم مکالمہ ومناظرۃ ہوا کہ جنت میں مرد زیادہ ہونگے یا عورتیں۔ اس کا جواب ابو ہریرۃ ؓ نے دیا ہے جو مسلم ۲ر کے متن میں موجود ہے۔ اورانہوں نے نبی ﷺ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ لکلّ امرئ منهم زوجتان اثنتان . ہر مرد کیلئے دنیا کی عورتوں میں سے دو بیویاں ہونگی اور جنت میں کوئی غیر شادی شدہ نہ ہوگا۔ کم سے کم ایک بیوی تو سب کے پاس ہوگی پھر دو کا ذکر صریح موجود ہے تو نتیجہ یہی ہے کہ عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی (لیکن کثرت تعداد سے رفعت مرتبہ ثابت نہ ہوگا۔

یاد رہے یہ تعداد دنیا کی عورتوں اور بیویوں کی ہے حوران جنت کی تعداد کثیر کا ذکر احادیث کثیرہ میں موجود ہے۔ ان اوّل زمرة . اى الجماعة و الطائفة سھل بن سعد ؓ کی حدیث میں ان کی تعداد ستر ہزار یا سات لاکھ موجود ہے۔ از تکملہ۔

و التى تليها ...... كو كب درّى. طیبیؒ نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ مضاف کو کب مفرد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایک ستارہ چھانٹ کر دیکھو سب زیادہ چمک والے ہونگے۔ الدرّى المضيئى المنير . روشن چمکتا دمکتا۔

سوال! زوجتان اس پر سوال وارد ہوتا ہے کہ جنتیوں کیلئے ستر یا اس سے زائد ازواج کا ذکر ہے باب ۲۳ میں ادنی جنتی کے لئے ۷۲ بیویوں کا ذکر بھی ہے یہاں دو کیسے؟

جواب ۱۔ طیبیؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہاں تثنیہ تحدید اور تعداد بیان کرنے کیلئے نہیں بلکہ کثرت کیلئے ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ ثم ارجع البصر کرّتین (ای مرار کثیرة) و لکن هذا الجواب غير مرضیّ و بعید . یہ درست نہیں کیونکہ بعض روایات میں اثنتان کا لفظ تثنیہ کی تحدید و تاکید کیلئے موجود ہے اس میں تأویل کی گنجائش نہیں۔

جواب ۲۔ اس کا صحیح جواب پہلی عبارت میں گذر چکا ہے وہ یہ ہے کہ یہ تعداد دنیا کی عورتوں کیلئے ہے جو حوروں کیلئے نہیں ان کی کثرت تو اخبار مشہورہ میں سے ہے۔ یری مخ سا قهما من وراء العظم . المخّ اللبّ داخل العظم ہڈی کے اندر کا گودا۔ اس میں انتہائی حسن وصفائی کا بیان مقصود ہے کہ جلد، ہڈی اور گوشت بھی اسے مستور نہ کرسکیں گے، طبرانی ؒ نے اوسط میں عن ابن مسعود كما يرى الشراب الا حمر فى الزجاجة البيضاء. کے لفظ زیادہ کئے ہیں۔ کہ جس طرح خالص سرخ مشروب بالکل سفید کانچ کے برتن میں صاف دیکھا جاتا ہے۔ وفی روایت و ما فی الجنة اعزب . ای من لا زوجة له .عزب ہمزہ کے بغیر بھی مشہور ہے۔ اور اعزب حدیث میں موجود ہے و العزب اشهر عزوب کا معنی بعد دوری، غیر شادی شدہ کو عزب اس لئے کہتے ہیں کہ عورتوں سے دور رہتا ہے۔ عزب لبعده من النساء.

٦۔ بَابُ ماجَاءَ فِی صِفَةِ جِمَاعِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

اہل جنت کے جماع کی کیفیت کے بیان میں

٧٤٦۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا: حدثنا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ، [عَن قتادة] عَنْ أَنَسٍ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: يُعْطَى الْمُؤْمِنُ فِي الْجَنَّةِ قُوَّةَ كَذَا وَكَذَا مِنَ الْجِمَاعِ، قِيلَ يَارَسُولَ اللّٰهِ أَوَيُطِيقُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: يُعْطَى قُوَّةَ مِائَةٍ. وَفِي الْبَابِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ صحيحٌ غريبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا ہر ایک مؤمن جنت میں اتنی اور اتنی جماع کی قوت دیا جائے گا۔ عرض کیا گیا رسول اللہ کیا وہ اس کی طاقت رکھے گا آپ نے فرمایا اسے سو مردوں کی طاقت دی جائے گی''

اس باب میں زید بن ارقم سے روایت ہے، یہ حدیث صحیح غریب ہے، ہم اس کو صرف عمران قطان کی روایت سے پہچانتے ہیں جو بواسطہ قتادہ انس سے روایت کرتے ہیں۔

٧۔ بَابُ ماجَاءَ فِی صِفَةِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

اہل جنت کی صفات کے بیان میں

٧٤٧۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، أخبرنا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُورَتُهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا يَبْصُقُونَ وَلَا يَتَمَخَّطُونَ، وَلَا يَتَغَوَّطُونَ، آنِيَتُهُمْ فِيهَا مِنَ الذَّهَبِ وَأَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَجَامِرُهُمْ مِنَ الْأَلُوَّةِ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ

يُرَى مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللحمِ مِنَ الْحُسْنِ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ، قُلُوبُهُمْ قَلْبُ رَجُلٍ وَاحِدٍ يُسَبِّحُونَ اللهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا . قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ صحيحٌ. والْأَلُوَّةُ: هوالعُودُ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا انکی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گی، نہ وہ تھوکیں گے، اور نہ رینٹھ آئے گی، اور نہ انہیں پاخانہ کی ضرورت ہوگی، برتن ان کے سونے کے ہوں گے۔ اور کنگھیاں سونے چاندی کی عود اور اگر سلگتا ہوگا اور پسینہ ان کا مشک ہوگا۔ ان میں سے ہر ایک کے واسطے دو عورتیں ہوں گی ان کی پنڈلیوں کا گودا حسن کی وجہ سے گوشت کے اندر سے نظر آئیگا ان میں آپس میں کچھ اختلاف اور بغض نہ ہوگا وہ سب ایک دل ہونگے اور صبح وشام اللہ کی تسبیح کریں گے'' یہ حدیث صحیح ہے۔

٧٤٨۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بنُ المُبَارَكِ، أخبرنا ابنُ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيْدَبنِ أَبِي حَبِيْبٍ، عَنْ دَاوُدَبنِ عَامِرِ بنِ سَعْدِ بنِ أَبِي وَقَّاصٍ عنْ أَبِيْهِ عنْ جَدِّهِ عَن النبيِّ ﷺ قَالَ: لَوْأَنَّ مَايُقِلُّ ظُفُرٌمِمَّا فِي الْجَنَّةِ بَدَا لَتَزَخْرَفَتْ لَهُ مَابَيْنَ خَوَافِقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَوْ أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَطْلَعَ فَبَدَا أَسَاوِرُهُ لَطَمَسَ ضَوْءَ الشَّمْسِ كَمَا تَطْمَسُ الشَّمْسُ ضَوْءَ النُّجُوْمِ. قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ غريبٌ لَا نَعْرِفُهُ بِهٰذَا الإِسْنَادِ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابنِ لَهِيعَةَ. وَقَدْرَوَى يَحْيَى بنُ أَيُّوبَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ يَزِيْدَ بنِ أَبِي حَبِيبٍ، وَقَالَ عَنْ عُمَرَبنِ سَعْدِبنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنِ النبيِّ ﷺ .

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر جنت کی کوئی چیز ناخن بھر بھی ظاہر ہوجائے تو دنیا جگمگا اٹھے اور بارونق ہوجائے اور اگر اہل جنت میں سے کوئی شخص جھانک لے اور اس کے کنگن ظاہر ہوجائیں تو سورج کی روشنی ماند پڑجائے جس طرح سورج سے تاروں کی روشنی ماند پڑجاتی ہے''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو اس اسناد سے صرف ابن لہیعہ کی روایت سے پہچانتے ہیں، یحیی بن ایوب نے اس حدیث کو یزید بن حبیب سے نقل کیا اور کہا عن عمر بن سعد بن ابی وقاص عن نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

تشریح: لا یبولون ولا یتغوّطون ولا یمتخطون یہ حاجات طبعیہ اور قذرات حیوانیہ نہ ہونگی۔

شان ورود۔ جاء رجل من الیھود الی رسول اللہ فقال اتزعم ان اھل الجنۃ یاکلون و یشربون؟ قال ای والذی نفسی بیدہ ان الرجل منھم لیعطی قوّۃ مائۃ رجل فی الاکل والشرب و الجماع و الشھوۃ، فقال الرجل: فانّ الذی یأکل و یشرب تکون لہ الحاجۃ ولیس فی الجنۃ اذی، فقالہ صلی اللہ علیہ وسلم حاجۃ احدھم رشح یفیض من جلدہ کرشح المسک. (نسائی فی تفسیر سورۃ الزخرف) ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہنے لگا کیا آپ گمان کرتے ہیں جنتی کھائیں اور پئیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے ایک جنتی مرد کو ایک سو آدمی کی قوت کھانے، پینے، جماع اور شہوت میں دی جائے گی تو یہودی کہنے لگا پھر جو کھاتا پیتا ہے اس کو حاجت بھی ہوتی ہے (پوچھنے سے مقصد اس کا یہ سوال کرنا تھا) اور جنت میں تکلیف نہیں سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے بھلے مانس) ان میں سے ایک کی حاجت پسینہ ہوگا جو ان کی جلد سے مشک کی سی خوشبو کی طرح نکلے گا۔

اس سے زیادہ واضح روایت طبرانی کی ہے۔ بینا نحن عند النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبل رجل من الیھود یقال له ثعلبة بن الحارث فقال السلام علیک یا محمد فقال و علیکم : فقال الیھودی (تکملہ میں ی کے بغیر ہے) تزعم ان فی الجنة طعاما و شرا با و ازواجا؟ فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم نعم ! تؤ من بشجرة المسک قال نعم قال و تجد ھا فی کتابکم قال نعم ! قال : و انّ البول و الجنابة عرق یسیل من تحت ذوا ئبھم الی اقدامھم مسک (از تکملہ) صحابہ کہتے ہیں دریں اثنا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے ایک یہودی سامنے ہوا جسے ثعلبة بن حارث کہا جاتا تھا (آکر) کہا السلام علیک یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔تو آپ نے جواب میں فرمایا وعلیکم (کیونکہ کافر تھا) کہنے لگا آپ گمان کرتے ہیں کہ جنت میں کھانے پینے اور بیویاں ہوں گی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں (صرف گمان نہیں اذعان) تو مشک کے درخت کو مانتا ہے یہودی نے کہا جی ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی کتاب میں اسے پاتے ہو کہا جی ہاں (اب) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تیرے سوال کا جواب یہ ہے) کہ بے شک بول و براز اور جنابت جنتیوں کے سروں سے قدموں کی طرف پسینے میں بہہ جائے گی اور مشک کی خوشبو آئے گی۔ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ جب جنت کی غذائیں انتہائی لطیف ومعتدل ہونگی تو ان کے اندر تکلیف واذی اور استقذ ارنہ ہوگا کیونکہ ان میں فاسد مادہ اور ذرات ہی نہیں۔ بلکہ ان کی لطافت کی وجہ سے عمدہ سے عمدہ خوشبو پیدا ہوگی۔ ولا یتفلون ای لا یبصقون . البصاق رمیک الشیءِ من فیک. منہ سے پھینکا ہوا لعاب وزائد پانی۔ و رشحھم المسک . پسینہ عرق۔ومجامر ھم الأ لوة .مِجمَرٌ بکسر المیم کی جمع ہے۔جس میں سکنے،تاپنے اور دھونی کیلئے آگ رکھی جائے۔ الأ لوة . العود الھندی .یعنی ان کی انگیٹھیوں میں ہندی لکڑی ہوگی۔ ای وقود مجا مرھم الأ لوة .وھذا اوضح۔

جہنم میں بھی عورتوں کی کثرت کا ذکر ہے کیونکہ اولا د آدم میں ان کی تعداد زیادہ ہے اس لئے جنت وجہنم دونوں میں کثیر ہونگی (نووی) ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ لذات متوالیة اور شھوات المتعالیة کیلئے ہوگا ورنہ جنت میں کنگھے کی ضرورت ہوگی نہ حاجت۔بس زیادتی لذت اور زینت کیلئے یہ نعمتیں ہونگی۔ علی قلب رجل واحد .خُلق بضم الکاف بلند کرداری اور اخلاق حسنہ میں سب برابر ہوں گے واللہ تعالیٰ اعلم بخلقه و احوال آخرتهم۔

یسبّحون اللہ بکرة و عشیا . ای قدر ھما. صبح شام کی مقدار کے برابر۔یہ تسبیح لازم اور تکلیفی نہ ہوگی بلکہ تلذ ذ وشکر کیلئے ہوگی۔ یہ بلا تکلف وتعب جاری ہوگی جیسے متعدد احادیث میں صراحة موجود ہے۔جنت میں توحید وذکر اور نکاح وجماع بغیر عبادات نہ ہوں گی

ان اھل الجنة یأ کلون فیھا و یشربون.

جشاء بضم الجیم .ھو تنفّس المعدة من الا متلاء ! وھو صوت مع ریح یخرج من الفم . بھرنے کی وجہ سے معدے کا سانس لینا اور جو آواز ریح کے ساتھ منہ سے خارج ہو اسے جشاء (ڈکار) کہتے ہیں۔اور جنتی کا ڈکار دنیا کے ڈکار کی طرح سبب کراہت نہ ہوگا۔معنیٰ یہ ہے کہ زائد طعام جشاء بن جائے گا۔و رشح . اور پسینہ۔ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ اس میں افراد واوقات یا غذاؤں کے اعتبار سے فرق ہوگا

ا۔بعض لوگوں کا فاضل طعام پسینہ ہو جائے گا اور بعض کا ڈکار،۲۔ایک وقت میں پسینہ ہوگا اور دوسرے وقت میں ڈکار،۳۔بعض

کھانے پسینہ ہو جائیں گے اور بعض جشاء۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ کھانا ڈکار ہوگا اور مشروب پسینہ اور اکل وشرب دونوں پر طعام کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ یلهمون التسبیح وا لتحمید کما یلهمون النفس. اللہ تعالیٰ تسبیح ایسے بسہولت جاری فرمادیں گے جیسے بلا کلفت سانس۔ ان دونوں (تسبیح وتنفس) میں وجہ تشبیہ عدم کلفت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جنتیوں کے دل رب تعالیٰ کی معرفت سے منور ہونگے اور اس کی محبت سے بھرے ہونگے اور جو جس شئی سے محبت کرتا ہے اور دل لگاتا ہے تو اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے اسی لئے اہل جنت خوب ذکر الٰہی میں محو ومست ہونگے مگر ذکر وتسبیح سے کوئی تکلیف وپرواہ نہ ہوگی

٨۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي صِفَةِ ثِيَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

اہل جنت کے لباس کی صفت کے بیان میں

٧٤٩۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ كُحْلَى لَا يَفْنَى شَبَابُهُمْ، وَلَا تَبْلَى ثِيَابُهُمْ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل جنت کے بدن اور منہ پر بال نہ ہوں گے، ان کی آنکھیں سرمگین وسیاہ ہونگی، ان کی جوانی ختم نہ ہوگی اور ان کے کپڑے پرانے نہ ہوں گے" یہ حدیث غریب ہے۔

٧٥٠۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ دَرَّاجٍ أَبِي السَّمْحِ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي قَوْلِهِ "وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ (٣٤)" قَالَ: ارْتِفَاعُهَا لَكَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ مَسِيرَةَ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ، وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي تَفْسِيرِ هٰذَا الْحَدِيثِ: مَعْنَاهُ أَنَّ الْفُرُشَ فِي الدَّرَجَاتِ وَبَيْنَ الدَّرَجَاتِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ.

"سیدنا ابو سعیدؓ سے نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے قول "فرش مرفوعہ" کے بارے میں مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ان کی بلندی آسمان وزمین کے برابر ہے۔ اور یہ مسافت پانچ سو برس کی ہے"

یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف رشدین بن سعد کی روایت سے پہچانتے ہیں، بعض اہل علم نے اس حدیث کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ فاصلہ ان درجوں میں ہے اور ان درجات کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان

٩۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي صِفَةِ ثِمَارِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

جنت کے پھلوں کی صفت کے بیان میں

٧٥١۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، اخبرنا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ [عَائِشَةَ عَنْ] أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَذَكَرَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهَى قَالَ: يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّ الْفَنَنِ مِنْهَا مِائَةَ سَنَةٍ، أَوْ يَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا مِائَةُ رَاكِبٍ شَكَّ يَحْيَى، فِيهَا فِرَاشُ الذَّهَبِ كَأَنَّ ثَمَرَهَا الْقِلَالُ.

قَالَ أبو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ [صحيحٌ]غريبٌ.

''سیدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق سے مروی ہے کہتی ہیں میں نے نبی ﷺ سے سنا اور سدرة المنتہی کا ذکر کیا آپ نے فرمایا سوار اس کی شاخوں کے سایہ میں سو سال تک چل سکتا ہے۔یا فرمایا سو سوار اس کے سایہ میں آرام کر سکتے ہیں، یحیی کو شک ہوا ہے اس میں سونے کی ٹڈیاں ہیں۔اس کے پھل مٹکے کے برابر ہیں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح : انّ فی الجنة لشجرة . ابن جوزیؒ نے کہا ہے کہ اس کا نام طوبی ہے۔چنانچہ مسند احمد ج ۳ ص ۷۱ میں عن ابی سعید الخدریؓ ان النبی ﷺ قال طوبی لمن رانی فقال له رجل وما طوبی قال شجرة فی الجنة مسیرة مائة عام ثیاب اهل الجنة تخرج من اکمامها . ابن حجرؒ نے اس کا ذکر کر کے اس کی تائید کی ہے اور شاہد و متابع بھی ذکر کیا ہے۔

ترجمہ۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے دیکھا اس کیلئے طوبی ہے ایک آدمی نے کہا طوبی کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سو سال کی مسافت کے برابر ایک درخت جنت میں اس کے شگوفوں سے جنتیوں کی پوشاکیں نکلتی ہیں، کپڑے نکلتے ہیں۔فی ظلها مائة سنة قاضی عیاضؒ کہتے ہیں۔کہ ظل بمعنی کنف وہ حصہ جس کو شاخیں ڈھانپ لیں۔اور کبھی ظل سے مراد نعمت بھی ہوتی ہے۔قرطبی کہتے ہیں کہ اس میں تاویل کی ضرورت ہے کیونکہ سورج، سردی، گرمی، دھوپ تپش نہ ہونگی۔اس لئے اس سے درخت کی وسعت اور نعمت و راحت مراد لینا بہتر ہے۔ ما یقطعها .یعنی ایسا تیز ترین گھوڑا اتنی رفتار سے بھی اس کی مسافت اور سائے کی طوالت کو طے نہ کر سکے گا۔اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ و ظلّ ممدود (واقعہ ۳۰) اور لمبے لمبے سائے۔چنانچہ بخاری شریف میں ابو ہریرةؓ کا قول منقول ہے۔اقرأوا ان شئتم و ظلّ ممدود . ابن ابی حاتمؒ نے یہ بھی ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ جنتی اس کے سائے تلے بیٹھیں گے اور بات چیت کریں گے اور لطف اندوز ہونگے۔

١٠۔بَابُ مَاجَاءَ فِي صِفَةِ طَيْرِ الْجَنَّةِ

جنت کے پرندوں کی صفت کے بیان میں

٧٥٢۔حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ،أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ،عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ،عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَاالْكَوْثَرُ؟قَالَ: ذَاكَ نَهْرٌأَعْطَانِيهِ اللّٰهُ يَعْنِي فِي الْجَنَّةِ أَشَدُّبَيَاضاً مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ فِيهِ طَيْرٌأَعْنَاقُهَا كَأَعْنَاقِ الْجُزُرِ. قَالَ عُمَرُ:إِنَّ هَذِهِ لَنَاعِمَةٌ،فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ :أَكَلَتُهَا أَنْعَمُ مِنْهَا . هَذَا حديثٌ حسنٌ. وَمُحَمَّدُبْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ هُوَابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابِ الزُّهْرِيِّ [وعبدُاللّٰهِ بن مسلم قدرَوَى عَن ابنِ عمرٍوَأنسِ بنِ مَالِكٍ]

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کوثر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ جنت میں ایک نہر ہے جو اللہ نے مجھے دی ہے، دودھ سے زیادہ سفید ہے، اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے، اس میں پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کے مثل ہیں، عمرؓ نے کہا یہ جانور بڑے خوش نصیب ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انکے کھانے والے ان سے بھی زیادہ خوش نصیب ہیں'' یہ حدیث حسن ہے محمد بن عبداللہ بن مسلم ابن شہاب کے بھتیجے ہیں

١١۔بابُ ما جَاءَ فِی صِفَةِ خَیلِ الْجَنَّةِ
جنت کے گھوڑوں کی صفت کے بیان

٧٥٣۔حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بنُ عَبدِالرَّحْمٰنِ[قال:] أخبرنا عَاصِمُ بنُ عَلِيٍّ،أخبرنا المَسْعُودِيُّ عَن عَلْقَمَةَ بنِ مَرْثَدٍ،عَن سُلَيْمَانَ بنِ بُرَيْدَةَ،عَن أَبِيهِ: أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ خَيْلٍ؟قَالَ: إِنِ اللّٰهُ أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ فَلَا تَشَاءُ أَنْ تُحْمَلَ فِيهَا عَلَى فَرَسٍ مِنْ يَاقُوتَةٍ حَمْرَاءَ تَطِيرُ بِكَ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْتَ إِلَّا فَعَلْتَ،.قَالَ: وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ إِبِلٍ؟قَالَ:فَلَمْ يَقُلْ لَهُ مَاقَالَ لِصَاحِبِهِ فَقَالَ: إِنْ يُدْخِلْكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ،يَكُنْ لَكَ فِيهَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ.

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ،أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بنُ المُبَارَكِ،عَن سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بنِ مَرْثَدٍ عَن عَبْدِالرَّحْمٰنِ بنِ سَابِطٍ،عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ المَسْعُودِيِّ.

"ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟۔آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہشت میں داخل کیا تو اس میں سرخ یاقوت کے جس گھوڑے پر تم نے سوار ہونا چاہا اور جہاں کہیں تمہاری مرضی ہو جنت میں لیکر اڑے تو وہ تمہیں لے جائیگا، نیز فرماتے ہیں ایک شخص نے اونٹ کے بارے میں پوچھا کہ کیا جنت میں اونٹ بھی ہوں گے؟ آپ ﷺ نے اس کو وہی جواب دیا جو اس سے پہلے کو دیا تھا اور فرمایا اگر رب نے تمہیں جنت میں داخل کیا تو وہاں جو کچھ تمہارا دل چاہیگا اور جس سے تمہاری آنکھ محظوظ ہوگی وہ سب ہوگا"

حدیث سابق کی مثل ہے،مسعودی کی روایت سے یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔

٧٥٤۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ إِسْمَاعِيلَ بنِ سَمُرَةَ الأَحْمَسِيُّ،حدثنا أَبُومُعَاوِيَةَ،عَن وَاصِلِ بنِ السَّائِبِ،عَن أَبِي سَوْرَةَ عَن أَبِي أَيُّوبَ قَالَ:أَتَى النَّبِيَّ ﷺ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَارَسُولَ اللّٰهِ :إِنِّي أُحِبُّ الْخَيْلَ أَفِي الْجَنَّةِ خَيْلٌ؟قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : إِنْ أُدْخِلْتَ الْجَنَّةَ أُتِيتَ بِفَرَسٍ مِنْ يَاقُوتَةٍ لَهُ جَنَاحَانِ فَحُمِلْتَ عَلَيْهِ،ثُمَّ طَارَبِكَ حَيْثُ شِئْتَ.

قَالَ أَبُوعِيسَى:هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَلَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي أَيُّوبَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَأَبُوسَوْرَةَ هُوَ ابْنُ أَخِي أَبِي أَيُّوبَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بنُ مَعِينٍ جِداً[قال:]وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ:أَبُوسَوْرَةَ هٰذَا مُنْكَرُ الْحَدِيثِ يَرْوِي مَنَاكِيرَعَن أَبِي أَيُّوبَ لَايُتَابَعُ عَلَيْهَا .

"سیدنا ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے۔ایک دیہاتی نے آکر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے گھوڑا بہت پسند ہے کیا جنت میں بھی گھوڑے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا اگر تو جنت میں داخل کیا گیا۔تو یاقوت کا ایک گھوڑا تیرے پاس لایا جائیگا جس کے دو بازوں ہوں گے تجھے اس پر سوار کیا جائے گا پھر تو جہاں چاہئے گا وہاں تجھے اڑاتا پھرے گا"

اس حدیث کی اسناد قوی نہیں، ہم اس کو ابوایوب سے صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں،ابوسورہ ابوایوب کے بھتیجے ہیں۔ان کو حدیث میں ضعیف سمجھا گیا ہے۔یحییٰ بن معین نے ان کو بہت ہی ضعیف کہا ہے، میں نے محمد بن اسماعیل

سے سنا فرماتے تھے ابوسورہ منکر الحدیث ہے ابوایوب سے منکر حدیثیں نقل کرتا ہے جن کا کوئی متابع نہیں۔

١٢۔بَابُ مَاجَاءَ فِي سِنِّ أَهْلِ الْجَنَّةِ

اہل جنت کی عمر کے بیان میں

٧٥٥۔حَدَّثَنَا أَبُوهُرَيْرَةَ مُحَمَّدُبْنُ فِرَاسٍ الْبَصْرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُودَاوُدَ، أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ أَبُوالْعَوَّامِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ شَهْرِبْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْداً مُرْداً مُكَحَّلِيْنَ أَبْنَاءَ ثَلَاثِيْنَ أَوْ ثَلَاثٍ وَ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً، قَالَ هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ ،وَبَعْضُ أَصْحَابِ قَتَادَةَ رَوَوْاهٰذَا عَنْ قَتَادَةَ مُرْسَلاً وَلَمْ يُسْنِدُوْهُ.

''سیدنا معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت والے اس حال میں جنت میں داخل ہوں گے ان کے مونچھیں اور داڑھی نہ ہوگی سرمہ لگائے ہونگے ان کی آنکھیں سرگمین ہوں اور ان کی عمر تیس یا تینتیس سال کی ہوگی'' یہ حدیث حسن غریب ہے،قتادہ کے بعض شاگردوں نے اسے قتادہ سے مرسل نقل کیا ہے،مسند نہیں کیا

١٣۔بَابُ مَاجَاءَ فِي كَمْ صَفُّ أَهْلِ الْجَنَّةِ

اہل جنت کی کتنی صفیں ہونگی؟ کے بیان میں

٧٥٦۔حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ يَزِيْدَ الطَّحَّانُ الْكُوفِيُّ، حدثنا مُحَمَّدُبْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ ضِرَارِبْنِ مُرَّةَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : أَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ:ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَأَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْأُمَمِ.

قَالَ أَبُوعِيْسَى:هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ.وَقَدْرُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلاً، وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ،وَحَدِيْثُ أَبِي سِنَانٍ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ حَسَنٌ. وَأَبُوسِنَانٍ اسْمُهُ ضِرَارُ بْنُ مُرَّةَ .وَأَبُوسِنَانٍ الشَّيْبَانِيُّ اسْمُهُ سَعِيْدُبْنُ سِنَانٍ [وَهُوَ بَصْرِيٌّ].وَأَبُوسِنَانٍ الشَّامِيُّ اسْمُهُ عِيْسَى بْنُ سِنَانٍ هُوَ الْقَسْمَلِيُّ.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت والے ایک سو بیس صفوں میں ہوں گے اسی صفیں اس امت کی ہوں گی اور چالیس صفیں تمام امتوں کی''

یہ حدیث حسن ہے، یہ حدیث علقمة بن مرثد سے بواسطہ سلیمان بن بریدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل بھی مروی ہے، اور بعضوں نے اس کو متصل بیان کیا ہے یعنی سلیمان بن بریدہ سے والد کے واسطے سے نبی ﷺ سے نقل کیا ہے۔سابقہ روایت ابی سنان (ضرار بن مرة) جو محارب بن وثار سے راوی ہیں حسن ہے ابوسنان کا نام ضرار بن مرہ ہے۔ابوسنان شیبانی کا نام سعید بن سنان ہے یہ بصری ہیں اور ابوسنان شامی کا نام عیسے بن سنان ہے یہ قسم لی ہیں۔

٧٥٧۔حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُبْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُودَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَوبْنَ مَيْمُوْنٍ يُحَدِّثُ عَنْ

عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُودٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي قُبَّةٍ نَحْواً مِنْ أَرْبَعِينَ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ مَا أَنْتُمْ فِي الشِّرْكِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَحْمَرِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَفِي الْبَابِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ.

''سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے ہم قریباً چالیس افراد رسول اللہ کے ساتھ ایک قبہ میں تھے رسول اللہ نے ہم سے فرمایا تم اس بات سے خوش ہو کہ جنت والوں کے چار حصوں میں سے ایک حصہ تم ہو؟ لوگوں نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا اچھا اس بات پر بھی خوش ہو کہ جنتیوں کا نصف تم ہو؟ بہشت میں سچے مسلمان کے سوا اور کوئی داخل نہ ہوگا، تم لوگ مشرکین و کفار میں اتنا ہو جیسے سفید بال کالے بیل کی کھال میں یا کالا بال سرخ بیل کی کھال میں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس باب میں عمران بن حصین اور ابوسعید خدری سے روایات مذکور ہیں۔

۱۴۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي صِفَةِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ

جنت کے دروازوں کی صفت کے بیان میں

۷۵۸۔ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَغْدَادِيُّ، حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى الْقَزَّازُ عَنْ خَالِدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: بَابُ أُمَّتِي الَّذِي يَدْخُلُونَ مِنْهُ الْجَنَّةَ عَرْضُهُ مَسِيرَةُ الرَّاكِبِ الْمُجَوِّدِ ثَلَاثاً، ثُمَّ إِنَّهُمْ لَيُضْغَطُونَ عَلَيْهِ حَتَّى تَكَادَ مَنَاكِبُهُمْ تَزُولُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

قَالَ: سَأَلْتُ مُحَمَّداً عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ، وَقَالَ: لِخَالِدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ مَنَاكِيرُ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ.

''رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے دروازے کی چوڑائی جس سے یہ بہشت میں داخل ہونگے۔ اتنی ہے جتنی مسافت اچھا سوار تین دن میں طے کرے اس پر بھی یہ اتنی بھیڑ کیے ہوں گے کہ کندھے ہل جائیں''

یہ حدیث غریب ہے، میں نے محمد بن اسماعیل سے اس حدیث کے متعلق پوچھا انہوں نے اس حدیث کو نہیں پہچانا اور کہا خالد ابی بکر سالم عبداللہ سے منکر روایتیں کرتا ہے۔

۱۵۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي سُوقِ الْجَنَّةِ

جنت کے پاکیزہ بازار کے بیان میں

۷۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ أَبِي الْعِشْرِينَ، أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: أَنَّهُ لَقِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فِي سُوقِ الْجَنَّةِ، فَقَالَ سَعِيدٌ: أَفِيهَا سُوقٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلُوهَا نَزَلُوا فِيهَا

بِفَضْلِ أَعْمَالِهِمْ، ثُمَّ يُؤْذَنُ فِي مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا فَيَزُورُونَ رَبَّهُمْ وَيُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشَهُ وَيَتَبَدَّى لَهُمْ فِي رَوْضَةٍ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، فَتُوضَعُ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُورٍ، وَمَنَابِرُ مِنْ لُؤْلُؤٍ، وَمَنَابِرُ مِنْ يَاقُوتٍ، وَمَنَابِرُ مِنْ زَبَرْجَدٍ، وَمَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ، وَمَنَابِرُ مِنْ فِضَّةٍ وَيَجْلِسُ أَدْنَاهُمْ وَمَا فِيهِمْ مِنْ دَنِيٍّ عَلَى كُثْبَانِ الْمِسْكِ وَالْكَافُورِ مَا يُرَوْنَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَرَاسِيِّ بِأَفْضَلَ مِنْهُمْ مَجْلِساً.

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ: وَهَلْ نَرَى رَبَّنَا؟ قَالَ: نَعَمْ هَلْ تَتَمَارَوْنَ مِنْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ؟ قُلْنَا لَا. قَالَ: كَذٰلِكَ لَا تَتَمَارَوْنَ فِي رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ، وَلَا يَبْقَى فِي ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ رَجُلٌ إِلَّا حَاضَرَهُ اللّٰهُ مُحَاضَرَةً حَتّٰى يَقُولَ لِلرَّجُلِ مِنْهُمْ يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ، أَتَذْكُرُ يَوْمَ قُلْتَ كَذَا وَكَذَا فَيُذَكِّرُهُ بِبَعْضِ غَدَرَاتِهِ فِي الدُّنْيَا، فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَفَلَمْ تَغْفِرْ لِي؟ فَيَقُولُ بَلٰى فَبِسَعَةِ مَغْفِرَتِي بَلَغْتَ مَنْزِلَتَكَ هٰذِهِ، فَبَيْنَا هُمْ عَلَى ذٰلِكَ غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِنْ فَوْقِهِمْ فَأَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طِيباً لَمْ يَجِدُوا مِثْلَ رِيحِهِ شَيْئاً قَطُّ، وَيَقُولُ رَبُّنَا قُومُوا إِلَى مَا أَعْدَدْتُ لَكُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ فَخُذُوا مَا اشْتَهَيْتُمْ فَنَأْتِي سُوقاً قَدْ حَفَّتْ بِهِ الْمَلَائِكَةُ فِيهِ مَا لَمْ تَنْظُرِ الْعُيُونُ إِلَى مِثْلِهِ وَلَمْ تَسْمَعِ الْآذَانُ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوبِ، فَيُحْمَلُ إِلَيْنَا مَا اشْتَهَيْنَا لَيْسَ يُبَاعُ فِيهَا وَلَا يُشْتَرٰى وَفِي ذٰلِكَ السُّوقِ يَلْقَى أَهْلُ الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضاً. قَالَ فَيُقْبِلُ الرَّجُلُ ذُو الْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ فَيَلْقَى مَنْ هُوَ دُونَهُ وَمَا فِيهِمْ دَنِيٌّ فَيَرُوعُهُ مَا يَرَى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ فَمَا يَنْقَضِي آخِرُ حَدِيثِهِ حَتّٰى يَتَخَيَّلَ عَلَيْهِ مَا هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُ وَذٰلِكَ أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَحْزَنَ فِيهَا، ثُمَّ نَنْصَرِفُ إِلَى مَنَازِلِنَا فَتَتَلَقَّانَا أَزْوَاجُنَا فَيَقُلْنَ مَرْحَباً وَأَهْلاً لَقَدْ جِئْتَ وَإِنَّ لَكَ مِنَ الْجَمَالِ أَفْضَلَ مِمَّا فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ، فَيَقُولُ: إِنَّا جَالَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ، وَيَحِقُّ لَنَا أَنْ نَنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. وَقَدْ رَوَى سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ شَيْئاً من هذا الحديث.

''سعید بن مسیبؒ سیدنا ابو ہریرہؓ سے ملے تو انہوں نے کہا میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور آپ کو جنت کے بازار میں اکٹھا کرے، حضرت سعید نے کہا کیا جنت میں بھی بازار ہے؟ ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہاں مجھے رسول اللہ نے خبر دی ہے کہ جنت والے جب جنت میں داخل ہوں گے تو اپنے اپنے اعمال کی فضیلت کے مطابق اس میں جگہ پائیں گے پھر دنیا کے دنوں کے ایک جمعہ کے برابر زمانہ میں آواز دی جائے گی جس سے وہ اپنے پروردگار کی زیارت کریں گے۔ اوران لوگوں پر اس کا عرش ظاہر ہوگا اور خود پروردگار ان کے لئے جنت کسی باغ میں ظاہر ہوں گے اوران کیلئے نور، موتی، یاقوت، زمرد، چاندی اور سونے کے منبر رکھے جائیں گے۔ ان لوگوں میں نسبتاً جو سب سے معمولی اور ادنی ہوں گے۔ یہ لوگ یہ نہ سمجھیں گے کہ منبروں والے ان سے اچھے اور افضل ہیں، ابو ہریرہؓ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ تو کیا ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ حضور نے فرمایا ہاں۔ کیا تم سورج اور چودھویں کے چاند کے دیکھنے میں کوئی شک وشبہ کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا جی نہیں حضور ﷺ نے فرمایا اسی طرح اپنے پروردگار کے دیکھنے میں کوئی شک وشبہ نہ کرو گے۔ اس مجلس میں جتنے ہیں سب سے ایک ایک سے اللہ تعالیٰ روبرو بات چیت کریں گا حتیٰ

کہ وہ ایک آدمی سے فرمائیں گے اے فلاں کے بیٹے فلاں تجھے وہ دن یاد ہے جب تو نے فلاں فلاں بات کہی تھی اس طرح اسکو اسکی بعض نافرمانیاں یاد دلائیں گے جو اس نے دنیا میں کی تھیں وہ عرض کریگا اے پروردگار کیا تو نے مجھے بخش نہیں دیا حق سبحانہ وتعالیٰ فرمائیں گے یقیناً بخشدیا میری بخشش کی وسعت کیوجہ سے تو تو اس درجہ تک پہونچا ہے، اتنے میں ان کو اوپر سے ایک بدلی ڈھانپ لے گی اور ان پر خوشبو برسائے گی کہ اس کے برابر کوئی خوشبو نہ دیکھی ہوگی، ہمارے پروردگار یہ فرمائیں گے اٹھو ہم نے کچھ انعام واکرام تم لوگوں کیلئے مہیا کر رکھا ہے اسکی طرف بڑھو اور جو چاہو لو۔ اب ہم ایک بازار میں آئیں گے جسے فرشتے گھیرے ہونگے، اسمیں ایسی ایسی چیزیں ہونگی کہ جیسی نہ آنکھوں نے دیکھی ہونگی نہ کانوں نے کبھی سنی ہوں گی اور نہ کبھی دل میں ان کا خیال گذرا ہوگا وہ ہماری طرف لائی جائے گی وہاں خرید وفروخت نہ ہوگی اس بازار میں جنتیوں کی آپس میں ملاقات ہوگی بلند مرتبہ والا آگے بڑھے گا اور اپنے سے نیچے مرتبہ والے سے ملیگا اس میں نیچا اور اونچا کوئی نہ ہوگا وہ اس کا لباس دیکھ کر ذرا سا فکر مند ہوگا اسکی بات ختم بھی نہ ہوگی کہ اسے اپنا لباس اس سے عمدہ لگے گا اور یہ اس لئے کہ وہاں کسی کو رنج والم زیبا نہیں پھر ہم لوگ اپنی اپنی منزل میں آئیں گے، ہماری بیویاں ہمارا استقبال کیرں گی اور کہیں گی مرحبا واہلا۔ کیا بات ہے آپ کا چہرہ پہلے سے زیادہ نکھر گیا ہے۔ اور بہت زیادہ حسین وجمیل بن کر آئے ہیں وہ کہیں گے آج ہم لوگ اپنے پروردگار کے پاس بیٹھ کر آئے ہیں اس لئے ہم میں جو انقلاب ہوا ٹھیک ہے۔ ہم اس کے حقدار ہیں'' یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے اسی طریقہ سے جانتے ہیں۔

٧٦٠۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَهَنَّادٌ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوقًا مَا فِيهَا شِرًى وَلَا بَيْعٌ إِلَّا الصُّوَرَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، فَإِذَا اشْتَهَى الرَّجُلُ صُورَةً دَخَلَ فِيهَا قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

''سیدنا علیؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہشت میں ایک بازار ہے جس میں خرید وفروخت نہیں ہوتی۔ اس میں مردوں اور عورتوں کی تصویریں ہیں جب کوئی تصویر کی خواہش کرے گا تو اس میں داخل ہو جائے گا یعنی اسی میں متشکل ہو جایگا'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح : ان فی الجنة لسوقا ۔ قرطبیؒ کہتے ہیں اس میں یہ احتمال ہے کہ سوق ایک محفل اور جمع ہونے کو کہا گیا ہو جہاں جنتی ایک دوسرے کی زیارت کیلئے جمع ہونگے اور سلام وکلام ہوگا۔ بازار واشیاء مراد نہ ہوں کیونکہ ضروریات ومطلوبہ چیزیں تو وافر مقدار میں ان کے پاس موجود ہونگی کسی چیز کے لانے اور خریدنے کی حاجت نہ ہوگی، یہ احتمال بھی ہے کہ اس میں حوائج وضروریات تو نہ ہوں مگر مشتہیات اور دل کو بھانے والی چیزیں ہوں۔ جن کو جنتی دیکھیں اور اپنی اپنی پسند کے مطابق بلاعوض لے لیں۔ یاتونها کل جمعة ۔ ای مقدار کل جمعة (نووی) یعنی ایک ہفتہ کی مقدار کیونکہ سورج چاند دن رات اور ایام کا نظام تو وہاں نہ ہوگا۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ دن رات کا نظام وہاں ہوسکتا ہے اور نورانی تہوں اور مختلف حالتوں سے دن رات کا اندازہ ہو سکے گا۔ جس سے

اوقات حاصل ہونگے۔ (مرقات ج ا ص ۳۲۲) تکملہ میں ہے۔ انّ اهل الجنة ليحتا جون الى العلماء فى الجنة و ذالک انّهم يزورون الله تعالىٰ فى كل جمعة فيقول تمنّوا علىّ ما شئتم فيلتفتُ ون الى العلماء فيقولون ماذاتمنّى ويقولون تمنّوا عليه كذا و كذا فهم يحتا جون اليهم فى الجنة كما يحتا جون اليهم فى الدنيا . رواه عسا كر عن جابر . اور جمعہ کا نام جنت میں یوم المزید ہوگا۔ کیونکہ اس دن اہل جنت کا حسن زیادہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادہ انعامات ہونگے۔ ترجمہ: جنتی جنت میں علماء کے محتاج ہونگے اس کی حقیقت یہ ہے کہ بیشک یہ اللہ تعالیٰ کی زیارت ہر ہفتے جمعے کے دن کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے جو چاہو مجھ سے تمنا کرو وہ علماء کی طرف متوجہ ہونگے سو کہیں گے کس چیز کی تمنا کریں تو علماء ان کو بتلائیں گے کہ اس طرح تمنا کرو سو یہ جنت میں بھی علماء کے محتاج ہونگے جیسے دنیا میں (صحیح حاصل کرنے کیلئے) ان کے محتاج ہیں

فتهب ريح الشمال . شمالی جہت سے آنے والی ہوا۔ اس میں شِمال، شَمأل، شَمْل، شمول بروزن قبول و دبور لغات بھی ہیں۔ فتحثوا فى وجوههم و ثيابهم . اسکا مفعول المسک و انواع الطیب. محذوف ہے۔ ان پر مشک وعنبر اور قسم قسم کی خوشبوئیں چھڑکے گی یہ چھڑکاؤ پورے جسم پر ہوگا چہرے کا ذکر شرافت وعظمت کی وجہ ہے۔ فيز دا دون حسنا و جمالا . ان کا حسن و جمال دوبالا ہو جائے گا قيل يكون حسنهم بقدر حسنا تهم . ان کا حسن حسنات ونیکیوں کے بقدر ہوگا۔ وقد ازدادوا حسنا و جمالا . یہ تو ان کی حالت تھی ادھر اہل خانہ کا حسن بھی بڑھ چکا ہوگا۔

حسن بڑھنے کا سبب: ا۔ وہی ہوا گھروں میں بھی ان کو پہنچے گی اسی کے اثر سے ان کی خوب صورتی بڑھ جائیگی ۲۔ آنے والوں کے حسن و جمال کے انعکاس کی وجہ سے ان کا حسن بھی دوبالا ہو جائے گا۔ ۳۔ ان سے متاثر ہونے اور درجات کے بلند ہونے کی وجہ سے ان کا حسن زیادہ ہوگا۔ ☆ اشارۃ النص سے یہ بات واضح ہو رہی کہ عورتیں بازار کا سنگھار نہیں بلکہ ملکۃ البیت ہیں اور مکان کی زینت جب جنت کے بازار میں نہیں جائیں گے تو دنیا کے بازار میں وہ بھی نیم عریاں پھرنے والی کیونکر جنت میں جائیں گی؟

۱۶۔ بَابُ مَاجَاءَ فِى رُؤْيَةِ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى

اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیدار باقرار کے بیان میں

۷۶۱۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتُعْرَضُونَ عَلَى رَبِّكُمْ فَتَرَوْنَهُ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلوٰةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَصَلوٰةٍ قَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا. ثُمَّ قَرَأَ: "وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ". قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ.

"سیدنا جریر بن عبداللہ بجلیؓ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے رات کا وقت تھا چودھویں کا چاند پورا نکلا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ عنقریب تم اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے جاؤ گے تو اسے اس طرح دیکھو گے جیسے یہ چاند دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں شک نہ کرو گے پس اگر تم سے ہو سکے سورج نکلنے سے پہلے کی نماز اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز سے مغلوب نہ ہو جاؤ تو

پڑھ لیا کرو حضور نے یہ آیت پڑھی اپنے پروردگار کی طلوع آفتاب سے پہلے اور قبل غروب آفتاب سے پہلے پاکی بیان کرو'' یہ حدیث صحیح ہے

۷۶۲۔حَدَّثَنَا محمّدُبنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ،أخبرنا حَمَّادُبنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ البُنَانِيِّ،عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بنِ أَبِي لَيْلَى،عَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي قَوْلِهِ "لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ" قَالَ: إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ،نَادَى مُنَادٍ إِنَّ لَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ مَوْعِداً،قَالُوا أَلَمْ يُبَيِّضْ وُجُوهَنَا وَيُنَجِّنَامِنَ النَّارِوَيُدْخِلْنَاالْجَنَّةَ؟قَالُوا بَلَى،فَيُكْشَفُ الْحِجَابُ،قَالَ:فَوَاللّٰهِ مَا أَعْطَاهُمْ شَيْئاً أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَيْهِ.

قَالَ أبوعِيسَى: هٰذَا حديثٌ إِنَّمَا أَسْنَدَهُ حَمَّادُبنُ سَلَمَةَوَرَفَعَهُ،وَرَوَى سُلَيْمَانُ بنُ الْمُغِيْرَةِ[وَحَمَّادُبنُ زَيْدٍ]هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بنِ أَبِي لَيْلَى قَوْلَه.

''سیدنا صہیب ؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے قول ''اور جن لوگوں نے نیک اعمال کئے ان کیلئے نیکی اور بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ'' کے بارے میں روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جب جنت والے جنت میں داخل ہوں گے تو ایک پکارنے والا ندا کرے گا کہ تم لوگوں کے لئے اللہ کے پاس ایک وعدہ ہے،لوگ کہیں گے اللہ نے ہمارے چہروں کو منور نہیں کیا۔کیا ہمیں دوزخ سے نجات دے کر بہشت میں داخل نہیں کیا؟ فرشتے کہیں گے ہاں یہ تو سب کچھ ہے اتنے میں پردہ اٹھایا جائے گا اور بے حجاب دیدار الٰہی ہوگا،حضور نے فرمایا اللہ کی قسم ان کو کوئی چیز رب نے اپنی طرف نظر کرنے سے زیادہ محبوب و مرغوب نہیں دی'' اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے مسند و مرفوع بیان کیا ہے،لیکن سلیمان بن مغیرہ نے اسکو عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا قول بتایا ہے

۱۷۔بابٌ منه

۷۶۳۔حَدَّثَنَا عَبْدُبنُ حُمَيْدٍ،أخبرني شَبَابَةُ بنُ سَوَّارٍ،عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ ثُوَيْرٍ،قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَيَقُولُ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً لَمَنْ يَنْظُرُ إِلَى جِنَانِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَنَعِيْمِهِ وَخَدَمِهِ وَسُرُرِهِ مَسِيرَةَ أَلْفِ سَنَةٍ،وَأَكْرَمُهُمْ عَلَى اللّٰهِ مَنْ يَنْظُرُإِلَى وَجْهِهِ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً،ثُمَّ قَرَأَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:"وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ(۲۲)إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ(۲۳)".

قَالَ أبوعِيسَى: وَقَدْرُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِوَجْهٍ عَنْ إِسْرَائِيْلَ،عَنْ ثُوَيْرٍعَنِ ابنِ عُمَرَمَرْفُوعاً.وَرَوَاهُ عَبْدُالْمَلِكِ بنُ أَبْجَرَ عَنْ ثُوَيْرٍعَنِ ابنِ عُمَرَ مَوْقُوفاً،وَرَوَاهُ عُبَيْدُاللّٰهِ الأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ ثُوَيْرٍعَنْ مُجَاهِدٍعَنِ ابنِ عُمَرَقَوْلَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ.حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُبنُ الْعَلَاءِ،أخبرنا عُبَيْدُاللّٰهِ الأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ ثُوَيْرٍعَنْ مُجَاهِدٍعَنِ ابنِ عُمَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

''سیدنا ابن عمر ؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل جنت میں سب سے معمولی درجہ کا وہ ہے جو اپنے باغوں، بیویوں عیش و عشرت کے سامان،نوکروں اور تختوں کو ہزار سال کی مسافت سے دیکھے گا۔اور اللہ کے نزدیک سب سے باعزت وہ ہے۔جو اللہ کی زیارت صبح و شام کرے گا۔پھر حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی'' کتنے چہرے اس دن ترو

تازہ ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف نظر کئے ہوں گے"

یہ حدیث مختلف طریقوں سے بواسطہ اسرائیل اور ثویر ابن عمر سے مرفوعاً مروی ہے اسے عبدالملک بن ابجر نے ثویر کے ذریعہ ابن عمر سے موقوفاً روایت کیا ہے عبداللہ بن اشجعی نے اس روایت کو سفیان سے بواسطہ ثویر اور مجاہد ابن عمر کا قول نقل کیا، اسی سند سے۔ ابوکریب محمد بن علاء، عبیداللہ اشجعی سفیان ثویر مجاہد ابن عمرؓ سے اسی کے ہم معنی موقوف مروی ہے۔

٧٦٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ طَرِيفٍ الْكُوفِيُّ، حَدَّثَنَا جَابِرُبْنُ نُوحٍ الْحَمَانِيّ الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: تُضَامُونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ؟ تُضَامُونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ؟ قَالُوا لَا، قَالَ: فَإِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ. وَهٰكَذَا رَوَى يَحْيَى بْنُ عِيسَى الرَّمْلِيُّ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَرَوَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَحَدِيثُ ابْنِ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ [illegible] مَحْفُوظٍ. وَحَدِيثُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَصَحُّ.

وَهٰكَذَا رَوَاهُ سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ مِثْلُ هٰذَا الْحَدِيثِ وَهُوَ حَدِيثٌ صحيحٌ أَيْضاً.

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم چودھویں رات کے چاند کے دیکھنے میں بھیڑ کرتے ہو؟ کیا تم آفتاب کے دیکھنے میں بھیڑ کرتے ہو؟ صحابہ نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا بے شک تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے، جیسا کہ چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو، اس کے دیکھنے میں کچھ بھیڑ نہ کرو گے"

یہ حدیث حسن غریب ہے، یحییٰ بن عیسے رملی اور دوسرے لوگوں نے اس حدیث کو اسی طرح اعمش سے بواسطہ ابی صالح ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے نقل کیا ہے۔ لیکن عبداللہ بن ادریس کی اعمش سے روایت غیر محفوظ ہے اور ابوصالح کی روایت ابو ہریرہؓ سے اصح ہے۔ سہیل بن ابی صالح نے بھی اسی طرح ابوصالح سے انہوں نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ ابوسعید خدریؓ سے دوسرے طریقوں سے نبی ﷺ سے اسی کے مثل مذکور ہے۔ اور وہ حدیث بھی صحیح ہے۔

١٨ـ بابٌ بلا عنوان

٧٦٥ـ حَدَّثَنَا سُوَيْدُبْنُ نَصْرٍ، أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، أخبرنا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُونَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، فَيَقُولُ: هَلْ رَضِيتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: مَا لَنَا لَا نَرْضَى وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ أَحَداً مِنْ خَلْقِكَ، فَيَقُولُ أَنَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالُوا: وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ أَبَداً. هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائیں گے اے جنت والو وہ

کہیں گے اے پروردگار ہم حاضر ہیں آپ کیلئے ساری سعادتیں پھر فرمائیں گے کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے کیوں نہ ہم راضی ہوں حالانکہ تو نے ہمیں اتنا کچھ دیا ہے کہ کسیکو نہیں دیا پھر اللہ فرمائیں گے میں تمہیں اس سے بھی عمدہ چیز دیتا ہوں وہ کہیں گے بہشت سے عمدہ کیا چیز ؟ فرمان ہوگا میں نے تم کو اپنی رضا دی اب میں تم پر کبھی ناراض نہ ہونگا" یہ حدیث حسن صحیح ہے

تشریح : هل رضیتم . بزارؒ نے حدیث جابر سے هل تشتهون شیئا؟ کے الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔ احلّ علیکم رضوانی میری رضا تم پر آن پڑی۔ تمہیں میری رضا مل چکی۔ اس میں آیت قرآنی "ورضوان من اللہ اکبر" کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ تمام سعادتوں کی بنیاد رضاء ربانی اور عطاء رحمانی ہے۔ یہ اللہ ہی کی مہربانی ہے جس کو معلوم ہو کہ میرا آقا مجھ سے راضی ہے تو وہ کتنا خوش ہوتا ہے۔ ابن ابی جمرہؒ نے ایک باریک نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ گھر کے رہائشی کی طرف گھر کو منسوب کیا جاسکتا ہے اگر چہ وہ مالک نہ ہو صرف مکین ہو۔ کیونکہ جنت اللہ کے ملک میں پھر بھی اس کے ساکنین کی طرف منسوب کر کے فرمائیں گے یا اہل الجنۃ اس میں تکریم بھی ہے ۔ مزید یہ بھی ہے کہ رضاء کی خبر جنت میں پہنچنے کے بعد دی جائے گی پہلے نہیں دینگے کیونکہ اگر جنت میں استقرار سے پہلے خبر دیتے تو علم الیقین یقینی جانا ہوتا اور پہنچنے اور قرار پکڑنے کے بعد کی خبر دینا یہ عین الیقین ہے جو پہلے سے اعلیٰ درجہ ہے۔ اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ فلا تعلم نفس ما اخفي لهم من قرّة اعين .(السجدۃ ۱۷)

۱۹ ۔ بابُ ماجاءَ فی تَرائی أَهلِ الجنةِ فی الغُرَفِ

اہل جنت کا بالاخانوں میں سے ایک دوسرے کو دیکھنے کے بیان میں

۷۶۶ ۔ حدّثنا سُوَیْدُبنُ نَصْرٍ،أخبرنا عبدُاللہ بنُ المُبارَكِ،أخبرنا فُلَیحُ بنُ سُلَیمانَ عن هِلالِ بنِ عَلِیٍّ عن عَطاءِ بنِ یَسارٍ عَن أَبی هُرَیْرَةَ عَن النَّبِیِّ ﷺ قالَ: إنَّ أَهلَ الجنَّةِ لَیَتَراءَوْنَ فِی الغُرْفَةِ کَما یَتَراءَوْنَ الکَوْکَبَ الشَّرْقِیَّ أَوِالْکَوْکَبَ الْغَرْبِیَّ الغارِبَ فی الأُفقِ أَوِ الطَّالِعَ فی تَفاضُلِ الدَّرَجاتِ،فقالوا:یارسولَ اللہِ، أُولٰئِكَ النَّبِیُّوْنَ؟قال:بَلٰی وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ،وَأَقْوَامٌ آمَنُوابِاللہِ وَرَسُولِهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِینَ. قَالَ أبوعِیسٰی: هٰذا حدیثٌ صحیحٌ.

"سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا جنت والے اپنے بالاخانوں سے ایک دوسرے کو اپنے مختلف درجوں میں بیٹھے دیکھیں گے جیسے مشرق والے ستارے کو یا مغرب میں غروب ہونے والے ستارے کو یا طلوع ہونے والے کو دیکھتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ سب پیغمبر ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اور وہ لوگ بھی ہونگے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی" یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح : لیترا ءون الغرفة فی الجنة . غرفۃ سب سے اونچی منزل۔ اوپر کا درجۃ۔ اس سے ثابت ہوا کہ اعمال کے مطابق اہل جنت کے درجات متفاوت ہونگے اور صریح حدیث ہے۔ انّ فی الجنة غر فا یری ظاهر ها من باطنها الکوکب الدرّی خوب روشن ستارہ۔ فی الا فق الشر قی او الغر بی . طیبیؒ کہتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ دور ہونے کے باوجود چمکتے اور روشن نظر

آئیں گے۔ الغا بر من الا فق البعید و الذا ھب الماشی دوردرزا۔ پہلا من ابتدائیہ یا ظرفیہ ہوگا۔ دوسرا من اسی کا بیان ہے ابتداء افق یعنی مشرق سے

سوال! ابن التینؒ نے اعتراض کیا ہے کہ ستارے مغرب میں غروب ہوتے ہیں تو اس میں مشرق کا ذکر کیسے؟

جواب! دراصل ابن التینؒ کو الغائر کی روایت سے مغالطہ ہوا ہے حالانکہ صحیح روایت الغابر (دور) ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ ستارے دوری اور چھوٹا ہونے کی وجہ سے بوقت طلوع مدہم اور ہلکے ہلکے سے نظر آتے ہیں تو مقصود دوری بیان کرنا ہے طلوع وغروب کی جہت متعین کرنا نہیں۔ رجال ا منو ا با الله و صدّ قو المر سلین ۔ یعنی جنہوں نے ایمان وتصدیق کا حق ادا کردیا ورنہ ہر مومن ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول سے متصف ہے۔ مزید یہ بھی ہے۔ فقال اعرابیّ لمن یا رسول الله : قال ھی لمن أ لا ن الکلام و أ دا م الصیام و صلّی با للیل و الناس نیام .

٢٠ ـ بابُ ماجاءَ فی خُلُودِ أَهلِ الْجنَّةِ وَأَهْلِ النَّارِ

جنتیوں اور دوزخیوں کے ہمیشہ رہنے کے بیان میں

٧٦٧ ـ حَدَّثَنا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنا عبدُالعَزِيزِ بنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بنِ عبدِالرَّحمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: يَجْمَعُ اللهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيامَةِ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ يَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ: أَلَا يَتْبَعُ كُلُّ إِنْسَانٍ مَا كَانُوا يَعْبُدُونَ، فَيُمَثَّلُ لِصَاحِبِ الصَّلِيبِ صَلِيبُهُ، وَلِصَاحِبِ التَّصَاوِيرِ تَصَاوِيرُهُ، وَلِصَاحِبِ النَّارِ نَارُهُ، فَيَتْبَعُونَ مَا كَانُوا يَعْبُدُونَ، وَيَبْقَى الْمُسْلِمُونَ فَيَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ: أَلَا تَتْبَعُونَ النَّاسَ؟ فَيَقُولُونَ: نَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ، نَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ، اللهُ رَبُّنَا، وَهَذَا مَكَانُنَا حَتَّى نَرَى رَبَّنَا، وَهُوَ يَأْمُرُهُمْ وَيُثَبِّتُهُمْ، قَالُوا: وَهَلْ نَرَاهُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: وَهَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ؟ قَالُوا: لَا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَإِنَّكُمْ لَا تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ تِلْكَ السَّاعَةَ، ثُمَّ يَتَوَارَى ثُمَّ يَطَّلِعُ فَيُعَرِّفُهُمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّبِعُونِي فَيَقُومُ الْمُسْلِمُونَ

وَيُوضَعُ الصِّرَاطُ فَيَمُرُّ عَلَيْهِ مِثْلُ جِيَادِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ وَقَوْلُهُمْ عَلَيْهِ سَلِّمْ سَلِّمْ، وَيَبْقَى أَهْلُ النَّارِ فَيُطْرَحُ مِنْهُمْ فِيهَا فَوْجٌ، فَيُقَالُ: هَلِ امْتَلَأْتِ، فَتَقُولُ "هَلْ مِنْ مَزِيدٍ" ثُمَّ يُطْرَحُ فِيهَا فَوْجٌ فَيُقَالُ: هَلِ امْتَلَأْتِ، فَتَقُولُ: "هَلْ مِنْ مَزِيدٍ" حَتَّى إِذَا أُوعِبُوا فِيهَا وَضَعَ الرَّحْمٰنُ قَدَمَهُ فِيهَا، وَأَزْوَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ، ثُمَّ قَالَ: قَطْ، قَالَتْ: قَطْ قَطْ، فَإِذَا أَدْخَلَ اللهُ تَعَالَى أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلَ النَّارِ النَّارَ أُتِيَ بِالْمَوْتِ مُلَبَّبًا فَيُوقَفُ عَلَى السُّورِ الَّذِي بَيْنَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِ النَّارِ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَطَّلِعُونَ خَائِفِينَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَهْلَ النَّارِ، فَيَطَّلِعُونَ مُسْتَبْشِرِينَ يَرْجُونَ الشَّفَاعَةَ، فَيُقَالُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ وَلِأَهْلِ النَّارِ: هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا؟ فَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ: قَدْ عَرَفْنَاهُ هُوَ الْمَوْتُ الَّذِي وُكِّلَ بِنَا، فَيُضْجَعُ فَيُذْبَحُ ذَبْحًا عَلَى السُّورِ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ لَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ لَا مَوْتَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کریں گے پھر پروردگار عالم اوپر سے انکو جھانکیں گے اور فرمائیں گے ہر انسان اس کے پیچھے کیوں نہیں لگتا جس کو وہ دنیا میں پوجتا تھا

اتنے میں صلیب والوں کے لئے صلیب کی صورت بن جائے گی اور بت پرستوں کیلئے بتوں کی صورت بن جائے گی، آتش پرستوں کیلئے آگ کی صورت بن جائے گی اور سب اس کے پیچھے ہولیں گے جس کو وہ دنیا میں پوجتے تھے، صرف مسلمان رہ جائیں گے اوپر سے پروردگار عالم فرمائیں گے تم لوگوں کے پیچھے کیوں نہیں ہوتے وہ عرض کریں کے اللہ کی پناہ اللہ کی پناہ اللہ ہمارا پروردگار ہے اور ہماری جگہ ہے جب تک ہم اپنے پروردگار کو نہ دیکھ لیں اور وہی انکو حکم دے رہا ہے۔ا روہی انہیں ثابت قدم رکھے ہوئے ہے پھر اللہ تعالیٰ کچھ دیر کیلئے پوشیدہ ہو جائیں گے اور پھر جھانک کر فرمائیں گے تم کیوں لوگوں کے پیچھے نہیں لگتے وہ کہیں گے ہم تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اللہ ہمارا رب ہے اور یہ ہماری جگہ ہے۔ جبتک کہ ہم اپنے پروردگار کو نہ دیکھ لیں۔ اور وہی انہیں حکم دے رہا ہے اور وہی انہیں ثابت قدم رکھے ہوئے ہے یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم پروردگار کو دیکھیں گے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ بتاؤ چودھویں کے چاند دیکھنے میں اختلاف و جھگڑا کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں حضور نے فرمایا تو تم اس گھڑی اس کے دیدار میں بھی اختلاف نہ کرو گے پھر اللہ تعالیٰ چھپ جائیں گے اور پھر جھانکے گا اور تعارف کے بعد فرمائیں گے میں تمہارا پروردگار ہوں میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ

پھر پلصراط رکھا جائیگا یہ لوگ اس پر سے اچھے تیز دو گھوڑوں اور اونٹوں کی طرح گذر جائینگے اور اس پر انکا یہ قول ہے سلم سلم (اے اللہ سلامت رکھ سلامت رکھ) دوزخ والے وہیں باقی رہ جائیں گے اور اس سے ایک گروہ دوزخ میں پھینکا جائیگا اور کہا جائیگا کا تو بھر گئی وہ کہے گی کیا اور بھی ہیں؟ ایک گروہ پھر پھینکا جائیگا اور کہا جائیگا کیا تو بھر گئی وہ پھر کہے گی ہل من مزید آخر تمام دوزخی دوزخ میں ڈال دے جائینگے تو اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق اس میں قدم رکھ دیگا اور اسکا ایک حصہ دوسرے کی طرف سمٹ جائیگا پھر فرمائیگا کافی ہے وہ کہے کی کافی ہے الغرض جب اللہ تعالیٰ بہشت والوں کو بہشت میں داخل کردیں گے اور دوزخ والوں کو دوزخ میں داخل کردیں گے تو موت لائی جائیگی اس طرح کہ لانیوالا اس کے کپڑے سمیٹ کر اگلا کپڑا پکڑ کر لائیگا اور اسکو بہشت دوزخ کی درمیانی دیوار پر کھڑا کر کے کہا جائیگا کہ اے بہشت والوں یہ سنکر وہ ڈرتے ہوئے آئینگے اور جھانکیں گے پھر کہا جائیگا کہ اے دوزخ والو وہ اس امید پر خوش ہو کر جھانکیں گے کہ شاید ہمیں دوزخ سے رہائی دی جائے کہیں گے ہم اسکو اچھی طرح پہچانتے ہیں یہ وہی موت ہے جو ہم لوگوں پر مقرر کی گئی تھی اب موت کو لٹایا جائیگا اور اسی دیوار پر اس کو ذبح کر دیا جائیگا پھر کہا جائیگا اے جنت والو اب تمہیں ہمیشہ جنت ہی میں رہنا ہے موت نہیں اور اے دوزخ والو تمہیں ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے موت نہیں" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۷۶۸۔حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ يَرْفَعُهُ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أُتِيَ بِالْمَوْتِ كَالْكَبْشِ الْأَمْلَحِ فَيُوقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيُذْبَحُ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ،فَلَوْ أَنَّ أَحَداً مَاتَ فَرَحاً لَمَاتَ أَهْلُ الْجَنَّةِ، وَلَوْ أَنَّ أَحَداً مَاتَ حُزْناً لَمَاتَ أَهْلُ النَّارِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ.

وقد رُوِيَ عَنِ النبيِّ ﷺ رِوَايَاتٌ كَثِيرَةٌ مِثْلُ هَذَا مَا يُذْكَرُ فِيهِ أَمْرُ الرُّؤْيَةِ أَنَّ النَّاسَ يَرَوْنَ رَبَّهُمْ وَذِكْرُ الْقَدَمِ وَمَا أَشْبَهَ

هَـذِهِ الْأَشْيَـاءَ، وَالْـمَـذْهَـبُ فِي هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الأَئِمَّةِ مِثْلِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بنِ أَنَسٍ وَسُفْيَانَ بنِ عُيَيْنَةَ وَابنِ الْـمُبَارَكِ وَوَكِيعٍ وَغَيْرِهِـمْ أَنَّهُـمْ رَوَوْاهَذِهِ الأَشْيَاءِ ثُمَّ قَالُوا: تُرْوَى هَذِهِ الأَحَادِيثُ وَنُؤْمِنُ بِهَا وَلَا يُقَالُ كَيْفَ؟، وَهَذَا الَّـذِي اخْتَـارَهُ أَهْلُ الْحَدِيثِ أَنْ يَرْوُواهذِهِ الأَشْيَاءَ كَمَا جَاءَتْ وَيُؤْمَنُ بِهَا وَلَا تُفَسَّرُ وَلَا يُتَوَهَّمُ وَلَا يُقَالُ كَيْفَ، وَهَذَا أَمْرُأَهلِ العِلْمِ الَّذِي اخْتَارُوهُ وَذَهَبُوا إِلَيْهِ. وَمَعْنَى قَوْلِهِ فِي الْحَدِيثِ: فَيُعَرِّفُهُمْ نَفْسَهُ يَعْنِي يَتَجَلَّى لَهُمْ.

''سیدنا ابوسعیدؓ سے مروی ہے اور وہ اس کو مرفوع بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو موت کو مینڈھے کی شکل میں لایا جائیگا اور اس کو بہشت و دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائیگا پھر اس کو ذبح کر دیا جائیگا اور وہ لوگ اس کو دیکھتے ہوں گے۔ پس اگر کوئی خوشی سے مرتا تو بہشت والے مرتے اور کوئی مارے غم کی وجہ سے مرتا تو دوزخ والے مرتے''

یہ حدیث حسن ہے، ان واقعات میں سفیان ثوری، مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، ابن مبارک، وکیع اور دوسرے علماء کا مذہب یہ ہے کہ انہوں نے ان احادیث کو روایت کیا ہے اور کہا ہے ہم اِن کی حقیقت کے بارے میں گفتگو نہیں کرتے کہ یہ کس طرح ہوں گی، محدثین نے بھی یہی طریقہ پسند کیا ہے حدیثیں جس طرح مروی ہیں اسی طرح اِن کو روایت کر دیا جائے۔ اور ان پر ایمان لایا جائے مگر ان کی (عقل) سے تفسیر نہ کی جائے نہ وہم کیا جائے اور نہ یہ کہا جائے کہ پاؤں ہاتھ وغیرہ کس طرح کے ہیں یہ امر اہل علم کا ہے جسے انہوں سے اختیار کیا ہے اور جس کی طرف وہ گئے ہیں۔ حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ وہ ان سے اپنا تعارف کرائے گا اس کا مطلب یہ ہے ان کے لئے ظاہر ہوگا۔

تشریح: وضع الرحمان قدمه فیها یہ بھی صفات باری تعالیٰ میں سے ہے۔ جس میں مذہب راجح یہی ہے کہ ظاہر پر ایمان لائیں اور کیفیت کو اللہ کے سپرد کریں۔ باقی اللہ تعالیٰ اعضاء و جوارح سے منزہ ہے۔ قدم سے مراد مخلوقات کا قدم نہیں۔ بعض علماء نے یہ تاویل بھی کی ہے۔

ا۔ مثلاً بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد اذلال النار مراد ہے کہ جہنم چیختی چنگھاڑتی دہکتی ہوگی تو اسے اللہ دبا دینگے اور کسی متکبر و بلند ہونے والے کی تذلیل و دبانے کیلئے یوں ہی کہا جاتا ہے کہ اسے پاؤں تلے روند دیا۔ ۲۔ اس سے مراد سب جہنمیوں کے داخل ہونے کی اطلاع ہے گروہ در گروہ ڈالے جائیں گے اور جہنم مزید کی منتظر ہوگی سب کے نام ولدیت اعمال سیئہ کی چھان بین اور پہچان کے بعد جہنم میں انڈیلے جائیں گے جب جہنم کا داروغہ یہ کہہ دیگا قـط قـط بس اب سب آگئے تو جہنم انہیں گھیر لیگی اور ان پر لپٹ جائیگی۔ سب کے آجانے کو وضع القدم سے تعبیر کیا (قرطبی و کذا فی الابی) اس میں بھی قول اول سکوت و توقف راجح ہے۔ واللہ اعلم

فتقـول قـط قـط بسكـون الـطـاء و تخفيفها و يجوز بكسر الطاء . تاء مخففہ جزم و کسرہ دونوں کے ساتھ درست ہے والاوّل اشهـر . بخاری شریف میں قطی قطی طاء مکسورہ میں اشباع کے ساتھ بھی ہے یعنی کسرے کو اتنا کھینچا کہ یا پیدا ہوگئی۔ بمعنی حسبی حسبی مجھے کافی ہے کافی ہے بس بس۔ قدنی قدنی بھی آتا ہے اس کی تفسیر میں اس کا بھی وہی معنیٰ ہے۔ و یزوی بعضها الیٰ بعض . ای یضمّ بعضها الی بعض یعنی اس کے بعض بعض سے مل جائیں گے کہ اب مزید کی گنجائش نہیں جیسے ہجوم میں ہوتا ہے۔

کما نہ کبش املح . گویا یہ موت کی صورت مثالیہ ہے۔ جس کا ذبح کرنا اس کے عدم اور ختم ہونے کو مستلزم ہے۔ موت کی صورت مثالیہ کے ذبح کرنے (اور لوگوں کے سامنے لانے) میں حکمت یہ ہے کہ لوگ دیکھ کر بالکل دلی اطمینان حاصل کر لیں کہ سب عیش کو مکدر کرنے والی چیز اب ختم ہو چکی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس کی صورت مثالیہ ذبح کرائے بغیر بھی اسے کالعدم کر سکتے ہیں یہ تو صرف اپنے بندوں کی دل جوئی اور تطییب خاطر کیلئے ہے۔ علامہ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ کبش میں حکمت یہ ہے کہ دراصل یہ ان کا فدیہ اور بطور بدل و قربانی ہے کہ مینڈھا ذبح ہو چکا اب تم محفوظ ہو گئے جیسا کہ اسماعیل علیہ السلام کے عوض مینڈھا ذبح ہوا اور اسماعیل اللہ کے نبی برتر ہوئے۔ و فدیناه بذبح عظیم و ترکنا علیه فی الاخرین (صافات ۱۰۸) ہم نے اس کے فدیہ میں بڑی قربانی دی۔ اور اس کو رہتی دنیا تک باقی رکھا بعد میں آنے والوں کیلئے۔ اور املح (سفید و سیاہ) میں اہل جنت و جہنم کی شکلوں اور صورتوں کی طرف اشارہ ہے کہ آگ میں سیاہ اور باغ والے سفید چمکدار ہونگے اور املح بھی کہتے ہیں جس میں سواد و بیاض (دو رنگ) ہوں۔ ھکذا قال الکسائی و قال ابن الاعرابی الاملح الابیض الخالص نووی . و لِلّٰه درّا لقائل . و یقولون . ای یرفعون رؤو سھم لینظروا الی الکبش اوالی المنادی. لوگ گردنیں اونچی کریں گے تاکہ موت کی صورت مثالیہ مینڈھے یا ندا دینے والے کو دیکھیں۔ نعم ھذا الموت اچھا یہ موت ہے۔ اللہ اکبر۔ مینڈھے کی شکل دیکھ کر موت سمجھنا ہو سکتا ہے اس لئے ہو کہ اللہ تعالیٰ اس میں کوئی ایسی علامت لگا دیں جو اس کے موت ہونے پر دال و مُشعِر ہو۔ فیذبح . اس پر مازریؒ کو خوش فہمی اور معتزلہ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ قال المازری الموت عند اهل السنة عرض یضاد الحیاة . وقال بعض المعتزلة لیس بعرض بل معناه عدم الحیاة مازریؒ کہتے ہیں کہ موت عرض ہے زندگی سے متضاد ہے اور بعض معتزلہ نے کہا ہے کہ عرض نہیں بلکہ اس کا مطلب عدم الحیاۃ ہے و کلاھما علی الخطاء. بلکہ موت ایک مخلوق ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ الذی خلق الموت و الحیاة لیبلوکم ایکم احسن عملاً (ملک ۲) وہ ایسی قادر مطلق ذات ہے جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا اس سے بالکل صراحۃً ثابت ہوا کہ موت مخلوق ہے۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ موت جسم و حجم کے اعتبار سے مینڈھے کی طرح نہیں بلکہ یہ صرف اس کی صورت مثالی ہے اس طرح مثالی جسم کے ساتھ حدیث کی تاویل کی جائے گی۔ اور ذبح بھی یہی جسم مثالی ہوگا۔ کما مرّ آنفا . نووی۔ وانذر ھم یوم الحسرة اذقضی الامر وھم فی غفلة و ھم لا یؤ منون (مریم ۳۹) اور آپ انہیں ڈرایئے اس دن سے جس میں یہ افسوس کے ہاتھ ملیں گے۔ جب فیصلہ ہو کر رہیگا اور یہ بے خبری میں ہیں کہ ایمان نہیں لاتے ، مانتے ہی نہیں۔ یہ آیت تلاوت فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم کی تعیین فرمادی کہ حسرت کے دن سے یہ موت کے ذبح کا دن ہے اور دنیا یعنی اس کے اعمال کی طرف اشارہ کیا کہ یہ دنیا میں بے خبری اور بدعملی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ فلو ان احدا مات فرحا لمات اهل الجنة و لو انّ احدامات حزنا لمات اهل النار . سو اگر کوئی ایک خوشی سے مرتا تو اہل جنت خوشی کی وجہ سے مرجاتے اور اگر کوئی غم کی وجہ سے مرتا تو دوزخی مرجاتے۔ اللھم انجنا من النار و ادخلنا الجنة مع الابرار.

۲۱۔ بابُ ماجاءَ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بالْمَکارِہِ وَحُفَّتِ النَّارُ بالشَّھَوَاتِ

بہشت تکلیفات سے اور دوزخ خواہشات نفسانی سے گھیری گئی ہے کے بیان میں

۷۶۹۔حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بنُ عَاصِمٍ أخبرنا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ وَثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ. هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ صحيحٌ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت تکلیف کی چیزوں سے گھیری گئی ہے اور دوزخ شہوات سے گھیری گئی ہے'' یہ حدیث حسن غریب اس طریق سے صحیح ہے۔

۷۷۰۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، أخبرنا عَبْدَةُ بنُ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بنِ عَمْرٍو، حدثنا أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ أَرْسَلَ جِبْرَائِيلَ إِلَى الْجَنَّةِ، فَقَالَ انْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ فَجَاءَهَا فَنَظَرَ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعَدَّ اللّٰهُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ فَرَجَعَ إِلَيْهِ، قَالَ فَوَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَقَالَ ارْجِعْ إِلَيْهَا فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، قَالَ فَرَجَعَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ، فَقَالَ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خِفْتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ. قَالَ اذْهَبْ إِلَى النَّارِ فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا، فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضاً، فَرَجَعَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، فَقَالَ: ارْجِعْ إِلَيْهَا فَرَجَعَ إِلَيْهَا، فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَنْجُو مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے بہشت و دوزخ کو پیدا کیا تو جبرائیل کو یہ فرمایا کہ بہشت اور اس کے ساز و سامان کو دیکھو آپ نے فرمایا جبرائیل جنت کی طرف آئے اور جنت اور اس کے کل سامان کو دیکھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کیلئے تیار کر رکھا ہے جبرائیل واپس آئے اور عرض کیا تیری عزت کی قسم اسکا ذکر جو بھی سنے گا وہ اس میں داخل ہوگا ایک بھی ایسا نہ ہوگا جو جنت کا ذکر سنے اور اس میں داخل ہوئے بغیر رہ جائے اب اللہ نے فرمایا کہ جنت کو مکروہات سے گھیر دیا جائے حسب الحکم اسے مکروہات سے گھیر دیا گیا۔ پھر حق تعالیٰ نے حضرت جبرائیل سے فرمایا تم پھر جنت کو دیکھو کہ جنتیوں کیلئے میں نے کیا کیا تیار کیا ہے حضور فرماتے ہیں اب کی مرتبہ جو جبرائیلؑ گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اسے تکلیف سے گھیر دیا گیا ہے۔ حضرت جبرائیلؑ حق تعالیٰ کے پاس آئے اور عرض کیا تیری عزت کی قسم مجھے تو یہ ڈر ہو گیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسمیں کوئی ایک داخل نہ ہو، پھر ارشاد ہوا کہ جاؤ اب دوزخ کو دیکھ آؤ کہ میں نے دوزخیوں کیلئے کیا کچھ تیار کیا ہے جبرائیل کیا دیکھتے ہیں کہ دوزخ کا ایک حصہ دوسرے حصہ پر سوار ہو رہا ہے حضرت جبرائیلؑ نے آکر عرض کیا تیری عزت کی قسم مجھے تو یہ ڈر ہے کہ جو بھی اسکا ذکر سنے گا وہ اسمیں نہ جائیگا حکم ہوا کہ اسکو شہوات سے گھیر دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا پھر جبرائیلؑ کو حکم ہوا جاؤ اب دوبارہ دوزخ کو دیکھو وہ گئے دیکھا اور عرض کیا تیری عزت کی قسم مجھے ڈر ہے اس سے ایک بھی نہ بچے گا سب ہی اس میں کود پڑیں گے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حفت الجنه بالمکاره. حفاف وہ آڑ جو چیز کو ایسا گھیرے اور محیط ہو جائے کہ اس کو پھاندے بغیر آدمی پہنچ ہی نہ سکے اسی طرح مکارہ اور مصائب جھیلے بغیر آدمی جنت پہنچ نہیں سکتا۔ مکارہ، مکروہ کی جمع ہے وہ کام جن میں مشقت تعب اور جھد ہو۔

اعمال صالحہ کرنا اور شہوات ولذتوں سے باز رہنا الاّ علی محلھا، نووی کہتے ہیں۔ یہ حدیث جو امع الکلم میں سے ہے اور بداعت وبلاغت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ جنت میں مکارہ کے بغیر اور جہنم میں شہوات کے بغیر نہیں جا سکتا۔ جنت مکارہ سے محجوب ومستور ہے اور جہنم شہوات وبے جالذات سے مستور ہے جو جس پردے کو ہٹائے گا اس میں جائیگا۔ مکارہ میں مجاھدہ، جہاد، ریاضت عفو حلم صدقہ و احسان اور شہوات محرّمۃ سے باز رہنا۔ شہوات محرّمۃ خمر زنا اجنبیۃ کی طرف نظر، غیبت، آلات طرب ولہو وغیرہ

۲۲۔بَابُ مَاجَاءَ فِی احْتِجَاجِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

جنت اور دوزخ کے مقابلے کے بیان میں

۲۷۷۱۔حَدَّثَنَا أَبُو کُرَیْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدَۃُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِی سَلَمَةَ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ الْجَنَّةُ: یَدْخُلُنِی الضُّعَفَاءُ وَالْمَسَاکِینُ، وَقَالَتِ النَّارُ: یَدْخُلُنِی الْجَبَّارُونَ وَالْمُتَکَبِّرُونَ، فَقَالَ لِلنَّارِ: أَنْتِ عَذَابِی أَنْتَقِمُ بِكِ مِمَّنْ شِئْتُ، وَقَالَ لِلْجَنَّةِ أَنْتِ رَحْمَتِی أَرْحَمُ بِكِ مَنْ شِئْتُ.

قَالَ أَبُو عِیسَی: هٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ.

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت اور دوزخ نے باہم جھگڑا کیا جنت نے کہا مجھ میں ضعیف اور مسکین داخل ہوں گے، دوزخ نے کہا مجھ میں سرکش ارمتکبر داخل ہوں گے اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے فرمایا تو میرا عذاب ہے میں تیرے ذریعہ جس سے چاہوں گا بدلہ لوں گا اور جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے تیرے ذریعہ جس پر چاہوں گا رحم کروں گا" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: ا۔ نوویؒ کہتے ہیں کہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت ودوزخ کو ادراک وتمیز دی اور زبان قال سے گویا ہوئیں اور باھم مناظرہ ومحاجۃ کیا نتیجہ واضح ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی یہ تمیز وحس ہمیشہ باقی رہے بلکہ وہ تو ایک وقت مقرر کیلئے تھی پھر پہلے کی طرح۔ ۲۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ ان کا مکالمہ زبان حال سے تھا۔ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں کہ حقیقت پر محمول کریں یا مجاز پر۔ بندہ کے نزدیک حقیقت پر محمول کرنا اولیٰ ہے کیونکہ اس میں کوئی بعد نہیں۔

۲۳۔بَابُ مَاجَاءَ مَالِأَدْنَی أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْکَرَامَةِ

سب سے کمتر درجہ والے بہشتی کے اعزاز واکرام کے بیان میں

۷۷۲۔حَدَّثَنَا سُوَیْدُ بْنُ نَصْرٍ، أخبرنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أخبرنا رِشْدِینُ بْنُ سَعْدٍ حدثنی عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِی الْهَیْثَمِ عَنْ أَبِی سَعِیدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَدْنَی أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً الَّذِی لَهُ ثَمَانُونَ أَلْفَ خَادِمٍ وَاثْنَتَانِ وَ سَبْعُونَ زَوْجَةً وَتُنْصَبُ لَهُ قُبَّةٌ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَزَبَرْجَدٍ وَیَاقُوتٍ کَمَا بَیْنَ الْجَابِیَةِ إِلَی صَنْعَاءَ.

وَبِهٰذَا الإِسْنَادِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ صَغِیرٍ أَوْ کَبِیرٍ یُرَدُّونَ بَنِی ثَلَاثِینَ فِی الْجَنَّةِ لَا یَزِیدُونَ عَلَیْهَا أَبَدًا، وَ کَذٰلِكَ أَهْلُ النَّارِ.

وَبِهٰذَا الإسنَادِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ عَلَيْهِمُ التِّيجَانَ، إِنَّ أَدْنَى لُؤْلُؤَةٍ مِنْهَا لَتُضِيءُ مَابَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ.

''سیدنا ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا بہشت میں سب سے معمولی درجہ کا وہ شخص ہے جس کے لئے اسی ہزار خادم اور بہتر بیویاں ہوں گی، اس کے لئے موتی۔ زمرد اور یاقوت کا قبہ تعمیر کیا جائے گا وہ اتنا بڑا ہوگا کہ جابیہ سے لے کر صنعاء تک کے فاصلہ پر سما جائے'' اسی اسناد سے نبی ﷺ نے فرمایا جو جنتی مر گیا خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا وہ تیس برس کا لوٹایا جائے گا اس سے زیادہ عمر کا نہ ہوگا۔ اور اسی طرح دوزخ والے ہوں گے، اسی اسناد سے نبی ﷺ نے فرمایا ان کے سر پر تاج ہوں گے ان کا سب سے معمولی موتی ایسا ہے کہ مشرق سے مغرب تک کی تمام چیزوں کو روشن کر دے''

یہ حدیث غریب ہے، اس کو ہم صرف رشدین بن سعد کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

۷۷۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِي، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: الْمُؤْمِنُ إِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ حَمْلُهُ وَوَضْعُهُ وَسِنُّهُ فِي سَاعَةٍ كَمَا يَشْتَهِي قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي هٰذَا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ فِي الْجَنَّةِ جِمَاعٌ وَلَا يَكُونُ وَلَدٌ، هٰكَذَا يُرْوَى عَنْ طَاوُسٍ وَمُجَاهِدٍ وَإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ: قَالَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ فِي حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ: إِذَا اشْتَهَى الْمُؤْمِنُ الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ كَانَ فِي سَاعَةٍ كَمَا يَشْتَهِي وَلٰكِنْ لَا يَشْتَهِي: قَالَ مُحَمَّدٌ: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي رَزِينٍ الْعُقَيْلِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا يَكُونُ لَهُمْ فِيهَا وَلَدٌ. وَأَبُو الصِّدِّيقِ النَّاجِيُّ اسْمُهُ بَكْرُ بْنُ عَمْرٍو وَيُقَالُ بَكْرُ بْنُ قَيْسٍ أَيْضاً.

''سیدنا ابو سعید خدری سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن جب جنت مین اولاد کی خواہش کرے گا، تو اس کا حمل، جننا اور بڑا ہونا ایک لحہ میں ہوگا جیسا کہ وہ خواہش کرے گا'' یہ حدیث حسن غریب ہے

علماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ جنت مین ہمبستری ہوگی مگر اولاد نہ ہوگی۔ طاؤس مجاہد اور ابراہیم نخعیؒ سے اسی طرح منقول ہے محمد بن اسماعیلؒ فرماتے ہیں لہ اسحاق بن ابراہیم نے رسول اللہ ﷺ سے یوں نقل کیا ہے کہ مؤمن جب جنت میں بچہ کی خواہش کریں گے، تو ایک لحہ میں ہو جائیگا لیکن وہ ایسی خواہش نہ کرے گا۔ نیز فرماتے ہیں اس طرح ابورزین عقیل نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ اہل جنت کے یہاں اولاد نہ ہوگی۔ ابو الصدیق ناجی کا نام بکر بن عمرو ہے بکر بن قیس بھی کہا گیا ہے۔

۲۴۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي كَلَامِ الْحُورِ الْعِينِ

بڑی آنکھوں والی حوروں کے نغمہ کے بیان میں

۷۷۴۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ

قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَمُجْتَمَعاً لِلْحُورِ الْعِينِ يَرْفَعْنَ بِأَصْوَاتٍ لَمْ يَسْمَعِ الْخَلاَئِقُ مِثْلَهَا يَقُلْنَ: نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلاَ نَبِيدُ،وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلاَ نَبْأَسُ،وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلاَ نَسْخَطُ،طُوبَى لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهُ .

وفى الباب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ وَأَنَسٍ. قَالَ أبوعِيسَى:حدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ غريبٌ .

''سیدنا علیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت مین بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کے لئے ایک جگہ مقرر ہے جہاں یہ سب جمع ہوتی ہیں اور ایسی آواز بلند کرتی ہیں کہ کے مثل مخلوق نے نہیں سنی وہ کہتی ہیں ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں ہلاک نہ ہوں گی۔ناز ونعمت میں رہنے والی ہیں محتاج پریشان نہ ہونگی،ہم راضی رہنے والی ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گی اسکا کیا کہنا جسکی ہم ہیں اور وہ ہمارا ہے''اس باب میں ابوہریرہؓ ابوسعید اور انس سے روایات ہیں حدیث علی غریب ہے۔

۷۷۵۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنِ الأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ فى قوله عزّوجلّ "فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ "قَالَ السَّمَاعُ:ومعنى السَّمَاعُ مثل ماوردفى الحديث أن الحور العين يرفعن بأصواتهن .

تشریح : لانباس . اى لا يصيبنا بؤس بأس ،باساء ، بؤس شدّت تنگی حال۔اى لا تفتقرو لا نحتاج و لا نحزن یعنی انہیں تکلیف نہ ہوگی۔جنت دار الثبات والقرار ہے اس میں تغیر وتبدل اور ترقی وتنزل،موت وفناء نہ ہوں گے اُمن ہی اُمن۔

۲۵۔بابُ ماجاءَ فى صِفَةِ أَنْهارِ الْجَنَّةِ

جنت کی نہروں کی صفت کے بیان میں

۷۷۶۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،حدثنا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ،أخبرنا الْجُرَيْرِيُّ،عَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ،عَنْ أَبِيهِ،عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَحْرَ الْمَاءِ،وَبَحْرَ الْعَسَلِ،وَبَحْرَ اللَّبَنِ،وَبَحْرَ الْخَمْرِ،ثُمَّ تُشَقَّقُ الأَنْهَارُ بَعْدُ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وَحَكِيمُ بْنُ مُعَاوِيَةَ هُوَوَالِدُ بَهْزبن الحكيم،والجريرى يُكْنَى أَبَا مَسْعُودٍوَ اسْمُهُ سَعِيدُ بْنُ إِيَاسٍ.

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہشت میں پانی،شہد،دودھ اور شراب کے دریا ہیں پھران دریاؤں سے نہریں پھوٹتی ہیں''یہ حدیث حسن صحیح ہے۔حکیم بن معاویہ بہز کے والد کے ہیں،جریری کی کنیت ابوسعود اور نام سعید بن ایاس ہے

۷۷۷۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،حدثنا أَبُوالأَحْوَصِ،عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ،عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ اللَّهُمَّ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ،وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلاَثَ مَرَّاتٍ،قَالَتِ النَّارُ:اللَّهُمَّ أَجِرْهُ مِنَ النَّارِ.

قَالَ:هَكَذَا رَوَى يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ،عَنْ أَنَسٍ [بن مَالِكٍ مَوقوفاًأيضاً]. [عَنِ النبى ﷺ نحوَه.وقدرُوِيَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَوْلَهُ].

''سیدنا انس بن مالک سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی اللہ سے تین بار جنت طلب کرے تو جنت کہتی

ہے اے اللہ اس کو جنت میں داخل کر اور جو کوئی دوزخ سے تین بار پناہ چاہے تو دوزخ کہتی ہے اے اللہ اس کو دوزخ سے پناہ دے'' یونس نے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے، ابو اسحاق کے واسطے سے اسی کو انسؓ کا قول کہا گا ہے

٢٦۔بابٌ بلا عنوان

٧٧٨۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حدثنا وَكِيعٌ، عَن سُفْيَانَ، عَن أَبِي الْيَقْظَانِ، عَن زَاذَانَ، عَن عَبْدِاللّٰهِ بنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ثَلَاثَةٌ عَلَى كُثْبَانِ الْمِسْكِ أُرَاهُ قَالَ: يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَغْبِطُهُمُ الْأَوَّلُونَ وَالآخِرُونَ: رَجُلٌ يُنَادِي بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ وَرَجُلٌ يَؤُمُّ قَوْماً وَهُمْ بِهِ رَاضُونَ، وَعَبْدٌ أَدَّى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيهِ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لا نَعْرِفُهُ إِلَّا من حديث سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَأَبُو الْيَقْظَانِ اسْمُهُ عُثْمَانُ بنُ عُمَيْرٍ، وَ يُقَالُ ابنُ قَيْسٍ.

- ''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین شخص مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن ان پر پہلے اور پچھلے رشک کریں گے۔ایک تو وہ شخص جو روزانہ پانچوں نمازوں کے لئے اذان دیتا ہے، ایک وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کرتا ہے اور وہ لوگ اس سے راضی ہیں اور ایک وہ غلام جس نے اللہ کا اور اپنے مالکوں کا حق ادا کیا'' یہ حدیث حسن غریب ہے

ہم اسکو صرف سفیان ثوری کی روایت سے پہچانتے ہیں، ابوالیقظان کا نام عثمان بن عمیر ہے ابن قیس بھی کہا جاتا ہے

٧٧٩۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حدثنا يَحْيَى بنُ آدَمَ عَن أَبِي بَكْرِ بنِ عَيَّاشٍ، عَن الْأَعْمَشِ عَن مَنْصُورٍ، عَن رِبْعِيٍّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ مَسْعُودٍ يَرْفَعُهُ قَالَ: ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُو كِتَابَ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِيَمِينِهِ يُخْفِيهَا، قَالَ أُرَاهُ مِنْ شِمَالِهِ، وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ أَصْحَابُهُ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ غريبٌ من هذا الْوَجْهِ غَيْرُ مَحْفُوظٍ. والصَّحِيحُ مَارَوَى شُعْبَةُ وَغَيْرُهُ عَن مَنْصُورٍ، عَن رِبْعِيِّ بنِ حِرَاشٍ، عَن زَيْدِ بنِ ظَبْيَانَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ، عَن النَّبِيِّ ﷺ. وَأَبُوبَكْرِ بنُ عَيَّاشٍ كَثِيرُ الْغَلَطِ.

''سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے وہ اس کو مرفوع بیان کرتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا تین شخص ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے، ایک وہ شخص جو رات کو تہجد میں اللہ کی کتاب پڑھتا ہے، ایک وہ شخص جو داہنے ہاتھ سے چھپا کر صدقہ دیتا ہے۔راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے آپ نے فرمایا بائیں ہاتھ سے (کہ بائیں کو خبر نہیں ہوتی) اور ایک وہ شخص جو سریہ ولشکر میں ہو اس کے ساتھی ہار گئے ہوں مگر وہ دشمن کا مقابلہ کرتا رہا''

یہ حدیث غریب غیر محفوظ ہے، صحیح وہ ہے جو شعبہ اور دوسرے لوگوں نے بواسطہ منصور۔ربعی بن خراش، زید بن ظبیان، ابی ذر نبی ﷺ سے نقل کیا ہے۔ابوبکر بن عیاش بہت غلطی کرتے ہیں۔

٧٨٠۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَن مَنْصُورِ بنِ الْمُعْتَمِرِ قَالَ: سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بنَ حِرَاشٍ يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بنِ ظَبْيَانَ يَرْفَعُهُ إِلَى أَبِي ذَرٍّ عَن النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ثَلَاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ وَثَلَاثَةٌ

يُبْغِضُهُمُ اللهُ، فَأَمَّا الَّذِينَ يُحِبُّهُمُ اللهُ فَرَجُلٌ أَتَى قَوماً فَسَأَلَهُمْ بِاللهِ، وَلَمْ يَسْأَلْهُمْ لِقَرَابَةٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ فَمَنَعُوهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِأَعْيَانِهِمْ فَأَعْطَاهُ سِراً لَا يَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهِ إِلَّا اللهُ وَالَّذِي أَعْطَاهُ. وَقَوْمٌ سَارُوا لَيْلَتَهُمْ حَتَّى إِذَا كَانَ النَّوْمُ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِمَّا يُعْدَلُ بِهِ فَوَضَعُوا رُؤُوسَهُمْ قَامَ رَجُلٌ يَتَمَلَّقُنِي وَيَتْلُو آيَاتِي، وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَلَقِيَ الْعَدُوَّ فَهُزِمُوا، فَأَقْبَلَ بِصَدْرِهِ حَتَّى يُقْتَلَ أَوْ يُفْتَحَ لَهُ. وَالثَّلَاثَةُ الَّذِينَ يُبْغِضُهُمُ اللهُ: الشَّيْخُ الزَّانِي، وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ، وَالْغَنِيُّ الظَّلُومُ.

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حدثنا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ عَنْ شُعْبَةَ نَحْوَهُ. هذا حديثٌ صحيحٌ.

وَهَكَذَا رَوَى شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُورٍ نَحْوَ هَذَا. وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ.

''سیدنا ابوذرؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے محبت رکھتے ہیں اور تین سے نفرت کرتے ہیں وہ تین شخص جن سے محبت رکھتے ہیں ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو کسی قوم کے پاس آیا اور ان سے اللہ واسطہ کچھ مانگا اس قرابت داری کی وجہ سے جو اس سائل اور اس کی قوم کے درمیان ہے ان لوگوں نے اسے کچھ نہیں دیا اس قوم میں سے ایک شخص علیحدہ ہوا اور چپکے سے اس کو دے دیا، اس کے عطیہ کو صرف رب تعالیٰ جانتا ہے اور ایک وہ جسے اس نے دیا، ایک گروہ کہ رات بھر چلتا رہا جب نیند اپنے مقابل کی تمام چیزوں سے پیاری ہوئی اور لوگوں نے سونے کیلئے سر رکھا تو اس میں سے ایک آدمی میری خوشنودی کیلئے کھڑا ہوا اور میری آیتیں پڑھنے لگا اور مجھ سے دعائیں مانگنے لگا، اور ایک وہ آدمی جو لشکر میں تھا دشمن سے ملا اس کی طرف کے تمام لوگ شکست کھا گئے مگر وہ سینہ سپر ہو کر آگے بڑھا یہانتک کہ قتل ہوا یا اسکی فتح ہوئی جن تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتا ہے وہ یہ ہیں بوڑھا زانی، متکبر غریب اور ظالم غنی'' مثل سابق، یہ حدیث صحیح ہے شیبان نے بھی منصور سے اسی طرح روایت کیا ہے یہ ابوبکر بن عیاش کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

٢٧۔ بابٌ بلا عنوان

٧٨١۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، أَخْبَرَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: يُوشِكُ الْفُرَاتُ يَحْسِرُ عَنْ كَنْزٍ مِنَ الذَّهَبِ، فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئاً قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوھریرۃؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عنقریب فرات سے سونے کا ایک خزانہ ظاہر ہوگا جو وہاں ہو اسے چاہئے کہ اس میں سے بالکل کچھ نہ لے یہ حدیث صحیح ہے۔

٧٨٢۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حدثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ يَحْسِرُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدیث سابق کی مثل ہے۔ لیکن اس میں یہ ہے کہ عنقریب فرات سے سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے

فتمت ابواب صفة الجنّة وتليها ابواب صفه جهنم

ابواب صفة جهنم عَن رسولِ اللّٰه ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول جہنم کی صفت کے ابواب

یہاں سے چند ابوب میں جہنم کے عذابات، طبقات اور داخل ہونے والوں کا ذکر ہے۔

جہنم: صاحب نہایۃ کہتے ہیں کہ یہ عجمی لفظ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ عربی ہے۔ اس کا معنیٰ ہے انتہائی گہرا کنواں۔ عرب کا مقولہ ہے۔ رکیہ جِھنَام بعیدۃ القصر. بہت گہرا کنواں۔ جہنم دار العقاب کا نام ہے یہ اللہ تعالیٰ کی گرفت کی جگہ ہے۔ جہنم کا نام اور طبقات و درکات کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ و انّ جهنم لموعدهم احمعين . لها سبعة ابواب لكلّ باب منهم جزء مقسوم (حجر ۴۳۔۴۴) بیشک جہنم ان سب (منکروں و عاصیوں) کا میعاد ہے اس کے سات دروازے (اور طبقے) ہیں ان میں سے ہر ایک کا حصہ (اپنے کرتوتوں کے بقدر) مقرر ہے۔

دوزخ کے طبقات: کل سات طبقے ہیں۔ ابن جریج ؒ، ۱۔ جہنم ۲۔ لظی ۳۔ حطمہ ۴۔ سعیر ۵۔ سقر ۶۔ جحیم ۷۔ ھاویہ۔ ضحاک ؒ کہتے ہیں پہلے میں عصاۃ المومنین (ایمان والے نافرمان) ڈالے جائیں گے جو اپنے گناہوں کے بقدر سزا بھگتیں گے۔ دوسرے میں یہود۔ تیسرے میں نصاریٰ۔ چوتھے میں صابی بے دین۔ پانچویں میں مجوسی، چھٹے میں مشرکین، ساتویں آخری اور سب سے نچلے میں منافق ڈالے جائیں گے۔ (جمل مدارک تحت الآیۃ) بعض نے دوسرے میں نصاریٰ اور تیسرے میں یہود کہا ہے۔

ابواب و احادیث کی تعداد: اس میں تیرہ (۱۳) ابواب اور تینتیس (۳۳) احادیث ہیں۔

۱۔ بابُ ماجاءَ فی صِفَةِ النّارِ

یہ باب ان روایات کے بیان میں جو دوزخ کی صفت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں

۷۸۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَخبَرَنَا عُمَرُبنُ حَفْصِ بنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ العَلَاءِ بنِ خَالِدِالكَاهِلِيِّ، عَن شَقِيقٍ [بنِ سَلَمَةَ] عَن عَبْدِاللّٰهِ بنِ مَسْعُودٍ قالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا. قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ: وَالثَّوْرِيُّ لَايَرْفَعُهُ.

حَدَّثَنَا عَبْدُبنُ حُمَيْدٍ، أخبرنا عَبْدُالمَلِكِ بنُ عُمَرَ وَأَبُوعَامِرٍ العَقَدِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ العَلَاءِ بنِ خَالِدٍ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

"سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ دوزخ اس طرح لائی جائے گی کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہونگے جو اسے کھینچتے ہوں گے عبداللہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں زہری نے اسکو مرفوع بیان نہیں کیا" حدیث سابق کی مثل ہے مرفوع نہیں۔

۷۸۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بنُ مُعَاوِيَةَ الجُمَحِيُّ، أخبرنا عَبْدُالعَزِيزِ بنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الأَعْمَشِ عَن أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَخْرُجُ عُنُقٌ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهُ عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَأُذُنَانِ تَسْمَعَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ يَقُوْلُ: إِنِّي وُكِّلْتُ بِثَلَاثَةٍ: بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ، وَبِكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللّٰهِ إِلٰهاً آخَرَ، وَبِالْمُصَوِّرِيْنَ. وفي الباب عَنْ أَبِي سعيد.

قَالَ أَبُوْعِيسَى: هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ. [وقدْرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ هٰذَا. وَرَوَى أَشْعَثُ بْنُ سِوَارٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ].

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی وہ دیکھیں گی۔ دو کان ہوں گے جو سنیں گے۔ اور ایک زبان ہوگی جو بولے گی کہ میں تین شخصوں پر مسلط کی گئی ہوں ہر متکبر سرکش پر اور ہر اس شخص پر جس نے اللہ کے ساتھ شریک کیا۔ اور تصویریں بنانے والوں پر''
یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

٢۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي صِفَةِ قَعْرِ جَهَنَّمَ

دوزخ کی گہرائی کی صفت کے بیان میں

٧٨٥۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ عِيَاضٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: قَالَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ عَلَى مِنْبَرِنَا هٰذَا مِنْبَرِ الْبَصْرَةِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ الصَّخْرَةَ الْعَظِيْمَةَ لَتُلْقَى مِنْ شَفِيرِ جَهَنَّمَ فَتَهْوِي فِيْهَا سَبْعِيْنَ عَاماً مَا تُفْضِي إِلَى قَرَارِهَا. قَالَ وَكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ أَكْثِرُوا ذِكْرَ النَّارِ، فَإِنَّ حَرَّهَا شَدِيدٌ، وَإِنَّ قَعْرَهَا بَعِيدٌ، وَإِنَّ مَقَامِعَهَا حَدِيدٌ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: لَا نَعْرِفُ لِلْحَسَنِ سَمَاعاً من عُتْبَةَ بنِ غَزْوَانَ، وَإِنَّمَا قَدِمَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ الْبَصْرَةَ فِي زَمَنِ عُمَرَ، وَوُلِدَ الْحَسَنُ لِسَنَتَيْنِ بَقِيَتَا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ.

''حسن بصریؒ نے کہا سیدنا عتبہ بن غزوان نے ہمارے اس بصرہ کے منبر پر فرمایا کہ رسول اللہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا بلا شبہ ایک بڑا پتھر دوزخ کے کناروں سے ڈالا جائے۔ اور وہ ستر برس نیچے گرتا رہے تو بھی اس کے قرار کو نہیں پہنچتا۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمر فرماتے تھے دوزح کو بہت یاد کیا کرو کیونکہ اس کی تیزی اور گرمی سخت ہے اور اس کی گہرائی دور ہے اور اس کے گرز لوہے کے ہیں'' ہم حسن بصری کا عتبہ بن غزوان سے سماع نہیں پہچانتے کیونکہ عتبہ زمانہ خلافت عمرؓ میں بصرہ آئے اور حسن جس وقت پیدا ہوئے حضرت عمر کی خلافت کے دو سال باقی تھے۔

٧٨٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى، عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الصَّعُوْدُ جَبَلٌ مِنْ نَارٍ يَتَصَعَّدُ فِيْهِ الْكَافِرُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفاً وَيَهْوِي فِيْهِ كَذٰلِكَ أَبَداً.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَا حديثٌ غريبٌ لَا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعاً إِلَّا من حديثِ ابنِ لَهِيعَةَ.

''سیدنا ابوسعیدؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا دوزخ میں ایک آگ کے پہاڑ کا نام ''صعود'' ہے اس پر کافر ستر سال چڑھتا رہیگا اور گرتا رہے گا اسی طرح ابد الآباد تک ہوتا رہے گا''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو مرفوع صرف ابن لہیعہ کے طریق سے پہچانتے ہیں۔

٣۔بابُ ماجاءَ فی عِظَمِ أَهْلِ النَّارِ

دوزخیوں کی جسامت کے بڑے ہونے کے بیان میں

٧٨٧۔حَدَّثَنَا عَلِیُّ بنُ حُجرٍ،أخبرنا مُحَمَّدُبنُ عَمَّارٍ،حدثنی جَدِّی مُحَمَّدُبنُ عَمَّارٍوَصالِحٌ مَوْلَی التَّوْأَمَةِعَن أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ضِرْسُ الكَافِرِيَوْمَ القِيَامَةِ مِثْلُ أُحُدٍوَفَخِذُهُ مِثْلُ البَيْضَاءِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ مَسِيرَةَ ثَلَاثٍ مِثْلُ الرَّبَذَةِ. قَالَ أبوعِيسَی: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ ومِثْلُ الرَّبَذَةِ كَمَابَيْنَ الْمَدِينَةِ وَالرَّبَذَةِ.وَالبَيْضَاءُ جَبَلٌ مثلَ أُحُدٍ.

"سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کافر کی داڑھ قیامت کے دن احد پہاڑ کے برابر ہوگی۔اور اس کی ران کوہ بیضا کی مانند ہوگی۔اوراس کی بیٹھک دوزخ میں تین دن کی مسافت تک ہوگی جیسے ربزہ"

یہ حدیث حسن غریب ہے،اور بیضاء ایک پہاڑ کا نام ہے۔

٧٨٨۔حَدَّثَنَا العَبَّاسُ بنُ مُحَمَّدٍالدَّوْرِیُّ،حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بنُ مُوسَی،أخبرنا شَيْبَانُ عَنِ الأَعْمَشِ عَن أَبِی صَالِحٍ عَن أَبِی هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ غِلَظَ جِلْدِالكَافِرِاثْنَانِ وَأَرْبَعُونَ ذِرَاعاً،وَإِنَّ ضِرْسَهُ مِثْلُ أُحُدٍ،وَإِنَّ مَجْلِسَهُ مِنْ جَهَنَّمَ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ. هَذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ.مِنْ حَدِيثِ الأَعْمَشِ.

"سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا کافر کی کھال بیالیس ہاتھ ہوگی اس کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی اوروہ دوزخ کی اتنی جگہ میں بیٹھے گا۔جتنی کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے"

یہ حدیث حسن صحیح اعمش کی روایت سے غریب ہے۔

٧٨٩۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ،أَخبَرَنَامُصْعَبُ بنُ المِقْدَامِ،عَن فُضَيْلِ بنِ غَزْوَانَ عَن أَبِی حَازِمٍ،عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ قَالَ : ضِرْسُ الكَافِرِ مِثْلُ أُحُدٍ. هذا حديثٌ حسنٌ.وَأَبُو حَازِمٍ هُوَالأَشْجَعِیُّ وَاسْمُهُ سَلْمَانُ مَوْلَی عَزَّةَ الأَشْجَعِيَّةِ.

"سیدنا ابوھریرہؓ اس حدیث کومرفوع روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کافر کی داڑھ دوزخ میں احد پہاڑ کے برابر ہوگی" یہ حدیث حسن ہے،ابوحازم اشجعی ہیں انکا نام سلمان ہے غزہ اشجعیہ کے غلام تھے۔

٧٨٠۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،أخبرنا عَلِیُّ بنُ مُسْهِرٍ عَنِ الفَضْلِ بنِ يَزِيْدَعَن أَبِی المُخَارِقِ،عَن ابنِ عُمَرَقَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:إِنَّ الكَافِرَلَيُسْحَبُ لِسَانُهُ الفَرْسَخَ وَالفَرْسَخَيْنِ يَتَوَطَّأُهُ النَّاسُ. قَالَ أَبوعِيسَی: هذا حديثٌ [غريبٌ]إِنَّمَا نَعرِفُهُ مِنْ هَذَا الوَجْهِ.وَالفَضْلُ بنُ يَزِيدَ كُوفِیٌّ قَدْرَوَی عَنْهُ غَيْرُوَاحِدٍمِنَ الأَئِمَّةِ. وَأَبُوالمُخَارِقِ لَيْسَ بِمَعْرُوفٍ.

"سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کافراپنی زبان ایک دوفرسخ تک کھینچتا ہوگا۔اورلوگ اس کوروندیں گے" یہ حدیث غریب ہے،ہم اس کوصرف اسی طریق سے جانتے ہیں،فضل بن یزید کوفی ہیں بہت سے ائمہ نے ان سے روایت لی ہے۔اورابوالمخارق معروف نہیں ہیں۔

تشریح : و غِلَظُ جِلْدِهِ بکسر الغین و فتح اللام . ای عظمه . اس سے پہلے منفرد عضو کے بڑے ہونے کا ذکر تھا

آخری کلمہ میں سب جمع کر دیا۔ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ یہ اپنے ظاہر پر محمول ہے کہ جسم جتنا زیادہ ہوگا آگ اتنا زیادہ چھوئے گی پھر اسی کے بقدر عذاب بھی بڑھیگا۔ نوویؒ کہتے ہیں کہ اس کی حقیقت کو اللہ کے سپرد کریں اور صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی خبر پر یقین رکھیں۔ الحقیقة والکیفیة یعلمهما الله. مسیرة ثلاثة ایام.

سوال! حدیث باب کے اس جملے پر اعتراض وارد ہوتا ہے، انّ المتکبرین یحشرون یوم القیامة امثال الذرّ فی صُوَر الرجال. بیشک تکبر کرنے والے قیامت کے دن آدمیوں کی شکل میں چیونٹیوں کی مثل ہونگے اس سے معلوم ہوا ان کے جسم چھوٹے ہونگے اور یہاں موٹاپے کا ذکر ہے۔؟

جواب! ا۔ بعض علماء نے ان کے مابین یوں تطبیق دی ہے کہ میدان حشر میں حقارت کی وجہ سے چیونٹیوں کی مثل ہونگے۔ اور جہنم میں زیادتی عذاب کیلئے بڑھا دیئے جائیں گے ۲۔ حدیث ترمذی میں متکبرین سے مراد ایمان والے متکبر ہوں اور حدیث باب میں کفار مراد ہوں کہ دونوں کو الگ الگ منفرد اسزا ملے گی ۳۔ یہ دونوں صورتیں دوزخیوں کیلئے افراد کے اختلاف کے اعتبار سے ہونگی بعض کو حقارت سے اور بعض کو جسامت سے عذاب دیا جائے گا ۴۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ احیانا امثال الذرّ اور احیانا مسیرة ثلاثة ایام. سب کو سزا یہ دی جائے۔ تو یہ اختلاف اوقات واحوال کے اعتبار سے ہوگا۔ چھٹکارا نہیں ہر وقت کسی نہ کسی صورت عذاب میں گرفتار رہیں گے۔ واللہ اعلم۔

٤۔ بابُ ماجاءَ فی صِفَةِ شَرابِ أَهْلِ النّارِ

دوزخیوں کے پینے کی صفت کے بیان میں

۷۹۱۔ حدَّثنا أبو كُرَيْبٍ، حدَّثنا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍعَن عَمْرِو بنِ الْحارِثِ عَن دَرَّاجٍ عَن أَبِي الْهَيْثَمِ عَن أَبِي سَعِيدٍعَن النَّبِيِّ ﷺ فِي قَوْلِهِ: ﴿كَالْمُهْلِ﴾قَالَ: كَعَكَرِ الزَّيْتِ، فَإِذَا قَرَّبَهُ إِلَى وَجْهِهِ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهِ فِيهِ.

هذا حديثٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حديثِ رِشْدِيْنَ بنِ سَعْدٍ ورِشْدِيْنُ قَدْتُكُلِّمَ فِيهِ [مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ].

''سیدنا ابوسعید سے مروی ہے اللہ تعالیٰ کے قول ''کالمھل'' کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ تیل کی تلچھٹ کی طرح ہے جب دوزخی اسے اپنے منہ کے قریب لائے گا تو اس کے منہ کی کھال اس میں گر پڑے گی''

اس حدیث کو ہم صرف رشدین بن سعد کی روایت سے پہچانتے ہیں، رشدین کے حفظ کے بارے میں کلام کیا گیا ہے

۷۹۲۔ حدَّثنا سُوَيْدُبْنُ نَصْرٍ، أخبرنا عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، أخبرنا سَعِيدُبْنُ يَزِيدَعَنْ أَبِي السَّمْحِ عَنِ ابنِ حُجَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ الْحَمِيمَ لَيُصَبُّ عَلَى رُؤُوسِهِمْ فَيَنْفُذُ الْحَمِيمُ حَتَّى يَخْلُصَ إِلَى جَوْفِهِ فَيَسْلِتَ مَافِي جَوْفِهِ حَتَّى يَمْرُقَ مِنْ قَدَمَيْهِ وَهُوَ الصَّهْرُ، ثُمَّ يُعَادُ كَمَا كَانَ

وسعيدبن يزيد يُكْنَى أَبَاشُجَاعٍ وَهُوَ مِصْرِيٌّ، وَقَدْرَوَى عَنْهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، وَابْنُ حُجَيْرَةَ هُوَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ حُجَيْرَةَ الْمِصْرِيُّ. هذا حديثٌ حَسَنٌ غريبٌ صحيحٌ.

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا گرم پانی دوزخیوں کے سر پر ڈالا جائے گا تو وہ ان کے پیٹ

تک جا پہنچے گا۔اور پیٹ کی چیزوں کو کاٹ دے گا اور اس کے قدموں سے نکل پڑے گا۔اور یہی صہر یعنی گلنا ہے اور یہ بار بار کیا جائیگا۔یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے،ابن حجیرہ سے مراد عبدالرحمٰن بن حجیرہ مصری ہیں۔

۷۹۳۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُبْنُ نَصرٍ،أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بنُ المُبَارَكِ أخبرنا صَفْوَانُ بنُ عَمْرٍو،عَن عُبَيْدِاللّٰهِ بنِ بُسْرٍ،عَن أَبِي أُمَامَةَ عَن النَّبِيِّ ﷺ فِي قَوْلِهِ "وَيُسْقَى مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ(١٦)يَتَجَرَّعُهُ"قَالَ يُقَرَّبُ إِلَى فِيهِ فَيَكْرَهُهُ،فَإِذَا أُدْنِيَ مِنْهُ شَوَى وَجْهَهُ وَ وَقَعَتْ فَرْوَةُ رَأْسِهِ،فَإِذَا شَرِبَهُ قَطَعَ أَمْعَاءَهُ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهِ.يَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:"وَسُقُوا مَاءً حَمِيماً فَقَطَّعَ أَمْعَاءَ هُمْ" وَ يَقُولُ:"وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقاً".

قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ غريبٌ وَهَكَذَا قَالَ مُحَمَّدُبْنُ إِسْمَاعِيلَ عَن عُبَيْدِاللّٰهِ بنِ بُسْرٍ،وَلَا يُعْرَفُ عُبَيْدُاللّٰهِ بنُ بُسْرٍ إِلَّا فِي هَذَا الْحَدِيثِ.وَقَدْرَوَى صَفْوَانُ بنُ عَمْرٍو عَن عَبْدِاللّٰهِ بنِ بُسْرٍ صَاحِبِ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرَ هَذَا الْحَدِيثِ،وَ عَبْدُاللّٰهِ بنُ بُسْرٍ لَهُ أَخٌ قَدْسَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَأُخْتُهُ قَدْسَمِعَتْ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ،وَعُبَيْدُاللّٰهِ بنُ بُسْرٍ الَّذِي رَوَى عَنْهُ صَفْوَانُ بنُ عَمْرٍو هذا الحديث رَجُلٌ آخَرُ لَيسَ بِصَاحِبٍ [حَدِيثُ أَبِي أُمَامَةَ لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ أَخَاعَبْدِاللّٰهِ بنِ بُسْرٍ] .

''سیدنا ابوامامہ نبی ﷺ نقل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول''اور اسے پانی پلایا جائیگا وہ پانی کیا بلکہ پیپ ہوگی جسے وہ دوزخی گھونٹ گھونٹ پیئے گا''،متعلق فرماتے ہیں وہ اسے ناپسند کرے گا اور جب اس کے منہ کے نزدیک کیا جائیگا تو اس کا منہ بھُن جائیگا۔اور اس کے سر کی کھال اس میں گر پڑے گی ادہر اس نے پیا ادھر اس پانی نے اس کے پیٹ کی انتڑیاں کاٹیں پھر وہ آخر اس کی مقعد سے نکل پڑیگا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے''اور ان کو گرم پانی پلایا جائیگا جو پیٹ میں جاتے ہی انتڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا اور فرمایا''اگر وہ پیاس کیوجہ سے تڑپ تڑپ کر فریاد کریں گے تو ان کی فریاد ایسے پانی سے پوری کی جائیگی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا جو چہرہ بھون دیگا بہت ہی بُرا پانی ہے اور بہت بُرا رفیق ہے'' یہ حدیث غریب ہے،محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے بھی اسی طرح عبیداللہ بن بسر سے روایت کیا ہے(عبیداللہ تصغیر کیساتھ)عبیداللہ بن بسر اس حدیث کے علاوہ نہیں پہچانا گیا،صفوان بن عمرو نے اس حدیث کے علاوہ ایک اور دوسری روایت عبداللہ بن بسر۔بغیر تصغیر کے یعنی عبداللہ سے بھی کی ہے جو صحابی ہیں،اس عبداللہ بن بسر کے ایک بھائی اور ایک بہن ہیں جنہیں نبی ﷺ سے سماع ہے ترمذی فرماتے ہیں ممکن ہے اس روایت میں یہ عبیداللہ بن بسر ان ہی عبداللہ بن بسر کے بھائی ہوں جو صحابی رسول ہیں۔

۷۹۴۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُبْنُ نَصرٍ،أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بنُ المُبَارَكِ،أخبرنا رِشْدِينُ بنُ سَعْدٍ،حدثني عَمْرُوبنُ الحَارِثِ،عَن دَرَّاجٍ، عَن أَبِي الْهَيْثَمِ،عَن أَبِي سَعِيدِالْخُدْرِيِّ عَن النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:"كَالْمُهْلِ" كَعَكَرِالزَّيْتِ فَإِذَا قُرِّبَ إِلَيْهِ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهِ فِيهِ وَبِهَذَا الإِسْنَادِ،عَن النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:لَسُرَادِقُ النَّارِ أَرْبَعَةُ جُدُرٍ،كِثَفُ كُلِّ جِدَارٍ مَسِيرَةُ أَرْبَعِينَ سَنَةٍ،وَبِهَذَا الإِسْنَادِعَن النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:لَوْأَنَّ دَلْواً مِنْ غَسَّاقٍ يُهْرَاقُ فِي الدُّنْيَا لَأَنْتَنَ أَهْلُ الدُّنْيَا .

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ إِنَّمَانَعْرِفُهُ من حديثِ رِشْدِينَ بنِ سَعْدٍ،وَفِي رِشْدِينَ بنِ سَعْدٍمَقَالٌ وقدتُكُلِّمَ فيه

من قِبَلِ حفظه ومعنى قوله: كثفُ كُل جِدَارٍ: يعني غِلْظُهُ.

''سیدنا ابوسعیدؓ نبی ﷺ سے کالمھل کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تیل کی تلچھٹ کی طرح ہے جب وہ اس کے قریب کیا جائیگا تو اس کے منہ کی کھال اس میں گر پڑے گی، نیز اس اسناد سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا دوزخ کے احاطہ کی چار دیواریں ہیں۔ ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی راہ کے برابر ہے۔ مزید اسی اسناد سے ہے کہ آپ نے فرمایا اگر دوزخیوں کی پیپ کا ایک ڈول دنیا میں بہادیا جائے تو ساری دنیا والوں کو بدبودار کردے''

اس حدیث کو ہم رشدین بن سعد کی روایت سے پہچانتے ہیں اور رشدین بن سعد میں کلام ہے۔

٧٩٥۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ، أخبرنا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ: "اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ، وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ" قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّومِ قُطِرَتْ فِي دَارِ الدُّنْيَا لَأَفْسَدَتْ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا مَعَايِشَهُمْ، فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُونُ طَعَامَهُ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ''اللہ سے ایسا ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم اسلام پر مرو اگر تھوڑ کا ایک قطرہ بھی دنیا میں گر پڑے تو دنیا والوں کے لئے ان کی زندگی اور معاش برباد کرے پھر اس کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا ہی یہ درخت ہوگا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٥۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ طَعَامِ أَهْلِ النَّارِ

دوزخیوں کے کھانے کی صفت کے بیان میں

٧٩٦۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أخبرنا عَاصِمُ بْنُ يُوسُفَ، أخبرنا قُطْبَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: يُلْقَى عَلَى أَهْلِ النَّارِ الْجُوعُ فَيَعْدِلُ مَا هُمْ فِيهِ مِنَ الْعَذَابِ فَيَسْتَغِيثُونَ فَيُغَاثُونَ بِطَعَامٍ مِنْ ضَرِيعٍ، لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ، فَيَسْتَغِيثُونَ بِالطَّعَامِ فَيُغَاثُونَ بِطَعَامٍ ذِي غُصَّةٍ، فَيَذْكُرُونَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُجِيزُونَ الْغُصَصَ فِي الدُّنْيَا بِالشَّرَابِ فيستغيثون بِالشَّرَابِ فَيُدْفَعُ إِلَيْهِمُ الْحَمِيمُ بِكَلَالِيبِ الْحَدِيدِ فَإِذَا دَنَتْ مِنْ وُجُوهِهِمْ شَوَتْ وُجُوهَهُمْ، فَإِذَا دَخَلَتْ بُطُونَهُمْ قَطَّعَتْ مَا فِي بُطُونِهِمْ، فَيَقُولُونَ ادْعُوا خَزَنَةَ جَهَنَّمَ، فَيَقُولُونَ: أَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ؟ قَالُوا: بَلَى قَالُوا: فَادْعُوا وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ قَالَ: فَيَقُولُونَ ادْعُوا مَالِكاً، فَيَقُولُونَ يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ: فَيُجِيبُهُمْ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ قَالَ: الْأَعْمَشُ نُبِّئْتُ أَنَّ بَيْنَ دُعَائِهِمْ، وَبَيْنَ إِجَابَةِ مَالِكٍ إِيَّاهُمْ أَلْفَ عَامٍ، قَالَ: فَيَقُولُونَ ادْعُوا رَبَّكُمْ فَلَا أَحَدَ خَيْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ، فَيَقُولُونَ: رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْماً ضَالِّينَ (١٠٦) رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ قَالَ: فَيُجِيبُهُمْ اخْسَؤُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونَ قَالَ: فَعِنْدَ ذَلِكَ يَئِسُوا مِنْ كُلِّ خَيْرٍ وَعِنْدَ ذَلِكَ يَأْخُذُونَ فِي الزَّفِيرِ وَالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَالنَّاسُ لَا يَرْفَعُونَ هَذَا الْحَدِيثَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: إِنَّمَا نَعْرِفُ هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شِمْرِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي

الدَّرْدَاءِ قَوْلِهِ وَلَيْسَ بِمَرْفُوعٍ وَقُطْبَةُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيزِ هُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ.

''سیدنا ابوالدرداءؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخیوں پر بھوک کی مصیبت ڈالی جائیگی اس بھوک کی تکلیف اتنی ہوگی کہ جن عذابوں میں وہ مبتلا ہیں ان کے برابر یہ بھوک ہو جائیگی تمام مصیبت ایک طرف اور یہ بھوک کی مصیبت ایک طرف چنانچہ وہ فریاد کریں گے اسکے جواب میں انہیں ضریع کا کھانا دیا جائیگا جو نہ موٹا کریگا اور نہ بھوک دور کریگا وہ لوگ فریاد کر کے کھانا مانگیں گے اس کے جواب میں انہیں گلے میں اٹکنے والا کھانا دیا جائیگا انہیں یاد آئیگا کہ وہ دنیا میں گلے میں اٹکنے والے کھانے کو پانی سے اتارتے تھے اسلئے اب وہ پینے کی چیز مانگیں گے اس کے جواب میں انہیں گرم پانی لوہے کے کانٹوں کے ساتھ ان کی طرف پھینکا جائیگا جب یہ ان کے چہروں کے نزدیک ہونگے تو ان کے چہروں کو بھون دیں گے پھر جب پیٹ میں داخل ہونگے تو جو کچھ پیٹ میں اسکو کاٹ کر ٹکڑے کریں گے آخر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے دوزخ کے دربانوں کو پکارو، دربان ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس رسول کھلی دلیلیں اور معجزات لیکر نہ آئے تھے وہ کہیں گے آئے تو تھے؟ (مگر ہم نے انہیں جھٹلایا اور کفر کیا) دربان کہیں گے، اچھا اب پکارو مگر کافروں کی پکار بیکار ثابت ہوتی ہے حضور فرماتے ہیں کہ وہ لوگ کہیں گے کہ مالک داروغہ جہنم کو پکارو وہ کہیں گے، اے مالک تیرا پروردگار ہم کو موت لا کر ہمارا قصہ چکا دے مالک کہیگا تم لوگ یوں ہی رہو گے اب تمہیں موت بھی نہ آئیگی وہ خود ہی مر چکی ہے اعمش کہتے ہیں کہ مالک ان کو ہزار سال بعد جواب دیگا،

حضور فرماتے ہیں اب وہ لوگ اپنے پروردگار کو پکارینگے اور کہیں گے بارالٰہا ہم پر ہماری بدقسمتی سے غالب آگئی اور ہم لوگ گمراہ ہوگئے اے پروردگار ہمیں عذاب دوزخ سے نجات دے اگر ہم اس کے بعد پھر ایسا کریں تو یقیناً ظالم ہیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حق سبحانہ انکو جواب دیگا ئیں گے رانده درگاه بنکر اسی میں رہو اور مجھ سے بات مت کرو جناب رسالتماب فرماتے ہیں اب وہ بالکل مایوس ہو جائیں گے اور ہر بھلائی سے انکی آس ٹوٹ جائیگی اور چیخنے لگیں گے اور حسرت وافسوس کرینگے''

عبداللہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں لوگوں نے اس حدیث کو مرفوع روایت نہیں کیا ہے، اور اعمش سے بوسطہ شمر بن عطیہ اور شہر بن حوشب اسکو حضرت ابوالدرداء کا قول نقل کیا ہے قطبہ بن عبدالعزیز محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

۷۹۷۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ أَبِي شُجَاعٍ، عَنْ أَبِي السَّمْحِ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ﴿وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ﴾ قَالَ تَشْوِيهِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعُلْيَا حَتَّى تَبْلُغَ وَسْطَ رَأْسِهِ وَتَسْتَرْخِي شَفَتُهُ السُّفْلَى حَتَّى تَضْرِبَ سُرَّتَهُ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وَأَبُو الْهَيْثَمِ اسْمُهُ سُلَيْمَانُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِالْعُتْوَارِي، وَكَانَ يَتِيماً فِي حِجْرِ أَبِي سَعِيدٍ.

''سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا (وہ اس میں سکڑے ہونٹوں والے ہوں گے) آپ

نے فرمایا ان کو آگ بھون دے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اوپر والا ہونٹ سکڑ کر سر کے بیچ میں ہو۔ اور نچلا ہونٹ ناف تک لمبا ہو جائے گا"

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، ابوالہیثم کا نام سلمان بن عمرو بن عبدالعتواری ہے۔ یہ ابی سعید کے پروردہ تھے۔

٦۔ بابٌ بلا عنوان

٧٩٨۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، أخبرنا عَبْدُ اللهِ، أخبرنا سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي السَّمْحِ، عَنْ عِيسَى بْنِ هِلَالٍ الصَّدَفِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَوْ أَنَّ رَصَاصَةً مِثْلَ هَذِهِ وَأَشَارَ إِلَى مِثْلِ الْجُمْجُمَةِ، أُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَهِيَ مَسِيرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ لَبَلَغَتِ الْأَرْضَ قَبْلَ اللَّيْلِ، وَلَوْ أَنَّهَا أُرْسِلَتْ مِنْ رَأْسِ السِّلْسِلَةِ لَسَارَتْ أَرْبَعِينَ خَرِيفًا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَبْلَ أَنْ تَبْلُغَ أَصْلَهَا أَوْ قَعْرَهَا.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ إِسْنَادُهُ حسنٌ صحيحٌ [وَسَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ هُوَ مِصْرِيٌّ وَقَدْ رَوَى عَنْهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ].

"سیدنا عبداللہ ابن عمرو بن عاص سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے کھوپڑی کے برابر ایک چیز کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اگر اس کے برابر کا گولا آسمان سے چھوڑ دیا جائے اور یہ پانچ سو سال کی مسافت ہے تو یہ رات سے پہلے زمین پر پہنچ جائے اور اگر یہ زنجیر سے چھوڑی جائے تو چالیس سال تک دن رات چلتی رہے تب بھی اس کی گہرائی تک نہ پہنچے گی، (اس کی تہ تک پہونچنے سے پہلے چالیس سال ختم ہو جائیں گے" اس حدیث کی اسناد حسن صحیح ہے۔

٧۔ بابُ ماجَاءَ أَنَّ نَارَكُمْ هَذِهِ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ

دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے کے بیان میں

٧٩٩۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، [أخبرنا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ] أخبرنا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: نَارُكُمْ هَذِهِ الَّتِي يُوقِدُ بَنُو آدَمَ جُزْءٌ وَاحِدٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ، قَالُوا وَاللهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا.

هذا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهَمَّامُ بْنُ مُنَبِّهٍ هُوَ أَخُو وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ وَقَدْ رَوَى عَنْهُ وَهْبٌ.

"سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا تمہاری یہ آگ جسے لوگ سلگاتے ہیں دوزخ کی حرارت کے ستر اجزاء میں سے ایک جز ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کی قسم عذاب کے لئے تو یہی آگ کافی تھی آپ نے فرمایا اس کو انہتر اجزاء بڑھایا گیا ہے، ہر جز کی گرمی اس کے برابر ہے"

یہ حدیث حسن صحیح ہے، ہمام بن منبہ وہب بن منبہ کے بھائی ہیں ان سے وہب نے بھی روایت کیا ہے۔

٨٠٠۔ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ، حدثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى حدثنا شَيْبَانُ عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: نَارُكُمْ هَذِهِ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ لِكُلِّ جُزْءٍ مِنْهَا حَرُّهَا.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ من حديثِ أَبِي سَعِيدٍ.

''سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے اس آگ کا ہر حصہ یہاں کی آگ کے برابر گرم ہے'' یہ حدیث حضرت ابوسعیدؓ کی روایت سے حسن غریب ہے

تشریح :لها سبعو ن الف زمام . اس کی کیفیت اللہ ہی جانتے ہیں۔ اعاذنا الله تعالىٰ منها .

جزء من سبعين جزء مسند احمد میں مائۃ جزء ہے ان کے درمیان جمع اس طرح ہے کہ مقصود تعداد و تحدید نہیں بلکہ کثرت ہے کہ دنیا کی آگ سے جہنم کی آگ کئی گنا زیادہ سخت ہے۔ ان كـانـت لكـا فية . یہ ان مخفف من المثقل ہے اِنّ مشدّ د کو تشدید کے بغیر ہلکا اور خفیف پڑھا گیا ہے۔ ای اِنّ هـذه النار لكافية لا حراق الكفار و عقوبة الفجار فهلّا اكتفىٰ بها ولأ یّ شئی زیدت فـي حـرّ هـا . یعنی بے شک یہی آگ (جو ایندھن کو جلا دیتی ہے اور لوہے کو موم کر دیتی ہے) کافروں کے جلانے اور فاجروں کے عذاب دینے کیلئے کافی ہے اس پر اکتفاء و کفایت کیوں نہ کی گئی اور کس وجہ سے اسے سرکشوں کیلئے بڑھا دیا گیا۔ طیبیؒ کہتے ہیں یہ بڑھانا اس لئے ہے کہ خالق اور مخلوق کے عذاب میں فرق و تفاوت ہو اس لئے آگ کا عذاب ہی بڑھایا گیا۔

٨۔بابٌ منه

٨٠١۔حَدَّثنَا عَبَّاسُ بنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ البَغْدَادِيُّ،أَخبرَنَا يَحيَى بنُ أَبِي بُكَيرٍ،أَخبرَنَا شَرِيكٌ عَن عَاصِمٍ[هو ابن بهدلة]، عَـن أَبِي صَالِحٍ،عَن أَبِي هُرَيرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَـالَ:أُوقِـدَ عَلَى النَّارِأَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى احمَرَّتْ ثُمَّ أُوقِدَ عَلَيهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى ابيَضَّتْ،ثُمَّ أُوقِدَ عَلَيهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى اسوَدَّتْ فَهِيَ سَودَاءُ مُظْلِمَةٌ.

حَـدَّثَـنَـا سُـوَيْـدُ بـنُ نَصرٍ،أخبرنا عَبدُاللهِ عَن شَرِيكٍ عنْ عَاصِمٍ عنْ أَبِي صَالِحٍ أَورَجُلٍ آخرَ،عَن أَبِي هُرَيرَةَ نَحوَهُ وَ لَم يَرفَعْهُ . حَدِيثُ أَبِي هُرَيرَةَ فِي هَذَا مَوقُوفٌ أَصَحُّ وَلاَ أَعلَمُ أَحَداً رَفَعَهُ غَيرَيَحيَى بنِ أَبِي بُكَيرٍ عَن شَرِيكٍ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا دوزخ کو ہزار سال تک بھڑکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی، پھر ہزار سال تک بھڑکایا گیا تو وہ سفید ہوگئی، پھر ہزار سال تک بھڑکایا گیا تو وہ سیاہ ہوگئی سو اب وہ نہایت سیاہ ہے''
حدیث سابق کی مثل ہے۔ لیکن مرفوع نہیں کیا اس باب میں حدیث ابی ہریرہؓ موقوف زیادہ صحیح ہے یحیٰ بن ابی بکیر کے علاوہ کسی نے اسکو مرفوع بیان نہیں کیا۔

٩۔بابُ ماجَاءَ أَنَّ لِلنَّارِنَفَسَينِ وَمَاذُكِرَمَنْ يَخرُجُ مِنَ النَّارِ مِنْ أَهلِ التَّوحِيدِ

دوزخ کے دو سانس اور اس میں سے اہل ایمان کے نکالے جانے کے بیان میں

٨٠٢۔حَدَّثنَا مُحَمَّدُبنُ عُمَرَبنِ الوَلِيدِالكِندِيُّ الكُوفِيُّ،أَخبرَنَا المُفَضَّلُ بنُ صَالِحٍ،عَنِ الأَعمَشِ،عَن أَبِي صَالِحٍ،عَن أَبِي هُرَيرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّهِ ﷺ: اشتَكَتِ النَّارُإِلَى رَبِّهَا وَقَالَتْ أَكَلَ بَعضِي بَعضاً فَجَعَلَ لَهَا نَفَسَينِ:نَفَساً فِي الشِّتَاءِ،وَ نَفَساً فِي الصَّيفِ.فَأَمَّا نَفَسُهَا فِي الشِّتَاءِ فَزَمهَرِيرٌ،وَأَمَّا نَفَسُهَا فِي الصَّيفِ فَسَمُومٌ.

قَـالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حَسَنٌ صحيحٌ، قَدرُوِيَ عَن أَبِي هُرَيرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ غَيرِوَجهٍ،وَالمُفَضَّلُ بنُ

صَالِحٍ لَيْسَ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ بِذَاكَ الْحَافِظِ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخ نے اپنے پروردگار سے شکایت کی کہ میرے بعض نے بعض کو کھالیا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے اس کے واسطے دو سانس مقرر کئے ایک سانس سے سردی میں دوسرا سانس گرمی میں پس اس کا وہ سانس جو سردی میں ہے وہ ٹھنڈک ہے اور اس کا وہ سانس جو گرمی میں ہے وہ گرمی ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوہریرہؓ سے اور وجہ سے بھی مروی ہے مفصل بن صالح محدثین کے نزدیک حافظ نہیں ہے۔

٨٠٣۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، أخبرنا أَبُو دَاوُدَ، أخبرنا شُعْبَةُ وَهِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: قَالَ هِشَامٌ: يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ، وَقَالَ شُعْبَةُ: أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً، أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً، أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً. وَقَالَ شُعْبَةُ: مَا يَزِنُ ذُرَةً مُخَفَّفَةً. وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہشام نے کہا نکالا جائے گا آگ سے اور شعبہ نے کہا نکالو آگ سے اس شخص کو جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں جو کے برابر بھی ایمان ہے اور اس شخص کو نکالو جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں گیہوں کے برابر بھی ایمان ہے اور نکالو اس شخص کو جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ذرہ کے برابر بھی ایمان ہے۔ شعبہ نے کہا اس کے دل میں جوار کے برابر بھی ایمان ہے''

اس باب میں جابر اور عمران بن حصین سے روایت ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے؟

٨٠٤۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ مُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يَقُولُ اللَّهُ أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِي يَوْمًا أَوْ خَافَنِي فِي مَقَامٍ. هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کو دوزخ سے نکالو جس نے مجھے ایک دن بھی یاد کیا ہے یا کسی جگہ مجھ سے ڈرا'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔

١٠۔بابٌ منه

٨٠٥۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حدثنا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدَةَ السَّلْمَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا فَيَقُولُ: يَا رَبِّ قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ. قَالَ فَيُقَالُ لَهُ: انْطَلِقْ إِلَى الْجَنَّةِ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، قَالَ فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَازِلَ فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ، قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ؟ فَيَقُولُ نَعَمْ، فَيُقَالُ لَهُ تَمَنَّ، قَالَ: فَيَتَمَنَّى، فَيُقَالُ لَهُ، فَإِنَّ لَكَ الَّذِي تَمَنَّيْتَ وَعَشَرَةَ أَضْعَافِ الدُّنْيَا، قَالَ فَيَقُولُ أَتَسْخَرُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ، قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے رسول اللہ نے فرمایا میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا وہ ایک شخص ہے جو سرین کے بل گھسٹتا ہوا نکلے گا، وہ عرض کریگا اے میرے پروردگار لوگ تو جنت کی منزلیں لے چکے حضور فرماتے ہیں اس سے کہا جائیگا جنت میں داخل ہو جا وہ داخل ہونے جائیگا تو دیکھے گا کہ لوگ منازل لے چکے ہیں وہ واپس آئے گا اور عرض کریگا پروردگار سب لوگوں نے جگہ لے لی ہے ارشاد ہوگا تجھے وہ زمانہ یاد ہے جس میں تو تھا؟ وہ عرض کریگا ہاں یاد ہے کہا جائیگا تو اپنی آرزو ظاہر کر وہ اپنی آرزو پیش کریگا کہا جائیگا اچھا جو کچھ تو نے تمنا کی اور مانگا وہ اور اسکے علاوہ دنیا کا دس گناہ تجھے دیا گیا حضور فرماتے ہیں وہ عرض کریگا اے میرے پروردگار کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو بادشاہ ہے، راوی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ہنسے حتی کہ آپ ﷺ کے آخری دندان مبارک ظاہر ہو گئے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۸۰۶۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،حَدَّثَنَا أَبُومُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمَعْرُورِبْنِ سُوَيْدٍعَن أَبِى ذَرٍّ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنِّى لَأَعْرِفُ آخِرَأَهْلِ النَّارِ خُرُوجاً مِنَ النَّارِوَآخِرَأَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولاً الْجَنَّةَ،يُؤْتَى بِرَجُلٍ،فَيَقُولُ سَلُواعَن صِغَارِذُنُوبِهِ وَأَخْبِئُواكِبَارَهَا ، فَيُقَالُ لَهُ عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَايَوْمَ كَذَا وَكَذَا،عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِى يَوْمِ كَذَا وَكَذَا،قَالَ:فَيُقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً،قَالَ:فَيَقُولُ يَارَبِّ لَقَدْعَمِلْتُ أَشْيَاءَ مَا أَرَاهَا هَاهُنَا،قَالَ:فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَضْحَكُ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ. قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوذرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو دوزخ سے نکلنے کے اعتبار سے سب سے آخری دوزخی ہوگا۔اور جنت میں داخل ہونے کے لحاظ سے سب سے آخری جنتی ہوگا!۔اسے لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس سے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کے متعلق پوچھو اور بڑے بڑے گناہوں کو چھپا لو حسب الحکم اس سے پوچھا جائے گا تو نے فلاں دن فلاں گناہ اور فلاں دن فلاں گناہ کیا؟ مگر آج تیرے لئے ہر برائی کا بدلہ نیکی ہے وہ عرض کریگا الٰہی میں نے اس کے علاوہ بھی بہت سے عمل کئے ہیں میں اس کو یہاں نہیں دیکھ رہا راوی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہنستے دیکھا کہ آخری دانت ظاہر ہوئے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۸۰۷۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ أَخْبَرَنَا أَبُومُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِى سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: يُعَذَّبُ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيْدِفِى النَّارِ حَتَّى يَكُونُوا فِيهَا حُمَماً،ثُمَّ تُدْرِكُهُم الرَّحْمَةُ فَيُخْرَجُونَ وَيُطْرَحُونَ عَلَى أَبْوَابِ الْجَنَّةِ.قَالَ فَيَرُشُّ عَلَيْهِمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْمَاءَ،فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْغُثَاءُ فِى حُمَالَةِالسَّيْلِ،ثُمَّ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ.

قالَ :هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ وَقَدْرُوِىَ مِنْ غَيْرِوَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ اہل ایمان کو دوزخ میں عذاب ہوگا اور وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے، پھر رحمت الٰہی ان کے شامل حال ہوگی چنانچہ انہیں دوزخ سے نکال کر بہشت کے دروازہ پر پھینک دیا جائیگا، حضور فرماتے ہیں جنتی ان پر پانی چھڑکیں گے جس سے وہ اس طرح شگفتہ وتازہ ہوں گے جیسے سیلاب اور

نالوں کی خاک میں دانوں سے درخت اگتے ہیں پھر جنت میں داخل ہوں گے“
یہ حدیث حسن صحیح ہے اور جابرؓ سے اس طریق کے علاوہ بھی مروی ہے۔

۸۰۸۔حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، حدثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أخبرنا مَعْمَرٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الإِيمَانِ. قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَمَنْ شَكَّ فَلْيَقْرَأْ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ قال: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

”سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ سے نجات پائے گا، حضرت ابوسعید فرماتے ہیں جسے شک ہو وہ یہ آیت پڑھے اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی زیادتی نہ کریں گے“
یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۸۰۹۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، أخبرنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، أخبرنا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ، حدثني ابْنُ أَنْعَمَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ رَجُلَيْنِ مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ اشْتَدَّ صِيَاحُهُمَا فَقَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَخْرِجُوهُمَا، فَلَمَّا أُخْرِجَا قَالَ لَهُمَا لِأَيِّ شَيْءٍ اشْتَدَّ صِيَاحُكُمَا؟ قَالَا فَعَلْنَا ذَلِكَ لِتَرْحَمَنَا، قَالَ رَحْمَتِي لَكُمَا أَنْ تَنْطَلِقَا فَتُلْقِيَا أَنْفُسَكُمَا حَيْثُ كُنْتُمَا مِنَ النَّارِ، فَيَنْطَلِقَانِ، فَيُلْقِي أَحَدُهُمَا نَفْسَهُ فَيَجْعَلُهَا عَلَيْهِ بَرْداً وَسَلَاماً، وَيَقُومُ الآخَرُ فَلَا يُلْقِي نَفْسَهُ، فَيَقُولُ لَهُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُلْقِيَ نَفْسَكَ كَمَا أَلْقَى صَاحِبُكَ؟ فَيَقُولُ يَا رَبِّ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَا تُعِيدَنِي فِيهَا بَعْدَ مَا أَخْرَجْتَنِي، فَيَقُولُ لَهُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: لَكَ رَجَاؤُكَ فَيَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ جَمِيعاً بِرَحْمَةِ اللَّهِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: إِسْنَادُ هَذَا الْحَدِيثِ ضَعِيفٌ لِأَنَّهُ عَنْ رِشْدِينَ بْنِ سَعْدٍ، وَرِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ هُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ عَنِ ابْنِ أَنْعَمَ وَهُوَ الإِفْرِيقِيُّ، وَالإِفْرِيقِيُّ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ.

”سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا دوزخ میں لوگ داخل ہوئے ان میں سے دو شخص بہت چلائیں گے پروردگار نے فرمایا ان دونوں کو نکالو، وہ دونوں نکالے جائیں گے تو ان سے فرمائیں گے کیا بات ہے تم اتنے کیوں چلائے وہ عرض کریں گے ہم نے اس لئے ایسا کیا تا کہ تو ہم پر رحم کرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری رحمت تو تمہارے شامل حال ہے تم دونوں اپنے آپ کو وہیں دوزخ میں ڈال دو جہاں تم تھے یہ سن کر دونوں چلیں گے ایک تو اپنے کو ڈال دے گا اللہ تعالیٰ آگ کو اس پر ٹھنڈا کر دے گا۔ دوسرا رک کر کھڑا ہوگا اور اپنے کو آگ میں نہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ کہیں گے۔ تو نے اپنے آپ کو کیوں نہیں ڈالا وہ عرض کرے گا مجھے امید ہے کہ دوبارہ اس میں نہ بھیجے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تیرے لئے تیری امید ہے الغرض دونوں اللہ تعالےٰ کی رحمت و بخشش سے جنت میں داخل ہوں گے“
اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے کیونکہ یہ رشدین بن سعد سے مروی جو ابن انعم افریقی سے روای ہیں اور یہ دونوں (رشدین اور افریقی) محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔

۸۱۰۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، أخبرنا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، أخبرنا الْحَسَنُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ، عَنْ عِمْرَانَ

بنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَيَخْرُجَنَّ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِي يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّينَ.

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَأَبُو رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيُّ اسْمُهُ عِمْرَانُ بْنُ تَيْمٍ، وَيُقَالُ ابْنُ مَلْحَانَ.

''سیدنا عمران حصینؓ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا میری امت کی ایک جماعت میری شفاعت سے دوزخ سے آزادی ہوگی ان کا نام جہنمی رکھا جائیگا'' یہ حدیث صحیح ہے۔ ابورجاء عطاردی کا نام عمران بن تیم ہے ابن ملحان بھی کہا گیا ہے

۸۱۱۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، أخبرنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَا رَأَيْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا، وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، وَيَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ ضَعِيفٌ عِنْدَ [أَكْثَرِ] أَهْلِ الْحَدِيثِ، تَكَلَّمَ فِيهِ شُعْبَةُ [وَيَحْيَى بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ هُوَ ابْنُ مَوْهَبٍ وهو مَدَنِيٌّ].

''سیدنا ابوہریرۃؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا میں نے کوئی چیز مثل آگ کے نہیں دیکھی کہ اس میں بھاگنے والا سورہا اور مثل جنت کے کہ اس کا طالب سورہا ہو'' اس حدیث کو ہم صرف یحيٰ بن عبید اللہ کی روایت سے پہچانتے ہیں اور یحيٰ بن عبید اللہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، شعبہ نے انکے بارے میں کلام کیا ہے۔

۱۱۔ بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ النِّسَاءُ

دوزخ میں عورتیں زیادہ ہوں گی کے بیان میں

۸۱۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ.

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے جنت میں جھانکا تو اس میں زیادہ تر غریبوں کو دیکھا اور دوزخ میں جھانکا تو اس میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا۔

۸۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَوْفٌ هُوَ ابْنُ أَبِي جَمِيلَةَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: اطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَهٰكَذَا يَقُولُ عَوْفٌ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَيَقُولُ أَيُّوبُ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: وَكِلَا الْإِسْنَادَيْنِ لَيْسَ فِيهِمَا مَقَالٌ، وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ أَبُو رَجَاءٍ سَمِعَ مِنْهُمَا جَمِيعاً. وَقَدْ رَوَى غَيْرُ عَوْفٍ أَيْضاً هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ.

''سیدنا عمران بن حصینؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے دوزخ میں جھانکا تو اس میں زیادہ تعداد عورتوں کی تھی اور جنت میں جھانکا تو اس میں زیادہ تعداد فقیروں کی دیکھی''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، عوف نے ابورجاء کے واسطہ سے عمران بن حصین سے روایت کی۔ اور ایوب نے ابورجاء کے

واسطہ سے ابن عباسؓ سے دونوں سندیں صحیح ہیں ممکن ہے ابورجاء نے ابن عباس اور عمران بن حصین دونوں سے سنا ہو، عوف کے علاوہ بھی کچھ لوگوں نے ابورجاء کے واسطہ سے عمران بن حصین سے کیا ہے۔

۱۲۔بابٌ بلاعنوان

۸۱۴۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا رَجُلٌ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ.

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالمُطَّلِبِ وَأَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ.

''سیدنا نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخیوں میں سب سے کم عذاب والا وہ ہوگا جس کے پاؤں میں آگ کے دو چنگارے ہوں گے جس سے اس کا بھیجا ہانڈی کی طرح ابلے گا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس باب میں ابوہریرہؓ عباس بن عبدالمطلب اور ابوسعید سے روایات مذکور ہیں۔

۱۳۔بابٌ بلاعنوان

۸۱۵۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ: كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ: كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُتَكَبِّرٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

''سیدنا حارثہ بن وہب خزاعیؓ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا کیا میں تمہیں نہ بتلاؤں کہ جنت میں جانے والے کون لوگ ہیں؟ سب ضعیف اور کمزور بننے والے اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں تو وہ ان کی قسم سچی کر دے، کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ دوزخ والے کون ہیں؟ دوزخی ہر اکھڑ مزاج، اکڑباز، سرکش ہیں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے

تشریح: الا ضعفاء الناس و سَقَطهم بفتح السين والقاف ای المحتقرون بينهم گرے پڑے۔حقیر۔ الساقطون من اعينهم لوگوں کی نظروں (اور کاغذات) میں گرے ہوئے۔عنداللہ یہ عظیم المرتبہ ورفیع الدرجات ہیں لوگوں کی نظروں میں حقیر اور اللہ نظر میں باعزت و میر۔ ان اللہ علی کل شئی قدیر. اللہ تعالیٰ کیلئے عجز و انکساری کی وجہ سے لوگ انہیں حفیف و حقیر سمجھتے ہیں تواضع و خضوع تو سب جنتیوں میں ہوگا لیکن عندالناس حقارت سب کیلئے نہیں بہت سارے عندالناس بھی باعزت اور عنداللہ بھی صاحب عظمت۔من تواضع للّٰه رفعه الله و من تكبّر و ضعه الله (مشکوۃ ۴۴۴) جس نے اللہ تعالیٰ کیلئے سر جھکایا اللہ تعالیٰ نے اوپر اٹھادیا جس نے تکبر کیا اللہ تعالیٰ نے زیر کیا۔

كل ضعيف متضعّف . بكسر العين و بفتحها . کمزور ترین۔دبایا ہوا۔جس کی سنے ہی کوئی نا۔عین کے فتح کے ساتھ زیادہ مشہور ہے جسے لوگ کمزور جانیں۔عین کے کسرہ کے ساتھ جو تواضع کی وجہ سے اپنے آپ کو کم تر سمجھتا ہو۔ضعیف تواضع وانکساری کی وجہ سے کمزور۔ایک روایت میں مستضعف بھی ہے۔دنیاداری میں کم ہونے کی وجہ سے حقیر سمجھا ہوا۔قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ ضعیف سے یہاں رقیق القلب (نرم دل) ہو سکتا ہے۔یعنی اکثر جنتی ایسے ہونگے جیسا کہ اکثر دوزخی اس کے برعکس صفات کے حامل ہونگے۔(تکبر

،تجبّر ،ظلم) اگر چہ سب کیلئے یہ قاعدہ نہیں کیونکہ بہت سے دنیاوی مرتبے والے مؤمن وصالح جنت میں جائیں گے۔اسی طرح بہت سارے دنیا میں حقیر غیر مؤمن بدعمل جہنم میں ہونگے مرتبہ اور مقبولیت کی وجہ سے ان کی قسم (اور منہ سے نکلا ہوا کلمہ) پورا فرمادیتے ہیں تا کہ ان کی قسم نہ ٹوٹے لوگوں کے ہاں حقیر اور اللہ کے نزدیک میر ہیں۔ کلّ عتلّ . بضم العين والتاء . اى الفظّ الشديد من كلّ شئى (اجڈ) ہر چیز میں ترش رو اور تندخو۔ قال الفراء شديد الخصومة . فراء کہتے ہیں کہ اس کا معنی سخت جھگڑالو ہے۔وقيل الجافي عن الموعظة. نصیحت سے دور۔وقال عبدالرزاق: العتلّ الفاحش الآثم . گناہوں میں لت پت بیہودہ۔ وقال الخطابي : الغليظ العنيد. سخت ضدی، ہٹ دھرم۔ قال الداودي : السمين العظيم العنق و البطن ، موٹا لمبی گردن اور بڑے پیٹ والا۔(اس میں تکبر اور اَکل حرام کی طرف اشارہ ہے)۔مسند احمد کی ایک متکلم فیہ روایت میں اسکی تعریف ان الفاظ میں ہے ۔ سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن العتلّ الزنيم ! قال : هو الشديد الخُلق المصحح الأكول الشروب ، الواجد للطعام و الشراب ، الظلوم للناس الرحيب الجوف . (فتح الباری ج۸ص۶۶۳) عتل زنیم کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بداخلاق سخت مزاج، پیٹو۔کھانے پینے میں سب کچھ چٹ کرنے والا۔لوگوں پر ظلم کرنے والا۔کشادہ پیٹ والا۔اس ساری تقریر کا حاصل یہ ہے کہ عتل عادات سیئہ والا متکبر ہے۔

وقال ابن فارس : قيل هو الأكول و قيل الفاجر . پیٹو، نافرمان۔دوزخی ہر وہ شخص ہے، جو سرکش، بداصل اور متکبر ہو۔

فتمت ابواب صفة جهنم وتليها ابواب الايمان

ابواب الایمان عَن رسُول الله ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ایمان کے متعلق چند ابواب

فائدہ ۱۔: ایمان واسلام کی مباحث گذشتہ سال مشکوۃ اول میں اور امسال دورۂ حدیث کے طلباء بخاری ومسلم کی ابتداء میں اور طالبات بخاری شریف کے آغاز میں بسط وتفصیل کے ساتھ پڑھ چکے ہیں، یہاں ان کا خلاصہ اختصار کے ساتھ تحریر ہے، تفصیلات کا یہ محل نہیں، بالخصوص مخاطبات کے حوالے سے، چنانچہ شیخ الحدیث کاندھلویؒ نے ''کوکب الدری'' کے حاشیہ میں لکھا ہے'' **اعلم ان الکلام علی ابحاث الایمان طویل لایسعه هذا المختصر**''.

فائدہ ۲۔: فقہاء ومحدثین کے دور میں اس مسئلہ پر طویل مباحثے، مکالمے اور کچھ اختلافات ہوئے بعض زائغین اور کج فہم گروہوں نے کئی کئی مسئلے گھڑے اور الجھتے رہے جنہیں اہل السنۃ والجماعۃ نے خوب جوابات دیئے، اس لئے محدثین وفقہاء اور مفسرین وشراح نے اس پر سیر حاصل مفصل ومدلل بحثیں لکھیں، جن کا خلاصہ درج ذیل مباحث ثمانیہ میں آجاتا ہے۔ باقی اس کی مفصل تحقیق راقم کی زیر ترتیب تصنیف ''انعامات المنعم'' جلد اول کتاب الایمان میں اہل علم کو ملے گی۔ ان شاءاللہ!

فائدہ ۳۔: ایمان واسلام کی مباحث میں جرح وتنقید اور اختلاف ونزاع کرنے والے جتنے فرقے اہل السنۃ والجماعۃ کے مقابل پیدا ہوئے تھے ''**فاما الزبد فیذهب جفاء** (رعد ۱۷) کے مطابق اب وہ سب ختم اور کالعدم ہو چکے ہیں، قدریہ، جبریہ، کرامیہ وغیرہ کا اب وجود نا مسعود نہیں، اور نہ ہی راقم کی ناقص معلومات کے مطابق اس پر اب کسی براعظم اور خطہ ارض میں بحثیں ہوتی ہیں، نہ ان کا تحریری یا تقریری مواد طبع اور مشتہر ہوتا ہے، تاہم علمی حد تک ان مباحث کو پڑھنا اور یاد رکھنا چاہیئے تاکہ اگر اس قسم کا کوئی فتنہ رونما ہو تو مسکت جواب اور مفید سد باب ہو سکے۔

چنانچہ ابھی قریب ہی رجب ۱۴۲۲ھ میں قصور کے قریب کے ایک گاؤں سے راقم کے پاس ایک سوالیہ خط آیا کہ یہاں ایک مولوی صاحب خلق قرآن کے مسئلے پر زور دیتے ہیں، اور قرآن کریم کو کلام اللہ کی بجائے خلق اللہ گردانتے ہیں، حالانکہ یہ مسئلہ بھی درحقیقت خلیفہ منصور کے ساتھ ہی دفن ہو گیا تھا اگرچہ کچھ عرصہ بعد تک اس کا اثر رہا۔ انہیں اندیشوں کے تحت ان مباحث خلافیہ سے پہلوتہی کی بجائے تندہی سے پڑھا جائے۔ یہ بھی یاد رہے کہ دور حاضر میں دیگر کئی ملحدین وبے دین فرقے منکرین حدیث، منکرین عذاب قبر، جھوٹے مدعیان نبوت وغیرہ بھیس بدل بدل کر عام مسلمانوں کو ورغلاتے اور بھٹکاتے ہیں، اس لئے فرق ضالہ ومبتدعہ کے حوالے سے ہمیں باخبر اور مستعد رہنا چاہیئے جو ہمارے اکابرین سلف کا شیوہ اور طرہ امتیاز ہے، ورق گردانی کے دوران اس کی تحریری تصریح بھی نظر سے گذری ہے، صاحب نفع المسلم لکھتے ہیں ''لیکن قدریت کا خصوصی عقیدہ بہت جلد ختم ہو گیا ہو، اور بقیہ معتزلہ میں گھل مل گیا ہو'' غرض علامہ قرطبیؒ، علامہ نوویؒ، حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اب اس عقیدہ کا کوئی قائل نہیں۔ بلفظہ (نفع المسلم ۸۷)

فائدہ ۴۔: ایمان واسلام سے متعلقہ مباحث کے عنوانات یہ ہیں۔ ۱۔ لغوی واصطلاحی تعریف ۲۔ تصدیق لغوی اور تصدیق منطقی میں فرق۔ ۳۔ ایمان مرکب ہے یا بسیط؟ ۴۔ اقرار باللسان کی حیثیت۔ ۵۔ محدثین ومتکلمین کا اختلاف ۶۔ الایمان یزید

وینقص۔۷۔استثناء فی الایمان کی بحث ۸۔ایمان واسلام کے درمیان نسبت۔ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیة:

بحث اول: لفظ "ایمان" "امن" سے ماخوذ ہے۔اُمن خوف کی ضد ہے،اُمن باب سمع سے آتا ہے،اس کا معنیٰ ہے اطمینان وطمانیت ،زوال خوف اور حصول امن ،ماموں ہونا۔کما قال تعالیٰ:"ولیبدّلنّھم من بعد خوفھم امنا،ایضا و امنھم من خوفھم" ان میں خوف وامن دونوں ضدیں جمع ہیں۔پھرامن باب مجرد سے مزید باب افعال کے وزن پر لے گئے،اس کا مصدر "ایمان" ہے۔یہ بالاتفاق متعدی ہے،پھر کبھی متعدی بنفسہ صلہ کے بغیر ہوتا ہے،جیسے آمنت زیدا ،میں نے زید کوامن دیا۔کبھی "با" صلہ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے،جیسے آمنت بالله ،میں اللہ پرایمان لایا۔یؤمنون بالغیب ،وہ ایمان لاتے ہیں بن دیکھے۔کبھی "لام" صلہ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے،جیسے وماانت بمؤمن لنا ،اور آپ ہم پر یقین کرنے والے نہیں۔انؤمن بشرین مثلنا ،کیا ہم اطاعت کریں اپنے جیسے دوانسانوں کی، انؤمن لک واتبعک الأرزلون ،کیاہم آپ پر یقین کریں حالانکہ آپ کی پیروی رزیل لوگوں نے کی ہے۔صرف ایک مثال میں اس کا صلہ "علی "آیا ہے کماصرح السیدانورالکشمیری،حدیث ما من الانبیاء من نبی الا قد اعطی من الأیات ما مثله آمن علیه البشر" (بخاری۲/۷۴۴،مسلم۱/۸۶)انبیاء علیھم السلام میں سے کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کواسی جیسا معجزہ دیا گیا،جس پرلوگ ایمان لائے۔

"آمن علیه البشر" محل استشہاد ہے،کہ علیه آمن کا صلہ ہے۔اعتماد کیااس پرلوگوں نے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ لفظ ایمان متعدی بنفسہ ہوتو معنیٰ ہے،ازالة الخوف، امن دینا۔اگر با کے ساتھ ہوتو معنیٰ ہے تصدیق کرنا،اعتراف کرنا۔اگر لام کے ساتھ ہوتو معنیٰ ہے،یقین کرنا،مطیع ومنقاد ہونا۔اگر علی کے ساتھ ہوتو معنیٰ ہے اعتماد کرنا۔آخری نادر وقلیل ہے۔(لسان العرب۱۳/۲۱،۲۴)

قال الآلوسی:والایمان فی اللغة التصدیق۔علامہ آلوسی نے کہا ایمان کالغوی معنیٰ تصدیق ہے۔

اصطلاحی تعریف: علامہ آلوسیؒ نے یوں تعریف کی ہے"وامّا فی الشرع:فھو التّصدیق بما علم مجیء النبی ﷺ به ضرورة تفصیلا،فیما علم تفصیلا،واجمالا فیما علم اجمالا،وھذا مذھب جمھور المحققین (روح ۱/۱۸۱) بہرحال شرعاوہ تصدیق کرنا ہے ان چیزوں کی جوحضور ﷺ سے بداہۃ ثابت ہیں،ثبوت تفصیلی ہے تو تصدیق تفصیلی ضروری ہے،ثبوت اجمالی ہے تو تصدیق اجمالی ضروری ہے۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ کچھ چیزیں آپ ﷺ سے تفصیل کے ساتھ ثابت ہیں اور کچھ اجمالی،جیسے قرآن پاک میں ہے "انما انت منذر ولکل قوم ھاد،منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک" (رعد۷،مؤمن ۷۸)ان آیات میں سابقہ انبیاء کے متعلق اجمالی ذکر ہے،پھر بعض انبیاء حضرت نوحؑ ،حضرت ابراہیمؑ ،حضرت موسیٰؑ ،حضرت سلیمانؑ ،حضرت عیسیٰؑ کا تفصیلی ذکر ہے،اسی طرح نماز ہے،کہ تعداد رکعات ،اوقات ،ارکان وشرائط،قیام وقرأت ،رکوع وسجود سب کا ثبوت تفصیلی ہے تو تفصیلی ایمان لانا ضروری (اور عمل کرنا حتمی) ہے۔عذاب قبر کا ثبوت تواتر سے ہے اور اجمالی ہے،تو اس پر اجمالی ایمان لانا ضروری ہے،یاد رہے کہ نفس عذاب قبر تواتر سے ثابت ہے،اس کی بعض تفصیلا اخبار آحاد سے ثابت ہیں۔و کثیر من المعلومات و الاعمال (فضل

الباری ۲۴۰/۱) تفصیل بالا سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ علم تفصیلی پر ایمان تفصیلی اور علم اجمالی پر ایمان اجمالی کا کیا مفہوم ہے۔
ضرورۃ: اس کا معنیٰ ہے "بداہۃ" یعنی خواص وعوام میں مشہور ومتعارف ہونا، اس معنیٰ کے لحاظ سے اشکال پیش آتا ہے کہ جو چیزیں عندالکل بدیہی طور پر ثابت ومشہور ہیں ان پر ایمان لانا ضروری ہے، غیر مشہور اگر چہ قطعی ہوں تو اس پر ایمان لانا ضروری نہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تواتر سے ثابت قطعی چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے بھلے مشہور ہوں یا غیر مشہور تو اس قید کا کیا مطلب ہوا؟
جواب ا۔ فضل الباری میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ہر کس وناکس کے نزدیک مشہور ہونا مراد نہیں بلکہ اہل علم اور واقفین اصول شریعت کے نزدیک مشہور وبدیہی ہونا مراد ہے، یعنی قید تعریف میں ملحوظ ہے لیکن اس مفہوم میں تخصیص ہے۔
۲۔ علامہ تفتازانیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ یہاں ضرورۃ سے مراد "یقینی" ہے یعنی اس چیز پر ایمان تفصیلی واجمالی ضروری ہے جس کا ثبوت آپ ﷺ سے قطعی اور یقینی ہو، اس سے بحث نہیں کہ مشہور ہو یا غیر مشہور۔ بس قطعی الثبوت ہو۔
۳۔ نفع المسلم میں ہے "تو کبھی لفظ "ضرورۃ" کو ترک کر دیتے ہیں" انہوں نے مفہوم میں تخصیص یا معنیٰ میں تعیین کی بجائے حذف کا اشارہ دے دیا جبکہ پہلے دونوں جوابات معقول ومقبول ہیں۔
دوسری تعریف: الایمان: هو تصديق النبی ﷺ بجميع ماجاء به (تنظیم الاشتات ۳۳/۱)
ایمان وہ نبی ﷺ کی تصدیق کرنا ہے تمام ان چیزوں میں جو وہ لائے۔
کفر کی تعریف: الاشياء تعرف باضدادها کے تحت یہ بھی درج ہے هو عدم تصديق النبی ﷺ فی شیء مما علم بالضرورة مجیئه به (تفسیر کبیر ۳۷/۲) کفر وہ نبی ﷺ کی لائی ہوئی چیزوں میں سے کسی بدیہی چیز کی تصدیق نہ کرنا۔
حاصل یہ ہے کہ ایماندار ہونے کے لئے جميع ماجاء به النبی ﷺ کی تصدیق ضروری ہے، جبکہ کفر کے لئے سب کا انکار شرط نہیں بلکہ ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کی عدم تصدیق اور انکار سے کفر لازم آئے گا۔
مؤمن ومسلم کی وجہ تسمیہ: مؤمن ایمان لاکر عذاب الٰہی سے مأمون ومحفوظ ہوجاتا ہے، اور شارع کو اپنی تکذیب وانکار سے مأمون کر دیتا ہے، یعنی مؤمن کا معنیٰ ہے امن پانے والا امن دینے والا، مسلم کا معنیٰ ہوا سپرد کرنے والا سلامتی پانے والا۔
بحث ثانی: ہمارے درسی نصاب میں منطق کی بھی چھوٹی بڑی متعدد کتب پڑھائی جاتی ہیں، ان میں بھی تصور وتصدیق کی بحث میں لفظ "تصدیق" آتا ہے، اور یہاں "ایمان کی تعریف میں بھی "تصدیق" کا لفظ آیا ہے، ممکن ہے کسی کو شبہ ہوجائے کہ تصدیق لغوی (زیر بحث) اور تصدیق منطقی لفظی مشاکلت کی وجہ سے ایک چیز ہیں، حالانکہ ایسا نہیں اس لئے دونوں کے مابین فرق واضح کئے جاتے ہیں
ملحوظہ: اساتذہ سے گذارش ہے کہ طالبات کو تمہید کے ساتھ یہ بحث سمجھائیں تا کہ مکمل سمجھ سکیں۔
منطقی تصدیق کی تعریف یہ ہے "ان كان اذعانا للنسبة فتصديق ....: اگر محکوم علیہ اور محکوم بہ کے درمیان نسبت حکمی کا یقین حاصل ہو تو وہ تصدیق (منطقی) ہے۔ مثلاً زید قائم، زید کھڑا ہے، زید کے لئے قیام کی نسبت کا ثبوت ہے تو یہ تصدیق ہے۔
پہلا فرق: تصدیق منطقی کا تعلق عام ہے کسی بھی چیز کے بارے میں یقینی علم وادراک ہوجائے تو وہ تصدیق ہے، مثلاً السماء فوقنا، آسمان ہمارے اوپر ہے، یہ بات سچ اور ثابت ہے تو یہ منطقی تصدیق ہے۔ جبکہ ایمان کی تعریف میں تصدیق خاص ہے۔ یعنی

بجميع ماجاء به الرسول ﷺ کی تصدیق ہو۔تو پہلا فرق یہ ہوا کہ تصدیق منطقی عام ہے،تصدیق لغوی خاص ہے۔اس لئے "السماء فوقنا" پر یقین رکھنے والے کو مؤمن نہیں کہا جاتا۔

دوسرا فرق: تصدیق منطقی اختیاری اور اضطراری دونوں تصدیقوں کو شامل ہے،اور دونوں صورتوں میں تصدیق کا حکم لگتا ہے،جبکہ ایمان تصدیق اختیاری کا نام ہے اضطراری کا نہیں۔مثلا العالم حادث،جہان ختم ہونے والا ہے، یہ حکم اور تصدیق ہے،اس کی دلیل "العالم متغير،و كلّ متغيّر حادث" ہے،کہ جہاں میں تغیرات ہوتے ہیں اور ہر وہ چیز جو متغیر ہو وہ حادث وختم ہونی والی ہوتی ہے۔نتیجہ یہ ہوا کہ " العالم حادث " تصدیق ہے اور تصدیق اختیاری ہے کہ دلیل سے حاصل ہے۔

دوسری مثال: یہ ہے کہ ہم کسی کام سے سفر کو روانہ ہوئے،منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہیں،راستے میں کسی مکان پر،کسی دکان پر،کسی گاڑی پر نظر پڑی جن کا کوئی قصد وارادہ نہیں بلکہ ہم نے تو منزل مقصود پر دھیان رکھا ہوا ہے،اب یہ جو غیر اختیاری طور پر مکان وغیرہ کا ہمیں علم یقینی حاصل ہوا، یہ تصدیق ہے یہ اختیاری نہیں بلکہ غیر اختیاری واضطراری ہے۔منطقی تصدیق مذکورہ دونوں تصدیقوں پر سچی آتی ہے،جبکہ تصدیق لغوی اور تصدیق ایمانی صرف اختیاری پر صادق آتی ہے،اہل کتاب کو تصدیق اضطراری حاصل تھی کہ آپ ﷺ کو اپنی اولاد و بیٹوں سے زیادہ پہچانتے تھے،ارشاد ہے "الذين آتينٰهم الكتٰب يعرفونه كما يعرفون ابنائهم "(بقرۃ ۱۴۶) بخاری ۲ر کے حاشیہ میں ہے"قال عبد الله بن سلام : أشكّ في ابني ولا اشكّ في النبيّ" میں اپنے بیٹے کے بارے میں شک کرسکتا ہوں نبی ﷺ کے بارے میں شک نہیں۔لیکن کیونکہ یہ تصدیق اضطراری تھی اس لئے انہیں مؤمن نہیں کہا گیا ہاں جس نے بخوشی قبول کرلیا وہ دھرے اجر کے مستحق ہوئے۔۔بات آسان کرنے کے لئے یوں بھی کہہ سکتے ہیں جانتے تھے مانتے نہ تھے۔

تیسرا فرق: منطقی تصدیق تکذیب وانکار کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے،جبکہ لغوی تصدیق تکذیب وانکار کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔مثلا یہ قلم ہے،یہ میرا ہے،آپ کو اس کی تصدیق ویقین ہے کہ یہ میرا ہے،تو آپ کو منطقی تصدیق حاصل ہے۔لیکن عناد وہٹ دھرمی کی وجہ سے آپ انکار کررہے ہیں کہ جی میں نا مانوں،تو علماً آپ کو تصدیق حاصل ہے،اسے مناطقہ تسلیم کرتے ہیں،لیکن عملا آپ نے انکار کردیا تو قلم کے متعلق تصدیق وتکذیب جمع ہیں،جبکہ تصدیق لغوی تکذیب وانکار کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔

چوتھا فرق: منطقی تصدیق میں باتفاق مناطقہ ظنیات داخل ہیں،جبکہ لغوی تصدیق کا اطلاق صرف یقینیات پر ہوتا ہے،ظن وگمان کی اس میں گنجائش نہیں۔

پانچواں فرق: تصدیق شرعی اور تصدیق ایمانی کا تعلق مغیبات سے ہے نہ مشاہدات سے اسی طرف اشارہ ہے " يؤمنون بالغيب "،میں،جبکہ منطقی تصدیق کا تعلق مشاہدات سے ہے۔

چھٹا فرق: آخر میں علامہ ابن تیمیہ کی قیمتی بات بھی غور سے پڑھئے۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تصدیق شرعی میں صادق مصدوق اور مخبر صادق ﷺ کی امانت وصداقت اور اس پر اعتماد ملحوظ ہے،جبکہ تصدیق منطقی میں بات کی صداقت وحقیقت کو دیکھا جاتا ہے مخبر کی امانت ودیانت سے کوئی سروکار نہیں،جیسا کہ کسی نے کہا السماء فوقنا تو بس بات درست ہے،تصدیق منطقی ہے بھلے کہنے والا کوئی بھی ہو۔حالانکہ تصدیق ایمانی میں تو امانت ودیانت اور اعتماد کے معنیٰ موجود ہیں کہ مخبر ﷺ کی امانت ودیانت پر بھروسہ کرکے تصدیق کی

گئی۔اس کے لئے موصوف نے لفظی استدلال کیا ہے کہ ایمان امن سے ماخوذ ہے اس لئے اس میں یہ معنیٰ بھی ملحوظ ہیں۔(نفع المسلم ۶۸)مذکورہ بالا تفصیل کے برعکس صاحب روح المعانی کہتے ہیں "وان التصدیق المنطقی بعینه التصدیق اللغوی "یعنی ان کے نزدیک دونوں بعینہ ایک اورشیء واحد ہیں،و لا یخفی علیک ضعف قوله (روح المعانی ۱۸۳/۱)

سوال: مذکورہ تعریف وتفصیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں مدلل واختیاری تصدیق حاصل ہے،لیکن انہیں مؤمن تسلیم کیا جاتا ہے نہ کہا جاتا ہے۔

۱۔خواجہ ابوطالب کوتصدیق اختیاری حاصل تھی،جس کی دلیل اس کے یہ اشعار ہیں۔

ودعوتنی وعلمتُ انک صادق ولقد صدقتَ فکنتَ قبل امینا

ولقد علمت بان دین محمّد من خیر ادیان البریة دینا

اورآپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی مجھے معلوم ہے آپ سچے ہیں:اورآپ نے سچ کہا سوآپ تو پہلے بھی امین تھے

اورالبتہ تحقیق مجھے معلوم ہے کہ محمد ﷺ کا دین : کائنات کے تمام دینوں سے بہتر ہے۔

۲۔شاہ روم ہرقل کوبھی یہ تصدیق حاصل تھی،جواس کے کلام سے واضح ہے،اس نے کہا۔

وکذلک الرّسل تبعث فی نسب قومها وقد کنتُ اعلم انّه خارج

فسیملک موضع قدمی هاتین ولو کنتُ عنده لغسلتُ عن قدمیه الخ

اصول اسی طرح ہے کہ پیغمبراپنی قوم میں بھیجے جاتے ہیں:اور میں جانتا تھا کہ وہ آنے والے ہیں

وہ میرے قدموں تک مالک ہوں گے:اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے قدم دھوکر پی لیتا۔

بخاری اول کے پہلے باب میں ہم یہ طویل حدیث پڑھ چکے ہیں۔آخر میں یہ بھی ہے " فتبایعوا هذا النبی ﷺ. سوتم اس نبی ﷺ سے بیعت اسلام کرلو۔

جواب: امام غزالیؒ محقق ابن ہمامؒ،شیخ ابوطالب مکیؒ،شیخ نظام الدین ہرویؒ وغیرہ کثیر اہل علم نے اس کے جواب میں اپنے اپنے انداز میں لکھا ہے،سب کا حاصل یہ ہے کہ ایمان کے لئے تصدیق اختیاری کے ساتھ التزام اطاعت وانقیاد قلبی اورتسلیم وسپردگی بھی ملحوظ وضروری ہے،جوسورۃ النساء کی آیت ۶۵ سے ثابت اورتعریف کے ساتھ لاحق ہے " فلا وربّک لایؤمنون حتی یحکّموک فیما شجر بینهم ویسلّموا تسلیما " مذکورہ دونوں میں التزام وتسلیم بالکل نہ تھی بلکہ صرف سرسری جذبہ تھا جوجلد مضمحل ہوگیا،چنانچہ ابوطالب نے نارکوعار پرترجیح دی(حالانکہ العار خیر من النار،عارضی عاردائمی نار سے بہتر ہے)اس کا قول ہے" لولا ان تعیرنی قریش ،یقولون انما حمله علی ذلک الجزع، لاقررت عینک " (مسلم ۴۰/۱) اورہرقل نے ریاست وسرداری کوترجیح دی بالآخراس نے کہا "ابلغ صاحبک انّی اعلم انه نبی، ولکن لا اترک ملکی " (کشف الاستارعن زوائد البزار ۱۱۸/۳/۱)اس لئے یہ دونوں مؤمن نہیں۔

قال النووی : لاعند له فی هذا لانّه قد عرف صدق النبی ﷺ،وانما شحّ فی الملک ورغب فی

الریاسة،فآثرها علی الاسلام۔(مسلم ۹۸/۲)اس لئے جاننا اور ہے ماننا اور ہے۔

تتمہ: ایسا ہی واقعہ حبشہ کے بادشاہ اصحمۃ نجاشی کا ہے،اس نے تصدیق قلبی کے ساتھ انقیاد وتسلیم اور التزام طاعت کیا،اگر چہ ہجرت نہیں کرسکا،تو مہاجرین کے لئے پناہ گاہ اور معین بنا رہا،اس لئے وہ مؤمن ہے،آپ ﷺ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ بھی پڑھی،جو آپ ﷺ کی خصوصیت تھی،تاریخ امم میں ایسے ایک واقعہ کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے "وقال رجل مؤمن من آل فرعون یکتم ایمانہ ..." (مؤمن ۲۸)حزقیل نامی قبطی آدمی مؤمن ہوکر بھی فرعونیوں میں رہا،تو ہرقل بھی خفیہ ایمان اختیار کرلیتا تو ریاست بھی رہتی اور حفاظت بھی لیکن سچ ہے"ہدایت طلب پر ملتی ہے،اس صمد ذات کے سامنے کسی کی کیا چلتی ہے"

بحث ثالث: ایمان مرکب ہے یا بسیط؟اس میں اختلاف ہے،ہم ذیل میں پہلے اقوال واستدلال لکھتے ہیں،پھر آخر میں محاکمہ ذکر ہوگا۔پہلا مسلک:امام ابوحنیفہ،متکلمین،امام غزالیؒ،امام الحرمین کہتے ہیں" الایمان ھو التّصدیق بالقلب" ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے،یعنی بسیط ہے۔

اقرار وعمل کے لئے کہتے ہیں" الاقرار باللسان شرط لاجراء الاحکام ،والعمل بالارکان نتیجۃ التصدیق وثمرۃ الایمان" نفس ایمان تو تصدیق قلبی کا نام ہے،باقی زبان سے اقرار احکام شرعیہ کے لاگو کرنے کے لئے شرط ہے،اعضاء وجوارح سے عمل صادر ہونا اسی تصدیق وایمان کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔اجراء احکام کا مطلب ہے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا،جنازہ پڑھنا....

دوسرا مسلک: ائمہ ثلاثہ اور اکثر محدثین کے نزدیک ایمان"تصدیق قلبی اور عمل جوارح" دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔لیکن ترک عمل سے خروج عن الاسلام لازم نہیں آتا۔اس قول کے مطابق ایمان مرکب ہوا۔

تیسرا قول: مرجئہ کہتے ہیں"ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے"اقرار باللسان نہ شرط ہے،نہ شطر وحصہ ہے۔بلکہ ان کے نزدیک نیک عمل مفید نہیں اور بدعمل ایمان کے لئے کوئی مضر نہیں برملا یہ کہتے تھے "لا تضرّ مع الایمان معصیۃ ، کما لاتنفع مع الکفر طاعۃ" ایمان کے ہوتے ہوئے نافرمانی کا کوئی نقصان نہیں جیسا کہ کفر کی حالت میں اطاعت کا کوئی فائدہ نہیں۔

استدلال: من قال :لاالٰہ الا اللہ دخل الجنۃ ،وان زنی وان سرق ۔دلیل پیش کرتے ہیں،مزید عقلا یہ کہتے تھے ایمان کے ہوتے ہو معصیت نقصان دے اور معصیت کی وجہ سے ایماندار گناہ گار کو دوزخ میں ڈالا جائے تو ایمان کا دوزخ میں ڈالنا لازم آئے گا یہ ایمان کی توہین ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی نظر"وان زنی وان سرق" پر گئی ہے دیگر احادیث "لایدخل الجنۃ نمّام،لایدخل الجنۃ قتّات" پر اور آیت قرآنی "من یقتل مؤمنا متعمّدا فجزاء ہ جھنم" پر کیوں نہیں گئی کہ گناہ کی وجہ سے جنت کا داخلہ بند اور قتل جیسے کبیر گناہ کی وجہ سے دوزخ میں ڈالے جانے کا ذکر ہے۔جس سے صاف صاف سمجھ آگیا کہ گناہ نقصان دہ ہیں جنت کے اولی دخول سے محروم کرتے ہیں اور دوزخ میں دھکیل دیتے ہیں۔عقلی دلیل کا دوٹوک جواب یہ ہے کہ دوزخ میں داخل کرنا تطہیر کے لئے ہوگا توہین کے لئے نہیں،نیز یہ بھی کہ عقل تو جب دلیل بنے جب صریح نقل نہ ہو۔حضرت شیخ الہندؒ مثال سے سمجھاتے تھے کہ ایمان

کی مثال قلب کے لئے شاہی لباس کی سی ہے، اور ضابطہ ہے کہ جب بادشاہ کو کسی غلطی پر جیل بھیجا جاتا ہے، تو شاہی لباس اتار دیا جاتا ہے، تاکہ شاہی پوشاک کی توہین نہ ہو، اسی طرح لباس قلب ایمان اتار لیا جائے تاکہ اس کی توہین نہ ہو اب کہئے کہاں رہی دلیل؟

راقم یہ کہتا ہے کہ گناہ کر کے ایمان کی توہین تو قائل مذکورہ نے کی ہے کہ مؤمن ہو کر منہ کالا کرتا ہے گناہ کرتا ہے "بئس الاسم الفسوق بعد الایمان" (حجرات ۱۱) میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نقل آیا!

چوتھا قول: کرامیہ کہتے ہیں ایمان کے لئے صرف "اقرار باللسان کافی ہے" معرفت قلبی، تصدیق قلبی اور عمل بالجوارح کی ضرورت نہیں، البتہ دل میں انکار نہ ہونا چاہئے۔

استدلال: ان کا کہنا ہے کہ صرف ظاہراً اقرار لسانی کی وجہ سے منافقین کے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ کیا گیا، جس سے ثابت ہوا اقرار لسانی ایمان کے لئے کافی ہے۔

جواب: قابل حیرت بات ہے کہ ان کی نظر منافقوں کے ساتھ مسلمانوں جیسے ظاہری برتاؤ پر گئی ہے اور آیات کریمہ " ان المنافقین لکاذبون، وما هم بمؤمنین، انّ المنافقین فی الدرک الاسفل من النار، ولا تصلّ علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره " سے آنکھیں بند کر لیں یا پھیر لیں۔ ان تصریحات میں ادنیٰ تأمل کرنے سے بھی بات واضح ہو جاتی ہے، اگر یہ ان آیات پر نظر گوارا کر لیتے تو ٹھوکر سے بچ جاتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم ظاہر کے مکلف ہیں، ہم تو ظاہری اقرار کو دیکھ کر مسلمان ہونے کا حکم لگا دیں گے، لیکن تصدیق قلبی کی بھی ضرورت ہے، کیونکہ دل کا معاملہ مخفی ہے، اس لئے ظاہر پر یقین کریں، لیکن تصدیق قلبی ضروری ہے جیسا کہ اعمال میں اصلاح نیت ضروری ہے، اس کی تاکید آیات و روایات میں وارد ہے، کوئی یہ کہہ کر انکار نہیں کر سکتا کہ جناب نیت تو باطنی اور پوشیدہ چیز ہے، ہم اس کی اصلاح کیسے کریں؟ نہیں ضرور کرنی چاہئے اسی طرح تصدیق قلبی ضروری ہے۔

فائدہ: فضل الباری ۱/۲۴۵ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے کرامیہ کے قول کے متعلق کچھ تحقیق ذکر کر کے تاویل لکھی ہے کہ ان کا یہ قول احکام دنیویہ کے اعتبار سے ہے، نجات اخروی کے لئے یہ بھی تصدیق قلبی کو ضروری سمجھتے ہیں، لیکن اس کی دلیل نہیں لکھی، اگر ایسا ثابت ہو جائے تو ان کا قول اہل السنة والجماعة سے اقرب ہوگا، ورنہ بلا دلیل یہ توجیه القول بما لا یرضی به القائل هے۔

پانچواں قول: جہمیہ کہتے ہیں ایمان صرف "معرفت قلبی کا نام ہے" بھلے یہ معرفت اختیاری ہو یا غیر اختیاری کافی ہے، تصدیق و انقیاد قلبی اور التزام شریعت کی کوئی ضرورت نہیں۔

استدلال: "من مات وهو یعلم انّه لا اله الّا الله دخل الجنة" یہ دلیل ہے کہ جو اللہ کو وحده لا شریك له جانتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا، دیکھئے علم توحید و وحدانیت جنت میں داخلے کا سبب ہے، تو علم و معرفت قلبی کافی ہے۔

جواب: یہ قول قابل حیرت اور نقش بر آب سے بھی اضعف ہے ، اگر اسے اختیار کیا گیا تو پھر فرعون، سب یہود و نصاریٰ، ہرقل و ابوطالب سب کو مؤمن کہنا پڑے گا، کیونکہ فرعون و اہل کتاب کو رب اور حق کا علم ہونا قرآن میں مذکور ہے، ہرقل و ابوطالب کو تصدیق اختیاری غیر تسلیمی حاصل تھی کما مر۔ فرعون سے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "لقد علمت ما انزل هؤلاء الا رب السمٰوات والارض بصائر (بنی اسرائیل ۱۰۲) یہود و نصاریٰ کے متعلق ہے "یااهل الکتٰب لم تلبسون الحق بالباطل وانتم

تعلمون " ۱ " (آل عمران ۷۱) حالانکہ مسلمات میں سے ہے کہ مذکورہ فرادو گروہ مؤمن مسلمان نہیں، یہود و نصاریٰ کے متعلق نص صریح ہے "یا اهل الکتٰب لستم علی شیء " (مائدہ ۶۸) رہا ان کا استدلال "وهو یعلم" سے تو خیر سے سن لیجئے یہ یعلم یؤمن ویصدّق کے معنی میں ہے، تاکہ دیگر نصوص کثیرہ واردہ سے متعارض نہ ہو۔ (نفع المسلم)

چھٹا قول: معتزلہ (اہل حق کے لئے دائمی نزلہ آئے روز بھیس بدل کر کوئی نہ کوئی فتنہ بپا کرتے رہتے ہیں) کہتے ہیں ایمان "هو التصدیق بالقلب، والاقرار باللسان، والعمل بالارکان" ایمان تصدیق واقرار اور عمل تینوں کے مجموعے کا نام ہیں، یہ تینوں ایمان کے اجزاء ترکیبیہ لازمہ ہیں، کسی ایک جز کے کم یا فوت ہونے سے ایمان باقی نہیں رہتا، اس لئے ان کا کہنا ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہوجائے گا، البتہ کافر بھی نہ ہوگا، مؤمن تو اس لئے نہیں رہا کہ حکم عدولی کی اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا، کافر اس لئے نہیں کہ تصدیق قلبی موجود ہے، یہ مؤمن وکافر کے درمیان کا درجہ دیتے ہیں مرتکب کبیرہ کو کہتے ہیں منزلة بین المنزلتین "درجہ فسق" ہے۔ مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ مخلّد فی النار ہوگا، یہی قول خوارج کا ہے وہ (چھوٹے میاں چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ کے مطابق) یہ کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہو کر کفر میں داخل ہوجائے گا۔ معتزلہ وخوارج ایمان کی مذکورہ تعریف میں متفق ہیں، مرتکب کبیرہ کے مخلّد فی النار ہونے میں بھی متحد ہیں، کہ کافر وفاسق دونوں مخلد فی النار ہیں اور دائمی عذاب میں ہوں گے، صرف فرق اتنا ہے کہ معتزلہ بیچ کا مزعومہ ومخترعہ درجہ فسق کہتے ہیں، جبکہ خوارج سیدھا کافر کی گولی چلادیتے ہیں۔ اسی طرح فضل الباری ۱/۲۴۶ میں بعض معتزلہ کا شدت بھرا یہ قول بھی مذکور ہے کہ مکروہات کا مرتکب اور مستحبات کا تارک بھی ایمان سے خارج ہوجاتا ہے۔

استدلال: یہ دونوں فرقے ان آیات وروایات سے دلیل پکڑتے ہیں جن میں برے اعمال پر زجر وتوبیخ اور شدید وعید وارد ہے مثلا "ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزء ہ جهنم خالدا فیها" (نساء ۹۳) لایزنی الزانی حین یزنی وهو مؤمن، من ترک الصلوة متعمّدا فقد کفر"

جواب:۱۔ پہلا جواب تو یہ ہے کہ خلود فی النار اس کے لئے ہے جو قتل مؤمن کو حلال سمجھے۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ خلود فی النار سے مراد مکث طویل ہے۔ اسی طرح آگے ہم آیات وروایات لکھ رہے ہیں جن سے صراحۃ ایمان واعمال میں جزئیت نہ ہونا بلکہ مغائر ہونا ثابت ہوتا ہے، پھر یہ بھی مسلم ہے کہ حقیقت شیء اور ثمرۂ شیء جدا جدا ہوتے ہیں، دونوں کو شیء واحد اور یکجان کہنا بعید ہے، مزید یہ بھی یاد رہے کہ ایمان کا محل قلب ہے اور اعمال کا محل اعضاء وجوارح ہیں، جب محل جدا جدا ہیں تو حقیقت وتعریف میں اتحاد وجزئیت کیسے؟

اس لئے پہلے دو اقوال کے علاوہ باقی چاروں اقوال افراط وتفریط پر مبنی ہیں، مرجئہ کہتے ہیں صرف تصدیق کافی ہے، عمل مفید نہیں، کرامیہ کہتے ہیں صرف زبانی اقرار بہت ہے تصدیق وانقیاد کی کیا ضرورت؟ جہمیہ کہتے ہیں معرفت کافی ہے۔ یہ تفریط ہے، معتزلہ وخوارج کہتے ہیں عمل بھی حصہ ایمان ہے، بدعمل بے ایمان ہے، یہ افراط ہے۔ اہل حق کے نزدیک ایمان واعمال دونوں ضروری ہیں، صرف تصدیق وانقیاد پر اعلی درجہ کی کامیابی نہیں اور اعمال میں کوتاہی کرنے والا کافر یا مخلد فی النار بھی نہیں۔ اس

لات پر امام اعظم و متکلمین اور ائمہ ثلاثہ و محدثین متفق ہیں کہ ایمان کے ساتھ عمل بے حد ضروری ہیں۔ پھر اتنا اختلاف ہے کہ فریق اول عمال کو ایمان کے لئے شرط قرار دیتا ہے اور فریق ثانی شطر و جزء قرار دیتا ہے۔

4 ہم اہل السنۃ والجماعۃ کے دونوں گروہوں کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔

یمان بسیط ہونا ان آیات سے ثابت ہوتا ہے **کما ذهب اليه ابو حنيفة والمتكلّمون.**

ا۔ واما من آمن وعمل صالحا فله جزاء الحسنى ''(کهف ۸۸)'' **فاما من تاب وآمن وعمل صالحا فعسى ان يكون من المفلحين** ''(قصص ٦٧) ''**وبشّر الذين آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت انّ لهم جنات** ''(بقرة ۲۵) مذکورہ تینوں اور دیگر بیسیوں آیات میں ایمان و عمل کا ''واؤ'' عاطفہ کے ساتھ ذکر ہے، واو کے ساتھ عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے، جیسے ''شب وروز'' کا لفظ ہم دن رات استعمال کرتے ہیں، اور ظاہر ہے دن اور رات میں فرق ہے دن روشن ہوتا ہے، رات تاریک ہوتی ہے۔ بعض نے اس کا جواب دیا کہ یہ عطف مغایرت نہیں بلکہ تخصیص بعد التعمیم اور زیادتی اہتمام کے لئے ہے۔ **وهذا ليس بسديد** اس لئے کہ یہ وہاں ہوتا ہے جہاں معطوف معطوف علیہ سے یعنی ثانی اول سے مہتم بالشان اور بڑھ کر ہو، یہ بھی قرآن میں ہے '' **تنزل الملئكة والروح فيها باذن ربهم**'' (قدر ۴) یہ عطف تخصیص بعد از تعمیم ہے کہ جبرئیل کا مرتبہ پہلے مذکور عام فرشتوں سے بڑھ کر ہے۔ اور اس کا کوئی قائل نہیں کہ عمل کا درجہ ایمان سے بڑھ کر ہے، بلکہ ایمان کے بغیر اعمال رماد و خاکستر کی مثل اور ھباء منثورا ہیں۔ اس لئے یہ دلیل تام ہے۔

۲۔ فمن يّعمل من الصّٰلحٰت وهو مؤمن فلا كفران لسعيه ''(انبياء ۹۴) ''واصلحوا ذات بينكم واطيعوا اللّٰه ورسوله ان كنتم مؤمنين'' پہلی آیت میں ''من'' موصولہ متضمن معنیٰ شرط اور دوسری آیت میں صراحۃ حرف شرط موجود ہے، اور ایمان کو عمل کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے، ظاہر ہے شرط مشروط سے خارج ہوا کرتی ہے، تو نتیجہ ہوا اعمال ایمان کا جزء نہیں

۳۔ ''يا ايها الذين آمنوا توبوا الى اللّٰه توبة نصوحا'' (تحريم ۸) ''وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فاصلحوا بينهما'' (حجرات ۹) استدلال یہ ہے کہ عمل کو اگر ایمان کی جزء قرار دیں تو اعمال صالحہ کے مقابلے معاصی ایمان کی ضد ہو جائیں گے، پھر ایمان و معاصی باہم ضدین جمع نہیں ہونی چاہئیں، کیونکہ یہ اصول ہے کہ شیء اپنی ضد کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی حالانکہ مذکورہ دونوں آیتوں میں ایمان کے ساتھ معصیت کا ذکر ہے، کیونکہ توبہ گناہوں سے ہوتی ہے۔ گویا کہ گناہ گار ہوتے ہوئے مؤمن کا خطاب کر کے حکم دیا تم نے جو ایمان کے ساتھ گناہ جمع کئے ہوئے ہیں ان سے توبہ کرو۔ دوسری آیت میں مسلمانوں سے قتال گناہ کبیرہ ہے، ایمان و قتال کو اکٹھے ذکر کیا ہے۔ تو ثابت ہوا معاصی ایمان کی ضد نہیں اور اعمال صالحہ ایمان کی شطر و جزء نہیں بلکہ شرط ہیں

۴۔ ''ولمّا يدخل الايمان فى قلوبكم'' (حجرات ۱۴) ''وقلبه مطمئنّ بالايمان'' (نحل ۱۰۶) ''قالوا آمنا بافواههم ولم تؤمن قلوبهم'' (مائده ۴۱) ''اولئك كتب فى قلوبهم الايمان'' (مجادله ۲۲) ان سب آیات سے ثابت ہوا کہ ایمان کا محل قلب ہے، اس لئے ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے، یہ بدیہی بات ہے کہ اعمال کا محل اعضاء وجوارح ہیں۔ اس لئے عمل ایمان کا جزء نہیں۔

۵۔ "یاایھاالذین آمنوا اتقوا الله و کونوا مع الصدقین "(توبہ ۱۱۷)"یا ایھاالذین آمنوا کتب علیکم الصیام " (بقرہ ۱۸۳) !نصوص میں ایمان سے خطاب کر کے اعمال کا حکم دیا گیا ہے،اگر اعمال ایمان میں داخل ہوتے تو پھر مستقل اور علیحدہ حکم دینے کی کیا حاجت وہ تو آمنوا میں آچکے۔

۶۔حدیث جبرئیل میں ایمان کی تعریف بھی بسیط ہے،فرمایا:فاخبرنی عن الایمان، جواب دیا:ان تؤمن بالله و ملئکته .... عمال کا ذکر نہیں۔اس طرح دیگر کثیر احادیث ہیں۔

۷۔قرآن وحدیث کے ساتھ لغت عرب اوران کا تعامل بھی ایمان کے بسیط ہونے کی دلیل ہے،صاحب عمدۃ القاری کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو حکم دیا: آمنوا بالله ! للہ پر ایمان لاؤ،ان سے مطالبہ کیا کہ ایمان لاؤ،پھر عرب کے ہاں ایمان کا مفہوم تصدیق قلبی کے سوا کچھ نہ تھا،اس لئے کہ تصدیق قلب کے سوا کسی معنیٰ کو شامل ہوتا تو استعمال وتعامل تقریری وتحریری میں ضرور ہوتا،حالانکہ تصدیق قلبی کے سوا ان کے ہاں یہ لفظ کسی معنیٰ کے لئے استعمال نہ تھا تو حکم ہوا ایمان لاؤ اور تصدیق قلبی اختیار کرو۔(عمدۃ القاری ۱/۱۰۵)

سابقہ دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث اور لغت کے حوالے سے ایمان بسیط ہے۔مذکورہ دلائل سے جہاں امام ابو حنیفہ اور متکلمین کی تائید ہے،اسی طرح ان میں معتزلہ وخوارج کی تردید بھی ہے۔

یمان کے مرکب ہونے کے دلائل کما ذھب الیه ائمة الثلاثة والمحدّثون۔

۱۔سیدنا ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے " الایمان بضع وستون شعبة،والحیاء من الایمان "(متفق علیه) یہ حضرات دلیل پکڑتے ہیں کہ ایمان مرکب ہے،اس لئے تو ساٹھ سے زائد شعبوں کا ذکر ہے۔شعب ایمان کی بہترین تشریح علامہ بیہقی کی شعب لایمان میں ہے۔

۲۔وفد عبدالقیس کو تعلیمات والی حدیث میں وارد ہے"امرھم بالایمان بالله وحده ،قال اتدرون ماالایمان بالله وحده؟ قالوا الله ورسوله اعلم،قال شھادة ان لا اله الا الله،وان محمدا رسول الله ،واقام الصلوة ،وایتاء الزکوة،وصیام رمضان..."(متفق علیه)۱ ! میں ایمان کی تشریح میں اعمال نماز،زکوۃ،روزہ کا ذکر ہے،جو صاف دلیل ہے کہ ایمان مرکب ہے۔

۳۔ابواب الایمان کے چھٹے باب میں یہ حدیث آرہی ہے "عن عائشة قالت:قال رسول الله ﷺ: ان من اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا،وخیارکم خیارکم لنسائهم " " یضا ترمذی قدیمی ۱/۲۱۹)استدلال حدیث بالا کی مثل ہے۔

۵۔سیدنا ابوامامہ بن ثعلبہ کی حدیث میں ہے "فقال رسول الله ﷺ:الا تسمعون، الا تسمعون، ان البذاذة من الایمان،انّ البذاذة من الایمان"" بن ماجہ ۳۰۲)۔

مذکورہ اور اسی کے ہم معنیٰ دیگر احادیث سے ان حضرات نے ایمان کے مرکب ہونے کو ثابت کیا ہے۔اس کے ساتھ یہ دلائل ان کی تردید کرتے ہیں جو عمل کو ضروری نہیں سمجھتے۔مرجئہ ،کرامیہ،جہمیہ کی کھلی تردید ہے کہ اعمال غیر ضروری نہیں بلکہ بے حد

ضروری ہیں۔

جواب: کشف الباری میں متکلمین کی طرف سے ان دلائل کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اعمال پر ایمان کا اطلاق آثار وثمرات ایمان کی وجہ سے کیا گیا ہے، حقیقت میں داخل جزئیت کی وجہ سے نہیں، جیسے شمس کا اطلاق قرص وٹکیہ پر اور ضوء پر بھی ہوتا ہے، اسی طرح نار کا نگارے اور اس کی چمک پر بھی حالانکہ شیء اول حقیقت اور ثانی اس کا اثر ہے تو معلوم ہوا کبھی کسی چیز کا اطلاق واستعمال حقیقت کے ساتھ اس کے اثرات وثمرات پر بھی ہوتا ہے، اسی طرح ایمان کا اطلاق اس کے ثمرات اعمال پر ہوا نہ کہ حقیقت کی وجہ سے، نیز یہ بھی کہ اعمال ایمان کے توابع ہیں۔ (کشف ۵۸۹/۱)

فائدہ: یہ دونوں فریق اہل حق اور اہل السنۃ والجماعۃ کے ہیں، دونوں کا موقف سر آنکھوں پر، دلائل بھی آچکے، رہی یہ بات کہ ان میں سے راجح کس کا قول ہے تو اس کے لئے راقم کچھ کہنے کی جسارت کی بجائے جامعہ ڈابھیل کے شیخ الحدیث مولانا اکرام علی بھاگلپوری کی عبارت بعینہ نقل کرتا ہے، اتنا ضرور ہے کہ ان کی عبارت وتعبیر سے مجھے اتفاق ہے، موصوف لکھتے ہیں ''بہر حال امام ابوحنیفہؒ کی تعبیر قرآن کی تعبیر کے بالکل مطابق ہے، اور محدثینؒ کی تعبیر حدیث کی (ظاہری) تعبیر کے مطابق ہے، اب خود ہی انصاف کرو کہ امام ابو حنیفہؒ اور محدثینؒ کی تعبیر میں کونسی اعلیٰ تعبیر ہے، کیا جو انسان قرآنی تعبیر کی پوری رعایت کرے وہ داد کا مستحق ہے یا مذمت کا؟ یـــــا للعجب ؛فبای حدیث بعده یؤمنون (نفع المسلم ۷۶ بلفظہ)

تتمہ: متکلمین ومحدثین کے اختلاف کی توجیہ اور ان کے مابین تقریب کے لئے حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ دراصل یہ اختلاف وقت #$مقابل فرقوں کی وجہ سے ہوا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ متکلمین کا مقابلہ زیادہ تر معتزلہ وخوارج سے رہا جو ایمان کو مرکب گردانتے تھے #$مرتکب کبیرہ کو مخلد فی النار$تو متکلمین نے ان کی تردید کی کہ ایمان بسیط ہے، اعمال جزء نہیں شرط ہیں، محدثین کا مقابلہ زیادہ تر مرجئہ وغیرہ سے ہوا جو اعمال کو بالکل بے کار گردانتے تھے، سر عام کہتے تھے '' لاتضرّ المعصية مع الايمان ''تو محدثین نے &کی تردید کی اور اعمال کی اہمیت وقیمت کو واضح کیا۔ جس کے نتیجے میں دونوں کے مابین اختلاف ہوا، ورنہ ایمان کے ساتھ عمل کے ضروری ہونے پر عملاً دونوں متحد ہیں۔

اقرار باللسان کی حیثیت: گذشتہ بحث میں بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے کہ اقرار متکلمین کے نزدیک شرط ہے اور دوسرے فریق کے نزدیک رکن وجزء ہے، شیخ ابومنصور ماتریدی، شیخ ابوالحسن اشعری، امام نسفی کا رجحان شرطیت کی طرف ہے، نفس ایمان تو تصدیق ہے، احکام کے نفاذ کے لئے اقرار شرط ہے، ورنہ اقرار کے بغیر مسلمانوں جیسے احکام لاگو کرنا دشوار ہوگا۔ کما مرّ فی تعریف الایمان۔

بحث سادس: یک مستقل بحث ایمان میں کمی زیادتی اور قوت وضعف کی ہے۔

حناف کا مشہور قول ''لایزید ولاینقص'' ہی ہے۔ (کشف ۵۹۸/۱) چونکہ شیخ ابومنصور ماتریدی اور شیخ ابوالحسن اشعری دونوں محتاط ومعتمد ہیں، اس لئے یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ امام صاحب کی طرف اس کی نسبت صحیح ہے (امداد الباری ۲۷۷/۴) یہ دونوں عبارتیں مذکورہ کتب سے بلفظہ اس لئے درج کی ہیں بعض اہل علم کو اس قول کی امام صاحب کی طرف نسبت میں تردد ہوا

ہے، حالانکہ جب یہ مسلک مشہور کتب حنفیہ میں مذکور ہے تو تردد کی کیا حاجت؟ چنانچہ شیخ ابو منصور اپنی کتاب "الاسماء والصفات" میں لکھتے ہیں امام ابوالحسن اشعری نے اپنی تصنیف "المقالات الاسلامیہ" میں امام صاحب کا قول نقل کیا ہے "الایمان لا یتبعّض، ولا یزید، ولا ینقص، ولا یتفاضل الناس فیہ" نفس ایمان ذو ابعاض واجزاء نہیں، نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔

شاعرہ، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایمان گھٹتا بڑھتا ہے اور اس میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔

دراصل یہ اختلاف اختلاف سابق بسیط و مرکب کی بناء پر ہے۔ فریق اول نے بسیط کہا تو یہاں لا یزید ولا ینقص کہا۔ فریق ثانی نے وہاں مرکب وذو اجزاء کہا تو یہاں یزید وینقص کہا۔

فریق ثانی کے دلائل: ۱۔ "واذا تلیت علیهم آیته زادتهم ایمانا وعلی ربّهم یتوکّلون" (انفال ۲)

۲۔ "هو الذی انزل السکینة فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانهم" (فتح ۴)

۳۔ "انهم فتیة آمنوا بربهم وزدنا هم هدی" (کهف ۱۳)

۴۔ ویزید الله الذین اهتدوا هدی" (مریم ۷۶)

۵۔ ویزداد الذین آمنوا ایمانا" (مدثر ۳۱)

۶۔ "فاما الذین آمنوا فزادتهم ایمانا" (توبه ۱۲۴)

۷۔ "فاخشوا هم فزادهم الله ایمانا" (آل عمران ۱۷۳)

۸۔ "ومازادهم الله ایمانا وتسلیما" (احزاب ۲۲)

& تمام آیات اور بعض دیگر آثار وواقعات کو امام بخاریؒ نے کتاب الایمان کے پہلے باب میں ذکر کر کے استدلال کیا ہے کہ ایمان بڑھتا ہے، لیکن نقص ایمان اور گھٹنے کے لئے ایک اثر بھی پیش نہیں کیا۔ چنانچہ حافظ ابن تیمیہ جیسے وسیع النظر عالم اقرار کرتے ہیں کہ نقصان کا ذکر نصوص میں نہیں آیا (فضل الباری ۱/۲۵۹) اب صرف یزید# لی جزء باقی رہ گئی۔ کہ ایمان بڑھتا ہے۔

جواب: ۱ سنار کی صد اور لوہار کی یک" کا مصداق مذکورہ دلائل کا جواب یہ ہے کہ ان میں نور ایمانی اور ثمرات واثرات ایمانی کے بڑھنے کا ذکر ہے، نفس ایمان کی زیادتی مراد نہیں ہے۔ مجدد الف ثانیؒ نے اس بات کو یوں سمجھایا ہے کہ تمام انسان نفس انسانیت اور ماہیت میں برابر ہیں، کمالات میں فرق ہے، اور تمام انبیاء ورسل نفس نبوت ورسالت میں برابر ہیں، لا نفرّق بین احد من رسله میں یہی بیان ہے، درجات وفضائل میں ممتاز وجدا ہیں، فضّلنا بعضهم علی بعض میں اس کا ذکر ہے، بعینہ اسی طرح تمام مسلمان نفس ایمان میں برابر ہیں، اعمال وکمالات اور حسنات ودرجات میں فرق ہے (نفع المسلم)

بحث سابع: لفظ ایمان کی تعریف وتشریح مفصل ہم نے پڑھ لی، اب لفظ "اسلام" کی وضاحت ملاحظہ ہو، والاسلام عبارة عن التسلیم، سلام کا معنی سپرد کرنا، تسلیم کرنا۔

ایمان واسلام کے محل: قال الغزالی: وللتصدیق محل خاص، وهو القلب، واللسان ترجمانه، واما التسلیم: فانه عام فی القلب واللسان والجوارح " فتح الملهم ۱/۲۲۶) ایمان وتصدیق کا محل تو خاص دل ہے، زبان قلب کی ترجمان ہے۔

سلام قلب وزبان اوراعضاء میں عام ہے۔

اتمہید کے بعداب ساتویں اصل بحث ذکرکرتے ہیں ایمان واسلام کے درمیان نسبت کونسی ہے؟

ایمان واسلام کے درمیان نسبت: نسبت ترادف۔ ا ۔"فاخرجنا من کان فیھا من المؤمنین فما وجدنافیھا غیر بیت من المسلمین " " لذاریٰت ۳۵) دوسری آیت ہے "قال یٰقوم ان کنتم آمنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین " " یونس۸۴) پہلی آیت میں ایک ہی گھر کے باسیوں کومؤمنین ومسلمین کہاگیا،دوسری آیت میں ایک ہی قوم کومخاطب کرکے مؤمن ومسلمان کہاگیا۔اس سے ترادف ثابت ہوا۔

نسبت تداخل: حدیث مبارکہ میں ہے"سئل ایّ الاعمال افضل؟فقال: الاسلام ،فقال:ایّ الاسلام افضل؟ فقال: الایمان" کتاب الایمان بخاری)اس میں اسلام وایمان کوایک دوسرے میں داخل فرمایاگیا،تونسبت تداخل ثابت ہوئی۔

نسبت تبائن: "قالت الاعراب: آمنا،قل لم تؤمنوا،ولکن قولوا اسلمنا " " حجرات۱۴)یہاں آمنا سے منع کرکے اسلمنا کہنے کاحکم دیا،تومعلوم ہوا آمنااور ہےاور اسلمنا اور ہے؟ بات نہایت قابل غور ہے۔توتباین کی نسبت ثابت ہوئی۔ الاسلام علانیۃ،والایمان فی القلب " مسنداحمد۱۳۴/۳)

نسبت عموم وخصوص مطلق: مام غزالیؒ کے کلام سابق اورتعریف سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان خاص ہےاوراسلام عام ہے۔

نسبت عموم خصوص من وجہ: نفع المسلم میں ہے"ان دونوں کے درمیان یہ نسبت متحقق نہیں۔

بحث ثامن:) ٹھویں اورآخری بحث"استثناء فی الایمان ہے جس کامنشایہ ہے کہ ایک شخص اپنے بارے میں ایماندارہونے کی خبر دےتوکیااس کے ساتھ ان شاءاللہ کہے یانہ کہے "انا مؤمن ،ان شاء اللہ ؛

ا۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ،علقمہؒ،ابراہیم نخعی،سفیان ثوری،سفیان ابن عیینہ،یحی بن سعید قطان اورائمہ ثلاثہ کاقول ہے کہ انا مؤمن ،ان شاء اللہ کہناچاہئے۔

۲۔ مام اوزاعی کہتے ہیں استثناءعدم استثناءدونوں جائز ہیں۔

۳۔ حناف اورکثیر متکلمین کاقول ہے کہ ایمان میں استثناءجائزنہیں،یہی مذہب مختاراوراہل تحقیق کامذہب ہے۔وجہ اس کی یہ ہے کہ یمان میں ایقان وتثبت ہوشرط وتشکیک نہیں،اس لئے منع ہے ہاں تبرک کے لئے کہنادرست ہے کہ آیت کریمہ " ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ " کامقتضی ہےتوپھرحرج نہیں۔

یہ ابواب الایمان کامقدمہ ہے،تاکہ احادیث کے پڑھنےاورسمجھنے میں شرح صدرہو،ومن یھد اللہ فھو المھتد۔

یہ توایمان واسلام کے متعلق علمی بحث ہے،جس سے علماءطلبہ وطالبات اوراہل ذوق مستفید ومحفوظ ہوں گے،راقم کے ذہن میں آرہا ہے کہ عوام کے لئے بھی ایمان واسلام کی بحث تحریرہوتاکہ وہ بھی ایک نظریہ وعمل پرگامزن ہوسکیں۔

ایمان واسلام کی بحث عوام کے لئے: یمان واسلام قرآنی دینی اورمذہبی الفاظ ہیں،ایمان کامعنیٰ ہے ماننااوراسلام کامعنیٰ ہے پنے آپ کوشریعت کے سپردکرنااورتابع فرمان ہونا،اول کاتعلق دل اورباطن سے ہے،ثانی کاتعلق اعضاءوظاہر سے،ان دونوں کے

بغیر دینی زندگی ادھوری ہے، پھر یہ طلب سے ملتے ہیں، استقامت سے ٹکتے ہیں، اور محنت سے ترقی کرتے ہیں۔ ان کا ثمرہ حیات طیبہ، راحت وعنایت، کفایت وقناعت، نجات وشفاعت، رضاء ورحمت، دیدار الٰہی اور نعیم جنت ہیں۔ جو ابدی اور دائمی کامیابی ہے۔ ایمان کے تین درجے ہیں، ایک انبیاء ورسل کا ایمان ہے جو ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے، دوسرا فرشتوں کا ایمان ہے جو ایک سطح پر ٹکا رہتا ہے، تیسرا امتیوں کا ایمان ہے، جو تلاوت، عبادت، ریاضت، محنت اور عملی مداومت واستقامت سے بڑھتا رہتا ہے، ورنہ گھٹتا رہتا ہے، اسی حقیقت کو سیدنا حنظلہؓ اور سیدنا ابوبکرؓ نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے سامنے ہماری کیا حالت ہوتی ہے، پھر جب ہم بیوی بچوں میں جا کر گھل مل جاتے ہیں، تو اور حالت ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری یہ حالت ایک جیسی رہے تو فرشتے بستروں پر تم سے مصافحہ کریں، گاہے بگاہے اس میں ترقی وتنزل اور صعود وانحطاط ہوتا رہتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ایمانی کیفیت میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے، محنت ہو تو محفوظ وبلند ہوتا رہتا ہے، ورنہ گھٹتے گھٹتے محرومی کا اندیشہ تک ہو جاتا ہے، اس لئے ہم سب کو چاہیے کہ استقامت ومداومت اور ہمت ومحنت کے ساتھ اپنے ایمان کی حفاظت وترقی کے لئے کوشاں رہیں، ورنہ معاشرے میں بے دینی کی آگ لگی ہوئی ہے، فتنوں کے تانتے بندھے ہوئے ہیں، خطرہ ہے کہیں ہم بھی ان کی لپیٹ میں آ کر سعادت سے محروم ہو جائیں؟ اللھم ثبتنا واحفظنا وتقبلنا لدينك وجهد حبيبك وجهاد في سبيلك۔

١. باب مَاجَاء أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

مجھے حکم ہے جبتک لوگ کلمہ کے قائل نہ ہوں ان سے جہاد کرتا رہوں

٨١٦۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَإِذَا قَالُوهَا عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ.

وفي الباب عَنْ جَابِرٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

"سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ کو لوگوں سے لڑنے کا حکم ہوا ہے یہانتک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں۔ اگر انہوں نے لا الہ الا اللہ کہا تو مجھ سے اپنی جان ومال کو بچا لیا۔ مگر دین کی حق تلفی کا بدلہ باقی ہے اور ان کا حساب اللہ پر ہے" ! باب میں جابر ابوسعید اور ابن عمرؓ سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٨١٧۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ كَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللَّهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

قَالَ أَبُو عِيسىٰ : هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ وَهٰكَذَا رَوَى شُعَيْبُ بنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰه بنِ عَبْدِ اللّٰه بنِ عُتْبَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، وَرَوَى عِمْرَانُ القَطَّانُ هٰذَا الْحَدِيثَ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ ، وَهُوَ حَدِيثٌ خَطَأٌ ، وَقَدْ خُولِفَ عِمْرَانُ فِي رِوَايَتِهٖ عَنْ مَعْمَرٍ .

'' سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور ابوبکرؓ آپ کے خلیفہ ہوئے تو عرب کے کچھ لوگ کافر ہوگئے ۔ حضرت عمرؓ نے آپ سے فرمایا آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کریں گے؟ جب کہ رسول اللہ نے فرمایا مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم ہوا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں جب وہ لا الہ الا اللہ کہہ لیں گے تو مجھ سے اپنی جان اور مال کو بچالیں گے ۔ مگر دین کی حق تلفی کی صورت میں اور ان کا حساب اللہ پر ہے ۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم جو شخص بھی نماز زکوۃ میں فرق کرے گا، تو میں اس سے جہاد کروں گا کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے اللہ کی قسم اگر وہ اونٹوں کے پاؤں باندھنے کی ایک رسی کے دینے سے بھی انکار کریں گے جو وہ رسول اللہ کو دیتے تھے تو میں ! کے نہ دینے پر بھی ان سے قتال کرونگا ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں نے دیکھا کہ اللہ نے حضرت ابوبکرؓ کا سینہ لڑائی کے لئے کھول دیا ہے ۔ سو میں نے سمجھ لیا کہ یہی حق ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے ۔ شعیب بن حمزہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے یعنی زھری، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ ، ابوہریرہؓ لیکن عمران قطان نے اس حدیث کو معمر سے بواسطہ زہری انس بن مالک ابوبکر سے روایت کیا ہے ۔ یہ غلط ہے ۔ عمران کی اس روایت میں جو اس نے معمر سے لی ہے مخالفت کی گئی ہے ۔

تشریح: یہ ابواب الایمان میں سے پہلا باب ہے، اس میں ایمان کا دنیوی حکم بیان ہے، جو شخص کلمہ توحید کا اقرار کرلے، تو وہ ظاہراً مسلمان کہلائے گا اور اس کی جان و مال اور آبرو محفوظ ہوجائے گی ۔

امرت ان اقاتل الناس: حضور اکرم ﷺ جب فرمائیں کہ مجھے حکم دیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حکم الٰہی ہے، اگر کوئی صحابی لفظ ''امرت'' کہے تو اس کی نسبت نبی ﷺ کی طرف ہوگی، کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا ۔

اقاتل باب مفاعلہ سے ہے، اس میں اشارہ ہے کہ جب اہل باطل ومنکرین لڑنے کی تیاری کریں تو مسلمانوں کو غافل رہنے کی بجائے مستعد و مقابل ہونا چاہئے، کیونکہ باب مفاعلہ جانبین سے ہوتا ہے ۔

الا بحقها: یعنی اس کا مال جان محفوظ ہے مگر جو شرعاً لازم ہو، مثلاً قصاص، حد، کسی کے نقصان واضاعۃ مال پر تاوان یہ تو لازم ولاگو ہوں گے، ہاں بلاسبب اس سے تعرض نہ ہوگا ۔

وحسابهم على الله: ہم ظاہر کے مکلف ہیں، اس کے اقرار ظاہری کو تسلیم کرلیں گے، باقی باطنی کیفیت وحقیقت تو اللہ جانتا ہے باطنی معاملہ اللہ ہی کے ساتھ ہے، قال الطیبی: یعنی من قال: لا اله الا الله ، واظهر الاسلام، نترک مقاتلته، ولا نفتش باطنه، هل هو مخلص ام لا ؟ فانّ ذلک مفوّض الی الله تعالیٰ وحسابه علیه.

دوسری حدیث میں ہے ''انی لم اومر ان اشق عن قلوب الناس، ولا عن بطونهم'' (ﷺ نے فرمایا مجھے لوگوں کے دل

چیرنے اور پیٹ چاک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

و کفرمن کفر من العرب: ! جملے کو سمجھنے کے لئے ذرا تاریخی حقائق سمجھ لیجئے۔

فتنہ ارتداد کے عوامل ونتائج: حضور اکرم ﷺ کی انتھک کوشش، جہد مسلسل اور صحابہ کرام کی وفاداری وجان نثاری سے مدینہ ومکہ مکرمہ کلیۃ اور دیگر اہل عرب عموماً آغوش اسلام میں آچکے تھے، جن میں سے اکثریت مخلص اور پکے ایمانداروں کی تھی، صرف چند قبائل کے لوگ جو ذاتی اغراض، طمع خوف اور کسی لالچ یا دباؤ کی وجہ سے رسمی طور پر اسلام کا اظہار کر چکے تھے، مگر بتصریح قرآنی اسلام ان کے حلق سے نیچے نہیں اترا تھا، آپ ﷺ کی معیت وصحبت کا بھی خاص موقع نہ ملا تھا، وہ حضور ﷺ کی حیات مستعار کے آخری ایام میں ہی جھوٹے مدعیان نبوت اسود عنسی، مسیلمہ کذاب کی طرف جھک گئے تھے، پھر آپ ﷺ کی رحلت کے بعد جھٹ سے موقع پا کر اسلام کے خلاف صف آرائی شروع کر دی۔ یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے تا کہ مخلصین پر کوئی بد باطن منہ کھول سکے نہ قلم تول سکے۔

قال القاضي عياض وغيره: كان اهل الردّة ثلاثة اصناف، صنف عادوا الى عبادة الاوثان، وصنف تبعوا مسيلمة والاسود العنسي، وصنف ثالث: استمرّوا على الاسلام، لكنّهم جحدوا الزكوة، وتأوّلوا بانّها خاصة بزمن النبي ﷺ.

وقال ابن حزم في الملل والنحل: انقسمت العرب بعد موت النبي ﷺ على اربعة اقسام.

طائفة: بقيت على ما كانت عليه في حياته، وهم الجمهور.

و طائفة: بقيت على الاسلام ايضا، الا انهم قالوا: نقيم الشرائع، الا انا لانؤدي الزكوة الى ابي بكر،.....

وطائفة ثالثة: اعلنت بالكفر والردّة، كاصحاب طليحة وسجاج.

وطائفة: توقّفت، فلم تطع احدا من الطوائف الثلاثة، وتربّصوا لمن تكون الغلبة.

ان حوالوں سے واضح ہو چکا کہ دین سے پھرنے والے چند قبائل وافراد تھے، پھر وہ سب کافر نہ ہوئے بلکہ کچھ نے تاویل کی، ان کی تعداد بہت کم تھی، **قال النووي:** نقلا عن الخطابي، انّ كثيرا من العرب ارتدّوا، ولكنّه غلط، والصحيح ما قال ابن حزم: انّ المرتدّين كانوا قليلا، بل اقلّ، وكان بعضهم بغاة۔ یہ عبارت صاف دلیل ہے کہ ان کی تعداد بہت کم تھی اب مذکورہ متن کے جملے کی تشریح دیکھئے۔

قال الحافظ: وانما اطلق اسم الكفر في حديث الباب، ليشمل صنفين، فهو في حقّ من جحد حقيقة، وفي حقّ الآخرين مجاز.... حدیث پاک میں کفر کی نسبت جاحدین کی طرف تو حقیقی ہے باقیوں کی طرف مجازی اور تغلیبی ہے، اس لئے حضرت عمرؓ نے اولاً یہ کہا کہ یہ تو کلمہ گو ہیں لیکن جب مقابلہ کے لئے وہ تیار ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے قتال ہی کا فیصلہ فرمایا، جس پر حضرت عمرؓ کو بھی شرح صدر ہو گیا، كما اقرّ به، فقال عمرؓ: فعرفت انه الحقّ۔

لاقاتلنّ من فرق بين الصلوة والزكوة: سیدنا ابوبکرؓ نے زکوۃ کو نماز پر قیاس کیا، اور حکم لگایا کہ نماز کی مثل منکر زکوۃ سے بھی قتال ہے۔ اسی سے استدلال کرتے ہوئے ائمہ اربعہ کسی نص وروایت میں قیاس جلی کے ذریعے تخصیص کرنے کو جائز قرار دیتے

ہیں، یعنی قیاس جلی کے ذریعے تخصیص درست ہے، احناف نے یہ بھی شرط لگائی ہے کہ پہلے قیاس کے بغیر کسی دوسری نص سے بھی تخصیص ہو چکی ہو۔

فان الزکوۃ حق المال: ! میں وجہ واضح فرمائی کہ نماز جسمانی عبادت ہے، جس نے نماز پڑھی اس نے جان کو بچایا، جس نے *کوۃ دی اس نے مال کو بچالیا، نماز نہ پڑھے تو جنگ ہوگی، زکوۃ نہ دے گا تو ادائیگی فرض کا زبردستی مطالبہ کیا جائے گا، پھر اگر مقابلہ کرے گا تو قتال ہوگا، یہی صورت منکرین زکوۃ کے ساتھ پیش آئی۔

عقالا: وفی روایة عناقا۔ عقال کا معنیٰ رسی، مہار، نکیل، جس سے اونٹ وغیرہ کو باندھا جاتا ہے ''ان المراد به الحبل الذی یعقل به البعیر'' عناق کا معنیٰ بکری کا بچہ، ''وھی الانثی من ولد المعز'' ا ختلاف روایت کی وجہ نووی نے کہا ہے ''قالها مرتین، مرة عناقا، ومرة عقالا''

سوال: یہ بات ظاہر ہے رسی تو زکوۃ میں واجب نہیں تو کیسے فرمایا کہ اگر نکیل منع کی تو قتال ہوگا؟ یہ تو واجب بھی نہ تھی۔

جواب: ! کا جواب یہ ہے کہ عقال کے ذکر سے مراد مبالغہ اور اظہار عزم کہ اگر انہوں نے معمولی چیز بھی نہ دی تو قتال ہوگا۔ اس کا لفظی قرینہ لفظ ''لو'' ہے، کیونکہ یہ کبھی ممتنع اور محال میں بھی بولا جاتا ہے کما قال تعالیٰ: ''لو کان للرحمن ولد فانا اول العبدین'' ! طرح یہاں ہے لو منعونی عقالا... یہاں شراح نے اور جوابات بھی دیئے ہیں، جو اقوال غیر مرضیہ کا مصداق ہیں۔ واللہ اعلم

فعرفت انه الحق: یہ سیدنا عمرؓ کا رجوع الی الحق #$ نصاف بیان ہے کہ بات واضح ہونے پر خود تسلیم کیا اور حضرت ابوبکرؓ کی تعریف کرتے ہوئے ان کے موقف کو سراہا۔

وفی فتح الملهم ۱/۵۵۹ ''وبهذا یظهر کمال الصدیقؓ، والفرق بینه وبین الفاروقؓ، حیث سلك سلك الصدیق طریق التدقیق، وسبیل التحقیق علی وفق التوفیق''

منکرین زکوۃ کا اشتباہ اور اس کا جواب: قبیلہ بنوحنیفہ وغیرہ جنہوں نے زکوۃ سے انکار کیا تھا، انہوں آیت کریمہ ''خذ من اموالهم صدقة، تطهرهم، وتزکیهم بها، وصل علیهم'' (توبہ ۱۰۲) سے دلیل پکڑنے کی کوشش کی کہ ''خذ، تطهر، تزکیهم، صل'' چاروں حاضر کے صیغے ہیں، جن سے آپ ﷺ کو مخاطب کیا گیا، تو گویا وصولی زکوۃ مختص بالنبی ﷺ تھی، جیسا کہ خطاب کا مقتضی ہے، حضور ﷺ حلت فرماگئے تو اب ادائیگی کی کیا حاجت؟ اس لئے ہم دیتے ہی نہیں۔

جواب: قرآن پاک میں خطاب تین قسم کا ہے۔ ا۔ خطاب خاص: ''فتهجد به نافلة لك، خالصة لك'' یہ حضور ﷺ سے خاص ہے

۲۔ خطاب عام: ''یا ایها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام ... کتب علیکم القتال، یاایها الذین آمنوا اتقوا الله، یا ایها الناس اعبدوا ربکم'' یہ پوری امت کے لئے عام ہیں، مؤمنوں کے لئے عام ہیں۔

۳۔ خطاب خاص، مقصود عام: ''اقم الصلوة لدلوك الشمس، فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله۔ ! میں صیغہ مخاطب مفرد تو آپ ﷺ سے مخاطب ہے، لیکن مراد عام ہے کہ امت کے لئے بھی یہ دونوں عمل مامور و معمول ہیں۔ اسی طرح سورہ توبہ کی

مذکورہ آیت میں خطاب کے صیغے خاص اور مراد عام ہے۔ہاں جو حضرت ابوبکرؓ کو نہ دیتے اور خود تقسیم کرنے کا کہتے تھے ان کا حکم جدا ہے

فائدہ: قال الخطابی: وهؤ لاء الذين زعموا ما ذكرناه: قوم لا خلاق لهم في الدين، وانما رأس مالهم البهت، والتكذيب، والوقيعة في السلف۔(فتح الملهم ۱/۵۵۰)

۲. بَابُ مَا جَاءَ فِي قولِ النَّبِيِّ ﷺ "أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ"

مجھے جہاد کرنے کا حکم ہوا ہے یہانتک کہ لوگ لا الہ الا اللہ کہیں اور نماز قائم کریں

۸۱۸۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ الطَّالِقَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنْ يَسْتَقْبِلُوا قِبْلَتَنَا، وَيَأْكُلُوا ذَبِيحَتَنَا، وَأَنْ يُصَلُّوا صَلَاتَنَا، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ. وفي الباب عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَ أَبِي هُرَيْرَةَ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الوَجْهِ. وقَدْ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ نَحْوَ هٰذَا.

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم ہوا ہے۔کہ جب تک لوگ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور جب تک وہ ہمارے قبلہ کی طرف رخ نہ کریں اور ہمارا ذبیحہ نہ کھائیں اور جب تک وہ ہماری نماز نہ پڑھیں میں ان سے جہاد کرتا رہوں جب انہوں نے ایسا کرلیا تو ہم پر ان کا خون اور اموال حرام ہیں اسلام کا ان پر حق عائد ہوگا۔ان کے لئے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے ہیں اور ان پر وہی ذمہ داریاں ہیں جو مسلمانوں پر ہیں''

اس باب میں معاذ بن جبل اور ابو ہریرہؓ سے روایات، یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے یحیی بن ایوب نے بھی بواسطہ حمید حضرت انس سے اسی کے مثل بیان کیا ہے۔

تشریح: باب سابق میں صرف "حتی يقولوا: لا اله الا الله" تھا،اب ويقيموا الصلوة ....کا بھی ذکر ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے تو اقرار لسانی کریں، پھر موقع وفرصت ملنے کے ساتھ دیگر احکام شریعت اور ارکان اسلام کی پابندی بھی ضروری ہے،اس امر زائد کے مستقل بیان کے لئے یہ باب قائم کیا۔

وان محمدا عبده ورسوله: نکتہ: سابقہ باب کی روایتوں میں "لا الـه الا الـلـه" کا ذکر تھا، یہاں محمد اعبده ورسوله کا اضافہ ہے،اسی طرح بہت ساری روایات میں "لا الـه الا الـلـه" وارد ہے'افضل الذكر لا اله الا الله ،لقنوا موتاكم قول لا اله الا الله، من كان آخر كلامه لا اله الا الله "بعض روایات میں " محمدا عبده ورسوله" بھی ہے، جیسے حدیث باب میں ہے،بني الاسلام علي خمس ... میں ہے۔اس ذکر وعدم ذکر کے فرق کے متعلق علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ایک نادر نکتہ نقل کیا ہے، لکھتے ہیں علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ایک روز یہ فرق بیان کیا کہ جہاں شہادت وگواہی کا ذکر ہوتا ہے تو وہاں"لا الـه الا الـلـه" ،محمد رسول الله" دونوں ذکر ہوتے ہیں،اور جہاں شہادت کا ذکر نہیں ہوتا

وہاں محض توحید کے ذکر پر اکتفاء ہوتا ہے۔

اس کی وجہ بھی بتلائی کہ دراصل شہادت سے مقصود عقیدہ وایمان کا اظہار ہوتا ہے، تو عقیدے کے بیان کے وقت یعنی شہادت کے ساتھ تو دونوں کا ذکر ہوتا ہے، کیونکہ توحید ورسالت دونوں بنیادی عقیدے ہیں۔ کبھی اظہار عقیدہ کی بجائے ذکر وتبرک مقصود ہوتا ہے تو وہاں صرف " لا الـه الا الله " مذکور ہوتا ہے، کیونکہ محمد رسول اللہ عقیدہ ہے ذکر نہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ شہادت کے ساتھ دونوں مذکور ہوتے ہیں، اس کے علاوہ صرف توحید کا ذکر ہوتا ہے، اکثر روایات میں ایسا ہی دیکھا گیا ہے۔ (فضل الباری)

ویقیموا الصلوة: تارک صلوۃ کا تفصیلی حکم آگے باب نمبر۹ میں آرہا ہے۔

حرمت علینا....: یعنی جب انہوں نے اعتقاداً وعملاً اور قولاً وفعلاً اسلام کو تسلیم کرلیا تو اب ان کی حفاظت ورعایت ہماری ذمہ داری ہے، یعنی مسلم رہنما ان کے ساتھ مسلمانوں کا سا برتاؤ کرے۔ ہاں اگر کوئی جرم کریں تو احکام وحدود شرعیہ کے مطابق فیصلہ ہوگا الا بحقها میں یہی بیان ہے۔

لهم ما للمسلمين، وعليهم ما على المسلمين: ترکیب: لهم اور عليهم دونوں خبر مقدم ہیں، ما کے بعد ثبت یا وجب فعل محذوف ہے، اس کا فاعل ھو ضمیر ما کی طرف راجع ہے۔ پھر متعلق سے ملکر صلہ، موصول مل کر مبتداء مؤخر۔

٣. باب مَاجَاءَ بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے

٨١٩۔ حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ عَن سُعَيْرِ بنِ الخِمْسِ التَّمِيمِيِّ، عَن حَبِيبِ بنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَن ابنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ، وَحَجِّ البَيْتِ. وَفِي البَابِ عَن جَرِيرِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ.

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَن ابنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ هٰذَا. وَسُعَيْرُ بنُ الخِمْسِ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الحَدِيثِ. حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَن حَنْظَلَةَ بنِ أَبِي سُفْيَانَ الجُمَحِيِّ، عَن عِكْرِمَةَ بنِ خَالِدٍ المَخْزُومِيِّ عَنِ ابنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

"سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے، گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، نماز کی پابندی کرنا، زکوۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا، حج کرنا"

اس باب میں جریر بن عبداللہ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اِس طریق کے علاوہ بھی ابن عمر سے نبی ﷺ سے روایت مروی ہے، سعیر بن خمس محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

تشریح: بني الاسلام على خمس: لفظ اسلام کا لغوی معنیٰ "دخول في السلم" سلامتی وامن میں داخل ہونا۔ یہ تو اصل معنیٰ ہے، اب لفظ "اسلام" دین متین ومبین اور شریعت محمدی علی صاحبها الصلوة والسلام کا نام ولقب ہے۔ کما قال تعالیٰ: ان الدين عندالله الاسلام (آل عمران ١٩) شهادة أن لا اله الا الله: "شهادة" پر تینوں اعراب درست ہیں۔

۱۔ مجرور، اس صورت میں خمس مجرور سے بدل ہوگا، اکثر یہی پڑھا جاتا ہے، کیونکہ اس میں حذف وتکلف نہیں ہے۔
۲۔ منصوب، اس صورت میں "اعنی" فعل محذوف کا مفعول ہوگا۔
۳۔ مرفوع، اس کی دو وجہیں ہیں، یہ مبتداء کی بنا پر مرفوع ہے، اور "منہا" محذوف خبر ہے، یا یہ کہ یہ خبر ہو کر مرفوع ہے، اور "احدھا" مبتداء محذوف ہے، اگلے چاروں جملوں میں یہی احتمالات ہیں۔

وان محمدا رسول الله : واو عاطفہ، ان اپنے اسم وخبر سے ملکر، اپنے جیسے سابقہ جملے "ان لاالٰہ الا الله" پر معطوف ہے، پھر بہ تاویل مفرد ہو کر "شهادة" کا مضاف الیہ ہے، پھر مرکب اضافی بدل، مفعول، مبتداء یا خبر ہے۔

شہادۃ وگواہی کا ذکر جہاں بھی آتا ہے، اکثر وہاں توحید ورسالت دو بنیادوں کا ذکر ہوتا ہے، لیکن تمام امور معتبرة فی الایمان مقصود ہوتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ سب پر یقین وعمل رکھتا ہوگا تو نجات وفلاح کا مستحق ہوگا۔

واقام الصلوة: غور کیجئے قرآن وحدیث میں "قراءة الصلوة" نہیں بلکہ "اقامت الصلوة" کہا گیا ہے، جس سے تنبیہ مقصود ہے کہ نماز خالی پڑھنی نہیں کہ ٹکریں مار کر آگئے، بلکہ قائم کرنی ہے کمیت وکیفیت، فرائض و واجبات، مستحبات واہتمام جماعت، خشوع وخضوع سب اقامت صلوۃ کا حصہ ہیں اور ان کے بجالانے کا حکم ہے، کما قرأنا فی ابواب الصلوة۔

وایتاء الزکوة: یہ مالی عبادت ہے، اس کے تفصیلی احکام ابواب الزکوۃ میں ہم پڑھ آئے۔

وحج البیت: یہ بدنی مالی دونوں عبادات کا مجموعہ ہے، جس میں شان محبوبیت ممتاز ہے۔

وصوم الرمضان : سراپا تقویٰ اور رفع درجات کا اعلیٰ تر سبب یہ عبادت ہے۔

هذا شیء عجاب : یہاں اس بات کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں! کیا لفظ "رمضان" شہر کی اضافت کے بغیر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ تو عند الجمہور "شهر رمضان" اضافت کے ساتھ اور "رمضان" اکیلا کہنا بالکل درست ہے۔ یہی تعامل ہے، کثرت سے کہتے سنتے ہیں جاء رمضان، رمضان آرہا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ "رمضان" شہر کے بغیر اکیلا کہنا درست نہیں مکروہ ہے، اس کے لئے الکامل لابن عدی ۷/۵۳ سے حدیث بھی نقل کی گئی ہے "لا تقولوا رمضان، فان رمضان اسم من اسماء الله تعالیٰ، ولکن قولوا شهر رمضان" صرف "رمضان" کہو، سو بلاشبہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسما میں سے ہے، لیکن رمضان کا مہینہ کہو۔

لیکن یاد رکھئے یہ حدیث ضعیف ہے اور یہ قول مرجوح ہے۔ رمضان، ماہ رمضان، شہر رمضان، رمضان المبارک وغیرہ کا استعمال جائز ومتداول ہے۔ جیسا کہ حدیث باب میں لفظ "رمضان" شہر کی اضافت کے بغیر وارد ہے۔ بخاری شریف کتاب الایمان حدیث جبرئیل میں ہے "تصوم رمضان"، والتفصیل فی الاوجز ۶/۵ حدیث باب ایمان کے مرکب ہونے کی دلیل ہے، اس کا مفصل جواب بحث ثالث کے آخر میں گذر چکا ہے۔

٤. بابُ مَاجَاءَ فِي وَصْفِ جِبْرَائِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ الإِيمَانَ وَالإِسْلَامَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میں جبرائیلؑ کا ایمان واسلام کی تعریفات بیان کرنا

۸۲۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِيُّ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ،

عَـنْ يَـحْيَى بْـنِ يَـعْمُرَ قَالَ: أَوَّلُ مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقَدَرِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ قَالَ: خَرَجْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ حَتّٰى أَتَيْنَا الْمَدِينَةَ، فَقُلْنَا لَوْ لَقِينَا رَجُلاً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلْنَاهُ عَمَّا أَحْدَثَ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ فَلَقِينَاهُ، يَعْنِي عَبْدَاللهِ بْنَ عُمَرَ وَهُوَ خَارِجٌ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَاكْتَنَفْتُهُ أَنَا وَصَاحِبِي فَظَنَنْتُ أَنَّ صَاحِبِي سَيَكِلُ الْكَلَامَ إِلَيَّ، فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرحمان إِنَّ قَوْمًا يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ وَيَتَقَفَّرُونَ الْعِلْمَ وَيَزْعُمُونَ أَنْ لَا قَدَرَ وَأَنَّ الْأَمْرَ أُنُفٌ قَالَ: فَإِذَا لَقِيتَ أُولٰئِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي مِنْهُمْ بَرِيءٌ، وَأَنَّهُمْ مِنِّي بُرَآءُ وَالَّذِي يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُاللهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَباً مَا قُبِلَ ذٰلِكَ مِنْهُ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ.

قَالَ: ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُ فَقَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَجَاءَ رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتّٰى أَتَى النَّبِيَّ ﷺ، فَأَلْزَقَ رُكْبَتَهُ بِرُكْبَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مَا الْإِيمَانُ؟ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ. قَالَ فَمَا الْإِسْلَامُ؟ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَحَجُّ الْبَيْتِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ. قَالَ فَمَا الْإِحْسَانُ؟ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ. قَالَ فِي كُلِّ ذٰلِكَ يَقُولُ لَهُ صَدَقْتَ. قَالَ فَتَعَجَّبْنَا مِنْهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ.

قَالَ فَمَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ مَا الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، قَالَ فَمَا أَمَارَتُهَا؟ قَالَ أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ ذٰلِكَ بِثَلَاثٍ، فَقَالَ: يَا عُمَرُ هَلْ تَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ ذَاكَ جِبْرَائِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ.

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، أَخْبَرَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ كَهْمَسٍ بِهٰذَا الاسْنَادِ نَحْوَهُ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ.

قَالَ أَبُوعِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ نَحْوَ هٰذَا عَنْ عُمَرَ. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ والصحيحُ هُوَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

''یحیی بن یعمرؒ سے منقول ہے۔ جس شخص نے سب سے پہلے تقدیر میں کلام کیا وہ ''معبد جہنی'' ہے میں اور حمید بن عبدالرحمٰن حمیری مدینہ آئے، ہم دونوں نے کہا اگر ہم کسی صحابی سے مل کر اس مسئلہ کے متعلق پوچھیں جو اس قوم نے نکال رکھا ہے تو بہتر ہے، چنانچہ ہم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ملاقات کی وہ مسجد سے باہر تھے میں نے اور میرے ساتھی نے ان کو گھیر لیا میں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن ایک جماعت ایسی ہے جو قرآن پڑھتی ہے اور علم بھی تلاش کرتی ہے لیکن بزعم خود یہ دعویٰ بھی کرتی ہے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا جب تم ان لوگوں سے ملو تو انہیں میرے متعلق خبر دیدو کہ میں ان لوگوں سے بری ہوں اور وہ لوگ مجھ سے بری ہیں، جو بات عبداللہ بن عمر قسم کھا کر کہتا

ہے وہ یہ ہے کہ ان میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے گا تو اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ جب تک کہ تقدیر پر ایمان نہ لائیں

پھر انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے بیان فرمایا ہم ایک مرتبہ رسول اللہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا جس کے کپڑے بالکل سفید تھے اور بال کالے سیاہ نہ اس پر کوئی سفر کی علامت تھی اور نہ ہم اسے پہچانتے تھے۔ آخر وہ رسول اللہ کے پاس آیا اور اپنا گھٹنا آپ کے گھٹنے سے ملالیا۔ پھر کہا اے محمد ﷺ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ، اس کے فرشتوں اس کی کتابوں، اس کے پیغمبروں، قیامت کے دن اور تقدیر کے بھلے بُرے پر ایمان لائے۔ اس نے کہا اچھا۔ اسلام کیا ہے آپ نے فرمایا یہ کہ گواہی دے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا، اس نے کہا اچھا احسان کیا ہے آپ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں وہ ہر بار کہتا آپ نے سچ فرمایا۔ ہمیں تعجب ہوا کہ وہ پوچھتا بھی ہے اور تصدیق بھی کرتا جاتا ہے

اس نے کہا قیامت کب قائم ہوگی؟ آپ نے فرمایا جس سے پوچھا گیا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، اس نے کہا اسکی نشانی کیا ہے آپ نے فرمایا یہ کہ لونڈی اپنے مالک اور پالنے والے کو جنے گی تم ننگے پاؤں ننگے بدن محتاجوں اور بکری چرانے والوں کو عمارتوں پر فخر کرتے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھتے دیکھو گے، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ تین روز کے بعد مجھ سے ملے اور فرمایا عمر تم جانتے ہو وہ پوچھنے والا کون تھا؟ وہ جبرائیل تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے''

(دوسری سند) احمد بن محمد، ابن مبارک، کہمس بن حسن، اسی اسناد سے اسی کے ہم معنی مذکور ہے۔

(تیسری سند) محمد بن مثنی، معاذ بن ہشام کہمس اس کذ سے اسی کے ہم مثل ہے، اس باب میں طلحہ بن عبید اللہ انس بن مالک اور ابو ہریرہؓ سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس کے علاوہ بھی یہ حدیث مختلف طریقوں سے مروی ہے، خود ابن عمرؓ سے بھی نبی ﷺ سے مروی ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ ابن عمرؓ سے حضرت عمرؓ کے واسطہ سے نبی ﷺ سے مروی ہے

تشریح: اول من تکلم فی القدر معبد الجهني: اس پر تفصیلی کلام ابواب القدر باب نمبر ۱۳ میں گذر چکا ہے، ویتقفرون العلم: ویروی یفتقرون، ای یطلبون العلم۔ علم حاصل کرتے ہیں، عقیدہ یہ ہے۔

ان الامر انف: سب عمل نئے سرے سے وجود میں آتے ہیں، اس سے پہلے قضاء وقدر کچھ طے اور مذکور ومحفوظ نہیں۔

لقب هذا الحديث: تقدیر کے اثبات اور قدریہ کی تردید کے لئے ابن عمرؓ نے یہ حدیث پیش کی ہے جو ''حدیث جبرئیل'' سے مشہور اور تمام کتب حدیث میں مذکور ہے، بلکہ اکثر کتابوں میں تو کتاب کا آغاز ہی اسی حدیث سے ہے، جامعیت کے لحاظ سے اس کی وہی حیثیت تسلیم کی گئی ہے، جو تمام سورتوں میں ''سورۃ فاتحہ'' کی ہے، جس طرح سورہ فاتحہ پورے قرآن کا اجمال وخلاصہ

ہے، اور باقی تمام سورتیں اس کی تفسیر و تفصیل ہیں، اس لئے اس کا نام " ام الکتاب " ہے، بعینہ اسی طرح پورے ذخیرہ حدیث کا اجمالی متن اور خلاصہ حدیث جبرئیل ہے، چنانچہ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا لقب " ام السنة " ہونا چاہئے، هذا الحديث يصلح ان يقال له: ام السنة۔

جبرئیل امین کی آمد کب ہوئی؟ بیان کا ایک اسلوب اور کامیاب انداز یہ ہے کہ تفصیل کے بعد آخر میں نچوڑ اور خلاصہ پیش کر دیا جائے تاکہ تفصیل طویل مستحضر نہ رہے تو کم از کم علی وجہ الاجمال خلاصہ تو ذہن نشین رہے، اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی تیئس سالہ ہدایات وروایات کا نچوڑ آخر میں پیش کیا گیا، وہ بھی اس طرح کہ سلیقہ شعار فرشتہ جبرئیل امین کے ذریعے اصولی سوالات کئے گئے، جن کا رسالت مآب ﷺ کی طرف سے غیر معمولی جواب دیا گیا، یوں صحابہ کرام نے سکوت وخشوع کے ساتھ تسلی بخش مباحث دینی سن لیں، چنانچہ عمدة القاری میں ابن مندہؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آخر عمر کا ہے" ان رجلا فی آخر عمر النبی ﷺ جاء الی رسول الله ﷺ " پھر اس میں بھی کلام ہے کہ حجۃ الوداع سے پہلے آمد ہوئی، ذہب الیہ امام ابو حاتم بستی وعلامہ تورپشتی، یا حجۃ الوداع کے بعد مال الیہ ابن حجر۔ روایت دونوں کا محمل بن سکتی ہے کہ حجۃ الوداع سے پہلے یا بعد دونوں پر آخر عمر" النبی ﷺ" سچا ہے

شان ورود: جبرئیل امین کی آمد وسوالات کے سبب کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ آیت کریمہ" يا ايها الذين آمنوا لا تسئلوا عن اشياء ان تبد لكم تسؤكم " (مائدہ ۱۰۱) نازل ہوئی تو صحابہ کرام بہت محتاط ہو گئے، ایک بار آپ ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا: سلونی، مجھ سے پوچھ لو! لیکن کمال احتیاط وادب اور بلاضرورت سوال پر وعید کے اندیشے کی وجہ سے سوال نہیں کیا، تو اللہ تعالیٰ نے " خیر سائل " کو بھیج کر سوالات پیش کرا دیئے اور مجسمہ تواضع وادب صحابہ کرام کو استفادہ کا موقع فراہم ہوا۔ (مسلم ۲۹/۱)

یہ تینوں باتیں حدیث کے آغاز وتشریح سے پہلے تھیں، اب تشریح کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، کیونکہ یہ حدیث کرات مرات کے ساتھ ہم پڑھ چکے ہیں، اس لئے مختصر مختصر درج ہے۔

فجاء رجل شديد بياض الثياب.....: ملك في صورت رجل، الثیاب میں الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے، عبارت یوں ہوگی" شديد بياض ثيابه "مضاف الیہ ضمیر کا مرجع رجل ہے، شديد سواد الشعر میں بھی یہی تقریر ہے، وفي رواية ابن حبان " شديد سواد اللحية" لا يرى عليه اثر السفر: مضارع مجہول از رؤیت، وفی مسند ابی یعلیٰ " لا نرى" بصيغة المتكلم، سیدنا عمرؓ نے اپنے تأثرات اور آنے والے کی کیفیات بیان کی ہیں، آنے والا سراپا حسن جمال اور صاحب کمال تھا، ہم میں سے ہر ایک عدم معرفت کی وجہ سے ساکت و پر ملال تھا۔

آداب مستنبطہ: انسان ظاہر کا مکلف ہے، کہ ظاہری وضع قطع کو دیکھ کر رجل کہا، ورنہ فرشتے پر رجل کا حقیقۃ اطلاق درست نہیں، علم حاصل کرنے والوں کو چاہئے کہ لباس وپوشاک سادگی کے ساتھ عمدہ اور صاف ہو، (پان وغیرہ کے داغ ہونا تو انتہائی بدھاپن ہے) یہ بھی پتہ چلا کہ علم ابتداء عمر اور جوانی میں حاصل کیا جائے، سواد الشعر اسی طرف مشعر ہے۔ اگرچہ صحابہ کرام میں ہر سطح اور ہر عمر کے حضرات تھے امراء، غرباء، پیر وجوان سبھی تھے، پڑھانے والوں کے سامنے مہذب ومؤدب اور متوجہ ویکسو ہو کر بیٹھیں، ورنہ دورۂ

حدیث کے سبق میں قطعی لے کر بیٹھیں ہوں گے، جلالین اول کے سبق میں ثانی کھلی ہوگی، راقم کے ذہن میں یہ بات آرہی ہے جب کہ سامنے دس معتبر ترین شروحات حدیث کھلی ہیں ان میں یہ نظر نہیں آرہا لیکن دل میں آرہا ہے کہ طالب علم کے لئے داڑھی کی قطع وبرید وغیرہ کی ممانعت بھی اس سے ثابت ہورہی ہے، اسی طرح دائیں بائیں التفات واشارات بھی نہ ہوں بلکہ یکسر متوجہ ہوکر بیٹھیں، تاکہ کچھ حاصل ہو ورنہ امتحان میں کہیں گے استاد محترم نے نہیں پڑھایا تھا، یا ہم نے دل میں نہیں بٹھایا تھا؟

فالزق رکبته بر کبته: دراصل جبرئیل اپنی ہیئت وکیفیت اور شخصیت کو مخفی رکھنا چاہتے تھے اس لئے اس انداز سے بیٹھے تاکہ حاضرین مجلس یہ سمجھیں یہ تو کوئی بدوی اعرابی ہے بالکل مل کر بیٹھ گیا ہے۔ دوسری روایت میں تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا بھی ذکر ہے۔ کیونکہ فرشتے انسانوں کے مثل مکلف نہیں اس لئے کوئی اشکال نہیں باقی ادب یہ ہے کہ ذرا فاصلے سے بیٹھیں۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا ہے کہ بہت ہی قریب بیٹھے تھے جسے راوی نے "فالزق واسند" سے تعبیر کردیا۔ "بل المراد شدة المقاربة حتی کانها الزقها" (کوکب) ثم قال یامحمد! ماالایمان؟ قال العینی.... :قال اولا یا محمد! کما کان الاعراب یقوله .... ثم خاطبه بقوله یارسول الله! جبرئیل امین نے مخاطب کرتے ہوئے یارسول اللہ اور یا محمد کہا، دونوں طرح روایات میں وارد ہے، خطاب ثانی میں اشکال یہ ہے کہ حکم ربانی ہے "لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا" (نور ۶۳) حضور ﷺ کو یا محمد! نام سے خطاب کرنے کی ممانعت ہے، جبرئیل نے یا محمد! کیسے کہا؟

جواب: اس کا دوٹوک حل تو یہ ہے کہ آیت کریمہ میں حکم امت وانسانوں کو ہے، فرشتے اس کے مامور ومکلف نہیں۔ دوسرا جواب علامہ عینی کی مذکورہ عبارت میں ہے کہ انہوں نے یہ دیہاتی پنا اختیار کیا تاکہ ان کی حالت مخفی رہے، اس لئے تو سلام بھی نہیں کیا آتے ہی سوال شروع کردیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ جبرئیل امین نے "علم" کی بجائے وصفی معنی تعریفوں والا مراد لیا ہو تو بھی اعتراض نہ رہے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیٹھنے کا انداز اور طرز تکلم ایسا اپنایا جس میں ظاہراً نسبتہ ادب کم تھا، اس کی وجہ معلم ﷺ کو عفو ودرگذر کی تعلیم مقصود تھی کہ شاگرد وسائل سے کچھ خلاف ادب امر پیش آئے تو صبر کیا جائے۔

باقی مباحث ایمان، اسلام، احسان، تقدیر، علامات قیامت وغیرہ اس سے پہلے تفصیل سے گذر چکی ہیں، ترجمہ حدیث کے ساتھ ان کا استحضار واعادہ کرلیا جائے۔

الحفاة: جمع الحافی، وهو من لا نعل له۔

العراة: جمع العاری، وهو صادق علی من یکون بعض بدنه مکشوفا مما ینبغی ان یکون مستورا۔

العالة: جمع عائل، من عال یعیل او عال یعول۔ اذا افتقر و کثر عیاله۔

رعاء الشاء: جمع راع، الشاء جمع شاة، والاظهر انه اسم جنس۔

ننگے پیر چلنے والے۔ برہنہ جسم پھرنے والے۔ کثیر العیال محتاج وفقیر۔ بکریوں کے چرواہے، آجڑی، دھنار۔

واقعہ: ۱۴۲۸ھ میں سفر حج میں قیام مکہ کے دوران جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن کے فاضل مولانا محمد زبیر صاحب مدظلہ امام "مسجد الرحمۃ" مکہ مکرمہ سے ملاقات ہوئی موصوف سے مختصر مگر دلچسپ معلوماتی ملاقات ہوئی، "مسجد الرحمۃ" مولانا رحمت اللہ

تیرانویؒ کی یاد میں "الرحمۃ" سے موسوم ہے، ان کے ساتھ گاڑی میں سفر بھی ہوا، روڈ پر گذرتے ہوئے میں نے ایک طویل وعریض رفیع عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا مولانا یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے حدیث پاک کے انہیں جملوں کی طرف اشارہ کیا "یتطاولون فی البنیان" یہ عرب اونٹ بکریوں کے چرواہے آج ان عمارات پر فخر کرتے ہیں...... بہت حدتک موصوف کی بات دل کو لگی مدرسہ صولتیہ کے پاس ہمیں اتار کر گھر کو روانہ ہوئے اور راقم اپنے رفیق حج قاری احمد خان صاحب کے ساتھ تفکرات میں گم اپنی رہائش گاہ پہنچے۔ وہ بات رہ رہ کر چبھتی ہے، سابق عرب کا اسعاف اور موجود کا احراص ستاتا ہے، جس کا نتیجہ ہے کہ اب حج کتنا مشکل تر بنا دیا گیا ہے، اس سب کے پیچھے درپردہ یہودی سازشیں ہیں کہ انہیں پٹی پڑھائی کہ سب کچھ کمرشل کردو اور خوب کماؤ۔ اللھم احفظنا من مکائد الیہود والنصاری واھلکھم۔

فلقینی النبی ﷺ بعد ثلاث: یہاں ہے کہ مجھ سے تین دن بعد ملاقات ہوئی مسلم میں ہے فلبثت ملیا: میں طویل مدت ٹھہرا، مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ اس کے جانے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا دیکھو اسے واپس بلالاؤ، صحابہ اٹھے دیکھا تو ندارد، نہ ملے صحابہ واپس آگئے تو آپ ﷺ نے بتلایا ھذا جبرئیل۔ اب تعارض ہوا کہ اسی وقت بتادیا یا تین دن کے بعد؟ اس میں تطبیق یہ ہے کہ سوال جواب سننے کے بعد حضرت عمرؓ تو مجلس سے چلے گئے باقی اہل مجلس کو تو اسی وقت بتادیا، پھر تیسرے دن حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو انہیں بھی بتلادیا۔ "ان عمر لم یحضر فی الحال، بل قام، فاخبر الصحابة، ثم اخبر عمر بعد ثلاثة ایام" قال الحافظ: " وھو جمع حسن بین الروایات" یہ حدیث احناف و متکلمین کی دلیل ہے کہ ایمان بسیط ہے، اس لئے کہ ایمان و اعمال کو الگ بیان کیا۔

٥. بَابُ مَا جَاءَ فِي إِضَافَةِ الْفَرَائِضِ إِلَى الإِيمَانِ

فرائض کی نسبت ایمان کی طرف کرنے کے بیان میں

٨٢١۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالُوا إِنَّا هَذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيعَةَ وَلَسْنَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُو إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَنَا، فَقَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ: الإِيمَانُ بِاللهِ، ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ: شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ.

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ.

حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَأَبُو جَمْرَةَ الضُّبَعِيُّ اسْمُهُ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ. وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ أَيْضًا. وَزَادَفِيهِ: أَتَدْرُونَ مَا الإِيمَانُ؟ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ سَمِعْتُ قُتَيْبَةَ بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ: مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هَؤُلَاءِ الْفُقَهَاءِ الأَشْرَافِ الأَرْبَعَةِ: مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، وَعَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيِّ، وَعَبْدِ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيِّ. قَالَ قُتَيْبَةُ: كُنَّا نَرْضَى أَنْ نَرْجِعَ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عِنْدِ عَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ بِحَدِيثَيْنِ. وَعَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ هُوَ مِنْ وَلَدِ الْمُهَلَّبِ بْنِ أَبِي صُفْرَةَ.

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے قبیلہ عبد قیس کا ایک وفد رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا چونکہ ربیعہ کا یہ قبیلہ بیچ میں ہے اس لئے ہم محترم مہینوں میں خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں، آپ ہمیں ایسی چیز کا حکم فرمائیں جسے ہم سیکھ لیں اور اس کی طرف ان لوگوں کو بھی دعوت دیں جو ہمارے پیچھے ہیں؟ حضور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا میں تمہیں چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اللہ پر ایمان لانا، پھر حضور ﷺ نے اس کی تفسیر یوں فرمائی کہ گواہی دینا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اس کا رسول ہوں دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکوٰۃ دینا، چوتھے، یہ کہ تم مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرو''

حدیث سابق کے مثل مروی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ابو جمرہ کا نام نصر بن عمران ہے شعبہ نے بھی ابو جمرہ سے روایت کیا ہے ۔اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ آپ نے فرمایا تم جانتے ہو ایمان کیا ہے؟ گواہی دینا اللہ کے سوا الخ امام ترمذیؒ کہتے ہیں قتیبہ بن سعید سے سنا فرماتے تھے میں نے ان چار فقہاء کی مانند کسی کو نہیں دیکھا ا۔ مالک بن انس ۲۔لیث بن سعد ۳۔عباد بن عباد مہلبی ۴۔عبدالوہاب ثقفی نیز قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمیں اس بات پر خوشی ہے کہ روز عباد بن عبادؒ کے پاس سے صرف دو حدیثیں لے کر واپس ہوں۔ عباد بن عباد، مہلب بن ابی صفرہؒ کی اولاد میں سے ہیں۔

تشریح: اس باب میں بھی ایمانیات وعبادات اور مامورات ومنہیات کا ذکر ہے، قدوم وفد عبد القیس: اس وفد کے آنے کا سبب کیا ہے؟ بنو غنم بن ودیعة کے ایک فرزند ''منقذ بن حبان'' مدینہ میں کپڑوں اور کھجوروں کی تجارت کے لئے بحرین سے آتے جاتے تھے، آپ ﷺ کی ہجرت اور آمد مدینہ کے بعد یہ حسب معمول اپنے تجارتی سفر پر مدینہ آئے، ''منقذ'' ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ آنحضرت ﷺ کا گذر ہوا، آپ ﷺ کو دیکھ کر احتراما منقذ کھڑا ہو گیا، فقال النبی ﷺ: امنقذ بن حبان؟ کیف جمیع هیئتك وقومك؟ باوجودیکہ پہلے کوئی تعارف نہ تھا، آپ ﷺ نے نام لے کر قبیلہ وقوم کی خیر خبر پوچھی، پھر ان کے قبیلہ کے سردار ''منذر بن عائذ'' جو ''اشج'' کے نام سے مشہور تھے کا نام لے کر پوچھا، پھر دیگر سرداروں کے نام بنام احوال دریافت کئے، یہ شفقت بھرا کلام خیر الانام سن کر منقذ تو حیرت میں ڈوب کر محبت میں آنکلا، پھر حضور ﷺ نے دعوت دی تو اس نے اسلام قبول کر لیا، اسے سورۃ العلق اور سورۃ الفاتحہ بھی سکھائی، پھر جب اس نے روانگی کی تیاری کی تو آپ ﷺ نے ان کے سردار ''اشج'' کے نام دعوتی رقعہ لکھوا کر دیا، ''اشج'' اس کا سسر بھی تھا اور سردار بھی، واپس پہنچ کر اس نے خط چھپا دیا اور چھپ چھپ کر نماز پڑھتا، ان کی بیوی کو جب خبر ہوئی تو اس نے سارا قصہ باپ کو جا کر سنا دیا کہ جب سے ''یثرب'' سے آئے ہیں خاص خاص وقت میں چہرہ، ہاتھ پاؤں دھو کر، کبھی سیدھے کھڑے ہوتے ہیں، کبھی جھکتے ہیں، کبھی زمین پر گر پڑتے ہیں، یہ کوئی نئی بات ہے، خسر اشج نے بلوا کر دریافت کیا تو انہوں نے سارا تفصیلی قصہ کہہ سنایا، اس میں یہ بھی کہا کہ نبی ﷺ نے آپ کا نام لے کر حال پوچھا.....بس بھلے مانس اشج جو اپنے ایک یہودی دوست سے نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کی خبر سن چکا تھا، مسلمان ہو گیا، یہ وہ ساعت ہے کہ سسر داماد کے ہاتھ اسلام قبول کر رہا ہے، پھر وہ خط لا کر دیا اشج نے اسے غور ومحبت سے پڑھا، پھر دوسرے سرداروں کے پاس لے گئے وہ بھی پڑھ کر مسلمان ہو گئے، اب ''لیس الخبر کالمعاینة'' کے لئے خدمت نبوی میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا، تو تیرہ، اٹھارہ، چالیس (باختلاف اقوال) کا یہ مسعود وفد روانہ ہوا، جن کی خبر آپ ﷺ نے پہنچنے سے پہلے صحابہ کو بایں الفاظ دی 'اتاکم وفد عبدالقیس، وفیهم الاشج،

غیر ناکثین ،ولا مبدلین ،ولا مرتابین.....۔

یہ وفد کب آیا؟ قال عیاض:قدموا عام الفتح سنۃ ثمان قبل خروجہ ﷺ الی مکۃ۔

آمرکم بـاربع: اس اجمال میں ''چار'' کا ذکر ہے اور تفصیل میں بھی ''ایمان ،نماز ،زکوۃ ،غنیمت میں سے خمس'' چار کا ذکر ہے۔تو اجمال وتفصیل میں مطابقت ہے۔جبکہ صحیحین میں تفصیل کے اندر ایمان ،نماز ،زکوۃ ،روزہ ،خمس ،پانچ کا ذکر ہے تو اشکال ہوتا ہے کہ اجمال وتفصیل میں مطابقت نہیں۔اس کے جواب میں کئی اقوال ملتے ہیں جن میں سے برمحل اور مناسب جواب یہ ہے کہ خمس کا ذکر ضمنا وتبعا ہے،اس کا اضافہ اس لئے کیا کہ ان کی قبیلہ مضر وغیرہ سے لڑائی ہوتی تھی،اس لئے ادائیگی خمس کا حکم دیا۔

سوال: دوسرا سوال یہاں یہ ہے کہ ارکان اسلام میں سے ''حج'' کا ذکر کیوں نہیں۔

جواب: اس کا بقول قاضی عیاض راجح جواب یہ ہے کہ اس وقت حج فرض نہ ہوا تھا ،حج ۹ھ میں فرض ہوا،اس لئے ذکر بھی نہیں

من عند عباد بن عباد بحدیثین : اس میں ان کے مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

٦.بابُ فِی استکمال الإیمان و الزیادة و النقصان

ایمان کی زیادتی اور کمی کے بیان میں

٨٢٢۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مَنِیعٍ البَغْدَادِیُّ ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِیلُ ابنُ عُلَیَّةَ ، أَخبَرَنا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِی قِلَابَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِینَ إِیمَانًا أَحْسَنَهُمْ خُلُقًا وَأَلْطَفَهُمْ بِأَهْلِهِ.

وفِی البَابِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ وأنس بن مَالِك

قَالَ أَبُو عِیسَى : هٰذَا حدیثٌ حسن ولاَ نَعْرِفُ لأَبِی قِلَابَةَ سَمَاعًا مِنْ عَائِشَةَ. وَقَدْ رَوَى أَبُوقِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ یَزِیْدَ ، رَضِیعٍ لِعَائِشَةَ. عَنْ عَائِشَةَ غَیْرَ هٰذَا الْحَدِیثِ . وَأَبُو قِلَابَةَ اِسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بنُ زَیْدِ الْجَرْمِیُّ.

حَدَّثَنَا ابن أَبِی عُمَرَ ، أَخبَرَنا سُفْیَانُ بنُ عُیَیْنَةَ قَالَ: ذَكَرَ أَیُّوبُ السَّخْتِیَانِیُّ أَبَا قِلَابَةَ فَقَالَ: كَانَ وَاللهِ مِنَ الْفُقَهَاءِ ذَوِی الأَلْبَابِ.

''سیدة عائشہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومنوں میں سب سے کامل ایمان والے وہ ہیں جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور جو اپنے گھر والوں سے نرمی سے پیش آتے ہیں''

اس باب میں ابو ہریرہؓ اور انس بن مالک سے روایت ہے۔یہ حدیث حسن ہے،ہم ابوقلابہ کا سماع عائشہؓ سے نہیں پہچانتے۔ابوقلابہ نے اس حدیث کے علاوہ اور روایات بواسطہ عبداللہ بن زید،حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہیں جو حضرت عائشہ کے رضاعی بھائی ہیں،ابوقلابہ کا نام عبداللہ بن زید جرمی ہے۔ہم سے ابن ابی عمر نے بواسطہ سفیان بن عیینہ ایوب سختیانی کا قول نقل کیا وہ ابوقلابہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ ابوقلابہؒ خدا کی قسم عقل وسمجھ والے فقہاء میں سے تھے۔

٨٢٣۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ هُرَیْمُ بنُ مِسْعَرٍ الأَزْدِی التِرْمِذِی، أَخبَرَنا عَبْدُ الْعَزِیزُ بنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ سُهَیْلِ بنِ أَبِی صَالِحٍ،

عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ خَطَبَ النَّاسَ فَوَعَظَهُمْ ثُمَّ قَالَ: يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنَّكُنَّ أَكْثَرُ أَهْلِ النَّارِ، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ: وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لِكَثْرَةِ لَعْنِكُنَّ، يَعْنِي وَكُفْرِكُنَّ الْعَشِيرِ قَالَ: وَمَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَغْلَبَ لِذَوِي الأَلْبَابِ وَذَوِي الرَّأْيِ مِنْكُنَّ قَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ: وَمَا نُقْصَانُ عَقْلِهَا وَدِينِهَا؟ قَالَ: شَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ مِنْكُنَّ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ. وَنُقْصَانُ دِينِكُنَّ الْحَيْضَةُ، فَتَمْكُثُ إِحْدَاكُنَّ الثَّلاثَ وَالأَرْبَعَ لَا تُصَلِّي.

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا تو ان کو نصیحت کی اور فرمایا اے عورتوں کی جماعت: صدقہ کرتی رہا کرو۔ کیونکہ دوزخ میں تمہاری تعداد زیادہ ہے، عورتوں میں سے ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا اس لئے کہ تم لعنت وملامت زیادہ کرتی ہو۔ اس سے حضور ﷺ کی مراد یہ تھی کہ تم اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہو۔ پھر فرمایا میں نے ناقص العقل اور ناقص مذہب والیوں کو تم سے زیادہ عقلمند اور مدبروں کی عقل پر غالب ہوتے نہیں دیکھا۔ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ عورت کی عقل اور دین میں کیا نقص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے یہ عقل کا نقص ہے اور تمہارے دین کا نقص حیض ہے کہ عورت تین تین چار چار روز بیٹھی رہتی ہے نماز نہیں پڑھتی'' اس باب میں ابوسعید اور ابن عمر سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٨٢٤۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ. عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: الإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ بَابًا فَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَأَرْفَعُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَهٰكَذَا رَوَى سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَرَوَى عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الإِيمَانُ أَرْبَعَةٌ وَسِتُّونَ بَابًا.

قَالَ: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایمان کے کچھ اوپر ستر دروازے ہیں، ان میں سب سے معمولی تکلیف کی چیز کو راستہ سے ہٹا دینا ہے۔ اور سب سے بلند لا الہ الا اللہ کہنا ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس طرح سہیل بن ابی صالح نے بواسطہ عبداللہ بن دینار اور ابوصالح ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے ذکر کیا، عمارہ بن غزیہ نے اس حدیث کو ابوصالح سے نقل کیا۔ جو ابوھریرہؓ سے راوی ہیں اور کہا ایمان کے چونسٹھ دروازے ہیں، اور سند قتیبہ، بکر بن مضر، عمارہ بن غزیہ ابی صالح، ابی ہریرہؓ نبی ﷺ۔

تشریح: ۴الطفهم بأهله: زیادہ تر زندگی میں واسطہ اہل وعیال ہی سے رہتا ہے، لحہ بہ لحہ مسائل، قدم قدم پر لغزشیں، الرجال قوامون علی النساء کا تفضل وغیرہ بہت سارے اسباب ہیں جن کی وجہ سے اختلاف ومنازعت پیش آتے ہیں، ایسے میں

برداشت واصلاح اور نرمی ایک قربانی سے کم نہیں، اس لئے کمال ایمان کا سبب قرار دیا، بیوی کا کمال ماننے میں ہے اور شوہر کا کمال معاف کرنے میں ہے، پھر وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ زندگی خوشگوار ہوگی۔ الغرض بار باراس کے پیش آنے کی وجہ سے کمال ایمان کا سبب فرمایا۔ یہ حدیث بحث ثالث میں مع جواب گذر چکی ہے۔ قدروی ابو قلابة عن عبدالله بن یزید رضیع لعاشة: رضیع کا یہاں مشہور معنیٰ مرضعۃ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے رضاعی بھائی تھے۔

فوعظهم: یہ وعظ آپ ﷺ نے عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر کے موقع پر فرمایا، جس میں بلیغ نصائح فرمائیں، پھراس میں دو کمزوریوں کا ذکر فرمایا کسبی اور فطری وطبعی، جس سے مقصود یہ ہے کہ ناشکری والی عادت چھوڑ دو اور فطری تو تمھارے بس میں نہیں، اس لئے عقلی دینی دونوں کمزوریوں کی وجہ سے مرتبے میں فرق پڑگیا، صدقہ خیرات سے اس کا مداوا کرو۔" والصدقة تطفیء الخطیئة کمایطفیء الماء النار"

فقالت امرأة: باوجود جہد کثیر اور طویل ورق گردانی سے ان کا نام نہیں مل سکا اتنا ہے کہ انصار یہ تھیں، باقی متن وترجمہ سے مضمون ظاہر ہے۔

جنت میں عورتوں کی کثرت: یہ بات قابل تنقیح ہے کہ عورتیں دوزخ میں زیادہ ہوں گی جیسے حدیث باب میں ہے، طبرانی کی روایت میں ہے "ان ادنی اھل الجنة ...... علی زوجتین من نساء الدنیا" کہ ہر جنتی کے پاس دنیا کی عورتوں میں سے دوعورتیں ہوں گی۔ تو ایک بمقابلہ دو سے معلوم ہوا جنت میں بھی عورتیں زیادہ ہوں گی؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ لڑکوں کی بنسبت لڑکیوں کی ولادت زیادہ ہوتی ہے باوجود دو بیویوں کے بھی دوزخی عورتوں کی تعداد جنتی عورتوں سے زیادہ ہوگی، جو ناشکری، بے حجابی، وغیرہ سے جائیں گی، اس بناء پر یہ درست ہے کہ دوزخ میں تمھاری کثرت ہوگی، جسے حضور ﷺ شب معراج میں دیکھ آئے۔

کیا سبھی عورتیں کم عقل ہیں؟ ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سبھی عورتیں ناقصات العقل ہیں، جبکہ ابواب الاطعمة باب نمبر ۳۰ میں ہم پڑھ آئے ہیں کہ حضرت مریم، حضرت آسیہ، سیدہ خدیجہ، سیدہ فاطمہ، سیدہ عائشہ کمال وفضیلت والی ہیں، ظاہرا تعارض ہے، (نفع المسلم) اس کا حل یہ ہے کہ نقص عقل کمال وفضل کے معارض ومنافی نہیں، اس لئے تعارض ہی نہیں، حدیث باب بحالها درست ہے اور مذکورہ خواتین مقبولہ کا فضل وکمال اور رتبہ مسلم ہے، جو عقل کی بجائے اللہ کے فضل سے ملا ہے اس کی دلیل ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے ذہین ترین عرب پیچھے رہ گئے اور متوسط یا کم ذہن آغوش اسلام میں آکر بازی لے گئے۔ یہاں سرے سے تعارض ہے ہی نہیں۔ اگر بالفرض تعارض ثابت کرکے حل وتاویل ڈھونڈ بھی لیا تو نقص دین کا کیا حل ہوگا؟ اس لئے سلامتی اسی میں ہے کہ حرف تعارض ہی نہ کہیں۔ عقل کی تعریف؟

الایمان بضع وسبعون بابا: لفظ "بضع" کا معنیٰ عدد بھی ہے اور ٹکڑا بھی، عدد کا معنیٰ یہاں مراد ہے، قرآن کریم میں ہے "فلبثت فی السجن بضع سنین" (یوسف ۴۲) دوسرا معنیٰ باب فضائل فاطمہ مسلم میں ہم نے پڑھا ہے "فاطمة بضعة منی" بضع کا اطلاق تین سے دس تک کے عدد پر ہوتا ہے، چنانچہ شعب الایمان للبیہقی میں ستتر شعبے مفصل بیان ہیں۔ بعض روایات میں "بضع ستون" بھی وارد ہے، لیکن کوئی منافات نہیں مقصود کثرت کا بیان ہے حصر نہیں، تو ساٹھ ستر میں مندرج

ہے، بالفاظ دیگر اقل اکثر کے منافی نہیں۔ بابا، شعبه في معنیٰ واحد۔ مذکورہ تینوں روایات ایمان کے مرکب ہونے کی دلیل ہیں، ان کا جواب بحث ثالث میں گذر چکا ہے۔

۷. بابُ مَاجَاءَ "الحَيَاءُ مِنَ الإِيمَانِ"

حیا ایمان سے ہے کے بیان میں

۸۲۵۔ حَدَّثَنَا ابنِ أَبِي عُمَرَ وَ أَحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ، المَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَن سَالِمٍ عَن أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ بِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الحَيَاءِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ "الحَيَاءُ مِنَ الإِيمَانِ" قَالَ أَحْمَدُ بن مَنِيعٍ فِي حَدِيثِهِ: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَمِعَ رَجُلًا يَعِظُ أَخَاهُ فِي الحَيَاءِ.

قَالَ: هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وفِي البَابِ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ وأَبِي بكرة وأَبِي أمامة.

"رسول اللہ ایک آدمی کے پاس سے گذرے وہ اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا آپ نے فرمایا حیا ایمان سے ہے۔ احمد بن منیع نے اپنی روایت میں کہا کہ نبی نے ایک آدمی کو اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں نصیحت کرتے سنا تو آپ نے فرمایا الخ" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس باب میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔

تشریح: اس پر مفصل کلام ابواب البر والصله باب نمبر ۶۴ میں گذر چکی ہے۔

۸. بَابُ مَاجَاءَ فِي حُرْمَةِ الصَّلَاةِ

نماز کی عظمت کے بیان میں

۸۲۶۔ حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ، أَخبَرَنا عَبْدُ اللهِ بنُ مُعَاذٍ الصَّنْعَانِيُّ عَن مَعْمَرٍ عَن عَاصِمِ بنِ أَبِي النُّجُودِ عَن أَبِي وَائِلٍ عَن مُعَاذِ بنِ جَبَلٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَأَصْبَحْتُ يَوْمًا قَرِيبًا مِنْهُ وَنَحْنُ نَسِيرُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَخبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي عَنِ النَّارِ، قَالَ: لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَن عَظِيمٍ وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللهُ عَلَيْهِ: تَعْبُدُ اللهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ البَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الخَيْرِ: الصَّوْمُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ المَاءُ النَّارَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِن جَوْفِ اللَّيْلِ، قَالَ ثُمَّ تَلَا "تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ المَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُم" حَتَّى بَلَغَ "يَعْمَلُونَ" ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخبِرُكَ بِرَأْسِ الأَمْرِ كُلِّهِ وَعَمُودِهِ وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ: قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: رَأْسُ الأَمْرِ الإِسْلَامُ، وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ، وَذُرْوَةُ سَنَامِهِ الجِهَادُ. ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهِ، قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ، قَالَ كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا. فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟ فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَامُعَاذُ، وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِم، أَو عَلَى مَنَاخِرِهِمْ، إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِم. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"سیدنا معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے میں ایک سفر میں رسول اللہ کے ساتھ تھا ایک روز میں آپ کے نزدیک ہو گیا اور

ہم چل رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور دوزخ سے دور رکھے، آپ نے فرمایا تو نے بڑی بات کا سوال کیا ہے۔ یہ بات اس شخص کے لئے البتہ آسان ہے جس پر اللہ آسان کر دیں، اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بنا، نماز قائم کر، زکوۃ ادا کر رمضان کے روزے رکھ۔ بیت اللہ کا حج کر، پھر آپ نے فرمایا میں تمہیں بھلائی کے دروازے نہ بتلا دوں؟ روزہ ڈھال ہے یعنی گناہوں سے بچاتا ہے اور صدقہ گناہ بجھاتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے اور آدمی کی رات کے درمیان نماز بھی یہی حکم رکھتی ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی یعنی انکے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں آپ نے یعملون تک یہ آیت پڑھی پھر فرمایا کیا میں تمہیں تمام امور کا سردار ستون اور کوہان کی بلندی نہ بتلا دوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتلائے آپ نے فرمایا تمام عملو کا سردار ''اسلام'' ہے اور ان کا ستون نماز ہے اور انکے کوہان کی بلندی جہاد ہے، پھر آپ نے فرمایا تمہیں ایسی چیز کی خبر دیتا ہوں جس سے سب کا استحکام ہے میں نے کہا ضرور دیجئے اس پر آپ نے زبان مبارک پکڑی اور فرمایا اس کو اپنے اوپر روکے رکھو میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی تو ہم جو کچھ بولتے ہیں اس پر بھی مؤاخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا اے معاذ تجھ کو تیری ماں روئے دوزخ میں لوگوں کو منہ کے بل یا گھٹنوں کے بل زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی کے سوا کیا اور چیز گرائے گی'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۸۲۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ دَرَّاجٍ أَبِي السَّمْحِ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوا لَهُ بِالْإِيْمَانِ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ " إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ" الآية. هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوسعیدؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی شخص کو مسجد کی خدمت و نگرانی کرتے اور بار بار مسجد میں آتے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ کی مسجدیں تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے نماز قائم کی اور زکوۃ دی'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: لقد سالتنی عن عظیم وانه لیسیر علی من یسّره الله : حضور ﷺ کے معتمد افقہ الصحابہ سیدنا معاذؓ نے فلاح و نجات کے لئے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا بہت اونچا سوال کر دیا شیء عظیم، سوال عظیم موصوف محذوف ہے، قرآن کریم میں بھی اس کامیابی کو فوز عظیم اور الفضل الکبیر کہا گیا ہے، سوال اور اس کا مقصد تو بہت اونچا ہے، لیکن گھبرایئے مت جواب و عمل بھی توفیق الٰہی شامل حال ہو تو آسان ہے، چنانچہ نماز کے متعلق قرآن پاک میں ہے ''وانها لکبیرة الا علی الخاشعین'' آگے عقائد، عبادات، فرائض و نوافل، حدود کا ذکر ہے، جس سے فرائض کے ساتھ نوافل کی اہمیت و ضرورت بھی ثابت ہو رہی ہے۔ آخر میں حفاظت زبان کا ذکر فرمایا تا کہ کی ہوئی چند نیکیاں اپنی سرعت و تیزی سے گنوا نہ دے۔ یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ اعمال کرو پھر ان کی حفاظت بھی کرو ورنہ خسر الدنیا والآخرة۔

الرجل یتعاهد: ای یتعود ویداوم۔ پکا عادی اور نمازی ہو، دیکھ بھال اور خدمت بھی کرتا ہو۔ سورۃ التوبہ کی آیت ۱۸ کا حوالہ ہے، جس سے مقصود یہ ہے کہ اصل آبادی اعمال ہیں، چنانچہ مسجد نبوی سب سے زیادہ آباد تھی حالانکہ کئی سال تک تو اس میں چراغ نہ تھا، ہاں چراغ رسالت اور اعمال جماعت واشاعت، ذکر وتلاوت، عبادت واطاعت، تعلیم وتعلم سے آباد تھی۔

۹. بابُ مَاجَاءَ فِي تَرْكِ الصَّلَاة

نماز چھوڑنے پر وعیدوں کے بیان میں

۸۲۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيْمَانِ تَرْكُ الصَّلَاةِ.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا کفر اور ایمان کے درمیان فرق نماز چھوڑنا ہے''

۸۲۹۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ قَالَ: بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ أَوِ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَأَبُو سُفْيَانَ اِسْمُه طَلْحَةُ بْنُ نَافِعٍ.

''حدیث سابق کی مثل ہے، آپ نے فرمایا بندے اور شرک یا بندے اور کفر کے درمیان فرق نماز چھوڑنا ہے''

یہ حدیث حسن ہے اور ابوسفیان کا نام طلحۃ بن نافع ہے۔

۸۳۰۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ. هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَأَبُو الزُّبَيْرِ اسْمُهُ مُحَمَّد بن مسلم بن تدرس اشتهر بالتدريس.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندے اور کفر کے درمیان فرق نماز چھوڑنا ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوالزبیر کا نام محمد بن مسلم بن تدرس ہے (بیرونی نسخے میں ہے تدریس میں مشہور ہوئے۔

۸۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ وَيُوسُفُ بْنُ عِيسَى، قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ ح. وَحَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ الشَّقِيقِيُّ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

''تین سندوں کے ساتھ عبداللہ اپنے والد بریدہؓ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ عہد جو ہمارے اور ان کافروں کے درمیان ہے وہ نماز ہے جس نے اسے ترک کیا وہ کافر ہو گیا''

اس باب میں انس اور ابن عباس سے روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

۸۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ لَا يَرَوْنَ شَيْئاً مِنَ الْأَعْمَالِ تَرْكُهُ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلَاةِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: سمعت أبا مصعب المدني يقول: من قَالَ: الإيمان قولٌ يُستتابُ فإن تَاب وإلّا ضُرِبتْ عُنُقُهُ.

''ابن شقیق عقیلیؒ سے مروی ہے اصحاب رسول اللہ ﷺ سوائے نماز کے کسی عمل کے چھوڑنے کو کفر نہ سمجھتے تھے''

تشریح: بین الکفر والایمان ترک الصلوۃ: ترکیب: بین مضاف الکفر معطوف علیہ، الایمان معطوف، یہ دونوں مل کر مضاف الیہ، مرکب اضافی خبر مقدم، ترک الصلوۃ مرکب اضافی مبتداء مؤخر، جملہ اسمیہ خبریہ۔

فمن ترکھا فقد کفر: سو جس نے نماز کو چھوڑا اس نے کفر کیا۔

تارک صلوۃ کا حکم: اس میں دو قسمیں ہیں۔ ا۔ جو نماز کو بالکل مانتا ہی نہیں، منکر ہے۔ ۲۔ جو مانتا ہے سستی و بدعملی کی وجہ سے نہیں پڑھتا۔ تارک صلوۃ کا اطلاق دونوں پر ہوگا، یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک نے اعتقاداً و عملاً چھوڑ دیا۔ ایک نے عملاً چھوڑ دیا۔

اول کا حکم: جو بالکل نماز کو سرے سے سمجھتا اور مانتا ہی نہیں، صراحۃً منکر ہے تو وہ کافر ہے۔

ثانی کا حکم: واختلف الناس فی حکم تارک الصلوۃ تکاسلا لا استحلالا۔

اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ ا۔ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور اکثر حضرات کا قول ہے کہ جان بوجھ کر بلا عذر نماز چھوڑنے والا مرد اور نماز چھوڑنے والی عورت فاسق ہیں، کافر نہیں۔ پھر توبہ کرلی تو فبہا، ورنہ شادی شدہ زانی کی طرح تلوار سے قتل کر دیا جائے گا (پتھروں سے نہیں)

دلیل: ''خمس صلوٰۃ کتبھنّ اللہ علی العباد من اتی بھن لم یضیع منھن شیئا استخفافا بحقھن، کان لہ عنداللہ عھد ان یدخلہ الجنۃ، ومن لم یات بھن، فلیس لہ عند اللہ عھد، ان شاء عذّبہ، وان شاء غفر لہ'' (ابوداؤد،نسائی،ابن ماجہ،احمد)

۲۔ سیدنا علیؓ، امام احمدؒ، ابن مبارکؒ، اسحاق بن راہویہؒ کہتے ہیں کہ کافر ہے۔ احادیث باب دلیل ہیں۔

۳۔ احناف، اہل کوفہ، امام مزنی شافعی کا قول ہے کہ کافر ہے نہ قتل کیا جائے گا، بلکہ ضرب و حبس اور سزا دی جائے گی یہاں تک کہ توبہ کر کے نماز پڑھنے لگے۔

قال ابن عابدین فی رد المختار: قال اصحابنا فی جماعۃ، منھم الزھری: لا یقتل بل یعزّر، و یحبس حتی یموت او یتوب۔ نصوص کثیرہ واردہ فی الباب اس کی دلیل ہیں، آپ ﷺ نے تارکین صلوۃ کے گھروں کو جلانے کا ارادہ ظاہر کیا زجر و توبیخ اور ڈرانے کے لئے، جلایا نہیں۔ ان کے مار دینے کا حکم ہوتا تو آپ ﷺ سے تخلف نہ ہوتا۔ نماز پڑھنا ایمان کی نشانی ہے۔

باب کی احادیث کا جواب: ا۔ یہ ترک نماز حلال سمجھنے والے پر محمول ہیں۔

۲۔ مماثلۃ فرمایا کہ نماز چھوڑ کر اس نے کافروں جیسا کام کیا، اگرچہ کلمہ گو ہونے کی وجہ سے مسلمان ہے۔

۳۔ یہ زجر و توبیخ اور وعید و دھمکی پر محمول ہیں۔ ۴۔ فقد کفر ای قرب من الکفر، اس بدعملی سے کفر کے قریب ہوگیا۔

۱۰. باب بلا عنوان

۸۳۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ذَاقَ طَعْمَ الإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالإِسْلاَمِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا عباسؓ سے مروی ہے آپ نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ایمان کا مزہ اس نے چکھ لیا جو اس سے راضی ہوا کہ اللہ اس کا پروردگار ہے، اسلام اس کا دین ہے اور محمد اس کے رسول ہیں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۸۳۴۔ حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ أَخبَرَنَا عَبدُ الوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَن أَيُّوبَ عَن أَبِي قِلَابَةَ، عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ثَلَاثٌ مَن كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ طَعمَ الإِيمَانِ: مَن كَانَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَن يُحِبَّ المَرءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَأَن يَكرَهَ أَن يَعُودَ فِي الكُفرِ بَعدَ إِذ أَنقَذَهُ اللهُ مِنهُ، كَمَا يَكرَهُ أَن يُقذَفَ فِي النَّارِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَقَد رَوَاهُ قَتَادَةُ عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین خصلتیں ہیں جس میں یہ ہوں گی اس نے ایمان کا مزہ پالیا اسے اللہ اور اس کا رسول تمام چیزوں سے پیارا ہو۔ اور جس سے محبت رکھے اللہ ہی کیلئے رکھے اور دوبارہ کفر میں جانا اس کے بعد کہ اللہ نے اسے اس سے نکال دیا ہے۔ اس قدر ناپسند ہو جس طرح آگ میں پھینکے جانا''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ قتادہ نے بھی بواسطہ انس بن مالک اس کو نبی ﷺ سے نقل کیا ہے۔

تشریح: یہ بلاعنوان باب ہے، اس میں اللہ، دین اور نبی ﷺ کے اختیار و پسند کرنے پر اعلیٰ درجہ حلاوۃ ایمان کا ذکر ہے، دوسری حدیث جس میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔

ا۔ اللہ و رسول کی محبت و اطاعت سب سے بڑھ کر ہو۔

۲۔ کسی سے اخلاص کے ساتھ اللہ کے لئے محبت ہو۔ ۳۔ کفر کو ایسے ناپسند کرتا ہو جیسے کوئی آگ میں جانے کو برداشت نہیں کرسکتا۔ یعنی عقائد درست ہوں، تعلقات درست ہوں، آئندہ کے عزائم نیک ہوں تو حلاوت ایمان کا ذائقہ پالے گا۔

۱۱۔ باب لا یزنی الزانی وھو مؤمنٌ

زانی ایمان کی حالت میں زنا نہیں کرتا کے بیان میں

۸۳۵۔ حَدَّثَنَا أَحمَدُ بنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عُبَيدَةُ بنُ حُمَيدٍ، عَنِ الأَعمَشِ عَن أَبِي صَالِحٍ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَا يَزنِي الزَّانِي وَهُوَ مُؤمِنٌ، وَلَا يَسرِقُ السَّارِقُ وَهُوَ مُؤمِنٌ وَلَكِنَّ التَّوبَةَ مَعرُوضَةٌ.

وَفِي البَابِ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ وَعَبدِ اللهِ بنِ أَبِي أَوفَى.

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ مِن هَذَا الوَجهِ۔ وَقَد رُوِيَ عَن أَبِي هُرَيرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِذَا زَنَى العَبدُ خَرَجَ مِنهُ الإِيمَانُ فَكَانَ فَوقَ رَأسِهِ كَالظُّلَّةِ، فَإِذَا خَرَجَ مِن ذَلِكَ العَمَلِ عَادَ إِلَيهِ الإِيمَانُ. رُوِيَ عَن أَبِي جَعفَرٍ مُحَمَّدِ بنِ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ: فِي هَذَا خُرُوجٌ عَنِ الإِيمَانِ إِلَى الإِسلَامِ.

وَقَد رُوِيَ مِن غَيرِ وَجهٍ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ فِي الزِّنَا وَالسَّرِقَةِ: مَن أَصَابَ مِن ذَلِكَ شَيئًا فَأُقِيمَ عَلَيهِ الحَدُّ، فَهُوَ كَفَّارَةُ ذَنبِهِ، وَمَن أَصَابَ مِن ذَلِكَ شَيئًا فَسَتَرَهُ اللهُ عَلَيهِ فَهُوَ إِلَى اللهِ تَعَالَى، إِن شَاءَ عَذَّبَهُ يَومَ القِيَامَةِ وَإِن شَاءَ غَفَرَ لَهُ.

رَوَى ذَلِكَ عَلِيُّ بنُ أَبِي طَالِبٍ وَعُبَادَةُ بنُ الصَّامِتِ وَخُزَيمَةُ بنُ ثَابِتٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زانی ایمان کی حالت میں زنا نہیں کرتا، اور نہ چور ایمان کی حالت میں چوری کرتا ہے لیکن توبہ پیش کی جانے والی چیز ہے۔ اس باب میں ابن عباس، عائشہ اور عبداللہ بن ابی اوفی سے روایات ہیں، حدیث ابو ہریرہ حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے۔

نیز حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے۔ اور اس کے سر پر سائبان کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے پھر جب وہ یہ عمل کر چکتا ہے تو ایمان اس کے پاس پھر لوٹ کر آتا ہے، حضرت ابو جعفر محمد بن علی سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ وہ اس وقت ایمان سے نکل کر اسلام میں آجاتا ہے، اور مختلف طریقوں سے نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص زنا اور چوری میں سے کسی فعل کا مرتکب ہوا اور اس پر حد بھی جاری کی گئی تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے اور جو ان میں سے کسی کا مرتکب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی ستاری کا پردہ ڈال دیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے قیامت کے روز چاہے اسے عذاب دے چاہے معاف کردے اسی مضمون کو علی بن ابی طالب، عبادۃ بن صامت اور خزیمہ بن ثابتؓ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

۸۳۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ بنِ أَبِي السَّفَرِ (وَاسْمُهُ) أَحْمَدُ بنُ عَبْدِ اللهِ الهَمْدَانِيُّ، أَخْبَرَنَا الحَجَّاجُ بنُ مُحَمَّدٍ يُونُسَ بنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الهَمْدَانِيِّ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَصَابَ حَدًّا فَعُجِّلَتْ عُقُبَتُهُ فِي الدُّنْيَا فَاللهُ أَعْدَلُ مِنْ أَنْ يُثَنِّي عَلَى عَبْدِهِ العُقُوبَةَ فِي الآخِرَةِ، وَمَنْ أَصَابَ حَدًّا فَسَتَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ وَعَفَا عَنْهُ، فَاللهُ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يَعُودَ فِي شَيْءٍ قَدْ عَفَا عَنْهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهَذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ صحیحٌ وَهَذَا قَوْلُ أَهْلِ العِلْمِ لاَ نَعْلَمُ أَحَدًا كَفَّرَ أَحَدًا بِالزِّنَا أَوِ السَّرِقَةِ وَشُرْبِ الخَمْرِ.

''سیدنا علیؓ بن ابی طالب نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا جو شخص کسی حد کو پہونچا اور اس کی سزا جلدی کر کے دنیا ہی میں دیدی گئی تو اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ انصاف کرنیوالا ہے کہ پھر دوبارہ آخرت میں اس بندہ کو عذاب نہ دے اور جو حد کو پہنچا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اس قول کو ڈھانک لیا اور اس کو معاف کردیا تو اللہ تعالیٰ زیادہ لطف وکرم والا ہے کہ اس کو پھر لوٹائے جس کو معاف کر چکا ہے''

یہ حدیث حسن غریب ہے، اہل علم کا قول ہے کسی نے چوری، زنا اور شراب خوری جیسے گناہ ہونکے مرتکب کو کافر نہیں کہا (کوئی آدمی کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا ہاں اسکا ایمان کامل نہیں رہتا۔

تشریح: لا یزنی الزانی وهو مؤمن: معتزلہ اس سے دلیل پکڑتے ہیں کہ دیکھئے زانی مؤمن نہیں رہتا، چور مؤمن نہیں رہتا

جوابات: ا۔ یہ معتزلہ کے لئے مفید وحجت نہیں، اسلئے ان کا کہنا ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے دائمی نکل جاتا ہے، حالانکہ حدیث پاک سے تو گناہ کبیرہ کے وقت خروج ایمان ثابت ہو رہا ہے دائمی خروج ثابت نہیں ہوتا۔ فلا حجة لهم

۲۔ امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ کمال ایمان اور نور ایمان نکل جاتا ہے، نفس ایمان کا خروج نہیں ہوتا، صاحب مشکوۃ نے کہا

ہے"لایکون ھذا مؤمنا تامّا ولا یکون له نور الایمان " (مشکوۃ ۱۷/۱)
۳۔ایمان کے ایک عظیم شعبہ حیا کی نفی ہے کہ زانی میں ایمانی حیا نہیں ہے۔۴۔یہ حدیث تشدید وتغلیظ اور وعید پر محمول ہے۔۵۔حضرت ابوھریرہؓ سے مرفوعامنقول ہے کہ اس بدکرداری کی حالت میں ایمان نکل کرمثل ظلّہ اور سائبان اوپر ٹھہر جاتا ہے،اس عمل بد کے بعدعود کرآتا ہے،"فاذا خرج من ذلك العمل عاد الیه الایمان " کوغور سے پڑھئے۔۶۔امام ترمذی نے ابو جعفرمحمد بن علی کا قول نقل کیا ہے کہ اس کا مطلب ایمان سے اسلام کی طرف نکلنا ہے،یعنی یقین کی جوکیفیت ایمانی حاصل تھی کمزور ہوکر صرف ظاہری نام اسلام رہ گیا،ورنہ جس کے دل میں ایمان بسا ہواہو،وہ تو قریب بھی نہ پھٹکے گا۔اس عمل بد کے سوا ایمان بالکتاب ،ایمان بالرسل وغیرہ تو اسے حاصل ہے تو پھر ایمان سے مکمل خارج کیسے ہوا؟

لکن التوبة معروضة:یہ رحمت الٰہی ہے کہ اتنے جرم عظیم کے بعد بھی توبہ کا دروازہ بند نہیں کیا۔

وقد روی من غیر وجه عن النبی ﷺ انه قال:فی الزنا والسرقة،من اصاب من ذلك شیئا فاقیم علیه الحد .....:یہ مکمل حدیث ترمذی اول"کتاب الحدود باب ماجاء ان الحدود کفارة لاھلھا"ص ۲۶۶ میں تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے۔

قال:من اصاب حدا فعجل عقوبته: یہ بھی سابقہ حدیث کی مثل ہے۔مختصرا مطلب یہ ہے کہ حد جاری ہونے اور گناہ سے توبہ کرنے سے معافی ملنے کے بعد اللہ دوبارہ سزا دیں یہ بعید ہے،پہلی بات اس لئے کہ ایک بار حد جاری ہونے کے بعد دوبارہ سزا انصاف کے منافی ہے،دوسری بات اس لئے کہ پردہ پوشی اور معاف کرنے کے بعد دوبارہ سزا دینا کریم کے کرم کے خلاف ومنافی ہے

چار صورتیں: دراصل یہاں چار صورتیں ہیں۔

۱۔کسی نے گناہ کیا،پھر اس پر حد جاری کی گئی،تو ظاہر ومتبادر یہ ہے کہ وہ توبہ کرلے گا۔جب توبہ کرلی تو دوبارہ سزا نہیں۔اس کا قرینہ یہ ہے کہ گناہ گار حد جاری ہوئے بغیر بھی ایمانی تقاضے کی وجہ سے توبہ کرلیتا ہے،پھر جس پر اجراء حد سے تنبیہ ہوئی ہو تو وہ کیسے توبہ نہ کرے گا

۲۔حد جاری ہوئی پھر بھی توبہ نہیں کی۔۳۔حد جاری نہیں ہوئی لیکن توبہ کرلی۔۴۔حد جاری نہیں ہوئی توبہ بھی نہیں کی۔

ان چار میں سے پہلی اور تیسری (دوصورتوں) کا حدیث میں ذکر ہے،دوسری اور چوتھی کا نہیں۔کیونکہ ان میں گرفت ہے۔حاصل کلام یہ ہوا کہ دنیا میں ازالہ اجراء حد سے ہوگا،آخرت میں نجات توبہ سے ملے گی اجراء حد کے بعد توبہ کی ہو یا اللہ نے پردہ پوشی فرمائی،اس نے غنیمت جان کر توبہ کرلی،تو بھی نجات پائے گا۔اجراء حد کے باوجود توبہ نہ کی یا پردہ پوشی کی صورت میں توبہ نہ کی تو آخرت میں مؤاخذہ ہوگا۔

یہاں مشہور مسئلہ ہے کہ حدود کفارہ وساتر ہیں یا زواجر؟اکثر اہل علم کا قول یہ ہے کہ اجراء حدود ساتر وکفارہ ہیں آخرت میں گرفت وسزا نہ ہوگی۔دلیل حدیث باب ہے۔

احناف کا قول یہ ہے کہ حدود زواجر وتنبیہ ہیں تاکہ باز آکر توبہ کرلے،صرف اجراء حد سے اخروی نجات حاصل نہ ہوگی بلکہ توبہ کرنی ہوگی۔دلیل ابوداؤد جلد۲ کتاب الحدود باب فی التلقین فی الحد میں ہے،آپ ﷺ نے حد سرقہ قطع ید کے بعد

فرمایا:"استغفر الله وتب الیه"الله سے بخشش مانگ اوراسی کی طرف توبہ کر۔دوسری دلیل " ومن لم یتب فاولئك هم الظلمون " ہے،اورجس نے توبہ نہ کی وہ ظالم ہیں،اسی طرح چوری کی حد بیان کرنے کے بعد متصل ہے "فمن تاب من بعد ظلمه واصلح...." (مائدہ۳۹) یہ توبہ کا ذکر بھی دلیل ہے کہ توبہ کی ضرورت ہے۔والله اعلم ؛

وهذا قول اهل العلم: لا نعلم احدا كفر احدابالزنا والسرقة وشرب الخمر: امام ترمذی باب سے مقصود کو ثابت کرتے ہوئے اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک واضح کررہے ہیں،اورمعتزلہ وخوارج پررد کررہے ہیں کہ کسی ایک اہل حق نے بھی زنا،چوری شراب نوشی،کبیرہ گناہ کی وجہ سے کسی کی تکفیر نہیں کی اور کافر قرار نہیں دیا۔

١٢. بابُ مَاجَاءَ فِي أَنَّ المسلم مَن سَلِمَ المُسلِمُون مِن لِسَانِه ويده

کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں

٨٣٧۔ حَدَّثَنَا قُتَيبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيثُ عَن ابنِ عَجلَانَ عَنِ القَعقَاعِ بنِ حَكِيمٍ عَن أَبِي صَالِحٍ عَن أَبِي هُرَيرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: المُسلِمُ مَن سَلِمَ المُسلِمُونَ مِن لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالمُؤمِنُ مَن أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِم وَأَموَالِهِم.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ وَيُروَى عَن النَّبِيِّ ﷺ: أَنَّهُ سُئِلَ أَيُّ المُسلِمِينَ أَفضَلُ؟ قَالَ مَن سَلِمَ المُسلِمُونَ مِن لِسَانِهِ وَيَدِهِ.

"سیدنا ابوھریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے مسلمان محفوظ رہیں اور مؤمن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان و مال پر امن میں رہیں،ایک روایت میں یہ مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کون مسلمان افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں"

٨٣٨۔ حَدَّثَنَا بِذَلِكَ إِبرَاهِيمُ بنُ سَعِيدِ الجَوهَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَن بُرَيدِ بنِ عَبدِ اللهِ بنِ أَبِي بُردَةَ، عَن جَده أَبِي بُردَةَ عَن أَبِي مُوسَى الأَشعَرِي، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ: أَيُّ المُسلِمِينَ أَفضَلُ؟ قَالَ: مَن سَلِمَ المُسلِمُونَ مِن لِسَانِهِ وَيَدِه.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذَا حَدِيثٌ صحيحٌ غريبٌ مِن حَدِيثِ أَبِي مُوسَى الأَشعَرِيِّ عَن النَّبِيِّ ﷺ .وفِي البَابِ عَن جَابِرٍ وأَبِي مُوسَى وَعَبدِ اللهِ بنِ عَمرٍو، حَدِيثُ أَبِي هُرَيرَةَ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"سیدنا ابوموسےٰ اشعریؓ سے مروی ہے نبی ﷺ سے پوچھا گیا کون مسلمان افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں"

یہ حدیث ابوموسےٰ اشعری کی روایت سے غریب ہے،اس باب میں جابر ابی موسےٰ اور عبداللہ بن عمرؓ سے روایات ہیں،حدیث ابی ھریرۃ حسن صحیح ہے۔

تشریح: کامل مکمل اور افضل مسلمان وہ ہے جس کے زبان،ہاتھ،قلم اور نقل وحرکت سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں مسلمات کا یہی حکم ہے اور ذمی بھی اسی میں شامل ہیں معاہد وماتحت ہونے کی وجہ سے ان کا تحفظ بھی ضروری اور مسلمانوں کی طرح ہے۔چنانچہ ابن حبان میں "من سلم الناس" تعمیم کے ساتھ آیا ہے۔

۱۳. بابُ مَاجَاءَ أَنَّ الإسلامَ بَدَأَ غَرِيبًا و سيعود غريباً

آغاز اسلام غربا میں سے ہوا اور عنقریب غربا کی طرف عود کریگا

۸۳۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، أَخْبَرَنَا حَفْصُ بنُ غِيَاثٍ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ الإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ (غَرِيبًا) كَمَا بَدَأَ فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ.

وفِي البَابِ عَنْ سَعْدٍ وَابنِ عُمَرَ وَجَابِرٍ وعَبْدِ اللهِ بن عَمْرٍو.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ مِنْ حَدِيثِ ابنِ مَسْعُودٍ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ حَفْصِ بنِ غِيَاثٍ عَنِ الأَعْمَشِ. وَأَبُو الأَحْوَصِ اسمُهُ عَوْفُ بنُ مَالِكِ بنِ نَضْلَةَ الجُشَمِيُّ، تَفَرَّدَ بِهِ حَفْصٌ.

''سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام غربا میں شروع ہوا اور عنقریب پھر وہ غربا میں لوٹیگا جیسا کہ شروع ہوا تھا پس غربا کے لئے خوشخبری ہو''

اس باب میں سعد، ابن عمر جابر، انس اور عبداللہ بن عمر سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ابن مسعود کی روایت سے غریب ہے، ہم اس کو حفص بن غیاث کی روایت سے پہچانتے ہیں جو اعمش سے راوی ہیں اس حدیث میں منفرد ہوئے ہیں، ابوالاحوص کا نام عوف بن مالک بن نضلہ جشمی ہے۔

۸۴۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بنُ عَبْدِ الرحمٰنِ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، حدثني كَثِيرُ بنُ عَبْدِاللهِ بنِ عَمْرِو بنِ عَوْفِ بنِ زَيْدِ بنِ مِلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: إِنَّ الدِّينَ لَيَأْرِزُ إِلَى الحِجَازِ كَمَا تَأْرِزُ الحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا، وَلَيَعْقِلَنَّ الدِّينُ فِي الحِجَازِ مَعْقَلَ الأُرْوِيَةِ مِنْ رَأْسِ الجَبَلِ. إِنَّ الدِّينَ بَدَأَ غَرِيبًا وَيَرْجِعُ غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ الَّذِينَ يُصْلِحُونَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِي مِنْ سُنَّتِي. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دین حجاز میں سمٹ آئیگا جس طرح سانپ اپنے بل میں سمٹ جاتا ہے۔ اور دین حجاز میں پناہ لیگا جس طرح بکری پہاڑ کی چوٹی پر پناہ لیتی ہے دین اسلام بیکسی اور مسافری کی حالت میں ظاہر ہوا تھا اس کی یہ حالت دوبارہ ہو جائیگی تو ایسے بیکسوں اور غریبو کیلئے خوشخبری ہے کہ جب لوگ دین کو بگاڑیں گے تو وہ میری سنت اور دین کی اصلاح کریں'' یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: متن و ترجمہ سے مضمون واضح ہے، اس میں غرباء کے لئے بڑی فضیلت و بشارت ہے کہ انہیں مصلح سنت اور محی السنۃ ارشاد فرمایا۔ بھلے مال میں کم ہوں گے اخلاق و اعمال میں مکمل ہوں گے۔

۱۴. بَابُ مَاجَاءَ فِي عَلَامَةِ المُنَافِقِ

منافق کی علامات کے بیان میں

۸۴۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بنُ مُحَمَّدِ بنِ قَيْسٍ، عَنِ العَلَاءِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ

أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِن حَدِيثِ الْعَلاءِ، وَقَد رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عن أَبِي هُرَيْرَةَ عن النَّبِيِّ ﷺ، وَفِي الْبَابِ عن عَبْدِ اللهِ بنِ مَسْعُودٍ وَ أَنَسٍ وَجَابِرٍ.

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بنُ جَعْفَرٍ عن أَبِي سُهَيْلِ بنِ مَالِكٍ عن أَبِيهِ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ عَن النَّبِيِّ ﷺ. نَحْوَه بمعناه. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذَا حديثٌ صحيحٌ، وأَبُو سُهَيْلٍ هُوَ عَمُّ مَالِكِ بنِ أَنَسٍ، وَاسْمُهُ نَافِعُ بنُ مَالِكِ بنِ أَبِي عَامِرٍ الْخَوْلَانِيُّ الأَصْبَحِيُّ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا منافق کی تین علامتیں ہیں جب بولے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو وعدہ خلاف کرے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے''

یہ حدیث حسن علاء بن عبدالرحمٰن کی روایت سے غریب ہے، ابو ہریرہؓ سے نبی ﷺ سے مختلف طریقوں سے مروی ہے۔ اس باب میں عبداللہ بن مسعود، انس اور جابر سے روایات ہیں، حدیث سابق کی مثل ہے، ابو سہیل مالک بن انسؒ کے چچا ہیں۔ ان کا نام نافع بن مالک بن ابی عامر خولانی اصبحی ہے۔

۸۴۲۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بنُ مُوسَى عَن سُفْيَانَ عَنِ الأَعْمَشِ، عَن عَبْدِ اللهِ بنِ مُرَّةَ عَن مَسْرُوقٍ عَن عَبْدِ اللهِ بنِ عَمْرٍو عَن النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقاً وَإِنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ.

قَالَ هذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حَدَّثَنَا بنُ عَلِيِّ الخَلَّالُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بنُ نُمَيْرٍ عَن الأَعْمَشِ عَن عَبْدِاللهِ بنِ مُرَّةَ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَه.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وإِنَّمَا مَعْنَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ نِفَاقُ الْعَمَلِ، وَإِنَّمَا كَانَ نِفَاقُ التَّكْذِيبِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ. هَكَذَا رُوِيَ عَن الحَسَنِ البَصْرِيِّ شَيْءٌ مِنْ هَذَا. أَنَّهُ قَالَ النِّفَاقُ نِفَاقَانِ نِفَاقُ الْعَمَلِ وَنِفَاقُ التَّكْذِيبِ.

''سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا چار خصلتیں ہیں۔ جس میں وہ پائی جائیں وہ منافق ہے اور جس میں ان چاروں میں سے ایک خصلت ہو اس میں منافقت کی ایک خصلت ہے یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ جو بولے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف کرے جب وعدہ کرے تو بے وفائی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی دے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے اہل علم کے نزدیک اس سے مراد نفاق عملی ہے۔ نفاق تکذیب (جھٹلانا) صرف رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھا حسن بصریؒ سے بھی ایسا ہی کچھ منقول ہے۔ حدیث سابق کی مثل ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۸۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، أَخْبَرَنا أَبُو عَامِرٍ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بنُ طَهْمَانَ، عَن عَلِيِّ بنِ عَبْدِ الأَعْلَى، عَن أَبِي النُّعْمَانِ

، عَنْ أَبِي وَقَّاصٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ وَيَنْوِي أَنْ يَفِيَ بِهِ فَلَمْ يَفِ بِهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ. عَلِيُّ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلٰى ثِقَةٌ . وَأَبُو النُّعْمَانِ مَجْهُولٌ وَأَبُو وَقَّاصٍ مَجْهُولٌ.

''سیدنا زید بن ارقمؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی آدمی وعدہ کرے اور اس کی نیت پورا کرنے کی ہو پھر وہ کسی عذر کی بنا پر اسے پورا نہ کر سکے تو اس پر کچھ گناہ نہیں''

یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد قوی نہیں۔ علی بن عبدالاعلی ثقہ ہے، ابونعمان، ابووقاص کا حال معلوم نہیں۔

تشریح: آية المنافق ثلاث: منافق کی تین نشانیاں ہیں، منافق کی وجہ تسمیہ: نفاق بروزن کتاب سے ہے، یہ نفق بمعنی سرنگ تہہ خانہ۔ جس طرح سرنگ وتہہ خانہ میں کوئی چھپ جاتا ہے، اسی طرح منافق اپنے اندر کھوٹ وکفر کو چھپاتا ہے۔

المنافق: هو الذی یستر کفره ویظهر ایمانه۔ اندر کفر زبان سے اسلام زندہ باد کے دعوے۔

اذا حدّث کذب، خاصم فجر: بات چیت میں جھوٹ جھگڑے تنازعہ میں گالی گلوچ، یہ دونوں زبان کی خرابیاں ہیں۔ اذا وعد اخلف، اذا عاہد غدر: یہ دونوں دل کی خرابیاں ہیں۔ وعدہ ایک جانب سے ہوتا ہے، معاہدہ جانبین سے ہوتا ہے۔

واذا ائتمن خان: یہ اعضاء وجوارح کی خرابی ہے۔ اس طرح حقیقۃ تین خرابیاں ہوئیں۔

۱۔ زبان کی، اس کے لئے دو لفظ ہیں ۲۔ دل کی، اس کے لئے بھی دو لفظ ہیں۔

۳۔ اعضاء کی، اس کے لئے ایک لفظ ہے۔ تو درحقیقت خرابیاں تین ہیں۔

اربع من کن فیه: یہ حدیث اول سے متعارض نہیں اس لئے کہ اقل اکثر کے منافی نہیں۔ دوسرا جواب سابقہ تفصیل میں موجود ہے کہ اصل ہیں ہی تین تعبیر وتلفظ میں چار فرما دیا۔

اذا وعد الرجل وینوی ان یفی به: اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کا وعدہ کیا، ایفاء اور نبھانے کا ارادہ تھا اتفاقاً ایسا معاملہ ہوا کہ وعدہ پورا نہ ہو سکا تو گناہ نہیں، ہاں اگر پہلے سے ہی نیت میں فتور تھا ایک دفعہ ہاتھ تو چڑھے، پھر کون دیتا ہے تو یہ گناہ کبیرہ اور منافقت کا اثر ہے

۱۵. بَابُ مَا جَاءَ سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوقٌ

مسلمان کو گالی دینا نافرمانی ہے

۸۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَزِيعٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَكِيمِ بْنُ مَنْصُورٍ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قِتَالُ الْمُسْلِمِ أَخَاهُ كُفْرٌ وَسِبَابُهُ فُسُوقٌ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی سے جنگ کرنا کفر ہے اور اس کو گالی دینا نافرمانی ہے''

اس باب میں سعد اور عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے۔ حدیث ابن مسعود حسن صحیح ہے ابن مسعودؓ سے اس طریق

کے علاوہ بھی مروی ہے۔

۸۴۵۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. وَمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ قِتَالُهُ كُفْرٌ لَيْسَ بِهِ كُفْرٌ مِثْلُ الارْتِدَادِ عَنِ الاسْلَامِ، وَالْحُجَّةُ فِي ذَلِكَ مَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ قَتَلَ مُتَعَمِّدًا فَأَوْلِيَاءُ الْمَقْتُولِ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاؤُوا قَتَلُوا وَإِنْ شَاؤُوا عَفَوْا وَلَوْ كَانَ الْقَتْلُ كُفْرًا لَوَجَبَ.

وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَطَاوُسٍ وَعَطَاءٍ، وَغَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا: كُفْرٌ دُونَ كُفْرٍ وَفُسُوقٌ دُونَ فُسُوقٍ.

''سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا نافرمانی ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: سباب و قتال ہم وزن ہیں، سباب ''سب'' سے ہے، ''سب'' کا لغوی معنی ہے''قطع'' کاٹنا۔ گالی گلوچ و بدزبانی قطع تعلقی کا سبب ہوتی ہے، اس لئے سب وشتم اور سباب کہا جاتا ہے۔

''فسوق'' کا لغوی معنی خروج و نکلنا ہے، اصطلاح شریعت میں ''فسوق'' خروج عن الطاعۃ کو کہتے ہیں، نافرمانی کرنا، کہا جاتا ہے فسقت النبت بھیتی اگی۔ سباب و قتال مسلم دونوں گناہ کبیرہ اور حرام ہیں، قتال کیونکہ سباب سے اشد اور کافر کا وتیرہ ہے، اس لئے اس کے لئے سخت لفظ فرمایا کہ مسلمان کا قتل کافرانہ عمل ہے۔ اس حدیث میں مرجئہ کی تردید ہے جو کہتے ہیں ''لا تضرّ مع الایمان معصیۃ'' ایمان کے ساتھ نافرمانی کوئی مضر نہیں۔ لفظ کفر ظاہرا خوارج کی دلیل ہے، لیکن یہ اپنے حقیقی معنیٰ پر نہیں بلکہ تہدید و وعید اور دھمکی پر محمول ہے۔ اس کی دلیل پہلا جملہ ہے کہ گالی دینا بھی گناہ کبیرہ ہے تو مرتکب کبیرہ بقول خوارج کافر ہے تو پھر دونوں لفظ برابر ہوئے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ فرق فرمادیا کہ دونوں گناہ کبیرہ ہیں لیکن ثانی پہلے سے زیادہ سخت ہے، اس لئے سخت لفظ فرمایا

۱۶۔ بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ رَمَى أَخَاهُ بِكُفْرٍ

اس شخص کے بیان میں جو اپنے بھائی کو کافر کہے

۸۴۶۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَيْسَ عَلَى الْعَبْدِ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا عِنُ الْمُؤْمِنِ كَقَاتِلِهِ، وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَاتِلِهِ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عَذَّبَهُ اللَّهُ بِمَا قَتَلَ بِهِ نَفْسَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَابْنِ عُمَرَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

''سیدنا ثابت بن ضحاک نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا بندہ پر اس چیز میں نذر نہیں جس کا وہ مالک نہیں اور مؤمن پر لعنت کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے مؤمن کا قاتل اور جس نے کسی مؤمن کو کافر کہا وہ بھی اس کے قاتل کی طرح ہے اور جس نے کسی چیز سے اپنے آپ کو قتل کیا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن عذاب دیگا جس سے اس نے

خودکشی کی ہوگی' اس باب میں ابوذر اور ابن عمر سے روایت ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۸۴۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ دِينَارٍ، عَنِ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لأَخِيهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا. هَذَا حديثٌ صحيحٌ . وَمَعْنَى قَوْلِهِ باءَ : يعني أَقَرَّ.

''سیدنا ابن عمرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جس شخص نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو ان دونوں میں سے کوئی ایک اسی کے ساتھ لوٹا''

تشریح: لیس علی العبد فیما لا یملك: جس چیز کا مالک نہ ہو آدمی پر اس کی نذر و منت ضروری اور واجب نہیں۔
صورت مسئلہ! کوئی فرد امت عورت یا مرد یہ نذر مانتا ہے کہ اگر میرے اس مریض کو صحت و تندرستی ملی تو فلاں غلام یا باندی آزاد۔ حالانکہ یہ اس کا مالک نہیں، تو یہ منت واجب نہیں، بھلے بعد میں اس کا مالک ہو بھی جائے، اس نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں، یہ تو ہے آزاد کرنا۔ دوسری صورت ہے آزادی کو معلق و مشروط کرنے کی، یوں کہیں کہ میرے بیمار کو شفا مل گئی، تو فلاں غلام یا باندی کا جب میں مالک ہوں گا تو وہ آزاد۔ اب صحت و شفا مل گئی، تو جب مذکورہ غلام یا باندی کا مالک ہوگا تو ایفاء نذر میں وہ آزاد ہو جائے گا۔

لاعن المؤمن کقاتله: مؤمن کو لعنت کرنے والا اسے قتل کرنے والے کی مثل گناہ گار ہے، مسلمان مرد و عورت پر لعنت کرنا حرمت و سزا میں اس کے قتل کی مثل ہے۔ باب سابق میں قتالہ کفر کا ذکر تھا اب مثل قتل کا ذکر ہے۔

ومن قذف مؤمنا بکفر فهو کقاتله: اسی طرح کسی مسلمان مرد و عورت پر کفر کی تہمت لگانا، کافر کہنا یہ بھی قتل کی مثل حرام اور قابل عذاب جرم ہے۔ یہ جملہ باب کے مناسب ہے۔

ومن قتل نفسه بشیء: خودکشی بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے، گویا کہ یہ بھی کفار کا سا فعل ہے۔ اس کا ذکر ابواب الطب باب ۷ میں گذر چکا ہے

فقد باء بها احدهما: ایک مسلمان نے اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو ''کافر'' کہا تو ان دونوں میں سے ایک کی طرف اس کا وبال و گناہ لوٹتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر جیسے کہا گیا وہ اس کا حقدار ہے تو اس پر کفر سچا آیا، ورنہ اس کا وبال و گناہ قائل پر لوٹ آئے گا، پھر ظاہر ہے کہ ایک مسلمان کو ایسا کہا ہے جو یقیناً اس کا مستحق اور محل نہیں تو حتماً یہ قائل ہی کی طرف لوٹے گا۔

سوال: یہاں سوال یہ ہے کہ یہاں دونوں مسلمان ہیں، جسے یا کافر! اے کافر! کہا گیا، وہ تو اس کا محل و مستحق نہیں تو وہ کفر قائل کی طرف لوٹے گا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ کافر ہوا؟ تو مسلمان کا کفر ہونا لازم آئے گا۔

جواب: حاشیہ ترمذی فتح الملہم وغیرہ میں اس کے متعدد جوابات مکتوب ہیں، جو نظر سے خالی نہیں، راجح جواب وہ ہے جس کی طرف اوپر تشریح کے الفاظ میں ذکر ہے، کہ یہاں عود و رجوع سے مراد اس غلط کلمے کی نحوست و گناہ ہے، علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں "والحاصل ان المقول له، ان کان کافرا کفرا شرعیا فقد صدق القائل، وذهب بها المقول له، وان لم یکن رجعت الی القائل معرة ذلك القول واثمه، وهو من اعدل الاجوبه"۔

مسلمان مرد و عورت پر لعنت کی ممانعت کی بحث ابواب البر والصلة باب ۴۸ میں مفصل گذر چکی ہے۔

۱۷. بَابُ مَاجَاءَ فِيمَن يَمُوتُ وهُوَ يَشْهَدُ أَن لَا إِلَهَ إِلَّا الله
اس شخص کے بیان میں جسکی موت کلمہ اسلام پر ہو

۸۴۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابنِ عَجْلَانَ، عَن مُحَمَّدِ بنِ يَحْيَى بنِ حَبَّانَ عَنِ ابنِ مُحَيرِيزٍ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَن عُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَبَكَيْتُ فَقَالَ مَهْلًا لِمَ تَبْكِي فَوَاللهِ لَئِنِ اسْتُشْهِدْتُ لَأَشْهَدَنَّ لَكَ وَلَئِنْ شُفِّعْتُ لَأَشْفَعَنَّ لَكَ وَلَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَأَنْفَعَنَّكَ، ثُمَّ قَالَ: وَاللهِ مَا مِنْ حَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَكُم فِيهِ خَيرٌ إِلَّا حَدَّثْتُكُمُوهُ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا وَسَأُحَدِّثُكُمُوهُ الْيَوْمَ، وَقَدْ أُحِيطَ بِنَفْسِي، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ النَّارَ.

وفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وعَلِيٍّ وَطَلْحَةَ وَجَابِرٍ وَابنِ عُمَرَ وَزَيْدِ بنِ خَالِدٍ. قَالَ: سَمِعْتُ ابنَ أَبِي عُمَرَ يَقُولُ: سَمِعْتُ ابنَ عُيَيْنَةَ يَقُولُ: مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ كَانَ ثِقَةً مأمونًا فِي الحديثِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ. مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَالصُّنَابِحِيُّ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عُسَيْلَةَ أَبُو عَبْدِ اللهِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّهُ سُئِلَ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ؛ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ، فَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ هَذَا فِي أَوَّلِ الإِسْلَامِ قَبْلَ نُزُولِ الْفَرَائِضِ وَالْأَمْرِ وَالنَّهْيِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَوَجْهُ هَذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، أَنَّ أَهْلَ التَّوْحِيدِ سَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، وَإِنْ عُذِّبُوا بالنار بِذُنُوبِهِمْ فَإِنَّهُمْ لَا يُخَلَّدُونَ فِي النَّارِ.

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي ذَرٍّ وَعِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ وَجَابِرِ بنِ عَبْدِ اللهِ وَابنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَنَسِ بنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أنه قَالَ: سَيَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيدِ وَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ.

وَهَكَذَا رُوِيَ عَنْ سَعِيدِ بنِ جُبَيْرٍ وَإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ وَغَيْرِ وَاحِدٍ مِنَ التَّابِعِينَ. وَقَدْ رُوِي من غير وجه عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. فِي تَفْسِيرِ هَذِهِ الآيَةِ: "رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُو مُسْلِمِينَ" قَالُوا: إِذَا أُخْرِجَ أَهْلُ التَّوْحِيدِ مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُوا الْجَنَّةَ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ.

"صنابحیؒ سے روایت ہے کہتے ہیں عبادۃ بن صامت کی خدمت میں حاضر ہوا اس حال میں کہ وہ بستر مرگ پر تھے۔ میں یہ دیکھ کر رو پڑا آپ نے فرمایا ٹھہر تم روتے کیوں ہو۔ اگر مجھ سے گواہی مانگی گئی تو میں تمہارے حق میں گواہی دونگا۔ اگر میری شفاعت قبول کی جائیگی تو تمہارے لئے شفاعت بھی کرونگا اور اگر مجھ سے ہوسکا تو میں تمہیں نفع بھی پہنچاؤں گا پھر فرمایا میں نے جتنی حدیثیں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں جن میں تمہارا فائدہ ہے، وہ میں نے تم سے بیان کر دیں ہیں سوائے ایک حدیث کے مگر اب وہ بھی میں بیان کئے دیتا ہوں۔ دراں حالیکہ اس وقت میرے نفس کو گھیر لیا گیا ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اللہ نے اس پر دوزخ حرام کر دی"

اس باب میں ابوبکر وعمر، عثمان، علی، طلحہ، جابر ابن عمر اور زید بن خالد سے مذکور ہیں۔ صنابحی سے مراد عبدالرحمن بن عسیلہ ہیں۔ ابوعبداللہ کنیت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے۔

زہریؒ فرماتے ہیں یہ اسلام کے شروع میں تھا جب تک احکام اور امر ونواہی نازل نہیں ہوئے تھے بعض اہل علم کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ کہ کہ توحید والوں پر اگر چہ ان کے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں عذاب ہوگا مگر وہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیں گے۔ ابن مسعود، ابوذر، عمران بن حصین جابر بن عبداللہ، ابن عباس، ابوسعید خدری، اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک قوم جو مومن ہوگی عنقریب دوزخ سے نکلے گی اور جنت میں داخل ہوگی اسی طرح حضرت سعید بن جبیر ابراہیم نخعی اور بہت سے تابعین سے اس آیت رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ کی تفسیر میں وارد ہے۔ کہ جب موحدوں کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ تو کفار حسرت کریں گے ۔کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔

۸۴۹۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَعَافِرِيِّ ثُمَّ الْحُبُلِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُولُ: أَتُنْكِرُ مِنْ هَذَا شَيْئًا؟ أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُونَ؟ يَقُولُ لَا يَارَبِّ فَيَقُولُ: أَفَلَكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُولُ لَا يَارَبِّ فَيَقُولُ: بَلَى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ، فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيهَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، فَيَقُولُ: أُحْضُرْ وَزْنَكَ، فَيَقُولُ يَا رَبِّ مَا هَذِهِ الْبِطَاقَةُ مَا هَذِهِ السِّجِلَّاتُ؟ فَقَالَ فَإِنَّكَ لَا تُظْلَمُ. قَالَ فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كِفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ، وَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللهِ شَيْءٌ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَامِرِ بْنِ يَحْيَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ. بِمَعْنَاهُ وَالْبِطَاقَةُ: الْقِطْعَةُ.

"سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو چن کر الگ کردے گا اور اس پر ننانوے دفتر کھول دے گا ہر دفتر تاحد نگاہ دور ہوگا پھر حق سبحانہ فرمائے گا کیا ان میں سے تجھے کسی پر انکار ہے؟ کیا میرے لکھنے والے فرشتوں نے تجھ پر کوئی ظلم کیا ہے وہ عرض کردے گا نہیں اے پروردگار پھر ارشاد ہوگا تیرا کوئی عذر ہے وہ عرض کریگا نہیں پھر فرمان الٰہی ہوگا۔ میرے پاس تیری ایک نیکی ہے اور یہ بالکل یقینی ہے کہ آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا اتنے میں کپڑے میں لپٹا ہوا ایک رقعہ نکالا جائیگا جس میں لکھا ہوگا "اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمد ا عبدہ و رسولہ" اللہ تعالیٰ فرمائے گا ۔اپنی میزان کے پاس حاضر ہو وہ عرض کریگا الٰہی۔ ان دفتروں کے مقابلہ میں اس رقعہ کی کیا حقیقت ہے۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے ہاں تجھ پر کوئی ظلم نہ کیا جائیگا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کے بعد تمام دفتر ایک پلڑے میں رکھے

جائیں گے اور وہ رقعہ ایک پلڑے میں رکھا جائیگا وہ رکھتے ہی دفتروں کا پلڑا اونچا ہو جائیگا اور رقعہ والا پلڑا بھاری ہو جائیگا اور اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز بھاری نہیں ہوتی" یہ حدیث حسن غریب ہے،

قتیبہ ابن لہیعہ عامر بن یحییٰ نے اسی اسناد کیساتھ اسی کے مثل بیان کیا ہے، بطاقہ کے معنی رقعہ کے ہیں۔

تشریح: اس باب میں اخلاص سے کہے ہوئے کلمہ شہادت کی فضیلت وترجیح کا بیان ہے، سابقہ ابواب میں یہ بیان تھا کہ ایمان کے ساتھ منہیات وممنوعات سے بچنے کی بھرپور کوشش رہے ورنہ کامل مسلمان نہ رہیں گے، اب امید دلوائی کہ اخلاص سے کہا ہوا یہ کلمہ واحدۃ بھی نجات دلائے گا۔

فبکیت: سیدنا عبادہؓ کے شاگرد صنابحیؒ کہتے ہیں میں ان کی آخری حالت دیکھ کر رو پڑا، فراق استاد میں رو پڑے، جس پر انہوں نے تسلی دی جس طرح دنیا میں تمھیں فائدہ پہنچایا آخرت میں بھی تیرا خیال کریں گے، اللہ اکبر حکم تو یہ ہے عیادت کرنے والوں کو تسلی دینے کا یہاں رفیع الدرجات صحابی رسول ہی تسلی دے رہے ہیں، جس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اپنی آخرت کو آباد کیا تھا، آبادی میں جاتے ہوئے آدمی نہیں گھبراتا بھلے موت کے راستے ہی جانا پڑے سچ ہے" تحفة المؤمن الموت"

لا نفعنك: شہادت وشفاعت اور فائدہ پہنچانے کا وعدہ فرمایا، کوکب الدری میں ہے صحابہ کرام کی شان مختلف تھی بعض تو انتہائی خوف وخشیت میں گئے، جیسے سیدنا عمر فاروقؓ علوشان اور جنت کی بشارتوں کے باوجود آخروقت میں خوفزدہ تھے۔ بعض صحابہ پر آخروقت میں رجاء وامید غالب رہی جیسے صاحب واقعہ سیدنا عبادہؓ کہ آخروقت میں اپنے شاگرد کو تسلی دے رہے ہیں اور خود پر امید ہیں۔

الا حدیثا واحدا: کتمان علم کے وبال سے بچتے ہوئے یہ حدیث بیان فرمادی، اور تاخیر اس لئے کی تاکہ لوگ صرف اسی پر بھروسہ کر کے اعمال سے روگردانی نہ کرلیں۔

حرّم اللہ علیہ النار: ایک مطلب تو یہ ہے کہ مغفرت فرمادیں گے اور آگ میں بالکل نہ جائے گا بلکہ آگ کو اس پر حرام کر دیا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ کلمہ گو اپنے گناہوں کی پاداش میں دوزخ میں جائے گا پھر سزا بھگت کر نکالا جائے گا، اب تقریر یہ ہوگی کہ دائمی آگ کو حرام کر دیا۔ جیسا کہ آگے وجہ هذا الحديث عند بعض اهل العلم ..... میں یہی جواب مذکور ہے۔

وقد روی عن الزهری .....: اس میں بھی یہی واضح کیا گیا ہے کہ صرف یہ کہنا کہ کلمہ نجات کے لئے کافی ہے، عمل کی حاجت نہیں، یہ نظریہ باطل ہے، اعمال اور اہتمام کی ضرورت ہے۔ باقی یہ حدیث بقول امام زہریؒ اس ابتدائی دور کی ہے جب صرف کلمہ اور اس کی محنت تھی، دیگر احکام وفرائض اور اوامر ونواہی نازل نہ ہوئے تھے، تب صرف کلمہ کافی تھا۔ باقی ہم نے واضح کر دیا کہ اس کو ابتداء اسلام پر محمول کرنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں کہ دائمی آگ کی حرمت مقصود ہے۔

وقد روی عن ابن مسعود.....: اس میں اسی بات کی تائید ہے کہ کلمہ گو شامت اعمال سیئہ کی وجہ سے دوزخ میں جائے گا، پھر سزا بھگت کر، کسی کی سفارش سے، اللہ کی عنایت سے، الغرض ایک نہ ایک دن نکالا جائے گا، تب کافر یہ چاہیں گے اور کہیں گے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے تو آج نکال لئے جاتے۔

ان لك عندنا حسنة: یہ کونسا آدمی ہے جس کے پاس ایک نیکی ہے؟

۱۔ یہ مسلمان ہوگا جس نے پوری عمر کلمہ شہادت کے سوا کوئی نیکی ہی نہ کی ہوگی، پھر توبہ کے بغیر مر گیا۔ اب ننانوے دفاتر گناہوں کے اور نیکی ایک۔ اسے اللہ تعالیٰ اظہار عدل کے لئے فرمائیں گے جاؤ وزن کرالو۔

۲۔ یہ وہ آدمی ہوگا جس نے اسلام قبول کیا، کلمہ شہادت پڑھا اور انتقال ہوگیا، اس کے پاس ایک نیکی ہے مزید کا موقع ہی نہیں ملا۔ لیکن یہ قول مرجوح ہے، وجہ ظاہر ہے کہ اس کے بداعمالیوں کے ننانوے دفاتر کا ذکر ہے، اگر اسلام قبول کر کے مرتا تو "الاسلام یهدم ما كان قبله" کے منافی ہے، کلمہ پڑھتے ہی مر گیا تو سابقہ سب مٹ گئے، اس لئے یہ مرجوح بلکہ مردود ہے۔

۳۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں اس نے زندگی میں کلمہ پڑھا تو بارہا لیکن قبول ایک مرتبہ ہوا، اس لئے "حسنة" مفرد فرمایا۔

۴۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے مراد وہ کلمہ ہے جو اس نے موت کے وقت کہا۔ یہ سب گفتگو اس پر ہے کہ اس کے پاس ایک نیکی ہے تو بارہا کلمہ پڑھنا کہاں گیا تو یہ تاویلات مذکور ہوئیں۔

یہاں دوسری بحث یہ ہے کہ صرف بطاقۃ واحدۃ اور ایک نیکی ہی غالب آجائے گی یا دیگر اعمال صالحہ کے ساتھ مل کر غالب ہوگی؟ اس میں ظاہر حدیث کا مقتضی تو یہ ہے کہ یہی ایک نیکی ہی غالب ہوگی۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ نیکی دیگر نیکیوں کے ساتھ مل کر راجح ہوگی، لیکن دیگر صالحات کا وزن اسی کی وجہ سے ہوگا۔ وفی الکوکب من المرقاۃ "ثم يحمل ان تكون البطاقة وحدها غلبت السجلات، وهو الظاهر المتبادر، ويحتمل ان تكون مع سائر اعماله الصالحة، لكن الغلبة ماحصلت الا ببركة هذه البطاقة"

ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ حدیث پاک میں ایک نیکی کا ذکر ہے، دیگر نیکیوں کی نفی سے حدیث ساکت ہے، یہ بھی ہے کہ دیگر اعمال صالحہ ہوں لیکن درجہ قبولیت کو نہ پہنچتے ہوں۔ "فانها كانت فی غاية من الاخلاص والقبول" اخلاص کامل کی وجہ سے یہ مقبول ہوا ہو۔

كتبتي الحافظون: كتبة كاتب کی جمع مکسر ہے، مثل ضربة ضارب سے، یہ مرکب توصیفی "أظلمك" کا فاعل مؤخر ہے۔ کیا میرے لکھنے والوں نے زیادتی تو نہیں کی، آج یہاں بھی زیادتی نہ ہوگی چھوٹی بڑی نیکیاں وزن کرالو، یہ بطاقہ بھی۔

فيخرج بطاقة: البطاقة على وزن الكتابة، الرقعة الصغيرة المنوط بالثوب، فيها رقم ثمنه، سمّيت بها لانها تشدّ بطاقة من هدب الثوب " (القاموس) اس عبارت میں بطاقہ کی تعریف، تعلیل، وجہ تسمیہ کو واضح کردیا۔ یہ کتابۃ کی مثل ہے، چھوٹی پرچی، جیسے رومال، دوپٹہ وغیرہ کے کونے میں پیسے باندھ لئے جاتے تھے، بطاقہ اس لئے کہا گیا کہ کپڑے کے کونے میں لپیٹ دی جاتی ہے۔

بطاقة الثوب: کاغذ کی وہ چٹ جس پر کپڑے کی قیمت لکھی ہوتی ہے، جمع بطائق۔

یہاں دوسری بات یہ ہے کہ "ب" اصل اور نفس کلمہ کی ہے یا زائدہ ہے۔ علامہ طیبیؒ کہتے ہیں یہ طاق، یطوق سے ہے، با زائدہ جارہ ہے، یہ اہل مصر کے ہاں کثیر الاستعمال ہے، اب با کو مستقل اور باقی رکھا گیا ہے۔ اس کا مادہ بطق نہیں ہے۔ یہ تحقیق بجا و درست ہے، اب استعمال میں با جارہ نہیں بلکہ نفس کلمہ تصور ہوتی ہے، جر نہیں دیتی آخر میں ہے " والبطاقة القطعة" الف لام کا

داخل ہونا استعمال میں نفس کلمہ ہونے کی دلیل ہے۔

۱۸. بَابُ افتراق هذه الأمة

اس امت کے فرقے

۸۵۰۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ أَبُو عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا الفضل بْنُ مُوسَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: تَفَرَّقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، أَوِ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَالنَّصَارَى مِثْلَ ذَلِكَ، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً. وفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَعَبْدِ اللهِ بنِ عَمْرٍو وَعَوْفِ بنِ مَالِكٍ

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ

"سیدنا ابوھریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ نے فرمایا یہودی اکہتر یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور نصرانی بھی اسی طرح لیکن میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہوگی"

اس باب میں سعد، عبداللہ بن عمرو اور عوف بن مالک سے روایات ہیں۔ حدیث ابوھریرہؓ حسن صحیح ہے۔

۸۵۱۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرحمٰن بنِ زِيَادِ بنِ أَنْعَمَ الْأَفْرِيقِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالَ مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي. هَذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مُفَسَّرٌ، لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هذَا إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.

"سیدنا عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت پر بھی ضرور وہ کچھ آئے گا جو بنی اسرائیل پر گذرا ٹھیک اس طرح جیسے جوتیوں کا جوڑا کہ ایک جوتی دوسری جوتی کے برابر ہوتی ہے۔ یہانتک اگر کوئی ان میں سے اپنی ماں کے پاس کھلے عام آیا ہوگا تو ضرور میری امت میں بھی ایسا شخص ہوگا جو یہ کام کریگا اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں ہوگی۔ سب کے سب آگ میں داخل ہوں گے مگر ایک فرقہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ فرقہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب"

یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اسکو اسطرح صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

۸۵۲۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بنُ عَرَفَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ يَحْيَى بنِ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بنِ عَمْرٍو: يَقُولُ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى خَلَقَ خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ، فَأَلْقَى عَلَيْهِمْ مِنْ نُورِهِ، فَمَنْ أَصَابَهُ مَنْ ذَلِكَ النُّورِ اهْتَدَى، وَمَنْ أَخْطَأَهُ ضَلَّ، فَلِذَلِكَ أَقُولُ جَفَّ الْقَلَمُ عَلَى عِلْمِ اللهِ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حديثٌ حسنٌ.

"سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہتے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا اللہ نے اپنی مخلوق اندھیرے میں پیدا

کی پھراس پر اپنی روشنی ڈالی، سوجس پر وہ روشنی پڑگئی اس نے ہدایت پائی۔اور جو روشنی سے چوک گیا وہ گمراہ رہا، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ کے علم پر قلم خشک ہو چکا'' یہ حدیث حسن ہے''

۸۵۳۔ مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدُ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَتَدْرِي مَا حَقُّ اللهِ عَلَى العِبَادِ؟ فَقُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ: فَإِنَّ حَقَّهُ عَلَيْهِمْ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً قَالَ: فَتَدْرِي مَا حَقُّهُمْ عَلَى اللهِ إِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ؟ قَالَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ.

''سیدنا معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ بندے صرف اسی کی بندگی کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں، پھر فرمایا اچھا یہ جانتے ہو کہ جب بندے ایسا کرلیں تو انکا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اسکا رسول زیادہ جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا یہ ہے کہ وہ انکو عذاب نہ دے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے

اور معاذ بن جبلؓ سے اس طریق کے علاوہ بھی مذکور ہے محمود بن غیلان۔ابوداود، شعبہ، حبیب بن ابی ثابت۔

۸۵٤۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ وَعَبْدِ العَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ وَالْأَعْمَشِ. كُلُّهُمْ سَمِعُوا زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: أَتَانِي جِبْرَائِيلُ فَبَشَّرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ نَعَمْ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ.

''سیدنا ابوذرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور مجھے اس بات کی بشارت دی کہ جو شخص اس حالت میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھراتا ہو۔وہ جنت میں داخل ہوگا۔میں نے عرض کیا اگر چہ چوری کرے آپ نے فرمایا ہاں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اس باب میں ابوالدرداءؓ سے روایت ہے۔

تشریح: وتفترق امتي على ثلاث وسبعين فرقة:

۱۔امت سے مراد ''امت دعوت'' ہے، یعنی پوری امت مطیع وعاصی مؤمن وکافر سب مراد ہوں، تو پھر تمام گروہ مراد ہوں گے کافروں اور مسلمانوں کے گروہوں کا مجموعہ اس تعداد کو پہنچے گا۔

۲۔امت سے ''امت اجابت'' مراد ہے، اب اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے گروہ مراد ہوں گے۔اکثر اہل علم کے نزدیک قول ثانی راجح ہے کہ امت اجابت مراد ہے۔

افتراق سے کونسی فرقہ بندی اور اختلاف مراد ہے؟ یہاں مشکل ترین بحث یہ ہے کہ کونسے اختلافات مراد ہیں، پھر ان کا مصداق کون ہیں، اس کے لئے حضرت سہارنپوری کا قول درج ہے ''والمراد من هذا التفرّق التفرّق المذموم الواقع في اصول

الدین، واما اختلاف الائمة فی الفروع فلیس بمذموم، بل ھو من رحمة الله، فانك تری ان الفرق المختلفة فی الفروع کلھا متّحدة فی الاصول، ولا یضلّل بعضھم بعضا، واما المفترقون فی الاصول فیکفر بعضھم بعضا" (بذل ۱۸۹/۵) ان شاء اللہ یہ حوالہ شافی وافی ہے مذکورہ بحث کو سمجھنے کے لئے، پھر اس کی عملی مثال موجود ہے کہ ائمہ اربعہ بلکہ اہل ظواہر تک میں سے کوئی ایک دوسرے کی تکفیر وتضلیل تو کجا تحقیر بھی نہیں کرتے حتی کہ امام شافعیؒ نے ادب میں اپنا مسلک چھوڑ دیا کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی، پھر تصریح کی "استحي من صاحب ھذا القبر" میں نے امام ابوحنیفہ کے ادب میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔ اسی بالکل دور حاضر کی عملی مثال ہے کہ ایک شخص نے "امام کعبہ الشیخ الشریم آل سعود" سے کہا آپ جنازے میں ایک سلام کہتے ہیں حنفی دو سلام کہتے ہیں؟ تو شیخ نے متانت سے جواب دیا "وہ زیادہ ثواب لیتے ہیں" مزید واقعات تطویل سے بچتے ہوئے درج نہیں کئے گئے، ہاں اتنی بات ضروری ہے فروعی اختلاف کے باوجود ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین میں سے کسی ایک بھی معتدل مزاج اور محقق نے دوسرے کی تحقیر نہیں کی، تحقیق مباحث شیءِ دیگر است۔

فرقۂ ناجیہ؟ نجات پانے والا فرقہ کونسا ہے؟ ہر ایک کا دعوی اپنے حق میں ہے، ہم کوشش کرتے ہیں کہ اس کا جواب مرفوع مل جائے ورنہ ہر کس وناکس کا کیا اعتبار؟ امام ترمذی نے دوسری حدیث میں اس کا جواب ذکر کر دیا ہے "قالوا من ھی؟ یا رسول الله قال: ما انا علیه واصحابی" اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ "فرقہ ناجیہ" اہل السنۃ والجماعۃ حضور وصحابہ کے متبعین ومحبین ہیں، چنانچہ "اہل السنۃ والجماعۃ" کے لفظ کی تصریح بھی ہے۔ رافضیوں کے مصنفین بھی اس کے قائل ومقر ہیں کہ اتباع سنت اھل السنة میں ہے انہیں کی کتاب سے ملاحظہ ہو "وامّا اھل السنة فقد تمسکوا ما سنّ الله ورسوله وان قلو" احتجاج طبرسی ۲۴۴/۲ طبع قدیم ایران

قابل غور! مزید غور طلب امر یہ ہے کہ "ما انا علیه واصحابی" کس گروہ اور کونسے لوگوں پر سچا آتا ہے، اس کے لئے اصول سن لیں وصول از خود ہو جائے گا۔ جس کا عقیدہ صحابہ کے عقائد کے مطابق ہو، وضو صحابہ کے وضو کے مطابق ہو، جس کی نماز حضور وصحابہ کے مطابق ہو، جس کی اذان حضرت بلالؓ وابو محذورہؓ کی اذان کے مطابق ہو، جس کی خوشی صحابہ کی خوشی کے مطابق ہو، جس کا عقد سیدۃ نساء اہل الجنۃ کے طرز پر ہو، جس کی غمی اور اس کے اثرات صحابہ کے مطابق ہوں، الغرض مرنا جینا پوری زندگی حتی المقدور حضور وصحابہ کے مطابق ہو، وہ اس کا مصداق ہے، وہ فرقہ ناجیہ ہے۔

عوامی اشکال: بعض عوام سے یہ اعتراض سننے میں آتا ہے، جی ہم کیا کریں، کہاں جائیں، کتنے فرقے ہیں، ہر ایک نے نیا نام دھرا ہوا ہے.....اس کے لئے گذارش ہے کہ نہایت متانت وسنجیدگی سے اتنا فرمایئے کہ جناب بازار سے اشیاء تو لیتے ہوں گے، ضرور خریدتے ہوں گے تو اچھے کپڑے کی پہچان، صاف وپکے پھل کی پہچان، عمدہ بیج کی پہچان، حتی کہ مصالحہ جات اور سبزیوں کی پہچان ہے، اور بیسیوں جگہ تحقیق وجستجو کرتے ہیں تو مشفق ذرا دین کے بارے میں بھی تحقیق وچھان بین کر لیں، علم سب کے پاس نہیں عقل تو سب کے پاس ہے۔ قرآن نے "فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون" (انبیاء ۷) کس کے لئے فرمایا ہے؟ اس لئے دوسروں پر اعتراضات تھوپنے کی بجائے تحقیق کر لیں، ہاں یہ بھی یاد رکھیں خود اہلیت نہیں تو ماہرین سے دریافت کر لیں اور ان پر بھروسہ

کرلیں، ہاں اتنا مزید گوارہ کرلیں کہ ماہر طبیب وہ نہیں جس نے ایک طب کی کتاب پڑھی اور ''دارالطب'' کے ایک دروازے سے داخل ہوا دوسرے سے نکل گیا، اسی طرح ہر داڑھی والا اور مولوی کہلوانے والا ماہر نہیں ہوتا ہاں جستجو کریں گے تو بے شمار ملیں گے جویندہ یابندہ، ومن جدّ وجد۔ خلق خلقه في ظلمة: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو تاریکی میں پیدا کیا پھر ان پر روشنی ڈالی۔

ظلمت ونور سے کیا مراد ہے؟ ۱۔ تاریکی سے قوت بہیمیہ اور نورانیت سے قوت ملکہ مراد ہے۔

۲۔ تاریکی سے نفس امارہ، شہوات ردیہ، خواہشات مضلہ اور نور سے نور ایمان، معرفت وایقان، طاعۃ واحسان مراد ہیں۔

۳۔ تاریکی سے حسد، حرص، عادات سیئہ اور نور سے توفیق ہدایت اور اخلاق حمیدہ مراد ہیں۔

۴۔ تاریکی سے جہالت اور نور سے معرفت مراد ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم کفر وضلال اور رزائل کی طرف لے جاتی ہے اور دوسری قسم ہدایت وایمان اور اچھے اخلاق وعادات کی طرف لے جاتی ہے۔ (کوکب)

جف القلم علی علم الله: هي كناية عن الفراغ من كتابة التقدير۔ یہ تقدیروں کے لکھنے سے فراغت کا کنایہ ہے

عن معاذ بن جبل: زادالطالبین میں آخری حدیث ہم نے یہی پڑھی ہے۔

قلت وان زني وان سرق: ابواب الایمان کی پہلی حدیث میں ''لا اله الا الله'' اور آخری میں ''لا يشرك بالله'' ذکر کر کے اہمیت عقیدہ توحید کے ساتھ یہ بھی واضح کردیا کہ مرتکب کبیرہ مخلد في النار نہیں۔ اس میں خوارج وغیرہ کی تردید، اہل حق کی تائید کے ساتھ یہ بھی اشارہ کردیا کہ دنیا میں تحفظ اور آخرت میں نجات اسی کلمہ توحید کی بناء پر ہوگی۔ مسئلہ سمجھانے کے ساتھ ابواب الایمان کے اختتام کی طرف بھی اشارہ ہوگیا۔

تمّت ابواب الايمان وتليها ابواب العلم

أبواب العلم عَن رَسُولِ اللّٰه ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول علم کے ابواب

علم کی تعریف: ا۔ حصول صورة الشئی فی العقل. حکماء اور متکلمین علم کی (لغوی) تعریف یہ کرتے ہیں کہ کسی چیز کی صورت کا عقل اور ادراک میں آنا ۲۔ ھو صفة یتجلی بھا المذکور لمن قامت بہ. جاننے والے کے ذہن میں کسی چیز کا منکشف اور روشن ہونا یہ علم ہے۔ ۳۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ علم قلب مومن میں اس نور کا نام ہے جو چراغ نبوت سے روشن ہوتا ہے یہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال احوال کے جاننے سے حاصل ہوتا ہے۔

علم کی اقسام: ا کسبی: جو کسی بشر کے واسطہ وکسب سے حاصل ہو۔ ۲۔ علم لدنی۔ جو کسی بشر وانسان کے واسطہ کے بغیر عطاء حاصل ہو

علم لدنی کی اقسام ونسبت: ا وحی ۲۔ الہام ۳۔ فراست۔ الہام وفراست وحی کے تابع ہیں وحی ان کے تابع نہیں۔

حصول کے اعتبار سے علم کی اقسام: ا۔ علم الیقین: جو نظر واستدلال سے حاصل ہو ۲۔ عین الیقین جو مشاہدہ سے حاصل ہو۔ ۳۔ حق الیقین: جو تجربہ سے حاصل ہو۔ ﴿لترونّ الجحیم ثم لترونھا عین الیقین﴾ البتہ تم جہنم کو دیکھ لوگے پھر ضرور اسے دیکھ لوگے۔ ﴿اِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ﴾ الحاقۃ ۵۱۔ بے شک وہ سچ اور یقینی ہے۔ ﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ﴾ واقعہ ۹۵۔ بے شک وہ عین سچ اور برحق ہے۔ ان آیات سے یہی اقسام مفہوم ہوتی ہیں۔

عملی زندگی میں علم کی دو قسمیں: ا۔ عوام کا علم ۲۔ خواص کا علم: مرقات شرح مشکوۃ کتاب العلم۔

عوام کا علم: ارکان اسلام، حدود شرعیہ، اوامر ونہی، قرآن وحدیث کے صریح اور واضح مسائل واحکام کو جاننا یہ عوام کا علم ہے اور یہ سب پر لازم ہے، پھر اپنے متعلقہ شعبے کا علم مثلاً تاجر ہے تو بیع، اجارہ وغیرہ کے احکام، زارع ہے تو زراعت کے مسائل۔ وقس علی ذالک

خواص کا علم: قرآن کریم اور حدیث مبارکہ کے تمام فروعی احکام صریح عبارت، اشارت، دلالت، اقتضاء، اجماع وقیاس وغیرہ سب کو جاننا اور صحیح تعلیم کی معرفت اور پیش آمدہ مسائل میں تحقیق کر کے صحیح حل پیش کرنا جیسی استعداد پیدا کرنا ضروری ہے۔ اور یہ خواص کا علم ہے۔ جس کیلئے چند افراد کا ہونا ضروری ہے لیکن کثرت بہتر وافضل ہے مزید علم کے فضائل اور آداب مقدمہ میں ذکر ہو چکے ہیں۔ بیہقی فی شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۲۔

١۔ بابُ اِذَا أَرَادَ اللّٰہ بِعَبْدٍ خَیْراً فَقَّهَهُ فی الدِّین

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے دین کی سمجھ دیتے ہیں

۸۵۵۔ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بنُ حُجْرٍ، حدثنا اِسْمَاعِیْلُ بنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِی عَبْدُاللّٰہِ بنُ سَعِیدِ بنِ أَبِی هِنْدٍ، عَن أَبِیهِ، عَن ابنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: مَنْ یُرِدِ اللّٰہُ بِهِ خَیْراً یُفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ.

وَفِی البَابِ عَن عُمَرَ وَأَبِی هُرَیْرَةَ وَمُعَاوِیَةَ. هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ جب کسی کے ساتھ نیکی کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے

دین کی سمجھ عطا کرتے ہیں" ۔اس باب میں عمرؓ، ابوھریرہ اور معاویہؓ سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: یفقهه فی الدین: مضارع از تفعیل۔فہم دینی اور علم دین عطا فرماتے ہیں، ای یجعله عالما فی الدین ۔فقیہ کی وضاحت: انما الفقیه الزاهد فی الدنیا، الراغب فی الآخرة، البصیر بامر دینه، المداوم علی عبادة ربه، وفی روایة انما الفقیه من انفتحت عینا قلبه فنظر الی ربه" حاشیه.

حدیث کا مطلب: ہم نے بارہا پڑھا ہے کہ انسان کی اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی، روشنی عطاء کی، تو ایمان، عمل، توفیق، علم یہ سب امور خیر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطاء فرمائے ہیں، یہاں خصوصی اور عظیم نعمت دینی سمجھ، دینی مزاج، دینی ذہن اور تفقہ کا ذکر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ جس پر خصوصی انعام فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں کہ دارین کی کامیابی اسی میں ہے۔

٢۔بابُ فَضْلِ طَلَبِ الْعِلْمِ

طلب علم کی فضیلت کے بیان میں

٨٥٦۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلاَنَ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ سَلَكَ طَرِيقاً يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْماً سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيقاً إِلَى الْجَنَّةِ. هذا حديثٌ حسنٌ.

"سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو علم کی خاطر کسی راستہ پر چلا اللہ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں" یہ حدیث حسن ہے۔

٨٥٧۔حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أخبرنا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ العتكيُّ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتَّى يَرْجِعَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ. وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَرْفَعْهُ.

"سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو علم کی طلب میں نکلا وہ واپس ہونے تک اللہ کے راستہ میں ہے" یہ حدیث حسن غریب ہے بعض نے اس کو مرفوع روایت نہیں کیا۔

٨٥٨۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُعَلَّى، أَخْبَرَنَا زِيَادُ بْنُ خَيْثَمَةَ، عَنْ أَبِي دَاوُدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَخْبَرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ ضَعِيفُ الإِسْنَادِ. أَبُو دَاوُدَ نُفَيْعٌ الأَعْمَى، يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ وَلاَ نَعْرِفُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَخْبَرَةَ كَبِيرَ شَيْءٍ وَلاَ لأَبِيهِ.

"سیدنا سخبرہ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جس نے علم طلب کیا تو وہ اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہوگیا" اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے، ابوداؤد کا نام نفیع اعمی ہے، یہ حدیث میں ضعیف ہے عبداللہ بن سخبرہ اور ان کے والد سے بھی کچھ زیادہ روایات مروی نہیں۔

تشریح: فهو فی سبیل الله حتی یرجع: طالب وطالبہ علم کی مجاہد ومجاہدہ سے تشبیہ کی وجہ؟ قال المظهری: وجه مشابهة طلب العلم بالمجاهدة فی سبیل الله انه احیاء الدین، واذلال الشیطان، واتعاب النفس، وکسر الهوایٰ

و اللذة. جہاد میں اعلاء کلمۃ اللہ ہے یہاں احیاء الدین ہے، وہاں تیر وکمان اور سیف سنان ہے یہاں جہد وکسب اور قلم وامتحان ہے، وہاں کفار کا مقابلہ ہے یہاں شیطان کا مقابلہ ہے، وہاں جان کی قربانی ہے یہاں اپنی مرضی کی۔ نان کی قربانی ہے۔ وہاں کفر سے جہاد ہے، یہاں جہل سے جہاد ہے۔ مقصود دونوں سے وصول الی الحق ہے۔

کان کفارة لما مضیٰ: صغائر کا معاف ہونا اور توبہ کی توفیق مراد ہے۔

۳۔بَابُ مَاجَاءَ فِی كِتْمَانِ الْعِلْمِ

علم چھپانے پر وعید کے بیان میں

۸۵۹۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بُدَيْلِ بْنِ قُرَيْشٍ الْيَامِيُّ الْكُوفِيُّ، حدثنا عَبْدُاللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ زَاذَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَعَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُوعِيسَى: حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس سے کوئی علم کی ایسی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا ہے پھر چھپالیا تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی"

اس باب میں جابر اور عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے، حدیث ابی ہریرہؓ حسن ہے۔

تشریح: بلجام من النار: جس نے اس ضرورت اور طلب کے وقت منہ بند کرلیا ویسے ہی سزا دی جارہی ہے۔ امتحان میں نہ بتانا یا کسی ناسمجھ کو نہ بتانا یا کسی مصلحت سے اعراض کرنا قابل گرفت نہیں، "ولم یکن فی اظھارہ مفسدۃ"

٤۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الاِسْتِيصَاءِ بِمَنْ يَطْلُبُ الْعِلْمَ

علم کے طلبہ کے بارے میں نیکی کی وصیت کے بیان میں

۸۶۰۔حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، حدثنا أَبُودَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي هَارُونَ [الْعَبْدِيِّ] قَالَ، كُنَّا نَأْتِي أَبَاسَعِيدٍ فَيَقُولُ مَرْحَباً بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تَبَعٌ وَإِنَّ رِجَالاً يَأْتُونَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الأَرْضِ يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ، فَإِذَا أَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْراً. قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِاللهِ، قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: كَانَ شُعْبَةُ يُضَعِّفُ أَبَاهَارُونَ الْعَبْدِيَّ. قَالَ يَحْيَى [بْنُ سَعِيدٍ]: وَمَا زَالَ ابْنُ عَوْنٍ يَرْوِي عَنْ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ حَتَّى مَاتَ. وَأَبُوهَارُونَ اسْمُهُ عُمَارَةُ بْنُ جُوَيْنٍ.

"ابو ہارونؒ کہتے ہیں ہم ابوسعیدؓ کے پاس آتے تو وہ فرماتے رسول اللہ کی وصیت پر مرحبا، بلاشبہ رسول اللہ نے فرمایا ہے سب لوگ تمہارے تابع ہیں اور بہت سے لوگ زمین کے چاروں طرف سے دین کی سمجھ حاصل کرنے کیلئے تمہارے پاس آئیں گے سو جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انکے حق میں نیکی وبھلائی کی وصیت قبول کرو"

علی بن عبداللہ یحیی بن سعید سے نقل کرتے ہیں کہ شعبہ ابوہارون عبدی کو ضعیف سمجھتے تھے، نیز یحیی فرماتے ہیں ابن عون برابر ابوہارون عبدی سے روایت کرتے رہے یہاں تک کہ اسکا انتقال ہوا، ابوہارون کا نام عمارۃ بن جوین ہے۔

۸۶۱۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حدثنا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: يَأْتِيكُمْ رِجَالٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ يَتَعَلَّمُونَ، فَإِذَا جَاؤُوكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْراً. قَالَ: فَكَانَ أَبُو سَعِيدٍ إِذَا رَآنَا قَالَ: مَرْحَباً بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ. قَالَ هَذَا حَدِيثٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ.

''سیدنا ابوسعید خدریؓ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا تمھارے پاس مشرق سے لوگ علم کی تلاش میں آئیں گے سو جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انکے بارے میں نیکی کی وصیت قبول کرو''

ابو ہارون کہتے ہیں حضرت ابوسعید کی عادت تھی کہ جب وہ ہمیں دیکھتے تو کہتے رسول اللہ کی وصیت تم کو مبارک ہو ہم اس کو صرف ہارون عبدی کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

تشریح: اس باب کا مقصد یہ ہے کہ علم کی سچی طلب رکھنے والوں سے نرمی سے پیش آئیں، ان کی پوری پوری اصلاح اور خیر خواہی کریں، ہاں ''شر خیر'' والوں کو داخلہ نہ دینا اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ ان کا مقصود تعلیم کے سوا کچھ اور ہوتا ہے۔ ان الناس لکم تبع: یہ زید عدل کے قبیل سے ہے کہ مبالغۃ تابع کی بجائے مصدر تبع کہا گیا۔ سیدنا ابوسعید خدریؓ طلبہ کو دیکھ کر فرماتے مرحبا بوصية رسول الله ﷺ

۵۔بَابُ مَاجَاءَ فِي ذَهَابِ الْعِلْمِ
علم اُٹھ جانے کے بیان میں

۸۶۲۔حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعاً مِنَ النَّاسِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِماً اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوساً جُهَّالاً فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا.

وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَزِيَادِ بْنِ لَبِيدٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَقَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، وَعَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَ هَذَا.

''سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہ اٹھائیں گے کہ لوگوں سے علم کو اٹھالے بلکہ وہ علم کو اٹھائیں گے علماء کے اٹھانے کے ساتھ حتی کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے اور ان سے مسائل پوچھیں گے وہ علم کے بغیر فتوی دیں گے تو وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے'' اس باب میں عائشہ اور زیاد بن لبید سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے، زہری نے بھی اس کو بواسطہ عروہ عبداللہ بن عمر اور عائشہؓ سے نقل کیا ہے۔

۸۶۳۔حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، أَنْبَأَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، حدثني مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَشَخَصَ بِبَصَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ قَالَ: هَذَا أَوَانُ يُخْتَلَسُ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتَّى لَا يَقْدِرُوا مِنْهُ عَلَى شَيْءٍ. فَقَالَ زِيَادُ بْنُ لَبِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ: كَيْفَ يُخْتَلَسُ مِنَّا، وَقَدْ قَرَأْنَا الْقُرْآنَ فَوَاللّٰهِ

لَنَقْرَأَنَّهُ،وَلَنُقْرِئَنَّهُ نِسَاءَ نَا وَأَبْنَاءَ نَا؟قَالَ:ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَازِيَادُ إِنْ كُنْتُ لَأَعُدُّكَ مِنْ فُقَهَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ:هَذِهِ التَّوْرَاةُوَالإِنْجِيلُ عِنْدَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى فَمَاذَا تُغْنِي عَنْهُمْ؟قَالَ جُبَيْرٌ:فَلَقِيتُ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ فَقُلْتُ أَلَاتَسْمَعُ مَايَقُولُ أَخُوكَ أَبُوالدَّرْدَاءِ؟ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي قَالَ أَبُوالدَّرْدَاءِ،قَالَ صَدَقَ أَبُوالدَّرْدَاءِ إِنْ شِئْتَ لَأُحَدِّثَنَّكَ بِأَوَّلِ عِلْمٍ يُرْفَعُ مِنَ النَّاسِ:الْخُشُوعُ،يُوشِكُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَالْجَامِعِ فَلَاتَرَى فِيهِ رَجُلًاخَاشِعاً.

قَالَ أَبُوعِيسَى:هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ،وَمُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ،ثِقَةٌ عِنْدَأَهْلِ الْحَدِيثِ،وَلَا نَعْلَمُ أَحَداً تكلّم فِيهِ غَيْرَيَحْيَى بنِ سَعِيدٍ الْقَطَّان ،وَقَدْرُوِيَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بنِ صَالِحٍ نَحْوَ هَذَا،وَرَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمنِ بنِ جُبَيْرِبنِ نُفَيْرٍ، عَنْ عَوْفِ بنِ مَالِكٍ،عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

''سیدنا ابوالدرداءؓ سے مروی ہے کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور فرمایا یہ وہ وقت ہے کہ اس کے بعد لوگوں سے علم چھین لیا جائے گا نتیجہ یہ ہوگا کہ علم کا کوئی حصہ ان کے پاس باقی نہ رہے گا اس پر حضرت زیاد بن لبید انصاری نے عرض کیا ہم میں سے علم کیسے جاتا رہے گا جبکہ ہم نے قرآن پڑھ لیا ہے سو اللہ کی قسم ہم لوگ خود بھی قرآن پڑہیں گے۔اور اپنی عورتوں اور بیٹوں کو بھی پڑہائیں گے آپ نے فرمایا زیادہ تیری ماں تجھے روئے میں تو تجھے مدینہ کے دانا لوگوں میں سمجھتا تھا۔یہ تورات اور انجیل عیسائیوں کے پاس موجود ہے پھر ان لوگوں کو ان سے کیا فائدہ پہونچ رہا ہے یہ حدیث بیان کر کے جبیر نے کہا میں نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مل کر کہا کہ آپ نے کچھ سنا بھی۔آپ کے بھائی حضرت ابودرداء کیا کہتے ہیں یہ حدیث کہہ کہ حضرت ابودرداءؓ کی یہ حدیث ان کو سنادی۔عبادۃ بن صامت نے اس کو سن کر فرمایا ابودرداء نے سچ کہا اگر تم چاہو تو میں تمہیں یہ بھی بتادوں کہ سب سے پہلے کونسا علم اٹھیگا وہ خشوع ہے قریب ہی وہ وقت آرہا ہے کہ تم جامع مسجد میں داخل ہو گے تو ایک آدمی بھی وہاں خشوع والا نہ دیکھو گے''

یہ حدیث حسن غریب ہے،معاویہ بن صالح محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں یحیٰی بن سعید قطان کے علاوہ کسی نے ان کے بارے میں کلام نہیں کیا،معاویہ بن صالح سے بھی اس حدیث کے مثل مذکور ہے،بعض نے اسحدیث کو بواسطہ عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر،بواسطہ والدعوف بن مالک نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔

تشریح: اس باب میں علم کے اٹھنے اور جہالت وفتنوں کے پھیلنے کا ذکر ہے۔

ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ای مجوامن الصدور ۔ یعنی مٹادیں یوں نہ ہوگا۔آپ ﷺ نے یہ حجۃالوداع کے موقع پر فرمایا:کہ علم قبض ہونے سے پہلے حاصل کرلو۔تو دیہاتی نے کہا کیسے اٹھیگا۔فرمایا:اہل علم اور اسکے حاملین اٹھالئے جائیں گے۔الفاظ حدیث یہ ہیں۔ خذوا العلم قبل ان یقبض او یرفع فقال اعرابیّ کیف یرفع فقال أ لا ان ذھاب العلم ذھاب حملتہ ! ثلث مرات ۔ ابن منیرؒ کہتے ہیں کہ سینے سے مٹانے پر بھی قدرت کاملہ ہے لیکن حدیث میں دوسری صورت کا ذکر ہے۔ ورنہ الفاظ قرآن بھی تو اٹھالئے جائیں گے کہ بالکل قیامت کے قریب صبح لوگ اٹھیں گے تو صاف اوزاق ہونگے۔

٦۔باب ماجاء فی من یَطْلُبُ بِعِلْمِهِ الدُّنیا

علم کے ذریعہ دنیا کمانے والے کے انجام کے بیان میں

٨٦٤۔حَدَّثَنَا ٣أَبُو الأَشْعَثِ، أَحْمَدُ بنُ المِقْدَامِ العِجْلِيُّ البَصْرِيُّ، حدثنا أُمَيَّةُ بنُ خَالِدٍ، حدثنا إِسْحَاقُ بنُ يَحْيَى بنِ طَلْحَةَ، حَدَّثَنِي ابنُ كَعْبِ بنِ مَالِكٍ عَن أَبِيهِ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ طَلَبَ العِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ العُلَمَاءَ أَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ وَيَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ. وَإِسْحَاقُ بنُ يَحْيَى بنِ طَلْحَةَ لَيْسَ بِذَاكَ القَوِيِّ عِنْدَهُمْ، تُكُلِّمَ فِيهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

''ابن کعب بن مالک اپنے والد کعب بن مالک سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا جس نے علم اس لئے حاصل کیا کہ اس کے ذریعہ علماء سے فخر ومقابلہ کرے یا اس کے ذریعہ بیوقوفوں سے جھگڑا اور بحث کرے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ میں داخل کریں گے''

یہ حدیث غریب ہے ہم اسکو صرف اس طریقہ سے پہچانتے ہیں۔ اسحاق بن یحیٰی بن طلحہ محدثین کے نزدیک کچھ زیادہ قوی نہیں ہے انکے حفظ کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔

٨٦٥۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ نَصْرِ بنِ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَبَّادٍ الهُنَائِيُّ أخبرنا عَلِيُّ بنُ المُبَارَكِ، عَن أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَن خَالِدِ بنِ دُرَيْكٍ عَن ابنِ عُمَرَ، عَن النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً لِغَيْرِ اللّٰهِ أَوْ أَرَادَ بِهِ غَيْرَ اللّٰهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

وَفِي البَابِ عَن جَابِرٍ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَيُّوبَ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ.

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور غرض سے علم حاصل کیا یا اس سے اللہ کی رضا کے علاوہ کسی اور چیز کا ارادہ کیا وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے''

٧۔بابُ ماجاءَ فی الحَثِّ عَلَى تَبْلِيغِ السَّماعِ

شنیدہ حدیثیں دوسروں تک پہچانے کی ترغیب کے بیان میں

٨٦٦۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بنُ غَيْلَانَ، حدثنا أَبُو دَاوُدَ، أخبرنا شُعْبَةُ أخبرني عُمَرُ بنُ سُلَيْمَانَ مِنْ وَلَدِ عُمَرَ بنِ الخَطَّابِ. قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بنَ أَبَانِ بنِ عُثْمَانَ يُحَدِّثُ عَن أَبِيهِ قَالَ: خَرَجَ زَيْدُ بنُ ثَابِتٍ مِنْ عِنْدِ مَرْوَانَ نِصْفَ النَّهَارِ، قُلْنَا مَا بَعَثَ إِلَيْهِ هَذِهِ السَّاعَةَ إِلَّا لِشَيْءٍ يَسْأَلُهُ عَنْهُ، فَقُمْنَا فَسَأَلْنَاهُ، فَقَالَ نَعَمْ سَأَلَنَا عَنْ أَشْيَاءَ سَمِعْنَاهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثاً فَحَفِظَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ غَيْرَهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيهٍ. وَفِي البَابِ عَن عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُودٍ وَمُعَاذِ بنِ جَبَلٍ وَجُبَيْرِ بنِ مُطْعِمٍ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ وَأَنَسٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ زَيْدِ بنِ ثَابِتٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ.

''سیدنا زید بن ثابتؓ مروان کے پاس سے دوپہر کے وقت نکلے ہم نے کہا ان کو اس وقت پوچھنے کیلئے بلایا گیا ہوگا

۔چنانچہ ہم نے اٹھ کران سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہاں ہم سے مروان نے چند چیزیں پوچھی ہیں جو ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے۔ اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سن کر یاد رکھی یہانتک کہ دوسرے کو پہچائی کیونکہ بہت سے فقیہ اپنے سے بڑھ کر فقیہ کی طرف پہنچاتے ہیں اور بہت سے فقہ کے حامل خود فقیہ نہیں ہوتے'' اس باب میں عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل جبیر بن مطعم۔ ابودرداء انس سے روایت ہیں یہ حدیث زید بن ثابت حسن ہے۔

۸٦۷۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُبْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بِنِ حَرْبٍ، قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بنَ عَبْدِاللّٰهِ بنِ مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: نَضَّرَاللّٰه امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئاً فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ.قَالَ أبوعِيسَى: هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا اللہ اس آدمی کو خوش اور تازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی پھر ویسے ہی دوسرے کو پہنچائی جیسے سنی تھی۔ کیونکہ بہت سے لوگ جن کے پاس بات پہنچائی جاتی ہے سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں'' کمامر فی المقدمۃ

۸۔بابُ ماجَاءَ فی تَعْظِيمِ الكَذِبِ عَلَى رَسُولِ اللّٰه ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرنے پر وعید کے بیان میں

۸٦۸۔حَدَّثَنَا أَبُوهِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ، أخبرنا أَبُوبَكْرِبْنُ عَيَّاشٍ، أخبرنا عَاصِمٌ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

''سیدنا عبداللہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے''

۸٦۹۔حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الفَزَارِيُّ ابنِ ابْنَةِ السُّدِّيِّ، حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ مَنْصُورِبنِ الْمُعْتَمِرِعَنْ رِبْعِيِّ بنِ حِرَاشٍ، عَنْ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَاتَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ يَلِجُ النَّارِ.

وفی الباب عَنْ أَبِي بَكْرٍوَعُمَرَوَعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرِوَسَعِيدِبنِ زَيْدٍوَعَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو وَأَنَسٍ وَجَابِرٍوَابنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي سَعِيدٍوَعَمْرِو بنِ عَبَسَةَ وَعُقْبَةَ بنِ عَامِرٍ وَمُعَاوِيَةَوَبُرَيْدَةَ وَأَبِي أُمَامَةَ وَعَبْدِاللّٰهِ بنِ عُمَرَ وَالمُنقِعِ وَأَوْسٍ الثَّقَفِيِّ .

قَالَ أبوعِيسَى:حَدِيثُ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ،قَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍ:مَنْصُوْرُبْنُ الْمُعْتَمِرِ أَثْبَتُ أَهْلِ الْكُوفَةِ،وَقَالَ وَكِيعٌ:لَمْ يَكْذِبْ رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ فی الإسْلَامِ كِذْبَةً.

''سیدنا علیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر جھوٹ مت بولو جس نے مجھ پر جھوٹ بالا وہ دوزخ میں داخل ہوگا'' اس باب میں حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، زبیر، سعید بن زید، عبداللہ بن عمرو، انس، جابر، ابن عباس، ابی سعید، عمرو بن عبسہ، عقبۃ بن عامر، معاویہ، بریدہ، ابوموسیٰ، ابوامامہ۔ عبداللہ بن عمر، مقنع اور اوس ثقفی سے روایات

ہیں۔حدیث علی بن ابی طالب حسن صحیح ہے۔عبداللہ بن مہدی کہتے ہیں منصور بن معتمر اہل کوفہ میں اثبت ہے۔وکیع کہتے ہیں ربعی بن حراش نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

۸۷۰۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ۔ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتَهُ مِنَ النَّارِ. قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر جھوٹ بولا۔راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے آپ نے فرمایا قصداً تو اسے اپنا گھر آگ میں بنالینا چاہئے''

یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے اس طریق کے علاوہ بھی یہ حدیث حضرت انس سے نبی ﷺ سے مروی ہے

۹۔بابُ ماجاءَ فِي مَنْ رَوَى حديثاً وَهُوَيُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ

جھوٹ کا علم ہوتے ہوئے جھوٹی حدیث روایت کرنے پر وعید کے بیان میں

۸۷۱۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ بَشَّارٍبُنْدَارٌ،حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ،حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيثاً وَهُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ.

وَفِي البابِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَسَمُرَةَ.قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وَرَوَى شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ،عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ هَذَا الْحَدِيثَ،وَرَوَى الْأَعْمَشُ وَابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ،وَكَأَنَّ حَدِيثَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ سَمُرَةَ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ أَصَحُّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَاللهِ بْنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَبَامُحَمَّدٍ،عَنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ: مَنْ حَدَّثَ عَنِّي حَدِيثاً وَ هُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ،فَهُوَأَحَدُالْكَاذِبِيْنَ قُلْتُ لَهُ:مَنْ رَوَى حَدِيثاً وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ إِسْنَادَهُ خَطَأٌ أَيُخَافُ أَنْ يَكُونَ قَدْ دَخَلَ فِي حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ،أَوْإِذَا رَوَى النَّاسُ حَدِيثاً مُرْسَلاً،فَأَسْنَدَهُ بَعْضُهُمْ أَوْقَلَبَ إِسْنَادَهُ يَكُونُ قَدْ دَخَلَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ؟ فَقَالَ لَا إِنَّمَا مَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ إِذَا رَوَى الرَّجُلُ حَدِيثاً وَلَا يُعْرَفُ لِذَلِكَ الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَصْلٌ فَحَدَّثَ بِهِ فَأَخَافُ أَنْ يَكُونَ قَدْ دَخَلَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ.

''سیدنا مغیرۃ بن شعبہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ سے کسی حدیث کو روایت کیا اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے'' اس باب میں علی بن ابی طالب اور سمرہ سے روایات ہیں۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔شعبہ نے اس حدیث کو روایت کیا بواسطہ۔حکم،عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سمرہؓ نبی ﷺ اور اعمش اور ابن ابی لیلیٰ سے روایت کی بواسطہ:حکم،عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ،علیؓ نبی ﷺ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی روایت سمرہؓ سے محدثین کے نزدیک صحیح تر ہے۔ابوعیسیٰ ترمذی کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابومحمدؒ دارمی سے اس حدیث کی بابت پوچھا کہ جس نے کوئی حدیث روایت کی اور وہ جانتا ہے کہ اس کی اسناد غلط ہیں تو کیا وہ شخص بھی رسول اللہ کی

اس حدیث کے مطابق جھوٹا ہوگا۔ میں نے (مزید) کہا جو روایت کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی سند میں غلطی ہے کیا اندیشہ ہے کہ وہ بھی اس حدیث کی وعید میں داخل ہوگا یا لوگوں نے ایک حدیث مرسلا روایت کی پھر بعض نے اس روایت کو مسند بیان کیا یا اس کی اسناد الٹ دی تو کیا ایسا آدمی بھی رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کے مطابق جھوٹا ثابت ہوگا؟ ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی نے جواب دیا نہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے ایسی حدیث بیان کی جس کی اصل نہیں پہچانی جاتی۔ بلکہ بغیر کسی اصل کے روایت کردی تو مجھے ایسے شخص کے بارے میں اندیشہ ہے کہ وہ رسول اللہ کی اسی حدیث کے مطابق جھوٹا ہو جائے گا۔

۱۰۔بَابُ مَا نُهِيَ عَنْهُ أَنَّهُ يُقَالُ عِنْدَ حَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

رسول اللہ کی حدیث سن کر متکبرانہ جواب دینے کی ممانعت کے بیان میں

۸۷۲۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ وَسَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ وَغَيْرِهِ رَفَعَهُ قَالَ: لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ أَمْرٌ مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي. مَا وَجَدْنَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ،

وَرَوَى بَعْضُهُمْ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلًا. وَسَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. وَكَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ إِذَا رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَلَى الْانْفِرَادِ بَيَّنَ حَدِيثَ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ مِنْ حَدِيثِ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، وَإِذَا جَمَعَهُمَا رَوَى هَكَذَا وَأَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ اسْمُهُ أَسْلَمُ.

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم میں سے کسی کو اس طرح نہ پاؤں کہ وہ اپنے پلنگ یا مسہری پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس کوئی ایسی بات آئے جس کا میں نے حکم دیا ہے یا جس سے میں نے منع کیا ہے اس پر وہ کہے کہ میں اس کو نہیں جانتا ہم نے جو کچھ اللہ کی کتاب میں پایا اس کی پیروی کر لی"

یہ حدیث حسن ہے بعض نے اس حدیث کو سفیان سے بواسطہ محمد بن منکدر نبیؐ سے مرسل روایت کیا ہے اور سالم ابی النضر نے بواسطہ عبیداللہ بن ابی رافع بواسطہ والد نبی ﷺ سے بیان کیا ہے سفیان بن عیینہ جب اس حدیث کو صرف محمد بن منکدر سے روایت کرتے تو اسی فرق کو بیان کر دیتے اور جب دونوں محمد بن منکدر اور سالم ابی النضر سے روایت کرتے تو اس طرح روایت کرتے، ابو رافع نبیؐ کے غلام ہیں ان کا نام اسلم ہے۔

۸۷۳۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ جَابِرٍ اللَّخْمِيِّ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَلَا هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الْحَدِيثُ عَنِّي وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى أَرِيكَتِهِ، فَيَقُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَلَالًا اسْتَحْلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ، وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.

"سیدنا مقدام بن معدیکربؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ قریب ہی وہ وقت آنے والا ہے

کہ ایک شخص کے پاس میری حدیث پہنچے گی اور وہ اپنی نشست پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا حدیث سن کر کہے گا کہ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب ہے۔ ہم نے اس میں جس چیز کو حلال پایا اس کو حلال رکھا اور جس چیز کو حرام پایا اس کو حرام سمجھا حالانکہ جو اللہ کے رسول نے حرام کیا ہے وہ اسی کی مانند ہے جو اللہ نے حرام کیا ہے"

یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے۔

تشریح: مذکورہ تینوں ابواب کا حاصل یہ ہے کہ بلاتحقیق حدیث بیان نہ کی جائے بلکہ چھان بین اور تحقیق صحت کے بعد بیان کریں۔ آجکل اکثر مضامین میں بعض عربی جملے دیکھ کر انہیں حدیث باور کرایا جاتا ہے اور بے دھڑک حدیث سمجھ کر بیان کیا جاتا ہے، اس روش سے گریز کرتے ہوئے پہلے تحقیق پھر تقریر وتحریر پر عمل بہتر اور مامون ہے۔ اسی طرح جب صحیح حدیث پہنچے تو ٹال مٹول کئے بغیر بخوشی تسلیم وتعمیل ہو۔

١١۔ بَابُ ماجَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ كِتَابَةِ الْعِلْمِ

کتابت علم حدیث کی ممانعت کے بیان میں

٨٧٤۔ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ وَكِيعٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ، عَن زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ عَن أَبِيهِ، عَن عَطَاءِ بنِ يَسَارٍ، عَن أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: اسْتَأذَنَّا النَّبِيَّ ﷺ فِي الْكِتَابَةِ فَلَمْ يَأْذَنْ لَنَا .

وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ أَيْضاً عَن زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ. وَرَوَاهُ هَمَّامٌ عَن زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ.

"سیدنا ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم نے نبی ﷺ سے لکھنے کی اجازت طلب کی مگر آپ نے ہمیں اجازت نہ دی"

یہ حدیث اس طریق کے علاوہ بھی زید بن اسلم سے مروی ہے ہمام نے بھی اس کو زید بن اسلم سے روایت کیا ہے۔

١٢۔ بَابُ ماجَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فيه

کتابت علم حدیث کی اجازت کے بیان میں

٨٧٥۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَن الْخَلِيلِ بنِ مُرَّةَ، عَن يَحْيَى بنِ أَبِي صَالِحٍ عَن أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَجْلِسُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَيَسْمَعُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ الْحَدِيثَ فَيُعْجِبُهُ وَلَا يَحْفَظُهُ، فَشَكَا ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَأَسْمَعُ مِنْكَ الْحَدِيثَ فَيُعْجِبُنِي وَلَا أَحْفَظُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اسْتَعِنْ بِيَمِينِكَ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ الْخَطَّ.

وَفِي الْبَابِ عَن عَبْدِاللَّهِ بنِ عَمْرٍو. قَالَ أَبُوعِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ الْقَائِمِ. وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ الْخَلِيلُ بنُ مُرَّةَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ.

"سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں ایک انصاری رسول اللہ کے پاس بیٹھتا اور آپ سے احادیث سنتا تھا اسے احادیث اچھی معلوم ہوتی تھیں مگر اسے یاد نہ رہتی تھی اس نے رسول اللہ ﷺ اس کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لے، لکھنے کا اشارہ فرمایا' اس باب میں عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے، اس حدیث کی اسناد قائم

نہیں ہے، میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا کہتے تھے کہ خلیل بن مرہ منکر الحدیث ہے۔

۸۷۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَا: حدثنا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَ فَذَكَرَ قِصَّةً فِي الْحَدِيثِ قَالَ أَبُو شَاهٍ: اكتبوا لي يا رَسُولَ اللّٰهِ فقال له رسول اللّٰهِ: اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ. وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَقَدْ رَوَى شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ مِثْلَ هَذَا.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا، ابوہریرہؓ نے حدیث میں پورا واقعہ ذکر کیا ہے پھر کہا کہ ایک شخص ابوشاہ نے عرض کیا یارسول اللہ میرے لئے یہ احکام لکھ دیجئے۔ آپ نے فرمایا ابوشاہ کو لکھ دو''

اس حدیث میں قصہ ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے، شیبان نے یحیی بن ابی کثیر سے اسی کے مثل روایت کیا ہے۔

۸۷۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَخِيهِ وَهُوَ هَمَّامُ بْنُ مُنَبِّهٍ، قَالَ سَمِعْتُ أَبَاهُرَيْرَةَ يَقُولُ: لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَكْثَرَ حَدِيثاً عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنِّي إِلَّا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَكُنْتُ لَا أَكْتُبُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَوَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ عَنْ أَخِيهِ. وَهُوَ هَمَّامُ بْنُ مُنَبِّهٍ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں نبی ﷺ کے صحابہ میں کوئی بھی مجھ سے زیادہ رسول اللہ سے احادیث روایت کرنے والا نہیں مگر عبداللہ بن عمروؓ کیونکہ وہ لکھ لیتے تھے۔ اور میں لکھتا نہ تھا''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس حدیث میں وہب بن منبہ اپنے بھائی ہمام بن منبہ سے راوی ہیں۔

تشریح: کتابۃ حدیث کی بحث ممانعت واجازت: پہلے باب میں ہے ''فلم یأذن لنا'' آپ ﷺ نے ہمیں اجازت نہیں دی۔ ۱۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ ابتدائی دور کی بات ہے، اندیشہ یہ تھا کہ لکھنے کی اجازت کی صورت میں ضبط وحفظ متاثر ہوں گے اس لئے منع فرمایا۔ ۲۔ دوسری وجہ: یہ ہے کہ وحی متلو اور وحی غیر متلو یعنی قرآن وحدیث کے اختلاط اور مل جل جانے کا خدشہ تھا، کیونکہ اکثر دونوں کا مفہوم والفاظ قریب قریب ہوتے، حاضرین نو وارد تھے اس لئے منع کیا گیا، اگرچہ ماہرین مہاجرین ضرور تھے، لیکن عموم پر نظر کرتے ہوئے لکھنے سے منع کیا گیا۔ پھر جب ان دونوں باتوں سے اندیشہ نہ رہا ضبط وحفظ کی فضا بن گئی، قرآن وحدیث میں لفظی امتیاز کی استعداد پیدا ہوگئی تو انصاریؓ کو اشارۃ فرمایا میاں لکھ لیا کرنا۔ پھر ابوشاہؓ کے لئے تو مستقل حکم فرمایا کہ اسے لکھ دو۔ پھر اس پر اجماع ہوا کہ کتابۃ حدیث بالکل درست ہے چنانچہ شارح مسلم علامہ نوری رقمطراز ہیں ''كان بين السلف من الصحابة والتابعين اختلاف كثير في كتابة ص، فكرهها كثيرون منهم واجازها اكثرهم، ثم اجمع المسلون على جواز ها، وزال ذالك االخلاف'' کتابت علم وحدیث کے بارے میں صحابہ وتابعین میں اختلاف رہا، بہت سے اسلاف نے اسے ناپسند کیا، اور زیادہ تر حضرات نے اس کی اجازت دی، بالآخر پھر مسلمانوں کا اس کے جواز پر اجماع ہوا، اور اختلاف ختم ہوا هذا ما لخصت من المطوّلات والبحث طويل في مقدمة الاوجز! وفي الحديث قصة: اكثر حديثا عن رسول الله ﷺ مني الا

عبداللہ عمرو: حضرت ابو ہریرہ کی مرویات ۵۳۷۴ ہیں، حضرت عبداللہ کی مرویات ۷۰۰ ہیں، حضرت ابو ہریرہ کے پاس مدینہ میں پڑھنے والے کثیر آتے تھے، جبکہ حضرت عبداللہ مصر میں مقیم ہو گئے تھے، اس لئے مرویات کی کثرت کثرت روایات کے منافی نہیں ہے کوکب۔

۱۳۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي الْحَدِيثِ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ

اسرائیلیات کے ذکر کرنے کے بیان میں

۸۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ ثَوْبَانَ الْعَابِدِ الشَّامِيِّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُولِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً، وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ. وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، أخبرنا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي كَبْشَةَ السَّلُولِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ وهذا حديثٌ صحيحٌ.

"سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ سے سن کر دوسروں تک پہنچاؤ اگر چہ ایک آیت ہی ہو اور بنی اسرائیل سے بیان کرو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ھاں جس نے جان بوجھ کر میری نسبت جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حدیث سابق کے مثل

تشریح: بلغوا عنی ولو آیة: ایک مطلب تو یہ ہے کہ تشریح وتفصیل کے ساتھ جیسے حاصل کیا اس کا مطلب پہنچا دیا۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ جیسے سنا ویسے لفظ بلفظ آگے پہنچا دیا۔ بہر دوصورت حدیث پر عمل ہو جائے گا۔ اسی طرح زبان وتقریر کے ذریعے پہنچانا، قلم وتحریر کے ذریعے پہنچانا بھی آجائے گا۔ ولو آیة: ای قطعة، ومسئله واحده۔

وحدثوا عن بنی اسرائیل: اور بنی اسرائیل سے بیان کرو۔ **اسرائیلیات کا حکم**: کوکب الدری میں ہے "والتحدیث عن بنی اسرائیل وسماع کلامهم کان منهیا عنه فی اول الاسلام، ثم لما حصل الامن من ان یلتبس بکلامه ﷺ لشیوع احادیثه... رخصوا فی ذلک" اور بنی اسرائیل سے اسرائیلیات کا بیان اور ان سے سننا پہلے پہل منع تھا، پھر جب ان کے واقعات وقصص کا حضور ﷺ کے کلام کے ساتھ التباس واشتباہ کا شائبہ نہ رہا بلکہ احادیث معروف ہو گئیں تو اجازت دے دی۔ ابو الفداء ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں "ینقل عنهم ما یحکونه من اقاویل اهل الکتاب التی اباحها رسول الله ﷺ حیث قال: بلغوا عنی ولو آیة، وحدثوا عن بنی اسرائیل ...." موصوف نے زیر بحث حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے یہ فرما کر اسرائیلیات کے بیان کی اجازت دی ہے۔

اسرائیلیات کی اقسام: ابن کثیرؒ نے پھر ان کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ ۱۔ جن کی صحت وتصدیق ہماری شریعت میں موجود ہے، یہ تو صحیح ہیں۔ ۲۔ جن کی تغلیط اور جھوٹ ہونا واضح ہو، یہ مردود ہیں۔ ۳۔ جو مسکوت عنہ ہیں نہ قسم اول سے ہیں نہ قسم ثانی سے۔ ان کی ہم تصدیق نہیں کرتے اور تکذیب وتردید بھی نہیں کرتے، انہیں حکایت کرنا درست ہے۔ پھر بھی احتیاط عدم ذکر میں ہے، اگر چہ حکم جواز کا ہے۔ تفسیر ابن کثیر ۱/۴۔

من كذب على متعمدا ......: اجازت کے ساتھ تنبیہ فرمادی کہ اسرائیلی اور تاریخی بات کو حدیث نہ کہنا ورنہ انجام بد ہوگا۔

١٤۔باب ماجاء الدال على الخير كفاعله

نیکی پر دلالت کرنیوالا عمل کرنیوالے کیلئے مثل ہے کے بیان میں

۸۷۹۔حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْكُوفِيُّ، أخبرنا أَحْمَدُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ شَبِيبِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ يَسْتَحْمِلُهُ، فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُ مَا يَحْمِلُهُ فَدَلَّهُ عَلَى آخَرَ فَحَمَلَهُ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: إِنَّ الدَّالَّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ وَبُرَيْدَةَ. حديث غريبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

''سیدنا انس بن مالک ؓ سے مروی ہے ایک شخص نے نبی کی خدمت میں حاضر ہو کر سواری طلب کی آپ کے پاس ایسا کوئی جانور نہ تھا آپ نے فرمایا تم فلاں شخص کے پاس جاؤ، اس شخص نے اُسے سواری کا جانور دے دیا اس نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اس کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا بھلائی کا راہ بتانے والا ایسا ہے جیسا بھلائی کرنیوالا''

اس باب میں ابن مسعود اور بریدہ سے روایت ہے، یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے۔

۸۸۰۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حدثنا أَبُو دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ إِنَّهُ أُبْدِعَ بِي. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ائْتِ فُلَانًا، فَأَتَاهُ فَحَمَلَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ، أَوْ قَالَ عَامِلِهِ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَأَبُو عَمْرٍو الشَّيْبَانِيُّ اسْمُهُ سَعْدُ بْنُ إِيَاسٍ، وَأَبُو مَسْعُودٍ الْبَدْرِيُّ اسْمُهُ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو.

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ وَقَالَ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ وَلَمْ يَشُكَّ فِيهِ.

''سیدنا ابو مسعود ؓ سے مروی ہے ایک شخص حضور کے پاس سواری مانگنے کے لئے آیا اور کہا میری سواری کا جانور مر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا فلاں آدمی کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ اس کے پاس گیا۔ اس نے سواری کا جانور دیدیا۔ آپ نے فرمایا جو کوئی نیکی کی بات بتائے تو کہنے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا کرنیوالے کو مثل اجر فاعلہ یا فرمایا عاملہ۔'' یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور ابو عمرو شیبانی کا نام ایاس ہے ابو مسعود بدری کا نام عقبۃ بن عمرو ہے۔ حدیث سابق کی مثل، اس میں شک نہیں بلکہ اجر فاعلہ موجود ہے۔

۸۸۱۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوا: حدثنا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اشْفَعُوا وَلْتُؤْجَرُوا وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا شَاءَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَبُرَيْدُ [بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى قَدْ رَوَى عَنْهُ الثَّوْرِيُّ وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ. وَبُرَيْدُ] يُكْنَى أَبَا بُرْدَةَ أَيْضًا وَهُوَ كُوفِيٌّ ثِقَةٌ فِي الْحَدِيثِ، رَوَى عَنْهُ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ هُوَ ابْنُ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ.

''سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا تم سفارش کرو اجر دئے جاؤ گے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی زبان سے جو چاہتا ہے فیصلہ کراتا ہے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے، برید بن عبداللہ بن ابی بردۃ بن ابی موسیٰ سے سفیان ثوریؒ اور سفیان بن عیینہ نے روایت کی ہے۔ اور بُرَید جنکی کنیت ابابردہ ہے وہ ابوموسیٰ اشعری کے بیٹے ہیں۔

٨٨٢۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حدثنا وَكِيعٌ وَعَبْدُالرَّزَّاقِ، عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَامِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْماً إلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ أَسَنَّ الْقَتْلَ. وَقَالَ عَبْدُالرَّزَّاقِ۔ سَنَّ الْقَتْلَ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: سَنَّ الْقَتْلَ.

''سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو جان بھی ظلم سے ماری جاتی ہے اس کے خون کا ایک گناہ آدم کے بیٹے پر ہوتا ہے اس لئے کہ سب سے پہلا شخص جس نے قتل کا رواج جاری کیا وہی ہے، عبدالرزاق سے سن کہا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (حدیث سابق کی مثل یہ بیروتی نسخہ کے مطابق ہے)

تشریح: اس باب اور احادیث کو ابواب العلم سے مناسبت یہ ہے کہ علم والا کسی کی رہنمائی کر کے اس عمل کا پورا پورا اجر پاسکتا ہے، اسلئے کہ بھلائی کی طرف رہنمائی کرنیوالا عامل کے مثل اجر پاتا ہے، دلیل واضح ہے کہ عمل علم کی فرع ہے اور علم عمل کا امام ہے

رجل يستحمله: اى يطلبه من الحمولة والمركب. سواری طلب کررہا تھا. فحمله: اى اعطاه الحمولة.

اشفعوا: اس کا حاصل یہ ہے کہ بھلی سفارش کر دینے سے اگلے کا بھلا ہوگا اور آپ بھی اجر پائیں اصل فیصلہ تو وہی ہونا چاہیے جو مقدر میں ہے اور اللہ کے نبیؐ نے وہی کرنا ہے جسکا انہیں حکم ہوگا تو آپ سفارش نہ کر کے نیکی سے کیوں محروم رہیں؟ اس میں یہ شرط ہے کہ آپ سفارش کریں بے جا دباؤ اور اجبار نہ ہو اور سفارش بھی مباح اور جائز کام کی ہو ورنہ مؤاخذہ ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے ''من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منها ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها و كان الله على كل شئ مقيتا (نساء ٨٥) اچھی شفاعت والا اجر پائیگا بری شفاعت والا بوجھ اٹھائیگا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہیں۔ یہ روایت ابوداؤد میں کتاب الادب سے پہلے اور کتاب السنۃ کے آخر میں قدرے مفصل ہے۔ قال رسول اللهؐ اشفعوا تو جروا، فانى لا ريد الامر فأ خّره كيما تشفعو فتوجر وا افانّ رسول اللهؐ قال اشفعوا تؤجروا. شفاعت کرو اجر پاؤ۔

سفارش کا حکم: جائز کاموں میں کسی کی سفارش کرنا مستحب ہے۔ شفاعت بادشاہ کو ظلم سے روکنے یا تعزیر معاف کرنے یا حاجت مند کی ضرورت پورا کرنے کیلئے ہو مستحب ہے۔ اسی طرح کسی والی، سینئر یا عام آدمی سے کسی مباح امر میں شفاعت کرنا بھی مستحب ہے۔ اسکے برعکس حدود اللہ میں یا کسی ناجائز کام میں میں شفاعت ناجائز اور باعث وبال ہے۔

سفارش کی تعریف: ایسے آدمی سے کام کرنے کو کہہ دینا جسکے اختیار اور بس میں ہو کہ تم یہ کام کردو سفارش ہے۔ جبر واکراہ کا سفارش سے کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً میں نے کہہ دیا ہے تا اب ہونا چاہیے۔ یہ تو حکم ہے سفارش نہیں۔

''وليقضى الله على لسان نبيه ما شاء''. اللہ تعالیٰ جو پسند فرمائیں گے اپنے نبی ﷺ کی زبان پر فیصلہ صادر فرمائیں

گے لیکن تم سفارش کر کے اسکا اجر حاصل کرلو۔

۱۵۔بَابُ مَاجَاءَ:مَنْ دَعَا اِلَی هُدًی فَاتُّبِعَ اَوْاِلَی ضَلاَلَةٍ

اگر کسی نے ہدایت یا گمراہی کی طرف بلایا اور اسکی پیروی کی گئی اس کے ثواب وعقاب کے بیان میں

۸۸۳۔حَدَّثَنَا عَلِیُّ بنُ حُجرٍ،أخبرنا اِسْمَاعِیلُ بنُ جَعْفَرٍ،عَنِ العَلاَءِ بنِ عَبدِالرَّحمٰنِ،عَن أَبِیهِ عَن أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ دَعَا اِلَی هُدًی کَانَ لَهُ مِنَ الأَجرِمِثْلُ اُجُورِمَنْ یَتَّبِعُهُ،لاَیَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُورِهِمْ شَیْئاً،وَمَنْ دَعَا اِلَی ضَلاَلَةٍ کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الاِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ یَتَّبِعُهُ لاَیَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَیْئاً .هذا حدیث حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ہدایت کی طرف کسی کو بلایا اس کو اس کی پیروی کرنیوالوں کے برابر ثواب ہوتا ہے، پیروی کرنے والوں کا ثواب بھی کم نہیں ہوتا۔اور جس نے کسی کو گمراہی کی طرف بلایا اس کیلئے اسکے کرنیوالوں کے برابر گناہ ہوتا ہے اور ان لوگوں کے گناہوں میں سے بھی کچھ کم نہیں ہوتا''

۸۸۴۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مَنِیعٍ،حَدَّثَنَا یَزِیدُبنُ هَارُوْنَ،قالَ أخبرنا المَسْعُودِیُّ ،عَن عَبدِالمَلِكِ بنِ عُمَیْرٍ،عَن ابنِ جَرِیرِبنِ عَبْدِاللّٰهِ عَن أَبِیهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ سَنَّ سُنَّةَ خَیْرٍفَاتُّبِعَ عَلَیْهَا، فَلَهُ أَجْرُهُ وَمِثْلُ اُجُورِمَنِ اتَّبَعَهُ غَیْرَمَنْقُوصٍ مِنْ اُجُورِهِمْ شَیْئاً،وَمَنْ سَنَّ سُنَّةَ شَرٍّ فَاتُّبِعَ عَلَیْهَا ،کَانَ عَلَیْهِ وِزْرُهُ وَمِثْلُ أَوْزَارِمَنِ اتَّبَعَهُ غَیْرَمَنْقُوصٍ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَیْئاً .

وَفِی البَابِ عَن حُذَیْفَةَ . هٰذاحدیثٌ حسنٌ صحیحٌ،وَقَدْرُوِیَ مِنْ غَیْرِوَجْهٍ عَن جَرِیرِبنِ عَبْدِاللّٰهِ،عَنِ النَّبِیِّ ﷺنَحوَهٰذا،وَقَدْرُوِیَ هٰذَا الحَدِیثُ عَنِ المُنْذِرِبنِ جَرِیرِبنِ عَبدِاللّٰهِ عَن أَبِیهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، وَقَدْرُوِیَ عَن عَبْدِاللّٰهِ بنِ جَرِیرٍعَن أَبِیهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺأیضاً.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اور اس کی پیروی کی گئی تو اس کے لئے اپنا ثواب بھی ہے اور ان کا ثواب بھی جو اس پر عمل کریں بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ثوابوں میں سے کچھ کم کیا جائے اور جس نے کوئی برا طریقہ نکالا اور اس کی پیروی کی گئی تو اسے اپنے عمل بد کا گناہ ہوتا ہے اور پیروی کرنے والوں کے گناہوں کے برابر بھی گناہ ہوتا ہے بغیر اس کے کہ انکے گناہوں میں سے کچھ کمی کی جائے'' اس باب میں حضرت خدیفہ سے روایت ہے۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور مختلف طریقوں سے جریر بن عبداللہ سے نبی ﷺ سے ہے۔یہ حدیث منذر بن جریر بن عبداللہ اور عبیداللہ بن جریر سے بھی بواسطہ والد خود نبی ﷺ سے مروی ہے۔

تشریح : اس باب میں اچھے یا برے طریقے کے اجراء اور اجر و وبال کا ذکر ہے۔

قبیلہ مضر کے افراد کی آمد پر آپ ﷺ کو انکے فاقہ و تنگ عیشی سے قلق ہوا تو ترغیبا خطبہ فرمایا۔اس میں سورۃ النساء کی پہلی اور سورۃ الحشر کی اٹھارویں آیت تلاوت فرمائی۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ .... یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ ....

تو لوگوں نے درھم، دینار، ایک صاع، الغرض قلیل وکثیر صدقہ جمع کیا۔اور ان کی ضروریات اور فاقے کا مداوا ہوا۔

من سنّ فی الاسلام سنّة حسنة نیکی کی ابتداء کرنیوالوں کیلئے اس میں عظیم بشارت ہے جیسے مذکورہ واقعہ میں ایک آدمی نے بسم اللہ کی اورسب کے صدقات کے برابر ثواب پایا۔ ان تبد وا الصدقات فنعما ھی . بقرۃ ۲۷۱۔اگرتم صدقہ ظاہر کرکے دوتو اچھا ہے تاکہ دوسروں کو ترغیب وتشویق ہو۔اتنا خیال ہو کہ اصل عمل سلف وخلف سے ثابت اور درست ہو ورنہ بدعت کا باب کھولنے پر جہنم کا باب بھی کھل جائیگا قابیل کے ذکر میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ظلم کی داغ بیل ڈالی تو برائیوں کا کھاتہ کھل گیا۔ابواب العلم میں ’’خذو العلم‘‘ کا حکم ہے سیکھیں اور عمل میں لائیں۔ورنہ!!!

علم رابرتن مارے بود علم رابردل یارے بود

۱۶۔بابُ الأَخذِ بِالسُّنَّةِ وَاجتِنَابِ البِدَعِ

سنت کولازم پکڑنے اور بدعت سے کنارہ کرنے کے بیان میں

۸۸۵۔حَدَّثَنَا عَلِیُّ بنُ حُجرٍ،أخبرنا بَقِیَّةُ بنُ الوَلِیدِ،عَن بَحِیرِبنِ سَعِیدٍعَن خَالِدِبنِ مَعْدَانَ،عَن عَبدِالرَّحمٰنِ بنِ عَمرٍو السُّلَمِیِّ،عَنِ العِربَاضِ بنِ سَارِیَةَ قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ یَوماً بَعدَصَلوٰۃِ الغَدَاۃِمَوعِظَةً بَلِیغَةً ذَرَفَت مِنهَا العُیُونُ وَ وَجِلَت مِنهَا القُلُوبُ فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ هٰذِهِ مَوعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَبِمَا ذَا تَعهَدُإِلَینَا یَارَسُولَ اللّٰہِ؟قَالَ أُوصِیکُم بِتَقوَی اللّٰہِ ،وَالسَّمعِ وَالطَّاعَةِ وَإِن عَبدٌحَبَشِیٌّ فَإِنَّهُ مَن یَعِش مِنکُم یَرَی اختِلَافاً کَثِیراً،وَإِیَّاکُم وَمُحدَثَاتِ الأُمُورِ،فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ فَمَن أَدرَکَ ذٰلِکَ مِنکُم فَعَلَیهِ بِسُنَّتِی وَسُنَّةِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِینَ المَهدِیِّینَ عَضُّوا عَلَیهَا بِالنَّوَاجِذِ.

قَالَ أبوعِیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ. وقدرَوَی ثَورُبنُ یَزِیدَعَن خَالِدِبنِ مَعْدَانَ،عَن عَبدِالرَّحمٰنِ بنِ عَمرٍوالسُّلَمِیِّ، عَنِ العِربَاضِ بنِ سَارِیَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ نَحوَ هٰذَا .

حَدَّثَنَا بِذٰلِکَ الحَسَنُ بنُ عَلِیٍّ الخَلَّالُ وَغَیرُ وَاحِدٍ قَالُوا،أخبرنا أَبُوعَاصِمٍ،عَن ثَورِ بنِ یَزِیدَ،عَن خَالِدِبنِ مَعْدَانَ عَن عَبدِالرَّحمٰنِ بنِ عَمرٍو السُّلَمِیِّ،عَنِ العِربَاضِ بنِ سَارِیَةَ،عَنِ النَّبِیِّ ﷺ نَحوَهُ .وَالعِربَاضُ بنُ سَارِیَةَ یُکنَی أَبَانَجِیحٍ.وَقَدرُوِیَ هذا الحَدِیثُ عَن حُجرِ بنِ حُجرٍ عَن عِربَاضِ بنِ سَارِیَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ نَحوَهُ .

’’سیدنا عرباض بن ساریہ ؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز کے بعد ہمیں نہایت پر اثر وعظ فرمایا جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور دل لرز گئے ۔اس پر ایک شخص نے عرض کیا یہ رخصت کرنے والے کا سا وعظ ہے، پس آپ ﷺ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں؟ یارسول اللہ آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے اور پرہیز گاری کی وصیت کرتا ہوں ۔اور اس بات کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ سنو اور اطاعت کرو۔اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ تم میں سے جو زندہ رہیگا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔پس نئی بدعتوں سے بچتے رہو۔کیونکہ یہ گمراہی ہیں سو تم میں سے جو شخص یہ زمانہ پائے تو اسے میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے خلفاء کی سنت کو مضبوط پکڑنا چاہئے۔لوگو اس سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑو‘‘ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

دوسندوں کے ساتھ حدیث سابق کی مثل ہے، عرباض بن ساریہ کی کنیت ابونجیح ہے۔یہ حدیث حجر بن حجر سے بھی

عرباض بن ساریہؓ سے منقول ہے۔

۸۸۶۔حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ،أخبرنا مُحَمَّدُبْنُ عُيَيْنَةَ عَن مَرْوَانَ بنِ مُعَاوِيَةَ،عَن كَثِيرِ بنِ عَبْدِاللّٰهِ ،عَن أَبِيهِ عَن جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِبِلَالِ بنِ الْحَارِثِ اعْلَمْ.قَالَ:مَاأَعْلَمُ يَارَسُولَ اللّٰهِ؟قَالَ إِنَّهُ مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي قَدْأُمِيتَتْ بَعْدِي كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِمِثْلُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئاً،وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ لَا يَرْضَاهَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَايَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَوْزَارِ النَّاسِ شَيْئاً .هذا حديثٌ حسنٌ،وَمُحَمَّدُبْنُ عُيَيْنَةَ،هُوَمِصِّيصِيٌّ شَامِيٌّ،وَكَثِيرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ هُوَابْنُ عَمْرِو بنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ.

’’نبی ﷺ نے بلال بن حارث سے فرمایا جان لے حضرت بلال نے عرض کیا میں کیا جان لوں اے اللہ کے رسول ۔آپ نے فرمایا جس نے میری ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مٹ گئی تھی تو اس کو اتنا ثواب ہوگا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ہوگا۔بغیر اس کے کہ ان کے ثواب سے کچھ کم کیا جائے۔اور جس نے گمراہی کی بدعت نکالی جس سے اللہ اور اس کے راضی نہیں تو اس بدعت کے ایجاد کرنے والے پر اس بدعت پر عمل کرنیوالوں کے برابر عذاب ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے گناہ میں کچھ کمی کی جائے‘‘ یہ حدیث حسن ہے سند میں مذکور۔عوف مزنی ہیں۔

۸۸۷۔حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ حَاتِمٍ الْأَنْصَارِيُّ الْبَصْرِيُّ،حدثنا مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ،عَن أَبِيهِ،عَن عَلِيِّ بنِ زَيْدٍ،عَن سَعِيدِ بنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ:قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:يَابُنَيَّ إِنْ قَدِرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ لَيْسَ فِي قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ،ثُمَّ قَالَ لِي:يَابُنَيَّ وَذَلِكَ مِنْ سُنَّتِي،وَمَنْ أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحْيَانِي وَمَنْ أَحْيَانِي كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ.

وَفِي الحديثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ،وَمُحَمَّدُبْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ ثِقَةٌ وَأَبُوهُ ثِقَةٌ.وَعَلِيُّ بنُ زَيْدٍصَدُوقٌ إِلَّا أَنَّهُ رُبَّمَا يَرْفَعُ الشَّيْءَ الَّذِي يُوقِفُهُ غَيْرُهُ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَبْنَ بَشَّارٍ يَقُولُ قَالَ أَبُوالْوَلِيدِقَالَ شُعْبَةُ،أخبرنا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ،و كَانَ رَفَّاعاً وَلَا نَعْرِفُ لِسَعِيدِبنِ الْمُسَيَّبِ عَن أَنَسٍ رِوَايَةً إِلَّا هَذَا الْحَدِيثَ بِطُولِهِ.وقدرَوَى عَبَّادُبْنُ مَيْسَرَةَ الْمِنْقَرِيُّ هذا الْحَدِيثَ عَن عَلِيِّ بنِ زَيْدٍ،عَن أَنَسٍ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَن سَعِيدِ بنِ الْمُسَيَّبِ. قَالَ أبوعِيسَى:وَذَاكَرْتُ بِهِ مُحَمَّدَبنَ إِسْمَاعِيلَ،فلم يَعْرِفْهُ وَلَمْ يَعْرِفْ لِسَعِيدِ بنِ الْمُسَيَّبِ عَن أَنَسٍ هذا الْحَدِيثَ وَلَا غَيْرَهُ،وَمَاتَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَتِسْعِينَ،وَمَاتَ سَعِيدُبْنُ الْمُسَيَّبِ بَعْدَهُ بِسَنَتَيْنِ مَاتَ سَنَةَ خَمْسٍ وَتِسْعِينَ.

’’سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا بیٹا اگر تجھ سے ہو سکے کہ تو صبح و شام ایسی حالت میں کرے کہ تیرے دل میں کسی کیلئے کھوٹ اور بد اندیشی نہ ہو تو ایسا ہی کر، پھر مجھ سے فرمایا بیٹا یہ میری سنت میں سے ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا۔اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ بہشت میں ہوگا‘‘اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے۔محمد بن عبداللہ انصاری ثقہ ہیں اس کے والد بھی ثقہ ہیں،اور علی بن زید صدوق سچے۔ ہیں۔مگر بسا اوقات ایسی احادیث جن کو

دوسرے موقوف رکھتے ہیں یہ مرفوع بیان کرتے ہیں۔ موصوف میں نے۔ محمد بن بشار سے سنا وہ بواسطہ ابوالولید شعبہ سے نقل کرتے تھے، شعبہ نے کہا ہم سعید بن میتب کے لئے کوئی روایت انس بن مالکؓ سے نہیں پہچانتے مگر یہ طویل روایت، عباد منقری نے اس روایت کو علی بن زید سے بلا واسطہ سعید بن میتب انسؓ سے روایت کیا ہے میں نے اس مسئلہ پر محمد بن اسماعیل بخاریؒ سے گفتگو کی تو انہوں نے سعید بن میتب سے اس روایت کو نہیں پہچانا۔ اور نہ کوئی اور روایت سعید بن میتبؒ کی انہوں نے انسؓ سے پہچانی۔ انس بن مالکؓ کی وفات سنہ ۹۳ھ میں ہے۔ اور سعید کی دو سال بعد سنہ ۹۵ھ میں۔

تشریح: ان ھذہ موعظة مودع: مودع بکسر الدال، اسم فاعل از تفعیل مضاف الیہ، یہ الوداع کرنے والے کی نصیحت ہے۔ مطلب یہ ہے حضور ﷺ دنیا سے رحلت فرمانے والے ہیں، اس لئے تمام ضروریات دین واضح فرمادیں۔ یہ صحابہ کرامؓ کے فہم وبصیرت کی دلیل ہے کہ انداز گفتگو سے یہ بات سمجھ لی، جیسا کہ "اذا جاء نصر اللہ...." کے نزول پر سیدنا ابوبکرؓ آبدیدہ ہو گئے، اور کہہ اٹھے کہ حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد پورا ہو چکا، اب رحلت قریب ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ "کموعظة مودع" کا ف مثلیہ محذوف ہے، یہ الوداع کہنے والے کی نصیحت کی مثل ہے۔ ولا بعد فیہ! یعنی صحابیؓ نے گفتگو کی تاثیر سے متاثر ہو کر کہہ دیا کہ حضور ﷺ رحلت فرمانے والے ہیں، یا تشبیہاً کہا کہ یہ ایسی نصیحت ہے جیسے کوئی رخصت ہونے والا ضروری ضروری تمام باتیں کہتا ہے۔

خلاصہ: باب کا حاصل یہ ہے کہ دین اتباع کا نام۔ ہے ابتداع کا نہیں، جملہ مشہور ہے "الاتباع خیر من الابتداع" نئی باتیں گھڑنے کی بجائے پیروی بہتر ہے۔ سنت میں نورانیت ہوتی ہے، بدعت میں ظلمت ونحوست، دور حاضر پر فتن اور دین سے دوری وبیزاری کا دور ہے الا من رحم ربی، ہر عمل کی شکل بگاڑنے کی غیر محمود کوشش چار سو زوروں پر ہے، اس لئے جرأت وہمت اور شرح صدر سے اتباع سنت پر عمل اور اس کا پرچار نہایت ضروری ہے۔ آج مسلم معاشرہ اغیار کی نقالی میں نامعلوم کس تاریک گڑھے میں جا پڑا ہے، یہود وہنود کی بری رسموں کو اپنانے میں ذرا بھی تأمل نہیں، پھر ستم بالائے ستم یہ کہ اسے ثواب اور نیکی کی چیز گردانتے اور باور کراتے ہیں۔ حالانکہ بدعات پر شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں، بدعتی کو توبہ کی توفیق بھی بہت کم ملتی ہے، کیونکہ وہ اس بدعت سیئہ کو نیکی تصور کرتا ہے، تو توبہ کیونکر کرے گا رد بدعات پر عربی میں متعدد کتابیں ہیں "مدخل لابن حجاج، مجالس الابرار، الاعتصام بالکتاب والسنة، اور مولانا محمد سرفراز صفدر مدظلہ کی "راہ سنت" قابل مطالعہ ہے۔

مات انس بن مالک: سیدنا انس بن مالکؓ آپ کی مدینہ آمد کے وقت نو سے دس سال کے تھے، اسی وقت سے آپ کی خدمت میں رہے، اس لئے "خادم الرسول" لقب ملا، حضور ﷺ کی دعاؤں کی برکت سے کثیر العیال اور طویل العمر تھے، امام ترمذی کے بقول سنہ ۹۳ھ میں وفات پائی۔

۱۷، بابٌ فی الانْتِهَاءِ عَمَّا نَهَى عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ

رسول اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے باز رہنے کے بیان میں

۸۸۸۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حدثنا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اُتْرُكُونِي مَا

تَرَكْتُكُمْ، فَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فَخُذُوا عَنِّي. فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو۔ جب تک میں تمہیں چھوڑے رہوں لیکن میں جب تم سے بیان کروں تو مجھ سے لیلواور ان کو پکڑلو۔ کیونکہ تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ اپنے نبیوں سے کثرت سے سوال کرتے تھے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: فانما هلك من كان قبلكم بكثرة سوالهم: اس سے مراد بے سود اور غیر مفید سوالات ہیں، جن کا مستقل کوئی فائدہ نہ ہو، صرف زبان کے چٹخارے کے لئے یا مسئول کو زچ کرنے کے لئے کئے جائیں ''هذا في حق من يسأل عبثا وتكلفا كسوال بني اسرائيل في بيان البقرة، دون من يسأل سوال حاجة وعلمية، فهو مثاب'' اس سے ثابت ہوا کہ علمی سوال کرنا معیوب و معتوب نہیں بلکہ مقصود و محبوب ہے۔

۱۸۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي عَالِمِ الْمَدِيْنَةِ

مدینہ کے عالم بارے میں

۸۸۹۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ، وَإِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً يُوشِكُ أَنْ يَضْرِبَ النَّاسُ أَكْبَادَ الْإِبِلِ يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ فَلَا يَجِدُونَ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِينَةِ. قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ، وَهُوَ حَدِيثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ، وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ أَنَّهُ قَالَ فِي هَذَا: سُئِلَ مَنْ عَالِمُ الْمَدِينَةِ؟ فَقَالَ: إِنَّهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ.

وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى: سَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ قَالَ هُوَ الْعُمَرِيُّ الزَّاهِدُ عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللهِ، وَسَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ مُوسَى يَقُولُ قَالَ عَبْدُالرَّزَّاقِ: هُوَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ [وَالْعُمَرِيُّ: هُوَ عَبْدُالْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِاللهِ مِنْ وَلَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ آنحضرت سے نقل کرتے ہیں قریب ہے لوگ اونٹوں کے جگر پر مار مار کر علم طلب کریں گے لیکن وہ کسی کو مدینہ کے عالم سے زیادہ علم والا نہ پائیں گے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن عینیہؒ سے منقول ہے کہ یہ عالم مالک بن انسؒ ہیں۔ اسحاق بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے عیینہؒ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد عمری زاہد ہیں ان کا نام عبدالعزیز بن عبداللہ ہے۔ امام ترمذی نے کہا یحیی بن موسےٰ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ عبدالرزاقؒ فرماتے تھے، اس عالم سے مراد امام مالک بن انسؒ ہیں۔

تشریح: اعلم من عالم المدينة: جمہور اہل علم کے نزدیک اس کا مصداق ''امام مدینہ حضرت امام مالک بن انسؒ'' ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ اس سے ''عمری زاہد عبدالعزیز بن عبداللہ'' مراد ہے، والاول راجح كماقال الترمذي؛

۱۹۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي فَضْلِ الْفِقْهِ عَلَى الْعِبَادَةِ

عبادت پر فقہ کی فضیلت کے بیان میں

٨٩٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حدثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أخبرنا الْوَلِيدُ هُوَ ابْنُ مُسْلِمٍ، أخبرنا رَوْحُ بْنُ جَنَاحٍ، عَن مُجَاهِدٍ، عَن ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: فَقِيهٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ.

قَالَ أبو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ الْوَلِيدِ بنِ مُسْلِمٍ.

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

٨٩١۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خِدَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ، أخبرنا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْوَاسِطِيُّ، أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ، عَن قَيْسِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ: قَدِمَ رَجُلٌ مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ وَهُوَ بِدِمَشْقَ فَقَالَ مَا أَقْدَمَكَ يَا أَخِي؟ قَالَ حَدِيثٌ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: أَمَا جِئْتَ لِحَاجَةٍ؟ قَالَ لَا. قَالَ أَمَا قَدِمْتَ لِتِجَارَةٍ؟ قَالَ لَا. قَالَ مَا جِئْتُ إِلَّا فِي طَلَبِ هَذَا الْحَدِيثِ. قَالَ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: مَنْ سَلَكَ طَرِيقاً يَبْتَغِي فِيهِ عِلْماً سَلَكَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيقاً إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًى لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ حَتَّى الْحِيتَانُ فِي الْمَاءِ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَاراً وَلَا دِرْهَماً، إِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَ بِهِ فَقَدْ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ.

قَالَ أبو عِيسَى: وَلَا نَعْرِفُ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَاصِمِ بنِ رَجَاءِ بنِ حَيْوَةَ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ عِنْدِي بِمُتَّصِلٍ هٰكَذَا، حدثنا مَحْمُودُ بْنُ خِدَاشٍ هَذَا الْحَدِيثَ، وَإِنَّمَا يُرْوَى هَذَا الْحَدِيثُ عَن عَاصِمِ بنِ رَجَاءِ بنِ حَيْوَةَ، عَن دَاوُدَ بنِ جَمِيلٍ، عَن كَثِيرِ بنِ قَيْسٍ عَن أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ بنِ خِدَاشٍ [ورأى مُحَمَّدُ بنُ إِسْمَاعِيلَ هذا أصحُّ].

''قیس بن کثیرؒ سے مروی ہے مدینہ سے ایک شخص ابودرداءؓ کے پاس آیا اس وقت دمشق میں تھے۔ ابودرداء نے فرمایا بھائی تم یہاں کیسے آئے۔ اس نے کہا ایک حدیث سننے کے لئے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ اسے رسول اللہ سے بیان کرتے ہیں ابودرداءؓ نے فرمایا تم کسی ضرورت سے تو نہیں آئے اس نے کہا جی نہیں آپ نے فرمایا تو کیا تم صرف اس حدیث کی طلب میں آئے ہو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے جو علم کی تلاش میں کوئی راستہ طے کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسے راستہ پر لے چلے گا۔ جو بہشت کو جاتا ہے اور فرشتے علم کے طالب کے لئے بازو بچھاتے ہیں۔ اور عالم کی ہستی ایسی ہے کہ آسمان وزمین مین جتنے فرشتے ہیں سب ہی اس کی بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ پانی کی مچھلیاں بھی۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے۔ جیسے چاند کی فضیلت باقی ستاروں پر۔ علماء پیغمبروں کے وارث ہیں اور پیغمبروں نے ترکہ میں نہ دینار چھوڑا اور نہ درہم انہوں نے صرف علم کو چھوڑا، سو جس نے یہ لیا اس نے بڑا حصہ لیا''

یہ حدیث صرف عاصم بن رجاء بن حیوہ کی روایت سے پہچانی گئی ہے۔اس کی اسناد میرے نزدیک متصل نہیں ہے اور یہ روایت عاصم بن رجاء بن حیوہ سے بواسطہ داؤد بن جمیل، کثیر بن قیس ابوالدرداء بھی نبی ﷺ سے مروی ہے یہ محمود بن خداش کی روایت سے صحیح تر ہے۔

۸۹۲۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،أخبرنا أَبُوالأَحْوَصِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنِ ابنِ أَشْوَعَ عَنْ يَزِيدَ بنِ سَلَمَةَ الْجُعْفِي قَالَ:قَالَ يَزِيدُ بنُ سَلَمَةَ:يَارَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي سَمِعْتُ مِنكَ حَدِيثاً كَثِيراً أَخَافُ أَنْ يُنْسِي أَولَهُ آخِرَهُ.فَحَدِّثْنِي بِكَلِمَةٍ تَكُونُ جِمَاعاً،قَالَ: اتَّقِ اللّٰهَ فِيمَا تعلمُ.

قَالَ أَبُوعِيسَى:هذا حديثٌ لَيسَ إسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ وهُوَعِنْدِي مُرْسَلٌ،وَلَمْ يُدْرِكْ عِنْدِي ابنُ أَشْوَعَ يَزِيدَبنَ سَلَمَةَ.وَابْنُ أَشْوَعَ اسْمُهُ سَعِيدُبنُ أَشْوَعَ.

''سیدنا یزید بن سلمہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے آپ سے بہت سی حدیثیں سنی ہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں پچھلی حدیثیں پہلی حدیثوں کو نہ بھلادیں۔آپ ﷺ مجھے کوئی ایسا کلمہ بتائیں جو سب نیکیوں کو جامع ہو آپ نے فرمایا تم جو کچھ جانتے ہو اس میں اللہ سے ڈرو''

اس حدیث کی اسناد متصل نہیں ،میرے نزدیک یہ حدیث مرسل ہے،ابن اشوع نے یزید بن سلمہ نہیں پایا،ابن اشوع کا نام سعید بن اشوع ہے۔

۸۹۳۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ،حَدَّثَنَا خَلَفُ بنُ أَيُّوبَ العَامِرِيُّ عَنْ عَوْفٍ عَنِ ابنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: خَصْلَتَانِ لَاتَجْتَمِعَانِ فِى مُنَافِقٍ:حُسْنُ سَمْتٍ وَلَا فِقْهٌ فِي الدِّيْنِ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غريبٌ ،وَلَانَعْرِفُ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ حَدِيثِ عَوْفٍ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ هَذَا الشَّيْخِ خَلَفِ بنِ أَيُّوبَ العَامِرِيِّ،وَلَمْ أَرَ أَحَداً يَرْوِي عَنْهُ غَيْرَ مُحَمَّد بنِ العَلَاءِ،وَلَا أَدْرِي كَيْفَ هُوَ؟

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہوتیں۔اچھا چلن اور دین کی سمجھ'' یہ حدیث غریب ہے،ہم اس حدیث کو عوف سے صرف خلف بن ایوب عامری کی روایت سے پہچانتے ہیں، محمد بن علاء کے علاوہ کسی نے اس سے روایت نہیں کی اور محمد بن علاء کا حال مجھے معلوم نہیں۔

۸۹۴۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَبْدِ الأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ،أخْبَرَنَا سَلَمَةُ بنُ رَجَاءٍ،أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بنُ جَمِيلٍ،أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ أَبُو عَبْدِالرَّحْمٰنِ،عَنْ أَبِي أُمَامَةَ البَاهِلِيِّ قَالَ: ذُكِرَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا:عَابِدٌوَالآخَرُعَالِمٌ،فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ،ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِينَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِى جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ.

قَالَ أَبُوعِيسَى:هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ،قَالَ :سَمِعْتُ أَبَاعَمَّارٍ الْحُسَيْنَ بنَ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ الْفُضَيْلَ بنَ عِيَاضٍ يَقُولُ: عَالِمٌ عَامِلٌ مُعَلِّمٌ يُدْعَى كَبِيراً فِى مَلَكُوتِ السَّمٰوَاتِ.

''سیدنا ابوامامة باہلیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو شخصوں کا ذکر ہوا ایک ان میں عابد تھا اور ایک عالم آپ نے فرمایا عابد پر عالم کو ایسی ہی فضیلت ہے جیسے میری فضیلت تم میں سب سے معمولی آدمی پر پھر آپ نے فرمایا اللہ اس کے فرشتے آسمان والے اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنی بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں اس کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے''

یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ میں نے ابوعمار حسین بن حریث خزاعی سے سنا وہ فضیل بن عیاضؒ سے نقل کرتے تھے کہ عالم باعمل جو لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔ اسمان کی ملکوت میں کبیر کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

۸۹۵۔حَدَّثَنَا عُمَرُبْنُ حَفْصٍ الشَّيْبَانِيُّ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ،عَنْ عَمْرِوبْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ،عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:لَنْ يُشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَيْرٍ يَسْمَعُهُ حَتَّى يَكُونَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةُ.

هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

''سیدنا ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بھلائی کے سننے سے مومن سیر نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ اس کی انتہاء جنت ہوتی ہے'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۸۹٦۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ عُمَرَبْنِ الْوَلِيْدِالْكِنْدِيُّ،حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ،عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْفَضْلِ،عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: الْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ،فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ الْفَضْلِ المدنی الْمَخْزُومِيُّ ضَعِيفٌ فِى الْحَدِيثِ من قِبَلِ حِفْظِهِ.

''سیدنا ابوھریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عقل ودانائی کی بات مؤمن کی گم شدہ متاع ہے اس لئے مومن جہاں اسے پائے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اسکو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں، ابراہیم بن فضل مخزومی حدیث میں ضعیف ہے۔

تشریح: ابواب العلم میں سب سے زیادہ روایات اسی آخری باب میں ہیں، جن میں فضیلت، اہمیت، علم پر عمل کی ضرورت کئی امور پر توجہ دلائی گئی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی علم صحیح اور عمل کامل کی توفیق عطا فرمائیں کثافات بہیمہ سے نکال کر انوارات ملکیہ سے روشن کردیں۔

فتمت ابواب العلم وتليها ابواب الاستيذان

ابواب الاستئذان والآدب عَن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

رسول اللہ ﷺ سے منقول استیذان اور آداب کے ابواب

استیذان: یہ باب استفعال کا مصدر، اذن سے ماخوذ ہے، اجازت چاہنا، قرآن کریم میں مجرد و مزید دونوں موجود ہیں "انّ الّذین یستأذنونک اولئک الّذین یؤمنون باللّٰہ ورسولہ، الا من اذن لہ الرحمن وقال صوابا" (نور ۶۲، نباء ۳۸) یہاں مراد یہ ہے کہ جب کسی کے پاس جائیں تو اجازت لیں سلام کریں، آتے اور جاتے دونوں اوقات میں یہ سنت ہے۔ سب سے پہلے اسی کا بیان ہے پھر آگے دیگر آداب کا۔

ماقبل سے ربط: سلام کلام اور میل ملاپ میں ادب مطلوب ہے بلکہ علم دین حاصل کرنے والوں کیلئے اس کی ضرورت دوچند ہے، یہ نہیں کہ ہم فارغ التحصیل ہونے والے ہیں اب اسکی ضرورت نہیں بلکہ اب زیادہ اہتمام کی ضرورت ہے۔ اس سے قبل بنیادی طور پر عقائد، عبادات، معاملات، فرائض وواجبات وغیرہ کے تفصیلی احکام بیان ہوئے ہیں اب بتارہے ہیں کہ ہر ایک عمل کا ادب ہے اور اسکی ادائیگی موزوں اور شائستہ طریقہ سے ہو کیونکہ کھڑے کھڑے پانی حلق میں اتر جائیگا اور پیاس بجھ جائے گی لیکن اس طریقے سے پینے میں ادب واستحباب نہیں۔ اس لیے رہن سہن، سلام وکلام، طعام ومنام، نشست وبرخاست، ملاقات وزیارت، قرب وجوار، خوشگوار وناگوار، جلوت وخلوت، آمد ورفت، اقارب واجانب .... ان سب امور کیلئے مذہب اسلام، اللہ کے قرآن اور پیغمبر اسلام نے ہدایات وآداب تعلیم فرمائے اور سکھائے ہیں۔ اب یہاں سے وہ جملہ آداب بیان ہوتے ہیں جن میں بعض کا تعلق عبادات سے ہے، بعض کا تعلق معاملات سے ہے، بعض کا تعلق معاشرت سے ہے، بعض کا تعلق اخلاقیات سے ہے۔ اور پوری کامیابی اسی میں ہے کہ ہر محل کے ادب کا لحاظ کیا جائے اور اسے عملی جامہ پہنایا جائے۔ بنوصاحب آداب، رہو ہر دم شاد آغاز سلام کلام کے آداب کے تذکرے سے ہے کیونکہ یہ عام تر اور اہم ترین ہے۔

شریعت نے مسلمانوں کے لئے پوری زندگی کے احکام وآداب مقرر کئے ہیں، اور ہر کام کی مکمل نورانیت جب ہی حاصل ہوتی ہے جب اسے سنت کے اہتمام اور آداب کے ساتھ بجالائیں، لاپرواہی اور دیکھا دیکھی کئے ہوئے عمل سے سر سے فرض تو اتر جاتا ہے، لیکن مکمل فائدہ اور برکات وانوارات حاصل نہیں ہوتے، بلکہ آئندہ اصل عمل اور فریضہ سے بھی محرومی کا اندیشہ ہوتا ہے۔

اہل ایمان کو "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" کے خطاب سے سب سے پہلا حکم ادب کا دیا گیا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادب واحترام سے بلاؤ اور بات کرو، یہود کی طرح بے ادبی والے الفاظ سے مت بلاؤ۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

مَنْ تَهَاوَنَ بِالْآدَابِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ السُّنَّةِ، وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالسُّنَّةِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْفَرَائِضِ، وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْفَرَائِضِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْمَعْرِفَةِ (تفسیر عزیزی ۱/۴۷۹)

"جو آداب میں لاپرواہی کرتا ہے وہ سنت سے محرومی کی بلاء میں مبتلا ہوتا ہے، جو سنتوں میں سستی کرتا ہے وہ فرائض سے

محروم ہوتا ہے، جوفرائض میں کوتاہی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان سے محروم ہوتا ہے‘‘

اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائیں اور محروم نہ فرمائیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی تصریح سے واضح ہوگیا کہ ایک ادب یا عمل میں لاپرواہی دوسرے کئی اعمال سے محروم کردیتی ہے، ہوتے ہوتے بندہ بالکل رب کو ہی بھلا بیٹھتا ہے، اس لئے ہر عمل آداب کے اہتمام سے بجالانا چاہیے۔ ہاں کسی عذر یا مجبوری کی وجہ سے کوئی ادب، سنت پر، عمل نہ کرسکیں تو اس میں گرفت نہیں لیکن صرف ادب یا سنت کہہ کر بے قیمت نہ سمجھیں، اور نہ ہی عذر و مجبوری کے بغیر چھوڑیں۔

ادب کا معنی اور وجہ تسمیہ: انه مأخوذ من المأدبة وهي الدعوة الى الطعام سمّي بذلك لانه يدعى اليه. لفظ ادب مأدبۃ سے مشتق ہے جس کا لفظی معنی ہے کھانے کی طرف بلانا، دعوت، مجلس طعام ادب کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔

۱- الادب: مايحمد قولا وفعلا. اصطلاح وعرف میں ادب کہتے ہیں ہر قابل تعریف قول و فعل جسے قولی اور عملی طور پر سراہا جائے وہ ادب ہے۔ **۲- الادب**: هو الطريقة الحسنة في المعاشرة وغيرها . ادب حسن معاشرت اور صفائی معاملات کا نام ہے اور رہن سہن مین عمدہ طریقے کا نام ہے۔ **۳- الادب**: هو تعظيم من فوقك والرفق بمن دونك . اپنے سے بڑے کی عزت اور چھوٹے پر شفقت کرنا یہ ادب ہے۔ **۴- الادب**: الاخذ بمكارم الاخلاق . اچھے اخلاق اور شائستہ عادات کو اپنانا ادب ہے۔ **۵-** الحلم و الاناة و التثبّت في الامور کام میں بردباری اور دل جمعی۔ الحليم الذي لايستخفه شئ من العصيان جسے نافرمانی خفا نہ کرسکے۔ الادب معرفة امور الحسنة. اچھی باتوں کی پہچان کا نام ادب ہے، جب تمام اخلاقی وشرعی حدود کی حفاظت ہوگی اور سب کے حقوق کی پاسداری ہوگی تو جانبین بلکہ سب کو راحت پہنچے گی۔ **۶-** حضرت تھانویؒ نے ادب کا معنی بیان کیا ہے: حفظ حدود، ادائے حقوق یعنی حدود شرعیہ کا لحاظ کرتے ہوئے سب کے حقوق ادا کرنا۔ حد سے بڑھنا یا حق تلفی کرنا خلاف ادب ہے۔

اب ان اعمال کا ذکر شروع ہورہا ہے جن کا پابند رہنے، اپنانے اور بروئے کار لانے سے آدمی صاحب فضیلت بنتا ہے اور حیوانیت سے نکل کر ملکانیت کی طرف آتا ہے۔ ان ابواب میں سلام، مصافحہ نیکی، صلہ رحمی، اور آداب کا ذکر ہے۔

ابواب واحادیث کی تعداد: امام موصوفؒ ابواب الاستیذان میں چونتیس (۳۴) ابواب اور ۴۸ احادیث لائے ہیں۔

۱- بَابُ مَاجَاءَ فِي إِفْشَاءِ السَّلَامِ

سلام کے عام کرنے کے بیان میں

۸۹۷- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، اخبرنا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَاتَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوا، أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى أَمْرٍ إِذَا أَنْتُمْ فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ. وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَشُرَيْحِ بْنِ هَانِيءٍ، عَنْ أَبِيهِ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَالْبَرَاءِ وَأَنَسٍ وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

’’سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اسوقت تک

جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک مؤمن نہ ہوں اور اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ رکھو۔ تو کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتادوں جس پر عمل کر نیسے تم ایک دوسرے سے محبت کرا اور وہ بات یہ ہے کہ آپسمیں کثرت سے سلام کو رواج دو" اس باب میں عبداللہ بن سلام شریح بن ہانی بواسطہ والد عبداللہ بن عمرو براء انس اور ابن عمر سے روایات ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۲۔بابُ ما ذُکِرَفی فَضلِ السَّلامِ

سلام کی فضیلت کے بیان میں

۸۹۸۔حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بنُ عَبدِالرَّحْمٰنِ،وَالْحُسَیْنُ بنُ مُحَمَّدٍالْحُرَیْرِیُّ البَلْخِیُّ،قالاَ:أخبرنا مُحَمَّدُبنُ کَثِیرٍ،عَن جَعْفَرِبنِ سُلَیمَانَ الضُّبَعِیِّ عَن عَوفٍ عَن أَبِی رَجَاءٍ عَن عِمْرَانَ بنِ حُصَینٍ:أَنَّ رَجُلاً جَاءَ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ السَّلامُ عَلَیکُم،فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺعَشرٌ،وَجَاءَ آخرُفَقَالَ:السَّلامُ عَلَیکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ،فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺعِشرُونَ،ثُمَّ جَاءَ آخرُفَقَالَ:السَّلامُ عَلَیکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہُ،فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ:ثَلاثُونَ.قَالَ أبو عِیسَی:ھَذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ مِنْ ھذا الوَجْہِ[مِنْ حَدِیثِ عِمْرَانَ بنِ حُصَینٍ]. وَفِی البَابِ عَن أَبِی سَعِیدٍ وَعَلِیٍّ وَسھلِ بنِ حُنَیفٍ.

"سیدنا عمران بن حصینؓ سے مروی ہے ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا اسلام علیکم آپ نے فرمایا اس کے لئے دس نیکیاں ہیں پھر دوسرا آدمی آیا اس نے کہا اسلام علیکم ورحمتہ اللہ آپ نے فرمایا اس کے لئے بیس نیکیاں ہیں۔ پھر تیسرا شخص آیا اس نے کہا اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ آپ نے فرمایا اس کے لئے تیس (۳۰) نیکیاں ہیں"
یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے۔ اس باب میں ابی سعید، علی، اور سہل بن حنیف سے روایات ہیں۔

۳۔بابُ ماجَاءَ فی الاسْتِئْذَانِ ثَلاثٌ

تین اجازت طلب کرنے کے بیان میں

۸۹۹۔حَدَّثَنَا سُفیَانُ بنُ وَکِیعٍ،حَدَّثَنَاعَبْدُالأَعْلَی بنُ عَبدِالأَعْلَی عَن الجُرَیرِیِّ،عَن أَبِی نَضْرَةَ،عَن أَبِی سَعِیدٍقَالَ: اسْتَأْذَنَ أَبُو مُوسَی عَلَی عُمَرَ.فَقَالَ السَّلامُ عَلَیکُمْ أَأَدْخُلُ؟فَقَالَ عُمَرُ:وَاحِدَةٌ،ثُمَّ سَکَتَ سَاعَةً،ثُمَّ قَالَ:السَّلامُ عَلَیکُمْ أَأَدْخُلُ؟فَقَالَ عُمَرُ:ثِنْتَانِ،ثُمَّ سَکَتَ سَاعَةً،فَقَالَ :السَّلامُ عَلَیکُمْ أَأَدْخُلُ؟فَقَالَ عُمَرُثَلاثٌ،ثُمَّ رَجَعَ،فَقَالَ عُمَرُلِلبَوَّابِ:مَاصَنَعَ؟ قَالَ رَجَعَ،قَالَ عَلَیَّ بِہِ.فَلَمَّا جَاءَہُ قَالَ مَاھَذَا الَّذِی صَنَعْتَ،قَالَ السُّنَّةَ.قَالَ السُّنَّةُ؟وَاللّٰہِ لَتَأْتِیَنِّی عَلَی ھَذَا بِبُرْھَانٍ وَبَیِّنَةٍ أَوْ لأَفْعَلَنَّ بِکَ، قَالَ فَأَتَانَا وَنَحْنُ رُفْقَةٌ مِنَ الأَنْصَارِ،فَقَالَ:یَامَعْشَرَالأَنْصَارِ أَلَسْتُمْ أَعْلَمَ النَّاسِ بِحَدِیثِ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ؟أَلَمْ یَقُلْ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ الاسْتِئْذَانُ ثَلاثٌ،فَإِنْ أُذِنَ لَکَ وَإِلاَّ فَارْجِعْ؟فَجَعَلَ القَوْمُ یُمَازِحُونَہُ،قَالَ أَبُو سَعِیدٍ:ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِی إِلَیْہِ فَقُلْتُ مَا أَصَابَکَ فِی ھَذَا مِنَ العُقُوبَةِ فَأَنَا شَرِیکُکَ قَالَ فَأَتَی عُمَرَ فَأَخْبَرَہُ بِذَلِکَ،فَقَالَ عُمَرُ: مَاکُنْتُ عَلِمْتُ بِھَذَا. وَفِی البَابِ عَن عَلِیٍّ وَأُمِّ طَارِقٍ مَوْلاَةِ سَعدٍ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَالْجُرَيْرِيُّ اسْمُهُ سَعِيدُبْنُ إِيَاسٍ يُكْنَى أَبَا مَسْعُودٍ وَقَدْرَوَى هَذَا غَيْرُهُ أَيْضاً عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، وَأَبُو نَضْرَةَ العَبْدِيُّ اسْمُهُ الْمُنْذِرُبْنُ مَالِكِ بنِ قُطْعَةَ.

''سیدنا ابوسعیدؓ سے مروی ہے حضرت ابوموسےؓ نے حضرت عمرؓ سے اجازت چاہی اور کہا السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ حضرت عمر نے فرمایا ایک۔ وہ تھوڑی دیر چپ رہے اور پھر کہا السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ حضرت عمر نے فرمایا دو۔ وہ پھر تھوڑی دیر چپ رہے اور تیسری بار کہا السلام علیکم کیا مین اندر آ سکتا ہوں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تین۔ پھر ابوموسےؓ واپس ہوگئے حضرت عمر نے دربان سے پوچھا انہوں نے کیا کیا دربان نے کہا واپس ہو گئے حضرت عمر نے فرمایا انہیں میرے پاس واپس بلاؤ۔ حضرت ابوموسیٰ حضرت عمر کے پاس واپس آئے تو حضرت عمر نے پوچھا تم نے کیا کیا؟ آپ نے فرمایا میں نے سنت ادا کی حضرت عمر نے فرمایا سنت اللہ کی قسم یا تو گواہ لاؤ یا میں تمہیں تنبیہ کروں گا حضرت ابوسعید کہتے ہیں یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ ہمارے پاس آئے ہم سب کے سب انصار ساتھی تھے۔ ابوموسیٰ نے فرمایا اے جماعت انصار! کیا تم رسول اللہ کی حدیث اور لوگوں سے زیادہ نہیں جانتے کیا رسول اللہ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اجازت طلب کرنا تین بار ہے؟ اگر تمہیں اجازت دی جائے تو خیر ورنہ واپس چلے جاؤ اور لوگ ان سے مذاق کرنے لگے۔ حضرت ابوسعید کہتے ہیں میں نے ان کی طرف دیکھا اور کہا اس کے متعلق تم پر کیا حادثہ پیش آیا ہے میں اس میں تمہارا شریک ہوں اس کے بعد وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انہیں اسکی خبر دی آپ نے فرمایا میں اسے نہیں جانتا تھا''

اس باب میں علی ام طارق سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے، جریری کا نام سعید بن ایاس ہے ابومسعود کنیت ہے، جریری کے علاوہ بھی اور لوگوں نے ابونضرہ سے روایت کی ہے ابونضرہ کا نام منذر بن مالک بن قطعہ ہے۔

۹۰۰۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُبْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عُمَرُبْنُ يُونُسَ عَنْ عِكْرِمَةَ بنِ عَمَّارٍ، حدثنى أَبُوزُمَيْلٍ، حدثنى ابنُ عَبَّاسٍ، حدثنى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّاب قَالَ: اسْتَأْذَنْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ثَلَاثاً فَأَذِنَ لِي.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ. وَأَبُو زُمَيْلٍ اسْمُهُ سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ، وَإِنَّمَا أَنْكَرَعُمَرُ، عِنْدَنَا، عَلَى أَبِي مُوسَى حَيْثُ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ الاسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ فَإِنْ أُذِنَ لَكَ وَإِلَّا فَارْجِعْ، وَقَدْ كَانَ عُمَرُاسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثَلَاثاً فَأَذِنَ لَهُ، وَلَمْ يَكُنْ عَلِمَ هَذَا الَّذِي رَوَاهُ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: فَإِنْ أُذِنَ لَكَ وَإِلَّا فَارْجِعْ.

''سیدنا عمر بن خطابؓ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے داخل ہونے کی تین بار اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دے دی''

یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ابوزمیل کا نام سماک حنفی ہے۔ اور ہمارے نزدیک حضرت عمرؓ نے جو حضرت ابوموسےٰ کی حدیث کا انکار کیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عمرؓ اس کا علم نہ تھا بار اجازت طلب کرنے پر اجازت نہ ملے۔ تو واپس ہو جانا چاہئے۔ یعنی آخری جملہ والا فارجع معلوم نہ تھا۔

٤۔بابُ ماجاءَ کَیفَ رَدُّالسَّلَامِ

سلام کا جواب کیسے دیں کے بیان میں

۹۰۱۔حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بنُ مَنْصُورٍ،اخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بنُ نُمَيرٍ،أخبرَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بنُ عُمَرَ عَنْ سَعِيدِ المَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: دَخَلَ رَجُلٌ المَسْجِدَ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ فِي نَاحِيَةِ المَسْجِدِ فَصَلَّى،ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيهِ،فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:وَعَلَيكَ، ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ،فَذَكَرَ الحَدِيثَ بِطُولِهِ.

قَالَ أَبُوعِيسَى:هذاحديثٌ حسنٌ وَرَوَى يَحْيَى بنُ سَعِيدِ القَطَّانُ هَذَا عَنْ عُبَيدِاللّٰهِ بنِ عُمَرَ عَنْ سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ فَقَالَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَلَمْ يذكرفيه فسلم عليه وقال:وعليك.قالَ:وَحَدِيثُ يَحْيَى بنِ سَعِيدٍ أَصَحُّ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے۔اس نے نماز پڑھی اور اس کے بعد آ کر آنحضرت ﷺ کو سلام کیا آپ نے فرمایا وعلیک۔تم جاؤ پھر سے نماز پڑھو۔کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی پھر پوری حدیث ذکر کی'' یہ حدیث حسن ہے، یحییٰ بن سعید قطان نے اس حدیث کو بواسطہ عبیداللہ بن عمر سعید مقبری بواسطہ والد ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے۔حدیث یحییٰ بن سعید اصح ہے۔

٥۔بابُ ماجاءَ فِي تَبْلِيغِ السَّلَامِ

سلام پہنچانے کے بیان میں

۹۰۲۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ المُنذِرِ الكُوفِيُّ،أخبرنا مُحَمَّدُبنُ فُضَيلٍ،عَن زَكَرِيَّابنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَامِرٍالشَّعْبِيِّ،حدثني أَبُوسَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺقَالَ لَهَا:إِنَّ جِبرَائِيلَ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ،قَالَتْ وَعَلَيهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ. وَفِي البَابِ عَن رَجُلٍ مِنْ بَنِي نُمَيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ.

قَالَ أَبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وَقَدْرَوَاهُ الزُّهْرِيُّ أَيضاً عَن أَبِي سَلَمَةَ عَن عَائِشَةَ.

''ابوسلمہ نے کہا مجھے سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا جبریلؑ تمہیں سلام کہتے ہیں اس پر عائشہؓ نے جواب دیا۔علیہ السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ''

اس باب میں بنی نمیر کے ایک آدمی سے جو بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں روایت ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے زہری نے بھی بواسطہ ابوسلمہ حضرت عائشہؓ سے اسکو نقل کیا ہے۔

٦۔بابُ ماجاءَ فِي فَضْلِ الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ

سلام میں پہل کرنیوالے کی فضیلت کے بیان میں

۹۰۳۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ،أخبرنا قُرَّانُ بنُ تَمَّامٍ الأَسَدِيُّ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ الرَّهَاوِيِّ يَزِيدَبْنِ سِنَانٍ،عَن سُلَيمِ بنِ عَامِرٍ،عَن أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: قِيلَ يَارَسُولَ اللّٰهِ الرَّجُلَانِ يَلْتَقِيَانِ أَيُّهُمَا يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ؟فَقَالَ:أَوْلَاهُمَا بِاللّٰهِ.

هذاحدیثٌ حسنٌ. قَالَ: مُحَمَّدٌ أَبُوفَرْوَةَ الرُّهَاوِيُّ مُقَارِبُ الْحَدِيثِ إِلَّا أَنَّ ابْنَهُ مُحَمَّدَبْنَ يَزِيدَرَوَى عَنْهُ مَنَاكِيرَ

''سیدنا ابوامامہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا دو آدمی آپس میں ملتے ہیں۔ ان میں سے پہلے سلام کون کرے؟ آپ نے فرمایا پہلے سلام کرنے والا اللہ کی رحمت سے زیادہ قریب ہوتا ہے'' یہ حدیث حسن ہے محمد بخاریؒ نے کہا ابوفروہ رہاوی مقارب الحدیث ہے مگر اسکے بیٹے محمد بن یزید نے اس سے کچھ منکر روائتیں بیان کی ہیں۔

۷۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ إِشَارَةِ الْيَدِ بِالسَّلَامِ

سلام میں ہاتھ سے اشارہ کرنے کی کراہت کے بیان میں

۹۰۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَاتَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَلَا النَّصَارَى، فَإِنَّ تَسْلِيمَ الْيَهُودِ الإِشَارَةُ بِالْأَصَابِعِ، وَتَسْلِيمَ النَّصَارَى الإِشَارَةُ بِالْأَكُفِّ.

هذا حديث إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ. وَرَوَى ابْنُ الْمُبَارَكِ هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ فَلَمْ يَرْفَعْهُ.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر کی مشابہت اپنائے یہودیوں اور نصرانیوں کی مشابہت نہ اپناؤ بنو۔ یہود کا سلام انگلیوں کے اشارہ سے ہوتا ہے اور نصرانیوں کا سلام ہتھیلی کے اشارہ سے ہوتا ہے''

اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے ابن مبارک نے اس حدیث کو ابن لہیعہ سے ذکر کیا ہے لیکن مرفوع بیان نہیں کیا۔

۸۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي التَّسْلِيمِ عَلَى الصِّبْيَانِ

بچوں کو سلام کرنے کے بیان میں

۹۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُوالْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُوعَتَّابٍ سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَيَّارٍ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ فَمَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ ثَابِتٌ كُنْتُ مَعَ أَنَسٍ فَمَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ، وَقَالَ أَنَسٌ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَمَرَّ عَلَى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ صحيحٌ. رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ ثَابِتٍ، وَرُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ.

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، أخبرنا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

''سیارؒ کہتے ہیں میں ثابتؒ بنانی کے ساتھ جا رہا تھا راستہ میں بچے ملے تو انہوں نے ان کو سلام کیا اور کہا میں انسؓ کے ساتھ جا رہا تھا۔ ہمارا بچوں کے پاس سے گذر ہوا تو انہوں نے بچوں کو سلام کیا اور مجھ سے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا آپ ﷺ بچوں کے پاس سے گذرے تو آپ ﷺ نے بچوں کو سلام کیا' یہ حدیث صحیح ہے، مختلف رواۃ نے اس طریق کے علاوہ روایت کیا ہے۔ قتیبہ جعفر بن سلیمان ثابت انسؓ سے نبی سے اسی کے ہم معنی مروی ہے۔

۹۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي التَّسْلِيمِ عَلَى النِّسَاءِ

عورتوں کو سلام کرنے کے بیان میں

۹۰۶۔حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ، أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أخبرنا عَبْدُالْحَمِيدِ بْنُ بَهْرَامَ أَنَّهُ سَمِعَ شَهْرَبْنَ حَوْشَبٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَسْمَاءَ بِنْتَ يَزِيدَ تُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ فِي الْمَسْجِدِيَوْماً وَعُصْبَةٌ مِنَ النِّسَاءِ قُعُودٌ فَأَلْوَى بِيَدِهِ بِالتَّسْلِيمِ وَأَشَارَ عَبْدُالْحَمِيدِ بِيَدِهِ. قَالَ أَبُوعِيسَى:هذا حديثٌ حسنٌ .قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ:لَابَأْسَ بِحَدِيثِ عَبْدِالْحَمِيدِبْنِ بَهْرَامَ عَن شَهْرِبْنِ حَوْشَبٍ وَقَالَ مُحَمَّدُبْنُ إِسْمَاعِيلَ:شَهْرٌ حَسَنُ الْحَدِيثِ وَقَوِّى أَمْرَهُ،وَقَالَ:إِنَّمَا تَكَلَّمَ فِيهِ ابْنُ عَوْنٍ،ثُمَّ رَوَى عَن هِلَالِ بنِ أَبِي زَيْنَبَ عَن شَهْرِ بنِ حَوْشَبٍ.

حَدَّثَنَا أَبُودَاوُدَ،أخبرنا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ،عَن ابنِ عَوْنٍ،قَالَ:إِنَّ شَهْراً نَزَكُوهُ.قَالَ أَبُودَاوُدَ:قَالَ النَّضْرُ:نَزَكُوهُ أَيْ طَعَنُوا فِيهِ وَإِنَّمَا طَعَنُوا فيه لأنه ولى أمرالسلطان.

''سیدہ اسماءؓ بنت یزید سے مروی ہے بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں گذرے وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی آپ نے سلام کے ساتھ دستِ مبارک سے اشارہ کیا۔عبدالحمید (راوی حدیث) نے ہاتھ سے اشارہ'' یہ حدیث حسن ہے۔احمد حنبل فرماتے ہیں عبدالحمید بن بہرام کی شہر بن حوشب سے روایت میں کچھ ڈر نہیں۔محمد بخاریؒ نے کہا کہ شہر حدیث میں اچھا اور قوی ہے۔ابن عون نے اس کے بارے میں کلام کیا پھر خود ہی بواسطہ ہلال بن ابی زینب اس سے روایت بھی لے لی۔ہم سے ابوداود نے بواسطہ نضر بن شمیل ابن عون نے نقل کیا کہ ''شہر'' کو محدثین نے طعن کیا۔ابوداود کہتے ہیں نضر نے کہا نزکواہ سے مراد ہے اس کو طعن کیا اس کی وجہ یہ کہ ''شہر'' بعض سرکاری اور شاہی امور میں پڑ گیا تھا۔

۱۰۔بَابُ مَاجَاءَ فِي التَّسْلِيمِ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے کے بیان میں

۹۰۷۔حَدَّثَنَا أَبُوحَاتِمٍ الْأَنْصَارِيُّ الْبَصْرِيُّ مُسْلِمُ بْنُ حَاتِمٍ،أخبرنا مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ عَن أَبِيهِ عَن عَلِيِّ بنِ زَيْدٍ، عَن سَعِيدِ بنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ:قَالَ أَنَسٌ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَا بُنَيَّ إِذَا دَخَلْتَ عَلَى أَهْلِكَ فَسَلِّمْ تَكُونُ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَ عَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ. قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا بیٹا جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو اس سے تم پر وار تمہارے گھر والوں پر برکت ہوگی'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۱۔بَابُ مَاجَاءَ فِي السَّلَامِ قَبْلَ الْكَلَامِ

گفتگو سے پہلے سلام کے بیان میں

۹۰۸۔حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ البغدادى،أخبرنا سَعِيدُ بْنُ زَكَرِيَّا،عَن عَنْبَسَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَن مُحَمَّدِبْنِ زَاذَانَ عَن مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِعَن جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: السَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ.وَبِهَذَا الإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَا تَدْعُوا أَحَداً إِلَى الطَّعَامِ حَتَّى يُسَلِّمَ قَالَ أَبُوعِيسَى:هذا حديثٌ مُنْكَرٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ وَسَمِعْتُ مُحَمَّداً

يَقُولُ عَنْبَسَةُ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ضَعِيفٌ فِي الْحَدِيثِ ذَاهِبٌ وَمُحَمَّدُبنُ زَاذَانَ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ

''سیدنا جابر بن عبداللہ سے مروی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سلام گفتگو سے پہلے ہے اس اسناد سے نبی ﷺ سے منقول ہے۔آپ نے فرمایا کسی کو کھانے پر نہ بلاؤ جب تک وہ سلام نہ کرے''

یہ حدیث منکر ہے،ہم اس کو صرف اس طریق سے پہچانتے ہیں۔میں نے محمد بخاری سے سنا فرماتے تھے۔عنبسہ بن عبدالرحمٰن حدیث میں ضعیف اور ذاہب ہے اور محمد بن زاذان منکر الحدیث ہے۔

۱۲۔بابُ ماجاءَ في كراهية التسليم على الذمّيّ

ذمی کو سلام کرنے کی ممانعت کے بیان میں

۹۰۹۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ أَخْبَرَنَا عَبْدُالعَزِيزِ بنُ مُحَمَّدٍعَنْ سُهَيْلِ بنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَاتَبْدَأُوا اليَهُودَ وَلَا النَّصَارَى بِالسَّلَامِ فَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ فِي طَرِيقٍ فَاضْطَرُّوهُ إِلَى أَضْيَقِهِ.

قَالَ أبوعِيسَى: هَذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہود ونصاریٰ کو پہلے سلام نہ کرو اور جب تم راستہ میں کسی یہودی یا نصرانی سے ملو تو اسکو راستہ کے تنگ حصہ پر چلنے کے لئے مجبور کردو'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۹۱۰۔حَدَّثَنَا سَعِيدُبنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ المَخْزُومِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:إِنَّ رَهْطاً مِنَ اليَهُودِ دَخَلُوا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ،فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْكُمْ،فَقَالَتْ عَائِشَةُ:فَقُلْتُ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَ اللَّعْنَةُ،فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَاعَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ.قَالَتْ عَائِشَةُ:أَلَمْ تَسْمَعْ مَاقَالُوا؟قَالَ:قَدْقُلْتُ عَلَيْكُمْ.

وفي البَابِ عَنْ أَبِي بَصْرَةَ الغِفَارِيِّ وَابنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ وَأَبِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْجُهَنِيِّ.

قَالَ أبوعِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے یہودیوں کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی۔انہوں نے کہا السلام علیکم تم پر موت ہو آپ نے فرمایا علیکم تم پر ہو،سیدۃ عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے کہا علیکم السلام واللعنۃ (تم پر موت اور لعنت ہو) حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمام امور میں نرمی پسند کرتے ہیں۔حضرت عائشہؓ نے کہا آپ نے نہیں سنا ان لوگوں نے کیا کہا؟آپ ﷺ نے فرمایا میں ان کا جواب دے چکا''

اس باب میں ابوبصرۃ غفاری،ابن عمر،انس اور ابوعبدالرحمٰن جہنی سے روایات ہیں۔حدیث عائشہ حسن صحیح ہے۔

۱۳۔بابُ مَاجَاءَ فِي السَّلَامِ عَلَى مَجْلِسٍ فِيهِ الْمُسْلِمُونَ وَغَيْرُهم

ایسی مجلس پر سلام کرنے جس میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں ہوں

۹۱۱۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بنُ مُوسَى،حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ،أخبرنا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ أُسَامَةَ بنَ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ

ﷺ مَرَّ بِمَجْلِسٍ وَفِيهِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ. قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا اسامہ بن زید سے مروی ہے نبی ﷺ ایک مجلس پر گذرے جس میں مسلمان اور یہودی ملے جلے تھے۔آپ نے ان کو سلام کیا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٤۔بَابُ مَاجَاءَ فِي تَسْلِيمِ الرَّاكِبِ عَلَى الْمَاشِي

ان روایات کے بیان میں جن میں وارد ہے کہ سوار پیادے کو سلام کرے

۹۱۲۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ،قَالَا:حدثنا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ،عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَالْمَاشِي عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ.وَزَادَابْنُ الْمُثَنّٰى فِي حَدِيثِهِ :وَيُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ . وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ وَفَضَالَةَبْنِ عُبَيْدٍ وَجَابِرٍ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ قَدْرُوِيَ مِنْ غَيْرِوَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.وَقَالَ أَيُّوبُ السَّخْتِيَانِيُّ وَيُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ،وَعَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ إِنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا سوار پیادہ کو اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو سلام کیا کریں،ابن مثنی نے اپنی روایت میں اتنا زیادہ کیا کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے''

اس باب میں عبدالرحمٰن بن شبل ،فضالہ بن عبید اور جابر سے روایات ہیں ،یہ حدیث متعدد طریقوں سے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے،ایوب سختیانی، یونس بن عبید اور علی بن زید نے کہا کہ حسن نے ابو ہریرہؓ سے نہیں سنا

۹۱۳۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ،حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ،حدثنا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ،أخبرني أَبُوهَانِيءٍ[اسمه حميدبن هانیء] الْخَوْلَانِيُّ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْجَنْبِيِّ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: يُسَلِّمُ الْفَارِسُ عَلَى الْمَاشِي ،وَالْمَاشِي عَلَى الْقَائِمِ،وَ الْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ. قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وَأَبُوعَلِي الْجَنْبِيُّ اسْمُهُ عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ.

''سیدنا فضالہ بن عبیدؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سوار پیادہ کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو۔اور تھوڑے لوگ زیادہ کو'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ابوعلی جنبی کا نام عمرو بن مالک ہے۔

۹۱۴۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ،أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ،أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺقَالَ: يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِوَالْمَارُّعَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ.قَالَ :وَهٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو تھوڑے زیادہ کو''

١٥۔بَابُ مَاجَاءَ فِي التَّسْلِيمِ عِنْدَ الْقِيَامِ وَعِنْدَ الْقُعُودِ

اٹھتے اور بیٹھتے کے وقت سلام کرنے کے بیان میں

۹۱۵۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،أخبرنا الليثُ،عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ،عَنْ سَعِيدٍالْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺقَالَ: إِذَا انْتَهٰى

أَحَدُكُمْ إِلَى مَجْلِسٍ فَلْيُسَلِّمْ فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يَجْلِسَ فَلْيَجْلِسْ، ثُمَّ إِذَا قَامَ فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتْ الْأُولَى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ أَيْضاً عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے پھر اگر اس کے دل میں آئے کہ بیٹھے تو بیٹھ جائے پھر جب اٹھے تو سلام کرے کیونکہ پہلا سلام دوسرے سے زیادہ حق بجانب نہیں، (یعنی دوسرا سلام بھی پہلے ہی کی طرح ضروری اور اہم ہے''

یہ حدیث حسن ہے یہ حدیث ابن عجلان سے بواسطہ سعید مقبری بواسطہ والد خود ابی ہریرہؓ نبی بھی مروی ہے۔

۱۶۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي الاسْتِئْذَانِ قُبَالَةَ الْبَيْتِ

گھر کے سامنے اجازت چاہنے کے بیان میں

۹۱۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، أخبرنا ابنُ لَهِيعَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بن أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِالرحمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ كَشَفَ سِتراً فَأَدْخَلَ بَصَرَهُ فِي الْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ فَرَأَى عَوْرَةَ أَهْلِهِ فَقَدْ أَتَى حَداً لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ: لَوْ أَنَّهُ حِينَ أَدْخَلَ بَصَرَهُ اسْتَقْبَلَهُ رَجُلٌ فَفَقَأَ عَيْنَيْهِ مَاعَيَّرْتُ عَلَيْهِ، وَإِنْ مَرَّ رَجُلٌ عَلَى بَابٍ لَاسِتْرَ لَهُ غَيْرَ مُغْلَقٍ فَنَظَرَ فَلَا خَطِيئَةَ عَلَيْهِ، إِنَّمَا الْخَطِيئَةُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي أُمَامَةَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هَذَا إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابنِ لَهِيعَةَ. وَأَبُو عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيُّ اسْمُهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ.

''سیدنا ابوذرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اجازت ملنے سے پہلے پردہ اٹھا کر کسی کے گھر میں نظر ڈالی اور گھر والو کا کوئی عیب دیکھ لیا تو وہ اس حد کو پہونچا جو اس کے لئے حلال نہیں۔ جس وقت اس نے اپنی نظر اندر داخل کی تھی اگر کوئی آدمی بڑھ کر اس کی آنکھیں پھوڑ دیتا تو میں اس پر کچھ غیرت نہ کرتا۔ اور اگر کوئی آدمی ایسے دروازے کے پاس سے گذرے جس پر پردہ نہیں اور دروازہ بھی کھلا ہوا ہے اور اس نے نظر ڈال لی تو اس کا کچھ قصور نہیں بلکہ قصور گھر والوں کا ہے'' اس باب میں ابو ہریرہؓ اور ابو امامہ سے روایت ہے، یہ حدیث غریب ہے ہم اسکے مثل صرف ابن لہیعہ کی روایت سے پہچانتے ہیں ابوعبدالرحمٰن حبلی کا نام عبداللہ بن یزید ہے۔

۱۷۔ بَابُ مَنِ اطَّلَعَ فِي دَارِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ

بغیر اجازت کسی کے گھر میں جھانکنے کی قباحت کے بیان میں

۹۱۷۔ حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي بَيْتِهِ فَاطَّلَعَ عَلَيْهِ رَجُلٌ فَأَهْوَى إِلَيْهِ بِمِشْقَصٍ فَتَأَخَّرَ الرَّجُلُ. قَالَ أَبُو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ اپنے گھر میں تھے ایک شخص نے آپ ﷺ کو جھانکا آپ نے تیر کی نوک اس کی طرف کی وہ پیچھے ہٹ گیا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۹۱۸۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِی عُمَرَ،حدثنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَهْلِ بنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ جُحْرٍ فِی حُجْرَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَمَعَ النَّبِیِّ ﷺ مِدراۃٌ يَحُكُّ بِهَا رَأْسَهُ،فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: لَوْعَلِمْتُ أَنَّكَ تَنْظُرُ لَطَعَنْتُكَ بِهَا فِی عَيْنِكَ .إِنَّمَا جُعِلَ الِاسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ.

وَفِی الْبَابِ عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ. قَالَ أَبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا سہل بن سعد ساعدیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کے حجرہ میں ایک سوراخ سے کسی آدمی نے جھانکا آپ کے پاس ایک لوہے کی کنگھی تھی جس سے آپ سر کھجا رہے تھے آپ نے فرمایا اگر میں جانتا کہ تو دیکھے گا تو یہ تیری آنکھ میں چبھو دیتا اجازت اجازت چاہنا نظر ہی کی وجہ سے مقرر کیا گیا ہے''

اس باب میں ابوھریرہؓ سے روایت ہے۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۸۔بابُ مَاجَاءَ فِی التَّسْلِيمِ قَبْلَ الِاسْتِئْذَانِ

اجازت چاہنے سے پہلے سلام کرنے کے بیان میں

۹۱۹۔حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ وَكِيعٍ،حَدَّثَنَا رَوْحُ بنُ عُبَادَةَ عَنِ ابنِ جُرَيْجٍ قَالَ أخبرنی عَمْرُو بنُ أَبِی سُفْيَانَ أَنَّ عَمْرَو بنَ عَبْدِاللَّهِ بنِ صَفْوَانَ أخبره أَنَّ كَلَدَةَ بنَ حَنْبَلٍ أخبره: أَنَّ صَفْوَانَ بنَ أُمَيَّةَ بَعَثَهُ بِلَبَنٍ وَلِبَاءٍ وَضَغَابِيسَ إِلَى النَّبِیِّ ﷺ وَالنَّبِیُّ ﷺ بِأَعْلَى الْوَادِی،قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ أَسْتَأْذِنْ،وَلَمْ أُسَلِّمْ،فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ:ارْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ؟وَذَلِكَ بَعْدَمَا أَسْلَمَ صَفْوَانُ.قَالَ عَمْرٌو:وَأخبرنی بِهَذَا الْحَدِيثِ أُمَيَّةُ بنُ صَفْوَانَ.وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُهُ مِنْ كَلَدَةَ.

قَالَ أَبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابنِ جُرَيْجٍ.وَرَوَاهُ أَبُوعَاصِمٍ أَيْضاً عَنِ ابنِ جُرَيْجٍ مِثْلَ هَذَا وَضَغَابِيسُ:هو حشيشٌ يُؤكل .

''کلدہ بن حنبلؓ سے منقول ہے صفوان بن امیہ نے مجھے دودھ، بولی اور چھوٹے کھیرے دے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا آپؐ وادی کے بالائی حصے میں تشریف رکھتے تھے۔کلدہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بغیر اجازت اندر چلا گیا اور سلام بھی نہ کیا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ واپس جاؤ اور کہو السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں یہ حضرت صفوانؓ کے اسلام کے بعد کا واقعہ ہے عمرو کہتے ہیں مجھے اس حدیث کی خبر امیۃ بن صفوان نے بھی دی لیکن یہ نہیں کہا کہ میں نے کلدہ سے سنا'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔ہم اس کو صرف ابن جریج کی روایت سے پہچانتے ہیں۔ابو عاصم نے بھی ابن جریج سے اسی کے مثل نقل کیا ہے۔

۹۲۰۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ،أنبأنا عَبْدُاللَّهِ بنُ الْمُبَارَكِ،أخبرنا شُعْبَةُ،عَنْ مُحَمَّدِ بنِ الْمُنْكَدِرِ،عَنْ جَابِرٍ قَالَ:اسْتَأْذَنْتُ عَلَى النَّبِیِّ ﷺ فِی دَيْنٍ كَانَ عَلَى أَبِی،فَقَالَ مَنْ هَذَا؟فَقُلْتُ أَنَا،فَقَالَ أَنَا أَنَا...؟كَأَنَّهُ كَرِهَ ذَلِكَ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا جابرؓ سے مروی کہتے ہیں میں نے اپنے والد پر ایک قرض کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اندر آنے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کون ہے؟ میں نے کہا میں آپ نے فرمایا میں، میں، گویا آپ نے اس کو ناپسند کیا''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: مذکورہ اٹھارہ ابواب میں سلام کے متعلق مفصل ھدایات مذکور ہیں جس میں فضائل ومسائل ہردو موجود ہیں، سلام اسلام و اہل اسلام کی پہچان اور امن وسلامتی کا پیغام ہے اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، نمونہ ادب واکرام ہے۔

سلام کی اقسام: سلام کی تین قسمیں ہیں۔ ۱- سلام استیذان ۲- سلام لقاء ۳- سلام الوداع۔ یعنی پہلا سلام اجازت کیلئے، دوسرا ملاقات کے وقت، تیسرا رخصت وروانگی کیلئے۔ اسی باب ۱۸ میں ہے سلام کے ساتھ یہ بھی کہے کہ کیا میں آ سکتا ہوں؟

سلام کا حکم: ابتداء میں سلام کرنا سنت ہے اور سنت علی الکفایہ ہے کہ ایک کے سلام کرنے سے پورے مجمعے کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے، اگر کوئی سلام کرے تو جواب دینا واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر دونوں نے سلام کر دیا تو جواب ساقط ہو جاتا ہے (فتح الملہم) جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں جواب دیں

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی کے ذریعے سے سلام بھیجے تو جواب میں بھیجنے والے اور پہنچانے والے دونوں کا ذکر ہونا چاہیے و علیک و علیه السلام .و علیه و علیک السلام.

مسئلہ: صرف اشارہ کرنا اغیار وکفار کی مشابہت کی وجہ سے منع ہے، ہاں دور ہونیکی صورت میں السلام علیکم کے ساتھ اشارہ کی گنجائش ہے

مسئلہ: گھر والوں پر سلام کا حکم صراحۃً ہم نے پڑھ لیا ہے ضرور عمل کریں، اگر گھر میں کوئی فرد موجود نہ ہو تو ''والسلام علینا وعلی عباد الله الصالحین'' کہنا چاہیے۔

غیر مسلم کو سلام: کافر سلام کرنا جائز نہیں اگر وہ کرنے تو وعلیکم کہہ دیں، اگر ضرور ہی کہنا ہو تو سلام علی من اتبع الهدیٰ'' کہیں

مردوں کا غیر محرم عورتوں کو سلام کرنا یا عورتوں کا اجنبی مردوں کو سلام کرنا: ۱- اس مین کچھ اختلاف ہے اقوال ودلائل ملاحظہ ہوں امام بخاریؒ ابن بطالؒ مہلبؒ کہتے ہیں کہ مردوں کا عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے ۲- امام مالک کے متبعین نے شابہؔ وعجوزۃ (جوان اور بوڑھی) کے درمیان فرق کیا ہے۔ کہ جوان پر منع اور بوڑھی کیلئے جائز ہے۔ ۳- اور یہ فرق فتنوں کے باب کو بند کرنے کیلئے ہے۔ اہل کوفہ کہتے ہیں کہ عورتیں ابتداء نہیں کر سکتیں کیونکہ اذان، اقامت، قرأۃ بالجھر وغیرہ سے انکو روکا گیا ہے۔ ۴- بعض نے جمیلہ اور غیر جمیلہ میں فرق کیا ہے کہ حسین عورت پر سلام کرنا مکروہ ہے اور جو حسین نہ ہو اس پر مکروہ نہیں ہے (عجیب؟) ۵- دکتور حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ رئیس جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن نے بھی یہی کہا ہے کہ اجنبی عورتوں سے کلام مضر ہے بھلے کسی انداز سے بھی ہو کیونکہ ابتداء فتنہ سلام کلام بات چیت وملاقات اور اشارات وکنایات سے ہوتی ہے جسکی انتہاء ایسے بھیانک امور پر ہوتی جن پر کلام ممکن نہیں۔ ۶- ربیعۃؒ نے علی الاطلاق منع کیا ہے۔

یاد رہے کہ یہ بحث غیر محارم کے متعلق ہے جیسا کہ عنوان سے واضح ہے، محارم کے متعلق سلام کا وہی حکم ہے جو مردوں کیلئے ہے اور اسکے مکمل فضائل کے حصول کی امید ہے جیسا کہ ”یابنی اذادخلت علی اھلک فسلم“ ہم نے پڑھا ہے۔
بعض لوگ زوجہ پر سلام کو قباحت کی نظر سے دیکھتے اور سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کوئی حقارت وقباحت کی چیز نہیں بلکہ سلامتی کی بات ہے کیا آپ کی بیوی کو سلامتی کی ضرورت نہیں یا آپ اسکی تندرستی وسلامتی نہیں چاہتے؟ گھر والوں پر سلام کے متعلق حکم ہے۔
مجوزین کے دلائل: ۱- امام بخاریؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آدمی کی شکل میں آتے اور سلام کرتے مسلم ۲/۲۸۷ ۲- حدیث باب ۹ اسماء بنت یزید تحدث انّ رسول اللہ ﷺ مرّ فی المسجد یوما و عصبة من النساء قعود فالوی بیده بالتسلیم.“ اس سے بھی عورتوں پر سلام کرنا ظاہر ہے۔
۳- ام ھانی نے حالت غسل میں آکر آپ ﷺ کو فتح مکہ کے دن سلام کیا تھا۔ آگے باب ۳۴ میں موجود ہے۔
۴- آپ ﷺ ام ایمنؓ (برکہ) کے پاس تشریف لے جاتے جمعہ کے بعد اور سلام کرتے جو سلق وشعیر (چقندر وجو) کا کھانا تیار کرتی تھی۔ اور آپ ﷺ کی رحلت کے بعد ابوبکرؓ وعمرؓ بھی تشریف لے جاتے (مسلم ج۲ ص۲۹۳) ان احادیث ودلائل کی بناء پر امام بخاری و دیگر اہل علم کا کہنا ہے کہ سلام جائز ہے۔ جبکہ دوسرے حضرات کی رائے بھی آپ کے سامنے ہے۔
قال الحلیمی: کان النبی ﷺ للعصمة مأمونا من الفتنة ،فمن وثق من نفسه بالسلامة فلیسلم ،والافالصمت اسلم ”حلیمی کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصمت کی وجہ سے فتنہ سے محفوظ تھے جس کو اپنے نفس پر اطمینان ہو تو وہ سلام کرے ورنہ خاموشی میں ہی سلامتی ہے۔
حقیقت حال مفید فی المآل: شرعی حکم کے اعتبار سے عورتوں مردوں، بچوں بوڑھوں، حسینوں جوانوں سب پر سلام جائز بلکہ فضائل کثیرہ کے حصول کا موجب ہے۔ یہ سب کا اتفاقی قول ہے۔ باقی جو فرق مذکور ہے وہ مسئلہ میں نہیں بلکہ فتنہ کیوجہ سے ہے۔ اب یوں سمجھئے جہاں فتنہ کا شبہ واندیشہ ہو تو سلام نہ کیا جائے فتنے سے بچتے ہوئے اور جہاں کوئی خوف فتنہ نہیں تو بالکل درست ہے۔ جیسے حلیمی کا قول ذکر ہوا۔

اہم ترین مسئلہ: اب ہمارے دیار ہند وپاک میں مدارس البنات کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور الحمد للہ کامیابی وحسن اسلوبی سے چل رہا ہے اعلاء کلمۃ اللہ اور مساجد ومدارس کے تقدس کیلئے طلبہ کی طرح مجاہدۃ طالبات بھی پیدا ہو رہی ہیں، راقم کو ایسی کثیر اطلاعات ہیں کہ گر یجویشن کی ہوئی لڑکی جب مدرسہ میں داخل ہوئی، تو اپنی زندگی اور گھر کا سارا شیطانی ماحول قرآنی فضا میں بدل دیا...... ایک طالبہ کو جب شیطانی چرخہ (ٹی وی) توڑنے پر ٹوکا گیا تو فوراً کہا مجھے مدرسے میں داخل کیوں کیا؟ وکثیر التغیرات والاصداحات۔ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے نظر بد سے بچائے حاسدین ومفتنین کے حسد وشر سے بچائے اور امت کیلئے راہ ہدایت کا ذریعہ بنائے، یہ بات لکیر بر حجر کی طرح ہے کہ آپ کو اگر معاشرے کی اصلاح چاہئے تو عورت کو سدھاریئے عورت درست تو بچے درست...... جوانی بہتر اور پیرانہ سالی خوب تر۔ مفتی اعظم پاکستان نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر ٹوہ لگائیں تو ہر قتل کی جڑ عورت ہے۔ معارف القرآن

معاشرے میں، برادریوں میں، اداروں میں (بلکہ اگر یوں کہیں کہ پوری دنیا میں تو مبالغہ نہ ہوگا) فساد کا سبب عورت (عاریہ) ہے۔ اس لئے اسکا سیدھا رہنا بے حد ضروری ہے ہاں! اتنا یاد رکھیئے کہ آپ سدھار رہے ہیں یا مزید فتنوں کی راہ سُدھار رہے ہیں۔ آمدیم بسوئے مطلوب۔ مدارس البنات میں معلمین کو سبق پڑھانا ناگزیر ہے اب جو اساتذہ درسگاہ میں آتے ہیں تو کیا وہ سلام کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اس بارے میں ہمارے مدرسہ کے استاد حضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہ کا کہنا ہے "نہ نام نہ سلام نہ کلام آپ پڑھایئے درس تام"۔ اور یہی صائب اور پرامن رائے ہے۔ استاد کا پست آواز میں برائے اطلاع آمد استاد سلام کرنا بشرطیکہ طالبات بلا مبالغہ سادے سے الفاظ میں ہلکہ سا جواب دیں تو جائز ہے۔ والّا فلا۔

۱۹۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی کَرَاهِیَةِ طُرُوقِ الرَّجُلِ أَهْلَهُ لَیْلاً

آدمی کا بلا اطلاع طویل سفر سے رات میں اپنے گھر واپس آنے کی کراہت کے بیان میں

۹۲۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَیْسٍ، عَنْ نُبَیْحٍ الْعَنَزِیِّ عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهَاهُمْ أَنْ یَطْرُقُوا النِّسَاءَ لَیْلاً.

وَفِی الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ أَبُو عِیسَی: هٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ. وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ. وَقَدْ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهَاهُمْ أَنْ یَطْرُقُوا النِّسَاءَ لَیْلاً. قَالَ فَطَرَقَ رَجُلَانِ بَعْدَ نَهْیِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَوَجَدَ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلاً.

"سیدنا جابرؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے ان کو رات میں اپنی عورتوں کے پاس سفر سے آنے سے منع کیا ہے"
اس باب میں انس، ابن عمر اور ابن عباس سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے
حضرت جابرؓ سے نبیؐ سے اس طریق کے علاوہ بھی مروی ہے حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو راتکے وقت عورتوں کے پاس آنے سے منع فرمایا ہے۔ دو آدمی رسول اللہ کی اس ممانعت کے بعد رات کو تو دونوں میں سے ہر ایک نے اپنی بیوی کے پاس دوسرے آدمی کو پایا۔

۲۰۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی تَتْرِیبِ الْکِتَابِ

خط کو گرد آلود کرنے کے بیان میں

۹۲۲۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَیْلَانَ، حدثنا شَبَابَةُ عَنْ حَمْزَةَ، عَنْ أَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِذَا کَتَبَ أَحَدُکُمْ کِتَاباً فَلْیُتَرِّبْهُ فَإِنَّهُ أَنْجَحُ لِلْحَاجَةِ. قَالَ أَبُو عِیسَی: هٰذَا حَدِیثٌ مُنْکَرٌ لَا نَعْرِفُهُ عَنْ أَبِی الزُّبَیْرِ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. قَالَ: وَحَمْزَةُ هُوَ ابْنُ عَمْرٍو النَّصِیبِیُّ وَهُوَ ضَعِیفٌ فِی الْحَدِیثِ.

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی خط لکھے تو اسے گرد آلود کرے کیونکہ ایسا کرنا ضرورت میں کامیابی لانے والا ہے" یہ حدیث منکر ہے، ہم اس کو ابی الزبیر سے صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں، حمزہ سے ابن عمرو نصیبی

مراد ہیں۔ یہ حدیث میں ضعیف ہیں۔

۲۱۔بابٌ بلاعنوان

۹۲۳۔حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ،أخبرنا عَبْدُاللّٰہ بنُ الْحَارِثِ،عَنْ عَنْبَسَۃَ عَنْ مُحَمَّدِ بنِ زَاذَانَ،عَنْ أُمِّ سَعْدٍ،عَنْ زَیْدِ بنِ ثَابِتٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَی رَسُولِ اللّٰہ ﷺ وَبَیْنَ یَدَیْہِ کَاتِبٌ فَسَمِعْتُہُ یَقُوْلُ ضَعِ الْقَلَمَ عَلَی أُذُنِکَ فَإِنَّہُ أَذْکَرُ لِلْمُمْلِی.

قَالَ أبوعِیسَی: ھذا حدیثٌ غریبٌ لَا نَعْرِفُہُ إِلَّا مِنْ ھَذَا الْوَجْہِ وَھُوَ إِسْنَادٌ ضَعِیفٌ.وَمُحَمَّدُ بنُ زَاذَانَ وَعَنْبَسَۃُ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ یُضَعَّفَانِ فی الحدیثِ.

''سیدنا زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے سامنے ایک منشی بیٹھا ہوا تھا میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا قلم اپنے کان پر بلاشبہ لکھنے والے کو یہ رکھو مضمون زیادہ یاد دلاتا ہے'' ہم اس حدیث کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں، یہ اسناد ضعیف ہے، محمد بن زاذان اور عنبسہ بن عبدالرحمٰن دونوں ضعیف ہیں

۲۲۔بابُ ماجَاءَ فی تَعْلِیمِ السُّرْیَانِیَّۃِ

سریانی زبان سیکھنے کے ذکر میں

۹۲۴۔حَدَّثَنَا عَلِیُّ بنُ حُجْرٍ،أخبرنا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بنُ أَبِی الزِّنَادِ عَنْ أَبِیہِ،عَنْ خَارِجَۃَ بنِ زَیْدِ بنِ ثَابِتٍ،عَنْ أَبِیہِ زَیْدِ بنِ ثَابِتٍ قَالَ:أَمَرَنِی رَسُولُ اللّٰہ ﷺ أَنْ أَتَعَلَّمَ لَہُ کَلِمَاتٍ مِنْ کِتَابِ یَھُودَ وَقَالَ إِنِّی وَاللّٰہِ مَا آمَنُ یَھُودَ عَلَی کِتَابِی،قَالَ فَمَا مَرَّ بِی نِصْفُ شَھْرٍ حَتَّی تَعَلَّمْتُہُ لَہُ،قَالَ فَلَمَّا تَعَلَّمْتُہُ کَانَ إِذَا کَتَبَ إِلَی یَھُودَ کَتَبْتُ إِلَیْھِمْ،وَإِذَا کَتَبُوا إِلَیْہِ قَرَأْتُ لَہُ کِتَابَھُمْ.قَالَ أبوعِیسَی: ھذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ ھَذَا الْوَجْہِ عَنْ زَیْدِ بنِ ثَابِتٍ،وَقَدْ رَوَاہُ الْأَعْمَشُ عَنْ ثَابِتِ بنِ عُبَیْدٍ عَنْ زَیْدِ بنِ ثَابِتٍ یَقُولُ:أَمَرَنِی رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ أَنْ أَتَعَلَّمَ السُّرْیَانِیَّۃَ.

''سیدنا زید بن ثابتؓ سے مروی ہے حضور نے مجھے حکم فرمایا کہ میں ان کیلئے یہودیوں کی کتابوں میں سے چند کلمے سیکھو۔اور فرمایا اللہ کی قسم مجھے یہودیوں پر اپنے خط کے متعلق اطمینان و بھروسہ نہیں۔زید فرماتے ہیں کہ آدھا ماہ بھی گذرنے نہ پایا تھا میں نے اسے حضور کے لئے سیکھ لیا۔جب میں نے سیکھ لیا تو جب کوئی خط یہودیوں کو حضور بھیجتے تو میں ہی ان کو لکھتا۔اور جب وہ لوگ حضور کو لکھتے تو میں حضور کو انکا خط پڑھ کر سناتا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے،اس طریق کے علاوہ بھی زید بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا سریانی زبان سیکھو۔

۲۳۔بابٌ فی مُکَاتَبَۃِ الْمُشْرِکِیْنَ

مشرکین سے خط و کتابت کے ذکر میں

۹۲۵۔حَدَّثَنَا یُوسُفُ بنُ حَمَّادٍ الْبَصْرِیُّ،أخبرنا عَبْدُالْأَعْلَی عَنْ سَعِیدٍ،عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِکٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ کَتَبَ قَبْلَ مَوْتِہِ إِلَی کِسْرَی وَإِلَی قَیْصَرَ،وَإِلَی النَّجَاشِیِّ وَإِلَی کُلِّ جَبَّارٍ یَدْعُوھُمْ إِلَی اللّٰہِ،وَلَیْسَ بِالنَّجَاشِیِّ الَّذِی صَلَّی

عَلَيْهِ.قَالَ أَبو عِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے قبل کسریٰ قیصر، نجاشی ، اور ہر جابر و سرکش بادشاہ کو دعوت الی اللہ کے لئے خط لکھے۔اور یہ وہ نجاشی نہیں ہے جن پر حضور نے جنازہ کی نماز پڑھی تھی''

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: اس باب اور آئندہ باب سے مقصود دو چیزیں ہیں ایک تو یہ کہ جب خط لکھیں تو اپنا نام نمایاں ایک طرف لکھیں تا کہ مکتوب الیہ پہلے پہل ہی مرسل وکاتب کی تعیین کرلے۔دوسرے یہ کہ کافروں کو خطوط کیسے لکھے جائیں تو کفار کو احکام کی بجائے اولاً صرف اسلام کی دعوت دیجائے اور راغب کیا جائے اور ''السلام علیکم '' کی بجائے ''سلام علی من اتبع الهدیٰ'' لکھا جائے۔

احادیث باب اور فضائل خضر (مسلم شریف) میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ آپ کا معمول مکتوب گرامی میں پہلے اپنا نام لکھنے کا تھا اور ایسے ہی آیت قرآنی اور مکتوب سلیمانی میں ہے۔''انه من سليمٰن وانه بسم الله الرحمن الرحيم ،، (نمل۳۰)

سوال:۔پہلے باب میں تو احادیث کی عنوان اور ترجمۃ الباب سے مناسبت صریح اور واضح ہے لیکن ''بـاب كيف يـكتب الى الذمی ،، سے حدیث پاک کی مناسبت واضح اور نمایاں نہیں کہ عنوان ذمی کے متعلق ہے اور مضمون و مکتوب ہرقل کافر کے متعلق ہے۔ جو مسلمانوں کے زیر عہد وامانت اور ذمی نہ تھا؟

جواب: اس حدیث پر امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے'' بـاب كيف يـكتب الى اهل الكتب،، جو بالکل صریح مناسبت رکھتا ہے باب وعنوان سے اور وہی یا اس سے ملتا جلتا ترجمۃ الباب ہی مناسب تھا یا یہ کہ اس میں بھی دقیق نظر سے دیکھا جائے تو یقیناً مناسبت موجود ہے کہ آپؐ نے ایک غیر معاہد کافر کی طرف جب دعوتی خط لکھا تو پہلے نام لکھا اور ذمی جو ہمارا معاہد اور ماتحت ہے اور عمومی احکام کا مکلف ہے تو اسے لکھنے میں بطریق اولیٰ درست ہوگا کہ آغاز مکتوب اپنے نام سے ہو۔بذل کے حاشیہ میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عمدہ بات بالکل سادے اور مختصر دوٹوک الفاظ میں یہ فرمائی کہ اس باب ثانی سے مقصود یہ ہے کہ کافر وذمی کو سلام کیسے لکھا جائے اور یہ واضح ہے کہ غیر معاہد کافر اور معاہد ذمی دونوں کیلئے طریقہ سلام ایک ہی ہے اس لئے مناسبت کی بابت کوئی مشکل ودشواری نہیں۔

خط کا آغاز کس کے نام سے؟ اس میں اہل علم نے کلام کیا ہے کہ خط میں لکھنے والا پہلے اپنا نام لکھے یا مکتوب الیہ کا عموماً یہی ذکر ملتا اور کہا جاتا ہے کہ لکھنے والا اپنے نام سے آغاز کرے جیسا کہ علاء بن حضرمیؓ اور آپؐ کے مکتوب گرامی سے عملاً ثابت ہے اور نافع کی روایت منقول ہے'' كـان عـمال عمرؓ اذا كتبوا اليه بدأو بانفسهم ،، کہ سیدنا عمرؓ کے عامل جب اطلاع احوال کیلئے خطوط لکھتے تو ابتداء اپنے نام سے کرتے نیز ''قال المهلّب السنّة ان يبدأ الكاتب نفسه،، مہلبؒ نے کہا مسنون طریقہ یہی ہے کہ لکھنے والا اپنے نام سے ابتداء کرے۔اور امام نووی نے نقل کیا ہے اختـلف الـعـلـمـاء فی الابتـداء فی عنوان الكتاب ، فـالـصحيح الـذی قـالـه كثير من السلف و جاء به ، الصحيح انه يبدأ بنفسه فيقد مها على المكتوب اليه ،

فيقول من فلا الى فلان ، و استدل عليه من حديث هر قل .... ثم قال : وقال طائفة يبدأ بالمكتوب اليه، فيقول الى فلان من فلان ، قالوا الا ان يكتب الامير الى من دونه، اوا لسيد الى عبده، او الوالد الى ولد (از در) علامہ نووی نے ا- یہی ذکر کیا ہے کہ ابتداء لکھنے والا اپنے ہی نام سے کرے اکثر سلف کی یہ رائے ہے۔۲- ایک گروہ کا کہنا ہے کہ آغاز مکتوب الیہ کے نام سے کرے۔۳- تیسری بات جو بذل میں مفصل مذکور ہے اور نووی کی آخری عبارت سے واضح ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بڑا چھوٹے کو لکھے تو پہلے اپنا نام لکھے جیسے امیر، مالک، سردار، والد وغیرہ اور اگر چھوٹا بڑے کو لکھے تو اپنا نام بعد میں لکھے اور آغاز اپنے محترم مکتوب الیہ کے نام سے کرے یہ تیسری قسم دلالۃ النص سے ثابت ہو سکتی ہے۔صریح روایت نہیں ہے۔پہلی قسم موزوں معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے اکثر اکابرین کا یہی اسلوب رہا ہے۔ یہ تفصیل ندب واستحباب اور اقرب الی السنۃ ہونے میں ہے نفس جواز دونوں کیلئے ہے کہ اپنے یا مکتوب الیہ کے نام سے ابتداء کرنے والا عاصی یا قابل ملامت نہ ہوگا۔(راقم)

۲۴۔بَابُ مَاجَاءَ كَيْفَ يُكْتَبُ اِلَى اَهْلِ الشِّرْكِ

مشرکین کو خط کیسے لکھیں؟

۹۲۶۔حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ،أنبأنا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ،أنبأنا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ،قَالَ أخبرني عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ،أخبره أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ،أَخْبَرَهُ أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ اِلَيْهِ فِي نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ،و كَانُوا تُجَّاراً بِالشَّامِ فَأَتَوهُ،وَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ:ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ،فَقُرِيءَ فَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ وَ رَسُولِهِ اِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ السَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى،أَمَّا بَعْدُ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديث حسن صحيح.وَأَبُو سُفْيَانَ اسْمُهُ صَخْرُ بْنُ حَرْبٍ .

''ابن عباس سے مروی ہے ان کو ابوسفیان بن حرب نے خبر دی کہ میں قریش کی ایک جماعت میں تھا۔یہ لوگ ملک شام ک وتجارت کی عرض سے گئے تھے۔ ہرقل نے ان کو بلا بھیجا، یہ لوگ اس کے پاس گئے۔اس نے رسول اللہ ﷺ کا خط منگایا۔اسے پڑھا گیا تو اس میں لکھا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد صلعم کی طرف جو اللہ کے بندے اور رسول ہیں ۔ہرقل کے نام جو روم کا بڑا بادشاہ ہے۔ہدایت کی پیروی کرنیوالے کو سلام۔امابعد''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ابوسفیان کا نام صخر بن حرب ہے۔

۲۵۔بَابُ مَاجَاءَ فِي خَتْمِ الْكِتَابِ

خط پر مہر لگانے کے بیان میں

۹۲۷۔حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ،اخبرنا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ،حدثني أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ:لَمَّا أَرَادَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَكْتُبَ اِلَى الْعَجَمِ،قِيلَ لَهُ اِنَّ الْعَجَمَ لَا يَقْبَلُونَ اِلَّا كِتَاباً عَلَيْهِ خَاتَمٌ فَاصْطَنَعَ خَاتِماً.قَالَ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ اِلَى بَيَاضِهِ فِي كَفِّهِ. قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديث حَسَنٌ صَحِيحٌ.

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے جب رسول اللہ ﷺ نے عجم والوں کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تو عرض کیا گیا عجم والے صرف ان ہی خطوط کو تسلیم کرتے ہیں جن پر مہر لگی ہوتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت نے انگوٹھی بنوالی گویا میں اس کی سفیدی حضور کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۲۶۔بَابُ كَيْفَ السَّلَامُ

سلام کس طرح کریں؟

۹۲۸۔حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ،أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بنُ المُبَارَكِ،أخبرنا سُلَيْمَانُ بنُ المُغِيْرَةِ أخبرنا ثَابِتٌ البُنَانِيُّ أخبرنا ابنُ أبِي لَيْلَى عَنِ المِقْدَادِ بنِ الأَسْوَدِقالَ: أَقْبَلْتُ أنَا وَصَاحِبَانِ لِي قَدْذَهَبَتْ أَسْمَاعُنَا وَأَبْصَارُنَا مِنَ الجُهْدِ،فَجَعَلْنَا نَعْرِضُ عَلَى أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺفَلَيْسَ أَحَدٌ يَقْبَلُنَا،فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَتَى بِنَا أَهْلَهُ فَإِذَا ثَلَاثَةُ أَعْنُزٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ احتَلِبُوا هَذَا اللَّبَنَ،وَكُنَّا نَحْتَلِبُهُ فَيَشْرَبُ كُلُّ إِنْسَانٍ نَصِيبَهُ وَنَرْفَعُ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ نَصِيبَهُ،فَيَجِيءُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺمِنَ اللَّيْلِ فَيُسَلِّمُ تَسْلِيماً لَا يُوقِظُ النَّائِمَ،وَ يُسْمِعُ اليَقْظَانَ ثُمَّ يَأْتِي المَسْجِدَ فَيُصَلِّي،ثُمَّ يَأْتِي شَرَابَهُ فَيَشْرَبُهُ.قَالَ أبوعِيسَى:هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا مقداد بن اسودؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں اور میرے دو ساتھی مدینہ آئے۔ بھوک کی شدت سے ہم بدحال تھے کان بیکار ہو چکے تھے آنکھیں جواب دے چکی تھیں۔ ہم اصحاب رسول اللہ ﷺ کے آگے اپنے آپ کو پیش کرنے لگے۔ مگر ہمیں کوئی قبول نہ کرتا تھا۔ آخر ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپ ہمیں گھر لائے وہاں تین بھیڑیں تھیں ۔حضور نے فرمایا انکا دودھ دوہو پھر ہر ایک آدمی اپنے حصہ کا دودھ پی لیتا اور حضور کو حصہ دیدیتے پھر لگا رسول اللہ ﷺ رات کے وقت تشریف لاتے تو اس طرح سلام کرتے کہ سونے والے سوتے رہیں اور جاگنے والے سن لیں۔ پھر آپ مسجد کو تشریف لے جاتے۔ اور نماز پڑھتے۔ پھر اپنے پینے کی چیز آکر نوش فرمالیتے' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۲۷۔بَابُ مَاجَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ التَّسْلِيمِ عَلَى مَنْ يَبُولُ

پیشاب کرتے ہوئے کو سلام کرنے کی ممانعت کے بیان میں

۹۲۹۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدبن بشارونَصْرُ بنُ عَلِيٍّ قالا: حَدَّثَنَا أَبُوأَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الضَّحَّاكِ بنِ عُثْمَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابنِ عُمَرَأَنَّ رَجُلاً سَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺوَهُوَ يَبُولُ فَلَمْ يَرُدَّعَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺالسَّلَامَ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ ،أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُبنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ،عَنِ الضَّحَّاكِ بنِ عُثْمَانَ بِهَذَا الإِسْنَادِنَحْوَهُ. وَفِي البَابِ عَنْ عَلْقَمَةَ بنِ الفَغْوَاءِ وَجَابِرٍ وَالبَرَاءِ وَالمُهَاجِرِبنِ قُنْفُذٍ.هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے ایک شخص نے آپ کو اس وقت سلام کیا جب آپ پیشاب کررہے تھے۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا، محمد بن یحیی نیسابوری، محمد بن یوسف، سفیان، ضحاک بن عثمان اس سند کے ساتھ بھی اس کے ہم معنی بیان کیا ہے''

اس باب میں علقمہ بن فغواء، جابر، براء، مہاجرین قنفذ سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۲۸۔بابُ مَاجَاءَ فِی کَرَاهِیَةِ أَنْ یَقُولَ عَلَیْكَ السَّلَامُ مُبْتَدِئًا

پہلے علیک السلام کہنے کی ممانعت کے بیان میں

۹۳۰۔حَدَّثَنَا سُوَیْدٌ، أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ، أخبرنا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِی تَمِیمَةَ الْهُجَیْمِیِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ قَالَ: طَلَبْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَیْهِ فَجَلَسْتُ فَإِذَا نَفَرٌ هُوَ فِیهِمْ، وَلَا أَعْرِفُهُ وَهُوَ یُصْلِحُ بَیْنَهُمْ فَلَمَّا فَرَغَ قَامَ مَعَهُ بَعْضُهُمْ، فَقَالُوا یَارَسُولَ اللّٰهِ فَلَمَّا رَأَیْتُ ذٰلِكَ، قُلْتُ عَلَیْكَ السَّلَامُ یَارَسُولَ اللّٰهِ، عَلَیْكَ السَّلَامُ یَارَسُولَ اللّٰهِ، عَلَیْكَ السَّلَامُ یَارَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: إِنَّ عَلَیْكَ السَّلَامُ تَحِیَّةُ الْمَیِّتِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَیَّ فَقَالَ: إِذَا لَقِیَ الرَّجُلُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ فَلْیَقُلِ السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، ثُمَّ رَدَّ عَلَیَّ النَّبِیُّ ﷺ قَالَ وَعَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، وَعَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، وَعَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ.

قَالَ أَبُوعِیسَی: وَقَدْ رَوَی هٰذَا الْحَدِیثَ أَبُوغِفَارٍ عَنْ أَبِی تَمِیمَةَ الْهُجَیْمِیِّ عَنْ أَبِی جُرَیٍّ جَابِرِ بْنِ سُلَیْمٍ الْهُجَیْمِیِّ قَالَ: أَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَذَکَرَ الْحَدِیثَ، وَأَبُو تَمِیمَةَ اسْمُهُ طَرِیفُ بْنُ مُجَالِدٍ.

"ابوتمیمہ ہجیمی اپنی قوم کے ایک آدمی سے نقل کرتے ہیں اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو تلاش کیا مگر آپ کو نہ پاسکا پھر میں بیٹھ رہا۔ اتنے میں لوگوں کی ایک جماعت دیکھی جس میں رسول اللہ ﷺ بھی تھے۔ مگر میں آپ کو پہچانتا نہ تھا۔ آپ ان کے درمیان صلح کرا رہے تھے۔ جب اس سے فراغت ہوئی تو حضور کے ساتھ ان میں سے بعض آدمی اٹھے لوگوں نے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ جب میں نے یہ دیکھا تو تین بار کہا علیک السلام یارسول اللہ حضور نے فرمایا علیک السلام مردے کا سلام ہے پھر حضور نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا جب آدمی اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملے تو کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے میرا جواب دیا اور تین بار فرمایا وعلیک ورحمۃ اللہ" ابوغفار نے اس حدیث کو بواسطہ ابوتمیمہ ہجیمی ابی جری جابر بن سلیم ہجیمی سے روایت کیا ہے۔ ابوتمیمہ کا نام طریف بن مجالد ہے۔

۹۳۱۔حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الخلال حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِی غِفَارٍ الْمُثَنَّی بْنِ سَعِیدٍ الطَّائِیِّ عَنْ أَبِی تَمِیمَةَ الْهُجَیْمِیِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ سُلَیْمٍ قَالَ: أَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَقُلْتُ عَلَیْكَ السَّلَامُ قَالَ: لَا تَقُلْ عَلَیْكَ السَّلَامُ، وَلٰکِنْ قُلِ السَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَذَکَرَ قِصَّةً طَوِیلَةً. وَهٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

"سیدنا جابر بن سلیمؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نبی ﷺ کی خدمت میں آیا۔ تو میں نے کہا۔ علیک السلام، آپ نے فرمایا یہ نہ کہو۔ السلام علیکم کہو۔ اور پورا واقعہ بیان کیا" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۹۳۲۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أخبرنا عَبْدُالصَّمَدِ بْنُ عَبْدِالْوَارِثِ أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُثَنَّی، أخبرنا ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ إِذَا سَلَّمَ سَلَّمَ ثَلَاثًا، وَإِذَا تَکَلَّمَ بِکَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا.

قَالَ أَبُوعِیسَی: هذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ صحیحٌ.

''سیدنا انس بن مالک ؓ سے مروی ہے جب رسول اللہ ﷺ سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے۔ اور جب کوئی بات فرماتے تو اسے تین بار دہراتے'' یہ حدیث حسن غریب ہے تشریح کمامر.

۲۹۔ بابٌ بلاعنوان

۹۳۳۔ حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ، أَخْبَرَنَا مَعْنٌ، حدثنا مَالِكٌ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَبِي مُرَّةَ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَمَا هُوَجَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ، وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ. فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَذَهَبَ وَاحِدٌ، فَلَمَّا وَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ سَلَّمَا، فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا، وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ فَأَدْبَرَ ذَاهِباً، فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ؟ أَمَّا أَحَدُهُمْ فَأَوَى إِلَى اللّٰهِ فَآوَاهُ اللّٰهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَاسْتَحْيَى فَاسْتَحْيَى اللّٰهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَأَبُووَاقِدٍ اللَّيْثِيُّ اسْمُهُ الْحَارِثُ بْنُ عَوْفٍ وَأَبُومُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِيءٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ، وَاسْمُهُ يَزِيدُ وَيُقَالُ مَوْلَى عَقِيلِ بنِ أَبِي طَالِبٍ.

''سیدنا ابوواقد لیثی ؓ سے مروی ہے نبی ﷺ تشریف فرما تھے آپ کے پاس ایک مجمع بیٹھا تھا اتنے میں تین شخص آئے۔ دو رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھے اور ایک چلا گیا۔ جب وہ دونوں کے سامنے کھڑے ہوئے تو دونوں نے سلام کیا۔ ان میں سے ایک حلقہ میں خالی جگہ دیکھ کر بیٹھ گیا۔ دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پیٹھ پھیر کر چلتا بنا رسول اللہ ﷺ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میں تمہیں ان تینوں کے بارے میں خبر نہ دوں پہلے نے تو اللہ کی پناہ لی تو اللہ نے اسے پناہ دی۔ دوسرے نے اللہ سے شرم کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے شرم کی۔ تیسرے نے اللہ سے منہ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوواقد لیثی ؓ کا نام حارث بن عوف ہے! بومرہ، امہانی بنت ابی طالب کے مولی ہیں ان کا نام یزید ہے کہا گیا ہے کہ یہ عقیل بن ابی طالب کے مولی ہیں۔

۹۳۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أخبرنا شَرِيكٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِي. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَقَدْرَوَاهُ زُهَيْرُبْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ سِمَاكٍ أَيْضاً.

''سیدنا جابر بن سمرہ ؓ سے مروی ہے کہتے ہم جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاتے تھے تو ہم میں سے جس کو جہاں جگہ میسر ہوتی وہیں بیٹھ جاتا'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔ زہیر بن معاویہ نے بھی اس کو سماک سے روایت کیا ہے۔

۳۰۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي الْجَالِسِ عَلَى الطَّرِيقِ

راستہ میں بیٹھنے والے کیلئے آداب کے بیان میں

۹۳۵۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُبْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُودَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ وَلَمْ يَسْمَعْهُ مِنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّبِنَاسٍ مِنَ الْأَنْصَارِوَهُمْ جُلُوسٌ فِي الطَّرِيقِ، فَقَالَ: إِنْ كُنْتُمْ لَابُدَّفَاعِلِينَ فَرُدُّوا السَّلَامَ وَأَعِينُوا الْمَظْلُومَ وَاهْدُوا السَّبِيلَ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ. قَالَ أَبُوعِيسَى: هَذَا حديثٌ حسنٌ.

''سیدنا براءؓ سے مروی ہے نبی ﷺ انصار کے کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے وہ لوگ راستہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا اگر تم لوگوں کو مجبوراً راستہ میں بیٹھنا ہی پڑے تو سلام کا جواب دو اور مظلوم کی مدد کرو اور لوگوں کو راستہ بتاؤ، یہ راستہ میں بیٹھنے کے حقوق ہیں'' اس باب میں ابو ہریرہؓ اور ابو شریح خزاعی سے روایت ہے یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: اس باب میں راستے اور گذرنے والوں کے حقوق وآداب کا ذکر ہے کہ راستہ میں ایسا کوئی عمل جس سے راستہ مسدود محدود ہو یا گذرنے والوں کو تکلیف ہو منع ہے یہ حلقہ لگانے سے ہو، گاڑی کھڑی کرنے سے ہو یا مال سجانے اور ٹھیلہ لگانے سے بہر صورت یہ تکلیف دہ اور منع ہیں۔ قوم لوط کی بری عادات میں سے یہ بھی تھا کہ وہ آنے جانے والوں کو تنگ کرتے تھے۔ جب صرف بیٹھنا منع ہے تو چھینا جھپٹی اور جھانک تاک کیونکر درست ہو سکتی ہے۔ حدیث میں بامر مجبوری راستے میں رکنے اور بیٹھنے کے چار آداب مذکور ہیں ان کا ضرور خیال رکھا جائے۔ اسی طرح دیگر احادیث میں مزید مذکور ہیں تو ان سب کا اہتمام ہونا چاہیے۔

۳۱۔بَابُ مَاجَاءَ فِي الْمُصَافَحَةِ

مصافحہ کرنے کے بیان میں

۹۳۶۔حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ أخبرنا حَنْظَلَةُ بْنُ عُبَيْدِاللّٰهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ يَارَسُولَ اللّٰهِ الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقَى أَخَاهُ أَوْ صَدِيقَهُ أَيَنْحَنِي لَهُ؟قَالَ:لَا،قَالَ:فَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ قَالَ:لَا،قَالَ:فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ وَيُصَافِحُهُ،قَالَ:نَعَمْ.

قَالَ أبوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ.

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کیلئے جھکے؟ حضور نے فرمایا نہیں، اس نے عرض کیا تو کیا گلے ملکر اسکا بوسہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں، اس نے عرض کیا اسکا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ تو کر سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں'' یہ حدیث حسن ہے

۹۳۷۔حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ،أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ،أخبرنا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ هَلْ كَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ؟قَالَ:نَعَمْ.قَالَ أبوعِيسَى:هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

قتادہ نے انس بن مالکؓ سے پوچھا کیا صحابہ میں مصافحہ کا رواج تھا انہوں نے کہا ہاں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۹۳۸۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُبْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ،أخبرنا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ،عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:مِنْ تَمَامِ التَّحِيَّةِ الْأَخْذُ بِالْيَدِ .وَفِي الْبَابِ عَنِ البراء وابن عمر.

قَالَ أَبُوعِيسَى:هذا حديث غريب.وَلَانَعْرِفُهُ إِلَّامِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سُلَيْمٍ،عَنْ سُفْيَانَ.وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَبْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ هذا الحديثِ،فَلَمْ يَعُدَّهُ مَحْفُوظًا،وَقَالَ إِنَّمَا أَرَادَ عِنْدِي حَدِيثَ سُفْيَانَ،عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ خَيْثَمَةَ،عَنْ مَنْ سَمِعَ ابْنَ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:لَاسَمَرَإِلَّا لِمُصَلٍّ أَوْمُسَافِرٍ.قَالَ مُحَمَّدٌ وَإِنَّمَا يُرْوَى عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ،عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ أَوْغَيْرِهِ.قَالَ:مِنْ تَمَامِ التَّحِيَّةِ الْأَخْذُ بِالْيَدِ.

''سیدنا ابن مسعود نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں آپ نے فرمایا سلام کی تکمیل مصافحہ ہے''

اسماعیل سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس کو محفوظ نہیں سمجھا۔اور کہا میرے نزدیک یہ وہ حدیث ہے جو سفیان سے بواسطہ منصور، خیثمہ، شخص نامعلوم حضرت ابن مسعود سے نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا غازی یا مسافر کے علاوہ کسی کیلئے رات کو باتیں کرنی درست نہیں ہیں، نیز محمد بخاریؒ نے کہا یہ مضمون کہ سلام کی تکمیل مصافحہ ہے منصور سے بواسطہ ابو اسحٰق عبدالرحمٰن بن یزید وغیرہم مروی ہے۔

۹۳۹۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، أخبرنا عَبْدُاللهِ، أخبرنا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِاللهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ، عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مِنْ تَمَامِ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ أَنْ يَضَعَ أَحَدُكُمْ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ، أَوْقَالَ عَلَى يَدِهِ، فَيَسْأَلَهُ كَيْفَ هُوَ، وَتَمَامُ تَحِيَّتِكُمْ بَيْنَكُمُ الْمُصَافَحَةُ.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَا إِسْنَادٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ. قَالَ مُحَمَّدٌ: عُبَيْدُاللهِ بْنُ زَحْرٍ ثِقَةٌ، وَعَلِيُّ بْنُ يَزِيْدَ ضَعِيفٌ، وَالْقَاسِمُ هُوَ ابْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ وَيُكْنَى أَبَاعَبْدِالرَّحْمٰنِ وَهُوَثِقَةٌ وَهُوَمَوْلَى عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدِبْنِ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ، وَالْقَاسِمُ الشَّامِيُّ.

''سیدنا ابو امامؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مریض کی عیادت کی تکمیل یہ ہے کہ اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھو یا فرمایا اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھو پھر اس سے پوچھو تمہاری طبیعت کیسی ہے اور تمہارے سلام کی تکمیل مصافحہ ہے''
یہ اسناد بھی قوی نہیں ہے، محمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا، عبیداللہ بن زحر ثقہ ہیں، علی بن یزید ضعیف ہیں۔قاسم یہ ابن عبدالرحمٰن ہیں انکی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے یہ ثقہ ہیں، یہ عبدالرحمٰن بن خالد بن یزید بن معاویہ کے غلام ہیں، قاسم شامی ہیں۔

۹۴۰۔ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَا: حدثنا عَبْدُاللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَجْلَحِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَامِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غَفَرَاللهُ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ، وَرُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِوَجْهٍ عَنِ الْبَرَاءِ [وَالْأَجْلَحُ هُوَ ابنُ عبدِاللهِ بنِ حجية بنِ عُدَيٍّ الْكِنْدِيِّ].

''سیدنا براء بن عازبؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو دو مسلمان آپس میں ملاقات کر کے مصافحہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو الگ ہونے سے پہلے بخش دیتے ہیں'' یہ حدیث حسن ابی اسحاق کی روایت سے جو براء سے روایت کرتے ہیں غریب ہے۔اس طریق کے علاوہ بھی یہ روایت براءؓ سے منقول ہے۔

تشریح: مصافحہ یہ باب مفاعلۃ کا مصدر ہے، وہی مفاعلة من الصاق صفح الكفّ بالكفّ واقبال الوجه بالوجه۔
یہ باب مفاعلۃ کا مصدر ہے جس میں جانبین کا معنی ہوتا ہے۔ ہتھیلی کو ہتھیلی سے اور چہرے سے چہرا ملانا۔

مصافحے کا حکم: مصافحہ ایک ہاتھ سے یا دونوں سے؟ جیسے ابھی گذرا کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے ثابت ہے اور دو سے بھی لیکن ایک ہاتھ سے مصافحہ انگریز (یا ان کی پود غیر مقلدین) کا وتیرہ ہے کمال ادب اور مودت ومحبت اور اتباع سنت دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے میں ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے کتاب الاستئذان میں باب المصافحہ کے بعد مستقل ''باب الاخذ باليدين '' کا عنوان

کرنے میں ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے کتاب الاستئذان میں باب المصافحہ کے بعد مستقل "باب الاخذ بالیدین" کا عنوان قائم کیا ہے اور اس میں تعامل نقل کیا ہے کہ" فصافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیه ۔ جو بخاری بخاری الاپتے تھکتے نہیں کہ اس کے واویلے سے لوگوں کو تردد وشک میں ڈال کروار کرتے ہیں کہ یہ تو بخاری کا نام لیتے ہیں انہیں چاہیے کہ پوری بخاری میں ایک باب تو الاخذ بید واحد کا وکھادیں اب ان کو بخار آتا ہے شور مچانا ان کا کام اور تحقیق وتدقیق سے جی چراتے ہیں۔ سب غیر مقلدوں کو چاہیے کہ اپنے مکتبوں اور درسگاہوں سے مقلدین کے کتابیں الگ کردیں غیر مقلدوں کی کتابیں پڑھائیں ان میں حیا کا لعدم ہوگئی ہے کہ شب وروز جن کی کتابیں پڑھتے پڑھاتے ہیں انہیں کو کوستے ہیں اس سے بڑی نمک حرامی کیا ہوگی؟

اس تحریر سے دوتین دن پہلے بندہ جائے تحریر میں ہی مصروف بیٹھا تھا کہ ایک سیدھا سادا نمازی آکر پوچھنے لگا جی امام صاحب دوہاتھ سے مصافحہ کرنا شیعوں کا طریقہ ہے مجھے ٹھک سے لگی یہ کسی غیر مقلد کے متھے لگا۔ ہے تو میں نے پہلے اسے مسئلہ سمجھایا پھر کہا آپ اسے کہیں بجائے پروپگنڈا کے اتنی دیر کوئی دینی کتاب دیکھ لیا کریں اور کوکب الدری کی مذکورہ عبارت پیش نظر ہو" ان المصافحة بید واحداة لما كانت شعار اهل الافرنج (ونسله) و جب تركه لذلک ،ایک ہاتھ سے مصافحہ انگریزوں کا وتیرہ ہے جن کے آنجناب آلہ کار ہیں۔ اور حنفیت کے لئے برسر پیکار ہیں بلا تو بہ مرے تو ان شاء اللہ دارین میں شرمسار ہونگے۔ ساری غیر مقلدیت اور اس کی ذریت ملا کر امام ابو حنیفہؒ کے تقویٰ کے عشر عشیر کو نہیں پہنچ سکتے اور نہ ہی ان کی مخالفت سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا درجہ کم کرا سکیں گے۔ اللهم وفقنا لما تحب وترضى.

جھڑا ڈیڈر رہوے کھاڈ ے دا اوموج بحر کوں کیا سمجھے

لطیفہ: شعبان ۱۴۲۵ھ میں مناظر اسلام علامہ عبدالستار تونسوی مدظلہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں تشریف لائے تو ایک مجلس میں فرمایا: ان کے مسلک ومذہب کی عمر تو مجھ سے چھوٹی ہے۔ (یہ کل کی پود آج سیدھے سادے نمازیوں کی بہکاتے ہیں کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی دلیل: ۱- علمني النبي ﷺ و كفي بين كفيه التشهد (بخاری ج ۲/ ۹۲۶) اس سے واضح ہے کہ آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ابن مسعودؓ کا ہاتھ تھا۔ حضورؐ تو دو ہاتھ ملاتے اور ہم اسے غلط کہتے ہیں ذرا ہوش سے جواب دیجئے۔

۲- عن انس ؓ قال : مامن مسلمین التقیا اخذ احدهما بید صاحبه الا كان حق علی الله ان یحضر دعاء هما، ولا یفرق بین ایدیهما حتیٰ یغفر لهما (وفی روية) اذا تصافح المسلمان لم تفرق اكفهما حتى يغفر لهما. (مجمع الزوائد ۸/ ۳۱ اور کنز العمال ۹/ ۲۱) ملاحظہ فرمایئے ایدیهما اور اکفهما کا معنی ایک ہاتھ سے کس منہ اور لغت سے کر سکتے ہیں۔

۳- تمام التحية الاخذ باليد والمصافحة باليمنى (ایضا کنز) سلام کا تتمہ ہاتھ ملانے سے ہے اور مصافحہ دائیں ہاتھ سے لانها نهاية مايتودد به المسلم والمواصل ۔ کہ کمال محبت اسی میں ہے۔

اجنبی اور غیر محرم مستورۃ سے ہاتھ ملانا پہلے گذر چکا ہے کہ غیر محرم عورتوں سے مصافحہ منع ہے اور سلام میں احتیاط ہے اور مصافحے سے امرأۃ اجنبیۃ اور امرد حسین کا استثناء تھا دلیل یہ ہے کہ۔ عن ابی امامة "انی لا اصافح النساء" بلا شبہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ ہاں من وراء حجاب گفتگو کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ خوف فتنہ نہ ہو۔

امام مالک کا مسلک: ہم یہ لکھ چکے ہیں کہ امام مالکؒ مصافحۃ و معانقہ کو اولاً مکروہ جانتے تھے پھر مصافحہ ان کے معمول سے ثابت ہے چنانچہ اگلے باب میں انہیں کا تفصیلی واقعہ مذکور ہے کہ ابن عیینہ سے مصافحۃ کیا اور معانقہ کو بھی تسلیم کیا۔ ان کی مایہ ناز کتاب مؤطا (ص:۷۰۶) سے بھی یہی بات ظاہر ہو رہی ہے۔ **قال رسول اللہ تصافحوا یذهب الغل و تها دوا تحابو و تذهب الشحناء** (المنتقی ۷/۳۱۶ باب فی المهاجرة) مصافحہ کیا کرو دل کا کھوٹ جاتا رہے گا۔ ہدیے دو محبتیں بڑھیں گی اور کینے ختم ہونگے۔ یہ حدیث مؤطا کے اواخر میں ہے اس میں ہاتھ ملانے اور مصافحے کا بالتصریح ذکر ہے جسے موصوف نے بدست خود اپنی کتاب میں بلا تردید درج کیا ہے اور مؤطا کے شارح علامہ الباجیؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہاتھوں سے مصافحہ ہے اور یہی درست ہے۔ جب کہ دوسرا معنی" **ان یصفح بعضهم عن بعض من الصفح وهو التجاوز و الغفران**" کہ یہ صفح بمعنی درگذر سے مشتق ہو کہ "مسلمان ایک دوسرے کو معاف کردیں چنانچہ قرآن کریم میں ہے "**فاعفوا و اصفحوا**" معافی دو اور درگذر کرو۔ یہ بدو وجہ مرجوح اور نا قابل تسلیم ہے۔ ۱- اس لئے کہ مصافحۃ مفاعلہ سے ہاتھ ملانے اور صفح الکف بالکف کیلئے آتا ہے اور یہ حدیث باب المهاجرة میں ہے کتاب التوبہ اور باب العفو میں نہیں۔ ۲- دوسرا یہ کہ متعارف و متداول اور معمول بہا معنی ترک کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں۔

خلاصہ: مصافحۃ ایک اور دونوں ہاتھوں سے ثابت ہے اور دو ہاتھ ملانے میں زیادہ مودت اور انگریز کے طریقے کے برعکس ہے۔

نماز کے بعد ہاتھ ملانا؟ یہاں یہ مسئلہ ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد مصافحہ کا کیا حکم ہے؟ **واعلم انّ هذه المصافحة مستحبّة عن كلّ لقاء ، واما ما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلوتي الصبح و العصر فلا اصل له في الشرع على هذا الوجه و لكن لا بأس به** (نووی) اس سے ظاہر ہوا ملاقات کے وقت مصافحۃ درست اور نماز کے بعد بے اصل ہے لیکن اس میں حرج نہیں آخری جملے پر ملا علی قاری نے خوب گرفت کی اور صاف لکھا۔ **فان محل المصافحة المشروعة اول الملاقات ، وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة و يتصاحبون بالكلام و مذاكرة العلم و غيره مدّة مديدة ، ثم اذا صلّوا يتصافحون فاين هذ امن السنّة المشروعة ، ولهذ اصرّح بعض علما ئنا بانها مكروهة من البدع المذمومة** (از عون) ...... اس لئے ہمیں اس سے بچنا چاہیے۔

والحق فيه ان مصافحتهٗ صلى الله عليه وسلم ثابتة باليذ وباليدين الا ان المصافحة بيد واحدة لما كانت شعار اهل الافرنج وجب تركه لذلک. و كفى بين كفيه، وانت خبير بان الحجة فى فعله صلى الله عليه وسلم لا فى فعل ابن مسعود . المصافحة عند عامة العلماء ، قال ابن بطال المصافحة حسنة عند عامة العلماء وقد استحبها مالک بعد كراهته قال النووی: المصافحة سنة مجمعة عليها عند التلاقى ويستثنى

(کوکب الدری ج۳ص۳۹۳) ثم المشھور علی الالسنة ان المصافحة عند الوداع لم یثبت، ولیس بصحیح، فان الروایات فی ذلک عدیدة. (کوکب)

۳۲۔بَابُ مَاجَاءَ فِی المُعَانَقَةِ وَالقُبلَةِ

گلے ملنے اور بوسہ دینے کے بیان میں

۹۴۱۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبنُ اِسمَاعِیلَ،اخبرنا اِبرَاھِیمُ بنُ یَحیَی بنِ مُحَمَّدِبنِ عَبَّادِ المدینیُّ،اخبرنی اَبُویَحیَی بنُ مُحَمَّدِ عَن مُحَمَّدِ بنِ اِسحَاقَ ،عَن مُحَمَّدِ بنِ مُسلِمٍ الزُّھرِیِّ عَن عُروَةَ بنِ الزُّبَیرِعَن عَائِشَةَ قَالَت: قَدِمَ زَیدُ بنُ حَارِثَةَ المَدِینَةَ وَرَسُولُ اللّٰہِ ﷺفِی بَیتِی فَاَتَاہُ فَقَرَعَ البَابَ،فَقَامَ اِلَیہِ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ عُریَانًا یَجُرُّ ثَوبَہٗ وَاللّٰہِ مَارَاَیتُہٗ عُریَانًا قَبلَہٗ وَلَابَعدَہٗ فَاعتنقه وَقَبَّلَہٗ.قَالَ اَبُوعِیسَی: ھٰذَا حدیث حسن غریب لَانَعرِفُہٗ مِن حَدِیثِ الزُّھرِیِّ اِلَّا مِن ھٰذَا الوَجہِ.

"سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں زید بن حارثہ مدینہ آئے رسول اللہ ﷺ میرے حجرہ میں تھے۔زید نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا،حضور قمیص کے بغیر ہی اپنا کپڑا گھسیٹتے ہوئے ان کی طرف کھڑےہوئے اللہ کی قسم میں نے حضور کو نہ اس سے پہلے کبھی کرتے کے بغیر دیکھا اور نہ اس کے بعد۔آپ نے ان کو گلے لگایا اور ان کا بوسہ لیا"

یہ حدیث غریب ہے،ہم اس کو زہری کی روایت سے صرف اس طریق سے پہچانتے ہیں۔

تشریح:المعانقہ یہ عنق بمعنی گردن سے باب مفاعلہ ہے اس کا معنی ہے گلے ملنا۔

معانقہ کا حکم:احناف کے اس بارے میں دو قول ہیں۔

۱-امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں لاباس بالتقبیل والمعانقه گلے ملنے اور بوسہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں اور بذل میں ہے کہ صحیح (مسلک) یہ ہے کہ معانقہ جائز ہے۔۲-امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ معانقہ مکروہ ہے۔۳-بعض نے ان دونوں قولوں میں تطبیق دی ہے کہ یہ فرق اس صورت میں ہے جب شہوت و فتنے کا اندیشہ ہو یا آدمی کرتے کے بغیر صرف ازار میں ہو۔اگر شہوت نہ ہو اور قمیض و ازار دونوں میں ملبوس ہو تو فلاباس بالاجماع وھو الصحیح، وکل ما حرم النظر الیه حرم مسه بل المس اشد. (ملخص من بذل)

شوافع کے نزدیک سفر سے آنے والے کیلئے مستحب ہے۔امام مالکؒ سے مشہور قول میں کراہت مروی ہے۔جبکہ صحت معانقہ کا تسلیم کرنا بھی منقول ہے۔جیسا کہ پچھلے باب المصافحۃ میں گذرا اس سے امارد،اجنبیہ مستثنیٰ ہیں۔

دلائل:۱-میں" فالتزمنی "مصرح ہے کہ آپ نے معانقہ فرمایا اور یہ سفر سے نہیں گھر سے آئے تھے۔(ابوداؤد۲/

۲-حضرت جعفرؓ سے گلے ملنے کے متعلق بھی بالتصریح ہے "فالتزمه ای عانقه" اور یہ حبشہ اور سفر سے آئے تھے۔۳-حدیث باب حضرت زید بن حارثہؓ جب مدینہ میں آپ سے آ ملے اور حضرت عائشہؓ کے گھر کا دروازہ کھٹکایا تو آپ نکلے اور معانقہ فرمایا" فقام الیه رسول اللہ عریا نا یجرّ ثوبه .... فاعتنقه و قبّله آپ صرف ازار میں ان کی طرف نکلے کہ اسے سنبھال رہے تھے پھر ان سے معانقہ و تقبیل کی۔۴-اسی طرح حسنؓ اور حسینؓ بچوں کے گلے ملنے کا ذکر بھی کتب حدیث میں موجود ہے۔

عدم معانقہ اور کراہت کا ذکر: ۱- قال رجل : یا رسول الله ! الرجل منا یلقا اخاہ او صدیقه، أینحی له ؟ قال : لا ، قال فلیتزمه ویقبله، قال : لا ، قال فیأخذ بیده و یصافحه؟ قال نعم سابقہ باب سی پہلی حدیث
۲- أیعانق بعضنا بعضا قال ، ولکن تصافحوا (ابن ماجہ) ان دونوں حدیثوں میں مصافحہ کی اجازت واباحت اور جھکنے اور معانقے کی ممانعت صاف صاف موجود ہے۔اور یہی امام مالکؒ کا مستدل ہیں۔

جواب: ان دونوں حدیثوں اور سابقہ دلائل میں تطبیق یہ ہے کہ اگر شہوت وفتنہ کا خوف ہو تو پھر معانقہ نہ کیا جائے جیسے یہاں مذکور ہے ، ورنہ سابقہ دلائل کے پیش نظر معانقہ درست ہے اور یہ بھی ہے کہ گھڑی گھڑی معانقے نہ ہو رہے ہوں کہ بار بار اس میں تکلف ہے۔ احیانا اور بالخصوص سفر سے آمد پر درست ومستحب ہے۔

امام مالکؒ اور سفیان بن عیینہ کا مناظرۃ: علامہ باجیؒ نے المنتقی شرح مؤطا میں وہ مناظرہ ومکالمہ نقل کیا ہے جو سفیان بن عیینہ کی امام مالک کے پاس آمد پر ہوا اور امام مالکؒ خاموش ہوئے "دخل علیه (مالک) سفیان بن عیینة فصافحه مالک، وقال لولا انها بدعة لعانقتک، فقال سفیان بل هو عام، ما یختص جعفر یخصنا ، وما یعمه یعمنا اذا کنا صالحین" سفیان جب امام مالک کے پاس آئے تو انہوں نے مصافحہ کیا اور کہا بدعت نہ ہوتا تو میں معانقہ کرتا سفیان نے کہا مجھ اور آپ سے بہتر بلکہ ساری کائنات کے مہتر نبیؐ جعفرؓ سے گلے ملے تو امام مالکؒ نے (جواب دیا) وہ حضورؐ کی خصوصیت ہے۔سفیان نے کہا یہ عام ہے جو خصوصیت ایمان حضرت جعفرؓ میں تھی وہ ہم میں بھی ہے جب تک کہ ہم مؤمن وصالح ہیں۔تو امام مالکؒ چپ ہو رہے۔

امام مالک کی دلیل: اذ دخلوا علیه فقالوا سلما قال سلم قوم منکرون. (ذاریات ۲۵) فرشتوں نے سلام کیا تو ابراہیم نے جواب میں سلام فرمایا مصافحہ ومعانقہ نہیں ہوا۔اس سے استدلال ہے کہ یہ دونوں مکروہ ہیں۔

جواب: اس کے جواب میں بروقت صرف دو لفظ ذہن میں ہیں کہ انہوں نے کھانا بھی نہ کھایا تھا اور پورا السلام علیکم بھی تو مذکور نہیں پھر ان مسائل میں جہاں شریعت مطہرہ کی ہدایات ومعمولات موجود ہوں تو شرائع من قبلنا سے استدلال بھی محل نظر ہے اور سابقہ واقعات مذکورہ فی القرآن کو دیکھنا ہے تو پھر موسیٰ کا اپنے نبی بھائی کی داڑھی پکڑنا اور جھنجھوڑنا بھی پیش نظر رہے۔

صحابہؓ کا عمل: آخر میں ہم مجمع الزوائد (ج ۳۶/۸) سے صحابہ کرام کا تعامل بھی ذکر کئے دیتے ہیں۔کہ محبوب ومحبین سرکار وجان نثار دونوں کے عمل کا اندازہ ہو اور پیروی سہل ہو۔"کان اصحابه النبیؐ اذا تلاقوا تصافحوا، واذا قدموا من سفر تعانقوا، رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال صحیح" صحابہ جب ملتے تو مصافحہ کرتے اور سفر سے آتے تو گلے ملتے: وهم الحجة والقدوة الذین یلزم اتباعهم (عون) اور وہ صحابہ حجۃ اور قدوۃ وپیشوا ہیں ان کی پیروی لازمی ہے۔

اہل اسلام میں تقریباً بالاجماع مصافحہ ومعانقہ معمول بہا ہیں۔اور دونوں حسب اتفاق درست ہیں۔واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

۳۳۔بَابُ مَاجَاءَ فِي قُبْلَةِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ
ہاتھ اور پیر چومنے کے بیان میں

۹۴۲۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، أخبرنا عَبْدُاللهِ بْنُ إِدْرِيسَ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ: قَالَ يَهُودِيٌّ لِصَاحِبِهِ اذْهَبْ بِنَا إِلَى هَذَا النَّبِيِّ. فَقَالَ صَاحِبُهُ لَاتَقُلْ نَبِيٌّ إِنَّهُ لَوْسَمِعَكَ كَانَ لَهُ أَرْبَعَةُ أَعْيُنٍ. فَأَتَيَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَسَأَلَاهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَقَالَ لَهُمْ لَاتُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَاتَسْرِقُوا، وَلَاتَزْنُوا، وَلَاتَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَلَاتَمْشُوا بِبَرِيءٍ إِلَى ذِي سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَهُ، وَلَا تَسْحَرُوا، وَلَاتَأْكُلُوا الرِّبَا، وَلَا تَقْذِفُوا مُحْصَنَةً، وَلَا تُوَلُّوا الْفِرَارَ يَوْمَ الزَّحْفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً الْيَهُودَ أَلَّا تَعْتَدُوا فِي السَّبْتِ. قَالَ فَقَبَّلُوا يَدَيْهِ، وَرِجْلَيْهِ، وَقَالُوا نَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ. قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تَتَّبِعُونِي ؟قَالَ قَالُوا: إِنَّ دَاوُدَ دَعَا رَبَّهُ أَنْ لَا يَزَالَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ نَبِيٌّ، وَإِنَّا نَخَافُ إِنْ تَبِعْنَاكَ يَقْتُلُنَا الْيَهُودُ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ وَابْنِ عُمَرَ وَكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ. قَالَ أَبُوعِيسَى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

ترجمہ: سیدنا صفوان بن عسال سے مروی ہے ایک یہودی نے اپنے دوست سے کہا مجھے اس پیغمبر کے پاس لے چلو اس کے دوست نے کہا پیغمبر نہ کہو۔ اگر اس نے سن لیا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ الغرض وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے نوکھلی نشانیاں دریافت کیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، اس جان کو قتل نہ کرو، جسے اللہ نے حرام بنایا ہے مگر حق کے ساتھ۔ اور کسی بے قصور کو بادشاہ کے پاس قتل کرانے نہ لے جاؤ۔ جادو نہ کرو۔ سود نہ کھاؤ کسی پاک دامن عورت کو زنا کا الزام مت لگاؤ لڑائی کے دن پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو۔ اور خاص کرائے یہودیو! تمہارے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ سنیچر کے دن حد سے تجاوز نہ کرو صفوان بن عسال فرماتے ہیں کہ یہ سن رہا تھا کہ ان دونوں نے آں حضرتؐ کے ہاتھ اور پاؤں چوم لئے اور کہنے لگے ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ پیغمبر ہیں، آپ نے فرمایا تو پھر میری پیروی کرنے سے تمہیں کیا چیز روکتی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا داؤد علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی تھی کہ میری اولاد میں ہی برابر پیغمبر ہوتے رہیں اور ہمیں یہ ڈر ہے کہ اگر ہم آپ کی پیروی کرینگے تو یہود ہمیں قتل کر دینگے"

اس باب میں یزید بن اسرا ابن عمر اور کعب بن مالک سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اب یہ باب بوسہ تقبیل کے مطلق ہیں اور علماء نے بھی بوسہ کی پانچ قسمیں تحریر فرمائی ہیں۔ فتاوی شامی میں ہے۔ قال صاحب الدر المختار التقبيل على خمسة اوجه. قبلة المودة، قبلة الرحمة، قبلة الشفقة، قبلة الشهوة قبلة التحية وزاد بعضهم قبلة الديانه للحجر الاسود (کوکب الدری ج۳ص۳۹۴)

تقبیل اور بوسہ دینے کی کی علامہ شامی نے پانچ قسمیں لکھیں ہیں۔

۱۔ تقبیل محبت:۔ جیسے بچے کو رخسار پر بوسہ دینا ۲۔ تقبیل رحمت:۔ جیسے اپنے والدین کے سر پر بوسہ دینا

۳۔ تقبیل شفقت:۔اپنے بھائی کو پیشانی پر بوسہ دینا ۴۔ تقبیل شہوت:۔اپنی زوجہ اور باندی کو بوسہ دینا
۵۔ تقبیل تحیۃ: آنے والے مسلمان کو ہاتھ پر بوسا دینا۔☆بعض فقہاء نے تقبیل دیانت ''حجراسود کو بوسہ دینا'' کا اضافہ کیا ہے۔
مزید لکھا ہے لابأس بتقبيل يد العالم والمتورّع على سبيل التبرّک و السلطان العادل و تقبيل رأس العالم اجود ولا رخصة في تقبيل اليد لغير العالم (کوکب)

٣٤ـ بَابُ مَاجَاءَ فِي مَرْحَباً

مرحبا اور خوش آمدید کہنے کے بیان میں

٩٤٣ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ: أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِيءٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِيءٍ تَقُولُ: ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ، قَالَتْ: فَسَلَّمْتُ، فَقَالَ: مَنْ هَذِهِ؟ قُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِيءٍ، فَقَالَ: مَرْحَباً بِأُمِّ هَانِيءٍ. قَالَ: فَذَكَرَ فِي الْحَدِيثِ قِصَّةً طَوِيلَةً.

''سیدہ ام ہانی بنت ابی طالب سے مروی ہے میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی جب میں پہنچی تو آنحضرت ﷺ غسل فرمارہے تھے۔اور حضرت فاطمہؓ ایک کپڑے سے آپکا پردہ کئے ہوئے تھیں حضرت ام ہانی فرماتی ہیں میں نے سلام کیا۔آپ نے پوچھا کون ہے؟ میں نے عرض کیا میں ام ہانی ہوں آپ نے فرمایا ام ہانی کو خوش آمدید'' راوی نے اس سے آگے حدیث میں ایک لمبا قصہ بیان کیا ہے، یہ حدیث صحیح ہے۔

٩٤٤ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوا: أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ أَبِي جَهْلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ جِئْتُهُ: مَرْحَباً بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ.

وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِي جُحَيْفَةَ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: وَهَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِصَحِيحٍ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هَذَا إِلَّا مِنْ [هذا الوجه] مِنْ حَدِيثِ مُوسَى بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ سُفْيَانَ، وَمُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ ضَعِيفٌ فِي الْحَدِيثِ، وَرَوَى هذا الحديث عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ مُرْسَلًا، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ. وَهَذَا أَصَحُّ قال: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ بَشَّارٍ يَقُولُ: مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ ضَعِيفٌ فِي الْحَدِيثِ. قَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: وَكَتَبْتُ كَثِيراً عَنْ مُوسَى بْنِ مَسْعُودٍ ثُمَّ تَرَكْتُهُ.

''سیدنا عکرمہؓ بن ابی جہل سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس دن میں آپ کی خدمت میں آیا سوار مہاجر کو خوش آمدید'' اس باب میں بریدہ، ابن عباس اور ابی جحیفہ سے روایات ہیں۔اس حدیث کی اسناد صحیح نہیں۔ہم اس کے مثل صرف موسےٰ بن مسعود کی روایت سے پہچانتے ہیں۔اور موسےٰ بن مسعود حدیث میں ضعیف ہیں۔عبدالرحمٰن بن مہدی نے اس کو سفیان سے بلاواسطہ مصعب بن سعد مرسل روایت کیا ہے۔یہ زیادہ صحیح ہے۔میں نے محمد بن بشار سے سنا کہ موسےٰ بن مسعود حدیث میں ضعیف ہیں نیز انہوں نے کہا کہ میں نے موسےٰ سے بہت سی حدیثیں لکھی تھیں۔پھر میں نے ان سے روایات لینا چھوڑ دیں۔

ابو اب الأدب

١ ـ باب ماجاءَ فی تَشْمِیتِ العَاطِسِ

چھینکنے والے کو جواب دینے کے بیان میں

٩٤٥ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لِلْمُسْلِمِ عَلَى المُسْلِمِ سِتٌّ بِالمَعْرُوفِ: يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ، وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ، وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ وَيَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ، وَيَتْبَعُ جَنَازَتَهُ إِذَا مَاتَ، وَيُحِبُّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ. وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي أَيُّوبَ وَالبَرَاءِ، وَأَبِي مَسْعُودٍ.

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِي الحَارِثِ الأَعْوَرِ.

"سیدنا علیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر نیکی کے چھ حق ہیں۔١۔ جب اس سے ملے تو اس سلام کرے٢۔ جب اس کی دعوت کیجائے تو اسے قبول کرے۔٣۔ جب اسے چھینک آئے تو اسکا جواب دے۔٤۔ جب وہ بیمار ہو تو اسکی عیادت کرے٥۔ جب وہ مرجائے تو اسکے جنازہ کے پیچھے چلے،٦۔ اس کیلئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے"

اس باب میں ابو ہریرہؓ ابو ایوب، براء اور ابی مسعود سے روایات ہیں یہ حدیث حسن ہے اسکے علاوہ بھی دوسرے طریق سے نبی ﷺ سے مروی ہے بعض لوگوں نے حارث اعور کے بارے میں کلام کیا ہے۔

٩٤٦ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى المَخْزُومِيُّ المَدَنِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لِلْمُؤْمِنِ عَلَى المُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ: يَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ، وَيَشْهَدُهُ إِذَا مَاتَ، وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ، وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ، وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ، وَيَنْصَحُ لَهُ إِذَا غَابَ أَوْ شَهِدَ. قال: هذا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

وَمُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى المَخْزُومِيُّ المَدَنِيُّ ثِقَةٌ، رَوَى عَنْهُ عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ.

"سیدنا ابی ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک مؤمن پر دوسرے مؤمن کے چھ حق ہیں۔ جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے جب وہ وفات پائے تو اس کے جنازہ پر حاضر ہو۔ جب وہ دعوت کرے تو اس کی دعوت قبول کرے۔ جب اس سے ملے تو اسے سلام کرے۔ جب وہ چھینکے تو اسے جواب دیے جب وہ غائب ہو اسکی خیر خواہی کرے اور جب اسکے سامنے ہو تب بھی اسکا خیر خواہ رہے"

یہ حدیث صحیح ہے محمد بن موسیٰ مخزومی مدینی ہیں ثقہ ہیں ان سے عبدالعزیز بن محمد اور ابن ابی فدیک نے روایت کی ہے

٢ ـ بابُ مَا يَقُولُ العَاطِسُ إِذَا عَطَسَ

جب چھینک آئے تو چھینک لینے والا کیا کہے؟

٩٤٧ ـ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، أخبرنا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ، أخبرنا حَضْرَمِيٌّ مَوْلَى آلِ الجَارُودِ عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ رَجُلاً عَطَسَ

اِلَى جَنْبِ ابنِ عُمَرَ،فَقَالَ:اَلحَمدُلِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ،فَقَالَ ابنُ عُمَرَ:وَاَنَا اَقُولُ اَلحَمدُلِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ، وَ لَيسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ. عَلَّمَنَا اَنْ نَقُولَ اَلحَمدُلِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ.

قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ غريبٌ لَانَعرِفُهُ اِلَّامِنْ حَدِيثِ زِيَادِ بنِ الرَّبِيعِ.

''نافع سے منقول ہے ابن عمرؓ کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد اللہ والسلام علی رسول اللہ تو ابن عمرؓ نے کہا یہ تو میں بھی کہتا ہوں الحمد اللہ السلام علی رسول اللہ لیکن رسول اللہ نے ہمیں اس طرح تعلیم نہیں دی، ہمیں آپ نے الحمد اللہ علی کل حال کہنے کی تعلیم فرمائی ہے''

یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف زیاد بن ربیع کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

٣۔بَابُ مَاجَاءَ كَيفَ تَشمِيتُ العَاطِسِ

چھینکنے والے کو کیسے جواب دیا جائے؟

٩٤٨۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ،أخبرنا عَبدُالرَّحمٰنِ بنُ مَهدِيٍّ أخبرنا سُفيَانُ عَن حَكِيمِ بنِ دَيلَمٍ عَن أَبِي بُردَةَ بنِ أَبِي مُوسَى،عَن أَبِي مُوسَى قَالَ: كَانَ اليَهُودُ يَتَعَاطَسُونَ عِندَالنَّبِيِّ ﷺ يَرجُونَ اَنْ يَقُولَ لَهُم يَرحَمُكُمُ اللّٰهُ،فَيَقُولُ:يَهدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصلِحُ بَالَكُم. وَفِي البَابِ عَن عَلِيٍّ وَأَبِي اَيُّوبَ وَسَالِمِ بنِ عُبَيدٍ وَعَبدِاللّٰهِ بنِ جَعفَرٍ وَأَبِي هُرَيرَةَ.هذا حَدِيثٌ

''سیدنا ابوموسیٰؓ سے مروی ہے یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس چھینکتے تا کہ آپ ان سے فرمائیں اللہ تم پر رحم کرے مگر آپ ﷺ ان کی چھینک کے جواب میں فرماتے اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت درست کرے''

اس باب میں علی ابن ایوب سالم بن عبید، عبداللہ بن جعفر اور ابوہریرہؓ سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٩٤٩۔حَدَّثَنَا مَحمُودُ بنُ غَيلَانَ،أخبرنا أَبُوأَحمَدَ[الزبيريُّ]،أخبرنا سُفيَانُ عَن مَنصُورٍ،عَن هِلَالِ بنِ يَسَافٍ،عَن سَالِمِ بنِ عُبَيدٍ: اَنَّهُ كَانَ مَعَ القَومِ فِي سَفَرٍ،فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ القَومِ فَقَالَ:السَّلَامُ عَلَيكُم،فَقَالَ:عَلَيكَ وَعَلَى اُمِّكَ.فَكَاَنَّ الرَّجُلَ وَجَدَ فِي نَفسِهِ،فَقَالَ:اَمَا اِنِّي لَم اَقُل اِلَّا مَا قَالَ النبيُّ ﷺ عَطَسَ رَجُلٌ عِندَالنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيكُم،فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: عَلَيكَ وَعَلَى اُمِّكَ،اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُم فَليَقُل:اَلحَمدُلِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِينَ،وَليَقُل لَهُ مَن يَرُدُّعَلَيهِ:يَرحَمُكَ اللّٰهُ،وَليَقُل:يَغفِرُ اللّٰهُ لِي وَلَكُم. هذا حَدِيثٌ اختَلَفُوا فِي رِوَايَتِهِ عَن مَنصُورٍ،وَقَدْ اَدخَلُوا بَينَ هِلَالِ بنِ يَسَافٍ وَسَالِمٍ رَجُلًا.

''سیدنا سالم بن عبیدؓ سے مروی ہے وہ کچھ لوگوں کے ساتھ ایک سفر میں تھے ان میں سے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا السلام علیکم سالم بن عبید نے کہا تم پر اور تمہاری ماں پر یہ جواب اس شخص پر، گویا گراں گذرا۔ اس پر انہوں نے فرمایا میں نے تو وہی کہا جو رسول اللہ نے فرمایا۔ رسول اللہ کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی۔ تو اس نے کہا السلام علیکم اس پر رسول اللہ نے فرمایا علیک وعلی امک لہذا جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ کہے الحمد اللہ رب العالمین۔ اور جواب دینے والا کہے یرحمک اللہ۔ پھر وہ چھینکنے والا کہے یغفر اللہ لی ولکم''

اس حدیث کی روایت میں منصور سے اختلاف ہے، بعض نے ہلال بن سیاف اور سالم کے درمیان واسطہ ذکر کیا ہے

۹۵۰۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَخِيهِ عِيسَى بن عَبْدِالرَّحْمٰنِ [عَن عبدالرحمن] بنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: الحمدُللّٰهِ على كلِّ حالٍ، وليقل الَّذِي يَرُدُّ عَلَيهِ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، وَلْيَقُلْ هُوَ يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ الْمُثَنّٰى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابنِ أَبِي لَيْلَى بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ قَالَ: هٰكَذَا رَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابنِ أَبِي لَيْلَى، وَقَالَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النبيِّ ﷺ. وَكَانَ ابنُ أَبِي لَيْلَى يَضْطَرِبُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ، يَقُولُ أَحْيَاناً عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، عَنِ النبيِّ ﷺ، وَيَقُولُ أَحْيَاناً: عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النبيِّ ﷺ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بنُ يَحْيَى الثَّقَفِيُّ الْمَرْوَزِيُّ قَالَا، حَدَّثَنَا يَحْيَى بنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنِ ابنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَخِيهِ عِيسَى، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النبيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

''سیدنا ابوایوبؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی چھینکے تو اسے چاہئے الحمدللہ علی کل حال کہے اس کا جواب دینے والا کہے یرحمک اللہ پھر وہ چھینکنے والا کہے یھدیکم اللہ ویصلح بالکم'' حدیث سابق کے مثل ہے۔شعبہ نے بھی ابن ابی لیلے سے اسی طرح ابی ایوب سے روایت کیا ہے۔ابن ابی لیلے اپنی روایت میں مضطرب ہیں۔کبھی ابوایوب سے نقل کرتے ہیں اور کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے۔حدیث سابق کے مثل ہے۔

٤۔بَابُ مَاجَاءَ فِي إِيجَابِ التَّشْمِيتِ بِحَمْدِ الْعَاطِسِ

جو چھینکنے والا ''الحمدللہ'' کہے اس کا جواب دینا ضروری ہے

۹۵۱۔ حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَجُلَيْنِ عَطَسَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الآخَرَ، فَقَالَ الَّذِي لَمْ يُشَمِّتْهُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ شَمَّتَّ هٰذَا وَلَمْ تُشَمِّتْنِي؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّهُ حَمِدَاللّٰهَ وَإِنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللّٰهَ. هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ وقد روى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النبيِّ ﷺ.

''سیدنا انس بن مالک سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی نے چھینک لی آپ نے ان میں سے ایک کا جواب دیا دوسرا کا جواب نہیں دیا۔جس کا جواب نہیں دیا تھا اُس نے عرض کیا آپ نے اس کا جواب دیا اور میری چھینک کا جواب نہیں دیا، آپ نے فرمایا اس نے الحمد اللہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کیا اور تو نے اس کا شکر نہیں کیا''

٥۔بَابُ مَاجَاءَ كَمْ يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ

کتنی بار چھینکنے والے کا جواب دیا جائے؟

۹۵۲۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، اخبرنا عَبْدُاللّٰهِ، أَخْبَرَنَا عِكْرِمَةُ بنُ عَمَّارٍ، عَنْ إِيَاسِ بنِ سَلَمَةَ، عَنْ أبيه قَالَ: عَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا شَاهِدٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، ثُمَّ عَطَسَ الثَّانِيَةَ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: هٰذَا رَجُلٌ مَزْكُومٌ. قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بنُ عَمَّارٍ، عَن إِيَاسِ بنِ سَلَمَةَ، عَن أَبِيهِ، عَن النبيِّ ﷺ نَحوَهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ لَهُ فِي الثَّالِثَةِ أَنتَ مَزكُومٌ. قال: هَذَا أَصَحُّ مِن حَدِيثِ ابنِ المُبَارَكِ. وَقَد رَوَى شُعبَةُ عَن عِكْرِمَةَ بنِ عَمَّارٍ هَذَا الحَدِيثَ نَحوَ رِوَايَةِ يَحيَى بنِ سَعِيدٍ.

حَدَّثَنَا بِذَلِكَ أَحمَدُ بنُ الحَكَمِ البَصرِيُّ، أَخبَرَنَا مُحَمَّدُ بنُ جَعفَرٍ، أَخبَرَنَا شُعبَةُ عَن عِكْرِمَةَ بنِ عَمَّارٍ بِهَذَا.

وَرَوَى عَبدُ الرَّحمَنِ بنُ مَهدِيٍّ، عَن عِكْرِمَةَ بنِ عَمَّارٍ نحو رواية ابنِ المباركِ، وقالَ لهُ في الثالثةِ: أَنت مزكومٌ حَدَّثَنَا بذلكَ اسحاقُ بنُ منصورٍ، حَدَّثَنَا عبدالرحمنِ بنُ مهديٍّ.

''ایاس بن سلمۃ نے بواسطہ والد سے نقل کیا ہے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی میں بھی اس وقت حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا یرحمک اللہ اس نے پھر دوبارہ چھینکا تو، آپ نے فرمایا اس کو زکام ہے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے حدیث سابق کے مثل ہے، مگر اس میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ نے تیسری مرتبہ چھینکنے پر فرمایا اسے زکام ہے۔

یہ ابن مبارک کی روایت سے صحیح تر ہے۔ شعبہ نے بھی عکرمۃ بن عمار اس حدیث کو یحیٰ بن سعید کی طرح نقل کیا ہے۔ احمد بن حکم بصری محمد بن جعفر، شعبہ، عکرمۃ بن عمار سے اسی طرح منقول ہے۔

۹۵۳۔ حَدَّثَنَا القَاسِمُ بنُ دِينَارٍ الكُوفِيُّ حَدَّثَنَا إِسحَاقُ بنُ مَنصُورٍ السَّلُولِيُّ الكُوفِيُّ عَن عَبدِ السَّلَامِ بنِ حَربٍ عَن يَزِيدَ بنِ عَبدِ الرَّحمَنِ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ، عَن عُمَرَ بنِ إِسحَاقَ بنِ أَبِي طَلحَةَ، عَن أُمِّهِ عَن أَبِيهَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: شَمِّتِ العَاطِسَ ثَلَاثًا، فَإِن زَادَ فَإِن شِئتَ فَشَمِّتهُ وَإِن شِئتَ فَلَا. قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ غريبٌ وَإِسنَادُهُ مَجهُولٌ.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھینکنے والے کا تین دفعہ تک جواب دو اگر اس کے بعد بھی وہ چھینکے تو تمہیں اختیار ہے'' یہ حدیث غریب ہے۔ اور اس کی اسناد مجہول ہے۔

٦۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي خَفضِ الصَّوتِ وَتَخمِيرِ الوَجهِ عِندَ العُطَاسِ

چھینک کے وقت ڈھانکنے اور آواز نیچی کرنے کے بیان میں

۹۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ وَزِيرٍ الوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ سَعِيدٍ، عَن مُحَمَّدِ بنِ عَجلَانَ، عَن سُمَيٍّ، عَن أَبِي صَالِحٍ، عَن أَبِي هُرَيرَةَ أَنَّ النبيَّ ﷺ كَانَ إِذَا عَطَسَ غَطَّى وَجهَهُ بِيَدِهِ أَو بِثَوبِهِ وَغَضَّ بِهَا صَوتَهُ. هَذَا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ کو جب چھینک آتی تو اپنے چہرے کو ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانک لیتے اور اپنی آواز کو پست کرتے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٧۔ بَابُ مَا جَاءَ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ العُطَاسَ وَيَكرَهُ التَّثَاؤُبَ

چھینک اللہ کو پسند ہے اور جمائی ناپسند ہے کہ بیان میں

۹۵۵۔ حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفيَانُ عَن ابنِ عَجلَانَ، عَن المَقبُرِيِّ عَن أَبِي هُرَيرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: العُطَاسُ

مِنَ اللّٰهِ وَالتَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى فِيهِ وَإِذَا قَالَ آه آه فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَضْحَكُ مِنْ جَوْفِهِ. وَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَإِذَا قَالَ الرَّجُلُ آه آه إِذَا تَثَاءَبَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَضْحَكُ فِي جَوْفِهِ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

''سیدنا ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھینک اللہ کی طرف سے ہے، اور جمائی شیطان کی طرف سے ہے لہذا جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے، اور جب وہ، آہ آہ بول اٹھے تو شیطان اس کے پیٹ میں ہنستا ہے اور اللہ چھینک کو پسند کرتا ہے ور جمائی کو ناپسند، جب آدمی جمائی لیتے وقت آہ، آہ کرتا ہے۔ تو گویا اسکے پیٹ میں شیطان ہنستا ہے'' یہ حدیث حسن ہے۔

۹۵۶۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَإِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ، فَحَقٌّ عَلَى كُلِّ مَنْ سَمِعَهُ أَنْ يَقُولَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ. وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ وَلَا يَقُولَنَّ هَاهْ هَاهْ، فَإِنَّمَا ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَضْحَكُ مِنْهُ.

قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ. وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَجْلَانَ، وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ أَحْفَظُ لِحَدِيثِ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، وَأَثْبَتُ مِنَ ابْنِ عَجْلَانَ، وَسَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ الْعَطَّارَ الْبَصْرِيَّ يَذْكُرُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ: أَحَادِيثُ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ رَوَى بَعْضَهَا سَعِيدٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَبَعْضَهَا سَعِيدٌ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَاخْتَلَطَتْ عَلَيَّ فَجَعَلْتُهَا عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

''سیدنا ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ چھینک کو پسند کرتے ہیں اور جمائی سے نفرت، سو جب تم میں سے کسی کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو ہر سننے والے پر یہ ضروری ہو گیا یرحمک اللہ کہے، بہر حال جمائی سو جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکے۔ اور ہاہ، ہاہ نہ کہے۔ کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہے اس پر ہنستا ہے'' یہ حدیث صحیح ہے، ابن عجلان کی روایت سے اصح ہے۔ ابن ابی ذئب سعید مقبری کی روایت میں ابن عجلان سے احفظ اور اثبت ہے۔ میں نے ابو بکر عطار سے سنا وہ بواسطہ علی بن مدینی، یحیی بن سعید سے نقل کرتے تھے کہ محمد بن عجلان نے کہا سعید مقبریؒ نے اپنی بعض روایات تو بلاواسطہ ابو ہریرۃؓ سے نقل کی ہیں اور بعض رجل کے واسطہ سے یہ دونوں طرح کی روایات مجھ پر غیر محفوظ ہو گئیں لہذا میں نے سب کو بلاواسطہ نقل کر دیا ہے

۸۔ بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الْعُطَاسَ فِي الصَّلٰوةِ مِنَ الشَّيْطَانِ

نماز میں چھینک شیطان کی طرف سے ہے کے بیان میں

۹۵۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَفَعَهُ قَالَ: الْعُطَاسُ وَالنُّعَاسُ وَالتَّثَاؤُبُ فِي الصَّلٰوةِ، وَالْحَيْضُ وَالْقَيْءُ وَالرُّعَافُ مِنَ الشَّيْطَانِ.

هـذا حـديـثٌ غـريـبٌ، لَانَعرِفُهُ اِلَّامِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ. قال: وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَبْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَدِيِّ بنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ: قُلْتُ لَهُ: مَااسْمُ جَدِّعَدِيٍّ؟ قَالَ لَا أَدْرِي. وَذُكِرَعَنْ يَحْيى بنِ مُعِيْنٍ. قَالَ: اسْمُهُ دِيْنَارٌ.

''عدی بن ثابت بواسطہ والد اپنے دادا سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں نماز میں چھینک اونگھ، جمائی، حیض اور نکسیر شیطان کی طرف سے ہے'' یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو صرف شریک کی روایت سے جو ابوالیقظان سے راوی ہیں پہچانتے ہیں، میں نے محمد اسماعیل بخاریؒ سے عدی کے دادا کا نام پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا، یحیی بن معین سے مروی ہے کہ انکے دادا کا نام دینار ہے۔

تشریح : جمائی پر شیطان کے خوش ہونے کی وجہ اور وضاحت: تثاؤب کا معنی جمائی ہے جو سستی کو لائی ہے اس کو رد کرنے کی حدیث آئی ہے۔ جمائی یہ کاہلی بوجھ اور طبیعت میں عدم انشراح کی وجہ سے ہوتی ہے اور اسی لئے یہ ناپسندیدہ ہے اس کے برعکس چھینک پسندیدہ ہے اگلے باب میں اس کا ذکر آرہا ہے۔ کتاب الاداب بخاری ثانی میں بھی ہے۔'' **ان اللہ یحب العطاس ، ویکرہ التثاؤب**'' اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند اور جمائی کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ عطاس میں چستی ہے اور تثاؤب میں سستی ہے۔ علامہ قسطلانی ؒ لکھتے ہیں'' **فالمحبۃ والکراھۃ المذکوران متصرفان الی ماینشأ عن سببھما**'' ان دو میں سے ہر ایک کا پسند اور ناپسند ہونا اس سے پیدا ہونے والی حالت سے ہے۔ (کشف) حدیث باب میں ہے کہ جمائی شیطان کی طرف سے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جمائی کاہلی کام میں بددلی اور وسوسوں کا مجموعہ ہے اور یہ شیطان کے ورغلانے اور بہکانے سے ہوتا ہے کہ کتاب اٹھائی اور جمائی شروع اس لئے اس کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے۔

جمائی کو رد کرنا: حدیث باب میں موجود ہے کہ جمائی کو جتنا ہو سکے رد کرو اور منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لو کہ چہرے کی ہیئت بگڑ جاتی ہے اور ہاہاہا پر شیطان خوشیاں مناتا ہے کہ دیکھو کیسا بگڑا۔ امام بخاریؒ نے ''**اذا تثاؤب فلیضع یدہ علی فیہ** '' سے باب باندھا ہے اور ابن ماجہ باب مایکرہ فی الصلوٰۃ میں حدیث ہے'' **اذا تثاؤب احدکم فلیضع یدہ علی فیہ (ای فمہ) ولا یعوی، فان الشیطان یضحک**'' کہ جب کسی کو جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھے اور چلائے مت کہ شیطان اس سے ہنستا ہے۔ اسی طرح مسلم کتاب الزہد میں ہے'' **اذا تثاؤب احدکم فلیسمک بیدہ علی فمہ** '' کونسا ہاتھ منہ پر رکھیں اس کی تصریح نہیں ہے کہ ہاتھ دایاں رکھیں یا بایاں البتہ صحیح ابوعوانہ میں اس روایت کے ذکر کے بعد اس کے راوی سہیلؒ کا عمل مذکور ہے کہ انہوں نے حدیث بیان کرنے کے بعد اپنا بایاں ہاتھ تعلیماً منہ پر رکھا۔ (ارشاد الساری ۲۲۷/۱۳) اساتذہ سے ہم نے بھی یہی سنا ہے کہ بایاں ہاتھ الٹا یعنی ہتھیلی کی پشت اور ظہر الکف کو منہ پر رکھا جائے کہ لعاب وتری وغیرہ ہتھیلی کی اندرونی حصے کو نہ لگے اب تو اس کی تصریح بھی مل گئی ہے جو ابھی ابوعوانہ سے ذکر ہوئی پھر اس پر تعامل عمومی بھی قرینہ ہے کہ بایاں ہاتھ ہی رکھنا چاہیے کہ عموماً ناپسندیدہ اور گھن آور امور میں بایاں ہاتھ تو مستعمل ہوتا ہے اور جمائی بھی مذموم ہی ہے۔ واللہ اعلم۔

جمائی کی دعاء؟ ایک مرتبہ جماعت میں چلنے والے ایک ساتھی نے پوچھا کہ جیسے چھینک کی دعاء ہے اسی طرح جمائی کی بھی کوئی دعاء

ہے؟اس کا یہ جواب سمجھ آیا کہ (لاحول ولاقوۃ الاباللہ پڑھنا چاہیئے)۔

جمائی کورد کرنے کا بہترین طریقہ: کشف الباری میں تاریخ بخاری اور مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے مرسل روایت مذکور ہے جو یزید بن اصمؒ سے ہے۔" ماتثاؤب النبیﷺ قط " آپ معصوم تھے اس لئے کبھی جمائی نہیں آئی۔اس پر لکھا ہے کہ آپ کا تصور و استحضار کیا جائے تو جمائی رک جاتی ہے۔اور یہ آپ کی خصوصیت بوجہ عصمت تھی۔

یہ تو جمائی کا ذکر تھا جو کاہلی کا سبب ہوتی ہے اب چھینک کا ذکر ہے جو طبیعت میں خفت ہلکے پن اور انشراح کا سبب ہوتی ہے۔اسے بعد میں ذکر کیا ہے کہ سستی کا علاج چستی ہے۔عطاس کا معنی ہے چھینک،امام ابوداؤد نے پانچ عنوانوں میں گیارہ حدیثیں جمع کی ہیں جن میں چھینک کے متعلق مختلف احکام مذکور ہیں پہلے مباحث کا خلاصہ لکھا جاتا ہے پھر ہر باب کی احادیث کا ترجمہ ذکر ہوتا ہے

چھینک کے فوائد: چھینکنے سے دماغ کھل جاتا ہے،طبیعت میں نشاط وانشراح پیدا ہو جاتا ہے،بعض کا کہنا ہے کہ چھینک سے دماغی جراثیم اور بیماریاں رفع ہو جاتی ہیں،اور چھینکتے وقت انسان کا جسم بالکل تن جاتا ہے اور اعضاء واعصاب کھچاؤ میں آجاتے ہیں۔یہ سب کیونکہ نعمت و راحت ہیں اس لئے چھینک آنے پر شکر بجالانا چاہیے۔کہ "الحمد للہ" کہیں یہی سنت ہے اور زیر بحث ابواب میں مذکور ہے۔

تشمیت کا معنی: اما التشمیت : فمعناہ: ابعد اللہ عنک الشماتۃ و جنبک ما یشمت بہ علیک ، واما التسمیت فمعناہ جعلک اللہ علیٰ سمت حسن و ھداک اللہ الی السمت (نووی از کشف)

ابن عبداللہؒ نے تشمیت کا معنی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جگ ہنسائی اور رسوائی سے بچائے اور ان چیزوں سے تجھے دور و محفوظ رکھے جو تجھ پر دشمنوں کو جملے کسنے اور ہنسنے کا موقع دیں۔دوسرا لفظ تسمیت سین کے ساتھ سمت سے مشتق ہے۔بمعنی طریقہ پھر معنی یوں ہونگے اللہ تعالیٰ تجھے سیدھی راہ دکھائے اور مراد برلائے۔

تشمیت یعنی چھینک پر جواب کا حکم: ۱- چھینک کا جواب دینا فرض کفایہ ہے۔احناف،اکثر حنابلہ،شوافع اصحاب مالک میں سے ابن رشد اور ابن العربی کا یہی مسلک ہے اور اس میں جملہ احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے کیونکہ اکثر احادیث میں لفظ "حق" اور صیغہ امر موجود ہے جن سے وجوب وفرضیت ثابت ہوتی ہے اور دلالت علیٰ سبیل الکفایۃ کہنے میں کوئی تردد نہیں اس لئے مذکورہ حکم راجح ہے۔ھکذا قال ابن حجر فتح ۱۰/ ۷۳۶.

۲- یہ سنت علی الکفایۃ ہے کہ مجلس میں سے کسی ایک کے جواب دینے سے باقیوں سے حکم مرتفع ہو جائیگا جبکہ سب کو جواب دینا منع نہیں بلکہ جواب دینا حسن ہے۔یہ شوافع میں سے نوویؒ کا مختار ہے اور بعض مالکیہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔

۳- اصحاب ظواہر مالکیہ میں سے ابن مزین اور بعض شوافع کے نزدیک فرض عین ہے۔ظاہر الفاظ سے ان کا استدلال ہے،ابن قیمؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے اور یہ سب تفصیل اس وقت ہے جب چھینکنے والا "الحمد للہ" کہے ورنہ جواب نہیں۔ہاں اسے الحمد للہ کہنا یاد دلائیں پھر جب الحمد للہ کہے تو جواب دیں،یاد دلانا مستحب ہے (کشف)

جواب کیا کہے؟ جب عاطس " الحمد للہ" کہے تو اسے "یرحمک اللہ" جواب میں کہا جائے پھر وہ " یھدیکم اللہ و

یصلح بالکم" کہے۔ابن بطالؒ نے لکھا ہے کہ اس کے بجائے چھینکنے والا "یرحمک الله" کے جواب میں یغفر الله لنا ولکم کہے۔ پہلا مشہور ہے اب دوسرا مذکور ہے علماء کا ہر ایک معمول ہے اس لئے احیاناً ہر ایک پر عمل کرلیا جائے۔لیکن ایسا نہ ہو کہ "طالب کل فائت کل" پہلا بھی بھول جائے۔اسی طرح چھینکنے والا الحمد لله علی کل حال، الحمد الله رب العلمین، بھی کہہ سکتا ہے بعض دیگر کلمات بھی روایات میں ملتے ہیں زیادہ مشہور معمول پہلا ہے۔

کتنی دفعہ جواب دیں؟ اگر کسی شخص کو مسلسل اور بار بار چھینکیں آ رہی ہوں تو تین مرتبہ تو جواب دیں، چوتھی مرتبہ زکام والا کہہ کر ترک کردیں چنانچہ کم یشمت العاطس میں ہے" تشمت العاطس ثلاثا فان شئت ان تشمته فشمته، وان شئت فکف" تین مرتبہ چھینکنے والے کو جواب دو اس کے بعد جی چاہے تو دو ورنہ نہ دو شامی ۲۹۴/۵ میں ہے۔ان التشمیت بعد الثلاث ایضا حسن ،اور عالمگیری ۲۰۲/۴ میں ہے التشمیت واجب الی ثلاث ان حمد و بعد ذلک مخیر، قاضی خان ص ۴۰۶ میں ان فعل حسن و ان لم یفعل فحسن۔(بذل)

سوال: مذکورہ تفصیل پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ " یرحمک الله" دعاء ہے اور مزکوم و مریض تو اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اسے بار بار دعاء دی جائے اور شفاء پائے؟

جواب: ابن عربیؒ نے اس کا خوب جواب دیا ہے۔یدعیٰ له ولکن لیس بدعاء العطاس موصوف لکھتے ہیں۔مریض یقیناً دعاء کا حقدار ہے لیکن چھینک والی دعاء کا استحقاق تو نہیں آپ اس کے لئے صحت وسلامتی کی خوب دعاء کریں لیکن یہاں تو بحث تشمیت کی ہے اس لئے مذکورہ تفصیل زیر بحث ابواب میں برمحل اور درست ہے۔(کشف) بذل میں ہے لکن یدعی له بدعاء یلائمه بدعاء مشروع للعاطس۔

تنبیہ: کیا حمد کے ساتھ درود وسلام کا اضافہ کر سکتے ہیں؟ اس کی تصریح ابن عمرؓ کی حدیث سے سن لیجئے۔ انّ رجلا عطس الی جنب ابن عمرؓ ، فقال : الحمد الله ، والسلام علی رسول الله ، قال ابن عمر : وانا اقول : الحمد الله والسلام علی رسول الله ، لیس ھکذا علّمنا رسول اللهؐ ، علمنا ان نقول: الحمد الله علی کل حال (ترمذی باب ما یقول العاطس اذا عطس) ابن عمرؓ کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا "الحمد لله" والسلام علی رسول الله" ابن عمرؓ نے فرمایا حمد وسلام میں بھی کہتا ہوں (میں درود وسلام کا منکر نہیں) ہاں اس موقع پر حضورؐ نے ہمیں نہیں سکھایا (از خود نہ بڑھاؤ) آپؐ نے ہمیں الحمد اللہ علی کل حال سکھایا ہے۔اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ چھینکنے والا اپنی طرف سے کچھ نہ بڑھائے جو ثابت ہے وہی کہے۔ورنہ جی تو چاہتا ہے صبح کی نماز چار رکعات ہو تو خوب مزہ آئے لیکن یہ دین ہے ربڑ نہیں جب جتنا جی چاہے کھینچ لی دین کا مذاق نہ اڑائیں حلیہ نہ بگاڑیں۔خیر القرون والے طریقوں میں ہی پیروی سنت ومحبت اور سعادت ہے

کس کو جواب نہ دیں: تشمیت کے اس عمومی حکم سے تین آدمی مستثنٰی ہیں۔۱۔جس نے "الحمد الله" نہ کہا ہو۔۲۔ کافر ۳۔ تین سے زائد مرتبہ چھینکنے والا مزکوم شخص۔ھذا ما لخصت فی العطاس والتشمیت والکلام فیهما طویل فی الفتح

والکوکب و الکشف والبذل والعون والشامی..........

اذ عطس رجل من القوم فقال السلام علیکم فقال رسول اللہ ﷺ وعلیک وعلی امک ای معلمتک۔ یہ تنبیہ ہے اس بات پر کہ یہ تو تو نے اپنی ماں سے سیکھا ہے ہم نے تو یہ طریقہ نہیں سکھلایا اور بتلایا اور اس ناگواری کا مقصد یہ ہے کہ اپنی طرف سے باتیں نہ گھڑی جائیں اگرچہ السلام علیکم کہنا کوئی گناہ نہیں صحیح المفہوم کلمہ ہے لیکن بے محل ہے اس لئے یہ جملہ فرمایا۔ اس سے ثابت کردیا کہ اپنی طرف سے کوئی طریقہ نہ گھڑا جائے بلکہ جو ماثور و منقول اور مسنون ہوا سے اپنائیں۔

۹۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی کَرَاهِیَةِ أَنْ یُقَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ یَجْلِسُ فِیهِ

کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھنے کی ممانعت

۹۵۸۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ أَیُّوبَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا یُقِیمُ أَحَدُکُمْ أَخَاهُ مِنْ مَجْلِسِهٖ، ثُمَّ یَجْلِسُ فِیهِ. قَالَ أَبُو عِیسٰی: هٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ.

"ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا نہ کرے کہ اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر پھر خود بیٹھ جائے" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۹۵۹۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْخَلَّالُ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَا یُقِیمُ أَحَدُکُمْ أَخَاهُ مِنْ مَجْلِسِهٖ، ثُمَّ یَجْلِسُ فِیهِ.

قَالَ أَبُو عِیسٰی: هٰذا حدیث صحیح. قال: وَکَانَ الرَّجُلُ یَقُومُ لِابْنِ عُمَرَ فَلَا یَجْلِسُ فِیهِ.

"ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے کہ پھر خود بیٹھے" راوی کہتے ہیں ابن عمرؓ کے لئے لوگ اپنی جگہ سے اٹھتے لیکن آپ وہاں نہ بیٹھتے"

تشریح: ا۔ جو جس جگہ بیٹھ چکا ہے وہی اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے اسے بلاوجہ کسی اشارے کنایہ سے اٹھانا اور خود براجمان ہونا حرکت شنیعہ ہے اور اللہ و رسول کو ناپسندیدہ ہے۔ ۲۔ اسی کے ساتھ آداب معاشرت میں سے دوسرا اہم ترین ادب یہ ہے کہ کسی کی چیز اور حق اس کی اجازت اور دلی خوشی کے بغیر استعمال کرنا درست نہیں جیسے عام ہے کہ کھانے سے فارغ ہو کر دائیں بائیں گھورتے ہیں کہ کس کا کپڑا چیک کرنے کے بہانے ہاتھ پونچھ لوں یا تعریفی جملہ بھی کس دیا اور اپنا کام بھی نکال لیا واہ یہ رومال بہت اچھا ہے کہاں سے منگوایا ہے۔ اتنے میں ہاتھ صاف ہو چکے۔ یہ قبیح حرکت ہے ایسا کرنا درست نہیں۔

کسی کے کپڑے سے ہاتھ صاف کرنا: چنانچہ ایک حدیث میں تصریح ہے کہ کسی بھی اجنبی کے کپڑے سے ہاتھ نہ پونچھے ہاں اگر اپنی اولاد، غلام، ملازم، تلمیذ و مرید ایسا ہو جسے کپڑا اسی نے ہی پہنایا ہو یا وہ اس کو برا ماننے کی بجائے اپنی سعادت سمجھتے ہوں تو فلا حرج کوئی مضائقہ نہیں (بذل)

کسی کو اپنی جگہ سے اٹھانا؟: ایک شخص مجلس میں ایک جگہ بیٹھ چکا اب اسے اٹھانا درست نہیں ایک تو اس لئے کہ اس نے صاحب

کلام اور استاذ کے قریب جگہ لی ہے، اٹھانے میں اسے بات صاف سننے اور سمجھنے میں محرومی یا دشواری ہو سکتی ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ " الحق للمتقدم " جب وہ پہلے جگہ لے چکے تو اب اٹھانا ان کی حق تلفی ہے اور اسکی اہانت ہے جو جائز نہیں اور متعدد حدیثوں میں اس کی ممانعت مذکور ہے، اگلے باب میں "فهو احق به" کے الفاظ موجود ہیں جس سے واضح طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بیٹھنے والا اس جگہ کے زیادہ حقدار ہے۔ ہاں اگر خوش دلی سے وہ کسی عالم و بزرگ کو جگہ دیدے تو مستحسن ہے لیکن اسے بھی ساتھ ہی بٹھانے کی کوشش ہو کہ وہ بھی قرب و مصاحبت سے محروم نہ ہو۔

ایک لچر عذر: وما احتج به من حمله على الادب لكونه ليس ملكاله لا قبل ولا بعد، ليس بحجة (قوية و ملتفة) لانا نسلّم انه غير ملك له ، لكن يختص به الى ان يفرغ غرضه، فصار كانّه مَلَكَ منفعته فلايزاحمه غيره (فتح الباری ازعون) بعض بعد میں آنے والے یہ دلیل پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جی کونسا مالک بن گیا ہے بس جگہ ہے وہ بھی بیٹھ سکتا ہے ہم بھی یہ کونسی بات ہوئی ؟ لیکن ان سے عرض کیا جائے گا کہ وہ مالک نہیں تو آپ نے کون سا وثیقہ لکھوایا ہوا ہے کہ اسے اٹھا کر آپ نے بیٹھنا ہے ہر گز نہیں جب وہ پہلے بیٹھ گیا تو اب وہی منتفع ہوگا اور یہ لچر اور نقش بر آب جیسی جناب کی دلیل حجت نہیں۔

انما نهاه رسول الله لان هذ الفعل فيه اهانة للمجلس اوحرمانا عن منافع المجلس .. (بذل)۔ اس اٹھانے اور دوسرے کے بیٹھنے میں پہلے آدمی کی اھانت اور مجلس سے نفع حاصل کرنے میں کمی یا محرومی ہے۔

١٠ ـ بَابُ مَاجَاءَ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهٖ

جگہ چھوڑ کر جانے والا واپسی پر اپنی جگہ کا زیادہ حقدار ہے کے بیان میں

٩٦٠ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَمِّهٖ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ، عَنْ وَهْبِ بْنِ حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: الرَّجُلُ أَحَقُّ بِمَجْلِسِهٖ، وَإِنْ خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ، ثُمَّ عَادَ فَهُوَ أَحَقُّ بِمَجْلِسِهٖ. هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ وَأَبِي سَعِيْدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ.

" وہب بن حذیفہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی اپنی جگہ کا زیادہ حقدار ہے اگر وہ اپنی کسی ضرورت سے باہر جائے پھر واپس آئے تو وہ اسی جگہ کا زیادہ حقدار ہے"

اس باب میں ابی بکرہ، ابی سعید اور ابی ھریرہؓ سے روایات ہیں۔

تشریح: یہاں سے چند ابواب میں مجلس کے آداب ذکر ہو رہے ہیں کہ مجلس میں آنے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ اور موجودین کیا طریقہ اپنائیں اور مجلس میں کونسی بات مفید اور کونسی مضر ہے وغیرہ۔

مجلس کے آداب: ا۔ پہلی بات یہ ہے کہ واردین اور مجلس میں آنے والے مندوبین و شرکاء کے مراتب کا ضرور خیال رکھا جائے مرتبہ بھلے علم و عمل کے اعتبار سے ہو یا ظاہری اشیاء اور ہنر کے اعتبار سے بہر دو صورت اس کا خیال رہے، ہو سکتا ہے یہی اچھا برتاؤ اور احترام و اکرام دعوت الی العمل کا کام دے اور اگلے کی زندگی ہی بدل جائے، اس لئے ہمیں صرف اپنے آدمیوں کا احترام نہیں بلکہ

سب آنے والوں کا خیال کرنا چاہیے۔ ہاں چاپلوسی اور خوشامد نہ ہو اور کسی مبتدع اور علی الاعلان فسق و فجور کے مرتکب کی زیادہ تکریم نہ ہو کہ یہ اعانت علی المعصیۃ کے زمرے میں شمار ہوگی۔

۲-اسی طرح بڑوں اور چھوٹوں میں بھی فرق و مرتبے کا خیال رہے ایسا ہرگز نہ ہو کہ سفید ریش زمین پر اور لونڈا قالین و کرسی پر۔

۳- مجلس میں آنے والے کیلئے یہ ادب اور حکم ہے کہ بلا اجازت مت گھسے بلکہ اجازت سے مجلس میں شریک ہو اور دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھے بن بلائے شریک ہونے والے کیلئے غاصب و سارق کی وعید وارد ہوئی ہے۔

۴- مجلس میں جہاں گنجائش ہو اور بسہولت جگہ ملے بیٹھ جائے صدر مقام اور نمایاں جگہ پر بیٹھنے کیلئے گردنیں پھلانگ کر ایذاء کا مرتکب نہ ہو۔ وہی آواز اور کھانا یہاں بھی پہنچ جائے گا۔

۵- مجلس میں اس انداز سے نہ بیٹھے کہ اس کمرے اور قالین و چاندنی اور چٹائی پر کسی اور کیلئے گنجائش نہ رہے بلکہ پراطمینان سمٹ کر بیٹھے ہاں زیادہ تنگ بھی نہ ہو کہ پہلو ہی نہ بدل سکے۔

۶- پہلے سے موجود حاضرین مجلس میں آنے والوں کیلئے حتی المقدور جگہ بنانے کی کوشش کریں نہ یہ کہ دور سے پکار اٹھیں بس بس یہ کمرہ تو بھر گیا حالانکہ صرف اڑھائی آدمی بیٹھے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔ "**یا ایھا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسّحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم** (مجادلۃ ۱۱)

"اے ایمان والو جب تمہیں مجلس میں کشادگی کو کہا جائے تو کشادگی کر لو اللہ تعالیٰ (جنت میں) تمہارے لئے کشادگی فرما دیں گے"

۷- گفتگو کرنے والا اتنی آواز اور اس انداز سے بات کرے کہ تمام سامعین تک پہنچے اور سب صاف سمجھ سکیں۔

۸- کسی کی طرف بلا عذر و مجبوری کے لاتیں سیدھی نہ کرے اور پاؤں نہ پھیلائے معذور حسب سہولت بیٹھ سکتا ہے۔

۹- ایسی چیز کھا کر مجلس میں نہ آئے جس کی بدبو سے حاضرین کو ایذاء پہنچے اور مجلس میں بھی ایسی حرکت نہ کرے کہ سگریٹ پینے لگے کہ سب دھویں سے آوازار ہوں۔

۱۰- اگر شرکاء مجلس میں سے کسی حاجت کیلئے کوئی اٹھ کر جائے مثلاً پانی پینے، وضو کرنے، یا ناک صاف کرنے کیلئے تو اس کی جگہ پر قبضہ نہ کریں اور اسے بھی چاہیے کہ کوئی کپڑا رومال تسبیح وغیرہ اپنی جگہ پر رکھے تا کہ دوسروں کو اس کی واپسی کا اندازہ ہو۔ اور بھی بہت سارے آداب ہیں جن کو حضرت تھانویؒ نے "تعلیم الدین" میں جمع کیا ہے جو راقم کی تسہیل و ترجمہ کے ساتھ "مکتبۃ المقیت" سے طبع ہو آچکی ہے۔

۱۱-بَابُ مَاجَاءَ فِی کَرَاهِيَةِ الْجُلُوسِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ بِغَيْرِ إِذْنِهِمَا

دو آدمیوں کے بیچ میں بغیر اجازت بیٹھنے کی ممانعت کے بیان میں

۹۶۱-حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُاللهِ، أَخْبَرَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، حدثنی عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا.

قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ وقد رَوَاهُ عَامِرٌ الأَحْوَلُ عَن عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ أَيْضاً .

''سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی آدمی کیلئے یہ جائز نہیں کہ دو شخصوں کے درمیان جدائی کر کے خود ان کے بیچ میں بیٹھ جائے'' یہ حدیث حسن ہے، عامر احول نے بھی اس کو عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے

۱۲۔بابُ ماجَاءَ فی كَرَاهِيَةِ القُعُودِ وَسْطَ الْحَلْقَةِ

حلقہ کے بیچ میں بیٹھنے کی ممانعت کے بیان میں

۹٦۲۔حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَن قَتَادَةَ عَن أَبِي مِجْلَزٍ: أَنَّ رَجُلاً قَعَدَ وَسْطَ حلقَةٍ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: مَلْعُونٌ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ أَوْ: لَعَنَ اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ مَنْ قَعَدَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ.

قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَأَبُو مِجْلَزٍ اسْمُهُ لَاحِقُ بنُ حُمَيْدٍ.

''ابومجلز سے منقول ہے ایک شخص حلقہ کے بیچ میں بیٹھ گیا اس پر حضرت حذیفہؓ نے فرمایا جو حلقہ کے بیچ میں بیٹھا وہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے ملعون ہے یا فرمایا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے اس پر لعنت بھیجی ہے جو حلقہ کے بیچ میں بیٹھ جائے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابومجلز کا نام لاحق بن حمید ہے۔

۱۳۔بابُ ماجَاءَ فی كَرَاهِيَةِ قِيَامِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ

آدمی کیلئے کھڑے ہونے کی ممانعت کے بیان میں

۹٦۳۔حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ، عَن حُمَيْدٍ، عَن أَنَسٍ قَالَ: لم يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِم مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذَلِكَ .

قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ من هذا الوجه.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے کوئی شخص صحابہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر محبوب نہ تھا لیکن یہ لوگ جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تھے تو آپ کے لئے اٹھتے نہ تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ اسے پسند نہیں فرماتے''

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

۹٦٤۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بنُ غَيْلَانَ، أَخْبَرَنَا قَبِيصَةُ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَن حَبِيبِ بنِ الشَّهِيدِ، عَن أَبِي مِجْلَزٍ قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِيَةُ فَقَامَ عَبْدُاللهِ بنُ الزُّبَيْرِ وَابنُ صَفْوَانَ حِينَ رَأَوْهُ فَقَالَ اجْلِسَا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ وَ يَقُولُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَاماً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. وَفِي البَابِ عَن أَبِي أُمَامَةَ. قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ حسنٌ.

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَن حَبِيبِ بنِ الشَّهِيدِ، عَن أَبِي مِجْلَزٍ، عَن مُعَاوِيَةَ عَن النَّبِيِّ ﷺ مثلهُ.

''ابومجلزؒ سے مروی ہے۔سیدنا معاویہؓ باہر تشریف لائے۔تو ان کو دیکھ کر عبداللہ بن زبیرؓ اور ابن صفوان کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا بیٹھ جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ لوگ اس

کیلئے بت کی طرح صف بستہ کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے“

اس باب میں ابوامامہ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن ہے حدیث سابق کی مثل

تشریح: کسی کی تعظیم وعزت کیلئے کھڑا ہونا اس پر بذل میں مفصل بحث مذکور ہے جس کا لب لباب یہ ہے۔

۱- ابن الحاج اور ایک طائفہ کا یہ قول ہے کہ آنے والے کی تعظیم وتکریم کیلئے کھڑا ہونا درست نہیں۔ ہاں اس کو سواری سے اتارنے سامان لینے کیلئے کھڑا ہونا درست ہے۔

دلیل: سیدنا سعد بن معاذؓ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ یہ انصار کو حکم دینا ان کو سواری سے اتارنے کیلئے تھا کہ وہ زخمی اور بیمار تھے چنانچہ مسند احمد میں ہے" **قومو الی سید کم فانزلو اہ** " اپنے سردار کیلئے کھڑا ہواور انہیں اتارو۔

۲- تورپشتیؒ کا کہنا ہے کہ یہ حکم تعظیم کیلئے نہ تھا بلکہ اپنے سردار کو سواری سے اتارنے کیلئے تھا اگر تعظیم کیلئے ہوتا تو" **قومو السیدکم** " لام تعلیلیہ کے ساتھ ہوتا کہ اپنے سردار کی تکریم کی وجہ سے کھڑے ہو۔

۳- علامہ سیوطیؒ نے ذکر کیا ہے" **بل معنیٰ قومو الیه ای قومو او امشو الیه تلقیا و اکراما** " ان کی عبارت سے تعظیم کیلئے کھڑا ہونا ثابت ہو رہا ہے اور یہ بجا ودرست ہے۔

۴- **و ذهب بعضهم الی انه مکروه منهیّ عنه** . بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ آپؐ تشریف لاتے اور صحابہ کرام کھڑے نہ ہوتے کہ آپؐ اسے ناپسند کرتے تھے کمافی حدیث الباب۔

۵- **والصحیح ان احترم اهل الفضل من اهل العلم والصلاح والشرف بالقیام جائز ، وفی مطالب المومنین لایکره قیام الجالس لمن دخل تعظیما، والقیام لیس مکروها لعینه، وانما المکروه محبة القیام لمن الذی یقام له.** اس کا حاصل یہ ہے کہ اہل علم اور اصحاب شرف وفضل اور ارباب صلاح وفلاح کے اکرام واحترام میں کھڑا ہونا درست ہے اور مطالب المؤمنین میں ہے کہ آنے والے کی تعظیم کیلئے بیٹھنے والے کا کھڑا ہونا مکروہ نہیں اور درحقیقت کھڑے ہونے میں فی نفسہ کراہت تو آنے والے کے وفتنہ اور بڑائی کی وجہ سے ہے۔

قال النووی: القیام للقادم من اهل الفضل مستحبّ و قد جاء ت فیه احادیث ولم یصحّ فی النهی عنه شیٔ تصریحا .... لیس کما یقال انه بدعة مطلقا .... امانه بدعة مثل خوف افتتان الذی قام له. و کذا لک لایجوز له ان یقوم لغیره ریاء وسمعة ولیس فی قلبه شیٔ من المودّة او العظمة .... فلایقوم الا موافقا ظاهره بباطنه .... الخ ویکون هذ القیام للبر والاکرام والاحترم لا للریاء والاعظام (عون)

ان عبارات کا خلاصہ یہی ہے کہ قیام درست ہے، ہاں اس میں مبالغہ اور بے احتیاطی نہ ہو۔

قیام کی اقسام: ابوالولید ابن رشدؒ سے قیام کی چار قسمیں منقول ہیں۔

۱- محظور وممنوع: اس آدمی کیلئے کھڑا ہونا منع ہے جو اس کی خواہش رکھتا ہے کہ جب میں آؤں تو میری بڑائی اور دبدبے کیلئے یہ سب کھڑے ہو جائیں۔

۲- مکروہ: اس میں کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں متکبرین وجبابرۃ سے مشابہت اور فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔

۳- مباح جائز: کسی کے احترام واکرام کیلئے کھڑا ہونا۔

۴- مندوب: سفر سے آنے والے کی ترحیب وتسلیم کیلئے کھڑا ہونا مندوب ہے جسے نوویؒ نے مستحب کہا ہے۔(فتح الباری ۱۱/۴۸)

قال الغزالیؒ: القیام علی سبیل الاعظام مکروہ، وعلیٰ سبیل الاکرام لایکرہُ وھذ التفصیل حسن (ایضاً)

خلاصہ کلام فی القیام: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس قیام درست وثابت ہے اور اس کا خواہی اور عادی ہونا منع ہے۔ کیف ما اتفق اگر کھڑے ہوں تو قباحت نہیں اگر یہ ایذاء وبدمزگی اور انتشار مجلس کا سبب ہو تو اجازت نہیں بس سلام ومصافحہ کافی ہے۔ بالخصوص جب کسی تقریب میں ہوں تو بار بار کھڑے ہونے سے سارا نظم خراب ہوتا ہے۔ وللناس فیما یعشقون مذاھب۔

جوابات: اب ہم چند جواب ذکر کرتے ہیں پہلے چار اقوال اختیار کرنے والوں کے۔

ابن الحاج کا جواب: روایت میں یہ زیادتی ضعیف ہے اس لئے یہ تاویل مجروح ومرجوح ہے۔

توریشتی کا جواب: علامہ طیبیؒ نے خوب جواب دیا ہے اور واضح کیا ہے کہ توریشتی کا یہ کہنا مخدوش ہے کہ الی کی بجائے لام ہوتا

و تعقبه الطیبی : الی فی ھذ ا المقام افخم من اللام .... کانه قیل قوموا و امشوا الیه تلقیا و اکراما.

حدیث ابی امامۃ اور بعض کا جواب: آپؐ نے عموماً ہر وقت فتنے کے خوف اور تکلف کی وجہ سے منع فرمایا ورنہ متعدد دلائل قیام کے ہیں۔ جو ابھی ذکر ہوتے ہیں۔

حدیث: آگے باب الرجل یقوم للرجل یعظمه بذلک میں ہے کہ جس نے اسے پسند کیا کہ اس کیلئے صف بستہ کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔ جواب: یہ اسی پر محمول ہے جو قیام کی پہلی قسم گذری ہے مطلقاً نہیں۔

حدیث فتح الباری میں بروایۃ مسلم ہے "اشتکی النبیؐ فصلینا وراء ہ وھو قاعد، فالتفت الینا فر آنا قیاما، فاشار الینا فقعدنا، فلما سلّم قال : ان کدتم لتفعلوا فعل فارس والروم، یقومون علی ملوکھم وھم قعود، فلا تفعلو (مسلم) حضرت جابرؓ کی اس حدیث سے قیام برائے اکرام کی ممانعت وکراہت بعض نے اخذ کی ہے حالانکہ اس میں احترام کیلئے کھڑے ہونے کی ممانعت نہیں بلکہ مثل صنیع اعاجم لوگ صف بستہ کھڑے رہیں اور وڈیرے چوڑے ہو کر بیٹھے ہوں کی ممانعت ہے۔ مطلق قیام کی نہیں۔ اب صحت وثبوت قیام کے دلائل ذکر ہوتے ہیں۔

دلائل: ۱- عَنْ أَبِی سَعِیدِ الْخُدْرِیِّ أَنَّ أَهْلَ قُرَیْظَةَ لَمَّا نَزَلُوا عَلٰی حُکْمِ سَعْدٍ أَرْسَلَ إِلَیْهِ النَّبِیُّ ﷺ فَجَاءَ عَلٰی حِمَارٍ أَقْمَرَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ قُوْمُوْا إِلٰی سَیِّدِکُمْ أَوْ إِلٰی خَیْرِکُمْ فَجَاءَ حَتّٰی قَعَدَ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

"ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے جب بنو قریظہ کے لوگ حضرت سعد کے حکم پر اپنے قلعوں سے نیچے اترے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں

کہلا بھیجا تو حضرت سعدؓ سفید گدھے پر سوار ہو کر پہنچے ۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تم اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ یا فرمایا اپنے سے اعلیٰ شخص کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سعدؓ حاضر ہوئے اور نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھ گئے‘‘

۲- عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَلَمَّا كَانَ قَرِيْبًا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ

’’شعبہ سے اسی طرح سے روایت ہے اس میں ہے جب حضرت سعدؓ مسجد کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے انصارؓ سے فرمایا تم لوگ اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ‘‘ یہ دونوں احادیث دلیل ہیں کہ کھڑا ہونا درست ہے اور تاویل بے جا جسارت ہے۔

۳- ابوداؤد کتاب الادب کے پہلے باب کی حدیث ثالث ’’کان رسول اللهؐ یجلس معنا فی المسجد یحدثنا ، فاذا قام قمنا قیاما حتی نراه قد دخل بعض بیوت ازواجه‘‘ اس میں بھی تصریح ہے کہ صحابہ کرامؓ آپؐ کیلئے کھڑے ہوئے اور گھر داخل ہونے تک کھڑے رہتے پھر بکھرتے اور اپنے اپنے اعمال میں مصروف ہوتے ۔ ۴- حدیث کعب بن مالکؓ میں ہم نے تفصیلی قصہ پڑھا ہے بخاری و مسلم اور دیگر کتابوں میں کہ ابوطلحہؓ کعبؓ کیلئے کھڑے ہوئے اور آپؐ نے نکیر نہیں فرمائی ۔ ۵- غزوہ خیبر کے موقع پر آپ بنفسہ حضرت جعفرؓ کیلئے کھڑے ہوئے (بخاری) ۶- عکرمہ بن ابی جہل کیلئے فتح مکہ کے موقع پر کھڑے ہوئے اسی طرح ابن حاتم کیلئے کھڑے ہوئے (فتح)

فالمذموم : القیام للرجل ،واما القیام الیه للتلقی واذا قدم : فلا بأس به ، وبهذا تجتمع الاحادیث. والله اعلم ۔(عون) آخر میں یہ یاد رکھیں کہ بعض اداروں میں پوری جماعت کے طلبہ و طالبات آنے والے ہر استاد و استانی کیلئے ہر سبق میں کھڑے ہوتے ہیں یہ درست نہیں یہ سرکار ﷺ کا نہیں اغیار کا وطیرہ ہے اس سے بچنا چاہیے۔

۱۴- بَابُ مَاجَاءَ فِی تَقْلِيْمِ الْاَظْفَارِ

ناخن تراشنے کے بیان میں

۹۶۵- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: الْاِسْتِحْدَادُ وَالْخِتَانُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ وَ تَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ. هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

’’سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ چیزیں فطرت سے ہیں ۔ استرا لینا یعنی زیر ناف بال مونڈنا، ختنہ کرنا، مونچھیں کترانا بغل کے بال صاف کرنا ۔ اور ناخن تراشنا‘‘ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۹۶۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَهَنَّادٌ قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِيْ زَائِدَةَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَالْاِسْتِنْشَاقُ وَ قَصُّ الْاَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ،

قَالَ زَكَرِيَّا قَالَ مُصْعَبٌ: وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةُ. قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: اِنْتِقَاصُ

الْمَاءِ:الاسْتِنْجَاءُ بِالْمَاءِ ،وَفِی الْبَابِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ وَابْنِ عُمَرَ وَأَبِی هُرَيْرَةَ. قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسَنٌ .

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا دس چیزیں فطرت سے ہیں ۔موچھیں کتروانا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن کترنا انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، بغل کے بال صاف کرنا، ناف کے نیچے کے بال لینا پانی سے استنجا کرنا، مصعب کہتے ہیں میں دسویں چیز بھول گیا مگر غالبا کلی کرنا ہے''

اس باب میں عمار بن یاسرؓ اور ابن عمرؓ سے روایات ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے ابو عیسے ترمذی کہتے ہیں انتقاص ماء کا معنی پانی کے ساتھ استنجا کرنے کے ہیں۔

تشریح : خمس من الفطرة . بخاری شریف میں ہے من السنة قص الشارب .اس سے ثابت ہوا کہ یہ امور سنت ہیں الاستحداد و نتف الابط . یہ دونوں سنت ہیں ہر ہفتے ان بالوں کی صفائی بہتر اور پندرہ یوم میں سنت ہے اور چالیس ایام سے زیادہ چھوڑنا ممنوع اور گناہ ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲۳۸/۴)

عمومی حکم یہ ہے کہ یہ زائد بال ایک جَو کی لمبائی کے برابر ہوں تو صاف کر لیے جائیں ۔ مردوں کیلئے صفائی کا طریقہ استرہ، بلیڈ وغیرہ معتاد ہے اور مستورات کیلئے ان چیزوں کے بجائے پاؤڈر، کریم، لوشن وغیرہ کا سہل اور قابل صفائی طریقہ رائج ہے اگرچہ استرہ وغیرہ استعمال کرنے میں مضائقہ وممانعت نہیں صرف مضرت کے خوف سے احتیاطاً بعض علماء نے مستورات کیلئے لکھا ہے کہ بلیڈ وغیرہ استعمال نہ کریں، گزند سے بچیں تونفس استعمال میں ممانعت نہیں۔ استحدادا استعمال حدیدة کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

الختان . قال مالک وابو حنيفة سنّة ،والواجب فی ختان الرجل قطع جلدة التی تغطّی الحشفة بحيث ينكشف الحشفة كلها . (بذل) ختنہ پر مفصل بحث باب ۱۸۰، باب فی الختان کتاب الادب کے آخر میں آرہی ہے۔

تقليم الاظفار . یہ بھی سنت ہیں اور ہفتہ میں ایک مرتبہ بہتر ہے کہ ناخن کاٹ لیا کریں زیادہ تاخیر کراہت وقباحت کا باعث ہے۔ بعض اہل اللہ اور صوفیاء کرام کے متعلق آتا ہے کہ وہ جمعرات کے دن ہی ناخن تراش لیتے اور اس سے مقصود جمعہ کی تیاری اور اہتمام ہوتا کہ سید الایام کی پہلے سے ہی تیاری کرنا شروع کردیں نہ یہ کہ اذان سن کر بھاگیں اور بمشکل نماز وجماعت میں پہنچ پائیں۔

ناخن تراشنے کا طریقہ: اس کیلئے بنیادی عبارت علامہ نوویؒ کی ہے جو انہوں نے ابواب الطہارۃ باب المضمضۃ میں تحریر کی ہے کہ سب سے پہلے دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی سے تراشنا شروع کریں بالترتیب آخر تک پھر بائیں ہاتھ کی خنصر وچھنگلی سے ابہام تک سب سے آخر میں دائیں ہاتھ کا انگوٹھا۔ اس طرح ابتداء وانتہاء دائیں ہاتھ سے ہوگی اور دائیں ہاتھ سے عمدہ کام شروع کرنے کی ترغیب احادیث کثیرہ میں وارد ہے اور سبابہ اشرف الاصابع ہے لكونها يشار بها الى التوحيد . (بذل) اس ترتیب پر کوئی صریح حدیث وارد نہیں ہاں عموم بیان سے اسے علماء نے مستحب کہا ہے اور اساتذہ وعلماء کا معمول یہی دیکھنے میں آیا ہے۔

قصّ الشارب . هو شعر ينبت على الشفة العليا .... قال ابن حجرؒ : فيسن احفاء ه حتی تبدوا حمرة الشفة العليا . (بذل ج ۳۳/۱) موچھیں وہ بال ہیں جو بالائی ہونٹ پر اگتے ہیں۔ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے انکو اتنا کاٹنا سنت ہے کہ اوپر کے

ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہوجائے۔احادیث میں " جزوا الشارب ، احفوا الشوارب ، انھکو الشوارب ، قص الشارب ، الاخذ من الشارب " کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جنکا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے کہ لبیں بڑھانا نہیں بلکہ کٹوانا سنت ہے۔ابن دقیق العیدؒ نے کہا ہے کہ موچھوں کے متعلق کاٹنے کا حکم دینے سے دو مقصود ہیں۔

ا۔ اہل عجم کی مخالفت۔ ۲۔ طعام وشراب کو بچانا کہ کھاتے پیتے وقت یہ داخل وشامل نہ ہوں۔کہ ہم سے پہلے پانی موچھیں پی لیں ،اگر خیال نہ رہے تو واویلا بھی کرتی پھریں کہ دودھ پی کر آئے ہیں۔

موچھوں کا حکم: حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ کے نزدیک لبیں کاٹنا سنت ہے جیسے ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے۔امام طحاویؒ کہتے ہیں کہ شوافع سے اسکے متعلق کوئی نص وتصریح نہیں ملی ہاں شوافع میں سے امام مزنیؒ، ربیعؒ کو دیکھا ہے کہ وہ موچھیں کٹاتے تھے۔

لبیں کاٹنے کی مقدار: اتنی تراشنا اور کاٹنا کہ اوپر کے ہونٹ کا بالائی کنارہ ظاہر ہوجائے یہ سنت ہے۔بالکل حلق اور منڈانے کو فقہاء کرام نے مکروہ وبدعت لکھا ہے (فتاویٰ شامیہ ج ۵/۲۸۸)

حلق الشارب بدعة لانه مثلة . (بذل) اسکے متعلق علماء یہ فرماتے ہیں کہ احفاء میں مبالغہ ہوتا ہے اس لیے استرے کے بجائے قینچی سے اتنی باریک کاٹیں کہ مثل حلق ہوجائے اس طرح دونوں اقوال میں تطبیق ہوجاتی ہے۔(الخمیس ج ۲/۳۵ میں کسریٰ کے دو قاصدوں کے حضور ﷺ کے پاس آنے کا ذکر ہے جو موچھوں کو تاؤ دیے ہوئے تھے اور داڑھی ختم۔آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھنا بھی ناپسند فرمایا کہ ان کے (ہندوؤں کے مثل) ہونٹ بھی چھپے ہوئے تھے۔وقال ویلکما من أمر کما بھذا ؟ قالا أمرنا بھذا ربنا یعنیان کسریٰ فقال رسول اللهؐ لکن ربی أمرنی باعفاء لحیتی وقص شواربی . (بذل) "تمہارا ناس ہو یہ تمھیں کس نے حکم دیا انہوں نے کہا ہمارے بادشاہ کسریٰ نے سو آپ ﷺ نے فرمایا میرا برحق رب تو داڑھی بڑھانے کا اور موچھیں کٹانے کا مجھے حکم دیتا ہے' داڑھی بڑھانا اور بقدر سنت ہونا اور موچھیں کٹوانا جملہ انبیاء کی متوارث ومتداول سنت ہے۔

آگے باب ۱۸ میں ہے اعفاء اللحیة ای توفیرھا واطالتھا . یعنی بڑھانا اور لمبا کرنا۔یہ عبارات اس کے حکم وحقیقت کیلئے واضح دلیل ہیں: قصّ اللحیة من سنن الاعاجم وھو الیوم شعار کثیر من المشرکین والافرنج والھنود ومن لا خلاق لھم فی الدین ممن یتبعونھم ویحبون ان یتزیّوا بزیّھم .... والسنة فیھا القبضة .... وکذا یحرم علی الرجل قطع لحیته .... ان عمرؓ یقبض علی لحیته فیقطع ما زادت ....

مستورات کے اگر داڑھی کے بال ظاہر ہوں؟: اذا نبتت اللحیة للمرأة فیستحبّ لھا حلقھا.(بذل)

"عورت کے اگر داڑھی کے بال اگنے لگیں تو اس کیلئے صاف کرنا بہتر ہے"

قال الغزالیؒ فی احیاء العلوم ولا بأس بترک سبالتیة .... وھما طرفا الشوارب .(بذل)

"امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں کہا ہے کہ ان کو چھوڑنے میں مضائقہ نہیں کیونکہ کھانے پینے میں یہ ملوث نہیں ہوتیں"

فقیل ھما من الشارب ویشرع قصھما معه وقیل ھما من جملة شعر اللحیة ." کہا گیا ہے کہ یہ موچھوں کا حصہ ہیں اس

لیے موچھوں کے ساتھ ان کا کاٹنا مشروع ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ داڑھی کے بالوں کا حصہ ہیں" کیونکہ لبیں شفۃ علیا پر کہلاتی ہیں یہ کنارے پر ہیں بہرحال ان میں چھوڑنے اور کاٹنے میں اختیار ہے اکثر علماء کو کاٹتے دیکھا ہے۔(فتح الباری ۱۰/۳۴۷ میں ہے)

لا بأس بابقاء الشوارب في الحرب ارهابا للعدوّ . (درّ) میدان جنگ اور دارالحرب موچھیں چھوڑنے میں مضائقہ نہیں جبکہ غرض دشمن پر رعب طاری کرنا ہو۔ عن زيد بن اسلم انّ عمرؓ كان اذا غضب فتل شاربه. (فتح) حج وعمرہ کے موقع پر ان کو لینا اور داڑھی کی زائد مقدار لینا اس لیے تھا تاکہ سنبھالنے میں سہولت رہے اور حالت احرام میں الجھن ومشقت نہ ہو۔

۱۵۔ باب في التَّوقِيتِ في تَقلِيمِ الأَظفَارِ وَأَخذِ الشَّارِبِ

ناخن کاٹنے اور موچھیں کترانے کی مدت کیا ہے؟

۹۶۷۔ حَدَّثَنَا إِسحَاقُ بنُ مَنصُورٍ، أَخبَرَنَا عَبدُ الصَّمَدِ [بنُ عبدِالوارثِ]، أَخبَرَنَا صَدَقَةُ بنُ مُوسَى أَبُو مُحَمَّدٍ صَاحِبُ الدَّقِيقِ، أَخبَرَنَا أَبُو عِمرَانَ الجَونِيُّ، عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، عَنِ النبيِّ ﷺ: أَنَّهُ وَقَّتَ لَهُم فِي كُلِّ أَربَعِينَ لَيلَةً تَقلِيمَ الأَظفَارِ وَأَخذَ الشَّارِبِ وَحَلقَ العَانَةِ.

"سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے ان کے لئے چالیس دن کے بعد ناخن کترنے موچھیں صاف کرنے اور زیر ناف بال مونڈنے کا زیادہ سے زیادہ وقت مقرر کیا"

۹۶۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيبَةُ، حَدَّثَنَا جعفر بنُ سُلَيمَانَ، عَن أَبِي عِمرَانَ الجَونِيِّ، عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ: وَقَّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقلِيمِ الأَظفَارِ وَحَلقِ العَانَةِ وَنَتفِ الإِبطِ أَن لَا نَترُكَ أَكثَرَ مِن أَربَعِينَ يَوماً.

قَالَ: هَذَا أَصَحُّ مِنَ الحَدِيثِ الأَوَّلِ وَصَدَقَةُ بنُ مُوسَى لَيسَ عِندَهُم بِالحَافِظِ.

"سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے ہمارے واسطے موچھیں کترنے زیر ناف بال مونڈنے اور بغلوں کے بال صاف کرنے کے لئے مقرر کیا کہ ہم انہیں چالیس روز سے زیادہ نہ چھوڑیں"

یہ پہلی روایت سے اصح ہے، صدقۃ بن موسے محدثین کے نزدیک حافظ نہیں۔

۱۶۔ بابُ مَاجَاءَ فِي قَصِّ الشَّارِبِ

موچھیں کترنے کے بیان

۹۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عُمَرَ بنِ الوَلِيدِ الكُوفِيُّ الكِندِيُّ، أَخبَرَنَا يَحيَى بنُ آدَمَ، عَن إِسرَائِيلَ، عَن سِمَاكٍ، عَن عِكرِمَةَ، عَن ابنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُصُّ أَو يَأخُذُ مِن شَارِبِهِ. وَكَانَ إِبرَاهِيمُ خَلِيلُ الرَّحمٰنِ يَفعَلُهُ.

قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

"سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ اپنی موچھیں چھوٹی کرایا کرتے تھے اور فرمایا اللہ کے خلیل ابراہیمؑ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے"

یہ حدیث حسن غریب ہے۔

٩٧٠۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، أَخْبَرَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ: مَنْ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهِ فَلَيْسَ مِنَّا.

وَفِي الْبَابِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ. قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ صُهَيْبٍ بِهَذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

''سیدنا زید بن ارقمؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی مونچھیں نہ کتروائیں وہ ہم میں سے نہیں''

اس باب میں مغیرۃ بن شعبہ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حدیث سابق کی مثل ہے۔

١٧۔بَابُ مَاجَاءَ فِي الْأَخْذِ مِنَ اللِّحْيَةِ

ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی میں کے بال لینے کے بیان میں

٩٧١۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَطُولِهَا.

قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ غريبٌ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ: عُمَرُ بْنُ هَارُونَ مُقَارِبُ الْحَدِيثِ لَا أَعْرِفُ لَهُ حَدِيثاً لَيْسَ لَهُ أَصْلٌ، أَوْقَالَ: يَتَفَرَّدُ بِهِ إِلَّا هَذَا الْحَدِيثَ، كَانَ النبيُّ ﷺ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَطُولِهَا. وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عُمَرَ بْنِ هَارُونَ، وَرَأَيْتُهُ حَسَنَ الرَّأْيِ فِي عُمَرَ بْنِ هَارُونَ.

قَالَ أبوعيسى: وَسَمِعْتُ قُتَيْبَةَ يَقُولُ: عُمَرُ بْنُ هَارُونَ، كَانَ صَاحِبَ حَدِيثٍ، وَكَانَ يَقُولُ: الإِيمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ، قَالَ [سَمِعْتُ] قُتَيْبَةَ، أَخْبَرَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ رَجُلٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ النبيَّ ﷺ نَصَبَ الْمِنْجَنِيقَ عَلَى أَهْلِ الطَّائِفِ. قَالَ قُتَيْبَةُ: قُلْتُ لِوَكِيعٍ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ صَاحِبُكُمْ عُمَرُ بْنُ هَارُونَ.

''نبی ﷺ اپنی داڑھی کے طول وعرض میں سے کچھ حصہ لے لیا کرتے تھے''

یہ حدیث غریب ہے۔ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا فرماتے تھے عمر بن ہارون مقارب الحدیث ہے۔ مجھے اس کی روایات میں کوئی ایسی حدیث معلوم نہیں جس کی کوئی اصل موجود نہ ہو (یا فرمایا) جس میں یہ متفرد ہوا ہو۔ مگر یہ حدیث کہ نبی ﷺ اپنی داڑھی کے طول وعرض میں سے کچھ لے لیا کرتے تھے۔ ہم اس کو صرف عمر بن ہارون کی روایت سے پہچانتے ہیں۔ ترمذی کہتے ہیں میں نے بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی ان کے بارے میں اچھی رائے پائی۔ میں نے قتیبہؒ سے سنا فرماتے تھے کہ عمر بن ہارون صاحب حدیث تھے اوران کا خیال تھا کہ ایمان قول وعمل سے عبادت کرنا ہے قتیبہ نے کہا ہم نے وکیع بن جراح نے بواسطہ ایک شخص حضرت ثور بن یزید سے روایت بیان کی کہ نبی ﷺ نے طائف والوں پر منجنیق نصب کی، قتیبہ کہتے ہیں میں نے وکیع سے پوچھا یہ شخص کون ہے تو انہوں نے فرمایا، عمر بن ہارون۔

۱۸۔بابُ مَاجَاءَ فِی اِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ
ڈاڑھی چھوڑنے اور بڑھانے کے بیان میں

۹۷۲۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ،حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بنُ نُمَيْرٍ عَن عُبَيْدِاللّٰهِ بنِ عُمَرَ عَن نَافِعٍ عَن ابنِ عُمَرَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:احْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحَى. قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ صحيحٌ.

''ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مونچھوں کو چھوٹا کرواور ڈاڑھی بڑھاؤ'' یہ حدیث صحیح ہے۔

۹۷۳۔حَدَّثَنَا الْأَنصَارِيُّ،حَدَّثَنَا مَعْنٌ،حَدَّثَنَا مَالِكٌ،عَن أَبِي بَكْرِ بنِ نَافِعٍ،عَن أَبِيهِ عَن ابنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَإِعْفَاءِ اللِّحَى . قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ،وَأَبُوبَكْرِ بن نَافِعٍ هُوَ مَوْلَى ابنِ عُمَرَ ثِقَةٌ،وَعُمَرُ بنُ نَافِعٍ [ثِقَةٌ]وَعَبْدُاللّٰهِ بنُ نَافِعٍ مَوْلَى ابنِ عُمَرَ يُضَعَّفُ.

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے ہمیں مونچھوں کو چھوٹا کرنے اور ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے،ابوبکر بن نافع ابن عمر کے غلام ہیں ثقہ ہیں،عمر بن نافع بھی ثقہ ہیں عبداللہ بن نافع مولے ابن عمرؓ کو ضعیف کہا گیا ہے۔

۱۹۔بابُ مَاجَاءَ فِي وَضْعِ اِحْدَى الرِّجْلَيْنِ عَلَى الْأُخْرَى مُسْتَلْقِياً
چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھنے کے بیان میں

۹۷٤۔حَدَّثَنَا سَعِيدُ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ،وَغَيْرُ وَاحِدٍ،قَالُوا،أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ عَن الزُّهْرِيِّ عَن عَبَّادِ بنِ تَمِيمٍ عَن عَمِّهِ أَنَّهُ رَأَى النبيَّ ﷺ مُسْتَلْقِياً فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعاً إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى .

هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ،وَعَمُّ عَبَّادِ بنِ تَمِيمٍ هُوَ عَبْدُاللّٰهِ بنُ زَيْدِ بنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيُّ.

''عباد بن تمیم اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ اپنا ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھے مسجد میں چت لیٹے ہوئے ہیں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے،عباد بن تمیم کے چچا عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی ہیں۔

۲۰۔بابُ مَاجَاءَ فِي الْكَرَاهِيَةِ فی ذٰلِكَ
اس طرح لیٹنے کی ممانعت کے بیان میں

۹۷۵۔حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بنُ أَسْبَاطِ بنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ،أَخْبَرَنَا أَبِي،أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ،عَن خِدَاشٍ،عَن أَبِي الزُّبَيْرِ عَن جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَن اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَالاحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ،وَأَنْ يَرْفَعَ الرَّجُلُ إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى وَهُوَ مُسْتَلْقٍ عَلَى ظَهْرِهِ. هذا حديثٌ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَن سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ،وَلَانَعْرِفُ خِدَاشاً هٰذَا مَنْ هُوَ وقد رَوَى لَهُ سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ غَيْرَ حَدِيثٍ.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے چادر وغیرہ کو اس طرح لپیٹنے سے کہ ہاتھ پاؤں باہر نہ نکل سکیں،ایک کپڑے میں حبوۃ سے اور چت لیٹ کر ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھنے سے منع فرمایا ہے''

اس حدیث کو مختلف لوگوں نے سلیمان تیمی سے روایت کیا ہے۔ ہم خداش کو نہیں پہچانتے یہ کون ہے، سلیمان نے اس کے علاوہ اور بھی اس سے روایات لی ہیں۔

۹۷۶۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَالِاحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَأَنْ يَرْفَعَ الرَّجُلُ إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى وَهُوَ مُسْتَلْقٍ عَلَى ظَهْرِهِ. هَذَا حَدِيثٌ [حسنٌ] صحيحٌ.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے چادر وغیرہ کو اس طرح لپیٹنے سے کہ ہاتھ پاؤں باہر نہ نکل سکیں، ایک کپڑے میں حبوۃ سے اور چت لیٹ کر ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھنے سے منع فرمایا ہے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس میں لیٹنے کے آداب میں سے ایک ادب بیان کیا ہے جیسے پہلے مجلس اور بیٹھنے کے آداب کا ذکر ہے۔

ممانعت واباحت کا محل؟ پہلی حدیث میں ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ رکھ کر لیٹنے کی اجازت کا ذکر ہے اور یہ بیان جواز کیلئے تھا جبکہ متقین وصالحین کی اکثری عادت اس کے ترک کی ہے الاقلیل۔ دوسری حدیث میں ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر لیٹنے کی ممانعت کا ذکر ہے جو جو آپ ﷺ کا اکثری عمل ہے اور پہلی صورت بہت کم آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ اب تطبیق یہ ہوئی کہ اقرب الی التواضع اور اکثری دوسرا پہلا ہے احیانا اور کبھی کبھار پہلا بھی درست ہے، دوسری تطبیق یہ بھی ہے کہ اگر ستر کھلنے کا ڈر ہو جیسا کہ تہہ بند اور لنگی پہنے ہوئے بندہ اس طرح لیٹے تو ستر کھلنے کا اندیشہ ہے بالخصوص جو کبھی کبھار دھوتی باندھتے ہوں، تو پھر منع ہے اور اگر ستر کھلنے کا امکان نہیں تو پھر ایسا کرنا درست ہے۔

پھر لیٹنے کے بھی دو طریقے ہیں۔ ۱- دونوں ٹانگیں بچھائی ہوئی اور ایک پاؤں دوسرے پر رکھیں یہ بالا تفاق بلا کراہت درست ہے۔ ۲- دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک ٹانگ سیدھی پنڈلی کے بل بلند کی ہوئی ہو پھر دوسری ٹانگ اس پر رکھیں اس کیلئے دو حکم ابھی ذکر ہوئے۔ وقد قیل: ان وضع احدی الرجلین علی الاخریٰ یکون علی نوعین، ۱- ان تکون رجلاه ممدودتین احداهما فوق الاخری، ولا بأس بهذا، فانه لاينكشف من العورة بهذه الهيئة ۲- وان يكون ناصباساق احدى الرجلين، ويضع الرجل الاخرىٰ على الركبة المنصوبة، وعلى هذا فان لم يكن انكشاف العورة جاز، والا فلا (عون)

۲۱۔بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الِاضْطِجَاعِ عَلَى الْبَطْنِ

پیٹ کے بل لیٹنے کی ممانعت کے بیان میں

۹۷۷۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَعَبْدُ الرَّحِيمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، أَخْبَرَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَجُلًا مُضْطَجِعًا عَلَى بَطْنِهِ، فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ ضِجْعَةٌ لَا يُحِبُّهَا اللَّهُ وَفِي الْبَابِ عَنْ طِهْفَةَ وَابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: وَرَوَى يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ يَعِيشَ بْنِ طِهْفَةَ عَنْ أَبِيهِ، وَيُقَالُ طِخْفَةُ، وَ الصَّحِيحُ طِهْفَةُ وَيُقَالُ طِغْفَةُ، وَقَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ: الصَّحِيحُ طِخْفَةُ.

''سیدنا ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو پیٹ کے بل لیٹے دیکھا تو فرمایا یہ اس طرح لیٹنا ہے

جسے اللہ پسند نہیں کرتے"

اس باب میں طہفہ اور ابن عمر سے روایت ہے، یحیی بن ابی کثیر نے بھی اس حدیث کو ابی سلمہ سے انہوں نے یعیش بن طہفہ سے انہوں نے اپنے والد سے اسکو روایت کیا ہے ان کو طخفہ بھی کہا گیا ہے اور صحیح طہفہ ہے بعض نے طغفہ (غین کیساتھ کہا ہے اور بعض نے طخفہ خا کیساتھ ہی کو صحیح کہا ہے۔

۲۲۔بَابُ ماجَاءَ فِی حِفُظِ الْعَوُرَةِ

شرمگاہ کی حفاظت کے بیان میں

۹۷۸۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا يَحْيَى بنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَهْزُ بنُ حَكِيمٍ،حدثنى أَبِى عَن جَدِّى قَالَ:قُلْتُ يَارَسُولَ اللّٰهِ عَوْرَاتُنَامَانَأْتِى مِنهَا وَمَانَذَرُ؟قَالَ:احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْمَامَلَكَتْ يَمِينُكَ.فَقَالَ:الرَّجُلُ يَكُونُ مَعَ الرَّجُلِ؟قَالَ: ان اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَاهَا أَحَدٌ فَافْعَلْ. قُلْتُ:فَالرَّجُلُ يَكُونُ خَالِياً.قَالَ:فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنهُ.

قَالَ أَبوعيسى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.وَجَدُّ بَهْزٍ اسْمُهُ مُعَاوِيَةُ بنُ حَيْدَةَ الْقُشَيْرِيُّ.وَقَدْ رَوَى الْجُرَيْرِيُّ عَن حَكِيمِ بنِ مُعَاوِيَةَ وَهُوَ وَالِدُ بَهْزٍ.

"بہز بن حکیم بواسطہ والد اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم اپنے قابل ستر بدن کے کتنے حصے کو چھپائیں اور کتنے کو کھلا رہنے دیں۔آپ نے فرمایا اپنی بیوی اور لونڈی کے سوا سب سے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔انہوں نے عرض کیا مرد مرد کیساتھ رہو؟ آپ نے فرمایا اگر تم سے یہ ہوسکے کہ اس کو کوئی نہ دیکھنے پائے تو پھر ایسا ہی کرو۔ میں نے عرض کیا انسان کبھی بالکل اکیلا ہی ہوتا ہے آپ نے فرمایا پھر اللہ کا سب سے زیادہ حق ہے کہ اس سے شرم کی جائے" یہ حدیث حسن ہے، بہز کے دادا کا نام معاویہ بن حیدہ قشیری ہے جریری نے اس کو حکیم بن معاویہ سے روایت کیا ہے یہ بہز کے والد ہیں۔

تشریح: عوراتنا ما ناتی منها وما نذر . عورات یہ عورۃ کی جمع ہے بمعنی ستر یعنی جسم کا وہ حصہ جسے چھپانا واجب ہو۔صحابی نے سوال کیا کہ ناف سے گھٹنوں تک جو چھپانا لازم ہے کیا اس سب حصے کا چھپانا حتمی ہے یا اس میں بعض عضو کھول سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیوی و باندی کے سوا سب کیلئے سب کو چھپانا لازم ہے اور اسکا کوئی عضو یا حصہ کھولنے کی اجازت نہیں۔مرد اپنے مثل دیگر مردوں کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں۔اور اسی طرح عورتیں آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ سکتی ہیں یا نہیں؟ تو آپ ﷺ نے اس سے بھی بچنے کو فرمایا۔اذا کان احدنا خالیاً. جب تنہا آدمی ہو پھر تو کپڑے اتار سکتا ہے اور ستر کھول سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اگر چہ بندے نہیں دیکھ رہے اللہ تو دیکھ رہا ہے اس سے بھی بچیں۔

باقی یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالی کیلئے تو لباس ہونا نہ ہونا مساوی ہے کیونکہ وہ تو ظاہر و باطن اور مکشوف و مستور سب کو دیکھتا ہے لیکن ہم جسکے مکلف ہیں اسے پورا کریں اور باوجود اکیلے اور تنہا ہونے کے بھی بالکل کپڑے نہ اتاریں۔

خلوت میں ستر کا حکم: شارح اقناع نے اکیلا ہونے کی صورت میں جسم ڈھانپنے کو مستحب ومندوب کہا ہے جبکہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اپنے فتاویٰ ج ص ۷ ۲۹ میں تنہائی میں بھی واجب کہا ہے اور علامہ نوویؒ کہتے ہیں: الاصح الوجوب. صحیح تر وجوب ہے۔(بذل) ابن بطالؒ نے بھی ندب پر محمول کیا ہے۔ والوجوب اولیٰ.

باقی جسم کو دیکھنا: بذل کے حاشیہ میں ہے کہ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے مرد کے باقی جسم کو دیکھنا جائز ہے۔ ہاں امرد حسین کی طرف فتنہ کے خوف سے دیکھنا حرام ہے الا یہ کہ طبی یا تعلیمی ضرورت پیش آئے۔

میاں بیوی کا ایک دوسرے کے اعضاء کو تو دیکھنا درست ہے سوائے شرمگاہ کے۔ کما صرّح به النوویؒ:

امّا الزّوجان فلكلّ واحدمنهما النظر الى عورة صاحبه جميعها الا الفرج ففيه ثلاثة اوجه .... اصحهما انه مكروه لكل واحد منهما النظر الى فرج صاحبه من غير حاجة وليس بحرام ، والثانى انّه حرام عليهما ، والثالث انّه حرام على الرجل مكروه للمرأة والنظر الى باطن فرجها اشدّ كراهة او تحريماً. (مسلم ج ا ص ۱۵۴)

فائدہ: امّا العبد فاجنبىّ من مولاته يجب عليهاالحجاب كمايجب من الاجانب ولا يجوز له النظر الىٰ عورة مولاته. (بذل) باقی رہا غلام (نوکر، ڈرائیور، چوکیدار، خانسامہ) سو وہ تو اپنی مالکہ سے اجنبی ہے اس سے پردہ ایسے واجب ہے جیسے دیگر اجنبیوں سے اور اسے اپنی مالکہ کو دیکھنے کی اجازت نہیں۔ اپنے غلام سے پردے کی تفصیل انعام کتاب العتق باب (ا) میں ملاحظہ ہو۔

دوسری روایت میں ہے ولا المرأة الى عرية المرأة .عريۃ میں تین لغات ہیں: عِرْيَة ، عُرْيَة ، عُرَيّة . (نووی) نہ کوئی مرد دیکھے دوسرے مرد کے ستر کی طرف اور نہ کوئی عورت دیکھے دوسری عورت کے ستر کی طرف ایسا کرنا حرام، گناہ کبیرہ ہے۔ لا يفضى الرجل الى الرجل .... اى لا يضطجعان فى ثوب واحد متجردين . جیسے ایک دوسرے کے ستر کی طرف دیکھنا منع ہے اسی طرح مس کرنا اور چھونا بھی حرام ہے کہ ایک ہی کپڑے (لحاف، کمبل، چادر) میں برہنہ ایک ساتھ نہ لیٹیں۔ پھر مس الجسم بالجسم یعنی جسم کا جسم سے لگنا اور چھونا اگر ایسے اعضاء اور حصے کا ہے جو ستر ہیں تو پھر مکروہ تحریمی (قریب بحرام) ہے۔ اور اگر جسم کے اس حصے کا چھونا ہے جو ستر میں داخل نہیں مثلاً بازو، سینہ، پنڈلی تو یہ مکروہ تنزیہی ہے یہ حالت امن واطمینان کا حکم ہے اگر غلبہ شہوت اور فتنے کا اندیشہ ہے تو پھر بہر دو صورت مکروہ تحریمی ہے۔ (بذل)

نفس وشیطان کے اوچھے ہتھکنڈوں سے کوئی بھی یقیناً اپنے آپ کو محفوظ نہیں کہہ سکتا اس لیے اس سے حد درجہ اجتناب رہے ورنہ خسر الدنيا والآخرة بلکہ اب نظر تو کجا صرف بات کرنا بھی موجب فتنہ بن جاتا ہے کہ انسانی قالب میں درندگی ملبوس ومستور ہے اور تھوڑی سی غفلت سے عفت وجنت دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

قال الطيبيؒ: لا يجوز ان يضطجع رجلان فى ثوب واحد متجرّدين وكذا المرأتا ن ومن فعل يعزّر .علامہ طیبیؒ کہتے ہیں دو مرد یا دو عورتیں ایک ساتھ برہنہ نہ لیٹیں جس نے یہ حرکت کی اسے تعزیراً سزا دی جائیگی۔

اسی طرح سیانے اور بڑے بچوں اور بچیوں کیلئے یہ بھی منع ہے۔ اذا كان الولد صغير افلا بأس للمرأة ان يضاجعها ويفضى

الیھما لشدة احتیاجه فی النوم الی والده لما یحتاج الیه غطاؤه ونحوه . (بذل) جب بچہ یا بچی چھوٹے ہوں تو ماں باپ کو اپنے پاس سلانے میں مضائقہ نہیں کیونکہ اس میں ضرورت ہے بچے کو کپڑا اوڑھانے کی اور ڈرنے وغیرہ سے بچانیکی.

۲۳_بابُ مَاجَاءَ فی الاتّکاءِ

ٹیک لگانے کے بیان میں

۹۷۹_حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِیُّ البَغْدَادِیُّ،حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بنُ مَنْصُورٍ،أخبَرَنَا اِسرَائِیلُ عَن سِمَاكٍ[بن حربٍ]،عَن جَابِرِ بنِ سَمُرَةَ،قَالَ:رَأَیتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مُتَّکِئاً عَلٰی وِسَادَةٍ عَلٰی یَسَارِهٖ.

قَالَ أبوعیسی: هذا حَدِیثٌ حسنٌ غریبٌ.وَرَوٰی غَیرُ وَاحِدٍ،هذا الحَدِیثَ عَن اِسرَائِیلَ عَن سِمَاكٍ،عَن جَابِرِ بنِ سَمُرَةَ قَالَ: رَأَیتُ النبیَّ ﷺ مُتَّکِئاً عَلٰی وِسَادَةٍ وَلَم یَذکُرْ عَلٰی یَسَارِهٖ.

''سیدنا جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ بائیں طرف تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں''

یہ حدیث حسن صحیح ہے، بہت سے لوگوں نے اس حدیث کو اسرائیل سے بواسطہ سماک حضرت جابر بن سمرہ سے روایت کیا ہے لیکن اسمیں بائیں کروٹ کا ذکر نہیں ہے۔

۹۸۰_حَدَّثَنَا یُوسُفُ بنُ عِیسَی،حَدَّثَنَا وَکِیعٌ،أخبَرَنَا اِسرَائِیلُ،عَن سِمَاكِ بنِ حَربٍ،عَن جَابِرِ بنِ سَمُرَةَ قَالَ: رَأَیتُ النبیَّ ﷺ مُتَّکِئاً عَلٰی وِسَادَةٍ. هذا حدیثٌ صحیحٌ.

''سیدنا جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے میں نے نبی ﷺ کو تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا'' یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۴_بابٌ

۹۸۱_حَدَّثَنَا هَنَّادٌ،أخبَرَنَا أبُومُعَاوِیَةَ عَنِ الأعمَشِ عَن اِسمَاعِیلَ بنِ رَجَاءٍ عَن أوسِ بنِ ضَمعَجٍ،عَن أبِی مَسعُودٍ أنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:لَایُؤَمُّ الرَّجُلُ فی سُلْطَانِهٖ،وَلَا یُجلَسُ عَلٰی تَکرِمَتِهٖ فِی بَیتِهٖ اِلَّا بِإذنِهٖ. هذا حَدِیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا ابو مسعودؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کسی شخص کی امامت اسکی عزت کی جگہ میں نہ کیجائے اور نہ اس کے گھر میں اسکی ممتاز جگہ اور مسند پر بیٹھا جائے مگر اسکی اجازت سے'' یہ حدیث حسن ہے۔

۲۵_بابُ مَاجَاءَ أنَّ الرَّجُلَ أحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِهٖ

آدمی اپنی سواری پر آگے بیٹھنے کا زیادہ مستحق ہے کے بیان میں

۹۸۲_حَدَّثَنَا أبُوعَمَّارٍ الحُسَینُ بنُ حُرَیثٍ،حَدَّثَنَا عَلِیُّ بنُ الحُسَینِ بنِ وَاقِدٍ،حدثنی أبِی،حدثنی عَبدُاللّٰهِ بنُ بُرَیدَةَ،قَالَ سَمِعتُ أبِی بُرَیدَةَ یَقُولُ: بَینَمَا النبیُّ ﷺ یَمشِی اِذ جَاءَهُ رَجُلٌ وَمَعَهُ حِمَارٌ،فَقَالَ یَارَسُولَ اللّٰهِ ارکَب،وَتَأخَّرَ الرَّجُلُ،فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَا،أنتَ أحَقُّ بِصَدرِ دَابَّتِكَ اِلَّا أن تَجعَلَهُ لِی.قَالَ قَد جَعَلتُهُ لَكَ،قَالَ فَرَکِبَ.

قَالَ أبوعیسی: هذا حَدِیثٌ حسنٌ غریبٌ مِن هذا الوجه وفی الباب عَن قیس بن سعد بن عُبادة.

''سیدنا بریدہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ پیادہ چل رہے تھے اتنے میں ایک شخص آیا اس کے ساتھ ایک گدھا تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس پر سوار ہولیں اور اور وہ یہ کہتا ہوا پیچھے کو ہٹا آپ نے فرمایا تم اپنے چوپائے کی صدر جگہ کے زیادہ مستحق ہو، مگر یہ کہ تم مجھے اجازت دو اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے آپکو اجازت دی، بریدہ کہتے ہیں یہ سنکر آپ سوار ہوگئے'' یہ حدیث حسن غریب ہے۔

۲۶۔بَابُ مَاجَاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي اتِّخَاذِ الْأَنْمَاطِ

نرم بستر (یا) قالین رکھنے کی اجازت

۹۸۳۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحَمَّدِبْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: هَلْ لَكُمْ أَنْمَاطٌ؟ قُلْتُ: وَأَنّٰى تَكُونُ لَنَا أَنْمَاطٌ؟ قَالَ: ((أَمَا إِنَّهَا سَتَكُونُ لَكُمْ أَنْمَاطٌ)). قَالَ: فَأَنَا أَقُولُ لِامْرَأَتِي أَخِّرِي عَنِّي أَنْمَاطَكِ، فَتَقُولُ: أَلَمْ يَقُلْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّهَا سَتَكُونُ لَكُمْ أَنْمَاطٌ؟ قَالَ فَأَدَعُهَا.

قَالَ أَبُوعِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس انماط بھی ہوں گے؟ میں نے عرض کیا حضور ہمارے پاس انماط کہاں؟ آپ نے فرمایا عنقریب تمہارے پاس انماط ہوں گے حضرت جابر فرماتے ہیں (اب) میں اپنی بیوی سے کہتا ہوں کہ اپنے انماط مجھ سے دور رکھو مگر وہ کہتی ہے کیا رسول اللہ نے نہیں فرمایا تھا کہ عنقریب تمہارے پاس انماط ہونگے یہ سنکر میں اسے اسی حال پر چھوڑ دیتا ہوں'' یہ حدیث صحیح حسن ہے۔

تشریح: اتخذتم انماطا. کیا تم نے جھالردار چادریں اپنالیں یہ موجودہ ہمزہ استفہام ہے دراصل ءأتخذ تم تھا ثانی ہمزہ وصل کو حذف کر دیا جیسے قرآن کریم میں ہے: اتخذناهم سخريا، اصطفى البنات على البنين. (بذل) اس روایت میں صحیحین میں یہ زیادتی ہے کہ میری بیوی نے ایسی چادر ڈالی میں نے روکا تو اس نے یہ حوالہ دیا۔ ستكون لكم انماط. یہ ستکون تامہ ہے۔ انماط یہ نمط کی جمع ہے بمعنی باریک پرتکلف جھالردار چادر۔ کجاوے پر بھی ڈالی جاتی تھی اور گدے پر ڈالنے کیلئے بھی استعمال کرتے ہیں۔

امام نوویؒ کہتے ہیں اس میں آپ ﷺ کا معجزہ ہے کہ فتوحات کی کثرت سے پیشگی اس کی خبر دی۔ اور انماط اور قدرے پرتکلف کپڑے اور چادروں کا جواز بھی معلوم ہوا بشرطیکہ خالص ریشمی نہ ہوں۔ پرتکلف کی اس میں پیشگی خبر اور جواز ہے اگلی حدیث میں سادگی کی تعلیم بھی ہے کہ آپ ﷺ کا تکیہ کیسا تھا؟ من ادم حشوها ليف. کہ چمڑے کا تکیہ اندر کھجور کی چھال، یہ ہے سید الکونین ﷺ کا پرتواضع حال۔

۲۷۔بَابُ مَاجَاءَ فِي رُكُوبِ ثَلَاثَةٍ عَلٰى دَابَّةٍ

ایک جانور پر تین آدمیوں کے سوار ہونے کے بیان میں

۹۸۴۔حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِالْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ، أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ[هو الجرشي اليمامي]، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ

اِيَاسِ بنِ سَلَمَةَ،عَن أَبِيهِ قَالَ: لَقَدْقُدْتُ بِنَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلٰى بَغْلَتِهِ الشَّهْبَاءِ حَتّٰى أَدْخَلْتُهُ حُجْرَةَ النبيِّ ﷺ، هَذَا قُدَّامَهُ وَهَذَا خَلْفَهُ.

وفي البَابِ عَن ابنِ عَبَّاسٍ وَعَبْدِاللّٰهِ بنِ جَعْفَرٍ. هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ من هذا الوجه.

''ایاس بن سلمہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نبی ﷺ اور حسنؓ اور حسینؓ کو ایک سفید خچر پر اس کی باگ پکڑ کر آگے کھینچتا ہوا ہے چلا یہاں تک کہ اس کو نبی ﷺ کے حجرہ میں داخل کر دیا۔ یہ آپ کے آگے تھے اور وہ آپ کے پیچھے'' اس باب میں ابن عباس اور عبداللہ بن جعفر سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

۲۸۔بَابُ مَاجَاءَ فِي نَظْرَةِ الْفُجَاءَةِ

اچانک نظر پڑ جانے کے معاف اور دوبارہ نہ دیکھنے کے بیان میں

۹۸۵۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ،أَخبَرَنَا هُشَيْمٌ،أَخبَرَنَا يُونُسُ بنُ عُبَيْدٍ،عَن عَمْرِو بنِ سَعِيدٍ،عَن أَبِي زُرْعَةَ بنِ عَمْرِو بنِ جَرِيرٍ، عَن جَرِيرِ بنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ:سَأَلْتُ رَسولَ اللّٰهِ ﷺ عَن نَظْرَةِ الْفُجَاءَةِ،فَأَمَرَنِي أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِي.

قَالَ أبوعيسى:هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.وَأَبُوزُرْعَةَ [بن عمرو] اسْمُهُ هَرِمٌ.

''سیدنا جریر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے مجھے حکم فرمایا اپنی نظر پھیر لو'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ابوزرعہ کا نام ہرم ہے۔

۹۸۶۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ،أَخبَرَنَا شَرِيكٌ،عَن أَبِي رَبِيعَةَ،عَن ابنِ بُرَيْدَةَ،عَن أَبِيهِ رَفَعَهُ قَالَ:يَا عَلِيُّ لَاتُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى،وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ.هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ.

''سیدنا بریدہؓ سے مروی ہے انہوں نے اس حدیث کو مرفوع کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علیؓ ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈال کیونکہ تمہارے لئے پہلی نظر (معاف) ہے اور تمہارے لئے دوسری نظر (جائز) نہیں''

یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اسکو شریک کی روایت سے پہچانتے ہیں۔

۲۹۔بَابُ مَاجَاءَ فِي احْتِجَابِ النِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ

عورتوں کو مردوں سے پردہ کرنے کے بیان میں

۹۸۷۔حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ،أَخبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ،أَخبَرَنَا يُونُسُ بنُ يَزِيدَ عَن ابنِ شِهَابٍ عَن نَبْهَانَ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ:أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَمَيْمُونَةَ،قَالَتْ:فَبَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَهُ أَقْبَلَ ابنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ وَذَلِكَ بَعْدَ مَا أُمِرْنَا بِالْحِجَابِ،فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:احْتَجِبَا مِنْهُ،فَقُلْتُ:يَارَسُولَ اللّٰهِ أَلَيْسَ هُوَ أَعْمَى لَايُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا؟فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ. هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدہ ام سلمہؓ سے مروی ہے کہتی ہیں میں اور میمونہؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں۔کہتی کہ ہم دونوں حضور کے

پاس بیٹھی تھیں کہ اتنے میں ابن ام مکتوم حضور کے پاس آئے۔ اور اندر داخل ہوئے اور یہ واقعہ ہمیں پردے کا حکم ملنے کے بعد کا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا تم دونوں ان سے پردہ کرو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا یہ نابینا نہیں؟ یہ نہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ پہچان سکتے ہیں آپ نے فرمایا تو کیا تم دونوں اندھی ہو کہ تم ان کو نہ دیکھ سکوگی'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: چہرے کا پردہ: اس موضوع پر وقتاً فوقتاً کش مکش چلتی رہتی ہے اور بے حجابی کی نمرودی آگ کے الاؤ میں متعدد گرگٹ پھونکتے رہے اور ایک آدھ قطرہ چڑیا بھی بجھانے کو لاتی رہی۔ لیکن میں نہ مانوں کا علاج ''ذق انک انت العزیز الکریم ،، کے سوا اپنی سمجھ میں تو نہیں آتا۔ بحث یہ تھی کہ چہرے کا پردہ ہے یا نہیں اور چہرہ کھلا رکھا جائے یا اس پر پلو ڈالا جائے تفصیلات مستدلات سے یک لخت صرف نظر کرتے ہوئے ہم ذرا غور کرتے ہیں کہ پردے کا مقصد کیا ہے اور یہ حکم کیوں ملا؟ اس کا جواب قرآن کریم وحدیث اور ہر ذی فہم معتدل مسلمان کی طرف سے یہی ہے کہ فتنے کی وجہ سے کہ بے پردگی سے بے حیائی اور فحاشی عروج پکڑتی ہے، عزتیں تار تار ہوتی ہیں، نئی پود میں ہیجان پیدا ہوتا ہے.......... اس لیے پردہ ہونا چاہیے۔ پھر ذرا مزید غور کیجیے کہ اعضاء نسوانی میں سے ایک ایک عضو موجب شہوت ہے یا بعض؟ پھر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والا اور بھری آنکھوں کو فریفتہ کرنے والا جسم کا کونسا حصہ ہے؟ انصاف سے فرمائیے: جناب چہرہ۔ اس لیے کہ پورے جسم میں اشرف الاعضاء اور احسن الاعضاء یہی ہے (لانہ معدن الحواس کیونکہ یہ حواس خمسہ کا محور ہے) اب نتیجہ واضح ہو گیا کہ پردے سے مقصود ہی فتنوں کی روک تھام ہے اور چہرہ ونظر اسکی جڑ ہے اس لیے چہرے کو پردہ میں ہونا چاہیے اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ احناف کثر اللہ سوادھم کی تصریح یہی ہے کہ خوف فتنہ کی وجہ سے چہرہ ڈھکا رہے۔

دلیل: ابوداؤد شریف جلد اوّل میں ہے سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: **قالت کان الرکبان یمرّون بنا ونحن محرمات مع رسول اللہ ﷺ فاذا حاذوا بنا ،سدلت احدانا جلبابھا من رأسھا علی وجھھا فاذا جاوزونا کشفناہ .** (ابوداود ج ا ص) کہ سوار ہمارے پاس گذرتے اس حال میں کہ ہم حالت احرام میں اللہ تعالی کے رسول ﷺ کے ساتھ تھیں سو جب وہ ہمارے برابر ہوتے تو ہم میں سے ہر ایک اپنا کپڑا سر سے چہرے پر لٹکا دیتی پھر جب وہ ہم سے آگے گذر جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتیں۔ یہ حدیث بالکل صریح ہے چہرے کے پردے میں اللہ تعالی ہمیں حیاء وحجاب میں رکھے۔ اتنی بات ہے کہ کشف الوجہ عند الحاجۃ درست ہے اور یہ ضرورت کی وجہ سے ہے مطلقاً اباحت کی وجہ سے نہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ایک ہے کشف الوجہ فی الصلوۃ وہ درست ہے اور کشف الوجہ عند الاجانب یہ منع ہے اور کشف الوجہ عند الفتنہ اشد تر ہے اس لیے اگر کہیں کشف وجہ اور پردہ نہ ہونے کا ذکر ہے تو وہ نماز سے متعلق ہے۔

ویدلّ اتفاق المسلمین علی منع النساء ان یخرجن سافرات الوجوہ لا سیّما عند کثرۃ الفساق . (عون)

چہرے کے پردے کے متعلق مزید بحث ودلائل: احادیث کی روشنی میں: یہاں سب سے پہلے وہ احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں، جن سے ہمیں معلوم ہوگا کہ صحابیات کس قدر پردہ کا اہتمام کرتی تھیں اور پردہ کے معاملے میں ان کے ہاں کوئی لاپرواہی اور کوتاہی نہ تھی، وہ ہر عام وخاص اور اجنبی آدمی سے حتی کہ حضور اقدس ﷺ سے بھی پردہ کرتی تھیں اور اس میں اس قدر اہتمام ہوتا کہ تمام بدن مع چہرہ

کے چھپاتی تھیں۔

صحابیات کا حضور ﷺ سے پردہ: احکامِ حجاب کے نزول کے بعد صحابیات پردہ کا بہت اہتمام کرتی تھیں، حتی کہ حضور ﷺ سے بھی پردہ کرتی تھیں اور بے حجاب آپ ﷺ کے سامنے بھی نہیں آتی تھیں۔ کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا یا کوئی چیز دینی لینی ہوتی تب بھی پردہ کے پیچھے ہی سے بات کرتی تھیں، چنانچہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ:

"عن عائشةؓ نهى الله عنها قالت اومأت امراءة من وراء ستربيدها كتاب الى رسول الله ﷺ فقبض النبى ﷺ يده فقال ما ادرى ايد رجل ام يد امرأة؟ قالت بل يد امرأة. قال: لو كنت امرأة لغيّريت اظفارك يعنى بالحناء". (ابوداؤد کتاب الترجل ص:۵۷۴، ج:۲)

"ایک عورت کے ہاتھ میں پرچہ تھا اس نے پرچہ دینے کے لئے پردہ کے پیچھے آنحضرت ﷺ کی طرف ہاتھ بڑھایا، آپ ﷺ نے ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ: نہ معلوم مرد کا ہاتھ یا عورت کا؟ اس نے کہا کہ یہ عورت کا ہاتھ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم عورت ہوتیں تو اپنے ناخنوں پر مہندی لگاتیں۔

فائدہ: یہ حدیث واضح طور پر اس بات کی دلیل ہے کہ صحابیات آنحضرت ﷺ سے بھی پردہ کرتی تھیں، اس لئے اس عورت نے پردہ کے پیچھے سے پرچہ دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اگر بے پردہ سامنے آنے کی اجازت ہوتی تو پردہ کی کیا ضرورت تھی، نیز اگر پردہ جو اس عورت نے کیا ہوا تھا شریعت کے خلاف ہوتا تو حضور ﷺ سے ضرور ٹوکتے کہ اس کی حرکت آگے چل کر بڑی گمراہی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

ازواج مطہرات کا صحابہ کرام سے پردہ: حضرات صحابیاتؓ پردہ کا بہت اہتمام کرتی تھیں، حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ سے بھی پردہ کرتی تھیں، اس طرح ازواج مطہرات بھی باوجود اس کے کہ وہ قرآنی حکم کے مطابق امت کی مائیں ہیں اور وہ امت کے ہر ہر فرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔ تمام صحابہ کرامؓ سے پردہ کرتیں تھیں، چنانچہ واقعہ افک کی تفصیلی حدیث میں حضرت عائشہؓ کا بیان ہے:

"میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نزول حجاب کے بعد غزوہ تبوک میں شریک ہوئی جب انہوں نے اونٹ کھڑا کیا اور اس کو لے کر چلے گئے تب میں لشکر گاہ واپس پہنچی، وہاں اس وقت نہ کوئی آواز لگانے والا باقی تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا، سب لوگ لشکر کے ساتھ جا چکے تھے، میں نے اپنی چادر اوڑھ لی اور اسی جگہ لیٹ گئی، تھوڑی دیر بعد وہاں سے صفوان بن معطل گزرے، وہ اپنی کسی ضرورت کی بنا پر لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے اور انہوں نے رات عام لوگوں کے ساتھ گزاری تھی، انہوں نے میرا ہیولہ دیکھا تو پہچان گئے، انہوں نے مجھے نزول حجاب سے پہلے دیکھا تھا، انہوں نے زور سے "انا لله وانا اليه راجعون" پڑھا، میں ان کی آواز سن کر جاگ گئی اور فوراً چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ (صحیح مسلم ج:۲، ص:۳۶۴)

فائدہ: اس حدیث سے ازواج مطہرات کا پردہ کرنا کئی طرح سے ثابت ہے اول تو اس واقعہ میں جو سبب حضرت عائشہؓ کے جنگل میں رہ جانے کا پیش آیا تھا وہ یہی تھا کہ ازواج مطہرات کا پردہ صرف برقع یا چادر ہی کا نہیں تھا، بلکہ سفر میں بھی اپنے ہودج (کجاوہ) میں رہتی تھیں یہ ہودج بڑا ہوتا تھا جو پورا کا پورا اونٹ کے اوپر رکھ دیا جاتا اور اس طرح اتار دیا جاتا، ہودج مسافر کے مکان کی طرح ہوتا

ہے۔ جب قافلہ چلنے لگا تو حسب عادت خادموں نے ہودج کو یہ سمجھ کر اونٹ پر سوار کر دیا کہ ام المؤمنین اس کے اندر موجود ہیں، حالانکہ وہ اس کے اندر موجود نہیں تھیں، بلکہ طبعی ضرورت کے لئے باہر گئی ہوئی تھیں، اس مغالطہ میں قافلہ روانہ ہو گیا اور ام المؤمنین جنگل میں تنہا رہ گئیں، خدام اندر جھانک کر اس لئے نہیں دیکھ سکتے تھے کہ نزول حجاب کے بعد ایسا کرنا ممکن نہ رہا تھا۔

یہ واقعہ اس بات کا بھی شاہد ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں عورتیں بالعموم اپنے گھر میں رہا کرتی تھیں اور خود سفر میں بھی ہودج کا اہتمام کرتی تھیں۔ جو عارضی طور پر چار دیواری کا کام دیتا تھا پھر حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ضرورت سے فارغ ہو کر جنگل سے واپس آ کر جب میں نے دیکھا کہ قافلہ چلا گیا تو بیٹھ گئی، یہ سوچ کر کہ جب حضور ﷺ کو پتہ چلے گا تو میری تلاش میں واپس تشریف لائیں گے، نیند کا غلبہ ایسا ہوا کہ وہیں سو گئیں، صبح کو صفوان بن معطلؓ وہاں سے گزرے تو دور سے کسی کو پڑا دیکھ کر ادھر آئے تو وہ مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے، کیونکہ حجاب کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے، مجھے پہچان کر انہوں نے " انا اللہ وانا الیہ راجعون " پڑھا تو ان کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانک لیا۔

اب اس حدیث میں حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا کہ انہوں نے مجھے نزول حجاب سے پہلے دیکھا تھا، خود بتا رہا ہے کہ نزول حجاب کے بعد کسی بھی غیر آدمی کے لئے ام المؤمنین کو دیکھنا جائز نہ رہا تھا۔ پھر یہاں بھی حضرت عائشہؓ نے حضرت صفوان کو دیکھ کر فوراً ہی چادر سے منہ کو چھپا لیا تھا، جس سے معلوم ہوا کہ آپ پردہ کا بہت اہتمام کرتی تھیں اور یہ کہ پردہ میں خود چہرہ چھپانا بھی لازمی ہے، ورنہ حضرت عائشہ محض چادر اوڑھ لینے پر اکتفاء کر لیتیں۔

ازواج مطہرات کے مسلمانوں کی ماں ہونے کے باوجود امت سے پردہ کا اہتمام حضرت صفیہؓ کے نکاح کے واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے، چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے تین روز خیبر اور مدینہ کے درمیان قیام فرمایا، تینوں دن حضرت صفیہؓ نے آپ کے ساتھ شب باشی کی اور وہیں جنگل میں ولیمہ ہوا، ولیمہ میں گوشت روٹی نہیں تھی، بلکہ متفرق قسم کی دوسری چیزیں تھیں، آنحضرت ﷺ نے چمڑے کا دستر خوان بچھانے کا حکم دیا، جس پر کھجوریں، پنیر اور گھی لا کر رکھ دیا گیا، بعد میں لوگوں کو بلایا گیا اور لوگوں نے ولیمہ کی دعوت کھائی (پورے لشکر میں سے جن کو علم نہ ہوا تھا وہ) لوگ اس تردد میں رہے کہ حضرت صفیہؓ سے آنحضرت ﷺ نے نکاح فرما لیا، یا باندی بنا لیا ہے، چنانچہ آپ نے جب کوچ فرمایا تو اپنی سواری پر ان کے لئے پیچھے جگہ بنائی اور ان کو سوار کر کے ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ تان دیا، اس سے سب سمجھ گئے (کہ وہ ام المؤمنین ہیں) (صحیح بخاری: ۲، ص: ۷۷۵)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ حضرات صحابہ کرامؓ میں یہ بات عام معروف تھی کہ آزاد عورت کے لئے پردہ کرنا لازم ہے اور یہ کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو پردہ میں رکھا تو وہ بیوی ہوں گی ورنہ باندی، اور جب ان پر پردہ گرایا گیا تو سمجھ گئے کہ یہ بیوی ہیں، اگر اس وقت تک پردہ کا عام رواج نہ ہو چکا ہوتا تو حضرات صحابہ کرامؓ کے دلوں میں یہ سوال پیدا نہ ہوتا۔

بیعت کے وقت پردہ کا اہتمام: خود حضور پاک ﷺ بھی نامحرم عورتوں سے پردہ کے احکام کا لحاظ کرتے تھے، آپ ﷺ جس طرح مردوں سے بیعت لیا کرتے تھے، اسی طرح عورتیں بھی آپ ﷺ سے بیعت کیا کرتی تھیں، مردوں کو آپ ﷺ ہاتھ میں ہاتھ لے کر

بیعت فرمایا کرتے تھے، مگر عورتوں کو پردے کے پیچھے سے بغیر ہاتھ میں ہاتھ لئے بیعت فرماتے تھے، کیونکہ غیر محرم کو جس طرح دیکھنا ناجائز ہے اسی طرح مصافحہ کرنا بھی ناجائز ہے۔حدیث میں ہے:۔"عن امیمہ بنت رقیقہؓ انها قالت اتیت رسول الله ﷺ فی نسوة بایعنه علی الاسلام ، فقلن له یا رسول الله ﷺ ! نبایعک علی ان لانشرک بالله شیئا ولانسرق ، ولانزنی ولانقتل اولادنا ، ولاناتی ببهتان نفتریه بین ایدینا وارجلنا ، ولانعصیک فی معروف، قال رسول الله ﷺ : فیما استطعتن واطقتن قال: فقلن: الله ورسوله ارحم بنا من انفسنا، هلم نبایعک یا رسول الله ! فقال رسول الله ﷺ : انی لااصافح النساء، انما قولی لمائة امرأة كقولی لامرأة واحدة اومثل قولی لامرأة واحدة.
(موطأامام مالک، ص: ۷۳۱، باب ماجاء فی البیعة)

"حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور چند دیگر عورتیں حضور ﷺ کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئیں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ سے ان شرطوں پر بیعت ہوتی ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لائیں گی، جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیاں ڈالیں (اور اپنے شوہر کی اولاد بتائیں) اور نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اور کہہ دو کہ ہم اپنی طاقت کے مطابق پورا عمل کریں گی، یہ سن کر عورتوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں، جتنا ہم اپنے نفسوں پر رحم کرتی ہیں، اس کے بعد ان عورتوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! زبانی اقرار تو ہم نے کر لیا ہے لایئے (ہاتھ میں ہاتھ دے کر بھی) آپ سے بیعت کرلیں، یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، جو میں نے زبان سے کہہ دیا سب کے لئے لازم ہوگیا، اور الگ الگ بیعت کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے، کیونکہ سب عورتوں سے بھی میرا وہی کہنا ہے جو ایک عورت سے کہنا ہے

مصیبت کے وقت بھی پردہ لازم ہے: "عن قیس بن شماسؓ قال: جاءت امرأة الی النبی ﷺ یقال لها ام خلاد وهی متنقبة تسأل عن ابنها وهو مقتول ، فقال لها بعض اصحاب النبی ﷺ جئت تسألین عن ابنک وانت متنقبة ، فقال ان ارزأابنی فلن ارزحیائی، فقال رسول الله ﷺ ابنک له اجر شهیدین قالت ولم ذاک یا رسول الله اقال: لانه قتله اهل الکتاب " (ابوداؤد ج:۱،ص:۳۳۷)

" حضرت قیس بن شماسؓ کا بیان ہے کہ ایک صحابیہ جسے ام خلاد کہا جاتا تھا، حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں اپنے بیٹے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئیں، ان کا بیٹا کسی غزوہ میں شہید ہوگیا تھا، وہ جب آئیں تو اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھیں، ان کا یہ حال دیکھ کر کسی صحابی نے کہا تم اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے آئی ہو اور نقاب ڈالے ہوئے، حضرت ام خلاد نے جواب دیا اگر میں بیٹے کی وجہ سے مصیبت زدہ ہوں تو اپنی شرم وحیا کھو کر ہرگز مصیبت زدہ نہ بنوں گی، حضرت ام خلادؓ کے پوچھنے پر حضور ﷺ نے جواب دیا کہ تمہارے بیٹے کے لئے دو شہیدوں کا ثواب ہے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس لئے کہ اسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے"

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ حضرت ام خلادؓ نے موقع پر موجود تمام لوگوں سے جن میں حضور ﷺ بھی شامل تھے، نقاب ڈال کر پردہ کیا، وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات صحابیات میں حیا کا کس قدر بلند معیار پیدا ہو چکا تھا کہ اس خاتون نے کسی بھی عورت کے لئے دنیاوی اعتبار سے سب سے بڑے صدمہ کے موقع پر بھی احکام شرع کی پوری پوری پاسداری فرمائی اور جب ایک آدمی نے دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ پر بیٹے کے جاتے رہنے کا صدمہ پڑا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میری حیا بھی جاتی رہی، گویا حیا جانے کی مصیبت بیٹے کے مرنے کی مصیبت سے کم نہیں۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پردہ کا حکم ہر حال میں لازم ہے، رنج ہو یا خوشی کسی صورت میں بھی نامحرم مرد کے سامنے آنا جائز نہیں۔ بعض لوگ جو یہ گمان کرتے ہیں کہ رنج وغم اور مصیبت یا شادی، بیاہ اور خوشی کے وقت انسان احکام شریعت سے مستثنیٰ ہوتا ہے، بڑی جہالت ہے۔ اب بعض عورتوں کا جنازہ کے وقت بے پردہ گھر سے دروازوں پر نکل آنا، بلکہ بسا اوقات قبرستان تک جانا، یا شادی بیاہ کے وقت پردہ کا اہتمام نہ کرنا یا سفر میں پورے طور پر پردہ نہ کرنا، سب ناجائز کام ہیں۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ شریعت میں چہرے کا پردہ بھی لازم ہے، کیونکہ اس عورت نے چہرے پر نقاب ڈال رکھی تھی امید ہے کہ اب بات واضح ہو چکی ہوگی اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

٣٠۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی النَّھْیِ عَنِ الدُّخُولِ عَلَی النِّسَاءِ اِلَّا بِاِذْنِ اَزْوَاجِھِنَّ

شوہروں کی اجازت کے بغیر ان کی عورتوں کے پاس جانے کی ممانعت کے بیان میں

۹۸۸۔ حَدَّثَنَا سُوَیْدُ بْنُ نَصْرٍ، اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ الْمُبَارَکِ، اَخْبَرَنَا شُعْبَۃُ، عَنِ الْحَکَمِ، عَنْ ذَکْوَانَ، عَنْ مَوْلٰی عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ اَرْسَلَہٗ اِلٰی عَلِیٍّ یَسْتَاْذِنُہٗ عَلٰی اَسْمَاءَ ابْنَۃِ عُمَیْسٍ فَاَذِنَ لَہٗ، حَتّٰی اِذَا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِہٖ سَاَلَ الْمَوْلٰی عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ عَنْ ذٰلِکَ، فَقَالَ: اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَھَانَا اَوْنَھٰی اَنْ نَدْخُلَ عَلَی النِّسَاءِ بِغَیْرِ اِذْنِ اَزْوَاجِھِنَّ.

وَفِی الْبَابِ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ وَعَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو وَجَابِرٍ. قَالَ اَبُوعِیسٰی: ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ.

”ذکوان مولی عمرو بن عاص سے منقول ہے کہ عمرو بن عاصؓ نے ان کو حضرت علیؓ کے پاس بھیجا کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کے پاس جانے کی اجازت مانگیں حضرت علیؓ نے ان کو اس کی اجازت دیدی جب وہ حضرت اسماء سے جو بات کرنی تھی کر چکے تو ان کے غلام نے ان سے اس کی تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں کو شوہروں کی اجازت کے بغیر ان کی عورتوں کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے“

اس باب میں عقبہ بن عامر عبداللہ بن عمرو اور جابر سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٣١۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی تَحْذِیرِ فِتْنَۃِ النِّسَاءِ

عورتوں کے فتنہ سے بچنے کے بیان میں

۹۸۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالْاَعْلَی الصَّنْعَانِیُّ، حَدَّثَنَا المعتمرُ بْنُ سُلَیْمَانَ، عَنْ اَبِیْہِ، عَنْ اَبِی عُثْمَانَ، عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ وَ

سَعِيدِ بنِ زَيْدِبنِ عَمرِو بنِ نُفَيْلٍ،عَن النبیّ ﷺ قَالَ: مَاتَرَكْتُ بَعْدِی فی النَّاسِ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ.

هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ. وقد رَوَى هذا الحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍمِنَ الثِّقَاتِ عَن سُلَيمَانَ التَّيمِیِّ عَن أَبِی عُثْمَانَ عَن أُسَامَةَ بنِ زَيْدٍ،عَن النبیِّ ﷺ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَن سَعِيدِ بنِ زَيْدِ بنِ عَمْرِو بنِ نُفَيْلٍ،وَلَا نَعْلَمُ أَحَداً قَالَ عَن أُسَامَةَ بنِ زَيْدٍ. وَسَعِيدُ بنُ زَيْدٍ غَيْرُ المُعْتَمِرِ. وَفِی البَابِ عَن أَبِی سَعِيدٍ.

''سیدنا اسامہ بن زیدؓاور حضرت سعید بن زیدؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے بعد کے لوگوں کے درمیان عورتوں سے بڑھ کر نقصان دہ فتنہ مردوں کے لئے کوئی نہیں چھوڑا''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اس روایت کو متعدد لوگوں نے ثقات میں سے سلیمان تیمی سے بواسطہ ابی عثمان اسامۃ بن زید، نبی ﷺ سے روایت کیا ہے لیکن سعید بن زیدؓ سے روایت بیان نہیں کی۔ معتمر کے علاوہ کسی نے ان دونوں سے روایت نہیں کی۔اس باب میں ابوسعید سے روایت ہے۔

۳۲۔بَابُ مَاجَاءَ فِی كَرَاهِيَةِ اتِّخَاذِ القُصَّةِ

سر پر چوٹی باندھنے کی کراہت کے بیان میں

۹۹۰۔حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ،أَخبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ،أَخبَرَنَا يُونُسُ،عَن الزُّهْرِیِّ،أَخبَرَنَا حُمَيْدُبنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ خَطَبَ بِالمَدِينَةِ يَقُولُ:أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ يَا أَهْلَ المَدِينَةِ؟سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَنْهَى عَن هٰذِهِ القُصَّةِ وَيَقُولُ:إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُواِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ.قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.وقد رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَن مُعَاوِيَةَ.

''حمید بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے کہتے ہیں میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبے میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے مدینہ والوتمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جوڑا بنانے سے منع کرتے ہوئے اور یہ کہ بنی اسرائیل اسی وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے قصہ (جوڑا) بنایا''

یہ حدیث حسن صحیح ہے یہ حدیث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس طریق کے علاوہ بھی مروی ہے۔

۳۳۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الوَاصِلَةِ وَالمُسْتَوْصِلَةِ وَالوَاشِمَةِ وَالمُسْتَوْشِمَةِ

بال لگانے والی لگوانے والی اور گودنے والی اور گدوانے والی کی مذمت کے بیان میں

۹۹۱۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ،أَخبَرَنَا عُبَيْدَةُ بنُ حُمَيْدٍ،عَن مَنْصُورٍ،عَن اِبْرَاهِيمَ،عَن عَلْقَمَةَ،عَن عَبْدِاللّٰهِ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَعَنَ الوَاشِمَاتِ وَالمُسْتَوْشِمَاتِ وَالمُتَنَمِّصَاتِ مُبْتَغِيَاتٍ لِلْحُسْنِ مُغَيِّرَاتٍ خَلْقَ اللّٰهِ.

قال:هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.[وقدرواه شعبة وغير واحدٍ من الأئمة عن منصور].

''سیدنا عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے جسم گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اور ان پر جواپنے چہرہ کے بال نوچتی ہیں حسین بننے کے لئے۔اور اللہ کی پیدائش بدلتی ہیں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۹۹۲۔حَدَّثَنَا سُوَیْدٌ،أَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰہِ بنُ المُبَارَكِ عَن عُبَیْدِاللّٰہِ بنِ عُمَرَ عَن نَافِعٍ عَن ابنِ عُمَرَ عَن النبیِّ ﷺ قَالَ: لَعَنَ اللّٰہُ الوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ . قَالَ نَافِعٌ:الْوَشْمُ فِی اللِّثَةِ.

قال:ھذا حَدِیثٌ حسنٌ صحیحٌ.وفی البَابِ عَن عَائِشَةَ وَمَعْقَلِ بنِ یَسَارٍ وَأَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِی بَکْرٍ وَابنِ عَبَّاسٍ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا یَحْیَی بنُ سَعِیدٍ،حَدَّثَنَا عُبَیْدُاللّٰہِ بنُ عُمَرَ،عَن نَافِعٍ،عَن ابنِ عُمَرَ،عَن النبیِّ ﷺ نَحْوَہٗ. وَلَمْ یَذْکُرْ فِیہِ یَحْیَی قولَ نَافِعٍ. ھذا حَدِیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بناوٹی بال ملانے والی اور ملوانے والی۔اور بدن گودنے والی اور گدوانے والی پر اللہ نے لعنت بھیجی ہے۔نافعؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں گودنے سے دانتوں کو الگ الگ کرنا اور ان کی جڑوں کو کالا یا صاف کرنا مراد ہے''

اس باب میں عائشہ،معقل بن یسار،اسماء بنت ابی بکر اور ابن عباس سے روایات ہیں۔نافعؒ کے قول کا ذکر نہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: الواصلة والمستوصلة ...... خواتین کیلئے درج ذیل مختلف الفاظ احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔و اصلات مستوصلات ، و اشمات مستوشمات ، نامصات متنمّصات ، المتفلجات ، المغیرات لخلق اللہ کاسیات عاریات ، ممیلات مائلات (ایضاً کتاب اللباس باب تحریم فعل الواصلة ...... مسلم ج ۲ ص ۲۰۴)

یہ حدیث معجزات نبوی اور سچی پیشین گوئی میں سے ہے جو فرمایا واقع ہو چکا۔

الواصلة والمستوصلة ...... جو اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بال (وگ) ملائے اور جو ملوائے۔مستوصلة کو موصولة بھی کہا جاتا ہے۔اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بال لگانا اور ان کو بڑھانا گناہ کبیرہ موجب لعنت ودھتکار ہے۔

بال لگانے کی تفصیل وحکم: ۱۔بال آدمی کے ہوں یا غیر آدمی کے علی الاطلاق حرام ہیں۔نوویؒ نے اسے ظاہر ومختار اور جمہور کا قول کہا ہے۔کپڑے کے ٹکڑے (دوپٹہ) کے ساتھ ملائے یا اون کے ساتھ۔

۲۔ آدمی کے بال ملانا حرام ہے اسی طرح آدمی کے علاوہ جو بال نجس اور ناپاک ہیں انہیں ملانا حرام ہے۔ہاں آدمی کے علاوہ پاک بال ہوں تو شوہر یا سردار کی اجازت سے (بیوی اور کنیز کیلئے) ملانا جائز ہے۔بعض شوافع۔

۳۔بالوں کو بالوں سے ملانا منع ہے برابر۔ہے آدمی کے ہوں یا کسی جانور کے لیکن اون اور دوپٹے کے ساتھ ملانے میں کوئی حرج نہیں۔ لیث بن سعدؒ

۴۔ اصل بنیاد جواز اور عدم جواز کی التباس ہے اگر بالوں کے ساتھ ملانے سے التباس واشتباہ نہ ہو تو درست ہے اور اگر التباس ہو دیکھنے والا انہیں بھی سر کے بال ہی سمجھے تو درست نہیں۔یہ ابن حجرؒ کا مختار ہے۔

احناف کا مذہب مختار اور راہ اعتدال:

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ احناف کا مختار مذہب قول ثانی ہے کہ حرمت آدمی اور نجس بالوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ سب کا حکم یکساں نہیں
قال فی الفتاوی الهندیه (ج۵ص۳۵۸) ووصل الشعر بشعر الأدمیّ حرام سواء کان شعرها او شعر غیرها کذا فی الاختیار شرح المختار . ولا بأس للمرأة ان تجعل فی قرونها و ذوائبها شیأ من الوبر کذا فی فتاوی قاضیخان . و به ظهر ان اتخاذ القرامل (وهی خیوط حریر) النساء جائز و هو القول الاعدل ان شاء الله تعالیٰ (فتاوی ہندی تکملہ ج۴ص۱۹۱)

''فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بال کو آدمی کے بالوں کے ساتھ ملانا حرام ہے برابر ہے آدمی کے ہوں یا غیر آدمی کے مختار کی شرح اختیار میں اسی کی مثل ہے۔ عورت کیلئے کوئی حرج نہیں کہ اپنی مینڈھیوں کے ساتھ (بھیڑ کی) اون وغیرہ ملائے اس سے یہ ظاہر ہوا کہ قرامل ریشمی دھاگوں (پراندا) کا ملانا عورتوں کیلئے جائز ہے اور یہی با اعتدال قول ہے۔

علامہ عینیؒ نے کہا اور ابو عبیدہؒ نے فقہا کی ایک جماعت سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ وعید و منع بالوں کو بالوں کے ساتھ ملانے میں ہے اگر بالوں کے بغیر دوپٹہ و خرقۃ وغیرہ سے ملائے تو یہ نہی میں داخل نہیں۔ لیثؒ نے بھی یہی کہا۔ طبرانیؒ نے فقہا کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد بعض کا قول یہی نقل کیا ہے کہ خرقۃ وغیرہ سے ملانے میں مضائقہ نہیں۔ بلکہ اس نے تو ابن عباسؓ ام المومنین ام سلمہؓ، اور عائشہؓ سے نقل کیا ہے۔

سوال! اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ ایک صورت بالوں کے ملانے کے جواز کی ہے حالانکہ حدیث پاک میں مطلقاً وعید ہے اور آپ ﷺ نے تنبیہ کی کہ عورت کوئی چیز اپنے بالوں کے ساتھ نہیں ملا سکتی۔ قال اخبرنی ابو الزبیر انه سمع جابر ابن عبد الله یقول زَجَرَ النبی صلی الله علیه وسلم ان تصل المرأة برأسها شیئا (مسلم ج۲ص۲۵) ''ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں مجھے ابو زبیر نے کہا اس نے جابر بن عبداللہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ڈانٹ (اور لعنت) کی اس پر جو عورت اپنے بالوں کے ساتھ کوئی چیز ملائے''

جواب! شیخ الاسلام نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ مطلق حدیث مقید پر محمول ہوگی شیئا من الشعر الآدمی . تاکہ تمام اقوال میں تطبیق ہو سکے۔ قرامل پونی، عورت کا باف، پراندا بعض لوگوں نے سیدہ عائشہؓ کا ایک اثر بھی مشہور کر رکھا ہے جس سے ''و صل الشعر بالشعر'' پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ قالت: (عائشہؓ) لیست الواصلة بالتی تعنون وما بأس اذا کانت المرأة زعراء (قلیلة الشعر) ان تصل شعرها و لکن الواصلة ان تکون بغیة فی شبیبتها فاذا اسنّت وصلته بالقیادة تعنی بدلالة الناس علی النساء الفاجرات ''انہوں نے کہا کہ واصلہ (ملعونہ) سے مراد وہ نہیں جو تم مراد لیتے ہو اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت جب کم بالوں والی ہو تو اپنے بالوں سے بال ملا سکتی ہے لیکن واصلۃ تو وہ ہے جو جوانی میں طائفہ اور بڑھاپے میں ان کی دلال ہو'' اس کیلئے یہ وعید و منع ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی سیدۃ عائشہؓ سے ثابت ہے۔ (و ذکر العینی فی العمدة ج ۱ ص ۳۰۲) ان (هذا الحدیث باطل ور واته لا یعرفون و ابن اشوع

لم یدرک عائشه . ''یہ حدیث باطل من گھڑت اور بے اصل ہے اس کے راویوں کا تعارف ہے نہ ابن اشوع نے حضرت عائشہؓ کو پایا۔ (تکملہ ج ۴ ص ۱۹۲)

و اشمات مستو شمات . گوندنے والی گندوانے والی۔ الوشم ان تفرز ابرة و نحو ھا فی ظھر الکفّ او المعصم او غیر ذالک من بدن المرأة حتی یسیل الدم ثم تحشو ذالک الموضع با لکحل او النورة فیخضّر و یفعل ذالک لنقش صُوَرِ علم و نقوش . وفا علته وا شمه و مفعولته مو شو مة والتی تطلب ذالک مستو شمة . ''و شم یہ ہے کہ سوئی یا اس جیسی چیز ہتھیلی کی پشت کلائی یا جسم کے کسی دوسرے حصے پر چبھوئیں جب خون بہہ جائے تو اسے سرمہ یا چونا وغیرہ جیسی چیزوں سے بھر دیں کہ وہ سبز ہو جائے' یہ تصویر نام یا پھول بوٹی کیلئے ہوتا ہے اس کے کرنے والی واشمہ جس پر کیا گیا موشومۃ اور جس نے یہ طلب کی مستوشمۃ''

حکم: والو شم حرام . یہ حرام قطعی ہے اگر قبل از بلوغ کسی بچی سے یہ کیا گیا تو مکلف نہ ہونے کی وجہ سے اس پر گناہ نہ ہوگا واشمہ اور یہ کرانے والی گناہ گار ہونگی۔

وشم زدہ جگہ کی طہارت کا حکم: نوویؒ کہتے ہیں کہ موضع وشم نجس ہو جاتا ہے اس کی طہارت اسی میں ہے کہ عضو تلف کئے بغیر اسے مٹا اور ہٹا سکتے ہیں تو جیسے گندوایا ہے ویسے کٹوائے اور صاف کرادے اگر عضو کے ضائع ہونے یا اس کی منفعت کے جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو زائل کرنا ضروری نہیں۔ ھذا مذھب الشافعیؒ''۔

احناف کثّر الله سواد ھم کا مذہب یہ ہے کہ اب زخم ملتئم اور منجمد ہونے کی وجہ سے وہ حصہ جسم بن چکا صرف ہراپن باقی ہے تو دھونے سے پاک ہو جائے گا کیونکہ اگر طہارت کیلئے اس کے عین ورنگ دونوں زائل کرنا لازم کر دیں تو یہ جسم وجلد کاٹے بغیر نہ ہوگا جس میں مضرّت ہے۔ اس لئے ظاہر دھونا طہارت کیلئے کافی ہے۔

النا مصات و المتنمصات . بال نوچنے والی۔ جو بال نوچنے کیلئے دوسری سے کہے عام طور پر عورتیں (ابرو، بھویں) چہرے کے اطراف سے حسن وزینت کیلئے بال نوچتی ہیں یہ حرام ہے اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ موجب لعنت ہے۔

اگر کسی خاتون کے داڑھی، مونچھیں، عنفقہ (داڑھی کا بچہ نچلے ہونٹ کے نیچے) کے بال ظاہر ہو جائیں تو ان کو لینا حلال ہے اس میں شوافع کا مسلک بھی احناف کی مثل حلّت کا ہے۔ علامہ طبریؒ نے اس کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ نوویؒ۔

متفلجات . وھی امرأة تبردما بین اسنا نھا (بِا لمِبْرَدِ) الثنا یا و الربا عیات لتحدث فر جة بینھما.'' متفلجۃ یہ ہے کہ عورت ریتی یا اس جیسے کسی آلے سے دانتوں کو کشادہ کرنے اور ان میں قدرے فاصلہ پیدا کرنے کیلئے رگڑے اور گھسائے۔ زیادہ عمر کی عورتیں اپنے آپ کو ظاہراً دوشیزہ ظاہر کرنے کیلئے یہ عمل کرتی تھیں جس میں دھوکہ ہے ایسے وشر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی حرام قطعی ہے۔ اگر دانت آگے پیچھے یا بے ترتیب ہوں یا بڑا چھوٹا ہونے میں زیادہ تفاوت ہو تو ان کو سیدھا کرانا درست ہے۔

المغیّرات خلق الله . اللہ تعالیٰ کی قدرتی اور فطرتی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی بالفاظ دیگر اللہ کا مقابلہ کرنے والی کہ یا اللہ حسن تو اس

میں ہے آپ نے کیسے پیدا کیا۔(العیاذ باللہ) یہ کلمہ پہلے تمام کلمات کو شامل ہے کہ وصل و وشم نمص و تفلج وغیرہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ شکل میں تبدیلی اور بے جا جسارت ہے جو شیطان کی پٹی پڑھانے پر عمل میں آئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لعنہ اللہ وقال لأ تخذنّ من عبادک نصیبا مفروضا ولأ ضلّنّھم و لأ منّینّھم ولآ مر نّھم فلیبتّکنّ اذان الآ نعام ولآ مرنّھم فلیغیّرنّ خلق اللہ (نساء ۱۱۹۔۱۱۸) اسے اللہ نے دھتکار دیا اور اس نے کہا تیرے بندوں میں سے بھی بڑا حصہ لے لوں گا انہیں بھٹکاؤں گا۔ (جھوٹی) امیدیں دلاؤں گا انہیں حکم دونگا تو جانوروں کے کان کاٹیں گے اور یہ بھی حکم دونگا کہ اللہ کی پیدائش بدل ڈالیں"

علامہ قرطبیؒ نے تفسیر قرطبی میں اس پر کلام کیا ہے۔ تغییر ممنوع وہ ہے جو باقی رہے اور جو بدلتی اور مٹتی رہے وہ درست ہے مثلاً سرمہ، مہندی، شفتین (لبوں) پر رنگت زیب و زینت کیلئے ان کا استعمال درست ہے (اور احیانا بہتر ہوتا ہے) حنا مردوں کیلئے منع ہے۔

کا سیات عاریات۔ اس کے چند مطلب ہیں۔ ۱۔ کا سیات من نعمۃ اللہ عاریات من شکرھا. "شب و روز اللہ کی نعمتوں (اور رحمتوں) میں بس رہی ہے لیکن اس کے شکر اور اطاعت سے خالی ہیں"

۲۔ کا سیات من الثیاب عاریات من فعل الخیر والا ھتمام لأ خرتھن والا عتناء با لطاعات. "کپڑوں سے ڈھکی ہوئی ہیں لیکن بھلے کام آخرت کا اہتمام اور اطاعت کا نام نہیں اس سے خالی ہیں"۔

۳۔ تکشف شیأ من بد نھا اظھارا لجما لھا فھن کا سیات عاریات. "لباس تو پہنا ہے مگر جسم کے بعض اعضاء اظہار جمال کیلئے ظاہر و نمایاں ہیں"۔

۴۔ یلبس ثیابا ر قاقا تصف ما تحتھا کا سیات عاریات فی المعنی. "اتنی باریک (و چست) لباس پہنتی ہیں کہ اعضاء ظاہر ہوں پہننا ستر کیلئے تھا وہ جاذب نظر ہو گیا۔ یہ پہن کر بھی عاری ہے پہنتی ہیں وہ لباس رہتی ہیں بے لباس"

مستورات کے لباس میں دو چیزیں بہر صورت ضروری ہیں: ۱۔ کپڑا دبیز ہو ۲۔ قابل ستر و حجاب ہو۔ ان میں سے کوئی ایک بھی کم ہوئی تو کاسیات عاریات کا مصداق، لعنت کی حق دار اور جنت سے محروم و بیزار ہوں گی۔ مثلاً لباس موٹا ہو لیکن سلائی اس انداز سے ہو کہ بعض جسم کے حصے ظاہر ہوں۔ یہ بھی درست نہیں۔ اگر کپڑا اسلا ہوا تو کشادہ اور مکمل ہے لیکن انتہائی رقیق و باریک ہے کہ جسم کی عکاسی کر رہا ہے یہ بھی منع ہے۔

ما ئلات ممیلات. مائل ہونے والی ۱۔ ما ئلات ای زائغات عن طا عۃ اللہ وما یلز مھن من حفظ الفروج و غیر ھا. "اللہ کی اطاعت اور اپنے نفس کی حفاظت سے منہ پھیرنے والی فواحش کو گھیرنے والی" ممیلات ای یعلّمن غیر ھنّ مثل فِعلِھِنّ. "دوسروں کو بھی اپنے جیسا سمجھتی ہیں"

۲۔ مائلات ای متبخترات فی مشیتھنّ "چال میں اترانے والی (اور قال میں للچانے والی)" ممیلات اکتا فھن و اعطافھن. اپنے کندھوں اور جسم کے بالائی حصے کو جھکانے والی۔

۳۔ آزاد منش عورتیں جو کنگھی استعمال کرتی ہیں اسے المیلاء کہتے ہیں کثیر دندانوں والی۔ مائلات یمشطن المشط المیلاء

وھی مشطة البغایا ، ممیلات یمشطن غیر ھن تلک المشطة .)) میلاء معروف مخصوص کنگھی خود بھی استعمال کرتی ہیں #دوسری عورتوں کو بھی وہی کنگھی کرتی ہیں"۔

۴-مائلات الی الرجال (با لحِیَلِ) ممیلات لھم)) مردوں کی طرف میلان والی اوران کو مائل کرنے والی"

یامائلات الی ارتکاب الزنا او دوا عیہ ممیلات لقلوب الناس الی الفحشاء" بے حیائی کی طرف خود مائل اوردوسروں کو مائل کرنے والی"

بن حبانؒ کہتے ہیں:المائلة من التبختر و الممیلات من السّمن)) مٹک کرچلنے والی موٹاپے سے جھکنے والی"

رؤ سھن کا سنمة البخت . سنمۃ-سنام کی جمع ہے کوہان-البخت بضم الباء #$ بُختیّ ہے-خوبصورت خراسانی اونٹ جمع 2کی بخاتی،بخاتِ،بخاتی ہے- ای ان یکبر نھا و یعظمنھا بلفّ عمامة! مثل عمامۃ)

9 شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس سے واضح تشریح ہمارے زمانے میں یہ ہے کہ عورتیں اپنے بال بکھیر کرگدی پرڈالتی ہیں یاسر کے درمیان میں سمیٹ کرباندھ لیتی ہیں جو یقیناً کوہان کی سی صورت اختیار کرجاتے ہیں-یہ اس کا مصداق ہے-بندہ کی رائے یہ ہے کہ ہروہ چیز یاعمل جس میں ترفع اور بناوٹ ہواسی میں داخل ہے بھلے بال باندھ کہ ہو یا بکھیر کر کپڑے سے اونچا کریں یا بال سمیٹ کر-یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ جوفرمایا سواء بسواء آج ہورہا ہے-☆ مازریؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ غض بصر کی بجائے غیر مردوں کی طرف نظریں اٹھائے رکھتی ہیں۔

خلاصہ!جسم میں زینت وآرائش کیلئے جوکمی زیادتی ایسی ہوکہ جسم میں قائم اورباقی رہے یااصل خلقت میں تبدیلی ہوتووہ تغییرلخلق اللہ ہے اورمنع ہے-اورحسن کے حصول وآراستگی کیلئے وہ عمل جوایسانہیں مثلاً ہاتھوں،پاؤں،ہونٹوں،خدین،جبھۃ وغیرہ کورنگنا یہ منع نہیں۔ شوہر کیلئے زینت کی چیزیں استعمال کرنا درست ہے-زائدانگلی کا کاٹنا یاجسم کے کسی بڑھے ہوئے حصے کا کاٹنا یادرست کرانا یہ تغییرلخلق اللہ نہیں بلکہ یہ عیب اورمرض کورفع کرنا ہے جوعندالاکثر درست ہے- خلافا لبعضھم .! تکملہ)

فائدہ!حسن وجمال کیلئے ایسی چیز استعمال کرنا جوسخت جسامت والی ہواورطہارت حاصل کرنے میں مانع ہودرست نہیں۔

باب کی احادیث میں لعنت ودوری اوردھتکاروپھٹکار کا ذکر ہے مسلم شریف کتاب صفۃ القیامۃ باب میں یہ بھی ہے کہ ان حرکات شنیعہ کی مرتکبہ جنت میں نہ جائیں گی چنانچہ فرمایا:لا یـد خلـن الـجنة . ا- اللہ کی ان حرام کردہ چیزوں کوحلال سمجھ کرکرتی تھیں پھرتو ہمیشہ کیلئے جنت سے محروم رہیں گی کیونکہ مستحل حرام کافرہوتا ہے-۲- گرنا جائز سمجھ کرسستی کوتاہی اورلاپرواہی کرتی تھیں تو دخول اولی کی نفی ہے حالت ایمان پرخاتمہ ہونے کی صورت میں کبھی نہ کبھی نجات ملے گی-لیکن یہ کونسا سہل اورقابل برداشت ہے۔

$ارشاد باری تعالٰی ہے فمـا اصبـر ھم علی النار! بقرة ۱۷۵)"دوزخ کی آگ پرکون صبر کرسکتا ہے"اس لئے ہمیں چاہئے کہ ان فضول وممنوع کاموں سے پرہیز کریں تاکہ اللہ اوراس کارسول راضی ہو۔

دوسری حدیث میں ہےولا یـجـدن ریحھا . ھذہ مبا لغة فی تحریم الجنة لا نہ من لم یرح الشئی لا یتنا ولہ قطعا .

)) یہ جنت میں داخل نہ ہونے کیلئے مبالغۃً فرمایا کیونکہ جب کوئی آدمی کسی چیز کی خوشبو تک نہ پائیگا تو اسے حاصل بھی نہ کر پائیگا'' حالانکہ (کی خوشبو دور دراز تک مہکنے اور پھیلنے والی ہے۔

۳۴۔بَابُ مَاجَاءَ فِي الْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ

مردوں سے مشابہ بننے والی عورتوں کیلئے وعید کے بیان میں

۹۹۳۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، وَهَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ. هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

)) سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے مشابہ بننے والی عورتوں اور عورتوں کے مشابہ بننے # لے مردوں پر لعنت کی ہے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۹۹۴۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، أخبرنا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ وَأَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ.

قال: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ.

)) سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے عورت بننے والے مردوں اور مرد بننے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں عائشہؓ سے روایت ہے۔

۳۵۔بَابُ مَاجَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ خُرُوجِ الْمَرْأَةِ مُتَعَطِّرَةً

عورتوں کو خوشبو لگا کر باہر نکلنے کی ممانعت

۹۹۵۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُمَارَةَ الْحَنَفِيِّ، عَنْ غُنَيْمِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ، وَالْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَكَذَا، يَعْنِي زَانِيَةً.

وفي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

)) سیدنا ابوموسےؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا ہر آنکھ زنا کرتی ہے اور عورت نے جب عطر لگایا اور وہ کسی مجلس سے گذری تو وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی بے حیاء'' (باب میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳۶۔بَابُ مَاجَاءَ فِي طِيبِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

مردوں اور عورتوں کی خوشبو کے بیان میں

۹۹۶۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ طِيبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ وَطِيبُ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيحُهُ.

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أخبرنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنِ الطُّفَاوِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ،قَالَ أبوعيسى: وهذا حديثٌ حسنٌ إلَّا أَنَّ الطُّفَاوِي لَانَعْرِفُهُ إِلَّافِي هَذَا الْحَدِيثِ وَلَانَعْرِفُ اسْمَهُ، وَ حَدِيثُ إِسْمَاعِيلَ بنِ إِبْرَاهِيمَ أَتَمُّ وَأَطْوَلُ[وَفِي البابِ عَنْ عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ].

)) سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی بو ظاہر اور رنگ پوشیدہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر اور بو چھپی ہو"

حدیث سابق کی مثل ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ طفاوی صرف اسی روایت میں آیا ہے ہم اس کا نام نہیں جانتے سماعیل بن ابراہیم کی حدیث اتم اور اطول ہے۔ اس باب میں عمران بن حصین سے روایات مذکور ہیں۔

۹۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ،أخبرنا أَبُوبَكْرٍ الْحَنَفِيُّ،حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ،عَنِ الْحَسَنِ،عَنْ عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ،قَالَ:قَالَ لِي النبيُّ ﷺ:إِنَّ خَيْرَ طيب الرجل مَا ظَهَرَ رِيحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ،وَخَيْرَ طِيبِ النِّسَاءِ مَاظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيحُهُ.وَنَهَى عَنِ الْمِيثَرَةِ الْأُرْجُوَانِ. هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.

)) سیدنا عمران بن حصینؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ مردوں کے لئے بہتر خوشبو وہ ہے جس کی بو ظاہر ہو لیکن رنگ پوشیدہ ہو اور عورتوں کے لئے بہتر خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو اور بو پوشیدہ ہو۔ اور آپ نے ریشم کی سرخ چادر سے منع فرمایا ہے" یہ حدیث حسن اس طریق سے غریب ہے۔

۳۷۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ رَدِّ الطِّيبِ

خوشبو واپس نہ کرنے کی ممانعت و کراھت کے بیان میں

۹۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ،أخبرنا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ،أخبرنا عَزْرَةُ بنُ ثَابِتٍ عَنْ ثُمَامَةَ بنِ عَبْدِاللهِ قَالَ: كَانَ أَنَسٌ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ.وَقَالَ أَنَسٌ:إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَايَرُدُّ الطِّيبَ.

وَفِي البَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

)) ثمامۃ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ سیدنا انسؓ خوشبو کو واپس نہ فرماتے تھے اور حضرت انس فرماتے تھے کہ آپ ﷺ بھی خوشبو کو واپس نہ فرماتے تھے" (باب میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۹۹۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،حَدَّثَنَا ابن أَبِي فُدَيْكٍ،عَنْ عَبْدِاللهِ بنِ مُسْلِمٍ،عَنْ أَبِيهِ،عَنِ ابنِ عُمَرَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:ثَلَاثٌ لَا تُرَدُّ:الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَاللَّبَنُ. الدهن:يعني به الطيب.

قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ غريبٌ.وَعَبْدُاللهِ هُوَ ابنُ مُسْلِمِ بن جُنْدُبٍ وَهُوَ مدني.

)) سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں ردنہ کی جائیں تکیہ، تیل، دودھ، تیل سے مراد خوشبو ہے" یہ حدیث غریب ہے، عبداللہ بن مسلم سے مراد ابن جندب ہیں۔ مدنی ہیں۔

۱۰۰۰۔ أخبرنا عُثْمَانُ بنُ مَهْدِيٍّ،أخبرنا مُحَمَّدُ بنُ خَلِيفَةَ أبوعبدالله بصرى وعمرُو بنُ عَلِيٍّ قال،أخبرنا يَزِيدُ بنُ زُرَيْعٍ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ عَنْ حَنَانٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:إِذَا أُعْطِيَ أَحَدُكُمُ الرَّيْحَانَ فَلَا يَرُدَّهُ

فَاِنَّهٗ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ. قال: هذا حديثٌ غريبٌ حسنٌ، وَلَانَعْرِفُ لِحَنَانٍ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ، وَاَبُوعُثْمَانَ النَّهْدِيُّ اسْمُهٗ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مُلٍّ، وَقَدْ اَدْرَكَ زَمَنَ النَّبِيِّ ﷺ. لَمْ يَرَهٗ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ.

)) حضرت ابوعثمان نہدی سے منقول ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو خوشبو دی جائے تو اسے واپس نہ کرے کیونکہ وہ جنت سے نکلی ہے"

یہ حدیث غریب حسن ہے ہم حنان کے لئے اس کے علاوہ کوئی حدیث نہیں پہچانتے ابوعثمان نہدی کا نام عبدالرحمٰن بن مل ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا ہے۔ لیکن نہ آں حضرت کو دیکھا ہے نہ آپ سے سنا ہے۔

۳۸۔ بابُ مَاجَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ مُبَاشَرَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ وَالْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ

مرد کی مرد سے اور عورت کی عورت سے مباشرت کی ممانعت کے بیان میں

۱۰۰۱۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا اَبُومُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَاتُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ حَتّٰى تَصِفَهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهَا. قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

)) سیدنا عبداللہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت عورت کے ساتھ برہنہ جسم نہ ملائے یہاں تک کہ وہ اپنے شوہر سے اس کی کیفیت بیان کرے گویا وہ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہے" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۰۰۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ اَبِي زِيَادٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، أخبرني الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ، أخبرني زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ الخدري عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَايَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَاتَنْظُرُ الْمَرْأَةُ اِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ اِلَى الرَّجُلِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ اِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ.

قَالَ أبو عيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ.

)) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مرد مرد کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اور عورت بھی دوسری عورت کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اور مرد دوسرے مرد اور عورت دوسری عورت کی طرف ایک کپڑے کے اندر نہ پہنچے" یہ حدیث حسن غریب ہے۔

کمامرّ فی الباب:

۳۹۔ بابُ مَاجَاءَ فِي حِفْظِ الْعَوْرَةِ

شرم گاہ کی حفاظت کے بیان میں

۱۰۰۳۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، أخبرنا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَا: أخبرنا بَهْزُبْنُ حَكِيمٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِي مِنْهَا وَمَانَذَرُ؟ قَالَ: احْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْ مَامَلَكَتْ يَمِينُكَ. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ؟ قَالَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَا يَرَاهَا اَحَدٌ فَلَا تُرِيَنَّهَا، قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِذَا كَانَ اَحَدُنَا خَالِيًا؟ قَالَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُسْتَحْيٰ مِنْهُ مِنَ النَّاسِ. قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ حسنٌ.

)) بہز بن حکیم، بواسطہ والد اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں# فرماتے ہیں میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا اے پیغمبر اللہ کے ہم اپنے ستر بدن یعنی شرم گاہ کے کس کس حصہ کو ظاہر کریں اور کس کو چھوڑ دیں؟ آپ نے فرمایا اپنی ستر اپنی بیوی #$لونڈی کے علاوہ سب سے محفوظ رکھو وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب قوم کے بعض آدمی بعض میں ہوں تو کیا کیا جائے آپ نے فرمایا اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تمہاری شرم گاہ وغیرہ کو کوئی نہ دیکھے تو ایسا ہی کرو، وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ہم میں سے کوئی اکیلا ہو تو کیا کرے آپ نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر اس بات کا مستحق ہے کہ اس سے شرم کیجائے'' یہ حدیث حسن ہے۔

کمامرّ فی الباب:

٤٠ - بابُ مَاجَاءَ أَنَّ الفَخِذَ عَوْرَةٌ

ران ستر میں داخل ہے

١٠٠٤ - حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفيَانُ، عَن أَبِي النَّضرِ مَولَى عُمَرَ بنِ عُبَيدِاللهِ عَن زُرعَةَ بنِ مُسلِمِ بنِ جَرهَدٍ الأَسلَمِيِّ، عَن جَدِّهِ جَرهَدٍ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِجَرهَدٍ فِي المَسجِدِ، وَقَدِانكَشَفَ فَخِذُهُ فَقَالَ: إِنَّ الفَخِذَ عَورَةٌ.

قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ حسنٌ ما أَرَى إِسنَادَهُ بِمُتَّصِلٍ.

)) سیدنا جرہد اسلمیؓ سے مروی ہے نبی ﷺ ان کے پاس مسجد میں سے گذرے ان کی ران کھلی ہوئی تھی آپ نے فرمایا $ 2 ستر ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اس کی اسناد متصل نہیں۔ ابن جرہدؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ان کے پاس سے گذرے ان کی ران کھلی ہوئی تھی آپ نے فرمایا ران ستر ہے'' یہ حدیث حسن ہے۔

١٠٠٥ - حَدَّثَنَا الحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ الخَلَّالُ، حَدَّثَنَا عَبدُالرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعمَرٌ، عَن أَبِي الزِّنَادِ، قَالَ: أَخبَرَنِي ابنُ جَرهَدٍ عَن أَبِيهِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَرَّ بِهِ وَهُوَ كَاشِفٌ عَن فَخِذِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: غَطِّ فَخِذَكَ فَإِنَّهَا مِنَ العَورَةِ. هذا حديثٌ حسنٌ.

)) عبداللہ بن جرہد اسلمی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا ران ڈھکو یہ ستر ہے''

یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے۔

١٠٠٦ - حَدَّثَنَا وَاصِلُ بنُ عَبدِالأَعلَى الكوفي، حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ آدَمَ عَنِ الحَسَنِ بنِ صَالِحٍ، عَن عَبدِاللهِ بنِ مُحَمَّدِبنِ عَقِيلٍ، عَن عَبدِاللهِ بنِ جَرهَدٍ الأَسلَمِيِّ، عَن أَبِيهِ، عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: الفَخِذُ عَورَةٌ. قَالَ هذاحديثٌ حسنٌ غريبٌ مِن هَذَا الوَجهِ.

٢٧٩٨ - حَدَّثَنَا وَاصِلُ بنُ عَبدِالأَعلَى الكُوفِيُّ، حَدَّثَنَا يَحيَى بنُ آدَمَ، عَن إِسرَائِيلَ عَن أَبِي يَحيَى عَن مُجَاهِدٍ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: الفَخِذُ عَورَةٌ. وَفِي البَابِ عَن عَلِيٍّ وَمُحَمَّدِبنِ عَبدِاللهِ بنِ جَحشٍ. وهذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَلِعَبدِاللهِ بنِ جَحشٍ ولابنِهِ مُحَمَّدٍ صُحبَةٌ.

)) سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا ران ستر ہے''

اس باب میں علی اور محمد بن عبداللہ بن جحش سے روایت ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے، عبداللہ بن جحش اور ان کے بیٹے محمد کو صحبت نبوی حاصل ہے۔

تشریح : مسئلة الفخذ عورة ام لا : مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے جسے چھپانا اور ڈھانکنا ضروری ہے الا عند الحاجة۔

جمہور آئمہ کا مسلک : ائمہ اربعہ اور جملہ تابعین کا یہی قول ہے کہ ران ستر اور عورت ہے اسے چھپانا ضروری ہے اور دکھانا ظاہر کرنا حرام اور گناہ ہے۔

جمہور کے دلائل : ا- حدیث باب جمہور کی صریح دلیل ہے۔ ۲- بھی فخذ کے عورت ہونے پر صریح ہے۔

۳- مرّ رسول اللہ علی معمر وفخذاه مکشوفتان فقال یا معمر غطّ فخذاک فانّ الفخذین عورة . (عون)

نبی ﷺ معمر کے پاس سے گذرے کہ ان کی رانیں کھلی ہوئی تھیں آپ ﷺ نے فرمایا اے معمر رانیں ڈھانپ لو بلاشبہ یہ عورت ہے۔

بعض آئمہ کا مسلک : امام مالکؒ کی ایک مرجوح روایت اور ابن ابی ذئب، داود ظاہری، اصطخری، ابن حزم کے نزدیک ران ستر نہیں ہے۔

بعض ائمہ کی دلیل : انّ رسول اللہ ﷺ کان جالسا کاشفا عن فخذہ اوساقیه فاستأذن ابو بکر .... ثم استأذن عثمان فارخی علیه ثیابه . (مسلم وانعامات المنعم باب ۴۲ فضائل عثمان)

اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ فخذ ستر نہیں ورنہ آپ ﷺ اسے پہلے ہی ڈھانپ لیتے۔

جواب : ا- انه انکشف فخذہ بغیر اختیارہ وعلمه وقصدہ وارادته . (بذل) یہ کھلنا بلا ارادہ اور انجانے میں تھا اس لیے یہ حجت نہیں نیز صریح روایات اس کے ستر ہونے پر گذر چکی ہیں۔

۲- یہ دلیل حجت تام نہیں کیونکہ اس میں فخذیه او ساقیه تردد کے ساتھ ہے دوسرے احتمال کے قوی ہونے میں یہ بھی جمہور کی دلیل ہوگی۔ اس لیے ران قابل ستر ہے اور اب یہی معمول بہا ہے۔

ولا تنظر الی فخذ حیّ ولا میّت . اس سے معلوم ہوا یہ حکم موت کے واقع ہونے کے بعد بھی زندوں کیلئے باقی رہتا ہے اگر چہ وہ شخص مر چکا اور مکلف نہ رہا مگر اور پروالے تو زندہ اور مکلف ہیں اس لیے غسل، تکفین و تدفین میں اس کا ضرور خیال رہے اور غسل دیتے وقت میت پر اتنا دبیز کپڑا ڈالیں کہ جسم کا پورا ستر ہو جائے۔

۴۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِی النَّظَافَةِ
صفائی اور پاکیزگی کے بیان میں

۱۰۰۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، أَخبرنا أَبُو عَامِرٍ العقدی، أَخبرنا خَالِدُ بْنُ إِلْيَاسَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِی حَسَّانَ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ، نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ، كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ جَوَادٌ يُحِبُّ الْجُودَ،

فَنَظِّفُوا۔ أُرَاهُ قَالَ۔ أَفْنِيَتَكُمْ، وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ، قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِمُهَاجِرِ بْنِ مِسْمَارٍ، فَقَالَ حَدَّثَنِيهِ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ [بن أبی وقاص] عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ نَظِّفُوا أَفْنِيَتَكُمْ.

قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ غريبٌ. وَخَالِدُ بْنُ إِلْيَاسَ يُضَعَّفُ وَيُقَالُ ابنُ إِيَاسٍ.

''سعید بن میبؒ سے منقول ہے اللہ طیب ہے، پاکیزہ کو پسند فرماتا ہے۔ پاک ہے پاکی کو پسند کرتا ہے۔ کریم ہے کرم سے محبت رکھتا ہے سخی ہے سخی کو دوست رکھتا ہے۔ لہذا تم لوگ بھی پاک وصاف رہو راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے سعید نے کہا اپنے صحن کو صاف رکھو اور یہودیوں کے مشابہ نہ بنو صالح کہتے ہیں میں نے یہ حدیث مہاجر بن مسمار سے ذکر کی تو انہوں نے کہا ہم سے عامر بن سعد نے بواسطہ والد خود نبی ﷺ سے اسی کے مثل نقل کیا ہے اور یہ الفاظ صحن صاف رکھو، بغیر شک کے نبی ﷺ سے نقل کئے ہیں'' یہ حدیث غریب ہے، خالد بن ایاس ضعیف کہا گیا ہے

۴۲۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي الِاسْتِتَارِ عِنْدَ الْجِمَاعِ

جماع کرتے وقت پردہ کرنے کے بیان میں

۱۰۰۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نِيزَكَ الْبَغْدَادِيُّ، أخبرنا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، أخبرنا أَبُو مُحَيَّاةَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّي، فَإِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لَا يُفَارِقُكُمْ إِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِينَ يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى أَهْلِهِ، فَاسْتَحْيُوهُمْ وَأَكْرِمُوهُمْ.

قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَأَبُو مُحَيَّاةَ اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ يَعْلَى.

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ننگے ہونے سے بچو اس لئے کہ تمہاری ساتھ وہ فرشتے رہتے ہیں جو تم سے کسی وقت بھی جدا نہیں ہوتے سوائے ان دو وقتوں کے ایک تو پاخانہ کے وقت اور ایک اس وقت جب آدمی اپنی بیوی کی طرف بڑھتا ہے۔ تم اس سے شرم کرو اور انکا ادب ملحوظ رکھو''

یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسکو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں ابو یحیی کا نام یحیی بن یعلی ہے۔

۴۳۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي دُخُولِ الْحَمَّامِ [م:۴۳، ت:۷۷]

حمام میں جانے کے بیان میں

۱۰۰۹۔ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ لَيْثِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُدْخِلْ حَلِيلَتَهُ الْحَمَّامَ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ بِغَيْرِ إِزَارٍ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَجْلِسْ عَلَى مَائِدَةٍ يُدَارُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ.

قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ طَاوُسٍ عَنْ جَابِرٍ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: لَيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ صَدُوقٌ وَرُبَّمَا يَهِمُ فِي الشَّيْءِ، وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ: قَالَ

أَحْمَدُ بنُ حَنْبَلٍ: لَيْثٌ لَايُفْرَحُ بِحَدِيثِهِ كان ليث يرفعُ أَشْيَاءَ لَايَرْفَعُهَا غيره فلذلك ضَعَّفوه.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے نبی علیہ نے فرمایا جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ اپنی بیوی کو حمام میں داخل نہ کرے اور جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ حمام میں بغیر چادر کے نہ جائے اور جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو''

یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس کو طاؤس سے جو جابرؓ سے راوی ہیں صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہیں لیث بن ابی سلیم صدوق ہے۔ لیکن بسا اوقات وہم کرتا ہے۔ احمد بن حنبلؒ فرماتے تھے لیث کی حدیث پر خوش نہ ہوا جائے کبھی غیر مرفوع بیان کرتا ہے اس لئے اسے محدثین نے ضعیف قرار دیا۔

١٠١٠۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِي، أخبرنا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ شَدَّادٍ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي عُذْرَةَ، وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ: نَهَى الرِّجَالَ وَالنِّسَاءَ عَنِ الْحَمَّامَاتِ، ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ فِي الْمَيَازِرِ. هٰذَا حَدِيثٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حَمَّادِ بنِ سَلَمَةَ وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِذٰلِكَ الْقَائِمِ.

''سیدۃ عائشہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے مردوں اور عورتوں کو حماموں میں جانے سے منع فرمایا۔ پھر مردوں کو چادر باندھ کر حماموں میں جانے کی اجازت دیدی''

ہم اس حدیث کو صرف حماد بن سلمہ کی روایت سے پہچانتے ہیں، اس کی اسناد قائم نہیں۔

١٠١١۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بنَ أَبِي الْجَعْدِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ الْهُذَلِيِّ أَنَّ نِسَاءً مِنْ أَهْلِ حِمْصَ أَوْ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ دَخَلْنَ عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ: أَنْتُنَّ اللَّاتِي يَدْخُلْنَ نِسَاءُ كُنَّ الْحَمَّامَاتِ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: مَامِنِ امْرَأَةٍ تَضَعُ ثِيَابَهَا فِي غَيْرِ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا هَتَكَتِ السِّتْرَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ رَبِّهَا. قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ حسنٌ.

''ابو الملیح ہذلیؒ سے مروی ہے حمص والی یا کہا شامی عورتیں سیدہ عائشہؓ کے پاس آئیں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: تم وہی ہو جن کی عورتیں حماموں میں داخل ہوتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جس عورت نے اپنے شوہر کے گھر کے علاوہ کہیں کپڑے اتارے۔ اس نے اس پردہ کو چاک کر دیا۔ جو اس کے اور پروردگار کے درمیان ہے'' یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: حمام یہ مذکر و مؤنث دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ هي الحمام ، هو الحمام . تانیث اغلب ہے، اسکی جمع حمامات آتی ہے۔ حمام گرمابہ، نہانے کی جگہ۔ پہلے زمانے میں سرائے اور حمام ہوتے تھے جن میں لوگ مجتمع ہو کر برہنہ نہاتے، گاتے اور خوش ہوتے، اسلام نے اسکی اصلاح فرمائی یہ عمل عورتوں کیلئے تو منع ہے کیونکہ عریانی اور مردوں سے اختلاط ہوتا ہے جو سم قاتل ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں عورتیں بھی جاتیں تھیں اور مردوں کی طرح بے لباس ہو کر نہاتیں تھیں، چنانچہ برہنہ طواف کعبہ کا ذکر بھی ملتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جاہلیت میں ایسی قبیح حرکات کو عار نہ سمجھا جاتا، آپ ﷺ نے اس میں

اصلاح وممانعت فرمائی کہ مرد تو چادر کے ساتھ نہائیں یہ اصلاح ہوئی اور عورتیں نہ آئیں یہ ممانعت ہوئی۔ غالباً اب یہ صورت سوئمنگ پول اور سمندروں اور نہروں پر پیش آتی ہو اس لیے اس میں احتیاط واجتناب ہو مردوں سے اختلاط تو بالکل نہ ہو اور الگ بھی کپڑوں کے بغیر نہ ہو پھر جسم پر کپڑے بھی دبیز ہوں کہ بھیگنے کے باوجود بھی ستر وحجاب رہے۔ هذا مابدالي و الله اعلم .

ومن كان يؤمن بالله واليوم الاخر من ذكور امتي فلا يدخل الا بمئزر ومن كانت تؤمن بالله واليوم الاخر من اناث امتي فلا تدخل الحمام . مؤمن مرد ازار کے ساتھ داخل ہو سکتا ہے اور مؤمنہ عورت کیلئے منع ہے۔ قال بعضهم بئس البيت بيت الحمام يبدي العورات ويذهب الحياء . (عون) حمام تو بری جگہ ہے کہ ستر ظاہر کرتا ہے اور حیاء رخصت کرتا ہے ۔دور حاضر میں ''بیوٹی پارلر'' بھی کسی قدر انہیں حمامات کا عکس اور بدلی ہوئی صورت ہے اس لئے ان سے اجتناب کیا جائے

باب سابق میں تو خاص حمام کے متعلق حکم واحتیاط اور گناہ سے اجتناب کا ذکر تھا، اب مطلقاً ہر ایسی صورت کا ذکر ہے جس میں آدمی کا ستر کوئی دوسرا دیکھے خواہ کھلی جگہ کی وجہ سے یا ناقص کپڑے کی وجہ سے یا دھوتی کی وجہ سے ہو۔

عن ابي عذرة . قيل انّ ابا عذرة ادرك رسول اللهؐ. قال ابو بكر بن حازم الحافظ لايعرف هذاا لحديث الا من هذا الوجه، وابو عذرة غير مشهور، واحاديث الحمام كلها معلومة . (عون) يقال جزم بصحبته مسلم . كما قال الترمذي: و كان قد أدرك النبيؐ (بذل) ابوعذرہؓ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حضور ﷺ کو پایا ہے ابوبکرؒ کہتے ہیں یہ حدیث صرف اسی طریق سے ہے اور ابوعذرہ غیر مشہور ہیں۔ امام مسلمؒ نے ابوعذرہ کے صحابی ہونے پر یقین کیا ہے چنانچہ امام ترمذیؒ نے بھی تصریح کر دی۔

نهى الرجال والنساء عن الحمامات . پہلے پہل تو بدنظمی، بے حجابی اور عریانی کی وجہ سے منع فرمایا پھر مردوں کیلئے ازار (وہ چادر جو ناف تک باندھی جائے اور گھٹنوں یا ان سے نیچے تک ہو) کے ساتھ اجازت دی کیونکہ مقصود برہنہ ہونے سے روکنا تھا غسل سے نہیں ۔عورتوں کیلئے کیونکہ ستر مشکل ہے اور پورا جسم قابل ستر ہے اس لیے ان کیلئے نہی بحالہا ہے۔ ہاں اگر ایسی ضرورت پیش آئے کہ ایسی اجتماعی جگہ پر نہانا ناگزیر ہو تو مکمل لباس کے ساتھ نہا سکتی ہیں اور یہ عمدہ صورت ہے کہ ایک وقت مقررہ تک مردوں کو دور کر دیا جائے کہ یہ نہا کر فارغ ہو سکیں یہ بھی درست ہے۔ (بذل)

اب اسکی ضرورت چنداں نہیں کہ ہر گھر میں پانی کا معقول انتظام موجود ہوتا ہے، تفریح کے اوقات میں ضرورت ہو تو مذکورہ احتیاط پر عمل کریں۔ بالمیازر . یہ مئزر کی جمع ہے جیسے مِقْوَدٌ کی جمع مقاود ہے۔

قلن نعم . یہ اسی دور جاہلیت کی عادت سابقہ کا ذکر ہے یہ مستورات کورۃ نامی شہر سے آئی تھیں ۔من اهل حمص او من اهل الشام وهو بلدة من الشام . (عون) تخلع ثيابها في غير بيتها .... حمام پر تو اس کا بالکل اہتمام نہیں ہوتا اور دوسرے کے گھر میں عدم ستر اور پردے کا اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے اس سے بچنا چاہیے کہ حیاء وعزت اپنے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے اپنے گھر سے باہر انخلاع ثیاب ممنوع وقبیح ہے۔ ایسا کرنے والی نے اپنے اور رب تعالی کے درمیان معاصی اور گناہوں کے پردے کو تار تار کر دیا۔ المراد

بالستر ستر معاصی العبد ۔ پردے سے مراد بندے کے گناہوں کا پردہ ہے کہ یہ حرکت کرکے جو آڑتھی وہ ختم ہوگئی۔ اللھم احفظنا منہ ۔ ہاں اگر کسی تقریب میں شرکت کیلئے اپنے عزیز یا عزیزہ کے گھر میں گئے ہوئے ہیں جیسا کہ عموماً سفر میں ہوتا ہے اور لباس بدلنے، پہننے کی حاجت پیش آئے تو اس کی ممانعت نہیں اور نہ ہی حدیث میں اسکی ممانعت ہے کیونکہ اس صورت میں اپنے گھر کی طرح پردہ موجود ہے۔ اگر عورتیں ہی صرف ایک کمرے میں ہیں اور لباس پہننا، بدلنا ہے تو کپڑا ضرور لپیٹا جائے کیونکہ برہنہ ہونا عورتوں کے سامنے بھی منع ہے کہ اس سے آہستہ آہستہ حیاء متاثر ہوتی ہے جو عورت کا جوہر ہے۔ حیاء کے بغیر عورت صرف فضول چھلکے کی طرح ہے جو گلی میں پھینکے بغیر کسی کام کا نہیں۔ اللھم داومنا علی الحیاء والحجاب .

قال ابو داود ھذا حدیث جریر. جریرؒ نے اگرچہ ابوالملیحؒ کا ذکر نہیں کیا صحیح یہ ہے کہ یہ روایت منقطع ہے اور سیدہ عائشہؓ اور جریر کے درمیان ابوالملیح ہے۔

ومن کان یؤمن باللہ والیوم الاخر من ذکور امتی فلا یدخل الا بمئزر ومن کانت تومن باللہ والیوم الاخر من اناث امتی فلا تدخل الحمام . مؤمن مرد ازار کے ساتھ داخل ہوسکتا ہے اور مؤمنہ عورت کیلئے منع ہے۔ قال بعضھم بئس البیت بیت الحمام یبدی العورات ویذھب الحیاء . (عون) حمام تو بری جگہ ہے کہ ستر ظاہر کرتا ہے اور حیاء رخصت کرتا ہے ۔دور حاضر میں ''بیوٹی پارلر'' بھی کسی قدر انہیں حمامات کا عکس اور بدلی ہوئی صورت ہے اس لئے ان سے اجتناب کیا جائے

باب میں تو خاص حمام کے متعلق حکم واحتیاط اور گناہ سے اجتناب کا ذکر ہے، ساتھ مطلقاً ہر ایسی صورت کا ذکر ہے جس میں آدمی کا ستر کوئی دوسرا دیکھے خواہ کھلی جگہ کی وجہ سے یا ناقص کپڑے کی وجہ سے یا دھوتی کی وجہ سے ہو یا ایسی مجلس ودعوت جس میں منکرات ہوں۔

انّ اللہ حیّی ستّیر .

حیاء کی تعریف: الحیاء تغیّر یعتری المرأمن خوف مایعاب علیہ شرعا او عرفا . حیاء وہ حالت ہے جو آدمی پر شرعی یا عرفی عیب وملامت کے خوف سے طاری ہوتی ہے۔ اسکی ابتداء یہ ہے کہ آدمی پر مذمت وقباحت کا خوف لاحق ہوتا ہے کہ اگر میں نے ایسا کیا تو برائی ہوگی، بدنامی ہوگی یہ چیز پیدا ہونا حیاء کی ابتداء ہے، پھر اس سے ڈرتے ہوئے بندہ اس قبیح اور بے حیائی والی حرکت سے بچتا ہے یہ حیاء کی انتہاء ہے، یعنی خوف کرنا پھر ایسا کام چھوڑنا یہ دونوں حیاء میں داخل ہیں۔ مبدأ الحیاء الخوف ومنتھاہ ترک الفعل . (بذل) حیاء کی ابتداء خوف اور انتہاء ترک ہے۔ اسی طرح غصے کی ابتداء وانتہاء ہے۔ مقدمۃ الغضب ھی غلیان دم القلب وشھوۃ الانتقام وغایتہ انزال العقاب بالمغضوب علیہ . (بذل) غصے کی ابتداء تو خون کا جوش مارنا اور جذبہ انتقام بھڑکنا ہے اور اسکی انتہاء جس پر غصہ ہوا اس پر سزا نافذ کرنا ہے۔

غسل میں چادر کا حکم: غسل کرتے وقت لنگی اور چادر استعمال کرنے نہ کرنے میں تفصیل ہے۔

۱۔ اگر ایسی جگہ پر غسل کر رہے ہیں کہ ارد گرد آڑ وپردہ نہیں اور لوگ بھی موجود ہیں یا راہ گذر ہے کہ آمد ورفت جاری ہے تو دھوتی، کپڑا وغیرہ استعمال کرنا واجب ہے۔

۲۔اگر ایسی جگہ غسل کررہے ہیں کہ آڑ و پردہ تو نہیں لیکن کھلی جگہ یا دور دراز نہر و تالاب ہے جہاں لوگ نہیں دیکھتے تو چادر استعمال کرنا مستحب ہے۔

۳۔اگر غسل خانے میں غسل کررہے ہیں جہاں دیواروں کے ذریعے مکمل پردہ ہے تو چادر استعمال کرنا افضل ہے فان کان خالیا جاز الغسل مکشوف العورة والتستر افضل وبه جزم ابن قدامة . (بذل) برہنہ غسل جائز ہے اور کپڑا استعمال کرنا افضل ہے۔جواز کیلئے دلیل وہ حدیث ہے جو ہم نے صحیح مسلم میں پڑھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تالاب میں بغیر کپڑے کے غسل کیا۔

سوال: ابن ابی لیلیؒ نے برہنہ غسل کرنے میں جمہور سے اختلاف کیا ہے اور انہوں نے مراسیل ابوداود میں سے ”لاتغتسلوا فی الصحراء“ دلیل پیش کی ہے کہ صحراء میں مت نہاؤ۔

جواب: اسکا جواب یہ ہے کہ جب لوگ ہوں تو ایسا نہ کرے بالکل اکیلا ہو تو حرج نہیں۔(تفصیل کیلئے انعامات المنعم باب ۳۵ فضائل موسیٰ)

آپ ﷺ نے ایک شخص کو کھلی جگہ میں برہنہ غسل کرتے دیکھا تو اپنی عادت حمیدہ اور اخلاق رفیعہ کی وجہ سے برسرعام اسے برا بھلا نہ کہا اور رسوا نہیں کیا بلکہ عمومی انداز سے نشانہ بنائے بغیر اجتماعی طور پر بات سمجھادی۔

عن زرعة بن عبد الرحمن بن جرهد. زرعة بن مسلم بن جرہد بھی کہا گیا ہے یہ جرہد اسلمی مدنی ہیں اور اصحاب صفہ میں سے ہیں

٤٤ـ بَابُ مَاجَاءَ أَنَّ الْمَلاَئِكَةَ لاَتَدْخُلُ بَيْتاً فِيهِ صُورَةٌ وَلاَ كَلْبٌ

فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو

١٠١٢ـ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلاَّلُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ وَاللَّفْظُ لِلْحَسَنِ بنِ عَلِيٍّ قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ،أخبرنا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بنِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عُتْبَةَ،أَنَّهٗ سَمِعَ ابنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ:سَمِعْتُ أَبَا طَلْحَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ:لاَتَدْخُلُ الْمَلاَئِكَةُ بَيْتاً فِيهِ كَلْبٌ وَلاَ صُورَةٌ تَمَاثِيلَ.

قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

”ابوطلحہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا مورتیوں کی تصویر ہو“ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

١٠١٣ـ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ،حَدَّثَنَا رَوْحُ بنُ عُبَادَةَ،حَدَّثَنَا مَالِكُ بنُ أَنَسٍ،عَنْ إِسْحَاقَ بنِ عَبْدِاللّٰهِ بنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ رَافِعَ بنَ إِسْحَاقَ،أخبره قَالَ:دَخَلْتُ أَنَا وَعَبدالله بن أبي طَلْحَةَ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ نَعُودُهٗ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ،أخبرنا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَنَّ الْمَلاَئِكَةَ لاَتَدْخُلُ بَيْتاً فِيهِ تَمَاثِيلُ أَوْصُورَةٌ . شَكَّ إِسْحَاقُ لاَيَدْرِي أَيُّهُمَا قَالَ.

قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

”رافع بن اسحاق سے مروی ہے کہتے ہیں میں اور عبداللہ بن ابی طلحہؓ دونوں ابوسعید خدریؓ کی عیادت کو گئے ابوسعید

خدریؓ نے فرمایا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ جس گھر میں مورتیاں یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اسحاق کو شک ہے مورتیاں فرمایا یا تصویر" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۰۱۴۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ، أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بنُ أَبِي إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا مُجَاهِدٌ، أخبرنا أَبُوهُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: أَتَانِي جِبْرَائِيلُ فَقَالَ: إِنِّي كُنْتُ أَتَيْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَكُونَ دَخَلْتُ عَلَيْكَ الْبَيْتَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فِي بَابِ الْبَيْتِ تِمْثَالُ الرِّجَالِ، وَكَانَ فِي الْبَيْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ، وَكَانَ فِي الْبَيْتِ كَلْبٌ. فَمُرْ بِرَأْسِ التِّمْثَالِ الَّذِي بِالْبَابِ فَلْيُقْطَعْ فَيَصِيرَ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ، وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْيُقْطَعْ وَيُجْعَلْ مِنْهُ وِسَادَتَيْنِ مُنْتَبِذَتَيْنِ تُوطَآنِ، وَمُرْ بِالْكَلْبِ فَيُخْرَجْ. فَفَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، وَكَانَ ذٰلِكَ الْكَلْبُ جَرْوًا لِلْحُسَيْنِ أَوْ لِلْحَسَنِ تَحْتَ نَضَدٍ لَهُ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ.

قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَأَبِي طَلْحَةَ.

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا میں رات آپ کے پاس آیا تھا مگر حضور جس حجرہ میں تشریف فرما تھے اس میں صرف اس لئے داخل نہیں ہوا کہ اس کے دروازہ میں مردوں کی تصویریں تھیں اور حجرے میں پردے کا باریک کپڑا تھا جس میں تصویر تھی اور گھر میں کتا تھا سو آپ تصویر کے بارے میں حکم فرما دیجئے کہ اسکا سر کاٹ لیا جائے جس سے وہ درخت کی شکل کی ہو جائیگی اور پردے کے بارے میں حکم دیجئے کہ اسے کاٹ دیا جائے اور اسکے دو تکیے بنالئے جائیں جو پاؤں میں روندے جائیں اور کتے کے بارے میں حکم فرما دیجئے کہ وہ نکال دیا جائے چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور وہ کتے کا بچہ حضرت حسینؓ یا حضرت حسنؓ کا تھا جو آپکی چوکی کے نیچے بیٹھا تھا جس پر بستر بچھے تھے آپ نے حکم دیا تو وہ بھی نکال دیا گیا"

یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں عائشہ اور ابوطلحہ سے روایت ہے۔

تشریح: صورۃ اس کی جمع صُوَرٌ بحذف التاء ہے بمعنی تصویر۔ امام ابوداؤد کتاب اللباس میں سات احادیث لائے ہیں اور صحیح مسلم ج ۲ باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان میں چونتیس احادیث موجود ہیں، جبکہ امام بخاریؒ بھی اسکے متعلق متعدد احادیث لائے ہیں۔ اسی طرح دیگر اصحاب صحاح اور محدثین بہت ساری احادیث تصویر کی حرمت اور اس پر لعنت کے متعلق لائے ہیں اور جملہ فقہاء ومحدثین اور ائمہ ومحققین کے نزدیک جاندار کی تصویر بالاتفاق حرام وموجب لعنت اور گناہ کبیرہ ہے اور رحمت سے محرومی کا سبب ہے، اب اسکی تعریف وحکم اور قدرے تفصیلی دلائل ذکر ہوتے ہیں۔

تصویر کی تعریف: تصویر یہ باب تفعیل کا مصدر ہے اسکا معنی ہے صورت بنانا، بت، مجسمہ، فوٹو، کسی بھی جاندار یا غیر جاندار کی تصویر وہیئت جو قلم وغیرہ سے کاغذ، کپڑے یا دیوار پر بنائی گئی ہو یا کیمرے سے لی گئی، ہو اسکی جمع تصاویر آتی ہے۔ زیر بحث جاندار انسان وحیوان کی تصویر ہے خواہ ہاتھ سے بنائی ہو یا کیمرے وغیرہ سے۔ اس لیے کہ جس طرح چھری سے قتل کرنا جرم ہے تو یقیناً گولی سے مارنا بھی جرم ہے، شراب ہاتھ سے نچوڑ کر بنائیں یا آلات سے بہرحال آلہ بدلنے سے حکم نہیں بدلتا۔ یہ وضاحت اس لیے کردی کہ

بعض مغربی ذہنیت کے حامل کہتے ہیں تصویر تو صرف ہاتھ سے بنے مجسمے کو کہتے ہیں حالانکہ یہ حق وحقیقت سے کورے پن کی دلیل ہے، تصویر حرام ہے خواہ جس انداز وآلہ سے بنائی گئی ہو۔

جاندار کی تصویر کا حکم: جمہور فقہاء وعلماء کے نزدیک تصویر حرام اور گناہ کبیرہ ہے اللہ تعالی کی رحمت سے دوری اور لعنت کا سبب ہے۔(تکملہ، نووی)

بے جان کی تصویر کا حکم: اس کی دو قسمیں ہیں: ا- شمس وشجر، کوکب وحجر یا کسی دوسری بے جان چیز کی تصویر جسکی پوجا کی جاتی ہو اور تعظیم وپرستش ہوتی ہو وہ بالکل حرام ہے۔ ۲- کسی بھی بے جان چیز کی تصویر ونقش جو خوبصورتی یا کسی دیگر غرض کیلئے دیوار پر ہو یا کپڑے پر تو یہ بالکل درست ہے۔ اسی طرح کسی جاندار کی سر کے بغیر تصویر ہو یا مدہم سی شبیہ ہو جس سے مکمل اعضاء کی پہچان نہ ہوتی ہو یا حقارت آمیز چھوٹی سی شکل ہو تو بھی جواز کا حکم ہے چنانچہ جو بعض انگوٹھیوں کے متعلق جو مروی ہے وہ اسی پر محمول ہے۔ (بذل)

کیمرے کی تصویر کا حکم: یہ عنوان مستقل اس لیے قائم کیا ہے کہ جمہور امت کے برعکس بعض آزاد طبع نے کیمرے کی تصویر کو مجسم تصویر کے حکم سے جدا ومباح قرار دیا ہے چنانچہ الشیخ محمد بخیت المصری نے اس کے جواز پر مستقل رسالہ بنام " **الجواب الشافی فی اباحة التصویر الفوتو غرافی** " تحریر کیا ہے۔ لیکن جمہور اہل علم وارباب فتوی وتقوی نے کیمرے کی تصویر کا حکم وہی بیان کیا ہے جو سایہ دار اور مجسم تصویر کا ہے۔ اور مصر کے علماء ومحققین کے نزدیک مایہ ناز اور محقق مفتی کفایت اللہؒ نے کفایت المفتی کتاب الحظر والاباحة ج۹ ص ۲۴۳ میں بتصریح لکھا ہے: فوٹوگرافی کا پیشہ حرام ہے۔ **وفیه بحث طویل** . سطور بالا سے تصویر کی تفصیل وحکم واضح ہو چکا اب ہم چند دلائل ذکر کرتے ہیں۔

جاندار کی تصویر بہرصورت حرام ہے: امام نوویؒ رقمطراز ہیں: **تصویر صورة الحیوان شدید التحریم وهو من الکبائر سواء صنعه بما یمتهن او بغیر فصنعته حرام بکل حال لان فیه مضاهاة (مشابهة) لخلق الله .... ولا فرق فی هذا کله بین ماله ظل وما لا ظلّ له ، هذا تلخیص من مذهبنا فی المسألة وبمعناه قال جماهیر العلماء من الصحابة والتابعین ومن بعدهم وهو مذهب الثوری ومالک وابی حنیفة وغیرهم .** (مسلم ج۲ کتاب اللباس)

مرداویؒ نے الانصاف ج۱ ص ۴۷۴ میں اور ابن قدامہ نے المغنی ج۷ ص ۱۱۵ میں حنابلہ کا یہی مسلک ذکر کیا ہے۔

احناف کا مسلک وہی ہے جسکی تصریح امام نوویؒ نے کر دی ہے اور عینی وشامی میں بھی درج ہے۔

اصحاب مالک کے اکثر علماء نے دونوں قسم کی تصویروں کو مکروہ لکھا ہے مجسم تصویر کو تو بالاتفاق حرام قرار دیا ہے تاہم کاغذ، کپڑے والی تصویر جس کا سایہ نہیں مالکیہ میں سے ابن القاسمؒ نے اسے جائز قرار دیا ہے جبکہ بعض مالکیہ نے اسکو بھی حرام کہا ہے بہرحال کراہت پر تو ان میں سے اکثر کا اتفاق ہے۔ (اکمال للابی)

خلاصہ: ائمہ اربعہ کے مسالک کا حاصل یہ ہوا کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مجسم وغیر مجسم دونوں تصویریں قطعی حرام ہیں، مالکیہ کے نزدیک مجسم کا یہی حکم ہے صرف غیر مجسم کو اکثر نے مکروہ اور بعض نے مباح کہا ہے لیکن حرمت یقیناً راجح ہے کہ اسکے مقابل کوئی قوی قول

منقول نہیں۔ کما صرّح به النوویؒ .

مسئلہ: مذکورہ تفصیل واحکام سے حقیقی ضرورت والی صورتیں اجبار واضطرار کی وجہ سے مستثنیٰ ہونگی مثلاً شناختی کارڈ، پاسپورٹ، آدمی کی پہچان کی ضرورت کے مواقع " الضرورات تبیح المخظورات "کے اصول کے تحت درست ہیں۔

مسئلہ: میدان جنگ میں باتصویر آلات واسلحہ وغیرہ استعمال کرنے کی بھی امام محمدؒ نے اباحت ذکر کی ہے۔ وان تحققت الحاجة له الی استعمال السلاح الذی فیه تمثال فلا بأس باستعماله . (سیر کبیر ۲/۲۷۸)

مسئلہ: روپے پیسے، سکّے اور نوٹ پر موجود تصویر پاس ہونے کے باوجود نماز درست ہے بشرطیکہ جیب وغیرہ میں مخفی ہوں بالکل ظاہر یا سامنے نہ رکھے ہوں۔ انه لا یکره ان یصلی ومعه صرّة او کیس فیه دنانیر او دراهم فیها صور صغار لا ستتارها بالثوب الاخر . (بحر الرائق لابن نجیم ج ۲ ص ۲۷)

مسئلہ: تصویر اگر کسی ایسی چیز پر ہو جس میں تحقیر واہانت ہو تو اس میں مضائقہ نہیں مثلاً بچھونے، تکیہ، قالین، چٹائی، جوتی وغیرہ۔ ہاں پردوں اور نصب شدہ یا اوپر لٹکی ہوئی اشیاء پر نہ ہوں۔ وما کان فیه من تصاویر من بساط یبسط او فراش یفترش او وسادة فلا بأس بذلک وانما یکره من ذلک فی الستر وما ینصب نصباً .... (مؤطا محمد کتاب الاستیذان باب التصاویر ص ۳۸۲)

واما اتخاذ المصور فیه وصورة حیوان فان کان معلقا علی حائط او ثوبا ملبوسا او عمامة ونحو ذلک مما لا یعدّ فهو حرام وان کا ن فی بساط یداس ووسادة ونحوها مما یمتهن(ویهان) فلیس بحرام (نووی) راقم کو اس پر اطمینان نہیں اسلیے کہ حدیث مبارکہ میں مطلق ہے کہ گھر میں تصویر .... ہو خواہ تعظیم کی صورت میں ہو یا تحقیر میں وجود تصویر بلا مجبوری سبب محرومی ہے اس لیے بہر صورت اجتناب اولیٰ ہے اور امام نوویؒ ہی کی ذکر کردہ علّت لان فیه مضاهاة لخلق الله یہاں بھی موجود ہے۔ چنانچہ زیر بحث باب کی حدیث ثالث میں ہے جبرئیل نے کہا" ومر بالستر فلیقطع ویجعل منه وسادتین منتبذتین توطأن" یہ کاٹنے کا حکم تصریح ہے کہ صریح تصویر نہ ہو۔

تنبیہ: ہمارے ہاں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بلا وجہ اور عذر تصاویر گھروں میں رکھی رہتی ہیں جسکی وجہ سے نزول ملائکۃ رحمت سے ہم سب محروم رہتے ہیں اور گھر میں بے برکتی وغیرہ کی شکایات کرتے ہیں اور ازالے کی دعا کراتے ہیں مگر سبب وآڑ کی طرف دھیان نہیں جاتا مثلاً اخبارات، اعلانات کے پرچے حد تو یہ ہے کہ فحش تصاویر سے بھرے ہوئے اخبار اور لٹریچر کو اسی جگہ سنبھال کر رکھتے ہیں جہاں عموماً قرآن پاک اور مقدس کتابیں رکھی ہوں۔ اخبارات کو ضائع یا جدا کرنے کا مناسب طریقہ اپنائیں اور اپنے گھر اور حجرے کو تصاویر سے پاک کریں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حقدار بنیں۔

تصویر کی شناعت وقباحت حرمت وممانعت اور موجب لعنت ہونے پر احادیث

۱- عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللهؐ انّ الذین یصنعون هذه الصور یعذبون یوم القیامة یقال لهم : احیوا ما

خلقتم . (بخاری ومسلم)

''بلاشبہ جو یہ تصویریں بناتے ہیں انہیں روز قیامت عذاب دیا جائیگا ان سے کہا جائیگا زندگی بخشو جو تم نے بنایا''

۲- عن بن مسعودؓ قال قال رسول اللہؐ انّ اشدّ الناس عذابا یوم القیامة لمصورون . (بخاری ومسلم)

''سب سے سخت ترین عذاب روز قیامت تصویر کھینچنے والوں کو ہوگا''

۳- قال ابو زرعة : دخلت مع ابی ہریرةؓ فی دار مروان فرأی فیھا التصاویر فقال سمعت رسول اللہؐ یقول قال اللہ عزّ وجلّ ومن اظلم ممن ذھب یخلق خلقا کخلقی فلیخلقوا ذرّة ولیخلقوا حبّة او لیخلقوا شعیرة . (بخاری ومسلم)

''حاصل قصہ یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے آپ ﷺ سے سنا فرمار ہے تھے اللہ تعالی نے فرمایا اس سے بڑا (اپنے اوپر) ظلم کرنے والا کون ہے؟ جو (مارکیٹ) جا کے میری تخلیق کی طرح پیدا کرتا ہے (گویا مقابلہ کرتا ہے) سو چاہئے نئے سرے سے ایک ذرّہ ،ایک دانہ یا ایک جَو ہی پیدا کرلیں''

۴-لا تدخل الملئکة بیتا فیه کلب ولا صورة . (صحاح)

''رحمت کے فرشتے نہیں داخل ہوتے جس گھر مین کتا و تصویر ہو''

۵- عن ابی ہریرةؓ لا تد خل الملئکة بیتا فیه تماثیل او تصاویر . (مسلم وابوداود)

''رحمت کے فرشتے نہیں داخل ہوتے ایسے گھر میں جس میں تصویریں اور مورتیاں ہوں''

۶-عن ابن عباسؓ قال سمعت محمداً یقول من صوّر صورة فی الدنیا کلّف یو م القیامة ان ینفخ الروح ولیس بنافخ . (بخاری)

''جس نے تصویر کھینچی اور بنائی اسے قیامت کے دن مجبور کر دیا جائیگا اس میں روح پھونکنے پر حالانکہ وہ روح نہ پھونک سکے گا (تو سزا بھگتے گا)''

۷- قال سعید ابن ابی الحسن کنت عن ابن عباس .... من ضوّر صورة فانّ اللہ معذبه حتی ینفخ فیھا الروح ولیس بنافخ فیھا ابداً ۔(بخاری)

''تصویر بنانے والے کو اللہ تعالی عذاب دیں گے ۔یہاں تک کہ اس میں روح پھونک دے حالانکہ یہ اسمیں کبھی روح نہ بھر سکے گا''

۸- عن ابی جحیفةؓ ان النبیؐ نھی عن ثمن الدم وثمن الکلب و کسب البغی ولعن اٰکل الربو ٰومؤ کله والواشمة والمستوشمة والمصوّر . (بخاری)

''نبی ﷺ نے خون، کتے اور طائفہ کے ثمن سے منع فرمایا اور سود کھانے والے، کھلانے والے اور گودنے والی اور گودوانے والی اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی''

۹-عن عائشةؓ قدم رسول اللهؐ من سفر وقد سترت سهوة لی بقرام فیه تماثیل فلما راه رسول اللهؐ هتكه وقال اشد الناس عذابا یوم القیامة الذین یضاهئون بخلق الله ....

''امّی عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہتی ہیں میں نے ایک طاقچے یا روشندان پر ایسا پردہ لٹکایا تھا جس میں مورتیاں تھیں تو آپؐ نے دیکھتے ہی اسے کھینچ دیا اور فرمایا قیامت کے دن شدید ترین عذاب انہیں لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کا اسکی تخلیق میں مقابلہ کرتے ہیں''

۱۰- عن ابن عمرؓ قال وعد جبریل النبیؐ فراث علیه (تأخر) حتی اشتدّ علی النبیؐ .... فقال انا لا ندخل بیتا فیه صورة ولا كلب . (بخاری)

''وعدے کے باوجود جبرئیل علیہ السلام تشریف نہ لائے کتا و تصویر کی وجہ سے''

۱۱- عن جابرؓ قال نهی رسول اللهؐ عن الصورة فی البیت ونهی ان یصنع ذلک . آپ ﷺ نے گھر میں تصویر رکھنے اور اسکے بنانے سے منع فرمایا''

۱۲- عن علیؓ انّه قال لابی الهیاج الاسدی ألا ابعثک علی ما بعثنی علیه رسول اللهؐ ان لا تدع صورة الّا طمستها ولا قبراً مشرفا الا سوّیته . (ابوداود و مسلم فی الجنائز)

''حضرت علیؓ نے اپنے قاصد و والی ابوالھیاج اسدی سے فرمایا جو حکم دیکر مجھے نبی ﷺ نے بھیجا ہے وہی حکم میں تمہیں دیکر بھیجتا ہوں کہ نہ چھوڑ کسی تصویر کو مگر مٹا اور بگڑا ہوا اور نہ کسی (ایک بالشت سے زیادہ) بلند قبر کو مگر اسے برابر کر دے''

۱۳-عن عائشةؓ قالت لما اشتكی النبیؐ ذكر بعض نساءه كنیة یقال لها ماریة وكانت امّ سلمة وامّ حبیبة اتتا أرض الحبشة فذكرتا من حسنها وتصاویر فیها فرفع رأسه فقال اولئک اذا مات فیهم الرجل الصالح بنوا علی قبره مسجداً ثمّ صوّروفیه تلک الصور اولئک شرار خلق الله . (بخاری، مسلم، نسائی)

''پورے واقعے کا حاصل یہی ہے کہ تصویر بدترین جرم ہے''

۱۴-عن عبدالله بن نجیّ الحضرمی عن ابیه عن علیؓ فی حدیث طویل عن رسول اللهؐ .... انها ثلاث لن یلج ملک ما داموا فیها ابداً واحد منها كلب او جنابة او صورة روح .

نتیجہ یہ ہے کہ کتا، عادی جنبی اور جاندار کی تصویر والے گھر میں فرشتے ہرگز داخل نہیں ہوتے۔(ماخوذ از تکملہ)

ان تمام احادیث سے ہر قسم کی تصویر مجسم ہو یا غیر مجسم کی کراہت وممانعت مذکور ہے۔

صحابہ کرام کے اقوال وتعامل: تفصیل بالا کی طرح صحابہ کرام اور تابعین بھی تصویر کو مطلقا حرام سمجھتے ہیں اور انکے بہت سارے آثار واقوال منقول ہیں ذیل میں چند ایک لکھے جاتے ہیں

۱- عن عمرؓ انه قال للنصاریٰ انا لا ندخل كنائسكم من اجل التماثیل التی فیها الصور. (بخاری باب الصلوة فی البیعة)

''امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ نے نصاریٰ سے فرمایا کہ ہم تصاویر والی مورتیوں کی وجہ سے تمھارے کنیسوں میں داخل نہ ہونگے۔

۲- خلیفہ راشد حضرت علیؓ کا قول حدیث ۱۲ میں گذر چکا ہے۔

۳- عن ابن مسعودؓ انه رأى صورة في البيت فرجع .(بخاری فی النکاح باب هل يرجع اذا رأى منكراً)

''ابن مسعودؓ صاحب دعوت کے ہاں تصویر دیکھ کر واپس لوٹ آئے''

۴-عن ابی مسعود الانصاریؓ ان رجلا صنع له طعاماً فقال أفي البيت صورة؟ قال نعم فأبى ان يد خل حتى كسر الصورة ثم دخل .(بیہقی ج ۷ ص ۲۶۸ النکاح)

''ابومسعودؓ نے صاحب دعوت سے پہلے ہی استفسار کیا پھر تصویر ہٹانے اور مٹانے پر داخل ہوئے''

۵- عن ابی هريرةؓ انّه رأى فرسا من رقاع في يد جارية فقال الا ترى هذا ؟ قال رسول اللهؐ انما يعمل هذا من لا خلاق له يوم القيامة .

''حضرت ابوہریرہؓ نے ایک بچی کے ہاتھ میں ٹکڑے پر بنے گھوڑے کو دیکھا تو فرمایا یہ نہیں دیکھتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ تصویر کا کام وہ کریگا جسکا آخرت کی کامیابی میں کوئی حصہ نہیں''

۶- عن شعبة مولى بن عباس ان المسور بن مخرمة دخل على عبدالله .... قال ما هذه التصاوير في الكانون ؟.......... فلما خرج قال انزعوا هذا الثوب عنّي واقطعوا رؤوس هذه التصاوير التي في الكانون (بیہقی ۷/۲۷۰، مسند احمد ۱/۳۵۳)

''طویل واقعہ ہے کہ مسور بن مخرمہؓ ابن عباسؓ کی عیادت کیلئے آئے تو ابن عباس نے ریشم اور تصویریں دیکھ کر تنبیہ فرمائی اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو وہاں سے نکلنے کی بعد مسور نے وہ کپڑے اتار دیئے اور تصاویر کے سر مٹوا دیئے''

۷-عن قتادة ان كعباًؓ قال وامّا من أذى الله فالذين يعملون الصور فيقال لهم احيوا ماخلقتم . (مصنف عبدالرزاق ۱۰/۴۰۰) ''قتادہؒ سے ہے کعبؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے والے وہ ہیں جو اس کے مقابلے میں تصویریں بناتے ہیں اور کھینچتے ہیں ان سے کہا جائیگا زندہ کرو ان کو جو تم نے بنائیں''

۸-عن قتادة قال يكره من التماثيل ما فيه الروح فاما الشجر فلا بأس به .(مصنف)

''حضرت قتادہؒ سے مروی ہے فرمایا ذی روح کی تصاویر اور مورتیوں کو ناپسند کرتے سو درخت وغیرہ ان میں کوئی مضائقہ نہیں''

۹-ان سعيد بن المسيب كان لا يأذن لابنته في اللعب ببنات العاج. (طبقات ابن سعد ۵/۱۳۴)

''سید التابعین ابن مسیبؒ اپنی بیٹی کے کھلونے کیلئے ہاتھی دانت کی گڑیوں کی اجازت نہ دیتے''(تکملہ)

حاصل کلام: ومن اجل هذه الاحاديث والآثار ذهب جمهور الفقهاء الى تحريم التصوير واتخاذ الصور في البيوت سواء كانت مجسّمة لها ظلّ او كانت غير مجسمة ليس لها ظلّ. (تکملہ)

بغیر جسم وسایہ والی تصویر کے جواز کے دلائل مع جوابات: جیسے پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ بعض حضرات نے موجودہ کیمرے کے فوٹو اور غیر مجسم تصویر کو حرام تصویر کے حکم سے مستثنیٰ کیا ہے اور اس پر دلائل پیش کرنے کی بے سود کوشش کی ہے جبکہ ان کے برعکس عرب وعجم کے جملہ اہل فتویٰ وتقویٰ نے اسے بھی تصویر محرمۃ کے حکم میں داخل مانا ہے کما مرّ۔

دلیل:۱- ان زیداً بن خالد الجهنی حدّثه ومع بسر عبید الله الخولانی انّ ابا طلحة حدثه انّ رسول الله ﷺ قال لا تدخل الملئكة بيتا فيه صورة، قال بسر: فمرض زيد بن خالد، فعدناه، فاذا نحن في بيته بستر فيه تصاوير، فقلت لعبيد الله الخولاني: ألم يحدثنا في التصاوير؟ قال: انّه قال: الا رقما في ثوب، ألم تسمعه؟ قلت: لا، قال: بلى قد ذكر ذلك. (صحیح مسلم)

''بسر بن سعید نے بیان کیا ہے کہ میرے ساتھ عبیداللہ خولانی تھے ہمیں زید بن خالد جہنی نے بیان کیا کہ بے شک ابوطلحہؓ نے حدیث رسول اللہ بیان کی کہ تصویر والے گھر میں ملائکہ رحمت داخل نہیں ہوتے (یہ واقعہ گذر چکا) پھر زید بن خالد (جو ابوطلحہؓ کی بیان کردہ تصویر والی حدیث ہمیں سنا چکے تھے) بیمار ہوئے سو ہم نے انکی عیادت کی سو ہم نے اچانک ان کے گھر میں باتصویر پردہ دیکھا تو میں (بسر) نے عبیداللہ خولانی سے کہا کیا زید نے ہمیں تصویروں کے بارے میں حدیث بیان نہ کی تھی؟ تو عبیداللہ نے (جواب میں) کہا اس نے تو الاّ رقماً فی الثوب (مگر کپڑے میں مرقوم بھی تو کہا تھا) کیا تو نے اسوقت یہ نہ سنا تھا؟ میں نے کہا نہیں، تو انہوں نے کہا کیوں نہیں ضرور انہوں نے اسکا ذکر کیا تھا۔ یہ حدیث مسلم کے زیر بحث باب میں موجود ہے''

۲- عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة انّه دخل على ابى طلحة الانصارى يعوده قال: فوجدت عنده سهل بن حنيف قال: فدعا ابو طلحة انسانا ينزع نمطا تحته، فقال له سهل: لِمَ تنزعه؟ قال لان فيه تصاوير وقد قال فيه النبي ﷺ ما قد علمت، قال سهل أولم يقل: الا ما كان رقما في ثوب؟ فقال: بلى، ولكنه اطيب لنفسي. (ترمذی فی اللباس)

''اس کا مطلب یہ ہے کہ تصویر والے بچھونے اور چادر کو ابوطلحہؓ نکلوانے لگے تصویر پر وعیدوں کی وجہ سے تو سہل بن حنیفؓ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا ''رقماً فی ثوب'' کی اجازت ہے اور یہ مستثنیٰ ہے۔ ابوطلحہؓ نے پھر بھی اپنی طیب خاطر کیلئے ہٹوا ہی دیا۔ یہ دو حدیثیں اور دو واقعات دو کتابوں میں وارد ہیں اور محل استدلال ''الاّ ما کان رقما فی ثوب'' ایک ہے۔ جس سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ بے سایہ غیر مجسم تصویر ممنوع نہیں اور کپڑے پر ایسی ہی تصویر ہوتی ہے جب کپڑے پر مرقوم تصویر جائز ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ غیر مجسم تصویر درست ہے''

جواب: جمہور کی طرف سے انکا بے غبار اور دوٹوک جواب یہ ہے کہ الرقم فی الثوب سے تصویر ثابت نہیں ہوتی ورنہ الا ما کان صورة فی الثوب ہوتا کیونکہ رقم کا معنی تصویر کسی نے بھی نہیں کیا بلکہ رقم کا معنی مرقومات ونشانات اور نقش ونگار ہے اور کپڑوں میں نقش ونگار، بیل بوٹے درست ہیں کیونکہ منقش اور کام کئے ہوئے کپڑے میں کچھ تعیش وآرائش زیادہ پائی جاتی ہے تو ہوسکتا ہے تصویر کی ممانعت کے ساتھ سادگی وتواضع کی وجہ سے صحابہ کرام منقش کپڑے کو بھی عملاً ممنوع سمجھتے تو آپ ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ تصویر تو

منع ہے مگر جو کپڑے میں رقم ونقش ہوں وہ درست ہیں۔ پھر اسکی تائید دلائل سابقہ میں ذکر کردہ حدیث نمبر ۹ میں حدیث عائشہؓ سے ہوتی ہے جس میں ہے " قد سترت سهوة لي بقرام فيه تماثيل فلما راه رسول اللهؐ هتكه .... " اگر غیر مجسم اور بے سایہ تصویر کپڑے پر درست ہوتی تو آپ ﷺ نے اس پردے کو کیونکر کھینچ کر ہٹادیا اور شدید ترین عذاب کی خبر دی کیا جس پر "اشد الناس عذابا يوم القيامة" کا اطلاق ہو وہ جائز ہوسکتا ہے۔ ذرا تدبر سے جواب ارشاد فرمایئے؟ مزید براں یہ بھی ہے کہ یہ پُر اختلاف اور مضطرب حدیث ہے جس سے احتجاج دشوار ہے۔ (تکملہ)

پر تعجب موشگافی: تکملہ میں ہے کہ بعض جدت پسند لوگوں کا کہنا ہے کہ تصویر کی حرمت ابتدائے اسلام میں تھی اور اسکی علت یہ بیان فرمائی کہ ابتدائے اسلام میں لوگ نئے بت پرستی اور جہالت وضلالت سے نکلے تھے اور توحید ان میں ابھی راسخ نہ ہوئی تھی اس لیے تماثیل وتصاویر سے منع کیا گیا۔ فلما رسخت عقيدة التوحيد فيهم ارتفعت حرمة التصوير. کہ جب عقیدہ توحید جڑ پکڑ چکا اور پختہ ہو چکا تو اب اسکی حرمت مرتفع ہوگئی۔ فيا للعجب ولضيعة العقل ؟ یہ ایسی دلیل ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ بجلی اور روشنی کے آلات ایجاد ہونے کے بعد اب چاند وسورج کی ضرورت نہیں کہ روشنی کا انتظام ہوگیا ہے تو پھر انکی کیا حاجت؟

جواب: انّ هذه الدعوىٰ لا دليل لها في القران والسنة . (تکملہ) اس دلیل شریف کی دلیل تو قرآن میں ہے نہ سنت میں بلکہ یہ نقش برآب کی مثل ہے کہ تصویر کی حرمت کے نسخ کا علم خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین، فقہاء، مفسرین، علماء دین میں سے کسی کو آج تک نہ ہوا اور ہمارے زمانے کے نام نہاد دانشوروں کو ہوگیا حاشا وكلّا ، لاحول ولا قوّة الا بالله . نہایت مؤدبانہ گذارش ہے کہ تصویر کی حرمت کے متعلق احادیث واقوال ابھی ذکر ہوئے ہیں اور صرف مسلم شریف میں ۱۳۴ احادیث وارد ہیں کوئی ایک اثر، روایت یا قول یا حوالہ ذرا نقل تو کیجیے جس میں مذکورہ بالا احادیث کا نسخ مذکور ہو پھر حرمت تصویر کی علت "مضاهات لخلق الله" کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں۔ تکملہ میں انکی تردید پر دلچسپ کلام کیا گیا ہے۔

ایک اور دلیل: ایسے ہی بعض نے قصہ سلیمان علیہ السلام میں مذکورہ آیت " يعملون له ما يشاء من محاريب وتماثيل وجفان كالجواب وقدور الراسيات . (سباء ۱۳) " بناتے ہیں اس سلیمان کے واسطے جو چاہتے قلعے اور تصویریں، تالاب جیسے بڑے پیالے اور چولہوں پر جمی دیں گے"۔

وہ حضرات آیت مبارکہ میں لفظ تماثیل سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر تماثیل وشبیہ بنواتے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ نے سر نعمت کے اندر ذکر فرمایا ہے تو جو چیز نعمتوں کے زمرے میں مذکور ہے وہ کیسے حرام ہوسکتی ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ تصویر درست ہے۔

جواب: ولكن هذا الاستدلال غير صحيح من وجهين : ۱- اسکا مختصر اور پہلا سہل جواب تو یہ ہے کہ یہ سابقہ شریعت وامت کا واقعہ ہے جبکہ ہم شریعت محمدی کے پیرو اور مکلف ہیں اور شریعت اسلامی نے جس پر نکیر کی ہو خواہ وہ شرائع من قبلنا میں مباح تھی لیکن اس شریعت میں ممنوع ہوگی۔ تذکرہ بنی اسرائیل ہی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

" لكلٍ جعلنا منكم شرعةً ومنهاجاً " (مائدہ ۴۸)

''ہم نے تم میں سے ہر امت کیلئے شریعت وطریقہ وضع کیا ہے'' چنانچہ بہت سارے احکام ہیں جو اسلام اور سابقہ شرائع میں جدا ہیں۔

۲-اسکا دوسرا جواب لفظ تماثیل کی تشریح وتفصیل پر منحصر ہے جس میں مغالطہ کی وجہ سے یہ ٹھوکر لگی ہے چنانچہ صاحب کشاف لکھتے ہیں: **یجوز ان یکون غیر صور الحیوان کصور الاشجار والاحجار وغیرھا** تماثیل سے مراد بے جان شجر وحجر وغیرہ کی تصویریں ہیں جن پر کوئی اعتراض نہیں اور تماثیل کی تعریف سے یہی ثابت ہو رہا ہے لغت کی مایہ ناز و مشہور ترین اور معتبر کتاب لسان العرب میں ہے:

التمثال: اسم للشئی المصنوع مشبها لخلق من خلق اللہ.

''تمثال (جسکی جمع تماثیل ہے) اس بنی ہوئی تصویر وشئی کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی کے مشابہ ہو''۔

اس میں جاندار کی تصویر لازمی نہیں اور دوسرے دلائل محرمہ مخصص ہیں کہ یہ بے جان چیز کی شبیہ کیلئے ہے جو جائز ہے۔اسی طرح تحریف شدہ جس حال میں بھی اب تورات میسر ہے اس میں تصویر کی حرمت موجود ہے کہ ''تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہو''۔ (خروج باب ۲۰ آیت ۴) اسی طرح باب استثناء ودیگر متعدد جگہوں میں جاندار کی تصویر کی ممانعت وحرمت اور موجب لعنت ہونا مذکور ہے جس سے معلوم ہوا سابقہ شرائع میں بھی جاندار کی تصویر حرام تھی اس لیے یہ تیر بھی کارگر نہیں کہ لفظ تماثیل سے اباحت تصویر ثابت کر لی جائے۔ **واللہ اعلم وعلمہ اتم وامرہ احکم.**

مسئلہ: اب رہ جاتی ہے بات ٹیلی ویژن، ویڈیو اور کمپیوٹر کی تصویر تو اسکے بارے میں جمہور اہل فتاویٰ کا فتویٰ عدم جواز کا ہے۔(فتاویٰ حقانیہ ۴۳۲/۲، احسن الفتاویٰ ۲۸۹/۸، فتاویٰ محمودیہ ۱۶۹/۵ وغیرہ) یہ حضرات یہی کہتے ہیں کہ انکی تصاویر کا وہی حکم ہے جو دوسری عام تصاویر کا ہے۔

آج کل دنیا میں جتنے ٹی وی چینل ہیں ان میں ہمارے علم کے مطابق ایک بھی ایسا نہیں جس میں کوئی شرعی قباحت نہ پائی جاتی ہو، غیر محرم کی تصویر (وہ بھی نیم عریاں یا بالکل عریاں) سے کوئی چینل بھی خالی نہیں اس لیے حیاء وحفاظت ان سے اجتناب واحتراز میں ہے۔(کشف) تصاویر کے شیوع اور کثرت ابتلاء کی وجہ سے یہ بحث قدرے تفصیل سے درج کر دی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرمائے اور منکرات سے بچائے۔اب الفاظ حدیث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

ولا کلب۔ اس سے مراد وہ آوارہ کتا ہے جو کسی جائز ضرورت حفاظت وحراست وغیرہ کیلئے نہ ہو بلکہ محض شوقیہ رکھا ہو یا کتوں سے لڑانے کیلئے پالا ہو۔ہاں اگر شکار یا بھیڑ، بکریوں اور کھیت کی حفاظت کیلئے ہو تو اس کیلئے یہ حکم نہیں۔(بذل)

علامہ نوویؒ کا کہنا ہے کہ حدیث کے عموم کی وجہ سے یہ سب کو شامل ہونا چاہیے لیکن دیگر محققین کی رائے پہلی ہے۔

جعلتہ وسادتین۔اس کا حاصل یہ ہے کہ اسکے ٹکڑے کرنے کی وجہ سے تصویر کی ہیئت وحیثیت باقی نہ رہی اور ہم نے اسے دوسرے استعمال میں لاتے ہوئے تکیے بنا دئے۔دوسرا یہ بھی احتمال ہے کہ اگرچہ تصویر بالکل ختم نہ ہوئی ہو لیکن حقارت واہانت کی حالت میں تو یقیناً بدل گئی کہ اب مزین ومنصوب نہ رہی۔(قرطبی، بذل)

الا رقما فی ثوب۔ اس پر تفصیلی کلام ابھی گذرا ہے۔اسکا تیسرا جواب یہ بھی ہے کہ یہ حدیث نہی وارد ہونے سے پہلے کی ہے۔(عون) مالکیہ میں سے قاسم بن محمدؒ نے اسی سے استدلال کیا ہے۔

بالبطحاء . بطحاء مکہ، وادی محصب اسے خیف بنو کنانۃ بھی کہا جاتا تھا۔

حتی محیت . اسکا حاصل یہ ہے کہ دیواروں پر بنے نقشوں کو آپ ﷺ کے داخل ہونے سے پہلے مٹا دیا اور بتوں کو آپ ﷺ نے داخل ہو کر اپنے دست مبارک سے گرایا اور ہٹوایا کہ چھڑی مبارک کا اشارہ فرماتے اور "جاء الحق وزهق الباطل" پڑھتے۔

اخذ بيده ماء فنضح به مكانه . اگر گیلا کتا کسی جگہ پر بیٹھ جائے اور وہ جگہ گیلی ہو جائے تو وہ ناپاک ہو جاتی ہے پھر اسے دھویا جائے یا خوب خشک ہونے اور دھوپ لگنے سے پاک ہو جاتی ہے کیونکہ زمین کیلئے اصول ہے " يبسها زكوة و طهارة "زمین ومٹی کا خشک ہو جانا اسکی پاکی ہے تو یہ دھونا اور پانی ڈالنا اس جگہ کو پاک کرنے کیلئے تھا یا اسکے اثر اور بدبو کو زائل کرنے کیلئے دونوں کا حاصل صفائی اور اطمینان قلب ہے۔

ليأمر بقتل كلب الحائط الصغير . حائط کا معنی ہے گھیرنے والا اور احاطہ کرنے والا اس سے مراد ایسا باغ ہے جو دیوار یا خاردار شاخوں سے گھرا ہوتا ہے اور اسکی زمین درختوں کے سائے اور احاطے میں ہوتی ہے۔ چھوٹا باغ جس میں چند ایک پھلدار پیڑ ہوں تو اس میں زیادہ حراست وحفاظت کی ضرورت نہیں اس لیے اسکے کتے کو مار دینے کا حکم صادر فرمایا اور بڑے باغ کیلئے یہ حکم دیا کہ اس میں ضرورت ہوتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کتے کی سماعت اور سننے والی حس قوی اور تیز ہوتی ہے اور جس کان کی سماعت تیز ہوتی ہے سوتے میں اسکو اوپر کی جانب کرتا ہے اور کان کا حصہ اس پر بالکل ملا ہوا منطبق اور بند نہیں ہوتا بلکہ ذرا دور اور اوپر رہتا ہے اس لیے چوکیداری میں یہ سب سے آگے ہیں اور وفاداری تو اسکی شناخت ہے۔

البارحة اى الليلة الماضية . بمعنی گذشتہ شب۔ رات کے متعلق کوئی بات کہنی یا بتانی ہو تو زوال سے پہلے رأيت الليلة کہا جاتا ہے اور سورج ڈھلنے کے بعد اگر کہیں تو رأيت البارحة کہتے ہیں۔ على الباب تماثيل اى ستر فيه تماثيل . یہ تصاویر اور کتے کا ہونا مانع ہوئے انکو دور کرنے اور بدلنے کا حکم دیا۔ منبوذتين توطئان . پھینکے اور روندے جاتے ہیں۔ اس جملہ سے استدلال کیا گیا ہے حقارت واہانت والی صورتوں میں تصویر ہو تو حرج نہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جاندار کی تصویر کا سر مٹا دیا جائے تو پھر ٹھیک ہے۔ (معالم)

تحت نضد . نضد کا معنی ہے وہ چارپائی یا تختہ جس پر صبح سب بستر لپیٹ کر اکٹھے رکھ دیے جاتے ہیں النضد و السرير الذى ينضد عليه الثياب . وہ چارپائی جس پر تہہ بتہہ بستر و کپڑے رکھے جائیں۔ حسن وحسین رضی اللہ عنہما کیونکہ بچے تھے اور شوقیہ پال رکھا ہوگا اور نانا کے گھر آتے ہوئے ساتھ لائے۔ جو یقیناً بلا ضرورت تھا اس لیے اس کے نکالنے کا حکم ہوا۔

مصنوعی مجسموں کے کھلونوں کا حکم: سوال: بچوں کو کھلونے دینا کیسا ہے؟ جب کہ کھلونے میں جاندار جیسے مصنوعی انسان، گھوڑے، بکری، بلی وغیرہ کے بھی مجسمے ہوتے ہیں بینوا توجروا؟ **الجواب:** باسم ملہم الصواب: بچوں کو کھلونے دینا جائز ہے۔ مگر جاندار کے مجسمے جیسے انسان، گھوڑا، بکری، بلی وغیرہ دینا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۸، ص ۲۰۱)

٤٥ - بَابُ مَا جَاءَ فِى كَرَاهِيَةِ لُبْسِ الْمُعَصْفَرِ لِلرِّجَالِ وَالْقَسِّيِّ

مردوں کیلئے کسم کے رنگے ہوئے کپڑے پہننے کی ممانعت کے بیان میں

۱۰۱۵۔حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بنُ مُحَمَّدٍ البَغْدَادِيُّ،أخبرنا إِسْحَاقُ بنُ مَنْصُورٍ،أخبرنا إِسْرَائِيلُ،عَنْ أَبِي يَحْيَى،عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَحْمَرَانِ فَسَلَّمَ عَلَى النبيِّ ﷺ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النبيُّ ﷺ.

قَالَ أبوعيسى:هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ .وَمَعْنَى هَذَا الْحَدِيثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ:أَنَّهُ كَرِهُوا لُبْسَ المُعَصْفَرِ،وَرَأَوْا أَنَّ مَا صُبِغَ بِالْحُمْرَةِ بِالْمَدَرِ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ إِذَا لَمْ يَكُنْ مُعَصْفَراً.

”سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے ایک شخص گذرا اس کے بدن پر دوسُرخ کپڑے تھے۔اس نے نبی ﷺ کو سلام کیا آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا“ یہ حدیث حسن اس طریق سے غریب ہے۔علماء کے نزدیک اس حدیث مبارک کا مطلب یہ ہے کہ حضور نے کسم کے رنگے ہوئے کپڑوں سے کراہیت کی اسلئے اسکے سلام کا جواب نہ دیا،انکی رائے ہے کہ کسم کے علاوہ اور کسی چیز سے سُرخ رنگنا جائز ہے“

۱۰۱۶۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،حَدَّثَنَا أَبُوالأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ هُبَيْرَةَ بنِ مَرْيَمَ،قَالَ:قَالَ عَلِيُّ بنُ أَبِي طَالِبٍ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنِ القَسِّيِّ وَعَنِ المِيثَرَةِ وَعَنِ الجِعَةِ. قَالَ أَبُوالأَحْوَصِ:وَهُوَ شَرَابٌ يُتَّخَذُ بِمِصْرَ مِنَ الشَّعِيرِ. قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی،ریشمی کپڑے،کجاوے کے گدے اور”جعہ“ سے منع فرمایا ہے“ابوالاحوص کہتے ہیں”جعہ“ایک قسم کی شراب ہے جو مصر میں جَو سے بنائی جاتی ہے۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۰۱۷۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ،أخبرنا مُحَمَّدُ بنُ جَعْفَرٍ وعَبْدُالرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ،قالا:أخبرنا شُعْبَةُ عَنِ الأَشْعَثِ بنِ سُلَيْمٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بنِ سُوَيْدِ بنِ مُقَرِّنٍ عَنِ البَرَاءِ بنِ عَازِبٍ قال:أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ:أَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَ عِيَادَةِ المَرِيضِ،وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ،وَإِجَابَةِ الدَّاعِي،وَنَصْرِ المَظْلُومِ،وَإِبْرَارِ المُقْسِمِ،وَرَدِّ السَّلَامِ.وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ:عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ أَوْ حَلْقَةِ الذَّهَبِ وَآنِيَةِ الْفِضَّةِ وَلُبْسِ الْحَرِيرِ وَالدِّيبَاجِ وَالإِسْتَبْرَقِ وَالقَسِّيِّ.

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وأشعثُ بنُ سُلَيْمٍ هو أشعثُ بنُ أَبِي الشَّعْثَاءِ اسْمُهُ سُلَيْمُ بنُ الأَسْوَدِ.

”سیدنا براء بن عازب سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے۔اور سات سے منع کیا ہے۔ہمیں حکم دیا ہے جنازوں کے ساتھ چلیں بیمار کی عیادت کریں چھینکنے والے کا جواب دیں،دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کریں۔مظلوم کی مدد کریں۔قسم کھانے والے کو بری کروائیں،سلام کا جواب دیں۔اور سات چیزوں سے منع کیا ہے سونے کی انگوٹھی (یا راوی نے کہا) سونے کے کڑے سے چاندی کے برتن سے،حریر دیبا،استبرق،اور قسی کے کپڑے پہننے سے“

یہ حدیث حسن صحیح ہے،اشعث بن سلیم سے مراد اشعث بن ابی الشعثاء ہیں،ابوالشعثاء کا نام سلیم بن اسود ہے۔

تشریح: حدیث اول: الحبرة بكسر الحاء . ابن بطالؒ کہتے ہیں حبر یمنی کپڑوں میں سے ہے جو سوتی ہوتے تھے۔

قرطبیؒ کہتے ہیں اسے حبرۃ کہتے ہیں اس لیے کہ یہ خوبصورتی اورزینت کا سبب ہوتا تھا۔ سمیت حبرۃ لانھا تحبر ای تزین والتحبیر التزیین والتحسین .(فتح الباری) اعجب بمعنی احبّ پسندیدہ ہے۔

حبرۃ کے پسند کی وجوہ: اس میں حد سے زیادہ زینت وآرائش نہیں ہوتی، میل برداشت کرتا ہے، ہلکا پھلکا ہوتا ہے، اس میں سادگی ہے۔

برون آور سر از برد یمانی   کہ روئے تست صبح زندگانی

اب تو یمانی کپڑوں سے سر باہر لا   کہ زندگی کی نئی صبح ہو چکی (جامی)

۴۶۔بَابُ مَاجَاءَ فِی لُبْسِ الْبَیَاضِ

سفیدلباس کی ترغیب کے بیان میں

۱۰۱۸۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَھْدِیٍّ،حَدَّثَنَا سُفْیَانُ،عَنْ حَبِیبِ [بن أبی حبیب] بنِ أبی ثَابِتٍ، عَنْ مَیْمُوْنِ بْنِ أَبِی شَبِیْبٍ،عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قال:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:اَلْبَسُوا الْبَیَاضَ فَاِنَّھَا أَطْھَرُ وَأَطْیَبُ ،وَکَفِّنُوا فِیھَا مَوْتَاکُمْ.   ھذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ،وفی الباب عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ وَابنِ عُمَرَ.

''سیدنا سمرۃ بن جندبؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سفید کپڑے پہنو۔کیونکہ یہ سب سے پاک اور عمدہ ہوتے ہیں اور اپنے مُردوں کو ان ہی میں کفناؤ''

یہ حدیث حسن صحیح ہے،اس باب میں ابن عمر اور ابن عباس سے روایت ہے۔

تشریح: البسوا البیاض . اب لباس اور نفس ثوب کی بحث سے فارغ ہو کر انواع والوان کا تذکرہ شروع ہوتا ہے۔سفید لباس میں صفائی زیادہ ہے،خوبصورتی بھی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی تحسین میں فرمایا ایک حدیث میں ہے" فانھا من خیر ثیابکم "آپ ﷺ کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔(بذل)

۴۷۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الرُّخْصَةِ فِی لُبْسِ الْحُمْرَةِ لِلرِّجَالِ

مردوں کو سرخ کپڑے پہننے کی اجازت کے بیان میں

۱۰۱۹۔حَدَّثَنَا ھَنَّادٌ،حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بنُ الْقَاسِمِ،عَنِ الأَشْعَثِ وَھُوَ ابْنُ سِوَارٍ،عَنْ أَبِی إِسْحَاقَ،عَنْ جَابِرِ بنِ سَمُرَةَ قَالَ:رَأَیْتُ النبیَّ ﷺ فی لَیْلَةٍ إِضْحِیَانٍ،فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَی رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَإِلَی الْقَمَرِ وَعَلَیْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَإِذَا ھُوَ عِنْدِی أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ.

قَالَ أبوعیسی: ھٰذاحدیثٌ حسنٌ غریبٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِیثِ الأَشْعَثِ وروی شُعْبَةُ وَالثَّوْرِیُّ عَنْ أبی إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ:رَأَیْتُ عَلَی رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حُلَّةً حَمْرَاءَ.

حَدَّثَنَا بِذٰلِکَ مَحْمُودُ بنُ غَیْلَانَ،أخبرنا وَکِیعٌ،أخبرنا سُفْیَانُ عَنْ أبی إِسْحَاقَ،وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ

بَشّارٍ، أخبرنا مُحَمَّدُ بنُ جَعْفَرٍ، أخبرنا شُعْبَةُ عَن أبی إسْحَاقَ بِهٰذَا. وفی الحدیثِ کَلَامٌ أکثرُ من هذا: قال: سَألْتُ مُحَمَّداً فقلت لَهٗ: حدیثُ أبی إسْحَاقَ عَنِ البَرَاءِ أصَحُّ أوْحَدِیْثُ جَابِرِ بنِ سَمُرَةَ؟ فرَأی کِلَا الحدیثَیْنِ صحیحاً.

وفی البابِ عَنِ البَرَاءِ وَأبی جُحَیْفَةَ.

''سیدنا جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاندنی رات میں دیکھا آپ کے جسم اطہر پر لال جوڑا تھا میں رسول اللہ ﷺ کی طرف اور چاند کی طرف دیکھتا ہوں پھر آنحضرت ہی میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین ہیں''

یہ حدیث حسن غریب ہے، ہم اس کو صرف اشعث کی روایت سے پہچانتے شعبہ اور ثوری نے بواسطہ ابی اسحاق حضرت براء سے نقل کیا ہے کہ میں نے آں حضرت ﷺ کو سرخ جوڑا زیب تن کئے ہوئے دیکھا۔اس حدیث میں مزید کلام ہے، میں نے محمد بخاری سے پوچھا ابواسحاق کی روایت براء بن عازب سے زیادہ صحیح ہے یا جابر بن سمرہؓ سے؟ امام بخاریؒ کا خیال دونوں کی صحت پر رہا، اس باب میں براء اور ابی جحیفہ سے روایت ہے۔

تشریح: حضرت براءؓ کی یہ حدیث انعامات المنعم اول باب ۲۳ حلیتہ میں بھی مفصل گذری ہے۔

فی حلّة حمراء . ابن قیمؒ نے کہا ہے کہ ان سے غلطی سرزد ہوئی جس کی وجہ سے انہوں نے خالص گہرا سرخ رنگ سمجھا ہے بلکہ یہ پوشاک بنی ہوئی سرخ دھاریوں والی تھی۔

ائمہ ثلثہ کا استدلال: حلّۃ حمراء سے ان حضرات نے دلیل پکڑی ہے کہ سرخ لباس درست ومباح ہے حنفیہ کی طرف سے ایک جواب تو یہ دیا جاتا ہے کہ یہ محض سرخ رنگ نہ تھا بلکہ سرخ دھاریوں والی پوشاک تھی جیسے ابن قیمؒ نے کہا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بتقدیر تسلیم یہ بیان جواز پر محمول ہوگی آپ ﷺ نے یہ اس لیے زیب تن فرمایا تا کہ اس رنگ کو حرام نہ سمجھیں احتیاط وکراہت بحالھا ہے۔(عون)۔ان احادیث سے سرخ پوشاک کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے جسکا جواب ابھی گذرا ہے۔اس باب میں ایک اور کمزور روایت پیش کی جاتی ہے " انّ الشیطان یحبّ الحمرة وایاکم والحمرة" (عون) اخرجه الحاکم فی الکنی......... قال الشوکانی ضعیف لایصلح للحجیة . یہ ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے محض سرخ پوشاک کی کراہت کیلئے پہلے احادیث گذر چکی ہیں۔

٤٨۔بابُ مَاجَاءَ فی الثَّوْبِ الأخْضَرِ

سبز کپڑا پہننے کے بیان میں

۱۰۲۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِی، أخبرنا عُبَیْدُاللّٰهِ بْنُ إیَادِبْنِ لَقِیْطٍ، عَن أبِیهِ، عَن أبِی رِمْثَةَ قَالَ: رَأیْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَیْهِ بُرْدَانِ أخْضَرَانِ. هذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ لا نَعرِفُهٗ إلّا مِنْ حدیثِ عُبَیْدِاللّٰهِ بْنِ إیَادٍ. وأبو رِمْثَةَ التَّیْمِی یقَالُ اسْمُهٗ حَبِیبُ بْنُ حَیَّانَ، ویُقَالُ اسْمُهٗ رِفَاعَةُ بْنُ یَثْرِبِی.

''سیدنا ابورمثہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے آپ ﷺ کو دیکھا اس حال میں کہ آپ پر دو سبز چادریں تھیں''

یہ حدیث حسن غریب ہے۔اس کو ہم صرف عبید اللہ بن ایاد کی روایت سے پہچانتے ہیں ابورمثہ تیمی کا نام حبیب بن حبان ہے انکا نام رفاعۃ بن یثربی بھی کہا گیا ہے۔

تشریح: بردین اخضرین دو بڑی چادریں رداء وازار جیسے احرام میں دو چادریں استعمال کرتے ہیں عمومی لباس میں بھی ایسا ہی رواج تھا یہ رنگ نظر کیلئے مفید اور اہل جنت کے لباس والا رنگ ہے۔پھر متبادر یہی ہے کہ یہ خالص سبز تھا اور یہ احتمال بھی ہے کہ سبز دھاریاں تھیں۔(عون)

٤٩۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الثَّوْبِ الْأَسْوَدِ

سیاہ کپڑا پہننے کے بیان میں

۱۰۲۱۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ،حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ،أخبرنی أبی،عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ،عَنْ صَفِيَّةَ ابنةِ شَيْبَةَ،عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:خَرَجَ النبیُّ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَد. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی رسول اللہ ﷺ ایک دن صبح کو باہر نکلے تو آپ کے بدن مبارک پر سیاہ بالوں کی چادر تھی'' یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ کالے رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے اور آپ ﷺ سے سیاہ لباس، چادر اور عمامہ ثابت ہے۔(در)وفي الحديث جواز لبس السواد وهو متفق عليه . (بذل)والحديث يدلّ على مشروعية لبس السواد وانه لا كراهية فيه . (عون)ہمارے دیار میں کسی حد تک سیاہ رنگ کو سیاہ دل روافض نے اپنی پہچان اور ٹریڈ مارک بنالیا ہے بالخصوص محرم الحرام کے مہینے میں اس لیے انکی مشابہت سے بچتے ہوئے اگر کالے رنگ کا کپڑا، عمامہ، دوپٹہ وغیرہ استعمال کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

واقعہ: معروف خطیب مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ ایک مرتبہ محرم کے مہینے میں ایک بدطن رافضی سے ملاقات ہوئی جس نے کالے کپڑے نہ پہنے تھے تو میں نے کہا:''اوجی کالے کپڑے نہیں پائے''تو اس نے جواب دیا''چھڈو مولوی جی دل کالے ہوڑیں چاھیدے نے''یعنی کالے کپڑوں میں کیا رکھا ہے بغض صحابہ سے دل کالا ہو گیا بس۔استغفر الله۔راقم اس میں اتنا اضافہ کرتا ہے کہ اگر اس بدمذہبی اور عقائد باطلہ سے توبہ نہ کی تو پھر کل یہ سیاہی بوتھے شریف تک سرایت کر جائے گی یعنی منہ تک چنانچہ ارشاد ربانی ہے '' وتسودّ وجوه ''(ال عمران ۱۰۴)بعض چہرے سیاہ ہونگے۔ اللهم احفظنا من عقائدهم ومكائدهم

۵۰۔بَابُ مَاجَاءَ فِی الثَّوْبِ الْأَصْفَرِ

زرد کپڑا پہننے کے بیان میں

۱۰۲۲۔حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَمِيدٍ،أخبرنا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ الصَّفَّارُ أَبُو عُثْمَانَ،أخبرنا عَبْدُاللهِ بْنُ حَسَّانَ أَنَّهُ حَدَّثَتْهُ حَدَّثَاهُ

صَفِيَّةُ بِنْتُ عُلَيْبَةَ وَدُحَيْبَةُ بِنْتُ عُلَيْبَةَ،حَدَّثَتَاهُ عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ،وَكَانَتَا رَبِيبَتَيْهَا وَقَيْلَةُ جَدَّةُ أَبِيهِمَا أُمُّ أُمِّهِ أَنَّهَا قَالَتْ: قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ،فَذَكَرَتِ الحديثَ بِطُولِهِ حَتَّى جَاءَ رَجُلٌ وَقَدِارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ،فَقَالَ:السَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ،وَعَلَيْهِ۔تَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ۔أَسْمَالُ مُلَيَّتَيْنِ كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ وَقَدْنَفَضَتَا وَمَعَهُ عَسِيبُ نَخْلَةٍ. قَالَ أبوعيسى: حديث قَيْلَةَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا من حديث عبدِاللّٰه بنِ حَسَّانَ.

''سیدہ قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس اترے۔اس کے بعد حضرت قیلہؓ نے لمبی حدیث بیان کی (پھر آخر میں فرمایا) یہاں تک کہ ایک شخص آیا اور اس وقت سورج بلند ہو چکا تھا۔اس نے کہا السلام علیکم آنحضرت نے فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ آپ کے بدن مبارک پر دو بے سلے بوسیدہ کپڑے تھے۔اور وہ دونوں زعفران سے رنگے ہوئے تھے۔لیکن ان کا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا۔اور آپ کے پاس کھجور کی ایک چھوٹی سی شاخ تھی'' قیلہ کی حدیث ہم صرف عبداللہ بن حسان کی روایات سے پہچانتے ہیں۔

٥١۔بَابُ مَاجَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ التَّزَعْفُرِ وَالْخلوقِ لِلرِّجَالِ

مردوں کیلئے زعفران اور خلوق کی ممانعت کے بیان میں

١٠٢٣۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،أخبرنا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ[قال:ح]وحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ،حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ،عَنْ حَمَّادِ بنِ زَيْدٍ عَنْ عبدِالعَزِيزِ بنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قال:نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ.

قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ،وَرَوَى شُعْبَةُ هذا الحديثَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُلَيَّةَ عَنْ عبدِالعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ:أَنَّ النبيَّ ﷺ نَهَى عَنِ التَّزَعْفُرِ.حَدَّثَنَا بِذَلِكَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ،أخبرنا آدَمُ عَنْ شُعْبَةَ.
قَالَ أبوعيسى: وَمَعْنَى كَرَاهِيَةِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ أَنْ يَتَطَيَّبَ بِهِ.

''سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو زعفران لگانے سے منع فرمایا ہے''
یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔شعبہ نے اسی حدیث کو بواسطہ اسماعیل بن علیہ عبدالعزیز بن صہیب ،حضرت انس سے نبی ﷺ سے نقل کیا ہے آپ نے مردوں کو زعفران لگانے سے منع فرمایا۔ہم سے اس کو عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے بواسطہ آدم ،شعبہ سے نقل کیا۔نیز شعبہ کہتے ہیں کہ مردوں کو زعفران لگانے کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کو اس کی خوشبو لگانا منع ہے۔

١٠٢٤۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ،حَدَّثَنَا أَبُودَاوُدَالطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَطَاءِ بنِ السَّائِبِ قال:سَمِعْتُ أَبَا حَفْصِ بنِ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنْ يَعْلَى بنِ مُرَّةَ:أَنَّ النبيَّ ﷺ أَبْصَرَ رَجُلاً مُتَخَلِّقاً،قال:اذْهَبْ فَاغْسِلْهُ ثُمَّ لَاتَعُدْ.

قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ حسنٌ،وقد اخْتَلَفَ بَعْضُهُمْ فِي هذا الإسْنَادِ عَنْ عَطَاءِ بنِ السَّائِبِ.قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيَى بنُ سَعِيدٍ:مَنْ سَمِعَ من عَطَاءِ بنِ السَّائِبِ قَدِيماً فَسَمَاعُهُ صَحِيحٌ،وَسماعُ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ مِنْ عَطَاءِ بنِ السَّائِبِ صحيحٌ إِلَّا حَدِيثَيْنِ عَنْ عطاءِ بنِ السائِبِ عَنْ زَاذَانَ.قَالَ شُعْبَةُ:سَمِعْتُهُمَا مِنْهُ بِآخِرِهِ.

قَالَ أبوعيسى: يُقَالُ إنَّ عطاءَ بنَ السَّائِبِ كَانَ فى آخِرِ أمْرِهِ قَدْسَاءَ حِفْظُهُ. وفى الباب عَن عَمَّارٍ وأبى مُوسَى وأنَسٍ. و أبوحفص هو أبوحفص بن عمر.

''سیدنا یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبیﷺ نے ایک شخص کو خلوق لگائے ہوئے دیکھا تو فرمایا جاؤ اس کو دھولو۔ پھر اس کے بعد اس کو نہ لگانا''

یہ حدیث حسن ہے۔ بعض نے اس اسناد عطاء بن سائبؒ پر اختلاف کیا ہے۔ علی کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید نے کہا جس نے عطاء بن سائب سے شروع زندگی میں سنا اس کا سماع صحیح ہے، شعبہ اور سفیان کا سماع بھی عطاء بن سائب سے صحیح ہے۔ مگر دو حدیثیں جو عطاء بن سائب سے زاذان سے مروی ہیں۔ شعبہ کہتے ہیں۔ میں نے ان دونوں کو عطاء سے اخیر عمر میں سنا۔ اخیر عمر میں ان کا حافظہ اچھا نہیں رہا تھا۔ اس باب میں عمار ابو موسیٰ اور انس سے روایات ہیں۔

۵۲۔ بَابُ مَاجَاءَ فِى كَرَاهِيَةِ الْحَرِيرِ وَالدِّيْبَاجِ

حریر اور دیبا پہننے کی ممانعت کے بیان میں

۱۰۲۵۔ حَدَّثَنَا أحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا إسْحَاقُ بنُ يُوسُفَ الأزْرَقُ حدثنى عبدُالمَلِكِ بنُ أبِى سُلَيْمَانَ، حدثنى مَوْلَى أسْمَاءَ عَن ابنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ يَذْكُرُ أنَّ النبىَّ ﷺ قَالَ: مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فى الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِى الآخِرَةِ.

وفى البابِ عَن عَلِيٍّ وَحُذَيْفَةَ وَأنَسٍ وَغَيْرِ وَاحِدٍ قَدْ ذَكَرْنَاهُ فى كِتَابِ اللِّبَاسِ. (فى المجلد الاوّل)

قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ. وقد رُوِىَ من غيرِ وَجْهٍ عَن عَمْرٍو مَوْلَى أسْمَاءَ بنت أبى بَكْرٍ الصِّدِّيقِ واسْمُهُ عبدُاللهِ ويُكْنَى أبَاعَمْرٍو. وقد رَوَى عَنْهُ عَطَاءُ بنُ أبِى رَبَاحٍ وَعَمْرُو بنُ دِينَارٍ.

''سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبیﷺ نے فرمایا جس نے دنیا میں خالص ریشم پہنا وہ آخرت میں اس کو نہ پہنے گا''

اس باب میں علی حذیفہ، انس اور دوسرے کثیر حضرات سے روایات ہیں جن کو ہم نے کتاب اللباس میں ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور مختلف طریقوں سے حضرت عمر اور حضرت اسماء کے غلام عبداللہ سے مروی ہے ان کی کنیت ابو عمرو ہے۔ ان سے عطاء بن ابی رباح اور عمرو بن دینار نے نقل کیا ہے۔

تشریح: ریشمی لباس: ریشم کے استعمال کے متعلق چند مسائل ہیں۔

۱۔ خالص ریشم جسے حدیث پاک میں حریر مُصْمَت کہا گیا ہی بالاتفاق مردوں کیلیے حرام اور منع ہے اضطراری بیماری اور مجبوری کی حالت میں آئمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے مثلاً کسی کو خارش ہو کہ اس کے پہننے سے افاقہ کا یقین ہو۔

۲۔ میدان جنگ میں امام شافعیؒ، احمدؒ، صاحبینؒ کے نزدیک مکمل خالص ریشم پہننا جائز ہے کہ تلوار کے مقابلہ میں تحفظ و پروف اور آڑ کا فائدہ دیتا ہے کہ اس سے تلوار پھسل جاتی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ایسی حالت میں بالکل خالص نہیں بلکہ ملاوٹ والا

ریشم استعمال کیا جائے خواہ ریشم زیادہ ہی کیوں نہ ہو لیکن بالکل خالص سے احتراز رہی ہے۔

اس کے متعلق صاحب اعلاء السنن رقمطراز ہیں: فقول ابی حنیفةؒ فی الباب اورعُ واحوطُ وقولهما اوسع واقوی واضبط . (اعلاء السنن ج۱۷ ص ۳۴۸ حظر واباحة باب لبس الحرير لمعذور)

۳- ایسا کپڑا جسکا تانا اور طول ریشم کا ہو اور بانا اور عرض سوتی وغیرہ ہو تو اسکا استعمال بھی جائز نہیں للاکثر حکم الکل کے تحت یہ بھی ریشم کے زمرے میں شمار ہوگا۔

۴- اگر تانا اور طول سوتی اور بانا اور عرض ریشمی ہو تو یہ پہننا جائز ہے۔ (ہدایہ)

۵- ریشمی بچھونا، تکیہ، نمدہ، بستر امام ابوحنیفہؒ اور ابن ماجشون مالکیؒ اور بعض شوافع کے نزدیک جائز ہے جبکہ اکثر مالکیہ، شوافع، صاحبینؒ کے نزدیک مردوں کیلئے ریشمی بچھونا استعمال کرنا جائز نہیں۔ (بذل باب الحریر للنساء)

ریشمی پردے: بذل کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ پردوں کا حکم بھی بستر و بچھونے کے مثل ہے واما اللبس : فمجمع عليه بان لبس الذهب والحرير (الخالص) لا يجوز للرجال وامّا سوى اللبس فقال ابو حنيفة لا بأس بافتراش الحرير والديباج والنوم عليها وكذا الوسائد والمرافق والبسط والستور من الديباج والحرير اذا لم يكن فيها تماثيل وقال ابو يوسف ومحمد يكره جميع ذلک . (بذل)

بہر حال ریشم کا پہننا سوہ بالا جماع مردوں کیلئے جائز نہیں اور پہننے کے سوا دیگر استعمال میں امام صاحبؒ کے نزدیک کوئی حرج نہیں کہ بستر، تکیہ، پردہ وغیرہ میں استعمال ہو اس پر بیٹھیں اور سوئیں جبکہ صاحبینؒ ان سب کو مکروہ تحریمی فرماتے ہیں' اس عبارت سے اس میں توسیع معلوم ہوتی ہے اس تفصیل کے مطابق صحاح میں احادیث مذکور ہیں جن سے خلاصہ کے طور پر یہی مسائل حاصل ہوتے ہیں۔

باب کی حدیثوں میں ریشم کی حرمت مذکور ہے اور مردوں کیلئے یہ حکم قطعی ہے۔

لا خلاق له في الآخرة. یعنی نافرمانی کے ارتکاب اور حرام کے استعمال کی وجہ سے آخرت کی نعمتوں سے محروم رہے گا پھر اگر کافر ہو تو بالکل محرومی ہوگی اور مؤمن فاسق وعاصی ہو تو جنتی ریشم سے محروم ہوگا جو بڑے ہی خسارے کی بات ہے۔

ریشم کی حرمت کی عقلی وجہ: بذل کے حاشیہ میں ہے کہ امام غزالیؒ نے اسکی وجہ تحریر کی ہے کہ ریشم میں لچک اور للچائی کی سی کیفیت ہے جو مرد کی شجاعت وحمیت کے منافی ہے اس لیے منع فرمایا" بانّ فى الحرير خنوثة لا تليق بشهامة الرجل " . حضرت تھانویؒ نے مصالح عقلیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہایت عیش پسندی (جو کبر وخود پسندی کی موجب ہو) پسند نہیں اور سونے اور حریر میں یہ دونوں ہیں پھر ترفع وتفاخر بھی اس میں ہے اس لیے اسے منع کیا گیا اور مردوں وعورتوں میں امتیاز بھی مقصود ہے اس لیے سونا وریشم مردوں کیلئے منع اور مستورات کیلئے مباح فرمایا جبکہ آخرت کو دنیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

۵۳_بابٌ بلاعنوان

۱۰۲۶_حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَسَمَ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ

مَخْرَمَةَ شَيْئاً،فَقَالَ مَخْرَمَةُ:يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ،فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ،قَالَ:اُدْخُلْ فَادْعُهُ لِي،فَدَعَوْتُهُ لَهُ،فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا.فقال:خَبَأْتُ لَكَ هٰذَا .قال:فَنَظَرَ اِلَيْهِ فقال:رَضِيَ مَخْرَمَةُ .

هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ،وابنُ أَبِي مُلَيْكَةَ اسْمُهُ عَبْدُاللّٰهِ بنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ أَبِي مُلَيْكَةَ.

''سیدنا مسور بن مخرمہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے قبائیں تقسیم فرمائی مگر مخرمہ کو کچھ نہ دیا حضرت مخرمہ نے مجھ سے کہا بیٹا مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو میں ان کے ہمراہ چلا۔انہوں نے فرمایا اندر جا کر رسول اللہ ﷺ کو میرے لئے بلاؤ میں نے حضور کو بلایا تو آپ باہر تشریف لائے اس وقت حضور کے پاس ان میں سے ایک قبا تھی آپ نے فرمایا میں نے تمہارے چھپا رکھی تھی ، راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت مخرمہ نے آپکی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا مخرمہؓ راضی ہوگیا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: قسم رسول اللهﷺ اقبية . اقبیۃ یہ قُباءٌ کی جمع ہے بمعنی قبہ ، چوغہ۔القباء بفتح القاف قبو سے مشتق ہے بمعنی ملانا۔(عون)

فقال مخرمةؓ یابنیّ انطلق بنا . حضرت مخرمہؓ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے غزوہ حنین میں شریک رہے انتقال ۵۴ھ میں ہوا، آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس وقت نابینا تھے جیسا کہ انطلق بنا کے جملے سے وہم ہوسکتا ہے اس لیے کہ بچے کو ساتھ لیجانا اس لیے تھا تا کہ آپ ﷺ کو گھر سے بلانے اور ملاقات میں سہولت رہے اور یہ الفاظ حدیث سے نمایاں ہے یہ جملہ اس وقت نابینا ہونے کو مستلزم نہیں۔ کمالا یخفی علی ارباب العلم .

قال : رضی مخرمة. ا۔ نبی ﷺ نے دریافت کیا کہ مخرمہ خوش ہوا؟ ۲۔ آپ ﷺ نے خبر دی کہ مخرمہ راضی ہو چکا۔ ۳۔ مخرمہ نے جبہ لیکر کہا مخرمہ خوش ہوگیا۔ اسمیں یہ تینوں احتمال ہیں پہلے دو میں قال کی ضمیر کا مرجع آپ ﷺ اور آخری صورت میں مرجع مخرمہؓ ہیں۔ بخاری شریف مین یہ روایت قدرے مفصل ہے اور اسکے آخر میں ہے " وكان في خُلقه شدة " اس میں مخرمہ کے جلدی سے بچے کو لیکر آنے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ صحابی رسول اور مومن تھے صرف انکی طبیعت میں تیزی اور شدت تھی جس کی وجہ سے جلدی ہی اپنے کو حصہ نہ ملنے پر آپہنچے پھر حبیب دو عالم کی مردم شناسی بھی کہ آتے لیتے آئے۔

٥٤ ـ بابُ مَاجَاءَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ

اللہ کو پسند ہے کہ بندہ پر اس نعمت کا اثر دیکھائی دے

١٠٢٧ ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ،أخبرنا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ،أخبرنا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَمْرِو بِنِ شُعَيْبٍ،عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ.

وفي الباب عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِيهِ وَ عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ وَابنِ مسعودٍ.هذا حديثٌ حسنٌ.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ پسند فرماتے ہیں بندہ پر اس نعمت کا اثر دیکھے''۔

اس باب میں ابوالاحوص سے بواسطہ والد عمران بن حصین اور ابن مسعودؓ سے روایات ہیں، یہ حدیث حسن ہے۔

۵۵۔بَابُ مَاجَاءَ فِي الْخُفِّ الْأَسْوَدِ

سیاہ موزہ پہننے کے ذکر میں

۱۰۲۸۔حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ دَلْهَمَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى لِلنَّبِيِّ ﷺ خُفَّيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

قال: هذا حديثٌ حسنٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ من حديثِ دَلْهَمَ. وقد رَوَاهُ مُحَمَّدُ بنُ رَبِيعَةَ عَنْ دَلْهَمَ.

''حجیر بن عبداللہ، ابن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں نجاشی نے سیاہ رنگ کے دوسادے موزے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہدیۃً بھیجے آپ نے ان دونوں کو پہنا پھر وضوء کیا اور دونوں موزوں پر مسح کیا''

یہ حدیث حسن ہے، ہم اس کو صرف دلہم کی روایت سے پہچانتے ہیں، محمد بن ربیعہ نے بھی اسکو دلہم سے روایت کیا ہے

۵۶۔بَابُ مَاجَاءَ فِي النَّهْيِ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ

سفید بال اکھاڑنے کی ممانعت کے بیان میں

۱۰۲۹۔حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، أخبرنا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ النبيَّ ﷺ نَهَى عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ وَقَالَ: إِنَّهُ نُورُ الْمُسْلِمِ.

قال: هذا حديثٌ حسنٌ. قدرُوِيَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ وَغَيْرِ وَاحِدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ.

''نبی ﷺ نے سفید بال اکھاڑنے سے منع فرمایا اور کہا یہ مسلمان کا نور ہیں''

یہ حدیث حسن ہے، عبدالرحمٰن بن حارث اور دوسرے لوگوں نے اس کو عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے۔

تشریح: الشیب . یہ نہی تنزیہی ہے کہ سفید بال اکھیڑنا مکروہ ہے اس سے بچو۔ عموماً سفید بال زیادہ عمر اور بڑھاپے میں نمودار ہوتے تھے اب تو غذا اور آب وہوا کی وجہ سے بلوغ سے پہلے ہی (دانت میلے ہوجاتے ہیں) سفید بال تشریف لاتے ہیں۔

لا فرق بين نتفه من اللحية والرأس والشارب .... للرجل والمرأة. سفید بال نوچنے میں مرد وعورت دونوں کیلئے ممانعت وکراہت ہے کیونکہ یہ نور المسلم ہیں۔ بذل میں لکھا ہے کہ حجام آپ ﷺ کا خط بنا رہا تھا اس نے داڑھی مبارک میں ایک سفید بال دیکھا اور اس کو لینے کیلئے وہ جھکا تو آپ ﷺ نے منع فرمایا اور اس کا ہاتھ روک دیا پھر فرمایا " **من شاب شيبة في الاسلام كانت له نورا يوم القيامة** ". (بذل) تو یہ حدیث مبارکہ کا شان ورود ہوگیا ہے۔ پہلے پارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں مفسر خازنؒ نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے اولاد آدم میں سے سفید بال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا جب ان کو اپنا سفید بال دکھائی دیا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا یہ وقار ہے تو کہا " **زدني وقارا** " اسکی مکمل عبارت یہ ہے:

عن يحيىٰ بن سعيد انه سمع سعيد بن مسيب يقول : كان ابراهيم خليل الرحمن اوّل الناس ضيّف الضيف ،

واول الناس قصّ شاربه ، واول الناس رأى الشيب،قال يا ربّ زدني وقاراً . اخرجه مالک فی الموطا (خازن ۱/۸۶)

٥٧۔بَابُ مَاجَاءَ أَنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ

جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے

۱۰۳۰۔حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ،أخبرنا وَكِيعٌ عَنْ دَاوُدَ بنِ أبي عَبْدِاللهِ عَنِ ابنِ جَدْعَانَ،عَنْ جَدَّتِهِ،عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:المُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ.

وفي البابِ عَنِ ابنِ مَسْعُودٍ وأَبِي هُرَيْرَةَ وابنِ عُمَرَ.قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ غريبٌ من حديثِ أُمِّ سَلَمَةَ.

''سیدہ ام سلمہؓ سے مروی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے''

اس باب میں ابن مسعود ابو ہریرہؓ اور ابن عمر سے روایات ہیں، یہ حدیث ام سلمہ کی روایت سے غریب ہے۔

۱۰۳۱۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ،حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بنُ مُوسَى،حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَن عبدِالمَلِكِ بنِ عُمَيْرٍ عَن أبي سَلَمَةَ بنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:المُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ قال:هذا حديث حسن،وقد روى غيرُ وَاحِدٍ عَنْ شَيْبَانَ بنِ عبدِالرَّحْمٰنِ النَّحْوِيِّ ،وَشَيْبَانُ هُوَ صَاحِبُ كِتَابٍ،وَهُوَ صحيحُ الحديثِ،ويُكْنَى أبا مُعَاوِيَةَ.

حَدَّثَنَا عبدُالجَبَّارِ بنُ العَلَاءِ العَطَّارُ عَن سُفْيَانَ بنِ عُيَيْنَةَ قَالَ: قَالَ عبدُالمَلِكِ بنُ عُمَيْرٍ:إنِّي لأُحَدِّثُ الحديثَ فما أدعُ مِنْهُ حَرْفاً .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے''

اس حدیث کو مختلف لوگوں نے شیبان بن عبدالرحمٰن نحوی سے ذکر کیا ہے اور شیبان صاحب کتاب ہیں حدیث میں بھی صحیح ہیں ان کی کنیت ابو معاویہؓ ہے، ہم سے عبدالجبار بن علاء العطار نے بواسطہ سفیان بن عیینہ عبدالمالک بن عمیر سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا میں حدیث بیان کرتا ہوں اور اس میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں کرتا۔

٥٨۔بَابُ مَاجَاءَ فِي الشُّؤْمِ

بدفالی کے بیان میں

۱۰۳۲۔حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ،حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَن سَالِمٍ وَحَمْزَةَ ابْنَيْ عبدِاللهِ بنِ عُمَرَ عَن أَبِيهِمَا:أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ:الشُّؤْمُ فِي ثَلَاثَةٍ:فِي الْمَرْأَةِ وَالْمَسْكَنِ وَالدَّابَّةِ.

''سالم حمزہ دونوں اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر سے نقل کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا بدفالی تین چیزوں میں ہے عورت میں، گھر میں اور جانور میں''

قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ،وبعضُ أصحابِ الزُّهْرِيِّ لَا يَذْكُرُونَ فِيهِ عَن حَمْزَةَ،وَإِنَّمَا يَقُولُونَ عَن سَالِمٍ عَن أَبِيهِ عَنِ النبيِّ ﷺ .وَهٰكَذَا رَوَى لَنَا ابنُ أَبِي عُمَرَ هذا الحديثَ،عَن سُفْيَانَ بنِ عُيَيْنَةَ،عَن

الزُّهْرِیِّ،فَقَالَ عَنْ سَالِمٍ وَحَمْزَةَ ابْنَيْ عَبْدِاللهِ بنِ عُمَرَ،عَنْ أَبِيهِمَا عَنِ النبیِّ ﷺ.

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ،أخبرنا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النبیِّ ﷺ بِنَحْوِهِ ولم يَذْكُرْ فِيهِ سَعِيدُ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ،عَنْ حَمْزَةَ، وَرِوَايَةُ سَعِيدٍ أَصَحُّ لِأَنَّ عَلِيَّ بنَ الْمَدِينِيِّ وَالْحُمَيْدِيَّ،رَوَيَا عَن سُفْيَانَ،وَلَمْ يَرْوِ لَنَا الزُّهْرِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ إِلَّا عَنْ سَالِمٍ،عَنِ ابْنِ عُمَرَ،وَرَوَى مَالِكُ بنُ أَنَسٍ،هذا الْحَدِيثَ،عَنِ الزُّهْرِيِّ،وقالَ عَنْ سَالِمٍ وَ حَمْزَةَ ابْنَيْ عَبْدِاللهِ بنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِمَا.

وَفِي الباب عَنْ سَهْلِ بنِ سَعْدٍ وَعَائِشَةَ وَأَنَسٍ.وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النبیِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ:إِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِي شَيْءٍ فَفِي الْمَرْأَةِ وَ الدَّابَّةِ وَالْمَسْكَنِ.وَقَدْ رَوَى حَكِيمُ بنُ مُعَاوِيَةَ،قَالَ:سَمِعْتُ النبیَّ ﷺ يَقُولُ: لَا شُؤْمَ،وَقَدْ يَكُونُ الْيُمْنُ فِي الدَّارِ وَ الْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ.

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ،حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بنُ عَيَّاشٍ،عَنْ سُلَيْمَانَ بنِ سُلَيْمٍ،عَنْ يَحْيَى بنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ،عَن مُعَاوِيَةَ بنِ حَكِيمٍ عَنْ عَمِّهِ حَكِيمِ بنِ مُعَاوِيَةَ،عَنِ النبیِّ ﷺ بِهٰذَا .

یہ حدیث حسن صحیح ہے، زہری کے بعض شاگرد اس حدیث کو صرف سالم سے نقل کرتے ہیں۔حمزہ سے نہیں۔حمزہ اور سالم دونوں کی روایت ہم سے ابن ابی عمر سے اپنی سند سے روایت کی ہے۔سعید بن عبدالرحمٰن نے اس روایت میں حمزہ کو ذکر نہیں کیا سعید کی روایت اصح ہے کیونکہ علی بن مدینیؒ اور حمیدیؒ دونوں نے اس کو سفیان سے روایت کیا ہے۔ اور ہم سے زہری نے بھی حدیث صرف سالم ہی سے بیان کی۔اور مالک بن انس نے اس روایت کو زہری سے سالم اور حمزہ دونوں سے نقل کیا اس باب میں سہل بن سعد، عائشہ اور انس سے روایات ہیں۔

اور نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اگر بدفالی کسی چیز میں ہے تو وہ عورت گھر اور گھوڑے میں ہے۔حکیم بن معاویہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔بدفالی کوئی چیز نہیں۔اور کبھی کبھی نیک فالی گھر، عورت اور گھوڑے میں ہوتی ہے۔حدیث سابق کی مثل ہے۔

تشریح : ففي المرأة والمسكن والفرس . بالفرض اگر بدشگونی ہوتی تو بدکنے والے سرکش گھوڑے میں، زبان دراز عورت میں، تنگ گھر میں ہوتی۔آپ ﷺ نے اس میں بدشگونی کی تفصیل اور استثناء کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بدشگونی منع اور غلط ہے لیکن اگر کسی چیز سے مسلسل تکلیف اور مذمت وملامت اور محرومی مل رہی ہو تو اس سے جدائی حاصل کی جاسکتی ہے۔یہ ضروری نہیں کہ بدشگونی تو ہے نہیں تو بندہ تکلیف میں ہی مجبور رہے حدیث پاک میں ہے: لا عدوىٰ ولا طيرة وانما الشؤم في ثلاثة المرأة والفرس والدار . (بخاری ومسلم) امراض میں تعدی اور بدشگونی نہیں نحوست تو بدزبان عورت، سرکش گھوڑے اور تنگ گھر میں ہے۔

عورت، گھر اور گھوڑے میں شؤم کا مطلب: ا۔ عورت کی نحوست ومصیبت کا مطلب بانجھ ہونا اور بچہ نہ جننا، گھوڑا جو میدان میں کام نہ دے، گھر جس کا پڑوسی بُرا ہو (ابن حجرؒ)

۲۔ ابن عمرؓ نے فرمایا منحوس عورت کا مطلب یہ ہے کہ جس نے اپنی شادی سے پہلے آشنا بنایا پھر شادی کے بعد اسی کی طرف مائل ہوئی

،گھوڑا جو تنگ کرنے والا ہو، گھر جو مسجد سے اتنا دور ہو کہ اذان واقامت سنائی نہ دیتی ہو۔ اگر ان تینوں میں مذکورہ باتیں پائی جائیں تو یہ مشئوم ہیں اگر یہ چیزیں ان میں نہ ہوں تو باعث برکت ومسعود ہیں۔ (عون وقال سنده ضعيف)

۳- اس کا مطلب ہے کہ وہ عورت جو شوہر سے صحبت کرنے میں کترائے اور ناپسند کرے، گھر جس میں رہنے کو جی نہ چاہے، گھوڑا اور خادم جس پر دل نہ ٹھکے۔ بس یہی انکی شومی ونحوست ہے۔

مسئلہ: نہایہ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے اس میں امر اصلاحی فرمایا کہ عورت، گھر، گھوڑا (سواری) کلفت وکراہت اور عدم الفت واکتاہٹ کا سبب ہوں تو بیوی کو طلاق دیکر اور گھر اور گھوڑے کو بیچ کر چھٹکارا پائے روز کے رونے سے ایک دن کا رونا اچھا ہے۔ (عون)

حدیث پاک میں ہے: من سعادة ابن ادم المرأة الصالحة والمسكن الصالح (اى الواسع وخير الجار) والمركب الصالح ومن شقوة ابن ادم المرأة السوء والمسكن السوء والمركب السوء. (مجمع الزوائد ۴/ ۲۷۲) نیک بیوی، کشادہ گھر، اچھی سواری آدمی کی سعادت مندی ہے، بدزبان بیوی، تنگ گھر، بری سواری شقاوت ہے۔

۵۹۔ بَابُ مَا جَاءَ لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ ثَالِثٍ

تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی آپسمیں سرگوشی نہ کریں

۱۰۳۳۔ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، أخبرنا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ صَاحِبِهِمَا. وَقَالَ سُفْيَانُ فِي حَدِيثِهِ: لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الثَّالِثِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهُ. قَالَ أبو عيسى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ وَاحِدٍ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُؤْذِي الْمُؤْمِنَ وَاللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَكْرَهُ أَذَى الْمُؤْمِنِ. وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ.

"سیدنا عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم تین شخص ہو تو دو آدمی اپنے ساتھی کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کریں"

سفیان نے اپنی حدیث میں کہا۔ دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر آپس میں راز کی باتیں نہ کریں کیونکہ ایسا کرنے سے تیسرے کو تکلیف ہوگی، یہ حدیث حسن ہے، اور نبی ﷺ سے مروی ہے کہ دو آدمی تیسرے کے سوا آپس میں راز کی باتیں نہ کریں کیونکہ اس سے مومن کو تکلیف ہوتی ہے اور مومن کی تکلیف کو اللہ پسند نہیں کرتے اس باب میں ابن عمر ابو ہریرہؓ اور ابن عباس سے روایات ہیں۔

٦٠۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی الْعِدَةِ

وعدہ پورا کرنے کی فضیلت کے بیان میں

۱۰۳۴۔ حَدَّثَنَا وَاصِلُ بنُ عَبْدِالأَعْلَی الْکُوفِیُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ، عَنْ إِسْمَاعِیلَ بنِ أَبِی خَالِدٍ، عَنْ أَبِی جُحَیْفَةَ، قَالَ: رَأَیْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَبْیَضَ قَدْشَابَ، وَکَانَ الْحَسَنُ بنُ عَلِیٍّ یُشْبِهُهُ، وَأَمَرَلَنَا بِثَلَاثَةَ عَشَرَقَلُوصاً فَذَهَبْنَا نَقْبِضُهَا فَأَتَانَا مَوْتُهُ فَلَمْ یُعْطُونَا شَیْئاً، فَلَمَّا قَامَ أَبُوبَکْرٍ قَالَ: مَنْ کَانَتْ لَهُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عِدَةٌ فَلْیَجِیءْ، فَقُمْتُ إِلَیْهِ فَأَخْبَرْتُهُ فَأَمَرَلَنَا بِهَا. هذا حدیثٌ حسنٌ.

وَقَدْ رَوَی مَرْوَانُ بنُ مُعَاوِیَةَ هَذَا الْحَدِیثَ بِإِسْنَادٍ لَهُ عَنْ أَبِی جُحَیْفَةَ نَحْوَ هَذَا. وَقَدْ رَوَی غَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ إِسْمَاعِیلَ بنِ أَبِی خَالِدٍ عَنْ أَبِی جُحَیْفَةَ قَالَ: رَأَیْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَکَانَ الْحَسَنُ بنُ عَلِیٍّ یُشْبِهُهُ وَلَمْ یَزِیدُوا عَلَی هَذَا.

''سیدنا ابوجحیفہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ چمکتی رنگت والے بوڑھے ہوگئے ہیں اور حسن بن علیؓ آپ کے ہمشکل تھے۔ حضور نے ہمارے لئے تیرہ اونٹنیوں کا حکم فرمایا ہم اونٹنیوں پر قبضہ کیلئے گئے اتنے میں آپ کی وفات کی خبر آئی۔ لوگوں نے ہمیں ایک اونٹنی بھی نہ دی۔ پھر جب حضرت ابوبکر صدیقؓ اٹھے اور فرمایا جس کے پاس رسول اللہ ﷺ کا وعدہ ہو وہ آئے یہ سن کر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف بڑھا اور اس واقعہ کی خبر دی۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہمیں اونٹنیاں دینے کا حکم فرمایا'' یہ حدیث حسن ہے، مروان بن معاویہ نے اسحدیث کو اپنی اسناد سے ابن جحیفہ سے اسی کی مثل نقل کیا ہے اور متعدد لوگوں نے بواسطہ اسماعیل بن ابی خالد حضرت ابوجحیفہ سے صرف اتنا نقل کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا اور حسن بن علیؓ آپ کے مشابہ تھے۔

۱۰۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا یَحْیَی بنُ سَعِیدٍ عَنْ إِسْمَاعِیلَ بنِ أَبِی خَالِدٍ، أخبرنا أَبُو جُحَیْفَةَ قَالَ: رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ وَکَانَ الْحَسَنُ بنُ عَلِیٍّ یُشْبِهُهُ. قَالَ أبوعیسی: وَهَکَذَا رَوَی غَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ إِسْمَاعِیلَ بنِ أَبِی خَالِدٍ نَحْوَ هَذَا.

وَفِی الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ. وَأَبُو جُحَیْفَةَ اسْمُهُ وَهْبٌ السُّوَائِیُّ.

''سیدنا ابوجحیفہؓ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور حسن بن علیؓ آپ کے مشابہ تھے'' متعدد لوگوں نے اسماعیل بن ابی خالد سے اسی کے مثل نقل کیا ہے۔ اس باب میں جابر اور ابوجحیفہ وہب سرائی سے روایت ہے۔

تشریح: اس باب کا حاصل یہ ہے کہ وعدہ پورا کرنا اور ایفاء عہد ایک ضروری چیز ہے اور صریح حدیث میں آتا ہے 'لاایمان لمن لاعهدله'' جو ایفاء عہد نہیں کرتا اس کا ایمان ناقص ہے اور قرآن کریم میں ہے'' ان العهد کان مسئولا '' (بنی اسرائیل ۳۴) بلاشبہ وعدے کے متعلق پوچھا جائے گا۔

وعدہ خلافی اور دھوکہ دہی: ۱۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ آدمی نے کسی سے کسی چیز کا وعدہ کیا اور نیت درست تھی اور ایفاء کا ارادہ تھا پھر پورا نہ کرسکا تو اس نے مکروہ کا ارتکاب کیا گناہگار نہ ہوگا۔ ۲۔ اگر وعدہ کرتے اور بات کرتے ہی دل میں کھوٹ تھا اور اندر اندر کہہ رہا تھا کہ میں چکمہ دے رہا ہوں کونسا مجھے اداء وایفاء کرنا ہے تو یہ غدر ونفاق اور گناہ ہے کہ پہلے سے ہی نیت میں فساد اور ایذاء کا پروگرام

ہے۔ چنانچہ ہم چھٹی لیتے ہیں اور وقت موعود پر آنے کا عزم ہے پھر کسی معقول عذر کی وجہ سے تاخیر ہوئی تو یہ عند اللہ قابل مؤاخذہ نہیں ہاں اگر پہلے سے ہی یہی دل میں ہے کہ درخواست منظور تو ہو آئیں گے۔ تو مرضی سے یہ غدر و دھوکہ ہے۔

وعدہ خلافی کی تفصیل: قال النووی: اجمعوا علی ان من وعد انسا نا شیئا لیس بمنھی عنه فینبغی ان یفی بوعده، وهل ذلک واجب او مستحب، فیه خلاف، ذهب الشافعی وابو حنیفة والجمهور الی انه مستحب، فلو ترکه فاته الفضل، وارتکب المکروه کراهة شدیدة ولایأثم یعنی من حیث هو خلف، وان کان یأثم ان قصدبه (اولا) الاذیٰ، قال وذهب جماعة الی انه واجب .... فان کان عندالوعد عازما علی ان لایفی به فهذا هو النفاق کذا فی المرقاه (ازعون) اس عبارت سے وعدے کی دو قسمیں اور علماء کا اختلاف واضح طور پر ثابت ہو چکا۔ بہتر یہی ہے کہ وعدہ وہی کریں جو پورا کر سکیں سب کو ہاں، ہاں کر کے پھر مایوس نہ کریں اور وعدہ پورا کرنا افضل و اولیٰ ہے، ابوداؤد میں ہے۔

"عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِی الْحَمْسَاءِ قَالَ بَایَعْتُ النَّبِیَّ ﷺ بِبَیْعٍ قَبْلَ أَنْ یُبْعَثَ وَبَقِیَتْ لَهُ بَقِیَّةٌ فَوَعَدْتُهُ أَنْ آتِیَهُ بِهَا فِی مَکَانِهِ فَنَسِیتُ ثُمَّ ذَکَرْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَجِئْتُ فَإِذَا هُوَ فِی مَکَانِهِ فَقَالَ یَا فَتًی لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَیَّ أَنَا هَاهُنَا مُنْذُ ثَلَاثٍ أَنْتَظِرُکَ"

"عبد اللہ بن ابی الحمساءؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کی نبوت سے قبل ایک چیز خریدی اس کی کچھ قیمت میری طرف رہ گئی تو میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا میں اسی جگہ قیمت لاؤں گا۔ پھر میں بھول گیا اور مجھے تین دن کے بعد یاد آیا۔ میں آیا تو دیکھا رسول اللہ ﷺ وہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے نوجوان! تم نے مجھے اذیت پہنچائی میں تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ یہ آپ کا عمل قبل از بعثت کا ہے اور پوری امت و انسانیت کو وفاء کا سبق سکھا دیا۔

اسی طرح کا واقعہ سورۃ مریم کی آیت نمبر ۵۴ کے تحت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا بھی موجود ہے۔" وقیل انه وعد رجلا ان یقوم مکانه حتی یرجع الرجل، فوقف اسمعیل مکانه ثلاثه ایام للمیعاد، حتی رجع الیه الرجل" (خازن ج ۳، ص: ۲۳۸) جی ہاں آپ بھی تو اولاد اسمٰعیل میں سے ہیں اور اس خاندان کا طرۂ امتیاز ہی وفا ہے جسکی اعداء نے بھی شہادت دی ہے۔

۶۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِی فِدَاکَ أَبِی وَأُمِّی

فداک ابی وامی، کہنا

۱۰۳۶۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیمُ بْنُ سَعْدٍ الْجَوْهَرِیُّ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیدٍ، عَنْ سَعِیدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ: مَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ جَمَعَ أَبَوَیْهِ لِأَحَدٍ غَیْرَ سَعْدِ بْنِ أَبِی وَقَّاصٍ.

"سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے علاوہ اور کسی اور کیلئے اپنے والدین کو جمع کرتے نہیں سنا"

۱۰۳۷۔ أخبرنا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ ابْنِ جُدْعَانَ وَیَحْیَی بْنِ سَعِیدٍ سَمِعَا سَعِیدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ یَقُولُ قَالَ عَلِیٌّ: مَا جَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَبَاهُ وَأُمَّهُ لِأَحَدٍ إِلَّا لِسَعْدِ بْنِ أَبِی وَقَّاصٍ، قَالَ لَهُ یَوْمَ أُحُدٍ: ارْمِ فِدَاکَ أَبِی

وَأُمّی،وَقَالَ لَهُ: ارْمِ أَيُّهَا الْغُلَامُ الْحَزَوَّرُ. وفي الباب عَنِ الزُّبَيْرِ وَجَابِرٍ.
هـذا حَـدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ وَقد رُوِىَ من غيرِ وَجْهٍ عَن عَلِيٍّ.وقد رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ هذا الحديثَ عَن يَحْيَى بنِ سَعِيدٍ عَن سَعِيدِ بنِ الْمُسَيَّبِ عَن سَعْدِ بنِ أَبِي وَقَّاصٍ قال:جَمَعَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ[قال:ارمِ فداكَ أَبِي وَأُمّي].

''سیدنا علیؓ سے مروی ہے کہتے ہیں آپ نے سوائے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے اور کسی کے لئے اپنے والدین کی جمع نہیں فرمایا صرف سعد بن ابی وقاص سے احد کی لڑائی میں آپ نے فرمایا تیر چلا تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہوں تیر چلا اے زور آور جوان'' اس باب میں زبیر اور جابر سے مذکور ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے اور حضرت علیؓ سے مختلف طریقوں سے مذکور ہے، اور متعدد لوگوں نے اس حدیث کو بواسطہ یحیی بن سعید سعید بن مسیب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن میرے لئے اپنے والدین کو جمع کیا۔

۱۰۳۸۔حَدَّثَنَا بِذَلِكَ قُتَيْبَةُ بنُ سَعِيدٍ،أخبرنا اللَّيْثُ بنُ سَعْدٍ وعبدُ الْعَزِيزِ بنُ مُحَمَّدٍ عَن يَحْيَى بنِ سَعِيدٍ عَن سَعِيدِ بنِ الْمُسَيَّبِ عَن سَعْدِ بنِ أَبِي وَقَّاصٍ قال:جَمَعَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ. وهذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن میرے لئے اپنے ماں باپ کو جمع فرمایا''
یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور مذکورہ دونوں حدیثیں بھی صحیح ہیں۔

احادیث کی تشریح:اس باب میں سیدنا سعدؓ کے فضائل کا ذکر ہے

نام ونسب: مالک بن وھیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرّہ۔کنیت ابواسحاق ہے۔والدہ کا نام حمنہ ہے۔

قبول اسلام:ابتداء نبوت ہی میں سترہ سال کی عمر میں اسلام میں داخل ہوئے۔قدیم الاسلام صحابہ میں سے ہیں اور انکے لئے آنحضرت ﷺ نے جنت کی خوشخبری دی ہے۔تمام غزوات میں نبی ﷺ کے ساتھ شریک ہوتے رہے اللہ کے راستہ میں خوب اپنی تیراندازی اور شجاعت وبے جگری کا مظاہرہ کیا سیدنا عمر فاروقؓ وعثمان ذوالنورینؓ کے زمانہ میں والی (گورنر) رہے۔

وفات:مروان ابن حکم کے زمانہ میں مدینہ منورہ سے دس میل کے فاصلے پر اپنے قصر میں ۵۵ھ میں بعمر ستر سال وفات پائی جو عقیق میں واقع تھا۔مروان والی مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔انکی وصیت کے مطابق انکے اون کے جبہ میں کفن دیا گیا جس کو پہن کر غزوہ بدر میں مشرکین سے لڑے تھے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔غطیطہ:خراٹوں کی آواز۔ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز۔

سمعت علیا یقول ما جمع رسول اللہ ابو یہ لاحد غیر سعد بن مالک۔یہ غزوہ احد کا واقعہ ہے کہ جب گھاٹی کو خالی پا کر مشرکین کے دستہ نے یکدم دھاوا بول دیا اور میدان میں بھگدڑ مچ گئی اس وقت سیدنا سعدؓ نے آپکے دفاع میں خوب تیر چلائے تو آپ ﷺ نے فرمایا ارم فداک ابی وامی۔

سوال:سیدنا علیؓ کا یہ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے کہ فداک ابی وامی سعدؓ کے سوا کسی کیلئے نہیں فرمایا حالانکہ مسلم ۲۸۲/۲ باب فضائل طلحۃ والزبیر کی حدیث ثانی میں ہے کہ نبی ﷺ نے غزوہ احزاب وخندق میں زبیرؓ کیلئے بھی فداک ابی وامی فرمایا ہے؟

جواب:۱:سیدنا سعدؓ کا اختصاص غزوہ احد کے اعتبار سے ہے کہ اس غزوہ احد میں نبی ﷺ نے سعدؓ کے سوا کسی کیلئے

اپنے والدین کو جمع نہیں کیا دوسرے غزوات کی اس میں نفی نہیں۔۲: علی نے اپنے علم کے مطابق فرمایا دوسری حدیث انکے سامنے نہیں تھی تو انہوں نے اپنی معلومات کے اعتبار سے یہ فرمایا۔

٦٢۔بابُ مَاجَاءَ فِی یَا بُنَیَّ

میرا بیٹا کہنا

۱۰۳۹۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَبْدِالمَلِكِ بنِ أَبِی الشَّوَارِبِ،أخبرنا أبوعَوَانَة أخبرنا أبوعُثْمَانَ شَيْخٌ لَهُ عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النبیَّ ﷺ قَالَ لَهُ: يَابُنَيَّ . وفی البابِ عَنِ المُغِيرَةِ وَعُمَرَبنِ أَبِی سَلَمَةَ.

قَالَ أبوعيسى: هذاحَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ من هذا الْوَجْهِ.وقد رُوِیَ من غيرِهذا الْوَجْهِ عَنِ أَنَسٍ.وأبوعُثْمَانَ هَذَا شَيْخٌ ثِقَةٌ،وَهُوَ الجَعْدُبنُ عُثْمَانَ،وَيُقَالُ ابن دِيْنَارٍ،وَهُوَ بَصرِیٌّ،وقد رَوَى عنه يُونُسُ بنُ عُبَيْدٍ[وَشُعْبَةُ]،وغيرُوَاحِدٍ مِنَ الأئِمَّةِ.

"سیدنا انسؓ سے مروی ہے رسول اللہ نے اسے فرمایا اے میرے بیٹے"

اس باب میں مغیرہ،اور عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے،اس طریق کے علاوہ بھی حضرت انسؓ سے مروی ہے۔یہ ابوعثمان شیخ ثقہ ہیں۔بصری ہیں جعد بن عثمان ان کا نام ہے۔ابن دینار بھی ان کو کہا گیا ہے۔یونس بن عبید،شعبہ،اور دوسرے ائمہ حدیث نے ان سے روایت لی ہے۔

٦٣۔بابُ مَاجَاءَ فِی تَعْجِيلِ اسمِ المَوْلُودِ

جلدی بچہ کا نام رکھنے کے بیان میں

۱۰۴۰۔حَدَّثَنَا عُبَيْدُاللهِ بنُ سَعْدِ بنِ إبْرَاهِيمَ بنِ سَعْدِ بنِ إِبْرَاهِيْمَ بنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بنِ عَوْفٍ،حدثنی عَمِّی يَعْقُوبُ بنُ إبْرَاهِيمَ بنِ سَعْدٍ،أخبرنا شَرِيكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ،عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النبیَّ ﷺ أَمَرَ بِتَسْمِيَةِ المَوْلُودِ يَوْمَ سَابِعِهِ وَوَضْعِ الأَذَى عَنْهُ وَالْعَقِّ. قَالَ أبوعيسى:هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

"نبی ﷺ نے فرمایا بچہ پیدا ہونے کے ساتویں دن اس کا نام رکھنا چاہیے۔اور اس سے تکلیف (سر کے بال) دور کی جائے۔اور عقیقہ کیا جائے" یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٦٤۔بابُ مَاجَاءَ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الأَسْمَاءِ

کونسا نام رکھنا پسندیدہ ہے

۱۰۴۱۔حَدَّثَنَا عبدُالرَّحْمٰنِ بنُ الأَسْوَدِ أبوعَمْرٍو الْوَرَّاقُ الْبَصْرِیُّ أخبرنامُعَمَّرُ بنُ سُلَيْمَانَ الرَّقِّیُّ،عَنْ عَلِیِّ بنِ صَالِحٍ المكی، عَنْ عبدِاللهِ بنِ عُثْمَانَ،عَنْ نَافِعٍ،عَنِ ابنِ عُمَرَ،عَنِ النبیِّ ﷺ قال:أَحَبُّ الأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ عَبْدُاللهِ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ. قَالَ أبوعيسى:هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ من هذا الْوَجْهِ.

''اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ نام عبداللہ وعبدالرحمان ہیں'' یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے۔

۱۰۴۲۔ حَدَّثَنَا عقبةُ بنُ مُكرمٍ العَمِّيُّ البصريُّ حَدَّثَنَا أبوعاصم عَن عبدِاللهِ بن عُمَرَ العمريِّ عَن نافعٍ عَن ابن عُمَرَقال: قَالَ النبيُّ ﷺ: إنَّ أَحبَّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ عبدُاللهِ وَعبدُالرَّحمٰنِ. هذا حديثٌ غريبٌ من هذا الوجهِ.

''سیدنا ابن عمر سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ، عبدالرحمٰن ہیں''

تشریح : قرآن کریم میں ہے'' لیبلو کم ایکم احسن عملا'' تو اللہ تعالیٰ حسن عمل کو دیکھنا اور جانچنا چاہتے ہیں اور کام اچھا، نام اچھا، انجام اچھا، عمل اچھا، علم اچھا، اس لئے برے نام کو، بدل دیا جائے اور عمدۃ نام رکھیں، آگے متعدد احادیث مین اچھے اور قبیح نام مذکور ہیں اور اسلامی نام کے عنوان سے کتابیں بھی ملتی ہیں اس لئے ہمیں اس کا اہتمام وخیال کرنا چاہئے۔

قیامت کے دن کس طرح پکارے جائیں گے؟ ابوداؤد ۲ ر میں تصریح ہے'' انکم تدعون یوم القیامة باسمائکم واسماء آبائکم '' کہ تم اپنے آباء کے نام کے ساتھ پکارے جاؤ گے۔ طبرانی میں ایک روایت میں ہے۔'' یا فلان بن فلانة '' جس سے پتہ چلتا ہے کہ ماؤں سے پکارا جائیگا۔ پھر اس کی حکمت یہ بھی بتائی جاتی ہے۔ا۔ کہ اگر باپ سے پکاریں اور ماں نے خیانت کی ہو تو یہ پکار غلط ہوئی، اور اگر اس کے نام سے پکارا جائے جس کا نطفہ ہے تو خجالت ورسوائی ہے۔ اس لئے پردہ پوشی اور سچ اسی میں ہے کہ ماؤں سے پکارا جائے۔۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم کے تو والد ہیں ہی نہیں اس لئے سب کو ماؤں سے پکارا جائیگا جیسے حدیث طبرانی کا مقتضا ہے۔

راجح بات: صحیح بات اور راجح قول یہ ہے کہ قیامت کے دن آباء کے نام سے ہی پکارا جائیگا۔

جوابات: حدیث طبرانی کے متعلق ابن قیمؒ لکھتے ہیں '' ولکن هذا الحدیث متفق علی ضعفه فلاتقوم به حجة ۔ پہلی وجہ کا جواب یہ ہے کہ ہم ظاہر کے مکلف ہیں اور ظاہر پر حکم لگے گا اور یہ مسلم اصول ہم نے بارہا پڑھا'' الولد للفراش '' اس لئے یہ قوی بات نہیں۔ دوسری وجہ کا جواب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ابن مریم سے پکارا جانا ہے اس سے متصادم اور متضاد نہیں اس لئے کہ ان کے والد تو ہیں نہیں اس لئے ان کو ابن مریم سے پکارا جائے تو کیا بعید ہے باقی جن کے والد ہیں ان کا کیا قصور ہے کہ یہاں ثابت النسب اور وہاں پتہ نہیں کس کے نطفے سے ہیں چلو ماؤں سے پکارا جائے۔ مزید براں یہ کہ سورۃ الطور میں جو ہے کہ صالح اولاد اپنے والدین سے ملادی جائیگی اگر خائنہ کا بچہ مؤمن وصالح ہو تو فرمایئے اسے قیامت کے دن خائن زانی سے ملایا جائیگا یا ثابت النسب والد سے؟؟؟ آیت کریمہ یہ ہے'' والذین امنوا و اتبعتهم ذریّتهم بایمان الحقنابهم ذریّتهم '' (طور ۲۱) مؤمنون کی ایماندار اولاد کو ان سے ملادیں گے۔

تطبیق: لمعات میں یہ تطبیق بھی مذکور ہے کہ بعض کو آباء سے اور بعض کو امہات سے بلایا جائیگا۔ لیکن اس کی بھی حاجت نہیں اس لئے کہ اگر صحیح حدیث کے ساتھ تعارض ہو تو تطبیق کی کوشش کریں جب بتصریح ابن القیم حدیث طبرانی عندالکل بالکل ضعیف ہے تو تعارض ہی نہیں پھر تطبیق اور رفع تعارض کی سعی کرنا چہ معنی دارد؟

حارث بہادر، ہمام سخی، پر عزم، حرب لڑائی، لڑاکا، مرۃ کڑوا۔ جو نام اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت والے ہیں وہ سب سے پسندیدہ ہیں، پھر انبیاء کے نام رکھنے کا حکم ہے اسی طرح صحابہ کے نام اور صحیح مطلب ومفہوم والے نام رکھیں۔ آگے باب نمبر ۶۸ میں مفصل بحث آ رہی ہے

واقعہ: سعید ابن مسیب تابعیؒ نے نقل کیا ہے کہ سیدنا عمرؓ نے ایک آدمی سے پوچھا کہ: تیرا نام کیا ہے؟ کہا جمرۃ (انگارہ) فرمایا کس کا بیٹا ہے؟ قال شهاب (جلانے والا ستارہ) کہا کس قبیلہ سے؟ جواب دیا: حرافۃ (جلا ہوا) پوچھا کہاں رہتے ہو؟ کہا حرّۃ النار میں، پوچھا وہ کہاں ہے؟ کہا ذات لظی ہیں، سب جواب وہ دیئے جن میں آگ ہی ٹپک رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ادرک اهلک فقد احترقوا فكان كما قال عمرؓ. "گھر والوں کو پاؤ وہ جل چکے سو ایسے ہی ہوا جیسے امیر المؤمنینؓ نے فرمایا"۔ (عون) یہ نتیجہ ہے بُرے ناموں کا آپ ﷺ نے متعدد صحابہؓ کے نام تبدیل فرمائے چنانچہ اپنے نواسے کا نام حرب کے بجائے حسن رکھا اور عبداللہ بن سلام کا نام عبداللہ حضور ﷺ نے رکھا۔ ان کا پہلا نام حصین تھا۔ جگہ کا نام بھی بدلا کہ یثرب سے مدینہ فرمایا۔

٦٥۔ بَابُ مَاجَاءَ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْأَسْمَاءِ

کونسے نام بُرے ہیں؟

۱۰۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، أخبرنا أبو أحمدَ، أخبرنا سُفيانُ عَن أبي الزُّبَيْرِ، عَن جابرٍ، عَن عُمَرَ بن الخطاب قال: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَأَنْهَيَنَّ أَنْ يُسَمَّى رَافِعٌ وَبَرَكَةُ وَيَسَارٌ. هذا حديثٌ غريبٌ هكذا رواهُ أبو أحمدَ عَن سُفْيَانَ عَن أَبِي الزُّبَيْرِ عَن جابرٍ عن عمر، وابو احمد ثقة حافظ، والمشهور عند الناس هذا الحديث عن جابر عَن النبيِّ ﷺ وَلَيْسَ فِيهِ عَن عُمَرَ

"سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا البتہ میں رافع برکت اور یسار نام رکھنے سے بھی منع کرتا ہوں" یہ حدیث غریب ہے، ابو احمد نے سفیان سے اسی طرح حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ ابو احمد ثقہ وحافظ ہیں، مشہور لوگوں میں یہ حدیث حضرت جابرؓ سے ہے حضرت عمر فاروقؓ کا واسطہ نہیں۔

۱۰۴۴۔ حَدَّثَنَا مَحمودُ بنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أبو دَاوُدَ عَن شُعْبَةَ، عَن مَنْصُورٍ عَن هِلَالِ بنِ يَسَافٍ عَن الرَّبِيعِ بنِ عُمَيْلَةَ الْفَزَارِيِّ عَن سَمُرَةَ بنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَاتُسَمِّ غُلَامَكَ رَبَاحَ وَلَا أَفْلَحَ وَلَا يَسَارَ وَلَا نَجِيحَ يُقَالُ: أَثَمَّ هُوَ؟ فَيُقَالُ لَا. قَالَ أبو عيسى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"سیدنا سمرۃ بن جندبؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے لڑکے کا نام رباح افلح نجیح اور یسار نہ رکھو، لوگ اس کے متعلق پوچھیں گے تو اس کا جواب دیا جائے گا نہیں" یہ حدیث حسن صحیح ہے

۱۰۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ مَيْمُونٍ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ عَن أَبِي الزِّنَادِ الْأَعْرَجِ، عَن أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النبيَّ ﷺ قَالَ: أَخْنَعُ اسمٍ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ تَسَمّٰى بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ. قَالَ سُفْيَانُ: شَاهَانِ شَاه وَأَخْنَعُ يَعْنِي وَأَقْبَحُ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز اللہ کے نزدیک سب سے بُرے نام والا وہ آدمی ہوگا جس کا نام ملک الاملاک ہوگا" سفیان کہتے ہیں ملک الاملاک بادشاہوں کا بادشاہ "اخنع برا، اقبح" یہ حدیث حسن صحیح ہے

٦٦۔بابُ مَاجَاءَ فی تَغْیِیرِ الْأَسْمَاءِ

ناموں کے بدلنے کے بیان میں

١٠٤٦۔حَدَّثَنَا یَعْقُوبُ بنُ إِبْرَاهِیمَ الدَّوْرَقِیُّ، وأبوبَكْرٍ بُنْدَارٌ وغیرُ وَاحِدٍ قالوا: حَدَّثَنَا یَحْیَی بنُ سَعِیدٍ القَطَّانُ، عَن عُبَیْدِاللّٰهِ بنِ عُمَرَ، عَن نَافِعٍ عَن ابنِ عُمَرَ أَنَّ النبیَّ ﷺ غَیَّرَ اسْمَ عَاصِیَةَ وقال: أَنْتِ جَمِیْلَةُ.

قَالَ أبوعیسی: هذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ، وإنما أَسْنَدَهُ یَحْیَی بنُ سَعِیدٍ القَطَّانُ، عَن عُبَیْدِاللّٰهِ، عَن نَافِعٍ، عَن ابنِ عُمَرَ. وَرَوَی بَعْضُهُمْ هَذا عَن عُبَیْدِاللّٰهِ عَن نَافِعٍ عَنْ عُمَرَ مُرْسَلاً. وفی البابِ عَن عبدِالرَّحْمٰنِ بنِ عَوْفٍ وعَبْدِاللّٰهِ بنِ سَلَامٍ وعَبْدِاللّٰهِ بنِ مُطِیعٍ وَعَائِشَةَ والحَکَمِ بنِ سَعِیدٍ وَمُسْلِمٍ وَأُسَامَةَ بنِ أَخْدَرِیٍّ، وَشُرَیْحِ بنِ هَانِیءٍ عَن أَبِیهِ، وَخَیْثَمَةَ بنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَن أَبِیهِ.

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے عاصیہ کا نام بدل دیا اور کہا تو جمیلہ ہے''

یہ حدیث حسن غریب ہے، اس کو صرف یحیٰی بن سعید قطان سے مسندا روایت کیا ہے۔اور بعض لوگوں نے اسے عبیداللہ سے مرسل روایت کیا ہے۔اس باب میں عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن سلام، عبداللہ بن مطیع، عائشہ، حکم بن سعید مسلم، اسامۃ بن اخدری، شریح بن ہانی اور خیثمۃ بن عبدالرحمٰن سے بواسطہ والد روایات ہیں۔

١٠٤٧۔حَدَّثَنَا أَبُوبَکْرِ بنُ نَافِعٍ البَصْرِیُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بنُ عَلِیٍّ المُقَدَّمِیُّ عَن هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ عَن أَبِیهِ عَن عَائِشَةَ أَنَّ النبیَّ ﷺ کَانَ یُغَیِّرُ الاسْمَ القَبِیحَ قَالَ أَبُوبَکْرِبن نَافِعٍ وَرُبَّمَا قَالَ عُمَرُ بنُ عَلِیٍّ فی هذا الحدیثِ هِشَامُ بنُ عُرْوَةَ عَن أَبِیهِ عَن النبیِّ ﷺ مُرْسَلاً وَلم یَذْکُرْ فِیهِ عَن عَائِشَةَ.

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ برے نام کو بدل دیتے تھے''

ابوبکر بن نافع کہتے ہیں عمر بن علی نے کبھی اس کو روایت ہشام بن عروہ، بواسطہ والد نبی ﷺ سے ذکر کیا یعنی مرسل رکھا اور عائشہؓ کا واسطہ نقل نہیں کیا۔کمامرّ

٦٧۔بابُ مَاجَاءَ فی أَسْمَاءِ النبیِّ ﷺ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماءِ مبارکہ کے بیان میں

١٠٤٨۔حَدَّثَنَا سَعِیدُ بنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ المَخْزُومِیُّ، حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَن الزُّهْرِیِّ، عَن مُحَمَّدِ بنِ جُبَیْرِ بنِ مُطْعِمٍ، عَن أَبِیهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ لِی أَسْمَاءَ: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَأَنَا المَاحِی الَّذِی یَمْحُو اللّٰهُ بِی الکُفْرَ، وَأَنَا الحَاشِرُ الَّذِی یُحْشَرُ النَّاسُ عَلَی قَدَمَیَّ، وَأَنَا العَاقِبُ الَّذِی لَیْسَ بَعْدَهُ نَبِیٌّ. وفی الباب عَن حذیفة. هذا حَدِیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرے بہت سے نام ہیں میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، ماحی ہوں، اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ کفر کو مٹائے گا، میں حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے۔اور میں ہی عاقب ہوں کہ

میرے بعد کوئی نبی نہیں' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٦٨۔بابُ ماجاءَ فی کَرَاهِيَةِ الْجَمْعِ بَيْنَ اسمِ النَّبِیِّ ﷺ وَ كُنْيَتِهِ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور کنیت اکٹھے رکھنے کی ممانعت کے بیان میں

۱۰۴۹۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابنِ عَجْلَانَ،عَنْ أَبِيهِ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهَى أَنْ يَجْمَعَ أَحَدٌ بَيْنَ اسْمِهِ وَ كُنْيَتِهِ،وَيُسَمِّي مُحَمَّداً أَبَا الْقَاسِمِ. وفی البَابِ عَنْ جَابِرٍ.قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ آپ کا نام اور کنیت اکٹھے کریں یعنی محمد ابوالقاسم''
اس باب میں جابر سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۰۵۰۔حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ،حَدَّثَنَا الفَضْلُ بْنُ مُوسَى،عَنِ الْحُسَيْنِ بنِ وَاقِدٍ،عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ،عَنْ جَابِرٍقَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: إِذَا تَسَمَّيْتُمْ بِي فَلَا تَكْتَنُوا بِي. قَالَ هذا حَدِيثٌ حسنٌ غريبٌ من هذا الوجه.وقَدْ كَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ يَجْمَعَ الرَّجُلُ بَيْنَ اسْمِ النبیِّ ﷺ وَ كُنْيَتِهِ وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ بَعْضُهُمْ.وَرُوِيَ عَنِ النبیِّ ﷺ أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلاً فِي السُّوقِ يُنَادِي يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ النبیُّ ﷺ،فَقَالَ لَمْ أَعْنِكَ، فَقَالَ النبیُّ ﷺ لَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي.

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ،حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حُمَيْدٍ،عَنْ أَنَسٍ عَنِ النبیِّ ﷺ بِهٰذَا.وفی الْحَدِيثِ مَا يَدُلُّ عَلَى كَرَاهِيَةِ أَنْ يُكْنَى أَبَا الْقَاسِمِ.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی کا نام میرے نام پر رکھو تو میری کنیت نہ رکھو''
یہ حدیث حسن غریب ہے، بعض اہل علم نے اس کو مکروہ سمجھا ہے۔ کہ آپؐ کے نام اور کنیت کو جمع کیا جائے۔ اور بعض نے ایسا کیا ہے۔ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ بازار میں تشریف لے جارہے تھے کہ کسی نے پکارا ابوالقاسم نبی ﷺ نے ادھر متوجہ ہوئے کیا تو اس نے کہا میں نے آپ کا ارادہ نہیں کیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔ سیدنا انسؓ سے نبی ﷺ سے اسی کے قریب کنیت رکھنے کو ناپسند فرمایا

۱۰۵۱۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ،حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ،حَدَّثَنَا فِطْرُ بْنُ خَلِيفَةَ حدثني مُنْذِرٌ،وَهُوَ الثَّوْرِيُّ،عَنْ مُحَمَّدِ ابنِ الْحَنَفِيَّةِ،عَنْ عَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ وُلِدَ لِي بَعْدَكَ أُسَمِّيهِ مُحَمَّداً وَأُكَنِّيهِ بِكُنْيَتِكَ؟ قَالَ: نَعَمْ،قَالَ:فَكَانَتْ رُخْصَةً لِي. هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ تو بتلایئے اگر آپ کی رحلت کے بعد میرے یہاں لڑکا پیدا ہو تو میں اس کا نام محمد رکھ سکتا ہوں، اور آپ کی کنیت پر اس کی کنیت رکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں حضرت علیؓ کہتے ہیں میرے لئے تو اس طرح اجازت ہوگئی'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اچھا نام رکھنا: امام ترمذیؒ نے ان پانچ ابواب میں نام، لقب، کنیت اور پسندیدہ اور قبیح ناموں کا ذکر کیا ہے اور مختلف احادیث اس بارے میں لائے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ قبیح اور برا نام نہ رکھا جائے اس لیے کہ اسم کا مسمّی پر یقیناً اثر ہوتا ہے۔ مثلاً

کلب اسی طرح شرکیہ نام مثلا پیر بخش، غوث بخش، پیریں دتہ، بھی نہ رکھے جائیں۔ہاں اللہ بخش، غلام نبی یہ نام درست ہیں اگر کوئی قبیح یا شرکیہ نام والا ہوتو اسے چاہئے کہ اپنا نام بدل لے جس میں کوئی ممانعت نہیں متعدد روایات قبیح نام کے بدلنے پر زیر بحث ابواب اور کتب حدیث میں موجود ہیں۔

کنیت ولقب: اسی طرح اپنی کنیت رکھنا یا کوئی لقب یا تخلص وغیرہ اختیار کرنا بالکل درست ہے بشرطیکہ اس میں ایذاء وقباحت نہ ہو **قرآن کریم میں ہے:** ولا تنابزوا بالالقاب . (حجرات۔۱۱) برے (نام و) القاب سے مت پکارو۔اسی طرح کسی کا نام بگاڑ کر نہ لیا جائے جیسے محمد بلال کو بلّو، محمد عرفان کو اِفّی، محمد احمد کو ممدو، عبدالقادر یا غلام قادر کو قادرو، عبدالرشید کو شیدا وغیرہ یہ بالکل درست نہیں۔قرآن کریم میں صراحۃ اس کی ممانعت آئی ہے۔باقی کنیت والقاب اور تخلصات کی فہرست ہمارے سامنے اسناد میں اکثر آتی رہتی ہے اور مسلم شریف میں ہم نے فضائل صحابہؓ میں پڑھا ہے کہ صحابہ کرام کے نام ولقب وکنیت وغیرہ مذکور ہیں، آپ ﷺ کی کنیت ابو القاسم حدیث باب میں مذکور ہے۔

مستورۃ کی کنیت: یہ حکم عام ہے مرد وعورت سب کی کنیت رکھی اور پکاری جاسکتی ہے بلکہ ضروری نہیں کہ اولاد ہو بلکہ نوعمر بچے اور جس کی حقیقی اولاد نہ ہوتو بھی اس کی کنیت رکھنا درست ہے جیسے ابو عمیرؓ اور امّ عبداللہ احادیث میں موجود ہیں۔ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے نیک فالی کے طور پر بچے کی ولادت سے پہلے اپنی کنیت ابوراشد رکھی تو اللہ تعالی کا کرنا ایسا ہوا کہ پہلے بچی پیدا ہوئی بہر حال یہ درست ہے۔

محمد نام، ابو القاسم کنیت کی تفصیل: کائنات میں اچھے نام والے کثیر نامور گذرے ہیں اس میں سب سے برتر اور مہتر سرکار دو جہاں، محبوب کل، ہادی السبیل، محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، سید الاوّلین والآخرین، شفیع المذنبین، راحۃ للعاشقین، ابو القاسم ﷺ ہیں جن کا قابل احترام نام نامی اسم گرامی محمد واحمد ہے۔(تفصیل وفرق دیکھیے انعامات المنعم اول باب فی اسماءہ)

زیر بحث یہ بات ہے کہ آپ ﷺ کے نام جیسا نام اپنے بچوں کا رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

امام ترمذیؒ نے اور دیگر اصحاب صحاح ومحدثین نے ممانعت واباحت کی احادیث نقل کی ہیں جیسے متن میں ہم پڑھ رہے ہیں۔بخاری شریف سمیت کتب حدیث میں بالتصریح موجود ہے" سمّوا باسمی ولا تکتنوا بکنیتی "اور حضرت علیؓ کی باب کی آخری حدیث میں" قال نعم " پہلے نام کی اجازت اور کنیت کی ممانعت پھر دونوں کی اباحت مذکور ہے اور ثانی ہی عند الجمہور معمول بہا اور مقبول ہے اور آپ ﷺ کے پرملال وصال وارتحال کے بعد دونوں درست ہیں کیونکہ روایات میں اختلاف کی وجہ سے مسئلہ اختلافی ہے اس لیے ذیل میں علماء کے اقوال رقم کیے جاتے ہیں اور قول راجح بھی ذکر ہوگا۔

علماء کے اقوال: ۱۔ آپ ﷺ کے نام جیسا نام رکھنا درست ہے لیکن کنیت رکھنا منع ہے۔یہ شوافع وظاہریہ کا مسلک ہے جو ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں کہ نام کی اجازت اور کنیت کی عدم اباحت موجود ومذکور ہے۔۲۔ جس کا نام محمد ہو اسے ابو القاسم کنیت رکھنا جائز نہیں ہاں اگر محمد نام نہیں تو کنیت ابو القاسم رکھنا جائز ہے یعنی محمد نام اور ابو القاسم کنیت کو جمع نہ کریں۔۳۔ کلاھما ممنوعان مطلقا یعنی محمد نام اور

ابوالقاسم کنیت دونوں منع ہیں۔لیکن یہ قول مرجوح ہے۔۴۔اس کی ممانعت آپ ﷺ کے زمانہ اور حیات بابرکات کے ساتھ خاص تھی آپ ﷺ کی رحلت کے بعد دونوں درست ہیں یعنی یجوز الکل الأن وهو مذهب الجمهور۔(در)

ممانعت کی علت: اس کی ممانعت کی وجہ باب کی حدیث ثانی اور صحیح مسلم میں وارد احادیث سے معلوم ہوتی ہے کہ" نادی رجل رجلا بالبقیع : یا ابا القاسم ، فالتفت الیه رسول اللهؐ : فقال یا رسول الله انی لم ادعک ، انما دعوت فلانا ، فقال رسول اللهؐ سمّوا باسمی ولا تکتنو ابکنیتی ، ایضا " لا تکنوا بکنیتی" ، فانما بعثت قاسما اقسم بینکم .

(باب النهی عن التکنی بابی القاسم کتاب الآداب) احادیث بالا سے دو وجوہ سامنے آئیں ۱۔التباس ۲۔غنیمت وعلم الٰہی کو تقسیم کرنے والے صرف آپؐ ہیں۔پہلی وجہ تو آپ ﷺ کی وفات کے بعد نہ رہی دوسری وجہ کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو قاسم وتقسیم کرنے والا تصور کرتا ہے اور اس کا واویلا بھی کرتا ہے اور پھر اسی وجہ سے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھتا ہے تا کہ مزید شہرت ہو جیسے اپنے آپ کو از خود الحاج لکھنا کہ لوگوں کو ہمارے کثرت سے حج کرنے کی شناخت ہو تو اس طرح کرنا یہ ممنوع ہے اور اس زعم سے ابوالقاسم کنیت رکھنا درست نہیں۔اگر کسی کے بچے کا نام قاسم ہے یا کیف ما اتفق ابوالقاسم کنیت رکھتا ہے تو بلا کراہت درست ہے بلکہ آپ ﷺ سے تعلق ومحبت کا موجب ہے۔اور برکت ومحبت کیلئے دونوں درست ہیں؟

خلاصہ کلام قریب بالمرام: عندالجمہور محمد نام اور ابوالقاسم کنیت رکھنا بلا تردد درست ہے۔تاہم راقم اس میں اتنا اضافہ کرتا ہے کہ پھر اس کی لاج بھی رکھے ہزار بار، ایسا نہ ہو کہ نام محمد اور ہو فساق وفجار اور اہل نار کی فہرست میں۔حضرت علیؓ کی حدیث سے یہی ثابت ہے اور امام ترمذیؒ کے صنیع سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ جملہ روایات نقل کرنے کے بعد آخر میں اسے لائے ہیں جو قول راجح کی طرف واضح تلمیح ہے۔

وفی فتاوی الشامیة ۵/۲۹۶ جوازهما معا والنهی منسوخ ۔فتاوی شامیہ میں نام وکنیت دونوں کا جائز ہونا اور نہی والی احادیث کا منسوخ ہونا مذکور ہے۔

فائدہ: جیسے پہلے گذرا کہ اچھا نام رکھنا والدین پر لازم اور بچے کے حقوق میں سے ہے اس میں انبیاء کرام کے نام رکھنا مستحب ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے اپنے صاحبزادے کا نام ابراہیم رکھا۔کیونکہ جملہ انبیاء کے نام محبوب وپسندیدہ ہیں اسی طرح صحابہ کرام وصحابیاتؓ کے نام رکھنا بھی نیک فال اور باعث برکت ہے۔امام مالکؒ نے فرشتوں کے نام رکھنے کو مکروہ کہا ہے (ارشاد الساری) اسی طرح وہ نام جس میں برائی ہو یا تزکیہ وبڑائی ہو نہ رکھیں۔

ابوعیسیٰ کنیت رکھنے کا حکم: انبیاء کے نام رکھنا تو بالکل درست بلکہ مستحب ہیں لیکن ابوعیسیٰ کنیت رکھنے کے بارے میں کراہت منقول ہے کیونکہ اس میں یہ ایہام وشائبہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے والد تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لیے ابوعیسیٰ کنیت رکھنے کی ممانعت ہے۔فتاویٰ شامیہ ۵/۲۹۶ میں ہے: لا ینبغی ان یسمّیه بذلک ۔یعنی ابوعیسیٰ نام رکھنا مناسب نہیں آپ ﷺ نے بیان جواز کیلئے حضرت مغیرہ کی یہ کنیت رکھی تھی فی ابوداؤد ۲/۲ر کیونکہ فی نفسہ اس میں کوئی قباحت نہیں صحیح المعنیٰ لفظ ہے لیکن ایہام مذکور کی وجہ سے منع ہے

سوال: امام ترمذیؒ کی کنیت ابوعیسیٰ ہونے پر سوال وارد ہوتا ہے۔

جواب: ۱- حدیث نہی پہنچنے سے پہلے ان کی کنیت رکھی گئی۔ ۲- یہ کنیت ان کے والدین کی طرف سی تھی۔ ۳- انہوں نے حدیث مغیرہ پر عمل کیا جس میں اس کا جواز منقول ہے۔ ۴- آپ ﷺ کی رکھی ہوئی کنیت کو پسند کیا تو گویا کہ انہوں نے اس کراہت پر سنت کو ترجیح دی کما قرأنا فی المقدمہ۔

٦٩۔ بَابُ مَاجَاءَ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً

بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے

۱۰۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُوسَعِيدٍ الْأَشَجُّ، اخبرنا يَحْيَى بنُ عَبْدِالمَلِكِ بنِ أَبِي غَنِيَّةَ، حدثني أَبِي عَن عَاصِمٍ، عَن زِرٍ عَن عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً.

قَالَ أَبُوعيسى: هَذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ إِنَّمَا رَفَعَهُ أَبُوسَعِيدٍ الْأَشَجُّ عَن ابنِ أَبِي غَنِيَّةَ، وَرَوَى غَيْرُهُ عَن [ابن] أَبِي غَنِيَّةَ هَذَا الْحَدِيثَ مَوْقُوفاً، وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَن عَبْدِاللّٰهِ بنِ مَسْعُودٍ عَن النبيِّ ﷺ، وَفِي البَابِ عَن أُبَيِّ بنِ كَعْبٍ وَابنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ وَبُرَيْدَةَ وَكَثِيرِ بنِ عَبْدِاللّٰهِ عَن أَبِيهِ عَن جَدِّهِ.

''سیدنا عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے''

یہ حدیث اس طریق سے غریب ہے، اس کو صرف ابوسعید اشج نے ابن ابی غنیۃ سے مرفوع نقل کیا ہے۔ ابوسعید کے علاوہ اور راویوں نے ابن ابی غنیۃ سے اس کو موقوف رایت کیا رکھا ہے۔ یہ حدیث مختلف طریقوں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نبی ﷺ سے مروی ہے۔ اس باب میں ابی بن کعب، ابن عباس، عائشہ، بریدہ، اور کثیر بن عبداللہ سے بواسطہ والد اپنے دادا سے روایات ہیں۔

۱۰۵۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ، عَن سِمَاكِ بنِ حَرْبٍ، عَن عِكْرِمَةَ عَن ابنِ عَبَّاسٍ قالَ: قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكَماً. قَالَ أبوعيسى: هذا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بعض اشعار حکمتوں پر مبنی ہوتے ہیں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے

٧٠۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي إِنْشَادِ الشِّعْرِ

صحیح شعر پڑھنے کے بیان میں

۱۰۵۴۔ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بنُ مُوسَى الفَزَارِيُّ وَعَلِيُّ بنُ حُجْرٍ۔ المَعْنَى وَاحِدٌ۔ قَالَا: حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي الزِّنَادِ عَن هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ عَن أَبِيهِ عَن عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنبَرًا فِي المَسْجِدِ يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَوْ قَالَتْ: يُنَافِحُ عَن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَيَقُولُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ القُدُسِ مَا يُفَاخِرُ أَوْ يُنَافِحُ عَن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.

حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بنُ مُوسَى وَعَلِيُّ بنُ حُجرٍ،قَالاَ:أخبرنا ابنُ أَبِي الزِّنَادِ،عَن أَبِيهِ،عَن عُروَةَ،عَن عَائِشَةَ،عَن النبيِّ ﷺ مِثلَهُ. وَفِي البَابِ عَن أَبِي هُرَيرَةَ وَالبَرَاءِ.هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ،وَهُوَ حَدِيثُ ابنِ أَبِي الزِّنَادِ.

''سیدۃ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسانؓ کے لئے مسجد میں منبر رکھواتے تھے جس پر کھڑے ہوکر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے فخر کرتے تھے یا فرمایا دفاع کرتے تھے۔آپ ﷺ فرمایا تے تھے اللہ تعالیٰ جبرئیل کے ذریعہ حسانؓ کی تائید کرتے ہیں جب تک یہ اللہ کے رسول کی طرف سے فخر کرتے رہیں یا فرمایا دفاع کرتے ہیں'' حدیث سابق کی مثل ہے،اس باب میں ابوہریرہؓ اور براء سے روایت ہے۔یہ حدیث حسن غریب ہے یعنی بروایت ابن ابی الزنادؒ۔

۱۰۵۵۔حَدَّثَنَا اِسحَاقُ بنُ مَنصُورٍ،اخبرنا عَبدُالرَّزَّاقِ،اخبرنا جَعفَرُ بنُ سُلَيمَانَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَن أَنَسٍ أَنَّ النبيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ فِي عُمرَةِ القَضَاءِ وَعَبدُاللهِ بنُ رَوَاحَةَ بَينَ يَدَيهِ يَمشِي وَهُوَ يَقُولُ:

خَلُّوا بَنِي الكُفَّارِ عَن سَبِيلِهِ   اليَومَ نَضرِبكُم عَلَى تَنزِيلِهِ

ضَربًا يُزِيلُ الهَامَ عَن مَقِيلِهِ   وَيُذهِلُ الخَلِيلَ عَن خَلِيلِهِ

فَقَالَ لَهُ عُمَرُ:يَا ابنَ رَوَاحَةَ بَينَ يَدَي رَسُولِ اللهِ ﷺ وَفِي حَرَمِ اللهِ تَقُولُ الشِّعرَ؟فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: خَلِّ عَنهُ يَاعُمَرُ،فَلَهِيَ أَسرَعُ فِيهِم مِن نَضحِ النَّبلِ.

هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ مِن هَذَا الوَجهِ.وَقَد رَوَى عَبدُالرَّزَّاقِ هَذَا الحَدِيثَ أَيضاً عَن مَعمَرٍ عَن الزُّهرِيِّ عَن أَنَسٍ نَحوَ هَذَا.وَرَوَى فِي غَيرِ هَذَا الحَدِيثِ أَنَّ النبيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ فِي عُمرَةِ القَضَاءِ وَكَعبُ بنُ مَالِكٍ بَينَ يَدَيهِ وَهَذَا أَصَحُّ عِندَ بَعضِ أَهلِ الحَدِيثِ لأَنَّ عَبدَاللهِ بنَ رَوَاحَةَ قُتِلَ يَومَ مُؤتَةَ،وَاِنَّمَا كَانَت عُمرَةُ القَضَاءِ بَعدَ ذَلِكَ.

''سیدنا انسؓ سے مروی ہے نبی ﷺ عمرۃ قضا کے لئے مکہ میں داخل ہوئے اور عبداللہ بن رواحہؓ آپ کے آگے آگے چل رہے تھے۔اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

''اے کفار کی اولاد آپ کا راستہ چھوڑ دو۔آج کے دن ہم تم کو ایسا ماریں گے جیسا کہ قرآن میں تمہارے مارنے کا حکم نازل ہوا ہے۔ایسی مار جو کھوپڑی کو اپنی جگہ سے جدا اور دوست کو دوست سے الگ کردے گی

حضرت عمرؓ نے کہا اے ابن رواحہؓ اللہ کے رسول کے سامنے اور اللہ کے حرم میں اشعار پڑھتے ہو۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمرؓ ان کو چھوڑ دو۔کیونکہ یہ شعر کافروں کو تیروں سے زیادہ زخمی کرتے ہیں''

یہ حدیث حسن صحیح،اس طریق سے غریب ہے۔عبدالرزاق نے بھی بواسطہ معمر،زہری،حضرت انسؓ سے اسی کے مثل معنی نقل کیا ہے۔دوسری روایت میں مذکور ہے کہ نبی ﷺ عمرۃ قضا کے لئے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔اور کعب بن مالک آپ کے آگے تھے محدثین کے نزدیک یہ زیادہ صحیح ہے۔کیونکہ عبداللہ بن رواحہ غزوۃ موتہ میں شہید ہوئے۔اور عمرۃ قضا اس کے بعد پیش آیا۔

۱۰۵۶۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ حُجرٍ،أخبرنا شَرِيكٌ،عَنِ المِقْدَامِ بنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ:قِيْلَ لَهَا هَلْ كَانَ النبيُّ ﷺ يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِنَ الشِّعْرِ؟،قَالَتْ:كَانَ يَتَمَثَّلُ بِشعْرِ ابنِ رَوَاحَةَ،ويتمثل وَيَقُولُ وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ.

وَفِي البَابِ عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ.قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے ان سے پوچھا گیا کیا نبی ﷺ کبھی شعر بھی پڑھتے تھے؟ کہا جی ہاں،کبھی کبھی ابن رواحہؓ کا یہ شعر پڑھتے تھے۔اور زمانہ تیرے پاس ایسی خبریں لائے گا جن کیلئے تو نے توشہ نہیں لیا''

اس باب میں ابن عباسؓ سے روایت ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۰۵۷۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ حُجرٍ أخبرنا شَرِيكٌ عَنْ عَبْدِالمَلِكِ بنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النبيِّ ﷺ قَالَ: أَشْعَرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَتْ بِهَا الْعَرَبُ قَوْلُ لَبِيدٍ:أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَاخَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ.

قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وَقَدْ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْ عَبْدِالمَلِكِ بنِ عُمَيْرٍ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا اہل عرب نے جو شعر کہے ان میں سب سے اچھا کلام لبیدؓ کا یہ شعر ہے،اللہ کے علاوہ ہر چیز فنا ہونیوالی ہے''

یہ حدیث حسن صحیح ہے،ثوری اور دوسرے حضرات نے اس کو عبدالملک بن عمیر سے نقل کیا ہے۔

۱۰۵۸۔حَدَّثَنَا عَلِيُّ بنُ حُجرٍ،أخبرنا شَرِيكٌ عَنْ سِمَاكٍ،عَنْ جَابِرِ بنِ سَمُرَةَ قَالَ:جَالَسْتُ النبيَّ ﷺ أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ، فَكَانَ أَصْحَابُهُ يَتَنَاشَدُونَ الشِّعْرَ وَيَتَذَاكَرُونَ أَشْيَاءَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ،وَهُوَ سَاكِتٌ فَرُبَّمَا يَتَبَسَّمُ مَعَهُمْ.

قَالَ أبوعيسى: هَذَا حَدِيثٌ حسنٌ صَحِيحٌ.وَقَدْ رَوَاهُ زُهَيْرٌ عَنْ سِمَاكٍ أَيْضاً.

''سیدنا ابن سمرہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں میں سو بار سے زائد نبی ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوں۔آپ کے اصحاب شعر پڑھتے اور زمانہ جاہلیت کی بعض باتوں کا ذکر کیا کرتے۔آپؐ چپ رہتے اور کبھی کبھی ان کے ساتھ مسکرا دیا کرتے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔زہیر نے بھی اس کو سماک سے نقل کیا ہے۔

۷۱۔بَابُ مَاجَاءَ لَأَنْ يَمْتَلِيءَ جَوْفُ أَحَدِكُم قَيْحاً خَيرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِيءَ شِعْراً

پیپ سے پیٹ بھرنا شعر کے بھرنے سے بہتر ہے کے بیان میں

۱۰۵۹۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبنُ بَشَّارٍ،أخبرنا يَحْيَى بنُ سَعِيدٍ،عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ،عَنْ يُونُسَ بنِ جُبَيْرٍ،عَنْ مُحَمَّدِ بنِ سَعْدِبنِ أَبِي وَقَّاصٍ،عَنْ أَبِيهِ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:لَأَنْ يَمْتَلِيءَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحاً خَيْرٌلَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِيءَ شِعْراً.

قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کا پیٹ کا خون پیپ سے بھرے اس سے اچھا ہے کہ وہ شعر سے بھرے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۰۶۰۔حَدَّثَنَا عِيسَى بنُ عُثْمَانَ بنِ عِيسَى بنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الرَّمْلِيُّ أخبرنا عَمِّي يَحْيَى بنُ عِيسَى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي

صَالِحٍ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:لَأَنْ يَمْتَلِيءَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيحاً يَرِيهُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِيءَ شِعْراً.

وفي الباب عَنْ سَعْدٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَابنِ عُمَرَ وَأَبِي الدَّرْدَاءِ. قَالَ أبوعيسى:هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کا پیٹ ایسی پیپ سے بھرے جسے وہ کھا رہا ہو شعر کے بھر جانے سے اچھا ہے'' (يريه من الورى على وزن الرمي مثل وعد يعد ، وهوداء يفسد الجوف، المراد الشعر المذموم)

اس باب میں سعد، ابی سعید، ابن عمر اور ابودرداءؓ سے روایات ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۷۲۔بابُ مَاجَاءَ فِي الفَصَاحَةِ وَالْبَيَانِ

فصاحت وبلاغت کا بیان

۱۰۶۱۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ عَبْدِالأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ،أخبرنا عُمَرُ بنُ عَلِيٍّ المُقَدَّمِيُّ،حَدَّثَنَا نَافِعُ بنُ عُمَرَ الْجُمَحِيُّ عَن بِشْرِ بنِ عَاصِمٍ،سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ البَلِيغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ كَمَا يَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ.قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.وَفِي البَابِ عَنْ سَعْدٍ.

''سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بلیغ آدمی کو ناپسند کرتا ہے۔جو اپنی زبان پیٹتی اور وگھماتی ہے'' یہ حدیث حسن اس طریق سے غریب ہے اس باب میں حضرت سعد سے روایت ہے۔

۱۰۶۲۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،أخبرنا حَمَّادُ بنُ زَيْدٍ،عَنْ كَثِيرِ بنِ شِنْظِيرٍ عَنْ عَطَاءِ بنِ أَبِي رَبَاحٍ،عَنْ جَابِرِ بنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:خَمِّرُوا الآنِيَةَ،وأَوْكِئُوا الأَسْقِيَةَ،وَأَجِيفُوا الأَبْوَابَ وَأَطْفِئُوا المَصَابِيحَ،فَإِنَّ الفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا جَرَّتِ الْفَتِيلَةَ،فَأَحْرَقَتْ أَهْلَ الْبَيْتِ. قَالَ هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَن جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

''سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا برتنوں کو ڈھک دیا کرو مشکوں کے منہ باندھ دیا کرو، دروازے بند کر دیا کرو، اور چراغوں کو گل کر دیا کرو، کیونکہ چھوٹے چوہے نے بارہا بتی کو گھسیٹا اور گھر والوں کو جلا دیا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔حضرت جابرؓ سے نبی ﷺ سے مختلف طریقوں سے مروی ہے۔

۱۰۶۳۔حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،أخبرنا عَبْدُالْعَزِيزِ بنُ مُحَمَّدٍ عَن سُهَيْلِ بنِ أَبِي صَالِحٍ،عَنْ أَبِيهِ،عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ:أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ،فَأَعْطُوا الإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الأَرْضِ،وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي السَّنَةِ فَبَادِرُوا بِهَا نِقْيَهَا،وَإِذَا عَرَّسْتُمْ فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيقَ ،فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ وَمَأْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ.قَالَ هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وفي البَابِ عَنْ أَنَسٍ وَجَابِرٍ.

سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم خوشک سالی کے زمانہ میں سفر کرو تو اونٹوں کو ان کا مین والا حصہ دے دو اور جب خشک سالی میں سفر کرو تو جلدی کرو کہ ان کی ہڈیوں کا گودا سوکھنے نہ پائے۔اور جب کے وقت اترو تو راستوں سے ہٹ کر پڑاؤ ڈالو۔کیونکہ ان راستوں پر جانور اور حشرات الارض رات میں چلتے ہیں۔(ممکن ہے کہ تکلیف دیں)'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور اس باب میں انس اور جابر سے روایت ہے۔

١٠٦٤ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِالْجَبَّارِ بْنِ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَنَامَ الرَّجُلُ عَلَى سَطْحٍ لَيْسَ بِمَحْجُورٍ عَلَيْهِ.

هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، وَعَبْدُالْجَبَّارِ بْنُ عُمَرَ يُضَعَّفُ.

''سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ انسان ایسی چھت پر سوئے جہاں کوئی روک نہ ہو'' یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو محمد بن منکدر کی جابر کی روایت سے صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔ عبدالجبار بن عمر کو ضعیف کہا گیا ہے۔

١٠٦٥ـ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا. قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ، حَدَّثَنِي شَقِيقُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ نَحْوَهُ.

سیدنا عبداللہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمیں وعظ و نصیحت کے لئے دن مقرر کر دیتے تھے تا کہ ہم پر گراں نہ گذرے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حدیث سابق کی مثل ہے۔

تشریح: لسان و کلام کے آداب ذکر ہو رہے ہیں، آگے بیہودہ اشعار کی ممانعت بھی مذکور ہے، اور ایسے اشعار بھی منع ہیں جو بھلے صحیح ہوں مگر عبادات و اعمال ذکر و تلاوت اور ضروری کاموں میں حرج کا سبب ہوں، اسی طرح زیادہ چرب لسانی چاپلوسی اور موڑ توڑ کے الفاظ نکالنا یہ بھی بے جا تکلف کی وجہ سے ممنوع ہے۔ تشدّق شدق سے ہے شدق جانب الفم کو کہتے ہیں المراد انّ المبغوض والمذموم هو المبالغة فی الکلام علی التکلّف والتصنّع، واما اذا کانت البلاغة خلقیا فلا یدخل فی الذمّ (بذل) برا اور قابل مذمت طرز کلام وہ ہے جس میں تصنع بازی تکلف اور بے جا مبالغہ ہو، ہاں جو طبعی بلاغت و مہارت کی وجہ سے فصیح گفتگو ہو وہ بالکل قابل مذمت نہیں ابواب البر والصلہ میں بھی ہم نے ''المتشدقون و المتفیھقون'' پڑھا ہے۔ اس لئے سادہ پر مغز مفید و مدلل گفتگو ہونی چاہیے تصنع بازی کو قریب بھی نہ پھٹکنے دیں کہ عندالناس اور عنداللہ و رسولہ مبغوض ہے۔

البقرة کے گائے بیل اور قاموس میں ہے کہ باقر، باقور، بقیر، بیقور، یہ اسم جمع ہیں

گائے کے ذکر کی وجہ؟ وخصّ البقرة لانّ جمیع البھائم تأخذ النبات بأسنانھا، وھی تجمعھا بلسانھا، واما من بلاغته خلقية فغیر مبغوض (عون) اس عبارت سے واضح کر دیا کہ گائے گھاس زبان سے لپیٹتی ہے اس لئے اس کا ذکر کیا جیسے تصنع باز زبان موڑ موڑ کر بولتا ہے۔

فاما لو نویٰ فیه ان یؤثر کلامهٗ و وعظه فی سبیل الله مخلصا فلا ضیر (بذل) حضرت مولانا یحییٰ نوراللہ مرقدہ نے فرمایا اگر اپنی گفتگو اور وعظ کو اللہ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ مؤثر بنانے کیلئے قدرے تکلف سے کہتا ہے تو مضائقہ نہیں۔

عَلَى سَطْحٍ لَيْسَ بِمَحْجُورٍ عَلَيْهِ: یہ نہی شفقتی ہے کہ آدمی نیند سے اٹھ کر بے خبری میں کس سمت چل دے اور بجائے زمین پر پہنچنے

کے سیڑھی کے بغیر ہی رب تک نہ جا پہنچے یا اسی طرح نیند میں پہلو بدلتے بدلتے ہی گر پڑے۔ الحجار جمع حجر و هو مایحجر به من حائط و نحوه ومنه حجر الکعبة. (عون) بمعنی آڑ، پردی، گرل، جنگلا وغیرہ۔

خَمِّرُوا الآنِيَةَ: یہ امر شفقتی ہے یعنی آدمی طہارت وصفائی پر سوئے جیسے آگے سوتے وقت کے اعمال کا ذکر قریب ہی آ رہا ہے۔

فیتعارّ من اللیل . قال الخطابی: معناه یستیقظ من النوم ، واصل التعارّ السهر والتقلب علی الفراش مع کلام وصوت، وهو ماخوذ من عرار الظلیم (عون) عرار الظلیم کا معنی ہے شتر مرغ کا چیخنا۔ قرآن کریم میں ہے "فکلوا منها واطعمو القانع والمعترّ (حج ۳۶) آگے اس کا مستقل باب آ رہا ہے۔ باوضو سونا مسنون و مستحب ہے اسکا خوب اہتمام ہو۔

۷۳۔ بابٌ بلاعنوان

۱۰۶۶۔ حَدَّثَنَا أَبُوهِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ قَالَ: سُئِلَتْ عَائِشَةُ وَأُمُّ سَلَمَةَ أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ. قَالَتَا: مَادِيمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ. هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ.

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ أَحَبُّ الْعَمَلِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَادِيمَ عَلَيْهِ.

حَدَّثَنَا بِذَلِكَ هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ. حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ. هَذَا حَدِيثٌ حسنٌ صحيحٌ.

"سیدہ عائشہؓ اورام سلمہ سے مروی بیان ہے پوچھا گیا رسول اللہ ﷺ کو کونسا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ تھا۔ دونوں نے کہا وہ عمل جس پر ہمیشگی کی جائے۔ اگرچہ تھوڑا ہو" یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے۔

ہشام بن عروہ سے بواسطہ والد حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل تھا جو ہمیشہ کیا جائے۔ حدیث سابق کی مثل ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: قالتا: مادیم علیه وان قل: استیذان و ادب کا یہ آخری باب ہے، جو امام ترمذی کے وفور عقل اور تبحر علمی کا ثبوت ہے، جس میں براعۃ اختتام اور اعمال پر مداومت و اہتمام کا بیان ہے۔ دو امہات المؤمنین کی روایت کا ذکر بھی مشیر ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو کس طرح آداب کی تعلیم دیتی ہیں، اور ان کا پابند بنانے کی کوشش کرتی ہیں، دوام و استقامت بہت قیمتی جوہر ہے، جس کے ہاتھ لگ جائے یقیناً وہ نصیبہ ور ہیں۔ آگے تمثیلات اور مثالوں کے ساتھ کچھ مزید سمجھایا جا رہا ہے۔

فتمت ابواب الادب وتلیها ابواب الامثال

ابواب الأمثال عَن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

رسول اللہ ﷺ سے منقول امثال کے ابواب

یہ ''انعامات رحمانی'' جلداول اور طالبات کے زیرعمل نصاب کا آخری عنوان ہے، اس میں سات ابواب اور پندرہ احادیث ہیں، اس عنوان سے امام ترمذی کی دواغراض ہیں ۱۔ تفہیم کے لئے تمثیل جائز ہے، درست ہے ۲۔ تشبیہ کے لئے مشبہ اور مشبہ بہ میں من کل الوجوہ اور مکمل مماثلت ضروری نہیں، بلکہ کسی ایک چیز میں مشابہت کی وجہ سے تشبیہ ومثال دینا کافی ہوتا ہے، وفی الکوکب ''فان تطبیق کل المشبه علی کل المشبه به لایکون مقصودا....'' جیسے ختم نبوت کے مسئلے کو سمجھانے کے لئے آپ ﷺ نے اپنے آپ کو تمثیلاً محل نبوت کی آخری اینٹ قرار دیا ہے، اس سے مذکورہ دونوں باتیں ثابت ہوئیں کہ بات سمجھانے کیلئے مثال دینا درست ہے، اور وجہ تشبیہ کسی ایک چیز میں ہونا کافی ہے، یہی اس عنوان کی اغراض ہیں۔

امثال مثل کی جمع ہے، باب نصر سے مانند ہونا، باب ضرب سے مثلہ کرنا، باب افتعال سے اطاعت کرنا، باب تفعل سے مثال بیان کرنا، باب تفعیل سے مثال دینا، اسی سے تمثال وتماثیل اور مثلات مستعمل ہیں۔ مثل، شبہ، نظیر، مشابہ متعدد معانی متقاربہ کے لئے مستعمل اور متداول ہے۔ یہاں مقصود ان احادیث کو بیان کرنا ہے جن میں کسی عمل اور کسی چیز کو تمثیل وتشبیہ سے سمجھایا گیا ہے، حضور اکرم ﷺ نے بہت سارے امور مثال سے سمجھائے، ان میں سے بعض کا یہاں ذکر ہے، علامہ عسکریؒ نے امثال کی بہت ساری احادیث جمع کی ہیں، قرآن وحدیث اور فقہ میں اشباہ ونظائر اور امثال کا ذکر کثرت سے ہے۔

ابواب واحادیث کی تعداد: امثال کے عنوان کے تحت سات (۷) ابواب اور پندرہ (۱۵) احادیث ہیں۔

۱۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي مَثَلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لِعِبَادِهِ

اللہ کی اپنے بندوں کے حق میں مثال کے بیان میں

۱۰۶۷۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، أخبرنا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَن بحير بنِ سَعِيدٍ، عَن خَالِدِ بنِ مَعْدَانَ، عَن جُبَيْرِ بنِ نُفَيْرٍ، عَنِ النَّوَاسِ بنِ سَمْعَانَ الْكِلَابِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ اللّٰهَ ضَرَبَ مَثَلًا صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا، عَلَى كَنَفَيِ الصِّرَاطِ زُورَانِ لَهُمَا أَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ، عَلَى الْأَبْوَابِ سُتُورٌ، وَدَاعٍ يَدْعُو عَلَى رَأْسِ الصِّرَاطِ وَدَاعٍ يَدْعُو فَوْقَهُ ﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوا إِلَى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۲۵)﴾ وَالْأَبْوَابُ الَّتِي عَلَى كَنَفَيِ الصِّرَاطِ حُدُودُ اللّٰهِ، فَلَا يَقَعُ أَحَدٌ فِي حُدُودِ اللّٰهِ حَتَّى يَكْشِفَ السِّتْرَ، وَالَّذِي يَدْعُو مِنْ فَوْقِهِ وَاعِظُ رَبِّهِ.

هٰذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بنَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ يَقُولُ سَمِعْتُ زَكَرِيَّا بنَ عَدِيٍّ يَقُولُ، قَالَ أَبُوإِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ: خُذُوا عَنْ بَقِيَّةَ مَاحَدَّثَكُمْ عَنِ الثِّقَاتِ، وَلَا تَأْخُذُوا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بنِ عَيَّاشٍ مَاحَدَّثَكُمْ عَنِ الثِّقَاتِ، وَلَا غَيْرِ الثِّقَاتِ.

''سیدنا نواس بن سمعان کلابیؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے ایک مثال بیان کی ہے ایک سیدھا راستہ ہے راستہ کے دونوں طرف دیوار ہے دونوں دیواروں میں بہت سے دروازے ہیں۔ دروازے کھلے ہیں جن پر پردے پڑے ہیں کوئی بلانے والا راستہ کے سرے پر بلا رہا ہے۔ کہ پردے اٹھا کر اندر داخل ہو جاؤ۔ اور ایک اوپر بلانے والا ہے'' اور اللہ دارالسلام کی طرف بلا رہا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے'' اور وہ دروازے جو راستہ کے دونوں طرف ہیں اللہ کی حدود ہیں سو کوئی ایسا نہ کرے کہ اللہ کی حدود میں پڑ جائے اور پردہ کھول لے۔ اور جو اس کے اوپر سے بلاتا ہے وہ اپنے پروردگار کا واعظ ہے''

یہ حدیث حسن غریب ہے امام ترمذی نے کہا میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے سنا وہ زکریا بن ابی عدی کے واسطہ سے نقل کرتے تھے کہ ابواسحٰق فزاری نے کہا بقیہ سے حدیثیں لو جبکہ وہ ثقات سے روایت کرے، اور اسمٰعیل بن عیاش سے حدیثیں نہ لو خواہ ثقات سے روایت کرے یا غیر ثقات سے۔

۱۰۶۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، أخبرنا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَوْماً، فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ جِبْرَائِيلَ عِنْدَ رَأْسِي وَمِيكَائِيلَ عِنْدَ رِجْلِي، يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اضْرِبْ لَهُ مَثَلاً، فَقَالَ: اسْمَعْ سَمِعَتْ أُذُنُكَ، وَاعْقِلْ عَقَلَ قَلْبُكَ، إِنَّمَا مَثَلُكَ، وَمَثَلُ أُمَّتِكَ، كَمَثَلِ مَلِكٍ اتَّخَذَ دَاراً، ثُمَّ بَنَى فِيهَا بَيْتاً، ثُمَّ جَعَلَ فِيهَا مَائِدَةً، ثُمَّ بَعَثَ رَسُولاً يَدْعُو النَّاسَ إِلَى طَعَامِهِ. فَمِنْهُمْ مَنْ أَجَابَ الرَّسُولَ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَرَكَهُ، فَاللّٰهُ هُوَ الْمَلِكُ وَالدَّارُ الإِسْلَامُ، وَالْبَيْتُ الْجَنَّةُ، وَأَنْتَ يَا مُحَمَّدُ رَسُولٌ، فَمَنْ أَجَابَكَ دَخَلَ الإِسْلَامَ، وَمَنْ دَخَلَ الإِسْلَامَ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ دَخَلَ الْجَنَّةَ أَكَلَ مَافِيهَا. قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ مرسلٌ، سَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ لَمْ يُدْرِكْ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ، وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ بِإِسْنَادٍ أَصَحَّ مِنْ هَذَا.

''سیدنا جابرؓ بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکلے اور فرمایا آج میں نے خواب دیکھا گویا جبرائیل میرے سر کے پاس ہیں اور میکائیل میرے پاؤں کے پاس ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ رہا ہے آنحضرت ﷺ کی کوئی مثال بیان کرو۔ تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ سنئے! اللہ کرے آپ کے کان سنیں اور سمجھئے! اللہ کرے آپ کا دل سمجھے۔ آپ ﷺ اور آپ کی امت کی مثال یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے حویلی بنائی پھر اس میں ایک گھر بنایا پھر اس میں دسترخوان چنا۔ پھر ایک قاصد بھیجا جو لوگوں کو کھانے کے لئے بلائے۔ سو بعض لوگ تو ایسے ہیں جنہوں نے قاصد کی بات قبول کی اور کھانے کے لئے آ گئے۔ اور بعض ایسے نکلے جنہوں نے بات قبول نہ کی خلاصہ یہ ہے اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے، اور حویلی اسلام ہے، گھر بہشت ہے اور اے محمد آپ رسول و قاصد ہیں جس نے آپ کی دعوت قبول کی وہ اسلام میں داخل ہوا اور جس نے اسلام قبول کیا وہ جنت میں داخل ہوا، جو جنت میں داخل ہوا اس نے وہ کھایا جو جنت میں ہیں، یہ حدیث مرسل ہے، سعید بن ابی ہلال نے جابرؓ کو نہیں پایا،

اس باب میں ابن مسعود سے روایت ہے، یہ حدیث اس طریق کے علاوہ بھی نبی ﷺ سے مروی ہے اور اسکی اسناد اس سے زیادہ صحیح ہے۔

۱۰۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، أخبرنا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قال: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعِشَاءَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَخَذَ بِيَدِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ حَتَّى خَرَجَ بِهِ إِلَى بَطْحَاءِ مَكَّةَ فَأَجْلَسَهُ ثُمَّ خَطَّ عَلَيْهِ خَطًّا، ثُمَّ قَالَ: لَا تَبْرَحَنَّ خَطَّكَ فَإِنَّهُ سَيَنْتَهِي إِلَيْكَ رِجَالٌ فَلَا تُكَلِّمْهُمْ فَإِنَّهُمْ لَنْ يُكَلِّمُوكَ. ثُمَّ مَضَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَيْثُ أَرَادَ، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ فِي خَطِّي إِذْ أَتَانِي رِجَالٌ كَأَنَّهُمُ الزُّطُّ، أَشْعَارُهُمْ وَأَجْسَامُهُمْ. لَا أَرَى عَوْرَةً وَلَا أَرَى قِشْرًا، وَيَنْتَهُونَ إِلَيَّ وَلَا يُجَاوِزُونَ الْخَطَّ، ثُمَّ يَصْدُرُونَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ، لَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ جَاءَنِي وَأَنَا جَالِسٌ فَقَالَ: لَقَدْ أُرَانِي مُنْذُ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ فِي خَطِّي فَتَوَسَّدَ فَخِذِي وَرَقَدَ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا رَقَدَ نَفَخَ، فَبَيْنَا أَنَا قَاعِدٌ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُتَوَسِّدٌ فَخِذِي، إِذَا أَنَا بِرِجَالٍ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ بِيضٌ. اللَّهُ أَعْلَمُ مَا بِهِمْ مِنَ الْجَمَالِ، فَانْتَهَوْا إِلَيَّ، فَجَلَسَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ عِنْدَ رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَطَائِفَةٌ مِنْهُمْ عِنْدَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ قَالُوا بَيْنَهُمْ: مَا رَأَيْنَا عَبْدًا قَطُّ أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ هَذَا النَّبِيُّ ﷺ، إِنَّ عَيْنَيْهِ تَنَامَانِ وَقَلْبَهُ يَقْظَانُ، اضْرِبُوا لَهُ مَثَلًا: مَثَلُ سَيِّدٍ بَنَى قَصْرًا ثُمَّ جَعَلَ مَائِدَةً فَدَعَا النَّاسَ إِلَى طَعَامِهِ وَشَرَابِهِ، فَمَنْ أَجَابَهُ أَكَلَ مِنْ طَعَامِهِ وَشَرِبَ مِنْ شَرَابِهِ، وَمَنْ لَمْ يُجِبْهُ عَاقَبَهُ، أَوْ قَالَ عَذَّبَهُ. ثُمَّ ارْتَفَعُوا وَاسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ ذَلِكَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ مَا قَالَ هَؤُلَاءِ. وَهَلْ تَدْرِي مَنْ هُمْ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: هُمُ الْمَلَائِكَةُ، فَتَدْرِي مَا الْمَثَلُ الَّذِي ضَرَبُوهُ؟ قُلْتُ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: الْمَثَلُ الَّذِي ضَرَبُوهُ: الرَّحْمَنُ بَنَى الْجَنَّةَ وَدَعَا إِلَيْهَا عِبَادَهُ، فَمَنْ أَجَابَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ لَمْ يُجِبْهُ عَاقَبَهُ أَوْ عَذَّبَهُ. قَالَ أبوعيسى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ من هذا الوَجْهِ.

وأبو تَمِيمَةَ هو الهجيمي واسْمُهُ طَرِيفُ بن مُجَالِدٍ، وأبوعثمانَ النَّهْدِيُّ اسْمُهُ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بنُ مُلٍّ، وَسُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ [قد روى هذا الحديث عنه معتمر وهو سليمان] بن طَرْخَانَ [ولم يكن تميماً، وانما كَانَ يَنْزِلُ بَنِي تَيْمٍ فَنُسِبَ إِلَيْهِمْ. قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: مَارَأَيْتُ أَخْوَفَ لِلَّهِ تَعَالَى مِنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ.

''سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی نماز سے فارغ ہوئے تو عبداللہ بن مسعود کا ہاتھ پکڑا اور ان کو لئے ہوئے مکہ معظمہ کی کنکریلی زمین یعنی بطحاء مکہ تشریف لے گئے، وہاں حضرت ابن مسعودؓ کو بٹھایا اور ان کے چاروں طرف ایک گول دائرہ بنایا۔ پھر فرمایا تم اپنے نشان سے باہر نہ نکلنا۔ کیونکہ تمہارے پاس کچھ آدمی آئیں گے تم ان سے بات نہ کرو۔ وہ بھی تم سے ہرگز نہ بولیں گے۔ پھر حضور ﷺ نے جہاں چاہا تشریف لے گئے میں اپنے نشان کے اندر ہی بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں میرے پاس کچھ آدمی آئے۔ جیسے سیاہ فام ان کے بال اور بدن بھی دیہاتیوں جیسے تھے۔ وہ برہنہ نظر آرہے تھے نہ کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ میری طرف آتے رہے، مگر نشان کے باہر ہی رہے اندر نہیں آئے (پھر وہ لوگ تو نہیں آئے) لیکن رسول اللہ میرے پاس تشریف

لائے میں اس وقت بیٹھا ہوا تھا۔ حضورﷺ نے فرمایا میں شروع رات سے سویا نہیں ہوں۔ پھر آپ میرے نشان کے اندر تشریف لائے اور میری ران پر سو گئے اور آپ جب سوتے تھے تو خراٹے لیتے تھے۔ اس اثنا میں کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے آدمی سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں اللہ جانتا ہے کہ وہ کیسے خوبصورت تھے۔ وہ لوگ میرے پاس آئے ان کا ایک گروہ رسول اللہ کے سر کے پاس بیٹھ گیا۔ اور ایک حضورﷺ کے پیروں کے پاس۔ پھر انہوں نے آپس میں کہا۔ ہم لوگوں نے ایک بندہ بھی نہیں دیکھا جس کو اتنا ملا ہو جتنا اس پیغمبر کو ملا ہو۔ ان کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن ان کا دل جاگتا رہتا ہے۔ ان کی مثال یوں سمجھو کہ ایک سردار نے ایک محل بنایا پھر اس نے دستر خوان چنا۔ پھر لوگوں کو بلایا کہ میرے کھانے کی چیزیں آ کر کھاؤ۔ اور پینے کی چیزیں آ کر پیو۔ سو جس نے اس کی دعوت قبول کی اس نے اس کے دستر خوان پر کھانے کی چیز کھائی اور پینے کی چیز پی اور جس نے دعوت قبول نہیں کی تو اس سردار نے اسے سزا دی یہ کہنے کے بعد وسفید پوش آدمی اوپر چلے گئے اور رسول اللہﷺ جاگ اٹھے پھر فرمایا میں نے ان کی باتیں سنیں، کیا جانتے ہو یہ کون ہیں؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں نے جو مثال دی وہ یہ ہے کہ رحمٰن نے بہشت بنائی۔ اور اپنے بندوں کو اس کی طرف بلایا جس نے اس کی دعوت قبول کی وہ بہشت میں داخل ہوا۔ اور جس نے دعوت قبول نہیں کی اس کو عذاب دیا''

یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے، ابو تمیمہ کا نام طریف بن مجالد ہے، اور ابو عثمان نہدی کا نام عبدالرحمٰن بن مل ہے۔ سلیمان تیمی سے مراد ابن طرحان ہیں یہ بنی تمیم ان کے پاس آتے جاتے تھے۔ اس لئے تیمی کہلائے، بن سعید نے کہا میں نے کسی کو سلیمان تیمی سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا نہیں دیکھا۔

تشریح: **علی کنفی الصراط زوران:** یہ ''زاء'' کے ساتھ ہے، جو سین سے تبدیل شدہ ہے، دراصل ''سوران'' تھا۔ سور کی تثنیہ، دو دیواریں، مصری نسخہ میں ''زوران'' کی جگہ ''داران'' ہے جو غلط ہے (کوکب)

مثال کی وضاحت: اس حدیث مبارک میں مختلف چیزوں کو مثال سے سمجھایا گیا ہے۔

صراط مستقیم سیدھا راستہ۔ اس سے مراد ''اسلام'' ہے۔ راستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں، جن میں دروازے کھلے ہوئے ہیں، دروازوں سے مراد ''محارم اللہ'' ہیں۔ ان دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں، ان پردوں سے مراد حدود و منہیات ہیں۔ راستے کے سامنے والے سرے پر ایک بلانے والا سیدھا بلا رہا ہے۔ اس داعی اور بلانے والے کا مصداق '' الله ، کتاب الله'' ہیں، والله یدعو الی دار السلام سے اللہ تعالیٰ کا داعی ہونا ثابت ہوتا ہے، جبکہ حاکم کی روایت سے داعی ''کتاب الله'' ہونا ثابت ہوتا ہے

والذی یدعو من فوقه : ای فوق الصراط اوفوق العبد ۔ اوپر سے راستے کے اوپر یا بندے کے اوپر مراد ہے۔ اس کا مصداق نبی یا ان کے نائب ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا مصداق ''ملہم'' بھلائی دل میں ڈالنے والا فرشتہ ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا مصداق قلب سلیم اور داعیہ صادقہ ہے جو انسان کو بھلائی کی طرف بلاتا ہے۔

یہ حدیث یہاں مختصر ہے، حاکمؒ نے اس کی مفصل تخریج کی ہے ''عن النواس بن سمعان قال: ضرب الله مثلا ص. اطا

مستقيما، وعلى كنفي الصراط سوران، فيهما ابواب مفتّحة، وعلى الابواب ستور مرخاة، وعلى الصراط (وفي المشكوة وعند راس الصراط) داع يدعو، يقول: يا ايها الناس اسلكوا الصراط جميعا، ولا تعوجوا، وداع يدعو على الصراط، فاذا اراد احدكم فتح شئ من تلك الابواب، قال: ويلك لا تفتحه، فانك ان تفتحه تلجه، فالصراط الاسلام، الستور حدود الله، والابواب المفتّحة محارم الله، والداعي الذي على رأس الطريق كتاب الله، والداعي من فوق واعظ الله، يذكر في قلب كل مسلم"

سمعت زكريا بن عدي يقول: قال ابواسحاق الفزاري: اس سند میں زکریا بن عدی .... ہے۔ یہ درست ہے، زکریا کے نیچے بین السطور میں مزید لکھا ہے کہ "زکریا بن ابی عدی" بھی ایک نسخہ ہے، یہ سہو کاتب ہے، صحیح وہی ہے جو متن میں درج ہے "زکریا بن عدی" ابی عدی کنیت کے ساتھ یہ درست نہیں۔ لا تأخذوا عن اسماعيل بن عياش: امام ترمذیؒ نے حکم لگا دیا ہے کہ "اسماعیل بن عیاش" سے کوئی روایت نہ لیں علی الاطلاق یہ قول معتبر نہیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ اس کی روایات شامیوں سے ماخوذ ومقبول ہیں حجازیوں سے نہیں۔ (حاشیہ)

فقال: اسمع سمعت اذنک: توجہ سے سنئے، تیرے کان سنیں، یہ کثرت توجہ کے لئے کہا جاتا ہے، جیسے ہمارے یہاں کہا جاتا ہے "سن! کان لگا کے سن"

کمثل ملک اتخذ دارا: جیسے کسی بادشاہ نے گھر بنایا، محل سجایا، اس میں دسترخوان لگوایا، (اس پر کھانا چنوایا) پھر قاصد بھیج کر لوگوں کو کھانے کے لئے بلوایا، پھر کوئی آیا، کوئی نہ آیا۔ آگے اس کی وضاحت وتعیین کا ذکر ہے۔

نکتہ: الدار الاسلام: یہاں کوکب الدری میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ "دار الاسلام" فرمایا ہے، "دار الایمان" نہیں فرمایا۔ اس میں اشارہ ہے کہ جنت میں داخلہ صرف محض تصدیق وایمان سے نہ ملے گا بلکہ پورے "اسلام" کا پابند ہونا ہوگا یعنی ظاہر وباطن دونوں مطیع ومنقاد ہوں۔

الی بطحاء مکة: اس سے مراد مروہ سے آگے کچھ فاصلے پر واقع وادی ہے، یہ اس طرف ہے جہاں سے موجودہ "شارع الغزة" حرم مکہ کی طرف آتی ہے، برلب سڑک "مسجد الملک فہد" ہے، ذرا آگے پل ہے، پل کے بغل میں "مسجد شجرة" ہے، اسی کے ساتھ "مسجد الجن" ہے، یہی بطحاء مکہ ہے، اب بھی یہ نشیبی جگہ ہے، بارش میں یہاں پانی جمع ہو جاتا ہے۔ اس سمت جدید تعمیر مکمل ہونے کی صورت میں "باب ملک عبداللہ" یہاں سے قریب تر ہوگا۔ یہاں واقع "مسجد الجن" اسی واقعہ کی یادگار ہے جس کا حدیث باب میں ذکر ہے۔ "مکتبہ مولد النبی ﷺ" سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی رہائش اسی طرف تھی۔

ثم قال: لا تبرحنّ خطك: ان کو دائرے اور حصار میں بٹھا کر فرمایا اس سے باہر نہ نکلنا، سب آئیں گے مگر تجھے کچھ نہ کہیں گے۔ یہ آپ ﷺ نے انہیں دہشت سے تسلی کے لئے فرمایا۔

جنوں سے تحفظ کی تدابیر واعمال: آپ ﷺ کے دائرہ اور حصار لگانے سے ثابت ہوا کہ جنوں سے حفاظت کے لئے عمل ووظیفہ کرنا مباح بلکہ مستحب اور مطابق سنت ہے (جب اس میں خلاف شرع کا ارتکاب نہ ہو)۔ وفي الكوكب "من ههنا يستنبط

جواز الاعمال للحفظ من الجن ودفعهم ،بل استحبابه"

کانّھم الزطّ: گویا کہ وہ حبشی اور کالے سوڈانی تھے۔ زط یہ جت کا معرب ہے، سوڈانی اور ہندی لوگوں کی ایک قسم ہے، الزطّ: جنس من السودان او الهنود، قيل هو معرب جات

اشعارهم واجسامهم......: یہ منصوب بنزع الخافض ہیں، یعنی فی حرف جار محذوف ہے، عبارت یوں گی "کانهم الزط في اشعارهم واجسامهم" گویا کہ جسموں اور بالوں کے (یک رنگ) کالا ہونے میں وہ حبشی تھے۔ دوسری ترکیب یہ ہے کہ یہ دونوں معطوف علیہ معطوف ملکر مرفوع مبتداء ہیں، ان کی خبر "مثلهم" محذوف ہے۔ ان کے بال وجسم ان کی مثل تھے۔

لا اری عورة ولا قشرا: ان کا ستر کھلا میں نے نہیں دیکھا کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ منکشف وظاہر ہو، اور نہ ان پر قشر (لباس) دیکھا۔ ای لا اری منهم عورة منكشفة، ولا اری عليهم ثيابا.

وينتهون اليّ.....: میرے پاس حصار تک آتے پھر آگے بڑھے بغیر حضور ﷺ کی طرف چلے جاتے۔

آخر رات میں وہ تو واپس نہیں آئے، آپ ﷺ سے ملاقات وبیعت کے بعد وہیں سے چلے گئے، حضور ﷺ تنہا تشریف لائے، میں اسی حال وجگہ میں بیٹھا ہوا تھا، حصار میں تشریف لا کر آرام فرما ہوئے۔

اذا رقد نفخ: ای تنفس شدیدا۔ تیزی سے سانس لینا، خراٹے لینا، یہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی۔

اذا انا برجال ،عليهم ثياب بيض......: یہ اذا مفاجاتیہ ہے، اچانک حسین وجمیل خوش لباس مرد میرے پاس تھے، یہ ملائکہ تھے، جنہوں نے آپ ﷺ کی ختم نبوت کو مثال سے سوال جواب کی صورت میں سمجھایا۔

فرشتے کو دیکھنا؟ کیا دنیا میں انسان فرشتوں کو دیکھ سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی انسانی شکل میں دیکھنا ثابت ہے، زیر بحث حدیث اس کی دلیل ہے، اسی طرح حدیث جبرئیل، غزوہ بدر، غزوہ خندق، اسی طرح امہات المؤمنینؓ کا حضرت جبرئیل کو سیدنا دحیہؓ کی شکل میں دیکھنا، سیدہ مریم کا "فتمثل لها بشرا سويا" کو دیکھنا کثیر دلائل ہیں۔ ہاں فرشتے کو اپنی شکل اصلی میں دیکھنا کسی عام فرد کے لئے بندہ کی نظر سے نہیں گذرا۔

ان عينيه تنامان وقلبه يقظان: یہ انبیاء اور آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی كذا في الطبراني وابي نعيم۔

ثم ارتفعوا: اس سے معلوم ہوا کہ آخر تک سیدنا ابن مسعودؓ نے انہیں دیکھا۔

فقال: سمعت ماقال هؤلاء: سمعت متکلم کا صیغہ ہے۔ آگے مثال کی وضاحت ہے۔

سليمان التيمي .....: اس کا مقصد یہ ہے کہ سلیمان تیمی کے لفظ سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ نسبا یہ قبیلہ "تیم" کے ہیں، بلکہ یہ ان کے پاس رہنے کی وجہ سے "تیمی" کہلاتے ہیں۔ یہ متقی تھے وفی الکوکب " سليمان بن طرحان ولم يكن تيميا ،وانما كان ينزل بني تيم، فنسب اليهم" كذا قال الترمذي

اعتراض: ابن حجرؒ نے یہاں ایک تعارض اور اس کا حل پیش کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زیر بحث حدیث ابن مسعودؓ میں ہے کہ "بطحاء مکہ" میں رات کے آخری حصہ میں جب آپ ﷺ تشریف لا کر آرام فرما ہوئے تو خواب دیکھا۔ جبکہ اس سے پہلی سعید بن ابی

...ال کی حدیث سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ خواب گھر میں دیکھا (نہ کہ ابن مسعود کی گود میں) اس میں ہے "خرج علینا، فقال: انی رأیت فی المنام"

حل تعارض: اس کا پہلا حل یہ ہے کہ حدیث ابن مسعود میں "بطحاء" کا ذکر ہے، اور ہوا بھی ایسے ہی، پھر آپ ﷺ گھر تشریف لائے، پھر جب گھر سے دن میں تشریف لائے تو ہمیں سنایا، اس لئے دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے یہ کہا ہے کہ یہ جواب اس صورت میں ہے کہ جب ہم دونوں روایات کو ایک واقعہ پر محمول کریں، اگر دو واقعے سمجھ لیں تو پھر تطبیق میں یوں کہیں گے کہ یہ دو جدا واقعات ہیں۔ فلا تعارض فیھما؛

۲۔ باب مَاجَاءَ فی مَثَلِ النَّبِیِّ والْأَنبِیَاءِ ﷺ وعلیھم أجمعین

نبی ﷺ اور دوسرے انبیاءؑ کی مثال

۱۰۷۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ إِسْمَاعِیلَ، أخبرنا مُحَمَّدُ بنُ سِنَانٍ، أخبرنا سَلِیمُ بنُ حَیَّانَ بَصْرِی، أخبرنا سَعِیدُ بنُ مِینَاء، عَن جَابِرِ بنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: إِنَّمَا مَثَلِی وَمَثَلُ الْأَنبِیَاءِ قَبْلِی کَرَجُلٍ بَنَی دَاراً فَأَکْمَلَھَا وَأَحْسَنَھَا إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ یَدْخُلُونَھَا وَیَتَعَجَّبُونَ مِنْھَا وَیَقُولُونَ: لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَۃِ.

وفی الباب عَن أَبِی ھُرَیْرَۃَ وَأُبَیِّ بنِ کَعْبٍ. ھذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ صحیحٌ من ھذا الوَجْہِ.

"سیدنا جابرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری مثال اور دوسرے نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے گھر بنایا اور اس کو مکمل کر کے خوب سجایا مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس میں آنے جانے لگے ۔۔اور اس کی خوبصورتی اور نقش ونگار پر تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے کاش ایک اینٹ کی جو جگہ خالی ہے وہ خالی نہ رہتی (دوسری جگہ ارشاد ہے وہ اینٹ میں ہوں حق تعالیٰ نے میرے ذریعہ مکان کو مکمل کر دیا اور خالی جگہ پُر ہو گئی) اور مجھ پر رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا" اس باب میں ابو ہریرہؓ اور ابی بن لعب سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح اس طریق سے غریب ہے۔

تشریح: اس میں آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کو مثال سے سمجھایا گیا ہے۔ "مسئلہ ختم نبوت کی مدلل ومفصل بحث اور قادیانیوں کے شبہات کے جوابات" انعامات المنعم اول کتاب الفضائل باب نمبر ۷ میں ملاحظہ ہوں۔

فائدہ: اس تمثیل وتفصیل سے معلوم ہوا سابقہ شرائع تمام ومکمل نہ تھیں، اس کی وجہ امتوں میں نقص وقصور تھا، انبیاء میں نہیں، وفی الکوکب "انّ الشرائع التی کلّف اللہ بھا الامم السابقۃ، لم تکن کملت، ولا تمّت لقصور فی المکلفین بھا، فبعث نبینا ﷺ مکملا مابقی من الخیرات والبرکات......"

۳۔ باب مَاجَاءَ فی مَثَلِ الصَّلوٰۃِ وَالصِّیَامِ وَالصَّدَقَۃِ

نماز، روزہ اور صدقہ کی مثال

۱۰۷۱۔حدثنا محمد بن إسماعيل،أخبرنا موسى بن إسماعيل،أخبرنا أبان بن يزيد،أخبرنا يحيى بن أبي كثير،عن زيد بن سلام:أن أبا سلام حدثه أن الحارث الأشعري حدثه أن النبي ﷺ قال: إن الله أمر يحيى بن زكريا بخمس كلمات أن يعمل بها ويأمر بني إسرائيل أن يعملوا بها،وإنه كاد أن يبطيء بها.فقال عيسى:إن الله أمرك بخمس كلمات لتعمل بها وتأمر بني إسرائيل أن يعملوا بها.فإما أن تأمرهم وإما أن آمرهم،فقال يحيى أخشى إن سبقتني بها أن يخسف بي أو أعذب.فجمع الناس في بيت المقدس فامتلأ المسجد وقعدوا على الشرف،فقال:إن الله أمرني بخمس كلمات أن أعمل بهن وآمركم أن تعملوا بهن:أولهن أن تعبدوا الله ولا تشركوا به شيئاً .وإن مثل من أشرك بالله كمثل رجل اشترى عبداً من خالص ماله بذهب أو ورق فقال:هذه داري وهذا عملي فاعمل وأد إلي،فكان يعمل ويؤدي إلى غير سيده. فأيكم يرضى أن يكون عبده كذلك؟وإن الله أمركم بالصلوة فإذا صليتم فلا تلتفتوا فإن الله ينصب وجهه لوجه عبده في صلوته مالم يلتفت.وأمركم بالصيام،فإن مثل ذلك كمثل رجل في عصابة معه صرة فيها مسك فكلهم يعجب أو يعجبه ريحها وإن ريح الصائم أطيب عندالله من ريح المسك.وأمركم بالصدقة،فإن مثل ذلك كمثل رجل أسره العدو فأوثقوا يده إلى عنقه وقدموه ليضربوا عنقه،فقال أنا أفديه منكم بالقليل والكثير ففدا نفسه منهم.وأمركم أن تذكروا الله فإن مثل ذلك كمثل رجل خرج العدو في أثره سراعاً حتى إذا أتى على حصن حصين فأحرز نفسه منهم. كذلك العبد لا يحرز نفسه من الشيطان إلا بذكر الله.قال النبي ﷺ:وأنا آمركم بخمس الله أمرني بهن:السمع و الطاعة والجهاد والهجرة والجماعة،فإنه من فارق الجماعة قيد شبر،فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه إلا أن يراجع.ومن ادعى دعوى الجاهلية،فإنه من جثى جهنم،فقال رجل يارسول الله وإن صلى وصام؟فقال وإن صلى وصام.فادعوا بدعوى الله الذي سماكم المسلمين المؤمنين عباد الله

هذا حديث حسن صحيح غريب،قال محمد بن إسماعيل:الحارث الأشعري له صحبة وله غير هذا الحديث

حدثنا محمد بن بشار،أخبرنا أبو داود الطيالسي،أخبرنا أبان بن يزيد عن يحيى بن أبي كثير عن زيد بن سلام عن أبي سلام عن الحارث الأشعري عن النبي ﷺ نحوه بمعناه: هذا حديث حسن [صحيح]غريب.وأبو سلام الحبشي اسمه ممطور. وقد رواه علي بن المبارك عن يحيى بن أبي كثير.

''سیدنا حارث اشعریؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریاؑ کے بیٹے حضرت یحییٰؑ کو پانچ باتوں کا حکم فرمایا کہ تم خود ان پر عمل کرو اور بنی اسرائیل کو بھی اس پر عمل کرنے کا حکم وقریب تھا کہ وہ اس کی تعمیل میں دیوار اور سستی کرتے کہ حضرت عیسےٰؑ نے فرمایا یا اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ باتوں کا حکم فرمایا ہے تا کہ آپ خود ان پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دیں۔اب آپ ان کو حکم دیجئے یا میں ان کو حکم دیتا ہوں۔حضرت یحییٰ نے فرمایا اگر مجھ سے پہلے آپ نے ایسا کیا تو مجھ ڈر ہے کہ کہیں مجھے دھنسا نہ دیا جائے۔اور مجھے پر عذاب نہ آجائے چنانچہ انہوں نے بیت المقدس میں لوگوں کو جمع کیا لوگ بھر گئے تو باقی لوگ اس کے بالائی حصہ پر بیٹھ۔

حضرت یحییٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم فرمایا ہے تاکہ میں خود بھی ان پر عمل کروں اور تم کو بھی عمل کرنے کا حکم دوں، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ صرف اللہ کی بندگی وعبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کیا اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے خالص اپنے مال سے ایک غلام خریدا سونے یا چاندی سے پھر اس سے کہا یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کام ہے تو کام کر اور محنت مزدوری کر کے اپنی کمائی مجھے دے لیکن اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ کام کر کے اپنے مالک جگہ دوسرے کو اپنی کمائی دینے لگا۔ بتاؤ تم میں سے کونسا آدمی پسند کرے گا۔ کہ اس کا غلام ایسا ہو۔ اللہ نے تم کو نماز کا حکم دیا ہے۔ سو جب تم نماز پڑھو تو اِدھر اُدھر توجہ نہ کرو۔ کیونکہ جب بندہ نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے چہرے کو اس بندے کی طرف کئے رہتا ہے۔ جب تک کہ وہ خود دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ اس نے تم کو روزہ کا حکم دیا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کچھ لوگوں میں بیٹھا ہو اس کے پاس مشک کی ایک تھیلی ہو۔ اس مشک سے (یا فرمایا اس کی مہک سے سب لوگ خوش ہو رہے ہوں اور روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ اچھی ہے اور اللہ نے لوگون کو صدقہ وخیرات کا حکم دیا ہے اس خیرات کرنے والے کی مثال اس شخص کی ہے جس کو دشمنوں نے قید کیا ہو۔ پھر اس کے ہاتھ کو اس کی گردن میں باندھ دیا ہو اور اس کو قتل کرنے کیلئے آئے تو اس نے کہا میں تم لوگوں کو اپنی جان کے بدلہ اپنا سارا مال دیتا ہوں خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اس طرح فدیہ دیکر اس نے اپنی جان ان لوگوں سے چھڑائی اور اللہ نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ اللہ کا ذکر کرو اس کی یاد اپنے دلوں میں قائم رکھو۔ اسکی مثال اس شخص کی طرح ہے جو تیز بھاگا اور دشمن بھی اسکے پیچھے تیز دوڑے آخر وہ ایک مضبوط اور محفوظ قلع میں آیا اسی طرح بندہ شیطان سے اللہ کے ذکر کی پناہ لے کر بچ سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور میں تم کو ان پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں اللہ نے مجھے ان پانچ چیزوں کا حکم فرمایا ہے حکم سننا و فرمانبرداری کرنا، جہاد کرنا، ہجرت کرنا جماعت سے وابستہ رہنا کیونکہ جس نے جماعت سے ایک بالشت بھی جدائی کی اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی، مگر یہ کہ پھر جماعت سے ملجائے اور جس نے جاہلیت کی پکار لی وہ دوزخیوں کے گروہ میں داخل ہے اس پر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے آپ نے فرمایا ہاں۔ اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے تب بھی ہاں تم صرف اللہ کی پکار پکارو جس نے تمہارا نام مسلمان اور اللہ کا بندہ رکھا ہے''

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، محمد بن اسماعیل بخاریؒ فرماتے ہیں حارث اشعریؓ کو نبی ﷺ کی صحبت حاصل ہے، اس کے علاوہ بھی ان سے روایت ہے، یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ابوسلام کا نام ممطور ہے۔ علی بن مبارک نے بھی اس کو یحییٰ بن ابی کثیر سے نقل کیا ہے۔

تشریح: حضرت یحیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ ''بیت المقدس'' میں مجمع جمع ہوا حتی کہ دیواروں کناروں پر چڑھے ہوئے کثرت کی وجہ سے۔ ا۔ توحید۔ پھر مثال دی جس طرح مملوک کا مولیٰ کے علاوہ کو دینا غلط ہے، اسی طرح مخلوق کا خالق کے علاوہ کو

پکارنا ظلم عظیم ہے۔۲۔نماز۳۔روزہ۔۴۔صدقہ۔۵۔اللہ کا ذکر۔ان میں سے ہر ایک کو مثال سے سمجھایا۔آگے حضورﷺ کی ذکر فرمودہ پانچ چیزیں ہیں ۱۔اللہ ورسول اوران کے نائب کی بات کو ماننے کی نیت سے بغور سننا ۲۔مکمل طور پر عقائد،اعمال،اخلاق، معاشرت معاملات الغرض زندگی کے ہر شعبے میں فرماں برداری کرنا ۳۔لسان وسنان،قلم وکمان سے جہاد کرنا۔
۴۔اللہ تعالیٰ کی رضا اپنی اصلاح اور دوسروں کی اطلاع کے لئے ہجرت کرنا۔۵۔اجتماعیت قائم رکھنا اور جماعت سے جڑے رہنا ۔ورنہ ہلاکت میں پڑ جائیں گے۔

ربقة الاسلام: بکسر الرا مثل سدرة،بفتح الراء مثل رحمة.اسلام کی کڑی۔

ومن ادعی دعوی الجاهلية: دعویٰ جاہلیت سے مرادلسانی نعرے اوراصنام وغیرہ کی پکار ہے، جیسے ایک موقع پر "یا للمهاجرين، یا للانصار'' پکارنے پر حضورﷺ نے تنبیہ فرمائی اور فرمایا اس جاہلانہ پکار کو چھوڑ کر "یا للمسلمین" پکارو، غیر اللہ کو چھوڑ کر اللہ کو پکارو۔امور جاہلیت کی تعیین اس حدیث میں یہ بھی ہے "عن ابی مالک الاشعری مرفوعا، اربع فی امتی من امر الجاهلية لا يتركونهن : الفخر فی الاحساب، والطعن فی الانساب، والاستسقاء بالانواء، والنياحة" تیسری بات یہ ہے کہ اس سے مراد ہر وہ کام ہے جو خلاف شریعت ہو۔وفی الکوکب "والمراد بدعوى الجاهلية يمكن ان يعم بحيث يصدق علی کل ماخالف الشرع من الامور" باقی یہ مذکورہ پانچ ہی کی تفصیل ہے، پانچ کے عدد کے منافی نہیں۔

فانه من حثیٰ جهنم : ای من جماعة جهنم. حثیٰ حثوة کی جمع ہے، مجموعة التراب، لپ بھرنا۔یہاں جماعت کے معنیٰ کے لئے مستعار ہے

٤۔بَابُ مَاجَاءَ فِی مَثَلِ الْمُؤْمِنِ الْقَارِیءِ لِلْقُرْآنِ وَغَیْرِ الْقَارِیءِ
قرآن پڑھنے والے مؤمن اور نہ پڑھنے والے کی مثال کے بیان میں

۱۰۷۲۔حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ،أخبرنا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِی مُوسَی الْأَشْعَرِیِّ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِی یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْأُتْرُنْجَةِ رِیحُهَا طَیِّبٌ وَطَعْمُهَا طَیِّبٌ،وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِی لَایَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ التَّمْرَةِ لَارِیحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ،وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِی یَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الرَّیْحَانَةِ رِیحُهَا طَیِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ،وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِی لَایَقْرَأُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ رِیحُهَا مُرٌّ وَطَعْمُهَا مُرٌّ. هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.وقد رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ أَیْضاً .

''سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے رسول اللہﷺ نے فرمایا وہ مؤمن جو قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال سنگترے کی سی ہے۔کہ مہک بھی اچھی اور مزہ بھی اچھا اور جو مؤمن قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی ہے خوشبو نہیں ہے لیکن مزہ میٹھا ہے اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے۔اس کی مثال ریحان کی سی ہے۔کہ مہک اچھی ہے لیکن مزہ کڑوا ہے۔اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال ایلوے کی سی ہے۔کہ بو بھی کڑوی اور مزہ بھی کڑوا''

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور شعبہ نے بھی اس کو قتادہ سے نقل کیا ہے۔

۱۰۷۳۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْخَلَّالُ وَغَیْرُ وَاحِدٍ قَالُوا،حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ،أخبرنا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِیدِ بْنِ

الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّيَاحُ تُفِيئُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيبُهُ بَلَاءٌ،وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةِ الْأَرْزِلَا تَهْتَزُّ حَتَّى تُسْتَحْصَدَ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

''سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مؤمن کی مثال کھیتی کی سی ہے۔ کہ اس کو ہوائیں برابر ہلاتی رہتی ہیں۔اور اس کو ہمیشہ مصیبتیں پہنچتی رہتی ہیں۔اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی سی ہے۔ کہ جب تک کا ٹا نہ جائے ہل نہ سکے'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۱۰۷۴ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى،أخبرنا مَعْنٌ،أخبرنا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ:إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَهِيَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ.حَدِّثُونِي مَاهِيَ؟قَالَ عَبْدُاللَّهِ:فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ.فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هِيَ النَّخْلَةُ.فَاسْتَحْيَيْتُ يَعْنِي أَنْ أَقُولَ، قَالَ عَبْدُاللَّهِ فَحَدَّثْتُ عُمَرَ بِالَّذِي وَقَعَ فِي نَفْسِي فَقَالَ لَأَنْ تَكُونَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي كَذَا وَكَذَا . هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.وفي الباب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.

''سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ہے کہ اس کے پتے نہیں گرتے اور یہ مؤمن کی مثال ہے اب تم بتاؤ وہ درخت کونسا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں یہ سن کر لوگ جنگلوں کے درختوں میں پڑ گئے مگر میرے دل میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے؟ سو میں شرمایا کہ کہوں حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنے والد حضرت عمرؓ سے ذکر کیا کہ میرے دل میں بھی یہی آیا تھا۔ کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بیٹا، اگر تم نے یہ کہہ دیا ہوتا تو یہ کہنا میرے نزدیک اتنی اتنی دولت مل جانے سے بہتر ہوتا'' یہ حدیث حسن صحیح ہے،اور اس باب میں ابوہریرہؓ سے بھی روایت ہے۔

تشریح: مثل المؤمن .... : اس حدیث میں باعامل بے عامل، کھوٹے کھرے، پڑھنے اور نہ پڑھنے والے کو مثال سے سمجھا کر تنبیہ فرمائی کہ قسم اول بنو باقیوں سے بچو، خصوصاً آخری دو سے تو بہت بچنے کی کوشش کریں۔

الاترنجة:هي افضل الثمار لكبر جرمها،وحسن منظرها،وطيب طعمها،ولين لمسها، ولونها يسرّ الناظرين والناظرات، عمدہ، خوش منظر، لذیذ، ملائم دل کو بھانے والا، آنکھ کو پسند آنے والا پھل ہے۔

مثل المؤمن كمثل الزرع: کھیتی نرم ٹہنی۔ کہ ہوا اسے دائیں بائیں جھکا دیتی ہے، کبھی زمین پر سلا دیتی ہے، کبھی رخ بدل کر سیدھا کر دیتی ہے۔ بس ہوا کے جھونکوں اور جھکڑوں کی زد میں کبھی ادھر کبھی اُدھر، یہی حال مسلمان کا ہے کہ مصائب و آلام امراض واعراض مشقت وملامت میں گھرا رہتا ہے، لیکن آخرت کی راحت ونعمت کی امید پر صبر وشکر سے کام لیتا ہے۔ **كمثل شجرة الأرز**. أرز بفتح الهمزة و سكون الراء أ رزن بھی کہا جاتا ہے قد آور قوی درخت۔ جو ہوا کے جھونکوں سے متاثر نہ ہو۔ ابوحنیفہ دینوریؒ کہتے ہیں کہ یہ عرب کے درختوں میں سے نہیں اور سنگلاخ زمین میں پیدا بھی نہیں ہوتا بہت زیادہ لمبا ہوتا ہے۔ **قيل انه صنو بر** . اس کی تعیین میں صنوبر کا نام لیا گیا ہے کہ اس میں یہ تعریف پوری آتی ہے۔ لیکن یہ تمثیل وتعیین ہوگی حصر نہیں کہ اس کے علاوہ کسی درخت'' کو

ارز" نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ ایک مثال ہے ایسے اور درخت بھی ہو سکتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ کافر مثل اس درخت کے ہے جسے ہوا سے کوئی مضرت نہیں بس سیدھا صحت منداکڑ کے ساتھ کھڑا ہے جب گرا تو ختم اسی طرح کافر کو نیکیوں پر جزاء یا تکلیفوں سے گناہوں کی معافی تلافی نہیں۔اس سے مراد نہیں کہ کافر کو مرض و مصیبت آتی ہی نہیں یہ تو مشاہدۃ ہے کافر بیمار ہوتے ہیں مصیبتیں ان پر بھی آتی ہیں، لیکن اس سے ان کے گناہ جھڑتے ہیں نہ درجات بلند ہوتے ہیں ہاں جزوی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ بعض کافروں کو اتنی مہلت ملتی ہے کہ پوری زندگی سر میں درد تک نہیں ہوا لیکن گرفت آئی تو ایک ہی ڈبکی میں کام تمام۔ و الله یعلم ما فی الظلمات والا رحام. حتی تستحصد . بصیغة المجهول یہاں تک کہ کاٹ دیا جاتا ہے۔معروف بھی پڑھ سکتے ہیں کٹ جاتا ہے، گر جاتا ہے۔جڑ سے نکل آتا ہے۔یعنی کافر ایک ہی مرتبہ پکڑ میں آتا ہے

ان من الشجر شجرة لا یسقط ورقها: انعامات منعم دوم باب ۲۰۱

و انها مثل المسلم فحدثونی ماهی ؟اس سے پہیلی نما سوال کرنے اور اصحاب و تلامذہ کے ذہن کو پرکھنے اور خوش طبعی کا ثبوت ہے
سوال! انه صلی الله علیه وسلم نهی عن الا غلو طات . رواہ ابوداؤد (از تکملہ) اس میں تو منع ہے اور حدیث باب میں اس قسم کے سوال کا ذکر و ثبوت ہے۔**جواب!** راوی حدیث اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ یہ بہت مشکل مسئلہ ہے۔

☆ شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ دراصل اس قسم کے سوال کے دو مقصد اور انداز ہوتے ہیں ا۔مجلس میں تازگی، چستی و نشاط اور تشحیذ اذھان کیلئے ۲۔کسی کی خجالت و رسوائی اور مذاق کیلئے یا عاجز کرنے اور ہرانے کیلئے۔قسم اوّل درست ہے اور حدیث باب میں اسی کا ذکر ہے، قسم ثانی ممنوع ہے اور حدیث ابوداؤد میں اُسی سے نہی موجود ہے۔بخاری میں حدثونی کی بجائے اخبرونی اور انبئونی بھی ہے اور تینوں لفظ عندالمحدثین مستعمل ہیں۔ فوقع الناس فی شجر البوادی . یعنی سب نے بیٹھے بیٹھے اپنی فکریں جنگلات کے درختوں کی طرف دوڑا دیں لیکن مسجد نبوی کے سامنے ابوطلحہؓ کے باغ کی کھجوروں کی طرف کسی کا خیال ہی نہ گیا۔

ووقع فی نفسی انها النخلة .

سوال! ابن عمرؓ نے جواب کیوں نہ دیا؟

جواب! راوی حدیث ابن عمرؓ کہتے ہیں میرا خیال کھجور کی طرف گیا لیکن ادب کی وجہ سے میں خاموش رہا۔ابن عمرؓ کا خیال کھجور کی طرف اس لئے گیا کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمار (کھجور کی گری) تھی اور آپ تناول فرما رہے تھے اس دلالت حال کی وجہ سے ابن عمرؓ سمجھ گئے۔ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ آدمی کو اس قسم کے سوالات میں اپنے ازگرد اور کیفیت حاضرہ پر غور کرنا چاہئے۔اسی طرح سائل کو بھی چاہئے کہ بعید نہیں بلکہ کوئی قریبی چیز کے متعلق سوال کرے تا کہ کچھ نہ کچھ قرینہ رہے۔

فاستحییت . یہ حیاء کبار صحابہ کرام کی موجودگی کی وجہ سے تھا جواب نہ دینے کی وجہ اس میں موجود ہے کہ حیاء و ادب کی وجہ سے نہ بولے۔حدیث میں ہے۔ فأردت ان اقول هی النخلة فاذا انا اصغر القوم فسکت (بخاری ج اص ۱۷) اس میں جمار کا ذکر بھی ہے۔اسی طرح انا عاشر عشرة اور رائیت ابا بکر و عمر یتکلمان فکرهت ان اتکلم۔کے الفاظ بھی بخاری شریف میں ہیں۔اس سے آداب کا بھی سبق ملا کہ آدمی کو جواب دینے میں جلدی اور بڑوں پر تقدیم نہ کرنی چاہئے جب وہ خاموش ہوں انتظار کریں وہ جواب دیں تو فبہا ورنہ جواب دیدیں۔ هی النخلة .

کھجور کے درخت کو مسلمان کے ساتھ تشبیہ کی وجوہ: علامہ عینیؒ کہتے ہیں کہ اس میں اہل علم کا اختلاف ہے ا۔ بعض کہتے ہیں کہ کثرت خیر کی وجہ سے کھجور کے ساتھ تشبیہ ہے۔ کہ اس کا سایہ، پھل، پورا سال رہتے ہیں بخلاف دوسرے درختوں اور پھلوں کے کہ موسم کے مطابق ان کا سایہ بھی ہوتا ہے اور پھل بھی موسم ختم ہوتے ہی پتے جھڑ جاتے ہیں اور پھل ختم ہو جاتا ہے۔ کھجور کا پھل بسر، مذنب، رطب، تمر ہر قسم سے استعمال ہوتا ہے اور پورا سال ملتا ہے (بلکہ یوں کہیں کہ جب سے کھجور پیدا کی گئی آج تک ختم نہیں ہوئی) اسی طرح اس کے پتے، شاخیں، چھال، تنا، خوشے سب استعمال میں آتے ہیں۔ کہ شہتیر، عصاء، چٹائیاں تھیلے وغیرہ بنتے ہیں گھٹلی تک اونٹوں کیلئے استعمال وغذا میں آجاتی ہے پھر کھجور کے پیڑ کی خوبصورتی طویل ومضبوط جسامت چھتری نما یہ سب کھجور کی خصوصیات وفوائد ہیں۔ بعینہ اسی طرح مؤمن بھی کثرت خیر اور حسنات و بھلائیوں کا مجموعہ ہے۔ اطاعت، حسن اخلاق، صوم وصلوۃ، مداومت صدقات وزکوۃ مسابقت وغیرہ بہت اعمال ہیں کہ مسلمان ہر وقت ان میں مصروف عمل رہتا ہے اور کھجور کے پھل کی طرح پورا سال بلکہ پوری زندگی اعمال میں گذارتا ہے۔ ۲۔ بعض کہتے ہیں کہ کھجور کا سر جب کاٹ دیا جائے تو ختم ہو جاتی ہے مسلم کی مثال بھی ایسی ہی ہے بخلاف دیگر درختوں کے کہ دوبارہ ہرے بھرے ہو جاتے ہیں۔ ۳۔ بعض کہتے ہیں کہ کھجور تا بیر اور جفتی کے بغیر بار آور نہیں ہوتی یہ وجہ تشبیہ ہے۔ ۴۔ جب اسے چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جائیں تو ختم ہو جاتی ہے۔ جیسے دل کے ٹکڑے ہونے سے آدمی مر جاتا ہے۔ ۵۔ کھجور بالکل طویل القامہ بلند ہوتی ہے اور مسلمان کے اعمال اور روح بھی بلندی پر جاتے ہیں۔ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ (فاطر۱۰) اسی کی طرف اچھے کلمے، پاکیزہ کلمے اور نیک عمل بلند ہوتے ہیں كَلَّا اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ (مطففین ۱۸) بیشک نیک لوگوں کا اعمال نامہ علیین میں ہے۔ ان میں سے بعض تشبیہات مطلقاً انسان کے ساتھ ہیں اور مسلم و کافر سب کو شامل ہیں اوضح واوفق پہلی دو ہیں۔ وقیل آخر۔ واللہ اعلم۔

قرآن کریم میں بھی کھجور کو شجرۃ طیبہ کہا گیا اور کلم الطیب مسلم کیلئے۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ (ای الی السماء عالیة) تؤتی اکلها کلّ حین با ذن ربها (ابراہیم۲۴) کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ کہ رب تعالیٰ نے پاکیزہ کلمے کی عمدہ درخت بلند کے ساتھ کیسے تشبیہ دی کہ اس کی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان کی طرف بلند ہیں۔ کہ زمانہ میں اللہ کے حکم سے پھل دیتا ہے (اور پورا سال اس کا پھل رہتا ہے)

أحب الیّ من کذا و کذا . ابن حبانؒ نے شدید حمر النعم زیادہ کیا ہے۔ یہ اس لئے تھا کہ جواب کی وجہ سے ابن عمرؓ کی زہانت وذکاوت کا علم واظہار ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء دیتے جیسے حبر ھذہ الامۃ ابن عباسؓ کو دعاء دی تھی کما ذکر فی فضائل ابن عباس . اس سے اپنے بیٹے کی تعریف وحوصلہ افزائی کی خواہش کے درست اور غیر مذموم ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

۵۔ بَابُ مَاجَاءَ فِي مَثَلِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ

پانچوں نمازوں کی مثال

۱۰۷۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، اخبرنا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْراً بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟ قَالَ: فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا. وفي البابِ عَنْ جَابِرٍ. هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،أخبرنا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ الْقُرَشِيُّ عَنِ ابْنِ الْهَادِ نَحْوَهُ .

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم لوگوں میں سے کسی ایک کے دروازے پر نہر ہو جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو بتاؤ کیا تھوڑا سا میل بھی اس کے بدن پر باقی رہے گا؟ آپ نے فرمایا یہی پانچوں نمازوں کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے''

اس باب میں جابرؓ سے روایت ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے، حدیث سابق کی مثل۔

تشریح: یمحو الله بهن الخطايا: یہاں پہلی بحث یہ ہے کہ نمازوں سے صرف صغیرہ گناہ صاف اور معاف ہوتے ہیں، یا صغیرہ کبیرہ سب معاف ہوتے ہیں۔ اقوال مختلف ہیں، لیکن راجح یہ ہے کہ نماز وحسنات سے صغیرہ معاف ہوتے ہیں، کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ نماز اور دیگر اعمال صالحہ سے صغائر کے معاف ہونے کے ساتھ توبہ کی توفیق مل جاتی ہے، اس طرح نیکی، توبہ دونوں کے مجموعے سے سب معاف ہوجاتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے ''ان الحسنات يذهبن السيئات'' (هود ۱۱۴) اور '' يا ايها الذين آمنوا توبوا الى الله توبة نصوحا'' (تحریم ۸) سورہ ھود مکیہ میں بشارت وخبر دی کہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ پھر سورہ تحریم مدنیہ میں توبہ کا حکم دیا۔ محل استدلال یہ ہے کہ اگر نیکیوں سے سب سیئات اور صغائر کبائر معاف ہوچکے، مٹ چکے تو پھر کس چیز سے توبہ کا حکم دیا۔

دوسری دلیل ترمذی جلد اول، باب في فضل الصلوات الخمس میں مرفوع روایت ہے' والصلوات الخمس و الجمعة الى الجمعة كفارات لما بينهن مالم يغش الكبائر''

بحث کا لب لباب ذکر کردیا ہے، اس کی طویل تفصیل ترمذی اول کے دوسرے باب کی پہلی حدیث '' حتى يخرج نقيا من الذنوب'' اور كتاب الصلوة باب في فضل الصلوات الخمس اور باب ماجاء في الصلوة عند التوبة میں ہم پڑھ چکے ہیں۔ اسی طرح انعامات المنعم دوم کتاب التوبہ باب نمبر ۱۸۹ میں بھی اس کی تفصیل دیکھ سکتے ہیں، وہاں آپ صغیرہ کبیرہ پر دقیق تحقیق پائیں گے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ پانیوں اور نہانے والوں کے اعتبار سے بھی طہارت ونظافت اور صفائی کے حصول میں واضح فرق ہوتا ہے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ پانی جتنا صاف ہوگا جسم اتنا زیادہ نظیف و پاک ہوگا۔ اس لئے نہر کا ذکر ہے ورنہ کسی نے گندے پانی کے تالاب میں چھلانگ لگادی تو صفائی کی بجائے مزید میلا نکلے گا، پھر یہ بھی کہ بعض نہانے والے صرف فرائض پورے کرتے ہیں، بعض خوب صفائی حاصل کرتے ہیں، اسی طرح نماز پڑھنے والوں کی مختلف کیفیات ہوتی ہیں، جیسے غسل میں اہتمام کرنے والا اچھی طرح صفائی حاصل کرتا ہے، ویسے ہی خشوع وخضوع اور اطمینان سے نماز پڑھنے والا گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ (کوکب)

٦۔ بابٌ بلا عنوان

۱۰۷٦۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ،أخبرنا حَمَّادُ بْنُ يَحْيَى الْأَبَحُّ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَايُدْرَى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَمْ آخِرُهُ . قال:وفي البَابِ عَنْ عَمَّارٍ وَعَبْدِاللّٰهِ بنِ عَمْرٍو وَابْنِ عُمَرَ وَهٰذَا حديثٌ .....

غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ،قَالَ:وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ أَنَّهُ كَانَ يُثَبِّتُ حَمَّادَ بْنَ يَحْيَى الْأَبَحِّ،وَكَانَ يَقُولُ هُوَ مِنْ شُيُوخِنَا.

"سیدنا انس سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اُمت کی مثال بارش کی سی ہے نہیں معلوم کہ اس کی ابتدا اچھی ہے یا اس کا آخر بہتر ہے" اس باب میں عمار، عبداللہ بن عمرو اور ابن عمر سے روایات ہیں، یہ حدیث اسی طریق سے حسن غریب ہے، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ سے منقول ہے وہ حماد بن یحییٰ ابح کی توثیق کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ حماد بن یحییٰ اشج ہمارے شیوخ میں سے ہیں

تشریح: لا یدری اولہ خیرام آخرہ :بارش بسا اوقات آتی ہے اور اگنے والی کھیتی کو دبا دیتی ہے، اور کبھی لہلہا دیتی ہے، اسی طرح کھیتی کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو بارش سیراب کر دیتی ہے، کبھی کثرت مطر کی وجہ سے کھیتی ڈوب کر خشک ہو جاتی ہے۔

مسئلہ مہمہ :اولہ و آخرہ کے الفاظ سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ امت کے آخری افراد میں سے ممتنع نہیں کہ کوئی ایسا ہو جو اول امت صحابہ کرام سے فضیلت رکھتا ہو۔ذهب اليه ابن عبدالبر۔

جمہور اہل علم اور سلف وخلف کا قول اس کے خلاف ہے، وہ کہتے ہیں صحابہ سے افضل و بہتر تو کجا ان کے رتبے کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ "**خير القرون قرني ثم الذين يلونهم......لو ان احدكم انفق مثل احد ذهبا ما ادرك مدّ احدهم ولا نصيفه**" وكثير من الروايات اس پر کھلی دلیل ہیں کہ صحابہ افضل امت ہیں۔مزید تفصیل "انعامات رحمانی جلد ثانی" ابواب المناقب میں آئے گی۔ان شاء اللہ

باقی خیریت سے مراد یہ ہے کہ کسی جزوی عمل میں بعد والوں کو رتبہ ملے مثلاً ایک تو وہ صحابی جو ایمان لاتے ہی شہید ہو کر مکین فردوس ہوئے، ایک بعد کا امتی کہ تیس سال سے تکبیر اولیٰ بھی فوت نہیں ہوئی۔لیکن یہ مطلب نہیں کہ یہ صحابی رسول سے افضل ہوا نہیں بلکہ افضلیت صحابہ قطعی ہے اسی طرح کہ معجزات نبوی اور ذات نبی کو دیکھ کر ایمان لائے، بعد والے بن دیکھے ایمان لائے، پہلوں نے بنیاد و تأسیس رکھی، بعد والوں نے تلخیص کی لیکن ان امور جزویہ سے افضلیت نہیں۔

۷۔بَابُ مَاجَاءَ فِي مَثَلِ ابْنِ آدَمَ وَأَجَلِهِ وَأَمَلِهِ

ابن آدم اور اس کی موت وامید کی مثال کے بیان میں

۱۰۷۷۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ،أخبرنا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى،أخبرنا بَشِيرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ،أخبرنا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ.قَالَ: قَالَ النبيُّ ﷺ:هَلْ تَدْرُونَ مَا مَثَلُ هٰذِهِ وَهٰذِهِ؟وَرَمٰى بِحَصَاتَيْنِ.قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ.قَالَ: هٰذَاكَ الْأَمَلُ وَهٰذَاكَ الْأَجَلُ. قَالَ أبو عيسى: هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ جانتے ہو اس کی اور اس کی کیا مثال ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔آپ نے فرمایا یہ امید ہے اور یہ موت ہے" یہ حدیث اس طریق سے حسن غریب ہے۔

۱۰۷۸۔حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا،أخبرنا عَبْدُالرَّزَّاقِ،أخبرنا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ

ابن عُمَرَ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ: إِنَّمَا النَّاسُ كَإِبِلٍ مِائَةٍ لَايَجِدُ الرَّجُلُ فِيهَا رَاحِلَةً. ھذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''رسول اللہؐ نے فرمایا: یقیناً لوگ سو اونٹ کی مثل ہوں گے آدمی ایک بھی سواری کے قابل نہ پائیگا''

۱۰۷۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ، أخبرنا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَقَالَ: لَاتَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً أَوْقَالَ: لَاتجدفيها الا راحلةً.

''مثل سابق، اور فرمایا نہ پائیگا تو اس میں ایک سواری کے لائق، یا کہا نہ پائیگا تو ان میں مگر ایک سواری کے لائق''

۱۰۸۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بنُ سَعِيدٍ، أخبرنا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ أُمَّتِي كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَاراً فَجَعَلَتِ الدَّوَابُّ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيهَا وَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ وَأَنْتُمْ تَقَحَّمُونَ فِيهَا. قَالَ: ھذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ وقد روی من غیر وجہٍ.

''سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہؐ نے فرمایا میری اور میری امت کی مثال اس آدمی کی سے ہے جس نے آگ جلائی پھر کیڑے مکوڑے اور پتنگے شروع ہوئے کہ اس میں گر رہے ہیں (اسی طرح تم دوزخ کی آگ میں گر رہے ہو) اور میں تمہیں سرینوں سے پکڑ کر روک رہا ہوں حالانکہ زبردستی اس میں گھس رہے ہو''

۱۰۸۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ، أخبرنا مَعْنٌ، أخبرنا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِنَّمَا أَجَلُكُمْ فِيمَا خَلَا مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ، وَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا، فَقَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ، ثُمَّ قَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ، فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى عَلَى قِيرَاطٍ قِيرَاطٍ، ثُمَّ أَنْتُمْ تَعْمَلُونَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ، فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً؟ فَقَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا، قَالُوا لَا، قَالَ فَإِنَّهُ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ. ھذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

''ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہؐ نے فرمایا سابقہ امتوں کی بنسبت تمہاری (عمر و عمل کی) مثال ایسی ہے جیسے عصر سے مغرب تک کا مختصر وقت، یعنی تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال جیسے ایک شخص نے چند مزدور کام کیلئے رکھے، پھر کہا دوپہر تک کون ایک ایک قیراط کی اجرت پر کام کرے گا؟ تو یہود نے ایک ایک قیراط پر کام کیا، اس نے پھر کہا دوپہر سے عصر تک کون ایک ایک قیراط پر کام کریگا؟ تو نصاریٰ نے ایک ایک قیراط پر کام کیا، پھر تم عصر سے مغرب تک دو قیراط پر عمل کرتے ہو، تو یہود و نصاریٰ غصے سے جل گئے اور کہنے لگے ہمارا کام زیادہ بخشش کم تو مالک نے پوچھا کیا میں نے تمہارے طے شدہ حق و حصے سے کچھ کم کیا؟ تو سب نے کہا نہیں؟ تو اس نے کہا بلاشبہ وہ تو میرا فضل ہے جتنا جسے چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں'' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: مثل ھذہ وھذہ: آپ ﷺ نے دو کنکریاں پھینکیں ایک قریب ایک ذرا اس سے دور، پھر سمجھایا کہ یہ قریب والی مثل

موت واجل ہے اور دوروالی امید واَمل ہے۔ کما مرّ فی ابواب الزهد باب رقم ۱۷۔ مزید تشریح انعامات اول صحابہ کی آخری حدیث باب ۹۴

و انا آخذ بحجز کم: آخذ اسم فاعل ومضارع متکلم دونوں صیغوں کا احتمال ہے، پہلا اشہر ہے۔

انما اجلکم فیما خلا من الامم کما بین صلوة العصر: اس میں سمجھا دیا کہ اس امت کے لوگوں کی عمریں کم ہیں، تو کیت ومقدار کے اعتبار سے اعمال بھی کم ہیں، لیکن حضور ﷺ کی برکت سے عطاء زیادہ ہے کہ ایک ہزار سال سے زیادہ کی کمائی ایک رات میں مہیا فرمادی۔

ثم انتم تعملون من صلوة العصر الی مغارب الشمس: پہلے والوں نے آخر وقت تک کام نہیں کیا تو ایک ایک قیراط ملا، اس امت نے آخر تک کیا تو دو قیراط ملے۔ پتہ چلا درمیان میں عمل اور کام چھوڑنے والا اجرت واجر کامل کا مستحق نہیں ہوتا۔

صنعت اختتام: سورج غروب ہونا دن کے آخر وانتہا کی دلیل ہے، یہ امت دنیا کی فنا وانتھا کی دلیل ہے، اسی طرح یہ حدیث بھی اختتام کتاب کی طرف مشعر ہے، ساتھ یہ بھی واضح ہوا کہ عمل وعدل کی بجائے رجاء وفضل راجح ہوں، کیونکہ انصاف وعدل میں پھنسنے کے خطرات ہوتے ہیں، اور عطاء وفضل میں نجات کے قوی امکانات ہوتے ہیں۔

وعلیٰ هٰذا تم بتوفیق الله تسوید الکتاب الضخیم المسمّیٰ "بانعامات رحمانی" المجلد الاول فی لیلة السبت علی السّاعة ثنتا عشر وخمسة دقائق، سابع عشر من جمادی الاولیٰ، سنة الف واربعمائة وتسعة وعشرین، من الهجرة النبویة علی صاحبها الف الف تحیة، فالحمد الله علی ذلک، واشکرک ربی علیٰ عطائک، والمدح علی نوالک، کما یلیق بعزتک وجلالک. واقول علی اتمامه ماقال السیوطیؒ:

فرحم الله امرأ نظر بعین الانصاف الیه ووقف علیٰ خطاء فاطّلعنی علیه

فجزا الله من اعاننی احسن الجزاء ورزقنی وایّاهم لما یحبّه ویرضاه

محبوب احمد عفی عنه الخطیب بجامع النور، کراتشی

وایضا علی هذا تمّ المجلّد الاوّل وبعونه تعالیٰ یلیه المجلّد الثانی

وبدایته من ابواب فضائل القرآن